بسم الله الرحمن الرحيم

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحیم ہے

قرآن و حدیث سے پریشانیوں اور مشکلات کا حل

موضوعِ کتاب ———— گلدستۂ وظائف

جمع و تدوین ———— حافظ محمد ابراہیم نقشبندی مجددی علیہ

تخریج ———— مولانا عبدالرحمٰن عارف (فاضل جامعہ اشرفیہ)

اشاعتِ اوّل ———— فروری 2017

ڈیزائننگ و پرنٹنگ ———— محمد صفت الٰہی (آرٹ ڈائریکٹر)

میڈیا سروسز۔لاہور +92 301 84 27 281

شانِ دوعالم پرنٹنگ پریس۔لاہور +92 423 73 20 993

ملنے کا پتہ

الکھف ایجوکیشنل ٹرسٹ

بالمقابل قطب مسجد احاطہ مولچند اچھرہ لاہور

042-354 04 425

الکھف ایجوکیشنل ٹرسٹ

AL-KAHAF EDUCATIONAL TRUST

گلدستہ وظائف

جمع و تدوین

حافظ محمد ابراہیم نقشبندی مجددی مدظلہ

خلیفہ مجاز

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

پیش لفظ!

انسان کو دنیا میں امتحان کے لیے بھیجا گیا ہے، کبھی اللہ رب العزت خوشیاں اور نعمتوں کی فروانی عطا فرما کر آزماتے ہیں کہ یہ شکر کرتا ہے یا ان ہی نعمتوں میں گم ہو کر اللہ تعالیٰ کو بھول جاتا ہے۔ اور کبھی اللہ رب العزت غم اور آزمائشوں کے ذریعے سے آزماتے ہیں، کہ بندے کا ایمان کتنا مضبوط ہے اور پھر اس امتحان میں جو کامیاب ہوتا ہے اس کے لیے انعامات اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے فیصلے ہوتے ہیں۔

حدیث مبارکہ کا مفہوم ہے کہ
''جس کو کوئی مصیبت پہنچے تو وہ میری مصیبت کو یاد کرے کہ
وہ بڑی مصیبت تھی۔ (کنز جلد 3 صفحہ 301)

بعض مرتبہ پریشانی اور آزمائش اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ بنتی ہیں۔ ابن عطاء اسکندری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے: ''پاک ہے وہ پروردگار جو اپنے غفلت میں پڑے ہوئے بندوں کو پریشانیوں، بیماریوں اور تکلیفوں کی زنجیروں میں جکڑ جکڑ کر اپنے در پہ لے کے آتا ہے۔
حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ خوشیاں سلاتی ہیں اور غم جگاتے ہیں۔

توہمیں چاہیے کہ جب ایسی کوئی پریشانی کے حالات آئیں تو اللہ تعالیٰ کی کی طرف رجوع میں اورزیادتی کردیں ۔اس کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ قرآنی آیات اورادعیہ ماثورہ کو اہتمام سے اپنے عمل میں لائیں ۔زیرنظر کتاب میں بھی مختلف حالات میں آسانی کے لیے دعاؤں کو جمع کیا گیا ہے۔

ان دعاؤں کا کامل اثر لینے کے لیے پانچ وقت کی نماز کی پابندی ضروری ہے اوران دعاؤں کے الفاظ کی ادائیگی ٹھیک ہونی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین ودنیا کی تمام اچھائیاں عطا فرمائیں اور پریشانیوں سے محفوظ فرمائیں آمین۔

فہرست

سید الوظائف

آج کل مردوں میں بھی اور خاص طور سے خواتین میں وظیفوں کا بہت رواج چل پڑا ہے، ہر چیز کا وظیفہ مانگتے ہیں، تو سب سے بڑا اور اعلیٰ اور پکا ترین وظیفہ ''دعا'' ہے۔

کہ ہم دو رکعت نفل پڑھیں اور اللہ تعالیٰ سے خوب دعائیں مانگیں، اس وظیفے کو ہم روزانہ کریں اور تاحیات کرتے رہیں، ان شاء اللہ ہماری مرادیں ضرور پوری ہوں گیں۔

یہ سب سے بڑا وظیفہ ہے اس سے بڑا وظیفہ اور کوئی بھی نہیں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ''

مجھ سے مانگو! میں دوں گا۔ (سورۃ المؤمن :60)

اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ نیک مانگے گا تو دوں گا گناہ گار مانگے گا تو نہیں دوں گا، بس فرمایا مانگو! میں دوں گا۔

اب یہاں شیطان یہ شبہ ڈالتا ہے کہ بھئی تم تو گناہ گار ہو، اللہ تعالیٰ تمہاری کہاں سنے گا؟ جو نیک لوگ ہیں ان سے دعاؤں کا کہو۔ نیک لوگوں کو دعا کا کہنا بہت اچھی بات ہے، لیکن ہم خود بھی خوب دعائیں کریں اور اپنی دعاؤں پر یقین بھی کریں۔ کیونکہ اللہ رب العزت نے جب شیطان کو مردود قرار دیا تھا، اس کے آدم علیہ السلام کو سجدہ سے انکار پر، تو اس

نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ مجھے قیامت تک کی مہلت دی جائے۔تو اللہ تعالیٰ نے اس غضب و ناراضگی کی حالت میں بھی اس کی دعا کو قبول فرمالیا تھا۔تو جب ہم اللہ کے حضور نماز پڑھ کر دعا کریں گے،تو ہمارا یہ عمل تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا باعث ہے،اللہ تعالیٰ ہماری دعائیں ضرور قبول فرمائیں گے،بس یقین سے مانگتے رہیں۔

ازافادات

حضرت شیخ حافظ محمد ابراہیم نقشبندی

امراض سے شفاء کے لیے

کسی بھی بیماری سے شفا کے لیے 41 بار پانی پر دَم کر کے پیئں

مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيْهَا ؕ

(پارہ نمبر 1، سورۃ البقرۃ، آیت نمبر 71)

ترجمہ ''پوری طرح صحیح سالم ہو جس میں کوئی داغ دھبہ نہ ہو۔''

دل کی بیماری میں ایک بار پانی میں دَم کر کے پیئں

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ تَطْمَىِٕنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ ؕ﴿۲۸﴾

(پارہ نمبر 13، سورۃ الرعد، آیت نمبر 28)

ترجمہ ''یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے ہیں، اور جن کے دل اللہ کے ذکر سے اطمینان حاصل کرتے ہیں۔ یاد رکھو کہ صرف اللہ کا ذکر ہی وہ چیز ہے جس سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے۔''

گردے کی پتھری ہو تو 41 مرتبہ پڑھ کر پانی میں دم کر کے پانی پی لیں

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ؕ وَ اِنَّ مِنَ
الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ؕ وَ اِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ؕ وَ

اِنَّ مِنۡهَا لَمَا يَهۡبِطُ مِنۡ خَشۡيَةِ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۷۴﴾

(پارہ نمبر 1، سورۃ البقرۃ، آیت نمبر 74)

ترجمہ ''اس سب کے بعد تمہارے دل پھر سخت ہو گئے۔ یہاں تک کہ وہ ایسے ہو گئے جیسے پتھر بلکہ سختی میں کچھ ان سے بھی زیادہ (کیونکہ) پتھروں میں سے کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جن سے نہریں پھوٹ بہتی ہیں اور انہی میں سے کچھ وہ ہوتے ہیں جو خود پھٹ پڑتے ہیں اور ان سے پانی نکل آتا ہے اور انہی میں وہ (پتھر) بھی ہیں جو اللہ کے خوف سے لڑھک جاتے ہیں اور (اس کے برخلاف) جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اس سے بے خبر نہیں ہے۔''

سر کا درد ختم کرنے کے لیے 11 بار پڑھیے

لَّا يُصَدَّعُوۡنَ عَنۡهَا وَلَا يُنۡزِفُوۡنَ ﴿ۙ۱۹﴾ وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوۡنَ ﴿ۙ۲۰﴾

(پارہ نمبر 27، سورۃ الواقعہ، آیت نمبر 19 تا 20)

ترجمہ ''جس سے نہ ان کے سر میں درد ہوگا اور نہ ان کے ہوش اڑیں گے۔ اور وہ پھل لے کر جو وہ پسند کریں۔''

جسے بخار ہو یہ لکھ کر مریض کو باندھ دیجیے یا 7 مرتبہ پڑھ کر دم کیجیے

قُلۡنَا يٰنَارُ كُوۡنِىۡ بَرۡدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبۡرٰهِيۡمَ ﴿ۙ۶۹﴾

(پارہ نمبر 17، سورہ انبیاء آیت نمبر 69)

ترجمہ ''ہم نے کہا اے آگ! ٹھنڈی ہو جا اور ابراہیم کے لیے سلامتی بن جا۔''

لو لگنے پر 101 مرتبہ پڑھ کر پانی میں دم کر کے پی لیں

اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى ﴿۱۱۸﴾ وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى ﴿۱۱۹﴾

(پارہ نمبر 16، سورہ طٰہٰ، آیت نمبر 118 تا 119)

ترجمہ ''یہاں تو تمہیں یہ فائدہ ہے کہ نہ تم بھوکے ہوگے، نہ ننگے۔
اور نہ یہاں پیاسے رہو گے، نہ دھوپ میں تپو گے۔''

آنکھوں کی روشنی کے لیے ہر نماز کے بعد 3 مرتبہ پڑھ کر انگلیوں پر دَم کر کے آنکھوں پر لگایئے

فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ﴿۲۲﴾

(پارہ نمبر 26، سورۃ ق، آیت نمبر 22)

ترجمہ ''اب ہم نے تجھ سے وہ پردہ ہٹا دیا جو تجھ پر پڑا ہوا تھا۔
چنانچہ آج تیری نگاہ خوب تیز ہوگئی۔''

ہر مرض کے لیے

وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۴﴾

(پارہ نمبر 10، سورہ توبہ، آیت نمبر 14)

ترجمہ ''اور مومنوں کے دل ٹھنڈے کر دے۔''

چینی کی پاک اور صاف پلیٹ پر لکھ کر اس میں پانی ملائیں اور وہ پانی مریض کو پلائیں۔
اگر زعفران سے لکھ لیں تو اچھا ہے۔

وَ شِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ

(پارہ نمبر 11، سورہ یونس، آیت نمبر 57)

ترجمہ ''اور دلوں کی بیماریوں کے لیے شفا ہے۔''

وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ

(پارہ نمبر 15، سورہ بنی اسرائیل، آیت نمبر 82)

ترجمہ ''اور ہم وہ قرآن نازل کر رہے ہیں جو مومنوں کے لیے شفا اور رحمت کا سامان ہے۔''

فِیْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ

(پارہ نمبر 14، سورہ نحل، آیت نمبر 69)

ترجمہ ''جس میں لوگوں کے لیے شفا ہے۔''

وَ اِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِ ﴿۸۰﴾

(پارہ نمبر 19، سورۃ الشعراء، آیت نمبر 80)

ترجمہ ''اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو مجھے شفا دیتا ہے۔''

قُلۡ هُوَ لِلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا هُدًى وَّ شِفَآءٌ ؕ

(پارہ نمبر 24، سورہ حم السجدہ، آیت نمبر 44)

ترجمہ ”کہہ دو کہ جو لوگ ایمان لائیں ان کے لیے یہ ہدایت اور شفا کا سامان ہے۔“

بولنے میں لکنت ہو یا بولتے ہوئے جھجک ہو تو ہر نماز کے بعد 7 مرتبہ پڑھیے

رَبِّ اشۡرَحۡ لِىۡ صَدۡرِىۡ ۙ﴿۲۵﴾ وَيَسِّرۡ لِىۡۤ اَمۡرِىۡ ۙ﴿۲۶﴾
وَاحۡلُلۡ عُقۡدَةً مِّنۡ لِّسَانِىۡ ۙ﴿۲۷﴾ يَفۡقَهُوۡا قَوۡلِىۡ ۖ﴿۲۸﴾

(پارہ نمبر 16، سورہ طٰہٰ، آیت نمبر 25-28)

ترجمہ ”پروردگار! میری خاطر میرا سینہ کھول دیجیے اور میرے لیے میرا کام آسان بنا دیجیے اور میری زبان میں جو گرہ ہے اسے دور کر دیجیے تا کہ لوگ میری بات سمجھ سکیں۔“

پھنسیوں، چھالے کا علاج: سورہ کوثر پڑھ کر دم کیا پانی پلائیں، سینے میں درد کا علاج: یہ آیت لکھ کر گلے میں پہن لیں یا پڑھ کر دم کریں

اَفَمَنۡ شَرَحَ اللّٰهُ صَدۡرَهٗ لِلۡاِسۡلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوۡرٍ مِّنۡ رَّبِّهٖ ؕ فَوَيۡلٌ لِّلۡقٰسِيَةِ
قُلُوۡبُهُمۡ مِّنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ فِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ ﴿۲۲﴾

(پارہ نمبر 23، سورہ زمر، آیت نمبر 22)

ترجمہ ''بھلا کیا وہ شخص جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لیے کھول دیا ہے جس کے نتیجے میں وہ اپنے پروردگار کی عطا کی ہوئی روشنی میں آ چکا ہے (سنگ دلوں کے برابر ہو سکتا ہے؟) ہاں! بربادی ان کی ہے جن کے دل اللہ کے ذکر سے سخت ہو چکے ہیں۔ یہ لوگ کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں۔''

کھانسی کا علاج

ایک مرتبہ پڑھ کر شہد پر دم کر کے گرم پانی میں ملا کر پلائیں

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ۝۱۱۵ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ۝۱۱۶

(پارہ نمبر 18، سورہ مومنون، آیت نمبر 115 تا 116)

ترجمہ ''بھلا کیا تم یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ ہم نے تمھیں یوں ہی بے مقصد پیدا کر دیا اور تمھیں واپس ہمارے پاس نہیں لایا جائے گا؟ غرض بہت اونچی شان ہے اللہ کی جو صحیح معنی میں بادشاہ ہے۔''

جلدی امراض اور جذام کے علاج کے لیے

مریض پر یہ آیات پڑھ کر دم کیجیے

وَ اَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝۸۳

(پارہ نمبر 17، سورہ انبیاء، آیت نمبر 83)

ترجمہ ''اور ایوب کو دیکھو! جب انھوں نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ ''مجھے یہ تکلیف لگ

گئی ہے اور تو سارے رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔“

برص کا علاج

سات مرتبہ یہ آیات پڑھ کر دم کیجیے

اَنِّیْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّیْۤ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّیْنِ كَهَیْـَٔةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَكُوْنُ طَیْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَ اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ وَ اُحْیِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَ اُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَ مَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِیْ بُیُوْتِكُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۚ﴿۴۹﴾

(پارہ نمبر 3، سورہ آل عمران، آیت نمبر 49)

ترجمہ ”میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک نشانی لے کر آیا ہوں (اور وہ نشانی یہ ہے) کہ میں تمہارے سامنے گارے سے پرندے جیسی ایک شکل بناتا ہوں۔ پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے اور میں اللہ کے حکم سے مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو تندرست کر دیتا ہوں اور مردوں کو زندہ کر دیتا ہوں اور تم لوگ جو کچھ اپنے گھروں میں کھاتے یا ذخیرہ کر کے رکھتے ہو وہ سب بتا دیتا ہوں، اگر تم ایمان والے ہو تو ان تمام باتوں میں تمہارے لیے (کافی) نشانی ہے۔“

خارش کا علاج

روزانہ 21 مرتبہ پانی پر دم کر کے 41 روز تک پانی پیجیے

فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۚ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ؕ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ؕ ﴿۱۴﴾

(پارہ نمبر 18، سورہ المومنون، آیت نمبر 14)

ترجمہ ’’پھر ہڈیوں کو گوشت کا لباس پہنایا، پھر اسے ایسی اُٹھان دی کہ وہ ایک دوسری ہی مخلوق بن کر کھڑا ہو گیا۔ غرض بڑی شان ہے اللہ کی جو سارے کاری گروں سے بڑھ کر کاری گر ہے۔‘‘

سورۃ فاتحہ کی فضیلت

حدیث 1

قرآن مجید میں سب سورتوں سے بہتر (افضل) سورۃ الحمد للہ رب العالمین ہے۔

(مسند احمد 177/4)

حدیث 2

عَوَّذَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ تِفْلًا.

(المعجم الکبیر للطبرانی : 159/7)

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کیا۔

ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے سانپ کے کاٹے ہوئے پر دَم کیا۔
اللہ کے حکم سے وہ اچھا ہو گیا۔

(صحیح مسلم، کتاب الطب، باب جواز اخذ الاجرۃ علی الرقیۃ بالقرآن والاذکار، رقم:۲۲۰۱)

حدیث 3

فَاتِحَةُ الْكِتَابِ شِفَاءٌ مِّنْ كُلِّ دَآءٍ. (سنن الدارمی:445/2)

سورۂ فاتحہ میں ہر بیماری سے شفا ہے۔

حدیث 4

اِذَا قَرَأْتَ الْفَاتِحَةَ وَقُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ فَقَدْ اٰمِنْتَ
مِنْ كُلِّ شَيْءٍ اِلَّا الْمَوْتُ

اور جب تم نے سورۂ فاتحہ اور قل ھو اللہ احد پڑھ لیا تو سوائے موت کے ہر آفت سے مامون ہو گئے۔ (مجمع الزوائد 122/10)

بدن کی سلامتی کی دعا

اَللّٰهُمَّ عَافِنِيْ فِيْ بَدَنِيْ، اَللّٰهُمَّ عَافِنِيْ فِيْ سَمْعِيْ، اَللّٰهُمَّ عَافِنِيْ فِيْ بَصَرِيْ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ

(ابوداود:۵۰۹۰، عن ابی بکرہ رضی اللہ عنہ)

ترجمہ اے اللہ! میرے بدن کو درست رکھیے، اے اللہ! میرے کان عافیت سے رکھیے،

اے اللہ! میری آنکھیں عافیت سے رکھیے، آپ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔فضیلت/حدیث: رسول اللہ ﷺ روزانہ صبح وشام کے وقت یہ دعا تین تین بار پڑھا کرتے تھے۔

حفاظت کے لیے ہاتھ، ٹانگ، پیر، کان اور آنکھ کی معذوری سے بچنے کے لیے بکثرت پڑھیں

اَلَهُمْ اَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ بِهَآ ٚ اَمْ لَهُمْ اَيْدٍ يَّبْطِشُوْنَ بِهَآ ٚ اَمْ لَهُمْ اَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ بِهَآ ٚ اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ قُلِ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ كِيْدُوْنِ فَلَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۱۹۵﴾

(پارہ نمبر 9،سورہ اعراف، آیت نمبر 195)

ترجمہ ”بھلا کیا ان کے پاس پاؤں ہیں جن سے وہ چلیں؟ یا ان کے پاس ہاتھ ہیں جن سے وہ پکڑیں؟ یا ان کے پاس آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھیں؟ یا ان کے پاس کان ہیں جن سے وہ سنیں؟ (ان سے کہہ دو کہ ’تم ان سب دیوتاؤں کو بلا لاؤ۔جنہیں تم نے اللہ کا شریک بنا رکھا ہے اور میرے خلاف سازش کرو اور مجھے ذرا بھی مہلت نہ دو۔“

گیارہ بار پڑھ کر دم کرلیں تو ان شاء اللہ عزت قائم رہتی ہے

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۸۰﴾ ۚ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۸۱﴾ ۚ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۸۲﴾ ع

(پارہ نمبر 23،سورۃ الصفات، آیت نمبر 180 تا 182)

کاروبار، پریشانی سے بچنے اور شادی کے لیے تین دن تک ایک بار

الحمد شریف اور سورۃ القدر گیارہ بار پڑھیں

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ۙ﴿۱﴾ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ۙ﴿۲﴾ مٰلِكِ يَوۡمِ الدِّيۡنِ ؕ﴿۳﴾ اِيَّاكَ نَعۡبُدُ
وَ اِيَّاكَ نَسۡتَعِيۡنُ ؕ﴿۴﴾ اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ ۙ﴿۵﴾ صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ ۙ۬ غَيۡرِ
الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَيۡهِمۡ وَ لَا الضَّآلِّيۡنَ ﴿۷﴾

(پارہ نمبر 1، سورۃ الفاتحہ، آیت 1 تا 6)

اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰهُ فِیۡ لَيۡلَةِ الۡقَدۡرِ ۚ﴿۱﴾ وَمَاۤ اَدۡرٰٮكَ مَا لَيۡلَةُ الۡقَدۡرِ ؕ﴿۲﴾ لَيۡلَةُ الۡقَدۡرِ ۙ۬ خَيۡرٌ مِّنۡ
اَلۡفِ شَهۡرٍ ؕ﴿۳﴾ تَنَزَّلُ الۡمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوۡحُ فِيۡهَا بِاِذۡنِ رَبِّهِمۡ ۚ مِنۡ كُلِّ اَمۡرٍ ۛ﴿۴﴾
سَلٰمٌ ۛ هِىَ حَتّٰى مَطۡلَعِ الۡفَجۡرِ ﴿۵﴾

(پارہ نمبر 30، سورۃ القدر)

چور اور بلاؤں سے محفوظ رہنے کے لیے

روزانہ رات کو ایک مرتبہ پڑھیے

اٰمَنَ الرَّسُوۡلُ بِمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡهِ مِنۡ رَّبِّهٖ وَالۡمُؤۡمِنُوۡنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَ
كُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيۡنَ اَحَدٍ مِّنۡ رُّسُلِهٖ ۚ وَقَالُوۡا سَمِعۡنَا وَاَطَعۡنَا ۚ
غُفۡرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيۡكَ الۡمَصِيۡرُ ﴿۲۸۵﴾ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفۡسًا اِلَّا وُسۡعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتۡ وَ
عَلَيۡهَا مَا اكۡتَسَبَتۡ ؕ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذۡنَاۤ اِنۡ نَّسِيۡنَاۤ اَوۡ اَخۡطَاۡنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحۡمِلۡ

عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۥ وَاغْفِرْ لَنَا ۥ وَارْحَمْنَا ۥ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۸۶﴾

(پارہ نمبر 3، سورۃ البقرہ، آیت نمبر 285-287)

کتے کے کاٹنے سے حفاظت کے لیے اور اگر کتا بھونکنے لگے یا حملہ کرے تو 3 مرتبہ پڑھیے

وَ كَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ ط

(پارہ نمبر 16، سورہ کہف، آیت نمبر 18)

ترجمہ ”اور ان کا کتا دہلیز پر ایسے دونوں ہاتھ پھیلائے ہوئے (بیٹھا) تھا۔“

مال چوری ہوجائے یا گھر سے کوئی بھاگ جائے یا کوئی لاپتہ ہوجائے تو ایک ہزار مرتبہ پڑھ کر دعا مانگیں

رَبَّنَآ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ط اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿۹﴾

(پارہ نمبر 3، سورہ آل عمران، آیت نمبر 9)

ترجمہ ”ہمارے پروردگار! تو تمام انسانوں کو ایک ایسے دن جمع کرنے والا ہے جس کے آنے میں کوئی شک نہیں۔ بے شک اللہ اپنے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔“

سورۂ کہف کی فضیلت

حدیث: ایک حدیث میں آیا ہے جو شخص دجال کو پالے (یعنی اس کے سامنے نکل آئے) اس کو چاہیے کہ وہ سورۂ کہف کی ابتدائی دس آیتیں اس کے منہ پر پڑھ دے۔ اس لیے کہ یہ آیتیں پڑھنے والے کو فتنہ سے پناہ دینے والی ہیں۔

(ابوداؤد، الملاحم، خروج الدجال: ۲/ ۲۳۷)

حدیث: جو اس کی شروع کی دس آیتیں یاد کرے گا وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا۔ (صحیح مسلم، کتاب صلوٰۃ المسافرین وقصرہا، باب فضل سورۃ الکہف، رقم: ۸۰۹)

سورۂ واقعہ کی فضیلت

حدیث: جو شخص ہر رات کو سورۂ واقعہ پڑھے گا اس کو کبھی فاقہ نہیں ہوگا اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ اپنی بیٹیوں کو حکم فرمایا کرتے تھے کہ ہر شب میں اس سورت کو پڑھیں۔

(شعب الایمان للبیہقی، فصل فی فضائل السور والآیات: ۴/ ۱۱۹، رقم: ۲۲۶۹)

حدیث: جو اسے ہر رات پڑھے گا اس کو فقر و فاقہ نہیں ہوگا اور جو شخص پڑھا کرے گا وہ اللہ کے فضل و کرم سے کبھی محتاج نہیں ہوگا۔

حدیث: مَنْ قَرَءَهَا كُلَّ لَيْلَةٍ لَمْ تُصِبْهُ فَاقَةٌ اَبَدًا جو اس سورت کو ہر رات پڑھا کرے گا اس کو کبھی فاقہ کشی کی نوبت نہیں آئے گی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان بن مسعود رضی اللہ عنہ کو کچھ مال دینا چاہا کہ اس کو اپنی لڑکیوں پر خرچ کریں۔

(شعب الایمان، للبیہقی ۲/ ۴۱۹)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اَتَخْشٰی عَلَیْهِنَّ الْفَقْرَ وَقَدْ اَمَرْتُهُنَّ بِقِرَاءَةِ سُوْرَةِ الْوَاقِعَةِ وَقَدْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ قَالَ: مَنْ قَرَءَ هَا كُلَّ لَيْلَةٍ لَمْ تُصِبْهُ الْفَاقَةُ

(شعب الایمان للبیہقی: ۲/ ۴۱۹)

کیا آپ ان لڑکیوں پر محتاجی کا خیال کرتے ہیں، جب کہ میں نے انھیں سورۂ واقعہ پڑھنے کا حکم دے رکھا ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو اس سورت کو ہر رات پڑھا کرے گا اس کو فاقہ نہیں آئے گا۔

ہر موذی چیز سے حفاظت کے لیے (۳) مرتبہ پڑھیں۔

اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّآمَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ

میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کے کلمات تامات کے ذریعے
ان تمام اشیاء کے شر سے جو اس نے پیدا کیں۔

ہر نقصان و ناگہانی آفتوں سے یقینی حفاظت کے لیے (۳) مرتبہ پڑھیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَيْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (ترمذی، ابوداؤد)

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جس نام کے ساتھ آسمان اور زمین کی کوئی چیز نقصان نہیں دے سکتی اور وہ بہت سننے والا خوب جاننے والا ہے۔

دعائے سیدنا انس رضی اللہ عنہ جان و مال، دین اور اہل وعیال کی

ہر نقصان سے حفاظت کے لیے (۱) مرتبہ پڑھیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰى نَفْسِىْ وَدِيْنِىْ بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰٓى اَهْلِىْ وَمَا لِىْ وَوَلَدِىْ بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰى مَآ اَعْطَانِىَ اللّٰهُ اَللّٰهُ رَبِّىْ لَآ اُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَاَعَزُّ وَاَجَلُّ وَاَعْظَمُ مِمَّآ اَخَافُ وَاَحْذَرُ عَزَّجَارُكَ وَجَلَّ ثَنَآؤُكَ وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْٓ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِىْ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍ وَّمِنْ شَرِّ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِىَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ط عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اِنَّ وَلِيِّ ۦ اللّٰهُ الَّذِىْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ

(کنز العمال جمع الجوامع)

اللہ کے نام سے میں اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں اپنی جان اور دین کو اللہ کے نام سے میں اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں اپنے اہل و مال اور اولاد کو، اللہ کے نام سے میں اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں جو نعمت بھی اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا کی ہے، اللہ تعالیٰ میرے رب ہیں میں کسی کو اس کے ساتھ شریک نہیں بناتا، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے بہت عزت والا، بہت بزرگی والا، بہت عظمت والا ہے، ان تمام شرور کے ڈر سے جن سے میں خائف ہوتا ہوں اور ڈرتا ہوں، جو تیری پناہ میں ہے وہ با عزت ہے، بڑی ہو تعریف تیری اور نہیں کوئی معبود سوا تیرے، اے اللہ میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں اپنے نفس کے شر سے اور ہر سرکش شیطان کے شر سے اور ہر سرکش ظالم کے شر سے اگر وہ رو گردانی کرتے ہیں آپ کہہ دیجیے مجھے اللہ ہی کافی ہے، اللہ کے سوا کوئی

معبود نہیں میں اسی پر توکل کرتا ہوں، وہ عرش عظیم کا رب ہے بے شک میرا مولا وہ اللہ ہے جس نے کتاب کو نازل کیا اور وہ نیکو کاروں کا کارساز ہے۔

کسی بھی چیز کے شر سے حفاظت کی دعا

اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللهِ التَّآمَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ.

(مسلم: ۷۰۵۳، عن خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا)

ترجمہ: میں اللہ تعالیٰ کے مکمل کلمات کی پناہ میں آتا ہوں تمام مخلوق کے شر سے۔

فضیلت/حدیث:...... رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی بھی جگہ پر قیام کرے پھر یہ دعا پڑھ تو جب تک وہاں ٹھہرا رہے گا کوئی چیز اس کو نقصان نہیں پہنچائے گی۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو کھانے پر یہ دعا پڑھے تو اسے کسی قسم کا ضرر نہ ہوگا۔

بِسْمِ اللهِ خَيْرِ الْاَسْمَآءِ فِي الْاَرْضِ وَفِي السَّمَآءِ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ دَآءٌ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِيْهِ بَرَكَةً وَّعَافِيَةً وَّشِفَآءً

ترجمہ: اللہ کے نام سے شروع جس کا نام زمین و آسمان میں بہترین ہے، اس کے نام سے کسی بیماری کا ضرر نہیں۔ اے اللہ! اس میں برکت و عافیت اور شفا عطا فرما۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد 10، صفحہ 344)

نظر بد دور کرنے کا وظیفہ

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے نظر بد دور کرنے کا ایک خاص وظیفہ رسول اللہ ﷺ کو بتایا

اور کہا کہ حضرت حسن و حسین   پر پڑھ کر دم کیا کریں۔ ابن عساکر حدیث کی کتاب میں ہے کہ جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے۔ آپ غمگین تھے، سبب پوچھا تو فرمایا حسن و حسین کو نظر لگ گئی ہے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ آپ نے یہ کلمات پڑھ کر انہیں پناہ میں کیوں نہ دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا وہ کلمات کیا ہیں؟ جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا یوں کہیے:

اَللّٰهُمَّ ذَا السُّلْطَانِ الْعَظِيْمِ وَالْمَنِّ الْقَدِيْمِ ذَا الْوَجْهِ الْكَرِيْمِ وَلِيَّ الْكَلِمَاتِ التَّامَّةِ وَلِيَّ الدَّعْوَاتِ الْمُسْتَجَابَاتِ عَافِ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ مِنْ اَنْفُسِ الْجِنِّ وَاَعْيُنِ الْاِنْسِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا پڑھی کہ وہ دونوں بچے اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھیلنے کودنے لگے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگو اپنی جانوں، بیویوں اور اپنی اولاد کو اس پناہ کے ساتھ پناہ دیا کرو اس جیسی کوئی اور پناہ کی دعا نہیں۔

(تفسیر ابن کثیر 24/8)

نوٹ: حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کی جگہ جس شخص کے لیے پڑھی جا رہی ہے اس کا نام لیا جائے۔

مقصد میں کامیابی کے لیے

کسی بھی مقصد میں کامیابی کے لیے سات دن تک 123 مرتبہ پڑھیے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۙ﴿۱﴾ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۙ﴿۲﴾ مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ ؕ﴿۳﴾ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ
وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ ؕ﴿۴﴾ اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ۙ﴿۵﴾ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ ۬ۙ غَیۡرِ
الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا الضَّآلِّیۡنَ ٪﴿۷﴾

(پارہ نمبر 1، سورۃ الفاتحہ، آیت 1 تا 6)

کسی بھی جائز مقصد کے لیے 121 بار نماز عشا کے بعد 21 دن تک پڑھیے

قُلِ اللّٰہُمَّ مٰلِکَ الۡمُلۡکِ تُؤۡتِی الۡمُلۡکَ مَنۡ تَشَآءُ وَ تَنۡزِعُ الۡمُلۡکَ مِمَّنۡ تَشَآءُ ۫ وَ
تُعِزُّ مَنۡ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنۡ تَشَآءُ ؕ بِیَدِکَ الۡخَیۡرُ ؕ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴿۲۶﴾
تُوۡلِجُ الَّیۡلَ فِی النَّہَارِ وَ تُوۡلِجُ النَّہَارَ فِی الَّیۡلِ ۫ وَ تُخۡرِجُ الۡحَیَّ مِنَ الۡمَیِّتِ وَ تُخۡرِجُ
الۡمَیِّتَ مِنَ الۡحَیِّ ۫ وَ تَرۡزُقُ مَنۡ تَشَآءُ بِغَیۡرِ حِسَابٍ ﴿۲۷﴾

(پارہ نمبر 3، سورۃ آل عمران، آیت نمبر 26-27)

ترجمہ ”کہو! اے اللہ! اے اقتدار کے مالک! تو جس کو چاہتا ہے اقتدار بخشتا ہے اور جس سے چاہتا ہے اقتدار چھین لیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے عزت بخشتا ہے اور جس کو چاہتا

ہے رسوا کر دیتا ہے۔ تمام تر بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ یقیناً تو ہر چیز پر قادر ہے۔ تو ہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور تو بے جان چیز میں سے جان دار کو برآمد کر لیتا ہے اور جاندار میں سے بے جان چیز نکال لیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔''

امتحانی پرچوں میں اچھے نمبرات حاصل کرنے کے لیے ہر روز 7 مرتبہ پڑھیں

وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ﴿۱۹۷﴾

(پارہ نمبر 9، سورہ اعراف، آیت نمبر 197)

ترجمہ ''اور تم اس کو چھوڑ کر جن جن کو پکارتے ہو، وہ نہ تمہاری مدد کر سکتے ہیں، نہ اپنی مدد کرتے ہیں۔''

سات دن تک ہزار بار کسی بھی وقت پڑھنے سے کام آسان ہوتے ہیں

حَسْبِيَ اللّٰهُ ۖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۲۹﴾

(پارہ نمبر 11، سورہ توبہ، آیت نمبر 129)

ترجمہ ''میرے لیے اللہ کافی ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اسی پر میں نے بھروسہ کیا وہی عرش عظیم کا مالک ہے۔''

امتحان میں کامیابی کے لیے تین بار پڑھیے

اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ لَیُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ تَسْمِیَةَ الْاُنْثٰی ﴿۲۷﴾ وَ مَا لَهُمْ بِهٖ
مِنْ عِلْمٍ ؕ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ ۚ وَ اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا ﴿۲۸﴾ فَاَعْرِضْ
عَنْ مَّنْ تَوَلّٰی ۙ۬ عَنْ ذِكْرِنَا وَ لَمْ یُرِدْ اِلَّا الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا ﴿۲۹﴾ ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ
الْعِلْمِ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ ۙ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰی ﴿۳۰﴾ وَ
لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ۙ لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَ یَجْزِیَ
الَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰی ﴿۳۱﴾ ۚ اَلَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَ الْفَوَاحِشَ اِلَّا
اللَّمَمَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَ اِذْ
اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ فَلَا تُزَكُّوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰی ﴿۳۲﴾ ع
اَفَرَءَیْتَ الَّذِیْ تَوَلّٰی ﴿۳۳﴾ وَ اَعْطٰی قَلِیْلًا وَّ اَكْدٰی ﴿۳۴﴾ اَعِنْدَهٗ عِلْمُ الْغَیْبِ فَهُوَ یَرٰی
﴿۳۵﴾ اَمْ لَمْ یُنَبَّاْ بِمَا فِیْ صُحُفِ مُوْسٰی ﴿۳۶﴾ وَ اِبْرٰهِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰۤی ﴿۳۷﴾ اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ
وِّزْرَ اُخْرٰی ﴿۳۸﴾ وَ اَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ﴿۳۹﴾ وَ اَنَّ سَعْیَهٗ سَوْفَ یُرٰی ﴿۴۰﴾
ثُمَّ یُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰی ﴿۴۱﴾ وَ اَنَّ اِلٰی رَبِّكَ الْمُنْتَهٰی ﴿۴۲﴾ وَ اَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَ
اَبْكٰی ﴿۴۳﴾ وَ اَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَ اَحْیَا ﴿۴۴﴾ وَ اَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَیْنِ الذَّكَرَ وَ الْاُنْثٰی ﴿۴۵﴾ مِنْ
نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰی ﴿۴۶﴾ وَ اَنَّ عَلَیْهِ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰی ﴿۴۷﴾ وَ اَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰی وَ اَقْنٰی ﴿۴۸﴾ وَ
اَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰی ﴿۴۹﴾ وَ اَنَّهٗۤ اَهْلَكَ عَادَا اِۨلْاُوْلٰی ﴿۵۰﴾ وَ ثَمُوْدَاۡ فَمَاۤ اَبْقٰی ﴿۵۱﴾ وَ قَوْمَ
نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ اَظْلَمَ وَ اَطْغٰی ﴿۵۲﴾ وَ الْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰی ﴿۵۳﴾ فَغَشّٰىهَا

مَا غَشّٰی ﴿۵۴﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰی ﴿۵۵﴾ هٰذَا نَذِیْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰی ﴿۵۶﴾ اَزِفَتِ
الْاٰزِفَةُ ﴿۵۷﴾ لَیْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ ﴿۵۸﴾ اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِیْثِ تَعْجَبُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَ
تَضْحَكُوْنَ وَ لَا تَبْكُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَ اَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ ﴿۶۱﴾ فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَ اعْبُدُوْا ﴿۶۲﴾

(پارہ نمبر 27، سورۃ النجم، آیت نمبر 27 تا 62)

نوٹ: آخری آیت پڑھ لینے کے بعد سجدہ تلاوت واجب ہوجاتا ہے اس لیے آیت پڑھنے کے بعد سجدہ تلاوت کرلیجیے۔

کسی بھی مقصد کے لیے ایک ایک تسبیح صبح وشام پڑھیے

اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

(پارہ نمبر 28، سورۃ الطلاق، آیت نمبر 12)

ترجمہ "کہ اللہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے۔"

خوف، غصہ اور پریشانی خوف

غصہ اور جادو ختم کرنے کے لیے سات بار پڑھیے

صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْیٌ فَهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ ﴿۱۸﴾

(پارہ نمبر 1، سورۃ البقرۃ، آیت نمبر 18)

ترجمہ "وہ بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں۔ چنانچہ اب وہ واپس نہیں آئیں گے۔"

غصہ دور کرنے کے لیے 101 بار چینی پر دم کر کے چینی استعمال کریں، یا ہر نماز کے بعد 2 مرتبہ پڑھیں

وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ

(پارہ نمبر 4، سورۃ آل عمران، آیت نمبر 134)

ترجمہ ''جو غصے کو پی جانے اور لوگوں کو معاف کر دینے کے عادی ہیں۔''

غصہ، فتنہ دور کرنے کے لیے اکتالیس دن تک ایک بار پڑھ کر پانی پئیں

فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ۝٨٠ فَلَمَّآ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ ۙ السِّحْرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝٨١

(پارہ نمبر 11، سورۃ یونس، آیت نمبر 80 تا 81)

ترجمہ ''چنانچہ جب جادوگر آ گئے تو موسیٰ نے ان سے کہا: ''پھینکو جو تمہیں پھینکنا ہے۔'' پھر جب انہوں نے (اپنی لاٹھیوں اور رسیوں کو) پھینکا (اور وہ سانپ بن کر چلتی ہوئی نظر آئیں) تو موسیٰ نے کہا کہ: ''یہ جو کچھ تم نے دکھایا ہے، جادو ہے۔ اللہ ابھی اس کو ملیا میٹ کیے دیتا ہے۔ اللہ فسادیوں کا کام بننے نہیں دیتا۔''

کاروبار، پریشانی سے بچنے اور شادی کے لیے تین دن تک ایک بار

الحمد شریف اور سورۃ القدر گیارہ بار پڑھیں

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ۙ﴿۱﴾ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ۙ﴿۲﴾ مٰلِكِ يَوۡمِ الدِّيۡنِ ؕ﴿۳﴾ اِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسۡتَعِيۡنُ ؕ﴿۴﴾ اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ ۙ﴿۵﴾ صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ ۙ۬ غَيۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّيۡنَ ﴿۷﴾

(پارہ نمبر 1، سورۃ الفاتحہ، آیت 1 تا 6)

اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰهُ فِىۡ لَيۡلَةِ الۡقَدۡرِ ۚ﴿۱﴾ وَمَاۤ اَدۡرٰٮكَ مَا لَيۡلَةُ الۡقَدۡرِ ؕ﴿۲﴾ لَيۡلَةُ الۡقَدۡرِ ۙ خَيۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَهۡرٍ ؕ﴿۳﴾ تَنَزَّلُ الۡمَلٰٓٮِٕكَةُ وَالرُّوۡحُ فِيۡهَا بِاِذۡنِ رَبِّهِمۡ ۚ مِّنۡ كُلِّ اَمۡرٍ ۛ ﴿۴﴾ سَلٰمٌ ۛ هِىَ حَتّٰى مَطۡلَعِ الۡفَجۡرِ ﴿۵﴾

(پارہ نمبر 30، سورۃ القدر)

دشمن، فتنہ فساد

سے بچنے کے لیے ہر نماز کے بعد 21 بار پڑھیے

وَاللّٰهُ يَعۡصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ

(پارہ نمبر 6، سورۃ المائدہ، آیت نمبر 67)

ترجمہ ''اور اللہ تمہیں لوگوں (کی سازشوں) سے بچائے گا۔''

فتنہ سے بچنے کے لیے ایک بار پڑھیے

فَقَالُوْا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ۚ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَ نَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۶﴾

(پارہ نمبر 11، سورۃ یونس، آیت نمبر 85 تا 86)

ترجمہ ''اے ہمارے پروردگار! ہمیں ان ظالم لوگوں کے ہاتھوں آزمائش میں نہ ڈالیے اور اپنی رحمت سے ہمیں کافر قوم سے نجات دے دیجیے۔''

دشمن سے حفاظت کے لیے تعوذ پڑھ کر 11 مرتبہ یہ آیت پڑھ کر دشمن کی طرف پھونک دیں اگر دشمن کہیں دور ہے تو اس کا تصور کر کے پھونک دیں

لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ وَّ مَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ ﴿۴۸﴾

(پارہ نمبر 14، سورۃ الحجر، آیت نمبر 48)

ترجمہ ''وہاں نہ کوئی تھکن ان کے پاس آئے گی اور نہ ہی ان کو وہاں سے نکالا جائے گا۔''

''فتنے سے بچنے کے لیے کسی بھی وقت بکثرت پڑھیں

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۷﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَ نَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ؕ وَ كَذٰلِكَ نُـْۨجِي الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۸﴾

(پارہ نمبر 17، سورۃ الانبیاء، آیت نمبر 87 تا 88)

ترجمہ ”تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو ہر عیب سے پاک ہے بے شک میں قصوروار ہوں۔ اس پر ہم نے ان کی دعا قبول کی اور انہیں گھٹن سے نجات عطا کی اور اسی طرح ہم ایمان رکھنے والوں کو نجات دیتے ہیں۔“

فتنہ، فساد اور دشمن کے خوف سے بچنے کے لیے کثرت کے ساتھ پڑھیے

وَ اَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ۙ﴿۱۰﴾

(پارہ نمبر 22، سورہ السبا، آیت نمبر 10)

ترجمہ: ”اور ان کے لیے ہم نے لوہے کو نرم کر دیا ہے۔“

فتنہ، جادو اور دشمنی سے بچنے کے لیے دونوں سورتوں کو گیارہ گیارہ بار پڑھیں

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۙ﴿۱﴾ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۙ﴿۲﴾ وَ مِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۙ﴿۳﴾ وَ مِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ۙ﴿۴﴾ وَ مِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ﴿۵﴾

(پارہ نمبر 30، سورۃ الفلق)

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ﴿۱﴾ مَلِكِ النَّاسِ ۙ﴿۲﴾ اِلٰهِ النَّاسِ ۙ﴿۳﴾ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۙ الْخَنَّاسِ ﴿۴﴾ الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۙ﴿۵﴾ مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ ﴿۶﴾

(پارہ نمبر 30، سورۃ الناس)

قید سے رہائی کے لیے دوران قید اس آیت کا بکثرت ورد کیا جائے

قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ۚ لَئِنْ اَنْجٰنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۶۳﴾ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿۶۴﴾

(پارہ نمبر 7، سورہ انعام، آیت نمبر 63 تا 64)

ترجمہ ''کہو، خشکی اور سمندر کی تاریکیوں سے اس وقت تمھیں کون نجات دیتا ہے۔ جب تم اسے گڑگڑا کے اور چپکے چپکے پکارتے ہو (اور یہ کہتے ہو کہ) اگر اسی نے ہمیں اس مصیبت سے بچا لیا تو ہم ضرور بالضرور شکر گزار بندوں میں شامل ہو جائیں گے؟ کہو! اللہ ہی تمھیں اس مصیبت سے بھی بچاتا ہے اور ہر دوسری تکلیف سے بھی، پھر بھی تم شرک کرتے ہو۔''

مال چوری ہو جائے یا گھر سے کوئی بھاگ جائے یا کوئی لاپتہ ہو جائے تو ایک ہزار مرتبہ پڑھ کر دعا مانگیں

رَبَّنَآ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿۹﴾

(پارہ نمبر 3، سورہ آل عمران، آیت نمبر 9)

ترجمہ ''ہمارے پروردگار! تو تمام انسانوں کو ایک ایسے دن جمع کرنے والا ہے جس کے آنے میں کوئی شک نہیں۔ بے شک اللہ اپنے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔''

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِقْرَاُوْا سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ فَاِنَّ اَخْذَهَا بَرَكَةٌ وَتَرْكَهَا حَسْرَةٌ وَلَا

يَسْتَطِيْعُهَا الْبَطَلَةُ

سورۂ بقرہ پڑھا کرو، اس کا حصول برکت ہے اور چھوڑنا حسرت ہے۔ جادوگر اس سورۂ کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ قیامت کے روز پڑھنے والے کی شفاعت کرے گا۔

(صحیح المسلم:804،805/1874)

حدیث : جس گھر میں سورۂ بقرہ پڑھی جاتی ہے اس گھر سے شیطان بھاگ جاتا ہے۔(صحیح المسلم، کتاب صلوٰۃ المسافرین وقصرہا، باب استحباب صلاۃ النافلۃ فی بیتہ، رم:۷۸۰(۱۸۲۴))

حدیث : سوتے وقت آیۃ الکرسی پڑھنے سے رات بھر شیطان قریب نہیں آسکتا۔ اللہ کی طرف سے نگہبانی ہوتی ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب الوکالۃ، باب اذا وکل رجلا، رقم: ۲۳۱۱)

حدیث : ہر نماز کے بعد پڑھنے والا جنت میں داخل ہوگا۔

(السنن الکبریٰ للنسائی ۹/۴۴، رقم:۹۸۴۸)

امن الرسول سے آخر تک:

حدیث : یہ سورۂ بقرہ کی آخری تین آیتیں ہیں۔ جس گھر میں روزانہ متواتر یہ آیتیں پڑھی جائیں اس گھر میں شیطان نہیں آئے گا۔

(سنن الترمذی، کتاب فضل القرآن، باب ماجاء فی آخر سورۃ البقرۃ، رقم:۲۸۸۲)

سورۂ فلق اور سورۂ ناس کی فضیلت

ایک یہودی نے آپ ﷺ پر جادو کر دیا تھا۔ جادو کے اثرات سے آپ ﷺ علیل

ہو گئے۔ جبرئیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آ کر اطلاع دی اور بتایا کہ جادو کا عمل جس چیز میں کیا گیا ہے وہ فلاں کنویں کے اندر ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھیجا جو جادو کی چیز کنویں سے نکال لائے۔اس میں گرہیں لگی ہوئی تھیں۔اللہ تعالیٰ نے یہ دو سورتیں نازل فرمائیں۔آپ ہر گرہ پر ایک آیت پڑھتے اور ایک گرہ کھولتے رہے یہاں تک سب گرہیں کھل گئیں تو آپ سے اچانک ایک بوجھ سا اتر گیا۔

(مسند احمد، الرقم:۱۸۷۸۱)

سانپ بچھو کے کاٹے کا علاج

ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بچھو نے کاٹ لیا تو آپ نے پانی اور نمک منگوایا۔ پانی کاٹنے کی جگہ پر لگاتے جاتے اور قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۙ﴿۱﴾ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۙ﴿۱﴾ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ﴿۱﴾ پڑھتے جاتے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۙ﴿۱﴾ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۙ﴿۲﴾ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۚ﴿۳﴾ وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۙ﴿۴﴾ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۭ﴿۵﴾ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ۧ﴿۶﴾

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۙ﴿۱﴾ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۙ﴿۲﴾ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۙ﴿۳﴾ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ۙ﴿۴﴾ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۧ﴿۵﴾

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ﴿۱﴾ مَلِكِ النَّاسِ ۙ﴿۲﴾ اِلٰهِ النَّاسِ ۙ﴿۳﴾ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۙ۵
الْخَنَّاسِ ۙ﴿۴﴾ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۙ﴿۵﴾ مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ ﴿۶﴾

نگاہوں کی حفاظت کا آزمودہ نسخہ

رَبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِ ۙ﴿۹۷﴾ وَ اَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ ﴿۹۸﴾

(المومنون : 97، 98)

اس کو 12 ہزار دفعہ پورا کرنا ہے چاہے ایک مہینے میں کریں یا دو مہینے میں اس نیت اور دعا کے ساتھ کہ اے اللہ! مجھے نگاہوں کی حفاظت کی توفیق عطا فرما۔

(ازافادات: حضرت مولانا بشیر احمد شاہ جمالی رحمہ اللہ)

رزق میں کشادگی کے لیے ہر روز 7 بار پڑھیے

اَللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَیْنَا مَآئِدَةً

(پارہ نمبر 7، سورۃ المائدہ، آیت نمبر 114)

ترجمہ "یا اللہ! ہم پر آسمان سے ایک خوان اتار دیجیے۔"

آفس اور دکان کی برکت کے لیے

درج ذیل آیت لکھ کر لگائیں

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ یُقَاتِلُوْنَ

فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ فَیَقۡتُلُوۡنَ وَ یُقۡتَلُوۡنَ ۟ وَعۡدًا عَلَیۡہِ حَقًّا فِی التَّوۡرٰىۃِ وَ الۡاِنۡجِیۡلِ وَ
الۡقُرۡاٰنِ ؕ وَ مَنۡ اَوۡفٰی بِعَہۡدِہٖ مِنَ اللّٰہِ فَاسۡتَبۡشِرُوۡا بِبَیۡعِکُمُ الَّذِیۡ بَایَعۡتُمۡ بِہٖ ؕ وَ
ذٰلِکَ ہُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ ﴿۱۱۱﴾

(پارہ نمبر 11، سورہ توبہ، آیت نمبر 111)

ترجمہ ’’واقعہ یہ ہے کہ اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال اس بات کے بدلے خرید لیے ہیں کہ جنت انہی کی ہے۔ وہ اللہ کے راستے میں جنگ کرتے ہیں۔ جس کے نتیجے میں وہ مارتے بھی ہیں اور مرتے بھی ہیں۔ یہ ایک سچا وعدہ ہے جس کی ذمہ داری اللہ نے تورات اور انجیل میں بھی لی ہے اور قرآن میں بھی۔ اور کون ہے جو اللہ سے زیادہ اپنے عہد کو پورا کرنے والا ہو؟ لہٰذا اس سودے پر خوشی مناؤ جو تم نے اللہ سے کر لیا ہے اور یہی زبردست کامیابی ہے۔‘‘

رزق کے لیے کسی بھی وقت 33 بار پڑھیے

فَلَمَّا جَآءَ اَمۡرُنَا نَجَّیۡنَا صٰلِحًا وَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَہٗ بِرَحۡمَۃٍ مِّنَّا وَ مِنۡ خِزۡیِ
یَوۡمِئِذٍ ؕ اِنَّ رَبَّکَ ہُوَ الۡقَوِیُّ الۡعَزِیۡزُ ﴿۶۶﴾

(پارہ نمبر 12، سورہ ھود، آیت نمبر 66)

ترجمہ ’’پھر جب ہمارا حکم آ گیا تو ہم نے صالح کو اور ان کے ساتھ جو ایمان لائے تھے، ان کو اپنی خاص رحمت کے ذریعے نجات دی اور اس دن کی رسوائی سے بچا لیا۔ یقیناً تمہارا پروردگار بڑی قوت کا، بڑے اقتدار کا مالک ہے۔‘‘

برکت کے لیے چالیس بار عشا کے بعد پڑھیے

رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ ﴿۲۴﴾

(پارہ نمبر 20، سورۃ القصص، آیت نمبر 24)

ترجمہ ''میرے پروردگار! جو کوئی بہتری تو مجھ پر اوپر سے نازل کردے میں اس کا محتاج ہوں۔''

رزق کے لیے فجر کی نماز کے بعد گیارہ بار پڑھیے

اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۶۲﴾

(پارہ نمبر 21، سورۃ العنکبوت، آیت نمبر 62)

ترجمہ ''اللہ اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے رزق میں کشادگی کردیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگی کردیتا ہے۔ یقیناً اللہ ہر چیز کا مکمل علم رکھتا ہے۔''

رزق کے لیے بکثرت پڑھیے

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ لَا تَبْدِيْلَ
لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾

(پارہ نمبر 21، سورہ الروم، آیت نمبر 30)

ترجمہ ''لہٰذا تم یکسو ہو کر اپنا رخ اس دین کی طرف قائم رکھو۔ اللہ کی بنائی ہوئی اس فطرت پر چلو جس پر اس نے تمام لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی

نہیں لائی جاسکتی۔یہی بالکل سیدھا راستہ ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔''

برکت کے لیے بکثرت پڑھیے

وَ لَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۵﴾ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۲۶﴾

(پارہ نمبر 21،سورہ لقمان،آیت نمبر 25 تا 26)

ترجمہ ''اور اگر تم ان سے پوچھو کہ وہ کون ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے؟ تو وہ ضرور یہ کہیں گے کہ ''اللہ'' کہو ''الحمد للہ!'' اس کے باوجود ان میں سے اکثر لوگ سمجھ سے کام نہیں لیتے۔ اللہ ہی کا فی ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ بے شک اللہ ہی ہے جو سب سے بے نیاز ہے، بذاتِ خود قابل تعریف ہے۔''

رزق کے لیے اور کسی بھی مقصد کے لیے 101 مرتبہ کسی بھی وقت بکثرت پڑھیے

وَ اُفَوِّضُ اَمْرِيْۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۴۴﴾

(پارہ نمبر 24،سورہ المومن،آیت نمبر 44)

ترجمہ ''اور میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔
یقیناً اللہ سارے بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے۔''

کشادہ رزق حاصل کرنے کے لیے کسی بھی وقت پڑھیں

اَللّٰهُ لَطِيْفٌۢ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ﴿۱۹﴾

(پارہ نمبر 25، سورۃ الشوریٰ، آیت نمبر 19)

ترجمہ ''اللہ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے رزق دیتا ہے اور وہ وہی ہے جو قوت کا بھی مالک ہے اقتدار کا بھی مالک ہے۔

علم میں ترقی کے لیے فجر کی نماز کے بعد 7 مرتبہ پڑھیے

رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ﴿۲۵﴾ وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ ﴿۲۶﴾ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ﴿۲۷﴾ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ﴿۲۸﴾

(پارہ نمبر 16، سورہ طٰہٰ، آیت نمبر 25-28)

ترجمہ ''پروردگار! میری خاطر میرا سینہ کھول دیجیے اور میرے لیے میرا کام آسان بنا دیجیے اور میری زبان میں جو گرہ ہے اسے دور کر دیجیے۔''

مال چوری ہو جائے یا گھر سے کوئی بھاگ جائے یا کوئی لاپتہ ہو جائے تو ایک ہزار مرتبہ پڑھ کر دعا مانگیں

رَبَّنَآ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿۹﴾

(پارہ نمبر 3، سورہ آل عمران، آیت نمبر 9)

ترجمہ ”ہمارے پروردگار! تو تمام انسانوں کو ایک ایسے دن جمع کرنے والا ہے جس کے آنے میں کوئی شک نہیں۔ بے شک اللہ اپنے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔“

سورۂ یٰسین کی فضیلت

حدیث : سورۂ یٰسین قرآن کا دل ہے جو اسے اللہ اور آخرت کے لیے پڑھے گا اس کی بخشش ہوجائے گی۔ (عمل الیوم واللیلۃ للنسائی:۱۰۷۶)

حدیث : جو سورۂ یٰسین کو دن کے شروع حصہ میں پڑھ لے گا جس کی حاجت پوری ہوگی۔ (سنن الدارمی:۳۴۱۹)

رزق میں برکت کے لیے (ہر فرض نماز کے بعد)

اوّل و آخر درود شریف (ابراہیمی) 7 مرتبہ سورہ قریش

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

لِاِیۡلٰفِ قُرَیۡشٍ ۙ﴿۱﴾ اٖلٰفِہِمۡ رِحۡلَۃَ الشِّتَآءِ وَ الصَّیۡفِ ۚ﴿۲﴾ فَلۡیَعۡبُدُوۡا رَبَّ ہٰذَا الۡبَیۡتِ ۙ﴿۳﴾
الَّذِیۡۤ اَطۡعَمَہُمۡ مِّنۡ جُوۡعٍ ۬ۙ وَّ اٰمَنَہُمۡ مِّنۡ خَوۡفٍ ٪﴿۴﴾

اس کے علاوہ سچ بولنا، صدقہ کثرت سے کرنا، رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔

صلوٰۃ الحاجۃ

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ جس شخص کو کوئی حاجت اور ضرورت ہو۔ خواہ

اللہ جل شانہ سے متعلق ہو یا کسی بندے سے تو اس کو چاہیے کہ خوب اچھی طرح وضو کرے۔اس کے بعد دو رکعت نماز پڑھے۔سلام کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرے اور نبی علیہ السلام پر درود پڑھے۔پھر اللہ کے حضور میں اس طرح عرض کرے۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ o سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ o وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ o اَسْئَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَآئِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَّالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ o لَا تَدَعْ لِيْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ o وَلَا حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًا اِلَّا قَضَيْتَهَا يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ o (رواه الترمذی وابن ماجه)

ترجمہ: اللہ کے سوا کوئی مالک و معبود نہیں۔ وہ بڑے حلم والا اور بڑا کریم ہے پاک اور مقدس ہے وہ اللہ جو عرش عظیم کا بھی رب اور مالک ہے۔ساری حمد وستائش اس اللہ کے لیے جو سارے جہانوں کا رب ہے۔اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اُن اعمال اور اُن اخلاق واحوال کا جو تیری رحمت کا موجب اور وسیلہ اور تیری مغفرت اور بخشش کا پکا ذریعہ بنیں اور تجھ سے طالب ہوں ہر نیکی سے فائدہ اٹھانے اور حصہ لینے کا، ہر گناہ اور مصیبت سے سلامتی اور حفاظت کا۔خداوند! میرے سارے ہی گناہ بخش دے اور میری ہر فکر اور پریشانی دور کردے اور میری ہر حاجت جس سے تو راضی ہو اُس کو پورا فرمادے۔اے ارحم الرحمٰن سب مہربانوں سے بڑے مہربان۔

شادی کے لیے ایک تسبیح فجر کے بعد پڑھیے

اِنَّمَآ اَمۡرُهٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَیۡـًٔا اَنۡ یَّقُوۡلَ لَهٗ كُنۡ فَیَكُوۡنُ ﴿۸۲﴾

(پارہ نمبر 23، سورہ یٰس، آیت نمبر 82)

ترجمہ ''اس کا معاملہ تو یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرلے تو صرف اتنا کہتا ہے ''ہوجا'' بس وہ ہوجاتی ہے۔

آپس میں محبت اور اتفاق کے لیے روزانہ 11 بار پڑھیں

وَ اَلَّفَ بَیۡنَ قُلُوۡبِهِمۡ ؕ لَوۡ اَنۡفَقۡتَ مَا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا مَّاۤ اَلَّفۡتَ بَیۡنَ قُلُوۡبِهِمۡ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَیۡنَهُمۡ ؕ اِنَّهٗ عَزِیۡزٌ حَكِیۡمٌ ﴿۶۳﴾

(پارہ نمبر 10، سورہ انفال، آیت نمبر 63)

ترجمہ ''اور ان کے دلوں میں ایک دوسرے کی الفت پیدا کردی۔ اگر تم زمین بھر کی ساری دولت بھی خرچ کر لیتے تو ان کے دلوں میں یہ الفت پیدا نہ کرسکتے، لیکن اللہ نے ان کے دلوں کو جوڑ دیا وہ یقیناً اقتدار کا بھی مالک ہے۔ حکمت کا بھی مالک ہے۔''

خاوند کی ناراضگی دور کرنے کے لیے!!!

وَ مِنَ النَّاسِ مَنۡ یَّتَّخِذُ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اَنۡدَادًا یُّحِبُّوۡنَهُمۡ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ وَ لَوۡ یَرَی الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡۤا اِذۡ یَرَوۡنَ الۡعَذَابَ ۙ اَنَّ الۡقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِیۡعًا ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ شَدِیۡدُ الۡعَذَابِ ﴿۱۶۵﴾ (البقرة : 165)

خاصیت: جس کا شوہر ناراض ہو اس آیت کو (11 بار) شیرینی پر پڑھ کر کھلائے، ان شاء اللہ تعالیٰ مہربان ہو جائے گا مگر واضح رہے کہ ناجائز مواقع (مثلاً غیر شادی شدہ کے لیے) اثر انداز نہیں ہوگا۔

(اعمال قرآنی، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ)

حمل اور اولاد

حمل ٹھہرنے کے لیے عشاء کے بعد 40 دن تک 100 بار پڑھے

فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿١٨٩﴾

(پارہ نمبر 9، سورہ اعراف، آیت نمبر 189)

ترجمہ ”پھر جب مرد نے عورت کو ڈھانک لیا تو عورت نے حمل کا ایک ہلکا سا بوجھ اٹھا لیا، جسے لے کر وہ چلتی پھرتی رہی، پھر جب وہ بوجھل ہوگئی تو دونوں (میاں بیوی) نے اللہ سے دعا کی کہ ”اگر تو نے ہمیں تندرست اولاد دی تو ہم ضرور تیرا شکر ادا کریں گے۔“

خوب صورت بچے کے لیے سورۂ یوسف نو ماہ تک روزانہ ایک بار پڑھیے قرآن حکیم کے 12 ویں پارے میں ہے۔

اولاد کے لیے 41 مرتبہ تین ماہ تک دودھ پر پھونک کر پئیں

وَ مِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَ اَلْوَانِكُمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ ﴿۲۲﴾

(پارہ نمبر 21، سورہ الروم، آیت نمبر 22)

ترجمہ ”اور اُس کی نشانیوں کا ایک حصہ آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور تمہاری زبانوں اور رنگوں کا اختلاف بھی ہے۔ یقیناً اس میں دانش مندوں کے لیے بڑی نشانیاں ہیں۔“

ضدی بچوں پر 11 مرتبہ پڑھ کر دم کریں

اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ

(پارہ نمبر 25، سورۃ الشوریٰ، آیت نمبر 13)

ترجمہ ”اللہ جس کو چاہتا ہے چن کر اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔“

اولاد کی فرماں برداری کے لیے تین بار ہر روز پڑھ کر دم کریں

رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَ عَلٰى وَالِدَيَّ وَ اَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَ اَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ ۚ اِنِّيْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَ اِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۵﴾

(پارہ نمبر 26، سورۃ الاحقاف، آیت نمبر 15)

ترجمہ ”یا رب! مجھے توفیق دے دیجیے کہ میں آپ کی اُس نعمت کا شکر ادا کروں جو آپ

نے مجھے اور میرے ماں باپ کو عطا فرمائی اور ایسے نیک عمل کروں جس سے آپ راضی ہو جائیں اور میرے لیے میری اولاد کو بھی صلاحیت دے دیجیے میں آپ کے حضور توبہ کرتا ہوں اور میں فرماں برداری میں شامل ہوں۔"

حمل کے لیے ایک سو گیارہ بار نو ماہ تک پڑھیے لڑکے کے لیے کسی بھی وقت پڑھیں

وَّ يُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِيْنَ وَ يَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّ يَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ؕ﴿۱۲﴾ مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ۚ﴿۱۳﴾

(پارہ نمبر 29، سورۃ نوح، آیت نمبر 12 تا 13)

ترجمہ "اور تمہارے مال اور اولاد میں ترقی دے گا اور تمہارے لیے باغات پیدا کرے گا اور تمہاری خاطر نہریں مہیا کر دے گا۔ تمہیں کیا ہو گیا کہ تم اللہ کی عظمت سے بالکل نہیں ڈرتے۔"

جو بے اولاد ہو تو دو نفل پڑھ کر چالیس بار یہ پڑھیں اور دعا مانگیں

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ؕ﴿۱﴾ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَ انْحَرْ ؕ﴿۲﴾ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ع﴿۳﴾

(پارہ نمبر 30، سورۃ الکوثر)

ترجمہ "(اے پیغمبر!) یقین جانو ہم نے تمہیں کوثر عطا کر دی ہے۔ لہٰذا تم اپنے پروردگار (کی خوشنودی) کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو، یقینی جانو تمہارا دشمن ہی وہ ہے جس کی جڑ کٹی ہوئی ہے۔"

اولاد اور گھر والوں کی اصلاح کے لیے!

اولاد کو آنکھوں کی ٹھنڈک بنانے کے لیے ہر نماز کے بعد تین مرتبہ یہ آیت مبارکہ پڑھیں:

”رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ○

(سورۃ الفرقان: 74)

سکون

ڈپریشن دور کرنے کے لیے 11 بار پڑھیے

وَ لِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَ يُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ ﴿۱۱﴾

(پارہ نمبر 9، سورۃ الانفال، آیت نمبر 11)

ترجمہ ”تمہارے دلوں کی ڈھارس بندھائے، اور اس کے ذریعے (تمہارے) پاؤں اچھی طرح جما دے۔“

کسی سے اپنا گھر خالی کرانا ہو اور وہ خالی نہ کر رہا ہو تو بکثرت پڑھیے

وَ اَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَ تَخَلَّتْ ﴿۴﴾

ترجمہ ”اس کے اندر جو کچھ ہے وہ اسے باہر پھینک دے گی اور خالی ہو جائے گی۔“

مطلوبہ جگہ تبادلے (ٹرانسفر) کے لیے

رَبِّ اَدۡخِلۡنِیۡ مُدۡخَلَ صِدۡقٍ وَّ اَخۡرِجۡنِیۡ مُخۡرَجَ صِدۡقٍ وَّ اجۡعَلۡ لِّیۡ مِنۡ لَّدُنۡكَ سُلۡطٰنًا نَّصِیۡرًا ﴿۸۰﴾

(پارہ نمبر 15، سورہ بنی اسرائیل، آیت نمبر 80)

ترجمہ "یارب! مجھے جہاں داخل فرما اچھائی کے ساتھ داخل فرما اور جہاں سے نکال اچھائی کے ساتھ نکال اور مجھے خاص اپنے پاس سے ایسا اقتدار عطا فرما جس کے ساتھ تیری مدد ہو۔"

دل کی گھبراہٹ کے وقت 11 مرتبہ آیات پڑھیے

قُلۡ یٰعِبَادِیَ الَّذِیۡنَ اَسۡرَفُوۡا عَلٰۤی اَنۡفُسِهِمۡ لَا تَقۡنَطُوۡا مِنۡ رَّحۡمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ جَمِیۡعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ ﴿۵۳﴾

(پارہ نمبر 23، سورۃ الزمر، آیت نمبر 53)

ترجمہ "کہہ دو کہ "اے میرے بندو! جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کر رکھی ہے، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ یقین جانو اللہ اس کے سارے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ یقیناً وہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔"

نیند نہ آئے تو ایک مرتبہ پڑھیے اور پھر تین مرتبہ درود شریف پڑھیے

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ یُصَلُّوۡنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا

صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿٥٦﴾

(پارہ نمبر 22، سورہ احزاب، آیت نمبر 56)

ترجمہ ”بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود بھیجو اور خوب سلام بھیجا کرو۔“

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ.

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

مال چوری ہو جائے یا گھر سے کوئی بھاگ جائے یا کوئی لا پتہ ہو جائے تو ایک ہزار مرتبہ پڑھ کر دعا مانگیں

رَبَّنَآ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿٩﴾

(پارہ نمبر 3، سورہ آل عمران، آیت نمبر 9)

ترجمہ ”ہمارے پروردگار! تو تمام انسانوں کو ایک ایسے دن جمع کرنے والا ہے جس کے آنے میں کوئی شک نہیں۔ بے شک اللہ اپنے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔“

دنیا وآخرت کی عافیت کے لیے سب سے بہترین دُعا

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُكَ الْعَافِیَةَ وَالْمُعَافَاةَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ

(ترمذی: ۳۵۱۲، عن انس رضی اللہ عنہ)

ترجمہ اے اللہ! میں آپ سے دنیا وآخرت کی عافیت طلب کرتا ہوں۔

فضیلت:...... ایک شخص نے حضور ﷺ کی خدمت میں آ کر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! سب سے بہتر دعا کون سی ہے۔ آپ ﷺ نے درج بالا دعا مانگنے کی تلقین فرمائی، دوسرے دن بھی اس نے آ کر یہی سوال کیا۔ آپ ﷺ نے اسے یہی دعا بتائی، جب تیسرے دن آ کر اس نے یہی سوال کیا تو آپ ﷺ نے یہی دعا بتائی اور فرمایا: جب تمہیں دنیا وآخرت کی عافیت مل گئی تو تم کامیاب ہو گئے۔

دل کو محبت الٰہی سے بھرنے کا نسخہ

لَا مَرْغُوْبِیْ اِلَّا اللّٰه. لَا مَطْلُوْبِیْ اِلَّا اللّٰه.

لَا مَحْبُوْبِیْ اِلَّآ اللّٰه. لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه.

جو انسان روزانہ ہر نماز کے بعد 41 بار یا دن میں تین سو (300) بار پڑھے گا ان شاء اللہ اس کے دل کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے غیر سے خالی فرما کر اسے اپنی محبت خاصہ عطا فرمائیں گے۔

نوٹ: یہ عمل مستقل کرتے رہیں جب تک کہ مقصود حاصل نہ ہو۔

(از افادات: حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی صاحب دامت برکاتہم)

آخرت اور مغفرت

سورۂ ملک کی فضیلت

حدیث 1 قرآن میں تیس آیات کی ایک سورت ہے جس نے آدمی کے لیے شفاعت کی حتیٰ کہ اس کی بخشش ہوگئی، وہ تبارك الذی بیده الملك ہے۔
(سنن الترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ما جاء فی سورۃ الملک، رقم:۲۸۹۱)

حدیث 2 جو اس سورت کو ہر رات میں پڑھا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو عذاب قبر سے بچالے گا۔ (سنن الترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ما جاء فی فضل سورۃ الملک، رقم:۲۸۹۰)

حدیث 3 رسول اللہ ﷺ رات کو سوتے وقت الم تنزیل (سورۃ السجدہ) اور تبارک الذی (سورۃ ملک) دونوں سورتیں پڑھ کر سوتے۔

حدیث 4 اپنے پڑھنے والوں کی مغفرت کا اس وقت تک سوال کرتی رہتی ہے کہ اس کو بخش دیا جاتا ہے۔

سورۂ اخلاص کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا سب جمع ہو جاؤ تمہیں ایک تہائی قرآن سناؤں گا۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمع ہو گئے تو آپ ﷺ تشریف لائے اور (قل ھو اللہ احد) پڑھی اور ارشاد فرمایا یہ سورۃ ایک تہائی (یعنی تیسرا حصہ) قرآن کے برابر ہے۔ (صحیح المسلم، صلاۃ المسافرین، فضائل القرآن، رقم:۸۱۲)

صبح وشام یہ سورتیں ضرور پڑھیں

قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ الۡفَلَقِ ۙ﴿۱﴾ قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ﴿۱﴾

(المعجم الاوسط للطبرانی، رقم:۵۸۹)

اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور پناہ میں آنے کے لیے بہترین سورتیں ہیں۔" (سنن النسائی، کتاب الاستعاذہ، باب ماجاء فی سورۃ المعوذتین، رقم:۵۴۳۴)

حدیث: سوتے وقت آپ ان دونوں سورتوں کو ہتھیلیوں پر دَم کر کے پورے جسم مبارک پر پھیر لیتے۔ اسی طرح یہ عمل تین مرتبہ کرتے۔

(صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب فضل المعوذات، رقم:۵۰۱۷)

حدیث: کیا تم نہیں دیکھتے کہ آج کی رات ایسی آیات اتری ہیں کہ ان کی مثل کبھی نہیں گئیں اور وہ قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ الۡفَلَقِ ۙ﴿۱﴾ اور قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ﴿۱﴾ ہیں۔

دنیا وآخرت کی عافیت کے لیے سب سے بہترین دُعا

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡئَلُکَ الۡعَافِیَۃَ وَالۡمُعَافَاۃَ فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃِ

(ترمذی:۳۵۱۲، عن انس رضی اللہ عنہ)

ترجمہ اے اللہ! میں آپ سے دنیا وآخرت کی عافیت طلب کرتا ہوں۔

فضیلت:......ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! سب سے بہتر دعا کون سی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے درج بالا دعا مانگنے کی تلقین

فرمائی، دوسرے دن بھی اس نے آکر یہی سوال کیا۔ آپ ﷺ نے اسے یہی دعا بتائی، جب تیسرے دن آکر اس نے یہی سوال کیا تو آپ ﷺ نے یہی دعا بتائی اور فرمایا: جب تمہیں دنیا و آخرت کی عافیت مل گئی تو تم کامیاب ہو گئے۔

قرض کی ادائیگی

دوسرا شخص آپ کی ذاتی رقم واپس نہ کر رہا ہو تو اپنا پیسہ وصول کرنے کے لیے پڑھیے

وَ كَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِیُوْسُفَ فِی الْاَرْضِ ۚ یَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَیْثُ یَشَآءُ ؕ نُصِیْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ وَ لَا نُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۵۶﴾

(پارہ نمبر 13، سورہ یوسف، آیت نمبر 56)

ترجمہ "اور اس طرح ہم نے یوسف کو ملک میں ایسا اقتدار عطا کیا کہ وہ اس میں جہاں چاہیں، اپنا ٹھکانہ بنائیں۔ ہم اپنی رحمت جس کو چاہتے ہیں، پہنچاتے ہیں اور نیک لوگوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتے۔"

ادائے قرض کے لیے نبوی دعا

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک شخص آیا جو کہ مقروض تھا اور قرض کے ادا کرنے سے عاجز ہونے پر آپ سے اعانت کا طالب تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تجھے ایسا کلمہ نہ

سکھا دوں جو رسول اللہ ﷺ نے ہمیں سکھایا ہے؟

''اگر جبلِ صبیر کے برابر بھی قرضہ ہو تو اللہ تعالیٰ ادا فرما دیں گے'':

أَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ

ترجمہ اے اللہ! کافی فرمادے میرے لیے حلال کو حرام کے مقابلے میں اور اپنے فضل سے مجھے غنی بنادے اپنے علاوہ سے۔

(ترمذی، ترغیب جلد 2، صفحہ: 613)

مسنون دعائیں واذکار

فائدہ: ان دعاؤں کو اپنے روزانہ کے معمولات میں شامل فرمائیں اور اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں دیں اور دنیا و آخرت کی برکتیں حاصل کریں۔

وضو کے وقت کی خاص دعا

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ

جو شخص وضو کے وقت یہ دعا پڑھ لے اس کی مغفرت کا پرچہ لکھ کر مہر لگا کر رکھ لیا جاتا ہے، قیامت تک اس کی مہر توڑی نہ جائے۔ اور بخشش کا حکم برقرار رہے گا۔

(طبرانی اوسط جلد 2 صفحہ 123)

① تمام گناہوں کے کفارہ کے لیے اگرچہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں (۳) مرتبہ پڑھیں:

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَأَتُوْبُ إِلَیْہِ

میں اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتا ہوں اللہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہنے والا اور کائنات کو تھامنے والا ہے اور میں اس کی طرف رجوع کرنے والا ہوں۔

② جنت کا پروانہ لینے کے لیے سید الاستغفار (۱) مرتبہ پڑھیں۔

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰی عَھْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْٓءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَیَّ وَاَبُوْٓءُ لَكَ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ (بخاری شریف)

اے اللہ آپ میرے رب ہیں تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو نے مجھے پیدا فرمایا، میں تیرا بندہ ہوں تیرے عہد اور وعدے پر قائم ہوں جہاں تک ہو سکے میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں اپنے بُرے اعمال کے شر سے جو میں نے کے۔ میں آپ کی عطا کردہ نعمتوں کا اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا بھی اقرار کرتا ہوں لہٰذا مجھے بخش دے کیونکہ گناہوں کو تیرے سوا کوئی نہیں بخش سکتا۔

③ دنیا آخرت کے تمام مسائل کے حل میں اللہ کے کافی ہونے کے لیے (۷) مرتبہ پڑھیں۔ (ابوداؤد)

حَسْبِیَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ط عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ

میرے لیے اللہ ہی کافی ہے، اللہ وہ ذات ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، میں اسی پر بھروسہ کرتا ہوں اور وہ عرش عظیم کا رب ہے۔

④ ہر موذی چیز سے حفاظت کے لیے (۳) مرتبہ پڑھیں۔

اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّآمَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ

میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کے کلمات تامات کے ذریعے ان تمام اشیاء کے شر سے جو اس نے پیدا کیں۔

⑤ جن بھوت سے حفاظت کے لیے (۱) مرتبہ پڑھیں۔ (ترمذی)

آیۃ الکرسی. (مکمل)

حٰمٓ ۚ ① تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۙ ② غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ۙ ذِي الطَّوْلِ ط لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ط اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ③

حٰم۔ یہ کتاب اتاری گئی ہے اللہ کی طرف سے جو زبردست ہے ہر چیز کا جاننے والا ہے گناہ بخشنے والا ہے اور توبہ قبول کرنے والا ہے، سخت سزا دینے والا ہے، قدرت والا ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اسی کے پاس سب کو جانا ہے۔

⑥ دعا سیّدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ حادثات سے بچنے کے لیے (۱) مرتبہ پڑھیں۔

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ عَلَیْكَ تَوَكَّلْتُ وَاَنْتَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِیْمِ مَا شَآءَ اللّٰہُ كَانَ وَمَا لَمْ یَشَأْ لَمْ یَكُنْ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وَّاَنَّ اللّٰہَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا. اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ دَآبَّۃٍ اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِیَتِھَا اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (کنز العمال جمع الجوامع)

اے اللہ آپ میرے پروردگار ہیں کوئی معبود نہیں سوائے آپ کے میں آپ پر ہی بھروسہ کرتا ہوں اور آپ ہی عزت والے عرش کے رب ہیں جو اللہ تعالیٰ نے چاہا وہ ہوگیا جو نہیں چاہا وہ نہیں ہوا، گناہوں سے بچنے اور نیکی پر لگنے کی طاقت صرف اس بلند و برتر عظیم ذات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے، میں جانتا ہوں اللہ تعالیٰ کی ذات ہر چیز پر قادر ہے، اور بے شک اللہ کا علم ہر چیز پر محیط ہے۔ اے اللہ میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں اپنے نفس کے شر سے اور ہر چوپائے کے شر سے بے شک آپ ہی اس کو پیشانی کی چوٹی سے پکڑنے والے ہیں، بے شک میرے پروردگار سیدھے راستہ پر ہیں۔

⑦ ہر نقصان و ناگہانی آفتوں سے یقینی حفاظت کے لیے (۳) مرتبہ پڑھیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِہٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ

وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (ترمذی، ابوداؤد)

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جس نام کے ساتھ آسمان اور زمین کی کوئی چیز نقصان نہیں دے سکتی اور وہ بہت سننے والا خوب جاننے والا ہے۔

⑧ ستر ہزار فرشتوں کی دعا اور شہادت کی موت کے لیے

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ (۳مرتبہ)

میں اللہ تعالیٰ بہت سننے والے جاننے والے کی پناہ میں آتا ہوں شیطان مردود کے شر سے۔

هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿۲۲﴾ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ۭ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۲۳﴾ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَاۗءُ الْحُسْنٰى ۭ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۴﴾ (۱مرتبہ)

وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، غائب اور ظاہر ہر چیز کا جاننے والا ہے وہی رحمٰن اور رحیم ہے۔ وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ بادشاہ ہے نہایت مقدس سراسر سلامتی والا امن دینے والا نگہبان سب پر غالب، اپنا حکم بزور نافذ کرنے والا اور بڑا ہی ہوکر رہنے والا۔ پاک ہے اللہ اُس شرک سے جو لوگ کر رہے ہیں۔ وہ اللہ ہی ہے جو تخلیق کا منصوبہ بنانے والا اور اس کو نافذ کرنے والا اور اس کے مطابق صورت گری کرنے والا ہے۔ اس کے لیے بہترین نام ہیں ہر چیز جو آسمانوں اور زمین میں ہے اُس کی تسبیح کر رہی ہے۔ اور وہ زبردست اور حکیم ہے۔

⑨ دس نیکیاں لینے، دس گناہ مٹوانے، دس درجات کی بلندی، دس غلاموں کی آزادی کا اجر لینے، شیطان اور ہر مکروہ چیز سے حفاظت کے لیے (۳) مرتبہ پڑھیں۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ ، لَہُ الْمُلْكُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (بخاری)

اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لیے سارا ملک ہے اسی کے لیے تمام تعریفیں ہیں وہی زندہ کرتا ہے وہی مارتا ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے۔

⑩ دعائے سیدنا انس رضی اللہ عنہ جان و مال، دین اور اہل و عیال کی ہر نقصان سے حفاظت کے لیے (۱) مرتبہ پڑھیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ عَلٰی نَفْسِیْ وَدِیْنِیْ بِسْمِ اللّٰہِ عَلٰی اَھْلِیْ وَمَا لِیْ وَوَلَدِیْ بِسْمِ اللّٰہِ عَلٰی مَآ اَعْطَانِیَ اللّٰہُ اَللّٰہُ رَبِّیْ لَآ اُشْرِكُ بِہٖ شَیْئًا اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَاَعَزُّ وَاَجَلُّ وَاَعْظَمُ مِمَّآ اَخَافُ وَاَحْذَرُ عَزَّ جَارُكَ وَجَلَّ ثَنَآؤُكَ وَلَآ اِلٰہَ غَیْرُكَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ وَمِنْ شَرِّ کُلِّ شَیْطٰنٍ مَّرِیْدٍ وَّمِنْ شَرِّ کُلِّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ط عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ اِنَّ وَلِیِّ ۦَ اللّٰہُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْکِتٰبَ وَھُوَ یَتَوَلَّی الصّٰلِحِیْنَ

(کنز العمال جمع الجوامع)

اللہ کے نام سے میں اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں اپنی جان اور دین کو اللہ کے نام سے میں اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں اپنے اہل و مال اور اولاد کو، اللہ کے نام سے میں اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں جو نعمت بھی اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا کی ہے، اللہ تعالیٰ میرے رب ہیں میں کسی کو اس کے ساتھ شریک نہیں بناتا، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے بہت عزت والا، بہت بزرگی والا، بہت عظمت والا ہے، ان تمام شرور کے ڈر سے جن سے میں خائف ہوتا ہوں اور ڈرتا ہوں، جو تیری پناہ میں ہے وہ باعزت ہے، بڑی ہو تعریف تیری اور نہیں کوئی معبود سوا تیرے، اے اللہ میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں اپنے نفس کے شر سے اور ہر سرکش شیطان کے شر سے اور ہر سرکش ظالم کے شر سے اگر وہ روگردانی کرتے ہیں۔ آپ کہہ دیجیے مجھے اللہ ہی کافی ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں میں اسی پر توکل کرتا ہوں، وہ عرش عظیم کا رب ہے بے شک میرا مولا وہ اللہ ہے جس نے کتاب کو نازل کیا اور وہ نیکوں کاروں کا کارساز ہے۔

⑪ قیامت کے دن اللہ کی رضا کے یقینی حصول کے لیے (۱) مرتبہ پڑھیں۔ (ترمذی)

رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَ بِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِیًّا

میں اللہ کو رب اسلام کو دین اور محمد ﷺ کو نبی ماننے پر راضی ہوں۔

⑫ دن رات کی نعمتوں کا شکرانہ ادا کر کے نعمتوں میں اضافے کے لیے (۱) مرتبہ پڑھیں۔

اَللّٰھُمَّ مَا اَصْبَحَ بِیْ مِنْ نِعْمَةٍ فَمِنْكَ وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ فَلَكَ

الْحَمْدُ وَلَكَ الشُّكْرُ (ابوداؤد)

اے اللہ جو کوئی بھی نعمت مجھے یا تیری کسی بھی مخلوق کو (آج صبح ملی ہے) (آج شام ملی ہے) وہ صرف اور صرف تیری ہی طرف سے ملی ہے تو اکیلا ہے تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔ تعریف تیرے ہی لیے ہے اور تیرے ہی لیے سب شکر ہے۔

نوٹ: صبح کے وقت (ما اصبح) اور شام کے وقت (ما امسی) پڑھیں۔

⑬ جہنم کی آگ سے آزادی و مغفرت کے لیے (۱) مرتبہ صبح پڑھیں:

أَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَصْبَحْتُ اَمْسَيْتُ أُشْهِدُكَ وَأُشْهِدُ حَمَلَةَ عَرْشِكَ وَمَلَائِكَتَكَ وَجَمِيْعَ خَلْقِكَ أَنَّكَ أَنْتَ اللهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ. (ابوداؤد)

اے اللہ میں نے اس حال میں صبح کی شام کی کہ میں تجھے گواہ بناتا ہوں اور تیرے عرش کو اٹھانے والوں اور تیرے فرشتوں اور تیری ساری مخلوق کو گواہ بناتا ہوں اس بات پر کہ اللہ تو ہی ہے تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور اس بات پر کہ محمد ﷺ تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں۔

⑭ صبح کے وقت اللہ کی حمد وثنا کے بعد دن کی ساری بھلائیاں مانگنے کے لیے (۱) مرتبہ پڑھیں:

اَصْبَحْنَا وَاَصْبَحَ الْمُلْكُ لِلّٰهِ وَالْحَمْدُلِلّٰهِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ رَبِّ اَسْئَلُكَ خَيْرَ مَا فِيْ هٰذَا الْيَوْمِ وَخَيْرَ مَا بَعْدَهٗ مِنْ شَرِّ مَا فِيْ هٰذَا

الْيَوْمِ وَشَرِّ مَا بَعْدَهٗ رَبِّ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْكَسْلِ وَسُوْٓءِ الْكِبَرِ رَبِّ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ النَّارِ وَعَذَابِ الْقَبْرِ

ہم نے اور سارے ملک نے اللہ کے لیے صبح کی اور تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ (اپنی ذات وصفات میں) اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ سارا ملک اسی کے لیے ہے اور سب تعریف اسی کے لیے ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ اے میرے رب! میں تجھ سے اس دن میں اور اس دن کے بعد کی بھلائی اور بہتری کا سوال کرتا ہوں۔ اور میں تجھ سے اس دن میں اور اس دن آنے والے ہر شر سے پناہ مانگتا ہوں۔ اے میرے رب! میں تجھ سے سستی اور بڑھاپے کی پناہ مانگتا ہوں۔ یارب! میں تجھ سے جہنم کے عذاب اور قبر کے عذاب سے پناہ مانگتا ہوں۔

⑮ دین ودنیا کی بھلائیاں مانگنے اور ہمہ قسم بلاؤں کے حملوں سے بچنے کے لیے (۱) مرتبہ پڑھیں۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیٓ اَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیٓ أَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِيْ دِيْنِيْ وَدُنْيَایَ وَأَهْلِيْ وَمَا لِيْ. اَللّٰھُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِيْ وَاٰمِنْ رَّوْعَاتِيْ. اَللّٰھُمَّ احْفَظْنِيْ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيَّ وَمِنْ خَلْفِيْ وَعَنْ يَّمِيْنِيْ وَعَنْ شِمَالِيْ وَمِنْ فَوْقِيْ وَأَعُوْذُ بِعَظْمَتِكَ أَنْ أُغْتَالَ مِنْ تَحْتِيْ

اے اللہ! میں تجھ سے دنیا اور آخرت میں عافیت کا سوال کرتا ہوں۔ اے اللہ میں تجھ

سے اپنے دین اور دنیا اور اپنے اہل وعیال اور مال میں معافی اور عافیت مانگتا ہوں۔
ے اللہ تو میرے عیبوں کی پردہ پوشی فرما اور میرے خوف اور پریشانی کو امن سے بدل
ے اے اللہ! تو میرے آگے سے اور میرے پیچھے سے اور میرے دائیں اور میرے
بائیں سے بھی اور میرے اوپر سے بھی میری حفاظت فرما۔ اور میں آپ کی عظمت کی پناہ
یں آتا ہوں ہے کہ مجھے نیچے سے اچانک ہلاکت میں ڈال دیا جائے۔

⑯ اللہ تعالیٰ سے ہر وقت مدد طلب کرنے کے لیے (۱) مرتبہ پڑھیں۔ (مستدرک حاکم)

يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيْثُ أَصْلِحْ لِيْ شَأْنِيْ كُلَّهٗ
وَلَا تَكِلْنِيْ إِلٰى نَفْسِيْ طَرْفَةَ عَيْنٍ

ے زندہ اور قائم رکھنے والے میں آپ کی رحمت کے واسطہ سے آپ سے فریاد کرتا
ہوں۔ میرے حال کو پورے طور پر بہتر فرمادے اور مجھے پلک جھپکنے کے برابر بھی
میرے نفس کے سپرد نہ فرما۔

⑰ ادائیگی قرض اور ہر پریشانی سے نجات کے لیے (۱) مرتبہ پڑھیں۔ (ابوداؤد)

أَللّٰهُمَّ أَعُوْذُبِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَالْعَجْزِ وَالْكَسْلِ وَأَعُوْذُبِكَ مِنَ
الْبُخْلِ وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَأَعُوْذُبِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّيْنِ وَقَهْرِ الرِّجَالِ

اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں فکرمندی اور رنج سے اور تیری پناہ چاہتا ہوں بے بس ہوجانے سے اور سستی کے آجانے سے اور تیری پناہ چاہتا ہوں بزدلی اور کنجوسی سے اور تیری پناہ چاہتا ہوں قرض کے غلبہ سے اور لوگوں کی زورآوری سے۔

⑱ اورادواذکار میں تقصیر کی تلافی (کمی کو پورا کرنے) کے لیے (۱) مرتبہ پڑھیں

فَسُبۡحٰنَ اللّٰهِ حِيۡنَ تُمۡسُوۡنَ وَحِيۡنَ تُصۡبِحُوۡنَ ﴿۱۷﴾ وَلَهُ الۡحَمۡدُ فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَعَشِيًّا وَّحِيۡنَ تُظۡهِرُوۡنَ ﴿۱۸﴾ يُخۡرِجُ الۡحَىَّ مِنَ الۡمَيِّتِ وَيُخۡرِجُ الۡمَيِّتَ مِنَ الۡحَىِّ وَيُحۡىِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا ؕ وَكَذٰلِكَ تُخۡرَجُوۡنَ ﴿۱۹﴾ (ابوداؤد)

پس تم اللہ کی شام کے وقت اور صبح کے وقت پاکی بیان کرو اسی کے لیے حمد ہے آسمانوں اور زمین میں اور زوال کے بعد اور ظہر کے وقت وہی ہے جو زندہ کو مردہ سے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے اور زمین کو اس کے بنجر ہوجانے کے بعد زندہ کرتا ہے اور اسی طرح تم نکالے جاؤگے۔

⑲ ساری مخلوق کے اعمال کے برابر پانے کے لیے اس درود پاک کو (۱۰) مرتبہ پڑھیں

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ عَدَدَ مَنۡ صَلّٰى عَلَيۡهِ مِنۡ خَلۡقِكَ وَصَلِّ مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ كَمَا يَنۡبَغِىۡ لَنَاۤ اَنۡ نُّصَلِّىَ عَلَيۡهِ وَصَلِّ عَلٰى

مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ كَمَآ اَمَرْتَنَآ اَنْ نُّصَلِّيَ عَلَيْهِ

اے اللہ رحمت نازل فرما محمد ﷺ پر تیری مخلوق میں سے آپ پر درود بھیجنے والوں کی تعداد کے برابر۔ اور درود نازل فرما نبی کریم محمد ﷺ پر جیسا کہ ہمیں آپ پر درود بھیجنا مناسب ہے۔ اور درود نازل فرما نبی کریم محمد ﷺ پر جیسا کہ ہمیں آپ پر درود بھیجنے کا حکم ہے۔

⑳ اہل وعیال اور گھر کو راحت وچین کا مرکز بنانے کے لیے یہ درود شریف (۱۱) مرتبہ پڑھیں

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ وَاَزْوَاجِهٖ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَذُرِّيَّتِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ.

اے اللہ رحمت نازل فرما نبی کریم ﷺ پر اور آپ کی بیویوں پر جو ایمان والوں کی مائیں ہیں۔ اور آپ ﷺ کی اولاد پر اور آپ ﷺ کے گھر والوں پر جیسا کہ رحمت نازل فرمائی تو نے سید ابراہیم علیہ السلام پر بے شک تو تعریف کے لائق بزرگی والا ہے۔

سورتوں کے فضائل احادیث مبارکہ کی روشنی میں

سورۂ بقرہ کی فضیلت

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِقْرَاؤُوْا سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ فَاِنَّ اَخْذَهَا بَرَكَةٌ وَتَرْكَهَا حَسْرَةٌ وَلَا يَسْتَطِيْعُهَا الْبَطَلَةُ

سورۂ بقرہ پڑھا کرو، اس کا حصول برکت ہے اور چھوڑنا حسرت ہے۔ جادوگر اس سورۂ کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ قیامت کے روز پڑھنے والے کی شفاعت کرے گا۔

(صحیح المسلم:804،805/1874)

حدیث: جس گھر میں سورۂ بقرہ پڑھی جاتی ہے اس گھر سے شیطان بھاگ جاتا ہے۔

(صحیح المسلم، کتاب صلوٰۃ المسافرین وقصرہا، باب استحباب صلاۃ النافلۃ فی بیتہ، رم: ۷۸۰ (۱۸۲۴))

حدیث: سوتے وقت آیۃ الکرسی پڑھنے سے رات بھر شیطان قریب نہیں آ سکتا۔ اللہ کی طرف سے نگہبانی ہوتی ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب الوکالۃ، باب اذا وکل رجلا، رقم: ۲۳۱۱)

حدیث: ہر نماز کے بعد پڑھنے والا جنت میں داخل ہوگا۔

(السنن الکبریٰ للنسائی ۹/۴۴، رقم: ۹۸۴۸)

امن الرسول سے آخر تک:

حدیث : یہ سورۂ بقرہ کی آخری تین آیتیں ہیں۔ جس گھر میں روزانہ متواتر یہ آیتیں پڑھی جائیں اس گھر میں شیطان نہیں آئے گا۔

(سنن الترمذی، کتاب فضل القرآن، باب ماجاء فی آخر سورۃ البقرۃ، رقم:۲۸۸۲)

سورۂ کہف کی فضیلت

حدیث: ایک حدیث میں آیا ہے جو شخص دجال کو پالے (یعنی اس کے سامنے نکل آئے) اس کو چاہیے کہ وہ سورۂ کہف کی ابتدائی دس آیتیں اس کے منہ پر پڑھ دے۔ اس لیے کہ یہ آیتیں پڑھنے والے کو فتنہ سے پناہ دینے والی ہیں۔ (ابوداؤد، الملاحم، خروج الدجال:۲/۲۳۷)

حدیث: جو اس کی شروع کی دس آیتیں یاد کرے گا وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا۔ (صحیح مسلم، کتاب صلوٰۃ المسافرین وقصرہا، باب فضل سورۃ الکھف، رقم:۸۰۹)

سورۂ یٰسین کی فضیلت

حدیث: سورۂ یٰسین قرآن کا دل ہے جو اسے اللہ اور آخرت کے لیے پڑھے گا اس کی بخشش ہو جائے گی۔ (عمل الیوم واللیلۃ للنسائی:۱۰۷۶)

حدیث: جو سورۂ یٰسین کو دن کے شروع حصہ میں پڑھ لے گا اس کی حاجت پوری ہوگی۔ (سنن الدارمی:۳۴۱۹)

اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ

معمولات سلسلہ عالیہ نقشبندیہ

1 استغفار 1 تسبیح صبح 1 شام

اَسۡتَغۡفِرُ اللّٰہَ رَبِّیۡ مِنۡ کُلِّ ذَنۡبٍ وَّ اَتُوۡبُ اِلَیۡہِ

2 درود شریف 1 تسبیح صبح 1 شام

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکۡ وَ سَلِّم

3 تلاوت قرآن

ایک پارہ روزانہ

4 مراقبہ

تھوڑی دیر کے لیے سب کاموں سے ہٹ کٹ کر اللہ کی یاد میں گردن جھکا کر بیٹھنا، اور یہ نیت کرنا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت آ رہی ہے اور میرے دل میں سما رہی ہے، میرے گناہوں کی ظلمت وسیاہی دور ہو رہی ہے اور میرا دل شکریہ کے طور پر کہہ رہا ہے: اَللّٰہ، اَللّٰہ، اَللّٰہ۔

5 وقوفِ قلبی

چلتے، پھرتے، اٹھتے، بیٹھتے ہر دم توجہ اللہ تعالیٰ کی رکھنا۔

6 رابطہ شیخ

دین سیکھنے کے لیے اپنے شیخ سے آگاہی لینا۔

اللّٰہ اللّٰہ اللّٰہ

جامعہ رقیہ للبنات
JAMIA RUQIYA LIL-BANAT

ابراھیم اکیڈمی
IBRAHIM ACADEMY

ابراہیم اکیڈمی وجامعہ رقیہ للبنات

اغراض ومقاصد

ابراہیم اکیڈمی و جامعہ رقیہ للبنات کی بنیاد حضرت شیخ حافظ پیر ذوالفقار احمد نقشبندی دامت برکاتہم کی اجازت اور دعاؤں سے خالصتاً اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے رکھی گئی ہے۔نئی نسل کو مذہب سے قریب کرنا اور اسلامی آداب وثقافت سے روشناس کرانا۔دور حاضر کے مسائل کا شرعی حل پیش کرنا۔قرآن و حدیث کی روشنی میں علم الاخلاق (یعنی تصوف) کو اجاگر کرنا تاکہ مسلمانان عالم کی معیشت، معاشرت معاملات میں نبی کریم ﷺ کا اسوہ حسنہ آجائے۔معاشرے کو کفر کی بے راہ روی، بے حیائی سے نکال کر اسلام کی باحیا و پاکیزہ زندگی کی طرف لانا۔موجودہ دور کی ضروریات کو سامنے رکھتے ہوئے جدید انداز میں تصنیفی اور تالیفی شعبے کا قیام۔

ہماری ترجیح!

تعلیم کے ساتھ ساتھ معاشرتی و روحانی تربیت کا اہتمام ان شاء اللہ۔امت کو ایسے نوجوان مہیا کرنا جن کی تنہائیاں اللہ تعالیٰ کی یاد سے آباد اور گناہوں سے پاک ہوں۔ہر

اللہ اللہ اللہ

اللہ اللہ اللہ

ممکن اور مناسب ذریعے سے امت تک مثلاً سوشل میڈیا (فیس بوک، واٹس ایپ، ٹیلی گرام وغیرہ) کے ذریعے سے شرعی حدود میں رہتے ہوئے اسلامی تعلیمات کو پہنچانا۔ زمینی اداروں کے ساتھ ساتھ دور دراز کے مسلمانوں کی دینی ضروریات کو محسوس کرتے ہوئے ''آن لائن'' کلاسز کا اہتمام۔ تاکہ ان تک بھی اسلامی تعلیمات پہنچانے کا اہتمام ہوجائے۔ تعلیم و تعلّم کے ساتھ ''اصلاحی تربیت'' کا بطور اہم وخاص اہتمام، تاکہ تعلیم و تعلّم کا مقصد اصلی حاصل ہو۔ نبی کریم ﷺ کی سنن مبارکہ پر مشتمل بیانات کی کتابی شکل ''گلدستہ سنت'' کی زیادہ سے زیادہ ترویج۔ بچوں کے لیے جدید آلات مثلاً پروجیکٹر وغیرہ کے ذریعے سے اسلامی و اصلاحی تربیتی ورکشاپس و سمر کیمپس و ونٹر کیمپس۔ خواتین کے لیے ان کی ضروریات و ذمہ داریوں کے اعتبار سے مختلف ورکشاپس و کورسز۔ حفظ قرآن کی کلاسز کا قیام۔

40 روزہ ورکشاپ

اس میں ہر عمر کی خواتین شامل ہوکر تجوید قرآن، تفسیر، حدیث اور روزمرہ پیش آمدہ فقہی مسائل کا علم حاصل کرسکیں گی۔ امت کی خواتین کی ایسی تربیت کرنا کہ وہ اپنی عادات و اطوار میں اسلاف کا نمونہ ہوں، تاکہ ان کی گود میں تربیت حاصل کرنے والے بچے بھی اسلاف کے بچوں کا نمونہ ہوں، بلکہ اپنے پورے کنبے کی اصلاح اور دین پر چلنے کے لیے معاون ہوں۔ سارا سال طالبات (حاضر و آن لائن) کے لیے تفسیر کے ساتھ ساتھ رمضان المبارک میں دورہ قرآن کی کلاسز کا انعقاد۔

اللہ اللہ اللہ

اللہ اللہ اللہ

الحمدللہ! ہماری پانچ شاخیں کام کر رہی ہیں۔

1 ٹاؤن شپ 2 شاہ جمال 3 شاہدرہ 4 مغلپورہ 4 آن لائن

مرکزی شاخ کے لیے 1000 گز (2 کنال) جگہ خریدی گئی ہے، جس کی قیمت کی ادائیگی کے بعد بیسمنٹ سمیت تین سے چار منزلوں کی تعمیر کے لیے خطیر رقم درکار ہے۔ جہاں پر ابتدائی طور پر ''تعلیم قرآن'' ''تحفیظ قرآن'' ''ناظرہ قرآن'' بچوں اور ہر عمر و شعبہ کے مرد حضرات کے لیے شروع کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ

ہماری مستقبل کی ضروریات و منصوبے!!!

اسلامی و اصلاحی ماحول و عملہ سے آراستہ عصری اسکولز کا سلسلہ۔

شرعی دائرہ کار میں رہتے ہوئے ایسے خاکے (کارٹونز) بنانا جن کے ذریعے سے چھوٹے بچوں کی اسلامی تربیت کی جا سکے۔ مرد حضرات کے لیے بزنس، حلال و حرام غذائیں، قربانی ورکشاپ، حج و رکشاپ، کفن، دفن ورکشاپ اور دیگر حسب موقع و ضرورت ورکشاپس و پریزنٹیشن سیشنز کا اہتمام۔ غرباء و مستحقین کی مدد (مثلاً جامعہ رقیہ کی مستحق طالبات کے لیے شادی و جہیز وغیرہ کا انتظام، مستحق مریضوں کے لیے شفاء خانہ یا ادویات اور علاج معالجے میں تعاون اور دیگر ضروری حاجات کا انتظام)۔ مرد حضرات کے لیے بھی آن لائن مختلف کلاسز و کورسز کا قیام۔

اللہ اللہ اللہ

الله الله الله

تعلیم بالغاں

اس شعبہ میں صبح کے اوقات میں مصروف احباب مثلاً اسٹوڈنٹس، کاروباری حضرات، ملازمین غرض کسی بھی شعبے اور عمر کے احباب شام کے ٹائم شریک ہو سکیں گے۔

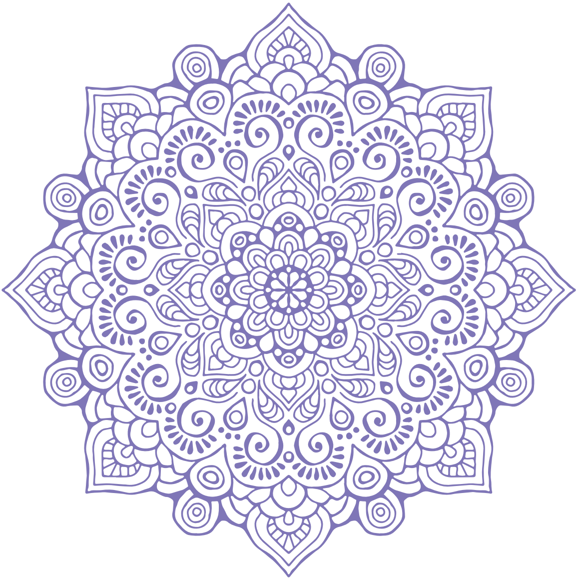
سیرت میوزیم کا قیام

جس میں نبی کریم ﷺ کے زمانے کے مکہ اور مدینہ کو مثالی ماڈلز کے ذریعے سیرت کے شائقین کے لیے سیرابی کا سامان کرنا۔ ان سب مقاصد کو پورا کرنے کے لیے بقدر ضرورت تعمیرات۔ ہماری فوری واہم ضروریات: ابراہیم اکیڈمی کی مرکزی شاخ کے لیے خریدی گئی جگہ کی قیمت کی ادائیگی۔

ہماری ماہانہ ضروریات

اساتذہ وعملہ کے وظائف۔ طالبات کے لیے ٹرانسپورٹ۔ یوٹیلیٹی بلز اور دیگر اخراجات۔ مختلف توسیعی وتعمیراتی کاموں میں حسب توفیق وذوق اپنا حصہ ڈال کر اللہ تعالیٰ سے نفع کا سودا کریں، کیونکہ آپ کا یہ تعاون اللہ تعالیٰ کے آخرت کے اکاؤنٹ میں جمع ہوتا رہے گا اور دنیا میں اللہ تعالیٰ رزق میں برکت عطا فرمائیں گے۔ مشکلات آسان ہوں گی۔ عمر میں برکت ہوگی۔ برے خاتمے سے حفاظت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی دور ہو کر اللہ کی رضا حاصل ہوگی ان شاء اللہ۔

الله الله الله



گلہائے رنگا رنگ

علمی، ادبی، قرآنی نورانی
حقائق ودقائق، لطائف ووظائف
عجائب ونوادر، لعل وجواہر، مخفی و
ظاہر اسرار ومعانی کے علاوہ صحابہؓ وتابعینؒ،
ائمہ مجتہدینؒ، صوفیاء، مجاہدینؒ، علماء
صلحاء، اتقیاء، اذکیا کے چشم کشا بصیرت
افزاء حالات وواقعات، تاجدار گداؤں
اور بے تاج بادشاہوں کی عبرت ناک
حکایات اور اردو زبان وادب کے نامور
معماروں، قلم کاروں کے شاہکار
شہ پاروں پر مشتمل
خوب صورت گلدستہ

تقریظ
مولانا محمد اسلم شیخوپوری

تاثرات
ابن الحسن عباسی

ترتیب وتالیف
مولانا ثناء اللہ شجاع آبادی

مکتبہ عمر فاروقؓ

گلہائے رنگارنگ

علمی، ادبی، قرآنی نورانی
حقائق ودقائق، لطائف وظائف
عجائب ونوادر، لعل وجواہر، مخفی و
ظاہر اسرار ومعانی کے علاوہ صحابہؓ وتابعینؒ،
ائمہ مجتہدین، صوفیاء، مجاہدین، علماء
صلحاء، اتقیاء، اذکیا کے چشم کشا بصیرت
افزاء حالات وواقعات، تاجدار گداؤں
اور بے تاج بادشاہوں کی عبرت ناک
حکایات اور اردو زبان وادب کے نامور،
معماروں، قلم کاروں کے شاہکار
شہ پاروں پر مشتمل
خوب صورت گلدستہ

*

مولانا ثناء اللہ سعد شجاع آبادی

تقریظ
محمد اسلم شیخوپوری

تاثرات
ابن الحسن عباسی

نام کتاب .... گلہائے رنگارنگ
مرتب .... مولانا ثنا اللہ شجاع آبادی
اشاعت ۷ .... نومبر 2011
تعداد 1100
طابع .... القادر پرنٹنگ پریس کراچی
ناشر .... فیاض احمد 0334-3432345 021-34594144
مکتبہ عمر فاروق 4/491 شاہ فیصل کالونی کراچی
ای میل..... E-mail: M forooq12317@yaho.com

ملنے کے پتے

دارالاشاعت، اردو بازار کراچی
اسلامی کتب خانہ، علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
قدیمی کتب خانہ، آرام باغ کراچی
ادارۃ الانور، علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ کوئٹہ
کتب خانہ رشیدیہ، راجہ بازار راولپنڈی
مکتبہ العارفی، جامعہ امدادیہ ستیانہ روڈ فیصل آباد
مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار لاہور
مکتبہ سید احمد شہید، اردو بازار لاہور
مکتبہ علمیہ، جی ٹی روڈ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ
وحیدی کتب خانہ، محلہ جنگی قصہ خوانی بازار پشاور

نقشِ آغاز

اللہ ہی کے لئے ہیں مشرق و مغرب، اور صرف مشرق و مغرب ہی نہیں شمال و جنوب بھی اللہ ہی کیلئے ہیں۔ کون و مکاں کے سب کونے کھدرے، سب نشیب و فراز، سب دشت و جبل، سب اندھیرے اُجالے اور سب ایام و شہور اللہ ہی کیلئے ہیں، یخ بستہ ہوائیں ہوں یا جلاتی جھلساتی فضائیں، موسم پت جھڑ کا ہو یا مشکبار بہاروں اور مرغزاروں کا، کون ہے جو ان پر حاکمیت اور قدرت کا دعویٰ کرے سوائے اللہ کے؟ ان کی تاثیر و تنویر، تطہیر و تبخیر اور تعجیل و تاخیر کا ریموٹ کنٹرول بھی تو اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔

کس قدر حیرت انگیز ہے ایک مشتِ خاک کا یہ جذبہ تکبر و نخوت کہ وہ شعوری یا لاشعوری طور پر اس ذاتِ عظیم الصفات کے وجود کا انکار کرتا ہے اور کبھی اس کے مقابلے کیلئے لنگوٹ کس لیتا ہے، اس کے احکام کو توڑتا مروڑتا پھرا چھلتا، پھدکتا اور قہقہے لگاتا ہے، اللہ اگر چاہے تو اس مجسمۂ حقارت و غلاظت کے قدموں کی زمین کو دو گز نیچے لے جا کر اوپر سے برابر کر دے، اور یہ کارروائی اس قدر خفیہ رہے کہ اس کے یمین و یسار کو کانوں کان بھی خبر نہ ہو، اور اس کے ہم ذات اسے تلاش کرتے کرتے چٹانوں سے سر ٹکرا ٹکرا کر خسر الدنیا والآخرہ کا مصداق بن جائیں۔

کسی فردِ واحد یا چند افراد و احزاب کی کیا مجال، اللہ اگر چاہے تو گردشِ لیل و نہار کو چند لمحوں کیلئے تھم جانے یا جم جانے کا حکم فرمائے تو کائنات کی ہر ظاہر و باہر وسعت میں اور گہرائیوں یا پنہائیوں میں خفتہ و خوابیدہ مخفی و مستور اس کے تمام اعداء اور عصر حاضر کے تمام فراعنہ و نماردہ موسم کی برودت و جمودت یا حدت کی شدت کی تاب نہ لا کر بھسم ہو جائیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ایسی کوئی

کارروائی قبل از وقت ہونے کیوں لگی؟ کیا ہم مسلمانوں کا اللہ ہماری طرح بے صبر اور جلد باز ہے؟ کیا اس کے انعامات اور خزائن سے کچھ کم ہو گیا ہے کہ دشمنوں پر ضائع کرنے کا اسے دکھ ہو؟ کیا ئل کو اسے کسی کمزوری کے غالب آ جانے کا اندیشہ ہے کہ آج وہ اپنی قوت وشجاعت کی دھاک بٹھانے کیلئے جلد از جلد کوئی کارروائی ڈال کر ان نام نہاد شہ زوروں کو ملیا میٹ کر دے؟ کیا وہ حلیم و کریم، عفو غفور اور بصیر وقدیر نہیں ہے؟ اور کیا اس کی کوئی صفت زوال پذیر ہے؟ اور کیا وہ اپنے کمزور بندوں پہ ظلم ہوتا دیکھ کر اہلِ زور وزر اور ظلم وجبر کے مقابل ہر میدان میں خود اتر آئے یا اپنی خصوصی افواج کی پلٹنیں بھیج دیا کرے تو یہ "بے چارے" اور مظلوم لوگ اپنی کمزوری پر قناعت کر کے ہڈ حرام نہیں بن جائیں گے؟ ______ ان سب سوالوں پر غور فرمایئے!

......☆......

عصرِ حاضر کا مظلوم اور غریب وکمزور مسلمان جن آفات وابتلاؤں کا شکار ہے ان میں سے ایک آفت وابتلاء الیکٹرانک و پرنٹ میڈیا کی یلغار ہے۔ بہت سارے قارئین جانتے ہوں گے اور جو نہیں جانتے وہ جان لیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے پیروکاروں' نام لیواؤں اور دم بھرنے والوں کو "بھیڑوں" کا خطاب دیا تھا۔ آج عیسیٰ مسیح علیہ السلام کی وہی بھیڑیں محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کھیتی کو چرتے چگتے ان کی امت کے ہر گھر میں داخل ہو گئی ہیں۔ ان کی اس یلغار سے ہر ڈالی اور ہر پتے، ہر خوشے ہر شگوفے، ہر پھول اور ہر پھل کو خطرہ لاحق ہے۔

اعداءِ اسلام شب و روز تاروں کے جوڑ توڑ کے ذریعے سینکڑوں چینلو سے ہمارے گھروں میں جھانکتے، اپنی نت نئی سائنسی ایجادات واختراعات سے ہمیں مرعوب کرتے، ہماری بوریت دور کرنے کیلئے ہمیں نادھن دھن نا اور تا تا تھیا کی تعلیم دیتے، اعضاء کی شاعری کے نام پر ہماری بہنوں بیٹیوں کو اچھل کود سکھاتے، جدید فیشن کے عنوان سے نیم عریاں لباسوں سے تزئین وآرائش کا درس دیتے اور بالآخر عصمت، غیرت اور شرم وحیا کی اصطلاحات تک کو فرسودہ و دقیانوسیت قرار دیتے ہوئے خود ننگے ہو کر دکھاتے اور نوجوان نسل کے جنسی جذبات میں ہیجان برپا کر کے انہیں ننگا ہو جانے پر کھلے عام آمادہ کر جاتے ہیں۔ اور یہ طوفانِ بدتمیزی شب وروز کی ہر ساعت میں جاری رہتا ہے۔ بدقسمتی سے ہمارا ادیب، لکھاری، صحافی اور شاعر بھی "قبولِ عام" حاصل کرنے اور "معاشی

استحکام" کیلئے اسی ڈگر پہ چل نکلا ہے۔ جس قوم کے فرزند از خود دشمن کے عزائم کی تکمیل میں لگ جائیں، اس کی تباہی و بربادی یقینی ہوتی ہے۔ اس سے بڑھ کر ہمارا رب ہماری کیا مدد فرمائے کہ اس نے ان حالات میں بھی ہمیں باقی رکھا ہوا ہے۔

☆

ہمیں زندہ رہنے اور سر بلند ہونے کیلئے دشمن کی ہر یلغار روکنا ہوگا۔ خالقِ کائنات کے احکام اور شریعتِ محمدیہ ؐ کے دائرے میں رہتے ہوئے حصہ بقدر جثہ ہر محاذ پر ہر مسلمان کی محنت ضروری ہے، جو شخص کسی بھی کارِ خیر کی استطاعت رکھتا ہے وہ اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لائے، علم و ادب، تہذیب و ثقافت، سائنس و سیاست، حرب و ضرب سب کے سب میدان ہمارے منتظر ہیں۔ اتنی طول طویل معروضات کے بعد میں نہیں سمجھتا کہ اب بھی قارئین پر زیرِ نظر مجموعے کی تالیف، ترتیب و تدوین کے جواز پر دلائل فراہم کروں۔ "للعاقل تکفیه الاشاره"

آج فروری ۲۰۰۳ء کی ۲۱ تاریخ ہے، فصلِ بہاراں کا آغاز ہو چکا۔ اسی مناسبت سے اس مجموعے کا نام "گلہائے رنگارنگ" تجویز کیا جا رہا ہے۔ داد و بیداد کی خواہش و خوف سے بے نیاز راقم کی محنت کا اصل ثمرہ یہی ہوگا کہ قارئین اپنے اپنے ظرف کے مطابق اپنی ذمہ داری کو پہچانتے ہوئے ملت کے اجتماعی مقاصد کی طرف متوجہ ہوں۔

کراچی سے حضرت اقدس مولانا ابن الحسن عباسی دام ظلہم، اور ملتان سے نواسۂ امیر شریعت سید محمد کفیل بخاری، سید محمد ذوالکفل بخاری بطورِ خاص شکریہ کے مستحق ہیں۔ میرے دوستوں میں سے جناب سلیم اختر قریشی، جناب ظفر اقبال ظفر، جناب سیف اللہ خالد، جناب سید حسان اکبر گیلانی، جناب سعد مکی شاہ، جناب محمد افضل خان بلوچ کی مشاورت، معاونت اور دعائیں میرے شامل رہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے دامن کو رحمت و عافیت سے بھر دے۔

ثناء اللہ سعد

سب ایڈیٹر "روزنامہ اوصاف" ملتان

مدیر اعلیٰ "گوشۂ علم و ادب" بستی مٹھو شجاع آباد (ملتان)

☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً

تاثرات حضرت مولانا ابن الحسن عباسی مدظلہ

مولانا ثناء اللہ سعد صاحب روزنامہ ''اوصاف'' ملتان کے سب ایڈیٹر اور ایک نوجوان عالم ادیب ہیں، ان کے قلم میں شکوہ کا رنگ، جرأت و جسارت کا ڈھنگ اور جوانی کا ترنگ پایا جاتا ہے۔

پیش نظر کتاب عبوری مطالعہ کے لئے انہوں نے مختلف کتابوں سے دلچسپ حکایات، واقعات، لطائف، عبر اور ادبی عبارات و نکات منتخب کر کے مرتب کی ہے، آج کی نوجوانوں نسل میں ٹھوس، تحقیقی اور سنجیدہ موضوعات کے مطالعہ کا ذوق بہت کم پایا جاتا ہے، اس لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ ہلکے پھلکے اسلوب میں متنوع موضوعات سے متعلق دلچسپ چیزیں جمع کر کے کتابیں مرتب کی جائیں کہ بسااوقات ایک ایک عام بات سمجھنے سے آدمی کی زندگی بدل جاتی ہے، کسی ایک واقعہ کا مطالعہ انقلابی تبدیلی کا سبب بن جاتا ہے اور حکمت کا کوئی قول انسان کی کایا پلٹ دیتا ہے، ایسی کتابوں کا حلقہ قارئین بھی کافی وسیع ہوتا ہے۔

انہوں نے اردو زبان کے مشہور اہل قلم، علماء اور ادیبوں و دانشوروں کی تحریریں اس میں جمع کی ہیں اور یہ کتاب اپنے نام کی طرح واقعتاً ''گلہائے رنگارنگ'' ہے۔

امید ہے کہ قاری اس میں وہ تمام چیزیں پائے گا جو عبوری مطالعہ کی تسکین کے لئے ایک انسان تلاش کرتا ہے۔

اللہ کرے یہ کتاب قارئین کے لئے مفید اور مرتب کے لئے مزید علمی نقوش کا سنگ میل ثابت ہو۔

ابن الحسن عباسی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری مدظلہ

کتابوں کی دنیا بھی بڑی عجیب وغریب، دلچسپ، چشمہ کشا، حیرت افزا اور حیرت انگیز دنیا ہے، جس کا اس دنیا میں دل لگ جاتا ہے، اس کا دل پھر کہیں اور نہیں لگتا، جن لوگوں نے فراغت، گوشۂ چمن اور کتاب کی آرزو کی ہے، بے جا نہیں کی، اور جس کسی نے کتاب کو زمانے بھر میں بہترین ہم نشین قرار دیا ہے تو غلط قرار نہیں دیا، اور جس اللہ کی بندی نے شوہر کے کتابی استغراق کو دیکھ کر کتاب کو سوسوکنوں پر بھاری ٹھہرایا تھا، اس دل جلی نے یونہی دل کے پھپولے نہیں پھوڑے تھے۔ اس دنیا میں پورا کر دینے والے صحرا بھی آتے ہیں۔ اور ظلمت میں ڈوبے ہوئے دشت و بیاباں بھی ٹمٹماتے ہوئے ستارے بھی دکھائی دیتے ہیں اور دل و دماغ کو معطر اور تروتازہ کرنے والے پھولوں پر بھی نظر پڑتی ہے، کبھی کوئی شعر تڑپا دیتا ہے اور کبھی کوئی جملہ وجد کی سی کیفیت طاری کر دیتا ہے، کبھی کوئی واقعہ ہمدرد معلم کا روپ دھار لیتا ہے اور کبھی کوئی حکایت مربی اور مرشد کا کام دے جاتی ہے، ایسے مواقع پر ایک باذوق قاری کے دل میں بے ساختہ یہ خیال آتا ہے کہ جن مناظر نے مجھے متاثر کیا ہے وہ دوسروں کو بھی دکھاؤں، جن اشعار اور جملوں نے تڑپایا ہے، وہ اوروں کو بھی تڑپائیں۔ جن واقعات و حکایات نے میرے دل کی دنیا کو تہہ وبالا کیا ہے، وہ سب کے دل پر اثر کریں، فیض رسانی اور افادۂ عام کا یہی وہ جذبہ ہے جو ''گلہائے رنگارنگ'' جیسی کتابوں کی تالیف وترتیب کا سبب بنتا ہے۔

کتاب کے ناشر فیاض احمد صاحب کے اصرار پر ناچیز نے یہ چند سطریں سپردِ قلم کر دی ہیں ورنہ وہ نہ تو اپنے آپ کو تقریظ کا اہل سمجھتا ہے اور نہ ہی چلتے ہوئے رواج کے مطابق اس کی افادیت کا قائل ہے۔

محتاج دعا

محمد اسلم شیخوپوری

فہرست

گلہائے رنگا رنگ

عنوان	صفحہ

باب اول

علمی لطائف ودقائق

باب اول

علمی لطائف و دقائق

اولوالعزم پیغمبر کون ہیں

بڑے بڑے اور اولوالعزم پیغمبر پانچ ہیں:۔

(۱) نوح علیہ السلام (۲) ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام (۳) موسیٰ علیہ السلام

(۴) عیسیٰ علیہ السلام (۵) خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ماں کے پیٹ سے مختون پیدا ہونے والے پیغمبر

کعب الاحبار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جن انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ نے مختون پیدا کیا ہے ان کی تعداد تیرہ ۱۳ ہے:۔

(۱) ابوالبشر آدم علیہ السلام (۲) شیث علیہ السلام (۳) ادریس علیہ السلام (۴) نوح علیہ السلام

(۵) سام علیہ السلام (۶) لوط علیہ السلام (۷) یوسف علیہ السلام (۸) موسیٰ علیہ السلام

(۹) شعیب علیہ السلام (۱۰) سلیمان علیہ السلام (۱۱) یحییٰ علیہ السلام (۱۲) عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام

(۱۳) خاتم النبیین سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

محمد بن حبیب الہاشمی کہتے ہیں کہ وہ انبیاء جو ماں کے پیٹ سے مختون پیدا ہوئے ان کی تعداد چودہ ۱۴ ہے اور وہ یہ ہیں:۔

(۱) ابوالبشر سیدنا آدم علیہ السلام (۲) شیث علیہ السلام (۳) نوح علیہ السلام (۴) ہود علیہ السلام

(۵) صالح علیہ السلام (۶) لوط علیہ السلام (۷) شعیب علیہ السلام (۸) یوسف علیہ السلام

(۹) موسیٰ علیہ السلام (۱۰) سلیمان علیہ السلام (۱۱) زکریا علیہ السلام (۱۲) عیسیٰ علیہ السلام

(۱۳) حنظلہ بن صفوان علیہ السلام (جو اصحاب الرث کے لئے بھیجے گئے تھے)

(۱۴) خاتم النبیین نبی آخر الزماں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ''کاتبین وحی''

(۱) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (۲) عمر فاروق رضی اللہ عنہ (۳) عثمان غنی بن عفان رضی اللہ عنہ

(۴) علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب (۵) ابی بن کعب رضی اللہ عنہ (یہ سب سے پہلے کاتب وحی ہیں)

(۶) زید رضی اللہ عنہ بن ثابت الانصاری (۷) معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ

(۸) حنظلہ بن الربیع الاسدی رضی اللہ عنہ (۹) خالد رضی اللہ عنہ بن سعید بن العاص

بلکہ زید رضی اللہ عنہ بن ثابت اور معاویہ رضی اللہ عنہ زیادہ پابندی سے لکھا کرتے تھے۔

دور نبوت کے حفاظ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

(۱) ابی بن کعب رضی اللہ عنہ (۲) معاذ رضی اللہ عنہ بن جبل (۳) ابوزید انصاری رضی اللہ عنہ (۴) ابوالدرداء رضی اللہ عنہ

(۵) زید بن ثابت رضی اللہ عنہ (۶) عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان (۷) تمیم الداری رضی اللہ عنہ

(۸) عبادہ رضی اللہ عنہ بن الصامت (۹) ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کفار کی گردن اڑانے والے صحابہ کرامؓ

(۱) سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ (۲) سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ (۳) عباد بن بشر رضی اللہ عنہ

(۴) ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ (۵) محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ

دور نبوت کے مفتیان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

(۱) حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ (۲) عمر فاروق رضی اللہ عنہ بن الخطاب

(۳) عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان (۴) علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب (۵) عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن عوف

(۶) ابی بن کعب رضی اللہ عنہ (۷) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (۸) معاذ رضی اللہ عنہ بن جبل

(۹) عمار رضی اللہ عنہ بن یاسر (۱۰) حذیفہ رضی اللہ عنہ (۱۱) زید رضی اللہ عنہ بن ثابت (۱۲) سلمان رضی اللہ عنہ

(۱۳)ابوالدرداء رضی اللہ عنہ (۱۴)ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ

مدینہ منورہ کے سات مشہور فقہاء

(۱)سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ (۲)ابوبکر رضی اللہ عنہ بن عبدالرحمن بن الحرث (۳) قاسم رضی اللہ عنہ

(۴)عبیداللہ رضی اللہ عنہ (۵) عروہ رضی اللہ عنہ (۶) سلیمان رضی اللہ عنہ (۷) خارجہ رضی اللہ عنہ

شیر خوارگی کی حالت میں گفتگو کرنے والے

(۱) صاحب جریج جس نے زنا سے برأت کا اظہار کیا تھا۔

(۲) سیدنا یوسف علیہ السلام کا گواہ جس نے زلیخا سے برأت کی تھی

(۳) ابن الماشطہ جس نے فرعون کو کفر سے ڈرایا تھا اور الماشطہ وہ خاتون ہے جس نے فرعون کو دودھ پلایا تھا

(۴) سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہ السلام انہوں نے اپنی ماں سیدہ مریم بنت عمران پر قوم کی طرف سے زنا کی تہمت کے بعد ان کی برأت کا اظہار کیا تھا۔

موت کے بعد گفتگو کرنے والے

(۱) یحییٰ بن زکریا علیہ السلام، جس وقت ان کی قوم نے انہیں ذبح کر دیا تھا

(۲) حبیب بن النجار، انہوں نے کہا تھا یالیت قومی یعلمون (کاش میری قوم مجھے پہچان لیتی)

(۳) جعفر طیار نے کہا تھا **لا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل الله اموا تا** (جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہید کر دیئے گئے ہیں انہیں مردہ مت سمجھو)

(۴) حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے کہا تھا۔ **وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون**. ''عنقریب ظالم لوگ جان لیں گے کہ وہ کس طرح بدلتے ہیں۔''

(حیات الحیوان، علامہ کمال الدین دمیریؒ)

رحم مادر میں اصل مدت سے زائد رہنے والے

(۱) سفیان بن حیان...... یہ جس وقت پیدا ہوئے چار سال کے تھے۔ گویا چار سال ماں کے

پیٹ میں رہے۔

(۲) محمد بن عبداللہ بن حسن الضحاک بن مزاحم...... یہ جس وقت پیدا ہوئے تو ۱۲ ماہ ماں کے پیٹ میں گزار چکے تھے۔

(۳) یحییٰ بن علی بن جابر البغوی

(۴) سلیمان الضحاک۔ یہ دو سال ماں کے پیٹ میں گزار چکے تھے۔

ائمہ مذاہب اربعہ

(۱) امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت انتقال ۱۵۰ھ بغداد میں ہوا۔ عمر ستر ۷۰ سال کی ہوئی

(۲) مالک بن انس ۹۰ھ میں پیدا ہوئے اور مدینہ منورہ میں ۱۷۹ء میں انتقال ہوا

(۳) امام شافعی ابوعبداللہ محمد بن ادریس ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے۔ مصر میں اواخر رجب ۲۰۴ھ میں انتقال ہوا۔

(۴) امام احمد بن حنبل، کنیت ابوعبداللہ تھی، بغداد میں ۲۴۱ھ ربیع الثانی میں انتقال ہوا۔

جلیل القدر محدثین کرام

(۱) امام ابوعبداللہ البخاریؒ بروز جمعہ ۱۳/شوال ۱۹۴ھ میں پیدا ہوئے اور عیدالفطر کی رات ۲۵۲ھ میں انتقال ہوا۔

(۲) امام مسلمؒ نیشاپوری ۲۵ رجب ۲۶۱ میں انتقال ہوا۔ عمر ۵۵ سال کی تھی۔

(۳) امام ابوداؤد بصرہ میں ماہ شوال ۲۷۵ھ میں انتقال ہوا۔

(۴) امام ابوعیسیٰ الترمذی۔ ۱۳/رجب ۲۶۹ھ میں ترمذ میں انتقال ہوا۔

(۵) امام ابوالحسن الدارقطنی ۳۰۶ھ میں پیدا ہوئے۔ ماہ ذی قعدہ ۳۸۵ھ میں بغداد میں وفات پائی۔

(۶) ابوعبدالرحمٰن النسائی ۳۰۳ھ میں وفات پائی۔

نمرود نامی چھ بادشاہ

(۱) نمرود بن کنعان بن حام بن نوح علیہ السلام...... جوان بادشاہوں میں تھا جن کو ساری

دنیا کی بادشاہت نصیب ہوئی اور یہ بادشاہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے زمانے کا ہے۔

(۲) نمرود بن کوشش بن کنعان بن حام بن نوح علیہ السلام...... یہ صاحب المنسو رتھا اس کا واقعہ مشہور ہے۔

(۳) نمرود بن ماش بن کنعان بن حام بن نوح علیہ السلام

(۴) نمرود بن سنجار بن نمرود بن کوش بن کنعان بن حام بن نوح علیہ السلام

(۵) پانچویں نمرود بن ساروع بن اغو بن ناغ

(۶) نمرود بن کنعان بن المصاص بن نقطا۔

تین فراعنہ مصر

(۱) فرعون سنان بن الاشعل بن علوان بن العمید بن عملیق...... یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں تھا۔

(۲) فرعون ریان بن الولید...... یہ سیدنا یوسف علیہ السلام کے زمانے کا ہے

(۳) فرعون الولید بن مصعب...... یہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کا ہے۔

عقل کا دائرۂ کار

علامہ ابن خلدونؒ فرماتے ہیں کہ عقل کی مثال اس ترازو کی سی ہے کہ جس سے سونا اور جواہرات تولے جائیں۔ اگر اس ترازو سے سونے چاندی کا وزن معلوم کرنا چاہو تو صحیح وزن معلوم کر سکتے ہو لیکن اگر اس ترازو سے پہاڑوں کو تولنا چاہو تو یہ ناممکن اور محال ہے۔

اسی طرح عقل سے اس کی دائرہ کی چیزیں معلوم ہو سکتی ہیں۔ لیکن اگر یہ چاہو کہ اس بے چاری اور کمزور عقل سے خداوند ذوالجلال کی ذات وصفات اور عالم غیب اور عالم ملکوت کی چیزوں کو معلوم کر لو تو یہ امر محال ہے۔ اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ عقل بے کار ہے ہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ بارگاہِ قدس اور عالم غیب کی چیزوں کے ادراک اور معرفت میں قاصر اور درماندہ ہے۔ اپنے محدود دائرہ کی چیزوں کے معلوم کرنے کی صحیح میزان ہے اس میں بے کار نہیں جیسے سونے چاندی تولنے کی ترازو فی حد ذاتہ صحیح میزان اور صحیح ترازو ہے سونے اور چاندی کا وزن ٹھیک بتلاتی ہے لیکن اس سے پہاڑوں کے وزن کا تصور کرنا حماقت ہے۔

(مقدمہ ابن خلدونؒ ص ۲۵۰، بحث علم الکلام)

☆

امتِ محمدیہ ﷺ کے علوم ومعارف

اسی طرح محمد رسول اللہ ﷺ کا ایک ایسی جاہل قوم کو کہ جو ہر قسم کی جہالت اور گمراہی میں گھری ہوئی تھی تعلیم دے کر ظلم اور تعدی کو عدل اور انصاف سے اور ان کے خشونت اور درشت مزاجی کو حلم اور بردباری سے اور ان کی جہالت کو علم اور معرفت سے اور ان کے باہمی بغض اور عداوت کو محبت اور الفت سے اور ان کی شقاوت اور ضلالت کو سعادت اور ہدایت سے اور ان کے عصیان کو اطاعت سے اور تفرق اور تشتت کو اجتماع سے ضعف کو قوت سے۔ خیانت کو امانت سے، اور فحش اور بے حیائی کو غیرت اور عفت اور احسان سے، رذائل کو شمائل سے بدل دینا اور علوم الٰہیات اور علوم نبوات اور علوم معاش ومعاد اور علوم اخلاق اور علوم عبادات اور علوم معاشرت اور علوم معاملات اور علوم

سیاست ملکیہ اور مدنیہ میں رشک افلاطون اور استاذ حکماء عالم بنادینا کیا یہ آنحضرت ﷺ کے کمال علم ومعرفت کی روشن اور کھلی دلیل نہیں۔

اعتبار نہ ہو تو علماء اسلام کی تصانیف کا تمام دنیا کے علماء مذاہب کی تصانیف سے مقابلہ اور موازنہ کرلیں اور خوب کرلیں وہ حقائق اور دقائق جو علماء اسلام کی تصانیف میں دریا کی طرح بہہ رہے ہیں ان کا ایک قطرہ بھی دیگر علماء مذہب کی تصانیف میں تا قیامِ قیامت انشاء اللہ العزیز ہرگز ہرگز نہ مل سکے گا۔

امت محمدیہ میں اس قسم کے علوم ومعارف اسرار ولطائف انوار و برکات خوارق وکرامات کا موجود رہنا یہ اس امر کی بین اور روشن دلیل ہے کہ ہنوز آپ کی نبوت باقی ہے اور آپ کی شریعت ابدی اور دائمی ہے۔ اس لیے کہ یہ سب کچھ آپ ہی کی نبوت کی تصدیق کی برکت اور آپ ہی کی شریعت کے اتباع کا ثمرہ ہے۔ اگر شریعت موسویہ عیسویہ ابدی ہے تو پھر بتلائیں کہ یہود ونصاریٰ کیوں ان علوم ومعارف اور انوار وکرامات سے یکسر محروم اور تہی دست ہیں اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ آپ کی شریعت تحریف وتبدیل سے بالکل پاک ہے اس لیے کہ تبدیل شدہ شریعت کا اتباع موجب خیر وبرکت نہیں ہوسکتا بلکہ وہ موجب لعنت ونقمت ہے۔

پس جس نبی کی امت کے علوم ومعارف کا یہ حال ہے تو اندازہ کرلو کہ خود اس نبی کے علوم ومعارف کا کیا حال ہوگا۔ امت تو اپنے نبی کے اجمالی علوم کی شرح اور تفصیل ہے ساڑھے تیرہ سو برس گذر گئے کہ امت محمدیہ کے علماء اپنے نبی امی فداہ نفسی وابی وامی کے علوم کی شرح اور اسی کی تفصیل اور اسی کی توضیح وتلویح میں لگے ہوئے ہیں مگر ہنوز شرح ناتمام ہے۔ دنیا کی تمام قومیں ساری امتیں مل کر یہ چاہیں کہ اپنے مذہب میں ابوحنیفہؒ اور مالکؒ جیسا فقیہ اور مجتہد اور بخاریؒ اور مسلمؒ جیسا حافظ اور حسن بصریؒ اور معروف کرخیؒ جیسا عابد وزاہد اور ابوالحسن اشعریؒ اور غزالیؒ اور رازیؒ جیسا متکلم دکھلاسکیں تو ناممکن اور محال ہے اور اگر ہے تو دکھلائیں اور بتلائیں، خدا کی قسم نہیں دکھلا سکتے۔

"وتلک یمین لست فیھا باثم" (یہ وہ قسم ہے جس میں میں جھوٹا اور گناہ گار نہیں)

(علم الکلام، شیخ المحدثین مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ)

......☆......

حب جاہ و مال کی کثرت

زمین کے مزاج میں جب کوئی خرابی آتی ہے تو اس کی وجہ سے زمین پر زلزلے آتے ہیں۔ جس سے زمین شق ہو جاتی ہے۔ بہت سے لوگ اس میں قارون کی طرح دھنسا دیئے جاتے ہیں اور بہت سی بستیاں اس میں بیٹھ جاتی ہیں یہ زلزلہ زمین کے حق میں بمنزلہ تپ اور لرزہ کے معلوم ہوتا ہے ایک ہی زمین ہوتی ہے کہ اس میں عرصہ تک خوب پیداوار ہوتی ہے مگر چند سال کے لیے پیداوار رک جاتی ہے کسی سال میں درخت ثمر دار خوب بار آور ہوتا ہے اور کسی سال ایسا نہیں ہوتا۔ یہ تمام صورتیں زمین کے مزاج میں فساد آنے کے باعث پیدا ہوتی ہیں۔ برسات کا کثرت سے ہونا، اولے پڑنا پانی کے مزاج کی خرابی پر دلالت کرتے ہیں اور بجلی کا گرنا اور دمدار ستاروں کا نظر آنا کرۂ نار یعنی طبقۂ آگ کی خرابی پر دلالت کرتا ہے۔

اور چاند سورج کا گہن یہ عالم کے لیے بمنزلہ آشوب چشم کے ہے اور جس طرح انسان ظاہری امراض کے علاوہ باطنی امراض میں مبتلا ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ عالم بھی ان ظاہری امراض کے علاوہ جن کا اوپر ذکر ہوا باطنی امراض میں مبتلا ہوتا ہے بلکہ باطنی امراض ظاہری امراض سے کہیں زائد ہیں۔ اکثر بنی آدم کا بد اخلاق ہونا اور ان سے افعال ناپسندیدہ کا سرزد ہونا یہ عالم کے حق میں باطنی امراض ہیں۔ دنیا میں زنا اور سرقہ کی اتنی کثرت نہیں جتنا کہ حب جاہ اور حب مال اعجاب اور استکبار تحاسد اور تباغض تفاخر اور تنافر وغیرہ کی کثرت ہے۔ دنیا میں اگر کوئی مرض بھی نہ ہو تو حق جل شانہٗ سے غفلت بھی ایک ایسا مرض ہے کہ ہلاک کرنے کے لئے کافی ہے۔ (ایضاً)

☆

مادر مہربان اور رب رحمان

جس ماں نے بچے کو ہزار ناز و نعمت میں پرورش کیا ہو اگر وہ بچہ ماں کی اطاعت نہ کرے تو ماں اس کو گھر سے نکال کر دروازہ بند کر لیتی ہے لیکن اگر وہ بچہ یہ سمجھ کر کہ میں نے غلطی کی۔ مادر مہربان سے زائد میرے لئے کوئی شفقت اور مہربانی کرنے والا نہیں۔ یہ سمجھ کر نہایت ندامت اور

شرمساری کے ساتھ واپس ہوا، اور دروازہ کی چوکھٹ پر سر رکھ کر نہایت ندامت کے ساتھ اپنے قصور کی معذرت کرنے لگا، اور یہ کہنے لگا کہ اے ماں تجھ سے زائد میرا کوئی شفیق اور مربی نہیں مجھ سے قصور ہوا آئندہ سے ایسا نہ ہوگا اس وقت ماں کی مسرت اور خوشی کا حال نہ پوچھو کہ اس کا بھاگا ہوا لخت جگر اور نورِ بصر پھر واپس آ گیا۔ فرطِ مسرت اور جوشِ محبت میں بچے کو سینہ سے چمٹا لیتی ہے۔ اور یہ کہتی ہے کہ اے میرے نادان بچے تو کہاں چلا گیا تھا۔ میرے سوا تیرا کہاں ٹھکانہ تھا۔ مجھ سے زائد تیرا کون شفیق اور مہربان اور خیر خواہ اور ہمدرد تھا۔

اسی طرح جب خدا کا بھاگا ہوا بندہ اور اس کا حبیب مخصوص اس کے جود و کرم اور اس کے بے شمار آلاء و نعم کو یاد کر کے پھر واپس آتا ہے اور خدا کے در پر سر رکھ کر نہایت تضرع اور زاری اور عجز و انکساری، ندامت اور شرمساری سے اپنے قصور کی معافی چاہتا ہے اور یہ عرض کرتا ہے کہ اے میرے پروردگار تیرے سوا میرا کوئی ماویٰ و ملجا نہیں تیرے سوا میرا کوئی سہارا اور پناہ نہیں۔ تو ارحم الراحمین اور تواب و رحیم اور جواد کریم ہے۔ ہم تیرے فضل کے محتاج ہیں اور تو ہمارے عقاب سے مستغنی اور بے نیاز ہے۔ تیری بارگاہ میں عفو انتقام سے زیادہ محبوب ہے رحمت عقوبت سے زیادہ پسندیدہ ہے فضل عدل سے زیادہ تجھ کو عزیز اور پیارا ہے۔

اس وقت حق جل شانہ کی رحمت واسعہ کا دریا اس قدر جوش میں آ جاتا ہے کہ ماں کے جوشِ محبت کو اس کے دریائے رحمت سے وہ نسبت بھی نہیں ہوتی جو ایک قطرہ کو دریا کے ساتھ ہے کیونکہ وہ ارحم الراحمین ماں سے کہیں زائد مہربان ہے۔

(علم الکلام، از مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ)

......☆......

ایک منکر حدیث سے گفتگو

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ (م ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء) فرماتے ہیں:

''میں ایک دفعہ یہیں پاکستان میں کراچی سے لاہور آ رہا تھا۔ ریل کا سفر تھا۔ اسی گاڑی

میں ایک صاحب سوار ہوئے جو اپ ٹو ڈیٹ قسم کے آدمی تھے۔ انہوں نے اس قدر نیازمندی سے میرے ساتھ برتاؤ کیا اور اتنی خدمت کی کہ ذرا میں لوٹے کی طرف ہاتھ بڑھاؤں تو فوراً پانی بھر کر لائیں اور کسی چیز کا اشارہ بھی کروں سمجھ جائیں، وہ لا کر رکھ دیں۔ بہت بڑی خدمت کی، خیر کئی گھنٹے تک وہ بیچارے محبت سے خدمت کرتے رہے۔ میرے دل میں قدر ہوئی کہ بھئی بالکل ہی جدید تعلیمیافتہ اور نوفکر آدمی اور اس طالب علم کے آگے اس قدر محبت سے پیش آئے، بڑی دل میں قدر ہوئی۔

وہ تھے اصل میں منکرِ حدیث۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ مجھے انکارِ حدیث (کی بحث وتمحیص) کے اوپر لائیں۔ اس لیے خدمت کو انہوں نے پیش خیمہ بنایا آخیر میں انہوں نے اپنا مقصد ظاہر کیا ـــــ احادیث پر کچھ اعتراضات کرنے شروع کیے کہ وہ قابلِ اعتبار نہیں۔ اک تاریخ کا درجہ رکھتی ہیں۔

"میں نے کہا، آپ کسی چیز کو مانتے بھی ہیں؟ کہنے لگے قرآن ـــــ مَیں نے کہا، قرآن کا قرآن ہونا آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ کیا آپ پر وحی آ گئی تھی کہ یہ قرآن ہے۔ کیسے پتہ چلا؟ کہنے لگے اللہ کے رسول کے ارشاد سے ـــــ میں نے کہا، وہ ارشاد ہی تو حدیث ہے، تو قرآن کا قرآن ہونا تو حدیث پر موقوف ہے۔ حدیث کا آپ انکار کر دیں گے تو کون سی شرط ہے قرآن کے قرآن ہونے کی؟ کیسے آپ انکار کرتے ہیں؟ تو وہ چپ ہو گئے۔

کہنے لگے کہ دل سے تو حدیث کا انکار واقعی مشکل ہے۔ باقی حدیثیں ایسی بھی ہیں کہ بعض قابلِ اعتبار نہیں ـــــ تو میں نے کہا کہ جس کو تو آپ نے مان لیا آپ مصر کیوں ہیں کہ حدیث کی قسمیں ہیں ـــــ میں نے کہا جہاں تک حدیث کی قسمیں ہیں محدثین نے خود ان کی صراحت کی ہے ـــــ کہ ہر حدیث کا ایک درجہ نہیں ہے۔

جو حدیث متواتر ہے اور تواتر سے ثابت ہے وہ مورثِ یقین ہے اس کا انکار ایسا ہی ہے جیسے قرآن کا انکار۔ قرآن کی ایک آیت کا آدمی انکار کر دے تو اسلام سے خارج ہو جاتا ہے حدیثِ متواتر کے انکار سے بھی دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔

دوسرے درجہ کی حدیث، حدیثِ مشہور ہے۔ وہ اگر مورثِ یقین نہیں تو ظنِ غالب کی

مورث تو ہے ہی۔ ظنِ غالب تو پیدا ہوگا اور ظنِ غالب پر ہزاروں احکام کا مدار ہے تو وہ بھی حجت ہو گی۔

تیسرا درجہ خبرِ واحد کا ہے۔ وہ اگر ظنِ غالب نہیں تو مطلق ظن تو پیدا کرتی ہے اور ظن سے انکار نہیں کیا جا سکتا ___ بہت سے احکام ظن اور گمان پر مبنی ہیں کہ آدمی آنکھ سے نہیں دیکھ سکتا۔ وضو میں پیروں کا دھونا ضروری ہے اور ذرا بھی خشک رہ جائے وضو نہیں ہوگا، لیکن آپ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ ایڑی دھل گئی ہے یا نہیں؟ آپ دیکھ ہی نہیں سکتے۔ ظنِ غالب ہی تو ہوتا ہے کہ پیر دُھل گیا۔ اس ظنِ غالب پر شریعت بھی حکم دیتی ہے کہ ہاں دُھل گیا۔ وضو ہو گیا ___ تو بہت سے احکام کا مدار ظن پر بھی ہوتا ہے، تو حدیث اگر ظن ہی پیدا کر دے وہ بھی حجت کی شان رکھتی ہے۔ آپ کا گمان جب فعل کے جائز ہونے پر حجت بن جاتا ہے تو حدیث اگر ظن ہی پیدا کرے تو وہ کیوں حجت نہیں بنے گی؟ تو میں نے کہا یہ تو خود محدثین نے تصریح کر دی ہے کہ ہر حدیث ایک درجے کی نہیں ہے ___ تو جنسِ حدیث کو آپ نے مان لیا۔ اقسامِ حدیث قابلِ اعتراض ہیں تو خود محدثین ہی تقسیم کرتے ہیں۔ اب آپ کو اعتراض کیا ہے؟ کہنے لگے اب تو کچھ اعتراض نہیں۔ میں نے کہا اب حدیث ___ کا انکار نہیں کرو گے؟ کہنے لگے نہیں اب نہیں کروں گا ___ تو لاہور آتے آتے ان کا خیال درست ہو گیا۔"

(خطباتِ حکیم الاسلام ج ۱ ص ۷۷ تا ۷۹)

......☆......

اسلامی اعتقادات کی سائنسی تصدیقات

امتِ مسلمہ نے اعتقادات کا یہ مسئلہ پیش کیا کہ قیامت کے دن انسان کے تمام اعضاء بدن اپنے کئے ہوئے اعمال پر خود بول اٹھیں گے اور بدن کا رواں رُواں انسانی کرتوتوں پر گواہ بن جائے گا تو مادہ پرست معترض ہو گئے کہ بدن کی کھال ہڈیاں اور گوشت پوست کیسے بول سکتے ہیں؟

لیکن گراموفون کی ایجاد نے انہیں سمجھا دیا کہ مسالہ کے ایک سیاہ رنگ ریکارڈ کو اگر ایک چھوٹی سی سوئی سے چھیڑ دیا جائے تو وہ فوراً سب کچھ بتلا دیتا ہے جو اس میں بھر دیا گیا ہے، تو کیا بعید

ہے کہ انسانی جسم بھی جو اِس کی پوری زندگی کا ایک پورا ریکارڈ ہے، قدرت الٰہی کی سوئی لگتے ہی بجنا شروع ہو جائے اور وہ سب کچھ اگل دے جو انسان نے اپنے اعمال سے اس میں بھر دیا ہے۔

(تعلیمات اسلام اور مسیحی اقوام، حکیم الاسلام قاری محمد طیبؒ)

......(۲)......

واقعۂ معراج کی برق رفتاری پر بھی اعتراض کیا گیا' لیکن موجودہ دور کے بلند پرواز سائنس دانوں اور ماہرین ہیئت نے نہ صرف انسان کو چاند پر پہنچا دیا بلکہ خلا میں بستیاں آباد کرنے کے منصوبے بنانے شروع کر دیئے اور اس طرح ایک عام انسان کے خلائی سفر کے ثبوت مہیا کر دیئے۔ (ایضاً)

......(۳)......

حضرت عمر نے جب سینکڑوں میل دور مصروف جنگ اپنے سپہ سالار ''ساریہ'' کو اپنی آواز پہنچا کر کہا! ''اے ساریہ پہاڑ کی آڑ لے لے'' تو عقیل رو گئیں اس کا ادراک نہ کر سکیں لیکن وائرلیس کی ایجاد نے انہیں اس غیر معمولی کارنامہ کو ماننے پر مجبور کر دیا۔

......(۴)......

قرآن نے ہمیں یقین دلایا کہ تم نے اور تم سے پہلے سارے انسانوں نے جو کچھ بھی زبان سے نکالا ہے' وہ محفوظ ہے اور بالآخر وہ تمام آوازیں تمہارے سامنے آ جائیں گی' جو چودہ سال بعد سائنس دانوں نے یہ ثابت کر دیا کہ دنیا کی اب تک کی آوازیں فضا میں موجود ہیں جو جدید آلات کے ذریعے ہمارے کانوں تک آنے لگی ہیں' کیا عجب کہ ایک دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وہ خطبہ دریافت ہو جائے جو انہوں نے اپنے حواریوں کو دیا تھا' گویا اس انکشاف نے نہ صرف آوازوں کا محفوظ ہونا تسلیم کرالیا' بلکہ عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ آمد کی تمہید بھی ڈال دی۔ (ایضاً)

......(۵)......

اسلام نے خبر دی کہ درخت تسبیح وصلوٰۃ میں مصروف ہوتے ہیں' اس کو ماہرین نباتات نے ثابت کر دیا اور کہا کہ پودے دیکھتے ہیں' سنتے ہیں آپس میں گفتگو کرتے ہیں' بیمار و تندرست ہوتے ہیں' سوتے، جاگتے ہیں' حتیٰ کہ عشق و محبت کے جذبات بھی ان میں سرایت کرتے ہیں۔ (ایضاً)

......(۶)......

اسی طرح فرمایا گیا کہ "تمہارے وہ اعمال جنہیں کرنے کے بعد تم ہوا میں گمشدہ اور معدوم تصور کرتے ہو اسی طرح محفوظ ہیں اور یوم حشر انہیں تولا جائے گا"

آج کل ہر چیز تولی جارہی ہے بلکہ ہوا تولی جانے لگی ہے اور وزن کر کے بھری جاتی ہے۔

(ایضاً)

......(۷)......

اسی طرح روایت صحیحہ کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ مبارک چاک کر کے فرشتوں نے اس میں علم وحکمت اور نور ومعرفت بھرا اور پھر سینہ مبارک بدستور درست کر دیا' آج کل بعینہٖ یہی کچھ ہو رہا ہے' ماہر سرجن انسانی سینہ چاک کرتے ہیں، دل' جگر' پتہ اور دیگر متاثرہ اعضا کی مرمت کرتے ہیں اور پھر سینے کو بند کر کے برابر کر دیتے ہیں' یوں جوں جوں انکشافات کا سلسلہ وسیع ہوتا جارہا ہے اسلام کی حقانیت واضح اور اس کے دعوے پایۂ ثبوت کو پہنچتے جارہے ہیں۔

(تعلیماتِ اسلام اور مسیحی اقوام از قاری محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند)

......☆......

قرآن کے سائنسی خیالات

قرآن کے سائنسی خیالات نے مجھے محو حیرت کر دیا۔ اس وقت تک میں نے یہ سوچا بھی نہیں تھا کہ تیرہ سو سال پہلے کی تحریریں جس میں انتہائی مختلف النوع مضامین بیان ہوئے ہیں' جدید سائنسی معلومات سے کلی طور پر ہم آہنگ ہوں گے۔ میری رائے میں اس کے لئے کوئی تاویل ممکن نہیں کہ جس زمانہ میں "ڈیگو گوبرت" (۶۳۹ ـ ۶۲۹ء) فرانس میں حکومت کر رہا تھا' اس وقت جزیرۃ العرب کا ایک باشندہ بعض موضوعات پر ایسی سائنسی معلومات رکھتا ہو جو ہمارے زمانے سے بھی دس صدی بعد کے دور سے تعلق رکھتی ہوں۔

میں نے کوشش کی ہے کہ قرآن میں ان حوادث کا ذکر بھی تلاش کروں جن تک انسانی فہم وادراک کی رسائی ہے لیکن جن کو جدید سائنس نے تسلیم نہیں کیا' میرے خیال میں مجھے قرآن میں

کائنات کے ایسے سیارگان کا ذکر ملا ہے جو کرۂ ارض کے مشابہ ہیں اور یہاں یہ اضافہ کردینا ضروری ہے کہ بہت سے سائنسدان اس کو مکمل طور پر قابلِ عمل سمجھتے ہیں۔

قرآن کا یہ مطالعہ اگر تیس سال پہلے کیا ہوتا تو اس کے ساتھ خلا کی تسخیر کے واقعہ کا اضافہ کرنا ضروری ہوتا، جس کی پیشین گوئی قرآن میں کی گئی ہے۔ اسی طرح قرآن کی ایک آیت کی طرف بالکل جائز طور پر زیادہ توجہ دی جاسکتی ہے۔ جس میں بتایا گیا ہے کہ حیات کی ابتداء پانی سے ہوئی۔

اس وقت ہم ان پانچ مخصوص نکات کا جائزہ لیں گے جن پر تخلیق سے متعلق قرآن میں معلومات فراہم کی گئی ہیں۔

۱۔ آسمان و زمین کے چھ ادوار، قرآن کے بموجب اجرام سماوی اور زمین کی تشکیل اور مؤخر الذکر کی ترقی پر محیط ہیں۔ یہاں تک کہ وہ (مع اپنے سامان زیست کے) انسان کا مسکن بنی اور جہاں تک زمین کا تعلق ہے اس کے جن حوادث کا قرآن میں ذکر کیا گیا ہے وہ چار ادوار میں رونما ہوئے غالباً ان سے وہ چار اراضیاتی ادوار مراد لئے جائیں گے جن کا جدید سائنس میں ذکر ہے۔ لیکن یہ بات قابل غور ہے کہ اجرام سماوی اور زمین کی تشکیل جیسا کہ سورۃ ۴۱ کی آیات ۹ تا ۱۲ میں بیان کیا گیا ہے دو کیفیات کی طالب ہے۔ اگر ہم سورج اور اس کی ذیلی تخلیق زمین کو بطور مثال سامنے رکھیں تو اس کے بارے میں سائنس ہمیں یہ اطلاع بہم پہنچاتی ہے کہ ان کی تشکیل ابتدائی قسم کے ''سدیم'' کے انجماد اور بعد میں ان کے ایک دوسرے سے علیحدگی کے عمل سے ہوئی۔

یہ وہی بات ہے جس کو قرآن نہایت صاف طور پر بتاتا ہے جب وہ ایک سماوی دخان سے شروع کر کے اس عمل کا حوالہ دیتا ہے جس سے مختلف مادوں کی آمیزش (رتق) ہوئی جس کے نتیجہ میں وہ ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ (فتق)

۲۔ سائنس ایک ستارے (جیسے سورج) اور اس کے طفیلی (جیسے زمین) کی تشکیل کے دو مدارج کے باہم ملے ہونے کو ظاہر کرتی ہے۔ آپس کا یہ تعلق قرآن کے متن میں یقیناً نہایت نمایاں ہے۔

۳۔ کائنات کے ابتدائی مرحلے میں ''دخان'' کی موجودگی جس کا حوالہ قرآن میں موجود ہے اور جس سے مراد مادہ کی زیادہ تر گیسی حالت ہے۔ صریحاً اس ابتدائی ''سدیم'' کے تصور سے مطابقت رکھتا ہے جو جدید سائنس نے پیش کیا ہے۔

۴۔ سماوات کا تعدد جس کی تعداد قرآن نے سات بتائی ہے۔ سماوات اور ارض کے بیچ میں ایک درمیانی تخلیق کے وجود کو جس کا ذکر قرآن میں ہوا ہے۔ مادہ کے ان ''قناطر'' یعنی پلوں کی دریافت سے مماثل قرار دیا جاسکتا ہے۔ جو با قاعدہ فلکیاتی نظاموں کے ماوراء موجود ہے۔

ان کے علاوہ علم ہیئت' اجرام سماوی کی نوعیت' چاند سورج کے مداروں کا وجود' وسعت کائنات کرہ باد میں بجلی' عالم حیوانی اور عالم نباتات' عمل تخلیقِ انسانی کی تشریح' طوفانِ نوح' اور دیگر کئی اہم موضوعات پر قرآن کی توجیہ اور تشریح سے یہ واضح ہوتا ہے کہ قرآن کے لئے کوئی بشری توضیح وتشریح ممکن نہیں۔ (بائبل' قرآن اور سائنس۔ از موریس بوکائیٹے)

☆

''قرآن'' میں خداوند کریم نے فرعون کے متعلق فرمایا! (ترجمہ)

''اب ایمان لاتا ہے۔ حالانکہ اس سے پہلے تک تو نافرمانی کرتا رہا اور فساد کرنے والوں میں سے تھا۔ اب تو ہم صرف تیری لاش ہی کو بچائیں گے۔ تا کہ تو بعد کی نسلوں کے لیے نشانِ عبرت بنے' اگر چہ بہت سے ایسے انسان ہیں جو ہماری نشانیوں سے غفلت برتتے ہیں۔''

جدید سائنس نے اس فرعون کی ممی دریافت کر کے دنیا کو حیرت زدہ کر دیا' جو لوگ صحف مقدس کی صداقت کے لیے جدید معلومات میں ثبوت تلاش کرتے ہیں وہ مصری عجائب گھر قاہرہ کے شاہی ممی خانہ کا معائنہ کر کے فرعون کے جسم سے متعلق آیاتِ قرآنی کی ایک شاندار مثال کا مشاہدہ کر سکتے ہیں۔

(بائبل' قرآن اور سائنس۔ از موریس بوکائیٹے)

☆

فقیہ الامت مفتی محمود الحسن گنگوہی کے ملفوظات

دار العلوم دیوبند میں ایک دیہاتی میواتی کی تقریر

حضرت مولانا الیاس صاحبؒ ایک مرتبہ دار العلوم دیوبند تشریف لائے۔ بڑے جوش میں تھے تمام اساتذہ دار العلوم کو جمع فرمایا پھر ایک میواتی دیہاتی کو جو آپ کے ساتھ تھا تقریر کے لئے کہا' اس نے معذرت کی' حضرت کے مقرر فرمانے پر وہ کھڑا ہوا' اور کہا دیکھو جی تقریر تو مجھے کرنی آتینا' حضرت کا حکم ہے وہ امیر ہیں اور امیر کی اطاعت ضروری' اس لئے کھڑا ہو گیا ہوں ایک بات تم سے کہتا ہوں۔ وہ یہ کہ اگر کسی زمیندار کے دو چھورے ہوں ایک بڑا چھورو ایک چھوٹا چھورو اور وہ بڑے کو کہے کہ یہ مٹکی مکھن کی تقسیم کرو اور وہ یہ کہہ دے میں تو کام میں لگا ہوا ہوں مجھے فرصت نا' اور واقعۃً ہے بھی وہ کام میں لگا ہوا' پھر وہ چھوٹے چھورو کو کہے جس سے اس مٹکی کا اٹھنا مشکل ہے اور وہ اٹھا کر لائے مگر ہاتھ سے درمیان میں چھوٹ کر گر پڑے اور پھوٹ جائے تو تم بتاؤ زمیندار کس پر خفا ہوگا؟ ظاہر ہے کہ بڑے چھورو پر خفا ہوگا کہ کام اس کے کرنے کا تھا...... اسی طرح آپ لوگ بڑے چھورو ہو اور ہم چھوٹے چھورو ہیں اب یہ دین کی مٹکی تم اٹھاتے نا...... عذر کرتے ہو کہ ہمیں فرصت نا...... ہم دوسرا کام کر رہے ہیں' ہم کمزوروں نے اٹھالی ہے گرے گی تو پکڑ تمہاری ہوگی ہم سے تو وہ خراب ہی ہوگی۔

......☆......

مرضِ نسیان کے چھ اسباب

ارشاد فرمایا کہ شامی ص ج ۱ ۵۰۱ پر ہے "ست تورث النسیان" یعنی چھ ۶ چیزیں نسیان پیدا کرتی ہیں۔

(۱) چوہے کا جھوٹا کھانا۔

(۲) زندہ جوں کا زمین پر چھوڑ دینا۔

(۳) ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنا۔

(۴) اونٹوں کی قطار کے درمیان آنا۔

(۵) مصطگی چبانا۔

(۶) ترش سیب کھانا۔

بعض لوگوں نے ان کے علاوہ بھی کچھ چیزیں ذکر کی ہیں ان میں سے دنیا کے سبب رنج وغم ہے' تیز گرم روٹی کھانا ہے' معاصی میں مبتلا ہونا ہے' پھر فرمایا کہ حضرت امام شافعیؒ نے اپنے استاذ حضرت وکیعؒ سے سوء حفظ کی شکایت کی تھی تو انہوں نے ترک معاصی کی تلقین کی جس کو امام شافعیؒ نے اس طرح نظم کیا ہے۔

شکوت الی وکیع سوء حفظی

فاوصانی الی ترک المعاصی

فان العلم نور من الٰھی

ونور اللہ لایعطی لعاصی

☆

ابن تیمیہؒ اور ابن قیمؒ کے بارے میں اکابر کا قول

ارشاد فرمایا کہ اکابر نے ابن تیمیہؒ اور ان کے تلمیذ ابن قیمؒ کے بارے میں کہا ہے "علمھما اکثر من عقلھما" کہ ان کا علم ان کی عقل سے زائد ہے۔ جس کا مطلب ظاہر ہے جس حدیث میں حق تعالیٰ شانہ کے سمائے دنیا پر نازل ہونے کا تذکرہ ہے اس کے بارے میں کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ کا نزول اس طرح ہوتا ہے۔ اور منبر کے اوپر کی سیڑھی پر بیٹھ کر اس سے اتر کر بتاتے ہیں گویا حق تعالیٰ کا نزول اس طرح ہوتا ہے۔ اور منبر کے اوپر کی سیڑھی پر بیٹھ کر اس سے اتر کر بتاتے ہیں گویا حق تعالیٰ شانہ بشانہ کے لئے جسم ثابت کرتے ہیں۔ تجسیم کے قائل ہیں۔

☆

ابن خلکانؒ کی وجہ تسمیہ

فرمایا کہ مورخ ابن خلکان کو اس نام سے موسوم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ موصوف کا تکیہ کلام کان تھا وہ بات بات میں کان کہتے تھے ان سے اس کان کو چھوڑانے کے لیے کہا گیا خل کان اس سے ان کا یہ نام مشہور ہو گیا۔

☆

جمل اور ابل کی تفسیر

فرمایا کہ مولانا عبدالحق صاحب حقانی بھی مولانا گنج مرادآبادی کی خدمت میں حاضر ہوئے تو فرمایا کہ آپ بڑے مفسر ہیں قرآن شریف کی تفسیر (تفسیر حقانی) بھی آپ نے لکھی ہے پھر پوچھا کہ اچھا آپ نے سورۂ اعراف کی آیت "**ولا یدخلون الجنة حتی یلج الجمل فی سم الخیاط**" میں جمل کی کیا تفسیر کی ہے عرض کیا اونٹ سے۔ فرمایا کہ اس جگہ اونٹ مراد نہیں موٹا رسا مراد ہے اس لئے کہ اونٹ سوئی کے ناکہ میں داخل ہونے والی چیز کی جنس سے نہیں البتہ موٹا رسا جس سے رسی باندھی جاتی ہے اس کی جنس سے ہے اس لئے جمل سے یہاں اونٹ مراد نہیں موٹا رسا مراد ہے۔ پھر پوچھا کہ اچھا سورۂ غاشیہ کی آیت "**افلاینظرون الی الابل کیف خلقت**" میں ابل کی کیا تفسیر کی ہے؟ عرض کیا اونٹ سے تفسیر کی ہے۔ تو فرمایا کہ یہاں بھی اونٹ مراد نہیں بلکہ بادل مراد ہے اس لئے کہ یہاں کائنات کی عظیم ترین اشیاء سماوات وارض وجبال کا تذکرہ ہے ان کے ساتھ اونٹ کا کیا جوڑ؟ البتہ بادل ان کے مناسب ہے کہ آسمان و زمین کے درمیان معلق رہتا ہے اس کے بعد حضرت دام مجدہ نے فرمایا کہ جمل کے معنی اونٹ اور موٹا رسہ اسی طرح ابل کے معنی اونٹ اور بادل دونوں کتب لغت میں ذکر کئے گئے ہیں۔

☆

"اللہ میاں" لکھنے پر مولانا احمد رضا کا اعتراض اور اسکا جواب

فرمایا رضا خانیوں نے ایک مناظرہ میں کہا فتاویٰ رشیدیہ میں جگہ جگہ لکھا ہوا ہے اللہ میاں'

اللہ میاں۔ اللہ تعالیٰ کو اللہ میاں کہنا ناجائز ہے۔ میں نے کہا بھئی کیوں ناجائز ہے؟ انہوں نے کہا کہ مولانا احمد رضا خانصاحب نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو میاں کہنا بے ادبی اور گستاخی ہے کیونکہ ''میاں'' کے تین معنی ہیں۔ ایک معنی ہیں ''شوہر''۔ یہاں یہ معنی مراد لینا غلط ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی کا شوہر نہیں۔ دوسرے معنی ''دلال'' ہیں جو کسی مرد اور عورت کے درمیان ناجائز تعلقات کرائے اِدھر سے بھی فیس لے اُدھر سے بھی فیس لے۔ یہ معنی بھی درست نہیں۔ تیسرے معنی ہیں ''آقا''۔ یہ معنی صحیح ہو سکتے ہیں۔ مگر جب اوّل دو معنی شانِ خداوندی کے خلاف ہیں تو ایسا موہم لفظ بولنا درست نہیں۔ جیسے "یاایها الذین امنوا لا تقولوا راعنا" (الآیہ) راعنا کے ایک معنی صحابہ مراد لیتے تھے (یعنی ہماری رعایت کیجئے) وہ صحیح تھے۔ ایک معنی یہودی مراد لیتے تھے (ہمارے چرواہے) وہ غلط تھے۔

حق تعالیٰ نے ایسا لفظ بولنے سے منع کر دیا کیونکہ دوسرے غلط معنی کا احتمال ہے۔ لہٰذا فتاویٰ رشیدیہ میں جو لکھا ہے اللہ میاں' اللہ میاں یہ غلط اور ناجائز ہے۔ اس پر میں نے کہا کہ اعلیٰ حضرت احمد رضا خانصاحب نے اپنے دو بیٹوں کو کچھ وصیتیں کی ہیں۔ اس میں لکھتے ہیں بڑے میاں' چھوٹے میاں۔ بڑے بیٹے کو بڑے میاں' چھوٹے بیٹے کو چھوٹے میاں۔ پہلے معلوم ہو چکا میاں کے تین معنی ہیں۔ ایک معنی شوہر۔ وہ تو یہاں مراد ہو نہیں سکتے۔ اس واسطے کہ خانصاحب بھی مرد' بیٹے بھی مرد۔ مرد کا شوہر مرد نہیں ہو سکتا۔ قرآن میں کہا گیا ہے "نساء کم حرث لکم" تمہاری عورتیں تمہارے لئے حرث (کھیتی) ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ مرد حرث نہیں لہٰذا یہ معنی تو یہاں مراد ہو نہیں سکتے۔ نیز ارشاد ہے "فانکحوا ما طاب لکم من النساء" مردوں کو حکم ہے کہ عورتوں سے نکاح کریں۔ یہ نہیں کہا گیا کہ مرد مردوں سے نکاح کریں۔ اور اگر خانصاحب کو عورت فرض کیا جائے تو بھی یہاں یہ معنی مراد نہیں ہو سکتے اس واسطے کہ خانصاحب ہو گی بیوی' بیٹے ہوں گے شوہر ماں کو بیوی بنانا لازم آئے گا جو سخت گالی ہے۔ عوام میں بھی مشہور ہے' قرآن پاک میں بھی ہے "حرمت علیکم امھتکم" تم پر تمہاری مائیں حرام ہیں۔ پس خانصاحب عورت اور بیٹے شوہر فرض کئے جائیں تو بھی یہ نکاح ناجائز ہے۔

علاوہ ازیں ایک وقت میں ایک عورت کے دو شوہر ہو بھی نہیں سکتے دوسرے معنی آقا

کے ہیں۔ وہ بھی یہاں مراد نہیں ہو سکتے کیونکہ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ بیٹے ہوئے آقا اور اعلیٰ حضرت غلام ہوئے۔ سوال ہوگا یہ غلام بیٹوں کی ملکیت میں کہاں سے آیا۔ کہیں بازار سے خرید کر لائے یا کہیں سے میراث میں ملا' یا جہاد میں گرفتار کر کے لائے آخر اس عبد مشترک کی کیا حیثیت ہے۔ پس یہ معنی بھی مراد نہیں ہو سکتے۔ لامحالہ وہ تیسرے معنی ''دلال'' کے متعین ہو گئے۔ جس سے پتہ چلا گھر میں آمدنی کا ذریعہ کیا تھا۔ پھر فرمایا کہ ہمارے ایک دوست تھے ایک دفعہ انہوں نے کہا لغت کی کتابیں منگاؤ تا کہ میاں کے معنی دیکھوں۔ میں نے کہا بگھارتے رہئے آپ لغت کی کتاب۔ میاں کے معنی تلاش کرتے رہئے مگر آپ کو ملنے کے نہیں۔

☆

بکرے کی حلت اور سؤر کی حرمت پر پنڈت سے گفتگو

ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک پنڈت میرے پاس آیا۔ کبھی کبھی آیا کرتا تھا۔ کہنے لگا مولوی صاحب آپ کے مذہب میں ایک مسئلہ بڑا عجیب ہے میں نے کہا ہم سارے ہی عجیب ہیں آپ نے دیکھا ہی کیا ہے بتلایئے؟ اس نے کہا دو جانور ایک صورت شکل کے ایک کو آپ حلال کہتے ہیں ایک کو حرام کہتے ہیں یعنی بکرا اور سور ایک طرح کے ہیں مگر آپ ایک کو حلال کہتے ہو ایک کو حرام اس کی کیا وجہ ہے؟ میں نے کہا پنڈت جی ذرا جواب کڑوا ہے ناگوار نہ گزرے' اس نے کہا ہوگا ہی نہیں جواب' میں نے کہا جواب تو ایسا ہے کہ اگر سمجھ میں آ گیا تو ناک کے بال بھی جل جائیں گے منہ سے حلق تک سب چھل جائے گا اور زندگی بھر کبھی یہ سوال زبان پر نہیں لاؤ گے۔ لیکن چونکہ آپ سے تعلق ہے اس لئے زیادہ کڑوے اجزاء نکال کر ہلکی کڑواہٹ کے ساتھ پیش کرتا ہوں۔ سنئے۔ کون اندھا ہے جو بکرے اور سور کو ایک جیسا کہہ دے گا (میں نے اپنی طرف اشارہ کر کے کہا)

بکرے کے داڑھی ہے سؤر کے داڑھی نہیں۔

بکرا گھاس پات کھاتا ہے۔ سور پاخانہ اور دوسری غلاظتیں کھاتا ہے۔

بکری کے تھن دو ہوتے ہیں اور سورنی کے زیادہ بکری کے تھن دونوں رانوں کے بیچ ہوتے ہیں اور سورنی کے سینے پر ہوتے ہیں۔

بکرے کے سینگ ہوتے ہیں سؤر کے سینگ نہیں ہوتے۔

غرض صورت اور اعضاء کی خلقت دونوں کی الگ الگ ہے۔لیکن ہم نے مانا کہ دنیا میں اندھے بھی رہتے ہیں ان کی رعایت بھی ضروری کرنی ہے (جن کو یہ فرق نظر نہیں آتا) اچھا آپ بتلائیے کہ آپ کی والدہ زندہ ہے۔

اس نے کہاں ہاں زندہ ہے۔

میں نے پوچھا بہن ہے کوئی؟

اس نے کہا ہاں ہے۔

میں نے کہا بیوی ہے؟ کہا ہاں۔

میں نے پوچھا کہ بچے بھی ہیں؟ اس نے بتایا دو بچے ہیں۔

میں نے کہا کس سے؟

اس نے کہا کس سے کا کیا مطلب؟

میں نے کہا بھئی آپ کے گھر میں تین عورتیں ہیں ایک آپ کی والدہ اور دوسرے آپ کی بہن تیسرے آپ کی بیوی۔ وہ دو بچے آپ کے کس عورت سے ہیں؟

اس پر غصہ میں جواب دیا بیوی سے ہیں اور کس سے ہوتے۔

میں نے کہا آپ کی بیوی والدہ بہن تینوں عورتیں ہیں شکل وصورت بھی ایک ہی ہے۔ دونوں ایک جیسی ہیں۔ دو آنکھیں ان (بیوی) کے دو آنکھیں ان (والدہ) کے دو کان دو ہاتھ دو پیر بیوی کے بھی والدہ کے بھی شکل بھی ایک اعضاء بھی ایک خلقت بھی ایک لیکن کیا وجہ ہے آپ اپنے لئے بیوی کو حلال سمجھتے ہیں اور والدہ کو حرام؟ (ان کی پیشانی پر تغیر آیا) پھر بیوی اور ماں میں تو عمر کا فرق بھی ہے۔ بیوی اور بہن میں کوئی خاص فرق نہ ہوگا عمر بھی ایک جیسی ہوگی۔ کیا وجہ ہے کہ آپ بہن کو اپنے لئے حرام سمجھتے ہیں اور بیوی کو حلال سمجھتے ہیں۔

پنڈت جی غصہ میں آکر کہنے لگے دیکھئے۔ یہ ہیں مسلمان یہ ہیں ان کے اخلاق یہ ہے ان کی تمیز پہنچ گئے ماں بہن پر۔

میں نے کہا توبہ توبہ پنڈت جی آپ غلط سمجھ گئے۔ میں آپ کی ماں بہن پر نہیں پہنچ رہا

ہوں آپ ایسا سمجھے تو بے واقعی غصہ کی بات۔ کسی شریف آدمی کی ماں بہن کے پاس کوئی غیر آدمی پہنچ جائے تو غصہ آ ہی جاتا ہے آپ کا غصہ بالکل صحیح ہے لیکن سمجھے آپ غلط۔ (آپ ہی نے سوال کیا تھا کہ ایک ہی شکل وصورت کے دو جانور ہیں اسلام عجیب ہے کہ ایک کو حلال ایک کو حرام کہہ دیا اسی کا جواب سمجھا رہا ہوں) بس اب اول فول بکنا شروع کیا۔

میں نے کہا دیکھئے میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ جواب بہت زیادہ کڑوا ہے تاہم اس میں سے بہت کڑوے اجزا، میں نے نکال لئے تھے۔ کہنے لگے۔ کہہ دو وہ بھی کہہ دو۔ میں نے کہا کہہ دوں؟ اس نے کہا ہاں۔ میں نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ اب کچھ تحمل کا مادہ پیدا ہو گیا ہے۔ تو سنئے مجھ میں اور آپ میں کوئی فرق تو نہیں' کیا وجہ ہے کہ آپ اپنی بیوی کو خود کے لئے حلال سمجھتے ہیں اور میرے لئے حرام' مجھے اجازت دو اور دو بچے مجھ سے بھی جنوا دو اسی طرح مجھ میں اور آپ کے بہنوئی میں کوئی فرق نہیں کیا وجہ ہے کہ اپنی بہن کو اپنے بہنوئی کیلئے آپ جائز سمجھتے ہیں اور میرے لئے ناجائز اسی طرح کیا وجہ ہے کہ اپنی والدہ کو اپنے والد کے لئے حلال سمجھتے ہیں اور میرے لئے حرام کہتے ہو۔ حالانکہ بظاہر مجھ میں اور آپ کے والد میں کوئی فرق نہیں بلکہ پرانی وضع قطع کے ہوں تو شاید ان کے بھی داڑھی ہو۔ غرض ہم دونوں ایک سے ہیں کیا وجہ ہے کہ ان کے لئے آپ کی والدہ حلال میرے لئے حرام؟ پنڈت جی بہت بہت شرمندہ ہوئے اور جتنے الفاظ ان کی ڈکشنری میں تھے غصہ میں سارے ہی کہہ دیئے۔ میں نے کہا پنڈت جی اب بہت ہو گیا اب ذرا سنبھل کر بیٹھو آپ کا غصہ اور ناراض ہونا حماقت اور جہالت ہے۔ آپ اپنے مذہب سے واقف نہیں جو ناراض ہو رہے ہیں۔ آپ کی کتاب ستیارتھ پرکاش ص ۱۲۹ میں لکھا ہے کہ جو شخص روپیہ حاصل کرنے کے لئے یا علم حاصل کرنے کے لئے باہر پردیس میں گیا ہو اور اس کے پیچھے اس کی بیوی کو اولاد حاصل کرنے کی خواہش ہو تو اس کے واسطے جائز ہے کہ اپنے پڑوسی سے حاصل کر لے۔ میں نے کتاب کھول کر دکھا دی۔ اس کے بعد میں نے کہا اب بتایئے میں نے کیسے خلاف کیا اگر کوئی آپ کے پڑوس میں رہتا ہو اور آپ کہیں باہر گئے ہوں اور آپ کی بیوی کو اولاد حاصل کرنے کی خواہش ہو تو آپ کی کتاب کی رو سے بلا تکلف جائز ہے کہ غیر سے اولاد حاصل کر لے بس اب اٹھ کر چل دیئے۔ میں نے کہا پنڈت جی معاف کرنا سور کا جواب تو ایسا ہی ہو۔ اس نے کہا ہاں اب سور بھی مجھے کہہ دو میں نے کہا کہ میں تو بہت دیر سے کہہ رہا ہوں کوئی نہ سمجھے تو میں کیا کروں۔ (ملفوظات فقیہ الامت سے ماخوذ)

ادیبوں کے لطیفے

ایک روز نواب مرزا داغ دہلوی (۱۸۳۱ء ۱۹۰۵ء) نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک صاحب ان سے ملنے آئے اور انھیں نماز میں مشغول دیکھ کر لوٹ گئے۔ اس وقت داغ نے سلام پھیرا۔ ملازم نے کہا "فلاں صاحب آئے تھے اور چلے گئے"۔ فرمانے لگے "دوڑ کر جا ابھی راستے میں ہوں گے"۔ وہ بھاگا بھاگا گیا اور ان صاحب کو بلا کر لایا۔ داغ نے ان سے پوچھا کہ "آپ آکر چلے کیوں گئے؟" وہ کہنے لگے "آپ نماز پڑھ رہے تھے اس لئے میں چلا گیا۔" داغ نے فوراً کہا "حضرت! میں نماز پڑھ رہا تھا۔ لاحول تو نہیں پڑھ رہا تھا جو آپ بھاگے۔"

------------------------*------------*------------

الہ آباد میں ایک ایٹ ہوم میں اکبرالہ آبادی (۱۸۴۶ء ۱۹۲۱ء) خان بہادر سید اکبر حسین اکبر بھی شریک ہوئے۔ وہاں طرح طرح کے انگریزی لباس پہنے ہوئے ہندوستانی جمع تھے۔ ایک کالے صاحب بھی تھے۔ ان کو انگریزی لباس جچتا نہ تھا۔ ان پر حضرت اکبر پھبتی کستے ہیں۔

ہر چند کہ کوٹ بھی ہے پتلون بھی ہے بنگلہ بھی ہے پاٹ بھی، صابون بھی ہے
لیکن میں پوچھتا ہوں تجھ سے ہندی یورپ کا تیری رگوں میں کچھ خون بھی ہے

------------------------*------------*------------

ایک دن حضرت اکبر اس راہ سے گزرے جس طرف کلال تھے۔ آپ کی نظر جو پڑی، وہاں مسلمانوں کو مجمع دوسری قوم کے مقابلے میں زیادہ تھا۔ اس پر فرمایا:

مسجدیں چھوڑ کے جا بیٹھے ہیں میخانوں میں
واہ کیا جوشِ ترقی ہے مسلمانوں میں

------------------------*------------*------------

ایک مرتبہ حضرت اکبرالہ آبادی کے ایک دوست نے انھیں ایک ٹوپی دکھائی جس پر قل ہو اللہ کڑھا ہوا تھا آپ نے دیکھتے ہی فرمایا۔ "بھئی بہت عمدہ ہے، کسی دعوت میں کھانا ملنے میں دیر ہو جائے تو یہ ٹوپی پہن لیا کرو

سمجھ لیں گے کہ انتڑیاں قل ھواللہ پڑھ رہی ہیں۔"

----------------------*-----------*-----------*

ایک بار مشاعرہ ہو رہا تھا، ایک مسلم الثبوت استاد جگر مراد آبادی (۱۸۹۰ء ۔ ۱۹۶۰ء) اٹھے اور انھوں نے طرح کا ایک مصرع دیا۔

ع چمن سے آ رہی ہے بوئے کباب

بڑے بڑے شاعروں نے طبع آزمائی کی لیکن کوئی گرہ نہ لگا سکا، ان میں سے ایک شاعر نے قسم کھالی کہ جب تک گرہ نہ لگائیں گے چین سے نہیں بیٹھیں گے، چنانچہ وہ ہر صبح دریا کے کنارے نکل جاتے اونچی آواز سے الاپتے۔

چمن سے آ رہی ہے بوئے کباب

ایک روز ادھر سے ایک لڑکا گزرا' جونہی شاعر نے یہ مصرع پڑھا' وہ لڑکا بول اٹھا

ع کسی بلبل کا دل جلا ہوگا

شاعر نے بھاگ کر اس لڑکے کو سینے سے لگایا۔ یہی لڑکا بڑا ہو کر جگر مراد آبادی کے نام سے مسلم الثبوت استاد بنا۔

----------------------*-----------*-----------*

محترمہ بیگم حمیدہ سلطان صاحبہ پنڈت ہری چند اختر (۱۹۰۰ء ۔ ۱۹۵۸ء) جنرل سیکریٹری انجمن ترقی اُردو (دہلی) کے ہاں علی منزل میں ایک شعری نشست میں مرحوم ناروی غزل سنا رہے تھے۔ ردیف تھی' کیا کیا' نوح صاحب نے اپنی مخصوص تحت اللفظ طرز ادا میں جب یہ مصرع پڑھا:

یہ دل ہے' یہ جگر ہے' یہ کلیجہ

تو پنڈت ہری چند اختر بے ساختہ کہہ اٹھے۔

قصائی لایا ہے سوغات کیا کیا

سامعین تو کیا خود حضرت نوح کا ہنستے ہنستے بُرا حال تھا۔ حال آنکہ ہنسی اور حضرت نوح میں اینٹ اور کتے والا بیر تھا۔

چراغ حسن حسرت ولادت: (۱۹۰۵ء ۱۹۵۵ء) (ایڈیٹر ''شیرازہ'' لاہور) کا قد لمبا تھا۔ ایک روز بازار گئے، آموں کا موسم تھا ایک دکاندار سے بھاؤ پوچھا۔ دکاندار نے کہا۔ پانچ آنے سیر۔ حسرت نے کہا ''میاں آم تو بہت چھوٹے ہیں''

دکاندار نے کہا۔ ''میاں نیچے بیٹھ کر دیکھو آم چھوٹے ہیں یا بڑے۔ قطب مینار سے تو بڑی شے چھوٹی نظر آتی ہے۔

------------------------*------------*------------

کسی صاحب نے ایک بار اسرار الحق مجاز (۱۹۱۱ء ۱۹۵۵ء) سے پوچھا۔ ''کیوں صاحب! آپ کے والدین آپ کی رندانہ بے اعتدالیوں پر کچھ اعتراض نہیں کرتے؟'' مجاز...... ''جی نہیں۔!'' ''کیوں......؟'' مجاز ''لوگوں کی اولاد سعادت مند ہوتی ہے لیکن خوش قسمتی سے میرے والدین سعادت مند ہیں۔''

------------------------*------------*------------

حیدرآباد دکن میں ''قاف'' کی جگہ عام طور پر لوگ ''خ'' بولتے ہیں۔ کسی حیدرآبادی نے مجاز کو ایک دعوت پر مدعو کرتے ہوئے کہا۔ ''مجاز صاحب! کل میری فلاں عزیزہ کی تخریب (تقریب) ہے غریب خانے پر تشریف لائیے۔'' مجاز نے خوفزدہ ہو کر جواب دیا۔ ''نہیں صاحب مجھ سے یہ دردناک منظر نہیں دیکھا جا سکے۔''

------------------------*------------*------------

ایک ادب نواز مجسٹریٹ نے مجاز کو بستی آنے کی دعوت دی۔ مجاز نے کہا۔ ''کچھ کام کی بات بھی ہوگی۔'' اس نے جواب دیا ''تم آؤ تو نہلا دونگا'' مجاز مسکرا کر بولے۔ ''خیر وہاں تو نہلا دو گے۔ یہاں کم از کم وضو تو کروا ہی دو۔''

------------------------*------------*------------

ڈاکٹر تاثیر اور احسان دانش (۱۹۱۱ء ۱۹۸۲ء) ریل میں اکٹھے سفر کر رہے تھے۔ ایک اسٹیشن پر تاثیر کے ایک دوست اسی ڈبے میں داخل ہوئے۔ تاثیر نے ان سے احسان دانش کا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ آپ ہیں اُردو کے مشہور شاعر، مصور فطرت، شاعرِ مزدور، حضرت احسان دانش کاندھلوی۔ اس دوست نے پوچھا وہی جو

مزدوروں کے بارے میں نظمیں لکھتے رہتے ہیں۔ میں نے کہا جی ہاں وہی۔ وہ دوست کہنے لگا ''خدا کی قسم ان کی نظمیں پڑھ کے یہ جی چاہتا ہے کہ صبح کو اٹھتے ہی ہر مزدور کے سر سو جوتے لگائے جائیں۔''

------------------------*------------*------------*

ہری پور ہزارہ میں قتیل شفائی (۱۹۱۹ء) اور انکے دوستوں نے ۱۹۳۹ء میں ڈاکٹر اقبال کی پہلی برسی کے سلسلے میں مشاعرے کا اہتمام کیا۔ چندہ اکٹھا کرنے کے سلسلے میں جب ایک دکاندار کوانھوں نے بتایا کہ ڈاکٹر اقبال کی برسی کے سلسلے میں یہ مشاعرہ ہو رہا ہے تو اس نے آبدیدہ ہو کر پوچھا کیا سچ مچ ڈاکٹر اقبال وفات پا گئے ہیں؟ اس پر قتیل شفائی نے حیران ہو کر پوچھا کیا آپ انھیں جانتے تھے۔ اس پر انھوں نے فرمایا۔ کیوں نہیں ابھی دو سال پہلے میری بھینس بیمار ہو گئی تھی انھوں نے بڑی توجہ سے اس کا علاج کیا تھا۔ یہ سننا تھا کہ سب کھلکھلا کر ہنسنے لگے۔

------------------------*------------*------------*

ایک مشاعرے کی نظامت کے فرائض بشیر بدر (۱۹۳۵ء) کر رہے تھے۔ شاعر کو داد دی جا رہی تھی۔ واہ واہ کے ساتھ مجمع کے کسی شریر لڑکے نے کتوں کی طرح بھوں بھوں کر کے داد دی۔ بشیر بدر نے کہا کہ ہر شخص کو اپنی مادری زبان میں داد دینے کا حق حاصل ہے۔

------------------------*------------*------------*

مشہور عالم آفاقی، کمال جعفری اور شان بھارتی ذکریا اسٹریٹ سے پیدل ہی چاندنی چوک جا رہے تھے۔ چلتے چلتے جدیدیت پر بات چل نکلی اور لوگ اس قدر مستغرق ہوئے کہ بجائے چاندنی چوک کے دھرم تلہ کے قریب پہنچ گئے۔ اس کا احساس سب سے پہلے شان بھارتی کو ہوا۔ انھوں نے کمال جعفری سے کہا ''بھئی ہم لوگ شاید دوسرے راہ پر آ گئے ہیں۔'' یہ سنتے ہیں مشہور عالم آفاقی نے کہا۔ ''جدیدیت جو سوار تھی۔ اس لئے بے راہ روی تو ہو گی ہی۔''

------------------------*------------*------------*

عربی کے مشہور شاعر ابونواس کے پاس ایک مرتبہ ایک شخص آیا اور کہنے لگا۔ ''ابونواس' میں سارے عرب کا سفر کرنا چاہتا ہوں۔ تم مجھے ایک رقعہ لکھ کر دے دو' جسے میں عرب کے امیروں کو دکھلاؤں' تا کہ وہ میری مدد

کریں۔'' ابونواس نے رقعہ لکھا اور اسے بند کر کے اس کے حوالے کر دیا۔ وہ چلا گیا۔ تھوڑی دور جا کر اس نے لفافہ کھولا پڑھا تو اس میں لکھا تھا۔'' یہ شخص مکار ہے میرے نام سے ناجائز فائدہ اٹھانا چاہتا ہے۔ لہٰذا کوئی اس کی امداد نہ کرے۔''

رقعہ پڑھتے ہی اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی اور واپس آیا۔ اور غصہ سے خطاب کرتے ہوئے بولا۔'' ابونواس! یہ کیا فریب کاری ہے۔'' ابونواس نے جواب دیا۔'' گھبراتے کیوں ہو یہ ہماری سوسائٹی کے اصطلاحی الفاظ ہیں۔ جس کی امداد مقصود ہوتی ہے اسے ہم اسی قسم کے الفاظ لکھ کر دیتے ہیں۔ یہ سنتے ہی اس نے کہا'' ابونواس تم بڑے بے ایمان ہو' دغا باز ہو۔'' انھوں نے کہا'' بھائی مجھے میرے احسان کے بدلے میں گالیاں کیوں دیتے ہو۔'' اس نے کہا'' گھبراتے کیوں ہو' یہ میری سوسائٹی کے اصطلاحی الفاظ ہیں جو شکریہ کے ہم معنی ہوتے ہیں۔''

------------------------*------------*------------*

مولانا سمیع اللہ کی دکان پر اکثر شاعروں اور ادیبوں کی محفلیں ہوتی تھیں ایک دن کچھ ادیب تذکرہ کر رہے تھے کہ فلاں پبلشر رائلٹی نہیں دیتا۔ شاہراہ والے پرکاش پنڈت کو وقت پر تنخواہ نہیں دیتے وغیرہ۔ اس پر مولوی سمیع اللہ بولے کہ ہمارے رائٹر اچھے ہیں جو ہم سے کبھی معاوضے یا رائلٹی کا مطالبہ نہیں کرتے۔ اس پر سب نے حیران ہو کر یک زبان پوچھا میاں ایسے کون سے شاعر و ادیب ہیں جو بغیر معاوضے کے کام کرتے ہیں۔ اس پر سمیع اللہ صاحب بولے کہ اللہ۔ رسول۔ (کیونکہ مولانا صاحب قرآن شریف اور سورے وغیرہ شائع کرتے تھے

کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

ابو نعیم نے اپنی کتاب ''الحلیہ'' میں مجاھد کے حالات میں تحریر کیا ہے کہ انہوں نے اللہ تبارک وتعالیٰ کے قول "اینما تکونوا یدرککم الموت ولو کنتم فی بروج مشیدہ" یعنی جہاں کہیں بھی تم ہوگے موت تم کو آجائے گی اگر چہ تم مضبوط قلعوں میں بھی ہو۔ کی تفسیر میں فرمایا کہ تم سے پہلے لوگوں میں ایک عورت تھی اور اس کے یہاں ایک تنخواہ دار ملازم تھا۔ اس عورت کے ہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ اس نے نوکر سے کہا کہ کہیں سے آگ لے آ۔ چنانچہ جب نوکر آگ لینے کے لئے گھر سے نکلا تو اس کو دروازہ پر ایک شخص کھڑا ہوا ملا۔ اس نے نوکر سے پوچھا کہ اس عورت کے ہاں کیا پیدا ہوا ہے؟ نوکر نے جواب دیا کہ لڑکی پیدا ہوئی ہے۔ یہ سن کر اس شخص نے کہا کہ یہ لڑکی جب تک سو ۱۰۰ امردوں سے زنا نہیں کرائے گی ہرگز نہیں مرے گی اور آخر میں اپنے نوکر سے نکاح کرے گی اور اس کی موت ایک مکڑی کے ذریعہ واقع ہوگی۔ یہ پیشین گوئی سن کر نوکر نے اپنے دل میں کہا کہ میں ایسی لڑکی سے نکاح کر کے کیا کروں گا جو سو ۱۰۰ امردوں سے زنا کر چکی ہو۔ لہٰذا اس لڑکی کو قتل کر دینا بہتر ہے۔ چنانچہ اس نے ایک چھری لی اور اندر جا کر اس لڑکی کا شکم چاک کر دیا اور وہاں سے فرار ہو گیا اور ساحل پر پہنچ کر ایک جہاز میں سوار ہو گیا۔

ادھر لڑکی کے زخم کاری نہیں لگا تھا لہٰذا لڑکی کے پیٹ میں ٹانکے لگوائے گئے اور اس طرح وہ چند دن کے بعد تندرست ہوگئی۔ پھر وہ جوان ہوگئی اور اس کا رنگ روپ نکھرا تو اپنے وقت کی نہایت حسین وجمیل عورتوں میں اس کا شمار ہونے لگا۔ کچھ دن بعد اس لڑکی نے جسم فروشی کا دھندہ شروع کر دیا اور ساحل سمندر کے قریب سکونت اختیار کر لی اور مسلسل مذموم کام میں مشغول رہی۔

اتفاق کی بات وہ ملازم ایک عرصہ کے بعد اس شہر میں واپس آیا اور ساحل پر اس جہاز سے اترا۔ اب اس کے پاس کافی دولت تھی جو کہ اس نے اس عرصہ میں دوسرے شہروں سے کمائی تھی۔ چنانچہ اپنے شہر کے ساحل پر اتر کر اس نے اہل ساحل سے کہا کہ میرے لئے کوئی حسین عورت تلاش کرو تا کہ میں اس سے نکاح کر سکوں۔ اہل ساحل کی عورتوں میں سے ایک عورت نے کہا یہاں ساحل پر ایک حسین وجمیل عورت رہتی ہے مگر وہ جسم فروشی کا دھندہ کرتی ہے۔ اس ملازم نے کہا کہ اچھا ذرا اس کو میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ یہ عورت اس لڑکی کے پاس گئی اور تمام ماجرا بیان کیا۔ لڑکی نے جواب دیا کہ

میں نے اب جسم فروشی کا دھندہ چھوڑ دیا ہے اگر وہ مجھ سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔

غرضیکہ اس ملازم اور لڑکی کا اہل ساحل نے نکاح کرا دیا اور اس طرح اس شخص کی پیشین گوئی کا پہلا جزو پورا ہو گیا۔ ملازم کو یہ لڑکی بہت پسند آئی اور وہ اس سے محبت کرنے لگا اور ایک دن اس نے اپنی بیوی کو آپ بیتی سنائی اور یہ بھی اس کو بتا دیا کہ میں ایک نوزائیدہ لڑکی کو قتل کر کے یہاں سے کافی عرصہ پہلے بھاگا تھا۔ بیوی نے یہ ماجرا سن کر کہا کہ میں وہی نوزائیدہ لڑکی ہوں اور اپنا پیٹ کھول کر شوہر کو چھری کے زخموں کے نشانات دکھائے اور اپنے زانیہ ہونے کا بھی اعتراف کر لیا اور کہا کہ مجھ کو یہ اندازہ نہیں کہ میں نے سو مردوں کے ساتھ یہ فعل کیا ہے۔ شوہر نے بیوی کے تمام حالات سننے کے بعد کہا کہ تمہاری موت کا سبب ایک مکڑی بنے گی۔

اس کے بعد اس کے شوہر اور بیوی نے جنگل میں ایک مضبوط محل بنوایا اور چونا اور گچ سے اس کو مزید پختہ کرایا تا کہ کوئی موذی جانور اور مکڑی وغیرہ اس میں نہ گھس سکے اور تمام اطراف سے اطمینان کر لینے کے بعد یہ دونوں میاں بیوی اس محل میں رہنے لگے۔ ایک دن شوہر نے چھت میں ایک زہریلی مکڑی دیکھی تو اس نے بیوی سے کہا کہ یہ دیکھنا یہ وہی مکڑی تو نہیں ہے جو تیری موت کا سبب ہو سکتی ہے۔ بیوی نے مکڑی کو دیکھ کر کہا کہ ہاں یہ مکڑی ہی ہے مگر میں اس کو ابھی مار ڈالتی ہوں۔

چنانچہ اس نے مکڑی کو گرا کر اپنے پیر کے انگوٹھے سے رگڑنے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ مکڑی نے اچانک اچھل کر اس کے انگوٹھے میں کاٹ لیا جس سے اس کا زہر بیوی کے جسم میں سرایت کر گیا اور اس کا پاؤں سیاہ پڑ گیا اور دھیرے دھیرے تمام خون زہر آلود ہو گیا جس سے اس کی موت واقع ہو گئی۔

کہتے ہیں کہ مذکورہ بالا واقعہ ہی آیت مذکورہ بالا کا شان نزول ہے۔ لیکن اکثر مفسرین کا قول ہے کہ یہ آیت غزوہ احد کے موقع پر منافقین مدینہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ کیونکہ منافقین نے شہداء احد کے بارے میں کہا تھا:

"لو کانوا عندنا ما ماتوا وما قتلوا"

یعنی یہ لوگ اگر ہمارے ساتھ ہوتے تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے۔"

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اسی قول کا جواب اس آیت میں دیا ہے یعنی

"اینما تکونوا یدرککم الموت"

عیسائیت میں پاپائیت کا کام اور مقام

عیسائیت کو سرکاری مذہب کا مقام قسطنطین شہنشاہ روما نے عطا کیا اس لحاظ سے مذہبی اور دنیاوی امور یکجا ہو گئے اور حکومت روما مقدس بن گئی اس دور میں کلیسا کا انتظام پانچ بڑے پادریوں کے ذمے تھا جنہیں (Patriachs) کہا جاتا تھا۔ جو انگریزی میں فادر کے ہم معنی ہے۔ کلیسا دو تھے مغرب میں روم کا اور مشرق میں قسطنطنیہ کا۔ رومی کلیسا کو اس بات پر ناز تھا کہ پطرس اور پولوس نے روم میں ہی وفات پائی تھی اور وہی عیسائیت کی اصل روایات کا علمبردار تھا۔ دوسری طرف قسطنطنیہ کا کلیسا بھی اپنے آپ کو کم اہم نہ سمجھتا تھا۔ اس لئے کہ اس دور میں قسطنطنیہ ہی سلطنت روما کا دارالحکومت یا مرکزی مقام تھا۔ اس لئے وہ رومی کلیسا پر برتری رکھتا تھا۔ دونوں کلیساؤں میں اختلافات کی ایک اور وجہ یہ تھی کہ دونوں کی زبانیں مختلف تھیں۔ رومی کلیسا میں لاطینی اور قسطنطنیہ میں یونانی۔ دونوں کی تعلیمات کا ترجمہ جب ایک زبان سے دوسری زبان میں ہوتا تو مطالب و مفہوم میں اختلاف پیدا ہو جاتا۔ اور دونوں میں بحث چھڑ جاتی۔ ان ہی وجوہات کی وجہ سے دونوں میں اختلافات کی خلیج اس حد تک وسیع ہوئی کہ دونوں کبھی متحد نہ ہو سکے اور مذہب کے ایک منظم ادارے کی حیثیت سے کلیسا کا نظام پارہ پارہ ہو گیا۔ اس پر مزید ستم یہ کہ صلیبی جنگوں کے دوران عیسائی افواج نے کلیسائے قسطنطنیہ کے علاقوں کو تخت و تاراج کیا جس سے اختلافات اور بڑھ گئے۔

وہ شخص جس نے سب سے پہلے پاپائی نظام کو مستحکم بنیادوں پر استوار کیا۔

گریگوری اول (۵۴۰ء تا ۶۰۹) تھا۔ اس دور میں بہت سی وحشی اقوام عیسائیت میں داخل ہوئیں جس سے پوپ کی قوت میں اضافہ ہوا۔ وہ دینوی اور دنیاوی دونوں طاقتوں کا منبع و سرچشمہ قرار دیا گیا اور اس سلسلے میں اسے غیر محدود اختیارات حاصل ہو گئے حتیٰ کہ بڑے بڑے عیسائی بادشاہوں کو پوپ کی حمایت حاصل کئے بغیر چارہ نہ رہا۔

پوپ کی زبردست طاقت کا یہ دور ۸۰۰ء سے شروع ہوا۔ جب رومتہ الکبریٰ کی مقدس سلطنت کے پہلے شہنشاہ شارلی مان کو روما میں پوپ نے مذہبی رسوم کے ساتھ اپنے ہاتھ سے تاج پہنایا۔ اسی تاج پوشی کے بعد سے ہی سلطنت روما کا نام ''مقدس سلطنت روما'' رکھ دیا گیا۔ جب پوپ نے شارلی مان کو اس سلطنت کا فرمانروا بنایا تھا اس وقت اس کی حدود میں وہ تمام ممالک شامل تھے جو آج کل فرانس، جرمنی، اٹلی اور وسط یورپ کی ریاستوں یوگوسلاویہ اور رومانیہ کے نام سے موسوم ہیں۔ یہ وہ زمانہ تھا جب بحر روم سے لے کر بحر ہند تک دولت عباسیہ کے سلاطین کا آفتاب اقبال جگمگا رہا تھا اور اسپین میں عرب سلاطین کے ہاتھوں قرطبہ وغرناطہ کی بنیادیں رکھی جا رہی تھیں۔

۸۰۰ء کے بعد پوپ ہی یورپ کا معنوی فرمانروا تھا۔ اس تاریخ کے بعد سے سولہویں اور سترہویں صدی عیسوی تک یورپ کے بادشاہوں کا تخت و تاج عملاً پوپ کے ہاتھ میں تھا۔ وہ جسے چاہتا تخت پر بٹھا سکتا اور جسے چاہتا تخت سے محروم کر سکتا تھا چنانچہ شارلی مان کی وفات کے بعد جب اس مقدس سلطنت روما میں انتشار پیدا ہو گیا اور ہر چھوٹا حکمران اپنی جگہ خودمختار بن بیٹھا تو یہ پوپ ہی تھا جس کی مداخلت سے آٹو اعظم کو باقاعدہ تاجدار تسلیم کیا گیا۔ اس تاج پوشی کے بعد یورپ کے تمام سرداروں جاگیرداروں اور چھوٹے بڑے سب فرمانرواؤں نے یہ طے کیا کہ آئندہ سے بادشاہ کی تاجپوشی پوپ یا اس کے مقرر کئے ہوئے نائب ہی کیا کریں گے۔ یہ تعداد بعد میں محدود ہو کر سات تک رہ گئی۔ ان میں تین پاپائیت کے نمائندے ہوتے تھے اور چار رؤسا کے۔ ان رؤسا پر بھی پوپ کا اثر رسوخ ہوتا۔ گویا بادشاہت کا پورا اختیار پوپ کے ہاتھوں میں تھا۔ تیرھویں اور چودھویں صدی میں

پورے یورپ میں صرف پوپ ہی کا ڈنکا بج رہا تھا۔ یورپ کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک تمام چھوٹے بڑے فرمانروا اس کے ہاتھ میں کٹھ پتلی تھے۔ پوپ کا قانون ہی سب کچھ تھا۔

پوپ کے اثر واقتدار کا اندازہ اس بات سے لگا لیجئے کہ پوپ صرف شہنشاہ ہی نہیں تھا بلکہ ظاہری شان وشوکت کے لحاظ سے بھی اس کا دربار بڑے بڑے حکمرانوں کے دربار کو شرماتا تھا۔ پوپ کا بھی باقاعدہ تاج ہوتا جس پر لاکھوں کے جواہرات ٹکے ہوتے اور جب بھی نیا پوپ مقرر ہوتا ——————

—————— تو اسے وہ تاج انہیں مذہبی رسوم کے ساتھ پہنایا جاتا جو بادشاہوں کی تاجپوشی کے وقت ادا کی جاتی تھیں **پوپ کے صرف مصاحب خاص کے لئے** جو جاگیر تھی اس کا رقبہ تیرھویں صدی عیسوی میں سترہ ہزار مربع میل تھا۔

پاپائیت کا مرکز روم تھا۔ جہاں ''ٹی کن'' مقام پر پوپ کا محل ہے۔ اسے ۱۳۷۷ء میں پوپ گریگوری یازدہم نے اپنا مستقر بنایا تھا اور جو اس وقت سے آج تک پاپائیت کا مستقر ہے۔ یہ اپنی وسعت کے لحاظ سے دنیا کی سب سے بڑی عمارت ہے۔ یہ محل گیارہ سو اکاون فٹ لمبا اور سات سو چھتر فٹ چوڑا ہے۔ اس کے کمروں کی تعداد چار ہزار کئی منزلیں ہیں۔ جن پر جانے کے لئے بے شمار زینے ہیں۔ بیسیوں ایوان ہیں متعدد پائیں باغ ہیں اور چند در چند بڑے ہال ہیں۔

پوپ کے ایک ہاتھ میں یورپ کے بادشاہوں کے تاج تھے تو دوسرے ہاتھ میں عوام کے دل ودماغ کی باگ ڈور' سیاسی قوت اور مذہبی اثر' پھر دولت نے کلیسا کو وقت کا اہم ترین ادارہ بنا دیا تھا۔ لیکن کلیسا نے ان اختیارات کا صحیح استعمال نہ کیا اگر بادشاہ کلیسا کے احکام سے سرتابی کی جرات کرتے تو وہ تخت وتاج سے محروم کر دیئے جاتے اور اگر عوام میں سے کسی کے سر میں سرکشی کا سودا سماتا تو اسے الحاد و بے دینی کی سزا دی جاتی تھی۔ جب اس قسم کے سرکش افراد کی تعداد کچھ بڑھنے لگی تو ۱۲۴۸ء میں پوپ انوسینٹ چہارم (Innocent IV) نے عدالت تفتیش (Ihquisi Tion) کے نام سے استیصال الحاد

کے لئے ایک عدالت قائم کی جس کی شاخیں پورے یورپ میں تھیں پندرہویں صدی عیسوی میں یہ عدالت اپنے شباب پر تھی ہر وہ شخص جس کے خلاف پوپ کی بے چون و چرا اطاعت سے سرتابی کرنے کا شبہ ہوتا اسے فوراً گرفتار کر کے اس عدالت کے ججوں کے سامنے لایا جاتا۔ مگر ملزم کو نہ تو الزام لگانے والے کا پتہ ہوتا اور نہ اسے صفائی کا موقع دیا جاتا۔ مقدمے کی کاروائی بند کمرے میں ہوتی دوٹوک فیصلہ ہوتا۔ ملزم اقرار کرے یا انکار دونوں صورتوں میں موت اس کی منتظر تھی۔ ملزم اگر اقرار جرم نہ کرتا تو سمجھ لیا جاتا کہ جھوٹ بول رہا ہے۔ سچ بلوانے کے لئے اس پر ہولناک سختیاں کی جاتیں۔ بالآخر وہ اقرار جرم کر لیتا ــــــــــــــــــــ ایک اندازے کے مطابق ۱۴۸۱ سے ۱۸۰۸ء تک ان احتسابی عدالتوں نے تقریباً تین لاکھ چالیس ہزار آدمیوں کو مختلف سزائیں دیں۔ ان میں سے صرف ۳۲ ہزار وہ تھے جنہیں دہکتی آگ کی نذر کیا گیا۔ جن لوگوں کو سزائیں دی گئیں ان میں گلیلیو جیسے ماہرین سائنس شامل تھے۔ اٹلی کے مشہور سائنس دان برونو کو بھی اشاعت علم کے جرم میں آگ کی نذر کر دیا گیا۔

کلیسا کے ان ہی مظالم کی بناء پر بہت سے لوگوں میں یہ خیال پیدا ہوا کہ مذہب اور سائنس ایک دوسرے کے مخالف ہیں اور اسی پس منظر کی بناء پر آج بھی بعض لوگ مذہب اور سائنس کو متضاد تصور کرتے ہیں۔

عیسائیت میں کفارے کے عقیدہ کا بانی پولوس یا سینٹ پال قرار دیا جاتا ہے۔ عہد نامہ جدید میں پولوس کے خطوط میں یہ عبارت نہایت واضح ہے کہ:

''تمہیں ایمان کے وسیلہ سے ہی نجات ملی ہے اور یہ تمہاری طرف سے نہیں۔ خدا کی بخشش ہے اور نہ اعمال کے سبب سے ہے۔'' (افسیول ۲:۹۔۸)

''چنانچہ ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ انسان شریعت کے اعمال کے بغیر ایمان کے سبب سے راستباز ٹھہرتا ہے''...... (رومیوں کے نام ۳،۲۸)

پھر پوپ کے متعلق یہ بھی طے ہوا تھا کہ اس کا فیصلہ غلط نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اس کے کسی حکم پر بحث و تمحیص کی کوئی گنجائش نہ تھی۔ وہ خدا کا نائب تھا اور عیسیٰ مسیح کا قائم مقام، وہ

گنہگاروں کے گناہ معاف کرا سکتا تھا اور خدا کی رحمت و بخشش کے دروازے لوگوں پر کھول سکتا تھا۔ اسی عقیدے نے رفتہ رفتہ معافی ناموں (Indul Gences) کی صورت اختیار کر لی اور ان کی ابتدا یوں ہوئی کہ صلیبی جنگوں کے دوران میں پوپ اربن دوم نے حکم جاری کیا کہ جو لوگ بذات خود جنگ میں شریک نہیں ہو سکتے۔ وہ اپنی طرف سے کسی اور کو بھیج دیں اور اس کے بدلے میں انہیں معافی نامہ دے دیا جائے گا جو ان کی نجات کا کفیل ہوگا۔

پھر سولہویں صدی عیسوی میں جب پوپ کو سینٹ پیٹر کے نام کا گرجا بنوانے اور اپنے محل کی رونق بڑھانے کے لئے روپے کی ضرورت پیش آئی تو اس نے دستاویز مغفرت (معافی نامے) فروخت کرنے شروع کر دیئے۔ صلائے عام تھی ان گنہگاروں کے لئے جو اپنے گناہ معاف کرانا چاہیں۔ اپنے گناہوں کی مقدار کے مطابق ان دستاویزوں میں سے ایک دستاویز خرید لے۔ ہر گناہ کی بخشش کی قیمت مقرر تھی اور ہر قیمت کی دستاویز تیار۔ کہا جاتا ہے کہ خدا کی رحمت کا خزانہ کبھی خالی نہیں ہو سکتا اور پوپ کے ہاتھ میں اس خزانے کی کنجی ہے۔ اس لئے وہ جسے چاہے رحمت و بخشش سے مالا مال کر سکتا ہے۔ معافی نامے یا دستاویز مغفرت کی عبارت یہ تھی۔

> ''تم پر خداوند یسوع مسیح کی رحمت ہو اور وہ تمہیں اپنے مقدس ترحم سے (گناہوں کی سزا سے) آزاد کرے۔ میں اس کی اور اس کے بابرکت شاگرد پولوس اور مقدس پوپ کی اس سند کی رو سے جو مجھے انہوں عطا فرمائی ہے۔ تمہیں آزاد کرتا ہوں سب سے پہلے کلیسا کی تمام علامتوں سے خواہ وہ کسی مشکل میں ہوں۔ پھر تمہارے ہر ایک گناہ' حدود شکنی اور زیادتی سے' خواہ وہ کیسے ہی مہیب اور شدید کیوں نہ ہو اور میں وہ سزا تم سے اٹھا لیتا ہوں جو تمہیں تمہارے گناہوں کی پاداش میں جہنم میں ملنے والی تھی۔ تاکہ تم جب مرو تو جہنم کے دروازے تم پر بند ہوں اور جنت کی راہیں کشادہ' باپ' بیٹے اور روح القدس کے نام پر۔''

اس معافی نامے میں مختلف گناہوں کی قیمتیں مختلف تھیں۔ معافی نامے کے ہر

ایجنٹ کے پاس ان کی فہرست موجود تھی جس کی اصل (Tax of the Sacred Roman Chancery) کی کتاب میں محفوظ رکھی جاتی تھی۔ چند ایک گناہوں کی معافی کی قیمتیں بھی ملاحظہ فرمالیجئے:

۱۔ اسقاط حمل .... ۳ شلنگ ۶ پنس

۲۔ چوری .... ۹ شلنگ

۳۔ عفیفہ کی عصمت دری .... ۹ شلنگ

۴۔ زنا کی بھیانک صورتوں میں .... ۷ شلنگ ۶ پنس

۵۔ قتل .... ۷ شلنگ ۶ پنس

یہ معافی نامے صرف اپنے گناہوں کی بخشش کے لئے ہی نہ تھے بلکہ مردوں کے گناہوں کے لئے بطور کفارہ بھی خریدے جاسکتے تھے۔ چنانچہ ان معافی ناموں کے ایجنٹ کچھ اس قسم کی آوازیں لگایا کرتے تھے۔

''آؤ بڑھو! جنت کے دروازے کھل رہے ہیں اگر تم اب داخل نہ ہوگے تو کب داخل ہوگے تم بارہ پنس کے عوض اپنے باپ کی روح کو جہنم سے نکلوا سکتے ہو۔ کیا تم ایسے ناخلف ہو کہ اپنے باپ کیلئے اس قدر سستی نجات بھی نہیں خرید سکتے۔ اگر تمہارے پاس اور کچھ نہیں ایک کوٹ ہے تو وہی اتار دو تا کہ اس متاع گراں بہا کو خرید سکو۔''

(See Bucks Theologkal Dictionary Ndulgeces)

چنانچہ اسی دور سے نصرانیت کا پانچواں بنیادی رکن ''اپنی سیاہ کاریوں کا پادری کے سامنے اعتراف'' ٹھہرا۔

اب ایک عیسائی کے لئے کافی ہے کہ جو چاہے کرے' کیونکہ پادری کے سامنے گناہوں کا اعتراف گناہوں کی بخشش اور ان کے عقیدے کے مطابق بلاحساب کتاب ملکوت اعلیٰ میں داخلے کی ضمانت ہے۔ اس بحث کو آگے بڑھاتے ہوئے الشیخ ابراہیم سلمان جبہان نے مزید کئی گوشے وا کئے ہیں، ان کی کتاب سے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

''پادری کے سامنے اعتراف اس مذہب کے اعجوبوں میں ... ا ... ا ا عجو

ہے جس کے عجائبات کی کوئی حد نہیں مثلاً ان میں سے ایک یہ ہے کہ ہر عیسائی آخر میں عفریت کے پنجے میں ہوتا ہے اور اس وقت اس کے انجام کا انحصار پادری کے ہونٹوں پر ہوتا ہے۔وہ چاہے تو اس کے لئے بخشش کا پروانہ صادر کردے اور چاہے تو محرومی کا ٹھپہ لگا دے۔ پہلی صورت میں ان کے عقیدے کے مطابق جنت کا نگران فرشتہ (رضوان) اپنی ایک جماعت کے ساتھ اس متوفی کے اعزاز کے لئے انتظار میں ہوتا ہے اور دوسری صورت میں اس کے گناہ کوئی نہیں بخش سکتا۔

یہ بخشش اور محرومی کے پروانے کے تمسخر کا فیصلہ اس کانفرنس میں ہوا جو ۱۲۱۵ء میں روما میں منعقد ہوئی۔ وہاں کلیسا کو اختیار دیا گیا کہ وہ جسے چاہے بخشش کا اور جسے چاہے محرومی کا پروانہ دے سکتا ہے۔اس مسخرے پن کا نتیجہ یہ ہوا کہ پروانوں کے ذریعے جنت کی خرید و فروخت کی عام لہر چل نکلی اور پادریوں اور ان کے دم چھلوں کو سادہ لوح اور مغفل قسم کے لوگوں کو ورغلانے اور لوٹنے کا خوب موقع مل گیا۔ایک یہودی نے اس مسخرے پن کا پردہ چاک کرنے کے ارادے سے پوپ کو پیشکش کی کہ وہ اس سے دوزخ خریدنا چاہتا ہے۔ پوپ نے ایک خاص رقم کے عوض اس کے ساتھ دوزخ کا سودا کردیا اور اس کا پروانہ لکھ کر اسے دے دیا۔ یہودی نے یہ پروانہ اپنے قبضے میں لینے کے بعد اعلان کردیا کہ اب دوزخ اس کی ملکیت ہے، وہ اس پر قفل لگادے گا اور کسی شخص کو اس میں نہیں جانے دے گا اس لئے اب لوگ جو چاہیں کریں انہیں کسی سزا کا کوئی خطرہ نہیں۔ پوپ کو اس بات کا پتہ چلا تو وہ سخت پریشان ہوا۔اسے اپنی فاش غلطی کا احساس ہوا کہ اس نے تو تاریخ میں ہمیشہ کے لئے عیسائیت کا جنازہ نکال دیا ہے۔اس نے یہودی کے پیچھے آدمی بھیجا کہ جتنی رقم تم نے بھیجی ہے اس سے کئی گنا زیادہ رقم ہم سے لے لو اور یہ پروانہ واپس کردو۔ہم سودا منسوخ کرتے ہیں۔ یہودی نے کافی لیت و لعل کے بعد یہ پیش کش قبول کرلی۔ چنانچہ کئی گنا رقم لے کر اس نے پروانہ واپس کردیا۔اگر وہ یہودی پروانہ واپس نہ کرتا اور تاریخی ریکارڈ میں وہ محفوظ رہ جاتا تو آج تاریخ کا رنگ کچھ اور ہوتا۔اور عیسائیت کا نام صرف قرون ماضیہ کی ایک یاد کے طور پر باقی ہوتا۔

اس سے بھی زیادہ مضحکہ خیز بات یہ ہے کہ وہ پوپ کو تو معصوم سمجھتے ہیں اور ان

کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ لوگوں کے گناہ بخشنے کا اختیار بھی رکھتا ہے لیکن اللہ کے نبیوں کو وہ چور سمجھتے ہیں...... کاش موسیٰ اپنے آپ کو ہضم کر لیتی۔

(مسیحیت اور سامراج کے اسلام دشمن عزائم ص ۱۱۲)

ذرا اس پادری کی حالت کا تصور کیجئے جس کا مذہب اس پر ظلم کرتے ہوئے غیر فطری طور پر اس کے لئے لازم ٹھہراتا ہے کہ وہ قانوناً شادی نہیں کر سکتا پھر ایسے فتنوں میں مبتلا کرتا ہے اور ایک زانیہ کے لئے وہ ضروری قرار دیتا ہے کہ وہ اپنے گناہوں کی مغفرت کے لئے اس غیر شادی شدہ پادری کے پاس اپنے اس جرم کا اعتراف کرے۔ اس اعتراف کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ عورت اس پادری کو خلوت میں تفصیل سے بتائے کہ فلاں شخص پر وہ فریفتہ ہوئی۔ فلاں کے ساتھ اس نے عشق کیا۔ عشق کے ان مراحل میں اسے یہ اور یہ واقعات پیش آئے۔ اتنی مرتبہ اس نے اپنا جسم شیطان کے حوالے کیا اور اتنی مرتبہ اس نے معمولی معاوضے پر اپنی عصمت دری کرائی۔

میں کہتا ہوں کہ ذرا تصور تو کیجئے کہ پادری کی اس وقت کی کیفیت کیا ہوتی ہوگی۔ جب وہ یہ سب کچھ اتنی تفصیلات کے ساتھ سنتا ہوگا۔ اس وقت تو کوئی بھی انسان اللہ کی مدد اور خاص توفیق کے بغیر اپنے فطری جذبات پر قابو نہیں پا سکتا۔ اس وقت پردے کے پیچھے کیا ہوتا ہے' میں اس کی تفصیل میں نہیں جا سکتا کیونکہ اس میں حیا مانع ہے۔ اس زانیہ کو اس بات سے کیا فرق پڑتا ہے کہ وہ اپنی وارداتوں میں پادری صاحب کے ساتھ ایک واردات کا اضافہ کر لے جب کہ بخشش کا پروانہ اس کے لئے اور اس ایسی ہزاروں دوسری فاحشہ عورتوں کے لئے کافی ہے۔

اسی طرح چوروں' ڈاکوؤں' دھوکہ بازوں' رشوت خوروں اور دوسرے حرام کمانے والوں کو اس بات سے کیا فرق پڑتا ہے کہ وہ اپنی حرام کمائی کے ایک نہایت قلیل حصے کے عوض بخشش کا پروانہ حاصل کر لیں جو ان کے لئے بلا حساب جنت میں داخلے اور رہائش کے پاسپورٹ اور ویزے کی حیثیت رکھتا ہے۔ (ایضاً)

بخشش کے پروانوں کا اگر ہم مطالعہ کریں تو ان حقائق کا انکشافات ہوتا ہے کہ

عیسائی معاشرے میں روحانی افلاس، فکری اضطراب اور اخلاقی فساد کا دور دورہ ہے۔ عیسائیوں کے ہاں الفاظ کے مفہوم اور قدروں کے پیمانے بدل چکے ہیں اور وہ ذہنی وفکری انتشار اور اخلاقی انحطاط کی اتھاہ گہرائیوں میں گر چکے ہیں۔

پروانۂ مغفرت کی عبارت یہ ہے:

''اے فلاں! ہمارا رب یسوع مسیح تم پر رحم کرے اور اپنی رحمت کاملہ سے تجھے طہارت عطا فرمائے۔ مجھے جو پیغمبرانہ اختیارات تفویض کئے گئے ہیں، ان کے ذریعے میں تجھے تمام احکام، ہر قسم کے قصاص اور کلیسا کے سارے واجبات سے سبکدوش کرتا ہوں۔ تو نے جو بھی زیادتیاں کیں، تجھ سے جو بھی لغزشیں سرزد ہوئیں، تو نے جن جن گناہوں کا ارتکاب کیا، وہ گناہ کتنے ہی بڑے اور بھیانک کیوں نہ ہوں، میں نے وہ سب معاف کر دیئے۔ تو نے ہمارے مقدس بابا یا منصب رسالت کے بارے میں بھی کوئی زیادتی کی ہو اُسے بھی میں معاف کرتا ہوں۔ میں تیرے تمام گناہوں کی غلاظتوں کو صاف کرتا ہوں۔ اس وقت ملامت کی جتنی بھی علامتیں تو اپنے اندر پاتا ہے، میں ان سب سے تجھے پاک کرتا ہوں، میں تمام قصاص، جو تم پر واجب ہیں، منسوخ کرتا ہوں۔ میں پاک لوگوں کے زمرے میں تجھے شامل کرتا ہوں اور طہارت اور نیکی کی وہ کیفیت پیدا کرتا ہوں جو بپتسمہ کے وقت تیرے اندر تھی۔ موت کے وقت تیرے سامنے وہ دروازہ بند کر دیا جائے گا جس سے خطا کار عذاب وعقاب کی جگہ داخل ہوتے ہیں اور جنت کا دروازہ تیرے سامنے کھول دیا جائے گا۔ اگر تو لمبی مدت تک نہ مرا، تو بھی یہ نعمت اسی طرح باقی رہے گی۔ یہاں تک کہ باپ، بیٹے اور روح القدس کے نام پر تیری آخری گھڑی آجائے۔''

اس پروانے کو پڑھنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اسے جاری کرنے کی جرأت وہی کر سکتا ہے جسے خدا ہونے کا دعویٰ ہو۔ کیونکہ جو شخص یہ سمجھتا اور کہتا ہو کہ وہ لوگوں کی قسمتوں کے فیصلے کرنے اور اپنی مرضی سے جنت اور دوزخ کے دروازے کسی کے لئے کھولنے اور کسی کے لئے بند کرنے کے اختیارات رکھتا ہے، وہ درحقیقت اپنی الوہیت اور اللہ کے اقتدار میں شریک ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ (ایضاً)

بیک وقت ہنسانے اور رُلانے والے والی بات یہ ہے کہ کوئی بھی شخص قتل، خونریزی اور بدکاری جیسے جرائم کے ارتکاب کے بعد بھی چند سکوں کے عوض مغفرت کا پروانہ حاصل کرسکتا ہے اور یہ پروانے لکھنے اور بیچنے والے وہ لوگ ہوتے ہیں جنہیں اپنے ہاتھ کی محنت سے کما کر کھانا پڑے تو وہ روکھی سوکھی روٹی سے اپنا پیٹ نہ بھر سکیں۔

جس شخص کے پاس پروانہ خریدنے کے لئے دولت نہ ہو وہ دوزخ میں داخل ہونے کے لئے تیار ہوجائے کیونکہ اس الٹی منطق کے مطابق جنت سرمایہ داروں اور بورژواؤں کے لئے مختص ہوگی اور مزدوروں میں سے کوئی اس میں قدم بھی نہیں رکھ سکے گا' اب کارل مارکس اور اس کے پیرو اپنے سر دیوار سے ٹکرائیں۔

گھر کے بھیدی کی گواہی

سینٹ جروم عیسائیت کے مراکز میں فساد کے سرچشموں کی نقاب کشائی کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

''اہل کلیسا کے تعیش کے سامنے امراء اور دولت مندوں کی عیش وعشرت بھی شرماتی ہے۔ خود پوپ اخلاقی انحطاط میں مبتلا تھے اور دولت کی ہوس اور مال کا عشق تو ان پر اتنا غالب تھا کہ منصب اور عہدے معمولی سامان تجارت کی طرح بکتے تھے اور کبھی کبھی ان کا نیلام ہوتا تھا' جنت کے قبالے جائداد کی معمولی دستاویزوں کی طرح' مغفرت کے پروانے' نقض قانون کے اجازت نامے اور نجات کے سرٹیفکیٹ بے تکلف بکتے تھے۔ مذہبی عہدہ دار سخت راشی اور سود خور تھے' فضول خرچی اور اسراف کا یہ حال تھا کہ پاپائے انوسینٹ ہشتم نے پاپائی کا تاج رہن رکھا اور پاپائے یہودنہم کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے تین پاپاؤں کی آمدنی اڑا ڈالی۔ یعنی سابق پوپ نے جو دولت چھوڑی تھی' پہلے وہ خرچ کی' اس کے بعد اپنی دولت اور پھر اپنے جانشین کی آمدنی پہلے سے وصول کر کے صرف کر ڈالی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ مملکت فرانس کی پوری آمدنی بھی ان پاپاؤں کے اخراجات کے لئے کافی نہ ہوتی تھی۔''

(معرکۂ مذہب وسائنس بحوالہ انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر ص ۲۵۹)

پادری عام لوگوں پر ٹیکس عائد کیا کرتے تھے۔ پھر امیروں اور غریبوں سے اس کی وصولی کے لئے نہایت ہی بھونڈے اور تکلیف دہ طریقے اختیار کرتے تھے۔ وہ یہ ٹیکس ان طوائفوں سے وصول کرنے میں بھی کوئی جھجک محسوس نہیں کرتے تھے جو اپنی عزت و عصمت بیچ کر روٹی کماتی تھیں، بلکہ وہ ان بیسواؤں کو بخشش کے پروانے جاری کر کے عصمت فروشی کے لئے ان کی حوصلہ افزائی کرتے تھے اور جو طوائفیں عصمت فروشی کو پیشے کی حیثیت سے اختیار کرنا چاہتی تھیں ان کے لئے وہ اس سلسلے میں آسانیاں پیدا کرتے تھے۔

صرف ایک پوپ کے زمانے میں اکیلے روما شہر میں جن عورتوں نے اس مقصد کے لئے اجازت نامے حاصل کئے ان کی تعداد سولہ ہزار (۱۶۰۰۰) تھی۔

(اضواء علی المسیحیۃ بحوالہ مسیحیت اور سامراج ص ۱۲۰)

باب دوم

شاہوں اور گداؤں کی حکایات

باب

شاہوں اور گداؤں کی حکایات

امام ابن سیرینؒ اور خوابوں کی تعبیرات

حضرت انس بن مالکؓ (خادم النبی صلی اللہ علیہ وسلم) کے ایک آزاد کردہ غلام جنہیں دنیاءِ علم وفن علامہ ابن سیرینؒ کے نام سے جانتی ہے، امتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ میں سب سے بڑے معتبر مانے جاتے ہیں،

آپ کے زہد وتقویٰ کا یہ عالم تھا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے وفات کے وقت وصیت فرمائی کہ ابن سیرین ہی آکر مجھے غسل دیں وہی کفن پہنائیں اور وہی میری نماز جنازہ پڑھائیں۔ چنانچہ حضرت انسؓ کا انتقال ہوا تو ابن سیرین قید خانہ میں بند تھے۔لوگوں نے حاکم وقت سے اجازت لے کر آپ کو قید خانہ سے نکالا۔آپ نے وصیت کے مطابق تجہیز وتکفین کردی اور فارغ ہو کر پھر قید خانہ میں چلے گئے گھر نہیں گئے۔

آپؒ مشہور تابعین میں سے ہیں۔آپ کی تعبیرِ خواب کے چند واقعات ملاحظہ ہوں:

بیہقیؒ نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے کہ ابن سیرین کے پاس ایک شخص آیا اور بیان کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک کبوتر نے ایک موتی نگل لیا اور پھر وہ موتی اس کے پیٹ سے جیسا وہ موتی تھا ویسا نکلا یعنی گھٹا یا بڑھا نہیں۔ پھر ایک تیسرا کبوتر آیا اور اس نے بھی ایک موتی نگل لیا مگر اس کے پیٹ میں وہ موتی چھوٹا ہو کر نکلا۔امام ابن سیرین نے خواب سن کر اس کی تعبیر یہ

دی کہ وہ موتی جو پیٹ سے بڑا ہو کر نکلا اس سے مراد امام حسن بصریؒ ہیں۔ حسن بصریؒ حدیث سنیں گے اور اپنی زبان سے اس میں جدت پیدا کریں گے اور اپنے مواعظ کے ذریعے اس میں تسلسل پیدا کر دیں گے۔ یعنی کسی بات کو سن کر اسے اپنی منطق سے عمدہ بنا لیتے ہیں اور پھر اس میں اپنی نصائح میں شامل کر لیتے ہیں اور دوسرا موتی جوں کا توں نکلا اس سے مراد قتادہ ہیں جو حدیث کے بہترین حافظ ہیں اور عظیم حافظہ کے مالک ہیں۔ اور تیسرا موتی جو چھوٹا ہو کر نکلا اس سے مراد خود ابن سیرین ہیں کیونکہ وہ حدیث کو سنتا ہے مگر اس کو مختصر کر دیتا ہے یعنی جو بات سنتے ہیں اس کو کم کر کے بیان کر دیتے ہیں۔

ابن خلکان نے محمد ابن سیرینؒ کے حالات میں لکھا ہے کہ ایک شخص آپ کے پاس خواب کی تعبیر پوچھنے آیا اور بیان کیا کہ میں نے خواب میں پڑوسی کی کبوتری پکڑی اور اس کے بازو توڑ دیئے۔ یہ سن کر ابن سیرین کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا اور فرمایا کہ آگے بیان کر! پھر اس شخص نے کہا کہ اس کے بعد ایک سیاہ کوا آیا اور میرے مکان کی پشت پر بیٹھ گیا اور پھر اس کوے نے مکان میں نقب لگائی اور اس میں گھس گیا۔ علامہ ابن سیرینؒ نے پورا جواب سن کر فرمایا کہ کس قدر جلد تیرے رب نے تجھ کو تنبیہ فرما دی۔ اس کی تعبیر یہ ہے کہ تو اپنے پڑوسی کی بیوی کے پاس ناجائز طور پر آتا جاتا ہے اور وہ کالا کوا ایک حبشی غلام ہے جو تیری بیوی کے ساتھ ناجائز تعلق رکھتا ہے۔

......☆......

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص محمد بن سیرینؒ کے پاس آیا اور بیان کیا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ ایک مرغ نے گھر میں داخل ہو کر جَو کے دانے چگ لئے۔ ابن سیرینؒ نے جواب دیا کہ اگر تمہارے گھر سے کوئی چیز غائب ہو جائے تو مجھے اطلاع کرنا۔ کچھ دن کے بعد اس شخص نے آ کر عرض کیا کہ میرے گھر کی چھت پر سے ایک چٹائی چوری ہو گئی۔ ابن سیرینؒ نے کہا کہ وہ موذن نے چوری کی ہے۔ چنانچہ جب تحقیق کی گئی تو یہی واقعہ نکلا۔

ایک شخص نے ابن سیرینؒ سے آ کر عرض کیا کہ میں نے خواب میں مرغ کو اللہ اللہ کہتے ہوئے دیکھا ہے۔ ابن سیرینؒ نے جواب دیا کہ تیری زندگی کے صرف تین دن باقی رہ گئے ہیں چنانچہ تین روز کے بعد وہ شخص مر گیا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا تقویٰ

حضرت عمر بن عبدالعزیز کی زوجہ محترمہ کو ان کے والد خلیفہ عبدالملک بن مروان نے ایک بیش قیمت گوہر دیا تھا۔ عمر بن عبدالعزیز جب امیرالمومنین ہوئے تو انہوں نے فرمایا۔ اپنا تمام زیور بیت المال میں داخل کردو ورنہ میں تم سے الگ ہوجاؤں گا۔ کیونکہ مجھے گوارا نہیں کہ تم اور تمہارے زیور (جو رعایا کے روپے سے بنے ہیں) اور میں ایک گھر میں رہ سکیں وہ بھی نیک بخت بیوی تھی اس نے سارا زیور بیت المال میں داخل کردیا۔

عمر بن عبدالعزیز کے بعد جب یزید بن عبدالملک بادشاہ ہوا تو اس نے اپنی بہن یعنی آپ کی زوجہ محترمہ سے کہا۔ آپ چاہیں تو اپنا زیور واپس لے سکتی ہیں۔ انہوں نے فرمایا۔ جو چیز اپنی خوشی سے میں ان کی حیات میں داخل خزانہ کرچکی ہوں اب میں ان کے بعد واپس لے کر کیا کروں

عمر بن عبدالعزیز کے صاحبزادے کہتے ہیں کہ مجھ سے ابوجعفر منصور (خلیفہ دوم عباسیہ) نے پوچھا تمہارے والد کی کیا آمدنی تھی۔ کہا کل چار سو دینار۔ یہ آمدنی رفتہ رفتہ کم ہورہی تھی۔ اگر وہ اور زندہ رہتے تو اور بھی کم ہوجاتی۔

عمر بن مہاجر (جن کو آپ نے کوتوال شہر مقرر کیا تھا) کہتے ہیں آپ کی تنخواہ دو درہم روزانہ مقرر تھی۔ آپ کا چراغ دان تین لکڑیوں کو کھڑا کرکے اس پر مٹی رکھ کر بنایا جاتا تھا۔ جب اراکین سلطنت آپ کے پاس رات کو جمع ہوتے اور معاملات سلطنت میں گفتگو کرتے تو آپ بیت المال کا چراغ جلائے رکھتے جب دربار برخاست ہوجاتا تو اس کو گل کرکے اپنا چراغ جلالیتے۔

جب آپ خلیفہ ہوئے تو آپ نے گھر کے اخراجات کم کردیئے گھر سے شکایت ہوئی۔ آپ نے فرمایا میری تنخواہ میں اس قدر وسعت نہیں ہے۔ کہ تمہارا سابق خرچ جاری رکھوں۔ باقی رہا بیت المال اس میں تمہارا بھی اتنا ہی حق ہے جتنا اور مسلمانوں کا۔

ایک دن بنومروان یعنی شاہی خاندان کے لوگ آپ کے رشتہ برادری والے آپ کے مکان پر آئے آپ کے بیٹے سے ملے اور کہا خلیفہ سے جاکر کہو کہ آپ سے پہلے جس قدر خلفا ہوئے ہیں سب ہمارے لئے عطایات اور جاگیریں مخصوص کرتے رہے ہیں۔ آپ نے ہم پر تمام چیزیں

حرام کردیں کیا بوجہ قربت بھی ہمیں کچھ حق نہیں پہنچتا۔ آپ نے جواب دیا۔ جاگیریں اس لئے بند ہیں اور عطایا اس لئے موقوف ہیں کہ بیت المال میں غریبوں اور امیروں سب کا روپیہ جمع ہے تمہیں جاگیریں دے دوں اور روپیہ تمہارے عیش وعشرت کے لیے وظیفوں کی صورت میں بانٹ دوں تو یتیموں، بیواؤں، مسکینوں اور حق داروں کو کیا دوں اور خدا کی نافرمانی کر کے قیامت کے عذاب سے کس طرح نجات حاصل کروں۔ باقی رہا حق قرابت۔ تو میرے نزدیک اس معاملے میں تم اور ایک ادنیٰ مسلمان (جس کو تم ادنیٰ سمجھتے ہو) برابر ہو۔

سلیمان بن عبدالملک بن مروان کے دونمایاں کام

امام محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ سلیمان بن عبدالملک کی خوبی یہ ہے کہ اس نے دو نمایاں کام کئے اوّل یہ کہ خلافت پر متمکن ہوتے ہی نماز اوّل وقت میں پڑھنے کی زندہ مثال قائم کی۔ دوسرے یہ کہ اپنی خلافت کے خاتمہ پر اپنا بہترین خلیفہ اور جانشین بنایا اور وہ سیدنا عمر بن عبدالعزیز ہیں۔

مفضل وغیرہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ سلیمان جمعہ کے دن غسل کر کے حمام سے باہر آیا۔ سبز جوڑا پہنا، سبز ہی عمامہ باندھا، سبز فرش پر بیٹھا اور اردگرد سبز رنگ کی چیزیں رکھ دی گئیں۔ پھر اس نے اپنی صورت آئینہ میں دیکھی تو وہ اس وقت خوب جچ رہا تھا۔ نشاط میں آکر کہنے لگا کہ ہمارے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول تھے۔ ان کے جانشین خلیفہ اوّل ابوبکر صدیق اکبرؓ نرم دل تھے۔ خلیفہ ثانی عمرؓ حق وباطل میں فرق کرنے والے تھے۔ عثمان ذی النورین شرم وحیا کے پیکر تھے۔ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ دلیر و بہادر اور امیر معاویہؓ بردبار یزید صبر وتحمل کے عادی تھے، عبدالملک مدبر سیاست دان تھے اور ولید بن عبدالملک جابر وظالم تھا اور میں ایک نوجوان بادشاہ ہوں۔ یہ کہہ کر جمعہ کی نماز کے لئے چل پڑا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ گھر کے صحن میں ایک باندی یہ اشعار گنگنا رہی ہے۔

انت نعم المتاع لو کنت تبقی ۔۔۔ غیر ان لا بقاء للانسان

آپ بہترین سامان ہیں کاش ہمیشہ رہتے۔ لیکن انسان کے لئے بقاء اور دوام نہیں ہے۔

لیس فیما بدا لنا منک عیب ۔۔۔ عابہ الناس غیر انک فان

جو بھی آپ نے ہمارے لئے کیا اس میں کوئی عیب نہیں۔ لوگوں نے آپ میں سوائے

فنا ہونے کے اور کوئی عیب نکالا“۔

جب سلیمان نماز جمعہ سے فارغ ہوگئے تو گھر آئے آپ نے باندی سے پوچھا کہ جس وقت میں نماز کے لئے جا رہا تھا تو کیا پڑھ رہی تھی کیا گا رہی تھی تو اس نے کہا میں تو کچھ بھی نہیں گا رہی تھی، سلیمان نے کہا تو عنقریب میری ملکیت سے نکل جائے گی، اس نے کہا کیسے نکل سکتی ہوں تو سلیمان نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون' تو نے مجھے موت کی اطلاع دے دی ہے۔ پھر اس کے بعد جمعہ بھی نہیں گزرا تھا کہ سلیمان کی وفات ہوگئی۔ (حیات الحیوان، علامہ کمال الدین دمیریؒ)

مامون الرشید کی پیدائش کا عجیب واقعہ

عیون التاریخ میں لکھا ہے کہ ایک دن خلیفہ مامون الرشید، ملکہ زبیدہ ام امین کے پاس سے گزر رہا تھا۔ اس نے دیکھا کہ زبیدہ ہونٹوں کو خاموشی سے حرکت دے رہی تھی۔ کہنے لگا اے ماں! کیا آپ میرے لئے بددعا کر رہی ہیں محض اس لئے کہ میں نے تمہارے بیٹے کو قتل کر کے اس کی سلطنت چھین لی ہے۔ اس نے جواب دیا کہ نہیں اے امیر المومنین! ایسا نہیں کر رہی۔ مامون نے کہا اچھا پھر آپ کیا کہہ رہی تھیں؟ ماں نے کہا امیر المومنین جان بخشی فرمایئے' ضرورت محسوس ہوئی ہونٹ حرکت کرنے لگے ورنہ کوئی خاص بات نہیں تھی۔ مامون نے کہا نہیں آپ ضرور کچھ نہ کچھ کہہ رہی تھیں۔ زبیدہ نے کہا میں یہ کہہ رہی تھی کہ مجبور کن حالات کا برا ہو۔ مامون نے کہا وہ کیسے؟ تو زبیدہ نے کہا کہ ایک دن کا واقعہ ہے کہ میں ہارون رشید کے ساتھ برضا ورغبت شطرنج کھیل رہی تھی تو وہ مجھ سے جیت گئے۔ میں ہار گئی۔ انہوں نے مجھے یہ حکم دیا کہ ننگے ہو کر محل کا چکر لگا کر آؤں، میں نے ان سے معافی چاہی۔ لیکن انہوں نے مجبور کیا۔ چنانچہ میں نے محل کا برہنہ طواف کیا۔ حالانکہ طبیعت نفرت کر رہی تھی۔ پھر ہم دوبارہ کھیلنے لگے تو اس مرتبہ میں جیت گئی وہ ہار گئے۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ مطبخ جا کر سب سے بدصورت باندی سے جماع کریں۔ انہوں نے مجھ سے معاف کرنے کو کہا۔ میں نے بھی معاف نہیں کیا۔

انہوں نے جماع نہ کرنے کے عوض مجھے عراق ومصر کا خراج بھی دینے کی پیشکش کی لیکن میں نے انکار کر دیا۔ پھر میں نے انہیں اتنا مجبور کیا کہ ہاتھ پکڑ کر مطبخ لے گئی۔ چنانچہ تیری ماں مراجل سے زیادہ کوئی بھی بدصورت باندی میں نے نہیں دیکھی۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ اس

سے جماع کریں تو انہوں نے اس سے صحبت کی۔ چنانچہ تم اس طرح پیدا ہوئے۔ اور اب میرے بیٹے امین کے قتل اور اس سے ملک چھیننے کا سبب بن گئے۔ (ایضاً)

قاہر باللہ سے اللہ ''قہار'' کا انتقام

مقتدر باللہ کے بعد ان کے بھائی ابو منصور محمد بن معتضد باللہ تخت نشین ہوئے۔ جب انہیں خلیفہ بنایا گیا تو انہوں نے اپنے بھتیجے مکتفی باللہ کو ایک ایسے گھر میں بند کر دیا جسے اینٹوں اور گچ سے بند کر دیا گیا تھا۔ چنانچہ مکتفی اسی حالت میں انتقال کر گیا۔ قاہر نے مقتدر کی ماں سیدہ کو بھی گرفتار کرالیا اور ان سے اتنے زیادہ فدیہ کا مطالبہ کیا جو ان کی طاقت وسکت سے زیادہ تھا۔ ان کو ڈرایا دھمکایا' مارا' اذیتیں دیں' طرح طرح کی پریشانیوں میں مبتلا کیا یہاں تک کہ سیدہ کو الٹا لٹکایا کہ پیشاب بہہ کر منہ میں آتا تھا اور سیدہ یہ کہتی تھیں کہ کیا میں اللہ کی کتاب کی رو سے تمہاری ماں نہیں ہوں؟ کیا میں نے پہلی مرتبہ اس سے قبل اپنے بیٹے سے تجھے نجات نہیں دلوائی؟ اس کے باوجود تم مجھے سزائیں دے رہے ہو۔ فدیہ اس وقت مانگ رہے ہو جب کہ میرے پاس مال ودولت ختم ہو گیا ہے...... چنانچہ تھوڑے دنوں کے بعد سیدہ کا انتقال ہو گیا۔ اب خدا کی کرنی دیکھئے کہ کچھ دنوں کے بعد قاہر باللہ کے فوجیوں نے بغاوت کر دی اور فساد برپا کر کے محل پر حملہ کر دیا۔ آخر کار قاہر غسل خانہ کی چھت پر بھاگ کر کسی جگہ چھپ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد فوجیوں نے آکر قید کر لیا۔ خلافت سے معزول کر کے آنکھیں نکال لیں۔ غالباً یہ حادثہ ماہ جمادی الثانیہ ۳۲۲ھ میں پیش آیا۔

ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں بغداد کی جامع مسجد منصور میں نماز پڑھ رہا تھا کہ اچانک میں نے ایک آدمی کو دیکھا کہ اس کا چہرہ مسخ ہے جسم پر زرد رنگ کا جبہ اور روئی کا گدا ہے۔ اور وہ آدمی صدا لگا رہا ہے کہ لوگو! تم میری صدقات وغیرہ سے مدد کرو۔ کل میں امیر المومنین تھا اور آج میں مسلمانوں میں سب سے زیادہ فقیر ہو گیا ہوں۔ میں نے لوگوں سے پوچھا کہ بھائی ان کے بارے میں کیا معلومات ہیں تو مجھے یہ بتایا گیا کہ یہ قاہر باللہ ہے۔

قاہر باللہ کی خلافت ۶ سال ۶ ماہ ایک ہفتہ رہی۔ قاہر زبردست بے ہودہ' خوں ریز' شہ باز خلیفہ تھا۔ اس کے پاس ایک نیزہ تھا جب تک یہ اس کے ذریعہ سے کسی کو قتل نہیں کر دیتا تھا اسے نہیں رکھتا تھا اگر سلیم الطبع دربان موجود نہ ہوتے تو یہ لوگوں کو تباہ کر دیتا۔ (حیات الحیوان)

حضرت فروخؒ کا ایمان افروز واقعہ

حضرت فروخؒ تابعین میں سے ہیں، مسجد میں ترغیب ہوئی کہ کون ترکستان کیلئے تیار ہے؟ انہوں نے اپنا نام پیش کیا۔ گھر میں آئے، کہنے لگے بیگم! میں نے ترکستان کیلئے اللہ کے راستے میں نام دے دیا ہے، ان کی بیوی حاملہ تھیں، کہنے لگی میرا کیا بنے گا؟ میں تو حاملہ ہوں؟ کہا تو اور جو کچھ تیرے اندر ہے اللہ کے حوالے۔ کہنے لگی، اچھا ٹھیک ہے جاؤ، میرا اللہ وارث ہے، میرا تم سے کوئی مطالبہ نہیں، ساٹھ ہزار درہم دیئے اور اللہ کے راستے میں نکل گئے، ان کی بیوی نے خود تیار کروایا' گھوڑے پر زین رکھی اور روانہ کیا۔

انتظار کی گھڑیاں شروع ہو گئیں ...... کیا گھنٹے ...... کیا گھڑیاں ...... کیا دن ...... کیا ہفتے ...... کیا مہینے ...... کیا سال پہ سال ...... دن پہ دن ...... ہفتوں پہ ہفتے ...... مہینوں پہ مہینے ...... سال پہ سال، سورج چڑھ چڑھ کے ڈوبتا پر فروخؒ کی کوئی خبر نہیں، کتنی بہاریں آئیں، کتنی خزائیں آئیں، بہار خزاں سے، خزاں بہار سے بدلی، گرمی سردی سے سردی گرمی سے بدلی، پر فروخؒ آیا نہ خبر ملی، کبھی پتہ چلے شہید ہوا، کبھی پتہ چلے قید ہوا، کبھی پتہ چلے زندہ ہے، کوئی موت کی پکی خبر ہوتی تو آگے دوسری شادی کرتیں، اسی ادھیڑ بن میں چلتے چلتے اس کی جوانی کی بہار ہی خزاں میں بدل گئی اور سر میں سفید چاندی آ گئی اور وہ رات کی سیاہی گئی اور بڑھاپے نے آ کے ڈیرے جمائے، ساری جوانی دیواروں کے ساتھ گزار دی اور سارا دکھ اپنے سینے پہ جھیلا، اپنے اوپر جھیلا، بچے کو پڑھایا، پروان چڑھایا، اسے عالم بنایا، تیس برس گزر گئے ...... تین چلے نہیں ...... ایک سال نہیں ...... سات مہینے نہیں ...... چلہ نہیں ...... چار مہینے نہیں ...... تیس سال گزر گئے اور نہ وہ آیا نہ اس کی خبر' اور اس کی جوانی بڑھاپے میں بدل گئی اور

مدت سے لگ رہی تھی لب بام ٹکٹکی
تھک تھک کے گر گئی نظر انتظار آج

ان کی نگاہیں تھک تھک کے، آخر گر گئیں، لوٹ گئیں، تیس برس گزرے۔

آج ایک اندھیری رات ہے، ایک بڑے میاں گھوڑے پہ سوار خاموش چال کے ساتھ، مدینے میں داخل ہوئے، ایک نسل ختم ہو چکی ہے، کوئی پتہ نہیں یہ کون بڑے میاں آ گئے؟ یہ کون

بوڑھا آ گیا، یہ وہ بوڑھا ہے جو یہاں سے تیس برس پہلے خوبصورت جوان بن کے نکلا تھا، یہ وہ جوان ہے جو اپنی جوانی کو اسلام پہ بوڑھا کر کے آیا، اپنی ہڈیوں کا گودا سارا ختم کر کے آیا، اپنی جوانی کی بہار کو اللہ کے نام پہ لٹا کے آیا اور یہ تھکن سے چور، بدحال، پریشان، پتہ نہیں میری بیوی، زندہ کی خبر ملے گی یا مردہ کی خبر ملے گی، بچہ ہوا، بیٹی ہوئی، گھر اسی جگہ موجود ہے، ساتھی زندہ موجود، انہی خیالات میں حیران ہیں، پریشان ہیں، دروازے پر پہنچے، اندر داخل ہوئے، کہنے لگے میرا ہی گھر لگتا ہے، اندر داخل ہوئے گھوڑے کی آواز، اترنے کی آواز، ہتھیاروں کی آواز، ان کے بیٹے سو رہے برآمدے میں، آنکھ کھلی دیکھا ایک بڑے میاں، چاند کی چاندنی اور ہتھیار سجے ہوئے آئے تو ان کو ایک دم غصہ آیا، اٹھے جھپٹے، گریبان سے پکڑا جھنجھوڑا، بڑے میاں تجھے شرم نہیں آتی، مسلمان کے گھر میں بغیر اجازت کے داخل ہوتے ہوئے؟ ایسا جھٹکا دیا، وہ تو پہلے ہی شک میں تھے کہ پتا نہیں میرا گھر ہے بھی سہی کہ نہیں؟ میری دنیا اجڑی ہے کہ آباد ہے؟ وہ گھبرا گئے، کہنے لگے بیٹا معاف کر دینا، مجھے نہیں پتا چلا میں سمجھا یہ میرا گھر ہے، تو وہ کہنے لگے اچھا ایک چوری ایک سینہ زوری، ایک بغیر اجازت کے آتے ہو، ایک اوپر سے کہتے ہو میرا گھر ہے۔ کس ظالم سے جھوٹ بولا، اس بڑھاپے میں شرم نہیں آتی، یہ جھوٹ بولتے ہوئے۔ اتحاکمک الی القاضی ...... چل میں ابھی تجھے قاضی کے پاس لے چلتا ہوں، اب یہ جان چھڑانے کو اور وہ پکڑنے کو، اور یہ دب رہے اور وہ چڑھ رہے۔ اسی چھینا جھپٹی میں ان کی ماں چوبارے پہ سوئی، اس کی آنکھ کھل گئی، اس نے یوں کھڑکی کو کھولا کہ یہ نیچے کیا ہو رہا ہے؟ خاوند کا چہرہ یوں سامنے تھا، یوں جو جھانکا تو تیس سال زمانہ پیچھے لوٹ آیا، ایک سیکنڈ میں اور سارے ماضی کے در، کھڑکیاں کھلتے کھلتے، سارے دریچے جو کھلے، تو تیس سال پرانا فروخ" گھوڑے پہ سوار الوداع ہوتا نظر آیا، تو اس کی چیخ نکلی، کہا ربیعہ کیا ہوا؟ کہا جانتے ہو کون ہے؟ کہا نہیں جانتا ہوں! کہا ارے ظالم یہی تو تیرا باپ ہے جس کے لئے تیری ماں کی جوانی دیواروں کے ساتھ گزر گئی۔

گر گئے قدموں میں، پاؤں چوم رہے، کیا ملاقات ہے باپ بیٹے کی؟ کیا منظر ہے؟ زمین آسمان دیکھ رہا، کس طرح اللہ کے لئے لوگ جدا ہوئے۔ کیا جدائی اور کیا ملاپ ہے؟ آہاہا...... جس زمین و آسمان نے اس امت کا یہ منظر دیکھا ہو، وہ زمین و آسمان آج دیکھ کے روئے گا نہیں تو

اور کیا کرے گا؟ باپ بیٹے میں معافیاں ہو رہی، کہانیاں ہو رہی، رات بیت گئی آنکھوں میں، فجر کی اذان میں پہنچے، بیٹے پہلے چلے گئے یہ بعد میں پہنچے۔

نماز ہو چکی، نماز پڑھی، حضور پاک ﷺ کے روضے پر درود و سلام پڑھا، یوں دیکھا تو مسجد بھری ہوئی تھی اور ایک نوجوان حدیث پڑھا رہے، نظر کمزور ہو چکی، نظر نہیں آ رہے، پیچھے بیٹھ گئے سنتے رہے، درس ختم ہوا ساتھ والے سے پوچھا، بیٹا یہ کون درس دے رہا ہے؟ اس نے کہا چچا آپ انہیں نہیں جانتے، آپ مدینے کے نہیں ہیں، کہا نہیں بیٹا مدینے کا ہوں، آیا بڑی دیر سے ہوں، کہا یہ تو ربیعہ ہیں مسلمانوں کے امام، وہ تیزی میں باپ کا نام نہیں جوڑ سکا، عرب تو باپ بیٹے کا نام ساتھ جوڑتے ہیں۔ کہا یہ ربیعہ ہیں مسلمانوں کے امام، کہا بیٹا! اس کا باپ کون ہے؟ کہا اس کے باپ کا نام فروخ ہے جو اللہ کے راستے میں کہیں نکل گیا تھا، پھر کبھی لوٹ کے نہیں آیا۔

میرے بھائیو! یہ کہانیاں پڑھو تو پھر آپ کو پتہ چلے کہ یہ امت کس کام کے لئے آئی اور کہاں چلی گئی؟ ہم کوئی نیا سبق نہیں دہرا رہے، پرانا سبق ہے، پرانی دھن ہے، پرانا سر ہے، پر کان نا آشنا ہو گئے، گانے بجانے میں ڈوب گئے تو یہ نغمہ کہاں سے سمجھ میں آئے گا؟ ہم اس کو یاد کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور اس کو پھیلانے کیلئے سیکھنے کی دعوت دے رہے ہیں۔ تو بھئی اس کیلئے ارادے فرماؤ۔

اللھم صل علی محمد وعلی اله واصحابه وبارک وسلم

(مولانا طارق جمیل کی تقریر سے انتخاب)

☆

حضرت امام ابوحنیفہؒ کی دہریے سے گفتگو

ایک ملحد مادہ پرست خلیفہ ہارون رشید کے پاس آیا اور کہا:

اے امیر المؤمنین! تیرے عہد کے علماء مثلاً امام ابوحنیفہؒ نے اس پر اتفاق کیا کہ اس دنیا کا کوئی خالق ضرور ہے ان میں سے جو عالم و فاضل ہو اسے یہاں ضرور حاضر ہونے کا حکم دیا جائے تاکہ میں تیرے سامنے اس کے ساتھ بحث کروں کہ "دنیا کا کوئی بنانے والا نہیں۔"

ہارون الرشید نے امام ابوحنیفہؒ کے پاس پیغام بھیجا اور کہا:

''اے تمام مسلمانوں کے امام! آپ کو مطلع کیا جاتا ہے کہ ہمارے ہاں ایک مادہ پرست آیا ہوا ہے اور وہ دعویٰ کرتا ہے کہ دنیا کا صانع کوئی نہیں اور وہ آپ کو مناظرے کی دعوت دیتا ہے۔

امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ میں ظہر کے بعد جاؤں گا۔ وقت مقررہ پر خلیفہ نے امام صاحب کا استقبال کیا، آپ کو ساتھ لایا اور بلند مقام پر جگہ دی۔ امرا اور رؤسا دربار میں جمع ہوئے، ملحد نے کہا:

اے ابوحنیفہ! آپ نے آنے میں دیر کیوں کر دی؟

امام صاحب نے کہا:

مجھے ایک عجیب بات درپیش آئی۔ اس لئے دیر ہوگئی۔ وہ یہ کہ میرا گھر دریائے دجلہ کے اس پار ہے۔ میں اپنے گھر سے نکلا اور دجلہ کے کنارے آیا تاکہ اسے عبور کر دوں۔ میں نے دجلہ کے کنارے ایک پرانی اور شکستہ کشتی دیکھی، جس کے تختے بکھر چکے تھے، جونہی میری نگاہ اس پر پڑی تختوں میں اضطراب پیدا ہوا، پھر انہوں نے حرکت کی اور اکٹھے ہو گئے۔ ایک حصہ دوسرے کے ساتھ پیوست ہو گیا اور بغیر کسی بڑھئی کے سالم کشتی تیار ہو گئی، میں اس کشتی پر بیٹھا، پانی عبور کیا اور یہاں آ گیا۔

ملحد نے کہا:

اے رئیسو! جو کچھ تمہارا پیشوا اور امام اور تمہارے عہد کا افضل انسان کہہ رہا ہے اسے سنو! کیا تم نے اس سے زیادہ جھوٹی بات کبھی سنی ہے۔ یہ تو خالص جھوٹ ہے جو تمہارے فاضل ترین عالم سے ظاہر ہوا ہے۔

یہ سن کر امام ابوحنیفہؒ مخاطب ہوئے اور فرمایا:

تمہارا کیا خیال ہے میں غلط کہہ رہا ہوں؟

ملحد نے کہا، جی ہاں! کیا غلط نہیں تو یہ صحیح ہے کہ کشتی بغیر بنانے والے کے بن جائے۔ آج تک ایسا کبھی نہیں ہوا۔

امام اعظم نے فرمایا:

سن اے کافر مطلق! اگر کسی کارندے اور بڑھئی کے بغیر کشتی حاصل نہیں کی جاسکتی تو یہ

کیسے ممکن ہے کہ اس قدر عظیم نظام دنیا بغیر کسی خالق کے وجود میں آ جائے اور بغیر کسی چلانے والے کے چل سکے۔ تو صانع کی نفی کا کیسے قائل ہو گیا۔

فلسفی کو بحث کے اندر خدا ملتا نہیں
ڈور کو سلجھا رہا ہے اور سرا ملتا نہیں

(ماخوذ از مخزن اخلاق)

☆

قیصر روم نے ایک دفعہ خلیفہ منصور کے پاس اپنا وزیر اس غرض سے بھیجا کہ وہاں کے علماء و فضلاء کو جمع کر کے ان سے تین سوالات دریافت کرے۔ اگر وہ ان کے مسکت اور تسلی بخش جواب دے دیں تو ٹھیک ورنہ خلیفہ کو کہنا کہ آئندہ خراج ادا کرنا ہوگا۔

خلیفہ منصور نے دربار لگایا اور علماء کو جمع کیا ان میں امام ابوحنیفہؒ بھی شامل تھے۔ رومی وزیر منبر پر بیٹھا اور اپنے سوال پیش کئے۔ مختلف اصحابِ علم نے جواب دیئے مگر بات قاطع نہ ہو سکی۔ آخر امام ابوحنیفہؒ نے جوابات دینے کی اجازت حاصل کی۔

امام ابوحنیفہؒ (رومی وزیر سے) تم اس وقت سائل کی حیثیت میں ہو اور میں مجیب (جواب دینے والا) پس منبر پر بیٹھنا سائل کا نہیں بلکہ مجیب کا منصب ہے۔

خلیفہ: ہاں یہ بات بہت درست ہے (اس پر رومی وزیر منبر سے اتر آیا اور امام ابوحنیفہؒ اس جگہ اطمینان سے بیٹھ گئے۔ اس ڈرامائی صورت واقعہ سے مجلس کا ماحول تبدیل ہو گیا۔)

امام ابوحنیفہؒ: (رومی وزیر سے) اب اپنے سوالات پیش کرو۔

رومی وزیر: میرا پہلا سوال یہ ہے کہ خدا سے پہلے کیا چیز تھی؟

امام ابوحنیفہؒ: تم ایک، دو، تین، چار، پانچ کی گنتی تو جانتے ہو۔ ذرا یہ بتاؤ کہ ایک سے پہلے کون سا عدد ہے؟

رومی وزیر: ایک سے پہلے کوئی عدد نہیں۔ یہی سب سے پہلے ہے۔

امام ابوحنیفہ: تو پھر جب محض حسابی عدد "ایک" کا حال یہ ہے کہ اس سے پہلے کسی عدد کا تصور نہیں کیا جا سکتا تو خدا جو حقیقت میں واحد (ایک) ہے اس سے پہلے کوئی چیز کیسے ہو سکتی ہے؟

رومی وزیر: میرا دوسرا سوال یہ ہے کہ خدا کا منہ کس طرف ہے؟

امام ابوحنیفہ: پہلے یہ بتاؤ کہ چراغ کی روشنی کا منہ کس طرف ہے؟

رومی وزیر: چاروں طرف

امام ابوحنیفہ: اب سوچو کہ آگ جو عارضی نور ہے جب اس کے لئے کوئی خاص سمت معین نہیں کی جا سکتی کہ اس کا منہ فلاں طرف ہے تو پھر اس اصلی نور یعنی خدا کے لئے کوئی خاص رخ کیوں کر معین ہو سکتا ہے۔

رومی وزیر: میرا تیسرا سوال یہ ہے کہ خدا اس وقت کیا کر رہا ہے؟

امام ابوحنیفہؒ: اس وقت اس نے اپنے دوسرے کاموں کے ساتھ ایک کام یہ بھی انجام دیا ہے کہ اس نے تمہیں منبر سے اتار کر میرے سامنے کھڑا کر دیا ہے اور تمہاری جگہ مجھے منبر پر بٹھا دیا ہے۔

رومی وزیر ساکت ہو گیا اور اس کا سر جھک گیا۔ خلیفہ منصور اور مجمع علماء حضرت امام ابوحنیفہ کی حاضر جوابی اور نکتہ رسی پر حیران رہ گئے۔ (اسلامی انسائیکلو پیڈیا۔ منشی محبوب عالم)

امام ابو یوسفؒ کا دلچسپ واقعہ

حضرت امام ابو یوسفؒ کے والد ابراہیم ان کے بچپن ہی میں انتقال کر گئے تھے۔ ان کی والدہ نے فکر معاش کی وجہ سے انہیں ایک دھوبی کے حوالے کر دیا' لیکن انہیں پڑھنے کا شوق تھا' یہ جا کر امام ابوحنیفہؒ کے درس میں بیٹھنے لگے۔ والدہ کو علم ہوا تو انہوں نے منع کیا' اور اس بناء پر کئی روز امام ابوحنیفہؒ کے درس میں نہ جا سکے۔ ذہین اور شوقین طالب علم کی طرف استاذ کی توجہ طبعی بات ہے۔ جب کئی دن کے بعد وہ درس میں پہنچے تو امام صاحبؒ نے غیر حاضری کی وجہ پوچھی۔ انہوں نے سارا ماجرا بیان کر دیا۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ نے درس کے بعد انہیں بلایا' ایک تھیلی حوالے کی جس میں سو درہم تھے۔ اور فرمایا کہ "اس سے کام چلاؤ' اور جب ختم ہو جائیں تو مجھے بتانا۔" حضرت امام ابو یوسفؒ خود فرماتے ہیں کہ اس کے بعد کبھی مجھے امام صاحب کو یہ بتانے کی نوبت نہیں آئی کہ تھیلی ختم ہو چکی ہے' ہمیشہ جب پیسے ختم ہو جاتے' امام صاحبؒ خود ہی مزید پیسے عطا فرما دیتے' جیسے انہیں ختم ہونے کا الہام ہو جاتا ہو۔

ان کی والدہ شاید یہ سمجھتی ہوں گی کہ یہ سلسلہ کب تک چل سکتا ہے؟ کوئی مستقل ذریعۂ معاش ہونا چاہئے۔ اس لئے ایک مرتبہ انہوں نے امام ابوحنیفہؒ سے کہا یہ یتیم بچہ ہے میں چاہتی ہوں کہ کوئی کام سیکھ کر کمانے کے لائق ہو جائے۔ اس لئے آپ اسے اپنے درس میں شریک ہونے سے روکئے۔ لیکن حضرت امام ابوحنیفہؒ نے جواب دیا کہ: ''یہ تو پستے کے گھی میں فالودہ کھانا سیکھ رہا ہے۔'' والدہ نے اسے مذاق سمجھا اور چلی گئیں۔

لیکن امام ابویوسفؒ خود فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اسی علم کی بدولت وہ قدر و منزلت عطا فرمائی کہ میں قضاۃ کے منصب تک پہنچا' اور اس دوران بکثرت خلیفۂ وقت ہارون رشید کے دستر خوان پر کھانا کھانے کا اتفاق ہوتا تھا۔ ایک روز میں ہارون رشید کے پاس بیٹھا تھا کہ اس نے ایک پیالہ مجھے پیش کیا' اور بتایا کہ ''یہ بڑی خاص چیز ہے جو ہمارے لئے بھی کبھی کبھی بنتی ہے۔'' میں نے پوچھا ''امیر المومنین! یہ کیا ہے؟'' کہنے لگے کہ ''یہ پستے کے روغن میں بنا ہوا فالودہ ہے۔'' یہ سن کر مجھے حیرت کی وجہ سے ہنسی آ گئی۔ ہارون رشید نے ہنسنے کی وجہ پوچھی تو میں نے اسے سارا قصہ سنایا' وہ بھی حیرت زدہ رہ گیا' اور کہنے لگا کہ

''اللہ تعالیٰ امام ابوحنیفہؒ پر رحم فرمائے' وہ اپنی عقل کی آنکھ سے وہ کچھ دیکھتے تھے جو چشم سر سے نظر نہیں آ سکتا۔''

(تاریخ بغداد للخطیب ص ۲۴۵' ج ۱۴)

امام شافعیؒ کا علمی سفر

امام شافعیؒ فرماتے ہیں جب میں مکہ سے روانہ ہوا تو میری عمر چودہ برس تھی' میرے جسم پر صرف دو یمنی چادریں تھیں۔ ''ذی طویٰ'' پہنچا تو ایک پڑاؤ دکھائی دیا' میں نے وہاں جا کر صاحب سلامت کی تو ایک ضعیف العمر شخص میری طرف بڑھا اور مجھے کھانے کی دعوت دی' میں نے بے تکلفی سے وہ دعوت قبول کر لی۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد میں نے اللہ تعالیٰ کا اور اس بوڑھے میزبان کا شکریہ ادا کیا۔

میری باتیں سن کر میزبان نے سوال کیا ''کیا تم مکی ہو؟''

میں نے اثبات میں جواب دیا

پھر اس نے پوچھا ''کیا تم قریشی ہو؟''

میں نے جواب میں ہاں کہہ کر ان سے پوچھا ''اچھا آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ میں ''مکی'' اور ''قریشی'' ہوں۔

انہوں نے جواب دیا کہ شہری ہونا تمہارے لباس سے ظاہر ہے اور قریشی ہونا تمہارے کھانے سے معلوم ہوا' جو شخص دوسروں کا کھانا بے تکلفی سے قبول کر لیتا ہے وہ یہ بھی چاہتا ہے کہ دوسرے لوگ بھی اس کا کھانا دل کھول کر کھائیں اور یہ خصلت صرف قریش میں ہے۔

پھر میں نے پوچھا ''آپ کہاں کے رہنے والے ہیں؟''

جواب ملا ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شہر مدینہ میرا وطن ہے۔''

میں نے پوچھا ''مدینے میں کتاب وسنت کا سب سے بڑا عالم ومفتی کون ہے؟''

اس بزرگ نے جواب دیا ''قبیلہ بنی اصبح کا سردار مالک ابن انس (امام مالکؒ)۔''

میں نے عرض کیا ''خدا جانتا ہے مجھے امام مالکؒ سے ملنے کا کتنا شوق ہے۔''

انہوں نے کہا ''خوش ہو جاؤ۔ خدا نے تمہارا شوق پورا کر دیا' اس بھورے اونٹ کو دیکھو یہ ہمارا سب سے اچھا اونٹ ہے' تم اسی پر سوار ہو جاؤ۔''

قافلہ روانہ ہوا' دورانِ سفر میں نے قرآن پاک کے سولہ ''ختم'' کئے، آٹھویں دن عصر کے وقت ہمارا قافلہ مدینہ میں داخل ہوا' مسجد نبویؐ میں نماز پڑھی' پھر مزار مبارک کے قریب حاضر ہوا' درود وسلام بھیجا' امام مالک دکھائی دیئے' ایک چادر کی تہہ بند باندھے تھے' دوسری طرف چادر اوڑھے ہوئے تھے اور بلند آواز سے حدیث کی روایت کر رہے تھے، روایت یوں کرتے تھے:

''مجھ سے ''نافع'' نے ''ابن عمر'' کے واسطے سے اس قبر کے مکیں ﷺ سے روایت کیا''......

یہ کہہ کر اپنا ہاتھ پھیلا کر قبر کی طرف اشارہ کرتے۔

یہ انداز دیکھ کر میرے دل پر امام مالکؒ کی ہیبت چھا گئی اور درس میں جہاں جگہ ملی وہیں بیٹھ گیا' میں نے جلدی سے ایک تنکا اٹھا لیا' امام صاحب جب کوئی حدیث بیان کرتے میں تنکے کو لعاب دہن میں تر کر کے اپنی ہتھیلی پر لکھ لیتا' امام صاحب میری یہ حرکت دیکھ رہے تھے' مگر مجھے اس

کی خبر نہ تھی۔ آخر مجلس ختم ہوگئی، میں اپنی جگہ بیٹھا رہا، امام مالکؒ نے مجھے اشارے سے بلایا، میں قریب گیا تو کچھ دیر بڑے غور سے مجھے دیکھتے رہے پھر فرمایا، تم حرم کے رہنے والے ہو؟

میں نے عرض کیا جی ہاں۔

پوچھا ''مکی'' ہو؟

میں نے کہا ''جی ہاں۔''

فرمایا سب اوصاف پورے ہیں، مگر تم میں ایک بے ادبی بھی ہے، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمات طیبہ سنا رہا تھا، اور تم تنکا لئے اپنے ہاتھ سے کھیل رہے تھے۔

میں نے عرض کیا ''کاغذ پاس نہیں تھا، اس لیے جو کچھ سنتا ہاتھ پر لکھتا جاتا تھا''

اس پر امام مالکؒ نے میرا ہاتھ کھینچ کر دیکھا اور فرمایا ''ہاتھ پر تو کچھ بھی لکھا ہوا نہیں ہے۔''

میں نے عرض کیا ''لعاب تو باقی نہیں رہتا، لیکن آپ نے جتنی حدیثیں سنائی تھیں مجھے سب یاد ہو چکی ہیں۔''

امام صاحبؒ کو تعجب ہوا، فرمایا ''سب نہیں ایک ہی سنا دو۔''

میں نے امام صاحبؒ کے انداز میں اور ہاتھ کے اشارے سے ایک نہیں پوری پچیس احادیث مبارکہ جو اس محفل میں بیان ہوئی تھیں، سنا دیں۔ سورج غروب ہو چکا تھا، امام مالکؒ نے نماز پڑھی، پھر میری طرف اشارہ کر کے اپنے خادم سے کہا ''آقا کو گھر لے جاؤ۔''

تھوڑی دیر کے بعد امام صاحبؒ بھی آ گئے، میرے ساتھ کھانا کھایا اور جب رات زیادہ ہوگئی تو فرمایا، اب تم آرام کرو۔ رات کے پچھلے پہر دروازے پر دستک ہوئی، میں نے اٹھ کر دیکھا تو امام صاحبؒ کو پانی کا لوٹا لئے موجود پایا، مجھے بڑی شرمندگی ہوئی، کہنے لگے، کچھ خیال نہ کرو، مہمان کی خدمت تو فرض ہے۔ نماز مسجد نبوی میں ادا کی۔ جب روشنی ہوئی تو آج بھی اسی جگہ جا بیٹھے جس جگہ کل بیٹھے تھے۔ اپنی کتاب ''مؤطا'' میرے ہاتھ میں دے دی، میں نے کتاب سنانی شروع کر دی، لوگ سن کر لکھنے لگ گئے۔ میں امام مالکؒ کے ہاں آٹھ مہینے رہا۔ پوری ''مؤطا'' مجھے یاد ہوگئی۔ مجھ میں اور امام صاحب میں اس قدر محبت اور بے تکلفی پیدا ہوگئی کہ کوئی ناواقف ہمیں دیکھ کر یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ مہمان کون ہے اور میزبان کون۔

عراق سے کچھ لوگ ''زیارت'' کے لیے اور ''مؤطا'' سننے کے لئے آئے۔ انہیں کی زبانی مجھے ''ابو یوسف'' اور ''محمد بن حسن'' (جو کہ امام ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں) کے متعلق پتہ چلا' چنانچہ مجھے عراق جانے کا شوق پیدا ہو گیا اور امام صاحب سے اذنِ سفر مانگا' انہوں نے میرے حصولِ علم کے شوق کی ہمت افزائی کی اور مجھے زادِ راہ دے کر فرمانے لگے' رات عبدالرحمان قاسم ہدیہ لائے اور منت کر کے سو دینار کی ایک تھیلی دے گئے' پچاس دینار میں نے اپنے اہل خانہ کے لئے رکھ لئے اور بقیہ پچاس دینار تمہارے لیے ہیں۔ پھر امام صاحب نے چار دینار میں ایک اونٹ طے کر کے باقی رقم میرے حوالے کر دی اور خدا حافظ کہا۔

حاجیوں کے ایک قافلہ کے ساتھ ہم بیسویں دن کوفہ پہنچ گئے' وہاں کی مسجد میں عصر کے وقت محمد بن حسن اور ابو یوسف (امام محمد و امام ابو یوسف) سے ملاقات ہوئی' میری باتوں سے انہیں میرے صاحبِ علم ہونے کا گمان ہوا' مجھے پوچھا' امام مالک کو تم نے دیکھا ہے؟

میں نے عرض کیا ''جی ہاں انہیں کے پاس سے آ رہا ہوں۔''

یہ سن کر پوچھا ''مؤطا'' بھی دیکھی ہے؟

میں نے کہا ''پوری حفظ کر چکا ہوں۔''

محمد بن حسن متعجب ہوئے' اسی وقت لکھنے کا سامان منگوایا' اور ''فقہ'' کے مسائل لکھ کر نیچے جگہ خالی چھوڑ دی' میں نے ''مؤطا'' کے مطابق جواب لکھ دیئے' اس کے بعد امام صاحب نے مجھے اپنے گھر بھجوایا' کچھ دیر کے بعد امام محمد بھی آ گئے' میرے بوسیدہ کپڑے دیکھ کر ایک ہزار درہم کا قیمتی جوڑا مجھے پہنایا اور اپنے کتب خانہ سے امام ابوحنیفہ کی کتاب ''الاوسط'' نکال کر دی' میں نے صبح تک اسے حفظ کر لیا' کچھ دن کے بعد میں نے ان سے سفر کی اجازت مانگی' وہ کہنے لگے' میں اپنے کسی مہمان کو جانے کی اجازت نہیں دیتا' بہرحال جو مال و دولت میرے پاس موجود ہے اس میں سے آدھ تم لے لو' پھر انہوں نے ساری نقدی منگوائی' تین ہزار درہم نکلے' آدھے میرے حوالے کئے اور میں عراق کی سیاحت کے لئے نکل کھڑا ہوا۔

اب میری عمر اکیس برس کی ہو گئی تھی' یہ امیر المومنین ہارون الرشید کا زمانہ تھا' جب میں بغداد میں آیا تو دروازے پر میرا نام اور کوائف قلمبند کیے گئے' میں ایک مسجد میں جا کر قیام پذیر ہوا'

آدھی رات کو چھاپہ پڑا اور ہر شخص کو روشنی میں دیکھنا شروع کیا گیا' آخر میری باری آئی تو انہوں نے پکار کر کہا' ڈرنے کی کوئی بات نہیں جس کی تلاش تھی وہ مل گیا' پھر مجھے شاہی محل میں لے گئے' امیر المومنین کو میری باتیں پسند آئیں اور انہوں نے کہا' کیا تم پسند کرو گے کہ کتاب وسنت کے مطابق حکم سنانے کے لیے قاضی بنادیئے جاؤ؟

میں نے جواب دیا' سلطنت میں شرکت تو مجھے ایک دن کے لئے بھی منظور نہیں۔ یہ سن کر امیر المؤمنین رو پڑے' اب مجھے تین سال اور ہو چکے تھے' اسی دوران کچھ حاجی حجاز سے لوٹے' میں نے ان سے امام مالکؒ کی خیریت دریافت کی' تو انہوں نے بتایا کہ امام صاحب تندرست اور بہت دولتمند ہو چکے ہیں' یہ سن کر مجھے شوق ہوا کہ ان کو غربت میں دیکھ چکا ہوں اب دولت مندی میں بھی دیکھنا چاہیے۔

ایک دولت مند شخص نے مجھے اصرار کر کے چالیس ہزار دینار پیش کئے' چنانچہ میں روانہ ہو پڑا' راستے میں مجھے "احمد بن حنبلؒ"، سفیان بن عینیہؒ اور اوزاعیؒ اصحابِ حدیث ملے۔ میں نے ان تمام اصحاب کو اپنے پاس سے اتنا کچھ دیا جتنا ان کا مقدر تھا' میرے پاس صرف دس دینار رہ گئے' بالآخر ستائیسویں دن مدینہ منورہ پہنچ گیا۔

مسجد نبویؐ میں نماز پڑھی' اب کیا دیکھتا ہوں کہ لوہے کی ایک کرسی مسجد میں رکھی ہے' کرسی پر قباطی مصر کا تکیہ رکھا ہے' میں حیرت سے ابھی یہ دیکھ ہی رہا تھا کہ امام مالکؒ آ گئے اور پوری مسجد عطر کی خوشبو سے مہک اٹھی' ان کے جلو میں چار سو یا اس سے زیادہ کا مجمع تھا' سب لوگ ان کے احترام میں کھڑے ہو گئے' امام صاحب کرسی پر بیٹھ گئے اور اپنے شاگردوں کے سامنے عملاً زخم لگانے کا مسئلہ پیش کیا۔ میں نے اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے ایک جاہل آدمی کو اس کا جواب لکھ دیا' اس نے بلند آواز سے یہ جواب بتا دیا' باقی تمام شاگردوں کے جواب غلط تھے' دو تین بار ایسا ہوا تو امام صاحب اس جاہل آدمی کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا "یہاں آجاؤ' وہ جگہ تمہاری نہیں ہے۔"

اس آدمی نے صاف بتا دیا کہ میرے ساتھ ایک اور نوجوان بیٹھا ہے جو مجھے یہ جواب لکھوا رہا ہے۔

امام صاحبؒ نے میری طرف گردن گھمائی' قریب بلایا اور غور سے دیکھ کر پوچھا "شافعی" ہو؟

میں نے عرض کیا ''جی ہاں!''

انہوں نے مجھے سینے سے لگایا اور اپنی کرسی سے اتر کر مجھ سے کہا ''جو باب ہم شروع کر چکے ہیں اس کو تم پورا کرو'' میں نے تعمیل کی' لیکن میرے سوالوں کا کوئی بھی جواب نہ دے سکا۔

امام صاحبؒ نے میری پیٹھ تھپکی' میری تعریف کی' اور نماز مغرب کے بعد مجھے اپنے گھر لے گئے' پرانی عمارت کی جگہ اب نئی عمارت کھڑی تھی' میں یہ دیکھ کر بے اختیار رو دیا۔

یہ دیکھ کر امام صاحبؒ نے کہا ''تم روتے کیوں ہو؟'' شاید سمجھ رہے ہو کہ میں نے دنیا کے لئے آخرت تج دی ہے' تم مطمئن رہو' تمہاری آنکھیں ٹھنڈی رہیں' یہ سب ہدیہ اور تحفہ ہے خراسان سے' مصر سے' دنیا کے دور دراز گوشوں سے ہدیے چلے آ رہے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ قبول فرما لیا کرتے تھے اور صدقہ رد فرما دیتے تھے' میرے پاس اس وقت خراسان اور مصر کے اعلیٰ ترین کپڑوں کے تین سو خلعت موجود ہیں' اب یہ سب تمہارے لئے ہدیہ ہیں' صندوقوں میں پانچ ہزار دینار ہیں ان کی زکوٰۃ نکلی ہوئی ہے اس کی آدھی رقم اب تمہاری ہے۔

صبح نماز فجر ادا کرنے نکلے تو ہم ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے' دروازے پر خراسانی گھوڑے اور مصری خچر کھڑے تھے' میرے منہ سے نکل گیا ''ایسے خوبصورت گھوڑے تو میں نے آج تک نہیں دیکھے۔''

امام صاحبؒ نے فرمایا ''یہ تمام سواریاں اب تمہارے لیے ہدیہ ہیں۔''

میں نے عرض کیا ''کم از کم ایک جانور تو اپنے لئے رکھ لیجئے۔''

فرمانے لگے ''مجھے خدا سے شرم آتی ہے کہ اس زمین کو اپنے گھوڑوں کی ٹاپوں سے روندوں' جس کے نیچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما رہے ہیں۔''

تین دن بعد میں اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی خیر و برکت اور مال و متاع کے ساتھ مکہ روانہ ہو گیا۔ حدودِ حرم کے قریب مجھے اپنی والدہ مکرمہ چند عورتوں کے ساتھ ملیں' انہوں نے مجھے گلے سے لگا لیا لیکن میرا مال متاع دیکھ کر فرمایا ''کل تو مکہ سے فقیر کی صورت نکلا تھا' آج امیر بن کر لوٹا ہے تاکہ اپنے چچیرے بھائی بندوں پر گھمنڈ کرے۔''

میں نے عرض کیا ''پھر کیا کروں؟''

فرمانے لگیں ''منادی کرادو' بھوکے آئیں اور کھائیں' پیدل آئیں اور سواری لے جائیں' ننگے آئیں اور کپڑے پہن لیں' اس طرح دنیا میں تیری آبرو بڑھے گی اور آخرت میں اجر بھی محفوظ رہے گا۔''

چنانچہ میں نے ان کے حکم کی تعمیل کی۔ یہ خبر امام مالکؒ نے بھی سنی تو کہلا بھیجا ''جتنا دے چکا ہوں' اتنا ہر سال بھیجتا رہوں گا۔''

(بروایت ربیع بن سلیمان' بذریعہ ''آئین)

صحیح بخاری کی تالیف وترتیب

ایک دن امام بخاریؒ اسحاق بن راہویہؒ کی مجلس میں حاضر تھے۔ اسحاق بن راہویہؒ کے احباب نے کہا کہ اچھا ہوا گر اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی توفیق دے کہ سنن میں ایسا کوئی مختصر مجموعہ تیار کرے' جس میں صرف وہ صحیح حدیثیں ہوں جو صحت میں اعلیٰ مرتبہ رکھتی ہوں تاکہ عمل کرنے والے بلاخوف وتردد مجتہدین کی طرف مراجعت کئے بغیر اس پر عمل پیرا ہوں' امام بخاری کے دل میں یہ بات جاگزیں ہوگئی اور اسی وقت سے اس ''جامع'' کی تصنیف کا خیال پیدا ہوا۔ چنانچہ چھ لاکھ حدیثوں کے اس ذخیرے میں سے جو ان کے پاس موجود تھا' انتخاب شروع کیا' جو ان میں صحیح ترین تھیں ان پر اکتفا کیا اور بعض وہ احادیث جو اسی درجے پر صحیح تھیں' ان کو طوالت کے خوف یا کسی دوسرے سبب سے چھوڑ بھی گئے۔ امام بخاریؒ جب کسی حدیث کو لکھنے کا ارادہ کرتے تھے تو اول غسل کرکے دو رکعت نفل ادا کرتے تھے تو پھر اس کو لکھتے' چنانچہ سولہ سال کے عرصے میں اس انتخاب سے فراغت پائی۔

جب اس کا قصد کیا کہ ان حدیثوں کی ان کے مضمون کے مطابق ترتیب دی جائے (اس کو اصطلاحِ محدثین میں ''ترجمۃ الباب'' کہتے ہیں) تو مدینہ منورہ میں قبر مبارک اور منبر رسول ﷺ کے درمیانی مقام میں اس اہم کام کو انجام دیا' ہر ''ترجمے'' پر دو رکعت نفل ادا کرتے تھے۔ الغرض امام بخاریؒ کی حسنِ نیت کا نتیجہ تھا کہ یہ ''جامع'' اس قدر مقبول ہوئی کہ ان کی زندگی میں ہی اس کو نوے ہزار آدمیوں نے آپ سے بلاواسطہ سنا' جن میں سب آخری ''فربری'' ہیں اور آج کل ان کی روایت ہی علو اسناد کی وجہ سے شائع ومشہور ہے۔ امام بخاریؒ کی نادر باتوں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے مجھ کو امید ہے کہ قیامت کے دن مجھ سے کسی شخص کی غیبت کا سوال نہ کیا جائے گا۔

کیوں میں نے بفضل اللہ کسی کی غیبت نہیں کی۔

طریقِ صالحین کے مطابق امام بخاریؒ کو بھی محنت وابتلا یہ پیش آیا کہ خالد بن احمد ذہلی امیر بخارا نے ان کو اس امر کی تکلیف دینی چاہی کہ اس کے مکان پر آ کر اس کے بیٹوں کو ''جامع'' اور ''تاریخ'' اور دوسری کتابوں کا درس دیں۔ امام بخاریؒ نے جواب دیا کہ یہ حدیث کا علم ہے' میں اس کو ذلیل کرنا نہیں چاہتا۔ اگر تم کو غرض ہے تو اپنے بیٹوں کو میری مجلس میں بھیج دیا کرو تا کہ دوسرے طلبہ کی طرح وہ بھی علم حاصل کریں۔ امیر نے کہا' کہ اگر یسا ہے تو جس وقت میرے بیٹے آپ کے پاس آئیں آپ دوسرے طلبہ کو اپنی خدمت میں نہ آنے دیں۔ میرے دربان اور چوب دار دروازے پر تعینات رہیں گے۔ میری نخوت اس کی اجازت نہیں دیتی کہ جس مجلس میں میرے بیٹے موجود ہوں وہاں جولاہے' دھنیئے بھی ان کے ہم نشین ہوں۔ امام بخاریؒ نے اس کو بھی قبول نہ کیا اور فرمایا کہ یہ علم' پیغمبرؐ کی میراث ہے۔ اس میں ساری امت شریک ہے۔ کسی کو کوئی خصوصیت نہیں۔ اس گفت وشنید سے مذکورہ امیر امام امام بخاریؒ سے رنجیدہ ہو گئے۔ طرفین میں کدورت بڑھتی رہی۔ نوبت بایں جا رسید کہ امیر مذکور نے ابن ابی الورقاء اور اس وقت کے دوسرے علمائے ظاہری کو اپنے ساتھ ملا لیا اور امام بخاریؒ کے مسلک پر طعن کرنے لگے اور ان کے اجتہاد میں غلطیاں نکال کر ایک محضر تیار کرایا اس حیلے بہانے سے ''بخارا'' سے ان کو نکال دیا۔ امام بخاریؒ وہاں سے روانہ ہوئے تو انہوں نے جناب الٰہی میں دعا کی کہ اے اللہ ان لوگوں کو اس بلا میں مبتلا کر جس میں وہ مجھ کو کرنا چاہتے ہیں۔ ابھی ایک ماہ بھی پورا گزرنے نہ پایا تھا کہ خالد بن احمد معزول ہوئے۔ خلیفہ کا حکم پہنچا کہ ان کو گدھے پر سوار کر کے شہر میں گھمائیں۔ انجام کار ان کو کامل تباہی کا سامنا ہوا' جیسا کہ کتاب تاریخ میں لکھا ہوا اور مشہور ہے۔ حریث ابن ابی ورقاء کو بھی بے حد رسوائی اور فضیحت کا منہ دیکھنا پڑا۔ ان کا وقار خاک میں مل گیا۔ نیز اس وقت کے ان علماء کو بھی جو امام بخاریؒ کے درپے تذلیل اور (خالد بن احمد) مشورے میں شریک تھے' پوری پوری آفت پہنچی۔ امام بخاریؒ اس بے کسی کی حالت میں پہلے نیشاپور گئے۔ جب وہاں کے امیر سے بھی نہ بنی تو وہاں سے مراجعت کر کے خرتنگ تشریف لائے (یہ ایک گاؤں کا نام ہے جو سمرقند سے تین فرسخ (دس میل) کے فاصلے پر واقع ہے۔) سنہ ۲۵۶ھ میں انتقال ہوا۔ عید کے دن نماز ظہر کے بعد دفن کر دیئے گئے۔ انا للہ

وانا الیہ راجعون . امام بخاریؒ کی عمر ۶۲ سال کی ہوئی۔

چنانچہ کہا گیا ''ولد فی صدق وعاش حمیداً ومات فی نور'' اس جملے میں صدق کے اعداد ۱۹۴ ان کی پیدائش، حمید کے اعداد ۶۲ ان کی عمر اور نور کے اعداد ۲۵۶ ان کی وفات کا سال ظاہر کرتے ہیں۔

عبدالواحد طوسیؒ نے جو اس زمانے کے صلحا اور اکابر اولیاء میں سے تھے، خواب میں دیکھا کہ جناب رسول ﷺ معہ اپنے احبابؓ کے برسر راہ منتظر کھڑے ہیں۔ انہوں نے سلام کر کے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ کس کا انتظار ہے؟ آپؐ نے فرمایا محمد بن اسمٰعیل امام بخاریؒ کا انتظار کر رہا ہوں۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس خواب کے چند روز بعد ہی میں نے امام بخاریؒ کی وفات کی خبر سنی۔ جب میں نے لوگوں سے وقت وفات کی تحقیق کی تو وہی ساعت معلوم ہوئی جس میں، میں نے حضور سرکائنات ﷺ کو خواب میں منتظر دیکھا تھا۔

حضرت معروف کرخیؒ، جنہیں توحید کیلئے چن لیا گیا

حضرت معروف بن فیروز کرخی رحمۃ اللہ علیہ دوسری صدی ہجری کے مشہور اولیاء کرام میں سے ہیں، حضرت علی بن موسیٰ الرضاء کے آزاد کردہ غلام تھے۔

آپ ایک عیسائی خاندان میں پیدا ہوئے تھے، لیکن آپ کے بھائی عیسیٰ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس زمانے سے ان کو عقیدہ توحید کے لئے چن لیا تھا، میں اور وہ ایک عیسائی استاد کے پاس پڑھا کرتے تھے، استاد ہمیں ''باپ بیٹا'' کا عقیدہ سکھاتا، لیکن حضرت معروف کرخیؒ جواب میں ''احد، احد'' فرماتے، اس پر استاد انہیں مارتے تھے، ایک مرتبہ استاد نے انہیں اتنا مارا کہ وہ بھاگ کھڑے ہوئے، اور لاپتہ ہو گئے، ان کی والدہ رو رو کر کہتی تھیں کہ اگر اللہ تعالیٰ نے معروف کو میرے پاس لوٹا دیا تو وہ جو دین چاہے گا اسے اختیار کرنے سے نہیں روکوں گی۔ کئی سال بعد آپ واپس آئے تو ماں نے پوچھا بیٹا! تم کس دین پر ہو؟ آپ نے جواب دیا کہ اسلام پر، اس پر والدہ بھی مسلمان ہو گئیں، اور ہمارا پورا گھر مشرف باسلام ہو گیا۔

(صفۃ الصفوۃ لابن الجوزی ص ۱۸۰، جلد ۲، جہان دیدہ ص ۲۵)

آپ ان اولیائے کرامؒ میں سے ہیں جن پر کثرت نوافل سے زیادہ ذکر وفکر کا غلبہ تھا۔ ان کے ایک معاصر راوی ابوبکر بن ابی طالبؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت معروف کرخیؒ کے پاس ان کی مسجد میں گیا۔ جب انہوں نے آذان شروع کی تو میں نے دیکھا کہ حضرت معروف کرخیؒ قدس سرہٗ پر اضطراب کی ایک عجیب کیفیت طاری ہوگئی۔ اور جب موذن نے اشھدأن لا اله الاالله کہا تو ان کی ریش مبارک اور ابرو تک کے بال کھڑے ہوگئے اور وہ بے قابو ہوکر اس درجہ جھکنے لگے کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ وہ آذان پوری بھی کرسکیں گے یا نہیں۔ (حلیۃ الاولیاء لابی نعیمؒ ج۸ ص۳۶۱)

ایک مرتبہ آپ دجلہ کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے، سامنے سے ایک کشتی گذری جس میں کچھ بے فکر نوجوان گاتے بجاتے جارہے تھے، کسی نے حضرت معروف کرخیؒ سے کہا کہ ''دیکھئے یہ لوگ دریا میں بھی اللہ کی نافرمانی سے باز نہیں آتے، ان کے لئے بددعا کردیجئے'' اس پر حضرت معروف کرخیؒ نے ہاتھ اٹھائے، اور دعا فرمائی کہ:

''یاالٰہی! اے میرے آقا! میں آپ سے التجا کرتا ہوں کہ جس طرح آپ نے ان نوجوانوں کو دنیا میں مسرتیں بخشی ہیں، ان کو جنت میں بھی مسرتیں عطا فرمایئے۔''

حاضرین نے کہا کہ ہم نے تو آپ سے بددعا کے لئے کہا تھا، فرمایا کہ ''اگر اللہ تعالیٰ نے انہیں آخرت میں مسرتیں عطا فرمائیں تو ان کے دینوی اعمال سے ان کی توبہ قبول فرمائے گا۔ اس میں تمہارا تو کوئی نقصان نہیں۔'' (صفۃ الصفوہ ص۱۸۱ ج۲)

حضرت سعیدؒ بن المسیب کی بیٹی کی شادی

حضرت سعید بن المسیب مشہور تابعی ہیں، بڑے محدثین میں شمار ہیں، ان کی خدمت میں ایک شخص عبداللہ بن ابی دواعہؒ کثرت سے حاضر ہوا کرتے تھے، ایک مرتبہ چند روز حاضر نہ ہوسکے کئی روز کے بعد جب حاضر ہوئے تو حضرت سعید نے دریافت فرمایا کہاں تھے عرض کیا کہ میری بیوی کا انتقال ہوگیا ہے اس کی وجہ سے مشاغل میں پھنسا رہا، فرمایا کہ ہم کو خبر نہ کی ہم بھی جنازہ میں شریک ہوتے، تھوڑی دیر کے بعد میں اٹھ کر آنے لگا، فرمایا دوسرا نکاح کرلیا؟ میں نے عرض کیا، حضرت مجھ سے کون نکاح کرے گا، دو تین آنے کی میری حیثیت ہے، آپ نے فرمایا ہم کردیں گے، اور یہ کہہ کر خطبہ پڑھا اور اپنی بیٹی کا نکاح نہایت معمولی مہر آٹھ دس آنے پر مجھ سے کردیا، اتنی مقدار مہر کی ان

کے نزدیک جائز ہوگی' جیسا کہ بعض اماموں کا مذہب ہے' حنفیہ کے نزدیک اڑھائی روپے سے کم جائز نہیں) نکاح کے بعد میں اٹھا اور اللہ ہی کو معلوم ہے کہ مجھے کس قدر مسرت تھی' خوشی میں سوچ رہا تھا کہ رخصتی کے انتظام کے لئے کس سے قرض مانگوں کیا کروں' اور فکر میں شام ہوگئی' میرا روزہ تھا مغرب کے وقت روزہ افطار کیا نماز کے بعد گھر آیا چراغ جلایا روٹی اور زیتون کا تیل موجود تھا اس کو کھانے لگا کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا میں نے پوچھا کون ہے؟ کہا سعید ہے' میں سوچنے لگا کہ کون سعید ہے' حضرت کی طرف میرا خیال بھی نہیں گیا کہ چالیس برس سے اپنے گھر یا مسجد کے سوا کہیں آنا جانا تھا ہی نہیں باہر آ کر دیکھا کہ سعید بن المسیبؒ ہیں میں نے عرض کیا آپ نے مجھے نہ بلایا فرمایا میرا آنا مناسب تھا' میں نے عرض کیا کیا ارشاد ہے؟ فرمایا مجھے یہ خیال آیا کہ اب تمہارا نکاح ہو چکا ہے' تنہا رات کو سونا مناسب نہیں' اس لئے تمہاری بیوی کو لایا ہوں' یہ فرما کر اپنی لڑکی کو دروازے کے اندر کر دیا اور دروازہ بند کر کے چلے گئے' وہ لڑکی شرم کی وجہ سے گر گئی میں نے اندر سے کواڑ بند کئے اور وہ روٹی اور تیل جو چراغ کے سامنے رکھا تھا وہاں سے ہٹا دیا کہ اس کی نظر نہ پڑے اور مکان کی چھت پر چڑھ کر پڑوسیوں کو آواز دی' لوگ جمع ہو گئے تو میں نے کہا کہ حضرت سعیدؒ نے اپنی لڑکی سے میرا نکاح کر دیا ہے' اور اس وقت وہ خود ہی اس کو پہنچا گئے ہیں' سب کو بڑا تعجب ہوا کہنے لگے واقعی وہ تمہارے گھر میں ہے؟ میں نے کہا! ہاں اس کا چرچا ہوا میری والدہ کو خبر ہوئی وہ بھی اسی وقت آ گئیں اور کہنے لگیں کہ اگر تین دن تک تو نے اسے چھیڑا تو میرا منہ نہ دیکھو گے' ہم تین دن میں اس کی تیاری کر لیں' تین دن کے جب میں اس لڑکی سے ملا تو دیکھا نہایت خوبصورت قرآن شریف کی حافظہ اور سنت رسول سے بھی زیادہ واقف' شوہر کے حقوق سے بھی زیادہ باخبر' ایک مہینہ تک نہ تو حضرت سعید میرے پاس آئے نہ میں ان کی خدمت میں گیا ایک ماہ کے بعد میں حاضر ہوا تو وہاں مجمع تھا' میں سلام کر کے بیٹھ گیا جب سب چلے گئے تو فرمایا اس آدمی کو کیسا پایا' میں نے عرض کیا نہایت بہتر ہے کہ دوست دیکھ کر خوش ہوں دشمن جلیں' فرمایا اگر کوئی بات ناگوار ہو تو لکڑی سے خبر لینا' میں واپس آ گیا' تو ایک آدمی کو بھیجا جو بیس ہزار درہم (تقریباً پانچ ہزار روپیہ) مجھے دے گیا' اس لڑکی کو عبدالمالک بن مروان بادشاہ نے اپنے بیٹے ولید کے لئے (جو ولی عہد بھی تھا) مانگا تھا' مگر سعیدؒ نے عذر کر دیا تھا' جس کی وجہ سے عبدالملک ناراض بھی ہوا' ایک حیلہ سے حضرت سعید کو سو کوڑے سخت

سردی میں لگوائے اور پانی کا گھڑا بھی ان پر گروایا۔ (ساعتے با اولیاء)

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد کا ایمان افروز واقعہ

''گیلان'' کے قصبے میں ایک خدا پرست' ولی کامل ''حضرت ابوصالح موسیٰ'' رہتے تھے ایک دفعہ انہوں نے دیکھا کہ ندی میں ایک سیب بہتا ہوا آ رہا ہے' چنانچہ انہوں نے اسے نکال کر کھا لیا' معاً خیال آیا کہ باغ کے مالک سے اجازت لئے بغیر مجھے سیب کھانے کا حق نہیں تھا۔ سخت پشیمان ہوئے' باغ کے مالک ''حضرت عبداللہ صومعی'' کی خدمت میں حاضر ہوئے اور معافی طلب ہوئے۔

حضرت عبداللہ صومعی اس نوجوان کا زہد و اتقاد دیکھ کر حیران رہ گئے' ان کا حسب نسب دریافت کیا' کچھ دیر تامل کیا' اس کے بعد فرمایا ''میں اس وقت تک تمہیں معاف نہیں کروں گا جب تک میری ایک شرط پوری نہ کرو۔''

انہوں نے کہا ''میں آپ کی ہر خواہش پوری کرنے کے لیے تیار ہوں۔''

حضرت عبداللہ صومعی نے فرمایا کہ میری بیٹی ''ام الخیر'' کو اپنی زوجیت میں قبول کرلو لیکن یہ سمجھ لو کہ وہ گونگی' بہری' لولی' لنگڑی اور اندھی ہے۔

حضرت ابوموسیٰ یہ سن کر کچھ دیر کے لیے خاموش ہو گئے' لیکن پھر خیال آیا کہ تمام عمر کا زہد وتقویٰ ضائع جانے کا اندیشہ ہے' رزق حلال میں حرام کی آمیزش ہوگئی ہے' یہ شرط مانے بنا چارہ نہیں' چنانچہ انہوں نے یہ رشتہ منظور کرلیا۔

جب حضرت ابوموسیٰ صالح حجلہ عروسی میں پہنچے تو وہاں ایک پیکرِ حسن و جمال کو دیکھ کر توبہ استغفار کیا اور حضرت عبداللہ صومعی کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا ''آپ نے میرا عقد ایک اندھی' لولی' لنگڑی' اپاہج دوشیزہ سے کیا تھا' لیکن حجلہ عروسی میں تو کوئی نامحرم موجود ہے جوان تمام خامیوں سے پاک ہے؟

حضرت عبداللہ صومعی نے فرمایا' عزیزم حجلہ عروسی میں جو موجود ہے' وہی میری بیٹی ''ام الخیر فاطمہ'' ہے۔ میں نے اس کو اندھی اس لیے کہا کہ آج تک اس کی نظر کسی نامحرم پر نہیں پڑی۔ بہری اس لحاظ سے کہ آج تک کوئی بری بات اس نے نہیں سنی۔ گونگی اس لحاظ سے کہ اس نے کبھی بری بات نہیں کی۔ لولی اس لیے کہ اس نے کوئی خلافِ شریعت کام نہیں کیا اور لنگڑی اس لیے کہ اس

نے آج تک اللہ کے راستے کے علاوہ کسی اور راستے پر قدم نہیں رکھا۔ انہیں فرشتہ خصال والدین کے ہاں ''حضرت عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی'' پیدا ہوئے۔ (دیباچہ غنیۃ الطالبین از شمس بریلوی)

ابن تیمیہؒ کی ذہانت

''صاحب العقود الدریہ'' لکھتے ہیں:

ایک مرتبہ ''حلب'' کے ایک بڑے عالم دمشق آئے' انہوں نے سنا کہ ایک بچہ ہے جس کا نام ''احمد بن تیمیہ'' ہے اور وہ بہت جلد یاد کر لیتا ہے' ان کو اس کے دیکھنے اور امتحان لینے کا شوق ہوا' جس راستے سے ''ابن تیمیہؒ'' گزرا کرتے تھے وہاں وہ ایک درزی کی دوکان پر بیٹھ گئے۔

درزی نے کہا ''وہ بچہ آتا ہی ہوگا' یہی اس کے مکتب کا راستہ ہے' آپ تشریف رکھئے۔ تھوڑی دیر میں کچھ بچے مکتب جاتے ہوئے گذرے۔ درزی نے کہا' دیکھئے وہ بچہ جس کے پاس بڑی سی تختی ہے' وہی ابن تیمیہؒ ہے۔

شیخ نے اس بچے کو آواز دی' وہ آیا تو اس کی تختی لے لی اور کہا بیٹا جو کچھ لکھا ہے اس کو پونچھ ڈالو' جب وہ صاف ہو گیا تو انہوں نے اس پر کوئی ۱۱ یا ۱۳ حدیثیں لکھوا دیں' اور کہا ان کو پڑھ لو' بچے نے ان کو ایک مرتبہ غور سے پڑھا' شیخ نے تختی اٹھا لی اور کہا سناؤ۔ بچے نے پوری حدیثیں سنا دیں۔

شیخ نے کہا' ان کو بھی پونچھ ڈالو' پھر چند سندیں لکھ دیں اور کہا' پڑھو۔ بچے نے ایک بار غور سے دیکھا اور سنا دیا۔

شیخ نے یہ تماشا دیکھ کر فرمایا' اگر یہ بچہ جیتا رہا تو کوئی چیز بنے گا' اس لئے کہ اس زمانہ میں اس کی مثال ملنی مشکل ہے۔ (تاریخ دعوت وعزیمت از مولانا ابوالحسن علی ندویؒ)

فاتح سومنات سلطان محمود غزنویؒ

تاریخ فرشتہ کے مصنف نے ''طبقات ناصری'' کے حوالے سے لکھا ہے کہ سلطان محمود غزنوی کو مشہور حدیث ''العلماء ورثۃ الانبیاء'' کی صحت پر پورا یقین نہ تھا اسے قیامت کے آنے کے بارے میں بھی شبہ تھا۔ اس کے علاوہ اسے سبکتگین کا بیٹا ہونے میں بھی شک تھا۔ ایک رات کا واقعہ ہے کہ سلطان محمود اپنی قیام گاہ سے نکل کر پیدل ہی کسی طرف چل رہا تھا۔ فراش سونے کا شمع دان لے کر اس کے آگے آگے چل رہا تھا۔ راستے میں اسے ایک ایسا طالب علم ملا جو مدرسے میں بیٹھا ہوا اپنا سبق یاد کر رہا تھا مگر اس کے پاس جلانے کے لئے تیل نہ تھا۔ اس لئے وہ پڑھتے پڑھتے جب کچھ بھول جاتا تو ایک بنئے کے چراغ کے پاس آ کر اپنی کتاب میں سے دیکھ کر تصحیح کر لیتا۔ محمود کو اس نادار طالب علم کی حالت پر بڑا رحم آیا اور اس نے وہ شمع دان جو فراش نے اٹھا رکھا تھا' اس طالب علم کو دے دیا۔ جس رات یہ واقعہ پیش آیا اسی رات کو خواب میں محمود کو حضرت محمد ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپؐ نے محمود سے فرمایا۔ ''اے ناصر الدین سبکتگین کے بیٹے فرزند ارجمند خداوند تعالیٰ تجھ کو ویسی ہی عزت دے جیسی تو نے میرے ایک وارث کی قدر کی ہے۔'' آنحضرت ﷺ کے اس فرمان سے سلطان محمود کے دل میں متذکرہ بالا تینوں شکوک دور ہو گئے۔

(تاریخ فرشتہ جلد اول۔ ص ۸۹ مطبوعہ لاہور)

سلطان محمود کے عدل وانصاف کا ایک یادگار واقعہ

سلطان محمود کے انتقال کے دوسرے سال غزنی میں ایک زبردست سیلاب آیا۔ اس کی وجہ سے شہر کی بہت سی عمارتیں گر گئیں خدا کے بہت سے بندوں کی جانیں ضائع ہو گئیں۔ وہ پل جو عمر بن لیث صفا نے اپنے عہد حکومت میں دریا پر تعمیر کیا تھا اس سیلاب کی زد میں آ کر مسمار ہوا اور اس کا

نام ونشان تک مٹ گیا۔ اہل نظر کے نزدیک یہ حادثہ محمود کے انتقال کی ایک بہت اہم نشانی ہے اور وہ اس کو محمود کے عدل وانصاف کی دلیل سمجھتے ہیں۔ محمود کے عدل وانصاف کے بہت سے واقعات مشہور ہیں جن میں سب سے زیادہ مشہور اور اہم واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ ایک روز ایک شخص محمود کے دربار میں انصاف حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوا جب محمود اس کی طرف متوجہ ہوا تو اس شخص نے عرض کیا۔ ''میری شکایت ایسی نہیں ہے کہ میں اسے سر دربار سب لوگوں کے سامنے بیان کردوں۔'' محمود فوراً اٹھا اور اسے تنہائی میں لے جا کر اس کا حال پوچھا'' اس شخص نے روتے ہوئے فریاد پیش کی کہ'' آپ کا بھانجا ایک عرصے سے رات کو مسلح ہو کر میرے گھر پر آتا ہے مجھے کوڑے مار مار کر باہر نکال دیتا ہے اور پھر خود تمام رات میری بیوی کے ساتھ ہم بستری کرتا ہے میں نے امیر کو اپنا حال سنایا لیکن کسی کو میری حالت پر رحم نہ آیا اور کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ وہ آپ سے یہ بات بیان کرتا۔ جب میں ان امراء سے مایوس ہو گیا تو میں نے آپ کے دربار کے دروازے پر آنا شروع کر دیا۔ اور موقع کی انتظار میں رہا کہ کسی طرح آپ سے اپنا حال بیان کرسکوں۔ خداوند تعالیٰ نے آپ کو ملک کا حاکم اعلیٰ بنایا ہے اس لئے رعایا اور کمزور بندوں کی نگہداشت آپ کا فرض ہے۔ اگر آپ مجھ پر رحم فرما کر میرے معاملے میں انصاف کریں گے تو زہے نصیب ورنہ میں اس معاملے کو خدا کے سپرد کروں گا اور اس کے منصفانہ فیصلے کی انتظار کروں گا۔''

محمود پر اس بات کا اتنا اثر ہوا کہ وہ یہ سن کر زار و قطار رونے لگا اور کہا: ''اے مظلوم! تو اس سے پہلے میرے پاس کیوں نہ آیا اور اتنے دنوں تک یہ ظلم کیوں برداشت کرتا رہا۔'' اس شخص نے جواب میں کہا۔'' اے بادشاہ ایک مدت سے یہ کوشش کر رہا تھا کہ کسی طرح آپ کے حضور حاضر ہوسکوں۔ لیکن دربار کے چوکیداروں اور دربانوں کی روک تھام کی وجہ سے کامیابی حاصل نہ ہوسکی۔ یہ خدا ہی بہتر طور پر جانتا ہے کہ آج میں کس تدبیر اور بہانے سے یہاں پہنچا ہوں اور کس طرح ان چوکیداروں کی نظر بچا کر آپ کے حضور میں حاضر ہوا ہوں ہم جیسے فقیروں اور غریبوں کی یہ قسمت کہاں کہ بغیر کسی ہچکچاہٹ کے سلطانی دربار میں چلے آئیں اور بادشاہ سے بالمشافہ اپنی روداد غم بیان کریں۔'' محمود نے جواب دیا۔'' تم یہاں مطمئن ہو کر بیٹھو لیکن اس ملاقات اور گفتگو کا حال کسی کو نہ بتانا اور اب خیال رکھنا کہ جس وقت وہ سفاک تمہارے گھر میں آئے تو فوراً مجھے اطلاع دینا' میں

اسی وقت تمہارے ساتھ انصاف کروں گا اور اس سفاک کو اس بدکرداری کی سزا دوں گا۔"

اس شخص نے کہا"اے بادشاہ! مجھ جیسے نادار شخص کے لئے یہ ناممکن ہے کہ جب چاہوں بلا کسی روک ٹوک کے آپ سے مل سکوں۔"

محمود نے فوراً دربانوں کو بلایا اور ان سے ان شخص کو متعارف کروا کر انہیں حکم دیا کہ جس وقت بھی یہ شخص ہمارے حضور میں آنا چاہے اسے بغیر کسی اطلاع اور روک ٹوک کے آنے دیا جائے۔

دربانوں کو رخصت کرنے کے بعد سلطان محمود نے اس شخص کو قریب بلایا اور کہا۔"اگرچہ اب میرے حکم کے مطابق یہ لوگ تمہیں روکنے کی جرأت نہ کریں گے' لیکن پھر بھی احتیاطاً تمہیں یہ بتائے دیتا ہوں کہ اگر کبھی اتفاقاً یہ چوبدار میری عدیم الفرصتی یا آرام کا عذر کر کے تمہیں روک دیں تو تم فلاں جگہ سے چھپ کر چلے آنا اور آہستہ سے مجھے آواز دینا۔ میں یہ آواز سنتے ہی تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا۔" یہ کہہ کر اس شخص کو رخصت کیا اور اس کی آمد کا انتظار کرنے لگا۔" دو راتیں سکون سے گزریں' تیسری رات سلطان محمود کا بھانجا اس کے گھر داخل ہوا اور حسب دستور اسے مار پیٹ کر باہر نکال دیا اور خود اس کی بیوی کے ساتھ عیش و عشرت میں مشغول ہو گیا۔ وہ شخص اسی وقت شاہی محل کی طرف دوڑا اور دربانوں سے کہا کہ بادشاہ کو اس کی آمد کی اطلاع دی جائے۔ دربانوں نے جواب دیا کہ بادشاہ اس وقت دیوان خانے کی بجائے اپنی حرم سرا میں ہے لہٰذا تمہیں وہاں جانے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ وہ شخص مایوس ہو کر پیچھے ہٹا اور اس جگہ پر پہنچا جس کے بارے میں سلطان محمود نے اسے بتا رکھا تھا۔ اس نے آہستہ سے کہا۔"اے بادشاہ اس وقت آپ کس کام میں مشغول ہیں؟" سلطان محمود نے جواب دیا۔"ٹھہرو میں آتا ہوں" تھوڑی دیر کے بعد محمود باہر آیا اور اس شخص کے ساتھ اس کے گھر پہنچا وہاں جا کر محمود نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ اس کا بھانجا اس غریب شخص کی بیوی سے ہم آغوش ہو کر سویا ہوا ہے اور شمع اس کے پلنگ کے سرہانے جل رہی ہے۔ محمود نے شمع بجھائی اور خنجر سے اس ظالم کا سر تن سے جدا کر دیا پھر اس مظلوم شخص سے کہا۔"اے بندۂ خدا ایک گھونٹ پانی اگر مل سکے تو فوراً لے آ تاکہ میں اپنی پیاس بجھاؤں۔"

اس شخص نے فوراً پیالے میں پانی لا کر سلطان کی خدمت میں پیش کیا۔ محمود نے پانی پیا اپنی جگہ سے اٹھا اور اس نادار سے یوں مخاطب ہوا۔"اے شخص اب تو اطمینان کے ساتھ آرام کر میں

جا تا ہوں۔'' اور رخصت ہونے لگا لیکن اس شخص نے بادشاہ کا دامن پکڑ لیا اور کہا'' اے بادشاہ! تجھے اس خدا کی قسم ہے کہ جس نے تجھے اس عظیم الشان مرتبے پر سرفراز کیا ہے تو مجھے یہ بتا شمع گل کرنے اور سفاک کا سر تن سے جدا کرنے کے فوراً بعد پانی مانگنے اور پینے کی کیا وجہ ہے؟ سلطان محمود نے جواب دیا'' اے شخص میں نے تجھے ظالم سے نجات دلا دی اور اس کا سر اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں۔ شمع کو میں نے اس لئے بجھایا کہ کہیں اس کی روشنی میں مجھے اپنے بھانجے کا چہرہ نہ نظر آ جائے اور میں اس پر رحم کھا کر انصاف نہ کر سکوں۔ پانی مانگ کر پینے کی وجہ یہ تھی کہ جب تم نے مجھ سے اپنی روداد غم بیان کی تھی تو میں نے عہد کیا تھا کہ جب تک تمہارے ساتھ پورا پورا انصاف نہ ہوگا تب تک میں کھانا نہ کھاؤں گا اور نہ پانی پیوں گا۔'' (تاریخ فرشتہ جلد اول)

قارئین کرام اگرچہ تاریخوں میں بادشاہوں کے عدل وانصاف کے بہت سے قصے لکھے ہیں لیکن ایسا قصہ کسی بادشاہ کے متعلق نہیں ملتا۔ (واللہ اعلم بالصواب)

سلطان محمودؒ کی شیخ ابوالحسن خرقانیؒ سے ملاقات

محمد قاسم فرشتہ نے ''تاریخ بنائے گیتی'' کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ جب سلطان محمود خراسان گیا تو اس کے دل میں شیخ ابوالحسن خرقانیؒ (سلسلہ نقشبندیہ کے ایک مشہور بزرگ) سے ملاقات کا خیال پیدا ہوا' لیکن ساتھ ہی یہ خوف بھی لاحق ہوا کہ وہ خراسان میں اس بزرگ سے ملنے نہیں آیا' بلکہ ملکی سیاسیات کے پیش نظر اس نے یہ سفر اختیار کیا ہے۔ اس حالت میں خداوند تعالیٰ کے خاص بندوں کی زیارت کرنا خلاف ادب ہے۔ اس نے شیخ ابوالحسنؒ سے ملاقات کا ارادہ ترک کر دیا اور خراسان سے ہندوستان چلا گیا۔ وہاں معرکہ آرائیاں کرنے کے بعد غزنی واپس آیا۔ غزنی پہنچ کر اس نے شیخ ابوالحسن خرقانیؒ کی زیارت کے لئے احرام باندھا اور خرقان روانہ ہو گیا۔ وہاں پہنچ کر ایک شخص کو شیخ صاحبؒ کی خدمت میں روانہ کیا اور پیغام بھجوایا کہ ''بادشاہ آپ سے ملنے کے لئے غزنی سے چل کر یہاں آیا ہے۔ اب آپ اپنی خانقاہ سے باہر تشریف لائیں اور مجھ سے ملاقات کریں۔'' اس کے ساتھ ہی محمود نے قاصد سے یہ کہہ دیا کہ اگر حضرت شیخ باہر آنے سے انکار کریں تو انہیں یہ فرمان خداوندی سنا دینا کہ ''ایمان والو! اطاعت کرو خدا کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان لوگوں کی جو تم پر حاکم ہیں۔'' قاصد نے حضرت شیخ کی خدمت میں سلطان محمود کا پیغام پہنچایا شیخ نے اپنی خانقاہ سے باہر نکلنے سے انکار کرتے ہوئے کہا کہ

انہیں اس خدمت سے معذور سمجھا جائے۔" اس پر قاصد نے محمود کی ہدایت کے مطابق متذکرہ بالا آیت پڑھ کر سنائی، جواب میں شیخؒ نے کہا محمود سے جا کر یہ کہو کہ میں اب تک اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اس حد تک مستغرق ہوں کہ رسول کی اطاعت کے مرتبے تک نہ پہنچنے کی بڑی ندامت ہے۔ بھلا ایسی صورت میں حاکم کی اطاعت کی طرف کیسے توجہ کر سکتا ہوں۔"

قاصد واپس پہنچا اور شیخ کا جواب سنایا سلطان محمود یہ سن کر رو پڑا اور کہنے لگا، ہم نے شیخ کو سمجھنے میں غلطی کی ہے "چلو ہم خود ہی شیخ کے پاس چل کر لطف ملاقات وزیارت حاصل کریں۔ یہ کہہ کر سلطان محمود نے خود تو ایاز کا لباس پہنا اور اپنے کپڑے ایاز کو پہنائے اور دس عدد کنیزوں کو غلاموں کے کپڑے پہنا کر اپنے ساتھ لے لیا۔ اور ان سب کی معیت میں شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور سلام علیک کی شیخ نے سلام کا جواب تو دے دیا، لیکن تعظیم کے لئے کھڑے نہ ہوئے۔ اور محمود (جس نے ایاز کے کپڑے پہن رکھے تھے) کی طرف کوئی توجہ نہ کی بلکہ ایاز (جس نے محمود کا لباس زیب تن کیا ہوا تھا) کی طرف ملتفت ہو کر کچھ فرمانے کے لئے آمادہ ہوئے۔ اس پر ایاز (یعنی اصل میں محمود) نے شیخؒ سے کہا۔

"اس کی کیا وجہ ہے کہ آپ نہ تو بادشاہ کی تعظیم کے لئے اٹھے اور نہ ہی اس کی طرف توجہ کی۔ کیا فقر کے جال کی یہی کائنات ہے کہ بادشاہ کو اس طرح نظر انداز کیا جائے؟"

شیخؒ نے جواب دیا۔ "ہاں جال تو یہی ہے، لیکن تیرا مشار الیہ اس جال کا گرفتار نہیں ہے تو سامنے آ کیونکہ تو خود اس جال کا سب سے بڑا شکار ہے"۔

سلطان محمود نے جب دیکھا کہ شیخ نے اصل حقیقت کو بھانپ لیا ہے تو بڑے ادب سے شیخ کے سامنے بیٹھ گیا اور عرض کیا "مجھ سے کچھ فرمائیے۔"

شیخؒ نے غلاموں کے لباس میں بیٹھی ہوئی لونڈیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"ان نامحرموں کو محفل سے باہر کر دو۔"

سلطان نے ان کنیزوں کو وہاں سے اٹھا دیا اور پھر شیخ سے مخاطب ہوا۔ "حضرت! بایزید بسطامی کی کوئی حکایت مجھے سنائیے۔"

شیخ نے کہا "بایزید نے فرمایا ہے کہ جس نے مجھ کو دیکھ لیا وہ ظلم وستم کی تمام برائیوں سے

محفوظ ہو گیا۔"

اس پر محمود نے سوال کیا۔" یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔ کیا بایزید کا مرتبہ حضرت ﷺ کے رتبے سے بھی زیادہ ہے۔ نبی کریم ﷺ کے دیکھنے والوں میں بھی سبھی اچھے نہ تھے۔ ابوجہل اور ابولہب ویسے ہی کافر ہے تو پھر بایزید کے دیکھنے والوں میں ہر ظالم کس طرح اچھا انسان بن سکتا ہے؟"

شیخ نے فرمایا:" اے محمود تو اپنی بساط سے بڑھ کر باتیں نہ کر ادب کو ملحوظ رکھ بے ادبی سے ولایت کی دنیا میں قدم نہ رکھ تو جان لے کہ حضرت محمد ﷺ کو سوائے چار (۴) یاروں اور چند دیگر صحابہ کرام کے کسی اور نے نہیں دیکھا۔ کیا تو نے قرآن کریم کی یہ آیت سنی نہیں کہ" اور تم دیکھتے ہو ایسے لوگوں کو وہ **نظر** کرتے ہیں تمہاری طرح حالانکہ وہ حقیقتاً تم کو نہیں دیکھ سکتے۔"

سلطان محمود کو حضرت شیخ کی یہ بات بہت پسند آئی اور کہا" مجھے کوئی نصیحت کیجئے۔"

شیخ" نے فرمایا:" تجھے چاہئے کہ چار چیزوں کو اختیار کرے۔ اول پرہیزگاری دوم نماز با جماعت سوم سخاوت چہارم شفقت۔"

اس کے بعد محمود نے درخواست کی" میرے حق میں دعا کیجئے۔"

شیخ نے فرمایا" میں پانچوں نمازوں کے بعد یہ دعا کیا کرتا ہوں **اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ**"

محمود نے کہا۔" یہ دعا تو عام ہے میرے لئے کوئی خاص دعا فرمایئے۔"

شیخ" نے فرمایا۔" جا تیری عاقبت محمود ہو۔"

اس کے بعد سلطان محمود نے روپوں کا ایک توڑا شیخ کی خدمت میں پیش کیا شیخ نے جو کی روٹی سلطان کے سامنے رکھی اور کھانے کے لئے کہا۔ محمود نے دیکھا کہ روٹی بہت سخت ہے اس نے ہر چند اسے چبایا لیکن نہ تو وہ دانتوں سے کٹتی تھی اور نہ ہی گلے سے نیچے اترتی تھی۔

شیخ" نے پوچھا کیا یہ روٹی تمہارے گلے میں اٹکتی ہے؟"

محمود نے اثبات میں جواب دیا......

شیخ نے فرمایا۔" جس طرح ہماری یہ سوکھی روٹی تمہارے گلے سے نیچے نہیں اترتی اسی طرح تمہارا یہ روپوں سے بھرا ہوا توڑا بھی ہمارے گلے سے نیچے نہیں اترتا۔ اس کو ہمارے سامنے

سے اٹھاؤ کیونکہ ہم اسے بہت پہلے سے طلاق دے چکے ہیں۔''

محمود نے التماس کی، شیخ! کوئی چیز بطور یادگار عنائت فرمایئے' انہوں نے اسے اپنا ایک خرقہ دے کر رخصت کیا۔

جب محمود رخصت کے وقت اٹھا تو اس مرتبہ شیخ بطور تعظیم اٹھ کھڑے ہوئے۔

محمود نے کہا۔'' آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ جب میں آپ کے پاس آیا تھا تو آپ نے میری کوئی پروا نہیں کی تھی' اب آپ میرے لیے اٹھ کر کھڑے ہو گئے ہیں؟''

شیخؒ نے جواب دیا۔'' جب تم میرے پاس آئے تھے، تم بادشاہی کے غرور میں سرشار تھے اور میرا امتحان کرنے کی غرض سے آئے تھے' اب تم عاجزی اور انکساری کے ساتھ واپس جا رہے ہو۔''

خرقۂ شیخ کی کرامت

شیخ سے رخصت ہو کر سلطان محمود غزنوی واپس آیا اور ان کے عطا کردہ خرقے کو بڑی حفاظت سے اپنے پاس رکھا۔ جس زمانے میں محمود نے سومنات پر حملہ کیا تو پرم اور داشلیم سے جنگ کے دوران محمود کو یہ خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں مسلمانوں کے لشکر پر ہندوؤں کا لشکر غالب نہ آ جائے۔ چنانچہ پریشانی کے عالم میں سلطان محمود شیخ کے خرقہ کو ہاتھ میں لے کر سجدے میں گر گیا اور خداوند تعالیٰ سے دعا کی۔'' اے خدا اس خرقے کے مالک کے طفیل میں مجھے ان ہندوؤں کے مقابلہ میں فتح دے۔ میں نیت کرتا ہوں کہ جو مال غنیمت یہاں سے حاصل کروں گا اسے غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم کر دوں گا۔'' مؤرخین کا بیان ہے کہ جونہی محمود نے یہ دعا مانگی آسمان کے ایک حصے سے سیاہ بادل اٹھے اور سارے آسمان پر محیط ہو گئے۔ بادل کی گرج اور بجلی کی چمک کڑک سے ہندوؤں کا لشکر ہراساں ہو گیا اور ایسی تاریکی چھائی کہ ہندو اس پریشانی کے عالم میں آپس ہی میں ایک دوسرے سے لڑنے لگے۔ اور اس باہمی جنگ کی وجہ سے پرم دیو کی فوج میدان سے بھاگ نکلی اور مسلمانوں نے ہندوؤں پر فتح پائی۔

محمد قاسم فرشتہ کہتے ہیں کہ'' میں نے ایک معتبر تاریخ میں یہ روایت دیکھی ہے کہ جس روز سلطان محمود نے شیخ ابو الحسن خرقانیؒ کے خرقے کو ہاتھ میں لے کر خدا تعالیٰ سے دعا مانگ کر فتح حاصل کی اسی رات کو محمود نے خواب میں شیخ ابو الحسنؒ کو دیکھا انہوں نے محمود سے فرمایا'' اے محمود تو نے

میرے خرتے کی آبروریزی کی ہے اگر تو فتح کی دعا کی جگہ تمام غیر مسلموں کے اسلام لے آنے کی دعا کرتا تو وہ بھی قبول ہو جاتی۔''

''جامع الحکایات'' میں یہ لکھا ہے کہ جب سلطان محمود شیخ ابوالحسن کی خدمت میں پہنچا تو اس نے شیخ صاحب سے کہا۔''اگرچہ خراسان میں مجھے بہت ضروری کام تھے لیکن میں ان تمام کاموں کو نظر انداز کر کے غزنی سے یہاں خاص طور پر آپ کی زیارت کے مقصد سے آیا ہوں۔'' شیخ نے جواب دیا اے محمود! اگر تو نے غزنی سے میری زیارت کا احرام باندھا ہے تو کیا تعجب کہ اس کی برکت سے لوگ خانہ کعبہ سے تیری زیارت کا احرام باندھ کر غزنی میں آئیں'' سبحان اللہ! سلطان محمود کی برتری کا اندازہ اسی سے ہوسکتا ہے کہ شیخ ابوالحسن خرقانیؒ نے اس کی بابت یہ الفاظ کہے۔

قاضی ابو بکر بغدادیؒ کا عجیب واقعہ

حافظ ابنِ رجب حنبلیؒ (م ۷۹۵ھ) اپنی کتاب ''ذیل طبقات الحنابلہ'' میں قاضی ابو بکر بن محمد بن عبدالباقی بغدادیؒ (بزاز انصاری م ۵۳۵ھ) کے حالات میں ان کا یہ بیان نقل کرتے ہیں:

''میں ایک زمانہ میں مکہ مکرمہ آکر پڑ گیا تھا، ان دنوں ایک مرتبہ بہت ہی سخت بھوک لگی۔ پاس کچھ تھا نہیں جس سے بھوک مٹاتا۔ اتفاق سے ایک ریشم کی تھیلی پڑی ہوئی مل گئی جس کا پھُندنا بھی ریشم کی ڈوری سے بندھا ہوا تھا۔ میں اسے اٹھا کر گھر لے آیا، اسے کھول کر دیکھا تو اس میں موتیوں کا ایسا نفیس وقیمتی ہار تھا کہ میں نے آج تک اس جیسا نہیں دیکھا تھا۔ میں باہر نکلا تو دیکھا ایک بوڑھا آدمی اسی کا اعلان کر رہا ہے، اس کے پاس ایک پھٹے پرانے کپڑے میں پانچسو دینار تھے اور وہ یہ آواز لگا رہا تھا۔''موتیوں کی تھیلی واپس کرنے والے کو یہ رقم انعام میں دی جائے گی۔'' میں نے دل میں کہا میں ضرورت مند اور بھوکا ہوں کیوں نہ ان اشرفیوں کو لے کر کام میں لاؤں اور اس کو تھیلی واپس کر دوں۔

میں نے اس سے کہا، میرے پاس آیئے۔ میں اس کو لے کر گھر پہنچا۔ اس نے ہر چیز کی نشانی بتائی۔ تھیلی کیسی ہے، پھُندنا کیسا ہے، موتی کس طرح کے ہیں اور کتنے ہیں اور یہ کہ جس دھاگے سے باندھا گیا ہے وہ کیسا ہے؟ علامت صحیح پا کر میں نے تھیلی نکال کر اسے دے دی۔ اس

نے پانچسو دینار میرے آگے کر دیئے، مگر اس وقت میری عجیب حالت ہوئی۔ میں نے لینے سے نکار کر دیا، میں نے کہا یہ میرا فرض تھا کہ میں آپ کو لوٹاؤں۔ میں اس پر کوئی بدلہ نہیں چاہتا! اُس نے کہا، یہ آپ کو لینے پڑیں گے اور بہت ہی اصرار کیا، لیکن میں تیار نہیں ہوا، آخر وہ مجھے چھوڑ کر چلا گیا۔ اِدھر میرا قصہ یہ ہوا کہ میں مجبور ہو کر مکہ سے نکلا اور بحری سفر شروع کر دیا۔ اتفاق سے راستے میں کشتی ٹوٹ گئی، اور مسافر ڈوب گئے اور ان کا سامان ضائع ہو گیا تنہا ایک میں تھا جو کشتی کے اک ٹکڑے پر زندہ بچا رہا۔ عرصہ تک سمندر میں تیرتا رہا۔ مجھے کچھ معلوم نہ تھا کہ میں کہاں جا رہا ہوں۔ خدا خدا کر کے ایک جزیرے میں پہنچا، جہاں کچھ لوگ آباد تھے۔ میں ایک مسجد میں جا کر بیٹھ گیا۔ انہوں نے مجھے قرآن پڑھتے دیکھا تو جزیرہ کا کوئی شخص ایسا نہ بچا جس نے میرے پاس آ کر یہ نہ کہا ہو کہ ”آپ ہمیں قرآن پاک پڑھا دیجئے“ اس طرح مجھے ان لوگوں سے ڈھیروں مال حاصل ہوا۔

کچھ دن بعد میں نے اس مسجد میں قرآنِ پاک کے چند بوسیدہ اوراق رکھے ہوئے دیکھے۔ میں انہیں اٹھا کر پڑھنے لگا، انہوں نے پوچھا: ”آپ خوشنویسی بھی جانتے ہیں؟“ میں نے کہا، جی ہاں۔ انہوں نے کہا ”آپ ہمیں لکھنا سکھا دیجئے۔“ غرض وہ اپنے بچوں اور جوانوں کو لے کر آ گئے اور میں انہیں سکھانے لگا۔ اس سے بھی مجھے بہت کافی مال واسباب حاصل ہوا۔

ایک دن وہاں کے لوگوں نے مجھ سے کہا، ہمارے یہاں ایک یتیم بچی ہے اور اس کے پاس مال ومتاع بھی کافی موجود ہے، ہم چاہتے ہیں کہ آپ اس سے شادی کر لیں۔ میں نے منع کر دیا، لیکن وہ میرے پیچھے پڑ گئے اور مجھے ان کی بات ماننی پڑی۔ جب شبِ زفاف میں اُسے لے کر میرے پاس آئے تو میں نظر اُٹھا کر اسے دیکھنے لگا۔ میں نے اس کی گردن میں بعینہٖ وہی ہار لٹکا ہوا دیکھا تو بھونچکا رہ گیا۔ اب میں صرف اس ہار کو دیکھ رہا تھا۔ لوگوں نے یہ منظر دیکھا تو کہا: ”جناب آپ نے اس یتیم بچی کا دل توڑ دیا۔ آپ اسے دیکھنے کے بجائے ہار دیکھ رہے ہیں۔“

میں نے انہیں ہار کا قصہ سنایا تو سب نے ایک ساتھ نعرہ لگایا اور اتنی زور سے اللہ اکبر کہا کہ تمام جزیرے والوں تک وہ آواز پہنچی۔ میں نے کہا، کیا ہوا؟ انہوں نے کہا، جن بڑے میاں نے تم سے ہار لیا تھا وہ اسی بچی کے باپ تھے۔ وہ کہا کرتے تھے مجھے دنیا میں صرف ایک سچا اور پکا مسلمان ملا اور وہ، وہ تھا جس نے مجھے ہار لوٹایا۔ وہ خدا سے دُعا کرتے تھے، ”خدایا مجھے اس سے پھر ملا

دے تاکہ میں اسے اپنی بیٹی بیاہ دوں۔" اوراب وہ آپ کو مل گئی۔

میں ایک مدت تک اس کے ساتھ رہا، اللہ نے مجھے اس سے دو بیٹے بھی دیئے۔ پھر اس کا انتقال ہو گیا اور ہار کا وارث میں اور میرے دونوں لڑکے ہوئے۔ کچھ دنوں بعد بچے بھی اللہ کو پیارے ہو گئے اور ہار تنہا میرے قبضے میں آیا۔ میں نے اسے ایک لاکھ دینار میں فروخت کیا اور یہ جو مال ومتاع تم کو نظر آ رہا ہے یہ سب اسی رقم کا باقی ماندہ حصہ ہے۔

(ترغیب المسلمین)

صاحب حضوری شیخ عبدالحق ؒ کا عجیب واقعہ

ایک بزرگ گذرے ہیں حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ مدینہ طیبہ (زادہا اللہ شرفا وکرامۃ) میں رہتے تھے صاحبِ حضوری تھے، صاحبِ حضوری وہ شخص کہلاتا ہے جس کو روزانہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوتی ہے۔ کس طریقہ پر ہوتی ہے سوتے میں یا جاگتے میں یہ تو وہی حضرات جانیں۔ ایک روز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا کہ ہندوستان جاؤ، یہ بھی فرمایا کہ غریبانِ ہند پر نظر کرم رکھنا۔ نظرِ شفقت رکھنا، انہوں نے عرض کیا کہ حضور یہاں تو روزانہ حاضری وزیارت کا موقع ملتا ہے ہندوستان سے (کہ اتنی دور ہے) اس کا موقع کیسے میسر آئے گا۔ اس پر حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم کو وہاں سے بھی موقع دیا جائے گا۔ چنانچہ وہ ہندوستان آئے، دہلی میں قیام کیا، یہاں حدیث شریف کا مشغلہ شروع کیا، تصوف کی بھی بعض کتابیں لکھیں۔ اگر کہیں معلوم ہوتا کہ فلاں جگہ کوئی اللہ اللہ کرنے والا موجود ہے تو اس کی زیارت کے لئے جاتے، ایک روز معلوم ہوا کہ کوئی درویش آیا ہے۔ بہت لوگ اس کی طرف متوجہ ہیں وہاں بھی یہ تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ ایک فقیر ہے اور اس کے اردگرد مجمع ہے اور اس کے پاس ایک پیالہ شراب کا رکھا ہوا ہے، فقیر نے ان کی طرف دیکھا اور کہا کہ یہ پیالہ شراب کا پی لے۔ انہوں نے انکار کر دیا کہ شراب تو حرام ہے میں نہیں پیوں گا، اس نے بھی کچھ اصرار نہیں کیا اور نہ کچھ اور بات ہوئی، رات کو انہوں نے خواب دیکھا کہ کچھ لوگ چلے جا رہے ہیں، جانے والوں سے پوچھا بھائی کہاں جا رہے ہو؟ انہوں نے بتلایا کہ فلاں مکان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں ان کی زیارت کے لئے جا رہے ہیں۔ اس پر یہ بھی چل دیئے، مکان پر پہنچے تو دیکھا کہ وہی فقیر ڈنڈا لئے

دروازہ پر کھڑا ہے۔ اس نے اوروں کو تو اندر جانے کی اجازت دے دی مگر انہوں نے جانا چاہا تو ان کے اوپر ڈنڈا اٹھایا اور کہا تو نے شراب کا پیالہ نہیں پیا تھا اس لئے اندر جانے کی اجازت نہیں۔ گھبرا کر آنکھ کھل گئی، چونکہ زبردست عالم تھے حدود شرع کو جانتے تھے فوراً لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھا۔ سمجھ گئے کہ تلبیسِ ابلیس ہے، شیطانی دھوکہ ہے یعنی شراب پئیں تو زیارت نصیب ہو اور شراب پینے سے انکار کر دیں تو محروم رہیں یہ تلبیسِ ابلیس ہے۔ اگلے روز پھر اس فقیر کے یہاں گئے دیکھا اسی طرح مجمع لگا ہوا ہے اور شراب کا پیالہ رکھا ہوا ہے جیسے ہی یہ پہنچے تو اس نے کہا اب تو پی لے، اس سے یہ سمجھے کہ یا تو اسی کا تصرف تھا رات میں یا پھر اس کا کشف ہے، جواب دیا کہ یہ شعبدے کسی اور کو دکھانا میں نہیں پیوں گا۔ چنانچہ نہیں پی چلے آئے۔ آج رات پھر اسی طرح خواب دیکھا کہ لوگ جا رہے ہیں۔ یہ بھی گئے۔ دیکھا کہ پھر وہی فقیر ڈنڈا لئے کھڑا ہے، ان کو اندر جانے نہیں دیا روک دیا۔ گھبرا کر آنکھ کھل گئی، پھر لاحول پڑھا۔ دن میں پھر اس فقیر کے پاس گئے، اس نے کہا دیکھو دو روز ہو گئے حاضری سے محروم ہو زیارت سے محروم ہو اب تو پی لو۔ انہوں نے فرمایا ساری عمر بھی محروم رہوں گا تو بھی نہیں پیوں گا۔ مجھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کر کے حاضری وزیارت منظور نہیں۔ اگر میں حاضری سے محروم ہوں تو کیا ہوا میری خدمات تو قبول ہیں، یہ میرا انکار کر دینا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں قبول ہے پینا تو مقبول نہیں۔ تیسری رات پھر اسی طرح سے خواب میں دیکھا کہ لوگ جا رہے ہیں یہ بھی گئے تو دیکھا کہ پھر وہی فقیر دروازہ پر ڈنڈا لئے کھڑا ہے اب ان کو بڑا تردد ہوا کہ کمبخت یہاں آکر کھڑا ہو گیا دروازے پر، اندر جانے نہیں دیتا۔ یہ عجیب بات ہے شراب پی لوں تو اندر جانے کی اجازت ملے نہ پیوں تو اجازت نہ ملے۔ سوچ ہی رہے تھے کیا تدبیر اختیار کروں کہ اندر سے آواز آئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم دریافت فرما رہے ہیں دو روز ہو گئے عبدالحق نہیں آئے جیسے ہی ان کے کان میں یہ آواز پہنچی تو انہوں نے باہر ہی سے کہا کہ حضور میں تو حاضر ہونا چاہتا ہوں مگر یہ فقیر دروازہ پر کھڑا ہے اندر آنے نہیں دیتا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کون ہے؟ کیا بات ہے؟ آپ کو بتایا گیا کہ ایک شرابی فقیر ہے جو دروازے پر کھڑا ہے۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا اخسأ یا کلبُ، دور ہو اے کتے۔ حضرت علیؓ بھی وہاں موجود تھے وہ تلوار لے کر اس فقیر کی طرف دوڑے اس پر وہ بھاگا وہاں سے۔ تب راستہ کھلا اور یہ حاضر خدمت

ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عبدالحق دو روز ہو گئے تم کہاں تھے؟ عرض کیا حضور دو روز ہو گئے آتے ہوئے مگر یہ فقیر کہتا ہے کہ شراب پی لو تو اندر جانے کی اجازت ہے، ورنہ نہیں۔ بھلا آپ نے تو شراب کو حرام بتلایا، شراب پینے والے پر لعنت فرمائی میں کیسے پی لیتا۔ آپؐ نے فرمایا تم نے بہت اچھا کیا اور پھر شفقت و مہربانی فرمائی۔ آج جب صبح کو اٹھے تو بہت خوش تھے، دن چڑھے اس فقیر کے یہاں پھر آئے۔ دیکھا مجمع تو موجود ہے اس کے مریدین کا مگر خود موجود نہیں۔ ان سے پوچھا کہ تمہارا پیر کہاں ہے؟ مرید نے کہا اندر کمرہ میں ہیں۔ حضرت شیخ نے دروازہ پر دستک دی تو کوئی جواب نہیں ملا۔ دروازہ کھول کر دیکھا تو اس میں کوئی نہیں ہے، اس پر لوگوں سے کہا دیکھو وہ تو یہاں نہیں ہے، جب سب نے دیکھا تو تعجب ہوا کہ وہ تو کمرہ کے اندر تھے اور کوئی راستہ بھی کمرہ سے نکلنے کا نہیں پھر گئے تو کہاں گئے؟ اس کے بعد شیخ نے ان سے پوچھا کہ یہاں سے کوئی نکلا بھی ہے؟ بتلایا کہ ہاں ایک کتا تو نکل کر بھاگا تھا۔ اس پر شیخ نے اپنا سارا واقعہ سنایا اور فرمایا وہی تمہارا پیر تھا اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو مسخ کرنا چاہا تھا حق تعالیٰ شانہٗ نے اس کی صورت کو مسخ کر کے کتا بنا دیا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلا ''دور ہوا ے کتے'' جس کو آپ نے کتا فرما دیا وہ پھر انسان کیسے رہتا۔ (ملفوظات فقیہ الامت سے ماخوذ)

علاؤ الدین خلجی کی ''بلند پروازیاں''

ابتدائی ایام میں جب ''علاؤ الدین خلجی'' کو پے در پے اہم کامیابیاں ہوئیں تو اس کے ''طائر ہوس'' نے بلند پروازیاں شروع کیں اور اس کے دل میں طرح طرح کی خواہشات گدگدانے لگیں، مثلاً وہ کہتا کہ رسول اکرم کو خدا نے چار یار عطا کئے، جن کی مدد سے انہوں نے شریعت کا آغاز کیا، اگر میں بھی اپنے چار یار یعنی ''الماس بیگ، الغ خان ظفر خان' ملک نصرت خان اور سنجر الپ خان'' کی مدد سے ایک نئے دین و مذہب کی بنیاد ڈالوں' تو قیامت تک میرا اور میرے ساتھیوں کا نام یادگار رہے گا۔ اس کا دوسرا منصوبہ یہ تھا کہ چونکہ اس کے پاس بے شمار خزانہ ولشکر اور بے اندازہ ہاتھی گھوڑے ہیں' اس لئے چاہئے کہ وہ دہلی کو ایک معتمد درباری کے سپرد کر کے یونان کے بادشاہ اسکندر اعظم کی طرح عالمگیر فتوحات کا آغاز کرے' اسی لئے اس نے خطبہ میں اپنے آپ کو سکندر ثانی کہلوایا' اور سکوں پر بھی یہ لقب کھدوایا۔

بادشاہ کے درباریوں میں سے ایک شخص ملک علاؤالدین علاؤالملک کوتوال دہلی (جو کہ ضیاءالدین برنی کا چچا تھا) بھی تھا ایک دن وہ حسب معمول بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو بادشاہ نے اپنے دونوں منصوبوں کی نسبت اس سے بھی پوچھا۔

''علاؤالملک'' نے زمین خدمت کو بوسہ دیا اور کہا! بادشاہ سلامت! دین و شریعت کی باتیں انبیاء علیہم السلام سے تعلق رکھتی ہیں' اور نبوت کا انحصار وحی آسمانی پر ہے اور یہ بات حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگئی' سب خاص و عام' چھوٹے بڑے' نزدیک و دور اس کو جانتے ہیں' اگر عام لوگوں کو حضور بادشاہ کے منصوبۂ نبوت کا پتہ چلا تو بادشاہ سے یقیناً بددل ہو جائیں گے' اور ملک میں فساد و بدنظمی پھیل جائے گی' مصلحت ملکی کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے بعد سلطان جہاں اس ارادے کو بالکل اپنے صفحۂ دل سے محو کردیں اور پھر کبھی ایسی چیز کا خیال نہ کریں' جواب کسی آدم زاد کو میسر نہیں آسکتی۔

یہ حضور پُرنور پر روشن ہوگا کہ چنگیز خان اور اس کی اولاد نے سالہا سال تک اس امر کی بڑی کوشش کی کہ مذہب اسلام دنیا سے ناپید ہو جائے اور ان کا اپنا دین جو ہزار ہا سال سے ترکستان میں رائج ہے' دنیا میں عام ہو۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے لاکھوں مسلمانوں کو قتل کیا، لیکن ان کی یہ خواہش کسی طرح پوری نہ ہوئی، اور بالآخر ان کی اولاد کے دل میں دینِ متین محمدیؐ کی استواری ذہن نشین ہوئی اور وہ مسلمان ہوگئے اور اسلام کی تقویت کے لئے انہوں نے کفار سے جنگ کی۔

''سلطان علاؤالدین خلجیؒ'' نے بڑی دیر تک ''علاؤالملک'' کے مشورے پر غور و تامل کیا پھر اس سے کہنے لگا جو کچھ تم نے کہا ہے درست اور حقیقت کے مطابق ہے، خدا تمہارے والدین پر صد ہزار رحمت کرے کہ تم نے نمک حلالی سے ایسا مشورہ دیا، آج کے بعد کوئی شخص مجلس میں مجھ سے اس مسئلہ پر کوئی بات نہیں سنے گا۔

پھر بادشاہ نے اپنے دوسرے ارادے یعنی فتح ممالک کی نسبت پوچھا کہ وہ ٹھیک ہے یا ناقص؟ ''علاؤالملک'' نے عرض کیا، ارادہ نیک ہے اور جہاں پناہ کی ہمت عالی کی دلیل، لیکن اس کے متعلق بھی چند امور غور طلب ہیں۔

ایک تو یہ کہ جب جہاں پناہ دہلی چھوڑ کر بیرون ممالک میں جائیں گے تو ہندوستان میں

نیابت کے فرائض کون انجام دے گا؟ اور جب آپ عرصہ دراز کے بعد دہلی واپس آئیں گے تو وہ نائب اپنے عہد و پیمان پر قائم ہوگا یا منحرف ہو جائے گا؟ حضور والا! آج کا زمانہ سکندر کا زمانہ نہیں۔ وہ عہدِ وفا تھا، جس نے کوئی عہد باندھا مرتے دم تک اس پر قائم رہا، پھر سکندر کے پاس ''ارسطو'' جیسا وزیر باتدبیر تھا، جس نے سکندر کی عدم موجودگی میں سب کو مطیع و تابع دار رکھا اور سکندر کی عدم موجودگی میں سلطنت کو محفوظ و دُرست رکھا، اگر حضور کے امراء اس حد تک قابل اعتماد ہیں تو ''حسبی اللہ'' آپ کا ارادہ مبارک۔

بادشاہ نے اس بات پر دیر تک غور و خوض کیا اور کہا! اگر میں ان مشکلات کا خیال کروں تو مجھے گوشۂ دہلی پر قناعت کرنی پڑے گی۔ پھر میرا یہ لاؤ لشکر کس کام آئے گا اور میرے نام کی شہرت کس طرح ہوگی؟ ''علاؤالملک'' نے پھر پتے کی بات کی اور عرض کیا کہ ابھی جہاں پناہ کو دو مہمیں اس طرح کی درپیش ہیں کہ تمام خزانے ان کے لیے درکار ہوں گے' ایک تو تمام ممالک ہندوستان کی تسخیر اور وسطی ہندوستان کے بعض قلعوں مثلاً رنتھمبور' چتوڑ' چاندیری' وغیرہ اور مشرقی سمت دریائے شور' اور شمال میں 'طمغان' و کابل تک سب علاقوں کی فتح۔ دوسرے مغلوں کا سدِ باب، یعنی دیپال پور اور ملتان اور اس طرح کے دوسرے جو قلعے ان کے راستے میں ہیں ان کا مکمل استحکام' جب دونوں مہمیں بخیر و خوبی سرانجام پا جائیں گی تب بادشاہ سلامت کے لیے ممکن ہوگا کہ خود بدولت تو دہلی میں قیام کریں اور امرائے معتمد کو آراستہ فوجوں کے ساتھ اطراف و اکناف میں روانہ کریں تا کہ دور دور کے ممالک کو فتح کر کے حضور کا نام جہانگیری روشن کریں' لیکن یہ سب کچھ اسی صورت ہوگا جب بادشاہ سلامت کثرت شراب نوشی' سیر و شکار' اور عیش و عشرت سے دست بردار ہو جائیں گے۔

سلطان علاؤالدین یہ باتیں سن کر بہت خوش ہوا۔ ''علاؤالملک'' کی رائے صائب اور تدبر کی تعریف کی اسے دو گاؤں' گھوڑے اور بے شمار زر و جواہر انعام دیا۔

(آب کوثر از شیخ محمد اکرم بحوالہ ضیاء الدین برنی)

آصف خاں کی طرف سے شاہ جہان کی دعوت

امراء جب بادشاہوں کو اپنے یہاں مدعو کرتے تو وہی شان و شوکت دکھاتے جو درباروں میں ہوا کرتی تھی، ''اعتماد الدولہ'' نے جہانگیر کو اپنے ہاں مدعو کیا تو جہانگیر کی رہ گذر کو طرح طرح کے

فانوسوں سے روشن کیا اور جو نذرانے پیش کئے، ان میں ایک سونے کا تخت بھی تھا جو تین سال کی مدت میں ساڑھے چار لاکھ روپے میں تیار ہوا تھا۔

عہد جہانگیری میں آصف خان نے برطانوی سفیر کو جو دعوت دی اس کا ذکر ''ایڈور ڈیٹری'' نے اس طرح کیا ہے۔ سفیر کی دعوت ایک بہت بڑے اور خوبصورت خیمے میں کی گئی' خیمہ خوشگوار قسم کی خوشبوئیات سے معطر کیا گیا تھا' چاندی اور سونے کے برتنوں میں کھانا پیش کیا گیا جو تقریباً ستر اقسام پر مشتمل تھا' اور نہایت لذیذ تھا...... یہ دعوت روم کی مشہور ''اپی کیور'' کی دعوت سے یقیناً بہتر کہی جاسکتی ہے۔ جو اپنی بھوک رفع کرنے کے لئے زمین' ہوا' اور سمندر کی تمام چیزیں فراہم کرنے کا عادی تھا۔

نور جہاں کا بھائی آصف خان اپنے محل میں شہزادوں اور شہزادیوں کی دعوت کرتا تو ان کے استقبال اور دعوت میں جتنا زیادہ تکلف ممکن ہوتا وہ کیا کرتا۔ اسی زمانہ میں ایک فرنگی سیاح ''ایف۔ ایس منریق'' لکھتا ہے کہ:

میں نے پہرہ دار کی سازش سے اس محل کے اندر چھپ کر ایک ضیافت کو دیکھنے کی کوشش کی' آصف خان نے شاہجہان کو اپنے زنان خانے میں مدعو کیا' تو جس وسیع ایوان میں اس نے یہ دعوت کی' اس کے فرش کو زرنگار قالین سے آراستہ کیا' چاندی کی انگیٹھیوں میں جا بجا عنبر اور دوسری خوشبودار چیزیں جلائی جارہی تھیں' تمام فضا معطر تھی' مرصع اور زریں برتنوں سے پورا ایوان جگمگا رہا تھا' ایوان میں داخل ہونے کے راستے میں ایک چاندی کی بڑی مچھلی آویزاں تھی۔ اس کے منہ سے سات معطر فوارے چھوٹ رہے تھے۔

جب شاہجہان ایوان میں داخل ہوا' تو بغلی کمروں سے سرود و نغمہ کی آوازیں بلند ہوئیں' شاہجہان کے آگے آگے شہزادیاں تھیں' جو سونے اور چاندی کے کام والے زرق برق لباس پہنے ہوئے تھیں۔ ان کے گلوں اور سروں پر سونے اور موتیوں کے ہار جگمگا رہے تھے، دائیں طرف اس کی خوش دامن' اور بائیں طرف اس کی چہیتی بیگم ''ممتاز محل'' تھیں۔

اس کے پیچھے دارا شکوہ اور آصف خان تھے' شاہجہان زرنگار مسند پر آ کر بیٹھ گیا' اس کے بیٹھتے ہی دو حسین عورتیں ''مورچھل'' ہلانے لگ گئیں' اس کے فوراً بعد آصف خان کے گھر والے

خود شاہجہان کے شہزادے اور شہزادیاں آگے بڑھیں اور جھک کر کورنش اور چہار تسلیمات بجالائیں۔ شاہجہان اپنی خوش دامن کے ساتھ نہایت تواضع سے پیش آیا اور اسے اپنے دائیں جانب بٹھایا۔

دوسروں کو بھی بیٹھنے کے لئے کہا' پہلی اور دوسری بار کہنے پر وہ سب کھڑے رہے' لیکن جب تیسری بار ان سے بیٹھنے کو کہا تو وہ ادب سے بیٹھ گئے، ان کے بیٹھتے ہی نہایت شیریں نغموں کی آوازیں آنی شروع ہوئیں' ان نغموں میں بادشاہ کے جنگی کارنامے بیان کئے جا رہے تھے۔

بعد میں چار حسین لڑکیاں داخل ہوئیں جو آصف خان کے خاندان کی تھیں' اور اپنے حسن و جمال میں کسی جگہ کی بھی حسین عورتوں سے کم نہ تھیں' وہ نہایت ادب سے بادشاہ کی طرف بڑھیں۔ ان میں سے ایک نے اس کے سامنے سفید ساٹن کا ایک کپڑا بچھایا' دوسری نے ایک خوبصورت "طلائی سیلانچی" سامنے رکھی' جس میں جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ تیسری نے اسی قسم کے جواہرات سے مرصع طلائی برتن سے ہاتھ دھلائے' اور چوتھی نے ہاتھ پونچھنے کے لئے تولیہ پیش کیا۔

ان چاروں کے بعد بارہ عورتیں داخل ہوئیں' جو پہلی چار لڑکیوں کی طرح تو معزز نہ تھیں لیکن تہذیب میں کم بھی نہ تھیں' انہوں نے شہزادوں' اور شہزادیوں کے ہاتھ اسی طرح دھلائے' اتنے میں کھانا دوسرے دروازے سے آنا شروع ہوا' تو طرح طرح کے نغمے بھی تیز ہونے لگے۔ خواجہ سرا سونے کے برتنوں میں کھانا لا رہے تھے۔ ان خواجہ سراؤں کا لباس اعلیٰ اور معطر تھا چار خواجہ سرا کھانا لا کر دو خواجہ سراؤں کو دیتے پھر یہ دو خواجہ سرا ان دو حسین عورتوں کو جو بادشاہ کے پاس کھڑی رہتیں' یہ برتن دے دیتے، وہ دونوں عورتیں گھٹنے ٹیک کر بادشاہ کے سامنے رکھتیں۔

دستر خوان پر روٹیوں اور مٹھائیوں کی بہت سی قسمیں تھیں' کھانے کے بعد رقص ہوا' پھر نذرانے پیش ہوئے جن میں طرح طرح کے جواہرات تھے۔

(ہندوستان کے مسلمان حکمرانوں کے تمدنی جلوے از صباح الدین عبدالرحمان)

مرزا عبدالرحیم خانِ خاناں کے "انعامات"

خانِ خاناں مرزا عبدالرحیم دربار شاہی سے رخصت ہو کر برہان پور کی طرف روانہ ہوئے۔ پہلی ہی منزل پر ڈیرہ لگایا' شام کو مصاحبوں اور ملازموں کے ساتھ دربار لگائے بیٹھے تھے کہ ایک آدمی سامنے سے گزرا' اور پکار کر یہ کہا

منعم بکوہ و دشت و بیاباں غریب نیست
ہر جا کہ رفت خیمہ زد و بارگاہ ساخت

منعم خاں ان کا خطاب بھی ہو چکا تھا' (یہ برموقعہ شعر سن کر) خزانچی کو حکم دیا کہ اسے ایک لاکھ روپیہ دے دو۔ وہ دعائیں دیتا ہوا چلا گیا۔ دوسری منزل پر اسی وقت وہ پھر آیا اور وہی شعر پڑھا' انہوں نے پھر کہہ دیا کہ لاکھ روپیہ دے دو' غرض وہ سات دن برابر اس طرح آتا رہا اور یہ اسے ایک لاکھ دیتے رہے۔

پھر یہ سوچ کر کہ زیادہ لالچ اچھی نہیں' خدا جانے کس وقت یہ امیر آدمی خفا ہو کر سب کچھ نہ چھین لے وہ نہ آیا' آٹھویں دن خان خاناں پھر اسی طرح دربار لگا کر بیٹھا' معمول سے زیادہ وقت گزارا' دربار برخاست نہ کیا' شام ہوئی تو کہنے لگے "آج وہ ہمارا فقیر نہیں آیا" برہان پور آگرہ سے ستائیس منزل دور ہے' ہم نے تو پہلے ہی دن ستائیس لاکھ روپیہ خزانے سے نکلوا لیا تھا' تنگ حوصلہ تھا' خدا جانے دل میں کیا سمجھا۔ (دربار اکبری از مولانا محمد حسین آزاد)

"خان خاناں" جب فتح یاب ہو کر واپس آئے تو بادشاہ کے لیے بہت سی عجیب و غریب اور نفیس چیزیں خاندیس و دکن اور ممالکِ فرنگ سے لے آئے، ان میں ایک عجیب تحفہ یہ تھا کہ "رائے سنگھ جھالا" علاقہ گجرات کے راجہ کو حاضر کیا۔

معلوم ہوا کہ راجہ نوجوانی کے عالم میں برأت لے کر خوشی کے نقارے بجاتا ہوا واپس آ رہا تھا راستے میں "جسا راجہ کچھ" کے بھائی کے ملک سے گزر ہوا' برأت محلوں کے پاس پہنچی تو پیام آیا کہ نقارے نہ بجاؤ اور جلدی سے دور نکل جاؤ اور اگر نہیں تو پھر مردِ میدان بنو' تلوار نکالو اور جنگ کرو۔

اگرچہ سامانِ جنگ ساتھ نہیں تھا' پھر بھی راجپوت خون نے جوش مارا اور دولہا جہاں تھا وہیں تلوار نکال کر کھڑا ہو گیا "جسا" جھٹ فوج لے کر آیا۔ بڑا کشت و خون ہوا' وہ اور اس کا بھائی راؤ صاحب دونوں مارے گئے' ایسا بھاری رن پڑا کہ کسی کو کسی کی خبر نہ رہی' دولہا بھی زخمی ہو کر گر پڑا' کسی نے کسی کو نہ پہچانا کہ کس کی لاش کہاں رہی۔

دولہا بہت زخمی ہوا تھا' لیکن ابھی سانس باقی تھے، اتفاق سے رات کو کوئی جوگی ادھر آیا، زندہ دیکھ کر اپنے پاس لے گیا۔ مرہم پٹی کی، خدا نے بچا لیا۔ احسان کا بندہ' اس کا چیلا ہو گیا۔ انیس

برس اسی کی خدمت کرتا اور جنگلوں میں پھرتا رہا' گھر میں سب کا یہی خیال تھا کہ میدانِ جنگ میں کام آ گیا۔ کئی رانیاں ''ستی'' ہو گئیں۔ دلہن رانی کو کسی طور اس کے مرنے کا یقین نہیں تھا اس لیے رانی دل کے ''ست'' اور راجہ کے خیال میں انیس برس خدا کو یاد کرتی اور روتی رہی۔

''خان خاناں'' امیر و فقیر سب کے یار تھے' ان کے دربار میں فقیر' امیر' جوگی' سبھی برابر تھے۔ جوگی کے درشن ہوئے' تمام حالات اس سے معلوم ہوئے تو گورو اور چیلے دونوں کو دربار میں لے آئے۔ اکبر بھی ایسے معاملات کے مشتاق رہتے تھے، اس عجیب واردات کو سن کر حیران ہوئے اور راجہ کو اعزاز و اکرام کے ساتھ اس کے ملک روانہ کیا۔ کل کا چیلا آج پھر راجہ بن گیا' اپنے ملک پہنچے تو وہ جشن برپا ہوا کہ سبحان اللہ۔ سب سے زیادہ رانی خوش ہوئی کہ بے زبان بن کر اس کی یاد میں وقت گزار رہی تھی' دیکھو رسم کا ''ست'' تو مار چکا تھا، محبت کا ''ست'' کام کر گیا۔

(دربار اکبری از مولانا محمد حسین آزاد)

''خان خاناں مرزا عبدالرحیم خان'' دربار جا رہے تھے، ایک مصور نے اپنی ایک تصویر لا کر پیش کی' (جس میں دکھایا گیا تھا) کہ ایک صاحبِ جمال عورت نہا کر کرسی پر بیٹھی ہے' ایک طرف جھک کر سر کے بال جھٹک رہی ہے' لونڈی پاؤں دھلا رہی ہے اور ''جھانواں'' کر رہی ہے۔

''خان خاناں'' اسے دیکھتے ہوئے دربار میں چلے گئے' واپس آ کر حکم دیا کہ اس مصور کو بلاؤ اور پانچ ہزار روپیہ دے دو۔

مصور نے عرض کی، انعام تو فدوی جبھی لے گا کہ جو بات حضور قابل انعام خیال فرماتے ہیں' وہ ارشاد فرما دیں۔

سب مصاحب متوجہ ہو گئے۔ خان خاناں نے کہا کہ اس کی مسکراہٹ اور چہرہ کا انداز دیکھا؟

سب نے کہا دیکھا۔ بہت خوب' بہت زیبا۔

''خان خاناں'' نے کہا' پاؤں کی طرف دیکھو (دراصل) اسے گدگدی ہو رہی ہے' اس نزاکت و لطافت پر پانچ ہزار کی کیا حقیقت پانچ لاکھ بھی تھوڑا ہے۔

مصور نے کہا بس حضور! میں نے انعام پا لیا اور میں آپ کا غلام ہو گیا، ہم لوگ قدر شناس

کے غلام ہیں۔ میں اپنی یہ تصویر تمام امیروں کے پاس لے کر پھرتا رہا' سوائے آپ کے یہ نکتہ کسی نے نہیں پایا۔ (دربار اکبری از مولانا محمد حسین آزاد)

''خان خاناں'' نہایت حسین تھا' اس کی خوبیاں اور محبوبیاں سن کر ایک عورت کو اشتیاق پیدا ہوا' وہ بھی حسین تھی اس نے اپنی تصویر کھنچوائی اور ایک بڑھیا کے ہاتھ اس کے پاس بھجوائی، وہ خلوت میں آ کر ''خان خاناں'' سے ملی اور مطلب کو اس پیرایہ میں ادا کیا کہ ایک بیگم کی یہ تصویر ہے، انہوں نے پیغام دیا ہے کہ آپ کی خوبیاں سن سن کر میرا جی بہت خوش ہوتا ہے، ارمان یہ ہے کہ آپ جیسا ایک فرزند میرے ہاں پیدا ہو جو بادشاہ کی آنکھیں ہو زبان ہو اور دست و بازو ہو۔

خان خاناں نے کچھ سوچ کر کہا ''تم میری طرف سے انہیں کہنا، یہ بات کچھ مشکل نہیں' مگر خدا جانے اولاد ہو یا نہ ہو اور ہو تو کیا خبر ہے بیٹا ہی ہو اور وہ زندہ بھی رہے۔ پھر خدا جانے ایسی صورت ہو یا نہ ہو' یہ بھی ہو تو اقبال مندی پر کس کا زور ہے۔ خدا چاہے دے خدا چاہے نہ دے' اگر انہیں مجھ جیسے بیٹے کی آرزو ہے تو کہنا تم ماں میں بیٹا' خدا کا شکر کرو' جس نے پلا پلایا بیٹا تمہیں دے دیا' اپنی ماں کو جس قدر روپیہ دیتا ہوں وہی تمہیں بھی بھیجا کروں گا۔

(دربار اکبری از مولانا محمد حسین آزاد)

ایک شخص ''خان خاناں'' کے پاس آیا اور یہ قطعہ لکھ کر دیا۔

اے خانِ جہاں خانِ خاناں
دارم صنمے کہ رشک چین است
گر جاں طلبد مضائقہ نیست
زر مے طلبد سخن درین است

ترجمہ:۔ ''اے خان خاناں' خانِ جہاں' میری ایک محبوبہ ہے جو بہت خوبصورت ہے' وہ اگر میری جان مانگے حاضر ہے' لیکن وہ دولت مانگتی ہے' مشکل یہی ہے۔

''خان خاناں'' نے اس سے پوچھا' وہ کیا مانگتے ہیں؟

اس نے کہا ایک لاکھ روپے

حکم دیا، سوا لاکھ دے دو!!

(دربار اکبری از مولانا محمد حسین آزاد)

ایک دن ''خان خاناں مرزا عبدالرحیم'' سواری سے اتر رہے تھے' ایک بڑھیا سامنے آئی اور اپنی بغل سے ''توا'' نکال کر اس کے بدن سے ملنے لگی' نوکر اسے پکڑنے کے لیے دوڑے' انہوں نے سب کو روک دیا اور حکم دیا ''اس توے کے برابر سونا تول کر اسے دے دو''

مصاحبوں نے سبب پوچھا

مقدمہ کوتوال سے ہو کر اکبر کے پاس جا پہنچا۔ دربار میں جا کر ایک بھائی کی بیوی نے کہا ''حضور! میرے والی کا دس برس کا بیٹا مر گیا تھا' اسے بیٹے کے مرنے کا بہت صدمہ تھا۔ اس لاش کا سینہ چیر کر دیکھئے اگر اس کے جگر پر داغ ہو یا سوراخ ہو تو جانئے وہی ہے' لیکن اگر نہیں تو پھر وہ نہیں۔

اسی وقت اس کی چھاتی کو چاک کر کے دیکھا گیا تو سوراخ موجود تھا' اکبر حیران رہ گیا اور کہنے لگے! بزرگ کہا کرتے تھے بادشاہ اور اس کے امیر ''پارس'' ہوتے ہیں۔ (جن سے اگر لوہا بھی لگ جائے سونا بن جاتا ہے) یہ دیکھنے آئی تھی کہ یہ بات سچ ہے یا نہیں اور کیا اب بھی ویسے لوگ ہیں یا کوئی نہیں رہا۔

ایک دفعہ ''خان خاناں'' کے دربار میں ایک سوار سپاہ گری کے ہتھیار لگائے سامنے آیا اور سلام کیا۔ انہوں نے کام پوچھا۔

اس نے کہا نوکری چاہتا ہوں۔ بانک پن کا یہ عالم کہ پگڑی میں دو میخیں بھی باندھی ہوئی تھیں۔ ان کے متعلق پوچھا۔

اس نے عرض کی ایک میخ تو اس کے واسطے کہ نوکر رکھے اور تنخواہ نہ دے' دوسری اس نوکر کے واسطے کہ تنخواہ لے اور کام چوری کرے۔

''خان خاناں'' نے تنخواہ مقرر کی اور اس سے پوچھا کہ انسان کی زیادہ سے زیادہ عمر ہو تو کتنی ہو؟

اس نے کہا عمر طبعی 120 برس کی ہوتی ہے۔

انہوں نے خزانچی کو حکم دیا کہ سپاہی کی عمر بھر کی تنخواہ بے باق کر دو' اور اس سے کہا لیجئے حضرت! ایک میخ کا بوجھ تو سر سے اتار دیجئے۔ دوسری کا آپ کو اختیار ہے۔

(دربار اکبری از مولانا محمد حسین آزاد)

''نواح اکبرآباد'' میں ایک بغاوت دبانے کے لیے اکبر نے فوج بھیجی' وہاں لڑائی ہوئی' بادشاہی لشکر میں دو جڑواں کھتری بھائی بالکل ہم شکل تھے۔ لڑائی کے دوران ایک بھائی مارا گیا' چونکہ لڑائی جاری تھی اس لیے دوسرا بھائی میدانِ جنگ میں رہ گیا' جب مقتول کی لاش گھر واپس آئی تو دونوں بھائیوں کی بیویاں ''ستی'' ہونے کو تیار ہوگئیں۔ یہ کہتی میرا شوہر ہے' وہ کہتی میرا شوہر ہے۔ کہا ''سچی تم ہو اور جلنے نہ جلنے کا اختیار بھی تمہیں ہے۔'' (دربارِ اکبری از مولانا محمد حسین آزاد)

ایک دن ''اکبر'' فوج کا معائنہ کر رہا تھا' دو راجپوت نوکری کے لیے سامنے آئے' اکبر کی زبان سے نکلا'' کچھ بہادری دکھاؤ گے؟''

ان میں سے ایک نے اپنی برچھی کی ''بوڑی'' اتار کر پھینک دی' اور دوسرے کی برچھی کی ''بھال'' اس پر چڑھا دی۔ تلواریں سونت لیں' برچھی کی انیاں سینوں پر لیں اور گھوڑوں کو ایڑیاں لگا دیں' بے خبر گھوڑے چمک کر آگے بڑھے' دونوں بہادر چھد کر بیچ میں آن ملے' اس نے اس کے تلوار کا ہاتھ مارا اس نے اس کے' دونوں وہیں کٹ کر ڈھیر ہوگئے اور دیکھنے والے حیران رہ گئے۔

''اکبر'' کو بھی یہ دیکھ کر جوش آیا اور حکم دیا کہ تلوار کا قبضہ دیوار میں خوب مضبوطی سے اس طرح گاڑو کہ اس کی نوک باہر نکلی رہے' پھر تلوار کی نوک پر اپنا سینہ رکھ کر چاہتا تھا کہ زور لگائے کہ یہ دیکھ کر راجہ مان سنگھ دوڑ کر بادشاہ سے لپٹ گیا اور گتھم گتھا ہو کر بادشاہ کو ایک طرف ہٹا دیا' اس کشتم کشتا میں ان کے ہاتھ میں زخم بھی آ گیا۔ (دربارِ اکبری از مولانا محمد حسین آزاد)

حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ نے گورنر کا کھانا ٹھکرا دیا

حضرت لاہوریؒ کو ایک مرتبہ گورنر مغربی پاکستان امیر محمد خاں کے لڑکے کی شادی پر بلایا گیا حضرت فرماتے تھے کہ مجھے اتنی سخت پریشانی کبھی نہیں ہوئی جتنی اب ہوئی، کیونکہ گورنر کچھ کھلائے گا اور دے گا میں کچھ نہ کھاؤں گا اور نہ لوں گا لیکن خدا کی قدرت کہ جب نکاح کے بعد سب کھانے کے کمرے میں چلے گئے تو (حضرت لاہوریؒ فرماتے تھے کہ) میں کمرے میں علیحدہ رہ گیا اور دوسرے دروازے سے نکل کر کار میں بیٹھ کر گھر آ گیا نہ انہیں اصرار کرنا پڑا اور نہ مجھے انکار'' اور حضرت ''اس واقعہ کو بیان فرما کر بہت خوش ہوئے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے ان کا کھانا کھانے سے محفوظ رکھا۔

جب اللہ کا دروازہ کھٹکھٹایا جائے

حضرت لاہوریؒ نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ کا دروازہ کھٹکھٹایا جائے تو اللہ ضرور دیتے ہیں پھر ارشاد فرمایا۔

تھوڑے دن ہوئے کہ مجھے ایک تانگے میں بیٹھنے کا اتفاق ہوا اس بوڑھے تانگے والے نے بتایا کہ "میں بے نماز تھا' دہلی میں اپنے تانگے میں مولانا الیاسؒ، مفتی کفایت اللہؒ مولانا احمد سعیدؒ کو بٹھایا کرتا تھا ایک دفعہ مولانا محمد الیاسؒ (بانی تبلیغ جماعت) نے مجھ سے پوچھا کہ تم نماز پڑھتے ہو؟ میں نے نفی میں جواب دیا تو انہوں نے مجھے نماز پڑھائی اور سکھائی اس کے بعد سے میں پکا پانچ وقت کا نمازی ہوں اس نے مجھے اپنا واقعہ سنایا کہ میں ایک بوڑھی عورت کو سٹیشن سے بٹھا کر مزنگ کی طرف جا رہا تھا کہ راستے میں دو آدمی ملے وہ بھی مزنگ جانا چاہتے تھے اس عورت نے انہیں بھی بٹھانے کو کہا میں نے انہیں بٹھا لیا راستے میں عورت اتری اور کہا کہ میرے سامان کو ساتھ گلی میں پہنچا دو میں سامان لے کر اس کے مکان تک پہنچا آ کر دیکھا تو تانگہ غائب تھا' تھانے گیا تو کوئی رپورٹ نہ لکھے آخر اللہ تعالیٰ کے دروازے (مسجد) میں آیا اور گڑگڑا کر دعا کی دوسرے دن ایک اور تانگے والے کے ساتھ یہی واقعہ پیش آیا اور وہ دونوں آدمی پکڑ لئے گئے اور اس طرح میرا تانگہ بھی برآمد ہوا' پولیس کہنے لگی تو نے رپورٹ کیوں نہیں لکھوائی؟ میں نے کہا کہ "آج جس کے پاس پیسے ہیں وہ عدالت کا دروازہ کھٹکھٹا سکتا ہے چونکہ میرے پاس پیسے نہیں تھے اس لئے میں تھانے نہیں گیا' میں نے اللہ کا دروازہ کھٹکھٹایا' اللہ تعالیٰ نے سن لی۔"

استغناء کی تلوار

حضرۃ الامام لاہوریؒ اللہ کے سچے بندے' عاشق زار' وفادار اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مخلص جانثار تھے دنیا سے کنارہ کش اور بے زار تھے مولانا انور نے کتنا دلچسپ واقعہ سنایا کہ:

حضرت رحمۃ اللہ علیہ ایک واحد مثال ہے چودہ مرتبہ حج نصیب ہوا حلال مال حلال راستوں میں لگایا مسجدیں بنوائیں اور غرباء پر خرچ کرتے رہے اگر وہ چاہتے تو مجھے لندن میں بھی تعلیم دلوا سکتے تھے چار دفعہ مجھے حج کروایا ایک دفعہ بھی لندن کی سیر نہیں کرائی نہ کوٹھی بنائی نہ کار لی ایک اللہ کا بندہ جرمنی سے نئی کار لے کر آیا اور حضرتؒ کو پیش کی اور عرض کیا کہ اس کار کی مرمت پٹرول

کا خرچ اور ڈرائیور کی تنخواہ میرے ذمے، آپ اس کو قبول فرمالیں حضرتؒ نے کار لینے سے انکار فرمادیا' فرمایا کرتے تھے کہ دنیاداروں کی غرور کی گردن کو کاٹنے کے لئے میں نے استغناء سے تیز دھار آلہ نہیں دیکھا۔

(ساعتے با اولیاء)

حیات امیر شریعتؒ کی چند جھلکیاں

امیر شریعتؒ کی اپنے ''قاتل'' سے ملاقات

حالات کی پیشانی شکن آلود تھی، فضاؤں میں انتقامی ارادوں کے تیور ہنوز سرخ تھے کہ امرتسر میں راجندر سنگھ آتش سے پھر ملاقات ہوگئی۔ اس نے امیر شریعتؒ سے ملنے کا ارادہ ظاہر کیا' لیکن میں اسے طرح دے گیا۔ آخر جب اس کا اصرار بڑھا تو میں اسے امیر شریعتؒ کے مکان پر لے گیا۔ قاتل اور مقتول کا آمنا سامنا ہونے سے پیشتر میں نے احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا اور اپنی تسلی کے لئے راجندر سنگھ کے جسم کو ہاتھ اور نگاہوں سے کنگھال ڈالا' جس پر وہ مسکرایا۔ اس کی یہ مسکراہٹ میرے شبہ پر طنز تھی۔

''لباس اور جسم کی تلاش میں اب کیا رکھا ہے جانباز! دل اور آنکھوں میں دیکھو' جن میں ندامت کے کس قدر آنسو ہیں' جو شاہ جی کی بھینٹ کرنے آیا ہوں۔ میں اپنے پرماتما کی سوگند کھا کر کہہ رہا ہوں کہ میرے پاپ مجھے پچھیا تاپ کے لئے اس عظیم انسان کے چرنوں میں سیس جھکا دینے کے لئے مجبور کر رہے ہیں کہ جس کی زبان نے میری چھری کو کند کر دیا اور میرے ارادوں کو موت آگئی' ورنہ آج قاتل اور مقتول کا رشتہ ٹوٹ چکا ہوتا۔''

یہ کہتے ہوئے راجندر سنگھ کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے اور میں نے امیر شریعتؒ کے دروازے پر دستک دی۔

''کون ہے بھائی! اندر آ جاؤ'' یہ امیر شریعتؒ کی آواز تھی، ہم بیٹھک میں چلے گئے۔ امیر شریعتؒ پان بنانے میں مصروف تھے۔

''یہ آپ کا قاتل ہے شاہ جی!'' میں نے عرض کیا۔ امیر شریعتؒ نے ایک نظر راجندر سنگھ کی طرف دیکھ کر فرمایا ''ہاں بھائی! ایسے ہی لوگ میرے قاتل ہوتے ہیں''۔ میں نے اپنے فقرے کو

دوبارہ ذرا وضاحت سے دہرایا تو سنبھل کر بیٹھ گئے اور متعجب ہو کر سوال کیا: ''کیا مطلب؟''

''یہ راجندر سنگھ آتش ہے، یہ آپ کے حالیہ سفر میں مرزائیوں کی طرف سے آپ کے قتل پر مامور کیا گیا تھا۔''

''اچھا...... کیوں بابو! یہ درست ہے؟''

''ہاں شاہ صاحب!''

''تو پھر کون سی چیز مانع رہی؟''

''یہ میں نہیں جانتا شاہ صاحب! مگر آپ کے طرزِ تکلم نے مجھے اس گناہ سے بچائے رکھا۔'' اس پر امیر شریعتؒ نے زور سے قہقہہ لگایا اور راجندر سنگھ کو مخاطب کر کے کہا:

''میرا طرزِ تکلم مجھے کیا بچا سکتا ہے بابو! موت اور زندگی خدا کے ہاتھ میں ہے۔ یاد رکھو' جو رات قبر کی ہے وہ باہر نہیں آ سکتی، اور جس رات کو باہر آنا ہے' اسے دنیا کی کوئی طاقت قبر کے سپرد نہیں کر سکتی۔ البتہ تمہیں میری نصیحت ہے کہ بحیثیت انسان ہمیشہ انسان کی بھلائی کے لئے سوچا کرو۔ دولت ہاتھ کی میل ہے بابو! اس کے لالچ میں اگر تم مجھے قتل بھی کر دیتے اور میرے قتل کے الزام سے تمہارا دامن محفوظ بھی رہتا تو کسی دوسرے موقع پر بغیر جرم کے مارکھا جاتے...... خیر!''

امیر شریعتؒ پھر مسکرائے اور قرآن کریم کی چند آیات کا ترجمہ سناتے رہے کہ اتنے میں چائے آ گئی۔ راجندر امیر شریعتؒ کی گفتگو اور قرآن عزیز کے لفظوں میں اپنے ماضی پر غور کرتا ہوا بے اختیار رونے لگ پڑا اور روتا ہوا امیر شریعتؒ کے قدموں میں گر پڑا۔

''اپنے رب کے سامنے گرو جو تمہیں معاف کرے۔ میں تمہارا چاکر ہوں بابو! چائے پیو''

امیر شریعتؒ اور راجندر سنگھ آتش کے درمیان یہ ملاقات مغرب کی نماز تک رہی۔

(حیات امیر شریعتؒ، جانباز مرزا)

......☆......

شاہ جیؒ کے ہاتھوں قانون کی شکست

سیاسیات کی بادِ سموم کے باعث ہندوستان کی فضا نے اس قدر گرمی پیدا کر دی تھی کہ جس دل و دماغ میں احساس کی آگ جل رہی تھی، اس کے لئے گوشہ تنہائی میں بیٹھنا دشوار ہو گیا تھا۔

چنانچہ ان دنوں اتحادی اور محوری فوجیں ایک دوسرے کے مقابلے صف آراء تھیں۔ اقوام یورپ کی اس جنگ نے ایشیا کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ ۱۲/اکتوبر ۱۹۴۰ء کو کانگریس نے اس لڑائی کے خلاف انفرادی ستیہ گرہ شروع کیا تو ہندوستان میں ڈیفنس رولز آف انڈیا ایسے ہنگامی قوانین کا نفاذ ہو چکا تھا۔ محب وطن لوگ جیل خانوں میں مقفل کر دیئے گئے۔

امیر شریعتؒ نے انہی دنوں انگریز کے خلاف جلتے ہوئے دلوں کی بھٹیوں میں جذبات و نفرت کا ایندھن بھرا' وہ ہندوستان کے ہر کوچہ بازار میں گئے اور لاکھوں انسانوں کے اجتماع سے خطاب کیا۔

پنجاب میں سر سکندر حیات خاں کی فوجی حکومت برطانوی سامراج کے دشمن سے شکست کھا چکی تھی۔ قانون اپنی پوری گرفت کے باوجود امیر شریعتؒ تک نہ پہنچ سکا۔ لیکن امیر شریعتؒ مجلس احرار کی جنگ (جنگ عظیم) کے خلاف تحریک کی بڑی بے باکی اور چابکدستی سے سارے ہندوستان میں راہنمائی کرتے رہے۔ حکومت کی پوری مشینری ان کے تعاقب میں رہی۔ امیر شریعتؒ اپنے رضا کاروں کو فوجی بھرتی کے خلاف سول نافرمانی پر اُکساتے رہے۔ گاؤں، قصبات اور شہروں کے ہزاروں عوام اس تحریک کے تحت جیل خانوں میں گئے۔ ملتان اور مظفر گڑھ کا ضلع خصوصیت کے ساتھ اس تحریک سے براہ راست بہت متاثر ہوا۔

جاپان جنگ میں شریک ہو چکا تھا اور دوسری طرف جرمن فوجیں جنرل رومیل کی کمان میں سکندریہ کے ساحل تک بڑھ آئی تھیں۔ اتنے میں ۱۹۴۲ء کی عمر کا جام لبریز ہو گیا اور ۱۹۴۳ء کی شعاعوں نے آگے بڑھ کر اپنا اقتدار قائم کر لیا۔

اپنے ماضی کی طرح ہندوستان ان دنوں بھی سیاسی طور پر دو دھڑوں میں منقسم تھا۔ رجعت پسند انگریزی حکومت کے معاون تھے، اور انتہا پسند گروہ اس موقع کو غنیمت جان کر غیر ملکی حکومت کے خلاف بغاوت کو اپنا دین سمجھتا تھا۔ چنانچہ اول الذکر گروہ فوجی بھرتی کے لئے گاؤں گاؤں گھوم کر پھر سادہ لوح عوام کو انگریزی اقتدار کی بقاء اور دوسری جنگ عظیم کی آگ میں جھونکنے کے لئے خوبصورت وردی' بندوق اور مفت راشن کا لالچ دے کر بھرتی کر رہا تھا۔ والدین کو جب معلوم ہوتا کہ ہمارا لڑکا فوج میں بھرتی ہو گیا ہے تو وہ پریشان ہو کر امیر شریعتؒ کے پاس آتے اور

امیر شریعتؒ پہلے تو انہیں سخت سست کہتے' پھر ان سے مجلس احرار کے لئے پانچ روپے چندہ وصول کرتے اور اس کی رسید اس لڑکے کے نام کاٹتے جو فوج میں بھرتی ہو کر ٹریننگ کے لئے جا چکا تھا۔ ساتھ ہی جماعت کے طبع شدہ فارم پر اس لڑکے کے نام حسب ذیل خط لکھتے۔

''عزیزم......!

سلام مسنون۔ تمہارا چندہ برائے مجلس احرار بڑی پابندی سے پہنچ رہا ہے، شکریہ! اپنی جماعتی ذمہ داریوں کو خوب اچھی طرح نبھانا' فوج کے اندر رہ کر جماعت نے جو ڈیوٹی تمہارے سپرد کی ہے اسے خیال سے انجام دینا۔

فقیر عطاء اللہ شاہ بخاریؒ ''

یہ خط جب فوجی افسروں کے پاس پہنچتا تو وہ متعلقہ لڑکے کو بلا کر دریافت کرتے' تمہارا عطاء اللہ سے کیا تعلق ہے؟

سولجر: ''میں تو انہیں جانتا بھی نہیں صاحب!''

آفیسر: ''تم تو اس کی جماعت کو چندا بھی دیتے ہو''

سولجر: ''نہیں صاحب''

آفیسر: ''لیکن تمہارے نام اس کا خط اور چندے کی رسید کیسے آ گئی؟ چلو تمہیں فوج کی ملازمت سے علیحدہ کیا جاتا ہے''

گویا خط پہنچنے کے چوتھے روز لڑکا اپنے گھر واپس پہنچ جاتا' اور گھر والے امیر شریعتؒ کو دعائیں دیتے۔ انگریز جوان دنوں محاذ جنگ پر مصروف تھا، امیر شریعتؒ کی ان حرکات سے چیں بہ جبیں ہوا' لیکن اندرون ملک وہ حالات سے مجبور تھا کہ اپنے کسی سیاسی حریف کو قانونی گرفت میں لیتا۔ اس طرح سے سینکڑوں نوجوانوں کو انگریزی فوج سے نکالنے کا سہرا امیر شریعتؒ کے سر ہے' اور یہ سلسلہ اختتامِ جنگ تک جاری رہا۔

......☆......

طوائف کی زندگی بدل گئی

ایک دن کا ذکر ہے کہ امیر شریعتؒ ایکا ایکی کتاب زندگی کے ورق پلٹنے لگے' خستہ یادوں

کی بھولی بسری کہانیاں ایک ایک کر کے یاد آنے لگیں تو امیر شریعتؒ مسکرا دیئے۔ بوڑھے جسم کی جوان آنکھوں میں روشنی کا سیلاب اُمڈ آیا' اور اپنے اردگرد دیکھنے لگے' جیسے وہ کسی واقعہ کا گواہ تلاش کر رہے ہوں۔ پھر آپ سے آپ گویا ہوئے:

''۱۹۴۳ء میں میری زندگی میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ نواب جان کے بیٹے افضل کو میری گود میں ڈال دیا گیا۔ ناپاک دامن میں پرورش پانے والا معصوم' گناہوں کی بستی سے بغاوت کر کے ایمان کی اوٹ میں امان چاہتا تھا۔''

نواب جان اس بازار کی جنس تھی جہاں عورت تاش کے پتوں کی طرح تقسیم ہوتی ہے۔ حسن اس کے چہرے پر ہی نہیں آواز میں بھی تھا۔ جب وہ لاہور ریڈیو سے آواز کا جادو بکھیرتی تو ہوائیں جھولیاں بھر کر اسے کائنات میں پھیلاتیں۔ اُس حسن بے پروا کی بلائیں لینے والوں میں کچھ پردہ نشینوں کے نام بھی آتے ہیں۔ افضل نواب جان کی تمناؤں کا آخری سہارا تھا۔ اگرچہ دولڑکیاں بھی نواب جان کی وراثت میں شامل تھیں' لیکن تیرہ سالہ افضل اب ماں کے گندے اور ناپاک دامن پر پاؤں رکھنا بھی گناہ سمجھتا تھا۔ اسے خاندانی بغاوت کے جرم میں گھر سے باہر کیا گیا' اور وہ امیر شریعتؒ کی جھولی میں آ گرا۔

انسان بھی کیا شے ہے؟ برائی کا رخ کرتا ہے تو راستے کی ہر شے معاونت کرتی ہے' اور جب نیکی کی طرف مڑتا ہے تو اپنے بھی پرائے ہو جاتے ہیں۔

امیر شریعتؒ کا کہنا ہے کہ:

''جب میں اس سنڈا س کے قریب پہنچا تو گناہ آلود دامن میرے گرد جال بننے لگا' انتقامی نگاہیں میرے تعاقب میں رہنے لگیں۔ برائی اپنے تمام وسائل سمیٹ کر میری دشمنی پر آمادہ ہو گئی' لیکن افضل اولاد کی طرح دل کے حرم میں مقیم رہا۔''

بیٹے کی ناراضگی نے ماں کی ممتا کو بیدار کر دیا۔ لیکن افضل کا ماں سے مطالبہ تھا کہ یہ دھندا ترک کر کے شرافت کی پناہ میں بیٹھ جائے' اور میری دونوں بہنوں کو بھی ازدواجی زندگی سے منسلک کر دے۔

گناہوں سے تھکی ہاری زندگی شاید نیکی کی آواز پر لبیک کہتی۔ مگر برسوں سے خاندانی

پیشہ قدم قدم پر رکاوٹیں ڈال رہا تھا' جنہیں راستے سے ہٹانا عورت کے بس کا روگ نہیں تھا۔
ماں کی ممتا اور خاندانی وقار! نواب جان اس دوراہے پر کھڑی تھی' کہ حالات بگڑتے چلے گئے۔

امیر شریعتؒ فرماتے ہیں:

''ایک دن میں میلسی (ضلع ملتان، جہاں نواب جان کا گھر تھا) سے دس میل دور قصبہ فتح پور سے واپس آ رہا تھا' مجھے اطلاع ملی کہ میلسی سے پولیس تھانے میں علاقے کے زمیندار' وکلاء اور نواب جان کے رشتے دار جمع ہیں کہ جیسے ہی میں میلسی میں داخل ہوں' مجھے افضل کے اغوا بمعہ گھر کے زیورات اور پارچاجات چوری کرنے کے جرم میں گرفتار کر لیا جائے۔

مولانا خدا بخش نے جو شہر کی جامع مسجد کے امام تھے' مجھے یہ قصہ سنایا تو میں نے کوچوان سے کہا ''تانگہ تھانے لے چلو۔'' سب دوست حیران ہوئے، جیسے ہی تانگہ تھانے کے قریب پہنچا' انچارج تھانہ، وکلاء، علاقے کے رؤسا، میرے مذہبی اور سیاسی حریف، جن میں ضلع کا مال آفیسر بشیر احمد تارڑ بھی تھا۔ مجھے دیکھتے ہی سب کے سب سلام کرنے تھانے سے باہر چلے آئے۔ میں نے کہا ''مجھے منافق قسم کا سلام قبول نہیں۔ میں آ گیا ہوں، تم اپنی کاروائی جاری رکھو۔'' یہ کہہ کر میں اپنے میزبان کے گھر جو نواب جان کے گھر کے برابر تھا، چلا گیا۔ افضل اس وقت بھی میرے ساتھ تھا۔

جب واقعات اس موڑ تک آن پہنچے تو نواب جان نے اپنے عزیز و اقارب سے کہا: ''میں شاہ صاحبؒ کے خلاف تھانے میں کوئی رپورٹ درج کرانا نہیں چاہتی۔ وہ سید ہیں اور درویش بھی۔'' یہ کہہ کر نواب جان نے امیر شریعتؒ کے نام ایک دستی خط لکھا' جس کا مفہوم کچھ اس طرح سے تھا۔

پیر سائیں!

السلام علیکم! میں اور میرا خاندان برسہا برس سے گناہوں کی زندگی گزار رہا ہے' افضل بھی میری اسی گناہ کی کمائی کا نتیجہ ہے۔ جس دامن پر گندگی کے چھینٹے پڑ چکے ہوں وہ دامن اس قابل ہے کہ آپ تک رسائی حاصل کر سکے؟

امیر شریعتؒ نے اسی وقت جواب میں کہا:

''عیب وثواب انسانی زندگی کا خاصہ ہیں۔ موت وحیات کے درمیان کئی موڑ آتے ہیں، جہاں انسان پھسل کر سنبھلتا ہے اور سنبھل کر پھسلتا ہے۔ ثبات صرف اُسی ایک ذاتِ باری کے لئے ہے۔ میں تیرے حالات سے نا آشنا ہوں، اتنا ہی جانتا ہوں اور وہ بھی تیرے بیٹے کی زبانی سنا ہے کہ تو گناہ میں مبتلا ہے اور اپنی اولاد کو بھی خراب کر چکی ہے۔ حاشا وکلا مجھے اس کا کوئی علم نہیں۔ ندامت کے آنسوؤں سے بھیگی ہوئی چادر میں لپٹ کر اگر تو میرے مولائے کریم کے سامنے توبہ کی بھیک مانگے گی تو تیری جھولی خالی نہیں آئے گی۔ میں بھی تیرے لئے دعا کروں گا۔''

اسی خط کے جواب میں دوسرے روز نواب جان کا ایک اور دستی خط آیا۔

پیر سائیں! السلام علیکم!

اگر ندامت کے آنسوؤں سے گناہ کے داغ دھل سکتے ہیں تو میں ساری رات گھر والوں سے چوری روتی رہی ہوں۔ میرے ایسے گناہ کی گٹھڑی کو کون اٹھائے گا۔ تاہم آپ حکم کریں تو میں کسی سے نکاح کر لوں، جب کہ میرے گرد حرص و ہوس کے انسانوں کی بے شمار دولت جمع ہے اور میرے خاندان کے لوگ اس دولت کے پجاری ہیں۔

پیر سائیں! مجھے ان کے چنگل سے نجات کے لئے وقت کی ضرورت ہے، میں کوشش کرتی ہوں، آپ دعا کریں۔ میرے افضل سے کہنا وہ بھی ماں کے گناہ کو معاف کر دے۔ میری مجبوریوں سے وہ واقف ہے۔''

اس خط کا امیر شریعتؒ نے مختصر جواب دیا:

''انسان کو نیکی کرنے کی توفیق تو اللہ تعالیٰ دیتے ہیں۔ اسلام کا ایک ادنیٰ مبلغ ہونے کی حیثیت سے میں تیرے لئے دعا گو ہوں۔ پروردگار تجھے نیکی کی راہ پر چلنے کی توفیق دے۔ (آمین)

تو سیس گندالے ' چنریا رنگالے
اری کیا کرے گی کھڑی دن کے دن

نواب جان کی یہ کہانی دنوں اور مہینوں میں نہیں، سالوں میں جا کر ختم ہوئی۔ اور اس میں کئی موڑ آئے۔ آخر ہوا یہ کہ امیر شریعتؒ کی دعائیں کام آئیں کہ ضلع ملتان کی اس مشہور طوائف نے بیٹے کا کہا مان کر اپنی سابقہ زندگی سے توبہ کر کے تحصیل میلسی کے ایک زمیندار خدا بخش بھٹہ سے شادی کر لی، جس سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ یہ زمیندار ۱۹۶۰ء میں انتقال کر گیا۔ نواب جان نے اپنی دونوں لڑکیوں کے نکاح بھی شریعت کے مطابق کیے۔ افضل اپنی ماں کے پاس واپس چلا گیا۔

(ایضاً)

......☆......

شاہ جیؒ کو روحانی صحت کی نوید

۱۹۶۰ء میں امیر شریعتؒ کے معالج حکیم حنیف اللہ نے حج بیت اللہ کا ارادہ کیا، اور اس کے لئے درخواست دی۔ امیر شریعتؒ کو جب اس کا علم ہوا تو حکیم صاحب سے کہا:

''جب آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر پر حاضر ہوں تو میرا اسلام عرض کر دیں اور میری صحت کے لئے دعا کی درخواست کریں۔''

حکیم حنیف اللہ اس پر خاموش رہے، لیکن امیر شریعتؒ نے انہی دنوں ان کے والد حکیم عطاء اللہ خاں سے اس بات کا ذکر کیا، تو بڑے حکیم صاحب نے کہا:

''شاہ جی! گذشتہ دنوں میں نے آپ کی یہ درخواست خاتم الانبیاء کی خدمت میں پیش کر دی ہے۔''

امیر شریعتؒ: (تعجب سے) ''وہ کیسے؟''

حکیم صاحب: ''مجھے پچھلے دنوں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی ہے۔ میں نے دیکھا کہ سرکار کائناتؐ کے گرد ایک حلقہ بیٹھا ہے۔ میں بھی اسی میں شامل ہوں۔ میں نے حضور کی خدمت میں عرض کیا۔ ''سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی صحت کے لئے دعا فرمائیں'' مگر حضورؐ نے دعا کے لئے ہاتھ نہیں اٹھائے، بلکہ ایک کاغذ کی طرف اشارہ کیا، جس پر لفظ ''صحت'' لکھا تھا۔''

امیر شریعتؒ یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور حکیم حنیف اللہ سے آ کر کہا:

''آپ نے تو میری درخواست حضورؐ کی خدمت میں لے جانے کی حامی نہیں بھری تھی، مگر بڑے حکیم صاحب نے یہ کام کر بھی دیا۔''

یہ کہہ کر تمام واقعہ بیان کر دیا۔

والد صاحب کا خواب سن کر حکیم حنیف اللہ نے اس کا ذکر اپنے استاد حضرت مولانا عبدالرؤف سے کیا، جس سے انہوں نے حدیث اور فقہ پڑھی تھی۔ انہوں نے فرمایا ''اس خواب کی یہ تعبیر نہیں جو شاہ جی سمجھے ہیں، بلکہ یہ ہے کہ شاہ جی کو روحانی صحت ہوگی۔ یعنی ان کے وصال کا وقت قریب آ گیا ہے۔'' لیکن مصلحتاً امیر شریعتؒ کو یہ تعبیر نہیں بتائی گئی تھی۔ (حیات امیر شریعتؒ)

باب سوم

جهادیات

باب سوم

جہادیات

اسلام سے اگر جہاد کو الگ کرلیا جائے!

جہاد اور اسلام ایک ہی حقیقت کے دو نام ہیں اور ایک ہی معنی کے لئے دو مترادف الفاظ۔ یعنی اسلام کے معنی جہاد اور جہاد کے معنی اسلام ہیں پس کوئی ہستی مسلم ہو نہیں سکتی جب تک کہ مجاہد نہ ہو اور کوئی مجاہد ہو نہیں سکتا جب تک مسلم نہ ہو۔ اسلام کی لذت اس بدبخت کے لیے حرام ہے جس کا ذوق ایمانی لذتِ جہاد سے محروم ہو اور زمین پر گو اس نے اپنا نام مسلم رکھا ہو لیکن اس کو کہہ دو کہ آسمانوں میں اس کا شمار کفر کے زمرے میں ہے.... آج جب ایک دنیا لفظ جہاد کی دہشت سے کانپ رہی ہے.... جبکہ عالم مسیحی کی نظروں میں یہ لفظ عفریت مہیب یا ایک حربہ بے امان ہے.... جبکہ اسلام کے مدعیان حویت نصف صدی سے کوشش کر رہے ہیں کہ کفر کی رضا کے لئے اہل اسلام کو مجبور کریں کہ وہ اس لفظ کو لغت سے نکال دیں.... جب کہ بظاہر انہوں نے کفر و اسلام کے درمیان ایک راضی نامہ لکھ دیا کہ اسلام لفظ جہاد کو بھلا چکا ہے۔ لہٰذا کفر اپنے توحش کو بھول جائے۔ تاہم آج کل کے ملحد مسلمین اور مفسدین کا ایک حزب الشیطان بے چین ہے کہ بس چلے تو یورپ سے درجہ تقرب و عبودیت حاصل کرنے کے لئے " **تحریف الکلم عن مواضعہ**" کے بعد سرے سے اس لفظ کو قرآن سے نکال دے۔ تو پھر یہ کہا ہے کہ میں جہاد کو صرف ایک رکن اسلامی ایک فرض دینی ایک حکم شریعت بتلاتا ہوں حالانکہ میں تو صاف صاف کہتا ہوں کہ اسلام کی حقیقت ہی جہاد ہے دونوں لازم و ملزوم ہیں...... اسلام سے اگر جہاد کو الگ کرلیا جائے تو وہ ایک ایسا لفظ ہوگا جس میں معنی نہ ہوں..... ایک اسم ہوگا جس کا مسمّی نہ ہو..... ایک قشر محض ہوگا جس سے مغز نکال لیا

گیا ہو۔ پھر کیا میں ان تمام اعمال مصلحین، مجاہدین کو غارت کرنا چاہتا ہوں جوانہوں نے تطبیق بین التوحید والتثلیث یا اسلام اور مسیحیت کے اتحاد کے لئے انجام دی ہیں۔ وہ اصلاح جدید کی شاندار عمارتیں جو مغربی تہذیب وشائستگی کی ارض مقدس پر کھڑی کی گئی ہیں۔ کیا دعوت جہاد دے کر جنود مجاہدین کو بلاتا ہوں کہ اپنے گھوڑوں کی سموں سے انہیں پامال کردیں اور چاہتا ہوں کہ اسلام کی زندگی کا افق جو حرارتِ حیات کی گرد سے پاک کردیا گیا تھا، مجاہدین کی اڑائی ہوئی خاک سے پھر غبار آلود ہو جائے۔

ہاں! اے غارت گرانِ حقیقت اسلامی، اے دُزدانِ متاعِ ایمانی! اور اے مفسدینِ ملت ومدعیانِ اصلاح! ہاں میں ایسا ہی چاہتا ہوں، میری آنکھیں ایسا ہی دیکھنا چاہتی ہیں، میرا دل ایسے ہی وقت کے لئے بے قرار ہے، خدائے ابراہیم ومحمد علیہما السلام کی شریعت ایسا ہی چاہتی ہے۔ قرآن کریم اسی کو حقیقت اسلامی کہتا ہے۔ وہ اس اسوۂ حسنہ کی طرف ہی اپنے پیروؤں کو بلاتا ہے۔ اسلام کا اعتقاد اسی کے لیے ہے اور اس کی تمام عبادتیں اسی کے لیے ہیں، اس کے تمام جسم اعمالی کی روح میں یہی شے ہے اور یہی چیز ہے جس کی یاد کو اس نے ہمیشہ زندہ رکھنا چاہا۔

(اسلام اور جہاد، از مولانا ابوالکلام آزاد)

☆

بحرِ ظلمات میں گھوڑے یا خشکی پہ جہاز؟

فاتحین اسلام کی جانبازی اور جفاکشی کی محیر العقول داستانیں تاریخ اسلام کا روشن ترین باب ہیں، بقولِ اقبالؒ:

دشت تو دشت ہیں، دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحرِ ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

فاتحین اسلام میں ایک نہایت ہی محترم اور باوقار نام ترکی کے ساتویں نوجوان عثمانی خلیفہ، فاتح قسطنطنیہ سلطان محمد فاتح کا ہے۔ اس شمشیر زن نوجوان شہزادے نے اپنی عمر کے ۲۲ویں سال میں سلطنتِ عثمانیہ کی زمامِ خلافت سنبھالی تو اس کے ذہن میں حضورؐ کی وہ حدیث مبارکہ گردش

کر رہی تھی جس میں حضورؐ نے قسطنطنیہ کو فتح کرنے والے امیر کو بہترا میر اور اس کے لشکر کو بہتر لشکر قرار دیا تھا۔ چنانچہ اس نے قسطنطنیہ کو فتح کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ لیکن اس مہم میں اس شہزادے کو جو معرکہ سر کرنا پڑا، وہ بحرِ ظلمات میں گھوڑے دوڑانے سے بھی زیادہ حیرتناک تھا۔ شیخ الاسلام محمد تقی عثمانی اس کی تفصیل میں لکھتے ہیں:

قسطنطنیہ چونکہ باسفورس، بحیرہ مرمرا اور شاخ زریں (گولڈن ہارن) نامی سمندروں میں گھرا ہوا ہے، اور اس کے صرف مشرقی جانب خشکی ہے، اس لئے اس پر کامیاب حملے کے لیے ایک طاقتور بحری بیڑہ بھی ضروری تھا۔ چنانچہ محمد فاتح نے ایک سو چالیس جنگی کشتیوں پر مشتمل ایک بیڑہ بھی تیار کرلیا۔ ان تیاریوں کے بعد سلطان نے قسطنطنیہ کا اس طرح محاصرہ کیا کہ بری فوج شہر کی مشرقی فصیل کے سامنے پہنچ گئی اور بحری بیڑہ آبنائے باسفورس میں پھیل گیا۔ قسطنطنیہ کا محل وقوع کچھ ایسا ہے کہ باسفورس کی ایک پتلی سی شاخ ایک سینگ کی شکل میں مشرق کی طرف جاتی ہے۔ جو شاخ زریں (گولڈن ہارن) کہلاتی ہے۔ قسطنطنیہ کی بندرگاہ اسی گولڈن ہارن میں واقع تھی، لہٰذا باسفورس سے بندرگاہ یا شہر کی جنوبی دیوار کے سامنے پہنچنے کے لئے گولڈن ہارن سے گزرنا ضروری تھا۔ لیکن اہل قسطنطنیہ نے اس گولڈن ہارن کے اس دہانے پر جو باسفورس میں گرتا ہے، لوہے کا ایک بڑا زنجیرہ باندھ دیا تھا جس کی وجہ سے کوئی جہاز باسفورس سے گولڈن ہارن میں داخل نہیں ہوسکتا تھا۔ لہٰذا محمد فاتح کے جہاز باسفورس میں محدود ہو گئے تھے اور جہازوں کے ذریعے بندرگاہ کا محاصرہ کرنے کا کوئی راستہ نہ تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ فصیل پر حملہ صرف مشرق کے خشکی کے راستے سے ممکن تھا اور اہل شہر نے بحری سمت کو مکمل محفوظ سمجھ کر اپنی ساری طاقت مشرق کی فصیل پر لگادی تھی۔

اب آگے بڑھنے سے پہلے قسطنطنیہ اور گردوپیش کا ایک سرسری سا نقشہ ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔

سلطان محمد فاتح کی کوشش یہ تھی کہ کسی طرح اس کے کچھ جہاز آبنائے باسفورس سے گولڈن ہارن میں داخل ہو جائیں، تاکہ بندرگاہ کی سمت سے بھی شہر پر حملہ کیا جاسکے، لیکن گولڈن ہارن کے دہانے پر لوہے کا زنجیرہ بھی نصب تھا، اور اس کے آس پاس توپیں بھی گولہ باری کے لئے موجود تھیں اور بڑے بڑے بازنطینی جہاز بھی گولڈن ہارن کے اندر زنجیرے کی مدافعت کے لیے

کھڑے رہتے تھے۔اس لئے اس راستے سے کامیابی ممکن نظر نہیں آتی تھی۔ بہت دن گزر گئے تھے لیکن گولڈن ہارن میں پہنچنے کی کوئی تدبیر کارگر نہ ہوسکی۔

بالآخر ایک دن سلطان محمد فاتح نے ایک ایسا فیصلہ کیا جو دنیا کی تاریخ میں اس کی منفرد اور محیّر العقول یادگار بن کر رہ گیا۔اس کا فیصلہ یہ تھا کہ جہازوں کو گولڈن ہارن میں پہنچانے کے لئے انہیں دس میل خشکی پر چلا کر لے جایا جائے گا۔اور اس غرض کے لیے باسفورس کے مغربی ساحل سے جہاز خشکی پر چڑھا کر انہیں ایک ترچھے راستے سے گولڈن ہارن کے بالائی جنوبی کنارے تک پہنچایا جائے گا (جو آج کل قاسم پاشا کہلاتا ہے) اور وہاں سے انہیں گولڈن ہارن میں ڈال دیا جائے گا۔ خشکی کا یہ درمیانی علاقہ گبن کے بیان کے مطابق تقریباً دس میل لمبا اور سخت ناہموار اور پہاڑی اتار چڑھاؤ سے معمور تھا لیکن محمد فاتح کی اولوالعزمی نے یہ محیّر العقول عجوبہ صرف ایک رات میں کر دکھایا۔ اس نے خشکی کے اس راستے پر لکڑی کے تختے بچھوائے۔انہیں چکنا کرنے کے لئے ان پر چربی ملوائی۔ پھر ستر جہاز نما کشتیوں کو یکے بعد دیگرے باسفورس سے ان تختوں پر چڑھا دیا۔ ہر کشتی میں دو ملاح سوار تھے، اور ہوا کی مدد لینے کے لئے بادبان بھی کھول دیئے گئے تھے۔ان کشتیوں کو بیل اور آدمی کھینچتے ہوئے دس میل کی یہ پہاڑی مسافت طے کر کے گولڈن ہارن تک لے گئے۔

ستر کشتیوں کا یہ جلوس رات بھر مشعلوں کی روشنی میں محوِ سفر رہا۔ بازنطینی فوج قسطنطنیہ کی فصیل سے باسفورس کے مغربی ساحل پر مشعلوں کی چہل پہل دیکھتی رہی۔ لیکن اندھیرے کی وجہ سے سمجھ میں کچھ نہ آتا تھا کہ کیا ہو رہا ہے؟ بالآخر جب صبح کے اجالے نے راز سے پردہ اٹھایا تو فاتح کی ستر کشتیاں اور بھاری توپ خانہ گولڈن ہارن کے بالائی علاقے میں پہنچ چکا تھا۔

دس میل خشکی پر جہاز چلانے کا یہ کارنامہ، جو فاتح سے پہلے کسی کے تصور میں بھی نہ آیا ہوگا اس قدر حیرت انگیز ہے کہ مغرب کے متعصب مؤرخین بھی اس حیرت کا اظہار کئے بغیر نہ رہ سکے۔ایڈورڈ گبن جیسے مؤرخ نے بھی اس کو ایک ''معجزہ'' (Miracle) کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔

گولڈن ہارن میں عثمانی کشتیوں کے پہنچنے میں ایک فائدہ یہ بھی تھا کہ یہاں سمندر کا پانی اتھلا تھا' اور زیادہ گہرائی نہ ہونے کی وجہ سے بازنطینیوں کے بڑے جہاز اس میں آزادی سے نقل و حرکت نہیں کر سکتے تھے۔اس کے برعکس عثمانی کشتیاں نسبتاً چھوٹی تھیں' اس لئے ان کے لئے حسب

منشاء آمد و رفت میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ چنانچہ یہاں کی بحری لڑائی میں عثمانی کشتیوں کو غالب آنے میں کوئی دقت پیش نہیں آئی، اور بندرگاہ کی جانب سے بھی بحری محاصرہ بالکل مکمل ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی محمد فاتح نے گولڈن ہارن پر ایک پل تعمیر کیا' اور اس پر اپنا بھاری توپ خانہ نصب کرا دیا۔

مشرق اور جنوب دونوں طرف سے محاصرے کی گرفت مضبوط ہونے کے بعد عثمانی توپوں نے دونوں طرف سے شہر کی فصیلوں پر زبردست گولہ باری شروع کی اور سات ہفتوں کی متواتر گولہ باری کے بعد دیواروں میں تین مقامات سے بڑے بڑے شگاف نمودار ہو گئے اور گبن کے الفاظ میں ''وہ فصیلیں جو صدیوں سے ہر دشمن کے تشدد کا مقابلہ کر رہی تھیں' عثمانی توپوں نے ہر طرف سے ان کا حلیہ بگاڑ دیا' ان میں بہت سے شگاف پڑ گئے اور سینٹ رومانوس کے دروازے (جو بعد میں توپ دروازہ یا توپ کاپے کے نام سے مشہور ہوا) کے قریب چار مینار زمین کی سطح کے برابر ہو گئے۔''

اب سلطان محمد فاتح کو آخری حملے کی کامیابی کا یقین ہو چکا تھا' لیکن اس نے حملے سے پہلے ۱۵ جمادی الاولیٰ ۸۵۷ھ مطابق ۲۴ رمئی ۱۴۵۳ء کو بازنطینی بادشاہ قسطنطین کے پاس پیغام بھیجا کہ وہ اگر ہتھیار ڈال کر شہر سپرد کر دے تو رعایا کی جان و مال سے کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا اور موریا کا علاقہ اسے دے دیا جائے گا۔ لیکن قسطنطین نے یہ پیشکش منظور نہ کی اور اس طرح پانچ دن بعد سلطان محمد نے آخری اور فیصلہ کن حملے کا فیصلہ کر لیا۔

سلطان محمد کا آخری حملہ اور فتح

چنانچہ ۲۰ر جمادی الاولیٰ ۸۵۷ھ کی رات عثمانی فوجوں نے ذکر و تسبیح اور دعاؤں میں گزاری' نماز فجر کے بعد محمد فاتح نے عام حملہ کا حکم دے دیا اور بعض روایتوں میں ہے کہ اس نے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ ہم انشاء اللہ ظہر کی نماز آیا صوفیا کے کلیسا میں ادا کریں گے۔

حملہ مختلف سمتوں میں جاری رہا' لیکن زیادہ زور سینٹ رومانس کے دروازے پر تھا۔ (جو اب توپ کاپے کہلاتا ہے) کیونکہ یہاں کی دیوار بہت مجروح ہو چکی تھی' خندق کو اوپر اوپر سے عبور کرنے کے لئے سیڑھیاں اور کمندیں ڈال دی گئی تھیں' دوپہر تک دونوں طرف آگ اور خون کا

زبردست معرکہ جاری رہا' بازنطینی بھی اس روز غیر معمولی شجاعت کے ساتھ لڑے۔ دوپہر تک کوئی ایک سپاہی شہر میں داخل نہ ہوسکا' بالآخر سلطان محمد فاتح خود اپنی خصوصی فوج ینی چری کو لے کر سینٹ رومانس کے دروازے کی طرف بڑھا اور ینی چری کا سردار آغا حسن اپنے تیس جانباز ساتھیوں کے ساتھ دیوار پر چڑھ گیا۔ حسن اور اس کے اٹھارہ ساتھی فوراً فصیل سے گرادیئے گئے اور انہوں نے جام شہادت نوش کیا لیکن بارہ ساتھی دیوار پر جمنے میں کامیاب ہوگئے اور اس کے بعد دوسرے عثمانی دستے بھی یکے بعد دیگرے پہنچتے گئے اور اس طرح دیوار قسطنطنیہ پر سرخ ہلالی پرچم لہرادیا گیا۔

بازنطینی بادشاہ قسطنطین جواب تک بے جگری سے حالات کا مقابلہ کررہا تھا' اپنے بعض انتہائی بہادر ساتھیوں کے حوصلہ چھوڑ دینے کے بعد مایوس ہوگیا' اور اس نے پکار کر کہا کہ "کیا کوئی عیسائی نہیں ہے جو مجھے اپنے ہاتھوں سے قتل کردے؟" لیکن جب کوئی جواب نہ ملا تو اس نے شاہانِ روم (قیاصرہ) کی خاص پوشاک اتار کر پھینک دی اور عثمانی فوج کے بڑھتے ہوئے سیلاب میں گھس کر ایک سپاہی کی طرح بہادری سے لڑتا ہوا مارا گیا اور اس کی موت پر اس گیارہ سو سال کی بازنطینی سلطنت روما کا خاتمہ ہوگیا جس کی ابتدا بھی قسطنطین سے ہوئی تھی اور انتہا بھی قسطنطین پر ہوئی اور اس کے بعد "قیصر" کا لقب ہی ایک تاریخی داستان بن کر رہ گیا۔ سرکار دوعالم ﷺ کا وہ ارشاد پورا ہوا کہ:

اذا هلک قیصر . فلا قیصر بعده

جب قیصر ہلاک ہوگیا تو پھر کوئی قیصر پیدا نہیں ہوگا۔

ظہر کے وقت سلطان محمد فاتح اپنے وزراء اور دوسروں کے جلو میں شہر کے سینٹ رومانس کے دروازے سے داخل ہوا۔ اور سب سے پہلے قسطنطنیہ کے شہرہ آفاق کلیسا آیا صوفیا کے دروازے پر پہنچ کر گھوڑے سے اترا' کلیسا کی دیواروں پر تصویریں بنی ہوئی تھیں' انہیں مٹا کر دھویا گیا' سلطان کی ہدایت پر یہاں مؤذن نے اذان کہی' اور شرک و کفر کے اس مرکز میں پہلی بار "اشھدان لا الٰہ الا اللہ، اشھدان محمدًا رسول اللہ" کی زمزمہ بار صدا گونجی۔ سلطان نے نماز ظہر یہیں ادا کی' اور اس وقت سے اس کلیسا کو مسجد میں تبدیل کردیا گیا۔

اس کے بعد سلطان شاہی محلات میں داخل ہوا۔ یہ زرق برق محلات جو صدیوں سے قیاصرہ کی شان وشوکت اور ان کے طمطراق کے مظہر تھے، آج ویران پڑے ہوئے تھے۔ سلطان محمد

فاتح کے دل پر اس عبرتناک منظر کا ایسا اثر ہوا کہ بے ساختہ فردوسی کا یہ شعر اس کی زبان پر آ گیا۔

پردہ داری می کند بر قیصر عنکبوت

چغد نوبت میزند بر گنبد افراسیاب

یہ تھا فتح قسطنطنیہ کا وہ واقعہ جس کے بعد قسطنطنیہ (استنبول) خلافت عثمانیہ کا مرکز بنا اور صدیوں تک اسے عالم اسلام میں نمایاں مرکزیت حاصل رہی۔

(جہان دیدہ، ص ۳۲۴ تا ۳۲۹)

☆

سید احمد شہیدؒ کا بھاوج سے نکاح

''سید صاحب نے احیائے سنت کے جو ممتاز کارنامے انجام دیئے ان میں سے ایک یہ ہے کہ اپنے گھر سے نکاحِ بیوگان کا آغاز کیا۔ مسلمانوں نے ہندوؤں کے ساتھ میل جول میں جو معیوب اور سراسر غیر شرعی رسمیں اختیار کر لی تھیں۔ ان میں سے ایک رسم یہ بھی تھی کہ کسی خاتون کا شوہر فوت ہو جاتا تو ضرورت کے باوجود دوسرا نکاح نہ کرتی، بلکہ ایسے نکاح کو نجابت اور شرافت کے منافی سمجھا جاتا۔ خصوصاً اونچے گھرانوں میں تو اس کا تصور بھی موجب ننگ تھا۔ اکبر و جہانگیر کے زمانے تک مسلمانوں میں یہ بری رسم نہ تھی۔ خود اکبر نے بیرم خان کی بیوہ سلمہ سلطان بیگم سے نکاح کیا جو بادشاہ کی عم زاد بہن تھی۔ سلمہ سلطان بیگم زندگی کے آخری سانس تک شاہی محل کی ممتاز ترین ہستی سمجھی جاتی رہیں۔ جہانگیر نے نور جہاں بیگم سے بیوگی کی حالت ہی میں شادی کی تھی، اور اس وقت نور جہاں کی عمر کم و بیش چونتیس برس تھی۔''

یہ بری رسم بعد ہی میں رواج پائی، شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ جو ہندو اسلام کے حلقہ بگوش ہوئے، وہ اپنی پرانی رسموں پر بھی قائم رہے اور ان ہی میں سے ایک رسم یہ بھی تھی کہ بیوہ عورتوں کے نکاح ثانی کو بری نظروں سے دیکھا جاتا تھا۔ آہستہ آہستہ ان خاندانوں میں بھی یہ رسم جڑ پکڑ گئی جو ظہور اسلام کے وقت سے مسلمان چلے آتے تھے۔

سید صاحب کے منجھلے بھائی سید اسحاق کی بیوہ جوان تھیں' ان کا صرف ایک بچہ تھا جس کی عمر بصد مشکل چھ سات برس ہوگی۔ سید صاحب نکاحِ بیوگان کا اجرا چاہتے تھے۔ احیائے سنت اور تجدید شیوۂ اسلامیت کے سلسلے میں وعظ و تبلیغ سے بڑھ کر فائدہ عملی اقدام سے پہنچ سکتا تھا۔ اس بنا پر خود ہی اپنی بیوہ بھاوج سے نکاح کے لئے تیار ہو گئے۔ اسی زمانے کی ایک روایت ہے کہ سید احمد نے ایک خواب دیکھا جس میں ایک بوجھل اور بہت وزنی لکڑیوں کا گٹھا زمین پر پڑا ہے اور ایک ہجوم ہے جو اس کو اٹھانے کی کوشش کر رہا ہے لیکن کوئی اپنی کوشش میں کامیاب نہیں ہوتا۔ اس موقع پر آپ کی بھاوج سیدہ اسحاق بھی موجود ہیں۔ سید احمد نے بعد منت ان کو اپنے ساتھ گٹھے کو اٹھانے کے لیے راضی کر لیا اور سید احمد اور سیدہ اسحاق دونوں مل کر اس گٹھے کو اٹھانے میں کامیاب ہو گئے۔ اس خواب کے بعد آپ نے اپنی بیوہ بھاوج سے نکاح کا ارادہ پختہ کر لیا۔

شاہ اسماعیل شہیدؒ کے علمی عملی اور جہادی معرکے

شاہ اسماعیل کی سب سے بڑی خوبی یہ رہی ہے کہ انہوں نے اپنی آنے والی مجاہدانہ زندگی کے واسطے عالم شباب ہی میں تیاریاں شروع کر دی تھیں، وہ علم اور بہادری میں ابتدا ہی سے یکتا تسلیم کئے جاتے تھے۔ چنانچہ خود شاہ عبدالعزیزؒ فرمایا کرتے تھے:

"ہر تعریف اس خدائے پاک کے لئے ہے جس نے بڑھاپے کے عالم میں بھی اسماعیل اور اسحاق عطا کیے۔"

ایک دوسرے موقع پر فرمایا:

"اسماعیل کا علم کسی خاص شعبے میں محدود نہیں۔ جن لوگوں نے میرا عہد شباب دیکھا ہے وہ اگر اس کا نمونہ دیکھنا چاہیں تو اسماعیل کو دیکھ لیں۔"

شاہ اسماعیل شہیدؒ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ جب آپ نے مختلف علوم میں مہارت حاصل کر لی تو ورزش اور جفاکشی کی طرف متوجہ ہوئے۔ پٹا اور گتکا (بنوٹ) کی مشق کے لئے مرزا رحمت اللہ بیگ کی شاگردی اختیار کی۔ اور یہ وہی رحمت اللہ بیگ تھے جن کی شاگردی میں آنے کے لئے مغلیہ خاندان کے شہزادے منتیں مانا کرتے تھے۔ اسی طرح گھوڑا سواری آپ نے میاں رحیم بخش چابک سوار سے سیکھی۔ یہ میاں رحیم بخش اپنے دور کے مانے ہوئے چابک سوار تھے' جو اپنے شاگرد

سے اتنا متاثر ہوئے کہ ان کے حلقے میں شامل ہو گئے اور ان ہی کے جلو میں سرحد پار پہنچ کر اپنی جان بھی ہارنے سے گریز نہیں کیا۔ بالآخر جام شہادت نوش کیا۔ شاہ اسماعیل نے اپنے مکان کے قریب باقاعدہ اکھاڑہ قائم کیا اور دن رات لنگر لنگوٹ کس کر، کسرت کرنے میں مصروف رہے۔ جمنا میں پیراکی کا سلسلہ شروع کیا تو مہینوں یہ مشغلہ جاری رہا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب آپ درس وتدریس کا سلسلہ بھی جاری کر چکے تھے۔ چنانچہ طلبا کو ہدایت تھی کہ وہ کتابیں لے کر جمنا پر پہنچا کریں۔ شاگرد کتابیں لے کر جمنا کے کنارے پہنچ جاتے، استاد تیرتا ہوا آتا، سبق دیتا اور پھر پانی میں گم ہو جاتا۔ وہ سانس پر کنٹرول کی مشق کے لئے دہلی سے آگرے تک تیرتے ہوئے جاتے۔ یہ سلسلہ ختم ہوا تو تپتی زمین پر ننگے پاؤں چلنے کی مشق شروع کر دی۔ مئی اور جون کی جھلسا دینے والی دھوپ اور گرمی میں فتح پوری مسجد کے صحن میں ننگے پاؤں کئی کئی گھنٹے چلنے کی مشق کرتے۔ پھر نشانہ باندھنا اور بندوق چلانا شروع کی تو اس میں کمال حاصل کیا۔ خود ہی کہا کرتے تھے کہ:

"ناممکن ہے کہ جانور میرے سامنے آئے اور پھر زندہ بچ نکلے"

ایک مرتبہ کسی دوست نے کہا کہ اگر اس کی موت ہی نہ آئی ہو تو آپ کیسے مار ڈالیں گے؟ تو بولے "اگر اس کی موت نہ آئی ہو گی تو میرے سامنے آئے گا ہی نہیں۔"

شاہ اسماعیل نے سید احمد کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے بہت پہلے رسوم اور بدعات کے خلاف جہاد شروع کر دیا تھا۔ اس لئے کہ اس وقت مسلمانوں اور ہندوؤں کی زندگی میں توہم پرستی اتنی زیادہ گھر کر گئی تھی کہ اس نے انسانی خود اعتمادی تک کو مجروح کر رکھا تھا۔ شاہ اسماعیل نے اپنی پوری توجہ ان بدعات اور جہالت پر مبنی رسوم کے خاتمے کے لئے جدوجہد پر مرکوز کیے رکھی۔ سید احمد کے ساتھ جب شریک تحریک ہوئے تو اس کی بنیاد بھی انہی بدعات کے خاتمے پر رکھی۔ مدتوں ان کے وعظ دہلی میں ایک متنازعہ مسئلہ بنے رہے۔ کچھ تھے جو ان کے وعظوں پر جان چھڑکتے اور کچھ تھے جو اسماعیل کی جان کے دشمن ہو رہے تھے۔ یہی زمانہ ہے جس میں آپ کی فضل حق خیرآبادی سے ٹھن گئی تھی۔

شاہ اسماعیل نے اپنے وعظوں کو محراب ومنبر ہی تک محدود نہ رکھا بلکہ وہ گلی کوچوں، میلوں ٹھیلوں اور بازاروں میں پہنچ جاتے، وہاں لوگوں کو پند ونصیحت کرتے۔ جامع مسجد کی سیڑھیاں جہاں

روزانہ بازار لگتا تھا وہاں اچھا خاصا ہجوم تھا۔ یہ سیڑھیاں تو مرکزی دارالارشاد کی حیثیت اختیار کر گئی تھیں اسی دارالارشاد کا ایک واقعہ ہے کہ شاہ اسماعیل انہی سیڑھیوں پر کھڑے وعظ کر رہے تھے کہ ایک ہیجڑے کا ادھر سے گزر ہوا۔ وہ وعظ سننے کے لئے رک گیا۔ اس کے ہاتھوں میں مہندی لگی تھی' بانہوں میں چوڑیاں' پاؤں میں جھانجن اور سرخ جوڑا زیب تن کیا ہوا تھا۔ شاہ اسماعیل نے جب اسے دیکھا تو اسے خطاب کر کے وعظ کہنا شروع کر دیا۔ اس ہیجڑے کا یہ عالم ہوا کہ اس نے وہیں کھڑے کھڑے چوڑیاں توڑ ڈالیں' زیور اتار پھینکے اور ہاتھوں سے مہندی کی لالی مٹانے کے لئے اس زور سے سیڑھیوں پر ہاتھ رگڑے کہ ہاتھوں سے خون بہنے لگا۔ جب وعظ ختم ہوا تو توبہ کی اور شاہ اسماعیل کے حلقے میں شامل ہو گیا۔ یہی ہیجڑا جہاد میں شاہ شہید کے ہمراہ گیا اور شہید ہوا۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ بھی عجیب و غریب ہے۔ کہا جاتا ہے کہ مدرسہ رحیمیہ کے دروازے پر آپ کھڑے تھے کہ سامنے سے چند ہوش ربا مو شیں کھلے منہ بناؤ سنگھار کیے بہلیوں میں بیٹھی گزریں' معلوم ہوا کہ یہ مسلمان کسبیاں ہیں جو کسی رنڈی کے ہاں کسی تقریب میں جا رہی ہیں۔ اس پر شاہ شہید نے کہا کہ جب یہ مسلمان ہیں تو ہماری بہنیں ہیں۔ کیا خدا ہم سے نہیں پوچھے گا کہ اس قدر مسلمان عورتیں بدکاری اور زنا کاری میں گرفتار تھیں اور تم نے ان کو نصیحت نہیں کی؟ اس واسطے اب تو میں ان کے مکان پر جا کر نصیحت کروں گا۔ دوستوں نے منع کیا کہ یہ وضع داری کے خلاف ہے۔ لیکن شاہ شہید نے رات کو فقیرانہ لباس پہنا اور چل پڑے۔ دروازے پر پہنچ کر آواز دی: ''او اللہ والیو! او اللہ والیو! خادمہ دوڑی ہوئی آئی' تم کون ہو؟ فرمایا فقیر ہے' صدا سنائے گا اور تماشا دکھائے گا۔ وہ اپنے ساتھ لے گئی۔ آپ نے مالکہ کو دریافت کیا کہ کہاں ہے تو معلوم ہوا کہ بالا خانے پر مہمانوں کے ساتھ جشن نوروز منا رہی ہے۔ آپ وہیں تشریف لے گئے۔ گو لباس فقیرانہ تھا لیکن دلی کا کون سا فرد تھا جو شاہ اسماعیل کو نہ پہچانتا ہو' جب ان رنڈیوں نے شاہ صاحب کو اپنے ہاں دیکھا تو ششدر رہ گئیں' ان کو مسند پیش کی اور آپ زمین پر بیٹھ گئیں۔ شاہ صاحب نے ان کو نصیحت کی' جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے توبہ کر لی۔

مولانا اسماعیل شہید کا قاعدہ تھا کہ جہاں کہیں کوئی میلہ ہوتا' خواہ ہندوؤں کا یا مسلمانوں کا' یا کوئی اور مجمع جیسے ناچ یا قوالی کی محفل' تو آپ وہاں پہنچ جاتے اور وعظ فرماتے۔ جس کا اثر یہ ہوتا

کہ ان محفلوں میں شریک اکثر آدمی جگہ چھوڑ چھوڑ کر آپ کا وعظ سننے لگتے۔ آپ حضرت نظام الدین اولیاء کی درگاہ میں بھی پہنچ کر وعظ فرماتے اور وہاں بھی یہ اثر ہونے لگا تھا۔ مجاوروں نے یہ رنگ دیکھا تو ان کو سخت ناگوار ہوا۔ انہوں نے مشورہ کیا کہ مولوی اسماعیل صاحب کو کسی طرح قتل کر دیا جائے۔ ایک بوڑھے نے آپ کے قتل کا بیڑا اٹھایا۔ ایک روز جب کہ مولانا اسماعیل شہید جامع مسجد کے بیچ کے در میں وعظ فرما رہے تھے' اس بڈھے نے تلوار کا وار کیا۔ مولانا تو بچ گئے لیکن تلوار ان کے ایک دوست کے لگی اور شانہ زخمی ہو گیا۔ مولانا کے زخمی دوست اس بڈھے سے لپٹ گئے اور تھپڑ مارنے لگے۔ مولانا نے اس بڈھے کو چھڑا دیا اور کوئی مقدمہ تک نہیں کیا۔

ایک روز جب کہ مولانا شاہ اسماعیل شہید جامع مسجد فتح پوری میں دوپہر کے وقت ٹہل رہے تھے تو نوجوان وہاں پہنچ گئے۔ یہ گرمیوں کی تپتی ہوئی دوپہر تھی۔ جب یہ مسجد کے باہر جوتے اتار، ننگے پاؤں فرش پر دو چار قدم چلے تو فرش کی تپش اور گرمی سے ان کے قدم جلنے لگے۔ یک دم انہیں احساس ہوا کہ یہ شخص پائے کا ہو گا جو برہنہ پا اس فرش پر اس قدر اطمینان سے ٹہل رہا ہے۔ چنانچہ اپنے ارادے سے تائب ہو گئے اور پھر تمام عمر شاہ اسماعیل کے جاں نثار خادم بن گئے۔

......☆......

شہدائے بالاکوٹ کا مقام و پیغام

مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی شہداء بالاکوٹ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''اس معرکے میں وہ پاک نفوس شہید ہوئے' جو عالمِ انسانیت کے لیے رونق و زینت اور مسلمانوں کے لئے شرف و عزت اور خیر و برکت کا باعث تھے۔ مردانگی و جوانمردی' پاکیزگی و پاکبازی' تقدس و تقویٰ' اتباعِ سنت و شریعت اور دینی حمیت و شجاعت کا وہ عطر جو خدا جانے کتنے باغوں کے پھولوں سے کھینچا گیا تھا اور انسانیت اور اسلام کے باغ کا جیسا ''عطر مجموعہ'' صدیوں سے تیار نہیں ہوا تھا اور جو ساری دنیا کو معطر کرنے کے لئے کافی تھا' ۲۴ ذوالقعدہ ۱۲۴۶ھ کو بالاکوٹ کی مٹی میں مل کر رہ گیا۔ مسلمانوں کی نئی تاریخ بنتے بنتے رہ گئی۔ حکومتِ شرعی ایک عرصہ تک کے لئے خوابِ بے تعبیر ہو گئی۔ بالاکوٹ کی زمین اس پاک خون سے لالہ زار اور اس گنجِ شہیداں سے گلزار

بنی، جس کے اخلاص وللّہیت، جس کی بلند ہمتی واستقامت، جس کی جرأت و ہمت اور جس کے جذبۂ جہاد وشوقِ شہادت کی نظیر پچھلی صدیوں میں ملنی مشکل ہے۔ بالاکوٹ کی سنگلاخ و ناہموار زمین پر چلنے والے بے خبر مسافر کو کیا خبر کہ یہ سرزمین، کن عُشاق کا مدفن اور اسلامیت کی کس متاعِ گرانمایہ کا مخزن ہے۔

یہ بُلبلوں کا 'صبا' مشہدِ مقدّس ہے
قدم سنبھال کے رکھیو، یہ تیرا باغ نہیں

اللہ کے کچھ مخلص بندوں نے ایک مخلص بندے کے ہاتھ پر اپنے مالک سے اُس کی رضاء، اُس کے نام کی بلندی اور اُس کے دین کی فتح مندی کے لئے آخری سانس تک کوشش کرنے اور اس راہ میں اپنا سب کچھ مٹا دینے کا عہد کیا تھا۔ جب تک اُن کے دم میں دم رہا، اسی راہ میں سرگرم رہے۔ بالآخر اپنے خونِ شہادت سے اس پیمانِ وفا پر آخری مُہر لگا دی۔ یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ ۲۴ ذوالقعدہ کا دن گزر کر جو رات آئی، وہ پہلی رات تھی، جس رات کو وہ سبک دوش و سبک سر ہو کر میٹھی نیند سوئے۔

وہ خلعتِ شہادت پہن کر جس کریم کی بارگاہ میں پہنچے، وہاں نہ مقاصد کی کامیابی کا سوال ہے، نہ کوششوں کے نتائج کا مطالبہ، نہ شکست و ناکامی پر عتاب ہے، نہ کسی سلطنت کے عدمِ قیام پر محاسبہ۔ وہاں صرف دو چیزیں دیکھی جاتی ہیں۔ صدق و اخلاص اور اپنی مساعی اور وسائل کا پورا استعمال۔ اس لحاظ سے شہداء بالاکوٹ اس دنیا میں بھی سرخرو ہیں اور انشاء اللہ دربارِ الٰہی میں بھی با آبرو کہ اُنہوں نے اخلاص کے ساتھ اپنے مالک کی رِضا کے لیے اپنی مساعی اور وسائل کے استعمال میں ذرّہ برابر کمی نہیں کی۔ اُن کا وہ خونِ شہادت، جو ہماری مادی نگاہوں کے سامنے بالاکوٹ کی مٹی میں جذب ہو گیا اور اس کے جو چھینٹے پتھروں پر باقی تھے، ۲۶ ذی القعدہ کی بارش نے اُن کو بھی دھو دیا، وہ خون، جس کے نتیجے میں کوئی سلطنت قائم نہیں ہوئی، کسی قوم کا مادی و سیاسی عروج نہیں ہوا، اور کوئی نخلِ آرزو اس سے سرسبز ہو کر بارآور نہیں ہوا، اُس خون کے چند قطرے اللہ کی میزانِ عدل میں پوری پوری سلطنتوں سے زیادہ وزنی ہیں۔ یہ فقیرانِ بےنوا، جنہوں نے عالمِ مسافرت میں بے کسی کے ساتھ جان دی اور جن کی اب دنیا میں کوئی مادی یادگار نہیں، یہ اللہ کے ہاں اُن بانیانِ سلطنت اور

مؤسسینِ حکومت سے کہیں زیادہ قیمتی اور معزز ہیں، جن کی تصویر قرآن نے ان الفاظ میں کھینچی ہے۔

وَإِذَا رَأَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ أَجْسَامُهُمْ وَإِنْ يَقُولُوا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ كَأَنَّهُمْ خُشُبٌ مُسَنَّدَةٌ. (آلمنافقون : ۴)

بے شک شہداء بالاکوٹ کے خون نے دنیا کے سیاسی وجغرافیائی نقشے میں کوئی فوری تغیر نہیں پیدا کیا۔ خونِ شہادت کی ایک مختصر سی سُرخ لکیر اُبھری تھی۔ اُس کی جگہ نہ جغرافیہ نویس کے طبع نقشے میں تھی، نہ مؤرخ کے سیاسی مرقع میں، لیکن کسے خبر کہ یہ خونِ شہادت دفترِ قضاء وقدر میں کس اہمیت واثر کا مستحق سمجھا گیا۔ اُس نے مسلمانوں کے نوشتۂ تقدیر کے کتنے دھبے دھوئے۔ اُس نے اللہ تعالیٰ کے یہاں، جس کے یہاں محو واثبات کا عمل جاری رہتا ہے۔ (يَمْحُو اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهُ أُمُّ الْكِتَابِ . الرعد:۳۹) کون سے نئے فیصلے کروائے، اُس نے کسی مستحکم سلطنت کے لیے خاتمہ وزوال اور کسی پس ماندہ قوم کے لیے عروج واقبال کا فیصلہ کروایا، اس سے کس قوم کا بخت بیدار ہوا اور کس سرزمین کی قسمت جاگی۔ اس نے کتنی بظاہر ناممکن الوقوع باتوں کو ممکن بنا دیا اور کتنی بعید از قیاس چیزوں کو واقعہ اور مشاہدہ بنا کے دکھا دیا۔

یوں تو شہداءِ بالاکوٹ میں سے ہر فرد کا پیغام یہ ہے کہ ''يَا لَيْتَ قَوْمِي يَعْلَمُونَ بِمَا غَفَرَلِي رَبِّي وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُكْرَمِينَ ۔(یٰسین:۲۶) مگر گوشِ شنوا اور دیدۂ بینا کے لیے ان کا مجموعی پیغام یہ ہے کہ ہم ایک ایسے خطۂ زمین کے حصول کے لئے جدوجہد کرتے رہے، جہاں ہم اللہ کے منشاء اور اسلام کے قانون کے مطابق آزادی کے ساتھ زندگی گزار سکیں، جہاں ہم دُنیا کو اسلامی زندگی اور اسلامی معاشرے کا نمونہ دکھا کر اسلام کی طرف مائل اور اُس کی صداقت وعظمت کا قائل کر سکیں، جہاں نفس وشیطان، حاکم وسلطان اور رسم و رواج کے بجائے خالص اللہ کی حکومت و اطاعت ہو'' وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلّٰهِ...... (الانفال:۳۹) جہاں طاعت وعبادت اور صلاح و تقویٰ کے لئے اللہ تعالیٰ کی زمین وسیع اور فضا سازگار ہو اور فسق وفجور ومعصیت کے لیے زمین تنگ اور فضا ناسازگار ہو، جہاں ہم کو صدیاں گزر جانے کے بعد پھر ''اَلَّذِينَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ...... (الحج:۴۱) کی تفسیر

اور تصویر پیش کرنے کا موقع مل سکے۔ تقدیر الٰہی نے ہمارے لئے اس سعادت ومسرت اور اس آرزو کی تکمیل کے مقابلے میں میدانِ جنگ کی شہادت اور اپنے قُرب ورضا کی دولت کو ترجیح دی۔ ہم اپنے رب کے اس فیصلے پر رضامند وخورسند ہیں۔ اب اگر اللہ نے تم کو دنیا کے کسی حصے میں کوئی ایسا خطہ زمین عطا فرمایا' جہاں تم اللہ کے منشا اور اسلام کے قانون کے مطابق آزادی کے ساتھ زندگی گزار سکو اور اسلامی زندگی اور اسلامی معاشرے کے قائم کرنے میں کوئی مجبوری مُخل اور کوئی بیرونی طاقت حائل نہ ہو' پھر بھی تم اس سے گریز کرو اور ان شرائط واوصاف کا ثبوت نہ دو' جو مہاجرین و مظلومین کے اقتدار اور سلطنت کا تمغۂ امتیاز ہیں۔ تو تم ایسے کُفرانِ نعمت اور ایک ایسی بدعہدی کے مرتکب ہو گے' جس کی نظیر تاریخ میں ملنی مشکل ہے۔ ہم نے جس زمین کے چپے چپے کے لیے جدو جہد کی اور اس کو اپنے خون سے رنگین کر دیا' اکوڑے اور شیدو کے میدان اور تورو اور ملیار کی رزم گاہ سے لے کر بالاکوٹ کی شہادت گاہ تک ہمارے خونِ شہادت کی مہریں اور ہمارے شہیدوں کی قبریں ہیں۔ تم کو خدا نے اس زمین کے وسیع رقبے اور سرسبز وشاداب خطے سپرد فرمائے اور بعض اوقات قلم کی ایک جنبش اور برائے نام کوشش نے تم کو عظیم سلطنتوں کا مالک بنا دیا' ''ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ...... (یونس: ع۲) اب اگر تم اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے اور تم نے آزادی کی اس نعمت اور خداداد سلطنت کی اس دولت کو جاہ واقتدار کے حصول اور حقیر وفانی مقاصد کی تکمیل کا ذریعہ بنایا' تم نے اپنے نفوس اور اپنے متعلقین' ملک کے شہریوں اور باشندوں پر خدا کی حکومت اور اسلام کا قانون جاری نہ کیا اور تمہارے ملک اور تمہاری سلطنتیں اپنی تہذیب و معاشرت اور اپنے قانون وسیاست اور تمہارے حاکم اپنے اخلاق وسیرت اور اپنی تعلیم و تربیت میں غیر اسلامی سلطنتوں اور غیر مسلم حاکموں سے کوئی امتیاز نہیں رکھتے' تو تم آج دنیا کی ان قوموں کے سامنے' جن سے تم نے مسلمانوں کے لئے الگ خطۂ زمین کا مطالبہ کیا اور کل خدا کی عدالت میں جہاں اس امانت کا ذرہ ذرہ حساب دینا پڑے گا' کیا جواب دو گے؟ خدا نے تم کو ایک ایسا نادر وزرّیں موقع عطا فرمایا ہے' جس کے اِنتظار میں چرخِ کُہن نے سینکڑوں کروٹیں بدلیں اور تاریخِ اسلام نے ہزاروں صفحے اُلٹے' جس کی حسرت وآرزو میں خدا کے لاکھوں پاک نفس اور عالی ہمت بندے دنیا سے چلے گئے۔ اس موقع کو اگر تم نے ضائع کر دیا' تو اس سے بڑا تاریخی سانحہ اور

اس سے بڑھ کر حوصلہ شکن اور یاس انگیز واقعہ نہ ہوگا' بالاکوٹ کے ان شہیدوں کا' جو ایک دور افتادہ بستی کے ایک گوشے میں آسودۂ خاک ہیں' ان سب لوگوں کے لئے جو اقتدار و اختیار کی نعمت سے سرفراز اور ایک آزاد اسلامی ملک کے باشندے ہیں پیغام ہے کہ "فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْا اَرْحَامَكُمْ." (سورۂ محمد: ع ۳)

(سیرت سید احمد شہیدؒ کے مقدمہ سے ماخوذ)

واقعہ ترنگ زئی

حاجی یوسف ترنگ زئی سرحد پر جہاد کرتے تھے۔ مولانا عبدالحنان صاحب نے بتایا کہ میں ان کے پاس ملاقات کے لئے گیا تھا۔ ترنگ زئی نے ان کو بتایا کہ ایک انگریز افسر کو جو یورپ کی جنگوں میں شریک رہ چکا تھا اس نے اپنے لوگوں سے کہا کہ یہ تو مٹھی بھر آدمی ہیں۔ ان کے پاس کوئی ٹریننگ نہیں ہتھیار نہیں پھر بھی ہم ان پر فتح نہیں پاتے۔ میں خود چلتا ہوں۔ چنانچہ وہ انگریز افسر خود میدان میں آیا۔ اس نے باقاعدہ اپنی فوجوں کو پھیلا کر لگا لیا۔ حاجی ترنگ زئی کہتے تھے کہ میرے چار بیٹے تھے۔ ایک بیٹا اس پہاڑی پر لگا دیا، دوسرا اس جانب۔ ایک دوسری جانب اور ایک اس جانب تھا۔ خود ترنگ زئی چل نہیں سکتے تھے، ہاتھ پیر چل نہیں سکتے تھے۔ چارپائی پر ان کو اٹھا کر لے جاتے تھے۔ انگریزوں نے ادھر سے اس کثرت سے گولہ باری شروع کر دی کہ گویا دھواں دار بارش ہو رہی ہو۔ حاجی ترنگ زئی خود کہتے تھے کہ ہمارے مجاہد ان گولیوں میں اس طرح پھرتے تھے جیسے کہ بارش کی بوندوں میں پھرتے ہیں مگر کوئی اثر ان پر گولیوں کا نہیں ہوا۔ اس معرکہ میں چودہ مجاہد شہید ہوئے۔ ایک ہزار سے زائد آدمی انگریز کی فوج کے مارے گئے۔ خود وہ افسر بھی قتل ہوا اور مرنے سے پہلے کہہ گیا کہ حکومت سے کہہ دو کہ یہاں فتح کا خیال دل سے نکال دے۔ یہاں تو کوئی اور ہی طاقت کام کرتی ہے۔

ایک جنگ میں کافروں کے بڑے نے اعلان کیا کہ مسلمانوں کے لشکر کے امیر صلاح الدین کا سر جو شخص لے کر آئے گا اس کو میری لڑکی دی جائے گی۔ سارے کافر بھاگ دوڑ کرنے لگے۔ ایک صاحب نے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے کہ بہت جوش و خروش کافروں کی طرف سے نظر آرہا ہے۔ ان کو بتایا گیا کہ معاملہ یہ ہے اور اس طرح انعام کا اعلان کیا گیا ہے۔ ان صاحب نے کہا ایسا

کیوں نہیں کرتے کہ ان کی جوتی ان کے ہی سر۔ چنانچہ اعلان کیا گیا کہ مسلمانوں میں جو شخص رچرڈ کی بیٹی کو اٹھا لائے گا اسی کو دی جائے گی۔

یہ اعلان صبح سویرے نو بجے کے قریب کیا گیا تھا۔ شام کے قریب ہی ایک صاحب یہ کام پورا کر کے آئے کہ لیجئے یہ ہے وہ۔

غازی انور پاشاؒ کا آخری معرکہ اور شہادت

خلافت عثمانیہ کی بقاء کے لئے بیسویں صدی کے اوائل میں جو جنگیں لڑی گئیں اس میں ایک عظیم ترک جرنیل غازی انور پاشا نے یورپین حملہ آوروں کے مقابل سیاسی اور حربی میدان میں بے مثال جوہر دکھائے۔ پہلی جنگ عظیم میں ترکیہ کی شکست وریخت کے بعد مصطفیٰ کمال سے اختلافات کی وجہ سے انور پاشا روس چلے گئے تاکہ وسطی ایشیاء کے ترکی النسل مسلمانوں اور افغانوں کی مدد سے احیائے خلافت کی کوشش کی جائے۔ اسی جہاد میں بالآخر وہ روسیوں سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔

جولائی ۱۹۲۲ء تک غازی انور پاشاؒ کی حربی صلاحیت خاصی مفلوج ہو چکی تھی ان کے مسلمان جہادی ساتھی ترکستان کے مقامی ''باسماچی'' شکست کھانے کے بعد تتر بتر ہو چکے تھے۔ روسی افواج کی فتوحات کی وجہ سے ہوا کا رخ تبدیل ہو گیا تھا ایسے میں افغانستان کے بادشاہ امان اللہ خان نے بھی ہاتھ کھینچ کر اپنے افغان رضا کار جنگجوؤں کو واپس بلا لیا تھا انورؒ اور ان کے چند وفادار ساتھی جانتے تھے کہ اب مکمل تباہی سے بچنا صرف اس طرح ممکن ہے کہ وہ سطح مرتفع پامیر کو عبور کر کے چینی ترکستان یا پھر افغانستان کی طرف نقل مکانی کر جائیں لیکن لفظ ''فرار'' یا ''اعتراف شکست'' اس خوددار مرد جری کی لغت میں موجود نہ تھا انور پاشاؒ نے اپنی اہلیہ کے ساتھ خط کے ذریعہ میدان جنگ سے بھی باقاعدگی سے رابطہ قائم رکھا اور یہیں سے انہوں نے اپنی اہلیہ کے نام زندگی کا آخری خط لکھا۔

یہ خط تاجکستان کے سرحدی گاؤں ستامیس Sstslmis سے لکھا گیا جو افغان سرحد سے صرف پچاس میل کے فاصلے پر ہے۔ اس وقت سرخ افواج نے انور پاشا اوران کے تھکے ماندے ساتھیوں پر اپنا بے رحمانہ دباؤ بڑھایا تھا۔ دوشنبے کا شہر بھی ہاتھ سے نکل چکا تھا گاؤں کے

اردگرد جو حفاظتی چوکیاں قائم کی گئی تھیں وہ بے فائدہ ثابت ہوئیں کیونکہ انور پاشا کے بے قاعدہ غیر تربیت یافتہ مقامی ساتھی خندق میں جم کر لڑنے کے فن سے ناواقف تھے۔ دن بھر زخمیوں کو گاؤں کی طرف بھیجنے کے بعد انور کو فراغت کے چند لمحے خط لکھنے کے لئے میسر آ گئے۔ انہوں نے لکھا:

''آج موسم بہت اداس ہے ایک عجیب سی دھند فضا میں چھائی ہوئی ہے جس کی وجہ سے سورج کی روشنی ناکافی محسوس ہو رہی ہے دشمن کی صفوں میں کوئی حرکت دکھائی نہیں دے رہی۔ یہ محسوس کرتے ہوئے کہ آخری وقت قریب ہے انہوں نے لکھا'' اے میری جان میری عزیز اہلیہ میں تمہیں خدائے واحد کے سپرد کرتا ہوں اب مجھے یہ خط ختم کرنا چاہئے جو جنگلی پھول ہیں ہر روز تمہیں ارسال کرتا رہا ہوں۔ ان کے ساتھ آج میں اس درخت کی ایک شاخ بھی بھیجتا ہوں جس کے سائے تلے ابھی ابھی میں نے آرام کی چند گھڑیاں بسر کی ہیں اور جس کے تنے پر میں نے تمہارا پیارا نام کندہ کر رکھا ہے''۔

انور پاشاؒ کی اہلیہ کو اس کے بعد اور کوئی نامہ ان کی طرف سے کبھی موصول نہ ہوا۔

دس روز بعد ۴ اگست ۱۹۲۲ء کو بالآخر موت نے اسلامی دنیا کے عظیم رہنما انور پاشاؒ کو آ لیا وہ دنیا سے اس طرح رخصت ہوئے جس کی سرفروش ترک سپاہی ہمیشہ تمنا کرتے ہیں یعنی بے مثال بہادری اور شجاعت کی شہادت۔

اس صبح کو انور پاشاؒ کے مٹھی بھر رفقاء اور معتقدین نے جو زیادہ تر ترک قوم سے تعلق رکھتے تھے عیدالاضحیٰ منائی اور قربانی کی رسم آب دریا کے گاؤں میں انجام دی یہی گاؤں شہید کا آخری پڑاؤ تھا انور پاشاؒ شہید نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایک کچے مکان میں ایک آخری ملاقات کر کے تہنیت اور تحائف کا تبادلہ کیا زمین پر جانوروں کی قربانی سے بہنے والا خون پھیلا ہوا تھا سب حاضرین کو صورت حال کا پورا ادراک تھا کہ روسی افواج نے ان کو مکمل گھیرے میں لے رکھا ہے اس ملاقات کے بعد دوبارہ ملنے کے امکانات بالکل معدوم تھے۔

شوکت عادمیر نے اس المناک الوداعی ملاقات کا حال یوں بیان کیا ہے:

''انور پاشاؒ نے عیدالاضحیٰ کی نماز اپنے باقی ماندہ (تقریباً تیس) ساتھیوں کے ساتھ ادا کی اور سپاہیوں میں تھوڑی تھوڑی رقم تقسیم کی۔ افسران کے لئے کچھ نہ بچا اس کی

بجائے ان کو باہمی رفاقت کی نشانی کے طور پر تحریری اعزاز سے نوازا گیا ہر سرٹیفکیٹ پر افسر کا درجہ، انور پاشاؒ کے دستخط اور مہر ثبت تھے۔

اسی دوران اچانک ایک پیغام کے ذریعہ انتباہ موصول ہوا کہ تین سو روسی فوجی گاؤں کی طرف بڑھ رہے تھے۔ چند لمحوں کے بعد ہی گولہ باری کی آواز سنائی دینے لگی جو انور پاشاؒ کے خارجی چوکیوں سے دشمن پر کی جارہی تھی بہادر سپہ سالار تلوار سونت کر ایک دم اپنے گھوڑے پر کود کر جا بیٹھا جو لوگ اس معرکے سے کسی طرح بچ نکلے ان کے بیان کے مطابق انور پاشاؒ سرپٹ گھوڑا دوڑاتے دشمن کے عین سامنے جا پہنچے۔''

کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے

ان کے گھڑ سوار ساتھی شمشیر بکف برق رفتاری سے ان کے پیچھے پیچھے آرہے تھے انگریز مصنف لکھتا ہے کہ اس بے مثال، بے خوفی کے مظاہرے کا مقابلہ انگریزوں کے ہیرو، مثالی لائٹ بریگیڈ کے مشہور حملے Charge of the light brigade سے ہی کیا جاسکتا ہے جسے انگریزی افواج اپنی بہادری کا بہت بڑا کارنامہ قرار دیتی ہیں۔ ان پچیس تلواریں لہراتے ہوئے سواروں کے اللہ اکبر اور ''فتح یا شہادت'' کے نعروں میں برستی گولیوں کے سامنے حملہ کرنے کے انداز نے روسی کمانڈر قلی قوف کے سپاہیوں کو کچھ دیر کے لئے مبہوت کر دیا۔

ترک مجاھدین دشمن کی پہلی مشین گن پر پل پڑے اور اسے خاموش کرنے میں کامیاب ہو گئے لیکن باقی دو مشین گنیں سامنے سے بڑھتے ہوئے سواروں پر زبردست گولہ باری کرتی رہیں انور پاشاؒ سب سے آگے تھے اور وہ سب سے پہلے گرے اور وہ اپنے سلیٹی رنگ کے گھوڑے ''درویش'' سے گر گئے۔ گھوڑے کو بھی گولیاں لگیں وہ گھٹنوں کے بل گرا اور پھر لڑھکنے لگا انور پاشاؒ کے تلوار بکف رفقاء گولیوں کی مسلسل برسات کا سامنا کرتے ہوئے ایک کے بعد ایک گرتے رہے آخر تلواریں مشین گنوں کا کب تک مقابلہ کرسکتی ہیں چند ہی منٹوں میں سب تمام ہو گیا۔ پہاڑی کے دامن میں شہداء کے لاشے، قریب المرگ زخمی سپاہی اور گھوڑوں کے اجسام بکھرے ہوئے تھے۔ ایک دو زخمی کسی طرح بچ کر نکل کر گاؤں والوں کو المناک انجام کی کہانی سنانے کے لئے پہنچے مگر مقامی قبائلی ''باسماچی'' گاؤں خالی کر کے جاچکے تھے۔

قلی کوف کے آدمیوں نے نعشوں کا معائنہ کرنے کے لئے ان کو مکمل طور پر بے لباس کر دیا وہ شناختی کاغذات کی تلاش میں تھے ایک جوان رعنا کی لاش کو دیکھ کر وہ کچھ حیران ہوئے جوتر کی طرز کے خاکی کوٹ میں ملبوس اور تسموں والے جرمن بوٹ پہنے تھا لیکن اس کی چست پتلون اور استر خوانی ٹوپی کا ڈیزائن انہوں نے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا اس کی تلوار بھی مختلف طرز کی تھی اور دوربین بھی غیر ملکی ساخت کی تھی ایک جیب سے کچھ خطوط نکلے ایک خط نامکمل تھا اس کی جیب سے قرآن مجید کا ایک چھوٹا سا نسخہ بھی ملا۔ معائنہ سے پتہ چلا کہ اسے سات گولیاں لگی تھیں روسی کمانڈر اس اجنبی کی یقینی شناخت نہ کر سکا اس لئے اس نے برآمد کی گئی تمام اشیاء اور کاغذات ماہرین کے معائنہ کے لئے اپنے ہیڈ کوارٹر تاشقند بھیج دیئے روسی سپاہی عجلت میں گمنام مجاہد کے جسد خاکی کو اس کے خون آلود کپڑوں پر پڑا چھوڑ کر باسماچی باغیوں کے تعاقب میں چلے گئے۔

دوروز بعد ایک مسلمان عالم دین کا ادھر سے گزر ہوا تو اس نے نعش کو دیکھتے ہی پہچان لیا کہ یہ اس عظیم الوطن مسلمان مجاہد کی لاش ہے جو اپنے ملک ترکیہ سے تنسیخ خلافت کے بعد لادین (سیکولر) ترک حکومت سے گردن زدنی قرار پایا اور احیائے خلافت کے لئے متبادل ملک میں اسلامی حکومت کے قیام کا سہانا خواب لے کر روسی ترکستان کی طرف ہجرت کر کے آیا تھا گاؤں والوں نے فوراً سب شہداء کے اجسام اور باقیات کو اکٹھا کیا روسی تب تک وہاں سے روانہ ہو چکے تھے تجہیز و تکفین کا بندوبست ہو رہا تھا کہ انور پاشا شہید کی لاش کی دریافت کی خبر چاروں طرف پھیل گئی ایک اطلاع کے مطابق کوئی پندرہ ہزار سوگوار دور و نزدیک سے اس کرشمہ ساز ہیرو کو خراج تحسین پیش کرنے کے لئے جمع ہو گئے جوان کے ہمراہ ایک عظیم جہاد میں شرکت کے لئے ان کے ملک میں وارد ہوا تھا۔

جنازہ کے بعد شہید کو ایک اخروٹ کے درخت کے تلے ''آب دریا'' کے کنارے ایک بے نشان قبر میں دفن کیا گیا یہ علاقہ ترکی النسل قوم کا مسکن ہے شہید کی خواہش بھی یہی تھی کہا جاتا ہے کہ اب تک ہر سال انور پاشاؒ کی برسی کے موقع پر دور دور سے ان کے مجاہد ساتھیوں کی اولاد کے لوگ ان کی تنہا قبر پر فاتحہ خوانی کے لئے آتے ہیں اور شہید کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

(۱۸ ستمبر ۲۰۰۲ روزنامہ اوصاف ملتان)

★

فلسطین میں یہودیت کب، کیوں اور کیسے داخل ہوئی؟

۱۹۳۶ء میں ''اعلان بالفور'' کے تحت یہ طے پایا تھا کہ یورپ اور دیگر علاقوں سے ہجرت کر کے فلسطین میں آباد ہونے کے لیے ہر ماہ تین ہزار یہودی فلسطین میں داخل ہو سکیں گے۔ ۱۹۳۹ء میں دوسری عالمگیر جنگ شروع ہوگئی تو یورپ سے یہودیوں کا اخراج وسیع پیمانے پر شروع ہو گیا۔ بلکہ نازی ڈکیٹر ہٹلر کے برسر اقتدار آجانے کے بعد ہی جرمنی سے یہودیوں کو جبراً نکالنا شروع کر دیا گیا تھا۔ دوران جنگ جوں جوں یورپی ممالک پر نازیوں کا قبضہ ہوتا چلا گیا یورپ سے یہودیو فرار نے ایک خطرناک صورت حال پیدا کر دی فلسطین میں ماہوار تین ہزار یہود کے داخلہ کا کوٹا کاغذ پر ہی رہ گیا۔ یہودی ہر ماہ دس دس' بارہ بارہ ہزار کی تعداد میں آنے لگے' چونکہ وہ ایک متمول قوم کی حیثیت رکھتے تھے اس لئے سپیشل جہاز چارٹر کر کے فلسطین پہنچتے تھے۔ بالفور ڈیکلریشن کے مطابق ہر ماہ تین ہزار یہودی بلا روک ٹوک اور اپنے کاغذات سفر کے بل بوتے پر فلسطین کی بندرگاہوں پر اتر جاتے تھے اس کے بعد باقی ہزاروں یہودیوں سے بھرے ہوئے جہاز ساحل فلسطین سے پیچھے ہٹ کر بین الاقوامی سمندروں میں لنگر انداز ہو جاتے یہودی مہاجرین رات کی تاریکی میں چھوٹی چھوٹی کشتیوں میں اتر کر یا تیر کر سمندر سے ساحل پر جا پہنچتے اور پھر وہ دن بھر پہاڑوں کی غاروں میں کھجوروں کے درختوں کے ذخیروں میں' کھیتوں' ریت کے ٹیلوں کی اوٹ میں چھپتے رہتے اور راتوں رات سفر اختیار کر کے یہودی بستیوں کا رخ کرتے۔ سینکڑوں عربوں کی گولیاں کا نشانہ بن جاتے تھے سینکڑوں سمندر پار کرتے وقت ڈوب جاتے تھے' اور سینکڑوں دیگر حادثات کا شکار ہو جاتے تھے' لیکن ہزاروں گرتے پڑتے یہودی بستیوں تک پہنچنے میں کامیاب ہو جاتے تھے۔

یہودیوں نے فلسطین میں بالکل ایسا ہی نظام قائم کر رکھا تھا جیسا کہ ہمارے ہاں بنیادی جمہوریتوں کی شکل میں موجود ہے لیکن ان کی یونین کونسلیں جو "غیطو" کہلاتی تھیں محض انتخابی اداروں اور برسر اقتدار پارٹی کی آلہ کار نہ تھیں' بلکہ وہ حددرجہ فعال اداروں کی حیثیت رکھتی تھیں۔ "غیطو" ہی یہودیوں کی پنچائت ہوتی تھی۔ وہی میونسپلٹی ہوتی تھی وہی عدالت ہوتی تھی اور وہی ایک ایسی حکومت کا مضبوط پرزہ ہوتی تھی۔ جو دراصل قائم ہو چکی تھی' لیکن ابھی اس کے وجود کا اعلان نہیں ہوا تھا۔

یہودی مہاجر "غیطو" میں رپورٹ کر کے اسے اپنے تمام کوائف سے آگاہ کر دیتے تھے' اور پوری دیانت داری سے بتا دیتے تھے کہ وہ جہاں سے ہجرت کر کے آئے تھے وہاں ان کی حیثیت کیا تھی۔ نہ صرف یہ بلکہ وہ جو کچھ بھی اپنے ساتھ لا سکتے تھے مثلاً بانڈز' شیورٹیاں' سیکورٹیاں' جواہرات' زیورات' سونا وغیرہ وغیرہ وہ سب کا سب "غیطو" کے بیت المال میں جمع کرا دیتے تھے' یہودیوں کا یہ بیت المال مختصر سی مدت کے اندر اندر ارب ہا پاونڈ کی مالیت تک پہنچ گیا۔ فلسطینی عربوں کا یہ حال تھا کہ چند قبائل کے شیوخ کو چھوڑ کر باقی سب مفلس اور قلاش تھے۔ یہودیوں نے اپنے بیت المال سے ان سے کوڑیوں کے مول زمینیں خریدنی شروع کر دیں' اور دوسرے ممالک سے لاتعداد ٹریکٹر اور بلڈوزر درآمد کر دیئے۔ مشینری منگوالی اور ہر بستی میں تعمیراتی سامان کے ذخیرے جمع کر دیئے۔ ہر مہاجر یہودی کنبے کو اس کی حیثیت کے مطابق رہائشی مکان کی تعمیر کے لئے پلاٹ الاٹ کر دیا جاتا۔ مکان کا نقشہ دے دیا جاتا "غیطو" کے سٹور سے سامان تعمیر فراہم کر دیا جاتا کہ وہ سب سے پہلے سر چھپانے کے لئے مکان تعمیر کر لیں۔ مکان کا کرایہ اس حساب سے مقرر ہوتا تھا کہ ۱۹ برس میں مکان کی قیمت ادا ہو جائے' اور مالکانہ حقوق قابض کو تفویض کر دیئے جائیں۔

بنجر زمینیں کوڑیوں کے مول عربوں سے خرید کر ٹریکٹر اور بلڈوزروں کی مدد سے ہموار کر کے قابل زراعت بنائی گئیں' ٹیوب ویل نصب کئے گئے' مرد زمینوں کو درست کرنے میں مصروف رہنے لگے تو عورتیں اور بچے مکانات کی تعمیر اور گھریلو صنعتوں سے متعلق مختلف سرگرمیوں میں لگ گئے۔ [illegible] آنکھوں نے دیکھا کہ ہم تین چار سال پہلے فوجی نقل و حرکت کے سلسلہ میں جن ایسے [illegible] سے گذر چکے تھے جہاں ریت کے سوا کچھ نہ ہوتا تھا اور [illegible] پر عرب تربوز کے بیج یا مکئی

یا گیہوں کے بیج پھینک دیتے تھے اور اگر بارش ہو جائے تو اچھی بری فصل پیدا ہو جاتی تھی۔ وہ ریت کے ٹیلے اور صحرا مالٹے' ناشپاتی خوبانی اور دیگر ثمر دار اشجار کے باغات میں تبدیل* ہو چکے تھے' ان باغات سے ملحق فروٹ انڈسٹری کی فیکٹریاں قائم ہو چکی تھیں' جن میں لڑکے لڑکیاں اور عورتیں دن رات پھل میووں کی اشیاء تیار کرتی دیکھی جاتی تھیں اور اس صنعت پر یہودیوں کی مکمل اجارہ داری قائم ہو گئی تھی' چنانچہ اتحادیوں کی افواج متعینہ مشرق وسطیٰ کی کینٹینوں اور نافی شاپس (NAHFI SHOPS) ''نیوی آرمی اینڈ ائیر فورس انسٹی ٹیوٹ کی دکانیں'' میں مشروبات اور نفیس اغذیہ مثلاً شرابیں شربت' اچار' چٹنیاں' مربے' مارملاڈ۔ کیک جام اور ڈبوں میں بند ہر قسم کی اشیاء انہی یہودیوں فیکٹریوں کی ہوا کرتی تھیں' شاید ہی ان میں سے کوئی ایسی چیز ہو جس پر (MADE IN PALESTINE) نہ لکھا ہو۔

اس کے ساتھ ہی قومی رضا کاروں اور لیبر کور کے نام سے یہودیوں نے نوجوانوں کو فوجی تربیت بھی دینا شروع کر دی۔ اور جب ۱۹۴۸ء میں اسرائیل کی حکومت قائم ہوئی اور مشرق وسطیٰ کی چھاتی پر یہ ناسور عملی طور پر وجود میں آ گیا تو وہاں پہلے سے صنعت و حرفت بھی موجود تھیں۔ بنک بھی تھے' تجارتی سنڈی کیٹ بھی تھے' فوج بھی تھی' آب پاشی' صنعت و حرفت' زراعت اور کان کنی سے متعلق تمام سکیمیں اور منصوبے بھی پہلے سے تیار تھے' یہودیوں نے سب سے زیادہ ترقی قرآن حکیم اور انجیل سے استفادہ کر کے کی۔

ایک خاص ریسرچ سنڈی کیٹ قائم کیا گیا جس میں عربی اور طبرانی زبانوں کے ماہر مذہبی لیڈر سال بھر تحقیق و تدقیق میں مصروف رہتے تھے' یہودیوں کے پاس اپنی الہامی کتاب تورات تو تھی ہی نہیں لیکن انہوں نے قرآن حکیم اور قدیم انجیل کی آیات کے مطالعہ اور ان کے مضامین کے تجزیہ اور مزید تحقیق سے بڑا فائدہ اٹھایا۔ انہوں نے عاد و ثمود کی قوم پر قہر خداوندی کا نزول آگ اور پتھر کیسے بستیوں پر برسے' اور وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ وہاں یقیناً زمین کے نیچے آتشگیر مادوں مثلاً گیس یا تیل کے ذخائر ہوں گے پیغمبروں کی اس سرزمین میں سروے کیا گیا وہ جگہ ڈھونڈ لی گئی جہاں عاد و ثمود آباد تھے اور وہاں سے پٹرول نکال لیا۔ حضرت سلیمان کی تانبے کی کانوں کا ذکر انجیل میں پڑھا تو بحیرہ روم کے کنارے تانبے کی کانیں دریافت کر لیں' جن سے سالانہ دو لاکھ ٹن

تانبہ نکالا جاتا ہے۔

انجیل میں پڑھا کہ فلاں مقام پر حضرت داؤد علیہ السلام اپنی گائیں چرارہے تھے، گائیں اِدھراُدھر پھیل گئیں، لیکن لحنِ داؤدی سنتے ہی وہ پھر اکٹھی ہوگئیں اس واقعہ کا بھی تجزیہ شروع کیا گیا۔ اگراس زمانے میں حضرت داؤد وہاں گائیں چراتے تھے تو یقیناً گھاس اور درخت ہوتے ہوں گے، اور نباتات پانی کے بغیر پیدا نہیں ہوسکتی، یہ جگہ اب لق ودق بنجر علاقہ ہے، وہ پانی کہاں سے آتا تھا؟ اسرائیل میں سالانہ صرف (سواتین انچ) بارش ہوتی ہے، پھراس زمانے میں یہ علاقہ شاداب کیونکر تھا؟ بس جناب متعلقہ محکموں کے ماہرین نے تحقیق اور سروے شروع کردیئے اور دوسال کے اندر اندر یہ انکشاف ہوا کہ اس علاقے میں دوہزار سال سے مٹی کے پہاڑوں کا ٹوٹا پھوٹا سلسلہ سمجھا جاتا رہا تھا۔ وہ دراصل داؤد علیہ السلام کے زمانے میں ایک بڑا (DAM) بند تھا۔ اس ٹوٹے پھوٹے بند کو ازسرِ نو درست کیا گیا اور سال بھر میں (سواتین انچ) بارش سے اتنا پانی کا ذخیرہ جمع کرلیا گیا کہ اس ڈیم سے نہریں نکال کر خشک زمینوں کی آب پاشی کر کے اس علاقے کو زرخیز زرعی علاقے میں بدل دیا گیا غور کرنے کا مقام ہے کہ "یقین محکم" اور کسے کہا جاتا ہے قرآن اور انجیل سے عملی استفادہ کون کررہا ہے؟ اتحاد، اخوت، محنت، دیانتداری، اور استقلال ایسے اوصاف ہیں جنہیں قدرت کے عالمگیر قوانین کی حیثیت حاصل ہے ان پر کافر اور ملحد بھی عمل پیرا ہو تو اسے فائدہ پہنچے گا۔ اور ان سے انحراف کرنے والے مومن اتنا ہی نقصان اٹھائیں گے جتنا کہ ان پر عمل کرنے والے غیر مومن فائدہ اٹھا سکیں گے۔

دنیائے عرب کی افسوسناک حالت

یہودیوں کے مقابلے میں راقم الحروف نے عربوں کی زندگی بھی دیکھی بیان کرتے ہوئے دکھ ہوتا ہے، لیکن اس کا کیا علاج کہ عربوں کے طور بتارہے تھے کہ ایک نہ ایک دن ان پر ضرور کڑی آزمائش کی گھڑی آئیگی اور یہودی قوم اتحاد یقین محکم اور تنظیم کی بدولت کامیابی حاصل کرلے گی، عرب زمینداروں اور کسانوں کی اکثریت تربوز۔ مکئی۔ گندم۔ جو یا دیگر اجناس کی کھڑی فصلیں یہودیوں کے ہاتھ فروخت کردیتی تھی۔ اور اعراب فلسطینی ہوں یا عراقی ہوں یا اردنی عرب، قیمت وصول کر کے چند دینار بال بچوں کو قوت لایموت کے لئے دے کر باقی رقم اپنے کیسوں میں بھر کر

شہروں کا رخ کر لیتے اور دو تین مہینے وہاں دن بھر جوا کھیل کر اور راتیں لہو ولعب اور عیاشی کے مشغلوں میں گزار کر پھر قلاش گھروں کو لوٹ آتے تھے۔

عبا و قبا میں ملبوس باریش اور ایمان افروز صورتوں والے اعراب قحبہ خانوں میں اور بازار حسن میں ہر طرح کی اخلاق سوز حرکات کرتے دیکھے جاتے تھے' بازاروں اور گلی کوچوں میں عرب بھکاریوں اور اور بھکارنوں کے سوا کبھی کسی اور قومیت کا فرد بھیک مانگتا ہوا نظر نہ آیا۔ حتیٰ کہ یہ بھی المناک منظر دیکھنے میں آیا ہے کہ اچھی خاصی پوزیشن میں ملبوس عرب بچے سکول جارہے ہیں اور راہ میں جاتے جاتے ہندوستانی فوجیوں سے ''رفیق بخشیش'' کی صدا لگا کر دو چار فلس کی بھیک وصول کر رہے ہیں۔ دکاندار بددیانت اور جھوٹے' تاجر مکار' سرکاری ملازم راشی اور متمول افراد عیاش۔

تفرج اور تعیّش

ایک قابل ذکر واقعہ ملاحظہ ہو' عراق میں اگرچہ کونسل آف ایجنسی قائم تھی کیونکہ شاہ فیصل ثانی مرحوم نابالغ تھے' اور حکومت امیر عبداللہ اور وزیراعظم نوری السعید پاشا کی کہی جاتی تھی۔ لیکن دراصل عراق میں چند قبائل شیوخ کا راج تھا دوسری عالم گیر جنگ کے دوران ان کو حکومت برطانیہ ششماہا وظائف دیتی تھی۔ جسے **SUBSIDY** کہا جاتا تھا۔ اور ہر وظیفہ لاکھوں پونڈ ہوتا تھا۔ یہ شیوخ ہر چھ ماہ بعد بغداد میں آکر اپنے وظائف برطانوی سفارت خانے سے وصول کیا کرتے تھے' اور دو دو ہفتے ایک ایک ماہ بغداد میں قیام کرکے دادِ عیش دیا کرتے تھے اور اس عیش کا اندازہ اس حقیقت سے کیا جاسکتا ہے کہ وہ جب رات کے وقت قحبہ خانوں یا کیبریز **CABARETTES** یعنی رقص خانوں میں جاتے اور پیشہ ور رقاصاؤں اور بیسواؤں کو ایک رات کے لئے باقاعدہ نیلامی کی بولیوں کی طرح بولیاں دے کر حاصل کیا جاتا تھا۔ اور بعض اوقات ایک رات کی عیاشی کے لئے بولی تین ہزار دینار یعنی ۴۰' ۴۰ ہزار روپے تک جا پہنچتی تھی۔

غرضیکہ جہاں اسرائیل کی سنگلاخ زمین سے نکال کر بنجر اراضی کو سبزہ زاروں کھیتوں اور باغات میں بدل کر' پہاڑوں کے جگر چیر کر معدنیات نکال کر اور عورتوں اور بچوں کو لیبر فورس میں بدل کر اور مردوں کو مشقت پسند اور جفاکش مزدور یا سپاہی بنا کر یہودیوں نے بے پناہ طاقت حاصل کر لی وہاں عربوں کو قدرت نے تیل کی دولت تو بخشی لیکن وہ تیل ان کے حق میں لہو ولعب اور تعیش کا

زہر قاتل بن گیا۔

میں نے ۱۹۴۵ء کے جون کے مہینہ میں یروشلم اور حیفا کے درمیان سفر کرتے ہوئے ایک عجیب نظارہ دیکھا۔ سخت گرمی پڑ رہی تھی اور درجہ حرارت ۱۲۲ تھا ہر دس بارہ میل کے بعد مجھے بارہ سال کی عمر سے لے کر پندرہ سولہ سال تک کے لڑکوں اور لڑکیوں کے گروہ دکھائی دیئے جو خاکی وردیوں میں ملبوس تھے' پیدل مارچ کر رہے تھے' اور چلتے چلتے تنکوں کی ٹوپیاں ریشم یا اون کی نکٹائیاں' کاغذ کے پھول اور کھلونے بناتے جاتے تھے' آخر ایک گروہ کو روک کر ان کے مونیٹر سے میں نے پوچھا کہ وہ کیا کرتے پھرتے ہیں تو معلوم ہوا کہ یہودی بچوں کو گرمی کی تعطیلات کے لئے یہ کام ملا ہے کہ وہ آٹھ ہفتوں کے اندر اندر حیفا سے یروشلم تک آنے جانے کا سینکڑوں میل کا سفر پا پیادہ کریں ریل۔ بس یا کسی سواری پر ایک درہم بھی صرف نہ کریں کسی کا عطیہ قبول نہ کریں۔ خود چیزیں بنائیں بیچیں اور ان سے حاصل شدہ آمدنی سے اپنی ضروریات پوری کریں' انہیں ہر قریہ' ہر قصبہ اور ہر شہر کے ''غیطو'' سے یہ تصدیق کرانا ہوتی تھی کہ وہ ان اصولوں پر عمل کر رہے تھے' ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ یہودی قوم اپنی آنے والی نسل کو کس قدر جفاکش مشقت پسند اور باحوصلہ بنا رہی تھی۔ چنانچہ یہی وہ بچے تھے جو ۱۹۵۶ء میں جوان ہو چکے تھے' اور جنہوں نے اس زمانہ میں بھی مصری افواج کو بری طرح پیٹا تھا۔ (''عرب اور اسرائیل'' سے ماخوذ)

ملا محمد عمر کا اچانک ظہور

یہ اکتوبر ۱۹۹۴ء کی ایک شام تھی۔ افغانستان کے جنوبی شہر قندھار کے مضافات میں براتیوں سے بھری ایک بس جا رہی تھی۔ اچانک ایک سنسان سی جگہ جدید ترین اسلحے سے لیس ایک گروہ نے بس روک لی۔ ان کا تعلق ''عصمت ملیشیا'' نامی ایک گروہ سے تھا جو خود کو ''مجاہدین'' کہلواتے تھے۔ گروہ کے کمانڈر نے تمام مسافروں کو نیچے اتار کر قیمتی سامان اور نقدی حوالے کرنے کا حکم دیا۔ اچانک اس کی نظر روایتی قبائلی عروسی لباس میں ملبوس دلہن پر پڑی۔ دلہن کی خوبصورتی نے اسے سحر زدہ کر دیا اور اس کے شیطانی ذہن میں ایک ترکیب آئی۔ اس نے بڑے کرخت لہجے میں براتیوں سے کہا کہ یہ تو ہمارے قبیلے کی خاتون ہے جو کچھ عرصہ قبل گم ہو گئی تھی۔ تم لوگوں کو ہمت کیسے

ہوئی ہماری ''عزت'' پر ہاتھ ڈالنے کی۔ یہ کہہ کر اس نے بلاتوقف اپنی اسٹین گن سیدھی کی اور دلہا کو گولیوں سے چھلنی کر دیا۔ اس کے ساتھیوں نے دلہن کو پکڑا اور جیپ میں ڈال دیا۔ مزاحمت کرنے پر دو اور افراد کو گولی ماردی گئی۔ یہ گروہ اس بہیمانہ واردات کے بعد آناًفاناً غائب ہو گیا۔

مسافروں میں ایک ۳۷ سالہ مجاہد طالب علم بھی شامل تھا جو نہتا ہونے کے باعث بے بس کھڑا تھا۔ یہ غیور افغان غصے سے پیچ وتاب کھاتا ہوا قندھار اپنے مدرسے میں پہنچا۔ عصمت ملیشیا کی اس درجہ گھٹیا کارروائی سے وہ دنگ رہ گیا۔ افغانستان میں جاری اقتدار کی رسہ کشی اور نام نہاد جہادی لیڈروں کے لالچ اور منافقت سے وہ پہلے ہی تنگ تھا۔ اس نے علاقے کے علماء کو بلایا اور انہیں بتایا کہ نام نہاد مجاہدین یہ کچھ کر رہے ہیں۔ علماء نے متفقہ طور پر فتویٰ دیا:

''ان چوروں، ڈاکوؤں، قاتلوں اور لٹیروں کے خلاف جہاد فرض ہے۔ جہاد کرتے ہوئے جو مارا جائے گا وہ شہید کہلائے گا جبکہ مخالفین میں سے جو مرے گا وہ مردار اور جہنمی ہوگا۔''

ملا عمر نامی اس مجاہد نے اس فتوے کے بعد علماء' دکانداروں اور دوسرے شرفاء کی مدد سے ''طالبان'' کو منظم کیا اور سپین بولدک سے جہاد کا آغاز کر دیا۔ طالبان نے عصمت ملیشیا اور اس کے کمانڈر امیر لالہ کا خاتمہ کر دیا۔ برہان الدین ربانی کا کمانڈر نقیب اللہ اور حکمت یار کا کمانڈر سرکاتب بھی جرائم پیشہ تھے، لہٰذا ان کا بھی سر کچل دیا گیا۔ طالبان کا منشور بہت مختصر تھا:

''امن وامان قائم کریں گے، راستے کھولیں گے، زنجیریں توڑیں گے اور اسلامی شریعت نافذ کریں گے۔''

قرآن مجید کو انہوں نے ہاتھ میں لیا اور نکل پڑے۔ لوگ ربانی' حکمت یار کی جنگ اور دیگر جرائم پیشہ عناصر سے تنگ آئے ہوئے تھے' اس لئے انہوں نے طالبان کا خیر مقدم کیا۔ دیگر جماعتوں کے مجاہدین اور علاقائی کمانڈر اس میں شامل ہوتے گئے۔

مذکورہ بالا واقعے کے راوی معروف کمانڈر مولانا جلال الدین حقانی ہیں۔

(اردو ڈائجسٹ اکتوبر ۱۹۹۸ء۔ از محمد عامر ہاشم خاکوانی)

......☆......

ورلڈ ٹریڈ سنٹر

(۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء میں تباہی سے قبل ایک پاکستانی سیاح کے مشاہدات)

''ہم گھر سے دنیا کی سب سے زیادہ بلند عمارت ورلڈ ٹریڈ سنٹر دیکھنے کا ارادہ کر کے نکلے تھے۔ مین ہٹن پہنچنے کے بعد لبرٹی مارکیٹ اور ویسٹ کے درمیان واقع ۱۱۶ ایکڑ رقبے پر محیط بنکوں' ریستورانوں' دکانوں' دفاتر اور تجارتی نمائش کی دلچسپ جگہوں کو دیکھتے ہوئے اب ہم دو ایک جیسے بلند ٹاورز کے قدموں میں کھڑے تھے۔ ورلڈ ٹریڈ سنٹر کے نام سے تو ہم اس وقت سے واقف تھے جب ایمپائر سٹیٹ بلڈنگ کی بلند ترین عمارت کی حیثیت سے شہرت دھندلانے لگی تھی۔ تصاویر بھی اکثر و بیشتر نظروں سے گذرتی رہتی تھیں لیکن آج جب ہم اس کے بالکل سامنے کھڑے تھے تو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ ان ٹوئن ٹاورز میں سے ہر ایک کی ۱۱۰ منزلیں ہیں۔ ٹاور نمبر ۲ کے اوپر کی منزل مشاہداتی کہلاتی ہے۔ یہ ٹاورز مین سے ۱۳۷۷ فٹ بلند ہیں اور ان کی سیر کرنے کے لئے لائن میں کھڑے ہو کر ٹکٹ لینا پڑتا ہے۔ قطار بڑے لان کے آخری سرے تک جا کر پھر مڑ آتی تھی اس طرح ٹریڈ سنٹر کے نیچے سارا خالی پلیٹ فارم ان لائنوں سے بھرا ہوا تھا۔ ہم بھی لائن میں لگ گئے۔ نیویارک کی رنگارنگی یہاں پوری طرح عیاں تھی۔ ان لائنوں میں چینیوں اور کوریائی باشندوں کے علاوہ پاکستانی۔ ہندوستانی خاص طور پر مدارسی اور کیرالہ والوں کے علاوہ پاکستانیوں کی بھاری اکثریت قدم قدم آگے بڑھ رہی تھی۔ فیملیاں ہی فیملیاں نظر آ رہی تھیں۔ ہر فیملی عام طور پر اپنے روائتی لباس میں تھی اور آپس میں اپنی اپنی بولیاں بول رہی تھیں۔ ہندوستان اور کراچی کے لوگ اردو بولتے تو صاف پہچانے جاتے اور پنجاب سے آئے ہوئے لوگ بھی اپنی شکلوں لباس اور بولی کی وجہ سے نمایاں تھے۔ ایک چیز جو قدرے کھٹکتی تھی وہ یہ کہ یہ پتہ چل جانے کے باوجود بھی کہ ہم سے آگے پیچھے یا ساتھ کھڑے ہوئے لوگ ہمارے اپنے وطن کے ہیں' کوئی ایک دوسرے سے سلام دعا یا تعارف کی ضرورت محسوس نہیں کرتا تھا اور اس دیار غیر میں بھی ایک زبان ایک کلچر اور ایک وطن سے تعلق ہونے پر بھی ہر ایک دوسرے سے اجنبیت کی دیوار حائل رکھنا چاہتا تھا۔ ہندوستانی عورتیں یہاں بھی پان چبا رہی تھیں۔

گجراتی اور کاٹھیاواڑی عورتیں گھٹیا ساڑھیوں میں ملبوس تھیں ایسی ساڑھیاں جن میں وہ اپنے پورے پیٹ اور کمر کو چھپانے کی بالکل ضرورت محسوس نہ کرتیں۔ پنجابی عورتیں قمیص شلوار اور سکھ عورتیں بھی کم وبیش اسی لباس میں تھیں۔ قطاریں لمبی ہونے کے باوجود ایک ڈیڑھ گھنٹہ کے اندر سارے فاصلے طے کر کے ہر ایک لفٹ کے دروازے تک پہنچ جاتا تھا اور رنگا رنگ کے لوگوں کے مطالعہ میں یہ گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ گذرتے پتہ بھی نہ چلتا۔

۱۹۹۰ء میں اسی ٹریڈ سنٹر ٹاور کو دھماکے سے اڑانے کی کوشش کی گئی جس میں چھ سیاح ہلاک اور ۲۰۰ زخمی ہو گئے تھے۔ بعد میں دھماکہ کرنے کے الزام میں نیوجرسی کی ایک مسجد کے نابینا امام **عمر عبدالرحمٰن** اور اس کے بہت سے عقیدت مندوں کو حراست میں بھی لیا گیا جن پر ایک عرصہ تک مقدمہ چلتا رہا۔

ٹریڈ سنٹر کی آبزرویشن ڈیک زمین سے چوتھائی میل بلند ہے۔ اور یہاں کھڑے ہوئے آپ کو پورا نیویارک اپنے قدموں میں محسوس ہوگا جس کے مختلف حصے ہمہ جہت بکھرے پڑے ہوں گے۔ جنوب میں نیویارک بندرگاہ اور عظیم الشان مجسمہ آزادی اور تاریخی جزیرہ ایلس نظر آئے گا جب کہ شمال میں نیویارک مڈٹاؤن کی فلک بوس عمارتیں اپنی عظمت وشکوہ کی داستانیں کہتی ملیں گی۔ مغرب کی جانب نظر اٹھائیں تو نیوجرسی کا شہر اور **مشرق کی طرف** بروکلین کا علاقہ ہوگا۔

اس کی سب سے اوپر والی منزل جسے آبزرویشن ڈیک کہتے ہیں ہر طرف سے شیشے سے کور ہے اس کی **۲۳۲** کھڑکیاں ہیں جو چاروں طرف کے ناقابل فراموش اور سدا یادگار منظر پیش کرتی ہیں اس کے اوپر بھی آؤٹ ڈور اوپن آبزرویشن ڈیک ہے۔ ہر ایک آبزرویشن ڈیک پر ۷۰ سے زیادہ بوتیک گفٹ شاپ۔ بک سٹال۔ فوٹو گرافی کی دکانیں۔ ہوٹل اور ریسٹورنٹ ہیں جو صبح ساڑھے سات بجے سے شام ساڑھے چھ بجے تک کھلے رہتے ہیں۔ ورلڈ ٹریڈ سنٹر دیکھنے کے لئے آنے والوں کے لئے پارکنگ کا انتظام اس کی بیسمنٹ میں کر دیا گیا ہے۔ اس سنٹر کو ہر روز تقریباً دو لاکھ لوگ دیکھنے کے لئے آتے ہیں اور پچاس ہزار افراد اس سنٹر کے اندر موجود دفاتر اور اداروں میں کام کرتے ہیں۔

اس سنٹر کا ڈیزائن منورو یاماساکی نے تیار کیا تھا اور نیویارک اور نیوجرسی کی پوسٹ اتھارٹی

نے بین الاقوامی تجارت کے ہیڈکوارٹر کے طور پر تعمیر کیا تھا۔اس کی تعمیر ۱۹۶۶ء میں شروع اور دسمبر ۱۹۷۰ء میں مکمل ہوئی تھی۔ اب اس کے موجودہ نام ونسب سے اپریل ۱۹۷۳ء میں منسوب کیا گیا تھا۔

ورلڈ ٹریڈ سنٹر کو اس وقت دنیا کی سب سے بلند عمارت کا اعزاز حاصل ہے اب شکاگو میں بھی اس جیسے بلند ترین ٹاور تعمیر کر لئے گئے ہیں اور انہیں اتنا اونچا لے جایا جا رہا ہے کہ یہ اعزاز اس عمارت سے چھن جانے کو ہے۔اس سے پہلے یہ اعزاز ایمپائر سٹیٹ بلڈنگ کو حاصل تھا۔ورلڈ ٹریڈ سنٹر کی ۱۱۰ منزلوں میں سے ۱۰۷ منزلیں لفٹ کے ذریعے طے کرنا پڑتی ہیں۔لفٹ کا ٹکٹ سات ڈالر فی کس ہے۔لفٹ ایک بہت بڑے مربع نما کمرے میں لگی ہے یہ کمرہ جس میں بیک وقت پچاس سیاح کھڑے ہو سکتے ہیں جب بھر جاتا ہے تو ڈیڑھ منٹ میں ۱۰۷ منزلیں طے کر کے سیاحوں کو اوپر پہنچا دیتا ہے۔لفٹ روم میں داخل ہوتے ہی ہر سیاح چونک اٹھتا ہے کیونکہ کمرے کی دیواروں پر دنیا بھر کی معروف زبانوں میں استقبالی کلمات لکھے نظر آتے ہیں۔یہاں اردو میں ''خوش آمدید'' پنجابی میں ''جی آیاں نوں'' عربی میں ''اھلاً وسہلاً مرحبا'' انگریزی میں ''ویلکم'' اسی طرح ''ہندی'' بنگالی، ملیالم، گورمکھی، چینی، جاپانی، فرانسیسی اور سپینش وغیرہ میں خیر مقدمی جملے لکھے ہیں۔ لفٹ نے دیکھتے ہی دیکھتے ہم سب کو ۱۰۷ ویں منزل پر لے جا کر اتار دیا۔وہاں سے باہر نکلے تو ٹاور میں ہر طرف شیشے ہی شیشے لگے ہوئے تھے۔اور نیویارک ہمیں نیچے، بہت نیچے تحت الثریٰ میں سویا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔اس فلور پر بہت سی دکانیں۔ ہوٹل اور بک شاپس تھیں اور ایلی ویٹر چل رہے تھے ہم ایلی ویٹر کے ذریعے آخری منزل یعنی ٹاور کی آبزرویشن ٹاپ پر پہنچے۔یہاں سینکڑوں سیاح اور بیسیوں جوڑے مووی اور سٹل کیمروں سے تصویریں بنانے میں مصروف تھے۔چاروں طرف کھلی فضا میں دوربینیں نصب تھیں۔جن میں ایک کوارٹر کا سکہ ڈال کر دور کے مناظر کو صاف دیکھا جا سکتا تھا۔اب ہم خود کو زمین سے بہت بلندی پر اور آسمان سے بہت قریب محسوس کر رہے تھے۔موسم صاف تھا اس لئے چالیس پچاس میل تک کا علاقہ نیوجرسی کا شہر اور اس سے بھی پرے کا علاقہ راستے میں پڑنے والے عظیم الہیت پل اور بڑے بڑے دریا ندی نالوں کی طرح پھیلے نظر آ رہے تھے۔ جھیلوں باغات اور جنگلوں کے سلسلے بھی ہر طرف بکھرے ہوئے تھے جہاز پاس سے گذرتے تو یوں لگتا جیسے ہوائی جہاز نیچے ہوں اور ہم اوپر۔ہم نے بھی اس جگہ خوب جی بھر کر تصویریں کھینچیں اور

فلمیں بنائیں وہ تصویریں جو ساری زندگی کی یادگار تھیں۔ جب وقت یہاں پہنچ کر ختم گیا تھا۔ واپسی پر سارا ڈیڑھ منٹ لگا اور ہم نیچے پہنچ چکے تھے جہاں سے ٹکٹ خریدے تھے۔

(بادباں کھول دو از وحید قیصر)

القاعدہ اور خفیہ ہاتھ

افغانستان میں ایک جنگ میدان میں لڑی جا رہی تھی مگر اصل اور اہم معرکہ میڈیا اور کیمروں کی آنکھ سے دور خفیہ ایجنسیوں کے درمیان لڑا جا رہا تھا' اسامہ بن لادن اور ان کے رفقاء کار کی تلاش کے لئے اس خفیہ جنگ میں جہاں عالمی ایجنسیوں کی معاونت کے فرائض مغربی اور علاقائی میڈیا سے تعلق رکھنے والے افراد سرانجام دے رہے تھے وہاں دنیا کی جدید ترین ٹیکنالوجی اور انسانی وسائل بھی وافر مقدار میں استعمال کئے گئے، پہلی مرتبہ امریکی فوج کے ساتھ کروڑوں ڈالر نقدی کی شکل میں افغانستان بھیجے گئے تاکہ ہنگامی صورتحال میں موقع پر رشوت دے کر مطلوبہ افراد کے متعلق معلومات حاصل کی جا سکیں، مگر افغانستان کے پہاڑوں اور غاروں نے اسامہ اور ملا عمر کو اُگلنے سے انکار کر دیا۔ اس جنگ نے جہاں جہادی تنظیموں کے بہت سے کمزور پہلوؤں کو اجاگر کر کے طشت از بام کیا ہے وہاں ذرائع کے مطابق ایک فائدہ یہ بھی ہوا ہے کہ دنیا بھر کا جہادی نیٹ ورک ان کمزوریوں کے ازالے اور اپنی اصلاح کے لئے تیزی کے ساتھ سرگرم عمل ہے۔

پیرس کے ذرائع کے مطابق فرانسیسی ادارہ برائے قومی سلامتی کے ارکان کے مطابق امریکہ اور برطانیہ کے خفیہ اداروں نے اسامہ بن لادن کی تلاش کے لئے تین طریقے استعمال کئے جن میں اسامہ بن لادن اور ان کے رفقاء کار کی ٹیلی فون گفتگو کے ذریعے ان کے خفیہ مقامات کا پتا چلانا بھی شامل تھا ان میں اسامہ کے وہ رفقاء کار بھی شامل ہیں جو دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہیں۔ بحری، بری اور فضائی وسائل میں نصب سننے کے جاسوسی آلات ہمہ وقت اس مشن پر معمور ہیں۔

اسامہ کی تلاش کا دوسرا طریقہ ان قوتوں نے رات دن کی فضائی نگرانی کی شکل میں اختیار کیا اس مقصد کے لئے جدید ترین راڈ طیارے **Jointstarseec** کا استعمال کیا گیا۔ تیسرا طریقہ **Dc 130** بمبار طیاروں کا استعمال تھا۔ ان طیاروں میں ایسے حساس کیمرے نصب تھے جو پہاڑوں کے اوپر گشت کے دوران ہلکی سی حرارت محسوس کر کے غاروں میں چھپے افراد کی نشان دہی کر

سکتے تھے۔ تیسرا طریقہ بین الاقوامی اور علاقائی سطح پر ایسے لوگوں کا بڑی تعداد میں بھرتی کرنا تھا جو ڈالروں کے عوض اسامہ بن لادن، ملا عمر اور ان کے ساتھیوں کے خفیہ ٹھکانوں کی نشاندہی کر سکیں۔

پیرس کے ذرائع کے مطابق اسامہ بن لادن سے متعلق خفیہ معلومات سی آئی اے کو فروخت کرنے والوں میں سے ایک کا تعلق مصر کی اسلامی تحریک ''الجماعۃ الاسلامیہ'' سے ہے۔ اس کا نام مصلحتاً ظاہر نہیں کیا گیا اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس جماعت کی قیادت میں چوتھے درجے پر آتا تھا یعنی ایمن الظواہری، ابوحفص اور رفاعی احمد طٰہ کے بعد اس کا نمبر آتا تھا۔ اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اسامہ بن لادن سے اختلاف کی وجہ سے ۱۱ ستمبر کے واقعات کے بعد اس نے افغانستان کے ایک پڑوسی ملک سے امریکیوں کے ساتھ رابطہ قائم کیا تا کہ انہیں القاعدہ کے ارکان اور ان کی نقل و حرکت اور القاعدہ کے عالمی نیٹ ورک کے بارے میں مطلع کر سکے، جب سی آئی اے کے ارکان نے اس سے براہ راست ملاقات کی تو اس نے حیرت انگیز انکشافات کیے۔ اس نے امریکیوں کو باور کرایا کہ اسامہ بن لادن امریکی کارروائیوں کے خلاف جراثیمی ہتھیار استعمال کر سکتا ہے۔ پیرس کے ذرائع کے مطابق یہ کوئی پہلا واقعہ نہیں تھا جس میں اسامہ کے بارے میں امریکیوں کو مخبری کی گئی ہو بلکہ اس سے پہلے مارچ ۲۰۰۲ء میں امریکی سی آئی اے نے مصری اسلامی تحریک کے ایک بڑے رکن محمد الظواہری المعروف مھندس (ایمن الظواہری کے بھائی) کو مصر سے افغانستان جاتے ہوئے عرب امارات میں ٹرانزٹ کے دوران اپنی تحویل میں لے لیا تھا، سی آئی اے حکام نے محمد الظواہری پر بے پناہ تشدد کیا اور دھمکی دی کہ اگر اس نے امریکیوں کے ساتھ تعاون نہ کیا تو اسے مصری حکومت کے حوالے کر دیا جائے گا۔ محمد الظواہری سے افغانستان میں القاعدہ اور اس کے قائدین کے ذرائع مواصلات اور جدید تکنیک کے بارے میں امریکیوں نے مفید معلومات حاصل کیں خاص طور پر ان قائدین کے زیر استعمال سیٹلائٹ ٹیلی فونوں کے بارے میں تا کہ القاعدہ کی افغانستان میں نقل و حرکت کے بارے میں جاسوسی آسانی کے ساتھ کی جا سکے۔ فرانسیسی ذرائع کے مطابق معلومات حاصل کرنے کے بعد محمد الظواہری کو حیرت انگیز طور پر رہا کر دیا گیا! جو امریکیوں کا ایک طریقہ واردات ہے اس سلسلے میں شاید پردہ کئی سال بعد اٹھ سکے۔

فرانسیسی ادارہ برائے قومی امن کے ایک ذمہ دار آفیسر کے مطابق افغانستان کی جنگ

شروع ہونے سے چند ہفتے قبل امریکیوں کو سب سے زیادہ کامیابی طالبان کے اندر اس نیٹ ورک کے ذریعے حاصل ہوسکی جو آئی ایس آئی کے ایک سابق ڈائریکٹر جنرل کے دور میں قائم کیا گیا تھا، جنگ کی ابتدا ہی میں اس نیٹ ورک کے ذریعے طالبان صفوں میں بہت سے لوگ داخل کیے گئے تھے جن میں ایک تاجمین جاوا (Tajmin Jawa) ملا محمد عمر کے بہت قریب تصور کیا جاتا تھا۔ اسی کے ذریعے طالبان قیادت کو ایسے مواصلاتی ذرائع مہیا کیے گئے تھے جن میں لگے خفیہ آلات کی مدد سے امریکی طالبان فورس کی نقل وحرکت اور جنگی منصوبوں کو آسانی کے ساتھ اپنے مشاہدے میں رکھ سکتے تھے۔

اس سارے تناظر میں سب سے زیادہ تباہی تین سٹیلائٹ فونوں نے مچائی، یہ ٹیلی فون ۱۱ستمبر کے واقعات سے پہلے دیگر آلات کے ساتھ ساتھ ''مہیا کردہ'' تھے جس نے بعد کے واقعات میں ایجنسیوں کی جنگ میں انتہائی اہم اور فیصلہ کن کردار ادا کیا، ان ہی کی مدد سے جنگ کے شروع میں امریکیوں نے بعض حساس ٹھکانوں پر بمباری کی تھی' ایسے ہی آلات کے ذریعے مغربی ایجنسیاں اسامہ اور القاعدہ کے دیگر رہنماؤں کے ساتھ ساتھ طالبان میں اسامہ کے دوستوں کی جاسوسی کرتی رہیں' ان تین سٹیلائٹ ٹیلی فونوں نے امریکی اور دیگر مغربی ایجنسیوں کو اسامہ اور ملا محمد عمر کے بہت نزدیک پہنچا دیا تھا۔

ان ٹیلی فونوں میں سے ایک سیٹ القاعدہ کے ملٹری چیف ابوحفص کے استعمال میں تھا جس کا نمبر ۹۲۸۲۸۳۷۶۵۵ تھا۔ یہ ٹیلی فون ابوحفص کی شہادت سے ایک ماہ قبل القاعدہ تنظیم کے ایک فرد کے ذریعے لندن سے خریدا گیا تھا اس ٹیلی فون کی جانچ پڑتال افغانستان میں القاعدہ کے الیکٹرانک کے ماہرین نے کی تھی۔ اس کے لئے ابوحفص اسے اطمینان سے استعمال کررہے تھے مگر برطانوی ایجنسی نے القاعدہ میں موجود اپنے ایجنٹ کے ذریعے اس فون کی خریداری سے پہلے ہی اس میں سننے کے آلات نصب کردیئے تھے۔ اس اطمینان کے لئے کہ اس میں کوئی خفیہ آلہ نہ نصب ہو اس فون کے ذریعے آزمائشی طور پر کئی ممالک میں کالیں کی گئی تھیں۔ سٹیلائٹ فون پر بات کرنے کے فوراً بعد ابوحفص اپنی جگہ تبدیل کرلیتے تھے۔ اسی دوران ۱۱ستمبر کے واقعے کے چند روز بعد برطانوی ایجنسی نے ابوحفص اور دبئی میں موجود ایک غیر معروف شخص کے درمیان گفتگو بھی سنی جس

کی بنیاد پر برطانویوں نے دعویٰ کیا تھا کہ امریکہ میں ہونے والے دھماکوں کے پیچھے اصل ماسٹر مائنڈ ابوحفص تھے۔اسی ٹیلی فون کی مدد سے برطانوی ایجنسی نے جنگ کے دوران ابوحفص کے ٹھکانے کا پتا چلا کر امریکیوں کو مطلع کیا تھا جنہوں نے علاقے میں شدید بمباری کر کے ابوحفص کو شہید کرنے کا دعویٰ کیا۔

ذرائع کے مطابق دوسرا ٹیلی فون ملا محمد عمر کے استعمال میں تھا جس کا نمبر ۹۲۵۱۲۲۵۳۵۰ تھا۔اس ٹیلی فون کا استعمال ملا محمد عمر ۱۵ نومبر تک کرتے رہے۔اس پر سے آخری کال اسامہ بن لادن کو دی گئی تھی؛ جس کے ذریعے امریکیوں کو علم ہوا کہ ملا محمد عمر اس وقت کابل میں ہیں اور اسامہ بن لادن قندھار کے قریب کسی خفیہ مقام پر ہیں۔یہ شمالی اتحاد کے کابل میں داخلے سے پہلے کی بات ہے۔امریکیوں کے مطابق اس آخری گفتگو سے اندازہ ہوتا تھا کہ ملا عمر اور اسامہ بن لادن میں جنگی حکمت عملی کے معاملے میں اختلاف ہے مگر جلد ہی نامعلوم وجوہات کی بنا پر یہ رابطہ اچانک منقطع ہوگیا جس سے امریکیوں کو سخت نقصان اٹھانا پڑا۔اسی لمحے ملا عمر نے کابل کو خالی کر کے جنوبی افغانستان میں اپنی قوت مجتمع کرنے کا فیصلہ کیا تاکہ امریکہ کے خلاف گوریلا جنگ کا آغاز کیا جائے مگر اس فیصلے سے اسامہ لاعلم تھے۔جیسے ہی امریکیوں کو اس بات کا علم ہوا کہ اسامہ اور طالبان قیادت کے درمیان مواصلات کا رابطہ منقطع ہو چکا ہے انہوں نے شمالی اتحاد کو کابل کی جانب پیش قدمی کا اشارہ دے دیا۔یوں امریکی بمباری کے سائے تلے سوائے قندھار کے شمالی اتحاد تمام افغانستان پر چھاتا چلا گیا مگر اس تمام عرصے میں امریکی بزدلوں کی طرح ہمیشہ شمالی اتحاد کی پچھلی لائنوں میں رہے۔

ان سٹیلائٹ ٹیلی فونوں میں تیسرا فون اسامہ بن لادن کے استعمال میں تھا جس کا نمبر ۹۲۸۱۸۳۷۸۲۵ تھا۔ذرائع کے مطابق یہ ٹیلی فون بھی جنگ سے ایک ماہ قبل لندن سے ''الشیخ محمد الناہید'' کے فرضی نام سے خریدا گیا تھا۔اسامہ کی عادت کے مطابق یہ فون بھی صرف ایک مرتبہ ہی استعمال کیا گیا تھا اس بات کا علم امریکیوں کو بھی تھا کہ اسامہ کے پاس ایک وقت میں کئی فون ہوتے ہیں جنہیں ایک مرتبہ استعمال کرنے کے بعد تلف کر دیا جاتا ہے۔اس لئے مغربی ایجنسیوں کو اس بات کا علم تھا کہ ایک مرتبہ اسامہ نے اس فون کو بھی استعمال کرنا ہے اس لئے اسامہ کے ایک

ساتھی کے ذریعے یہ سٹیلائٹ فون اس تک پہنچادیا گیا اس کے بعد سے امریکیوں نے اسامہ کی ایک ایک لمحے کی جاسوسی شروع کردی، مبادا اُسامہ کس وقت اس فون کو استعمال کرلیں۔ جیسے ہی اسامہ نے اس فون کو استعمال کیا امریکیوں کو معلوم ہوگیا کہ اسامہ مغربی قندھار کی جانب ایک قبیلے میں اسی کلومیٹر مربع کے علاقے میں موجود ہیں۔

فرانسیسیوں کے مطابق ۲۰ ر اکتوبر کو امریکی کمانڈوز نے قندھار میں ایک گوریلا کاروائی کے دوران طالبان کے ایک اہم مرکز پر قبضہ کرکے وہاں سے اہم دستاویزات اپنے قبضے میں لے لی تھیں جن سے طالبان کے آئندہ جنگی منصوبوں اور اسامہ کے دوٹھکانوں کا علم امریکیوں کو ہوا۔ ان میں سے ایک مرکز وسطی افغانستان میں اورزغان میں تھا جب کہ دوسرے مرکز کا علم نہیں ہوسکا مگر اس کے بارے میں اتنا ہی معلوم ہوسکا کہ یہ پاکستانی سرحد کے قریب ایک قبائلی علاقے میں بین الاقوامی امدادی تنظیم سے متصل تھا جس کی فرضی تیس ایمبولینسوں میں مواصلات کی نگرانی کا جدید ترین نظام نصب کیا گیا تھا اسی کے ذریعے اس جگہ کی مکمل نشاندہی حاصل کی گئی اور یہاں خوفناک بمباری کی گئی۔ ذرائع کے مطابق امریکی مقامی ایجنٹوں کی مدد سے اسامہ بن لادن اور ملا عمر کے قریب پہنچ چکے تھے کہ اچانک ایک نہ نظر آنے والے ''ہاتھ'' نے انہیں اُچک لیا اس کے بعد امریکیوں کو اسامہ اور ملا محمد عمر کے ٹھکانوں کا علم نہ ہوسکا اور وہ اندھوں کی طرح صرف شہری آبادی کو شک کی بنیاد پر نشانہ بناتے رہے۔

افغانستان کی جنگ میں امریکی دہشت گردی کے جلو میں شمالی اتحاد نے جہاں تمام ملک میں ظلم وستم کا بازار گرم کیا ان میں قندوز کا چھ روزہ محاصرہ بھی تھا جس کا ڈراپ سین قلعہ جنگی میں قیدیوں کے بے رحمانہ قتل عام پر ہوا۔ اس محاصرے کے دوران غیر افغانی مجاہدین پر کیا گزری؟ اس سلسلے میں لندن کے ذرائع نے اسامہ بن لادن کے ایک قریبی ساتھی ''ابوصعب'' سے رابطہ کیا جو خود اس وقت قندوز میں محاصرے میں تھا اور یہاں سے دیگر مجاہدین کے ساتھ جنگ کرتا ہوا آخرکار قندھار اور قندھار خالی کردینے کے بعد محفوظ مقام پر پہنچ گیا تھا۔ ابوصعب نے انکشاف کیا کہ قندوز کے معرکے میں محاصرے کے دوران شدید جنگ لڑی گئی جس کی قیادت اسامہ بن لادن نے ''محمد داداللہ'' کے نام سے کی مگر اس بات کی ہوا آخری وقت تک امریکیوں اور شمالی اتحاد والوں کو نہ لگ

سکی۔ جنگ کے آخری مرحلے میں مجاہدین کے پاس اسلحہ انتہائی قلیل تعداد میں رہ گیا تھا اس کے علاوہ زخمی مجاہدین کی تعداد خطرناک حد تک بڑھ چکی تھی۔ جب مجاہدین تک یہ خبر پہنچی کہ طالبان فورس ایک مرکز کی جانب سمٹ رہی ہے تاکہ طویل گوریلا جنگ کی جا سکے تو علاقے میں موجود مجاہدین دیگر قیادت کے مشورے سے قندوز خالی کر کے شمالی اتحاد کے درمیان سے باحفاظت نکل گئے اور شمالی اتحاد کو اس بات کی خبر تک نہ ہو سکی کہ قندوز خالی کرنے والے مجاہدین کی سب سے آگے والی گاڑی کے بعد جو گاڑی تھی اسامہ اس میں سوار ہیں۔ اسامہ اس وقت ہمارے ساتھ تھے جب امریکہ اور اس کے حواری انہیں پہاڑیوں اور وادیوں میں تلاش کرتے پھر رہے تھے۔ محمد داد اللہ کے نام سے اسامہ بن لادن وائرلیس سسٹم سے قندوز میں دیگر مجاہدین کو جنگ کے دوران ہدایت دیتے تھے ان کا اس وقت مرکز قندوز کا ہوائی اڈا تھا جو ایک کھلی جگہ ہے اور یہیں آسمان تلے اسامہ جہادی کارروائیوں کی نگرانی کر رہے تھے۔ ابوصعب کے مطابق ''قندوز میں اس وقت زیادہ تر غیر افغانی مجاہدین تھے جن کا تعلق القاعدہ سے تھا جبکہ طالبان فورس کی تعداد انتہائی قلیل تھی جس کے ذمے مزار شریف کا دفاع تھا مگر جس وقت مزار شریف خالی کرنے کا حکم آیا تو ہم لوگ سمجھ گئے کہ اب القاعدہ اور طالبان فورس جنوب کی جانب سمٹ کر جنگ کی حکمت عملی اپنا رہی ہے۔ اس لئے ہم شہر کی کئی سمتوں سے باحفاظت نکلے اس لئے آپ کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے اس وقت یہاں سے نکلنا شروع کر دیا تھا جب ابھی شمالی اتحاد قندوز کا محاصرہ بھی پوری طرح نہیں کر پایا تھا مگر ایک مشکل ہمارے ساتھ یہ تھی کہ ہم میں بیمار اور زخمی مجاہدین کی تعداد بھی تھی اس لئے ہم نے اپنے آپ کو دو حصوں میں تقسیم کیا' ایک وہ جو لڑنے کے قابل تھے اور دوسرا حصہ وہ جو زیر علاج تھا' یہ لوگ زیادہ تر یہیں قلعہ میں بند ہو کر لڑنا چاہتے تھے۔ پہلے حصے میں ۶۰۰ مجاہدین تھے جن میں ۲۱۰ پاکستانی' ۹۰ ازبکی ۱۳ عرب اور باقی افغان تھے۔''

اسامہ کے ساتھی ابوصعب کے ان انکشافات کے بعد ثابت ہو گیا کہ اسامہ ان علاقوں میں سرے سے تھے ہی نہیں جہاں امریکی انہیں ڈھونڈ رہے تھے۔ بعد میں ان کی جہاں بھی نشاندہی ہوئی وہ ان کے موبائل فونوں کی وساطت سے تھی مگر وہ یہ ذریعہ استعمال کرنے کے فوراً بعد علاقہ چھوڑ دیتے تھے۔ فرانسیسی ذرائع کے مطابق امریکہ کے مواصلاتی ذرائع ہمہ وقت اسامہ کی کالوں کے انتظار میں چوکس کر دیئے گئے تھے۔ اس وقت دنیا میں سٹیلائٹ فونوں کی سب سے زیادہ سروس

امریکی کمپنیاں مہیا کرتی ہیں جن میں دو بڑی کمپنیاں اریڈیم اور انمارسٹ ہیں۔ ان کو شروع میں ہدایت تھی کہ وہ افغانستان جیسے ممالک میں سروس مہیا نہ کریں لیکن چونکہ اس قسم کی سروس کے لئے مواصلاتی سیارے استعمال ہو سکتے ہیں انہی سہولیات کو دیکھتے ہوئے جہادی تنظیموں کے ارکان آپس میں رابطے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ افغانستان میں بھی القاعدہ تنظیم نے انہیں آپس کے رابطوں کے لئے استعمال کیا جس کے بعد مغربی ایجنسیاں ان ذرائع کو القاعدہ کی جاسوسی کے لئے استعمال کرنے لگیں اور انہیں اس سلسلے میں اہم معلومات بھی حاصل ہوتی رہیں۔ انہی ذرائع پر بھروسا کرتے ہوئے امریکیوں نے اپنے میزائلوں میں خاص قسم کے آلات نصب کیے جو سٹیلائٹ فون کی لہروں کے ساتھ ساتھ اصل فون کو نشانہ بناتے تھے۔ لازمی بات ہے کہ اس طرح مطلوبہ شخص بھی ہلاک ہو جاتا۔ پیرس کے ذرائع کے مطابق امریکیوں نے ان خاص میزائلوں کو اپنے مفادات کے خلاف استعمال ہونے والے ذرائع کو تباہ کرنے کے لئے تخلیق کیا ہے۔ اس میزائل کا نام AGM 80 HARM ہے۔ اس قسم کے میزائل سب سے پہلے روس نے بنائے تھے جو سٹیلائٹ فونوں کی لہروں پر سفر کرتے ہوئے اپنے ہدف تک پہنچتے تھے۔ شیشان کے مجاہد رہنما کو ہر دودلیف کو اسی تکنیک سے شہید کیا گیا تھا۔ امریکیوں نے ان کے فون کے ذریعے ان کے ٹھکانے کی نشاندہی کی تھی جبکہ روسیوں نے امریکیوں کی مدد سے میزائل داغ کر اپنا مقصد پورا کیا تھا۔ ان مواصلاتی ذرائع سے نکلنے والی مواصلاتی لہریں ایک ریلوے لائن کی مانند میزائل کو اس آخری مطلوبہ منزل تک پہنچادیتی ہیں جہاں سے اسے استعمال کیا جارہا ہوتا ہے۔

لندن کے ذرائع کے مطابق امریکہ کی خصوصی خفیہ فورس ''ڈیلٹا فورس'' اور سی آئی اے کے ارکان اس وقت مقامی افغان لباس میں اسامہ اور ان کے رفقاء کار کو تلاش کرتے رہے۔ قبائلی علاقے کے رہنے والے ایک شخص محمد خان آفریدی کے مطابق امریکہ نے جنوبی افغانستان میں جو کامیابی حاصل کی وہ جنوبی افغانستان کے پشتون قبائل کے چند اہم افراد کو ڈالروں کی بنیاد پر اسامہ اور القاعدہ کے دیگر افراد کی جاسوسی کے لئے تیار کرنا تھا۔ مگر پشتون افراد کی بڑی تعداد بھاری ڈالروں کی رشوت کے باوجود اسامہ بن لادن اور ان کے ساتھیوں سے ہمدردی رکھتی ہے۔ ذرائع کے مطابق اسامہ کی نشاندہی کے لیے رکھے گئے ۲۵ ملین ڈالر کے انعام کی رقم نے بہت سے پشتون

قبائلی سرداروں کو ایمان فروشی پر مجبور کر دیا مگر ان کے آبائی علاقوں میں عوام کے نزدیک ان کی وہ عزت نہیں رہی جو پہلے تھی۔ ان میں حضرت علی نامی قبائلی لیڈر نے سب سے زیادہ گھناؤنا کردار ادا کیا یہ شخص پہلے شمالی اتحاد میں نائب وزیر دفاع تھا اس کی کوشش تھی کہ امریکیوں سے زیادہ ڈالر حاصل کیے جا سکیں۔ ذرائع کے مطابق ان عناصر نے طالبان سے تعلق رکھنے والے کئی افراد کو جاسوسی کے لئے تیار کیا تھا مگر ان افراد نے امریکہ نواز پشتون قبائل اور امریکی ذرائع کو ہمیشہ ایسی جگہ کی نشاندہی کی جہاں اسامہ اور اس کے ساتھیوں کا وجود بھی محال تھا۔

امریکی سیکورٹی ادارے کے ایک اہلکار رچرڈ باوچر کے مطابق ۱۱ ستمبر کے واقعات کے بعد سے اسے اب تک مختلف ذرائع سے اسامہ کے خلاف ۲۲ ہزار شہادتیں حاصل کی گئی ہیں اور انہیں بنیادوں پر اسامہ کی تلاش جاری ہے۔ اس لئے صرف افغانستان میں ۷۰۰ ایسے مقامات ہیں جہاں اسامہ کی نشاندہی کی گئی مگر اس سلسلے میں امریکی اور ان کے حواری بری طرح ناکام رہے ہیں۔ بعض افغان ذرائع ان کے پاکستان منتقل ہونے کا دعویٰ کرتے رہے مگر حکومت پاکستان اس کی بھرپور انداز میں تردید کر چکی ہے۔ افغانستان سے پاکستان میں داخل ہونے کے ۲۰۰ راستے ایسے ہیں جن کے ذریعے بذریعہ کار یا بڑی گاڑی سرحد عبور کی جا سکتی ہے جب کہ ہزاروں راستے ایسے ہیں جہاں پیدل اور گھوڑے کے ذریعے سرحد عبور کی جا سکتی ہے انہی احتمالات کو سامنے رکھ کر پاکستان مخالف عناصر ان خبروں کو ہوا دے رہے تھے۔ لندن کے ذرائع کے مطابق اسامہ کی تلاش میں اب تک تمام ذرائع کے ناکام ہونے کے بعد امریکی ایک بالکل نیا جاسوس طیارہ "گلوگل ہاک" افغانستان لے آئے اس سے پہلے یہ طیارہ کسی مہم میں استعمال نہیں کیا گیا تھا اس میں لگے حساس آلات زمین اور فضاء میں زبردست نگرانی کا کام کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ برطانیہ سے شائع ہونے والے ایک سیاسی عربی ہفت روزہ کے اسلام آباد میں مقیم نمائندے بکر عطیانی کے مطابق اس طیارے کو پاکستانی خفیہ ایجنسی کی مدد سے کام میں لایا جا رہا تھا جو پشتون قبائل کے ساتھ ساتھ طالبان صفوں تک رسائی رکھتی ہے۔ رپورٹ کے مطابق اس وقت تک اسلام آباد پوری طرح واشنگٹن کی افغانستان میں معاونت کرتا رہا۔ اس کے علاوہ خلیج میں امریکی فوجوں کے سربراہ ٹومی فرینکس کو اسلام آباد طلب کر کے ان سے اسامہ کی تلاش میں مدد حاصل کی گئی کیونکہ پاکستان نے امریکہ کی

افغانستان میں جنگ کے حوالے سے اپنی سرحدوں سے باہر کسی بھی عسکری کاروائی سے معذوری ظاہر کردی تھی۔ ذرائع کے مطابق سی آئی اے کے بعض سابق اہلکار افسران نے امریکی حکومت کو خبردار کیا ہے کہ اسامہ کی تلاش میں پاکستانی آئی ایس آئی پر مکمل طور پر اعتماد نہ کیا جائے کیونکہ اس ایجنسی میں طالبان اور اسامہ کے بہت ہمدرد پائے جاتے ہیں۔ لندن کے ذرائع کے مطابق امریکہ کے پاس جدید ترین ٹیکنالوجی اور ڈالر ہیں جب کہ اسامہ کے پاس جغرافیے کا علم اور بے پناہ ٹھکانے اور ہمدرد ہیں اگر اس بات کو ہی تسلیم کرلیا جائے کہ اسامہ جنوبی افغانستان کے پہاڑوں میں ہیں تو انہیں تلاش کرنا ایسا ہی ہوگا جیسے کسی بھوسے کے ڈھیر میں سے سوئی تلاش کرنا۔

(مدینہ سے وائٹ ہاؤس تک۔ محمد انیس الرحمٰن)

......☆......

''بلبل''

ماہر فلکیات اور درویش منش محقق ضیاء الدین لاہوری نے دی ٹائمز (لندن) کا تراشہ ای میل کیا ہے جس نے طالبان کے بعد قندھار کی صورتحال پر اپنے نمائندے ٹم ریڈ کی سٹوری شائع کی ہے، ٹم لکھتے ہیں کہ ''ملا عمر کے جانے کے بعد قندھار میں صرف ٹیلی ویژن، پتنگوں اور استرے، بلیڈ کی واپسی نہیں ہوئی بلکہ ''بلبل'' بھی اڑانیں بھرنے لگے ہیں۔

۱۹۹۴ء میں طالبان کی آمد سے پہلے کی طرح قندھار کے کوچہ و بازار میں ان خوش فکروں کا راج ہے جو چودہ پندرہ سال کے خوش شکل لڑکے کو بغل میں لیے گھومتے ہیں اور سرعام بوس و کنار میں مصروف رہتے ہیں۔'' ٹم نے قندھار کو جنوبی ایشیا میں اس فن کا سب سے بڑا مرکز قرار دیا ہے جہاں طالبان کی آمد سے قبل لوگ فخریہ انداز میں خوبصورت لڑکوں کو اپنے ساتھ چمٹائے رکھتے اور اسے ''آشنا'' یا ''بلبل'' کا نام دیا جاتا۔ ۱۹۹۴ء میں دو افغان کمانڈروں کی ایک بلبل پر لڑائی ہوئی جس میں ''بلبل'' مارا گیا، کہا جاتا ہے کہ یہ بلبل ایک کمانڈر نے ملا عمر کے دینی مدرسے سے اغوا کیا تھا، اسی کمانڈر نے ایک غریب خاندان کی لڑکی کو اغوا کر کے گورنر ہاؤس پہنچا دیا جس کی فریاد لے کر لوگ ایک دینی مدرسہ کے معلم ملا عمر کے پاس پہنچے اور گلہ کیا کہ لوگوں کی عزتیں لوٹی جارہی ہیں مگر وہ اطمینان سے مدرسے میں بیٹھا دینی تعلیم دے رہا ہے۔ چنانچہ ملا عمر اپنے ساتھی اساتذہ اور طلبہ کے

ساتھ اٹھے اور اس ظلم و بربریت کا خاتمہ کر دیا یوں قندھار کے عوام نے انہیں اپنا حکمران مان لیا۔ ٹم لکھتے ہیں کہ ''ملا عمر نے اقتدار سنبھالنے کے بعد اس شرمناک کھیل اور خوبصورت لڑکوں کو آشنا کی حیثیت سے ساتھ لے کر چلنے پر پابندی لگا دی اور ایسے مجرموں کے لئے سخت سزاؤں کا اعلان کیا، ایسے مجرموں پر دیوار گرائی جاتی تھی۔ ۱۹۹۸ء میں ایسے ہی تین مجرموں پر پکی اینٹوں کی ایک اونچی دیوار ٹینکوں کے ذریعے گرائی گئی، دو افراد موقع پر ہلاک ہو گئے جبکہ ایک زندہ بچ گیا۔''

گورنر قندھار گل آغا شیرازی کے ایک وفادار سپاہی تورا جان نے ٹم کو بتایا کہ ''طالبان کی آمد سے پہلے ہر گلی کے کونے، دکان پر، کوچہ و بازار میں اور ہوٹلوں کی لابی میں لوگ شاہد بکنار گھومتے، خوش فعلیاں کرتے اور اس بدکاری پر فخر کرتے کیونکہ یہ زندگی کا حصہ تھا مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ (ربانی، احمد شاہ مسعود، دوستم اور دیگر) وارلارڈز کے چہیتوں نے زور وزبردستی کا آغاز کر دیا، وہ خوبصورت لڑکوں کو گھروں سے گن پوائنٹ پر اٹھاتے، جب تک چاہتے انہیں اپنے پاس رکھتے اور جب دل بھر جاتا انہیں قتل کر دیتے تاکہ کوئی دوسرا ان سے تعلق قائم نہ کر سکے، یہ شاید ان کی ''غیرت'' کے منافی تھا۔'' طالبان حکومت کے خاتمے کے بعد یہ سلسلہ پھر چل پڑا ہے۔ اب کمانڈروں کے بنگلوں اور فوجی بیرکوں میں بھی خوش شکل لڑکے نظر آتے ہیں اور ان کمانڈروں، لشکریوں اور جنگجوؤں کا بیشتر وقت ان لڑکوں سے لاڈ پیار میں گزرتا ہے۔

ایک شہری محمد شاہ نے ٹم کی معلومات میں اضافہ کرتے ہوئے کہا کہ ''کمانڈر، جنگجو سپاہی اور عام شہری کا دل جب کسی اچھی شکل کے لڑکے پر آ جاتا ہے تو وہ اسے سرعام ساتھ چلنے اور مستقل تعلق قائم کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ اس مقصد کے لئے فٹ بال گراؤنڈ، سینما ہال یا کسی گلی کا انتخاب کیا جا سکتا ہے اور آشنائی کا آغاز کسی تحفہ سے ہوتا ہے بالعموم حشیش کے سگریٹ، گھڑی اور موٹر سائیکل کا تحفہ پسند کیا جاتا ہے، سب سے بہتر تحفہ لڑاکا کبوتر سمجھا جاتا ہے جس کی مالیت چار پانچ سو ڈالر ہوتی ہے، یہ بچے معصوم ہیں مگر غربت انہیں اس بے ہودہ شغل کا حصہ بنا دیتی ہے۔''

طالبان کی جن ''زیادتیوں'' اور ''غلطیوں'' کو بنیاد بنا کر امریکہ نے حملہ کیا اور وارلارڈز شمالی اتحاد کے خونخوار کمانڈروں اور اس کلچر کے رسیا قبائلی سرداروں نے پورے جوش و جذبے سے اس کا ساتھ دیا، ان میں ایک بلبل پرستی پر پابندی تھی جسے ہم جنس پرستی کے نام پر امریکہ اور برطانیہ

میں انجوائے کیا جاتا ہے، جہاں مرد مرد سے شادی کرسکتا ہے اور امریکی فوج میں ہم جنس پرستوں سے کوئی امتیاز روا نہیں رکھا جاتا، اب امریکہ کے ہم جنس پرست سپاہیوں' افسروں اور خوبصورت افغان لڑکوں میں مقابلہ حسن ہوا کرے گا اور امریکہ کے گماشتہ عجمی ذوق رکھنے والے قبائلی سردار اس کے منصف اور تماشائی، جو جیتے گا وہی "بلبل" ان قبائلی سرداروں کی آنکھ کا تارا ہوگا۔ طالبان کے قدامت پسندانہ اسلامی کلچر کی جگہ امریکہ کے اس ترقی پسندانہ کلچر کو پروان چڑھانے کے لیے قندھار بہترین جگہ ہے جسے تم نے جنوبی ایشیا میں ہم جنس پرستی کا سب سے بڑا مرکز قرار دیا ہے۔

(ارشاد احمد عارف، بشکریہ نوائے وقت)

......☆......

لفظ "بربریت" یا "سربریت"

ہمارے یہاں اردو زبان میں ایک لفظ "بربریت" کا بہت استعمال ہے۔ مثلاً کہیں ہم پڑھتے ہیں کہ "کشمیریوں پر ظلم و بربریت کی انتہا ہوگئی۔" کہیں اس کا کچھ استعمال ہوتا ہے، کہیں کچھ۔ مگر اس لفظ کی حقیقت اور معانی سے ہم واقف نہیں ہیں ورنہ اس کا استعمال نہ کرتے۔ آیئے! ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ "بربریت" ہے کیا؟

افریقہ کے ایک جنگجو قبیلے نے اسلام کی سچائی سے متاثر ہوکر دین اسلام قبول کرلیا' جس کے بعد تیزی سے دوسرے قبائل والوں نے بھی دین اسلام کو سمجھا اور اپنایا۔ وہاں کے یہ جنگجو قبائل "بربر" کہلاتے تھے۔ ان قبائل نے اسلام کی سربلندی اور ظلم واستعمار کے خاتمے کے لئے جواں مردی دکھائی۔ مغرب کو یعنی اسلام دشمن طاقتوں کو افریقہ میں اسلام کے غلبے سے بڑی تکلیف پہنچی۔ اس نے ایک سازش کے تحت بربر قبائل کو بدنام کرنے کے لئے لفظ بربر کو "بربریت" کا نام دے کر گالی بنادیا۔ اور وحشی لوگوں کے لیے مغرب نے لفظ **Barbarians** کا استعمال شروع کردیا۔ اصل مقصد مسلمانوں کی جرأت، عظمت اور سربلندی کے حقائق کو مٹانے کی سازش تھی۔ ہم نے اس کو کامیاب بنانے کے لیے اس لفظ کو ظلم و ناانصافی جیسے معنوں میں لینا شروع کردیا۔ کیا اب بھی آپ اس لفظ کا استعمال کریں گے؟......نہیں ناں! پھر اس کی جگہ ہم کیا استعمال کریں تو سنیے! آپ اس کی جگہ "سربریت" استعمال کریں، کیونکہ یورپی ملک سربیا کے سرب عیسائیوں نے بوسنیا کے

مسلمانوں پر وہ ظلم توڑے ہیں کہ درندے بھی شرما جائیں۔ اس لیے ظلم وستم کی صحیح علامت لفظ سربریت ہے۔

(نقیب ختم نبوت، فروری ۲۰۰۳ء از محمد عارف ایاز)

......☆......

دُعا

میرے قاری جناب طارق صدیقی اور محترمہ ماہین نے بار بار ''دعائے رمضان'' ای میل کی ہے۔ افغانستان کے پس منظر میں یہ دعا پوری امہ کی حالت زار کا عکس ہے اور اعتراف ہے۔ اسے طنز اور شکوے پر محمول کیا جا سکتا ہے لیکن یہ ایک مسلمان کے اندرونی دکھ اور اضطراب کا مظہر بھی ہے۔ طوالت پر معذرت لیکن ہر صاحب دل اور حساس انسان کیلئے اس میں غور وفکر کے کئی پہلو موجود ہیں۔

''اے اللہ! ہمیں معاف کر دے، ہم کمزور ہیں، عاجز ہیں، خطا کار ہیں، پر تیری رحمتوں کے سزاوار ہیں، ہمیں معاف کر دے کہ ہم نے تیرے بندے بیچ دیئے، ڈیڑھ کروڑ مسلمان فروخت کر دیئے، سارے افغان مول دے دیئے، ان کی جان، مال، عزت وآبرو بھی بیچ دی، انہیں درندوں اور بھیڑیوں کے حوالے کر دیا، تو یقین کر ہم یہ نہ کرتے مگر مجبور تھے، کمزور تھے، ڈٹ نہ سکے، عاجز تھے لڑ نہ سکے، عاصی تھے بول نہ سکے اور خطا کار تھے نبھا نہ سکے، لیکن اے اللہ! تو دلوں کے حال جانتا ہے۔ تجھے معلوم ہے ہم مجبور تھے، یہ نہ کرتے تو کیا کرتے؟ اس وقت تو ہماری نمازیں دیکھ اور خوش ہو جا، ہمارے روزے دیکھ اور راضی ہو جا، ہماری خیرات پر نظر رکھ اور کرم کر دے، ہمارے صدقات قبول کر اور رحم برسا دے، ہماری قوالیاں قبول فرما، نعرے مقبول فرما، تقریریں منظور کر لے، واویلے پر بخش دے، تو یقین کر ہم دکھی ہیں، بے گناہ افغانوں کی شہادت پر مل کر روتے ہیں، پھر مل کے کھاتے ہیں۔ اے مولا! ہمارے عمل پر مت جا، زبان کا یقین کر، دلوں کو مت دیکھ، دماغ کی داد دے، کردار پر مت جا باتوں سے مان لے، اخلاق نہ دیکھ مجبوریوں پر دھیان رکھ۔ اے اللہ! تو یقین رکھ ہم شہیدوں پر روئیں گے، کفن بھیجیں گے، لحد پر پھول چڑھائیں گے، اگربتی جلائیں گے، مسور کی دال چھڑکیں گے، پانی ڈالیں گے، کتبہ لگائیں گے، نوحے پڑھیں گے، آنسو

بہائیں گے، لوٹیں لگائیں گے، کپڑے پھاڑیں گے، بال نوچیں گے، جلسے کریں گے، تعزیت بھیجیں گے، غم کھائیں گے، فاتحہ پڑھیں گے، دیگیں پکائیں گے، سوز خوانی کریں گے، چاندنی بچھائیں گے، تیجہ منائیں گے، چہلم سجائیں گے، برسی منائیں گے، لیکن اے اللہ! تجھے تیرا واسطہ ہمیں جہاد کے لئے نہ کہہ، اسلامی رشتے یاد نہ دلا، ہم کمزور دل ہیں، رو پڑیں گے، ہمیں چپ رہنے دے، تو اللہ ہے تو ہی ان کی مدد کر، ہم پر بوجھ نہ ڈال، ہمارے کندھے کمزور ہیں، دل نرم ہیں، جہاد کے علاوہ جو کہے گا کریں گے، اگر بس میں ہوا اور تو ناراض نہ ہو، کیا ہوا جو ہم نے انہیں بیچ دیا، بھائی ہی بھائیوں کے کام آتے ہیں۔ افغان ہمارے بھائی ہیں، ہمارے کام آ گئے تو کیا ہوا۔ تو یقین جان وہ بہادر ہیں، اسے جھیل لیں گے۔ سخت جان ہیں گزار لیں گے اور ایمان والے ہیں مشکل سے نکل آئیں گے۔ وہ ہم سے زیادہ تجھ پر یقین رکھتے ہیں۔ بس تو ہی مدد کر دے ہم خوشی سے دیکھیں گے۔

اَے اللہ! ہم کمزور ہیں لڑ نہیں سکتے، عاصی ہیں جھیل نہیں سکتے، خطا کار ہیں گزار نہیں سکتے، نادان ہیں سمجھ نہیں سکتے، اس لئے ہمیں رعایت دے اور انہیں ہمت دے، ہم سے درگزر فرما۔ انہیں آزمائش میں ڈال دے۔ افغان شہری صاحب عزیمت ہیں، انہیں عزیمت دے، ہم صاحب رخصت ہیں ہمیں رخصت دے دے۔ انہوں نے دین کا سبق یاد رکھا انہیں آگے رکھ، ہم بھول گئے ہمیں چھٹی دے دے۔ یا اللہ! ناراض نہ ہو، کیا ہوا جو کبھی کبھار تیرے بندوں سے مانگ لیا۔ ہم تو تجھ سے ہی مانگتے ہیں، ویسے جن سے مانگا ہے وہ بھی تیرے بندے ہیں، اے اللہ! بُش کے دل میں نرمی ڈال دے، ہماری محبت پیدا کر دے، وہ بھیجے کی بجائے جیب سے سوچے، پاؤں کی جگہ ڈالر کو بھیجے۔ اسے توفیق دے کہ ہمیں کیش دے، چیک دے، نوٹوں کی برسات کر دے، ہم تیرے شکر گزار بندوں میں شامل ہونا چاہتے ہیں، ہمیں شکر گزار کر دے، تیری رحمتوں کے بوجھ سے جھک جانا چاہتے ہیں، ہم پر نوٹوں کا بوجھ ڈال دے اور کاندھوں کی فکر نہ کر، اتنا بوجھ تو اٹھا ہی لیں گے۔

اے اللہ! ہم تجھے یاد رکھیں گے، تیرا حکم مانیں گے، ڈالروں کی زکوٰۃ دیں گے مگر اللہ! یہ ڈھائی فیصد تھوڑا زیادہ ہے اسے کچھ کم کر دے، دیکھ ناراض نہ ہو ایک فیصد کر دے، ہماری تسلی ہو جائے گی۔ یہ ہم افغانوں پر خرچ کریں گے، انہیں خیمے دیں گے، پلاسٹک کی بالٹی دیں گے، پرانے جوتے دیں گے، وہ اچھے ہوتے ہیں، کھلے ہوتے ہیں، پاؤں کو کاٹتے نہیں۔ اے اللہ! ان کے

یتیموں کو چندہ دیں گے، بھوکوں کو راشن دیں گے، بوڑھوں کی عینک بنوائیں گے، لڑکیوں کو سلائی مشین دیں گے، ان کا خیال رکھیں گے، تو بے فکر رہ ہم ہیں نا ان کے، ہم نہیں کریں گے تو کون کرے گا؟ اسلامی بھائی ہیں، ہمسائے ہیں، ان کا بڑا حق ہے ہم پر، تو فکر نہ کر، یہ سائیڈ ہم سنبھال لیں گے، دنیا بھر سے امداد لیں گے اور مل جل کے کھائیں گے۔ بس تو یہ ڈالر والا کام کردے اور فوری کردے۔ ہم انتظار کریں گے۔"

(ارشاد احمد عارف، روزنامہ نوائے وقت ملتان)

باب چہارم

ادبیات

باب چہارم

ادبیات

اس سے پہلے کہ مہلت ختم ہو جائے

نواز شریف نے مولانا سے عرض کی...... حضرت! آپ یہ حدیث مبارکہ کابینہ کو سنا دیں...... مولانا نے درخواست قبول کر لی...... یہ ستمبر ۱۹۹۹ء کی بات ہے کہ مولانا طارق جمیل صاحب وزیر اعظم نواز شریف سے ملاقات کے لئے پرائم منسٹر ہاؤس گئے...... نواز شریف ان دنوں پریشان تھے۔ مولانا نے فرمایا "جناب! عذاب دو قسم کے ہوتے ہیں زمینی اور آسمانی۔ زمین آفتوں کے حل کیلئے تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے چند اصول وضع کئے ہیں۔ رہی آسمانی آفتیں تو ان کا صرف ایک ہی حل ہے "توبہ"۔ مولانا نے ساتھ ہی حدیث مبارکہ کا ذکر بھی کیا اور فرمایا... دنیا کے پچیس مسائل ہیں...... فرد ہو یا قوم انہی پچیس مسائل کا شکار ہوتے ہیں۔ ان کا حل اللہ کے رسول ﷺ نے کچھ یوں تجویز فرمایا...... یہ کہتے ہوئے مولانا نے ایک طویل حدیث مبارکہ سنائی...... نواز شریف حدیث مبارکہ سن کر چونک اٹھے...... مسائل اور ان کے حل یوں سامنے پڑے تھے جیسے میز پر قہوے کی پیالیاں دھری ہوں...... وزیر اعظم فرط جذبات سے کھڑے ہوئے اور مولانا سے بغل گیر ہو کر عرض کی "حضرت! آپ یہ حدیث مبارکہ کابینہ کو سنا دیں"...... مولانا نے درخواست قبول کر لی۔ پچھلے ہفتے مولانا طارق جمیل صاحب اسلام آباد تشریف لائے...... انہوں نے مجھے شرف بازیابی بخشا۔ گفتگو شروع ہوئی تو نواز شریف کا ذکر ہوا۔ میں نے وہ حدیث مبارکہ دہرانے کی درخواست کی...... مولانا درخواست قبول کرتے ہوئے دو زانو ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا......

"ایک بدو حضور ﷺ کے دربار میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ! میں کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔ فرمایا ہاں کہو! دربار میں اس وقت حضرت خالد بن ولیدؓ بھی موجود تھے...... انہوں نے یہ

حدیث مبارکہ تحریر کر کے اپنے پاس رکھ لی بعد ازاں یہ فرمان کنز العمال مسند احمد میں نقل ہوا......

بدو نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں امیر (غنی) بننا چاہتا ہوں۔

فرمایا قناعت اختیار کرو امیر ہو جاؤ گے۔

عرض کیا میں سب سے بڑا عالم بننا چاہتا ہوں۔

فرمایا تقویٰ اختیار کرو، عالم بن جاؤ گے۔

عرض کیا عزت والا بننا چاہتا ہوں۔

فرمایا مخلوق کے سامنے ہاتھ پھیلانا بند کر دو باعزت ہو جاؤ گے۔

عرض کیا اچھا آدمی بننا چاہتا ہوں۔

فرمایا لوگوں کو نفع پہنچاؤ......

عرض کیا عادل بننا چاہتا ہوں

فرمایا جسے اپنے لئے اچھا سمجھتے ہو وہی دوسروں کے لئے پسند کرو......

عرض کیا طاقتور بننا چاہتا ہوں

فرمایا اللہ پر توکل کرو......

عرض کیا اللہ کے دربار میں خاص (خصوصیت) درجہ چاہتا ہوں

فرمایا کثرت سے ذکر کرو......

عرض کیا رزق کی کشادگی چاہتا ہوں

فرمایا ہمیشہ باوضو رہو......

عرض کیا دعاؤں کی قبولت چاہتا ہوں

فرمایا حرام نہ کھاؤ......

عرض کیا ایمان کی تکمیل چاہتا ہوں

فرمایا اخلاق اچھے کر لو......

عرض کیا قیامت کے روز اللہ سے گناہوں سے پاک ہو کر ملنا چاہتا ہوں

فرمایا جنابت کے فوراً بعد غسل کیا کرو......

عرض کیا گناہوں میں کمی چاہتا ہوں

فرمایا کثرت سے استغفار کیا کرو......

عرض کیا قیامت کے روز نور میں اٹھنا چاہتا ہوں

فرمایا ظلم کرنا چھوڑ دو......

عرض کیا چاہتا ہوں اللہ مجھ پر رحم کرے

فرمایا اللہ کے بندوں پر رحم کرو......

عرض کیا چاہتا ہوں اللہ میری پردہ پوشی کرے

فرمایا لوگوں کی پردہ پوشی کرو......

عرض کیا رسوائی سے بچنا چاہتا ہوں

فرمایا زنا سے بچو......

عرض کیا چاہتا ہوں اللہ اور اس کے رسول کا محبوب بن جاؤں

فرمایا جو اللہ اور اس کے رسول کو محبوب ہو اُسے اپنا محبوب بنالو......

عرض کیا اللہ کا فرمانبردار بننا چاہتا ہوں

فرمایا فرائض کا اہتمام کرو......

عرض کیا احسان کرنے والا بننا چاہتا ہوں

فرمایا اللہ کی یوں بندگی کرو جیسے تم اسے دیکھ رہے ہو یا جیسے وہ تمہیں دیکھ رہا ہے......

عرض کیا یا رسول اللہ! کیا چیز گناہوں سے معافی دلائے گی؟

فرمایا آنسو، عاجزی اور بیماری......

عرض کیا کیا چیز دوزخ کی آگ کو ٹھنڈا کرے گی؟

فرمایا دنیا کی مصیبتوں پر صبر......

عرض کیا اللہ کے غصے کو کیا چیز سرد کرتی ہے؟

فرمایا چپکے چپکے صدقہ اور صلہ رحمی......

عرض کیا سب سے بڑی برائی کیا ہے؟

فرمایا بداخلاقی اور بخل......

عرض کیا سب سے بڑی اچھائی کیا ہے؟

فرمایا اچھے اخلاق، تواضع اور صبر

عرض کیا اللہ کے غصے سے بچنا چاہتا ہوں

فرمایا لوگوں پر غصہ کرنا چھوڑ دو......

حدیث مبارک ختم ہوگئی...... مولانا سیدھے ہوکر بیٹھے اور فرمایا میں نے کابینہ کے ارکان سے کہا ''ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرتے ہیں لہٰذا ہم دنیاوی مسائل سے کیسے بچ سکتے ہیں؟ ہم من حیث القوم اسراف کا شکار ہیں لہٰذا امیر (غنی) کیسے ہو سکتے ہیں؟ اللہ کی مخلوق کے سامنے ہاتھ پھیلاتے ہیں لہٰذا باعزت کیسے ہو سکتے ہیں؟ بے وضو رہتے ہیں لہٰذا ہمارا رزق کیسے کشادہ ہوسکتا ہے؟ توکل اختیار نہیں کرتے لہٰذا ہم طاقتور کیسے بن سکتے ہیں؟ بداخلاق ہیں لہٰذا ہمارا ایمان کیسے مکمل ہوسکتا ہے؟ بندوں پر رحم نہیں کرتے لہٰذا اللہ ہم پر کیسے رحم کرے گا؟ صدقات سے پرہیز کرتے ہیں لہٰذا اللہ کے غصے سے کیسے بچ سکتے ہیں؟ نواز شریف نے پوچھا ''حضرت پھر ہمیں اللہ کی رحمت کے حصول کیلئے کیا کرنا چاہئے؟'' مولانا نے فرمایا جناب! اللہ سے توبہ کریں اور عوام سے توبہ کی اپیل کریں...... اللہ آنسو بہانے، گڑگڑانے اور معافی مانگنے والوں کو معاف کر دیا کرتا ہے...... جناب وزیراعظم یقین کر لیجئے یہ مسائل زمینی نہیں آسمانی ہیں۔ جب تک اللہ کی مدد، اللہ کی رہنمائی اور اللہ کی رحمت نہیں آئے گی یہ ملک ٹھیک نہیں ہوگا...... اور نہ ہی اس ملک کے مسئلے ختم ہوں گے'' نواز شریف نے کہا ''حضرت! آپ مجھے تقریر لکھ دیں میں قوم سے خطاب کروں گا اور اس سے توبہ کرنے کی اپیل کروں گا'' میٹنگ ختم ہوگئی، مولانا نے تقریر لکھنا شروع کر دی لیکن نواز شریف کی مہلت ختم ہوگئی۔

مولانا طارق جمیل صاحب جب یہ حدیث مبارکہ سنا رہے تھے...... تو میں سوچ رہا تھا موجودہ حکمرانوں کو بھی...... اس حدیث کی اتنی ہی ضرورت ہے جتنی نواز شریف کو تھی۔ ان کو بھی احساس دلانا ضروری ہے...... کہ جو لوگ مہلت کو غنیمت نہیں سمجھتے ہیں وہی لوگ تو دراصل خسارے میں رہتے ہیں۔ اللہ کے نام پر بننے والے ملک میں اللہ کے احکامات کی جس قدر خلاف ورزی کی گئی

اب اس کے عذاب سے بچئے......اب اس سے معافی کا صرف ایک ہی راستہ ہے "توبہ"۔ آیئے اللہ کے حضور سجدہ ریز ہو کر گڑگڑائیں اور اس سے اپنی کوتاہیوں کی معافی مانگیں......اس سے توبہ کریں......اس سے پہلے کہ توبہ کے سارے دروازے بند ہو جائیں......اس سے پہلے کہ مہلت ختم ہو جائے۔ (جاوید چودھری۔ بشکریہ "روزنامہ جنگ")

رسول اللہ ﷺ کی صفت جامعیت

ایک ایسی شخصی زندگی، جو ہر طائفۂ انسانی اور ہر حالتِ انسانی کے مختلف مظاہر اور ہر قسم کے صحیح جذبات اور کامل اخلاق کا مجموعہ ہو، صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت ہے، اگر دولتمند ہو تو مکہ کے تاجر اور بحرین کے خزینہ دار کی تقلید کرو۔ اگر غریب ہو تو شعبِ ابوطالب کے قیدی اور مدینہ کے مہمان کی کیفیت سنو، اگر بادشاہ ہو تو سلطانِ عرب کا حال پڑھو، اگر رعایا ہو تو قریش کے محکوم کو ایک نظر دیکھو، اگر فاتح ہو تو بدر و حنین کے سپہ سالار پر نگاہ دوڑاؤ۔ اگر تم نے شکست کھائی ہے تو معرکۂ اُحد سے عبرت حاصل کرو، اگر تم استاد اور معلم ہو تو صُفّہ کی درسگاہ کے معلّم قدس کو دیکھو۔ اگر شاگرد ہو تو روح الامین کے سامنے بیٹھنے والے پر نظر جماؤ، اگر واعظ اور ناصح ہو تو مسجد مدینہ کے منبر پر کھڑے ہونے والے کی باتیں سنو، اگر تنہائی و بے کسی کے عالم میں حق کی منادی کا فرض انجام دینا چاہتے ہو تو مکہ کے بے یار و مددگار نبی کا اسوۂ حسنہ تمہارے سامنے ہے، اگر تم حق کی نصرت کے بعد اپنے دشمنوں کو زیر اور مخالفوں کو کمزور بنا چکے ہو تو 'فاتحِ مکہ کا نظارہ کرو، اگر اپنے کاروبار اور دنیاوی جدو جہد کا نظم و نسق درست کرنا چاہتے ہو تو بنی نضیر، خیبر اور فدک کی زمینوں کے مالک کے کاروبار اور نظم و نسق کو دیکھو، اگر یتیم ہو تو عبداللہؓ و آمنہؓ کے جگر گوشہ کو نہ بھولو، اگر بچہ ہو تو حلیمہ سعدیہؓ کے لاڈلے بچے کو دیکھو، اگر تم جوان ہو تو مکہ کے چرواہے کی سیرت پڑھو، اگر سفری کاروبار میں ہو تو بصریٰ کے کارواں سالار کی مثالیں ڈھونڈو، اگر عدالت کے قاضی اور پنچایتوں کے ثالث ہو تو کعبہ میں نورِ آفتاب سے پہلے داخل ہونے والے ثالث کو دیکھو جو حجرِ اسود کو کعبہ کے گوشے میں کھڑا کر رہا ہے۔ مدینہ میں کچی مسجد کے صحن میں بیٹھنے والے منصف کو دیکھو جس کی نظر انصاف میں شاہ و گدا اور امیر و غریب برابر تھے۔

اگر تم بیویوں کے شوہر ہو تو خدیجہؓ اور عائشہؓ کے مقدس شوہر کی حیاتِ پاک کا مطالعہ کرو، اگر اولاد والے ہو تو فاطمہؓ کے باپ اور حسنؓ و حسینؓ کے نانا کا حال پوچھو، غرض تم جو کوئی بھی ہو اور کسی

حال میں بھی ہو، تمہاری زندگی کے لئے نمونہ تمہاری سیرت کی درستی و اصلاح کے لئے سامان، تمہارے ظلمت خانہ کے لئے ہدایت کا چراغ اور رہنمائی کا نور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جامعیت کبریٰ کے خزانہ میں ہر وقت اور ہمہ دم مل سکتا ہے، اس لئے طبقۂ انسانی کے ہر طالب اور نور ایمانی کے ہر متلاشی کے لئے صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت ہدایت کا نمونہ اور نجات کا ذریعہ ہے، جس کی نگاہ کے سامنے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت ہے اس کے سامنے نوحؑ و ابراہیمؑ، ایوبؑ و یونسؑ، موسیٰؑ اور عیسیٰؑ علیہم السلام سب کی سیرتیں موجود ہیں، گویا تمام دوسرے انبیائے کرامؑ کی سیرتیں صرف ایک ہی جنس کی اشیاء کی دوکانیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت، اخلاق واعمال کی دنیا کا سب سے بڑا بازار (مارکیٹ) ہے، جہاں ہر جنس کے خریدار اور ہر شے کے طلب گار کے لئے بہترین سامان موجود ہے۔

بادشاہ ایسا کہ ایک پورا ملک اس کی مٹھی میں ہو اور بے بس ایسا کہ خود اپنے کو بھی اپنے قبضہ میں نہ جانتا ہو بلکہ خدا کے قبضہ میں، دولتمند ایسا ہو کہ خزانے کے خزانے اونٹوں پر لدے ہوئے اس کے دارالحکومت میں آرہے ہوں اور محتاج ایسا کہ مہینوں اس کے گھر چولہا نہ جلتا ہو اور کئی کئی وقت اس پر فاقے سے گزر جاتے ہیں۔ سپہ سالار ایسا ہو کہ مٹھی بھر نہتے آدمیوں کو لے کر ہزاروں غرق آہن فوجوں سے کامیاب لڑائی لڑا ہو اور صلح پسند ایسا کہ ہزاروں پرجوش جان نثاروں کی ہمرکابی کے باوجود صلح کے کاغذ پر بے چوں و چرا دستخط کر دیتا ہو۔ شجاع اور بہادر ایسا ہو کہ ہزاروں کے مقابلہ میں تنِ تنہا کھڑا ہو اور نرم دل ایسا کہ کبھی اس نے انسانی خون کا ایک قطرہ بھی اپنے ہاتھ سے نہ بہایا ہو، با تعلق ایسا کہ عرب کے ذرہ ذرہ کی اس کو فکر، بیوی بچوں کی اس کو فکر، غریب و مفلس مسلمانوں کی اس کو فکر، خدا کی بھولی ہوئی دنیا کے سُدھارنے کی اس کو فکر، غرض سارے سنسار کی اس کو فکر ہو اور بے تعلق ایسا کہ اپنے خدا کے سوا کسی اور کی یاد اس کو نہ ہو اور اس کے سوا ہر چیز اس کو فراموش ہو۔ اس نے کبھی اپنی ذات کے لئے اپنے بُرا کہنے والوں سے بدلہ نہیں لیا اور اپنے ذاتی دشمنوں کے حق میں دعائے خیر کی اور ان کا بھلا چاہا۔ لیکن خدا کے دشمنوں کو اس نے کبھی معاف نہیں کیا اور حق کا راستہ روکنے والوں کو ہمیشہ جہنم کی دھمکی دیتا اور عذابِ الٰہی سے ڈراتا رہا۔

عین اس وقت جب اس پر ایک تیغ زن سپاہی کا دھوکہ ہوتا ہو وہ ایک شب زندہ دار زاہد کی

صورت میں جلوہ نما ہو جاتا ہے...... عین اس وقت جب اس پر کشور کشا فاتح کا شبہ ہو، وہ پیغمبرانہ معصومیت کے ساتھ ہمارے سامنے آ جاتا ہے...... عین اس وقت جب ہم اس کو شاہِ عرب کہہ کر پکارنا چاہتے ہیں، وہ کھجور کی چھال کا تکیہ لگائے کھردری چٹائی پر بیٹھا درویش نظر آتا ہے...... عین اس وقت اس دن جب عرب کے اطراف سے آ آ کر اس کے صحنِ مسجد میں مال واسباب کا انبار لگا ہوتا ہے اس کے گھر میں فاقہ کی تیاری ہو رہی ہے...... عین اس عہد میں جب لڑائیوں کے قیدی مسلمانوں کے گھروں میں لونڈی اور غلام بن کر بھیجے جا رہے ہیں۔ فاطمہؓ بنتِ رسول اللہؐ جا کر اپنے ہاتھوں کے چھالے اور سینہ کے داغ باپ کو دکھاتی ہیں، جو چکی پیستے پیستے اور مشکیزہ بھرتے بھرتے ہاتھ اور سینہ پر پڑ گئے تھے...... عین اس وقت جب آدھا عرب اس کے زیرِ نگیں ہوتا ہے۔ حضرت عمرؓ حاضرِ دربار ہوتے ہیں اور اِدھر اُدھر نظر اٹھا کر کاشانۂ نبوت کے سامان کا جائزہ لیتے ہیں، آپ ایک کھردری چارپائی یا چٹائی پر آرام فرما رہے ہیں، جسم مبارک پر بانوں کے نشان پڑ گئے ہیں، ایک طرف مٹھی بھر جَو رکھے ہیں، ایک کھونٹی میں خشک مشکیزہ لٹک رہا ہے، سرورِ کائنات کے گھر کی یہ کائنات دیکھ کر حضرت عمرؓ رو پڑتے ہیں، سبب دریافت ہوتا ہے، عرض کرتے ہیں یا رسول اللہؐ اس سے بڑھ کر رونے کا اور کیا موقع ہوگا؟ قیصر وکسریٰ باغ و بہار کے مزے لوٹ رہے ہیں اور آپ پیغمبرؐ ہو کر اس حالت میں ہیں ارشاد ہوتا ہے عمرؓ! کیا تم اس پر راضی نہیں کہ قیصر وکسریٰ دنیا کے مزے لوٹیں اور ہم آخرت کی سعادت؟ (سید سلیمان ندویؒ، خطبات مدراس)

حضرت نوحؑ علیہ السلام کی زندگی کفر کے خلاف غیظ وغضب کا ولولہ پیش کرتی ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حیات بت شکنیوں کا منظر دکھاتی ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی کفار سے جنگ و جہاد، شاہانہ نظم ونسق اور اجتماعی دستور وقوانین کی مثال پیش کرتی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی لائف صرف خاکساری، تواضع، عفو و درگذر اور قناعت کی تعلیم دیتی ہے۔ حضرت سلیمانؑ کی زندگی شاہانہ اولوالعزمیوں کی جلوہ گاہ ہے، حضرت ایوبؑ کی حیات صبر وشکر کا نمونہ ہے، حضرت یونسؑ کی سیرت ندامت وانابت اور اعتراف کی مثال ہے۔ حضرت یوسف کی زندگی قید وبند میں بھی دعوتِ حق اور جوشِ تبلیغ کا سبق ہے۔ حضرت داؤدؑ کی سیرت گریہ وبکاہ، حمد وستائش اور دعا وزاری کا صحیفہ ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی زندگی امید خدا پر توکل اور اعتماد کی مثال ہے

لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ مقدسہ کو دیکھو تو اس میں نوح اور ابراہیمؑ موسیٰ اور عیسیٰ، سلیمان اور داؤدؑ ایوب اور یونس یوسف اور یعقوب کی زندگیاں اور سیرتیں سمٹ کر سما گئی ہیں۔

محدث خطیب بغدادیؒ کی ایک ضعیف روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کی پیدائش کے وقت ندا آئی کہ محمد ﷺ کو ملکوں ملکوں پھراؤ اور سمندر کی تہوں میں لے جاؤ کہ تمام دنیا ان کے نام کو پہچان لے، جن وانس، چرند و پرند بلکہ ہر جاندار کے سامنے ان کو لے جاؤ، ان کو آدمؑ کا خلق، شیثؑ کی معرفت، نوحؑ کی شجاعت، ابراہیمؑ کی دوستی، اسماعیلؑ کی زبان، اسحاقؑ کی رضا، صالحؑ کی فصاحت، لوطؑ کی حکمت، موسیٰؑ کی سختی، ایوبؑ کا صبر، یونسؑ کی اطاعت، یوشعؑ کا جہاد، داؤدؑ کی آواز، دانیالؑ کی محبت، الیاسؑ کا وقار، یحییٰؑ کی پاک دامنی اور عیسیٰؑ کا زہد عطا کرو اور تمام پیغمبروں کے اخلاق میں ان کو غوطہ دو۔" جن علماء نے اس روایت کو اپنی کتابوں میں جگہ دی ہے، ان کا منشاء درحقیقت یہی ہے کہ پیغمبر اسلام علیہ السلام کی صفتِ جامعیت کو نمایاں کریں، کہ جو کچھ اور انبیاء علیہم السلام کو متفرق طور پر عطا ہوا تھا، وہ سب مجموعی طور سے آنحضرت ﷺ کو عطا ہوا۔ (ایضاً)

......☆......

مولانا ابوالکلام آزادؒ کے ادبی شہ پارے

کائنات کی تخریب بھی تعمیر کے لئے ہے

البتہ یہ حقیقت فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ دنیا عالمِ کون وفساد ہے۔ یہاں ہر بننے کے ساتھ بگڑنا ہے۔ اور سمٹنے کے ساتھ بکھرنا، لیکن جس طرح سنگ تراش کا توڑنا پھوڑنا بھی اس لئے ہوتا ہے کہ خوبی ودل آویزی کا ایک پیکر تیار کردے، اسی طرح کائنات عالم کا تمام بگاڑ بھی اس لئے ہے کہ بناؤ اور خوبی کا فیضان ظہور میں آئے۔ تم ایک عمارت بناتے ہو، لیکن اس "بنانے" کا مطلب کیا ہوتا ہے؟ کیا یہی نہیں ہوتا کہ بہت سی بنی ہوئی چیزیں "بگڑ" گئیں؟ چٹانیں اگر نہ کاٹی جاتیں، بھٹے اگر نہ سلگائے جاتے، درختوں پر آرہ اگر نہ چلتا تو ظاہر ہے عمارت کا بناؤ بھی ظہور میں نہ آتا۔ پھر یہ راحت وسکون جو تمہیں ایک عمارت کی سکونت سے حاصل ہوتا ہے، کس صورت حال کا نتیجہ ہے؟

یقیناً اسی شور و شر اور ہنگامہ تخریب کا جو سر و سامان تعمیر کی جدوجہد نے عرصہ تک جاری رکھا تھا۔ اگر تخریب کا یہ شور و شر نہ ہوتا تو عمارت کا عیش و سکون بھی وجود میں نہ آتا۔ پس یہی حال فطرت کی تعمیری سرگرمیوں کا بھی سمجھو۔ وہ عمارت ہستی کا ایک ایک گوشہ تعمیر کرتی رہتی ہے۔ وہ اس کارخانہ کا ایک ایک کیل پرزہ ڈھالتی رہتی ہے' وہ اس کی درستگی و خوبی کی حفاظت کے لئے ہر نقصان کا دفعیہ اور ہر فساد کا ازالہ چاہتی ہے۔ تعمیر و درستگی کی یہی سرگرمیاں ہیں جو تمہیں بعض اوقات تخریب و نقصان کی ہولناکی دکھائی دیتی ہیں۔ حالانکہ یہاں تخریب کب ہے؟ جو کچھ ہے تعمیر ہی تعمیر ہے۔ سمندر میں تلاطم' دریا میں طغیانی' پہاڑوں میں آتش افشانی' جاڑوں میں برف باری' گرمیوں میں سموم' بارش میں ہنگامۂ ابر و باد' تمہارے لیے خوش آئند مناظر نہیں ہوتے' لیکن تم نہیں جانتے کہ ان میں سے ہر حادثہ کائنات ہستی کی تعمیر و درستگی کے لئے اتنا ہی ضروری ہے جس قدر دنیا کی کوئی مفید سے مفید چیز تمہاری نگاہ میں ہوسکتی ہے۔ اگر سمندر میں طوفان نہ اٹھتے تو میدانوں کو زندگی و شادابی کے لئے ایک قطرہ بارش میسر نہ آتا۔ اگر بادل کی گرج اور بجلی کی کڑک نہ ہوتی تو بارانِ رحمت کا فیضان بھی نہ ہوتا۔ اگر آتش فشاں پہاڑوں کی چوٹیاں نہ پھٹتیں تو زمین کے اندر کا کھولتا ہوا مادہ اس کرہ کی تمام سطح پارہ پارہ کر دیتا۔ تم بول اٹھو گے: یہ مادہ پیدا ہی کیوں کیا گیا؟ لیکن تمہیں جاننا چاہئے کہ اگر یہ مادہ نہ ہوتا تو زمین کی قوت نشو و نما کا ایک ضروری عنصر مفقود ہو جاتا۔ یہی حقیقت ہے جس کی طرف قرآن نے جا بجا اشارات کیے ہیں۔ (ایضاً)

☆

جمالِ فطرت

لیکن فطرت کے افادہ و فیضان کی سب سے بڑی بخشائش اس کا عالم گیر حسن و جمال ہے۔ فطرت صرف بناتی اور سنوارتی ہی نہیں' بلکہ اس طرح بناتی اور سنوارتی ہے کہ اس کے ہر بناؤ میں حسن و زیبائی کا جلوہ اور اس کے ہر ظہور میں نظر افروزی کی نمود پیدا ہوگئی ہے۔ کائنات ہستی کو اس کی مجموعی حیثیت میں دیکھو یا اس کے ایک ایک گوشۂ خلقت پر نظر ڈالو' اس کا کوئی رخ نہیں جس پر حسن و رعنائی نے ایک نقاب زیبائش نہ ڈال دی ہو۔ ستاروں کا نظام اور ان کی سیر و گردش' سورج کی روشنی اور اس کی بوقلمونی' چاند کی گردش اور اس کا اتار چڑھاؤ' فضاء آسمانی کی وسعت اور اس کی

نیرنگیاں' بارش کا سماں اور اس کے تغیرات' سمندر کا منظر اور دریاؤں کی روانی' پہاڑوں کی بلندیاں اور وادیوں کا نشیب' حیوانات کے اجسام اور ان کا تنوع' نباتات کی صورت آرائیاں اور باغ و چمن کی رعنائیاں' پھولوں کی عطر بیزی اور پرندوں کی نغمہ سنجی' صبح کا چہرہ خنداں اور شام کا جلوہ محجوب' غرضیکہ تمام تماشا گاہ ہستی کے پیچھے حسن افروزی و جلوہ آرائی کی کوئی قوت کام کر رہی ہے جو چاہتی ہے کہ جو کچھ بھی ظہور میں آئے' حسن و زیبائش کے ساتھ ظہور میں آئے اور کارخانۂ ہستی کا ہر گوشہ نگاہ کے لئے بہشت راحت و سکون بن جائے!

دراصل کائنات ہستی کا مایۂ خمیر ہی حسن و زیبائی ہے۔ فطرت نے جس طرح اس کے بناؤ کے لئے مادی عناصر پیدا کیے' اسی طرح اس کی خوب روئی اور رعنائی کے لئے معنوی عناصر کا بھی رنگ و روغن آراستہ کر دیا۔ روشنی' رنگ' خوشبو اور نغمہ حسن و رعنائی کے وہ اجزا ہیں جن سے مشاطہ فطرت چہرہ وجود کی آرائش کر رہی ہے۔ (ایضاً)

☆

بلبل کی نغمہ سنجی اور زاغ و زغن کا شور و غوغا

بلاشبہ کاروبارِ فطرت کے بعض مظاہر ایسے بھی ہیں جن میں تمہیں حسن و خوبی کی کوئی گیرائی محسوس نہیں ہوتی۔ تم کہتے ہو قمری و بلبل کی نغمہ سنجیوں کے ساتھ زاغ و زغن کا شور و غوغا کیوں ہے؟ لیکن تم بھول جاتے ہو کہ ارغنون ہستی کا نغمہ کسی ایک آہنگ ہی سے نہیں بنا ہے اور نہ بننا چاہئے تھا۔ جس طرح تمہارے آلات موسیقی کے پردوں میں زیر و بم کے تمام آہنگ موجود ہوتے ہیں' اسی طرح سازِ فطرت کے تاروں میں بھی اتار چڑھاؤ کے تمام آہنگ موجود ہیں۔ اس میں ہلکے سے ہلکے سر بھی ہیں جن سے باریک اور سریلی صدائیں نکلتی ہیں' موٹے سے موٹے سر بھی ہیں جو بلند سے بلند اور بھاری سے بھاری صدائیں پیدا کرتے ہیں۔ ان تمام سروں کے ملنے سے جو کیفیت پیدا ہوتی ہے' وہی موسیقی کی حلاوت ہے' کیونکہ دنیا کی تمام چیزوں کی طرح موسیقی کی حقیقت بھی مختلف اجزاء کے امتزاج و تالیف سے پیدا ہوتی ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ کسی ایک ہی سر سے نغمے کی حلاوت پیدا ہو جائے۔ اگر تم بین یا ستار اٹھا کر صرف اس کے چڑھاؤ کا کوئی ایک پردہ چھیڑ دو گے' یا پیانو کی بھاری کنجیوں میں سے کوئی ایک کنجی ہی بجانے لگو گے تو یہ نغمہ نہ ہوگا' بھاں بھاں کی ایک کرخت آواز

ہوگی۔ یہی حال موسیقیٔ فطرت کے زیر و بم کا بھی ہے۔ تمہیں کوے کی کائیں کائیں اور چیل کی چیخ میں کوئی دل کشی محسوس نہیں ہوتی، لیکن موسیقیٔ فطرت کی تالیف کے لئے جس طرح قمری و بلبل کا ہلکا سر ضروری تھا، اسی طرح زاغ و زغن کا بھاری اور کرخت سر بھی ناگزیر تھا۔ بلبل و قمری کو اس سرگم کا اتار سمجھو اور زاغ و زغن کو چڑھاؤ۔

......☆......

قدرت کا خودرو سامانِ راحت و سرور اور انسان کی ناشکری

ایک لمحہ کے لئے تصور کرو کہ دنیا موجود ہے، مگر حسن و زیبائی کے تمام جلوؤں اور احساسات سے خالی ہے..... آسمان ہے مگر فضا کی یہ نگاہ پرور نیلگونی نہیں ہے..... ستارے ہیں مگر ان کی درخشندگی و جہاں تابی کی یہ جلوہ آرائی نہیں ہے..... درخت ہیں مگر بغیر سبزی کے..... پھول ہیں مگر بغیر رنگ و بو کے..... اشیاء کا اعتدال، اجسام کا تناسب، صداؤں کا ترنم، روشنی و رنگت کی بوقلمونی، ان میں سے کوئی چیز بھی وجود نہیں رکھتی، یا یوں کہا جائے کہ ہم میں ان کا احساس نہیں ہے۔ غور کرو! ایک ایسی دنیا کے ساتھ زندگی کا تصور کیسا بھیانک اور ہولناک منظر پیش کرتا ہے؟ ایسی زندگی جس میں نہ تو حسن کا احساس ہو نہ حسن کی جلوہ آرائی، نہ نگاہ کے لئے سرور ہو نہ سامعہ کے لئے حلاوت، نہ جذبات کی رقت ہو نہ محسوسات کی لطافت، یقیناً عذاب و جاں کاہی کی ایسی حالت ہوتی جس کا تصور بھی ہمارے لئے ناقابلِ برداشت ہے۔

لیکن جس قدرت نے ہمیں زندگی دی، اس نے یہ بھی ضروری سمجھا کہ زندگی کی سب سے بڑی نعمت یعنی حسن و زیبائی کی بخشش سے بھی مالا مال کردے۔ اس نے ایک ہاتھ سے ہمیں حسن کا احساس دیا، دوسرے ہاتھ سے تمام دنیا کو جلوہ حسن بنا دیا۔ یہی حقیقت ہے جو ہمیں رحمت کی موجودگی کا یقین دلاتی ہے۔ اگر پردہ ہستی کے پیچھے صرف خالقیت ہی ہوتی، رحمت نہ ہوتی، یعنی پیدا کرنے یا پیدا ہو جانے کی قوت ہوتی، مگر افادہ و فیضان کا ارادہ نہ ہوتا تو یقیناً کائنات ہستی میں فطرت کے فضل و احسان کا یہ عالم گیر مظاہرہ بھی نہ ہوتا۔

......☆......

انسانی طبیعت کی یہ عالمگیر کمزوری ہے کہ جب تک وہ ایک نعمت سے محروم نہیں ہو جاتا،

اس کی قدر و قیمت کا ٹھیک ٹھیک اندازہ نہیں کر سکتا۔ تم گنگا کے کنارے بستے ہو اس لئے تمہارے نزدیک زندگی کی سب سے زیادہ بے قدر چیز پانی ہے۔ لیکن اگر یہی پانی چوبیس گھنٹے تک میسر نہ آئے تو تمہیں معلوم ہو جائے اس کی قدر و قیمت کا کیا حال ہے۔ یہی حال فطرت کے فیضان جمال کا بھی ہے۔ اس کے عام اور بے پردہ جلوے شب و روز تمہاری نگاہوں کے سامنے سے گزرتے رہتے ہیں اس لئے تمہیں ان کی قدر و قیمت محسوس نہیں ہوتی...... صبح اپنی ساری جلوہ آرائیوں کے ساتھ روز آتی ہے اس لئے تم بستر سے سر اٹھانے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے...... چاندنی اپنی ساری حسن افروزیوں کے ساتھ ہمیشہ نکھرتی رہتی ہے' اس لئے تم کھڑکیاں بند کر کے سو جاتے ہو...... لیکن جب یہی شب و روز کے جلوہ ہائے فطرت تمہاری نظروں سے روپوش ہو جاتے ہیں یا تم میں ان کے نظارہ و سماع کی استعداد باقی نہیں رہتی تو غور کرو اس وقت تمہارے احساسات کا کیا حال ہوتا ہے؟ کیا تم محسوس نہیں کرتے کہ ان میں سے ہر چیز زندگی کی ایک بے بہا برکت اور معیشت کی ایک عظیم الشان نعمت تھی؟...... سرد ملکوں کے باشندوں سے پوچھو جہاں سال کا بڑا حصہ ابر آلود گزرتا ہے۔ کیا سورج کی کرنوں سے بڑھ کر بھی زندگی کی کوئی مسرت ہو سکتی ہے؟...... ایک بیمار سے پوچھو جو نقل و حرکت سے محروم بستر مرض پر پڑا ہے وہ بتائے گا کہ آسمان کی صاف اور نیلگوں فضا کا ایک نظارہ راحت و سکون کی کتنی بڑی دولت ہے...... ایک اندھا جو کہ پیدائشی اندھا نہ تھا' تمہیں بتا سکتا ہے کہ سورج کی روشنی اور باغ و چمن کی بہار دیکھے بغیر زندگی بسر کرنا کیسی ناقابل برداشت مصیبت ہے!...... تم بسا اوقات زندگی کی مصنوعی آسائشوں کے لئے ترستے ہو اور خیال کرتے ہو کہ زندگی کی سب سے بڑی نعمت چاندی سونے کا ڈھیر اور جاہ و حشم کی نمائش ہے لیکن تم بھول جاتے ہو کہ زندگی کی حقیقی مسرتوں کا جو خود رو سامان فطرت نے ہر مخلوق کے لئے پیدا کر رکھا ہے' اس سے بڑھ کر دنیا کی دولت و حشمت کون سا سامانِ نشاط مہیا کر سکتی ہے؟ اور اگر انسان کو وہ سب کچھ میسر ہو تو پھر اس کے بعد کیا باقی رہ جاتا ہے؟...... جس دنیا میں سورج ہر روز چمکتا ہو...... جس دنیا میں صبح ہر روز مسکراتی اور شام ہر روز پردہ شب میں چھپ جاتی ہو...... جس کی راتیں آسمان کی قندیلوں سے مزین اور جس کی چاندنی حسن افروزیوں سے جہاں تاب رہتی ہو...... جس کی بہار سبزہ و گل سے لدی ہوئی اور جس کی فصلیں لہلہاتے ہوئے کھیتوں سے گراں بار ہوں...... جس دنیا

میں روشنی اپنی چمک، رنگ اپنی بوقلمونی، خوشبو اپنی عطر بیزی اور موسیقی اپنا نغمہ و آہنگ رکھتی ہو، کیا اس دنیا کا کوئی باشندہ آسائش حیات سے محروم اور نعمتِ معیشت سے مفلس ہو سکتا ہے؟ کیا کسی آنکھ کے لئے جو دیکھ سکتی ہو اور کسی دماغ کے لئے جو محسوس کر سکتا ہو، ایک ایسی دنیا میں نامرادی و بدبختی کا گلہ جائز ہے؟ قرآن نے جا بجا انسان کو اس کے اسی کفرانِ نعمت پر توجہ دلائی ہے۔

......☆......

پھر دیکھو! کارساز فطرت کی یہ کیسی کرشمہ سازی ہے کہ حالات متفاوت ہیں، طبائع متنوع ہیں، اشغال مختلف ہیں، اغراض متضاد ہیں، لیکن معیشت کی دل بستگی اور سرگرمی سب کے لئے یکساں ہے اور سب ایک ہی طرح اس کی مشغولیتوں کے لئے جوش و طلب رکھتے ہیں۔ مرد و عورت، طفل و جواں، امیر و فقیر، عالم و جاہل، قوی و ضعیف، تندرست و بیمار، مجرد و متاہل، حاملہ و مرضعہ سب اپنی اپنی حالتوں میں منہمک ہیں اور کوئی نہیں جس کے لئے زندگی کی کاوشوں میں محویت نہ ہو۔ امیر اپنے محل کے عیش و نشاط میں اور فقیر اپنی بے سروسامانیوں کی فاقہ مستی میں زندگی بسر کرتا ہے، لیکن دونوں کے لئے زندگی کی مشغولیتوں میں دل بستگی ہوتی ہے اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کون زیادہ مشغول ہے۔ ایک تاجر جس انہماک کے ساتھ اپنی لاکھوں روپیہ کی آمدنی کا حساب کرتا ہے، اسی طرح ایک مزدور بھی دن بھر کی محنت کے چند پیسے گن لیا کرتا ہے اور دونوں کے لئے یکساں طور پر زندگی محبوب ہوتی ہے۔ ایک حکیم کو دیکھو جو اپنے علم و دانش کی کاوشوں میں غرق ہے اور ایک دھقان کو دیکھو جو دوپہر کی دھوپ میں برہنہ سر ہل جوت رہا ہے اور پھر بتاؤ! کس کے لئے زندگی کی مشغولیتوں میں زیادہ دل بستگی ہے؟

پھر دیکھو! بچے کی پیدائش ماں کے لئے کیسی جاں کاہی و مصیبت ہوتی ہے! اس کی پرورش و نگرانی کس طرح خود فروشانہ مشقتوں کا ایک طول طویل سلسلہ ہے! تاہم یہ سارا معاملہ کچھ ایسی خواہشوں اور جذبوں کے ساتھ وابستہ کر دیا گیا ہے کہ ہر عورت میں ماں بننے کی قدرتی طلب ہے اور ہر ماں پرورشِ اولاد کے لئے مجنونانہ خود فراموشی رکھتی ہے۔ وہ زندگی کا سب سے بڑا دکھ سہے گی اور پھر اسی دکھ میں زندگی کی سب سے بڑی مسرت محسوس کرے گی۔ وہ جب اپنی معیشت کی ساری راحتیں قربان کر دیتی ہے اور اپنی رگوں کے خون کا ایک ایک قطرہ دودھ بنا کر پلا دیتی ہے تو اس کے دل کا ایک ایک ریشہ زندگی کے سب سے بڑے احساسِ مسرت سے معمور ہو جاتا ہے!

پھر کاروبارِ فطرت کے یہ تصرفات دیکھو کہ کس طرح نوع انسانی کے منتشر افراد اجتماعی زندگی کے بندھنوں سے باہم دگر مربوط کردیئے گئے ہیں اور کس طرح صلہ رحمی کے رشتہ نے ہر فرد کو سینکڑوں ہزاروں افراد کے ساتھ جوڑ رکھا ہے!

فرض کرو! زندگی و معیشت ان تمام موثرات سے خالی ہوتی 'لیکن قرآن کہتا ہے کہ خالی نہیں ہوسکتی تھی' اس لئے کہ فطرت کائنات میں رحمت کارفرما ہے اور رحمت کا مقتضیٰ یہی تھا کہ معیشت کی مشقتوں کو خوش گوار بنادے اور زندگی کے لئے تسکین وراحت کا سامان پیدا کردے۔ یہ رحمت کی کرشمہ سازیاں ہیں جنہوں نے رنج میں راحت' الم میں لذت اور سختیوں میں دل پذیری کی کیفیت پیدا کردی ہے۔

......☆......

جامعیت پیغمبرؐ

اسلام کا داعی مسیحیت کے مقدس پہاڑی واعظ کی طرح صرف ایک اخلاقی معلم ہی نہ تھا اور نہ ہی دنیا کے فاتح حکمرانوں کی طرح محض ایک جہانگیر اور عالم ستان شہنشاہ تھا۔ اسلام نے دین کو دنیا سے اور شریعت کو حکومت و جہانبانی سے الگ نہیں رکھا۔ وہ یہ سکھلانے آیا تھا کہ دین و دنیا دو نہیں ایک ہی چیز ہیں اور شریعت سے حکومت و سلطنت الگ نہیں۔ بلکہ سچی حکومت اور خدا کی مرضی کے مطابق سلطنت وہی ہے جس کو شریعت نے خود پیدا کیا ہو۔ پس اسلام کے داعی کا وجود ایک ہی وقت میں ان تمام حیثیتوں اور منصوبوں کا جامع تھا جو ہمیشہ دنیا کی صدہا مختلف شخصیتوں کے اندر منقسم رہی ہے۔ وہ اللہ کا پیغمبر تھا۔ شریعت کا مقنن تھا' امت کا بانی تھا' ملکوں کا حاکم اور سلطنت کا مالک تھا۔ وہ اگر پتوں اور چھال سے پٹی ہوئی مسجد کے منبر پر وحی الٰہی کا ترجمان اور انسانی سعادت و ہدایت کا واعظ تھا تو اسی کے صحن میں یمن کا خراج تقسیم کرنے والا اور فوجوں کو میدان جنگ میں بھیجنے کے لیے سپہ سالار لشکر بھی تھا۔ وہ ایک ہی وقت اور ایک ہی زندگی میں گھروں کا نظام معاشرت درست کرتا' نکاح وطلاق کے قوانین نافذ کرتا' ساتھ ہی بدر کے کنارے دشمنوں کا حملہ بھی روکتا اور مکہ کی گھاٹیوں میں سے ایک فاتح حکمران کی طرح نمایاں بھی ہوتا تھا۔ غرضیکہ اس کی ایک شخصیت کے اندر مختلف حیثیتیں اور مناصب جمع تھے۔ اسلام کا نظام دینی یہی تھا کہ یہ ساری قوتیں ایک ہی فرد میں جمع

رہیں...... جب آپ دنیا سے تشریف لے گئے تو خلفاء راشدین کی خلافت خاصہ اسی اجتماع قوی و مناصب پر قائم ہوئی اور اس لیے اس کو منہاج نبوت سے تعبیر کیا گیا یعنی یہ نیابت ٹھیک ہر لحاظ اور ہر پہلو سے شخص جامع نبوت کی سچی قائمقامی اپنے اندر رکھتی تھی۔

اطاعت امیر اور اس کا دائرۂ کار

قرآن نے اس قانونِ شریعت کا اعلان کیا ہے کہ خلیفہ وامام کی اطاعت مسلمانوں پر فرض ہے اور اس کا وجود نظام جماعت کے مرکزی اقتدار کا مالک کیوں کہ کسی جماعت کی جماعتی زندگی بغیر کسی مرکزی قوت کے ناممکن ہے...... تم پانچ آدمیوں کی بھی کوئی مجلس منعقد کرتے ہو تو سب سے پہلے ایک پریذیڈنٹ کا انتخاب کرتے ہو کہ جب تک کسی کو صدر نہ مان لیں گے، پانچ آدمیوں کی مجلس بھی کوئی صحیح کام نہ کر سکے گی......

فوج ترتیب دیتے ہوئے تو دس آدمیوں کو بھی بغیر ایک افسر کی نہیں چھوڑتے اور اس کی اطاعت ماتحتوں کے لیے فرض سمجھتے ہو اور یقین کرتے ہو کہ بغیر اس کے فوج کا نظام باقی نہیں رہ سکتا...... پانچ دس آدمی بھی اگر بغیر امیر کے کام نہیں کر سکتے تو قومیں کیوں کر بلا امیر اپنے فرائض انجام دے سکتی ہیں۔ اس سے بھی سادہ تر مثال یہ ہے کہ اپنے اپنے گھروں اور خاندانوں کو دیکھو، خود تمہارا گھر بھی ایک چھوٹی سی آبادی ہے۔ اگر بیوی تمہارا حکم نہ مانے تو تم کیوں بگڑتے ہو۔ اگر گھر کے لوگ تمہارے کہنے پر نہ چلیں تو تم کیوں لڑتے ہو۔ تم کہتے ہو کہ فلاں گھر میں امن و نظام نہیں، روزانہ خانہ جنگی ہوتی رہتی ہے۔ یہ سب کچھ کیوں ہے......؟ نہ صرف اس لیے کہ کوئی جماعت امن و نظم پا نہیں سکتی جب تک کہ اس کا کوئی امیر نہ ہو۔ گھر اور خاندان بھی ایک چھوٹی سی جماعت ہے۔ تم گھر کے بڑے ہو یعنی امیر، پس گھر کی عافیت اور انتظام و کامیابی اس پر موقوف ہے کہ سب تمہاری سنیں اور تمہارے کہنے پر چلیں تو پھر اسلام بھی یہی کہتا ہے کہ اقوام عالم کا نظم وضبط اس وقت تک ہو نہیں سکتا جب تک کہ ایک امیر وصدر خلیفہ وحاکم مرکزی نہ ہو اور اس کی اطاعت نہ کی جائے۔

جغرافیائی مرکزیت

کوئی قوم زندہ نہیں رہ سکتی جب تک اس کا کوئی ارضی مرکز نہ ہو...... کوئی تعلیم باقی نہیں رہ

سکتی جب تک اس کی ایک قائم و جاری درس گاہ نہ ہو...... کوئی دریا جاری نہیں رہ سکتا جب تک ایک محفوظ سرچشمہ سے اس کا لگاؤ نہ ہو۔

نظام شمسی کا ہر ستارہ، روشنی اور حرارت صرف اپنے مرکز شمسی ہی سے حاصل کرتا ہے اسی کی بالاتر جاذبیت ہے جس نے یہ پورا معلق کارخانہ سنبھال رکھا ہے...... یہی قانون الٰہی ہے جس پر اس کی شریعت کے تمام جماعتی احکام مبنی ہیں۔ پس جس طرح اسلام نے امت کے بقاء اور حق و ہدایت کے لیے ہر طرح کے مرکز قرار دیئے ضرور تھا کہ ایک ارضی مرکز بھی قیامت تک کے لیے قرار دے دیا جائے...... اسلام نے اس غرض سے سرزمینِ حجاز کو منتخب فرمایا۔ یہی نافِ زمین کی آخری اور دائمی ہدایت و سعادت کے لئے مرکزی سرچشمہ اور روحانی درسگاہ قرار پائی اور چونکہ سرزمینِ حجاز جزیرہ عرب میں واقع تھی، وہی اسلام کا اولین وطن رہی۔ اس کا سب سے پہلا یہی سرچشمہ تھا اس لیے ضرور تھا کہ اسلامی مرکز کے قریبی گردوپیش کا بھی وہی حکم ہوتا جو اصل مرکز کا تھا۔ لہٰذا یہ تمام سرزمین بھی جو حجاز کی وادی غیر ذی زرع کو گھیرے ہوئے ہے اس حکم میں داخل ہو گئی۔

ذالک تقدیر العزیز العلیم . (۳۶:۳۸)

مرکزی ارض سے مقصود یہ ہے کہ اسلام کی دعوت ایک عالمگیر اور دنیا کی بین المللی دعوت تھی۔ وہ کسی خاص ملک اور قوم میں محدود نہ تھی۔ مسلمانوں کی قومیت کے اجزاء تمام کرہ ارض میں بکھر جانے اور پھیل جانے والے تھے۔ پس ان بکھرے ہوئے اجزاء کو ایک دائمی متحدہ قومیت کی ترکیب میں قائم رکھنے کے لیے ضروری تھا کہ کوئی ایک مقام ایسا مخصوص کر دیا جاتا جو ان تمام متفرق و منتشر اجزاء کے لیے اتحاد و انضمام کا مرکزی نقطہ ہوتا۔ سارے بکھرے ہوئے اجزاء وہاں پہنچ کر سمٹ جاتے۔ تمام پھیلی ہوئی شاخیں وہاں اکٹھی ہو کر جڑ جاتیں۔ ہر شاخ کو اس جڑ سے زندگی ملتی، ہر نہر اس سرچشمہ سے سیراب ہوتی، ہر ستارہ اس سورج سے روشنی اور گرمی لیتا، ہر دوری اس سے قرب پاتی، ہر فصل کو اس سے مواصلات ملتی اور ہر انتشار کو اس سے اتحاد و یگانگی حاصل ہوتی۔ تاکہ وہی مقام تمام امت کی تعلیم و ہدایت کے لیے ایک وسطی درس گاہ کا کام دیتا۔ وہی تمام کرہ ارض کی پھیلی ہوئی کثرت کے لئے نقطۂ وحدت ہوتا۔ ساری دنیا ٹھنڈی پڑ جاتی پر اس کی تنویر کبھی نہ بجھتی۔ ساری دنیا تاریک ہو جاتی مگر اس کی روشنی گل نہ ہوتی۔ اگر تمام دنیا اولادِ آدم کے باہمی جنگ و جدال اور فتنہ و

فساد سے خونریزی کا دوزخ بن جاتی' پھر بھی ایک گوشۂ قدس ایسا رہتا جو ہمیشہ امن وصحت کا بہشت ہوتا اور انسانی فتنہ وفساد کی پرچھائیں بھی وہاں نہ پڑ سکتیں۔

اس کا ایک ایک چپہ مقدس ہوتا' اس کا ایک ایک کونہ خدا کے نام پر محترم ہوتا۔ اس کا ایک ایک ذرہ اس کے جلال وقدوسیت کی جلوہ گاہ ہوتا۔ خونریز اور سرکش انسان ہر مقام کو اپنے ظلم وفساد کی نجاست سے آلودہ کر سکتا' پر اس کی فضاء مقدس ہمیشہ پاک ومحفوظ رہتی اور جب زمین کے ہر گوشے میں انسانی سرکشی اپنی مجرمانہ خداوندی کا اعلان کرتی تو وہاں خدا کی سچی عبادت کا تخت عظمت وجلال بچھ جاتا اور اس کا ظل عاطفت تمام بندگانِ حق کو اپنی طرف کھینچ بلاتا...... دنیا پر کفر وشرک کے جماؤ اور اٹھان کا کیسا ہی سخت اور برا وقت آ جاتا مگر سچی توحید اور بے جیل خدا پرستی کا وہ ایک ایسا گھر ہوتا جہاں خدا اور اس کی صداقت کے سوا نہ کسی خیال کی پہنچ ہوتی نہ کسی صدا کی گونج اٹھ سکتی۔ وہ انسان کی پچھلی نسل کے لیے ایک مشترک اور عالمگیر گھر ہوتا۔ کٹ کٹ کر قومیں وہاں جڑتیں اور بکھر بکھر کے نسلیں وہاں سمٹتیں' پرند جس طرح اپنے آشیانوں کی طرف اڑتے ہیں اور پروانوں کو تم نے دیکھا کہ روشنی کی طرف دوڑتے ہیں' ٹھیک اسی طرح انسانوں کے گروہ اور قوموں کے قافلے اس کی طرف دوڑتے اور زمین کی خشکی وتری کی وہ ساری راہیں جو اس تک پہنچ سکتیں وہ ہمیشہ مسافروں اور قافلوں سے بھری رہتیں۔

دنیا بھر کے زخمی دل وہاں پہنچتے اور شفا اور تندرستی کا مرہم پاتے۔ بے قرار ومضطرب روحوں کے لئے اس کے آغوشِ کرم میں آرام وسکون کی ٹھنڈک ہوتی۔ گناہوں کی کثافتوں سے آلودہ جسم وہاں لائے جاتے اور محرومی اور نامرادی کی مایوسیوں سے گھائل دل چیختے اور تڑپتے ہوئے اس کی جانب دوڑتے' تو اس کی پاک ہوا امید ومراد کی عطر بیزی سے مشک بار ہو جاتی۔ اس کے پہاڑوں کی چوٹیاں خدا کی محبت وبخشش کے بادلوں میں چھپ جاتیں اور اس کی مقدس فضا میں رحمت کے فرشتے غول درغول اتر کر اپنی معصوم مسکراہٹ اور اپنے پاک نغموں کے ساتھ مغفرت اور قبولیت کی بشارتیں بانٹتے۔

شاخوں کی شادابی جڑ پر موقوف ہے۔ درختوں کی اگر جڑ سلامت ہے تو شاخوں اور پتوں کے مرجھا جانے سے باغ اجڑ نہیں سکتا۔ دس ٹہنیاں کاٹ دی جائیں گی تو بیس نئی نکل آئیں گی۔ اس

طرح قوم کا مرکز ارضی اگر محفوظ ہے تو اس کے بکھرے ہوئے ٹکڑوں کی بربادی سے قوم نہیں مٹ سکتی۔ سارے ٹکڑے مٹ جائیں' اگر مرکز باقی ہے تو پھر نئی نئی شاخیں بھی پھوٹیں گی اور نئی نئی زندگیاں بھی ابھریں گی۔ پھر جس طرح مسلمانوں کے مجموعی دائرہ کے لیے خلیفہ وامام کے وجود کو مرکز ٹھہرایا گیا' اسی طرح ان کی ارضی وسعت وانتشار کے لیے عبادت کدہ ابراہیمی کا کعبۃ اللہ اس کی سرزمین حجاز اور اس کا ملک جزیرہ عرب' دائمی مرکز قرار پایا۔

......☆......

فکری وحدت اور فکری مرکزیت

قرآن کہتا ہے اقتدار اعلیٰ وقوتِ حاکمہ صرف خدا کے لیے مانی جائے۔ اس کے سوا کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ اس کے سامنے سرِ نیاز خم کیا جائے اور اپنی پیشانیوں کو جھکایا جائے۔ وہی وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے۔ صرف وہ ایک ہی اس لائق ہے کہ اس کے لیے قوتِ حاکمہ اور اقتدارِ اعلیٰ مانا جائے۔ وہی ایک صرف اس قابل ہے کہ بنی نوعِ انسان کے دلوں پر حکومت کرے۔ وہی اس کا مستحق ہے کہ جبینِ نیاز اور سرِ عجز اس کے سامنے خم کیا جائے۔ دل ودماغ میں صرف اس کا خوف سمائے۔ امیدیں اسی سے وابستہ کی جائیں۔ حاکم وبادشاہ' شہنشاہ' واضع قانون' شارع اور قانون ساز صرف اس کو مانا جائے۔ ماننے کے لائق اور تسلیم کے قابل صرف اس کا قانون ہوسکتا ہے...... صرف اس کے لیے جانی ومالی قربانی کی جائے...... ایثار وفداکاری کے لائق صرف وہی ہے...... وہی ہے جس سے محبت کی جائے اور دل لگایا جائے...... اسی سے ڈرایا جائے...... اس کے سوا کوئی پناہ گاہ نہیں۔ کوئی ماویٰ وملجا نہیں...... اس کے سوا کوئی نہیں جو نفع پہنچا سکے یا ضرر دے سکے...... وہ جس کو ضرر دینا چاہے تو کوئی طاقت اس کو روکنے والی نہیں...... اگر وہ کسی کو نفع پہنچانا چاہے تو کوئی اس کے ہاتھ روک نہیں سکتا...... وہی الٰہ ہے۔ وہی معبود' وہی رب' وہی حاکم' **الا لہ الحکم والامر** ' خبردار اس کے لیے حکومت ہے اور اسی کا امر قابل قبول ہے' کوئی نہیں جس کا حکم مانا جائے' کوئی نہیں جس کا امر تسلیم کیا جائے' انسان کے ظاہر وباطن پر صرف اسی کی حکمرانی ہے...... وہ کہتا ہے'' جب تم دیکھتے ہو کہ تمہارے وجود کے اندر اور باہر عالم تکوین میں صرف اسی کی حکمرانی ہے تو پھر تمہارے قلوب' اعمال' افعال اور کاروبارِ زندگی میں اسی کی حکمرانی کیوں نہ ہو''...... وہ کہتا ہے' دنیا

مختلف قسم کے الٰہ و معبود بنالیتی ہے۔ کہیں انسانی استبداد و استبعاد کے وہ مہیب بت ہیں' جنہوں نے اپنی غلامی کی زنجیروں سے خدا کے بندوں کو جکڑ رکھا ہے اور ان کی قوت شیطانی کے مظاہر کبھی حکومتوں کے جبر و تسلط کی صورت میں' کبھی دولت و مال میں' کبھی عزت و جاہ کے غرور میں' کبھی جماعتوں کی رہنمائی و حکمرانی کے ادعاء میں' کبھی علم و فضل اور کبھی زہد و تقویٰ کے گھمنڈ میں غرض مختلف شکلوں میں اور مختلف ناموں سے اللہ کے بندوں کو اللہ سے چھیننا چاہتے ہیں۔ اس کے علاوہ کہیں چاندی اور سونے کے ڈھیروں کے بت' کہیں قیمتی کپڑوں' موٹروں اور ہوٹلوں اور کوٹھیوں کے بت' اس میں لیڈروں و حکام کے بت ہیں اور کہیں پیروں' مولویوں' پیشواؤں اور رہنماؤں کے بت ہیں تو کہیں خواہشاتِ نفسانی کے بت ہیں۔ رسولِ عربیؐ کے وقت میں تو تین سو ساٹھ بت تھے جن سے بیت خلیل کی دیواریں چھپ گئی تھیں لیکن آج ان کی امت میں تو ہر چمکیلی ہستی لات اور منات کی قائم مقام ہے اور ہر حاکم' ہر رئیس اور سب سے آخر مگر سب سے پہلے ہر خوش لباس لیڈر ایک بت کا حکم رکھتا ہے۔ پوری ملت موحدا نہی کی پوجا و پرستش میں مشغول ہے۔ پس قرآن کہتا ہے' یہ سب کچھ جو تم کر رہے ہو' شرک ہے اور کفر ہے۔ یہ اس کی صفات میں ساجھی ٹھہراتا ہے اور اس کی حاکمیت میں غیروں کو سہیم و حصہ دار بناتا ہے جس کا مٹانا قرآن کا اولین فرض ہے۔

کیا دنیا بھول گئی کہ مسلمان نے اپنے رسول ﷺ اور خلفائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے ناموں سے پکارا اور اپنے خلفاء کو بات چیت پر ٹوکا۔ ان پر سخت اعتراض کیے۔ ان کو خطبہ دیتے ہوئے روک دیا اور اس وقت تک خطبہ نہیں دینے دیا جب تک خلیفہ اپنی صفائی نہیں پیش کر چکے۔ اپنے خلفاء کو تلوار کی دھار' نیزہ کی اَنی اور تیر کے پھل سے درست کرنے کی دھمکی دی اور خلفا نے ان باتوں پر بجائے ناراض ہونے کے فخر کیا اور خوشی کا اظہار کرتے ہوئے خدا کا شکر ادا کیا کہ الحمد للہ ایسے حق گو امت میں موجود ہیں لیکن اس کے مقابلے میں آج بادشاہوں اور ریاستوں کو چھوڑ کر صرف اپنی قوم کے ان لوگوں کو دیکھو جن کے پاس جائیداد کا کوئی حصہ یا چاندی سونے کا کچھ حصہ جمع ہو گیا ہو۔ ان میں بہت سے لوگ دولت کو تمام فضیلتوں کا منبع قرار دیتے ہیں اور.......... اس لیے لیڈر ہیں۔ پیشوائی کے مدعی ہیں۔ ان میں بہت سے فراعنہ اور نمارد ہ تم کو ایسے ملیں گے جن کا نام اگر ان خطابوں سے الگ کر کے زبان سے نکالا جائے جو ان کے شیطانی خبث و غرور نے گھڑ

لیے ہیں یا حکومت کی خوشامد و غلامی کا صطباغ لے کر حاصل کیے ہیں تو ان کے چہرے مارے غضب کے درندوں کی طرح خونخوار ہو جاتے ہیں اور چار پایوں کی طرح ہیجان وغصہ اور غلاظت کو روک نہیں سکتے۔ اس بدترین نسل فراعنہ سے کوئی نہیں پوچھتا کہ یہ کیا نمرودیت وفرعونیت وشیطانیت ہے۔ کیا ہے جس نے ان کے نفسوں کو مغرور کر دیا ہے اور وہ کونسا ورثہ عظمت وجلال ہے جو تکبر اور غرور کی طرح ان کو اپنے مورث اعلیٰ فرعون اور نمرود سے ملا ہے۔ اگر دولت کا گھمنڈ ہے تو مجھے اس میں شک ہے کہ ان کے پاس جہل کی طرح دولت بھی کثیر ہے اور اگر ان پرستاروں اور مصاحبوں کا انہیں غرور ہے جو غلامی اور دولت پرستی کے کیڑے ہیں تو میں یہ باور کرنے کے لیے کوئی وجہ نہیں پاتا کہ دنیا کے مغرور و مستبد بادشاہوں سے بھی بڑھ کر اپنے پرستاروں اور غلامی کا حلقہ ارد گرد دیکھتے ہیں۔ بہرحال کچھ بھی ہو مگر میری آواز کا ہر سامع آج انہیں ان کو قوت کی ناکامی کا پیام پہنچادے۔ اب ان کی تباہی و بربادی کا آخری وقت آ گیا۔ وہ دنیا جس نے بحر احمر میں فرعون اور اس کے ساتھیوں کو غرق ہوتے دیکھا تھا اور اس طرح کے ان گنت تماشے ہزاروں بار دیکھ چکی ہے' وقت آ گیا ہے کہ ہندوستان کے اندر بحر حریت وصداقت میں جس کی موجیں نہ صرف نام ہی کو نہیں بلکہ حقیقت میں بھی احمر ہوں گی' ان مغرور لیڈروں کے غرق ہونے کا تماشہ دیکھ لے گی۔ وہ وقت دور نہیں جبکہ ان کے اور ان کے مصاحبوں کے لیے آتش کدے تیار ہوں گے اور ان کے خاکستر کو تند و تیز ہوا کے جھونکوں میں اڑتے ہوئے دیکھے گی۔

آج ارض وسماء' بحر و بر' فضائے آسمانی اور خلاء سلطانی میں ان کی ہلاکت و بربادی کی آندھیاں چل رہی ہیں اور مرد مومن کی چشم بصیرت کو یہ تمام تماشۂ انقلاب امم واستبدال دول واقوام کا نظر آ رہا ہے۔ اس کی آنکھیں وہ سب کچھ دیکھ رہی ہیں کہ جو ان کی بربادی و تباہی کا سامان ہو رہا ہے۔ آج کی رفتار' دریا کی روانی' لیل ونہار کی گردش' اقوام وملل کے تغیرات اور گردشِ زمانہ کی حرکت افراد واشخاص کے نفسیاتی تمول' اذہان وقلوب کے میلانات' طبائع انسانی کے رجحانات یہ سب بتا رہے ہیں کہ نماردہ فراعنہ دورِ حاضر کی ہلاکت وفلاکت' تباہی و بربادی' خسروان ومغفوریت کا وقت بالکل قریب آ چکا ہے۔ وہ وقت دور نہیں جبکہ ان کی دولت و مال اور عز و جاہ کے جنازے نکلیں گے اور یہ صفحۂ ہستی سے یوں مٹائے جائیں گے کہ تاریخ عالم میں ان کے افسانے رہ جائیں گے' اور نام و

نشان باقی نہ رہیں گے۔ان کی اس تباہی و بربادی پر کوئی نوحہ و ماتم کرنے والا نہ ہوگا۔نہ زمین ان پر ترس کھائے گی اور نہ ہی آسمان روئے گا۔

مومن و مسلم ہستی وہ ہے جو صرف ایک ہی کی محکوم ہے،اس کے گلے میں محکومی کی ایک بوجھل زنجیر ضرور ہے،پر مختلف سمتوں میں کھینچنے والی بہت سی ہلکی زنجیریں نہیں ہیں...... وہ ماں باپ کی اطاعت اور فرمانبرداری کرتا ہے کیونکہ اس کے ایک ہی حاکم نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے...... وہ دوستوں سے محبت رکھتا ہے کیونکہ اسے رفیقوں اور ساتھیوں کے ساتھ سچے برتاؤ کی تلقین کی گئی ہے...... وہ اپنے سے ہر بزرگ اور بڑے کا ادب ملحوظ رکھتا ہے کیونکہ اس کے ادب آموز حقیقی نے ایسے ہی بتایا ہے۔وہ پادشاہوں اور حاکموں کا حکم بھی مانتا ہے کیوں کہ حاکموں کے ماننے سے اسے نہیں روکا گیا ہے جو اس کے حاکم حقیقی کے حکم کے خلاف نہ ہو...... وہ دنیا کے ایسے پادشاہوں کی اطاعت کرتا ہے جو اس کی آسمانی پادشاہت کی اطاعت کرتے ہیں کیونکہ اسے تعلیم دی گئی ہے کہ وہ ہمیشہ ہی ایسا کرے لیکن یہ سب کچھ جو وہ کرتا ہے تو اس لیے نہیں کرتا کہ سب کے لئے کوئی حکم ماننا اور ان کو جھکنے کی جگہ سمجھتا ہے بلکہ صرف اس لیے کہ اطاعت ایک ہی کے لیے ہے اور حکم صرف ایک ہی کا ہے۔جب اس ایک ہی حکم دینے والے نے ان سب باتوں کا حکم دے دیا تو ضرور ہے کہ خدا کے لیے ان سب بندوں کو بھی مانا جائے اور اللہ کی اطاعت کی خاطر وہ اس کے بندوں کا بھی مطیع ہو جائے۔

......☆......

کارساز قدرت کی بھی کیا کرشمہ سازیاں ہیں۔کچھ خاک امید کی لی اور کچھ خاکستر حسرت کی،دونوں کی آمیزش سے ایک پتلا بنایا اور انسان نام رکھ کر اس ہنگامہ زار ارضی میں بھیج دیا۔وہ کبھی امید کی روشنی سے شگفتہ ہوتا ہے،کبھی ناامیدی کی تاریکی سے گھبرا جاتا ہے۔کبھی ولولوں کی بہار میں زمزمہ ساز نغمہ انبساط ہوتا ہے اور کبھی حسرت و افسوس کی خزاں میں امیدوں کے پژمردہ پتوں کو گنتا ہے،کبھی ہنستا ہے اور کبھی ڈرتا ہے۔کبھی رقص نشاط اور کبھی سینہ ماتم ایک ہاتھ سے جمع کرتا ہے اور دوسرے سے کھوتا ہے۔

سراپا رہن عشق و ناگزیر الفت ہستی
عبادت برق کی کرتا ہوں اور افسوس حاصل کا

پس اے ساکنانِ غفلت آبادِ ہستی! وائے رہروانِ سفر مدہوشی و فراموشی! مجھے بتلاؤ کہ تمہاری ہستی کی حقیقت اگر یہ نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے؟ اور اے نیرنگ آرائی تماشہ گاہ عالم کیا یہ ہنگامہ حیات یہ شورش زندگی یہ رستخیز کشاکش ہستی تو نے صرف اتنے ہی کے لئے بنائی ہے۔

کمند کوتہ و بازوئے سست و بام بلند
ہمن حوالہ و نومیدیم گنہ گیرند

ربنا ما خلقت هذا باطلا.

☆

موسم بہار زندگی و شگفتگی کا موسم ہوتا ہے اور انسان کے اندر رگوں میں دوڑنے والے خون سے لے کر درختوں کی شاخوں اور ٹہنیوں تک ہر چیز میں جوش حیات اور ولولہ انبساط پیدا ہو جاتا ہے۔ یہی حال ان قوموں کا ہوتا ہے وہ جب اپنے دور امید سے گزرتی ہیں تمام دنیا ان کے لئے ایک بہشت امید بن جاتی ہے اور اس کی ہر آواز ان کے کانوں کے لئے ایک ترانہ امید کا کام دیتی ہے۔ وہ اپنے اندر دیکھتے ہیں تو دل کا ہر کونہ امیدوں اور ولولوں کا آشیانہ نظر آتا ہے اور باہر نظر ڈالتے ہیں تو دنیا کا کوئی حصہ عروس امید کی مسکراہٹ سے خالی نہیں ہوتا۔ اس طلسم زار ہست و نیست میں انسان سے باہر نہ غم کا وجود ہے اور نہ خوشی کا۔ زندگی کی تمام کامیابیاں اور مسرتیں دراصل دل کی عشرت کامیوں سے ہیں۔ جب تک آپ کے دل کے طاق مخفی میں امید کا چراغ روشن ہے اس وقت تک دنیا بھی عیش و مسرت کی روشنی سے خالی نہیں۔ لیکن اگر بادِ صرصر نامرادی کا کوئی جھونکا وہاں تک پہنچ گیا تو پھر خواہ آفتاب نصف النہار پر درخشاں کیوں نہ ہو مگر یقین کیجئے کہ دنیا کا یہ تمام نظام منور آپ کے لیے ظلمت سرائے تاریک ہے۔

یہ وہ خوش نصیب قومیں ہیں کہ ان کے دل کے اندر امید کا چراغ روشن ہوتا ہے۔ یہ جہاں جاتے ہیں اقبال و کامرانی کی روشنی استقبال کرتی ہے چونکہ ان کے دل کے اندر سلطان امید فتح یاب ہوتا ہے اس لیے زمین کے اوپر بھی نامرادی و ناکامی کی صفوں پر فتح یاب ہوتے ہیں۔ جس ہاتھ میں امید کا علم ہو تو پھر دنیا کی کوئی قوت اس ہاتھ کو زیر نہیں کر سکتی۔ ان کی امید حسرت و آرزو نہیں ہوتی جو محض ناکامی و نامرادی کے ماتم کے لئے ہے۔ بلکہ کامیابیوں کا ایک پیغام دعوت ہے جو دل میں امید بن کر اور دل کے باہر عیش و مراد کی کامرانی و فیروز مندی کی نوید بن کر جلوہ آرا ہوتی ہے۔ لیکن اس سطح

ارضی کے اوپر جو امید کی کامبخشیوں سے خوش نصیب قوموں کے لیے عیش مراد کا ایک چمن زار نشاط ہے، وہ بدنصیب قومیں بستی ہیں جن کے دامن حیات میں امید و یاس کی بخشش کے وقت امید کے پھولوں کی جگہ صرف ناامیدی کے کانٹے ہی آتے ہیں جو خزاں کے افسردہ کن موسم کی طرح دنیا میں صرف اس لیے زندہ رہتے ہیں کہ بہار گزشتہ پر ماتم کریں اور خزاں کے جھونکوں سے اپنے درخت امید کی پت جھڑ دیکھ دیکھ کر آنسو بہائیں، وہ دنیا جو اوروں کے لیے اپنی ہر صدا میں پیغام امید رکھتی ہو ان کے لیے یکسر ماتم کدہ یاس بن جاتی ہے۔ دل جب مایوس ہو تو دنیا کی ہر چیز میں مایوسی ہے۔ ان کے دلوں میں امید کا چراغ بجھ جاتا ہے تو دل کے باہر بھی کہیں روشنی نظر نہیں آتی۔ دنیا کے وہ وسیع صحرا جن پر قدرت نے طرح طرح کی نباتاتی نعمتوں کا دسترخوان چن دیا ہے، وہ خوش نما اور عظیم الشان آبادیاں جن کو انسانی اجتماع اور مدنی نعمتوں نے زمین کے عیش و نشاط کا بہشت بنا دیا ہے، وہ عظیم الشان اور بے کنار سمندر جن پر حکمرانی کی طاقت حاصل کرنے کے بعد پھر خشکی کے ٹکڑوں پر حکمرانی کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ غرضیکہ اس زمین اور زمین پر نظر آنے والی تمام چیزیں ان سے اس طرح منہ پھیر لیتی ہیں گویا وہ اس زمین کے فرزند ہی نہیں ہیں بلکہ بڑی بڑی آبادیاں قوموں اور جماعتوں کی فاتحانہ امنگوں کا جولانگاہ ہوتی ہے تو ان بدنصیبوں کے لیے صحراؤں کے بھٹ اور پہاڑوں کے غاروں میں بھی کوئی گوشہ عافیت نہیں ہوتا۔

صحراؤں کی فضائیت، ہوا کی سنسناہٹ اور دریاؤں کی صدائے روانی اوروں کے لیے پیام امید ہوتی ہے۔ مگر ان کے کانوں میں ان سب سے نامرادی وفنا کی صدائیں اٹھ اٹھ کر طعنہ زن ہوتی رہتی ہیں۔ دنیا میں اگر بہار و خزاں، امید و یاس، شادی و غم، نغمہ و نوحہ، خندہ و گریہ اور فنا و بقا دو ہی چیزیں ہیں جن کی زمین کے بسنے والوں کو بخشش ہوئی ہے۔ تو مختصراً یوں سمجھ لیجئے کہ پہلی قوموں کو بہار و امید اور شادی و نشاط کا حصہ ملا ہے۔ اور دوسروں کو یکسر یاس و حزن نوحہ و ماتم اور گریہ و فغاں کا۔

.......☆.......

حیات امید و موت قنوط

منجملہ اس حالت کے سب سے زیادہ خطرناک گمراہی انسان کی وہ مایوسی ہے جو مصائب و آلام کا ہجوم دیکھ کر اپنے دل میں پیدا کر لیتا ہے اور اس طرح خود اپنے ہاتھوں اپنے مستقبل کے لیے

نامرادی وناکامی کی بنیاد رکھ دیتا ہے۔

مایوسی سے بڑھ کر کوئی شے انسانیت کے لیے قاتل ومہلک نہیں اور دنیا کی تمام کامرانیاں صرف امید کے قیام پر موقوف ہیں۔ یہ امید ہی ہے جس نے زمینوں پر قبضہ کیا' پہاڑوں کے اندر سے راستہ پیدا کیا' سمندر کی قہاری کو مغلوب کیا ہے اور جب چاہا ہے اس میں اپنی سواری کے مرکب چلائے ہیں اور جب چاہا اس کے کناروں کو میلوں اور فرسخوں تک خشک کر دیا ہے۔ پھر امید ہی ہے جس نے مردہ قلوب کو زندہ کیا ہے بستر مرگ سے بیماروں کو اٹھایا ہے ڈوبتوں کو کناروں تک پہنچایا ہے۔ بچوں کو جوانی کی سی تیزی سے دوڑایا ہے اور بوڑھوں کو جوانوں سے زیادہ قوی وطاقتور بنا دیا ہے۔ جب کہ قومیں جواب دے دیتی ہیں' جب کہ زمانہ منہ پھیر لیتا ہے' جب کہ زمین کے کسی گوشہ سے صدائے ہمت نہیں آتی اور جب کہ تمام اعضائے عمل جواب دے دیتے ہیں تو امید ہی فرشتہ ہوتا ہے جو مسکراتا ہوا آتا ہے' اپنے پروں کو کھولتا ہے اور اس کے سایہ میں لے کر قوت وطاقت' ہمت و مستعدی وچستی وچالاکی کی ایک روح تازہ دلوں میں پیدا کر دیتا ہے۔

دنیا کی کامیابی اعمال کا نتیجہ ہے اور اعمال کے لیے پہلی چیز امید ہے۔ جب تک انسان کے اندر امید قائم ہے' مصیبتوں اور ہلاکتوں کے عفریت بھی سامنے آ کھڑے ہوں تو بھی اس کو شکست نہیں دے سکتے۔

دنیا ایک میدانِ کارزار ہے اور جس چیز کو تم عمل کہتے ہو۔ دراصل یہ ایک حریفانہ کش مکش اور مقابلہ ہے۔ پس جس طرح جنگ میں رہنے والے سپاہیوں کو فتح وشکست سے چارہ نہیں وہ کبھی زخمی کرتے ہیں اور کبھی خود زخمی ہوتے ہیں۔ اسی طرح دنیا میں بھی جو مخلوق بستی ہے اسے کامیابی اور ناکامی اور فیروزمندی ونامرادی سے چارہ نہیں۔ کیا ضرور ہے کہ ہمیشہ ہماری تلوار اور دشمن کی گردن ہو کیوں نہ ہم اپنے سرو سینے میں بھی زخم کے نشان پائیں۔ بستر پر آرام کرنے والوں کو رونا چاہئے کہ پاؤں میں کانٹا چبھ گیا۔ لیکن سپاہی کو زخموں پر زخم کھا کر بھی اف نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ اس کی جگہ تو بستر نہیں' بلکہ میدانِ جنگ ہے۔ شکست وزخم کا خوف ہے تو میدانِ جنگ میں قدم ہی نہ رکھو اور تلواروں سے بچنا چاہتے ہو تو تمہارے لیے بہترین جگہ پھولوں کی سیج ہے۔ چلو گے ٹھوکر کھاؤ گے اور لڑو گے تو زخم سے چارہ نہیں۔ پس اگر ٹھوکر لگی ہے تو آنکھیں کھولو اور بیٹھ کر رونے کی جگہ تیزی سے

چلو کیوں کہ جتنی دیر بیٹھ کر تم نے اپنا گھٹنا سہلایا' اتنی دیر میں قافلہ اور دور نکل گیا۔

پھر اگر دشمن کی کاٹ نے زخمی کیا ہے تو بھاگتے کیوں ہو۔ مایوسی خودکشی ہے اور امید زندگی' زیادہ چابک دستی سے پیکارِ جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ کیونکہ جب تک دوسروں کو زخمی کرتے تھے زیادہ ہمت مطلوب نہ تھی لیکن زخم کھا کر تم نے معلوم کر لیا کہ دشمن توقع سے زیادہ قوی ہے اور اب پہلے سے زیادہ ہمت اور مستعدی مطلوب ہے۔

......☆......

''تذکرہ'' سے چند اقتباسات

ہمیشہ داعیانِ حق کا سب سے بڑا جرم شاہانِ ظلم و جور اور علمائے دجل و فساد کی نظروں میں یہی رہا ہے کہ دنیا ان کی طرف کیوں کھنچتی ہے؟ مگر افسوس کہ اس جرم سے وہ کسی طرح اپنے تئیں بری نہیں دکھلا سکتے۔ جس طرح بینائی رکھنے والا دیکھنے پر مجبور ہے کہ خود اپنی آنکھیں پھوڑ نہیں سکتا' اُسی طرح علمائے حق اعلان و تذکیرِ حق میں ناچار ہیں کہ خدا کی دی ہوئی زبان کو کاٹ کر پھینک نہیں دے سکتے' اور بیانِ حق کا قدرتی خاصہ یہ ہے کہ دلوں میں گھر کر لے اور ہر طرف سے انسانوں کو اپنی جانب کھینچ لے۔ ایک داعیِ حق اور واصل باللہ اگر دنیا سے کہہ بھی دے کہ میرے پیچھے نہ آؤ' جب بھی وہ اسی کے پیچھے دوڑے گی کہ جذب و انجذاب کا قانونِ الٰہی باطل نہیں ہو سکتا۔ پھر اگر لوہا مقناطیس کی جانب کھنچتا ہے' تو اس میں مقناطیس کا کیا قصور؟ یہ جرم ہے تو خدا نہ کرے اس پاک جرم کے مجرموں سے کبھی اس کی زمین خالی ہو۔

نظامِ شمسی کی طرح نظامِ انسانی کے بھی مرکز و محور ہیں' مگر تم کو اُن کا حال نہیں معلوم! تم کو اجرامِ سماویہ کا مرکز معلوم کرنے میں جب ہزاروں برس لگ گئے' تو نہیں معلوم' عالمِ انسانیت کے نظام و مراکز کے کشف کے لیے کتنا زمانہ درکار ہوگا! تاہم یہ معلوم رہے کہ ہر عہد و دور میں خدا کے چند بندے ایسے بھی ہوتے ہیں جن کا وجود ستاروں کے مرکز شمسی کی طرح تمام انسانوں کا مرکزِ محبت اور کعبۂ انجذاب ہوتا ہے اور جس طرح نظامِ شمسی کا ہر متحرک ستارہ صرف اسی لیے ہے کہ کعبۂ شمس کا طواف کرے' اسی طرح انسانوں کے گروہ اور آبادیوں کے ہجوم بھی صرف اسی لیے ہوتے ہیں کہ اس مرکزِ انسانیت اور کعبۂ ہدایت کا طواف کریں۔ زمین والوں ہی پر موقوف نہیں' آسمانوں میں بھی

صرف انہی کے ناموں کی پکار ہوتی ہے۔ بخاری کی اس حدیث کو نہیں معلوم تم نے کیا سمجھا' حالانکہ وہ تو صرف اسی حقیقت کی طرف ایک اشارہ ہے کہ اذا احب اللہ العبد قال لجبریل انی احب فلانا فاحبه ' فیحبه جبریل '(الخ) (تذکرہ)

.......☆.......

بدایونی لکھتے ہیں کہ اگر چہ ملا عبدالنبی صدر اور مخدوم الملک دونوں ایک ہی تنور کے سوختہ تھے اور صلحائے امت واہل اللہ کی اذیت ومخالفت میں ہم رنگ وآہنگ' لیکن چونکہ دنیا کے عشق نے دونوں میں رقابت کا رشتہ قائم کر دیا تھا' اس لیے خود بھی ہمیشہ لڑتے جھگڑتے رہتے اور آپس کی ٹکریں برابر چلتی رہتیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ان آپس کی ٹکروں ہی سے دونوں پاش پاش ہو گئے۔ اذا تعارضاتسا قطا کسی دوسرے ہاتھ کی ضرورت ہی نہ ہوئی۔ یخربون بیوتھم بایدیھم کا منظر نظروں میں پھر گیا۔ اور یہ اس گروہ کا اولین اور لاینفک خاصہ ہے۔ سانپ اور بچھو ایک سوراخ میں جمع ہو جائیں گے' لیکن علمائے دنیا پرست کبھی ایک جا اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ کتوں کا مجمع ویسے تو خاموش رہتا ہے لیکن ادھر قصائی نے ہڈی پھینکی اور ادھر ان کے پنجے تیز اور دانت زہر آلود ہو گئے۔ یہی حال ان سگانِ دنیا کا ہے۔ ساری باتوں میں متفق ہو جا سکتے ہیں لیکن دنیا کی ہڈی جہاں سڑ رہی ہو' وہاں پہنچ کر اپنے پنجوں اور دانتوں پر قابو نہیں رکھ سکتے۔ انکا سرمایۂ نازعلمِ حق نہیں ہے جو تفرقہ مٹاتا اور اتباعِ سبلِ متفرقہ کی جگہ ایک ہی صراطِ مستقیم پر چلاتا ہے۔ بلکہ یکسر علم جدل وخلاف ہے۔ نفس پرستی اُس کی کثافت کو خمیر دیتی' اور دنیا طلبی کی آگ اُس کی ناپاکی کے بخارات کو اور زیادہ تیز کرتی رہتی ہے۔ فساق وفجار خرابات میں بھائیوں کی طرح ایک دوسرے کی تندرستی کا جامِ صحت پیتے ہیں' اور چور اور ڈاکو مل جل کر رہزنی کرتے ہیں' مگر یہ گروہ خدا کی مسجد اور زہد وعبادت کے صومعہ وخانقاہ میں بیٹھ کر بھی متحد ویک دل نہیں ہو سکتا اور ہمیشہ ایک دوسرے کو درندوں کی طرح چیرتا پھاڑتا اور پنجہ مارتا رہتا ہے۔ میکدوں میں محبت کے ترانے اور پیار اور الفت کی باتیں سننے میں آجاتی ہیں' مگر عین محرابِ مسجد کے نیچے پیشوائی وامامت کے لیے ان میں سے ہر ہاتھ دوسرے کی گردن پر بڑھتا اور خونخواری کی ہر آنکھ دوسرے بھائی کے خون پر لگی ہوتی ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے احبارِ یہود سے فرمایا تھا ''تم نے داؤد کے گھر کو ڈاکوؤں کا بھٹ بنا دیا ہے'' ڈاکوؤں کے بھٹ کا حال تو نہیں

معلوم، لیکن ہم نے مسجدوں کے صحن میں بھیڑیوں کو ایک دوسرے پر غرّاتے اور خون آشام دانت مارتے دیکھا ہے۔ بدایونی لکھتے ہیں کہ مخدوم الملک نے جب ملّا عبدالنبی کو برسرِ عروج وصدارت دیکھا، تو ان کے رد میں ایک پوری کتاب لکھ ماری۔ اور ثابت کیا کہ ان کے پیچھے نماز ہی درست نہیں، تا بصدارت و شیخ الاسلامی چہ رسد؟ باپ نے عاق کر دیا ہے، اور مزید برآں یہ کہ بواسیرِ خونی کا عارضہ ہے! خیر، پہلی دلیل تو جیسی کچھ ہے ظاہر ہے لیکن دوسری دلیل بڑی ہی دلچسپ اور پر لطف رہی۔ یارانِ ظرافت پیشہ اس کو لے اُڑے اور خوب خوب ستم ظریفیاں کی گئیں۔ اسی طرح یہ دونوں ایک دوسرے پر حملہ کرتے رہتے، اور اسی میں دونوں کی چوریاں کھلتیں اور پردے فاش ہوتے گئے۔ (تذکرہ)

......☆......

امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی تمام عمر میں اگر پاک سے پاک اور سچی سے سچی نماز پڑھی تھی، تو یقیناً وہ وہی ظہر کی نماز تھی۔ ان کی تمام عمر کی وہ نمازیں ایک طرف جو دجلہ کے پانی سے پاک کی گئیں تھیں، اور وہ چند گھڑیوں کی عبادت ایک طرف جس کو راہِ ثباتِ حق میں بہنے والے خون نے مقدس و مطہر کر دیا تھا! سبحان اللہ! جس کے عشق میں چار چار بوجھل بیڑیاں پاؤں میں پہن لی تھیں، جسؒ کی خاطر سارا جسم زخموں سے چور اور خون سے رنگین ہو رہا تھا، اسی کے آگے جبینِ نیاز جھکی ہوئی! اسی کے ذکر میں قلب ولسان لذت یابِ تسبیح وتحمید! اسی کے جلوۂ جمال میں چشمِ شوق وقفِ نظارہ و دید! اور اُسی کی یاد میں روحِ مضطر محو وسرشارِ عشق وخود فراموشی!

یوں عبادت ہو تو زاہد ہیں عبادت کے مزے

اور یہ جو امامِ موصوف نے افطار سے انکار کر دیا اور نماز کا وقت آیا تو بہ اول وقت و بجماعت ادا کرنے سے باز نہ آئے، حالانکہ جسم زخموں سے چُور اور پیٹھ کا خون پاؤں تک بہہ رہا تھا، تو اب بتلاؤ کہ وہ تمہارا رخصت والا معاملہ کیا ہوا؟ کیا ایسی حالت میں رخصت نہ تھی۔ کہ روزہ کھول دیتے اور نماز کے لئے اس قدر توقف کر جاتے کہ زخموں پر مرہم تو لگا دیا جاتا؟ اور اگر تم اس عالم میں ہو کہ امن وفراغت اور طاقت وفرصت کی حالت میں بھی مصائب وخطرات سے بچنے کیلئے دعوت الی الحق کو ترک وملتوی اور عزم وثباتِ حق سے انحراف کیا جا سکتا ہے، اور تمہارے نزدیک مصلحت و

رخصت اسی میں ہے کہ بطلان وضلالت کے آگے سر جھکا دیا جائے' تو خدارا بتلاؤ کہ یہ عالم کونسا تھا! کبھی اِس عالم کی بھی کوئی خبر تم تک پہنچی ہے؟

یاراں خبر دہید کہ ایں جلوہ گاہِ کیست؟

افسوس! حیلہ جوئی و بہانہ سازی کا نام تمہاری بولی میں رخصت ہے' اور ہمت کی موت اور ایمان کی جان کنی کو تمہاری بستی میں مصلحت بینی اور دانشمندی کے لقب سے پکارا جاتا ہے۔ تم کو اس عالم کی کیا خبر؟ اقلیمِ عزائم اور ہمت آبادِ عشق کے معاملات تمہارے وہم وگمان سے بھی بالاتر ہیں۔ تمہارے لیے یہی بہت ہے کہ کسی نہ کسی طرح اپنے ایمان کی بچی بچائی اور نچی کھچی پونجی بچالے جاؤ اگرچہ اس کی بھی امید نہیں۔

تو اے گردِ توہّم! شوکتِ دریا چہ میدانی؟
اسیرِ عذرِ لنگی ' وسعتِ صحرا چہ میدانی؟

(تذکرہ)

......☆......

بڑوں بڑوں کا عذر یہ ہوتا ہے کہ وقت ساتھ نہیں دیتا اور سروسامان واسباب کارفراہم نہیں۔ لیکن وقت کا عازم وفاتح اٹھتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر وقت ساتھ نہیں دیتا' تو میں اس کو ساتھ لوں گا' اگر سروسامان نہیں تو اپنے ہاتھوں سے تیار کرلوں گا۔ اگر زمین موافق نہیں تو آسمان کو اترنا چاہیے۔ اگر آدمی نہیں ملتے' تو فرشتوں کو ساتھ دینا چاہیے۔ اگر انسانوں کی زبانیں گونگی ہوگئی ہیں' تو پتھروں کو چیخنا چاہیے۔ اگر ساتھ چلنے والے نہیں' تو کیا مضائقہ! درختوں کو دوڑنا چاہیے۔ اگر دشمن بیشمار ہیں' تو آسمان کی بجلیوں کی بھی کوئی گنتی نہیں۔ اگر رکاوٹیں اور مشکلیں بہت ہیں' تو پہاڑوں اور طوفانوں کو کیا ہوگیا کہ راہ صاف نہیں کرتے؟ وہ زمانہ کا مخلوق نہیں ہوتا کہ زمانہ اس سے اپنی چاکرائی کرائے۔ وہ وقت کا خالق اور عہد کا پالنے والا ہوتا ہے' اور زمانے کے حکموں پر نہیں چلتا' بلکہ زمانہ آتا ہے' تا اُس کی جنبشِ لب کا انتظار کرے۔ وہ دنیا پر اس لیے نظر نہیں ڈالتا کہ کیا کیا ہے' جس سے دامن بھرلوں! وہ یہ دیکھنے کے لیے آتا ہے کہ کیا کیا نہیں ہے' جس کو پورا کردوں۔ اُس کا ملیۂ خمیر بخشش ونوال ہے' طلب وسوال نہیں۔ اُس کی نظریں طاق کی بلندی نہیں ناپتیں' ہمیشہ اپنے ہاتھ کی

رسائی اور قد کی بلندی دیکھتی رہتی ہیں۔ اُس کا فغانِ عجز و نا امیدی یہ نہیں ہوتا:

کمند کوتہ و بازوئے سست و بامِ بلند
بمن حوالہ و نومیدیم گنہ گیرند

ستاروں سے تمام فضائے سمائی بھری پڑی ہے، لیکن دُمدار ستارے ہمیشہ طلوع نہیں ہوتے، یہی حال اصحابِ عزائم کا بھی ہے۔ وہ کائناتِ ہستی کا ایک بالکل الگ گوشہ ہے اور وہاں کے احکام و قوانین کو دنیا کے اعمالِ عادیہ پر قیاس کرنا غلطی ہے۔ اُن کی قوتیں الٰہی، اُن کے وسائل غیر مختم، ان کی ترقیاں لازوال، اور اُن کے تمام طریقے غیر مختم ہوتے ہیں۔ اللہ کی حکمت و ربوبیت اُن کو تمام خلق اللہ میں چُن لیتی اور بحکمِ واللہ یختص برحمتہ من یشاء اپنی رحمتوں اور ربوبیتوں کے عجائب و خوارق اُن کے لئے مخصوص کر دیتی ہے۔ پھر اُن کے معاملات میں نہ تو کسی دوسرے کا ساجھا ہوتا ہے، نہ کسی مدعی کی وہاں تک رسائی۔

اولئک قوم لما دعوا اجیبوا، ولما اجیبوا احبوا، ولما احبوا اخلصوا، ولما اخلصوا استخلصوا، صدقت منهم الضمائر، فصفت منهم السرائر، وصاروا صفوة الله فی ارضه، ففاضت علیهم انواره، وامتلاءت قلوبهم من اسراره.

(''تذکرہ'' سے ماخوذ)

......☆......

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا مقام و مرتبہ

بلا تکلف مگر خیر خواہانہ عرض کرتا ہوں کہ روافض کی چیرہ دستیوں کے ردِّ عمل کے طور پر ہمارے بہت سے نوجوان حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے نقائص و عیوب تلاش کرنے لگے ہیں، اور چونکہ علمی اشکالات تو ہر جگہ پیش آتے ہیں، اس لئے جس طرح روافض حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے بارے میں کچھ نہ کچھ تلاش کرتے رہتے ہیں، اسی طرح ہمارا یہ نوجوان طبقہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں بھی کچھ نہ کچھ ڈھونڈتا رہتا ہے، اور چونکہ دل میں کدورت و نفرت کی گرہ بیٹھ گئی ہے، اس لئے انہیں ان اشکالات کے علمی جوابات سے بھی شفا نہیں ہوتی...... حالانکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ باتفاقِ اہلسنت خلیفۂ راشد ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے بے شمار

فضائل بیان فرمائے ہیں۔ علاوہ ازیں خود حضرات شیخین رضی اللہ عنہما نے مدۃ العمر ان سے محبت و اکرام کا برتاؤ کیا ہے۔ گویا ہمارے جوشیلے نوجوان رفض کے ردّ عمل کے طور پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جو نقائص چن چن کر جمع کرتے ہیں وہ نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک لائق توجہ تھے نہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی نظر میں اور نہ اکابر اہلسنت کی نظر میں۔ اب ان اشکالات کے حل کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ ان مزعومہ نقائص کا ایک ایک کر کے جواب دیا جائے۔ یہ طریقہ طویل بھی ہے اور شفا بخش بھی نہیں۔ کیونکہ فطری بات ہے کہ جس شخص سے نفرت وعداوت کی گرہ بیٹھ جائے اس کی طرف سے خواہ کتنی ہی صفائی پیش کی جائے، تکدر نہیں جاتا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرات شیخین رضی اللہ عنہما اور اکابر اہلسنت رحمہم اللہ پر اعتماد کر کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنا محبوب ومطاع سمجھا جائے اور ان کے بارے میں جو اشکالات پیش آئیں انہیں اپنی فہم کا قصور سمجھا جائے، بلکہ ان اشکالات پر حتی الوسع توجہ ہی نہ کی جائے۔ اس ناکارہ کے نزدیک یہی آخر الذکر طریق پسندیدہ اور اسلم ہے۔ ان دونوں صورتوں کی مثال ایسی ہے کہ گھر کے صحن میں خس وخاشاک پڑے ہوں اور آدمی ان سے گھر کی صفائی کرنا چاہتا ہو تو ایک صورت تو یہ ہے کہ ایک ایک تنکے کو اٹھا کر باہر پھینکے۔ ظاہر ہے اس میں وقت بھی زیادہ صرف ہوگا مگر پوری صفائی پھر بھی نہیں ہوگی۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ جھاڑو لے کر تمام صحن کو صاف کر دے۔ اس میں وقت بھی زیادہ نہیں لگے گا اور صفائی بھی دیدہ زیب ہو جائے گی۔ پس میرے نزدیک مؤخر الذکر طریق ہی ایسی جھاڑو ہے جس سے شکوک وشبہات کے تمام خس وخاشاک سے سینۂ مومن کو پاک وصاف کیا جا سکتا ہے۔ یہ روایات جن کی بنیاد پر اشکالات کئے جا رہے ہیں ہمارے اکابر اہلسنت کی نظروں سے اوجھل نہیں تھیں۔ لیکن ان کے سینۂ بے کینہ میں حضرت علی یا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کی جانب سے کبھی میل نہیں آیا، اور نہ کسی نے ان بزرگوں پر زبان طعن کھولی، جی چاہتا ہے کہ ہم آپ بھی بس یہی طریق اپنائیں۔

اسی ضمن میں ایک اور ضروری گذارش کرنے کو بھی جی چاہتا ہے۔ وہ یہ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ، کو جو زمانہ ملا وہ احادیث طیبہ کی اصطلاح میں "فتنہ کا دور" کہلاتا ہے۔ اور "فتنہ" کی تعریف ہی یہ ہے کہ اس میں صورت حال مشتبہ ہو جاتی ہے اور کسی ایک جانب فیصلہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہی اشکال پیش آیا۔ کچھ حضرات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے' کچھ ان کے مقابل' کچھ غیر جانبدار' اپنے فہم واجتہاد کے مطابق جس فریق نے جس پہلو کو راجح اور اقرب الی الصواب سمجھا اسے اختیار فرمایا اور ہر فریق عنداللہ ماجور ٹھہرا' کیونکہ ان میں سے ہر شخص عنداللہ اپنے اجتہاد پر عمل کرنے کا مکلف تھا اور ہر ایک رضائے الٰہی میں کوشاں تھا۔ جب فتنہ کا یہ غبار بیٹھ گیا تو اکابر اہلسنت نے اس فتنہ کی تفصیلات میں غور وفکر اور کرید کرنے کو پسند نہیں فرمایا' بلکہ ایک مختصر سا فیصلہ محفوظ کر دیا کہ اس دور میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ خلیفۂ راشد تھے اور وہ حق پر تھے۔ باقی حضرات اپنے اپنے اجتہاد کی بناء پر معذور و ماجور ہیں...... اب ہمارے نوجوان نئے سرے سے اس دور کی تفصیلات کو کھنگال کر ان اکابر کے بارے میں "بے لاگ فیصلے" فرمانے بیٹھے ہیں۔ خود ہی انصاف کیجئے کہ جن اکابر کے سر سے یہ سارے واقعات گزرے جب وہی اس میں چکرا گئے تھے' اور ان کو صورتحال کا تجزیہ کر کے فیصلہ کرنا مشکل ہو رہا تھا تو آج چودہ صدیوں کے بعد میں اور آپ' کتابیں پڑھ پڑھ کر فیصلے کرنے بیٹھ جائیں تو کیا کسی صحیح نتیجہ پر پہنچنے کی توقع کی جا سکتی ہے۔

(اختلاف امت اور صراط مستقیم۔ مولانا یوسف لدھیانوی شہیدؒ)

مولانا عبدالشکور دین پوریؒ کے چند تقریری اقتباسات

شانِ محبوبِ خداؐ

میرا اور میرے علماء کا عقیدہ ہے کہ خدا ایک ترازو بنائے' ایک پلڑے میں میرے دلبر کو بٹھائے' ایک پلڑے میں سجاد' عُباد' زُھاد' اقطاب' اخیار' ابدال' علماء' صلحاء' اتقیاء' اصفیاء' اولیاء' جن وملک' حور وفلک' چودہ طبق' عرش وکرسی' لوح وقلم' جنت' کعبہ رکھ دے۔ ایک طرف محمد ﷺ کو بٹھا دے' ترازو کو اٹھا دے' دین پور کے علماء کا عقیدہ ہے کہ ساری کائنات کی شان کم ہے اور محمد ﷺ کی شان بلند ہے۔

آپ میرے پاس آئیں گے یا میں آؤں؟

ہمارا نبی گنبدِ خضریٰ میں ہے۔ میں نے آقا سے پوچھا آپ یہاں لاہور میں آ جائیں گے

فرمایا:

"اَلْمَدِیْنَۃُ مُھَاجِرِیْ وَفِیْھَا مَضْجَعِیْ وَمِنْھَا مَبْعَثِیْ"

میں نے مدینے میں ہجرت کی اور قیامت تک مدینے میں رہوں گا

میں نے کہا حضرت میں آؤں یا آپ آئیں گے؟ فرمایا......

"مَنْ حَجَّ الْبَیْتَ وَلَمْ یَزُرْ ...... الخ"

جو حج پر آئے اور میرے در پر نہ آئے بڑا ظالم ہے۔

میں نے پوچھا حضرت آپ آئیں گے یا میں آؤں گا؟ فرمایا......

"مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ"

جو میرے مزار کو آ کر دیکھے گا میں اسے جنت کی ٹکٹ دے دوں گا۔

حضرت! آپ ہماری مسجد میں نماز پڑھانے آئیں گے یا ہم آئیں؟ فرمایا......

"صَلٰوۃٌ فِیْ مَسْجِدِیْ ھٰذَا خَیْرٌ مِّنْ خَمْسِیْنَ اَلْفِ صَلٰوۃٍ وَفِیْمَا سِوَاہُ"

میں نے پوچھا حضرت ﷺ! آپ آئیں گے یا میں آؤں گا؟ فرمایا......

"مَنْ دُفِنَ فِیْ مَدِیْنَتِیْ فَھُوَ مِنْ جَوَارِیْ"

"جو شخص میرے مدینہ میں آ کر دفن ہو جائے وہ قیامت تک میرا پڑوسی ہے۔"

دودھ خراب ہو گیا تو کتے پئیں گے

عطاء اللہ شاہ بخاریؒ فرماتے ہیں، میں نے ایک شخص سے کہا، تیری بیٹی اتنی بڑی ہے شادی کر۔ کہنے لگا ابھی دودھ کی بو آتی ہے۔ بخاری مرحوم نے کہا اگر دودھ خراب ہو گیا تو بندے نہیں پئیں گے، پھر کتے پئیں گے۔ سمجھ لینا میں کچھ کہہ گیا ہوں۔ یہ آج کل عام بیماری ہے اس طرف توجہ نہیں ہوتی۔ تمہاری بیٹیاں بتول سے زیادہ پاک دامن ہیں؟ بی بی بتول تقریباً ۱۹ سال کی تھیں۔ بی بی فرماتی ہیں میں آٹا گوندھ رہی تھی کہ ابا آ گئے۔ فرمایا بیٹی آٹے کو چھوڑ دو اور کپڑے بدل کر ہاتھ دھو کر اندر بیٹھ جاؤ۔ ابوبکر کی بیوی آئے گی اور تجھے سنوارے گی۔ آج خدیجہ ہوتی تو تیری شادی کا مزہ کچھ اور ہی ہوتا۔ افسوس کہ میری بیٹی یتیم ہو کر جا رہی ہے۔ آنسو آ گئے خدیجہ یاد آ گئی۔ بی بی نے کہا، حضرت تنور تیار ہے، آٹا مل رہی ہوں، آپ میرے ہاتھ کی روٹی پسند کرتے ہیں، اس کا انتظام میں کر رہی ہوں۔

فرمایا بیٹی آج روٹی کھالوں تو امت سالوں دیر کرے گی۔ محمدؐ روٹی اس وقت کھائے گا جب خدا کا حکم ہو گا۔ جاگ رہے ہو؟ میں اسی نبی کا تذکرہ کررہا ہوں جس کی اس ماہِ مبارک میں آمد ہوئی۔

''شیما'' دربارِ رسالت میں

وہ دیکھو کہ ایک برقعہ پوش آ رہی ہے۔ حضورؐ پاک کھڑے ہو جاتے ہیں، کسی نے کہا حضرت یہ کون ہے؟ اس کے کپڑے میلے ہیں اور آپ کھڑے ہو گئے ہیں۔ جب وہ قریب آئی تو نبی کریمؐ نے اپنا کندھا دیا، اس نے اپنا ہاتھ رکھا۔ وہ بیٹھنے لگی، تو نبیؐ نے اپنی چادر بچھا دی۔ اس کے لبوں تک کان لے گئے۔ اس نے کہا، العطش۔ پیاس۔ ایک صحابی اٹھا۔ فرمایا بیٹھ جا میں (محمدؐ) خود خدمت کروں گا۔ دودھ لائے۔ کہنے لگی حضرت بس ملنا تھا میں جا رہی ہوں۔ دوڑ کر حضور گھر سے کھجوروں کی گٹھڑی لائے۔ خود کندھے پر اٹھائی۔ صحابہ کہنے لگے ہم اٹھائیں گے فرمایا نہیں میں مصطفیٰ خود حق ادا کروں گا۔ سنو مولویو، پیرو، آج دین سنو۔ حضورؐ نے فرمایا یہ میری اماں ہے۔ خدا کی قسم میں آپ کو تڑپانا چاہتا ہوں۔ وقت تھوڑا ہے، میں کیا تقریر کروں۔ صرف ولادت بیان کروں تو کئی گھنٹے چاہئیں۔ رات ڈھائی گھنٹے تو ایک جملے پر کھڑا رہا، اسی پر اڑا رہا، منبر پر چڑھا رہا۔ مجمع بھی سمجھدار تھا، ہوشیار تھا، بے دار تھا، خبردار تھا، آخر کراچی کا بازار تھا۔ تو عزیزانِ من توجہ فرمائیں، میں کچھ دین کی باتیں سنا رہا ہوں۔

حضور کو اطلاع ملی کہ حضرت ہم نے فلاں بستی کا محاصرہ کیا۔ وہاں ایک عورت میلے کپڑوں والی باہر نکل آئی۔ کہنے لگی تم مجھے لونڈی بناؤ گے، گرفتار کرو گے پتہ ہے میں کون ہوں؟ میرا نام شیما ہے۔ میں محمد کی بہن ہوں۔ ایسے کہتی ہے اور کہتی ہے جاؤ میرے بھائی کو کہو کہ تیری بہن آج گرفتار ہو رہی ہے۔ پتہ ہے میں کون ہوں؟ یہ جو مصطفیٰ ہیں میں ان کے نیچے اپنا دوپٹہ بچھا دیتی تھی۔ جب یہ سو جاتے تھے، تو میں پنکھا ہلاتی تھی۔ محمدؐ کو پیاس لگتی تھی تو میں دو دو میل سے پانی بھر کر لاتی تھی۔ میں بچپن میں ان کے ساتھ رہی، آج اس کی جماعت مجھے گرفتار کرتی ہے۔ کہتے ہیں جب حضورؐ کو اطلاع ملی کہ ایک عورت اس طرح کہتی ہے اور آ رہی ہے تو پیغمبر کی چادر گر پڑی۔ کھڑے ہو گئے۔ رو کر فرمایا، دوڑ کر جاؤ میری بہن کو تکلیف نہ پہنچے۔ جو کچھ کہتی ہے صحیح ہے۔ جس کو شیما کہے اس کو بھی رہا کر دو۔ بڑے اعزاز سے لاؤ، اس سے کہو جلدی آؤ، بھائی تیرے انتظار میں ہے۔ رو کر کہا

لوگو یہ تو میرا محسن گھرانہ ہے۔ میں محمدؐ ان کا احسان نہیں اتار سکتا۔ صحابہؓ کہتے ہیں ہم رو رہے تھے' حضورؐ بھی رو رہے تھے۔ فرمایا مجھے وقت یاد ہے' جب یہ اپنا دوپٹہ بچھا کر خود جاگتی تھی' اور مجھے سلاتی تھی۔ صحابہؓ کہتے ہیں کہ جب وہ قریب آئی تو حضورؐ نے استقبال فرمایا اور فرمایا شیما مجھے وہ تیری مہربانیاں یاد ہیں۔ اپنی چادر بچھا کر فرمایا' جوتی سمیت محمدؐ کی چادر پر بیٹھو۔ یہ ہمیں دین ملا ہے۔ آج کل تو بہن کو جوتے مار رہے ہیں۔ ماں کے بال نوچے جا رہے ہیں۔

......☆......

دوستو! میں اسی پیغمبر کی شان بیان کر رہا ہوں جس کی آمد سے ہمیں یہ نعمت ملی۔ ہم تو درندے تھے کب بندے تھے' گندے تھے' اندھے تھے' مصطفیٰ تجھ پر درود کہ تو نے ہمیں راہِ ہدایت دی۔ کوئی مولوی بن گیا' کوئی عالم بن گیا' آج جو بھی ہمیں مل رہا ہے مصطفیٰ کی جوتی کے صدقے مل رہا ہے۔ میں تو آج علماء کے سامنے یوں بھی کہوں گا میں اور آپ بندر اور سؤر ہو جاتے اگر حضورؐ کی دعا نہ ہوتی۔

جب حضورؐ نے داؤدؑ اور موسیٰ علیہ السلام کی امت کا حال پڑھا تو فوری کہا **اللھم لا تجعل فی امتی مسخا ولا خسفا**۔ میری امت کی شکلیں نہ بدلنا' زمین میں غرق نہ کرنا' ان کے گناہوں کو نہ دیکھنا محمدؐ کی روتی ہوئی دعاؤں کو دیکھنا۔ میں تو علماء کے سامنے یوں کہوں گا کہ قہر تیاری کرتا ہے' نبیؐ کی دعا جا کر پہرہ دیتی ہے۔ کہتی ہے' کہ قہر واپس چلا جا' یہ موسیٰ کی امت نہیں' یہ محمدؐ کی امت ہے۔ ورنہ تمہارے کرتوت...... میری مائیں بیٹھی ہیں ورنہ بتاتا۔ خدا کی قسم میں پاکستان میں ایسی جگہ پہنچا ہوں جہاں باپ بیٹی سے پکڑا گیا' بیٹا سوتیلی ماں سے پکڑا گیا۔

اس زمین پر سانپ اور اژدھے برسنے چاہئیں
برق گرنی چاہئے ' پتھر برسنے چاہئیں

ہماری بقا کی وجہ حضورؐ کی دعا ہے۔ آج بھی دعا پہرہ دے رہی ہے۔ **اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون** ۔ کبھی غلاف کو پکڑ کر کھڑے ہیں۔ یا اللہ اگر غصے میں آ کر امت کے لیے بددعا کر بیٹھوں تو دعا کو منظور نہ کرنا۔ میں برباد کرنے نہیں آیا' میں ان کو آباد کرنے آیا ہوں۔

نبیؐ تو ہمیں سب سے اعلیٰ ملا لیکن کوئی اس کی سنت کو کوڑا کرکٹ میں ڈال رہا ہے۔ کوئی

کہتا ہے اس کے یار منافق ہیں۔کوئی کہتا ہے اس کا قرآن بکری کھا گئی۔کوئی کہتا ہے احادیث غلط ہیں۔نبی سے وفاداری اچھی کر رہا ہے۔کوئی کہتا ہے مکے مدینے میں دین نہیں رہا۔کوئی کہتا ہے' محمدؐ کے مصلے والے کافر ہیں۔شاباش کل نبیؐ کے سامنے سرخرو ہو جاؤ گے؟ دعا کرو اللہ ہم سب کو نبیؐ کی گلیوں کے کتے کے پاؤں کے ذروں سے بھی عقیدت عطا فرمائے۔(آمین)

......☆......

حضرت بلالؓ کا مقام

مجھے معراج سے یہ موتی ملا' محبوب فرماتے ہیں کہ جنت کا منظر مجھے دکھایا گیا وہاں جوتی سمیت مجھے بلال ملایا گیا۔(سبحان اللہ) میں نے پوچھا یہ کون پھر رہا ہے' فرمایا دنیا اس کو کہتی ہے کہ کالا ہے۔یہ فضلِ حق تعالیٰ ہے یہ تیرا متوالا ہے۔دیکھو اس کا شان بالا ہے۔یہ بلال ہے یہ بھی محمدؐ دے نال ہے۔

کچھ لوگ کہتے ہیں سرمہ لگائیں' شاندار قسم کا پوڈر لگائیں صبح صبح شیو بنائیں زلفوں کو سجائیں۔نبی کریم ﷺ نے فرمایا او بھوریو ابولہب بھورا فی النار ہے۔بلال کالا ہے' بیڑا پار ہے۔آج امریکہ کالوں سے نفرت کرتا ہے۔کالوں کی ٹیکسیوں میں نہیں بیٹھتا۔کالوں کو قتل کرواتا ہے۔سیاہ فام' سوڈان' یوگنڈا' افریقہ والوں کا دشمن ہے۔ان کو ہوٹل میں نہیں ٹھہرنے دیتا۔میں نے مصطفیٰ کو دیکھا کہ جس صف میں خود کھڑے ہیں کالا بلال ساتھ کھڑا ہے۔میں نے آقا کو دیکھا۔معراج سننے والو۔ پہلے دودھ بلال نے پیا اس کا بچا ہوا آمنہ کے لالؐ نے پیا۔(سبحان اللہ) بلالؓ تیری تکلیف برداشت نہیں ہوتی۔میں جرأت سے بات کر رہا ہوں۔حضور سفر سے آ رہے ہیں بلال نے دیکھا تو دوڑ کر آئے۔عرض کی محبوب میں آپ کے قدموں میں چلوں گا۔آقا نے فرمایا بلال! گرمی کا وقت ہے' مدینہ دور ہے' آیئے میرے ساتھ سوار ہو جایئے' ارکب معی میری اونٹنی پر بیٹھ جاؤ۔بلالؓ نے کہا ادب ملحوظ ہے' عزت محفوظ ہے۔آپ کی اونٹنی کی دھول میرے لئے نجات بن جائے گی۔الفاظ سنو! ذمہ داری سے کہہ رہا ہوں۔اونٹنی بٹھا دی فرمایا بلال تیری تکلیف میں برداشت نہیں کرتا۔تو سوار ہوگا تو میں بھی سوار ہو جاؤں گا' تو پیدل چلے گا' تو محمد بھی اپنے غلام کے ساتھ پیدل چلے گا۔(سبحان اللہ)

......☆......

خصائلِ نبوت

نبی اشارہ کرے، تو چاند دو ٹکڑے ہو جاتا ہے۔

نبی اشارہ کرے، بارش شروع ہو جاتی ہے۔

نبی اشارہ کرے تو جلیبیب چمکنے لگتا ہے۔

نبی دعا کرے، تو عمر فاروقؓ کو اسلام مل جاتا ہے، پیغمبر سجدہ کرے تو امت بخشی جاتی ہے۔

نبی سیر کرے، تو معراج بن جاتی ہے۔

نبی گفتگو کرے، تو حدیث بن جاتی ہے۔

جو نبی کے نکاح میں آئے وہ مومنوں کی ماں بن جاتی ہے۔

نبی پیدا ہو تو مکہ مکرمہ بن جاتا ہے۔

نبی ہجرت کرے تو مدینہ منورہ بن جاتا ہے۔

نبیؐ کے جھنڈے کے نیچے آئے، تو غازی بن جاتا ہے...... مسجد میں آئے، تو نمازی بن جاتا ہے...... غلام قرآن پڑھے تو قاری بن جاتا ہے...... میدان میں نکلے تو غازی بن جاتا ہے...... کعبے کا طواف کرے تو حاجی بن جاتا ہے...... کوئی کلمہ پڑھ کر محمدؐ کا چہرہ دیکھے تو قیامت تک محمدؐ کا صحابی بن جاتا ہے۔ (سبحان اللہ)

......☆......

خدا اپنے بندوں پر مہربان ہے

ایک جملہ کہہ دوں؟ بچہ روئے تو اماں بہلاتی ہے۔ جب محمدؐ کا امتی روئے تو رحمتِ خداوندی بہلاتی ہے۔ (سبحان اللہ) میں نے ایک حدیث پڑھی ہے۔ میرے محبوبؐ فرماتے ہیں کہ جب تنہا بچہ رونے لگے، ادھر اس کی اماں کسی کام میں مصروف ہوتی ہے۔ روٹی پکا رہی ہوتی ہے۔ چکی پیس رہی ہوتی ہے، جھاڑو دے رہی ہوتی ہے، ادھر اندر سویا ہوا بچہ جاگ پڑتا ہے۔ اندر چیخنے لگتا ہے۔ ماں دور ہوتی ہے۔ بچے کی آواز بھی نہیں سن رہی۔ مگر پھر بھی کہتی ہے میری بہن یہ ذرا تم چکی پیسو۔ میری جگہ جھاڑو دو۔ میرا دودھ ابلنے لگا ہے، دودھ بہنے لگا ہے، دودھ میں کچھ اثر پیدا ہو گیا ہے۔ معلوم

ہوتا ہے کہ میرا بچہ جاگ گیا ہے۔ حضور فرماتے ہیں کہ بچہ روئے تو دودھ بے قرار ہوتا ہے' گناہگار رو پڑے تو عرش والے کی رحمت بے قرار ہو جاتی ہے۔

ننھا بچہ رو پڑے تو ماں کا دودھ ابلنے لگتا ہے۔ گناہگار رو پڑے تو اللہ کی رحمت اترنے لگتی ہے۔ (سبحان اللہ)

کبھی اس کے سامنے رو پڑا کرو۔ جو نیکی کر کے بھی خدا کے سامنے روتا ہے وہ ہنستا ہوا جنت میں جائے گا۔

......☆......

قرآن بطور سیرت مصطفیٰ ﷺ

الحمد سے والناس تک پورے قرآن کی سات منزلیں' چودہ سجدے' تیس پارے' ایک سو چودہ سورتیں' پانچ سو اکاون رکوع' چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ آیتیں' ۷۷ امدیں' ۱۲۷۴ شدیں' تین لاکھ اکیس ہزار دو سو پچاس صرف قرآن پاک کے حروف ہی نہیں یہ پیغمبر کی سیرت کے پروف نظر آتے ہیں۔

قرآن میں جہاں اللہ کی ذات وصفات کا تذکرہ ہے وہ آپ ﷺ کے عقائد ہیں۔
قرآن میں جہاں احکام کا تذکرہ ہے وہاں پیغمبر ﷺ کی عملی زندگی ہے۔
قرآن میں جہاں جنت کا تذکرہ ہے وہاں محبوب ﷺ کی رضا ہے۔
قرآن میں جہاں جہنم کا تذکرہ ہے وہ آپ ﷺ کا غصہ ہے۔
قرآن میں جہاں تعلق مع اللہ کا تذکرہ ہے آقا ﷺ کی خلوت کی زندگی ہے۔
قرآن میں جہاں تعلق مع الخلق کا ذکر ہے وہاں محبوب ﷺ کی جلوت کی زندگی ہے۔
یہ قرآن خاموش قرآن ہے' محبوب ﷺ ناطق قرآن ہے۔

ایک علم قرآن' ایک عملِ قرآن' ایک اجمالِ قرآن' ایک تفصیلِ قرآن' ایک متنِ قرآن' ایک تشریحِ قرآن' ایک ذکرِ قرآن' ایک مذکر قرآن' ایک تیس پاروں کا قرآن' ایک وہ قرآن جو آج بھی حجرۂ عائشہ میں محو استراحت ہے۔

مرزا بدشکل، بے عقل ہے

ہمارے نبی حسین، مہ جبین، دل نشین، بہترین، بالیقین، نازنین، صادق وامین، میرے رحمۃ اللعالمین، سید الاولین والآخرین، راحت العاشقین، مراد المشتاقین ہیں۔

دوسری طرف مرزا لعین، بے دین، بدترین، جہنم کا شوقین، جس کی موت لیٹرین، مرزا نبی نہیں غبی ہے، ظلی نہیں شیخ چلی ہے۔ بروزی نہیں موذی ہے، یک چشم گل ہے۔ بدشکل ہے بے عقل، نہ اصل ہے نہ نسل ہے۔

......☆......

لوگ کہتے ہیں مرزا قادیانی نبی تھا...... میں کہتا ہوں غبی تھا۔

لوگ کہتے ہیں بروزی تھا...... میں کہتا ہوں موذی تھا۔

لوگ کہتے ہیں رسول تھا...... میں کہتا ہوں فضول تھا۔

لوگ کہتے ہیں ظلی تھا...... میں کہتا ہوں شیخ چلی تھا انگریز کی بلی تھا......

پاکستان کی زمین بھی عجیب ہے، یہاں بناسپتی گھی بھی مل جاتا ہے، بناسپتی نبی بھی مل جاتا ہے۔

جو حُب دار نہیں اس کا بیڑا پار نہیں

دعا کرو اللہ تعالیٰ ہم سب کو عشق رسول ﷺ عطا فرمائے، ہماری رفتار میں، گفتار میں، کردار میں، افکار میں، لیل ونہار میں، عادات میں، تاثرات میں، جذبات میں، خیالات میں، واقعات میں، دن رات میں، حالات میں، ہر بات میں، افعال میں، اقوال میں، چال میں، خیال میں، ہر حال میں خدا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تابعداری عطا فرمائے۔ میرا عقیدہ ہے کہ جو نبی پاک کا تابعدار ہے وہ گرچہ دعویٰ نہ کرے حُب دار ہے۔ جو حُب دار ہے، اس کا بیڑہ پار ہے۔ جو پیغمبر کا غلام تابعدار نہیں لاکھ دعویٰ کرے وہ حُب دار نہیں، حُب دار نہیں تو بیڑہ پار نہیں، اس جیسا کوئی خوار نہیں۔

صدیقؓ پیغمبر کا رفیق، نبوت اس پہ شفیق

جس کو میرے آقا نے صدیق کہا وہ صدیق ہی رہے گا، وہ صدیق ہے، پیغمبر کا رفیق ہے نبوت اس پر شفیق ہے، صحابہ میں لئیق ہے، میری تحقیق ہے جو کچھ کہہ رہا ہوں بالکل ٹھیک ہے۔

دارالعلوم دیوبند اور خدمت اسلام

پورے ایشیا میں دارالعلوم دیوبند کی دینی، مذہبی، تالیفی، تصنیفی، تعلیمی، قومی، ملکی، ملی، اصلاحی اور فنی خدمات ہر شہر، ہر قصبہ، ہر دیہات میں دن رات مسلّم ہے۔

جب ہندوستان میں کفر کا طوفان تھا۔ شرک براجمان تھا۔ بدعات، رسومات، رواجات میں مبتلا انسان تھا۔ خرافات، ہزلیات، اغلوطات کا شکار مسلمان تھا۔ اسلام برائے نام تھا۔ مذہب بدنام تھا۔ ہر غلط کام تھا، عقیدہ خام تھا۔ جہالت کا اندھیرا تھا، ظلم کا بسیرا تھا، گمراہی کا ڈیرہ تھا، انگریز کی حکمرانی تھی، حکومت شیطانی تھی۔ ہر طرف حیرانی پریشانی تھی، ہر سو ویرانی تھی۔

جب علماء کو پھانسی پر لٹکایا گیا، دار ورسن پر چڑھایا گیا، دریائے شور عبور کرایا گیا، حق گو لوگوں کا سر اڑایا گیا الکفر ملة واحدة کا سماں تھا، نقشہ الحفیظ والاماں تھا۔ بڑے بڑے جاگیر دار سرمایہ دار اور زمیندار حکومت کے وفادار تھے۔ ملک کے غدار تھے، مذہب سے بیزار تھے، اعلیٰ عہدوں کے طلب گار تھے، اکثر عیار، مکار اور بے کار تھے، مناصب کے نشے میں سرشار تھے، مسلمان ذلیل و خوار تھے۔ قرآن کے نسخے جلائے گئے، اسلام کے نقشے مٹائے گئے۔ مجاہدوں پر مقدمے چلائے گئے، درختوں پر لٹکائے گئے، کالجوں کی تعلیم تھی، مسلمانوں میں نہ تنظیم تھی، نہ اسلامی تعلیم تھی۔

حق پرستوں کا گروہ برسرِ پیکار تھا، ہندوستان میدان کارزار تھا، سب سے بڑا دشمن انگریز تھا، جو بڑا شر انگیز، چالاک تھا، تیز تھا، پھر بھی مقابلہ مقاتلہ کا معاملہ کیا گیا، مسلمانوں کی دینی تنزلی دیکھ کر غیور جاگ اٹھے۔ بالآخر انگریز اس ملک سے بھاگ اٹھے۔

دارالعلوم دیوبند نے ہزاروں مفسر، محدث، مفتی، متکلم، محقق، مدقق، مناظر، معلم، مبلغ، مؤرخ، مدبر، مفکر، سیاستدان، صحافی، شاعر، ماہر تیار کئے اور ہزاروں فقہاء، علماء، فضلاء، فصحاء، بلغا، ادباء، اتقیاء، اذکیاء، اصفیاء، اکابر، شیوخ پیدا کیے۔

……☆……

خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ کی وفات پر تعزیتی بیان

''احسانؒ پر اللہ کا احسان تھا، کیا عجیب انسان تھا۔ بہادر تھا، مردِ میدان تھا، خادمِ قرآن

تھا' ذی فہم وذیشان تھا۔علماء کاقدر دان تھا۔عاشقِ نبی آخرالزماں ؐ تھا۔قاضیؒ پر فضلِ یزداں تھا۔یوں سمجھ رب مہربان تھا آہ! قاضی مہمان تھا۔مرحوم کئی صفات کا حامل علماء کے زمرہ میں شامل تھا۔ دشمنوں کا حبیب تھا۔خوش بخت' خوش نصیب تھا' فصیح تھا ادیب تھا' پاکستان کا خطیب تھا۔قاضیؒ غازی تھا' نمازی تھا اللہ اس سے راضی تھا۔قاضیؒ کے دست میں سخا تھی۔چشم میں حیاء تھی' طبیعت باوفا تھی' پیاری ادا تھی۔قاضیؒ مہمان نواز تھا۔کامیاب تھا' سرفراز تھا' طمع سے بے نیاز تھا۔اسلام کا شہباز تھا۔پابند صوم وصلوٰۃ تھا...... جلسے ہو رہے ہیں واعظ نہیں' ممبر ہے زینتِ ممبر نہیں' مسجد ہے خطیب نہیں' بچیاں ہیں ابا نہیں رہا' بیوی ہے سہاگ اجڑ گیا' چمن ہے مالی نہیں خزانہ ہے محافظ نہیں' مکان ہے مکیں نہیں' اب بھی موت پر یقین نہیں...... یا اللہ قاضی مرحوم کو محروم نہ کرنا "الا تخافوا ولا تحزنوا" کا مژدہ سنانا۔ایک مسافر غریب کفن بردوش' خاموش پر رحم کی نگاہ ہو۔

؎ آسماں تیری لحد پر شبنم آفشانی کرے

......☆......

اگر اللہ ہندوستان میں دو شخصوں کو پیدا نہ کرتا

حقیقت یہ ہے کہ اگر ہندوستان میں اللہ تعالیٰ ۲ دو شخصوں کو پیدا نہ کرتا اور ان سے اپنے دین کی دستگیری نہ فرماتا تو یوں اللہ تعالے اپنے دین کا نگہبان ہے،اس کی حفاظت دین کے طریقے ہزار ہیں،لیکن بظاہر تیرہویں صدی تک یا تو اسلام ہندوستان سے بالکل فنا ہو جاتا یا اتنا بگڑ جاتا، جتنا ہندو مذہب، یہ دو بزرگ ہندوستان کے مسلمانوں کے جلیل القدر محسن اور اسلام کے عظیم الشان پیشوا حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ الاسلام شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔احیائے اسلام اور خدمت شرع کے تذکرے میں ان نائبان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور درویشوں کے ساتھ ایک "دنیادار" بادشاہ محی الدین اورنگ زیب عالمگیر مرحوم کا نام بھی زبان پر آتا ہے۔

"ذالک فضل الله يوتيه من يشآء" (۶۲:۴)

تیرہویں صدی میں ہندوستان میں مسلمانوں کی جو مذہبی، اخلاقی اور سیاسی حالت تھی ،اس کے تصور کے لئے موجودہ حالت ذہن میں لانا چاہئے، یہ خیال رہے کہ یہ حالت بڑی

جدوجہد اور صلاح وتجدید کا نتیجہ ہے، پھر بھی شاید بہ یک وقت سب گوشے نظر نہ آسکیں، اس لیے ہم اس کا ایک ناقص اور دھندلا سا خاکہ کھینچتے ہیں۔

اگر ''شرک جلی'' دنیا میں کوئی چیز ہے، اور لغت اور عرف وشرع میں اس کے کچھ معنی ہیں تو وہ صاف صاف مسلمانوں میں کثرت سے موجود تھی، قبروں اور مُردوں کے متعلق ایک مستقل شریعت بن گئی تھی، جس کے واجبات اور مستحبات میں انہیں سجدہ کرنا، ان سے دعا مانگنا، بوسہ دینا، نذریں اور چادریں چڑھانا، منتیں ماننا، قربانیاں کرنا، طواف کرنا، گانا بجانا، میلہ لگانا، تہوار منانا، چراغاں کرنا، عورتوں کا جمع ہونا اور مختصر اور صحیح الفاظ میں ان کو قبلہ وکعبہ اور ملجاو ماوی سمجھنا تھا، اولیاء اللہ اور بزرگان دین کے متعلق وہ سب عقائدوخیالات موجود تھے، جن کی وجہ سے نصرانی، یہودی اور مشرکین عرب بدنام ہیں، ہندوؤں اور شیعوں کی بکثرت رسوم مسلمانوں کی معاشرت کا جز بن گئی تھیں، اور ان سے مشکل سے کوئی گھر خالی تھا، ان کی پابندی قرآن وحدیث واسلامی فرائض سے زیادہ کی جاتی تھی، شرک وبدعت اور اسراف وجہالت ان کے اجزائے ترکیبی تھے۔

سنت وشریعت بے معنی الفاظ تھے، جو صرف کتابوں میں رہ گئے تھے، بدعت کی تعریف ہی کسی فعل پر صادق نہیں آتی تھی، اور ہر بدعت بدعت حسنہ تھی، بہت سے حرام حلال ہو گئے تھے، اور بہت سے حلال حرام، اسلامی شعائر اٹھ رہے تھے، اور ان کی جگہ ہندوانہ شعائر لے رہے تھے، اور لے چکے تھے، قرآن وحدیث کے بہت سے احکام منسوخ ہو گئے تھے، مثلاً بیوہ کا نکاح اور تقسیم میراث شرفائے اسلام کی نئی شریعت میں مستحب وفرض سے حرام ومتروک ہو گئے تھے، ہر مسلمان کو شریعت میں ترمیم اور مستقل تشریع (قانون سازی) کا حق تھا اور جس کو عام مسلمان اچھا سمجھ لیں، وہ تو مستند شریعت تھی۔

قرآن ایک معما تھا، جسے کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا، اور نہ اس میں غور کرنے کی ضرورت تھی، اس لیے اس پر عمل کرنے کا کوئی سوال ہی نہ تھا، اور اس کا بہت سا حصہ منسوخ ہو کر بے کار ہو چکا تھا، اور وہ خود وقت ضرورت کے لئے ادب واحتیاط کے ساتھ محفوظ رہتا تھا وہ مردوں کے لئے تھا، زندوں کے لئے نہیں، وہ عوم کی سمجھ سے باہر تھا، اور اس کو پڑھ کر ان کی گمراہی کا اندیشہ تھا، رہے علماء، ان کو شرعی وضروری علوم سے اس کی فرصت ہی نہ تھی کہ وہ قرآن پر غور وتدبر کریں، فرائض وعبادات سے

غفلت تھی، اس لئے کہ زندگی میں مقررہ مجلسیں اور بزرگوں کے کھانے، مرنے کے بعد قرآن خوانی، فاتحہ قل، سوم تیجا، چالیسواں اور سب سے بڑھ کر پیر کا وسیلہ نجات کے لئے کافی تھا، پھر اس کے علاوہ مشقت حماقت تھی، شعائر و آداب اسلام کے زوال وانحطاط کا حال اس سے معلوم ہوگا کہ معتبر لوگوں کی شہادت ہے کہ سلام مسنون کی رسم ہی اٹھ گئی تھی، حتیٰ کہ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے شریعت کدے میں بھی ''اداب'' و''تسلیمات عرض'' کا رواج تھا، اس سنت سے اتنا بعد ہو گیا تھا کہ عالمگیر جیسا متشرع اور فقیہ بادشاہ بھی اس کا متحمل نہیں تھا۔ (تاریخ دعوت وعزیمت۔ از علی میاں ندویؒ)

امام کا کام

اس وقت ایک ایسے شخص اور جماعت کی ضرورت تھی، جو دین وعلم اور صلاحیتوں کے اس بچے کھچے سرمائے سے وقت پر کام لے لے اور اس کو ٹھکانے لگائے۔

جو خانقاہوں کا حال اور درس گاہوں کا قال، وہاں کی حرارت اور یہاں کی روشنی سارے ملک میں عام کردے، جس کے جلو میں چلتی پھرتی خانقاہیں ہوں، اور دوڑتے بھاگتے مدرسے، گھوڑوں کی پیٹھ پر عالم ہوں اور محرابوں میں مجاہد۔

جو دلوں کی بجھتی ہوئی انگیٹھیاں دوبارہ دہکا دے، افسروں کو ایک بار پھر گرما دے اور ملک میں اس سرے سے اس سرے تک طلب اور دین کی تڑپ کی آگ لگا دے، جو مسلمانوں کی خداداد قابلیتوں اور فطری صلاحیتوں کو ٹھکانے لگائے، جس کی سعی سے شجاعت ودلیری کا رخ میدان جہاد اور حقیقی دشمن کی طرف پھر جائے، جذبہ وفاداری خداوند حقیقی کی بندگی میں لگ جائے، وضعداری، پختگی، واستقامت فرائض وعبادت کی پابندی اور میدان جہاد کی ثابت قدمی میں، عالی ہمتی دین کی خدمت اور رضائے الٰہی کے اعلیٰ مراتب کے حصول میں، غیرت وحمیت دین کی مظلومی اور مسلمانوں کی زبوں حالی کے احساس میں، فیاضی وفراخ حوصلگی مجاہدین کی امداد، مہاجرین کی نصرت اور جہاد وغزا کی اعانت اور دینی بھائیوں کی خدمت میں، جفاکشی ومستعدی سفر جہاد کی صعوبتوں کے تحمل، میدان جہاد کے مصائب اور دینی فرائض کی سربراہی میں، جوہر شناسی اہل لیاقت کی قدردانی، دین کے خادموں اور سپاہیوں کی شناخت اور تربیت میں کام آئے، ذہانت وطباعی دعوت واصلاح کی حکمت، امور جماعت میں معاملہ فہمی وفراست، میدان جنگ کی تدبیر اور حکومت اسلامی

کی دینی سیاست میں اپنے جوہر دکھائے، جس کی دوررس اور جس کی ذات مسیحانفس کسی بیکار چیز کو بھی بیکار نہ سمجھے اور کسی بے جان کو بھی مردہ نہ کہے اور جوامت کے ذخیرے کے دہرانے اور اس کے خیابان کے ہر تنکے سے پورا پورا کام لے لے، جس کے متعلق ساری دنیا کا فیصلہ ہو کہ یہ کسی مصرف کا نہیں، اس کی نگاہ کا فیصلہ ہو کہ یہی سب سے بڑھ کر کارآمد ہے، جس پتھر کو ہر معمار رد کر چکا ہو، وہ کہے کہ یہی کونے کا پتھر ہے، جو ساری عمارت کا بوجھ اٹھا سکتا ہے، وہ سنگریزوں سے دیکھتے دیکھتے ایسا کحل الجواہر تیار کردے، جو ہزاروں آدمیوں کی آنکھیں کھول دے، اور عالم کو روشن کردے، جو منتشر افراد سے منظم جماعت، پراگندہ اوراق سے مکمل کتاب، کچے، بلکہ گلے ہوئے مال سے بہترین مصنوعات تیار کردے، متضاد عناصر مختلف مزاجوں اور مقابل طبائع کو آپس میں جوڑ کر ان کے اختلاف وتنوع سے نئی قوت حاصل کرے، اور ان کو شیر وشکر کردے، ہر قابلیت اور ہر ہنر سے دین کا کام لے، شعرا کی شاعری کو حق کے دفاع میں، علماء کی قوت استدلال کو حق کے اثبات اور دماغوں کی سلوٹ دور کرنے میں، اہل باطن کی قلبی قوت کو دین کے سپاہیوں اور کارگزاروں کی تربیت وتزکیہء نفس اور دلوں کی گرہ کھولنے میں، اہل قلم کی تصنیفی قابلیت وقوت تحریر کو توحید وسنت کی اشاعت اور جہاد کی ترغیب وتحریض میں، مقرروں کی گویائی وخطابت کو دین کی دعوت اور نفیر عام میں، دولت مندوں کی دولت کو مجاہدین کا سامان درست کرنے میں صرف کرے، غرض ہر پرزے کو دین کی مشین میں لگائے اور اپنی اصلی جگہ پر جمائے، پھر ہٹی ہوئی چول کو اپنی جگہ پر لا کر ساری مشین کو اس طرح حرکت دے کہ زندگی کا پورا محور گھوم جائے۔ جو شخص ان اوصاف کا جامع ہو، اس کو اسلام کی بلیغ ومعجز اصطلاح میں ''امام'' کہتے ہیں، اور اس کی جگہ تیرہویں صدی کے تمام اہل کمال اور مشاہیر رجال کی موجودگی میں خالی تھی۔ (تاریخ دعوت وعزیمت۔ از علی میاں ندویؒ)

ادبیاتِ برق

(ڈاکٹر غلام جیلانی برق کی تحریروں سے اقتباسات)

نادانی وکوتاہ نگاہی کا کوئی علاج نہیں

مسرت عجیب عجیب رنگ بدلتی ہے۔کبھی اچھل کود اور قہقہوں کے لباس میں جلوہ دکھاتی ہے۔کبھی آنسو کا روپ دھار لیتی ہے۔فرض کیجئے کہ ایک بچھڑا ہوا بیٹا طویل مدت کے بعد ماں سے ملتا ہے۔ماں کے دل میں مسرت کا ایک طوفان اٹھ کر آنسوؤں کی شکل اختیار کر لے گا۔ہم بعض اوقات کوئی گانا سن رہے ہوتے ہیں۔کوئی ایسا شعر آ جاتا ہے کہ دل جھوم اٹھتا ہے اور آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی برسنے لگتی ہے۔بعض لوگوں کو کم خوری، کم خوابی، جسمانی مشقت، حیات سے بھاگنے میں مسرت ملتی ہے۔یونان کا فلسفی پیغمبر، سقراط چار چار دن کے باسی ٹکڑے کھاتا۔بکری کے بالوں کا لباس پہنتا اور ایک ٹوٹے ہوئے بڑے مٹکے میں رہتا تھا۔یہی حال ہمارے حضور ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کا تھا۔

ایران وروم کی دولت کے انبار ان کے سامنے تھے۔لیکن یہ لوگ کھجور اور ستو پر گزارا کرتے۔کھردرے کپڑے پہنتے اور پچیس لاکھ مربع میل پر حکومت کرنے کے باوجود مزدوری کر کے بچوں کا پیٹ پالتے تھے۔مسرت کے پہلو اور بھی ہیں ایک چور دوسرے کی دولت سمیٹ کر خوش ہوتا ہے لیکن ایک کریم الطبع دوسروں کو کچھ دے کر لذت اٹھاتا ہے۔بزدل میدان جنگ سے بھاگنے میں خیریت سمجھتا ہے لیکن ایک محب وطن سر دے کر شہادت کے مزے لوٹتا ہے۔تم لاکھ کہو کہ دل وجگر پہ تیر کھانے اور گلہ کٹوانے میں کون سی لذت ہے۔اس سوال کا جواب اپنے قائد محمد علیہ الصلوٰۃ سے پوچھو جو عموماً یہ دعا مانگا کرتے تھے۔

"میری سب سے بڑی آرزو یہ ہے کہ میں اللہ کی راہ میں شہادت حاصل کروں، پھر زندگی ملے، پھر [illegible]"

حضرت امام حسین سے پوچھو کہ جسم پر ۹۶ زخم کھائے۔ تیر حلقوم سے پار ہوگیا۔ بچے پیاس سے تڑپ تڑپ کر مر گئے۔ لیکن آپ شہادت کے منصب عظیم کو حاصل کر کے ہی ہٹے۔ زندگی کی وہ کون سی بلندی ہے جس کی راہ سنگلاخ زمینوں اور خارزاروں سے ہو کر نہیں گزرتی۔ علم کے لئے برسوں محنت کرنا پڑتی ہے۔ عزت کے لئے خواہشات کو روندنا پڑتا ہے۔ راتیں بیداری میں کاٹنا پڑتی ہیں۔ جب منزل حسین و جمیل ہو تو راہ کی دشواریوں کو خاطر میں کون لاتا ہے بلکہ سفر کی تلخیوں میں بھی ایک گونہ راحت ملتی ہے۔ اگر آپ کو یقین ہو کہ کراچی پہنچ کر آپ گورنر جنرل کے سیکرٹری بن جائیں گے۔ تو آپ کو اس طویل سفر میں بھی لذت ملے گی۔ کعبہ کی راہ بڑی کٹھن ہے۔ لیکن دیارِ حبیب میں وہ لذت ہے کہ طویل راہ گاتے اور جھومتے کٹ جاتی ہے۔ ڈاکٹر کے نشتر میں خلش ضرور ہے۔ لیکن شفا و صحت کی راحتوں کے سامنے اس خلش کی حقیقت کیا؟ سر دینے میں چند لمحات کی تکلیف یقینی ہے۔ لیکن ذرا نتائج کا اندازہ لگائیے کہ ایک طرف وطن کے لاکھوں افراد دشمن کی تلوار سے بچ جاتے ہیں۔ اور دوسری طرف شہید ان منور و متبسم فضاؤں میں جا پہنچتا ہے۔ جہاں ایک طرف جنت اپنی لاکھوں رعنائیوں کے ساتھ دعوت نظارہ دے رہی ہے۔ دوسری طرف خیام قدس سے جمال ایزدی کی شعاعیں چھن چھن کر نکل رہی ہیں۔ جب منزل اتنی جمیل و جلیل ہو تو راہ کی تمام دشواریاں عین راحت بن جاتی ہیں۔ اگر تم ان دشواریوں کو دکھ سمجھتے ہو۔ اگر تم ڈاکٹر کے نشتر کو زحمت قرار دیتے ہو۔ اگر تم شوق وصل کو اضطراب کہتے ہو۔ اگر تم ان راہوں کو جو دیار حبیب تک پہنچاتی ہیں تکلیف دہ خیال کرتے ہو تو تمہاری اس نادانی و کوتہ نگاہی کا کوئی علاج نہیں۔ تم نے شمشیر شمر سے خون حسینؓ کے ٹپکتے ہوئے قطرے تو دیکھ لئے۔ لیکن وصال حبیب کے لئے وہ اضطراب اور وہ طوفان مسرت نہ دیکھ سکے جو دل حسینؓ میں موجزن تھا۔ تم نے مسیح علیہ السلام کو سپرد صلیب ہوتے تو دیکھ لیا۔ لیکن اس لذت بیکراں کا اندازہ نہ لگا سکے۔ جسے یہ مرد کامل سر دے کر خرید رہا تھا۔ حقیقتاً تمہارا معیار لذت والم سخت ناقص و سطحی ہے اور اس لئے تم انبیاء و اولیاء کی راحتوں کو مصائب سمجھتے ہو۔ تم کرگس اور وہ شاہین۔ تم شاہیں کے احوال و مقامات کو کیا جانو۔ ع

کرگس کا جہاں اور ہے شاہیں کا جہاں اور

(اللہ کی عادت)

روشنی اور بجلی کے انجن

روشنی کو حرارت سے جدا کرنا ناممکن ہے لیکن جگنو کی دم میں قدرت نے ایسی روشنی پیدا کر دی جس میں حرارت موجود نہیں آج علمائے فطرت اس قسم کی روشنی پیدا کرنے کے لئے مختلف قسم کے آلات بنارہے ہیں۔ جگنو کا تجزیہ کر کے دیکھا جارہا ہے جگنو خود بولتا نہیں اور علماء اس راز کو سمجھنے سے عاجز آگئے ہیں۔ اول تو یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ جگنو کو روشنی دینے کی ضرورت کیا تھی۔ دوم اس روشنی کو حرارت سے کیوں جدا کر دیا گیا۔

انسانوں نے بجلی حال ہی میں دریافت کی ہے لیکن کائنات میں بجلی کے مختلف انجن آغاز آفرینش سے موجود ہیں مثلاً سمندر میں ایک مچھلی ایل ملتی ہے جو بجلی سے شکار کھیلتی ہے۔ یہ اپنے بعض پٹھوں کو سکیڑ کر اس قدر بجلی پیدا کر سکتی ہے جس کے صدمے سے شکار ہلاک ہو جائے۔ اسی طرح ایک اور مچھلی عجیب طرح سے شکار کھیلتی ہے۔ جب وہ دیکھتی ہے کہ اس کا شکار کہیں قریب آگیا ہے تو فوراً ایک قمقمہ (جو اس کے سر پر ہوتا ہے) جلا لیتی ہے۔ جس کی روشنی میں شکار کی آنکھیں چندھیا جاتی ہیں اور وہ لقمہ اجل بن جاتا ہے۔ (دو قرآن)

بدن کی مشین

کائنات کا ہر ذرہ ایک ایسا رباب ہے جس سے الٰہی دانش وصناعی کے ترانے نکل رہے ہیں۔ انسانی بدن کی مشین پر غور فرمایئے کہ بقول سر آرتھر کائتھ جب ہم چلتے ہیں تو صرف ایک قدم اٹھاتے وقت پورے سو پٹھے مل کر کام کرتے ہیں۔ اگر ان میں ایک پٹھا بھی بگڑ جائے تو ہم قدم نہ اٹھا سکیں اندازہ لگایئے کہ باقی اعمال میں کس قدر عضلات واعصاب کس کس رنگ میں سکڑتے ہڑتے، پھیلتے اور لچکتے ہوں گے۔ ہر مشین کے لئے ایک ڈرائیور، کلینز (صاف کرنے والا) تیل دینے والے اور انجینئر کی ضرورت ہوتی ہے ظاہر ہے کہ انسان نہ تو اپنی مشین کا ڈرائیور ہے اور نہ مرمت کنندہ۔ یہ غریب تو اس ہولناک مشین کے سمجھنے تک سے قاصر ہے۔ قدرتاً سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون سی ہستی ہے جو حیوانات کی ارب در ارب مشینوں کو چلا رہی ہے، مرمت کر رہی ہے، تیل دے رہی ہے، صاف کر رہی ہے اور پھر یہ سب کچھ ہمارے علم کے بغیر ہو رہا ہے۔

قل الله یبدؤ الخلق ثم یعیدہ فانی توفکون (یونس ۳۴)

کہہ دو کہ یہ اللہ ہی ہے، جو پہلے پیدا کرتا ہے پھر عمل تخلیق کو دہراتا ہے۔ تم کہاں بھٹک رہے ہو

درخت

درخت اللہ کی بہت بڑی نعمت ہیں اور یہ زندگی میں ہمارے شریک ہیں یہ ہماری طرح کھاتے ہیں، سانس لیتے ہیں۔ بڑھتے اور بچے پیدا کرتے ہیں۔ ان کی مشینری انسانی بدن کی مشین سے کچھ کم حیرت انگیز نہیں۔ ہماری طرح یہ کشمکش حیات میں الجھے ہوئے ہیں اور ایک دوسرے کے خلاف حیرت انگیز نظام سے جنگ کرتے ہیں۔ بڑے درخت کے سائے میں چھوٹا پودا نہیں بڑھ سکتا۔ دو درخت قریب قریب لگا دو تو وہ ایک دوسرے سے لڑ لڑ کر کمزور و نحیف ہو جائیں گے۔ یہ حقائق صاف صاف اعلان ہیں اس امر کا کہ دنیا میں حقِ بقا صرف طاقتور کو حاصل ہے اور کمزور (کاہل، بداخلاق، منافق، جھوٹے، بدعہد، بدقول، مکار و عیار وغیرہ وغیرہ کو) یقیناً میٹ دیا جائے گا۔

☆

اہمیت نباتات

دنیا کا تمام تر حسن نباتات سے ہے۔ یہ سیرگاہیں، یہ چراگاہیں یہ گلگشتیں، یہ روشیں اور یہ چمن سونے پڑ جاتے اگر نباتات کا حسن دنیا کو اپنی طرف نہ کھینچتا۔ نباتات ہی کے دم سے انسانی و حیوانی زندگی کی بہار قائم ہے۔ گندم، جو، چاول، پھل، کوکو، کافی، بیر، شربت اور شراب نباتات سے حاصل ہوتے ہیں۔ دودھ، شکر، گھی اور شہد نباتات کی بدولت ہیں تمہارے کپڑے نباتات کا کرشمہ ہیں۔ ربڑ (جو ہماری معاشرت کو ضروری جزو بن چکا ہے) درختوں سے حاصل ہوتا ہے۔ پٹرول کوئلے کا پسینہ اور کوئلہ مدفون جنگلوں کا دوسرا نام..... کوئلہ ایک زہر ہے۔ اگر کسی کمرے میں صرف پاؤ بھر کوئلہ جلا کر دروازے بند کر دیئے جائیں تو نصف گھنٹے میں اندر کے تمام کے تمام آدمی دوسری دنیا کو سدھار جائیں۔ غور فرمائیے کہ اس سیاہ موت (کوئلہ) کے استعمال سے قومیں آج کس قدر طاقور بنی ہوئی ہیں۔ انسان کی سطوت وہیبت کی دھاک بندھی ہوئی ہے اور دوسری طرف وہ قومیں کس قدر ذلیل وضعیف ہیں جو کوئلے کے استعمال سے ناواقف ہیں۔

نباتات ہمارے لئے نہ صرف مدار حیات ہیں بلکہ وہ ہماری معاشرت اور تمدن کا جزو بن چکے ہیں۔ بعض مواقع پر پودے یوں بھیس بدل کر سامنے آتے ہیں کہ پہچانے نہیں جاتے غسل خانے میں تم بدن کو صابن سے صاف کر رہے ہو جانتے ہو یہ صابن کہاں سے آیا؟ نباتاتی تیلوں سے تیار ہوا۔ بہ دیگر الفاظ تم صابن استعمال نہیں کر رہے ہو بلکہ جسم پر ایک درخت رگڑ رہے ہو۔ ہماری یہ سلک کی قمیض یہ ململ کی پگڑی اور یہ لٹھے کا پاجامہ دراصل ایک چھوٹا سا جنگل ہے' یہ الماری میں سجی ہوئی کتابیں ایک پیشہ ہیں' یہ اخبارات' رسائل' لفافے' ٹکٹ اور اشتہارات وہ درخت ہیں جنہیں مزدور کاٹ کر کارخانوں میں کاغذ بنانے کے لئے گئے تھے۔ امریکہ میں روزانہ اخبارات کی تعداد اشاعت ۲۰۰۰۰۰۰'۱۱ ہے۔ جانتے ہو اس قدر کاغذ پر کس قدر درخت صرف ہوئے ہونگے؟ پندرہ ایکڑ جنگل۔ جب تم کوئی اخبار خریدو تو واقعات عالم پڑھنے کے علاوہ اُس چھوٹے سے درخت کی خاموش کہانی بھی سن لیا کرو جو کاغذ کے پردے میں اپنی داستان سنا رہا ہوتا ہے۔ اس قلب ماہیت پر ایک شعر یاد آ گیا۔ شاعر کسی انگورستان سے گزرتا ہے۔ بیلوں کے ساتھ عنابی گچھے لگے ہوئے ہیں ایک طرف ایک درخت کے نیچے شراب کا ایک مٹکا پڑا ہوا ہے۔ شاعر کا تخیل ماضی کی سہانی فضاؤں کو چیرتا ہوا فرہاد و شیریں کے عہد تک جا پہنچتا ہے۔ یہ پرستارانِ محبت جب مر گئے تھے تو رفتہ رفتہ ان کے اجسام خاک بن گئے تھے یہ خاک کہیں کھاد بن کر شاخ انگور کی غذا بنی اور کہیں اس سے اینٹیں اور مٹکے تیار کئے گئے۔

خون دل شیریں است سیں مے کہ زر زنوشی
خاک تن فرہاد است ایں خم کہ نہد دہقاں
(خاقانی)

میزان عدل

سردی میں جنگل سے لکڑہارے کی کلہاڑی کی صدا سنائی دیتی ہے۔ کتنی بے رحمی سے درختوں کو کاٹتا ہے۔ اگلے سال بہار میں جا کر دیکھو تو وہی مقام پھول دار پودوں سے پٹا پڑا ہوگا۔ یہ کیوں؟ اس لئے کہ ہوائیں اور پرندے ادھر ادھر سے بیج لے آیا کرتے تھے۔ لیکن پہلے روشنی کم ہونے کی وجہ سے اگ نہ سکتے تھے۔ اب جوں ہی میدان صاف ہوا' یہ جگہ سبزہ زار بن گئی فطرت کا

دستور ہے کہ وہ ہر ایک چیز کے بدلے دوسری عطا کر دیتی ہے اندھا آنکھیں کھو کر زبردست قوت سمع سے بہرہ ور ہو جاتا ہے۔ مرغابیوں کی دم چھوٹی لیکن گردن لمبی ہوتی ہے۔ جاہل کا دماغ غیر تربیت یافتہ، لیکن وہ جسمانی طاقت میں بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ عالم کا دماغ اعلیٰ لیکن جسم نحیف وضعیف ہوتا ہے۔ دولت والے علم سے اور علم والے دولت سے محروم رہتے ہیں۔ اگر شہر میں کوئی قوم (آج کے مسلمانوں کی طرح) سہل انگاری وتغافل شعاری کی وجہ سے صلاحیت حیات کھو بیٹھے تو قدرت اسے میٹ کر کسی اور قوم کو وارث زمیں بنا دیتی ہے۔

......☆......

جذبہ افزائش نسل

جب کوئی پودا قد وقامت میں مکمل ہو چکتا ہے تو اس میں ایک حسین تغیر آ جاتا ہے وہی نباتیے، جواب تک شاخ وبرگ بن رہے تھے غنچوں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں، غنچے پھول بن جاتے ہیں اور پھول، بیج، پودے افزائش نسل کا جذبہ حیوانات ونباتات ہر دو میں نہایت شد ومد کے ساتھ پایا جاتا ہے۔

بیج نباتات کے انڈے ہیں، اس لئے حفاظت کی خاطر انہیں غلافوں، حجابوں اور سخت کیسوں میں چھپا کر رکھا جاتا ہے۔ ان میں جو بیج انسانی غذا تھے مثلاً مٹر لوبیا چلغوزہ وغیرہ ان کی بہت زیادہ حفاظت نہ کی گئی۔ بلکہ انہیں معمولی چھلکوں میں رکھا تا کہ ''لاڈلے'' انسان کو نکالنے میں تکلیف نہ ہو۔ بعض مفید درختوں مثلاً سیب، سنگترہ..... تعداد میں کم تھے، اس لئے انہیں تلخ وترش بنا دیا، تا کہ انسان انہیں کھا نہ جائے اور نسل کا خاتمہ نہ ہو جائے بعض بیج ہماری یومیہ غذا تھے مثلاً گندم، مکی باجرہ وغیرہ تو قدرت نے ان کو بہ افراط پیدا کیا تا کہ انسانی استعمال کے بعد بھی کچھ نہ کچھ بچ رہیں۔

گندم، جو اور اس قسم کی چند دیگر فصلیں صرف چھ ماہ میں تیار ہو جاتی ہیں حالانکہ آم کا درخت سات آٹھ سال کے بعد پھل دیتا ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ فطرت ان پودوں کے کان میں چپکے سے یہ بات ڈال دیتی ہے۔ وہ دیکھو دہقان درانتی لئے آ رہا ہے جلدی کرو، بڑھو، پھولو اور انڈے زمین پر بکھیرنے کے بعد چلتے بنو۔

ایک ہوشیار مالی جب دیکھتا ہے کہ شہتوت کا درخت آٹھ سال کے طویل انتظار کے بعد پھل دینا شروع کرے گا تو وہ اس کی شاخوں کو کاٹنا شروع کر دیتا ہے۔ درخت ڈر جاتا ہے کہ کہیں مٹ ہی نہ جائے۔ اس لئے وہ جلدی جلدی بڑھنا شروع کر دیتا ہے تاکہ مرنے سے پہلے نسل کی بنیاد ڈال جائے۔

نباتات کے اس منظر میں ہمارے لئے یہ سبق پنہاں ہے کہ سست اقوام کی رفتار کو تیز کرنے انہیں مفید خلائق بنانے اور ان کے ضعف کو قوت سے بدلنے کے لئے تلوار کا استعمال ازبس ضروری ہے مسلمان تمام عالم کے نظم و نسق اور اقوام و ملل کی بہتری و برتری کا ذمہ دار بن کر آیا ہے:

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس (آل عمران ۱۱۰)

تم ایک بہترین امت ہو جسے اقوام عالم کی بہبود پر مقرر کیا گیا ہے۔

اس لئے اس کا فرض ہے کہ وہ دل کھول کر تلوار کا استعمال کرے۔ ظلم و عدوان اور جور و عصیاں کو مٹا کر رکھ دے تاکہ دنیا امن و آشتی کی لذت سے آشناء ہو جائے بعض لوگ کہتے ہیں کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا۔ میں کہتا ہوں اگر ایسا ہوا ہے تو بہت اچھا ہوا ہے۔ آج کروڑوں بندگان خدا کو تجارتی منڈیوں اور نو آبادیوں کے لئے تباہ کیا جا رہا ہے۔ گزشتہ جنگ عظیم بھی کچھ ایسے ہی ذلیل مقاصد کے لئے لڑی گئی تھی۔ اگر آج تجارت دولت' دنیوی برتری' نو آبادیوں اور تیل کے چشموں کی خاطر تلوار کا استعمال کیا جا رہا ہے اور اس میں آپ کو کوئی برائی نظر نہیں آتی تو اسلامی تلوار کے استعمال پر آپ کیوں نعل در آتش ہوں کہ جس کا مقصد تیل کے چشمے اور ربڑ کے جنگل نہ تھے بلکہ نیکی کی ترویج اور بدی کا استیصال تھا' ارباب ظلم کی ہلاکت اور عدل و انصاف کا احیاء تھا' فتنہ شر کا خاتمہ اور امن و آشتی کا قیام تھا۔ مبارک ہے وہ تلوار جو اس قدر بلند مقصد کے لئے اٹھائی جائے۔ رسول اللہ ﷺ کے اس اعلان کو کبھی نہ بھولئے گا:

بعثتُ بالسیف بین یدی الساعۃ (حدیث)

ترجمہ:۔ میں قیامت سے ذرا پہلے تلوار دے کر بھیجا گیا ہوں۔

پھولوں کی حفاظت

پھولوں کو جنگلی جانوروں اور پرندوں سے محفوظ رکھنے کے لئے قدرت نے کئی تدابیر

اختیار کیں ۔مثلاً بعض (بادام اور اخروٹ) کے چھلکے سخت بنا دیئے اور بعض پر کڑوے غلاف چڑھا دیئے ۔سنگترے اور انار کا چھلکا اس قدر کڑوا ہوتا ہے کہ کسی جانور کو منہ ڈالنے کی ہمت تک نہیں پڑتی۔ قدرت کا کمال صناعی دیکھئے کہ زمین وہی ہے' درخت وہی ہے اور رس پہنچانے والی شاخیں وہی ہیں' لیکن انار کا چھلکا سخت کڑوا ہے اور دانے میٹھے ۔یوں معلوم ہوتا ہے کہ چھلکوں اور دانوں کے لئے دو علیحدہ علیحدہ کارخانے کام کر رہے ہیں ۔ایک مٹھاس تیار کر رہا ہے اور دوسرا کڑواہٹ ۔یہ دونوں رس پاس پاس ہیں لیکن ایک دوسرے خلط ملط نہیں ہو سکتے۔

مرج البحرين يلتقيان بينهما برزخ لايبغيان (رحمن ۱۹. ۲۰)

اخروٹ اور بادام اونچے پہاڑوں پر پیدا ہوتے ہیں جہاں برف وغیرہ کی وجہ سے میدانی جانور نہیں پہنچ سکتے ۔یہاں صرف گلہری چوہوں کا خطرہ ہوتا ہے اس لئے ان کے چھلکے سخت بنا دیئے تا کہ چوہے نقصان نہ پہنچا سکیں۔

......☆......

کھجور

صحرائے عرب سینکڑوں میل تک پھیلا ہوا ہے جسے طے کرنے کے لئے اب بھی اونٹ سے کام لیا جاتا ہے۔امکان تھا کہ مسافر راہ میں بے توشہ نہ ہو جائیں۔اس لئے اس ریگستان میں ہر طرف کھجوروں کے درخت اگا دیئے اور انہیں بلند قامت بنا دیا تا کہ یہ قیمتی پھل جانوروں کی رسائی سے باہر ہو جائے ۔نیز قرب زمین کی گرمی سے نسبتاً محفوظ رہے۔ کھجوروں کے تنے اس لئے ریشہ دار اور کھوکھلے بنائے تا کہ تھرموس بوتل کی طرح اندر کی ہوا بیرونی حرارت سے متاثر نہ ہو اور پھل خشک نہ ہو جائے ۔انسانی بدن کی مشین کو دو چیزوں کی سخت ضرورت رہتی ہے شکر و نشاستہ' یہ ہر دو اجزاء کھجور میں بہ درجہ کمال موجود ہیں۔ جنگل میں حفاظت اثمار کے مسالے کہاں مل سکتے تھے۔ کیلا صرف ایک ہفتے میں گل سڑ جاتا ہے۔ سیب پلپلا ہو جاتا ہے ۔امرود میں کیڑے چلنے لگتے ہیں شہتوت اور لوکاٹ چند گھنٹوں میں خراب ہو جاتے ہیں لیکن کھجور کو اللہ نے کسی خاص مسالے سے

یوں محفوظ کر دیا ہے کہ مہینوں خراب نہ ہو۔

کھجور کی جڑیں زمین سے دو قسم کا رس چوستی ہیں' کثیف اور لطیف۔ کثیف رس سے تن آور شاخیں بنتی ہیں اور لطیف سے پھل۔ پھل کے ہر دانے کے ساتھ ایک مصفی لگا ہوتا ہے جو رس کو مزید صاف کرتا ہے۔ گٹھلی کڑوی ہوتی ہے اور چھلکا میٹھا۔ ان ہر دو کے درمیان ایک پردہ لگا دیا ہے۔ تا کہ تلخی و شرینی خلط ملط نہ ہو جائیں۔

نشانات منزل

درخت عموماً راہوں پر اگتے ہیں۔ اس لئے کہ مسافر پھل کھا کر گٹھلیاں پھینک دیتے ہیں اور وہاں درخت اگ آتے ہیں جہاں درخت نظر آتے ہیں اور وہاں راہ موجود نہیں تو سمجھ لو کہ یہاں سے کبھی قافلہ گزرا تھا۔ اہل عرب پہلے سندھ پر حملہ آور ہوئے تھے' ان کے پاس کھجوریں تھیں۔ جہاں کہیں اترے' گٹھلیاں پھینکتے گئے' نتیجہ یہ کہ آج سندھ میں عربی نسل کی کھجوریں میلوں تک دکھائی دیتی ہیں:

ابھی اس راہ سے گزرا ہے کوئی ۔۔۔ خبر دیتی ہے شوخی نقشِ پا کی

ناریل

ایک مسافر سخت گرمی میں ایک ایسے جھونپڑے میں جا پہنچا جس پر ناریل کے درختوں کا سایہ تھا۔ صاحب خانہ نے مسافر کو شراب' دودھ اور حلوا نہایت عمدہ برتنوں میں پیش کیا۔ مسافر نے پوچھا کہ جنگل میں یہ غذائیں کہاں سے آ گئیں۔ کہا یہ سب کچھ ناریل کی بدولت ہے۔ میں کچے ناریل سے پانی' پختہ ناریل سے دودھ' پتوں سے حلوا' شگوفوں سے شراب' پھولوں سے شکر' چھال سے برتن' لکڑی سے ایندھن' بنے ہوئے پتوں سے چھت' ریشوں سے رسیاں اور تیل سے روشنی حاصل کیا کرتا ہوں۔ جب مسافر چلنے لگا تو میزبان نے ایک شاخ کو جھاڑا جس سے غبار سا گرا۔ اس غبار سے سیاہی کا کام لیکر ایک پتے پر کسی دوست کی طرف چٹھی لکھ دی

نکتہ یوم و ماہ

ڈاکٹر شابلی کا خیال ہے کہ فضا میں ایک مرکوز نور ہے جس کے گرد تمام شموس چکر کاٹ

رہے ہیں اوران کا ایک چکرتیس کروڑ سال میں ختم ہوتا ہے۔ بہ الفاظ دیگر ہمارے تیس کروڑ سال ان شموس کے ایک سال کے برابر ہوتے ہیں اوران کا ایک دن ہمارے تیس کروڑ دنوں یعنی آٹھ لاکھ بائیس سال کے برابر۔

چونکہ آسمان میں نظام ہائے شمسی کی کوئی انتہا نہیں اور ہر سورج کی حرکت اپنے مرکز کے گرد دوسرے سے مختلف ہے' اسی لئے ہر نظام کے لحاظ سے یوم وماہ کی مدت بھی مختلف ہے۔ ہمارے ہاں ایک دن رات زمین کی محوری گردش (۲۴ ساعت) کا نام ہے اور سال زمین کی آفتابی گردش (۳۶۵ دن) کا نام لیکن دوسرے نظاموں کے سال وماہ ہم سے مختلف ہیں ۔عطارد کا سال صرف ۸۸ دن کا ہوتا ہے' زہرہ کا سال ۲۲۵ یوم کا' لیکن مشتری کا سال ہمارے ۱۲ سال' زحل کا ہمارے ۲۹ سال اور نیپٹون کا سال ہمارے ۱۲۵ سال کے برابر ہوتا ہے۔اسی طرح کہیں کوئی ستارہ ہزار سال میں اور کہیں پچاس ہزار سال میں اپنے مرکز کے گرد چکر کاٹ رہا ہے۔

......☆......

غور فرمایئے کہ آسمانوں میں کس قدر مہیب دنیائیں کس توازن سے چکر کاٹ رہی ہیں کتنے بڑے بڑے کرے لاکھوں میل فی گھنٹہ کی رفتار سے محو پرواز ہیں جب ہم ان دنیاؤں پر ایک چھچھلتی سی نگاہ ڈالتے ہیں تو اپنی بے مقدار ہستی کا زبردست احساس پیدا ہوتا ہے اور حیرت ہوتی ہے کہ اس خالق ارض وسما کو کیا ضرورت پڑی تھی کہ انسانی ہدایت کے لئے اس قدر پیمبر اس قدر رہنما ورہبر بھیجتا رہا۔ادھر انسان کو دیکھو کہ ان دنیاؤں کے مقابلہمیں اس کی ہستی ایک حقیر کیڑے سے زیادہ نہیں نافرمانی اور بدعملی میں چوٹی تک ڈوبا ہوا ہے اور پھر خدا کا پیارا لاڈلا ہونے کا گھمنڈ ہے۔دربدر مانگتا پھرتا ہے لیکن جنت کے ٹھیکیدار ہونے کا پندار ہے۔چیتھڑے اور جوئیں سنبھال نہیں سکتا لیکن امت رسول ہونے کا غرور ہے۔ مسکنت وذلت کا مجسمہ بن چکا ہے لیکن تقدس وپاک بازی کا دعویٰ کرتا ہے اس برخود غلط انسان کو کیا معلوم کہ اس صاحب جبروت رب کے ہاں جس قدر فضاؤں میں زمین جیسی ارب کھرب دنیائیں نہایت شکوہ وعظمت سے گھوم رہی ہیں' انسان کو کوئی وقعت حاصل نہیں۔ بھلا اس ہیچ میرز کیڑے کی ان لرزہ انگیز کروں کے سامنے ہستی ہی کیا ہے؟ تو پھر یہ نشہ کیوں؟ یہ غرور و پندار کیسا؟ اور یہ انا ولا غیری کا دعویٰ کس لئے؟

مقابلہ

ہماری زمین فضا میں ایک حقیر سا کرہ ہے۔ کروڑوں کرّے ہماری زمین سے لاکھوں بڑی فضا میں چکر کاٹ رہے ہیں۔ یہ فرض کرنا کہ ان کروں میں زندگی نہیں غلط ہے یہ زمین ان کروں کے مقابلہ میں ایک کھلونا ہے۔ صرف مشتری ہماری زمین سے ۱۲ گنا بڑا ہے تو کیا یہ تمام دنیائیں صرف زینت کے لئے بنائی گئیں محض کھیل کے لئے پیدا کی گئیں؟ کوئی اور مقصد نہ تھا؟ ضرور ہے لیکن ابھی ہمارا علم بہت ناقص ہے' ان دنیاؤں کے راز دریافت کرنے کے لئے ابھی کئی ہزار صدیاں اور صرف ہوں گی اور تب کہیں معلوم ہوگا کہ:

وماخلقنا السموات والارض ومابینهما لعبین (دخان ۳۸)

ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے محض تماشے کی خاطر پیدا نہیں کیا۔

علم

اس وقت صرف اہل زمین کے تمدن' حکومت' طبائع' جغرافیہ' تاریخ اخلاق وغیرہ پر آٹھ کروڑ سے زیادہ کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ اگر ہمیں دوسرے کروں کا علم بھی زمین ہی کی طرح حاصل ہوتا تو ہم ان کے متعلق بھی کتابیں لکھتے۔ چونکہ آسمانی کروں کی تعداد کم از کم دس کروڑ ہے اس لئے علم میں دس کروڑ گنا اضافہ ہو جاتا۔

اگر اس تمام ذخیرہ کتب کو ایک لائبریری میں رکھنا چاہتے اور لائبریری کے ہر کمرے میں ۱۰ دس ہزار کتب سما سکتیں تو ہمیں ۸۰۰۰۰۰۰۰۰۰ کمروں کی ضرورت ہوتی اگر لاہور میں ۳ لاکھ مکانات تسلیم کئے جائیں تو ہماری یہ لائبریری لاہور جیسے ۲٬۶۶٬۶۶۷ شہروں میں سماتی۔ اگر ایک آدمی روزانہ ایک کتاب پڑھ ڈالتا تو اسے تمام کتب ختم کرنے کے لئے دو کھرب بیس ارب سال درکار ہوتے۔

خدا کے بندو! کیا ان تفصیلات کے بعد الٰہی جلال وعظمت سے تمہارے دماغ متاثر ہوئے؟ کیا تمہارے دلوں میں خشیۃ اللہ کی وہ کیفیت پیدا ہوئی جو ان تفاصیل کا مقصد ہے؟

عالم حیوانات

ایک چوہے کو ہاتھ میں پکڑو تو کاٹتا ہے۔ بھڑ کے قریب جاؤ تو ڈنگ لگاتی ہے۔ ہرن میل بھر سے دوڑ جاتا ہے' بھڑیئے یا پلنگ پر سواری ناممکن ہے حالانکہ یہ گھوڑے سے بہت چھوٹے ہوتے ہیں۔ اگر اونٹ کسی وقت باغی ہو جائے تو مالک کو گھٹنوں کے نیچے پیس ڈالتا ہے' کینۂ شتر مشہور ہے۔ اگر بیل یا بھینسا سرکش ہو جائے تو تمام گھر کو آناً فاناً مسمار کر دے۔ اللہ کی یہ کتنی بڑی نوازش ہے کہ اونٹ' گھوڑے' بیل' بھینس' اور ہاتھی جیسے شہ زور حیوان ہمارے اشارۂ نگاہ کے مطابق کام کر رہے ہیں' ہمارے بوجھ اٹھا رہے ہیں' ریگستانوں میں سے اٹھا کر پار لے جا رہے ہیں اور کان تک نہیں ہلاتے۔

وذللنٰها لهم فمنها ركوبهم ومنها ياكلون.

پھر ہر گائے اور بھینس ایک مشین ہے جو ہمارے لئے اکمل الاغذیہ یعنی دودھ مہیا کرتی ہے اگر دودھ کا رنگ سرخ' سبز یا سیاہ ہوتا تو ہمیں نفرت سی آتی۔ چاندی کی شفاف نہریں تھنوں سے بہہ رہی ہیں کیا ہمارے علم اور کاریگری کے بغیر چل رہی ہیں بسا اوقات بچے تک کے لئے دودھ نہیں بچتا۔ گوالن تمام دودھ دوہ لیتی ہے لیکن گائے خاموش کھڑی رہتی ہے یہ اس لئے کہ گائے ہماری پرورش کو بچے کی پرورش پر ترجیح دیتی ہے۔ افلا یشکرون.

ہندوؤں نے گائے کی اس قربانی سے متاثر ہو کر اس کی پرستش شروع کر دی حقیقت یہ ہے کہ کائنات میں اس قدر دلکش مناظر ہر سو بکھرے ہوئے ہیں کہ:

کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا ایں است

صائبین نے سورج کو خدا تسلیم کیا۔ زرتشت اور موسیٰ علیہ السلام نے آگ میں الٰہی تجلیاں دیکھیں۔ صوفیائے کرام کو ہر گل میں گلستان کا مرکز دکھائی دیا۔ شیدایان دیانت نے ہر ذرہ میں صحرا کا تماشہ دیکھا۔ الغرض اس حسین دنیا میں ہر سو نور و تجلی کے وہ حیرت انگیز مناظر موجود ہیں کہ ہر چیز پر مظہر خدا ہونے کا دھوکا لگتا ہے۔

ایک بچہ باپ کے ساتھ بازار میں جاتا ہے' جس مٹھائی کو پہلے دیکھتا ہے اس کے خریدنے کی تمنا کرتا ہے لیکن والد ساتھ ہے' وہ بہترین چیز خرید لیتا ہے اگر ہماری انگلی رسول ﷺ کے

ہاتھ میں نہ ہوتی۔ تو ہم اس نادان بچے کی طرح ہر چیز کی پرستش پر اتر آتے۔ ہر رسول نے بہ بانگ دہل اعلان کیا تھا کہ دیکھو ان مناظر میں کہیں الجھ کر نہ رہ جانا۔ تمہارا مسجود وہ قادر و برتر رب ہے جو ان کھلونوں کا خالق ہے اور یہ مناظر تمہارے غلام و مطیع ہیں' نہ کہ معبود و مسجود۔

......☆......

پھولوں اور سبزیوں پر بعض چھوٹی چھوٹی مکھیاں اس قدر باریک ہوتی ہیں کہ اگر پکڑ کر دیکھنا چاہو تو انڈے کی طرح پھٹ جاتی ہیں لیکن کمال یہ ہے کہ ان میں باقاعدہ گردے' ہڈیاں' پھیپھڑے' معدہ' انتڑیاں' دماغ' آنکھیں' پر' ٹانگیں سب کچھ موجود ہے اور اس چھوٹے سے انجن میں پٹرول بھی بھرا ہوا ہے کہ باقاعدہ اڑ رہا ہے اللہ کا کمال دیکھنا ہو تو کوہ ہمالیہ کو مت دیکھو بلکہ یہ چھوٹے چھوٹے اڑتے ہوئے انجن دیکھو ان کے رنگ پر غور کرو' منہ' پاؤں' آنکھیں اور سر دکھائی نہیں دیتے لیکن پھر بھی یہ مکمل جسم ہیں۔ ہر جسم میں چھوٹی چھوٹی رگیں ہیں جن میں خون دوڑ رہا ہے۔ ایک چھوٹا سا پیٹ ہے جس میں غذا جا رہی ہے۔ اللہ اکبر! یہ جسم اللہ نے کس طرح تیار کیا ہوگا۔ شاعر فطرت کا کتنا باریک نازک اور ادق تخیل ہے کہ انسانی عقل تھرتھرا اٹھتی ہے۔

خود اعتمادی

جنگلی جانور اپنی حفاظت خود کرتے ہیں اس لئے چست' چالاک تیز' تندرست دراک اور حیلہ باز ہوتے ہیں لیکن گائے' بھینس گدھے وغیرہ کی حفاظت کا ذمہ انسان نے لے رکھا ہے اسی لئے یہ کاہل' بھدے اور سست ہوتے ہیں' جو قوم اپنے اقواء کو استعمال نہیں کرتی اللہ سے قوائے عمل چھین لیتا ہے مسلمانوں کو تقلید نے آج اندھا بہرا بنا رکھا ہے اس قوم نے قوائے مفکرہ کا استعمال چھوڑ دیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس سے یہ طاقتیں ہی چھین لیں۔

حرکات حیوانات

حرکت تلاش غذا کے لئے ہے' چونکہ درختوں کو غذا ہوا زمین سے مل جاتی ہے اس لئے انہیں چلنے کی ضرورت لاحق نہیں ہوتی۔ اگر بالفرض درخت بھی تلاش غذا کے لئے چلتے پھرتے تو دنیا میں بڑی بدنظمی پھیل جاتی۔ ہر روز ہزاروں درخت سڑکوں کے درمیان آ جاتے۔ آمد و رفت

بند ہو جاتی۔ زید کے کھیت سے درخت چل کر عمر کے کھیت میں چلے جاتے اور باغوں سے بھاگ کر پہاڑوں پر چڑھ جاتے۔

چونکہ حیوان کی خوراک دنیا میں ہر سو پھیلی ہوئی ہے اس لئے وہ چلتا پھرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو وہی خصوصیت عطا کیں جن کی اسے ضرورت تھی مثلاً سپلنج ایک ایسا جانور ہے جو اپنے مقام کو نہیں چھوڑتا اس لئے اس کی غذا وہیں موجود ہوتی۔ سی سکرٹ (SEASQUIRT) غذا کے لئے صرف اتنی ہی تکلیف کرتا ہے کہ اپنے خول سے سر باہر نکالتا ہے اور بس۔

حالات کے مطابق مختلف جانوروں کی حرکات مختلف ہیں۔ بعض دن کو سوتے ہیں اور رات کو نکلتے ہیں۔ وبالعکس بعض جانور سخت گرمی اور سردی میں مکانوں کی چھتوں اور سوراخوں میں مہینوں نہاں رہتے ہیں اور مرتے نہیں' جوہڑ خشک ہونے کے بعد مینڈک زمین کی ایک تہہ سے چپک جاتا ہے اور برسات میں باہر نکل آتا ہے۔ مہینوں اور بسا اوقات برسوں غذا کے بغیر زندہ رہنا تخلیق کا بہت بڑا معجزہ ہے۔ جن جانوروں کی غذا سہل الحصول اور زیادہ ہوتی ہے وہ موٹے اور بھدے بن جاتے ہیں مثلاً ہاتھی' بھینسا' مینڈک وغیرہ۔ وجہ یہ ہے کہ انہیں تلاش غذا کے لئے دوڑ دھوپ کم کرنا پڑتی ہے اور ان کے دشمن بھی کم ہوتے ہیں۔ ہرن کی خوراک ہر جگہ بہ افراط ہے لیکن اس کے دشمن اس قدر زیادہ ہیں کہ ذرا سی آہٹ پر اسے میلوں بھاگنا پڑتا ہے۔

دنیائے طیور

ومامن دابة فی الارض ولا طآئر یطیر بجناحیه الا امم امثالکم

(انعام ۳۸)

یہ چوپائے اور اڑنے والے جانور تمہاری طرح امتیں ہیں۔

ان امتوں کو بیماریاں لاحق نہیں ہوتیں۔ ان پر آثار پیری بہت کم مرتب ہوتے ہیں یہ آخر عمر تک چست' چالاک اور پھرتیلے رہتے ہیں' انہیں زکام اور ملیریا نہیں ہوتا' انہیں کھانسی اور نمونیا کی شکایت نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ یہ امتیں ایک خاص نظام حیات کی پابند ہیں' مناسب غذا کھاتی ہیں' مناسب ورزش کرتی ہیں' اور لذت اندوزی کی جائز حدود سے آگے نہیں بڑھتیں۔ شیر اپنی بیوی کی سال میں ایک دفعہ خبر لیتا ہے لیکن انسان.....؟

پرندے ماحول کے ساتھ ساتھ بدلتے رہتے ہیں لیکن انسان عموماً نہیں بدلتا' مذہب وضع اور رسوم کی آڑ لے کر ایک مقام پر ڈٹا رہتا ہے۔ نتیجہ یہ کہ زمانے کا ساتھ دینے والی اقوام ان اقوام پر چھا جاتی ہیں جو سطح زمین پر خیالات اور اطوار واخلاق میں ''گل محمد'' بنی ہوئی ہوتی ہیں۔ ان طیور میں ہمارے لئے ہزاروں اسباق موجود ہیں۔ یہ ہم جیسی ہی امتیں ہیں جو آئین قوت کو نبا ہنے اور نظام صلاحیت پر عمل پیرا ہونے کے بعد زندگی سے چہک رہی ہیں۔

بدقسمت ہیں وہ پرندے اور چوپائے جو انسانی قرب وجوار میں آبستے ہیں مثلاً گائے' بھینس' گدھا' گھوڑا' مرغا' کبوتر وغیرہ۔ انسان کافی غلیظ واقع ہوا ہے' ادھر تھوکتا ہے ادھر قے کرتا ہے اور ہر طرف کوڑے کرکٹ کے ڈھیر لگائے رہتا ہے۔ اس غلیظ ماحول میں یہ چوپائے اور پرندے کمزور ہو جاتے ہیں۔ ورنہ جنگلی جانوروں کو دیکھو۔ ان کے گھونسلوں اور نشیمنوں میں کس قدر صفائی پائی جاتی ہے بلی زمین میں ایک گڑھا کھودتی ہے اور اپنا فضلہ اس میں چھپا دیتی ہے' بہ الفاظ دیگر انسان کو ہر روز بلی سبق دیتی ہے۔

والرجز فاهجر. (مدثر ۵) اے انسان میل کچیل اور غلاظت سے دور رہ۔

لیکن یہ سرکش انسان جو پیمبر کی بات نہیں سنتا اور الٰہی حکم تک کی پروا نہیں کرتا وہ بلی سے کیوں سبق سیکھنے لگا؟ اشرف المخلوقات جو ٹھہرا!

زندہ اقوام میں جہاں دیگر فضائل پیدا ہو جاتے ہیں۔ وہیں صفائی' نفاست اور پاکیزگی ان کی نس نس میں دھنس جاتی ہے۔ وہ بہت اجلے نہایت لطیف المذاق اور بے حد صفائی پسند ہوتے ہیں۔

......☆......

فبعث الله غرابا يبحث في الارض ليريه كيف يوارى سواة اخيه

(مائدة ۳۱)

تو ہم نے اس کی طرف کوا بھیجا تا کہ اس کو نعش دفن کرنے کا طریقہ سکھائے۔

یہ قصہ دراصل ایک طرح کی ہدایت ہے کہ تمام غلیظ اور بدبودار اشیاء کو زمین میں گاڑ دیا جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مسلم کو ہر قسم کی جسمانی' دماغی اور روحانی اخلاقی نجاست سے نجات دلانے کے لئے ہوئی تھی آج ہمارا ملا جسمانی صفائی پر کچھ کہنا اپنے علم کی ہتک سمجھتا ہے۔

وہ ایسی تمام آیات میں غلاظت سے مراد روحانی اور اخلاقی غلاظت لیتا ہے۔ اچھا ایسا ہی سہی۔ لیکن انصافاً فرمائیے کیا ایسے آدمی کے اخلاق میں ذرا سی بھی نفاست ہو سکتی ہے۔ جس کے منہ کپڑوں اور جسم سے سنڈاس کی سی بو آ رہی ہو۔ جس کی شلوار میں سیر بھر جوئیں پھر رہی ہوں۔ جس کی چارپائی کے نیچے تھوکوں کا ڈھیر لگا ہوا ہو۔ گندے چیتھڑے، پھٹے پرانے کاغذات صدیوں کے ٹوٹے ہوئے بادیئے اور میل سے اٹی ہوئی کنگھیاں ہر طرف بکھری پڑی ہوں دیواروں پر ناک جھاڑ جھاڑ کر پلستر کیا ہوا ہو۔ ہر طرف ہولناک غلاظت، تعفن، ویرانی، تاریکی اور ظلمت ہو، اگر اخلاقی دنیا میں بدکاری ظلمت ہے تو مادی دنیا میں غلاظت اور کثافت کیوں ظلمت نہیں؟ یاد رکھو! معلم کائنات حضرت محمد عربی فداہ ابی و امی مسلم کو تمام جسمانی و روحانی غلاظتوں سے نجات دلانے کے لئے آئے تھے۔

قدرت کی پاکیزہ اشیاء کو انسان کھاتا ہے۔ انسان کی خارج کردہ غلاظت مکھیوں کی غذا بنتی ہے۔ مکھیوں کو دوسرے حشرات وطیور کھا جاتے ہیں۔ بہ دیگر الفاظ نباتات حیوانات کی غذا ہیں۔ حیوانات ہماری غذا، اور ہم مرنے کے بعد چھوٹے چھوٹے کیڑوں کی غذا بن جائیں گے۔ اس اندوہ ناک انجام سے بچنے کا راستہ صرف ایک ہی ہے کہ ہم حدود زمان و مکان کو توڑ کر جاوداں بن جائیں۔

عشق کی تقویم میں عصر رواں کے سوا
اور زمانے بھی ہیں جن کا نہیں کوئی نام

(اقبالؒ)

قرآن سے کس کو کیا ملا؟

شعرائے عرب جب کسی موضوع پر نظم لکھتے تھے، تو محبوبہ کی تعریف سے شروع کیا کرتے تھے۔ بعض اوقات اس موضوع پر چند اشعار ہوتے تھے اور محبوبہ کی تعریف میں تین چوتھائی سے زیادہ۔ جب کعب ابن زبیر رسول اللہ ﷺ کی خدمتِ عالیہ میں ۵۵۔ اشعار کا قصیدہ مدحیہ پیش کرتا ہے تو محبوبہ کی شان میں ۴۰۔ اشعار کہہ جاتا ہے۔

طرفہ اپنی ناقہ کی تعریف میں ۲۹، اور لبید بن ربیعہ ۳۱۔ اشعار لکھ جاتا ہے۔ یہی حال امرأ لقیس، عمر بن کلثوم اور دیگر شعرائے عرب کا تھا۔ اگر آپ ان شعراء کی اس بے ربطی کو برداشت فرماتے رہے۔ اگر آپ کشاف، معالم التنزیل، بیضاوی اور جلالین کی صرفی ونحوی موشگافیوں، علامہ

فخر الدین رازی کی منطقیانہ نکتہ سنجیوں اور بعض دیگر مفسرین کی فقہی مطلب طرازیوں کو گوارا کرتے رہے تو مجھے امید ہے کہ اہلِ صنائع پر میری ان بے ربط تفاصیل کو بھی برداشت فرمائیں گے۔

ایک ہرے بھرے کھیت میں ایک زمیندار اپنے بیل کے ساتھ داخل ہوتا ہے وہاں ایک ماہرِ اقتصادیات اور ایک عالمِ نباتات پہلے سے موجود ہیں۔اب یہ تمام اس کھیت کو مختلف زاویہ ہائے نگاہ سے دیکھ رہے ہیں۔بیل صرف آزادی کا منتظر ہے کہ مالک ٹلے اور وہ اس لہلہاتی ہوئی کھیتی سے پیٹ بھرے۔زمیندار اندازہ لگا رہا ہے کہ اس دفعہ کتنا قرضہ بے باق ہو جائے گا۔ ماہر اقتصادیات یہ سوچ رہا ہے کہ اس سال اس ملک کی خوشحالی پر اچھی فصلوں کا کیا اثر پڑے گا اور عالمِ نباتات ان پودوں کے عناصر ترکیبی اختلاف الوان' زمینی بکٹیریا اور پتوں کی حیرت انگیز مشین پر غور کر رہا ہے۔

قرآنِ حکیم کھیتی کی طرح ہے' کسی نے اس کو متصوفانہ نگاہ سے دیکھا۔کسی نے اس کی سحر بیانی کی تعریف کی۔واعظ نے اس میں سے دلچسپ کہانیاں انتخاب کیں۔مُلّا ذکرِ حور و شرابِ طہور پر مست ہو گیا۔مفتیوں نے اسے مسائل فقہی کا ایک ضابطہ سمجھا۔گدی نشینوں نے سجدۂ تعظیمی کے جواز پر آیات ڈھونڈیں۔راہب نے ترکِ دنیا کے دلائل پیش کیے اور بعض نے اسے منتروں' جنتروں اور ٹوٹکوں کی کتاب بنا ڈالا۔لیکن مجھے اس کتاب میں انسان کی سیاسی' اقتصادی و اخلاقی سطوت کے لئے بے بہا گر ملے۔میں نے نگارستان گیتی کی اس میں تفصیل دیکھی اور مجھے حتماً معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کے قول و فعل میں مکمل مشابہت ہے۔کائنات کیا ہے؟ قرآن کی تفصیل اور قرآن کیا ہے۔کائنات کا متن......

اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِیۡثِ کِتٰبًا مُّتَشَابِہًا مَّثَانِیَ تَقۡشَعِرُّ مِنۡہُ جُلُوۡدُ الَّذِیۡنَ یَخۡشَوۡنَ رَبَّہُمۡ ۚ (زمر: ۲۴)

''اللہ نے کتابِ کائنات کی بہترین تفصیل (احسن الحدیث) نازل فرمائی۔یہ کتاب کائنات سے ہر رنگ میں مشابہ بلکہ اس کا ثُنیٰ (شانی) ہے۔اس کے مطالعہ سے اُن (طلبۂ کائنات) کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جن کے دلوں میں کیفیتِ خشیہ موجود ہے۔''

محفلِ گیتی میں شاہد ہستی مستور ہے اور مسلم کا فرض اسے بے نقاب کرنا ہے۔(دو قرآن)

ادب جدید‘ جدت کہ بدعت؟

نیا ادب جدت نہیں، بدعت ہے۔ اس میں زیادہ تر کھلنڈرا پن ہے۔ ہر عہد کے بیان کا ایک اسلوب ہوتا ہے۔ ہمارے نئے لکھاری اسلوب بدل ڈالتے تو عیب نہ تھا۔ عصری روح کا اقتضاء ہوتا لیکن انہوں نے مطالب بھی بدل ڈالے اور ان کی جگہ جو نئے مطالب لائے وہ محض تقلید، اخذ اور توارد ہیں اور تقلید بھی یورپ کے اس ہیجانی ادب کی جو مغرب میں معاشرہ واخلاق اور دین و مذہب سے بغاوت کے نام پر جنا گیا ہے۔ اس قسم کا ادب کبھی مستقل نہیں ہوتا۔ یہ محض نعرہ بازی ہے جو ایک قوم، ایک عہد چھوڑتے وقت دوسرے عہد کی راہوں میں اختیار کرتی ہے۔ یہ انقلاب نہیں‘ نراج ہے...... غم وغصہ کی یادگار ہمارے شاعر وادیب نہیں جانتے کہ تقلید ارتقاء کی دشمن ہے۔ اس سے جمود پیدا ہوتا اور انقلاب ٹھہر جاتا ہے۔ ان لوگوں نے ادب کی پرانی قدروں سے بغاوت کے شوق میں ادب کے مسلمات بھی ترک کر دیئے ہیں۔ ہر قوم کی ایک زبان ہوتی، اس کا مزاج اور اس مزاج کے رنگ ڈھنگ ہوتے ہیں۔ ہمارے ان ادیبوں اور شاعروں نے ان پر بھی ہتھوڑا چلایا ہے۔ یہ چیز عمدہ ہے کہ نئے ادب سے زنجیروں کے ٹوٹنے کی آواز آتی ہے لیکن حیرت ہے کہ ان ادیبوں کے ہاں ابلاغ کی روح نہیں۔ جو ادب عوام کے لیے نہ ہو، وہ ادب نہیں پہیلی ہے۔ تعجب ہے کہ ادب میں عوام کی زبان کے استعمال پر زور دینے والے عوام کی زبان سے نابلد ہیں۔ وہ جانتے ہی نہیں کہ جس قوم سے مخاطب ہیں اسے کس لہجہ سے پکارنا چاہیئے اور اظہار کا وہ کون سا پیرایہ ہے جو ان کی زبان کا لازمہ ہے اور جس سے عوام حرکت میں آتے ہیں۔ نیا ادب عوام سے مغائرت کی بنیاد پر ہے۔ اس کے پروڈیوسر مارکیٹ میں نہ تو اس کی ضرورت کا احساس کرا سکے ہیں اور نہ اس کی مانگ پائی جاتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے ایک خاص مزاج کے چند سو لوگ ادب میں عریانی کی تحریک لے کر لکد کوبی کر رہے ہیں۔ جدید ادب...... بالفاظ دیگر اردو میں ہپی ازم ہے۔ یہ لوگ بازار کے حسن کے تاجر ہیں۔ ان کے ہاں آگ اور لہو کی سفارت نہیں تجارت ہوتی ہے۔ یہ سرور نہیں نشہ بیچتے ہیں...... گھٹیا نشہ جس سے نئی پود ادب کی آڑ میں گناہ کا جواز لاتی ہے۔

شاہ جیؒ نے اس ادب کے نوادرات کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا۔ مثلاً یہی نظم ہے:

چھن...... چھن...... چھن

چھنا چھن، چھنا چھن...... چھنن

چھن...... چھن...... چھن

چھنا چھن، چھنا چھن...... چھنن

فرمایا میں نے اس کے ناظم سے پوچھا...... اس شہ پارہ کا مطلب کیا ہے؟ کہنے لگے:

یہ صوتی تصویر ہے۔ ایک محبوبہ آشنا سے ملنے کے لئے گھر سے نکلتی ہے تو اس کی رفتار چوری چھپے کی ہوتی ہے۔ چھن...... چھن...... چھن۔ پھر دائیں بائیں کے خطرات سے اپنے تئیں محفوظ پا کر آشنا کے مکان میں جھٹ سے داخل ہو جاتی ہے...... چھن۔ لوٹتے وقت اسی طرح چوری چھپے نکلتی اور اپنے گھر میں چھنن سے داخل ہو جاتی ہے...... چھن چھنن اس کے پازیب کی آواز ہے۔

فرمایا، اوّل تو یہ صوتی تصویر شاعری نہیں، کچھ اور ہے...... خیال کی بدکرداری ہے اور اگر شاعری یہی ہے تو میں بوڑھا ہو کر بھی دن بھر میں کئی دیوان مرتب کر سکتا ہوں۔ جہاں تک اختصار کا تعلق ہے، اس سے بھی مختصر یعنی دو حصوں میں پوری کہانی کہی جا سکتی ہے۔ مثلاً

وصل کی شب اور ان کا کہنا

جاؤ بھئی ہم نہیں منتے

عوام سمجھ لیتے اور بات ادھوری نہیں رہتی۔ دو مصرعوں میں پوری کہانی لپٹی ہوئی ہے۔

(امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ۔ نقیب ختم نبوت، جنوری ۲۰۰۳ء۔ ص ۳۵)

......☆......

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ (خاکہ)

عمر بن الخطاب...... رنگ ایسا کہ سفید و سُرخ گُلاب...... (خلافت کی ذمہ داریوں اور فاقہ کشی نے چھین لی جس کی آب و تاب)...... آنکھیں بڑی اُن میں ڈورِ عُناب...... سر کے بال کم، بہت کمیاب، ناک سیدھا، گال بھرے بھرے، قد لمبا، طوالت کے لیے عزت مآب...... ہاتھ پاؤں بڑے بڑے مگر ناموزونیت سے اجتناب...... ہر دَم سنجیدہ، لہجہ کھرا، طبیعت میں غُصہ، چال تیز بس آہوئے بے تاب...... چہرے پر چاندنی، مثالِ ماہتاب...... دُعائے نبی کا جواب، جوابِ لا جواب...... آفتاب آمد دلیلِ آفتاب۔

اُس کا قبولِ اسلام، کفر پر بجلیوں کا عتاب...... اُس کو خُدا کی لگن، اِسی دُھن میں وہ مگن، اِسی کی آرزو میں وہ ماہی بے آب...... اُس کے سامنے کوئی رُستم نہ کوئی سہراب...... کرگسانِ باطل کے لیے وہ ایک عقاب...... خطیبِ مایہ ناز، بارگاہِ حق میں اُس کے الفاظ باریاب...... اِس پر گواہ خُدا کی آخری کتاب۔

صدیقؓ کا جانشین، وہ امیر المؤمنین، بیت المال کا امیں، اُس کے پاس ہر وقت پائی پائی کا حساب...... آپ اپنا محتسب، اُس کی عمّال پر نظر، اپنے اعمال پر نظر، ہر لحظہ زیرِ احتساب۔

اُس کی سپاہ بے پناہ، چھا گئی مثالِ آب...... اُس کی سلطنت بے پایاں، بے حساب...... اُس نے ختم کر دیا قیصر و کسریٰ کا رُعب داب...... اُس کے گدا کیقباد و افراسیاب......

اُس کا عہد، عہدِ اسلام کا شباب...... اُس کی حکومت، استحکامِ انقلاب!

پیوند لگے کپڑے عزیز، مُسترد اطلس و کمخواب...... اُس کی غذا سُوکھی روٹی اور پیالہ آب...... عُسرتوں میں وہ شاداب...... اُس کی نگاہ میں ہیچ عشرتوں کے سُراب...... اس کی اِک نِگاہ سے دِل کی کھیتیاں سیراب...... اُس کا ذکر کارِ ثواب...... اُس کی راہ، راہِ صواب...... اُس کی سیرت، اہلِ حق کا نصاب۔

اُس کا ہر شرف، بس شرفِ انتخاب...... اُس کی عظمتیں کہاں ہر کسی کو دستیاب...... اُس کے نام سے پہلے نامِ صدیقؓ ہی کا باب...... اُس کے مشیر شیرِ خُدا، بُوترابؓ...... اُس کی عزت، عزتِ رسالت مآبؐ...... وہ نبی کا رفیق، انہی کے پاس محوِ خواب...... کافی ہے اس کے لیے، یہ قولِ آنجنابؐ:

''میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتے''

(مجیب الرحمٰن شامی، اردو ڈائجسٹ)

عثمان ابنِ عفان رضی اللہ عنہ (خاکہ)

عثمان ابنِ عفانؓ...... پیکرِ شرم و حیا، بندۂ تسلیم و رضا، صاحبِ جُود و سخا، ایک اوّلیں مسلمان...... اُس کی بھیڑیں بے شمار، اُس کے اونٹ قطار اندر قطار، وُہ سب سے بڑا سرمایہ دار، اُس کا سرمایہ، اسلام کا سائبان...... اُس کی تجارت عاقبت کا سامان۔ اُس کی دولت، اہلِ فقر پر مہربان، اُن کی ہر مشکل آسان۔

کوتاہ قامت نہ طویل القامت، قد پر موزونیت قربان...... بھورے اور گھنے بال، نازک خدو خال، داڑھی گھنی اور لمبی، رنگ گندمی، پیشانی چوڑی، شانے کُشادہ، سینہ چوڑا، گوشت سے بھرا، چہرہ روشن مثالِ کہکشاں۔ جیسے ابراہیمؑ بلند مرتبت، عالی شان...... حُسن اُس پر نازاں، چاند اُس پر قربان۔

اُس کی عزّت، دُخترانِ نبیؐ، اُس کا گھر ساتواں آسمان...... کسی اور کی کہاں یہ شان، اصحابِؓ نبیؐ کے درمیان...... اس کی صُورت، صُورتِ ایمان، اس کی سیرت، ایمان کی ترجمان۔

وہ سفیرِ آقائے دوجہان...... اس کی جان، رسولِؐ خدا کو عزیز از جان...... اس کا ہاتھ نبیؐ کا ہاتھ، وہ باعثِ بیعتِ رضوان...... اُس کی بخشش پر گواہ خود رسُولِ آخرالزمانؐ...... اُس کا چناؤ، جمہوریت کا نشان...... اُس کی خلافت، جمہور کی ترجمان...... اس کا نام، سب کے نوکِ زبان...... اُس کے حامی کاروان در کاروان...... اُس کی حکومت مادرِ مہربان...... اُس کے لشکر مرگِ دُشمنان...... اس کا پرچم شام تا خراسان...... اس کا عہد، کثرتوں، عشرتوں کا سامان...... اس پر عفو و درگزر حیران...... اس کے مقابل اشخاصِ بدگمان____

وہ اُٹھا کہ اُٹھا اتحاد کا نشان...... اُس کے بعد، منتشر مسلمان...... اس کی شہادت، مظلومیت کا عنوان، فتنہ ہائے نو کا سامان...... اُس کے خُون سے رنگین حرم کی داستان...... دورانِ تلاوت لی اُس کی جان۔ یہ قہر الحفیظ، والامان۔

وہ جامع القرآن_____ قاری نظر آتا تھا، حقیقت میں تھا قرآن...... آیۂ سورۂ رحمٰن_____ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ! (مجیب الرحمٰن شامی، اردو ڈائجسٹ)

......☆......

ادبیاتِ افضل حق

قیامت پر یقین

چھٹی جماعت میں پہنچ کر قدرے اطمینان کا سانس نصیب ہوا۔ مار پیٹ کا قاعدہ تو یہاں بھی جاری تھا۔ لیکن ایک دن کے قصور پر مہینہ بھر سزا نہ ملتی تھی۔۔ اسی سن میں صبح کے وقت کانگڑہ کا قیامت خیز زلزلہ آیا۔ جس نے پنجاب بھر کو خوابِ غفلت سے بیدار کر دیا۔ کچھ عرصہ تو سب نے

سمجھا کہ قیامت آ گئی۔ مائیں بچوں کو گھروں میں چھوڑ کر جان بچانے کھلی جگہ کی طرف بھاگیں۔ تاکہ عمارتوں میں دب کر نہ رہ جائیں۔ نفسانفسی کا وہ عالم تھا کہ بجز اپنی ذات کے کسی کو کسی کا خیال نہ رہا۔ مجھے گھبراہٹ میں والدہ کی آواز سنائی دی۔ کہ چوک میں چلے جاؤ میں اور میرا بڑا بھائی فضل حق مرحوم دونوں سر پر پاؤں رکھ کر گلی کے چوک کی طرف بھاگے۔ ہمارے پہنچتے پہنچتے وہاں اچھا خاصا ہجوم ہو چکا تھا۔ سب کے چہروں کی ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ سب خدا کا رحم مانگتے تھے۔ ناگاہ محلہ کی مسجد کا ملا بھاگا بھاگا آیا۔ اس نے آتے ہی اذان کہنا شروع کر دی۔ پھر کیا تھا خورد اور بزرگ کانوں میں انگلیاں دے کر اذانیں دیتے تھے۔ اور خوف سے ادھر ادھر دوڑتے تھے کسی کو زندگی کا یقین نہ تھا۔ ان میں ایک مادرزاد برہنہ حسین عورت باحال پریشان کانوں میں انگلیاں دے کر ''لوکو'' اللہ اکبر وے ''لوکو'' اللہ اکبر کہتی سراسیمہ ہو کر ادھر ادھر بھاگتی پھرتی تھی۔ برہنگی کی طرف میں تو اب اشارہ کر رہا ہوں۔ اس پریشانی میں کسی کو کچھ ہوش نہ تھا۔ ننگے اور لباس والے برابر تھے۔ چند منٹ کے بعد لوگوں نے محسوس کیا کہ جھٹکے بند ہو گئے۔ تب جان میں جان اور دماغ میں عقل آئی۔ مردوں نے تعجب سے برہنہ بی بی کو دیکھا عورت کو اچانک اپنی برہنگی کا احساس ہوا۔ وہ ہائے ہائے کہتی پس و پیش ہاتھ رکھ کر بھاگی۔ شریروں کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ لیکن خدا کا غضب قریب سمجھ کر نظریں جھکا لیں۔ ایک دو دن گزرے وہ نوجوان اور حسین عورت اہل محلہ کا مذاق بن گئی۔ عورتیں اس کے پاس سے گزرتیں تو چڑانے کے لئے کان میں انگلیاں دے کر دے ''لوکو'' اللہ اکبر وے ''لوکو'' اللہ اکبر کہنا شروع کر دیتیں۔

اس واقعہ کے بعد قیامت اور اس کی تفصیلات پر مجھے کبھی شبہ نہیں ہوا۔ (میرا افسانہ)

تفتیش جرائم

دیوتائے عشق کی کارفرمائی کے باعث میرے پڑوس میں زہر خورانی کا ایک کیس ہو گیا۔ ایک عاشق قلاش محبوب کی فرمائش کو پورا کرنے کے لئے دردر مارا پھرا کہ کہیں کچھ قرض مل جائے۔ کسی نے عشق کا راستہ آسان کرنے میں اس کی مدد نہ کی۔ لاچار نوجوان نے اپنی بوڑھی پھوپھی کو دھتورہ سے بے ہوش کیا۔ نقدی اور زیورات اڑا کر دیوی کے بھینٹ کیے۔ معاملہ بہت صاف تھا۔ عاشق حزیں کو جلد ہی محبت کا روایتی زیور یعنی زنجیر پہنا کر اس منزل محبوب یعنی جیل میں پہنچا دیا گیا۔

اس مقدمہ سے فارغ ہوا ہی تھا۔ آدھی رات مخبری ہوئی کہ بردہ فروشوں کا ایک گروہ ایک خالی بنگلہ میں شب باش ہے۔ اس کے ہمراہ اغوا شدہ عورتیں ہیں۔ اسی وقت پولیس کی جمعیت کو ساتھ لیا اور بندوق سنبھال کر چل دیا۔ تلاش کرنے پر دیکھا کہ ایک حسینہ جس کا جسم چاندنی سے میلا ہوتا تھا۔ فرش خاک پر سو رہی ہے اور دو مشٹنڈے پہلو میں پڑے ہیں۔ تحکمانہ لہجہ میں انہیں جگایا وہ ڈراؤنے خواب کی طرح چونک اٹھے۔ نکیرین کو سامنے دیکھ کر گھبرائے۔ میں نے کہا چلو یوم حساب آ گیا۔ وہ اٹھے، ہم انہیں ہمراہ لے کر تھانہ میں آ گئے۔ تینوں بھائی بہن کا رشتہ بتاتے تھے۔

میں نے کہا عورت کو ان سے الگ کر کے بٹھاؤ تاکہ ان کا جادو اترے تو میں اپنا سحر پھونکوں۔ مردوں کو حوالات بند کر دیا گیا۔ عورت کو پہرہ دار کی نگرانی میں بٹھا کر میں سو گیا۔ صبح اٹھا تو معلوم ہوا کہ عورت پر پہرہ دار سپاہی نے ڈورے ڈالنے شروع کر دیئے تھے۔ وہ تو خیر ہوئی کہ عصمت دری کی نوبت نہ پہنچی ورنہ سپاہی کے گناہ پر افسر بھی غفلت کے الزام میں دھر لیا جاتا۔ ہیڈ کانسٹیبل تفتیش نے کہا کہ عورت کو کبھی ایک کانسٹیبل کی نگرانی میں نہ چھوڑنا چاہئے۔ مرد اور عورت کی تنہائی یوں بھی فتنہ خیز ہوتی ہے پھر آوارہ عورتوں کو ادنیٰ ملازمین کے سپرد کر کے ان کی سلامتی کی کیا توقع کی جا سکتی ہے۔

ہیڈ کانسٹیبل اور سپاہی صبح سے لے کر شام تک عورت سے سر کھپاتے رہے۔ مگر اس نے کوئی بات مان کر نہ دی۔ مردوں کو بھائی بتاتی رہی۔ اگرچہ میں تفتیشِ جرائم میں نو آموز تھا۔ لیکن واقعات شاہد عادل تھے کہ عورت مغویہ ہے۔ ورنہ اجڑی کوٹھی میں شب باشی کے کوئی معنی نہ تھے۔ تھانہ کا عملہ تجربہ کار ضرور تھا لیکن وہ اپنے تجربے کے باہر نہ جا سکتا تھا۔ ہیڈ کانسٹیبل اور کانسٹیبل اس بات کے قائل ہو چکے تھے کہ اغوا کا معاملہ نہیں۔ غریب راہ گیروں نے کہیں ٹھکانہ نہ پا کر خالی کوٹھی کو رہن بسیرا بنا لیا ہوگا۔

میں نے بڑے یقین سے تفتیش سارجنٹ کو مخاطب کر کے کہا کہ آپ کی ابتدائی نصیحتوں کو میں نے دل میں جگہ دی ہے۔ لیکن میں کچھ کالا علم بھی جانتا ہوں۔ کان میں وہ افسوں پھونکوں گا کہ عورت مینا کی طرح بولے گی۔ اس نے کہا حضور اگر کام منتر جنتر سے چل جائے تو دردسری کیوں کی جائے۔ میں اٹھا عورت کے کان میں اتنی بات کی کہ کنوارا ہوں۔ تمہارا ان سے پیچھا چھوٹ

جائے تو میرے گھر کی رانی بن کر رہو۔ سب نے دیکھا کہ جادو چل گیا۔ عورت کے چہرے پر رونق اور آنکھوں میں چمک آ گئی۔ اس نے ذرا اونچی آواز سے کہا کہ یہ تو مجھے بھگا کر لائے ہیں۔ اب معاملہ صاف ہوگیا۔ سب نے مجھ سے پوچھا کہ آپ نے عورت سے کیا کہا۔ میں نے کہا اصل کہانی یوں معلوم ہوتی ہے کہ حسین عورت غریب کی جورو بن گئی ہے۔ محلات کا خواب دیکھنے والی عورت جب جھونپڑی میں رہنے پر مجبور ہو جائے تو وہ اسے قید بلا سمجھ کر آزادی حاصل کرنا چاہتی ہے۔ اغوا کرنے والے ان ہی موقعوں اور گھرانوں کے متلاشی رہتے ہیں۔ وہ موقعہ مناسب دیکھ کر اس کے حسن کی تعریف کرتے ہیں۔ اور گھر کی غربت پر آنسو بہاتے ہیں۔ اور باتوں باتوں میں کہہ دیتے ہیں کہ اگر تمہارا حسن کوئی جوہری دیکھ پائے تو تمہیں نور محل بنائے۔ چنانچہ وہ جھونپڑی میں رہ کر محلات کے خواب دیکھنا شروع کر دیتی ہے اور ان خوشگوار خوابوں کی حسین تعبیر کے لئے گھر سے نکل کھڑی ہوتی ہے۔ میں نے شادی کا چکمہ دے کر دیرینہ آرزوؤں کی تکمیل کر دی۔ اب وہ چھم چھم کرتی تھانے میں ادھر ادھر آزادی سے پھرنے لگی۔ حسن کے ساتھ تمکنت آ گئی۔ وہ چھوٹے درجہ کے آدمیوں سے بڑے درجہ کی عورتوں کی طرح متانت سے گفتگو کرنے لگی تھی۔

اگلے روز عدالت میں چالان پیش کرنا تھا۔ اس نے کپڑے بدلے۔ کاجل آنکھوں میں ڈالا۔ بازار میں نور برساتی چلی اور اس شان سے کمرہ عدالت میں پہنچی کہ مجسٹریٹ نے قلم ہاتھ سے رکھ کر اور عینک کو آنکھوں سے ہٹا کر بے ساختہ منہ سے کہا "ارے!"

وہ چراغ رخ زیبا لے کر دنیا کی بے انصافیوں سے پناہ نہ پا کر عدالت کے اندھیرے میں انصاف ڈھونڈنے آئی تھی۔ حسن کی خاموش تصویر کی طرح زبان بے زبانی سے داستان درد بیان کر رہی تھی۔ کہ میں گوہر شب چراغ تھی۔ مزدور کے گھر میں رہ کر خاک میں مل گئی۔ غربت نے خاوند کے لئے دنیا اندھیر کر رکھی تھی۔ اسے میری طرف روزمرہ کی بدحالی کے باعث نظر اٹھا کر دیکھنے کی فرصت ہی نہ تھی۔ میں نظر التفات سے محروم گھر سے نکل آئی۔ اب بازار کی جنس ہوں اور سرمایہ کے ہاتھ کی میل پر بک سکتی ہوں۔

ہر شہر کے بازار حسن میں بیسوائیں یہی دردناک داستان بیان کر رہی ہیں کہ کس طرح سونے چاندی کی جھلک پر مزدوروں کے گھروں سے حسن سرمست ہو کر نکلتا ہے۔ پھر عمر بھر رسوائے

بازار رہتا ہے۔ اس روز عدالت نے تاریخ دے دی۔ تاکہ معلوم ہو سکے کہ ملزم سابقہ سزا یافتہ ہیں یا نہیں۔ مجھے ایک اور سرکاری کام کے لئے باہر جانا پڑا۔ میری غیر حاضری میں ملزم سزا پا گئے۔ مجھے امید تھی کہ عورت وارثوں کو واپس کر دی گئی ہوگی۔ مگر معلوم ہوا کہ تھانے کا عملہ بالعموم بردہ فروشی کا کام سرانجام دے لیتا ہے۔ عورت ان ہی کی وساطت سے گاؤ خورد ہوگئی۔

عشق کا بھوت

انہی دنوں میں نماز صبح سے فارغ ہو کر بیٹھا ہوا تھا کہ علی الصبح ایک مقامی گورنمنٹ سکول سے بوڑھا ٹیچر آیا۔ ان صاحب کو میں اکثر کورٹ انسپکٹر کے پاس دیکھتا۔ ہمارے کورٹ انسپکٹر زندہ دل بوڑھے بزرگ تھے۔ ماسٹر مذکور آتے ہی میرے پاؤں پڑ گیا۔ اور زار و قطار رونے لگا۔ قبل اس کے کہ میں کچھ پوچھوں اس کی ہچکیاں بندھ گئیں۔ میں حیران تھا یہ کیا ماجرا ہے؟ تردد سے پوچھا کہ صاحب ماجرا کیا ہے۔ کہا کہ تمہارے بچانے سے بچ سکتا ہوں۔ میں سمجھا کہ شاید کوئی قتل کر آیا ہے۔ داستانِ غم عشق کا ماجرا نکلا۔ معلوم ہوا کہ کسی شعلہ رُو آوارہ مزاج عورت سے راہ چلتے ماسٹر جی کا دل مل گیا اور راستے گلی میں ہی رضامند ہو گئے۔ ماسٹر جی جوالا مکھی کو گھر لے آئے' گھر کی زمین جاگ اٹھی۔ صحن پرنور چھا گیا۔ اس بد وضع اور بخیل کے گھر میں پری آ گئی۔ اسے شیشے میں اتارنے کے لئے وہ ہن برسانے لگا۔ حسن لباس اور زیورات سے نکھرتا ہے۔ قیمتی ساڑھیاں اور عمدہ زیورات مہیا کیے۔ سات روز میں ڈھائی ہزار خرچ اٹھا۔ وہ گھر والی بن کر بیٹھ گئی۔ یہ خوشی خوشی لڑکے پڑھانے مدرسہ چلے گئے۔ پیچھے وہ تین ہزار روپیہ نقد لے کر دروازے چوپٹ چھوڑ کر چلی گئی۔ ماسٹر جی آئے تو مسٹریس ندارد۔ بھاگے لپکے' ادھر ادھر گئے' آخر عورت کا سراغ پا لیا۔ اس کے متعلق معلوم ہوا کہ اسی طرح وہ کئی ایک کو بدھو بنا چکی تھی' ماسٹر جی اس کا آخری شکار تھے۔

میں نے کہا اچھا پرچہ دلاتا ہوں۔ وہ پھر پاؤں پڑ گیا کہ عورت دلاؤ۔ کچھ کرامات کر دکھاؤ میں ہنس پڑا اور کہا کہ میں کراماتی نہیں۔ وہ پھر پاؤں پکڑ کر زار زار رونے لگا اور کہنے لگا خدا کے لئے مجھے وہ تعویذ دو۔ میں نے تعجب سے پوچھا کہ وہ کون سا تعویذ۔ اس نے کہا جو کورٹ انسپکٹر کو بتلایا تھا۔ میں نے حافظہ پر زور دیا تو یاد آیا کہ میاں بیوی کی لڑائی میں کچھ اناپ شناپ تحریر بہ طور تعویذ ایک شخص نے کسی کو دی تھی اور اتفاق سے وہ معاملہ بھی سلجھ گیا تھا۔ یہ واقعہ میں نے کورٹ انسپکٹر صاحب سے

بھی ذکر کیا تھا۔

میں نے ہزار کہا کہ میں تعویذ کا قائل ہوں نہ دیتا ہوں۔ مگر وہ نہ مانا۔ بلکہ اس سے زیادہ اصرار کرنے لگا۔ میں نے مجبور ہو کر ایک تعویذ لکھ دیا۔ وہ دعائیں دیتا چلا گیا۔ اس تعویذ کے بھروسے پر سیدھا اس عورت کے گاؤں میں گیا۔ اتفاق کی بات کہ وہ گھر میں تنہا تھی۔ عاشق نے ایک آبدار خنجر اس کے حضور میں پیش کر کے کہا یا مجھے قتل کر یا جینے کی امید دلا۔ ماسٹر جی اس تعویذ کے بل بوتے پر یہ شاعری کر چکا تو عورت نے بلائیں لیں۔ خنجر لے کر صندوق میں رکھ لیا اور اچانک پلٹ کر ماسٹر کے گلے میں اسی کی پگڑی ڈال لی۔ چور چور کے شور سے محلہ سر پر اٹھا لیا۔

پگڑی گلے ڈالنے پر تو ماسٹر محبوب کا غمزہ سمجھا۔ جب عورت نے قیامت اٹھا لی تو ماسٹر کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ جو آیا اس نے داڑھی کھینچی اور لٹھ برسایا۔ ماسٹر کو ایسا کوٹا چیٹا کہ محبت کا سبق بھول گیا۔ توبہ توبہ کرنے لگا۔ عشق کی راہ میں چوٹیں اتنی کھائیں کہ زمین پر لوٹنی کھا کر گر گیا۔ لوگ گڈے پر ڈال کر ماسٹر جی کو تھانے لے آئے۔ جب انہیں ہوش آیا تو اپنے آپ کو سب انسپکٹر تھانہ ساہیوال کے سامنے پایا۔ سب انسپکٹر بھی اتفاق سے اسے کورٹ انسپکٹر کے ہاں دیکھ چکا تھا۔ کیفیت پوچھی تو اس نے تنہائی میں بات کہی کہ چوہدری افضل حق کا تعویذ لے کر آیا تھا۔ شاید تعویذ ذرا تیز ہو گیا بات بنتے بنتے بگڑ گئی۔

جاہل پیر ایسے ہی گدھوں کی کمائی پر بسر اوقات کرتے ہیں۔ کم بخت اتنا پٹ کر بھی اسے تعویذ کی تیزی سمجھتا ہے۔ سارا معاملہ خراب ہونے پر بھی بات بنتے بنتے بگڑ گئی کہتا ہے۔

اس زمانہ میں سب انسپکٹر خدا کا مظہر سمجھا جاتا تھا۔ اس نے تیور بدلے اور ماسٹر کو پکڑ لانے والوں کے لیے حکم دیا کہ ان کو گرفتار کر کے حوالات میں بند کر دو۔ یہ بدمعاش عورتوں کے رکھوالے ہیں۔ وہ اپنے خیال میں کار سرکار کر کے آئے تھے۔ نمازوں کی بخشش کے عوض روزے ان کے گلے پڑے۔ عاجزی کرنے لگے۔ (میرا افسانہ)

استعفٰے کے بعد

اگرچہ میں نالائق افسر نہ تھا تاہم انگریزی ملازمت کی ایک ایک ساعت میرے لئے ناقابل برداشت تھی۔ استعفا دیا تو بوجھ ہلکا ہوا۔ میں ان دنوں لدھیانہ تھانہ صدر میں تعینات تھا۔ اسی

جگہ میرا کامیاب لیکچر ہوا۔ جب ہاتھ لٹکا تا گھر پہنچا تو گاؤں کے لوگوں نے میری حرکت پر تعجب کیا۔ کچھ لوگوں نے میرے اچانک استعفا کو میری بے وقوفی پر محمول کیا۔ اس آگ کا علم نہ تھا جو مدت سے میرے سینے میں سلگتی تھی۔ میں ان کی سرگوشیوں سے بے پرواہ تھا۔ گاؤں کے لوگ مجھ سے ڈرتے تھے۔ مبادا وہ بھی کہیں میرے ساتھ ہی سرکار کے غصہ کا شکار نہ ہو جائیں۔ میں نے بد کے ہوئے جانور کی طرح انہیں آہستہ آہستہ رام کرنا شروع کیا۔ گڑھ شنکر میں پہلے حکام اور اہل دیہہ میں شدید بلوہ ہو چکا تھا۔ جس میں جانبین کو اندیشہ تھا کہ میری سرگرمیاں ایک دن پھر خون کی ہولی کا باعث ہو جائیں گی۔ مجھے کام کی مشکلات صاف نظر آتی تھیں۔ گورنمنٹ کے خلاف ایجی ٹیشن مسلمان پبلک کے لئے اچنبھا بات تھی۔ میں مشکلات کو آسان کرنے کا حل سوچ رہا تھا کہ ہوشیار پور سے لیکچر کی دعوت وصول ہوئی۔ مجھے خود ضرورت تھی کہ ہوشیار پور کے آزاد خیال لوگوں سے تعارف حاصل کروں اس دعوت کو غنیمت سمجھ کر ہوشیار پور چلا گیا۔ ایک بیرسٹر کی صدارت میں تقریر کی، چھتوں اور مکانوں پر بھی آدمی بیٹھے تھے۔ ایک شکستہ مکان کی چھوٹی اینٹیں نیچے گر گئیں۔ ایک آدمی کے لگیں اس نے واویلا مچایا۔ حادثہ جلیانوالہ کے ڈرے ہوئے لوگوں نے سمجھا کہ شاید گولی آ لگی۔ ہر طرف سے شور اٹھا کہ مشین گن چل گئی۔ کوئی نہیں سوچتا کہ مشین گن آئی کہاں سے، عام بھاگڑ پڑ گئی۔ بھاگ دوڑ میں قیامت کا نقشہ سامنے آ گیا۔ صدر صاحب کو بھی یقین ہو گیا کہ فی الواقع ان کے گرد و پیش گولوں کی بارش ہو رہی ہے۔ گرمی کے دن تھے وہ ململ کا کرتہ پہن کر آئے ہوئے تھے۔ مشین گن کی مدافعت میں اکتاری ململ کا کرتہ سامنے کر دیا۔ تاکہ سینہ چھلنی ہونے سے بچا رہے۔ یہ بیرسٹر کی دماغی کیفیت کا حال تھا عوام کا کیا کہنا۔ دو آدمیوں نے گولیوں سے بچاؤ کے لئے اندھے کنوئیں میں کود کر بزعمِ خود جان بچائی۔ کئی ایک روندے گئے اور سخت زخمی ہوئے۔ ایک صاحب زمین پر پڑے ہوئے خدا رسول کا واسطہ دے کر فرماتے تھے جانے والو میرا منہ کعبے کی طرف کرتے جاؤ۔ ایک اور بیرسٹر صاحب ہلکی سی دھوتی پہن کر آئے ہوئے تھے۔ بھاگ دوڑ میں کسی کا پاؤں دھوتی سے الجھ گیا۔ دھوتی وہیں رہ گئی۔ آپ عالم سراسیمگی میں پس و پیش سے برہنہ اپنے خیال میں جان بچائے بھاگے جا رہے تھے۔ کہیں وسط بازار میں احساس برہنگی ہوا۔ آگے پیچھے ہاتھ رکھ کر گھبرائے ہوئے ہرن کی طرح چوکڑیاں بھرتے گھر میں داخل ہوئے۔ سینکڑوں بوٹ، جوتے،

پگڑیاں، دھوتیاں، وہیں رہ گئیں۔ حکام ضلع اور پولیس کو بڑی خوشی ہوئی۔ عوام الناس ندامت سے مرے جاتے تھے۔

اس واقعہ کے بعد میں نے پورے جوش سے دیہات میں کام کرنا شروع کر دیا۔ میرے کام میں کوئی ہاتھ بٹانے والا نہ تھا۔ جلسہ عام کرنے کا خیال ہوا۔ مگر منادی کون کرے۔ ناچار خود ہی کنستر لے کر اپنی صدارت میں اپنی تقریر کا اعلان کرنا پڑا۔ میں خود ہی دریاں سر پر اٹھا کر لاتا اور خود ہی میز کرسی لگاتا۔ اب لوگوں کا انتظار کرنے لگا۔ میں نے دیکھا کہ اول تو بہت کم لوگ یہ تماشا دیکھنے آئے اور جو آئے وہ دری پر بیٹھنے کے بجائے آس پاس کی حویلیوں میں گھس کر پابند پردہ بیبیوں کی طرح دروازے کے دراڑوں میں سے دیکھنے لگے کہ کیا ہوتا ہے۔ سامعین میں سے کوئی نہ ہونے کے باوجود میں نے گورنمنٹ کے خلاف اناپ شناپ کہنا شروع کر دیا۔ جب کوئی داد دینے والا نہ ہو کوئی کب تک گلا پھاڑتا رہے۔ جلدی ہی میں اس سعی مشکور سے باز آیا اور دریاں سر پر اٹھا کر گھر لے گیا۔ میں اپنی ناکامی سے بڑا اجزبز ہوا۔ آخر میرے ایک دوست نے جو اب حکومت کا ذمہ دار عہدہ دار ہے۔ مذاق میں سمجھایا کہ راجپوت تو تیرا ''رعب'' مانیں گے نہیں۔ بہتر ہے کہ پھر جلسہ کا اعلان کرو اور گاؤں کے جولاہوں پر رعب جما کر زبردستی جلسے کی رونق بڑھاؤ۔ لوگ ایک دفعہ لیکچر سن گئے تو جھجک خوف جاتا رہے گا۔ میں نے فوراً اس کارگر تدبیر پر عمل کیا۔ اور کچھ کامیابی ہوئی۔ اب میں دس پانچ جولاہوں کو پکڑ کر دری پر بٹھاتا تھا اور ان کو لیکچر سناتا تھا۔ ایک دن گاؤں کا ایک سکھ لیکچر سن گیا اور مجھے اپنے گاؤں آنے کی دعوت دے گیا۔ دوسرے دن ان کے گاؤں گیا سکھوں میں عجیب زندگی دیکھی۔ ہر طرف لوگ دوڑے بھاگے پھرنے لگے کہ جس نے تھانے داری چھوڑی تھی وہ آ گیا ہے۔ آدھ گھنٹہ کے اندر اندر تمام سکھ مرد و زن جمع ہو گئے۔ گاؤں کے مسلمان ہاتھوں میں حقے لیے اردگرد کی مردانہ حویلیوں کی آدم قد چار دیواری سے اونٹ کی طرح گردن اٹھا کر دیکھنے لگے۔ میں نے تقریر شروع کی۔ مجھے یوں معلوم ہوا کہ سامعین کے جسم میں جوش کی لہر دوڑ رہی ہے۔ تقریر ختم کی تو سب نے واہ جی واہ کہی اور دور تک چھوڑنے آئے۔ اس روز سے کوئی دن ایسا نہ تھا جب سکھوں کے گاؤں سے لیکچر کا بلاوا نہ آتا تھا۔ مجھے سکھوں کی سیاسی استعداد پر تعجب ہوا۔ اور مسلمانوں کی بے حسی کو دیکھ کر طبیعت نہایت پریشان ہوئی۔ ایسی بے حس اکثریت ملک کے فوری

مقاصد کے لئے تباہ کن ہے اس لئے میں نے ساری توجہ مسلمانوں کی طرف دی۔ اس کے بعد گڑھ شنکر سے آبادی میں دوسرے درجہ پر ایک گاؤں ہے وہاں تقریر کرنے کے لئے چل دیا۔ وہاں بھی میں گورنمنٹ کا باغی قرار دیا گیا بڑا مایوس لوٹا۔ پھر خدا نے ایک ساتھی ملا دیا۔ یہ شخص اپنی انتہائی سادگی کے باعث ایک زن بازاری پر اپنی متاع قربان کر چکا تھا اور تنگ دستی کے باعث عشق سے مستعفی ہو گیا تھا۔ دو دیوانوں کی خوب گزرنے لگی۔ بعض متدین لوگوں نے اس کی ہمراہی پر اعتراض کیا۔ میں نے کہا نیک لوگ نیکی کے کام میں شرکت نہ کریں تو ایسے لوگوں کی شمولیت کیوں غنیمت نہ سمجھوں۔ جیسا نکما میں گورو ہوں ویسا مجھے چیلا مل گیا۔ جب آپ جیسے نیک لوگ خدمت خلق کے عزم سے اٹھیں گے تو ہم جیسے لوگ اصلاح کرلیں گے یا میدان چھوڑ جائیں گے۔

گڑھ شنکر سے ۱۰ میل کے فاصلہ پر ایک اور مسلمانوں کے گاؤں میں گئے۔ میرے نام کی شہرت وہاں پہنچی ہوئی تھی۔ جو ملا اس نے عزت کی اور سب نے مشورہ دیا کہ مسجد خدا کا گھر ہے وہاں آپ چل کر نماز ادا کریں۔ ہم کھانا بھی وہیں پہنچاتے ہیں اور لوگوں کو بھی جمع کر کے لاتے ہیں۔ میں اور میرا یہ ہمراہی دونوں نے مسجد میں ڈیرا لگایا۔ یہ مسجد شہر سے باہر تھی۔ ہم متعجب ہوئے کہ شہر کے باہر اس اجڑی مسجد میں جلسہ کا انتظام لوگوں نے کیوں پسند کیا۔ نماز عشاء پڑھ کر گاؤں کی طرف منہ کر کے بیٹھ گئے۔ مشرق کے روایتی عاشق کی طرح لوگوں کے انتظار میں گھڑیاں قیامت کر کے کاٹنے لگے۔ بھوک نے قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی یاد دلانا شروع کی مگر نہ کوئی کھانا لایا اور نہ خود ہی آیا۔ رات بارہ بجے عقل نے عقدہ کشائی کی کہ لوگوں نے اپنے مکان پر ٹھہرانے کی ذمہ داری سے بچنے کے لئے ناگہانی آفت کو خدا کے گھر کی راہنمائی کی تھی۔ اب ہم صبر کا گھونٹ پی کر اٹھے اور گھر کا راستہ لیا۔ ساری راہ ساتھی اصرار کرتا رہا کہ مجھے بھی تقریر کا موقع دو میں نے کہا اس میں تکلف کیا ہے۔ صبح محرم کی دسویں ہے کربلا میں صف بچھا کر بیٹھ جائیں گے۔ جو دو چار راہ گیر ہتھے چڑھ جائیں انہیں لیکچر سنا دینا۔ چنانچہ ہم بھی دوسرے روز تعزیہ داروں کے پاس ہی اڈا جما کر بیٹھ گئے۔ خالی صف دیکھ کر دس بیس تھکے ہوئے آدمی آبیٹھے۔ میں نے اشارہ کیا کہ اس موقعہ کو غنیمت جانو۔ بس اٹھ کر تقریر شروع کر دو۔ وہ جھٹ کھڑا ہو گیا۔ اور پکار کر کہا۔ بھائیو! سنو! کچھ اور لوگ متوجہ ہو گئے۔ پھر بولا۔ بھائیو! سنو! اور دیہاتی بھی کھڑے ہو گئے کہ شاید مداری ہے تماشا کرے گا۔ پھر اس

نے کہا۔ بھائیو! سنو! میں نے جھنجھلا کر کہا کچھ آگے بھی بکو۔ اس نے پھر کہا۔ بھائیو! سنو! میں نے اس کی طرف تعجب سے دیکھا وہ اس مختصر سے مجمع کے رعب سے پسینہ پسینہ ہو رہا تھا۔ کچھ سوچتا تھا مگر کہہ نہ سکتا تھا۔ اب معاملہ سمجھ کر میں نے دل بڑھایا کہ شاباش شروع کرو اس نے تھوڑی دیر حواس درست کر کے کہا:

بھائیو! ''امام حسینؓ کربلا کے میدان میں لیٹے ہوئے تھے'' وہ یہ کہہ کر پھر خاموش ہو گیا۔ میں نے اس کی طرف دیکھا۔ اس نے مجھے مخاطب کیا اور کہا۔ ''افضلا! پھر اودھی چھاتی تے کون چڑھیا ہویا سی اوئے'' (اے اس کی چھاتی پر کون چڑھا ہوا تھا)

میرے منہ سے نکلا شمر۔

اس نے کہا ''ہاں ہاں شمر۔ ایسا کر کے بھائیو۔ اس کی چھاتی پر سوار تھا۔

مقرر کا رنگ زرد تھا۔ اپنی طرف سے دریا بہانے کی سعی کرتا تھا۔ لیکن ''ایسا کر کے بھائیو'' سے زیادہ جو اس کا تکیہ کلام تھا کچھ نہ کہہ سکتا تھا۔ آخر اس نے پلٹ کر کہا۔

''اے بھئی افضلا! میرا زور لگ چکا۔ اب تو اٹھ''

مجمع نے بے ساختہ قہقہہ لگایا۔ جس کو سن کر لوگوں کا اور ہجوم ارد گرد جمع ہو گیا۔ ساتھی تو زور آزمائی کر کے شرمندہ سا ہو کر بیٹھ گیا۔ میری موقعہ شناس عقل نے کہا کہ ایسا مجمع کہاں سے لائے گا۔ میں فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔ سب کو بیٹھ جانے کا اشارہ کیا۔ وہ لوگ غالباً اس امید پر بیٹھ گئے کہ میں پہلے مقرر سے بہتر دل لگی کا سامان بہم پہنچاؤں گا سب انسپکٹر پولیس اور تحصیلدار جو میلہ میں پھرتے تھے۔ زیادہ مجمع دیکھ کر ادھر آ گئے میں نے تقریر شروع کر دی واقعات کو درد انگیز لفظوں میں دہرایا۔ یہ واقعہ جذبات کی دنیا میں تلاطم پیدا کر دیتا ہے۔ لوگ ڈھاڑیں مار کر رونے لگے۔ تحصیلدار اور تھانیدار کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

طبیعت نے کہا کہ لوگوں کے دل سے حکام کا خوف دور کرنے کا یہ بہترین موقعہ ہے۔ اس لئے میں نے تقریر کا پہلو بدل کر کہا کہ جس طرح ظالموں نے امام مظلوم کو شہید کیا۔ اس طرح حکومت کے موجودہ وزراء نیکی کو ذبح کر رہے ہیں۔ اس مختصر کلام کو میں نے بہت طول دیا۔ طبیعت روانی پر تھی۔ لفظ دماغ سے چھن چھن کر آتے تھے۔ مجمع مسحور تھا۔

لوگوں کو ڈر تھا کہ میں ابھی باندھ لیا جاؤں گا۔ میں نے جلسہ برخاست کرا دیا۔ حوالدار تحصیلدار کھسیانے ہو کر چلے گئے۔ اور لوگوں نے میری جرأت کی داد دی۔ جرأت کی داد سے انسان خود ہی جری ہو جاتا ہے۔ مجھے امید ہو گئی کہ اب میری بات سنی جایا کرے گی۔ اس تقریر نے نہ صرف لوگوں پر جادو کیا۔ بلکہ میری حوصلہ مندی کی دھاک بٹھادی۔ بہادری وہ جوہر ہے جس کا اقرار دشمن کو بھی کرنا پڑتا ہے۔ ہر کہ ومہ کی زبان پر یہ فقرہ جاری ہو گیا کہ ''آدمی نڈر ہے''۔ غلام ملک میں یہ خصوصیت پیدا کرنا ہی آزادی حاصل کرنا ہے۔ ڈرپوک لوگ ہی غلام رہ سکتے ہیں۔ خوف وہراس کا علاج بھی جرأت کا کارنامہ اور رجز خوانی ہے۔ ایک جرأت دلانے اور ابھارنے والا فقرہ کام کر جاتا ہے۔ فوج کے اکھڑے ہوئے قدم جم جاتے ہیں۔ قوموں کی قسمت پلٹ جاتی ہے اور ملکوں کی تاریخ تبدیل ہو جاتی ہے۔ (میرا افسانہ)

......☆......

اس زمانہ میں مسلمانوں پر سب سے زیادہ صوفیاء کا اثر تھا۔ میں اپنے علاقہ کے گدی نشینوں کی خدمت میں حاضر ہوا کہ اسلام مظلوم ہو گیا ہے۔ مظلوم کی دم قدم سے مدد آپ پر لازمی ہے۔ اول تو میری حاضری سے انگریز کے خوف کے باعث کسی پر سکرات کا عالم اور کسی پر حبس دم کی کیفیت طاری ہو گئی۔ کسی کی زبان جاری ہوئی قلب کی حرکت بند ہو گئی۔ میں نے ہزار عرض کیا کہ دعا کے ساتھ دوا بھی فرمائیں کہ مریض اچھا ہو۔ بعض نے بڑی راز داری سے یقین دلایا کہ انگریز کی تباہی کے مسودہ پر سب ولیوں، نبیوں کے دستخط ہو چکے۔ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستخط باقی ہیں۔ تم جان کو تکلیف میں نہ ڈالو۔ صبح یا شام یہ کام ہوا ہی چاہتا ہے۔ میں نے ہر چند سرکارِ مدینہ کی تمام زندگی کے روشن ورق پیش کیے کہ میدان میں اترے بغیر کامرانی کا تاج پہنایا نہ جائے گا۔ جواب ملا میاں تم شریعت کی باتیں کرتے ہو طریقت کے نور کو نہیں سمجھتے۔ (میرا افسانہ)

دو اور دوستوں کا حال معلوم ہوا کہ گھر میں خدا کا دیا بہت کچھ تھا۔ مگر چشم دنیا دار گھر میں شاہانہ ٹھاٹھ دیکھنے کی متمنی تھی۔ کسی صاحب ضرورت نے انہیں تسخیر حیات کا چکمہ دے کر ان سے مالی امداد حاصل کی۔ اور ایسے سبز باغ دکھائے کہ باوجود اہل حدیث ہونے کے دونوں الگ الگ قبرستان میں ۴۰ رات چلہ کاٹنے پر آمادہ ہو گئے۔ رات کے آدھے بجے بستر سے اٹھ کر قبرستان کی

سنسان اور ویران جگہ پر جانا جنون سے کم نہیں۔ لیکن ضرورت مند دیوانہ ہو جاتا ہے۔ نامناسب موسم کے باعث کئی راتیں بارش میں کاٹیں اور مینہ سے بھیگے ہوئے پرندے کی طرح سکڑ سمٹ کر وقت کاٹا۔ مصیبت کے پہاڑ اٹھا کر ۴۰ راتیں پوری کیں۔ اب ان کے خیال میں صبح امید طلوع ہونے والی تھی انہیں بتایا گیا تھا کہ چالیسویں رات کے بعد وظیفہ ختم کر کے منہ اندھیرے قبرستان سے نکلنا اور جو پہلا شخص تمہیں ملے گا وہ تمہارا موکل جن ہوگا وہ تمہارے تابع فرمان تمہاری حسب منشا بادشاہوں کے محلات میں داخل ہو کر خوبصورت شہزادیوں کو اٹھا لایا کرے گا۔ وہ رات بھر میں تمہارے لئے عالیشان قصر تیار کر دے گا۔ دنیا کے سارے خزانے سمیٹ لائے گا۔

ان میں سے ایک وظیفہ کو ختم کر کے خوشی خوشی قبرستان سے نکلا۔ دیکھا کہ ایک دھوبی کپڑوں کی گٹھڑی لے کر نہر پر جا رہا ہے معاً خیال آیا کہ یہی میرا جن ہے جو دھوبی کے بھیس میں ہے لپک کر اس کے پیچھے ہو لیا۔ بے وقت قبرستان سے برآمد ہونے پر اس سے دھوبی ڈرا اور گٹھڑی جوتا وہیں چھوڑ کر بھاگا۔ ٹھہرنا ٹھہرنا کہتے یہ پیچھے پیچھے...... بچانا بچانا پکارتا دھوبی آگے آگے۔ دونوں کی سانس پھولی ہوئی تھی۔ دھوبی بیچارا قبرستان کے اس جن سے پناہ پانے کے لئے پاس کے گاؤں میں پہنچا۔ جہاں اس کی بہن بیاہی ہوئی تھی۔ وہ گاؤں میں داخل ہوتے ہی پکارا بہن جنت دروازہ جلدی کھولو۔ لوگو! مجھے بچاؤ۔ تمام گھروں کے مرد لینا لینا کر کے گھروں سے نکل آئے۔ عورتوں نے ڈر کے مارے بچوں کو چھاتی سے لگا لیا کہ جانے کیا آفت آئی ہے۔

لوگوں نے دونوں کو پکڑ لیا۔ وہ اس دھوبی کو جن بتاتا تھا اور دھوبی اسے قبرستان کا بھوت کہتا تھا۔ بڑا معرکہ آن پڑا تھا۔ دھوبی کو سب جانتے تھے۔ اس کی بہن جنت اپنے بھائی سے لپٹ کر میرا بھائی، میرا بھائی کہہ کر دھوبی کی کہانی کی تصدیق کرتی تھی۔ ادھر یہ شکل اور لباس سے بڑے معزز تھے۔ ان کو جھٹلانا بھی آسان کام نہ تھا۔ گاؤں کے داناؤں نے آخر فیصلہ دیا کہ دونوں ڈر گئے ہیں۔ اور ایک دوسرے کے متعلق انہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ ہمارے عزیز دوست نے جلدی سے وہاں سے رخصت لی مبادا کوئی پوچھ بیٹھے کہ تمہاری کہانی کیا ہے۔

اب دوسرے دوست کی سرگزشت سنئے۔ وہ قبرستان سے نکلے تو ان کو ایک آوارہ مزاج نوجوان سے مڈبھیڑ ہوئی۔ یہ صبح سویرے انہیں اپنا جن سمجھ کر آواز دینے لگے کہ ٹھہر جا۔ وہ سمجھا کہ

پولیس افسر مجھے للکار رہا ہے۔ وہ گھر سے ناراض ہو کر نکلا تھا۔ پولیس کے ہتھے چڑھ جانے کے خوف سے وہ بھاگا۔ جن کے متلاشی نے کہا۔ میں نے تیرے لئے اتنی تکلیف اٹھائی ہے تو بھاگ رہا ہے۔ نوجوان رکا اور پلٹ کر کہنے لگا۔ تھانیدار صاحب میں نے کوئی چوری تو نہیں کی۔ میں ماں باپ سے ضرور ناراض ہو کر نکلا ہوں۔ لیکن بھائی کے پاس جا رہا ہوں۔ وہ لاہور سیکرٹریٹ میں ملازم ہے۔ تاہم انہیں یقین تھا کہ یہ ضرور جن ہے اور لڑکے کو یقین تھا کہ یہ تھانیدار ہے۔ دونوں لاہور سیکرٹریٹ میں پہنچے۔ مزدور نوجوان کے بھائی نے اسے خوش آمدید کہا۔ فرضی پولیس افسر کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے زحمت اٹھائی۔ یہ ناکام و نامراد گھر آئے۔ اسی روز دونوں ناکام دوست اس امید پر ایک دوسرے سے ملے کہ شاید دوسرے کا چلہ کامیاب رہا ہو۔ جب دونوں ایک دوسرے کے حال سے آگاہ ہوئے تو خفت مٹانے کے لئے ہنسنے لگے۔ (ایضاً)

ادبیاتِ شورش کاشمیریؒ

چند دینی شخصیات کے چہرے

ابوالکلام آزادؒ

''میرا خیال ہے جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے مولانا ابوالکلام آزاد سے میری عقیدت کا رشتہ استوار ہے اور اس میں کبھی کوئی کمی نہیں ہوئی ہے۔ میں نے راہنماؤں میں سب سے زیادہ محبت انہی سے کی ہے۔ قید خانے میں مجھ سے یوسف مہر علی نے پوچھا اگر تمہیں راہنماؤں میں سے ایک رہنما منتخب کرنے کیلئے کہا جائے اور کتابوں میں سے کوئی ایک کتاب' تو تم کس کا انتخاب کرو گے؟ میں نے لحظہ توقف کیے بغیر جواباً کہا تھا: ''رہنماؤں میں ابوالکلام آزاد ار کتابوں میں ''ترجمان القرآن''! میری زندگی ان دونوں سے متاثر ہے اور میں نے قلم و زبان کے سیاسی سفر میں جو کچھ بھی حاصل کیا وہ انہی کی بدولت ہے۔''

مجھے اپنی بست سالہ سیاسی زندگی میں ہر مکتبِ خیال کے رہنما کی معیت میں کچھ عرصہ رہنے کا اتفاق ہوا ہے۔ بعضوں کو میں نے نزدیک سے دیکھا ہے اور بعض کو قریب سے سنا ہے۔ لیکن ابوالکلام آزاد سب میں آگے اور سب سے الگ ہیں۔ اُن کی بات چیت اتنی شستہ و رفتہ ہوتی ہے کہ کوثر و تسنیم کی لہریں نچھاور ہوتی ہیں۔ اور لہجہ اتنا پیارا کہ الفاظ اس کی تاثیر بیان کرنے سے معذور ہیں۔ وہ واقعی ابوالکلام ہیں' جو کچھ بولتے اور جو کچھ لکھتے ہیں اس سے انسان کا ذہن پرسش کی طرف نہیں بلکہ پرستش کی طرف جاتا ہے وہ الفاظ کو رشید احمد صدیقی کے الفاظ میں الوہیت کا جامہ پہناتے ہیں۔

حالات سازگار ہوتے تو وہ جمہوریہ ہندوستان کے پہلے صدر ہوتے۔ لیکن اب وہ کوثر و تسنیم کی ایک ایسی لہر ہیں جو گنگ و جمن کی لہروں کے ساتھ بہہ رہی ہے۔ عربوں میں ہوتے تو ابن تیمیہ ہوتے، ہندوؤں میں ہوتے تو اب تک اُن کے بت پجتے ہوتے لیکن وہ مسلمانوں میں تھے اس لئے ان کے حصے میں وہ سب کچھ نہیں آیا ہے جس سے علمائے امت کی جبینیں لبریز ہیں۔

مسلمانوں میں جتنی گالیاں ابوالکلام کو دی گئی ہیں، غالباً تاریخِ انسانی میں اتنی گالیاں کسی اور کو نہیں ملی ہیں۔ لیکن ان سب معرکوں میں اُن کا ایک جواب تھا:

> ''میرے بھائی! کوئی انسان خواہ وہ کسی درجے میں کیوں نہ ہو، گالی دے کر اپنی عزت میں اضافہ نہیں کر سکتا ہے۔ البتہ احوال کا جو نقشہ ہے آپ انہیں موسمی ہوائیں سمجھئے جو بہر حال گزر جاتی ہیں۔''

اور پھر اس کے بعد ایک آہ سرد جو ہونٹوں تک آکر رک جاتی ہے۔

قامت میانہ، بدن اکہرا، رنگ سرخ و سپید آنکھیں...... اس عمر میں بھی آہوانِ صحرا دیکھ لیں تو چوکڑی بھول جائیں۔ نجیب الطرفین، ذات سیّد، پیشہ وزارت، ان کا مجسمہ بے نیازی کی تصویر، انجمن آرائیوں سے محترز، خلوت آرائیوں کا شیدائی، خطابت میں یگانہ، صحافت میں منفرد، سیاست میں یکتا، عالم متبحر، زبردست مجتہد، حسن چہرہ میں ہو یا آواز میں، اس کی دِل پذیری پر جی جان سے فدا۔

دماغ یورپی، طبیعت عجمی، دل عربی، وجود ہندوستانی، مزاج کے اعتبار سے تانا شاہ، یعنی ان کے قالین پر بال ہو اور وہ ان کو چھو جائے یا آپ کی آواز میں حُسن نہ ہو اور آپ الفاظ کی نوک پلک کا خیال کیے بغیر ان کے سامنے بولنے لگیں تو انہیں فوراً نزلہ ہونے لگتا ہے۔ آپ ان کی ایک آدھ کروٹ ہی سے محسوس کر لیں گے۔ کہ اُن کی طبیعت منغض ہو گئی ہے۔ ان کے سامنے بولنا بڑے جی گردے کا کام ہے۔ وہ بولتے ہیں کہ آبشار کی طرح بہتے ہیں۔

ابوالکلام ابوالکلام نہ ہوتے تو تاج محل ہوتے اور اگر تاج محل انسانی پیکر میں ڈھل جائے تو وہ ہرگز ہرگز ابوالکلام نہیں ہو سکتا ہے۔

آفاقہا گردیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

......☆......

مولانا حسین احمد مدنیؒ

بعض یادوں کے ساتھ بعض تصویریں بھی دھندلا گئی ہیں۔ یقین مانیے اس وقت چشم تصور میں مولانا مدنی کی تصویر نہیں آ رہی ہے، لیکن دل پر اب بھی ان کی بڑائی کا نقش کھدا ہوا ہے۔

مولانا محمد الیاس دہلویؒ نے جو اہل اللہ میں سے تھے ایک دفعہ آپ کے سیاسی اشغال پر کہا تھا:

''حسین احمد تمہاری سیاست میری سمجھ میں نہیں آتی ہے، سمجھ میں آتی تو میں تمہارے ساتھ شب و روز چکر کاٹتا...... لیکن تمہاری مخالفت بھی نہیں کرتا کیوں کہ مجھے تمہارے دینی مرتبہ کا علم ہے۔ اور تمہاری مخالفت کر کے میں جہنم کی آگ نہیں خریدنا چاہتا۔''

کہتے ہیں مولانا محمود حسن شیخ الہندؒ کی بوقلموں خوبیاں قدرت نے ان کے چار شاگردوں کو بانٹ دی تھیں:

''حدیث کا علم علامہ انور شاہؒ کے حصہ میں آیا تھا۔ قرآن کا علم مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کو ملا تھا۔ سیاسیات کے فہم میں مولانا عبید اللہ سندھیؒ اور ایثار و عمل میں مولانا حسین احمد مدنیؒ ان کے جانشیں تھے۔''

مولانا مدنی واقعی ان لوگوں میں سے ہیں جن سے فقر و استغناء کا بوریہ قائم ہے یا جن سے شہنشہی کی جنبیوں پر خراش آتی ہے!

مسلم لیگ نے ہندوستانی سیاسیات میں جن لوگوں کو اپنے قہر و غضب کا شکار بنایا اور مختلف الاصل ملاحیوں سے نوازا، ان میں مولانا حسین احمد صاحب مدنی سرفہرست تھے۔ آج ہمارے سیاسی فرماں رواؤں کو ''جن نذر ہاتھوں'' سے گلہ ہے۔ وہ بہت پہلے مولانا کی داڑھی تک پہنچ چکے ہیں۔ مگر کسی مرحلے میں بھی انہوں نے اُف نہیں کی۔ البتہ حضرت شیخ عبد القادر رائے پوریؒ نے ایک گفتگو میں کہا تھا:

''مسلمانوں نے حسین احمدؒ اور ابوالکلامؒ سے سب و شتم کا جو برتاؤ کیا ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہیں حسین احمدؒ کا تقویٰ اور ابوالکلامؒ کا صبر انہیں لے نہ ڈوبے۔''

اور انسان ان سانحات سے ایک گہری سوچ میں ڈوب جاتا ہے کہ جن ہستیوں کو مسلمانوں نے ان کی موت کے بعد دین کے معاملے میں مستند تسلیم کیا۔ ان کی زندگی میں انہیں بُری طرح خوار کیا۔ بلکہ انہیں رسوائی کا تماشا بنانے میں بھی کوئی کسر اٹھا نہ رکھی!

مولانا حسین احمد مدنی کے ذاتی عقیدت منداس برصغیر کے ہر گوشے میں موجود ہیں۔ ہر وہ طالب علم جو دیو بند کا فارغ التحصیل اور آج کسی نہ کسی مسجد کا پیش امام یا کسی نہ کسی عربی مدرسہ میں استاد ہے ان کا ارادت کیش ہے۔

مسلم لیگ کے زمانۂ عروج میں جمعیۃ العلماء کے وجود کا نوے فیصد حصہ مولانا ہی کے ذاتی حلقہ بگوشوں کا مرہونِ منت تھا۔ اُن کا نام تحریک پاکستان کی طرح ہندوستان کے ہر قریے میں موجود تھا۔ سہلٹ سے لے کر خیبر تک کے دیہات میں اُن کے شاگرد موجود تھے۔ اور ان کی بدولت ان کا نام بھی لیا جاتا تھا۔ وہ کوئی بڑے سیاستداں نہ تھے۔ انہوں نے انگریز دشمنی کا جذبہ ورثہ میں پایا تھا۔ اُن کا وجود ۱۸۵۷ء کے علماء کی بغاوت کا مظہر تھا۔ وہ گھنٹوں بے تکان بولتے چلے جاتے تھے لیکن کوئی عظیم خطیب نہ تھے۔ ان کا احترام محض ان کے دینی وجود کی وجہ سے تھا۔ لوگ انہیں مالٹا کے اسیر کی حیثیت سے جانتے تھے اور انہیں معلوم تھا کہ اس شخص نے سالہا سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضے کی جالی کے پاس بیٹھ کر حدیث کا سبق پڑھایا ہے۔

سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ وہ (شاہ جی) دیو بند میں میٹھی نیند سو رہے تھے کہ فجر کی اذان ہوگئی۔ وہ بدستور سوئے رہے۔ اتنے میں کسی نے پاؤں دابنے شروع کیے۔ ہاتھوں کی ملائمت سے غنودگی تیز ہوتی گئی۔ تھوڑی دیر بعد پلٹ کر دیکھا تو مولانا مدنی پاؤں داب رہے تھے۔ شاہ جی ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھے۔

''حضرت آپ گنہگار کر رہے ہیں......!!''

''شاہ جی نماز کا وقت ہو چکا تھا۔ میں نے محسوس کیا آپ کو جگا لوں لیکن پھر خیال آیا' آپ تھکے ہوئے ہیں۔ یہی مناسب سمجھا کہ پاؤں دابوں' تھکاوٹ دور ہوگی' آنکھ کھلے گی تو ممکن ہے نماز قضا نہ ہو۔''

اور یہ تھے حسین احمد مدنی' ہندوستان میں اسلاف کی آخری صدا!

مفتی محمد شفیعؒ

دیو بند کے دور افتادہ قافلہ کا سرخیل' قد کوتاہ نہ دراز' سر تا پا پا کباز' گمشدہ زمانوں کے راست باز علماء کی ایک جیتی جاگتی تصویر' قرنِ اول کی سادگی کا نمونہ' طبیعت میں حلم' مزاج میں علم'

مزاج میں انکسار، زبان میں شیرینی، ادب و دین کا مرقع، حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کا مرید لیکن درباری نہ سرکاری، علم کا رسیا، قرآن کا شیدا، حدیث کا شائق، فقہ کا نباض، بیان میں پیچ نہ قلم میں خم، فقید المثال اساتذہ کا شاگرد اور نامور شاگردوں کا استاذ، چہرہ مہرہ شرافت کی دستاویز، کم سخن و کم آمیز، دل خوفِ غیر اللہ سے خالی، دماغ غور و فکر کا خزینہ، عیب بینی اور نکتہ چینی سے بیزار، دوستوں کی چوٹوں سے جی خوش کرنے والا اور دشمنوں کے وار کو ہنسی خوشی سہہ جانے والا، مرنجاں مرنج، آنکھوں میں علم و حیا کا رنگ و نور، عمر کہولت کی منزل میں زندگی چشمہ صافی، بے شمار دینی رسائل کا مؤلف، احتشام الحق مولانا یہ مفتی، شیخ سے رشتے کی ہم رنگی کے باوجود دونوں میں زمین و آسمان کا فرق، مولانا احتشام الحق شاہ یہ فقیر، وہ غنچۂ لب بستہ یہ کھلا ہوا پھول، وہ تھانے دار یہ خاکسار، عاجزی مسلک، انکساری مشرب، محبت ان کا طغریٰ ہے، اخلاص ان کا امتیاز، رسول اللہ کے عشق میں ڈوب کر اپنے آپ کو کھو دینے والا، ایک درخشندہ چہرہ جو اس یقین کے ساتھ جی رہا ہے کہ اپنی ہر سانس کے لیے وہ اللہ تعالیٰ کے روبرو جواب دہ ہے۔

سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

مجھے خوشی ہے کہ میں نے شاہ جی کے ساتھ اپنی زندگی کا ایک حصہ بسر کیا ہے۔ ان کی شخصیت اُن یونانی فلسفیوں سے ملتی جلتی ہے، جن کی تصویریں عجائب خانوں میں عہدِ عتیق کے انسانی خد و خال پر روشنی ڈالتی ہیں۔ ایک امریکی فلم پروڈیوسر نے ان کی تصویر دیکھ کر کہا تھا۔ ہالی وڈ کے فلم سازوں کو مسیح مقدس کی تصویر کے لئے اس سے بہتر چہرہ نہیں مل سکتا۔

ان کی شخصیت کا سراپا ہندوستانی مسلمانوں کا شاندار ماضی ہے۔ وہ کچھ بھی ہیں، ماضی ہی کی گونج ہیں۔ ہندوستان میں عوامی خطابت کے اعتبار سے اُردو زبان نے آج تک اتنا بڑا خطیب پیدا نہیں کیا۔ وہ کہا کرتے ہیں: ''میں لوگوں کی نگاہ سے مضامین چنتا ہوں'' انہیں دیس دیس کی بولی آتی ہے۔ وہ مقامی بولیوں میں بھی اسی ٹھاٹھ سے تقریر کر سکتے ہیں جو ان کی مابہ الامتیاز خصوصیت ہے۔ انہیں کمال حاصل ہے کہ وہ مجمع کی رنگارنگی کو اکائی میں تبدیل کر لیتے ہیں۔ انہیں ہزاروں شعر ان گنت ضرب الامثال، بے شمار محاورے اور سینکڑوں تمثیلات زبانی یاد ہیں۔ وہ ایک عظیم خطیب، ایک عظیم انسان اور ایک عظیم بذلہ سنج ہیں۔ ان تینوں کو یکجا کریں تو سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا ہیولیٰ تیار ہوتا ہے۔ وہ راس کماری سے لے کر سری نگر تک اور خیبر سے لے کر کلکتہ تک شعلے بکھیرتے

پھرے ہیں۔انہوں نے ایک وقت میں دس دس گھنٹہ تک لوگوں کو اپنی طلاقت لسانی سے مسحور کیے رکھا ہے اور کئی بار چار پائی پر لیٹ کر تقریر کی ہے وہ کسی نامور مدرسے کے فارغ التحصیل نہیں لیکن ان کے ہاتھ پر علامہ انور شاہ (کشمیری) نوراللہ مرقدہٗ بیعت ہو چکے ہیں اور بڑی بڑی فضیلتوں نے انہیں خراج ادا کیا ہے......اُن کی دل پسند چیزیں دو ہیں' آواز خوش اور چہرۂ خوش۔اُن کی چال خدی خوانوں کی سی ہے اور ان کا چلن ہر عیب سے خالی' وہ سونا نہیں کندن ہیں۔دراز قامت' دوہرا بدن' گول چہرہ' سفید داڑھی' ظالم آنکھیں' طوفانی لہجہ' کوندے تو بجلی' کڑکے تو بادل' اٹھے تو آندھی! دوستوں کے دوست' بلکہ جگری دوست' دشمنوں کے شریف دشمن' لیکن مدت کے بچھڑے ہوئے بغل گیر ہوں تو شہید گنج کا ملبہ بھی بھول جاتے ہیں۔الغرض وہ سمجھنے کی نہیں' پیار کرنے کی چیز ہیں۔

ان (شاہ جیؒ) کے لہجے میں سختی تھی درشتی نہیں' غصہ تھا انتقام نہیں......ان کے ہاں ہر سخن کی ترازو تھی اُن کے الفاظ تُل کر نکلتے تھے ان کے ہاں طنز تھا سخت قسم کا طنز لیکن سب وشتم نہیں جن چیزوں سے نفور تھے ان سے تمسخر بھی روا رکھتے۔

کالی داس نے عورت کے روپ کی تصویر کھینچتے ہوئے کائنات کی جن تصوری اور نظری خوب صورتیوں کو یکجا کیا ہے ان تمام خوبصورتیوں کا مرقع شاہ جیؒ کی خطابت تھی' رعد کی گونج' بادل کی گرج' ہوا کا فرّاٹا' فضا کا سناٹا' صبح کا اجالا' چاندنی کا جھالا' ریشم کی جھلملاہٹ' ہوا کی سرسراہٹ' گلاب کی مہک' سبزے کی لہک' آبشار کا بہاؤ' شاخوں کا جھکاؤ' طوفان کی کڑک' سمندروں کا خروش' پہاڑوں کی سنجیدگی' صبا کی چال' اوس کا نم' چنبیلی کا پیراہن' تلوار کا لہجہ' بانسری کی دھن' عشق کا بانکپن' حُسن کا اغماض اور کہکشاں کی مسجع ومقطع عبارتیں انسانی آواز میں ڈھلتے ہی خطابت کی جو صورتیں اختیار کرتی ہیں اس کا جیتا جاگتا مرقع شاہ جیؒ تھے۔

متفرقاتِ شورش

آتش کدۂ خیال میں حسرتوں کی چنگاریاں

ہم لوگوں پر جیسے مسرت کا دور ہی نہیں آیا لڑکپن اسکول میں گزرا جوان ہوئے جوان بھی کہاں؟ پس جوانی کی سرحد کو تاکنا شروع کیا تھا کہ جیل کا پھاٹک کھل گیا تقریباً ساڑھے دس سال

اس فرات کا پانی پیتے رہے نتیجۂ لڑکپن نے اپنی عنان بڑھاپے کو سونپ دی۔ جوانی بیچ میں سے اس طرح چھٹ گئی جس طرح کوئی نازنین پہلو چھڑا کر نکل جائے اور آتش کدہ خیال میں حسرتوں کی چنگاریاں رہ جائیں۔'' (پسِ دیوارِ زنداں)

خورشید.........!

''ثریا اور مسعود چلے گئے میں جین مندر کے پاس کھڑا سوچتا رہا محبت حد بیان سے ماوریٰ ہے اس وقت اور ابھی اندوہ گیں ہو جاتی ہے جب ادھوری رہ جائے..... خورشید جیسی لڑکیاں عشق کی معراج ہوتی ہیں اس نے مجھ سے بے پناہ محبت کی تھی حتیٰ کہ فنا ہوگئی خود بوئے گل تھی اپنے پیچھے نالۂ دل چھوڑ گئی۔ اس شمع کی یاد ہر اداس رات کو جگمگا اٹھتی ہے وہ ایک ناکام محبت تھی؟ اصلاً وہی کامیاب رہی اس نے جان دے کر وفا کی آبرو رکھی..... میرے سامنے اس وقت بھی اس کی تصویر ہے میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ میرے ساتھ شملہ پہاڑیوں کی ٹہنیوں کے سائے میں بیٹھی ہوئی وفا کا عہد کر رہی ہے لارنس گارڈن کی شاخوں میں اس کی مسکراہٹیں ابھی تک پھول بن کر کھلی ہوئی ہیں شاہی مسجد کے میناروں کی سلیں اس کے سرخ رخساروں کی آگ سے دہک رہی ہیں راوی اس کے گیت الاپ رہا ہے بارہ دری نے اس کی گمشدہ یادوں کے تصور سے پریشان ہو کر اپنا سر جھکا لیا ہے وہ لوٹ سکتی تو اس کو ضرور منالاتا عورت جلد ہی من جاتی ہے وہ تاخیر سے روٹھتی اور تعجیل سے منتی ہے لیکن اسے موت کھا گئی زندہ ہو سکتی تو میں اسے ضرور پوچھتا خورشید کیوں روٹھ گئی ہو چلی آؤ گھڑی دو گھڑی ہی کے لئے آجاؤ، ناراضی کی وجہ؟ اچھا میں اب بازی گروں کے اس ناٹک میں نہیں..... لیکن یہ الفاظ کی میناکاری ہے کبھی لفظوں نے بھی موت کا رخ موڑا ہے کبھی نوحے بھی مشیت کے فیصلوں کو بدلنے پر قادر ہوئے ہیں انسان کے آنسوؤں میں جان ہار کے لئے آب حیات کی ایک بوند بھی نہیں۔''

(بوئے گل، نالۂ دل، دود چراغ محفل)

شہنشاہ جہانگیر اور صاحب جمال

''شہنشاہ اکبر کی داستانہائے نشاط سے تاریخ بھری پڑی ہے وہ پہلا بادشاہ تھا جس نے مینا بازار لگوایا مینا بازار کا تصور ترکستان سے مستعار تھا ہر مہینے کی تیسری تاریخ کو قلعہ معلیٰ میں بازار

لگتا۔ اس کو خوش روز بھی کہتے تھے۔ تمام اہتمام امرائے سلطنت کی عورتوں کے سپرد ہوتا...... جہانگیر نے بزمانہ شہزادگی مینا بازار ہی میں نواب زین خان بہادر کی بیٹی صاحب جمال کو دل دیا تھا۔ مینا بازار کے انگوری پارک سے گزر رہا تھا ایک خادمہ نے عرض کیا۔ صاحب عالم! آپ کو بادشاہ سلامت یاد فرماتے ہیں۔ شہزادہ کے ہاتھ میں کبوتروں کا جوڑا تھا صاحب جمال سامنے سے آ رہی تھی' اس سے کہا لو ذرا ہمارے کبوتر تھامنا' ہم ابھی آتے ہیں۔

واپس آئے تو صاحب جمال کے ہاتھ میں ایک ہی کبوتر تھا' پوچھا:

'دوسرا کبوتر کیا ہوا؟'

'صاحب عالم وہ تو اڑ گیا'

'کیسے'

صاحب جمال نے دوسرا کبوتر بھی چھوڑ دیا اور کہا:

صاحب عالم۔ ''یوں''

اس ''یوں'' پر جہانگیر لٹو ہو گیا بالآخر صاحب جمال اس کے عقد میں آ گئی لاہور کے سیکرٹریٹ میں انارکلی کا جو مقبرہ ہے وہ دراصل اسی صاحب جمال کا ہے۔ بعض افسانہ نگاروں نے کبوتروں کے واقعہ کو نور جہاں سے منسوب کیا ہے جو غلط ہے' اسی طرح انارکلی کا تمام واقعہ بھی فرضی ہے۔'' (اس بازار میں)

''اس بازار'' کی جھلکیاں

ممتاز ''چھوئی موئی'' ہے اس کا رنگ کھلتا ہوا گندمی ہے' وہ طوائف ہونے کے باوجود مرد سے نفرت کرتی ہے۔ اس کا محبوب مشغلہ سگریٹ کے مرغولوں میں لطائف گھڑنا ہے' وہ رات کا دیپک ہے لیکن دن میں اس کا چہرہ ایک سپنا سا محسوس ہوتا ہے اس کی زبان کترنی کی طرح چلتی ہے۔ ہوا میں گرہ لگانا اور پانی پر لکیر کھینچنا اس کے بائیں ہاتھ کا کرتب ہے اس نے ایف اے تک تعلیم حاصل کی ہے' اپنے پیشے سے باہر کے واقعات کو جانچ تول لیتی ہے بلا کی ذہین ہے' بذلہ سنج ہے' طناز ہے' موقع محل سے شعر پڑھ لیتی ہے' فقرہ باز ہے اس کو الفاظ مسخ کرنے اور ذومعنی جملے کہنے میں کمال حاصل ہے' گاتی بھی خوب ہے لیکن ناچتی نہیں' اس کا خیال ہے ناچنا ہر عورت کے بس کی چیز نہیں اور

وہ بے بس ہے اس کی رائے میں عورت محبت کرنے کی چیز ہے' سمجھنے کی نہیں اور مرد سمجھنے کی چیز ہے محبت کرنے کی نہیں' وہ کسی مرد کو بھی محبت کے قابل نہیں سمجھتی' اس کا لہجہ خواندہ ہونے کے باوجود کبھی کبھار کرخت ہو جاتا ہے لیکن جب وہ چٹکی لیتی ہے تو ایک دفعہ رونی سے رونی صورت بھی مسکرا اٹھتی ہے''۔ (اس بازار میں)

''شہناز نے دور آئینہ پر ایک نظر ڈالی اس کی لم چھڑی آنکھوں میں ان کہے خیالوں کی بتیاں جھلملا رہی تھیں' ادھر دائرہ بنا ادھر ہاتھوں کے گجرے حرکت میں آ گئے' بوٹی بوٹی تھرکنے لگی...... اس کا ناچ تیز ہوتا گیا' اس کی دھنیں پھیلتی گئیں اس کے چہرے کا رنگ سرخ ہو گیا' اس کی ادائیں نکھرتی گئیں' اس کے پھول کھلتے گئے' اس کے شعلے ٹوٹتے گئے' اس کا روپ سوا ہوتا گیا۔ اس کی جوانی کا الاؤ بھڑکتا گیا' کبھی لہروں کی طرح بڑھی' کبھی پنکھڑیوں کی طرح سمٹی' کبھی خوشبو کی طرح پھیلی' کبھی بجلی کی طرح کوندی' کبھی مینا کی طرح چھلکی' کبھی ساغر کی طرح کھنکی' کبھی گلاب کی طرح مہکی' کبھی بلبل کی طرح چہکی' کبھی گھٹاؤں کی طرح اٹھتی' کبھی میکدے کو نکل گئی' کبھی بتکدے کو آ گئی' کبھی آغوش بن گئی' کبھی امنگوں میں گھلنے لگی اور کبھی رنگوں کا پیکر بن گئی...... لیکن جیسے جیسے وہ ناچتی گئی' اس کا ہر زاویہ سوال بنتا گیا...... فرشتوں کا زہر خند...... قدرت کا نوحہ۔''

شاہوں اور گداؤں میں فرق

''انسان فانی ہے' موت اٹل ہے' زندگی کو دوام نہیں جو پیدا ہوا ہے موت کا مسافر ہے یہ اونچے اونچے محل' یہ دولت کے انبار' یہ جاہ و جلال' یہ شوکت وصولت' یہ دولت وطاقت' یہ شکوہ ودبدبہ' یہ ہمہمہ اور طنطنہ' یہ معرکے اور تسخیریں' یہ اپنی خدائی منوانے کی دھن' یہ نخوت وغرور یہ کبر و توانائی' یہ جاہ و منصب' یہ رعونت و خشونت' یہ کجکلاہی' یہ تخت شاہی' یہ تاج خسروی' غرض انسان کا سارا گھمنڈ اور اس کے مظاہر و آثار ٹکر ٹکر دیکھتے رہ جاتے ہیں' موت آواز دیتی ہے تو انسان بے بس ہو جاتا ہے کسی کو اس سے مفر نہیں' افسوس کہ سامان عبرت بہت ہے اور عبرت پذیری بہت کم۔

قبرستانوں میں چلے جایئے کیسے کیسے لوگ ابدی نیند سو رہے ہیں نہ ان کی پختہ قبریں کام آتی ہیں نہ قد آور کتبے' نہ سنگ مرمر کے چبوترے' نہ سنگی چھتریاں' نہ پھول' نہ سبزہ' نہ کلیاں' نہ اعزہ واقربا کا شیون' نہ خطاب' نہ القاب' نہ وہ ساز وسامان جو پیچھے چھوڑ گئے ہیں' کیا کام آتا ہے بظاہر وہ نیکیاں'

وہ کارنامے جو عوام کے دلوں پر نقش ہو گئے ہیں۔ بباطن اپنے خالق سے لگائی ہوئی لو...... لاہور ہی کو لیجئے یہاں ایک بادشاہ سو رہا ہے' نورالدین جہانگیر' ایک ملکہ سو رہی ہے...... نور جہاں' ایک شہزادی محو خواب ہے...... زیب النساء' صوبہ کا ایک گورنر بھی سو رہا ہے...... آصف جاہ' زندگی میں ان کے جاہ و جلال کا یہ عالم تھا کہ ''ظل الٰہی'' اور ''عالم پناہ'' کہلاتے تھے اب یہی ظل الٰہی دعا کے محتاج ہیں' یہی عالم پناہ خود پناہ کے طلب گار ہیں۔ نور جہاں زندہ تھی تو قلعہ کی ایک دیوار پر ایک گڈریئے کی نگاہ اس کی موت کا نوشتہ ہوگئی لیکن آج یہی ملکہ ویرانے میں پڑی ہے۔ مزار سیر و تفریح کی چوپال ہے...... اس کے برعکس بھاٹی دروازے سے ذرا آگے ایک فقیر سو رہا ہے علی ہجویری گنج بخش...... اس فقیر کے آستانے پر ہر روز کتنے ہزار لوگ ارادت کی جبین لے کر حاضر ہوتے ہیں دعائیں مانگتے' فاتحہ پڑھتے اور خشیت الٰہی سے اپنے دلوں کو معمور کرتے ہیں...... اس کی زندگی جہانگیر اور نور جہاں کی موت سے صدیوں پہلے اپنا دینوی سفر ختم کر چکی ہے لیکن صدیاں گزر جانے کے باوجود اس کے آستانے کی شہنشاہیت جوں کی توں ہے۔ زمانے کی کوئی سی گردش اور وقت کا ادنیٰ سا تغیر بھی اس کو ہلا نہیں سکتا پھر کیا وجہ ہے کہ انسان تاریخ سے فائدہ نہیں اٹھاتا' موت سے سبق نہیں لیتا بلکہ ان کھلی نشانیوں کے باوجود اس کے اندر سرکشی نسلاً چلی آ رہی ہے' تاریخ کا قافلہ اسی طرح چل رہا ہے...... نہ ظالموں میں کوئی کمی واقع ہوئی ہے نہ مظلوموں کا نالۂ شب تاب رکتا ہے' قدرت کا احسان جاری ہے' وہ عجلت یا طیش میں آ کر سزا نہیں دیتی بلکہ اس انداز میں سزا دیتی ہے جیسے یہ بھی سورج کے طلوع و غروب ہونے کا ایک سلسلہ ہے...... لیکن دلوں پر جب تالے لگ جاتے ہیں تو پھر جن کے ہاتھ میں عصا ہوتا ہے اور جیب میں سونا' وہ قبر کی شب ہائے دراز کو اپنی احمقانہ غفلت کے حوالے کر دیتے ہیں''۔

(ہفت روزہ چٹان۔ ۴ر ستمبر ۱۹۶۷ء)

جہاں ہم ہیں وہاں دار و رسن کی آزمائش ہے

''میگھ راج ایک دھان پان نوجوان تھا۔ رنگ گیہوں کے خوشوں کی طرح صاف' گلا نورانی' قامت پستہ اور منحنی' آنکھیں روشن اور متحرک' ماتھا کشادہ' ناک ستواں بڑا ہی خوش اخلاق اور خوش اطوار...... قدرت نے اس کی آواز میں جادو بھرا تھا...... وہ خود بھی غمگین تھا اور اس کی آواز سے بھی آنسوؤں کا ترشح ہوتا تھا۔ عموماً بیدم کی یہ غزل گاتا۔

وہ چلے جھٹک کے دامن مرے دست ناتواں سے
اس دن کا آسرا تھا مجھے مرگ ناگہاں سے

یا پھر میں اس سے یہ گوایا کرتا ہے

وہ حرف راز جو مجھ کو سکھا گیا ہے جنوں
خدا مجھے نفسِ جبرئیل دے تو کہوں

ایک روز اس نے ڈاکٹر سے چھٹی لی اور بارک میں لیٹ کر ہلکے ہلکے سروں میں گا تا رہا ہے

فرقت میں زندگی مجھے اپنی اکھر گئی
اے مرگ ناگہاں تو کہاں جا کے مرگئی

اس کے گالوں پر آنسوؤں کے موٹے موٹے قطرے تھے۔ میں نے پوچھا میگھ راج! کیا ہو گیا ہے؟ ٹالنے کے لئے ہنسا لیکن آنسو رخساروں پر بے حروف عبارتیں چھوڑ چکے تھے۔ میں نے اپنے استفسار پر اصرار کیا تو اس کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔ ٹپ ٹپ ٹپ آنسو! آنسو ہی آنسو! آخر اس نے اپنا غم کہہ ڈالا اپنی بیس سالہ بیوی ساوتری اور اپنی کم سن بچی شکنتلا کی یاد میں اشکبار تھا میں نے اس کی سزایابی کا سبب پوچھا پہلے تو ہچکچایا پھر...... مجھے اپنا ایک مخلص دوست سمجھتے ہوئے بیان کیا کہ اس نے اپنی بہن کو قتل کیا ہے دونوں بہن بھائی ماں باپ کی تنہا یادگار تھے...... بہن عمر میں تین چار سال چھوٹی تھی۔ عمر بھر اسے ماں باپ کی لاج سمجھا' پڑھایا لکھوایا اب اس فکر میں تھا کہ اچھا سا بر ملے تو رخصت کر دے مگر یہ راستہ میں بھٹک گئی...... معاً کانوں میں بھنک پڑی کہ پارو نوجوان مہنت کا شکار ہو گئی ہے میگھ نے پیچھا کیا...... مندر کے عقب میں بوہڑ کا درخت تھا اس کی اوٹ میں مہنت اور پارو پیار کا مطلع اٹھا رہے تھے کہ میگھ نے چاقو سے حملہ کر دیا پارو نے آگے ہو کر وار روکا لیکن اتنے میں چاقو اپنا کام کر چکا تھا۔ پارو...... ڈھیر ہو گئی' مہنت دو چار زخم کھا کے بھاگ نکلا...... مقدمہ چلا میگھ کو تین برس قید کی سزا ہوئی...... قاعدہ کے مطابق جیل سے اپیل کی ...... کوئی چار ماہ بعد ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ جیل نے مجھے کہا...... جاؤ اس کو لے آؤ...... ہم دفتر پہنچے تو جیلر نے میگھ راج کو حسرت سے دیکھ کر کہا۔ بد بخت تیری قسمت کیوں پھوٹ گئی ہے؟۔

جمعدار سے کہا اس کو پھانسی گھر لے جاؤ اس بدنصیب کی سزا اپیل میں تین سال سے

موت ہوگئی ہے..... آخر پھانسی پانے کی تاریخ آ گئی جب اس کو تختہ دار پر لے گئے تو سپرنٹنڈنٹ نے حسب قاعدہ استفسار کیا تمہاری کوئی خواہش ہے؟ تم کوئی سوال کرنا چاہتے ہو؟

میگھ راج نے کہا جی ہاں مجھے شورش کاشمیری سے ملا دیں وہ میرا دوست ہے..... اور اس سے پہلے کہ یہ رسہ میرا منکا ڈھلکا دے مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس تختہ پر ایک غزل گاؤں۔

سپرنٹنڈنٹ نے یہ دو خواہشیں پوری کر دیں۔

میگھ راج تختہ دار پر کھڑا تھا اس کے دونوں ہاتھ پیچھے بندھے ہوئے تھے مجھے دیکھتے ہی اس کی آنکھوں میں آنسو ابل پڑے اس نے بھرائی ہوئی آواز میں غالب کا یہ مطلع اٹھایا۔

قد و گیسو میں قیس و کوہکن کی آزمائش ہے
جہاں ہم ہیں وہاں دار و رسن کی آزمائش ہے

دو تین دفعہ یہ شعر اٹھا بٹھا کر پڑھا پھر اس کی آواز بھرا گئی۔

سپرنٹنڈنٹ، جیلر، مجسٹریٹ، گارڈ، خاکروب سب کے چہرے اشک بار تھے لیکن قانون کی آنکھوں میں کوئی آنسو نہ تھا اس کے چہرے پر کالی ٹوپی ڈال دی گئی سپرنٹنڈنٹ نے اشارہ کیا خاکروب نے ہڑکا کھینچا میگھ راج ساوتری و شکنتلا کہتا ہوا ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا..... شکنتلا کا ''لا'' اس کی ہچکی میں ڈوب کر رہ گیا اور ''ت'' ہونٹوں پر جم گئی۔

میں نے بعض ہندو دوستوں کو اس کے انتم سنکار کے لئے کہلا بھیجا تھا اور وہ راولپنڈی جا کر اس کی بیوی اور بچی کو لے آئے تھے لاش باہر نکالی گئی تو سیوا سمتی کے رضا کاروں نے ارتھی تیار کی اور شمشان بھومی لے گئے سنٹرل جیل کے آہنی دروازے جوں کے توں کھڑے تھے، سنگین تماشائی کی طرح بے حس و حرکت، فضا آزردہ، قدرت خاموش، لاش چپ چاپ، دو نسوانی جسم (اہلیہ اور بچی) دو ہتھڑ مار مار کر پیٹ رہے تھے۔ قانون چتا کے شعلوں کی نگرانی کر رہا تھا اور انصاف ارتھی کے گرد اگرد پہرے دار تھا۔

میں مارچ یا اپریل ۱۹۳۹ء میں رہا ہو کر راولپنڈی پہنچا وہاں ساوتری اور شکنتلا سے ملا دکھ ہوا کہ تین روپے ماہانہ کی ایک کوٹھڑی میں کرشن کی بانسری کا نسوانی روپ اذیت کے دن کاٹ رہا ہے ستمبر ۱۹۳۹ء میں سات برس کے لئے پھر قید ہو گیا۔ ۱۹۴۴ء کے آخر میں رہا ہوا..... فسادات بہار کے

دنوں میں پٹنہ گیا تو جس ریسٹ ہاؤس میں قیام کیا وہاں ''گیا'' کے ایک زمیندار کا نوجوان لڑکا اوپندر عرف بچہ بابو بھی ٹھہرا ہوا تھا...... انتہائی عیاش ہر رات بستر کے لئے کھلونا ڈھونڈتا' میں کوئی کتاب یا اخبار لینے اس کے کمرہ میں گیا تو پلنگ پر ایک نسوانی وجود پڑا تھا...... معاً میری نگاہیں اس کے چہرے پر گڑ گئیں اس نے بھی تاکا فوراً ہی منہ پھیر لیا آنکھیں جھکا لیں ...... میں نے کہا 'ساوتری'...... وہ خاموش رہی میں نے...... کہا...... تم کہاں؟...... ساوتری اپنی جگہ سے اٹھی اور تیر کی طرح نکل گئی جاتے جاتے صرف یہ کہا اب میں ایک 'ویشیا' ہوں۔ میگھ راج کی پتنی اس کے ساتھ ہی پھانسی پا گئی تھی...... میں اس ساوتری کا سایہ ہوں انصاف کے دیوتا نے بہن بھائی اور پتنی تینوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔

یہ سانحہ بھی بیت گیا تین چار سال بعد ۹ رجون ۱۹۴۹ء کو مجھے ایک خط ملا جو کئی آوارہ پتوں سے ہو کر مجھ تک پہنچا تھا اس میں لکھا تھا

بھیا...... پرنام

میں آپ کے متر میگھ راج کی ودھوا ہوں...... میری بیٹی شکنتلا کو...... بٹوارہ کے وقت راولپنڈی کے لگ بھگ کسی اسٹیشن پر بلوائیوں نے اٹھا لیا تھا...... کچھ پتہ نہیں کہاں ہے؟ آپ کھوج لگا سکتے ہوں تو پتہ دیں۔ آپ کی مہربانی ہوگی آپ کے ایک سورگباشی متر کی آتما کو چین ملے گا۔

''ایک ویشیا''

ساوتری میگھ راج

خط ملا تو میں عرصہ تک بے چین رہا...... ساوتری کے الفاظ خون کے قہقہے اور آگ کے انگارے تھے ایک روح فرسا تصویر آنکھوں میں گھومنے لگی......

میگھ راج...... پھانسی' پارو...... قتل' ساوتری...... ویشیا' شکنتلا...... اغوا

ایک ڈرامہ مختلف سین' ہدایت کار سنگدل قانون کا اندھا ''انصاف''۔

(''پس دیوارِ زنداں'' سے ماخوذ)

بھائی کی موت

''ان دنوں جو درد اندر ہی اندر گھن کی طرح کھائے جا رہا تھا وہ میرے جواں سال بھائی

یورش کاشمیری کی بیماری تھی۔ وہ تیئس چوبیس سال کا ایک کڑیل جوان بالا بلند خوبصورت وجیہ و شکیل...... اجلا سفید کھدر پہنتا جو اسے گورے چٹے رنگ پر خوب کھلتا تھا...... یورش کا مرض تیسرے درجے میں داخل ہوگیا وہ دن رات ہلکے ہلکے بخار میں پھنکتا اور خون تھوکتا ایک دن اسے قے میں اتنا خون آیا کہ بیٹھک کی نالی سرخ ہوگئی...... اس کی یہ خطرناک حالت دیکھ کر میں گھبرا گیا مجھے خوف محسوس ہونے لگا کہ اب وہ...... چند روز کا مہمان ہے جو علاج ہو رہا تھا وہ علاج نہیں تھا صرف خواہش علاج کی ادھوری سی کوششیں تھیں معلوم ہوتا تھا جیسے افلاس اور مصیبتنے ہمیں انتخاب کرلیا ہے...... شورش کاشمیری کا نام تو ملک کے ہر سیاسی گوشے میں گونجتا تھا...... مگر کسی کو یہ معلوم نہ تھا کہ...... جو شخص ابھی ابھی قید کے پانچ سال گزار کے آیا اور اب نظر بندی کا دوسرا سال گزار رہا ہے اس کی جیب میں چند ٹکے بھی نہیں ہیں۔ والد کی آمدنی قلیل تھی بیماری پر خرچ ہوجاتی میری کوئی مستقل آمدنی نہ تھی...... اس کا مرض اتنا مہنگا اور مہلک تھا کہ ہم لوگ اس کے تصور و تخیل سے بھی پرے تھے...... میو ہسپتال ہمارے لئے بند تھا وہاں مریضوں کا اس قدر ہجوم تھا کہ نیا داخلہ قریب قریب ناممکن تھا میں نظر بندی کے باعث میو ہسپتال نہیں جا سکتا تھا۔ ممکن تھا کہ میں ذاتی طور پر کسی ڈاکٹر سے مل ملا کر یا استدعا والتماس کر کے داخلہ حاصل کر لیتا...... حکام کو بارہا لکھا کہ وہ نظر بندی کی حدود گوالمنڈی کے تھانے تک بڑھا دیں تا کہ بھائی کو میو ہسپتال میں لے جا سکوں، سنتا کون؟ مدت تک درخواست پڑی رہی...... انہیں احساس ہی نہ تھا کہ ایک کڑیل جوان تپ دق سے مر رہا ہے۔

یورش موت کی طرف گامزن رہا جو علاج مقدرت میں تھا بے اثر رہا، جہاں تک قیمتی دواؤں کا یا بڑی فیسوں کا سوال تھا بس سے باہر تھیں...... اس بیماری میں ہر سانس روپیہ چاہتا ہے، ستم یہ تھا کہ یورش جس کوٹھری میں رہ رہا تھا وہ بجائے خود بلیک ہول تھی...... اس کی تعمیر ہی ایسی تھی کہ چوبیس گھنٹہ گھپ اندھیرا رہتا...... افلاس اپنے عروج پر تھا، احرار کانفرنسیں شورش کاشمیری زندہ باد کے نعروں سے گونجتی تھیں اور ملاقات کو وہ لوگ بھی آتے جاتے تھے جن کے کتوں کو بھی آب حیات مل سکتا تھا لیکن مریض کو ہم ایک سیب بھی خرید کر نہیں دے سکتے تھے...... خطرناک بیماری، خطرناک غریبی، اور خطرناک عاجزی کے ہاتھوں شکست کھا کر حکیموں کا علاج شروع کیا...... حکیم آفتاب احمد قریشی میرے مخلص دوست تھے انہوں نے اپنے مطب کا ہر قیمتی نسخہ آزمایا لیکن مریض گرتا ہی

رہا..... اس بے بسی میں ایک اور حکیم محمد دین افرائی کا پتہ چلا..... شہرت ان کی یہ تھی کہ تپ دق کے اچھے معالج ہیں..... انہوں نے گو آکر علاج شروع کیا اور اس شفقت کا ثبوت دیا کہ ایک لحظہ کے لئے اپنی بے مائیگی کا احساس جاتا رہا لیکن دوا مفت مل سکتی تھی غذا نہیں۔ تپ دق کا مریض غذا بھی چاہتا ہے حکیم صاحب نے دوستوں کو بھی مات کر دیا لیکن یورش کا مرض بڑھتا ہی گیا..... معلوم ہوا کہ کلکتہ کے ایک وید شاہ عالمی دروازے کے باہر مطب کرتے ہیں۔ ان کے پاس بڑا مفید نسخہ ہے اس نیک نفس انسان نے بھی علاج شروع کیا پہلے ایک دو روز تو دوائی کا روپیہ ڈیڑھ لیتا رہا پھر چھوڑ دیا ہم نے اصرار کیا نہ مانا' وہ مریض اور گھر دونوں کی حالت دیکھ کر متاثر ہوا ایک دن اس نے بازار سے کوئی دوائی تجویز کی کل دس روپے قیمت تھی' لیکن اس دس روپے نے اس کا علاج بھی چھڑا دیا۔ مریض بڑ شگال زدہ دیوار کی طرح گر رہا تھا ایک دن اس قدر تڑپا کہ ہم سب مایوس ہو گئے والد اور میں نے بہنوں کو اس کے پاس چھوڑا اور خود بے سوچے سمجھے گھر سے نکل کھڑے ہوئے میرے پاس صرف تین روپے اور بارہ آنے تھے والد کے پاس ایک روپیہ اور دو آنے' ایک سنگین کشمکش نے گھیر رکھا تھا کوئی چار گھنٹے تک میں اور والد موری دروازہ کے باہر گنپت روڈ کے چوک میں ہی کھڑے رہے والد مجھ سے بھی زیادہ خوددار تھے' انہوں نے سوال کرنا سیکھا ہی نہ تھا' غور کیجئے ایک کا جوان بیٹا دوسرے کا جوان بھائی مر رہا ہے اور معاملہ صرف اس پر اٹکا ہوا ہے کہ گرہ میں مال نہیں اور علاج روپیہ چاہتا ہے یہاں کھڑا رہنا بھی علاج نہ تھا لیکن ہم دونوں باپ بیٹا یہاں اس طرح کھڑے تھے جیسے کوئی اجنبی طاقت ہمارے لئے دوائی لا رہی ہے..... گویا ہم نے اپنے نفس کو دھوکا دے لیا کہ اس طرح کھڑا رہنے سے مریض اچھا ہو جائے گا کوئی سی چیز بھی نہ تھی لیکن ہم کھڑے تھے' کبھی چپ رہتے کبھی ایک آدھ لفظ بول لیتے' والد کے منہ سے عاجزی میں نکل گیا..... "کہاں کہاں جائیں قرض مانگیں تو ملتا نہیں مل جائے تو چکانے کی طاقت نہیں بھیک مانگیں تو عزت جاتی ہے اللہ بے نیاز ہے امیروں کی بیماری غریبوں کو لگ گئی ہے"۔

ان کا یہ آخری فقرہ میرے دل میں ترازو ہو گیا میں یوں ہو گیا جیسے کوئی لاش ہو۔ حضرت شفاء الملک نے کہلا بھیجا کہ وہ ایک طبی بورڈ ترتیب دے کر یورش کو دیکھنا چاہتے ہیں، کیا رائے ہے؟ عرض کیا میری رائے کیا ہو سکتی ہے اس معاملہ میں رائے تو آپ کی ہے لیکن یہ بورڈ کوٹھیوں میں مفید

ثابت ہو سکتے ہیں کوٹھڑیوں میں نہیں۔ مجھے نظر آ رہا تھا کہ یورش ختم ہو رہا ہے بلکہ ختم ہو چکا ہے اب طبی بورڈ کیا مسیحائی کر سکتے ہیں...... اس کا سپید و سرخ چہرہ زرد ہو کر ماند پڑ گیا تھا اس میں حرکت کرنے کی سکت بھی نہیں تھی وہ چراغ آخر شب تھا میں اسے کن انکھیوں سے تک کر بیٹھک میں چلا آیا اور دروازہ بند کر کے دیر تک بیٹھا رہا۔ میرا بازو ٹوٹ رہا تھا زندگی اس کے لئے مشکل اور موت نے اسے کیوں منتخب کیا ہے...... دماغ میں خیالات کا تانتا بندھا رہتا طرح طرح کے افکار گھومتے پھرتے رہتے...... آخر مشیت ایزدی کے سامنے سر جھکا دیتا۔

میں دو دفعہ سرکار کو خط لکھ چکا تھا کہ میری پابندیاں ہٹادی جائیں تاکہ میں اپنے جواں سال بھائی کا علاج کر سکوں لیکن حکومت کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی اور مریض تھا کہ رینگ رینگ کر موت کے دروازے پر آ پہنچا تھا امیدوں کے بہت سے چراغ حکومت کی سنگ دلی سے بجھ گئے۔

آخر یورش کا آخری وقت آ گیا۔ ۱۷۔ دسمبر ۱۹۴۴ء اس کی زندگی آخری دن تھا اس کی ہر چیز مر چکی تھی صرف آنکھیں کھلی تھیں جن سے وہ ٹکر ٹکر دیکھ رہا تھا یا دل حرکت کر رہا اور موت کے انتظار میں دھڑک رہا تھا اس کے پاؤں پر ورم آ چکا تھا...... اس نے اس ظلمت خانہ میں جہاں وہ دم توڑ رہا تھا دیواروں کو واپسیں نظروں سے تکنا شروع کیا اسے بھی یقین ہو چکا تھا کہ اب وہ ختم ہو رہا ہے...... ہم سب اس کی چارپائی کے گرد احاطہ کئے ہوئے تھے وہ ایک ایک کو دیکھتا اور نظریں جھکا لیتا تھا...... جب اس پر جانکنی سے پہلے کی رونق آئی تو اس نے اپنے بہنوئی کو انتہائی کرب کے عالم میں کہا...... مجھے خدا کے لئے بچاؤ''۔

لیکن اب اسے کوئی انسان نہیں بچا سکتا تھا اور خدا کی رضا اپنا فیصلہ دے چکی تھی تمام دن اسی تذبذب میں گزر گیا۔

موت نے طول کھینچا میری آنکھ لگ گئی...... آنکھ کھلی تو...... پچھلے دس دنوں کا نقشہ کھینچ کھینچ کے سامنے آتا رہا ہم اس کے لئے کچھ بھی نہیں کر پائے تھے دواؤں کی خرید استطاعت سے باہر تھی اچھی غذا عنقا...... بڑی بہن ہر روز چند پیسوں میں گلے سڑے انار خریدتی اچھے دانوں کو چنتی اور اپنے میلے کچیلے دوپٹے کو دھو کر اس میں نچوڑتی! یہ تھا جوس جو یورش کو موت کے دروازہ تک ملتا رہا۔ آخری دفعہ اس نے کوئی گیارہ بجے شب آنکھیں کھولیں تو صرف یہ کہہ سکا کہ 'غریبی قدرت کی

خوفناک سزا ہے اور غریب قدرت کا خوفناک مذاق! یہ دنیا کچھ نہیں سب اللہ ہی اللہ ہے۔

میں ایک بجے شب بیٹھک میں چلا گیا......

شورش! یہ میرے بہنوئی کی آواز تھی۔

''خیریت ہے؟'' میں نے اوپر ہی سے آواز دی

''یورش کا انتقال ہو گیا ہے''

میں اڑ کے پہنچا تو والد غش کھا کے اس کی پائنتی پر پڑے تھے دو بہنیں پچھاڑیں مار مار کر رو رہی تھیں میں نے سب سے پہلے یورش کا منہ چوما اس کو جھنجھوڑا...... لیکن وہ ہمیشہ کی نیند سو چکا تھا اب اس کا جگانا فضول تھا اس کو مرض سے مکمل آرام آچکا تھا۔

کوئی دس بجے صبح ہم اس کی میت لے کر میانی صاحب کے قبرستان کو چلے تو ایک ہجوم ساتھ تھا...... پرانی انارکلی کے آخری نکڑ یعنی جین مندر تک میری نظر بندی کے حدود تھے میں اس سے آگے نہیں جا سکتا تھا...... نصف فرلانگ پر قبرستان تھا لیکن قانون نے پابہ زنجیر کر دیا تھا کہ اس حد سے آگے بھائی کی جنازہ کو بھی کندھا نہیں دے سکتے ہو......

لوگوں کی واپسی تک میں اسی چوک پر کھڑا رہا لوگ میت دفنا کر گھر پہنچے تو پیسہ اخبار پولیس اسٹیشن کا سب انسپکٹر دروازہ پر کھڑا تھا اس کے ہاتھ میں ہوم سیکرٹری کا دستخطی حکم نامہ تھا...... گورنر پنجاب بڑی مسرت کے ساتھ شورش کاشمیری پر عائد کردہ ان پابندیوں کو واپس لینے کے احکام صادر کرتے ہیں جن کی رو سے وہ اب تک انارکلی پولیس کے علاقہ میں نظر بند ہے یہ پابندیاں اس کے بھائی کی علالت کے پیش نظر واپس لی جاتی ہیں اس کی نقل و حرکت پر اب اس سے کوئی پابندی نہیں رہی ہے''۔

(بوئے گل)

آغا شورش کے آخری الفاظ

حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ کی قیادت میں قادیانیوں کی سرکوبی اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے جدوجہد جاری رہی۔ یہ خواجہ خان محمد مدظلہ کی امارت سے پہلے کا واقعہ ہے کہ آغا شورش کاشمیریؒ کی رحلت پر ان کی نماز جنازہ کے سلسلہ میں لاہور جانا ہوا۔ آغا صاحب کی رہائش گاہ پر مظفر علی شمسی سے ملاقات ہوئی۔ میرے سلام کرنے پر بینائی کمزور ہونے کی وجہ سے صرف آواز

ہی پہچان سکے۔ فرمانے لگے۔

''بھائی غلام نبی! ادھر میرے پاس بیٹھو۔ میں رات آغا صاحب کے پاس بیٹھا تھا۔ آغا صاحب کی آواز پست ہو چکی تھی۔ مجھے آغا صاحب نے قریب بلایا اور میرے کان میں کہا'' لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' مرزا غلام احمد قادیانی کافر' بے ایمان اور جھوٹا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کے بعد کوئی بھی دعویٰ نبوۃ کرے' دجال ہے۔ کافر ہے۔ بے ایمان ہے۔ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ یہ میرا ایمان اور عقیدہ ہے۔ اور پھر اس کے بعد..... شورش دنیا فانی کو چھوڑ کر مولائے حقیقی سے جا ملے۔

اتنا کہہ کر مولانا شمسی زاروقطار رونے لگے۔ حتیٰ کہ ان کی ہچکی بندھ گئی اور فرمانے لگے۔

''آغا صاحبؒ نے مجھے گواہ بنایا ہے۔ میں آپ کو گواہ بناتا ہوں۔'' اس طرح مجلس احرار کا آخری مجاہد بھی ابدی نیند سو گیا۔

زمانہ بڑے شوق سے سن رہا تھا
ہمی سو گئے داستاں کہتے کہتے

(تحریک کشمیر سے تحریک ختم نبوت تک' از غلام نبی)

رضیہ سلطانہ ایک روشن خیال ملکہ

سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ابوہریرہؓ نے عرض کیا' یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم مجھے (غالباً) یمن کی گورنری عطا کیجئے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا..... نہیں ابوہریرہؓ اب نہیں! ایک بات یاد رکھو دنیا میں یہ اقتدار امانت ہے اور آخرت میں رسوائی اور ندامت! اگر اقتدار بن مانگے ملے تو تیری اعانت من جانب اللہ ہوگی اور اگر مانگ کر تو نے اقتدار لیا تو' تو (لوگوں) کے سپرد کر دیا جائے گا۔

یہ کتنے واضح' روشن اور ابدی نقوش ہیں۔ ان پر کسی رائے کے اظہار کی ضرورت نہیں۔ کامل و مکمل گفتگو پر ردّ و کد اور جرح و قدح کی اسی لئے ضرورت نہیں ہوتی کہ اس گفتگو سے شک و ریب کے تمام راستے مسدود ہو جاتے ہیں۔ اقتدار کی بھیک لوگوں سے مانگنے کا طریقہ یہودیوں نے ایجاد کیا۔ عوام کو ''رب الارض'' بھی یہودیوں نے بنایا۔ عوام کو اقتدار کا مالک بھی انہی یہودیوں نے بنایا۔ اسی لئے اقتدار کے بھک منگے' منگتے' گداگر..... عوام عوام' غریب غریب' مزدور مزدور کی رٹ لگا کر فنکار پیشہ ور گداگروں کی طرح نہ معلوم کیا کیا بٹورتے اور لے ڈوبتے ہیں۔ یہودیوں کی نظری'

فکری اور عملی اطاعت سے اور یہودیانہ روش اختیار کر کے یہ لوگ بہت کچھ سمیٹ لیتے ہیں یعنی قومی سرمایہ قومی روپئے' قومی اخلاق' قومی آراء' قومی امن' قومی اتحاد اور اس کے عوض قوم کو دیتے کیا ہیں ؟

بھوک' افلاس' قلاشی' ملاوٹ' غبن' فاحش' قتل' اغوا' زنا' جوا' نشہ' چوری' حرام خوری' حرام کاری' جھوٹ' بدمعاشی' تمام ابلیسی روئیے' گندے غلیظ اور ناپاک جذبے! وہ جذبے جن کی تکمیل کے لئے کوشاں انسان نما شیطانوں' وحشیوں' درندوں' مستبد و سفاک لوگوں کے پشتیبان اور سفارشی ارکانِ اسمبلی ہوتے ہیں جو دھونس' گھمنڈ اور دھاندلی سے ان بدصفات لوگوں کی خواہشیں پوری کرتے ہیں جو کبھی پوری نہیں ہوتیں۔ سلطان شمس الدین التمش زندگی کے آخری مرحلے میں تھا۔ اس نے امراء اور درباریوں (پارلیمنٹرینز) کو اپنی رائے دی کہ میرے بیٹے نالائق ہیں' تمام ابلیسی اعمال ان میں بدرجۂ اتم پائے جاتے ہیں' میں چاہتا ہوں کہ اپنی بیٹی کو اپنی جگہ بٹھادوں۔ امراء نے مخالفت کی مگر بادشاہوں کی رائے سے اختلاف کا چونکہ نتیجہ اچھا نہیں ہوا کرتا' لہٰذا امراء اور درباری آخر کو چپ ہو رہے اور التمش نے اپنی چہیتی بیٹی رضیہ سلطانہ کو اپنی ''خلیفہ'' بنادیا۔ وہ ملکۂ ہند بن گئی۔ ۱۲۳۶ء سے ۱۲۳۹ء تک تین برس کی مدت میں جہاں اُس نے بہادری اور حُسنِ کارکردگی کا خوب خوب مظاہرہ کیا وہاں تریاہٹ اور تریامت کا جادو بھی سر چڑھ کر بولنے لگا۔ رضیہ سلطانہ ایک حبشی غلام' جمال الدین یاقوت میر اخور سے اپنا دل و دماغ نہ بچاسکی اور اس کی ہوگئی۔ اسے شاہی اصطبل کی نوکری سے اٹھا کر امیر الامراء بنایا' پھر اس سے شادی کر لی۔ بھٹنڈہ کے حاکم نے رضیہ کے یہ کچھن اور ''روشن خیالی'' کے یہ مظاہر دیکھ کر بغاوت کر دی۔ رضیہ حبشی غلام کے ساتھ لشکر کشی کر کے اس کی سرکوبی کیلئے گئی مگر بھٹنڈہ کے حاکم کے سامنے ٹھہر نہ سکی۔ ''یاقوت'' مارا گیا تب رضیہ نے بھٹنڈہ کے حاکم سے شادی رچالی اور کبھی نہ پوری ہونے والی خواہشیں پوری کرتی رہی۔ ادھر امراء نے رضیہ کے بھائی معز الدین بہرام کو حاکم بنالیا۔ وہ ابھی حاکم ہوا ہی تھا کہ بھٹنڈہ کی رانی نے بھائی پر حملہ کرنے کی ٹھانی۔ حاکم بھٹنڈہ اور رضیہ دونوں اپنی معصوم خواہشیں پوری کرتے کرتے اس ناگہانی حملے کی زد میں آ گئے۔ تب دونوں مل کر مردانہ وار اور زنانہ وار گرفتار ہوئے اور دہلی کے نواح میں کیتھوں نامی قصبہ میں دونوں کو اکٹھے ہی ''خواہشوں کے گھاٹ'' اتار دیا گیا۔ پھر اسی ہوسِ اقتدار نے معز الدین بہرام کو بھی ۱۲۴۱ء میں قتل کرادیا۔ اس کے بعد التمش کا داماد آیا وہ بھی اپنے چچا ناصر الدین محمود کے

ہاتھوں ۱۲۴۶ء میں گرفتار ہوا اور جیل میں گل سڑ گیا۔

لوگ تاریخ تاریخ کی رٹ تو لگاتے ہیں مگر تاریخ پڑھتے نہیں۔ حالانکہ تاریخ بھی عقل و ہدایت کے لئے سامان مہیا کرتی ہے اور تاریخ اپنے طعنۂ ارتقا کے پہلو بہ پہلو فلسفۂ زوال بھی لے کے چلتی ہے۔ نہ جانے اقتدار کے بھک منگے' ناپاک اور غلیظ پجاری ان واقعاتِ خونچکاں سے عبرت کیوں حاصل نہیں کرتے؟ شاید یہ عقل سے عاری ہوتے ہیں اور بصارت وبصیرت سے محروم ہوتے ہیں۔ اللہ پاک نے بھی عقل والوں کو ہی عبرت حاصل کرنے کے لئے آواز دی ہے۔

''اے بصارت والو! اے عقل والو! عبرت پکڑو تا کہ تم پاکباز ہو جاؤ'' (القرآن)

جی ہاں! ہوسِ ملک گیری میں آزردہ دلوں کا قتل نہ کرو ورنہ تمہیں بھی یہ تلخ گھونٹ ساغر میں پلایا جائے گا۔

خونِ آزردہ دِلاں از پئے ملک مریز
کہ تُرا نیز ہماں جُرعہ بساغر ریزند

(سید عطاء المحسن شاہ بخاریؒ)

ادبیاتِ قدرت اللہ شہاب

پاکستان کے دو وزیروں کا دورۂ آزاد کشمیر

پاکستان کے دو وزیروں کا دورہ آزاد کشمیر خاص طور پر میرے دل پر نقش ہے۔ان کی آمد پر کئی سو آدمی اکٹھے ہوگئے۔اور چھوٹے موٹے جلسہ عام کی صورت پیدا ہوگئی' مسلم کانفرنس کے چند کارکنوں نے بڑی جوشیلی استقبالی تقریریں کیں' سامعین میں سے ایک بزرگ صورت شخص نے اٹھ کر رقت بھری آواز میں کہا:

''جناب پاکستان ایک عظیم ملک ہے۔آزاد کشمیر تھوڑا سا علاقہ ہے' آپ اس علاقہ کو لیبارٹری اور ہم لوگوں کو تجرباتی چوہوں کی طرح استعمال میں لائیں۔اسلامی احکامات اور قوانین کو پہلے یہاں آزمائیں' اور پھر اس تجربہ کی روشنی میں انہیں پاکستان میں نافذ کرنے کا سوچیں۔

اس بوڑھے کی یہ بات سن کر سارا مجمع سناٹے میں آگیا۔پھر اچانک دونوں میں سے ایک وزیر باتدبیر جوش وخروش سے اٹھ کر فصاحت و بلاغت کے دریا بہانے لگے۔جوشِ خطابت میں انہوں نے کوٹ کی جیب سے ایک لاکٹ نما چیز نکال کر مجمع کے سامنے لہرائی اور بولے۔

بھائیو! آپ اور ہم کس کھیت کی مولی ہیں کہ اللہ کے قانون کو آزما آزما کر تجربہ کریں۔یہ دیکھو یہ اللہ کا قانون ہے جو چودہ سو برس پہلے نافذ ہو چکا ہے اور جس پر عمل کرنا ہم سب کا دینی' اخلاقی اور ایمانی فرض ہے۔

وزیر صاحب کی تقریر میں اسلامی جذبات ایسی شدت سے کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے تھے کہ سامعین میں سے چند رقیق القلب لوگ بے اختیار رو پڑے۔

واپسی پر احتراماً میں ان دو وزیر صاحبان کو کوہالہ کے پل تک چھوڑنے کے لیے ان کے ساتھ کار میں بیٹھ گیا' ایک وزیر نے دوسرے کی شاندار تقریر پر تحسین وآفرین کے ڈونگرے برسانے کے بعد پوچھا' بھائی صاحب آپ کے پاس قرآن شریف کا لاکٹ بڑا خوبصورت ہے یہ تاج کمپنی کا

بنا ہوا ہے یا کسی اور کا؟

دوسرے وزیر صاحب کھلکھلا کر ہنسے۔ لاکٹ جیب سے نکال کر بولے ’’ارے کہاں بھائی صاحب! یہ تو محض سگریٹ لائیٹر ہے۔ وزیروں کی یہ جوڑی ملک غلام محمد اور نواب مشتاق احمد خان گورمانی پر مشتمل تھی۔ (شہاب نامہ)

دو بیٹیاں باپ کے ہاتھوں چوکھٹ پہ قربان

عبداللہ جموں کا رہنے والا تھا‘ اس کی تین بیٹیاں تھیں‘ ۹ برس کی زہرہ‘ ۱۲ برس کی عطیہ اور سولہ برس کی رشیدہ۔ اکتوبر ۱۹۴۷ء میں جب مہاراجہ کشمیر نے ایک سوچے سمجھے منصوبہ کے تحت مسلمانوں کو پاکستان بھجوانے کا کہہ کر راستے ہی میں قتل اور اغوا کرانا شروع کر دیا تو عبداللہ پریشان ہو کر پاگل سا ہو گیا‘ اسے یقین تھا کہ اگر وہ ان کو اپنے ساتھ لے کر کسی قافلہ میں روانہ ہوا تو راستے میں اس کی تینوں بیٹیاں درندہ صفت ڈوگرہ جتھوں کے ہتھے چڑھ جائیں گی۔

اپنے جگر گوشوں کو اس افتاد سے محفوظ رکھنے کے لیے اس نے اپنے دل میں ایک پختہ منصوبہ تیار کر لیا۔ نہا دھو کر مسجد میں کچھ نفل پڑھے‘ قصاب کی دوکان سے ایک تیز دھار چھری مانگ لایا اور گھر آ کر تینوں بیٹیوں کو عصمت کی حفاظت اور سنت ابراہیمی کے فضائل پر بڑا موثر وعظ دیا۔ زہرہ اور عطیہ کم عمر تھیں اور گڑیا گڑیا کھیلنے کی حد سے آگے نہ بڑھی تھیں‘ وہ دونوں باپ کی باتوں میں آ گئیں‘ دلہنوں کی طرح سج دھج کر انہوں نے دو دو نفل پڑھے اور پھر ہنسی خوشی دروازے کی دہلیز پر سر نکا کر لیٹ گئیں۔ عبداللہ نے آنکھیں بند کئے بغیر اپنی چھری چلائی اور باری باری دونوں کا سر تن سے جدا کر دیا۔

عجب اتفاق ہے کہ اس روز آسمان کے فرشتے بھی اس قربانی کے لیے دو دنبے لانے سے چوک گئے۔ چنانچہ دہلیز پر زہرہ اور عطیہ کی گردنیں کٹی پڑی تھیں۔ کچے فرش پر گرم گرم خون کی دھاریں بہہ بہہ کر بیل بوٹے کاڑھ رہی تھیں۔ کمرے کی فضا میں بھی ایک سوندھی سوندھی خوشبو رچی ہوئی تھی۔

اور اب عبداللہ اپنے ہاتھوں میں خون آشام چھری تھامے رشیدہ کو بلا رہا تھا۔ لیکن رشیدہ اس کے قدموں میں گری کپکپا رہی تھی۔ تھر تھرا رہی تھی‘ گڑگڑا رہی تھی۔ وہ عبداللہ کے قدموں پر سر

رکھے بلک بلک کر رو رہی تھی۔ ابا...... ابا...... ابا......

رشیدہ کی گڑگڑاہٹ پر عبداللہ کے پاؤں بھی ڈگمگا گئے۔ چھری ہاتھ سے پھینک دی۔ بہروپیوں کی طرح اس نے رشیدہ کو ایک بدصورت سی بڑھیا کے روپ میں ڈھالا۔ اور کلمہ کا ورد کرتا ہوا اسے ساتھ لے کر ٹرک پر بیٹھ گیا اور پاکستان پہنچ گیا۔ پاکستان کی سرحد میں داخل ہوتے ہی یکایک عبداللہ کو زہرہ اور عطیہ کی یاد آئی۔ جن کے سر جموں میں دروازے کی دہلیز پر کٹے پڑے تھے اور جو پھٹی پھٹی منجمد آنکھوں سے چھت کی طرف دیکھتی دیکھتی دم توڑ گئی تھیں۔ وہ کمر تھام کر سڑک کے کنارے بیٹھ گیا اور رشیدہ کو گلے سے لگائے دیر تک دھاڑیں مار مار کر روتا رہا۔ (شہاب نامہ)

مہاراجہ کشمیر کے دربار میں

(دورانِ تعلیم) لندن سے ایک بین الاقوامی مضمون نویسی کے مقابلہ کا اعلان ہوا۔ سب سے چوری چوری میں نے بھی ایک ساٹھ ستر صفحات کا مضمون لکھ کر بھیج دیا۔ حسن اتفاق سے پہلا انعام مجھے مل گیا۔ اس بات کا بڑا چرچا ہوا۔ اخبارات میں تصویریں شائع ہوئیں اور بہت سے ہندو و مسلمان مشاہیر کے تہنیتی خط اور تار آئے۔ انعام کی مبارک بادی کے دو خط میری جگہ میرے پرنسپل کو آئے۔ ایک حیدر آباد دکن کے وزیر اعظم سر اکبر حیدری کی طرف سے تھا' اور دوسرا خط مہاراجہ کشمیر کے اے۔ ڈی۔ سی کی جانب سے تھا' اس میں حکم تھا کہ از روئے الطاف خسروانہ ہز ہائی نس نے مجھے چائے پر مدعو فرمایا ہے۔ پرنسپل کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ مجھے سرکار کی حضوری کے آداب سمجھا کر مقررہ وقت پر راج محل حاضر ہو جانے کی تاکید کریں۔

(مقررہ دن) میں بڑے اہتمام سے سوٹ بوٹ پہن کر شام کے چار بجے مہاراجہ پیلس پہنچ گیا۔ مجھے ایک آراستہ ویٹنگ روم میں بٹھا دیا گیا۔ جہاں دس بارہ آدمی اعلیٰ لباس پہنے چند ''پری چہروں'' کے ساتھ صبح سے بیٹھے تھے' لیکن ''سرکار'' نے ابھی تک انہیں یاد نہیں فرمایا تھا۔ میں نے ایک گھنٹہ انتظار کرنے کے بعد کچھ بے صبری دکھائی لیکن ڈیوڑھی وزیر نے غصہ ہو کر مجھے چپ کرا دیا۔

میں گھنٹہ بھر چپکے سے بیٹھا رہا۔ اس کے بعد اپنی خودی کو تھوڑا سا بلند کیا اور ڈیوڑھی وزیر کو برملا کہہ دیا کہ انہوں نے خود مجھے چائے پر مدعو کیا ہے۔ اب اگر فرصت نہیں تو میں چلتا ہوں۔ ڈیوڑھی وزیر صاحب مجبور ہو کر خالص ڈوگری زبان میں بظاہر زیر لب بڑبڑاتے لیکن حقیقتاً مجھے گالیاں دیتے

اندر چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد دو اے۔ ڈی۔ سی آئے اور مجھے کشاں کشاں راج محل کے ایک اندرونی برآمدے میں لے گئے۔

وہاں انواع و اقسام کی وردیاں زیب تن کیے بیروں، بٹلروں اور درباریوں کا ہجوم ایک صوفے کے گرد دست بستہ ایستادہ تھا۔ صوفے پر ہز ہائی نس، راج راجیشور، مہاراج، ادھیراج، شری مہاراجہ ہری سنگھ بہادر، اندر مہندر، سپہر سلطنت انگلشیہ، جی۔ سی۔ ایس، آئی۔ جی۔ سی، آئی۔ ای، کے۔ سی۔ وی۔ او نڈھال بھینسے کی طرح اوندھے پڑے تھے۔ گوشت پوست صوفے پر یوں بکھرا ہوا تھا جیسے گندے کپڑوں سے بھرا ہوا سوٹ کیس تیز رفتار گاڑی سے باہر گر کر پھٹ گیا ہو۔

ایک اے۔ ڈی۔ سی نے مجھے دھکیل کر مہاراجہ کی سرکار میں پیش کیا۔ دوسرے اے۔ ڈی۔ سی نے میرا ہاتھ پکڑ کر مہاراجہ کے دست مبارک کے ساتھ ہلکے سے رگڑ دیا۔ ہاتھ ملانے کی اس رسم میں وہ کیفیت تھی، جو مینڈک کے لجلجے پیٹ کو ہتھیلی پر رکھ کر پیدا ہوتی ہے۔

اس تعارف کے بعد مہاراجہ بہادر کے نرخرے سے غت غت کی کچھ آوازیں برآمد ہوئیں جن میں وہ دریافت فرما رہے تھے کہ یہ شخص کون ہے؟ اور یہاں کیوں آیا ہے؟

اے۔ ڈی۔ سی نے کمالِ ادب سے اطلاع دی کہ سرکار یہ وہی شخص ہے جس کے انعام جیتنے کا اخبار میں پڑھ کر حضور نے بطور رعایا پروری اور کرم گستری چائے پر مدعو فرمایا تھا۔ مہاراجہ بہادر نے بصد استغنا و دریا دلی ہاتھ کے اشارے سے ایک بیرے کو حکم دیا کہ لے جاؤ اسے "پلاؤ چائے وائے، کچھ چیسٹری ویسٹری بھی۔"

غنودگی کے مارے مہاراجہ صاحب اپنا فقرہ بھی نہ پورا کر پائے اور دو تین بیرے میری طرف یوں لپکے جیسے وہ میری مشکیں کس کر چائے پلانے لے جائیں گے۔

اسی روز میں نے اپنے دل میں یہ عزم بالجزم کر لیا کہ میں کسی صورت میں بھی ریاست کشمیر کی ملازمت اختیار نہ کروں گا۔" (شہاب نامہ)

حرم شریف میں داخلہ

میں نے سن رکھا تھا کہ جو شخص حرم شریف میں داخل ہوتا ہے، وہ اپنا جوتا، اپنے گناہوں کی گٹھڑی، اپنی دستارِ فضیلت اور اپنی بزرگی کا عمامہ دروازے کے باہر چھوڑ جاتا ہے اور کوئی نہیں کہہ سکتا

کہ جب وہ باہر آئے گا تو اس کا جوتا' یا اس کے گناہوں کی گٹھڑی یا اس کی فضیلت کی دستار' یا بزرگی کا عمامہ اس کو واپس بھی ملے گا یا نہیں۔

بعض لوگوں کے جوتے گم ہو جاتے ہیں۔ بعض لوگوں کے گناہوں کی گٹھڑی غائب ہو جاتی ہے اور بعض لوگ اپنی فضیلت اور بزرگی سے محروم ہو جاتے ہیں۔ (شہاب نامہ)

......☆......

جب میں ''ڈربن'' میں وکالت کرتا تھا تو میرے دفتر کے محرر اکثر میرے گھر رہا کرتے تھے' ہمارا مکان مغربی وضع کا تھا' اس کے کمروں میں نالیاں نہیں تھیں' اور ہونا بھی نہیں چاہئے تھیں' ہر کمرے میں ''پاٹ'' رکھ دیئے گئے تھے' مجھے یہ پسند نہیں تھا کہ انہیں کسی مہتر یا نوکر سے صاف کراؤں' اس لیے یہ ''پاٹ'' میں خود اور میری بیوی صاف کر دیا کرتے تھے۔

جو محرر ہم میں گھل مل گئے تھے وہ اپنے ''پاٹ'' خود صاف کر لیا کرتے تھے' مگر ایک نیا عیسائی محرر جس کے ماں باپ ''پنچم'' تھے خود صاف نہیں کیا کرتا تھا۔ اس لیے اس کے کمرے کی صفائی کرنا ہمارا فرض تھا' دوسروں کے پاٹ صاف کرنے میں میری بیوی نے کبھی عذر نہ کیا تھا' مگر جو شخص ''پنچم'' سے عیسائی ہوا تھا' اس کا ''میلا'' اٹھانا انہیں کسی طرح گوارا نہ ہوا۔

اس بات پر ہم دونوں میں اَن بن ہو گئی۔ ان سے نہ تو یہ دیکھا جاتا تھا کہ میں اس شخص کا پاٹ اٹھاؤں اور نہ وہ خود اٹھانا پسند کرتی تھیں' میری آنکھوں میں آج تک وہ تصویر پھرتی ہے کہ وہ پاٹ اٹھائے سیڑھی سے اتر رہی تھیں' آنکھیں غصہ سے لال اور رخساروں پر آنسو بہہ رہے تھے اور مجھے برا بھلا کہہ رہی تھیں صرف ان کا پاٹ اٹھا لینا میرے اطمینان کے لئے کافی نہ تھا' میں چاہتا تھا کہ وہ یہ خدمت خندہ پیشانی سے انجام دیں' اس لیے درشتی سے انہیں کہا:

''مجھے اپنے گھر میں یہ بے ہودگی پسند نہیں''

یہ لفظ ان کے دل میں تیر کی طرح لگے اور انہوں نے جھنجھلا کر کہا ''تمہیں اپنا گھر مبارک ہو' میرا یہاں نباہ نہیں ہو سکتا۔''

......☆......

ایرانی پاسداران انقلاب اور انقلابی حصوں کی تلاشی

میر جاوا ایرانی بلوچستان کا کوئٹہ ہے، لیکن دونوں میں وہی فرق ہے جو پنبہ و آتش، شعلہ و شبنم اور بہار و خزاں میں ہوتا ہے، کوئٹہ اپنی شانِ انا البرق میں یکتا ہے تو میر جاوا اپنی خاکساری میں منفرد، کوئٹے کے چہرے پر حُسنِ لیلیٰ ہے تو میر جاوا کے یمین و یسار میں خاکِ مجنوں، طوفانی ہواؤں کے جھکڑ، آندھیوں کے تھپیڑے اور صحراؤں کے بگولے، ہم سروں سے خاک اڑاتے ہوئے جامہ تلاشی دینے اور پاسپورٹ چیک کرانے کے لئے آگے بڑھے تو پیچھے سے شور اٹھا، پہلے ڈاکٹری معائنہ کرایئے۔ پھر جایئے، لیکن ہمارے برق رفتار دوستوں نے پلٹ کر دیکھے بغیر فیصلہ سنا دیا، ہماری صحت ٹھیک ہے' کپڑوں کی درستی' چہروں کی جھاڑ پونچھ' نماز کی ادائیگی' پاسپورٹ کی چیکنگ، سامان کی تلاشی اور جاموں کی ہاتھ پھیرائی میں کل ایک گھنٹہ صرف ہوا، اپنی پھرتی اور پاسداروں کی چستی دونوں قابلِ تحسین تھیں' جامہ تلاشی کے دوران پاسدارانِ اسلامی انقلاب کی انگلیاں جسم کے انقلابی حصوں کو بھی چھوتی ہوئی گذر گئیں، ہم نے سوچا عجلت کا کرشمہ ہوگا، لیکن اس سے آگے جو مقامات آئے، وہاں آہ و فغاں بھی سمٹ کر رہ گئی، تب جانا کہ جس چیز کو ہم عجلت کا کرشمہ سمجھتے تھے وہ احتیاط کا تقاضا ہے، رفتہ رفتہ عبا و قبا والے دوست بھی اس مشقِ ناز کے عادی ہو گئے، شاید اس خیال سے کہ محبت اور جنگ میں سب کچھ جائز ہوتا ہے، ہمارے ایک ذاکر دوست جو اس طرزِ تفتیش کو ''حفاظتی فرض'' کا نام دیتے تھے، ایک موقع پر جب رضا کارانہ طور پر ہاتھ اٹھائے اور ٹانگیں پھیلائے تلاشی دینے کے لئے کھڑے تھے تو میں نے انہیں ٹوکا ____ وہ ہنس کر کہنے لگے

تجھے کیا خبر کہ کیا ہے، رہ و رسم شاہبازی

ایک اور دوست بولے

تلاشی سے آگے جہاں اور بھی ہیں
ابھی جسم کے امتحاں اور بھی ہیں

میں نے بات ختم کرتے ہوئے کہا اگر اقبال زندہ ہوتے تو تم میں سے ہر مومن کو مخاطب کر کے کہتے

ترا اے کاش کہ مادر نہ زادے

(آتش کدۂ ایران، از اختر کاشمیری ص ۱۸۱٬۷)

آزادی ہوٹل

ایئرپورٹ سے نکلے تو سابق ''حیات'' اور موجودہ ''آزادی'' ہوٹل میں جا پہنچے، اس ہوٹل کے سابقہ اور موجودہ نام پر غور کیا تو قید حیات سے آزاد ہونے کا تمام مفہوم سمجھ آ گیا، آزادی شمالی تہران کے آخری اور ماڈرن علاقے میں ہے اسلامی انقلاب کے بیشتر دشمن اسی علاقے میں رہتے ہیں۔ آج کل ان سرکشوں کو منافقین خلق کہا جاتا ہے۔ آزادی کے سامنے بلند پہاڑی پر غلامی کی تاریخی یادگار ایون (EVIN) جیل عبرت کا منظر پیش کر رہی ہے شاہ کے دور میں ''ایون'' ساوک کا عقوبت خانہ تھی۔ آج ''پاسداران انقلاب'' کا عبادت خانہ ہے مگر اس کی آنکھ سحر خیز ہے نہ جبیں سجدہ ریز اس کا بیرونی منظر عبرت سرائے دہر ہے، اندرونی منظر خدا جانتا ہے یا اندر جانے والے، ایک بات مشہور ہے کہ جو اس کے اندر گیا، باہر نہیں آیا۔ شاہوں کے دور سے گداؤں کے عہد تک اس کا منہ کھلا رہا۔ کئی انسان اس کے پیٹ میں سما گئے۔ صدائے مزید ہنوز جاری ہے، دور بدلے، زمانے بدلے، عہد بدلے، قرنوں نے انگڑائی لی، انقلاب نو آیا، ایون کا ستارہ جب بھی عروج پر تھا اب بھی عروج ہے۔ کل بھی اس کے محافظ موجود تھے، آج بھی موجود ہیں، یہ اُن کی بھی ضرورت تھی، ان کی بھی ضرورت ہے، یہ وقت اور ماحول کی ضرورت ہے، اہلِ وقت اور اہلِ ماحول کی ضرورت ہے، رند خرابات کی ضرورت ہے، قبلہ حاجات کی ضرورت ہے، اہل دھرم کی ضرورت ہے، مجرموں کی ضرورت ہے، محرموں کی ضرورت ہے، ظالموں کی ضرورت ہے، عالموں کی ضرورت ہے ___ سب کی ضرورت تھی اور سب کی ضرورت ہے، نظریۂ ضرورت کا قانون اس کے دروازے سے گزرتا ہے، جو شخص اس پر تسلط حاصل کر لیتا ہے ولی کامل دکھائی دیتا ہے، خدائی اختیارات اس کے قبضے میں ہوتے ہیں، اسباب قدرت اس کے اشارے پر کام کرتے ہیں، رفتارِ زمانہ اس کی انگلیوں میں ہوتی ہے، نبض کائنات اس کی مرضی سے چلتی ہے۔ موت وحیات کے فیصلے اس کی جنبش لب سے وابستہ ہوتے ہیں، آزادیاں اور پابندیاں اس کی چشم ابرو کی محتاج ہوتی ہیں، وہ خدا کی زمین پر خدا کے بندوں کا خدا ہوتا ہے، کیونکہ اس کے پاس طاقت ہوتی ہے ___ اور تاریخ گواہ ہے کہ طاقت

نے صداقت کی حکمرانی کو کبھی قبول نہیں کیا، یہ وہ ہستی ہے جو ہر بلندی و پستی کو اپنے ساتھ منسلک کر دیتی ہے۔

(ایضاً ص ۲۵، ۲۶)

حوضۂ علمیہ اور قالین تبرائی

حوضۂ علمیہ کی بات آئی ہے تو یہ بتا دیا جائے کہ حوضۂ علمیہ کیا ہے؟ عام طور پر یہ نام سنتے ہی ذہن میں کسی یونیورسٹی کا نقشہ آ جاتا ہے، فی الواقع ایسا نہیں، قم میں طلباء کے لئے مدارس کے بجائے قیام گاہوں کا بندوبست ہوتا ہے، ان مقامات پر تعلیم نہیں دی جاتی طلبہ کو تعلیم دینے کے لئے ہر مسجد میں اساتذہ موجود ہوتے ہیں، یہ طلبہ کی اپنی صوابدید پر منحصر ہے کہ وہ کس مسجد میں کونسی کتاب پڑھنا چاہتے اور کس استاد سے پڑھنا چاہتے ہیں؟ اس قسم کی مکتبی مساجد پچاس ساٹھ کے لگ بھگ ہیں اور قم کی انہی مساجد کو حوضۂ علمیہ کہا جاتا ہے۔

مشہد میں حضرت امام علی رضا کا روضہ مرجع خلائق ہے، اس کی عمارت کے ایک حصہ میں آیت اللہ طبسی تشنگانِ علوم کی پیاس بجھاتے ہیں، امام طبسی کی ذاتی لائبریری بڑی شان رکھتی ہے۔ اس لائبریری میں قلمی نوادرات کا بھی بہت بڑا ذخیرہ ہے، امام طبسی سے ملاقات کے بعد اسی شام آیت اللہ شیرازی کی قیام گاہ پر ایک تقریب کا اہتمام تھا، اس تقریب میں پہلے آیت اللہ شیرازی کے نوجوان فرزند دلبند نے خطاب کیا اور بعد ازاں آیت اللہ شیرازی نے اظہارِ خیال فرمایا۔

آیت اللہ شیرازی کی تقریر کے دوران مولانا نثار احمد نے ہال کی دیوار پر لگے ہوئے ایک نمائشی قالین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اسے پڑھئے! میں نے پوچھا کیا کوئی خاص بات ہے؟ کہنے لگے نیچے سے اوپر ساتویں سطر پڑھ لیں، سب کچھ معلوم ہو جائے گا! میں نے جو اس سطر کو تلاش کر کے پڑھا تو اتحاد اسلامی کا بھانڈا پھوٹ گیا۔ یہ ایک دعائیہ عبارت تھی جس میں حضرت ابوسفیانؓ، حضرت معاویہؓ اور دوسرے اصحابِ کبار پر لعنت کا ورد کیا گیا ہے۔ اب جو میں نے غور کیا تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی، کیونکہ اوپر سے ٹھیک ساتویں سطر میں یہی بد دعا خلیفۂ اول اور دوئم کے بارے میں موجود تھی، میں نے مولانا نثار احمد سے کہا کہ اب آپ اوپر سے ساتویں سطر پڑھیں اور مسلم اتحاد کے دعوے کی حقیقی بنیاد تلاش کریں!

ہمیں یہ جان کر سخت رنج ہوا کہ آیت اللہ خمینی کے ایک دستِ راست نے چالیس ملکوں کے علماء کے سامنے اس قالین کی نمائش کیوں کی؟ اگر یہ باتیں ان کے عقیدے میں داخل ہیں تو ہوتی رہیں، لیکن یہ کہاں کا انصاف ہے کہ ایک طرف خمینی کو امامِ اُمت قرار دیا جائے اور دوسری طرف ان کی حکومت کے زیرِ اہتمام پوری امت کی دلآزاری میں بھی کوئی کسر نہ چھوڑی جائے، کیا یہ بات بھی امامِ امت کے فرائض میں شامل ہے کہ وہ اکابرینِ امت کی توہین کریں؟

چوں کفر از کعبہ بر خیزد کجا ماند مُسلمانی

کم از کم یہ تو کوئی بڑی بات نہ تھی کہ جس روز چالیس مسلم ممالک کے علماء کو مدعو کیا گیا، اس روز اس قالین کو ہٹا دیا جاتا، لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس دلآزار قالین کی نمائش بھی پروگرام کا ایک حصہ تھی۔ گویا ایران کے قابلِ احترام علماء اس بات پر اتحاد چاہتے ہیں کہ امت مل کر اپنے پیغمبر ﷺ کے رفقاء کے خلاف تبرّی بازی شروع کر دے۔ تقریب کے اختتام پر نعرے شروع ہوئے تو سرفہرست یہ نعرہ تھا: ''یا ایہا المسلمون اتحدوا اتحدوا'' ۔ یہ نعرہ سن کر مجھ سے رہا نہ گیا۔ میں نے ''اتحدوا'' کی جگہ ''انتشروا انتشروا'' کی صدا لگائی، بظاہر تو اس موقع پر اس صدا کا جواز بھی تھا کہ یہ لوگوں کے منتشر ہونے کا وقت تھا، لیکن میں اچھے انداز میں اپنے میزبانوں کو یہ باور کرانا چاہتا تھا کہ آپ کا عمل اتحاد کے خلاف ہے ____ مسٹر مقدس نژاد میری آواز کا مفہوم سمجھتے ہوئے بولے۔

''پلیز برادر یونٹی یونٹی'' ____ میں نے کہا ''نو یونٹی'' اور اس کے ساتھ ہی ہم ہال سے باہر آ گئے۔ دل میں ایک ہوک سی اٹھی، کاش میں فوٹو گرافر ہوتا، یا کوئی ایسا دوست یہاں موجود ہوتا جو اس قالین کی تصویر بنا لیتا اور میں اپنے ملک کے لوگوں کو اتحادِ اسلامی کی تصویر دکھا کر اپنی بات کی تصدیق کرا سکتا، میں نے دائیں بائیں دیکھا، لیکن کوئی شناسا فوٹو گرافر نظر نہ آیا، دل پہ ہاتھ رکھے، لب پہ آہیں، آنکھوں میں آنسو لئے اور دوش پہ دینی حمیت کا جنازہ اٹھائے واپس آ گئے، قریب ہی سے مرزا غالب کی آواز آئی۔

ہوئے مر کے ہم جو رُسوا، ہوئے کیوں نہ غرقِ دریا
نہ کبھی جنازہ اُٹھتا، نہ کہیں مزار ہوتا

(ایضاً ص ۳۴،۳۶)

مولانا یوسف بنوریؒ کی وفات پر اظہارِ غم

''موت کے قانون سے نہ کوئی نبی مستثنیٰ ہے نہ ولی' نہ عالم نہ جاہل' نہ نیک نہ بد' نہ مومن نہ کافر' نہ شاہ نہ گدا' اپنے اپنے وقت پر ہی سب کو جانا ہے لیکن جانے والوں سے کچھ ایسے خوش بخت بھی ہوتے ہیں کہ زندگی ان کے نقشِ پا سے راستہ ڈھونڈتی ہے' قومیں ان کے نور سے روشنی پاتی ہیں۔ انسانیت ان سے غازہ حسن مستعار لیتی ہے' شرافت ان پر ناز کرتی ہے' محبوبیت انہیں دیکھ دیکھ کر اپنے کاکل و گیسو سنوارتی ہے۔ ایوان علم ان کے بہار آفریں وجود سے گل و لالہ بن جاتا ہے' مجروح قلوب ان کے انفاس سے مرہم شفا پاتے ہیں' بے کس و درماندہ افراد ان کے سایۂ عاطفت میں پناہ لیتے ہیں' وہ شمع کی مانند خود پگھلتے ہیں مگر مخلوق خدا پر ضوفشانی کرتے ہیں' خود جلتے ہیں مگر دوسروں کو جلا بخشتے ہیں' خود بے چین و بے قرار رہ کر دوسروں کو راحت و سکون عطا کرتے ہیں' ان کے آئینہ رخ زیبا میں یادِ خدا کی تصویر جھلکتی نظر آتی ہے' ان کی دید دل کو سرور اور آنکھوں کو نور عطا کرتی ہے' ان کی محفل سکینت جنت کا نمونہ پیش کرتی ہے' وہ خاموش ہوں تو ہیبت و وقار پرا باندھے پہرا دیتے ہیں' بات کریں تو موتی رولتے ہیں' مسکرائیں تو پھول برساتے ہیں' ناز کریں تو آسماں سے صدائے لبیک آتی ہے' گڑگڑائیں تو عرش الٰہی کانپ جاتا ہے' دنیا سے یہ بھی جاتے ہیں مگر اس شان سے جاتے ہیں کہ ہر چہار سو صفِ ماتم بچھ جاتی ہے' آسماں و زمین نوحہ کرتے ہیں' انسانیت کا پرچم سرنگوں ہو جاتا ہے' زمانہ تاریخ کی کروٹ بدل دیتا ہے' اور قصرِ ملت میں زلزلہ آجاتا ہے''۔

(مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کے قلم سے ماہنامہ بینات میں تعزیتی تحریر سے اقتباس)

......☆......

''بٹ صورتیاں''

☆...... قاضی صاحب اپنے اور جاوید اقبال کے والد سے متاثر ہیں۔ گرمی اور سردا بہت کھاتے ہیں۔ جنرل دوستم کو بھی جنرل دو۔ ستم کہتے ہیں۔ مجاہد آدمی ہیں۔ کار سے بھی یوں نکلتے ہیں' جیسے مورچے سے نکل رہے ہوں۔ بلاشبہ وہ پاکستان کی مصلّی افواج کے سربراہ ہیں۔

☆...... مولانا نورانی میرٹھ میں پیدا ہوئے مگر پوچھو کہاں پیدا ہوئے تو کہیں گے ''گھر میں''۔

گلوری گلے میں یوں دباتے ہیں جیسے کلرک فائل دباتے ہیں۔ منہ ایسا کہ اس میں پان نہ ہو تب بھی لگتا ہے کہ ہے۔ انہیں دنیا کی ہر زبان آتی ہے جو نہیں آتی اُسے اہم نہیں سمجھتے۔ اردو تک یوں بولتے ہیں کہ ایک صاحب خربوزے بیچ رہے تھے، اُن سے پوچھا ''آپ عددًا بیچتے ہیں یا وزناً؟'' تو دکاندار نے کہا ''مولانا! میں خربوزے بیچتا ہوں۔'' بڑے بذلہ سنج اور بدلہ سنج ہیں۔ بھٹو مرحوم نے ایک دفعہ کہا ''آپ ایک شریف آدمی کی بات پر اعتبار کریں۔'' تو مولانا بولے ''آپ ایک شریف آدمی لے آئیں، میں اعتبار کرلوں گا۔'' موصوف کا گھر محلے میں ہے جبکہ سیاست دانوں کے گھر میں تو کئی محلے ہوتے ہیں۔ پوچھو! ''گھر سجانا ہو تو کیا کرتے ہیں......؟'' کہیں گے ''خود آجاتا ہوں۔''

☆...... حقہ اور نوابزادہ صاحب اس قدر لازم و ملزوم ہیں کہ دونوں کی شخصیت ٹوپی کے بغیر مکمل نہیں ہوتی۔ حقے کی نے منہ میں یوں دبائے ہوئے ہوتے ہیں، جیسے مخالف کی گردن۔ وہ حکم عدولی برداشت کرلیتے ہیں، مگر حقہ عدولی نہیں۔ پرانی چیزیں دیکھنا پسند کرتے ہیں۔ اس لیے کمرے میں شیشہ ضرور رکھتے ہیں۔

☆...... کوثر وہ شاعر ہیں جن کی وجہ سے ایک گھر میں طلاق ہوگئی۔ ایک میاں روز اپنی بیوی سے کہتا ''مجھے کوثر کا یہ شعر پسند ہے۔'' بیوی نے تنگ آکر کہا ''اگر تمہیں کوثر اتنی ہی اچھی لگتی ہے تو اسے لے آؤ، میں چلی!'' پیر پگاڑہ صاحب نے کہا ''مولانا کوثر نیازی اتنے ہی مولانا ہیں جتنے ہم پیر ہیں۔ اور ہم اتنے ہی پیر ہیں جتنے وہ مولانا ہیں۔'' شورش کاشمیری کے بقول ''بھٹو کی مردم شناسی دیکھئے، اطلاعات بہم پہنچانے والے کو اُنہوں نے مشیر اطلاعات بنادیا...... یہ علم کا وہ چشمہ ہیں جس میں حکمران غرارے کرتے رہے......'' کہتے ہیں ''صرف معیاری کتابیں پڑھتا ہوں۔'' ٹھیک کہتے ہیں، ہم نے کبھی انہیں اپنی لکھی ہوئی کتابیں پڑھتے نہیں دیکھا۔

☆...... کہتے ہیں پانی پینے والے شاعر کی شاعری زیادہ دیر تک زندہ نہیں رہتی۔ اگر یہ ٹھیک ہے تو پھر یہ بھی غلط نہیں کہ شراب پینے والا شاعر خود زیادہ دیر تک نہیں رہتا۔

☆...... مولانا عبدالستار نیازی، عورت کی حکمرانی کے حق میں نہیں۔ اگر ہوتے تو شادی شدہ ہوتے۔ فرماتے ہیں ''میری بیوی نہیں، اس لیے سارا وقت سیاست کو دیتا ہوں۔'' فخر امام صاحب کہتے ہیں ''میری بیوی ہے، اس لیے سارا وقت سیاست کو دیتا ہوں۔''

☆...... اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ بندوں پر کتابیں اتاریں۔ کچھ ادیبوں کی کتابیں پڑھ کر تو لگتا ہے' شیطان نے بھی اپنے برگزیدہ بندوں پر کتابیں اتاری ہیں۔ پہلے شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کیا تو شیطان بنا۔ اب اسے شیطان رہنے کے لیے' آدم کو روز سجدہ کرنا پڑتا ہے۔

(مزاح نگار یونس بٹ۔ از نقیب ختم نبوت، فروری ۲۰۰۳ء)

باب پنجم

متفرقات

باب پنجم

متفرقات

وَالْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَاءُ

تفسیر مظہری میں بروایت سدی یہ نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ کفار قریش کے دو سردار اخنس بن شریق اور ابوجہل کی ملاقات ہوئی تو اخنس نے ابوجہل سے پوچھا کہ اے ابوالحکم (عرب میں ابوجہل ابوالحکم کے نام سے پکارا جاتا تھا اسلام میں اس کے کفر وعناد کے سبب ابوجہل کا لقب دیا گیا) یہ تنہائی کا موقع ہے میرے اور تمہارے کلام کو کوئی دوسرا نہیں سن رہا ہے' مجھے محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق اپنا خیال صحیح صحیح بتلاؤ کہ ان کو سچا سمجھتے ہو یا جھوٹا' ابوجہل نے اللہ کی قسم کھا کر کہا کہ بلاشبہ محمدؐ سچے ہیں' انہوں نے عمر بھر میں کبھی جھوٹ نہیں بولا' لیکن بات یہ ہے کہ قبیلہ قریش کی ایک شاخ بنو قصی میں ساری خوبیاں اور کمالات جمع ہو جائیں باقی قریش خالی رہ جائیں تو اس کو ہم کیسے برداشت کریں؟ جھنڈا بنی قصی کے ہاتھ میں ہے حرم میں حجاج کو پانی پلانے کی اہم خدمت ان کے ہاتھ میں ہے' بیت اللہ کی دربانی اور اس کی کنجی ان کے ہاتھ میں ہے' اب نبوت بھی ہم ان ہی کے اندر تسلیم کرلیں تو باقی قریش کے پاس کیا رہ جائے گا۔

☆

لنکا والوں کی مسلمانوں سے محبت کا سبب

قدیم عربی کتاب "عجائب الہند" میں لنکا کی نسبت لکھا ہے کہ جب یہاں کے رہنے والوں کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا حال معلوم ہوا تو انہوں نے ایک سمجھدار آدمی تحقیق حالات کے لئے بھیجا' جب وہ مدینہ منورہ پہنچا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ حضرت ابوبکر

صدیقؓ بھی وصال پا گئے تھے اور حضرت عمرؓ کا زمانہ تھا' اس نے متجسس حالات سے تمام باتیں تفصیل سے حاصل کیں اور اپنی تشفی کے بعد ہندوستان کی طرف واپس پھرا' راستے میں وہ تو مر گیا' لیکن اس کا ہندو نوکر صحیح سلامت واپس پہنچ گیا۔

اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے فقیرانہ اور درویشانہ طور وطریق کا ذکر کیا' اور بتایا کہ وہ کیسے متواضع اور خاکسار ہیں' پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنتے ہیں' اور مسجد میں سوتے ہیں۔ یہ باتیں لنکا والوں کو پسند آئیں اور مسلمانوں کے ساتھ ان کی محبت بڑھ گئی' چنانچہ عجائب الہند کا راوی لکھتا ہے ''اب یہ لوگ مسلمانوں کے ساتھ جو اس قدر محبت اور میلان رکھتے ہیں وہ اسی سبب سے ہے۔'' (آب کوثر از شیخ محمد اکرم)

......☆......

ہندو مذہب میں ''شودر'' کا مقام

ہندو مذہب میں انسانی طبقات کی چار قسمیں کی گئی ہیں۔ سب سے اعلیٰ طبقہ برہمنوں کا اور سب سے ادنیٰ طبقہ شودروں کا سمجھا جاتا تھا۔

ہندوؤں کے مذہبی قوانین کی رو سے شودروں کے لیے جو تعقیبی دفعات نافذ تھیں ان میں سے چند یہ ہیں:۔

(۱)...... برہمن کے لئے جائز ہے کہ وہ شودر کو اپنی خدمت پر مجبور کرے خواہ اس نے اس کو خریدا ہو یا نہ خریدا ہو۔

(۲)...... شودر کا آقا اگر اس کو آزاد کر دے تب بھی اس کو ہر وقت اختیار حاصل ہے کہ جو خدمت چاہے لے' کیونکہ غلامی اس کے وجود کا جزء لاینفک ہے جو آزاد کر دیے جانے پر بھی اس سے منفک نہیں ہو سکتی۔

(۳)...... کسی شودر کے ہاتھ سے اگر کسی برہمن کو کوئی تکلیف پہنچ جائے تو اس کے لئے بجز قتل کے کوئی اور چارہ کار نہیں ہے۔

(۴)...... کسی شودر کی زبان سے کسی برہمن کے لئے گالی کا کوئی کلمہ نکل جائے تو اس کی سزا یہ ہے کہ اس کی زبان پکڑ کر گدی سے کھینچ لی جائے۔

(۵)...... کوئی شودر کسی برہمن یا اس کے خاندان کو حقارت آمیز کلام سے خطاب کرے تو اس کی سزا یہ ہے کہ ایک خنجر جس کا طول دس انگل ہو سخت گرم کرانے کے بعد اس کے منہ میں رکھا جائے۔

(۶)...... جو چیزیں برہمنوں کے واجبات سے متعلق ہیں ان میں سے کسی ایک کی نسبت اگر کسی شودر کی زبان سے کوئی کلمۂ نصیحت ادا ہو تو بادشاہ پر فرض ہے کہ کھولتا ہوا تیل اس کے منہ اور کانوں میں ڈلوائے۔

(۷)...... برہمن اگر کسی شودر کی چوری کرے تو اس کی سزا صرف یہ ہے کہ شودر کو مال کا تاوان دلایا جائے۔ لیکن یہی جرم شودر سے کسی برہمن کے لئے صادر ہوتا تو اس کی سزا یہ تھی کہ شودر کو جلا دیا جاتا تھا۔

(۸)...... کسی حاکم کو مارنے کی جسارت کسی شودر سے سرزد ہو جائے تو چاہئے کہ شودر کو زندہ بھی بھون لیا جائے۔ لیکن کوئی برہمن اگر ایسی حرکت کر بیٹھے تو اس کو صرف تاوان خیانت دینا پڑے گا۔

(اسلام میں غلامی کی حقیقت، از مولانا سعید احمد اکبر آبادی)

......☆......

روس میں غلاموں کی خرید و فروخت

بعض روسی کہتے ہیں کہ ابتداءً روس میں غلامی کا وجود بالکل نہ تھا۔ لیکن وہاں کی دیہاتی آبادی تین طبقوں پر مشتمل تھی۔ ایک غلام' دوسرے آزاد زراعتی مزدور اور تیسرے کسان' اٹھارویں صدی میں ان تینوں جماعتوں کو غلاموں کی ایک جماعت بنا لیا گیا تھا۔ غلاموں کی طرح ان کو خریدا اور بیچا جاتا تھا اور ان کی فروخت کے لئے باقاعدہ اشتہار شائع ہوتے تھے۔ ۱۸۰۱ء کے ماسکو گزٹ میں ایک مرتبہ چند غلاموں اور باندیوں کا ایک اشتہار شائع ہوا تھا اور اس کی عبارت یہ تھی۔

''برائے فروخت موجود ہیں ......تین کام کرنے والے عمدہ تربیت یافتہ اور دو۲ خوبصورت لڑکیاں جن میں سے ایک کی عمر اٹھارہ ۱۸ سال کی اور دوسری کی پندرہ ۱۵ سال کی ہے۔ یہ دونوں لڑکیاں خوش منظر اور خانہ داری کے مختلف کاموں سے بخوبی آگاہ ہیں۔ اسی گھر میں ان کے علاوہ دو اور بال بنانے والے غلام فروختگی کے لئے موجود ہیں' ایک کی عمر بیس سال کی ہے لکھ پڑھ سکتا ہے اور آلات موسیقی پر گا سکتا ہے اور شکار میں بھی بڑی مدد دے سکتا ہے۔ دوسرا غلام عورتوں

اور مردوں دونوں کے بال سنوار سکتا ہے اور اسی گھر میں پیانو و دیگر آلات غنا بھی بکنے کے لئے موجود ہیں۔"
(اسلام میں غلامی کی حقیقت)

☆

اسلام میں غلام مقامِ سادات پر

امام زہری کہتے ہیں "میں ایک مرتبہ عبدالملک بن مروان کے پاس گیا تو اس نے مجھ سے پوچھا تم کہاں سے آرہے ہو؟ میں نے کہا "مکہ سے" اس کے بعد مجھ میں اور عبدالملک میں حسب ذیل گفتگو ہوئی:

☆......عبدالملک: تمہاری روانگی کے وقت (مکہ سے) اہل مکہ کا سردار کون تھا؟"

☆......زہری: عطاء بن ابی رباح!

☆......عبدالملک: عرب ہے یا غلام؟

☆......زہری: غلام!

☆......عبدالملک: "تو پھر عرب کا سردار کیونکر ہو گیا؟"

☆......زہری: "دیانت اور روایت کی وجہ سے"

☆......عبدالملک: "بے شک اہل دیانت و روایت ہی سرداری کے مستحق ہیں"

☆......پھر عبدالملک نے دریافت کیا: "اچھا اہل یمن کا سردار کون ہے؟"

☆......زہری: طاؤس بن کیسان

☆......عبدالملک: عرب ہے یا غلام؟

☆......زہری: غلام!

☆......عبدالملک: تو پھر یمن کا سردار کیونکر ہو گیا؟

☆......زہری: جس بناء پر کہ عطاء اہل مکہ کا سردار ہے!

☆......عبدالملک: بے شک جو شخص عطاء کی طرح صاحب دیانت و روایت ہو اس کو سیادت کا حق ہے۔ اچھا اہل حق مصر کا سردار کون ہے؟

☆......زہری: یزید بن حبیب!

☆......عبدالملک: عرب ہے یا غلام؟

☆......زہری: غلام

اس پر عبدالملک نے پھر وہی کہا کہ غلام عرب کا سردار کیونکر ہوگیا اور زہری نے بھی حسب معمول وہی جواب دیا' اور اس کو سن کر عبدالملک نے پھر وہی کہا کہ بے شک صاحب دیانت ورروایت شخص سیادت کا مستحق ہے۔ عبدالملک نے گفتگو کو جاری رکھتے ہوئے پھر پوچھا اہل شام کا سردار کون ہے؟

☆......زہری: مکحول الدمشقی!

☆......عبدالملک: عرب ہے یا غلام؟

☆......زہری: غلام اور غلام بھی کیسا! حبشی' قبیلہ ہذیل کی ایک عورت کا آزاد کردہ غلام ہے۔

☆......عبدالملک: اہل جزیرہ کا سردار کون ہے؟

☆......زہری: میمون بن مہران!

☆......عبدالملک: عرب ہے یا غلام؟

☆......زہری: غلام!

☆......عبدالملک: اچھا اہل حرم کا سردار کون ہے؟

☆......زہری: ضحاک بن مزاحم!

☆......عبدالملک: عرب ہے یا غلام؟

☆......زہری: غلام!

☆......عبدالملک: بصرہ کا سردار کون ہے؟

☆......زہری: حسن بن ابی الحسن!

☆......عبدالملک: عرب ہے یا غلام؟

☆......زہری: غلام!

☆......عبدالملک: اچھا اہل کوفہ کا سردار کون ہے؟

☆......زہری: ابراہیم النخعی!

☆......عبدالملک: عرب ہے یا غلام؟

☆......زہری: عرب!

عبدالملک نے ابراہیم النخعیؒ کا نام سنا جو عرب تھے تو فرط مسرت میں کہنے لگا: ''زہری تو برباد ہو! تو نے اب میری تشویش کو دور کر دیا' اس کے بعد خود ہی کہا ''اللہ کی قسم غلاموں کو بڑے بڑے لوگوں پر سردار ہونا چاہئے' یہاں تک کہ ان کے نام کے خطبے بر سر منبر پڑھے جائیں اور عرب ان کے نیچے بیٹھے ہوئے ہوں۔

☆......زہری کہتے ہیں ''میں نے کہا: ہاں بے شک اے امیر المومنین سرداری اللہ کا حکم اور اس کی دین ہے' جو کوئی اس کی حفاظت کرے گا سردار ہوگا اور جو اس کو ضائع کر دے گا ذلیل و خوار ہوگا۔

(تفسیر روح البیان علامہ آلوسی بغدادیؒ جلد ۳ ص ۳۲۱)

......☆......

شوق کافی ہے

استاد یوسف دہلوی (م ۱۹۷۷) مشہور خوشنویس تھے۔ ان کو فن خطاطی پر غیر معمولی قدرت حاصل تھی۔ کہا جاتا ہے کہ ایک بار جلی کا خط کا مقابلہ ہوا۔ جمنا کے کنارے ریت کے میدان میں بہت سے خطاط جمع ہوئے۔ استاد یوسف آئے تو ان کے ہاتھ میں بانس کا ایک بڑا ٹکڑا تھا۔ انہوں نے بانس سے ریت کے اوپر لکھنا شروع کیا۔ الف سے ش تک پہنچے تھے کہ تقریباً ایک فرلانگ کا فاصلہ ہو گیا۔ لوگوں نے کہا کہ بس کیجئے۔ استاد یوسف نے کہا، میں نے جو لکھا ہے اس میں رنگ بھر دو اور پھر ہوائی جہاز سے چھوٹے سے سائز میں ان کا فوٹو لے لو، مجھے یقین ہے کہ فوٹو میں وہی خط رہے گا جو میرا اصل خط ہے۔ اس کے بعد کسی اور کو اپنا فن پیش کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔

تقسیم کے بعد وہ پاکستان چلے گئے تھے۔ وہاں شاہ سعود کی آمد پر ان کو ایک محراب کا مضمون لکھنے کے لئے دیا گیا۔ استقبال کی تیاریوں کا بچشم خود معائنہ کرنے کے لئے گورنر جنرل آئے۔ اس دوران انہوں نے استاد یوسف کا لکھا ہوا محراب بھی دیکھا۔ اس شان کا خط دیکھ کر وہ حیران رہ گئے۔ انہوں نے کہا کہ یہ کس خطاط نے لکھا ہے۔ چنانچہ استاد یوسف کو بلایا گیا۔ گورنر جنرل نے ان کے کام کی تعریف کی اور پوچھا کہ اس کو لکھنے میں آپ کا کتنا وقت لگا۔ استاد یوسف

نے کہا کہ سات دن۔ گورنر جنرل نے فوراً اپنے سیکرٹری کو حکم دیا کہ استاد کو ان کی خدمت کے اعتراف میں سات ہزار روپے پیش کرو۔ چنانچہ اسی وقت ان کو اتنی رقم کا چیک دے دیا گیا۔

استاد یوسف سے ایک شخص نے پوچھا کہ خوشنویسی کا فن آپ نے کس استاد سے سیکھا ہے۔ انہوں نے کہا کہ کسی سے نہیں۔ ان کے والد خود ایک مشہور خوش نویس تھے۔ مگر انہوں نے اپنے والد کی شاگردی بھی نہیں کی۔ پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ میں نے خوش نویسی کا فن لال قلعہ سے سیکھا ہے۔ لال قلعہ میں مغل دور کے استادوں کی وصلیاں (تختیاں) رکھی ہوئی ہیں۔ ان تختیوں میں لکھے ہوئے قطعات فن خطاطی کے شاہکار نمونے ہیں۔ استاد یوسف دس سال تک برابر یہ کرتے رہے کہ لال قلعہ جا کر ان تختیوں کو دیکھتے۔ ہر روز ایک قطعہ اپنے ذہن میں بٹھا کر واپس آتے۔ اس کو اپنے قلم سے بار بار لکھتے۔ اور پھر اگلے دن اپنا لکھا ہوا کاغذ لے کر لال قلعہ جاتے۔ وہاں کی محفوظ تختی سے اپنے لکھے ہوئے کو ملاتے اور اس طرح مقابلہ کر کے اپنی غلطیوں کی اصلاح کرتے۔ اس طرح مسلسل دس سال تک ہر روز لال قلعہ کی قطعات کی تختیوں سے وہ خود اپنی اصلاح لیتے رہے اور ان کو دیکھ دیکھ کر مشق کرتے رہے۔ یہی دس سالہ جدوجہد تھی جس نے انہیں استاد یوسف بنا دیا۔

اگر آدمی کے اندر شوق ہو تو نہ پیسہ کی ضرورت ہے اور نہ استاد کی نہ کسی اور چیز کی۔ اس کا شوق ہی اس کے لئے ہر چیز کا بدل بن جائے گا۔ وہ بغیر کسی چیز کے سب چیز حاصل کر لے گا۔

(راز حیات، وحید الدین خان)

کمزوری نعمت ثابت ہوئی

گاندھی جی (مہاتما) اپنی کتاب تلاش حق (My Experiments with Truth) میں لکھتے ہیں کہ وہ پیدائشی طور پر شرمیلے تھے۔ ان کا یہ مزاج بہت عرصہ تک باقی رہا۔ جب وہ تعلیم کے لئے لندن میں تھے تو وہ ایک ویجیٹیرین سوسائٹی کے ممبر بن گئے۔ ایک بار انہیں سوسائٹی کی میٹنگ میں تقریر کے لئے کہا گیا۔ وہ کھڑے ہوئے۔ مگر کچھ بول نہ سکے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ اپنے خیالات کو کس طرح ظاہر کریں۔ بالآخر وہ شکریہ کے چند کلمات کہہ کر بیٹھ گئے۔ ایک اور موقع پر ان کو مدعو کیا گیا کہ وہ سبزی خوری کے بارے میں اپنے خیالات ظاہر کریں۔ اس بار انہوں نے اپنے خیالات ایک کاغذ پر لکھ لئے۔ مگر جب وہ کھڑے ہوئے تو وہ اپنا لکھا ہوا بھی نہ پڑھ سکے۔

ان کی یہ حالت دیکھ کر ایک شخص نے مدد کی اور ان کی لکھی ہوئی تحریر کو پڑھ کر سنایا۔

گاندھی جی نے وکالت کا امتحان پاس کرنے کے بعد بمبئی میں پریکٹس شروع کی۔ مگر یہاں بھی ان کا شرمیلا پن ان کے لئے رکاوٹ بن گیا۔ پہلا کیس لے کر جب جج کے سامنے کھڑے ہوئے تو حال یہ ہوا کہ ان کا دل بیٹھنے لگا اور وہ کچھ بول نہ سکے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے موکل سے کہا کہ میں تمہارے کیس کی وکالت نہیں کرسکتا۔ تم کوئی دوسرا وکیل تلاش کرلو۔

بظاہر یہ سب کمی کی باتیں ہیں۔ مگر گاندھی جی لکھتے ہیں کہ یہ کمیاں بعد کو میرے لئے بڑی نعمت (Advantage) ثابت ہوئیں۔ اس سلسلے میں ان کے الفاظ یہ ہیں:

''بولنے میں میری ہچکچاہٹ جو کبھی مجھے تکلیف دہ معلوم ہوتی تھی، اب وہ میرے لئے ایک مسرت ہے۔ اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ اس نے مجھے مختصر الفاظ میں بولنا سکھایا۔ میرے اندر فطری طور پر یہ عادت پیدا ہوگئی، کہ میں اپنے خیالات پر قابو رکھوں۔ اب میں اعتماد کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ بمشکل ہی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی لایعنی لفظ میری زبان یا قلم سے نکلے۔''

گاندھی جی اپنی اس خصوصیت میں مشہور ہیں کہ وہ بہت سوچی سمجھی بات بولتے تھے اور سادہ اور مختصر الفاظ میں کلام کرتے تھے۔ مگر یہ امتیازی خصوصیت ان کو صرف ایک غیر امتیازی خصوصیت کے ذریعہ حاصل ہوئی۔ وہ یہ کہ وہ اپنے شرمیلے پن کی وجہ سے ابتداءً لوگوں کے سامنے بول ہی نہیں پاتے تھے۔ (ایضاً)

کوئی چیز مشکل نہیں

ہیرا ہماری تمام معلوم دھاتوں میں سب سے زیادہ سخت ہے۔ دنیا کی کوئی چیز ہیرے سے زیادہ سخت نہیں ہوتی۔ شیشہ کا فریم بنانے والے کو آپ نے دیکھا ہوگا کہ وہ ''قلم'' کی صورت کی ایک چیز شیشہ کے تختہ پر گزارتا ہے اور شیشہ کٹ کر دو ٹکڑے ہو جاتا ہے۔ اس قلم میں ہیرے کا ٹکڑا لگا ہوتا ہے۔ ایسا اس لئے ممکن ہوتا ہے کہ ہیرا انتہائی سخت چیز ہے، خواہ وہ قدرتی ہو یا مصنوعی۔

تمام دوسری معدنیات کے برعکس ہیرے پر کسی قسم کا ایسڈ (تیزاب) اثر نہیں کرتا۔ آپ کو ہیرے کو خواہ کسی بھی تیزاب میں ڈالیں وہ ویسا کا ویسا باقی رہے گا۔ مگر اسی سخت ترین ہیرے کو اگر

ہوا کی موجودگی میں خوب گرم کیا جائے تو وہ ایک بے رنگ گیس بن کر اڑ جائے گا۔اور یہ گیس کاربن ڈائی آکسائڈ ہوگی۔

اسی طرح ہر چیز کا ایک ''توڑ'' ہوتا ہے۔اگر آپ کسی مشکل کا مقابلہ وہاں کریں جہاں وہ اپنی سخت ترین حیثیت رکھتی ہے تو ممکن ہے کہ آپ کی کوشش کامیاب نہ ہو۔مگر کسی دوسرے مقام سے آپ کی یہی کوشش انتہائی حد تک نتیجہ خیز ہو سکتی ہے۔

جب بھی آپ کا مقابلہ کسی مشکل سے پیش آئے تو سب سے پہلے یہ معلوم کیجئے کہ اس کا کمزور مقام کون سا ہے اور جو اس کا کمزور مقام ہو، وہیں سے اپنی جدوجہد شروع کیجئے۔ایک چیز کسی اعتبار سے ناقابل شکست ہو سکتی ہے، مگر وہی چیز دوسرے اعتبار سے آپ کے لئے موم ثابت ہوگی۔

ایک شخص جس کو آپ کڑوے بول سے اپنا موافق نہ بنا سکے اس کو آپ میٹھے بول سے اپنا موافق بنا سکتے ہیں۔اپنے جس حریف کو آپ لڑائی کے ذریعہ دبانے میں کامیاب نہ ہو سکے اس کو آپ اخلاق اور شرافت کے ذریعہ دبانے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ایک ماحول جہاں آپ مطالبہ اور احتجاج کے ذریعہ اپنا مقام حاصل نہ کر سکے وہاں آپ محنت اور لیاقت کے ذریعہ اپنا مقام حاصل کر سکتے ہیں۔

ہیرا تیزاب کے لئے سخت ہے مگر وہ آنچ کے لئے نرم ہو جاتا ہے۔یہی معاملہ انسان کا بھی ہے۔ایک آدمی اگر ایک اعتبار سے سخت نظر آئے تو اس کو ہمیشہ کے لئے سخت نہ سمجھ لیجئے۔اگر وہ ایک اعتبار سے سخت ہے تو دوسرے اعتبار سے نرم ہو سکتا ہے۔

ہر چیز کا حال یہ ہے کہ وہ کسی اعتبار سے سخت ہے اور کسی اعتبار سے نرم،ایک شخص ایک انداز سے معاملہ کرنے میں بے لچک نظر آتا ہے مگر وہی دوسرے انداز سے معاملہ کرنے میں ہر شرط پر راضی ہو جاتا ہے۔یہی وہ حقیقت ہے جس کو جاننے میں زندگی کی تمام کامیابیوں کا راز چھپا ہوا ہے۔

(راز حیات)

......☆......

زوجہ داہر کی بہادری

راجہ داہر کی بیوی بہت ہی جرأت مند اور بہادر عورت تھی، اس نے اپنے بیٹے کے ساتھ

برہمن آباد جانے سے انکار کر دیا اور پندرہ ہزار راجپوت سواروں کا ایک زبردست لشکر لے کر قلعے سے باہر نکلی اور مسلمانوں کے مقابلے پر آئی۔ محمد بن قاسم نے ایک عورت کا مقابلہ کرنا مناسب نہ سمجھا چنانچہ رانی قلعے میں محصور ہوگئی اور اپنے بچاؤ کی تدبیریں سوچنے لگی۔

مسلمانوں نے قلعے کا محاصرہ کر لیا جو ایک عرصے تک قائم رہا۔ اہل قلعہ محاصرے کی طوالت کی وجہ سے سخت پریشان ہوئے جب اس مصیبت سے نجات کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو انہوں نے آگ کا ایک بڑا الاؤ روشن کر کے اپنے بیوی بچوں کو اس میں جھونک دیا اور قلعے کے دروازے کھول دیئے۔ راجپوت راجا داہر کی بیوی کی نگرانی میں قلعہ سے باہر نکلے اور مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے لگے۔ یہ تمام راجپوت اس حد تک لڑے کہ رانی سمیت مارے گئے اس کے بعد مسلمانوں کا لشکر قلعے میں داخل ہوا۔ انہوں نے چھ ہزار راجپوتوں کو قتل اور بیس ہزار کو قید کیا۔ ان قیدیوں میں راجا داہر کی دو لڑکیاں بھی تھیں جن کو محمد بن قاسم نے خلیفہ کے پاس بطور تحفہ ارسال کیا۔

ملتان کی فتح

محمد بن قاسم نے دیبل کا تمام ملک عربی امراء میں تقسیم کر دیا۔ جب اس کو معلوم ہوا کہ ملتان بھی راجہ داہر کے قبضے میں تھا تو اس نے اس شہر کو بھی فتح کر لیا۔ محمد بن قاسم نے ملتان کو پایہ تخت بنایا اور یہاں کے تمام مندروں کو مسمار کر کے ان کی جگہ مسجدیں تعمیر کیں۔

داہر کی بیٹیاں اور خلیفہ ولید

حجاج بن یوسف نے راجہ داہر کی دونوں بیٹیوں کو خلیفہ کے پاس دمشق روانہ کر دیا' یہ لڑکیاں خلیفہ کے محل میں رہنے لگیں۔ ایک عرصے بعد خلیفہ ولید کو ان لڑکیوں کا خیال آیا اور اس نے انہیں اپنے پاس بلایا۔ خلیفہ کے پوچھنے پر ان لڑکیوں نے اپنے نام بتائے، بڑی کا نام سرلا دیوی اور چھوٹی کا نام پرمل دیوی۔ سرلا دیوی ولید کو بہت پسند آئی اور اسے اپنے محل میں داخل کرنے کا ارادہ کیا۔ سرلا کو جب یہ معلوم ہوا تو اس نے کہا "میں آپ کے محل میں داخل ہونے کے قابل نہیں ہوں، کیونکہ محمد بن قاسم تین راتیں میرے ساتھ گزار چکا ہے، کیا مسلمانوں میں یہی رواج ہے کہ عورت پر پہلے تو ملازم اپنے ہاتھ صاف کریں اور بعد میں اپنے خلیفہ کے پاس بطور تحفہ روانہ کر دیں۔"

محمد بن قاسم کا عبرتناک انجام

یہ سن کر خلیفہ ولید سخت طیش میں آ گیا اور اس نے اسی وقت اپنے ہاتھ سے یہ فرمان لکھا:
''محمد بن قاسم جہاں کہیں بھی ہو فوراً اپنے آپ کو گائے کی کھال میں بند کر کے پایہ تخت پہنچ جائے۔''
محمد بن قاسم کو جب یہ فرمان ملا تو اس بے چارے نے مجبوراً خلیفہ کے حکم کی تعمیل کی، اس نے خود کو گائے کی کھال میں لپیٹا اور اپنے آدمیوں سے کہا ''مجھے ایک صندوق میں بند کر کے خلیفہ کے پاس پہنچا دو'' ایسا ہی کیا گیا اور بے بس و بے کس محمد بن قاسم کو دمشق پہنچا دیا گیا۔

صندوق میں بند (مرا ہوا) محمد بن قاسم جب خلیفہ کے سامنے پہنچا تو ولید نے سرلا دیوی کو بلا کر کہا ''دیکھو میں مجرموں کو ایسی ہی عبرتناک سزا دیتا ہوں۔''

سرلا نے ولید سے کہا ''آپ کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ آپ بغیر تحقیق کسی کی بات کا یقین کریں ہر بات کو آپ پہلے میزانِ عقل پر تولا کریں اور اس کے بعد کوئی فیصلہ کیا کریں۔ آپ نے محمد بن قاسم کے ساتھ جو سلوک کیا ہے اس سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ آپ عقل سے بے بہرہ ہیں اور محض خدا کے سہارے حکومت کر رہے ہیں۔ محمد بن قاسم نے میری طرف کبھی دستِ تصرف نہیں بڑھایا اور ہمیشہ مجھے اپنی بہن کی طرح اپنے ساتھ رکھا۔ چونکہ اس نے ہماری قوم کو تباہ و برباد کیا تھا اس لئے میں نے انتقامی جذبے کے تحت اس پر الزام تراشی کی۔ مجھے خوشی ہے کہ میں محمد بن قاسم سے انتقام لینے میں کامیاب ہو گئی ہوں۔'' ولید سرلا دیوی کی زبان سے یہ کلمات سن کر بہت شرمندہ ہوا لیکن اب کیا ہو سکتا تھا جو کچھ ہونا تھا وہ ہو کر ہی رہا۔

......☆......

استاد کی بے ادبی کا وبال

مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ، مورخ اسلام علامہ سید سلیمان ندویؒ کے تذکرہ میں رقمطراز ہیں:

وہ (مولانا سید سلیمان ندویؒ) چاہتے تھے کہ فرزندان ندوہ کے سامنے وہی شخصیتیں قابل تقلید اور منتہائے کمال نہ ہوں جو علم و ادب اور تاریخ کے لئے ایک رمز و علامت بن گئی ہیں' بلکہ وہ اپنی تحریک کے داعیوں اور اپنی درسگاہ کے بانیوں میں سے ان لوگوں کو بھی مثالی نمونہ کے طور پر

سامنے رکھیں اوران کی پیروی کی کوشش کریں جواپنی دینداری اور صلاح اوراپنی دینی ودینوی اور علمی وادبی جامعیت میں بھی امتیاز خاص کے مالک تھے مجھے خوب یاد ہے کہ ایک مرتبہ دارالعلوم کی عمارت کے عقبی حصے سے نکلتے ہوئے فرمایا کہ مولوی علی صاحب ہر جماعت اور ہر دانش گاہ کے لئے ایک آئیڈیل ہوتا ہے وہ اس کے تمام افراد کے دل ودماغ اور تخیل پر چھایا ہوا ہوتا ہے اس سے اس ان کو اپنی زندگی کے لئے پیام اوراپنے کاموں کے لئے جوش ونشاط حاصل ہوتا ہے میرے نزدیک دارالعلوم کے لئے آئیڈیل چار شخصیتیں ہوسکتی ہیں مولانا محمد علی مونگیریؒ مولانا شبلی نعمانی آپ کے والد ماجد مولانا حکیم سید عبدالحی اور نواب سید علی حسن خاں کہ یہ سب علم ودین کے مختلف شعبوں پر حاوی تھے اوران سے مل کرایک جامعیت پیدا ہوتی ہے۔

سید صاحب کے ان نئے رجحانات نے طلباء میں وہ مقبولیت اور کامیابی حاصل نہیں کی جوان کے مقام کے لحاظ سے متوقع تھی بلکہ اس سے ایک ذہنی کشمکش پیدا ہوئی اس کا نقطہ عروج و ارتقاء طلباء کی وہ اسٹرائک تھی جو ۱۹۴۳ء کو پیش آئی آغاز اس کا اگر چہ کچھ انتظامی معاملات سے ہوا لیکن اس کے اندر بے اطمینانی اور کشمکش کی یہی روح کام کررہی تھی اس اسٹرائک کی قیادت ہمارے بعض عزیز شاگرد کررہے تھے جو دارالعلوم کے بہترین طلباء تھے اوران سے ہم نے اور دارالعلوم نے بڑی بڑی توقعات قائم کی تھیں ان میں سب سے زیادہ نمایاں میرے عزیز ترین شاگرد علی احمد کیانی تھے میں نے اپنے دس سال کے تدریسی دور میں اوراس کے بعد بھی جب میں نے بحیثیت نائب معتمد کے کام کیا اس نوجوان سے زیادہ ذہین ذی استعداد اور سلیم الطبع طالب علم نہیں دیکھا دوسرے اور تیسرے ہی درجہ سے اس کا یہ حال تھا کہ صرف ونحو کی غلطی اس سے ہونی بہت مشکل تھی میرے استاد خلیل عرب صاحب نے ایک مرتبہ ان کے امتحان کی کاپی دیکھ کر جب وہ درجہ دوم یا سوم میں پڑھتے تھے یہ کہا کہ یہ کاپیاں مجھے دے دو اور جتنا کہو میں ندوہ کے لئے چندہ لے آؤں چوتھے پانچویں درجہ میں پہنچ کروہ برجستہ عربی میں تقریر کرنے لگے تھے حافظہ اس بلا کا تھا کہ ہزاروں شاعر اقبال واکبر اور ظفر علی خاں کے نوک زبان تھے میرے بعض عربی مقالات کا ترجمہ بھی کیا تھا وہ اسٹرائک کے بعد کراچی گئے تو اپنی نوعمری کے باوجود کراچی کی علمی مجلسوں میں علامہ کیانی کے نام سے مشہور ہوئے جیسا کہ طلباء کے ہنگاموں میں ہوا کرتا ہے وہ طوعاً وکرہاً طلباء کے نمائندہ اور

اسٹرائک کے قائد بن گئے‘ ان کے سب استادوں کو اور بالخصوص مجھے ان کے اس ہنگامہ میں نہ صرف شریک ہونے بلکہ قائد بننے سے سخت قلق تھا‘ زیادہ تر اس وجہ سے کہ اس اسٹرائک کی زد سید صاحب کی شخصیت اور ان کی معتمدی پر پڑتی تھی‘ بلکہ وہ اس وقت ندوہ کے حقیقی مربی اور سرپرست اور اس کے لئے سینہ سپر تھے‘ سید صاحب کے دل کو بھی اس ہنگامے سے بڑی چوٹ لگی‘ ان کے دل میں ندوہ کی خدمت اور طلباء کی تربیت کی بڑی بڑی امنگیں تھیں‘ ان کو اس سے اپنی تمناؤں کا خون اور اپنی کوششوں کی ناکامی کا منظر نظر آیا اور بہت دل شکستہ اور افسردہ ہو گئے‘ انہی دنوں میں علی احمد مرحوم پر جنون کا دورہ پڑا اور حالت یہاں تک پہنچی کہ ان کو گھر والوں نے رسیوں سے باندھ دیا۔ ان کے بھائی میرے برادر معظم ڈاکٹر سید عبدالعلی صاحب مرحوم کو انکو دکھانے کے لئے گھر لے گئے‘ میں بھی خصوصی تعلق کی بنا پر ساتھ ہو گیا‘ مرحوم کو جب رسیوں سے بندھا ہوا دیکھا تو آنکھ میں آنسو آ گئے کہ یہ نوجوان جو اپنی ذکاوت اور صحیح الدماغی میں اپنے ساتھیوں کے لئے بھی قابل رشک تھا‘ اس حالت میں ہے‘ بھائی صاحب نے نسخہ لکھا اور تشریف لے آئے‘ سید صاحب اس زمانہ میں اتنے دل برداشتہ تھے کہ دارالعلوم میں قیام بھی نہیں فرمایا‘ ہمارے ہی گھر میں مقیم تھے‘ میں نے ایک مرتبہ تنہائی میں موقع پا کر عرض کیا کہ میرا خیال ہے کہ علی احمد کی زبان سے آپ کی شان میں کوئی لفظ نکل گیا‘ اس طوفان بے تمیزی میں کچھ بعید نہیں کہ ان پر جذباتیت غالب آئی ہو‘ اور ناگفتنی کا ارتکاب کیا ہو‘ حدیث شریف میں آتا ہے، "من اذی لی ولیاً فقد اذنته بالحرب" اور آپ تو ان کے محسن اور مربی بھی تھے‘ سید صاحب نے اس کے جواب میں تواضع اور فروتنی کے الفاظ فرمائے اور کہا کہ میں کیا چیز ہوں‘ میں نے دوبارہ عرض کیا اور دعا کی درخواست کی سید صاحب نے اس پر سکوت فرمایا‘ دوسرے یا تیسرے دن مجھ سے فرمایا کہ مولوی علی صاحب میں نے آپ کے حکم کی تعمیل کر دی‘ اب اس واقعہ کو سید صاحب کی کرامت سمجھا جائے یا اس کو کسی اور بات پر محمول کیا جائے کہ عزیز موصوف بالکل اچھے ہو گئے اور جہاں تک مجھے علم ہے‘ یہ دورہ پھر کبھی نہیں پڑا‘ افسوس ہے کہ یہ شعلۂ مستعجل بالکل نوعمری میں ۱۹۵۰ء میں گل ہو گیا۔

ع حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

(پرانے چراغ)

......☆......

ماں کی نافرمانی کا عبرتناک واقعہ

میں چیچہ وطنی سے تقریر کر کے جارہا تھا کچھ ساتھی میرے ساتھ تھے۔ایک آدمی چارپائی پر بیٹھا تھا۔مکھیاں اس کے پاس بھنبھنارہی تھیں' عجیب حالت تھی' چہرہ زرد ہے' غبار و گرد ہے' عجیب درد ہے' نہ اس کا کوئی ہمدرد ہے' پریشان' حیران گردان ہے' چارپائی ہے' نہ بھلائی ہے' مجھے سمجھ نہ آئی کہ یہ کون ہے' میں قریب آیا تو کہنے لگا او مولانا! ادھر تشریف لائیں' پیلے دانت' ہڈیوں کا ڈھانچہ کمزور سانچہ' قابل غور' عجیب شور' اس کے پاؤں پر ایک کپڑا پڑا ہوا تھا۔اس نے کہا مجھے عبرت سے دیکھو۔ میں کون ہوں۔میں ایک شیر تھا۔مجھے دیکھ لو مولانا! ابھی آپ کی تقریر کی آواز یہاں آرہی تھی' کہنے لگا یہ مکان میرا تھا' دکان میری تھی' اب بھیک مانگتا ہوں' مجھے کوئی بھیک بھی نہیں دیتا بلکہ میرے اوپر لعنت کرتے ہیں۔

ذرا غور سے سننا یہ عبرت کی بات بتارہا ہوں۔اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور کافی دیر تک روتا رہا' کہنے لگا میں وہ ہوں جس نے اماں کے منہ پر جوتے مارے تھے۔(استغفراللہ) میں رات کو سینما دیکھنے گیا۔غنڈوں کے ساتھ ساری رات میں آوارہ گردی کرتا تھا۔دیر سے آیا۔میں نے ماں سے روٹی مانگی' اماں نے کہا شرم نہیں آتی ساری رات آوارہ گردی کرتے ہو۔کبھی پولیس تمہیں پکڑ لیتی ہے۔نہ تمہارا ابا ایسا تھا' نہ تیری اماں ایسی ہے۔تم کن غنڈوں میں پھنس گئے۔شرم کرو' تمہیں روٹی دے کر حرام کروں' کچھ ناراض ہوئی' مجھے غصہ آیا میں نے جوتا اتار کر ماں کو مارنا شروع کر دیا۔ دو جوتے منہ پر مارے۔ماں کے منہ سے اتنا سنا کہ عرش والے! اس لئے بچہ دیا تھا کہ آج میں جوتے کھا رہی ہوں' مجھے موت دے دے میں جینے کے قابل نہیں ہوں' مولیٰ! جو بے عزتی ہوئی' ہو چکی' مجھے اپنے پاس بلالے' میں اب زیادہ جوتے نہیں کھا سکتی' عرش والے! جس نے اماں کی توہین کی ہے اس کتے کو دنیا و آخرت میں برباد کر دے۔

کہنے لگا اس وقت تو میں سو گیا' رات کو پاؤں میں ایک ٹیس اٹھی' درد اٹھا' پاؤں لرزنے لگا' صبح کو پاؤں سوجھ کر اتنا موٹا ہو گیا۔ڈاکٹر کو دکھایا' لاہور گیا۔ملتان نشتر ہسپتال گیا۔انہوں نے آپریشن کیا۔پاؤں کاٹتے گئے' کاٹتے گئے' اس نے اپنے پاؤں سے کپڑا اٹھایا تو پیپ بہہ رہی تھی۔ کہنے لگا یہ زخم نہیں' یہ اماں کی بددعا ہے' خدا کا قہر ہے' اماں ایک ہفتہ رو رو کر مر گئی' کھانا تک نہ کھایا'

کہتی تھی میں سمجھتی تھی کہ بیٹا خدمت کرے گا میں اس عمر میں جوتے کھا رہی ہوں' مجھے اپنے بیٹے کی ضرورت نہیں' اماں رو رو کر اسی غم میں ختم ہوگئی۔ اماں کی آہیں عرش پر پہنچیں' قہار نے سنیں' مجھ پر خدا کا قہر نازل ہوا' جائیداد گئی' مکان بیچا' دکان بیچی' بیوی گئی' بیٹے گئے' چار سال سے یہاں پڑا ہوں' پیپ بہہ رہی ہے' ایسے معلوم ہوتا ہے جیسے کتے کاٹ رہے ہیں' نیند نہیں آتی۔ مکھیاں بھنبھناتی رہتی ہیں۔ گزرنے والے کہتے ہیں یہ وہ لعنتی ہے' جس نے اماں کو جوتے مارے تھے۔ دنیا مجھے عبرت کی نگاہ سے دیکھتی ہے' کتے کی طرح میرے سامنے روٹی پھینک جاتے ہیں۔ میرا ہاتھ پکڑ کر عجیب چیخ ماری اور گر پڑا کہنے لگا حضرت یہ دنیا کی ذلت ہے پتہ نہیں میری آخرت کا کیا حال ہوگا۔ اتنا کہا پھر گر پڑا روتا رہا۔ پھر اس نے آنکھ نہ کھولی۔ کہنے لگا مولانا مجھے روٹھا رب راضی کروا دو۔ معلوم ہوتا ہے جس سے اماں ناراض ہے خدا بھی اس کے لئے قہار بن جاتا ہے۔ میں اجڑ گیا ہوں' بیٹے آتے ہیں' بلاتا ہوں۔ بیٹھے مجھے ابا نہیں کہتے' میری دنیا برباد ہوگئی ہے' اندھیرا چھا گیا ہے' دنیا کی لعنت برس رہی ہے' اماں کے ایک لفظ نے خدا کے قہر سے مجھے برباد کر دیا''۔

خدا کی قسم یہ میں نے آنکھوں سے دیکھا ہے۔ اللہ ہمیں ماں باپ کی بددعاؤں سے بچائے۔ (آمین) (مولانا عبدالشکور دین پوریؒ کی تقریر سے اقتباس)

''ناقص العقل'' کی قابل داد عقل و بلاغت

ابوالاسود زیاد بن ربیعہ والی عراق کی اولاد کو پڑھایا کرتے تھے۔ ایک دن ابوالاسود کی اہلیہ نے زیاد کے یہاں اپنے لڑکے کی تولیت کا دعویٰ کر دیا۔ ابوالاسود کی اہلیہ نے امیر کے سامنے بیان دیا کہ یہ میرا لڑکا مجھ سے زبردستی لینا چاہتے ہیں حالانکہ میرا شکم اس کا ظرف' میری چھاتی اس کی سقایہ اور میری آغوش اس کی سواری رہی ہے۔

ابوالاسود نے اپنی اہلیہ سے کہا کہ کیا تو اس طریقہ سے مجھ کو دبانا چاہتی ہے حالانکہ میں نے اس لڑکے کو تیرے شکم میں رکھا اور تیرے وضع حمل سے پہلے میں نے اس کو (بحالت نطفہ) اپنے شکم میں رکھا اور تیرے وضع حمل سے پہلے میں نے اس کو (بحالت نطفہ) وضع کیا تھا۔ عورت نے کہا کہ تیری اور میری اس سلسلہ میں برابری نہیں ہوسکتی۔ اس لئے کہ جس وقت یہ تیرے شکم میں

تھا تو بہت ہلکا تھا اور جب تجھ سے منتقل ہو کر میرے شکم میں آیا تو بوجھل ہو کر رہا۔ تیرے شکم سے وہ شہوت کے ساتھ خارج ہوا لیکن جب میرے شکم سے برآمد ہوا تو سخت تکلیف کے ساتھ نکلا۔

امیر زیاد نے عورت کا بیان سن کر ابوالاسود سے کہا کہ یہ عورت مجھ کو زیادہ عاقلہ معلوم ہوتی ہے۔ لہٰذا آپ اس کا لڑکا اس کو دے دیں۔ یہ اس کی پرورش اچھے طریقے سے کرے گی۔

☆

فتنۂ تاتار کی یادگار ایک نسخہ' مفردات القرآن

شیخ الاسلام مولانا محمد تقی عثمانی اپنے سفرنامہ جہانِ دیدہ میں رقمطراز ہیں:

''شیخ سے رخصت ہو کر ہم مدرسے کے کتب خانے پہنچے' یہ کتب خانہ بھی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ ہی کا قائم فرمودہ ہے' اور تقریباً چالیس ہزار کتابوں پر مشتمل ہے۔ اس کتب خانے کے صرف مخطوطات کا تعارف پانچ ضخیم جلدوں میں شائع ہوا ہے۔ علم کے اس سدا بہار گلشن سے استفادے کے لئے تو مہینے درکار تھے' لیکن مختصر وقت میں بہت سے نادر مخطوطات کی زیارت نصیب ہوئی۔ بہت سی نئی کتابوں کا پتہ چلا۔ لیکن ان تمام مخطوطات میں ایک مخطوطہ دیکھ کر دل پر جو کچھ گذری' اسے حیطۂ تحریر میں لانا مشکل ہے۔ میں تفسیر کی ایک کتاب دیکھ رہا تھا کہ ناظم کتب خانہ نے اچانک ایک اور قلمی نسخہ میرے سامنے کر دیا' اور اس طرف متوجہ ہونے کا مشورہ دیا۔ میں نے نظر اٹھائی تو یہ امام راغب اصفہانیؒ کی ''مفردات القرآن'' کا ایک قلمی نسخہ تھا جس کے حروف جگہ جگہ سے اڑے ہوئے تھے' جیسے کبھی ان پر پانی گر گیا ہو۔ ابھی میں اس نسخے کی کوئی خصوصیت دریافت نہ کر سکا تھا کہ ناظم کتب خانہ نے اس ٹائٹل پر لکھی ہوئی ایک عبارت کی طرف اشارہ کیا' اور کہا: ''اسے پڑھیے۔'' میں نے پڑھا تو عبارت یہ تھی:۔

''لقد انتشلت هذا الكتاب من نهر دجلة بعد ان رماه التتر وذالک سنة ٦٥٦ھ وانا الفقير اليه تعالىٰ عبد الله بن محمد ابن عبد القادر المكي.''

میں نے ٦٥٦ھ میں یہ کتاب دریائے دجلہ میں پڑی ہوئی پائی تھی' جب کہ اسے

تا تاریوں نے وہاں ڈال دیا تھا' میں نے یہ کتاب وہیں سے اٹھالی تھی۔

فقیر عبداللہ بن محمد بن عبدالقادر مکی

اس عبارت نے ذہن میں ساڑھے سات سو سال پہلے کے دلگداز واقعات کی ایک فلم چلادی۔ تاریخ میں پڑھا تھا کہ تا تاریوں نے بغداد پر قبضے کے بعد مسلمانوں کی کتابوں سے دریائے دجلہ پر پل تعمیر کیا تھا' اور کتابوں کی روشنائی سے دجلہ کا رنگ تک متغیر ہو گیا تھا۔ علم و حکمت کے کیسے کیسے خزانے اس وحشت و بربریت کی نذر ہوئے؟ ان کی تفصیل اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ لیکن یہ قلمی نسخہ اس تاریخی واقعہ کی اصلیت کی آج بھی شہادت دے رہا ہے۔

(جہان دیدہ)

☆

پاکستان ٹیلی ویژن پر بانئ پاکستان کا ''ذکر خیر''

بانئ پاکستان محمد علی جناح پاکستانی قوم کے مسلمہ ہیرو ہیں، ۱۹۴۷ء سے قبل جن افراد اور تحریکوں نے تقسیم ہند اور قیام پاکستان کی بھرپور مخالفت کی تھی، وہ اور ان کی باقیات بھی سیاسی اختلافات کے باوجود ان کا ذکر عزت و احترام سے کرتے ہیں۔ اور اگر کبھی خدانخواستہ حزب اختلاف کے کسی فرد کی زبان وقلم سے کوئی حرف، کوئی نقطہ یا کوئی شوشہ ایسا نکل جائے، جس سے بانئ پاکستان کی ذات پر انگشت نمائی کا در، وا ہوتا ہو تو پاکستان کا پریس بلا تاخیر حرکت میں آکر اسے ''دشمن ملک'' و ''غدار ملت'' اور پاکستانی آئین کے تحت قابل گردن زدنی قرار دیتا ہے۔ لیکن کیا یہ بات باعثِ تعجب نہیں کہ اسی ملک کا سرکاری میڈیا اور قومی اخبارات تک بعض اوقات ''بانئ پاکستان''، ''بابائے قوم'' اور ''قائدِ اعظم'' کے بارے میں انتہائی قابل اعتراض ریمارکس پیش کر جاتے ہیں اور کسی کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی، اس کی ایک مثال ملاحظہ ہو!

روزنامہ نوائے وقت لاہور ۳ اپریل ۱۹۹۰ء کے مطابق پاکستان ٹیلی ویژن سے ٹیلی کاسٹ ہونے والے پروگرام ''مہمان خصوصی'' میں سردار شوکت حیات نے کہا:

''قائد اعظم نے مجھے بلایا اور مجھے اپنے پاس بٹھائے رکھا۔ انہوں نے جب

سگریٹ سلگایا تو میں نے سوچا کہ یہ بدتمیز انسان ہے۔جس نے سگریٹ آفر (پیش) نہیں کیا۔ پھر میں نے بھی اپنا سگریٹ سلگایا۔اس دوران میں بیٹھا رہا، مگر انہوں نے میری طرف توجہ ہی نہ دی۔''

جن دنوں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا

(چودھری غلام نبی مرحوم کی یادیں)

ذوالفقار علی بھٹو وزیر اعظم پاکستان کو دو باتوں کا مغالطہ لگ گیا اور وہ اسی ادھیڑ بن میں رہے کہ قادیانی اچھے بھلے مسلمان ہیں انہیں کافر کیوں قرار دیا جائے اور قادیانیوں کی اتنی بڑی اور منظم جماعت ہے۔ان کے پاس اسمبلی میں اپنے دفاع کے لئے بہت مواد ہوگا۔وہ اپنا دفاع خوب کرلیں گے۔اس نے اسی غلط فہمی کی وجہ سے (آنجہانی) مرزا ناصر احمد کو اسمبلی میں مسلمانوں کے سوالوں کے جوابات دینے کی دعوت دی اور کہا کہ آؤ مسلمانوں کے سوالوں کے جواب دو، خوب تیاری کر کے تاکہ کسی کے دل میں حسرت نہ رہے۔ یہ مسلمانوں کے لئے بہت ہی اچھا ہوا۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے اسلام آباد دفتر میں حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ نے ڈیرہ لگایا۔ مولانا اللہ وسایا، مولانا عبدالرحیم اشعر، فاتح قادیان مولانا محمد حیاتؒ، مولانا محمد شریف جالندھریؒ اور قومی اسمبلی کے رکن اور جمعیت علماء اسلام کے ناظم اعلیٰ مولانا مفتی محمودؒ بھی دفتر سے وابستہ ہوگئے۔ مولانا مفتی محمودؒ کو جماعت کی طرف سے قومی اسمبلی میں نمائندہ مقرر کر دیا گیا۔ صبح سے شام تک آنجہانی مرزا غلام احمد کی کتابیں سامنے رکھ کر حوالوں پر نشان لگائے جاتے اور کیس تیار ہوتا رہتا، جو مولانا مفتی محمود صاحب کے حوالے کر دیئے جاتے۔ ایک روز (آنجہانی) مرزا ناصر جب قومی اسمبلی میں داخل ہوا تو بھٹو نے وزیر قانون عبدالحفیظ پیرزادہ کی طرف دیکھ کر کہا:

''دیکھو! کیسا بزرگ آدمی ہے۔اس کی اتنی اچھی داڑھی اور نورانی چہرہ ہے اس کو کافر کہتے ہیں؟''

(تحریک کشمیر سے تحریک ختم نبوت تک)

☆

مولانا مفتی محمودؒ کا اسمبلی میں خطاب

مولانا مفتی محمودؒ نے اسمبلی میں اپنا کیس پیش کیا۔ سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہوا تو مفتی محمود صاحب، آنجہانی مرزا قادیانی کی کتابوں کے حوالے پڑھتے گئے۔ اس وقت قومی اسمبلی کے تمام ارکان مفتی صاحب کی طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہے تھے اور سبھی ہمہ تن گوش تھے۔ مفتی محمودؒ مرحوم فرمانے لگے:

''بھائی! میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کہہ رہا تھا۔ یہ مرزا صاحب کی کتابیں پڑی ہیں، جس کو شک ہے وہ آ کر دیکھ لے اور مرزا ناصر اسمبلی میں موجود ہے۔ یہ میرے کسی حوالے کو جھٹلائے تو میں مان لوں گا۔''

آنجہانی مرزا ناصر خاموش تھا اور پانی پیئے جا رہا تھا۔ وہ پسینہ میں شرابور ہو چکا تھا اور بار بار اپنا پسینہ صاف کر رہا تھا۔ اس طرح کئی روز بحث چلتی رہی۔ مفتی محمودؒ صاحب مقدمہ لڑتے رہے۔ مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ نے دفتر میں مصلیٰ بچھا لیا تھا اور ہر وقت دعاؤں میں لگے رہتے۔

''اے اللہ پاک! اپنے محبوبؐ کے صدقے اپنے محبوب کی عزت کی حفاظت فرما اور مسلمانوں کو اس فتنہ سے نجات دے۔''

اس اللہ کے بندے کی دعائیں لگاتار عرش عظیم تک پہنچ رہی تھیں۔ ایک روز مفتی محمودؒ صاحب نے بھٹو کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

''یہ مرزا غلام احمد قادیانی کی کتاب ہے۔ جس میں یہ لکھا ہے ''مجھے نہ ماننے والے کتیوں اور سورنیوں کی اولاد ہیں۔ ان کی عورتیں جنگلوں کی سورنیاں ہیں اور یہ خود ولد الحرام ہیں۔'' آپ مرزا ناصر سے پوچھئے کہ یہ عبارت غلط ہے؟ بھٹو صاحب مرزا غلام احمد قادیانی نے کسی کو معاف نہیں کیا' اس میں تم بھی آ گئے ہو اور ہم بھی۔''

بھٹو صاحب نے (آنجہانی) مرزا ناصر سے پوچھا ''کیا یہ عبارت ٹھیک ہے؟''

جواب: ہاں۔

''تم بھی اسے مانتے ہو؟''

جواب: ہاں۔

مفتی محمودؒ صاحب فرمایا کرتے تھے۔ اس وقت مرزا ناصر بار بار پسینہ صاف کر رہا تھا اور ساتھ پانی بھی پیے جا رہا تھا۔ بھٹو صاحب نے حفیظ پیرزادہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا:

''یہ بہت بے ایمان ہے۔ ہمیں صاف گالیاں دی جا رہی ہیں۔''

اب بحث شروع ہوئی تو مفتی صاحب نے فرمایا:

''اب باقی کیا رہ گیا ہے، دودھ کا دودھ، پانی کا پانی ہو گیا ہے۔''

اس طرح مرزا ناصر کو بری طرح شکست ہوئی اور پوری اسمبلی کے سامنے اس نے مفتی صاحبؒ کے سوال کا کوئی جواب نہ دیا۔ مفتی صاحب نے فرمایا:

''اب سب مسلمانوں کا مطالبہ ہے کہ یہ کافر ہیں۔ دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ اب تم بھی مان لو۔''

اس پر کافی لے دے ہوئی۔ مفتی محمودؒ صاحب فرماتے ہیں:

''رات کا ایک بج گیا۔ بھٹو صاحب بضد رہے کہ کافر تو لکھوا لو مگر غیر مسلم نہ لکھواؤ۔ ہم رات ایک بجے غصہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا کہ اب صبح ہونے دو، دیکھو پھر کیا ہوتا ہے''۔ جب ہم دروازے میں آ گئے تو بھٹو صاحب نے بھاگ کر ہمیں پکڑ لیا اور کہنے لگا کہ مفتی صاحب آؤ! جیسا آپ کہتے ہیں ویسا لکھ دیتا ہوں۔ بالآخر بھٹو صاحب نے ہمارا مطالبہ مان لیا اور قادیانیوں کو کافر اور غیر مسلم قرار دے دیا گیا۔ اس کے ساتھ یہ بھی تسلیم کر لیا گیا کہ قادیانی کلیدی آسامیوں پر فائز نہیں رہیں گے۔ ہم نے خدا کا شکر ادا کیا۔ بھٹو صاحب نے دستخط کر دیئے۔ پھر تمام ارکان اسمبلی نے باری باری دستخط کئے اس طرح متفقہ طور پر قرارداد منظور ہو گئی۔''

مولانا مفتی محمودؒ صاحب اسمبلی ہاؤس سے باہر نکلے اور سیدھے دفتر مجلس تحفظ ختم نبوت آ گئے۔ وہاں مفتی صاحب کا بڑی شدت سے انتظار ہو رہا تھا۔ مفتی صاحبؒ پہنچے تو حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ مصلے پر سجدہ ریز تھے اور اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعا مانگ رہے تھے۔ آنسوؤں سے ان کی داڑھی تر ہو گئی تھی۔ مفتی صاحبؒ تشریف لائے اور انہوں نے آواز دی:

''حضرت! اللہ پاک کا شکر ہے۔ ہمارا مطالبہ مان لیا گیا۔ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا۔''

حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ دوبارہ سجدہ ریز ہو کر شکر بجالائے۔ وہ روتے جاتے تھے اور کہہ رہے تھے:

''اللہ پاک! ہم آپ کا شکر کیسے ادا کریں۔ آپ نے ہم پر بڑا احسان کیا ہے۔''

سجدہ سے اٹھتے ہوئے فرمانے لگے:

''اللہ تعالیٰ نے مجھے سرخرو کیا ہے۔ مرنے کے بعد امیر شریعتؒ سے ملاقات ہوئی تو میں کہہ دوں گا کہ آپ کے مشن میں تھوڑا سا حصہ ڈال کر آیا ہوں، آپ نے ختم نبوت کے جس پودے کو پانی دیا تھا، میں اسے پھل لگے ہوئے دیکھ آیا ہوں۔ دوستو! میری بات سن لو، حضرت عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو امیر شریعت کا خطاب اس وقت کے پانچ سو اجل علماء نے دیا تھا اور میری خوش قسمتی ہے کہ میرے دستخط دوسرے یا تیسرے نمبر پر موجود ہیں۔''

☆

مشہور سیاح ''ابن بطوطہ'' کے چند نوادرات

''مالی'' میں قیام کے دوران میں نے دیکھا کہ حبشیوں سے زیادہ کوئی قوم اپنے بادشاہ کا ادب نہیں کرتی' وہ بادشاہ کی قسم کھاتے ہیں' اور ان کے ہاں یہ رواج ہے کہ جب بادشاہ برج میں بیٹھ کر دربار لگاتا تھا تو جب کسی شخص کو طلب کرتا تو وہ شخص اپنے کپڑے اتار کر پرانے کپڑے پہن لیتا ہے' ایک میلی ٹوپی سر پر رکھ لیتا ہے' اپنے پائینچے آدھی پنڈلی تک چڑھا لیتا ہے' اور نہایت ذلت اور بے چارگی کی شکل میں زمین پر کہنیاں ٹیکتا ہوا جاتا ہے۔

جب ان میں سے کوئی شخص بادشاہ سے بات کرتا ہے اور بادشاہ اس کا جواب دیتا ہے تو وہ شخص اظہار تشکر کے طور پر اپنی کمر سے اپنے کپڑے علیحدہ کر دیتا ہے اور اپنے سر پر اور کمر پر اس طرح مٹی ڈالتا ہے' جس طرح غسل کرنے کے وقت پانی ڈالا جاتا ہے' جب بادشاہ دربار میں کوئی بات کرتا ہے تو کل حاضرین اپنے سروں سے عمامہ اتار دیتے ہیں۔ (سفرنامہ ابن بطوطہ)

☆

سوڈانیوں کے جو افعال مجھے ناپسند آئے وہ یہ ہیں کہ لونڈیاں نوکر عورتیں اور چھوٹی چھوٹی لڑکیاں مادر زاد ننگی پھرتی ہیں' رمضان کے مہینے میں اکثر ایسی عورتیں دیکھنے میں آتی ہیں' کیونکہ وہاں

پر رواج ہے کہ ہر ایک امیر' بادشاہ کے محل میں روزہ کھولتا ہے' ہر ایک امیر کا کھانا بیس سے زیادہ لونڈیاں لاتی ہیں اور وہ سب ننگی ہوتی ہیں۔

جب کوئی عورت بادشاہ کے سامنے آتی ہے تو ننگی آتی ہے' خود بادشاہ کی بیٹیاں بھی ننگی ہوتی ہیں' رمضان کی ستائیسویں شب کو میں نے دیکھا کہ بادشاہ کے محل سے سو کے قریب عورتیں کھانا لے کر نکلیں' ان کے ساتھ بادشاہ کی دو بیٹیاں بھی تھیں جو جوان تھیں اور بالکل ننگی تھیں۔

یہ بھی ان میں عیب ہے کہ ادب کے لیے اپنے سروں پر خاک ڈالتے ہیں' شاعر شعر پڑھتے ہوئے مسخروں جیسی شکل بناتے ہیں اور اکثر حبشی' مردار کتے اور گدھے کھا جاتے ہیں۔ وہاں رہتے ہوئے مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ ساتھ والے ملک میں ایسے حبشی بھی رہتے ہیں جو مردم خور ہیں' ایک دفعہ ان کے کچھ لوگ ادھر آئے تو یہاں کا بادشاہ ان کو روزانہ ایک آدمی کھانے کے لیے دیتا رہا۔ وہ کالے آدمی کا گوشت شوق سے کھاتے ہیں' گورے آدمیوں کے متعلق وہ کہتے ہیں کہ وہ کچے ہوتے ہیں اس لیے ان کا گوشت کھانا مضر ہے۔ (سفرنامہ ابن بطوطہ)

☆

جزائر مالدیپ کی عورتیں ناف سے اوپر ننگی رہتی ہیں اور بازاروں' گلیوں میں اسی طرح پھرتی رہتی ہیں' جب میں وہاں قاضی مقرر ہوا تو میں نے حکم دیا کہ میری عدالت میں کوئی عورت اس طرح ننگے بدن نہ آئے۔ اس سے زیادہ کچھ نہ کر سکا۔

میری کنیزیں اہل دلی کی طرح مکمل لباس میں ملبوس رہتی تھیں' وہ عورتیں انہیں اس طرح کپڑے پہنے دیکھ کر برا مناتیں' نکاح اس جزیرے میں بہت آسانی سے ہو جاتا ہے کیونکہ ''حق المہر'' تھوڑا ہوتا ہے۔ یہاں کی عورتیں صرف بیوی نہیں بنی رہتیں بلکہ کھانا لے آتی ہیں' لے جاتی ہیں' ہاتھ دھلاتی ہیں' وضو کے لیے پانی لاتی ہیں اور سوتے وقت پاؤں دباتی ہیں۔

وہاں کی عورتیں اپنے خاوند کے ساتھ ہرگز کھانا نہیں کھاتیں بلکہ خاوند کو معلوم بھی نہیں ہوتا کہ وہ کیا کھاتی ہیں' وہاں پر میں نے کئی عورتوں سے نکاح کیا' بعض نے میرے اصرار پر میرے ساتھ کھانا کھالیا' لیکن بعض نے میرے ساتھ کھانا نہ کھایا' میں نے بہت کوشش کی اور بہت طریقے آزمائے لیکن میں نے انہیں کھانا کھاتے نہ دیکھا۔ (سفرنامہ ابن بطوطہ)

☆

''بیروت''میں مجھے مزار''ابو یوسف یعقوبؒ '' کی زیارت کا موقعہ ملا' جو مغرب اقصیٰ کے بادشاہوں میں سے تھے اور جن کے متعلق مشہور ہے کہ اپنے وطن آ کر ملک نور الدین کے ایک باغ میں نگہبان مقرر کیے گئے۔ چھ ماہ کے بعد سلطان نور الدین باغ میں آیا' اور انہیں حکم دیا کہ باغ میں سے کچھ میٹھے انار توڑ کے لاؤ' وہ جو انار توڑ کے لے گئے وہ کھٹے نکلے۔ دوبارہ اور سہ بارہ انہیں بھیجا گیا' لیکن ہر دفعہ وہ جو انار توڑ کے لے آتے وہ کھٹے نکلتے' باغ کے داروغہ نے انہیں کہا کہ چھ مہینے ہو گئے ہیں تمہیں ابھی تک یہ معلوم نہیں کہ کون سے انار میٹھے ہیں؟ ابو یعقوب یوسف نے جواب دیا' آپ نے مجھے باغ کی رکھوالی کے لئے رکھا تھا انار چکھنے کے لئے نہیں۔ بادشاہ کو اس بات کا پتہ چلا تو ان کا بہت اعزاز و اکرام کیا۔ (سفر نامہ ابن بطوطہ)

......☆......

میں ''جاوا'' کے بادشاہ کے پاس گیا۔ اس نے میری بہت پذیرائی کی اور کہا ''تم تین دن تک ہمارے مہمان ہو اس کے بعد جانے کی اجازت ہے''۔ بادشاہ کے دربار میں میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے اپنے گلے پر چھری رکھی اور اپنی زبان میں کچھ کہا پھر چھری کو مضبوط پکڑ کر اپنا گلہ اس طرح کاٹا کہ سر علیحدہ جا پڑا۔

مجھے نہایت تعجب ہوا۔ بادشاہ نے مجھ سے دریافت کیا ''تمہارے ملک میں بھی کوئی اس طرح کرتا ہے؟''

میں نے کہا، ہرگز نہیں۔

بادشاہ یہ سن کر ہنسا اور کہا' یہ میرے غلام ہیں، مجھ سے اس قدر محبت کرتے ہیں کہ مجھ پر اپنی جان قربان کر دیتے ہیں۔

پھر اس کے جلانے کا حکم دیا اور اس کی اولاد کا وظیفہ مقرر کیا۔ ایک شخص نے مجھے بتایا کہ اپنا گلہ کاٹنے سے پہلے اس نے بادشاہ سے کہا تھا کہ بادشاہ اس کو اس قدر پیارا ہے کہ اپنی جان اس پر نچھاور کرتا ہے۔ یہی کچھ اس کے باپ دادا نے بادشاہ کے باپ دادا کے لئے کیا تھا۔

(سفر نامہ ابن بطوطہ)

......☆......

ایک موقعہ پر میں ''ابرہی'' شہر میں موجود تھا' تین ہندو لڑائی میں مارے گئے' تو ان کی بیویوں نے ''ستی'' ہونے کا ارادہ کر لیا' تین دن پہلے وہ گانے بجانے اور کھانے میں مصروف ہو گئیں' چوتھے دن ان کے پاس گھوڑے لائے گئے۔ ہر بیوہ نے بناؤ سنگھار کیا' خوشبو لگائی اور ایک ایک گھوڑے پر سوار ہو گئی۔ ان کے ایک ہاتھ میں ناریل تھا جسے وہ اچھال رہی تھیں اور دوسرے ہاتھ میں آئینہ تھا جس میں وہ اپنی شکل دیکھ رہی تھیں' برہمن ان کے گرد جمع تھے۔ تمام رشتے دار ان کے ساتھ تھے' آگے آگے نقارے اور نوبت بجتی جا رہی تھی۔ ہر ایک ہندو انہیں کہتا' میرا اسلام میرے ماں باپ' بھائی یا دوست کو کہنا اور وہ کہتی تھیں اچھا اور ہنستی جاتی تھیں۔

میں بھی اپنے دوستوں کے ساتھ ان کے جلنے کی کیفیت دیکھنے گیا' جب یہ عورتیں جلانے والی جگہ پر پہنچیں تو غسل کیا' اپنے کپڑے اور زیورات اتار دیئے اور انہیں خیرات کر دیا' ایک ایک موٹی ساڑھی پہن لی۔ ایک جگہ آگ دہکائی گئی۔ اس پر سرسوں کا تیل ڈال کر اسے دہکایا گیا' پندرہ آدمیوں کے ہاتھ میں لکڑی کے گٹھے بندھے ہوئے تھے' دس آدمیوں نے لکڑی کے بڑے بڑے ٹکڑے اٹھائے ہوئے تھے۔ نقارے اور نفیری والے انتظار میں کھڑے تھے۔

آگ کو ایک رضائی کی اوٹ میں کر لیا گیا تھا' تا کہ ان عورتوں کی اس پر نظر نہ پڑ سکے۔ ان میں سے ایک عورت نے زبردستی وہ رضائی ایک طرف ہٹا دی' اور کہا' کیا میں نہیں جانتی یہ آگ ہے؟ مجھے کیوں ڈراتے ہو؟ پھر اس نے آگ کی طرف دوڑ لگائی اور اس میں کود پڑی۔ اس وقت نقارے اور نفیریاں بجنی شروع ہو گئیں۔ لوگوں نے پتلی لکڑیاں جو ہاتھوں میں اٹھائی ہوئی تھیں آگ پر ڈالنی شروع کر دیں۔ اس کے اوپر لکڑی کے بڑے بڑے ٹکڑے ڈال دیئے گئے۔ تا کہ وہ عورت حرکت نہ کر سکے۔ حاضرین نے بھی شور مچانا شروع کر دیا۔ میں یہ دیکھ کر بے ہوش ہو گیا۔

(سفرنامہ ابن بطوطہ)

......☆......

سر جیمس جینس کا اضطراب واعتراف

۱۹۰۹ء کا ذکر ہے، اتوار کا دن تھا اور زور کی بارش ہو رہی تھی، میں کسی کام سے باہر نکلا تو جامعہ کیمبرج کے مشہور ماہر فلکیات سر جیمز جینس **(James Jeans)** پر نظر پڑی جو بغل میں

انجیل دبائے چرچ کی طرف جا رہے تھے۔ میں نے قریب ہو کر سلام کیا۔ انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ دوبارہ سلام کیا تو وہ متوجہ ہوئے اور کہنے لگے "تم کیا چاہتے ہو" میں نے کہا، دو باتیں۔ اول یہ کہ زور سے بارش ہو رہی ہے اور آپ نے چھاتا بغل میں داب رکھا ہے۔ سر جیمز اپنی بدحواسی پر مسکرائے اور چھاتا تان لیا۔ دوم یہ کہ آپ جیسا شہرۂ آفاق آدمی گرجا میں عبادت کے لئے جا رہا ہے، یہ کیا؟ میرے اس سوال پر پروفیسر جیمز لمحہ بھر کے لئے رک گئے اور پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا "آج شام کو چائے میرے ساتھ پیو" چنانچہ میں شام کو ان کی رہائش گاہ پہنچا۔ ٹھیک ۴ بجے لیڈی جیمز باہر آ کر کہنے لگیں "سر جیمز تمہارے منتظر ہیں"۔ اندر گیا تو ایک چھوٹی سی میز پر چائے لگی ہوئی تھی، پروفیسر صاحب تصورات میں کھوئے ہوئے تھے' کہنے لگے "تمہارا سوال کیا تھا" اور میرے جواب کا انتظار کیے بغیر اجرامِ آسمانی کی تخلیق، ان کے حیرت انگیز نظام' بے انتہا پنہائیوں اور فاصلوں' ان کی پیچیدہ راہوں اور مداروں نیز باہمی کشش اور طوفان ہائے نور پر وہ ایمان افروز تفصیلات پیش کیں کہ میرا دل اللہ کی اس داستانِ کبریا و جبروت پر دہلنے لگا۔ اور ان کی اپنی کیفیت یہ تھی کہ سر کے بال سیدھے اٹھے ہوئے تھے، آنکھوں سے حیرت وخشیت کی دوگونہ کیفیتیں عیاں تھیں' اللہ کی حکمت و دانش کی ہیبت سے ان کے ہاتھ قدرے کانپ رہے تھے، اور آواز لرز رہی تھی۔ فرمانے لگے "عنایت اللہ خاں! جب میں خدا کے تخلیقی کارناموں پر نظر ڈالتا ہوں تو میری تمام ہستی اللہ کے جلال سے لرزنے لگتی ہے اور جب کلیسا میں خدا کے سامنے سرنگوں ہو کر کہتا ہوں "تو بہت بڑا ہے" تو میری ہستی کا ہر ذرہ میرا ہمنوا بن جاتا ہے، مجھے بے حد سکون اور خوشی نصیب ہوتی ہے، مجھے دوسروں کی نسبت عبادت میں ہزار گنا زیادہ کیف ملتا ہے، کہو عنایت اللہ خاں! تمہاری سمجھ میں آیا کہ میں گرجے کیوں جاتا ہوں؟"

علامہ مشرقی کہتے ہیں کہ پروفیسر جیمز کی اس تقریر نے میرے دماغ میں عجیب کہرام پیدا کر دیا' میں نے کہا "جناب والا! میں آپ کی روح افروز تفصیلات سے بے حد متاثر ہوا ہوں' اس سلسلے میں قرآن کی ایک آیت یاد آ گئی اگر اجازت ہو تو پیش کروں' فرمایا "ضرور" چنانچہ میں نے یہ آیت پڑھی:

وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ بِيضٌ وَّ حُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِيْبُ سُوْدٌ ٥

وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ ؕ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ (فاطر : ۲۷، ۲۸)

''پہاڑوں میں خطے ہیں' سفید اور سرخ اور طرح طرح کے رنگ کے اور کالے' اور آدمیوں میں اور کیڑوں میں اور چوپاؤں میں' اسی طرح مختلف رنگ ہیں، اللہ سے ڈرتے وہی ہیں اس کے بندوں میں سے جو علم رکھتے ہیں۔''

یہ آیت سنتے ہی پروفیسر جیمز بولے:

''کیا کہا..... اللہ سے صرف اہل علم ڈرتے ہیں، حیرت انگیز' بہت عجیب' یہ بات جو مجھے پچاس برس مسلسل مطالعہ ومشاہدہ کے بعد معلوم ہوئی، محمد ﷺ کو کس نے بتائی، کیا قرآن میں واقعی یہ آیت موجود ہے؟ اگر ہے تو میری شہادت لکھ لو کہ قرآن ایک الہامی کتاب ہے، محمدؐ ان پڑھ تھا، اسے یہ عظیم حقیقت خود بخود معلوم نہیں ہو سکتی' اسے یقیناً اللہ نے بتائی تھی' بہت خوب' بہت عجیب.....''

(علامہ عنایت اللہ مشرقی۔ نقوش، شخصیات نمبر، صفحات ۹۔۱۲۰۸)

طبیعت کا چڑچڑا پن فطرت کی رسوائی

چڑچڑا پن فطرت کی رسوائی ہے۔ بعض اوقات معدے اور جگر کی خرابی اور قویٰ کی کمزوری سے انسان بھبوکا ہو جاتا ہے۔ اکثر غلط تربیت اور بے جا غرور بھی مزاج کو برہم رکھتے ہیں۔ معدے اور جگر اور قویٰ کی کمزوری کو باقاعدہ علاج اور مناسب ورزش سے درست کرنا چاہئے۔ سب سے اہم یہ کہ سیرت کو ایسی صورت دینی چاہئے کہ بیماری اور مصیبت میں بھی دل میں غصہ اور چہرے پر شکن نہ آنے پائے۔ اللہ کا ذکر بھی اس کا حتمی علاج ہے۔ یادِ حق اور عمل صالح یعنی خدمت ملت

سے بھی غصہ کی آگ فرو ہو جاتی ہے چل پھر کر کسبِ حلال اور خدمتِ خلق میں مصروف رہو۔ کم گوئی اختیار کرو اور زبان پر وردِ اسمائے الٰہی ہو' دل گلزار اور چہرہ پُر بہار ہو جائے گا۔ ہر ملنے والے کو یہی معلوم ہو گا کہ اس کی روح جسم کو چھوڑ کر استقبال کو آ رہی ہے۔ اچھے لوگ اس کی صحبت کو پسند کریں گے اور وہ دوستوں میں ستاروں سے گھرا چاند نظر آئے گا۔

دیوانی جوانی کے بلاخیز طوفانوں میں کہتے ہیں کون ہے جو ڈگمگا نہیں جاتا۔ یہ ان عوام کے لئے سچ ہے جو خدا کے نام کے چپو کے بغیر زندگی کی کشتی کھینچتے ہیں۔ جو نمازوں کی برکت اور ذکر کی کثرت کا سہارا لے کر چلتے ہیں وہ کبھی گرداب بلا میں نہیں پھنسے جونہی قدم غلط راہ کی طرف اٹھتا ہے کوئی نامعلوم ہاتھ کھلے اشاروں سے منع کرتا ہے۔ اکثر اس کے اور گناہ کے درمیان ناقابل عبور دیواریں کھڑی ہو جاتی ہیں۔ عزیز! گناہوں پر جسارت زندگی کے خوش نما باغ کو برباد کر دینے والی چیز ہے۔ لیکن چالاک اور چالباز گلزار کو ویرانہ بنا کر سمجھتے ہیں کہ ہم نے دنیا میں بڑی فتح مندی حاصل کی۔ جوانی کے عیش بڑھاپے میں آگ کے انگارے بن جاتے ہیں۔ عمر کے آخری حصہ میں انسان مصیبت بھری زندگی کا خیال کر کے لمبی راتیں آہیں بھر کر گزارتا ہے۔ جس عیش کا انجام غم ہے اس کو اختیار کر کے بربادی کو کیوں خریدا جائے۔

داغدار کپڑا بے داغ لباس کے برابر نہیں ہوتا لیکن گناہوں کے داغ روح کو ذکر الٰہی اور استغفار کے پانی سے دھویا جا سکتا ہے۔ گناہ اور ظلم کے میدان میں آنکھیں بند کر کے بڑھے چلے جانا دوزخ کی لپیٹ میں آ جانا ہے۔ معصوم فطرت کو پروردگار کے حضور میں لے جانا تو بہت ہی بڑی کامیابی ہے لیکن تائب دل کے ساتھ اس کے حضور میں پیش ہونا کوئی کم کامرانی نہیں۔ کوئی ماں کا جان سے پیارا بچہ نافرمانیوں سے تائب ہو جائے اور گردن جھکا کر ندامت کے آنسو آنکھوں میں بھر لائے ماں کا دل کیا پسیج جانے سے رہے گا۔ یہی حال خدا کی کرم فرمائیوں کا ہے۔ زبان پر اس کا ذکر دل میں اس کی ناراضگی کی فکر ہو اور تڑپ تڑپ کر معافی مانگے تو ؎

رحمت از درِ حق بہر استقبال مے آید

کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ ندامت کے آنسو بطور توبہ کے قبول کر لئے جاتے ہیں۔ یہ کارخانۂ قدرت کس کا ہے بس اس کارگاہِ ہستی میں قدیر کے قانون توڑنے والا اس سے معافی کا خواستگار ہو

جائے اور آئندہ خدا کی دی ہوئی قوت وعقل اللہ کی راہ میں لگائے اور خدمتِ خلق میں اتنا مبالغہ کرے کہ قادر پھر اس کی وہی قدر کرنے لگے۔ لیکن اس عزیز کی طرح نہ ہو جو ساری رات دادِ عیش دے کر ہر صبح مصلّے پر بیٹھ کر زار و قطار روتا تھا اور تڑپ تڑپ کر تڑپا دینے والی لے میں یہ شعر پڑھتا تھا۔

کردم ز شراب ناب توبہ
و ز گفتہ ناثواب توبہ

اور پھر شراب کی بدمستیوں میں مبتلا ہو کر ہمسائے میں بسنے والے غریبوں کو گالیاں دیا کرتا تھا۔ رات کو پینا اور صبح کو توبہ کرنا توبہ سے تائب ہونا ہے۔ سچی توبہ تو طبیعت کا خوشگوار انقلاب ہے اور سوکھے دھانوں کو ندامت کے آنسوؤں سے سینچ کر ہرا کرنا ہے۔

بعض لوگ حماقت سے غلطیوں پر اصرار کیے جاتے ہیں اور شیخی سے یہ سمجھتے ہیں کہ اختیار کردہ راہ سے ہٹنا خواہ غلط ہی ہو ان کی شان کے خلاف ہے مگر یہ شان مسلمان کا شیوہ نہیں، ایسی جہالت پر کسی ابوجہل کو فخر کرنے کے لئے چھوڑ دو۔ خدارا زندگی کی فرصتوں کو غنیمت جانو اور برے راستوں سے لوٹ آؤ اور اللہ کا راستہ اختیار کرو، اپنی جانوں کو بنی نوع انسان کے لئے مشکلات میں ڈالو تا کہ سب کے کام آسان ہوں۔ دنیا میں راحت طلبی کے معنی دوسروں کے آرام کو قربان کرنا ہے۔ عزیز! ایسے راستوں سے بچ جاؤ۔ آپ پہلے قربان ہو جاؤ تا کہ دنیا میں قربانی کی روح پیدا ہو جائے یوں شاید کسی کو قربانی ہی نہ کرنا پڑے۔ اس طرح شاید سب کے لئے دن عید اور رات شب برأت ہو کر گزرے۔ اس وقت چند بڑے آدمیوں کی سرکشی اور عدوان نے تمام ملت کو مبتلائے مصیبت کر رکھا ہے۔ ان کی آرام طلبیاں اور عیش پسندیاں بڑے رنگ لا رہی ہیں اور یوں ساری قوم کی سیرت فنا ہو رہی ہے۔ (دین اسلام، از چودھری افضل حق)

......☆......

یہی عرب جنہوں نے پوری دنیا کو اسلامی اخوت کا سبق دیا تھا آج غریب مسلمان ممالک کے افراد کا پاسپورٹ دیکھ کر ان کی آنکھوں سے نفرت جھلکنے لگتی ہے اور کافروں کے رخساروں پر ان کی دولت پانی کی طرح بہتی ہے۔ عرب چاہتے تو پٹرول کے خزانے کو استعمال کر کے ساری دنیا کے مسلمانوں کو آزادی دلا سکتے تھے اور اسلام کی عظمت رفتہ کو بحال کر سکتے تھے لیکن وہ تو

خود پٹرول میں بہہ کر غلامی کی دلدل میں جا پھنسے ہیں اور اب ان سے ان کی تہذیب وثقافت اور ان کا دین سب کچھ چھینا جا رہا ہے۔ ایک زمانہ تھا (اور یہ زمانہ پھر آئے گا) جب لوگ ایمان بچانے کے لئے حرمین کی طرف دوڑتے تھے۔ لیکن آج حرمین والوں کو اپنا ایمان بچانے کے لئے افغانستان کے سنگلاخ پہاڑوں کی پناہ لینا پڑتی ہے۔ ایک زمانہ تھا جب عرب سوکھی روٹی کھا کر دنیا پر حکومت کرتے تھے لیکن آج وہ سونے چاندی میں نہا کر بھی محکوم ہیں اور اپنے ملکوں میں اجنبی اور غلام بنتے جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ عربوں پر اور تمام مسلمانوں پر رحم فرمائے۔ اب تو بعض عربی قلمکار اسلام کو ایک طرف ہٹا کر اپنے عربی ہونے پر فخر کر رہے ہیں۔ (مسکراتے زخم از مولانا مسعود اظہر)

☆

دنیا کی ریل پیل اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی وقعت نہیں رکھتی۔ یہ پاخانے کے ڈھیر کسی کے پاس زیادہ ہوں یا کم اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ چنانچہ شاہ فیصل مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ اگر اس پٹرول کی وجہ سے ہماری اسلامی عزت یا غیرت پر آنچ آئی تو ہم اپنے محلات گرا کر دوبارہ خیموں میں چلے جائیں گے اور تلواروں کے سائے تلے عزت کی زندگی گزاریں گے۔ کاش شاہ فیصل مرحوم کی یہ سوچ ان کے جانشینوں میں بھی منتقل ہو جائے اور وہ اپنے دین اور اپنی قوم کا اس قدر رستا سودا نہ کریں جس قدر آج ہو رہا ہے اور یہودی منہ چھپا چھپا کر مسلمانوں پر ہنس رہے ہیں۔ میرا جب بھی سعودی عرب جانا ہوتا ہے وہاں کے ایئر پورٹ سے ہی یہ خیالات میرے ذہن کو کچوکے لگاتے ہیں۔ سعودی اہلکاروں کی نفرت بھری نگاہوں پر بھی مجھے غصہ کم اور رحم زیادہ آتا ہے۔ کیونکہ وہ جس مال کے بل بوتے پر یہ سب کچھ کرتے ہیں وہ مال تو خود ان کے لیے وبال بنتا جا رہا ہے اور ان کی نسلوں سے اسلام اور عربیت نکلتی جا رہی ہے اور دنیا کے بڑے کافروں نے ان عرب شہزادوں کو اپنا بار بردار جانور سمجھ رکھا ہے۔ ایسا جانور جوان کے ہر نخرے کو برداشت کرتا ہے۔ ہر حکم پر لبیک کہتا ہے اور ان کے کہنے پر اپنی ملت اور قوم تک سے غداری کرتا ہے۔ کاش! عربوں کو بھی اپنے میں سے کوئی ملا عمر ملے جو اس قوم کو غیرت عزت واستغناء کا بھولا ہوا سبق یاد دلایا جا سکے اور دوست دشمن کی پہچان کرائے۔

(ایضاً)

کشمیر کے کئی تالابوں اور چشموں میں اعلیٰ قسم کی مچھلیاں پائی جاتی ہیں لیکن کشمیر کے

مسلمان اس قیمتی اور لذیذ نعمت خداوندی سے فائدہ نہیں اٹھاتے اور ان کا یہ عقیدہ بن چکا ہے کہ ان مچھلیوں کا شکار کرنا اور انہیں کھانا ایسا جرم ہے جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے سخت سزا ملتی ہے۔ کشمیریوں کے اس قابل اصلاح نظریئے کا پس منظر یہ بتایا جاتا ہے کہ کشمیر کے پنڈتوں نے جب مسلمانوں کو مچھلی کے گوشت سے فائدہ اٹھاتے دیکھا تو وہ حسد کی وجہ سے جل بھن کر رہ گئے اور ان سے یہ بات برداشت نہ ہوئی کہ غریب مسلمان کوئی اچھی غذا استعمال کریں۔ چنانچہ پنڈتوں کے ایک بڑے مذہبی راہنما نے مہاراجہ کو جا کر بتایا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ آپ کے والد نے مچھلی کی شکل میں دوسرا جنم لے لیا ہے اور مجھے خطرہ ہے کہ مسلمان آپ کے والد کو پکڑ کر کھانہ جائیں۔ یہ بات سنتے ہی توہم پرست مہاراجہ نے مچھلی کے شکار پر پابندی عائد کردی اور پنڈتوں نے اس پابندی کے ساتھ کئی طرح کی جھوٹی روایات بھی عام کردیں اور یوں کشمیر کے مظلوم مسلمان ایک اور نعمت سے محروم کردیئے گئے۔ اب الحمدللہ اکثر مسلمانوں کے ذہن سے یہ بات محو ہو چکی ہے۔ لیکن اب بھی کئی تالابوں اور چشموں پر اس توہم پرستی کے سائے پڑے ہوئے ہیں اور وہاں کے مسلمان ان مچھلیوں کو خاص مخلوق اور اونچی روحیں سمجھ کر ان کا شکار نہیں کرتے۔ بلکہ اگر مجاہدین میں سے کوئی ان تالابوں سے مچھلی پکڑ لے تو اس پر سخت برہم ہوتے ہیں اور ان برتنوں کو پھینک دیتے ہیں جن میں یہ مچھلیاں پکائی گئی ہوں اور عذاب کے ڈر سے اپنے گھروں کے دروازے بند کر لیتے ہیں۔ (ایضاً)

☆

پولیس اور فوج کی حقیقی اصلیت گرفتاری کے بعد نظر آتی ہے۔ ورنہ عام طور سے یہ لوگ معزز افراد کے ساتھ ہمیشہ اخلاق اور شائستگی سے پیش آتے ہیں لیکن اگر کسی مجلس میں انہیں ان معزز افراد کو گرفتار کرنے کا موقع مل جائے تو ان کی شائستگی فوری طور پر تلخی اور بدتمیزی میں تبدیل ہو جاتی ہے اور وہ ایسے بدتہذیب بن جاتے ہیں جس سے کوئی اس بات کا تصور نہیں کرسکتا کہ یہ کبھی کسی کے ساتھ شائستگی سے پیش آئے ہوں گے۔ میں چونکہ اس سے پہلے کبھی گرفتار نہیں ہوا تھا' اس لئے میں نے پولیس اور فوج کے افسروں کو ہمیشہ اخلاق سے بات کرتے سنا اور دیکھا تھا لیکن اس واقعہ کے بعد جب میری گرفتاریوں کا ایک سلسلہ چل نکلا تو مجھے پولیس اور فوج کے افسران کے اس متضاد رویے کو بار بار دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ یہ لوگ کسی شخص کو عزت کے ساتھ کرسی پر بٹھا کر بات چیت

کرتے ہیں اور اپنی گفتگو میں اخلاق' محبت اور رواداری کی مٹھاس اچھی طرح بھر لیتے ہیں۔ لیکن اگر ان کی بات نہ چلے یا ان کو اپنے اوپر والوں کی طرف سے اس شخص کے بارے میں ''کھلا ہاتھ'' مل جائے تو فوراً کرسی سے اٹھا کر گالم گلوچ شروع کر دیتے ہیں اور اس بات پر بھی ایذاء پہنچاتے ہیں کہ تم تھوڑی دیر پہلے کرسی پر کیوں بیٹھے ہوئے تھے۔ برصغیر میں پولیس اور فوج کا تربیتی نظام انگریز کا جاری کردہ ہے اور یہ نظام انسان کو اپنے سے طاقتور کی چاپلوسی اور اپنے سے کمزور پر ظلم کا سبق سکھاتا ہے' منافقت اور موقع پرستی اس نظام کی خصوصیات اور اپنے اختیارات کا ناجائز استعمال اس نظام کا خاصہ ہے' اسی نظام سے تربیت پانے والے افراد مجبوری کی حالت میں بااخلاق جب کہ عام حالات میں ظالم اور بداخلاق ہوتے ہیں۔ یہ لوگ دوسروں کو بے عزت کرنا اپنا فرض منصبی سمجھتے ہیں۔ جب کہ خود ان کی ذاتی اور گھریلو زندگیاں ان کی بری عادتوں اور بداخلاقی کی وجہ سے تباہ ہو جاتی ہیں اور اپنی اس نجی زندگی میں قدم قدم پر ذلیل اور خوار ہونا ان کا مقدر بن جاتا ہے۔ اوپر والے افسروں کا آنکھیں بند کرنے کے حکم دینا اور ماتحتوں کا ہر بات پر ''یس سر کہنا'' ان کے اندر سے انسانی بلندی اور اعلیٰ ظرفی اس طرح نکال دیتا ہے کہ ان کے دل سے عہدے کے سوا ہر بات کی قدر نکل جاتی ہے۔ چنانچہ اپنے سے بڑے عہدے والوں کی ہر بے وقوفی کو برداشت کرنا اور اسے قبول کرنا جب کہ اپنے سے کم عہدے والے کی ہر مفید بات کو ٹھکرانا اور بدلنا ان کی عادت بن جاتی ہے۔ بڑا افسر اگر گالی بھی دے یا کوئی نقصان دہ بات کہے تو وہ ''جی سر'' کہہ کر قبول کرتے ہیں۔ جب کہ کم عہدے والا آدمی اگر انہیں آب حیات کا پتہ بھی بتائے تو ''شٹ اپ'' کہہ کر اس کی بات مسترد کر دیتے ہیں۔ انگریز کے غیر انسانی اور بے ہودہ نظام کا یہ اثر پولیس اور فوج کے اکثر عہدے دار قبول کر لیتے ہیں۔ جب کہ بعض خوش قسمت اپنی فطری یا خاندانی خوبیوں کی بدولت ان اثرات سے قدرے محفوظ رہتے ہیں۔ (ایضاً)

......☆......

ایک دفعہ ایک ہندو طوائف' جو ناچ گانے میں مشہور ہے' میرے پاس بیٹھی تھی کہ ایک بڑے دہلوی غیر مقلد مولانا صاحب تشریف لے آئے' اور طوائف کو دیکھ کر انہوں نے زور سے لاحول پڑھی' مولانا کی ''لاحول'' سن کر طوائف کو اپنے گناہ کا احساس ہوا' اور وہ رونے لگی۔ میری اس

کے رونے سے وجد کی سی حالت ہوگئی اور میں نے اس سے کہا۔

''اری سن' سن' میرا اور تیرا تو ایک ہی حال ہے' تو بھی لوگوں کو لوٹنے کے لیے بناوٹی کپڑے اور زیور پہن کر فریب کی شکل بناتی ہے اور میں بھی پرہیز گار مشہور ہونے کے لئے داڑھی اور سر کے بال بڑھاتا ہوں اور لمبا کرتا پہنتا ہوں' تو بھی محفل میں ناچتی ہے اور میں بھی قوالی میں رقص کرتا ہوں۔ مگر تو روتی ہے کیونکہ تجھ کو اپنے گناہوں کا اقرار ہے' اور میری آنکھ میں آنسو نہیں آتا' کہ میں اپنی ریاکاری سے غافل ہوں۔'' (روزنامچہ خواجہ حسن نظامی)

☆

پٹنہ لائبریری میں سب سے عجیب جو کتاب میری نظر سے گذری' وہ چالیس پاروں کا قرآن شریف تھا۔ شیعوں کا یہ دعویٰ ہے کہ دس پارے قرآن پاک کے تلف کر دیئے گئے ہیں۔ یہ قرآن بھی کتب خانہ عادل شاہیہ کا ہے۔ اس میں ایسی سورتیں ہیں جو متداول نسخے میں نہیں ہیں۔ اور شیعہ سنی میں جو معرکۃ الآراء اختلافی مسائل ہیں وہ ان دس پاروں میں موجود ہیں۔

بہر حال جس ادیب نے یہ دس پارے مرتب کئے ہیں۔ وہ ادب عربی میں عدیم النظیر تھا۔ ان پاروں کی کوئی آیت فصاحت و بلاغت میں تو قرآن کے درجے پر نہیں ہے مگر یہ التزام ہر آیت میں ہے کہ اول و آخر الفاظ بعینہٖ قرآن مجید کے ہیں اور درمیانی عبارت (اُس) جامع القرآن کی (خود ساختہ) ہے۔ (یاد ایام از مولانا عبدالرزاق کانپوری)

☆

ابا جان کے عقیدت مندوں میں ایک حجازی عرب بھی تھے' جو کبھی کبھار انہیں قرآن مجید سنایا کرتے تھے' میں نے ان سے قرآن مجید پڑھا ہے' ان کی آواز بڑی پیاری تھی' ابا جان جب بھی ان سے قرآن مجید سنتے' مجھے بلا بھیجتے اور اپنے پاس بٹھا لیتے۔

ایک بار انہوں نے ''سورۃ مزمل'' پڑھی تو آپ اتنا روئے کہ تکیہ آنسوؤں سے تر ہو گیا۔

جب وہ ختم کر چکے تو آپ نے سر اٹھا کر میری طرف دیکھا اور مرتعش لہجہ میں بولے!

تمہیں یوں قرآن پڑھنا چاہئے!

اسی طرح مجھے ایک مرتبہ مسدس حالی پڑھنے کو کہا اور خاص طور پر وہ بند جب قریب بیٹھے

میاں محمد شفیع نے دہرایا:

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا

تو آپ سنتے ہی آبدیدہ ہو گئے۔ میں نے اماں جان کی موت پر انہیں آنسو بہاتے نہ دیکھا تھا مگر قرآن مجید سنتے وقت یا اپنا کوئی شعر پڑھتے وقت یا رسول اللہ ﷺ کا اسم مبارک کسی کی نوکِ زبان پر آتے ہی ان کی آنکھیں بھر آیا کرتیں۔ (یادیں از جسٹس جاوید اقبال)

......☆......

یورپ پر عربوں کا سب سے بڑا احسان کاغذ کا رواج ہے' کاغذ کے اصل موجد چینی تھے' انہوں نے کاغذ کا ایک کارخانہ سمرقند میں بھی قائم کیا تھا' جب ساتویں صدی عیسوی میں عربوں نے سمرقند کو فتح کیا تو وہاں سے یہ صنعت لے لی۔ اہل چین ریشمی کیڑے کے خول سے کاغذ بناتے تھے' عرب پرانے کپڑوں اور کپاس کو بھی اس مقصد کے لئے استعمال کرنے لگے۔ کاغذ سازی کا پہلا کارخانہ ۷۹۴ء کو بغداد میں قائم ہوا' یہ ہارون الرشید عباسی کا زمانہ تھا' اس کے بعد یہ صنعت دمشق' مصر' نیشا پور' شیراز' خراسان' مراکش' قرطبہ' غرناطہ اور سسلی سے ہوتی ہوئی کوئی دو سو سال کے بعد ۱۱۰۰ء میں قسطنطنیہ پہنچی۔ (یورپ پر اسلام کے احسانات، از غلام جیلانی برق)

......☆......

قطب نما عربوں کی ایجاد ہے' یہ آلہ قرون اولیٰ کے تمام تجارتی و جنگی جہازوں میں لگا ہوا تھا' یہ اسی کی رہنمائی کا کرشمہ تھا کہ ہمارے جہاز ''جدہ'' سے ''چین'' تک جاتے تھے' جب ہم نے یہی چیز یورپ کو دی تو اس کا ''کولمبس'' بحر اطلس کی لہروں کو چیر کر امریکہ جا پہنچا اور واسکوڈی گاما ہندوستان تک نکل گیا۔ (یورپ پر اسلام کے احسانات، از غلام جیلانی برق)

......☆......

اکبر کے دور میں لوگوں کے ذہن میں یہ بات بٹھانے کی کوشش کی گئی کہ:

''اس صاحبِ زمان کا وقت آ گیا ہے' جو ہندو اور مسلمان کے بہتر (۷۲) فرقوں کے اختلاف کا مٹانے والا ہوگا' اور وہ بادشاہ کی ذات قدسی صفات ہے۔''

اسی سے دین الٰہی اکبر شاہی کا آغاز ہوا' جس میں توحید کے بجائے شرک صریح'

(عبادت آفتاب کی شکل میں) کواکب پرستی‘ ایمان بالبعث کے بجائے عقیدہ تناسخ تھا‘ اکبر باقاعدہ بیعت لیتا تھا‘ اس دین میں داخل ہونے والوں سے جو کلمہ پڑھوایا جاتا تھا اس میں لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ اکبر خلیفۃ اللہ بھی شامل کیا جاتا‘ کلمہ کے ساتھ ایک اقرار نامہ بھی ہوتا تھا جس میں کہا جاتا تھا کہ:

''میں اپنی خواہش اور رغبت و دلی شوق کے ساتھ‘ مجازی و تقلیدی دین اسلام سے جو باپ دادوں سے سنا اور دیکھا تھا‘ علیحدگی اور جدائی اختیار کرتا ہوں اور اکبر شاہی دینِ الٰہی میں داخل ہوتا ہوں اور اس دین کے اخلاص کے چاروں مرتبوں‘ یعنی ترکِ مال‘ ترکِ جان‘ ترکِ ناموس و عزت‘ ترکِ دین کو قبول کرتا ہوں۔''

(تاریخ دعوت و عزیمت از مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ)

☆

مولانا عبدالماجد دریابادیؒ کا ارشاد فرمودہ ''زبان کا محاسبہ'' یاد آیا‘ مرحوم نے لکھا ہے کہ: روس کے ایک حساب دان نے حساب لگا کر بتایا ہے کہ ہم دن میں اگر دس گھنٹے جاگتے ہیں تو وقت کے تین گھنٹے بیس منٹ بولنے میں صرف کرتے ہیں۔ زبان سے ایک منٹ میں پچاس الفاظ ادا ہوتے ہیں اور اس طرح ہر گھنٹے میں تین ہزار لفظ ہماری زبان استعمال کرتی ہے اور اس بولنے والی میعاد (۳ گھنٹے ۲۰ منٹ) میں ہم دس ہزار ۱۰۰۰۰ ہزار تک الفاظ بول جاتے ہیں۔ اب سال بھر کی بولی کی میزان اگر آپ چاہتے ہیں تو اس روزانہ کی تعداد کو ۳۶۵ سے ضرب دیجئے تا کہ میزان کل ۲۰ سال کی عمر کی بولی ہوئی حاصل ہو۔ اور اگر اتفاق سے کوئی صاحب زیادہ باتونی یا بکی قسم کے واقع ہوئے ہیں یا ان کا پیشہ ہی تقریر و خطابت کا ہے تب تو کئی لاکھ کے اعداد آسانی سے کروڑوں میں تبدیل ہو سکتے ہیں۔

قرآن مجید کے اس فرمان کو یاد کر لیجئے کہ ادھر بندہ کی زبان سے کوئی لفظ ادا ہوا کہ ادھر پہرہ دار یا نگہبان فرشتے نے اسے دیکھ لیا‘ اور سوچئے کہ جواب عمر بھر میں ادا کئے ہوئے ان کروڑوں لفظوں میں سے ایک ایک کا دینا ہوگا‘ کیا آپ اس کے دسویں‘ بیسویں‘ سویں‘ ہزارویں اور لاکھویں حصہ کے لئے بھی تیار ہیں؟

جواب کا مطالبہ نہ ٹل سکے گا نہ اس کے لئے کوئی مہلت ملے گی اور نہ جواب میں حیلہ

سازی یا سخن سازی کی کوئی گنجائش کسی حد تک بھی نہ نکل سکے گی' یا قبل اس کے کہ وہ دن آئے' خود ہی اپنے دل میں حساب لگا کر دیکھ لیجئے کہ کتنے لفظ شر اور بدی کی طرف لے جانے والے زبان سے نکلے؟ الفاظ کو سوچ کر اور تول زبان پر لانے کی عادت اگر پڑ جائے تو پھر سمجھ لیجئے کہ بیٹھے بیٹھے جنت بھی حاصل ہو گئی۔ (ساعتے با اولیاء، مولانا عبدالقیوم حقانی)

......☆......

ایک وہ وقت تھا کہ مٹھی بھر مسلمان ساری دنیا کے مقابلے میں بھاری تھے' جدھر قدم اٹھتے تھے آسمانی نصرت ساتھ ساتھ چلتی تھی اور ہر میدان میں نصر من اللہ وفتح قریب کا وعدہ پورا ہوتا دکھائی دیتا تھا۔ اور آج یہ حال ہے کہ ایک ایک ملک میں کئی کئی کرور ہونے کے باوجود ان کا کوئی وزن اور کوئی اثر نہیں ہے۔ اللہ کی مدد سے موجودہ دور کے مسلمانوں کی محرومی کی ایک نہایت عبرتناک اور سبق آموز مثال اسرائیلی حکومت کے مقابلہ میں عرب حکومتوں کی بے بسی ہے۔ کہیں بالشت بھر زمین پر بھی یہودیوں کی کوئی حکومت نہیں تھی' امریکا اور برطانیہ وغیرہ کی ریشہ دوانیوں اور سازشوں نے اپنی خاص اغراض کے لئے عرب حکومتوں کے سینہ میں یہودی حکومت کا کھونٹا گاڑا۔ لیکن ساری حکومتیں مل کر بھی اس شرارت اور شیطنت کو نہ روک سکیں اور آج تک اس کے مقابلے میں بے بس ہیں اور یہ تو میں نے ایک مثال دی ورنہ مسلمانان عالم پر ہر روز جو کچھ گزرتی ہے اور عالمِ اسلامی میں آئے دن جو واقعات پیش آتے رہتے ہیں وہ اس حقیقت کا روشن ثبوت ہیں کہ اس دور میں مسلمان من حیث القوم اللہ کی خاص مدد سے محروم ہیں۔

وہ ایک وقت تھا کہ مسلمان قوم کی مصلحت کا تقاضہ اگر تیز ہواؤں کے لیے ہوتا تو اللہ کی طرف سے تیز ہوائیں اور آندھیاں چھوڑ دی جاتی تھیں اور جب مسلمانوں کی مصلحت اس میں ہوتی کہ ہوا ساکن ہو جائے تو ہوا ساکن کر دی جاتی اور جب مسلمانوں کے حالات کا تقاضہ یہ ہوتا کہ بارش ہو جائے تو آسمان سے بارش برستی اور جب بارش کے روک دیے جانے میں مسلمانوں کی مصلحت ہوتی تو بارشیں روک دی جاتیں' غزوۂ احزاب اور غزوۂ بدر میں آندھیوں اور بارشوں سے مسلمانوں کی جو مدد یں کی گئیں ان کا ذکر تو روایات کے علاوہ قرآن مجید میں بھی ہے......۔

بہرحال جب مسلمانوں کی اجتماعی زندگی اللہ تعالیٰ کی رضا اور رحمت والی زندگی تھی تو اللہ

تعالیٰ زمین وآسمان کی مخفی طاقتوں سے ان کی مدد کرتا تھا اور اس کے نتیجے وہ ہوتے تھے جو قرن اول کی تاریخ میں ہم اور آپ پڑھتے ہیں۔ اور جب سے مسلمانوں کی عام زندگی میں شر اور فساد کا غلبہ ہو گیا اور ان کی اجتماعی حالت رحمت اور نصرت کے قابل نہیں رہی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے ازلی قانون کے مطابق ان کو اپنی مدد سے محروم کر دیا۔ اور اب دنیا میں ان کی حالت وہ ہے جو ہم اور آپ عرب و عجم میں آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ (مولانا محمد منظور نعمانی)

......☆......

کستوری (مُشک) کا تعارف اور فوائد

مشک ایک بہت ہی قیمتی اور کمیاب شئے ہے۔ مگر مچھ کے تذکرے میں مشک کے متعلق علامہ دمیری نے قبطیوں کے نظریہ کو بیان کیا ہے۔ مگر قبطیوں کا یہ نظریہ بالکل غلط ہے۔ ''مشک'' اصل میں فارسی لفظ ہے۔ عربی میں اس کو ''مسک'' اور ترکی میں ''بیار'' ہندی میں ''کستوری'' رومن میں ''مورون'' سریانی میں ''سکہ'' کہتے ہیں۔ مشک فی الحقیقت ہرن کی (ایک مخصوص قسم) ناف میں پیدا ہوتا ہے (ناف یا نافہ) ہرن کے بدن کا وہ حصہ جس میں مشک ہوتا ہے) یہ ہرن بمقابلہ دوسرے ہرنوں کے دبلا پتلا ہوتا ہے۔ اس ہرن کی ناف میں بحکم خدا خون منجمد ہوتا ہے اور کچھ عرصہ بعد اس میں بلا کی خوشبو پیدا ہو جاتی ہے اور یہ منجمد خون ہی مشک ہوتا ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ مشک ہرن کی ناف میں ہوتا ہے مگر وہ اس کی مہک سے اتنا مدہوش ہوتا ہے کہ اسے اپنے اردگرد کی بالکل خبر نہیں رہتی) اور وہ اس کی تلاش میں جنگل جنگل سرگردان پھرتا ہے۔ چنانچہ اسی کو لے کر مشہور ہندی شاعر کبیر داس نے کہا ہے ؎

کستوری کنڈلی بے مرگ ڈھونڈے بن ماہی
ایسے گھٹی گھٹی رام ہیں دنیا دیکھے ناہیں

''مشک ہرن کی ناف میں موجود ہے لیکن وہ اس کی تلاش میں جنگل کو چھان رہا ہے۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہے مگر انسان اس کو (یعنی اس کی قدرت کو) پہچان نہیں پاتا۔''

مشک بعض اطباء کے نزدیک چار قسم کی ہوتی ہے۔

(۱) یہ قسم سب سے اعلیٰ ہوتی ہے اور یہ ہرن کی ناف سے بطریق حیض بواسیر کے نکل کر پتھر پر منجمد ہوتی ہے۔ نہایت خوشبودار اور نادر الوجود ہوتی ہے۔

(۲) دوسری قسم مشک کی وہ ہوتی ہے جو یہ جانور اپنی ناف کو پتھروں اور درختوں کے تنوں سے رگڑ کر نکالتا ہے۔ کیونکہ مشک کو جب ہرن کی ناف میں کافی دن ہوجاتے ہیں تو اس کی ناف میں خارش اور گرمی ہونے لگتی ہے جس سے پریشان ہوکر ہرن اپنی ناف کو پتھروں اور درختوں کے تنوں سے رگڑتا ہے جس کے نتیجے میں مشک باہر نکل جاتا ہے۔

(۳) تیسری قسم وہ ہے جو شکاری لوگ شکار کرنے کے بعد ناف کو چیر کر نکالتے ہیں۔ یہ منجمد خون نہیں ہوتا بلکہ چیر کر نکالنے کے بعد اسے خشک کرتے ہیں۔

(۴) چوتھی قسم وہ ہے جو شکاری لوگ شکار کرنے کے بعد اس کی ناف کاٹ کر نکالتے ہیں اور پھر اس خون کو اس کی کلیجی اور مینگنی کے ساتھ گوندھتے ہیں اور اس طرح خشک کر کے ٹکڑے بنالیتے ہیں۔ لیکن یہ قسم بہت ہی گھٹیا اور معمولی خوشبو والی ہوتی ہے۔

بعض حکماء نے صرف دو قسم کی مشک بیان کی ہے۔ ایک وہ جو پتھروں پر حیض یا بواسیر کی شکل میں نکل کر منجمد ہوجاتی ہے اور دوسری وہ جو ہرن خارش اور گرمی کی وجہ سے اس جگہ کو پتھروں اور درختوں کے تنوں سے رگڑتا ہے جس سے اس کا مشک والا حصہ زخمی ہوجاتا ہے اور مشک بشکل خون نکل کر پتھروں وغیرہ پر جم جاتی ہے اور کبھی اس کے بیچنے والے تھوڑی اصلی مشک سے کافی تعداد میں نقلی مشک بنا کر دھوکہ سے فروخت کرتے ہیں۔ نقلی مشک یہ لوگ اس طرح بناتے ہیں کہ کچھ اصلی مشک لے کر اس میں ریوند چینی بکرے کی کلیجی بونگ اور کبوتر کے خون کے ساتھ ملا کر گوندھنے کے بعد یہ ہرن کے نافہ میں (جو وہ کاٹ کر احتیاط سے رکھتے ہیں) بھرنے کے بعد اس کا منہ اس صفائی سے بند کرتے ہیں کہ دیکھنے والے اندازہ نہیں کرپاتے اور اصلی منہ بند (سیل بند) قدرتی نافہ سمجھتے ہیں ان سے مشک خرید لیتے ہیں اس میں خوشبو برائے نام ہوتی ہے۔

مشک کو پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک سوئی دھاگہ پرو کر نافہ میں ڈالتے ہیں۔ پھر اس سوت کو نکال کر لہسن کے پانی میں جس میں کافی تعداد میں لہسن ہوتا ہے ڈالتے ہیں۔ اگر خوشبو لہسن کے دھاگے سے آتی ہے تو وہ مشک نقلی ہے۔ بصورت دیگر اصلی ہے۔

دوسری پہچاننے کی ترکیب یہ ہے کہ اگر مشک نافہ کے باہر ہے تو اس میں سے تھوڑی سے لے کر ہتھیلی پر رکھ کر تھوڑا سا پانی ڈال کر ملیں اگر وہ گھل جائے تو اصلی ہے اور اگر نہ گھلے اور بتی بن جائے تو نقلی ہے۔

تیسری پہچاننے کی ترکیب یہ ہے کہ تھوڑی مشک لیں پھر ایک برتن آگ پر رکھیں اور پھر وہ مشک اس برتن میں ڈالیں۔ اگر اس سے تیز اور اچھی خوشبو آئے تو اصلی ہے ورنہ نقلی' مشک زیادہ وقت گزرنے پر بے اثر ہو جاتی ہے۔ نافہ تین سال تک ٹھیک رہتی ہے اور تین سال بعد بے اثر ہو جاتی ہے۔ نافہ سے باہر ایک سال تک رہتی ہے۔ مشک مقوی باہ وقلب ودماغ ہے۔ حواس باطنی و ظاہری کو پاک وصاف کرتی ہے اور سرعت انزال کے لئے مجرب ہے۔

......☆......

کبوتر کی خاص عادتیں

کبوتر کی خاص عادت یہ ہے کہ اگر اس کو ایک ہزار میل کے فاصلہ سے بھی چھوڑا جائے تو یہ اڑ کر اپنے گھر پہنچ جاتا ہے نیز دور دراز ملکوں سے خبریں لاتا اور لے جاتا ہے۔ ان نامہ بروں میں بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جو ایک دن میں تین تین ہزار فرسخ کا فاصلہ طے کر لیتے ہیں اور یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ اگر کسی کا پالتو کبوتر کہیں اور کسی وجہ سے پکڑا گیا اور تین تین سال یا اس سے بھی زیادہ مدت تک اپنے گھر سے غائب رہا مگر باوجود اس طویل غیر حاضری کے وہ اپنے گھر کو نہیں بھولتا اور اپنی اثبات عقل' قوت حافظہ اور کشش گھر پر برابر قائم رہتا ہے اور جب کبھی اس کو موقع ملتا ہے اڑ کر اپنے گھر آ جاتا ہے۔

شکار کرنے والے پرندے اس کی گھات میں رہتے ہیں مگر جس قدر یہ باز سے ڈرتا ہے اتنا کسی دوسرے پرندے سے نہیں ڈرتا حالانکہ اس کی پرواز باز سے کافی تیز ہوتی ہے۔ لیکن باز کا خوف اس قدر ہوتا ہے کہ اس کو دیکھتے ہی اس کے بازو ڈھیلے ہو جاتے ہیں اور اس طرح مرعوب ہو جاتا ہے جیسے گدھا شیر کے سامنے' بکری بھیڑیئے کے سامنے اور چوہا بلی کے سامنے بے حس و حرکت ہو جاتا ہے۔

کبوتر کی طبیعت میں ایک عجیب بات یہ ہے جو کہ ابن قتیبہ نے ''عیون الاخبار'' میں شئی

بن ظہور سے نقل کی ہے کہتے ہیں کہ میں نے مرد اور عورت میں ایسی خصلت نہیں دیکھی جو کبوتروں میں نہ ہو۔ چنانچہ میں نے کبوتری کو دیکھا کہ وہ اپنے جوڑے کے نر کے علاوہ کسی دوسرے نر کو جفتی کی قدرت نہیں دیتی اور نہ ہی نر کسی دوسری کبوتری کی طرف مائل ہوتا ہے۔ البتہ جوڑے میں سے کوئی ایک مر جائے یا بچھڑ جائے تو بات دوسری ہے اور میں نے ایک خاص بات یہ دیکھی کہ جب کبوتر اپنی مادہ سے جفتی کا ارادہ کرتا ہے تو کبوتری فوراً بن سنور جاتی ہے، لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کبوتری اپنے نر کے ہوتے ہوئے بھی کسی دوسرے نر کو اپنے اوپر جفتی کی قدرت دے دیتی ہے لیکن ایسا معاملہ نادر الوقوع ہوتا ہے اس لئے اس کا اعتبار نہیں۔ اور بعض دفعہ کبوتری کبوتر پر چڑھ کر جفتی کرتی ہے۔ مگر کہتے ہیں کہ اس جفتی سے انڈے تو پیدا ہوتے ہیں مگر ان انڈوں سے بچے نہیں نکلتے۔

بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ نر نر پر اور مادہ مادہ پر چڑھ جاتے ہیں۔ ایک اور حیرت انگیز بات جو کبوتر اور انسان کے علاوہ کسی اور جاندار میں نہیں پائی جاتی وہ یہ ہے کہ کبوتر انسان کی طرح جفتی سے پہلے بوسہ لیتا ہے۔ اس کے علاوہ جفتی کی خواہش نہ ہونے پر بھی یہ آپس میں بوسہ بازی کرتے ہیں۔ کبوتر چھ ماہ تک جفتی کرتا ہے اور کبوتری چودہ دن حاملہ رہتی ہے۔ پہلے اور دوسرے انڈے کے درمیان ایک دن اور ایک رات کا فاصلہ ہوتا ہے۔ ایک انڈے سے نر اور ایک سے مادہ بچہ پیدا ہوتا ہے۔ دن کے کچھ حصہ میں نر انڈوں پر بیٹھتا ہے اور باقی حصہ میں مادہ انڈوں کو سیتی ہے اور انڈے دینے کے وقت نیز انڈے دینے کے بعد اگر کبوتری اپنے خانہ میں نہیں جاتی تو کبوتر مار کر اس کو خانہ میں لے جاتا ہے اور مستقل اس کے پیچھے پیچھے پھرتا رہتا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے کبوتر کو یہ صلاحیت بھی عطا فرمائی ہے کہ جب بچہ نکل آتا ہے تو کبوتر شور مٹی (کھاری مٹی) چبا کر ان کو کھلاتا ہے تاکہ ان کے کھانے کا راستہ صاف ہو جائے. **فسبحان اللطیف الخبیر الذی اتی کل نفس ھداھا** (پس پاک ہے وہ ذات جو لطیف و دانا ہے اور جس نے ہر جاندار کو اس کے مناسب و ضروری ہدایت دی ہے۔)

ارسطو نے کبوتر کی عمر کے بارے میں یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ عام طور پر کبوتر کی عمر آٹھ سال ہوتی ہے۔

قرآن پاک کی اس آیت **وربک یخلق ماشاء ویختار** (تحقیق تیرا رب جسے

چاہے پیدا کرتا ہے اور جسے چاہے منتخب کرتا ہے) کی تفسیر میں ثعلبی وغیرہ نے وہب بن منبہ سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چوپاؤں میں سے بکری اور پرندوں میں سے کبوتر کو اختیار کیا ہے (یعنی پسند فرمایا ہے)۔

......☆......

ولادت میں آسانی کے لئے عملیات

(۱)...... عکرمہ سیدنا عبداللہ بن عباسؓ کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ایک گائے کے قریب سے گزرے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ گائے کے پیٹ میں اس کا ہونے والا بچہ اسپے چین کر رہا ہے۔ گائے نے فریاد کی اور کہا کہ اے روح اللہ! آپ میری اس پریشانی سے نجات کے لئے خداوند قدوس سے دعا فرمایئے۔

چنانچہ آپ نے یہ دعا کی:۔

یا خالق النفس من النفس ویا مخرج النفس من النفس خلصها.

بس عیسیٰ علیہ السلام کا یہ دعا کرنا تھا کہ گائے نے بچہ جن دیا۔ اس کے بعد ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اگر کسی عورت کو ولادت کے وقت تنگی یا دشواری پیش آئے تو وہ کلمات بالا کو لکھ کر باندھ لے۔ (کتاب المجالسۃ لاحمد بن مروان المالکی الدینوی)

اسی طرح سعید بن جبیر سیدنا عبداللہ بن عباسؓ کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ اگر کسی عورت کو ولادت کے وقت تنگی یا دشواری پیش آئے تو وہ مندرجہ ذیل کلمات لکھ کر باندھ لے۔

بسم الله الرحمن الرحیم .لااله الا الله الحلیم الکریم سبحان الله رب العرش العظیم الحمد لله رب العالمین کانهم یوم یرونه ما یوعدون لم یلبثوا الا ساعة من النهار بلاغ فهل یهلک الا القوم الفاسقون .

(۲)...... امام دمیریؒ کہتے ہیں کہ غالباً اسی قسم کا مضمون حدیث میں بھی آیا ہے۔

چنانچہ انسؓ کہتے ہیں:

ولادت کا مجرب اور آزمودہ عمل یہ ہے کہ مندرجہ ذیل کلمات لکھ کر مبتلائے دردِزہ کو پلادے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم سورہ فاتحہ بسم اللہ الرحمن الرحیم سورہ صمد بسم اللہ الرحمن الرحیم سورہ فلق بسم اللہ الرحمن الرحیم سورہ ناس بسم اللہ الرحمن الرحیم . اذا السماء انشقت واذنت لربها وحقت واذا الارض مدت والقت ما فیها وتخلت اللهم یا مخلق النفس من النفس یا مخرج النفس من النفس یا علیم یا قدیر خلص فلانۃ ما فی بطنها من ولدها خلاصا فی عافیه انک ارحم الراحمین.

سینہ کے درد سے نجات حاصل کرنے کے لئے

مسلمہ بن عبدالملک ابن مروان معہ اپنی فوج ولشکر کے جب مقام عموریہ میں داخل ہوئے تو ان کے سینے میں درد ہو گیا جس کی بناء پر وہ لڑائی میں شریک نہ ہو سکے۔ اہل عموریہ نے مسلمانوں سے سوال کیا کہ تمہارے کمانڈر میدان کارزار میں کیوں تشریف نہیں لائے۔ مسلمانوں نے جواب دیا ان کے سینے میں بہت سخت درد ہے وہ لڑائی میں شریک نہیں ہو سکتے۔ اہل عموریہ نے مسلمانوں کو ایک لباس دیا کہ یہ اپنے امیر کو پہنا دینا بہت جلد سینے کے درد سے نجات حاصل ہو جائے گی۔ چنانچہ مسلمانوں نے ایسا ہی کیا۔ لباس کے پہنتے ہی مسلمہ بن عبدالملک کے سینہ کا درد فوراً ختم ہو گیا۔ مسلمانوں کو بہت تعجب ہوا کہ اس میں ایسی کون سی چیز ہے جس کی بناء پر درد فوراً جاتا رہا۔ مسلمانوں نے اس لباس کو ادھیڑنا شروع کیا تو اس میں سے ایک پرچہ ملا جس پر مندرجہ ذیل آیتیں لکھی ہوئی تھیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم. ذالک تخفیف من ربکم ورحمة. بسم اللہ الرحمن الرحیم الئن خفف اللہ عنکم خلق الانسان ضعیفا بسم اللہ الرحمن الرحیم واذا سألک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوة الداع اذا دعان بسم اللہ الرحمن الرحیم الم ترالیٰ ربک کیف مد الظل ولوشاء لجعله ساکنا بسم اللہ الرحمن الرحیم وله ما سکن فی اللیل والنهار وهو السمیع العلیم.

مسلمانوں نے ان عیسائیوں سے پوچھا کہ یہ آیتیں تمہیں کہاں سے ملی ہیں۔ یہ تو ہمارے آقا سرکارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہیں۔ اہل عموریہ نے جواب دیا کہ یہ آیتیں

آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے سات سو سال قبل گرجے میں پتھر پر لکھی ہوئی ملی تھیں۔

حافظ ابن عساکر کہتے ہیں کہ سینے میں درد کے لئے مندرجہ ذیل آیتیں لکھ کر باندھنا بھی مفید و مجرب ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ کٓھٰیٰعٓصٓ ذکر رحمة ربک عبده زکریا اذ نادیٰ ربه نداءً خفیا قال رب انی وهن العظم منی واشتعل الرأس شیبا ولم اکن بدعائک رب شقیا الم تر الیٰ ربک کیف مد الظل ولو شاء لجعله ساکنا کٓھٰیٰعٓصٓ حٰمٓ عٓسٓقٓ کم لله من نعمة فی کل عبد شاکر وغیر شاکر وکم لله من نعمة فی کل عرق ساکن وغیر ساکن اذهب ایها الصدع بعز عزالله وبنور وجه الله وله ما سکن فی اللیل والنهار وهو السمیع العلیم ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم وصلّی الله علیٰ سیدنا محمد خاتم النبیین والمرسلین وعلیٰ اٰله واصحابه اجمعین.

اگر کسی شخص کے سر میں درد ہو تو مندرجہ ذیل حروف لکڑی کی تختی پر لکھ کر یکے بعد دیگرے لوہے کی میخ (کیل) سے ان حروف کو دباتا رہے اور یہ آیت پڑھتا رہے

ولوشاء لجعله ساکنا. وله ماسکن فی اللیل والنهار وهو السمیع العلیم.

وہ حروف یہ ہیں: اح اک ک ح ع ح ام ح۔ انشاء اللہ بہت جلد درد ختم ہو جائے گا۔

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ عمل بہت زیادہ آزمایا ہوا ہے اور سر کے درد کے لئے بہت مفید ترین ہے۔

گلہائے رنگارنگ

جن لوگوں نے فراغت، گوشہ چمن اور کتاب کی آرزو کی ہے، بے جانہیں کی اور جس کسی نے کتاب کو زمانے بھر میں بہترین ہم نشین قرار نہیں دیا، اور جس اللہ کی بندی نے شوہر کے کتابی استغراق کو دیکھ کر کتاب کو سوسوکنوں پر بھاری ٹھرایا تھا، اس دل جلی نے یونہی دل کے پھپھولے نہیں پھوڑے تھے۔ اس دنیا میں پورا کر دینے والے صحرا بھی آتے ہیں اور ظلمت میں ڈوبے ہوئے دشت و بیاں باں بھی، ٹمٹماتے ہوئے ستارے بھی دکھائی دیتے اور دل ودماغ کو معطر وتروتازہ کرنے والے پھولوں پر بھی نظر پڑتی ہے۔ کبھی کوئی شعر تڑپا دیتا ہے اور کبھی کوئی جملہ وجد کی سی کیفیت طاری کر دیتا ہے۔ کبھی کوئی حکایات مرّبی اور مرشد کا کام دے جاتی ہے ایسے مواقع پر ایک باذوق قاری کے دل میں بے ساختہ یہ خیال آتا ہے کہ جن مناظر نے مجھے متاثر کیا ہے وہ دوسروں کو بھی دکھادوں جن اشعار اور جملوں نے تڑپایا ہے وہ اوروں کو بھی تڑپائیں جن واقعات و حکایات نے میرے دل کی دنیا تہہ وبالا کیا ہے وہ سب کے دل پر اثر کرے فیض رسانی اور افادۂ عام کا یہی وہ جذبہ ہے **گلہائے رنگارنگ** جو جیسی کتابوں کی تالیف وترتیب کا سبب بنتا ہے۔

مولانا محمد اسلم شیخوپوری

مکتبہ عمر فاروق
4/491 شاہ فیصل کالونی کراچی
Tel: 021-4594144 Cell: 0334-3432345

بسم الله الرحمن الرحيم

گلستان سعدی



باب اول در عبرت پادشاهان

حکایت

در یکی از جنگها، عده ای را اسیر کردند و نزد شاه آوردند. شاه فرمان داد تـا یکـی از اسـیران را اعدام کنند. اسیر که از زندگی ناامید شده بود، خشمگین شد و شاه را مورد سرزنش و دشنام خود قرار داد که گفته اند: هر که دست از جان بشوید، هر چه در دل دارد بگوید.

وقت ضرورت چو نماند گریز
دست بگیرد سر شمشیر تیز

ملک پرسید: این اسیر چه می گوید؟
یکی از وزیران نیک محضر گفت : ای خداوند همی گوید:
والکاظمین الغیظ و العافین عن الناس
ملک را رحمت آمد و از سر خون او درگذشت.وزیر دیگر که ضد او بود گفت : ابنای جـنس مـارا نشاید در حضرت پادشاهان جز راستی سخن گفتن.این ملک را دشنام داد و ناسزا گفـت . ملـک روی ازین سخن درهم آمد و گفت : آن دروغ پسندیده تر آمد مرا زین راست که تـو گفتـی کـه روی آن در مصلحتی بود و بنای این بر خبثی . چنانکه خردمندان گفته اند: دروغ مصلحت آمیـز به ز راست فتنه انگیز

هر که شاه آن کند که او گوید
حیف باشد که جز نکو گوید

و بر پیشانی ایوان کاخ فریدون شاه ، نبشته بود:

جهان ای برادر نماند به کس
دل اندر جهان آفرین بند و بس
مکن تکیه بر ملک دنیا و پشت

که بسیار کس چون تو پرورد و کشت
چو آهنگ رفتن کند جان پاک
چه بر تخت مردن چه بر روی خاک

حکایت

یکی از ملوک خراسان ، محمود سبکتکین را در عالم خواب دید که جمله وجود او ریخته بود و خاک شده مگر چشمان او که همچنان در چشمخانه همی گردید و نظر می کرد. سایر حکما از تاویل این فرو ماندند مگر درویشی که بجای آورد و گفت : هنوز نگران است که ملکش با دگران است.

بس نامور به زیر زمین دفن کرده اند
کز هستیش به روی زمین یک نشان نماند

وان پیر لاشه را که نمودند زیر خاک
خاکش چنان بخورد کزو استخوان نماند

زنده است نام فرخ نوشیروان به خیر
گرچه بسی گذشت که نوشیروان نماند

خیری کن ای فلان و غنیمت شمار عمر
زان پیشتر که بانگ بر آید فلان نماند

حکایت

ملک زاده ای را شنیدم که کوتاه بود و حقیر و دیگر برادران بلند و خوبروی . باری پدر به کراهت و استحقار درو نظر می کرد . پسر بفراست استیصار بجای آورد و گفت : ای پدر ، کوتاه خردمند به که نادان بلند . نه هر چه بقامت مهتر به قیمت بهتر . اشاۀ نظیفۀ و الفیل جیفیۀ.

اقل جبال الارض طور و انه
لاعظم عندالله قدرا و منزلا
آن شنیدی که لاغری دانا
گفت بار به ابلهی فربه

اسب تازی وگر ضعیف بود
همچنان از طویله خر به

پدر بخندید و ارکان دولت پسندید و برادران بجان برنجیدند.

تا مرد سخن نگفته باشد
عیب و هنرش نهفته باشد
هر پیسه گمان مبر نهالی
شاید که پلنگ خفته باشد

شنیدم که ملک را در آن قرب دشمنی صعب روی نمود . چون لشکر از هردو طرف روی درهم آوردند اول کسی که به میدان درآمد این پسر بود . گفت :

آن نه من باشم که روز جنگ بینی پشت من
آن منم گر در میان خاک و خون بینی سری
کان که جنگ آرد به خون خویش بازی می کند
روز میدان وان که بگریزد به خون لشکری

این بگفت و بر سپاه دشمن زد و تنی مردان کاری بینداخت . چون پیش پدر آمد زمین خدمت ببوسید و گفت :

ای که شخص منت حقیر نمود
تا درشتی هنر نپنداری

اسب لاغر میان ، به کار آید
روز میدان نه گاو پرواری

آورده اند که سپاه دشمن بسیار بود و اینان اندک . جماعتی آهنگ گریز کردند. پسر نعره زد و گفت : ای مردان بکوشید یا جامه زنان بپوشید . سواران را به گفتن او تهور زیادت گشت و بیکبار حمله آوردند . شنیدم که هم در آن روز بر دشمن ظفر یافتند. ملک سر و چشمش ببوسید و در کنار گرتف و هر روز نظر بیش کرد تا ولیعهد خویش کرد. برادران حسد بردند و زهر در طعامش کردند. خواهر از غرفه بدید ، دریچه بر هم زد . پسر دریافت و دست از طعام کشید و گفت : محال است که هنرمندان بمیرند و بی هنران جای ایشان بگیرند.

کس نیابد به زیر سایه بوم
ور همای از جهان شود معدوم

پدر را از این حال آگهی دادند. برادرانش را بخواند و گوشمالی بجواب بداد. پس هریکی را از اطراف بلاد حصه معین کرد تا فتنه و نزاع برخاست که:ده درویش در گلیمی بخسبند و دو پادشاه در اقلیمی نگنجند.

نیم نانی گر خورد مرد خدا
بذل درویشان کند نیمی دگر
ملک اقلمی بگیرد پادشاه
همچنان در بند اقلیمی دگر

حکایت

طایفه ی دزدان عرب بر سر کوهی نشسته بودند و منفذ کاروان بسته و رعیت بلدان از مکاید ایشان مرعوب و لشکر سلطان مغلوب . بحکم آنکه ملاذی منیع از قله ی کوهی گرفته بودند و ملجاء و ماوای خود ساخته . مدبران ممالک آن طرف در دفع مضرات ایشان مشاورت همی کردند که اگر این طایفه هم برین نسق روزگاری مداومت نمایند مقاومت ممتنع گردد.

درختی که اکنون گرفته است پای
به نیروی مردی برآید ز جای
و گر همچنان روزگاری هلی
به گردونش از بیخ بر نگسلی
سر چشمه شاید گرفتن به بیل
چو پر شد نشاید گذشتن به پیل

سخن بر این مقرر شد که یکی به تجسس ایشان برگماشتند و فرصت نگاه داشتند تا وقتی که بر سر قومی رانده بودند و مقام خالی مانده ، تنی چند مردان واقعه دیده ی جنگ ازموده را بفرستادند تا در شعب جبل پنهان شدند . شبانگاهی که دزدان باز آمدند سفر کرده و غارت آورده سلاح از تن بگشادند و رخت و غنیمت بنهادند ، نخستین دشمنی که بر سر ایشان تاختن آوردد خواب بود . چندانکه پاسی از شب درگذشت ،

قرص خورشید در سیاهی شد
یونس اندر دهان ماهی شد

دلاورمردان از کمین بدر جستند و دست یکان بر کتف بستند و بامدادان به درگاه ملک حاضر آوردند . همه را به کشتن اشارت فرمود . اتفاقا در آن میان جوانی بود میوه ی عنفوان شبابش نورسیده و سبزه ی گلستان عذارش نودمیده . یکی از وزرا پای تخت ملک را بوسه داد و روی شفاعت بر زمین نهاد و گفت : این پسر هنوز از باغ زندگانی برنخورده و از ریعان جوانی تمتع نیافته . توقع به کرم و اخلاق خداوندیست که به بخشیدن خون او بربنده منت نهد .. ملک روی از این سخن درهم کشید و موافق رای بلندش نیامد و گفت :

پرتو نیکان نگیرد هر که بنیادش بد است
تربیت نااهل را چون گردکان برگنبد است

بهتر این است که نسل این دزدان قطع و ریشه کن شود و همه آنها را نابود کردند، چرا که شعله آتش را فرو نشاندن ولی پاره آتش رخشنده را نگه داشتن و مار افعی را کشتن و بچـه او را نگـه داشتن از خرد به دور است و هرگز خردمندان چنین نمی کنند:

ابر اگر آب زندگی بارد
هرگز از شاخ بید بر نخوری
با فرومایه روزگار مبر
کز نی بوریا شکر نخوری

وزیر، سخن شاه را طوعا و کرها پسندید و بر حسن رای ملک آفرین گفـت و عـرض کـرد: رای شاه دام ملکه عین حقیقت است ، چرا کـه همنشـینی بـا آن دزدان ، روح و روان ایـن جـوان را دگرگون کرده و همانند آنها نموده است . ولی ، ولی امید آن را دارم که اگر او مـدتی بـا نیکـان همنشین گردد، تحت تاءثیر تربیت ایشان قرار می گیرد و دارای خوی خردمنـدان شـود، زیـرا او هنوز نوجوان است و روح ظلم و تجاوز در نهاد او ریشه ندوانده است و در حدیث هم آمده :
کل مولود یولد علی الفطرة فابواه یهودانه او ینصرانه او یمجسانه .

پسر نوح با بدان بنشست
خاندان نبوتش گم شد
سگ اصحاب کهف روزی چند
پی نیکان گرفت و مردم شد

گروهی از درباریان نیز سخن وزیر را تاءکید کردند و در مورد آن جوان شفاعت نمودند. ناچار شاه آن جوان را آزاد کرد و گفت : بخشیدم اگر چه مصلحت ندیدم .

دانی که چه گفت زال با رستم گرد
دشمن نتوان حقیر و بیچاره شمرد
دیدیم بسی ، که آب سرچشمه خرد

چون بیشتر آمد شتر و بار ببرد

فی الجمله پسر را بناز و نعمت براوردند و استادان به تربیت همگان پسندیده آمد . باری وزیر از شمایل او در حضرات ملک شمه ای می گفت که تربیت عاقلان در او اثر کرده است و جهل قدیم از جبلت او بدر برده . ملک را تبسم آمد و گفت :

عاقبت گرگ زاده گرگ شود
گرچه با آدمی بزرگ شود

سالی دو برین برآمد. طایفه ی اوباش محلت بدو پیوستند و عقد موافقت بستند تا به وقت فرصت وزیبر و هر دو پسرش را بکشت و نعمت بی قیاس برداشت و در مغازه ی دزدان بجای پدر نشست و عاصی شد. ملک دست تحیر به دندان گزیدن گرفت و گفت :

شمشیر نیک از آهن بد چون کند کسی ؟
ناکس به تربیت نشود ای حکیم کس
باران که در لطافت طبعش خلاف نیست
در باغ لاله روید و در شوره زار خس ۴۴
زمین شوره سنبل بر نیاورد
در او تخم و عمل ضایع مگردان
نکویی با بدان کردن چنان است
که بد کردن بجای نیکمردان

حکایت

رهنگ زاده ای را بر در سرای اغلمش دیدم که عقل و کیاستی و فهم و فراستی زایدالوصف داشت، هم از عهد خردی آثار بزرگی در ناصیه ی او پیدا.

بالای سرش ز هوشمندی
می تافت ستاره بلندی

فی الجمله مقبول نظر افتاد که جمال صورت و معنی داشت و خردمندان گفته اند توانگری به هنر است نه به مال ، بزرگی به عقل است نه به سال .
ابنای جنس او بر منصب او حسد بردند و به خیانتی متهم کردند و در کشتن او سعی بی فایده نمودند . دشمن چه زند چو مهر باشد دوست؟ ملک پرسید که موجب خصمی اینان در حق تو چیست؟ گفت : در سایه ی دولت خداوندی دام ملکه همگنان را راضی کردم مگر حسود را که راضی نمی شود الا به زوال نعمت من و اقبال و دولت خداوند باد.

توانم آن که نیازارم اندرون کسی
حسود را چه کنم کو ز خود به رنج در است
بمیر تا برهی ای حسود کین رنجی است
که از مشقت آن جز به مرگ نتوان رست

شوربختان به آرزو خواهند
مقبلان را زوال نعمت و جاه
گر نبیند به روز شب پره چشم
چشمه آفتاب را چه گناه ؟
راست خواهی هزار چشم چنان
کور، بهتر که آفتاب سیاه

حکایت

یکی از ملوک عجم حکایت کنند که دست تطاول به مال رعیت دراز کرده بود و جور و اذیت آغاز کرده ، تا بجایی که خلق از مکاید فعلش به جهان برفتند و از کربت جورش راه غربت گرفتند. چون رعیت کم شد ارتفاع ولایت نقصان پذیرفت و خزانه تهی ماند و دشمنان زور آوردند.

هر که فریادرس روز مصیبت خواهد
گو در ایام سلامت به جوانمردی کوش
بنده حلقه به گوش از ننوازی برود
لطف کن که بیگانه شود حلقه به گوش

باری، به مجلس او در ، کتاب شاهنامه همی خواندند در زوال مملکت ضحاک و عهد فریدون.وزیر ملک را پرسید : هیچ توان دانستن که فریدون که گنج و ملک و حشم نداشت چگونه بر او مملکت مقرر شد ؟ گفت : آن چنان که شنیدی خلقی برو به تعصب گرد آمدند و تقویت کردند و پادشاهی یافت . گفت : ای ملک چو گرد آمدن خلقی موجب پادشاهیست تو مر خلق را پریشان برای چه می کنی مگر سر پادشاهی کردن نداری؟

همان به که لشکر به جان پروری
که سلطان به لشکر کند سروری

ملک گفت : موجب گردآمدن سپاه و رعیت چه باشد؟ گفت : پادشاه را کرم باید تا برو گرد آیند و رحمت تا در پناه دولتش ایمن نشینند و تو را این هر دو نیست.

نکند جور پیشه سلطانی
که نیاید ز گرگ چوپانی
پادشاهی که طرح ظلم افکند
پای دیوار ملک خویش بکند

ملک را پند وزیر ناصح ، موافق طبع مخالف نیامد . روی ازین سخن درهم کشید و به زندانش فرستاد.بسی برنیامد که بنی غم سلطان بمنازعت خاستند و ملک پدر خواستند . قومی که از دست تطاول او بجان آمده بودند و پریشان شده ، بر ایشان گرد آمدند و تقویت کردند تا ملک از تصرف این بدر رفت و بر آنان مقرر شد.

پادشاهی کو روا دارد ستم بر زیر دست
دوستدارش روز سختی دشمن زورآور است
با رعیت صلح کن وز جنگ ایمن نشین
زانکه شاهنشاه عادل را رعیت لشکر است

حکایت

پادشاهی با غلامی عجمی در کشتی نشست و غلام ، دیگر دریا را ندیده بود و محنت کشتی نیازموده ، گریه و زاری درنهاد و لرزه براندامش اوفتاد. چندانکه ملاطفت کردند آرام نمی گرفت و عیش ملک ازو منغص بود ، چاره ندانستند . حکیمی در آن کشتی بود ، ملک را گفت : اگر فرمان دهی من او را به طریقی خامش گردانم . گفت : غایت لطف و کرم باشد . بفرمود تا غلام به دریا انداختند . باری چند غوطه خورد ، مویش را گرفتند و پیش کشتی آوردند به دو دست در سکان کشتی آویخت. چون برآمد به گوشه ای بنشست و قرار یافت . ملک را عجب آمد. پرسید: درین چه حکمت بود ؟ گفت : از اول محنت غرقه شدن ناچشیده بود و قدر سلامتی نمی دانست ، همچنین قدر عافیت کسی داند که به مصیبتی گرفتار آید.

ای پسر سیر ترا نان جوین خوش ننماند
معشوق منست آنکه به نزدیک تو زشت است
حوران بهشتی را دوزخ بود اعراف
از دوزخیان پرس که اعراف بهشت است
فرق است میان آنکه یارش در بر
با آنکه دو چشم انتظارش بر در

حکایت

هرمز را گفتند : وزیران پدر را چه خطا دیدی که بند فرمودی؟ گفت : خطایی معلوم نکردم ، ولیکن دیدم که مهابت من در دل ایشان بی کران است و بر عهد من اعتماد کلی ندارند ، ترسیدم از بیم گزند خویش آهنگ هلاک من کنند پس قول حکما را کار بستم که گفته اند :

از آن کز تو ترسد بترس ای حکیم
وگر با چو صد بر آیی بجنگ ۵۳
از آن مار بر پای راعی زند
که برسد سرش را بکوبد به سنگ ۵۴
نبینی که چون گربه عاجز شود
برآرد به چنگال چشم پلنگ

حکایت

یکی از ملوک عرب رنجور بود در حالت پیری و امید زندگانی قطع کرده که سواری از درآمد و بشارت داد که فلان قطعه را به دولت خداوند گشادیم و دشمنان اسیر آمدند و سپاه رعیت آن طرف بجملگی مطیع فرمان گشتند. ملک نفسی سرد برآورد و گفت: این مژده مرا نیست دشمنانم راست یعنی وارثان مملکت.

بدین امید به سر شد، دریغ عمر عزیز
که آنچه در دلم است از درم فراز آید
امید بسته ، برآمد ولی چه فایده زانک
امید نیست که عمر گذشته باز آید
کوس رحلت بکوفت دست اجل
ای دو چشم ! وداع سر بکنید
ای کف دست و ساعد و بازو
همه تودیع یکدیگر بکنید
بر من اوفتاده دشمن کام
آخر ای دوستان حذر بکنید
روزگارم بشد به نادانی
من نکردم شما حذر بکنید

حکایت

بربالین تربت یحیی پیغامبر علیه السلام معتکف بودم در جامع دمشق که یکی از ملوک عرب که به بی انصافی منسوب بود اتفاقا به زیارت آمد و نماز و دعا کرد و حاجت خواست .

درویش و غنی بنده این خاک و درند
آنان که غنی ترن محتاجترند

آنگه مرا گفت : از آنجا که همت درویشان است و صدق معاملت ایشان ، خاطری همراه من کنند که از دشمنی صعب اندیشناکم. گفتمش: بر رعیت ضعیف رحمت کن تا از دشمن قوی زحمت نبینی.

به بازوان توانا و فتوت سر دست
خطا است پنجه مسکین ناتوان بشکست
نترسد آنکه بر افتادگان نبخشاید؟
که گر ز پای در آید، کسش نگیرد دست
هر آنکه تخم بدی کشت و چشم نیکی داشت
دماغ بیهده پخت و خیال باطل بست
زگوش پنبه برون آر و داد و خلق بده
و گر تو می ندهی داد، روز دادی هست
بنی آدم اعضای یکدیگرند
که در آفرینش ز یک گوهرند
چو عضوی به درد آورد روزگار
دگر عضوها را نماند قرار
تو کز محنت دیگران بی غمی
نشاید که نامت نهند آدمی

حکایت

درویشی مستجاب الدعوه در بغداد پدید آمد . حجاج یوسف را خبر کردند ، بخواندش و گفت : دعای خیری بر من کن . گفت : خدایا جانش بستان. گفت : از بهر خدای این چه دعاست ؟ گفت : این دعای خیرست تو را و جمله مسلمانان را.

ای زبردست زیر دست آزار
گرم تا کی بماند این بازار؟
به چه کار آیدت جهانداری
مردنت به که مردم آزاری

حکایت

یکی از ملوک بی انصاف ، پارسایی را پرسید: از عبادتها کدام فاضل تر است ؟ گفت: تو را خواب نیم روز تا در آن یک نفس خلق را نیازاری.

ظالمی را خفته دیدم نیم روز
گفتم : این فتنه است خوابش برده به
و آنکه خوابش بهتر از بیداری است
آن چنان بد زندگانی ، مرده ، به

حکایت

یکی از ملوک را دیدم که شبی در عشرت روز کرده بود و در پایان مستی همی گفت:

ما را به جهان خوشتر از این یکدم نست
کز نیک و بد اندیشه و از کس غم نیست

درویشی به سرما برون خفته و گفت :

ای آنکه به اقبال تو در عالم نیست
گیرم که غمت نیست ، غم ما هم نیست

ملک را خوش آمد ، صره ای هزار دینار از روزن برون داشت که دامن بدار ای درویش . گفت : دامن از کجا آرم که جامه ندارم. ملک را بر حال ضعیف او رقت زیاد شد و خلعتی بر آن مزید کرد و پیشش فرستاد. درویش مر آن نقد و جنس را به اندک زمان بخورد و پریشان کرد و باز آمد.

قرار برکف آزادگان نگیرد مال
نه صبر در دل عاشق نه آب در غربال

در حالتی که ملک را پروای او نبود حال بگفتند : بهم برآمد و روی ازو درهم کشید . و زینجا گفته اند اصحاب فطنت و خبرت که از حدث و سورت پادشاهان برحذر باید بودن که غالب همت ایشان به معظمات امور مملکت متعلق باشد و تحمل ازدحام عوام نکند.

حرامش بود نعمت پادشاه
که هنگام فرصت ندارد نگاه
مجال سخن تا نیابی ز پیش
به بیهوده گفتن مبر قدر خویش

گفت : این گدای شوخ مبذر را که چندان نعمت به چندین مدت برانداخت برانید که خزانه ی بیت المال لقمه مساکین است نه طعمه ی اخوان الشاطین.

ابلهی کو روز روشن شمع کافوری نهد
زود بینی کش به شب روغن نباشد در چراغ

یکی از وزرای ناصح گفت : ای خداوند ، مصلحت آن بینم که چنین کسان را وجه کفاف بتفاریق مجری دارند تا در نفقه اسراف نکنند اما آنچه فرمودی از زجر و منع ، مناسب حال ارباب همت نیست یکی را بلطف امیدوار گردانیدن و باز به نومیدی خسته کردن.

به روی خود در طماع باز نتوان کرد
چو باز شد، به درشتی فراز نتوان کرد
کس نبیند که تشنگان حجاز
به سر آب شور گرد آیند
هر کجا چشمه ای بود شیرین
مردم و مرغ و مور گرد آیند

حکایت

یکی از شاهان پیشین ، در رعایت مملکت سستی کردی و لشکر بسختی داشتی. لاجرم دشمنی صعب روی نهاد ، همه پشت بدادند.

چو دارند گنج از سپاهی دریغ
دریغ آیدش دست بردن به تیغ

یکی از آنان که غدر کردند با من دم دوستی بود. ملامت کردم و گفتم دون است و بی سپاس و سفله و ناحق شناس که به اندک تغیر حال از مخدوم قدیم برگردد و حقوق نعمت سالها درنوردد. گفت : از بکرم معذور داری شاید که اسبم درین واقعه بی جور بود و نمد زین بگرو وسلطان که به زر بر سپاهی بخیلی کند. با او به جان جوانمردی نتوان کرد.

زر بده سپاهی را تا سر بنهد
و گرش زر ندهی ، سر بنهد در عالم

حکایت

یکی از وزرا معزول شد و به حلقه ی درویشان درآمد. اثر برکت صحبت ایشان در او سرایت کرد و جمعیت خاطرش دست داد. ملک بار دیگر بر او دل خوش کرد و عمل فرمود قبـولش نیامـد و گفت : معزولی به نزد خردمندان بهتر که مشغولی.

آنان که کنج عافیت بنشستند
دندان سگ و دهان مردم بستند
کاغذ بدریدند و قلم بشکستند
وز دست و زبان حرف گیران پرستند

ملک گفتا : هر آینه ما را خردمندی کافی باید که تدبیر مملکت را شاید . گفت : ای ملک نشـان خردمندان کافی جز آن نیست که به چنین کارها تن ندهد.

همای بر همه مرغان از آن شرف دارد
که استخوان خورد و جانور نیازارد

حکایت

سیه گوش را گفتند تو را ملازمت صحبت شیر به چه وجـه اختیـار افتـاد؟ گفـت : تـا فضـله ی صیدش می خورم و از شر دشمنان در پناه صولت او زندگانی می کنم . گفتندش اکنـون کـه بـه ظل حمایتش درآمدی و به شکر نعمتش اعتراف کردی چرا نزدیکتر نیایی تا به حلقه ی خاصـان درآرد و از بندگان مخلصت شمارد؟ گفت : همچنان از بطش او ایمن نیستم.

اگر صد سال گبر آتش فروزد
اگر یک دم در او افتد بسوزد

افتد که ندیم حضرت سلطان را زر بیاید و باشد کـه سـر بـرود و حمـا گفتـه انـد ا زتلـون طبـع پادشاهان برحذر باید بود که وقتی به سلامی برنجند و دیگر وقـت بـه دشـنامی خلعـت دهنـد و آورده اند که ظرافت بسیار کردن هنر ندیمان است و عیب حکیمان.

تو بر سر قدر خویشتن باش و وقار
بازی و ظرافت به ندیمان بگذار

حکایت

یکی از رفیقان شکایت روزگار نامساعد به نزد من آورد که کفاف انـدک دارم و عیـال بسـیار و طاقت فاقه نمی آرم و بارها در دلم آمد که به اقلیمی دیگر نقل کـنم تـا در هـر آن صـورت کـه زندگی کرده وشد کسی را بر نیک و بد من اطلاع نباشد.

بس گرسنه خفت و کس ندانست که کیست
بس جان به لب آمد که بر او کس نگریست

باز از شماتت اعدا براندیشم که بطعنه در قفای من بخندند و سعی مـرا در حـق عیـال بـر عـدم مروت حمل کنند و گویند:

مبین آن : بی حمیت را که هرگز
نخواهد دید روی نیکبختی
که آسانی گزیند خویشتن را
زن و فرزند بگذارد بسختی

و در علم محاسبت چنانکه معلوم است چیزی دانم و گر به جاه شما جهتی معین شود که جمعیت خاطر باشد بقیت عمر از عهده شکر آن نعمت برون آمدن نتوانم. گتفم : عمل پادشاه ای برادر دو طرف دارید : امید و بیم ، یعنی امید نان و بیم جان و خـلاف رای خردمنـدان باشـد بـدان امیـد متعرض این بیم شدن .

کس نیاید به خانه درویش
که خراج زمین و باغ بده
یا به تشویش و غصه راضی باش

یا جگربند، پیش زاغ بنه

گفت : این مناسبت حال من نگفتی و جواب سوال من نیاوردی. نشنیده ای که هـر کـه خیانـت ورزد پشتش از حساب بلرزد؟

راستی موجب رضای خدا است
کس ندیدم که گم شد از ره راست

و حکما گویند ، چار کس از چارکس به جان برنجند. حرامی از سلطان و دزد از پاسـبان و فاسـق از غماز و روسپی از محتسب و آن که حساب پاک است از محاسب چه باک است ؟

مکن فراخ روی در عمل اگر خواهی
که وقت رفع تو باشد مجال دشمن تنگ
تو پاک باش و مدار از کس ای برادر، باک
زنند جامه ناپاک گازران بر سنگ

گفتم : حکایت آن روباه مناسب حال توست که دیدنش گریزان و بی خویشتن افتـان و خیـزان . کسی گفتش چه آفت است که موجب مخافت است ؟ گفتا : شنیده ام کـه شـتر را بسـخره مـی گیرند. گفت : ای سفیه شتر را با تو چه مناسبت است و تو را بدو چه مشابهت؟ گفـت : خـاموش که اگر حسودان بغرض گویند شتر است و گرفتار آیم که را غم تخلیص من دارد تا تفتیش حـال من کند؟ و تا تریاق از عراق آورده شود مارگزیده مرد بود . تو را همچنین فضل است و دیانـت و تقوا و امانت اما متعنتان در کمین اند و مدعیان گوشه نشـین. اگـر آنچـه حسـن سـیرت توسـت بخلاف آن تقریر کنند و در معرض خطاب پادشاه افتی در آن حالـت مجـال مقالـت باشـد پـس مصلحت آن بینم که ملک قناعت را حراست کنی و ترک ریاست گویی.

به دریا در منافع بی شمار است
اگر خواهی ، سلامت در کنار است

رفیق این سخن بشنید و بهم برآمد و روی از حکایت من درهم کشید و سخنهای رنجش آمیز گفتن گرتف کین چه عقل و کفایت است و فهم و درایت ؟ قول حکما درست آمد که گفته اند : دوستان به زندان بکار آیند که بر سفره همه دشمنان دوست نمایند .

دوست مشمار آنکه در نعمت زند
لاف یاری و برادر خواندگی
دوست آن دانم که گیرد دست دوست
در پریشان حالی و درماندگی

دیدم که متغیر می شود و نصیحت به غرض می شنود . به نزدیک صاحبدیوان رفتم ، به سابقه ی معرفتی که در میان ما بود و صورت حالش بیان کردم و اهلیت و استحقاقش بگفتم تا به کاری مختصرش نصب کردند. چندی برین برآمد ، لطف طبعش را بدیدند و حس تدبیرش را بپسندیدند و کارش از آن درگذشت و به مرتبتی والاتر از آن متمکن شد. همچنین نجم سعادتش در ترقی بود تا به اوج ارادت برسید و مقرب حضرت و مشارالیه و معتمد علیه گشت. بر سلامت حالش شادمانی کردم و گفتم :

ز کار بسته میندیش و در شکسته مدار
که آب چشمه حیوان درون تاریکی است
منشین ترش از گردش ایام که صبر
تلخ است ولیکن بر شیرین دارد

در آن قربت مرا با طایفه ای یاران اتفاق افتاد . چون از زیارت مکه بازآمدم دو منزلم استقبال کرد. ظاهر حالش را دیدم پریشان و در هیات درویشان. گفتم : چه حالت است ؟ گفت : آن چنانکه تو گفتی طایفه ای حسد بردند و به خیانتم منسوب کردند و ملک دام ملکه در کشف حقیقت آن استصقا نفرمود و یاران قدیم و دوستان حمیم از کلمه ی حق خاموش شدند و صحبت دیرین فراموش کردند.

نبینی که پیش خداوند جاه
نیایش کنان دست بر بر نهند
اگر روزگارش درآورد ز پای
همه عالمش پای بر سر نهند

فی الجمله به انواع عقوبت گرفتار بودم تا درین هفته که مژده ی سلامت حجاج برسید از بند گرانم خلاص کرد و ملک موروثم خاص . گفتم : آن نوبت اشارت من قبولت نیامد که گفتم عمل پادشاهان چون سفر دریاست خطرناک و سودمند یا گنج برگیری یا در طلسم بمیری.

یا زر به هر دو دست کند خواجه در کنار
یا موج ، روزی افکندش مرده بر کنار

مصلحت ندیدم از این بیش ریش درونش به ملامت خراشیدن و نمک پاشیدن .بدین کلمه اختصار کردیم .

ندانستی که بینی بند بر پای
چو در گوشت نیامد پند مردم ؟
دگر ره چون نداری طاقت نیش
مکن انگشت در سوراخ کژدم

حکایت

تنی چند از روندگان در صحبت من بودند . ظاهر ایشان به صلاح آراسته و یکی را از بزرگان در حق این طایفه حسن ظنی بلیغ و ادراری معین کرده ، تا یکی ازینان حرکتی کرده نه مناسب حال درویشان. ظن آن شخص فاسد شد و بازار اینان کاسد . خواستم تا به طریقی کفاف یاران مستخلص کنم . آهنگ خدمتش کردم ، دربانم رها نکرد و جفا کرد و معذورش داشتم که لطیفان گفته اند :

در میر و وزیر و سلطان را
بی وسیلت مگرد پیرامن

سگ و دربان چو یافتند غریب
این گریبانش گیرد، آن دامن

چندان که مقربان حضرت آن بزرگ بر حال من وقوف یا و با اکرام دراوردند و برتر مقامی معـین کردند اما بتواضع فروتر نشستم. و گفتم :

بگذار که بنده کمینم
تا در صف بندگان نشینم

آن بزرگمرد گفت : الله الله چه جای این گفتار است؟

گر بر سر چشم ما نشینی
بارت بکشم که نازنینی

فی الجمله بنشستم و از هر دری سخن پیوستم تا حدیث زلت یاران در میان آمد و گفتم :

چه جرم دید خداوند سابق الانعام
که بنده در نظر خویش خوار می دارد
خدای راست مسلم بزرگواری و لطف
که جرم بیند و نان برقرار می دارد

حاکم این سخن عظیم بپسندید و اسباب معاش یاران فرمود تا بر قاعده ی ماضی مهیـا دارنـد و موونت ایام تعطیل وفا کنند . شکر نعمت بگفتم و زمین خدمت ببوسیدم و عذر جسارت بخواستم و در وقت برون آمدن گفتم.

چو کعبه قبله حاجت شد از دیار بعید
روند خلق به دیدارش از بسی فرسنگ

تو را تحمل امثال ما بباید کرد
که هیچکس نزند بر درخت بی بر، سنگ

حکایت

ملک زاده ای گنج فراوان از پدر میراث یافت . دست کرم برگشاد و داد سـخاوت بـداد و نعمـت بی دریغ بر سپاه و رعیت بریخت.

نیاساید مشام از طبله عود
بر آتش نه که چون عنبر ببوید
بزرگی بایدت بخشندگی کن
که دانه تا نیفشانی نروید

یکی از جلسای بی تدبیر نصیحتش آغاز کرد که ملوک پیشین مرین نعمت ار به سـعی اندوختـه اند و برای مصلحتی نهاده ، دست ازین حرکت کوتاه کن که واقعه ها در پیش است و دشمنان از پس ، نباید که وقت حاجت فرومانی.

اگر گنجی کنی بر عامیان بخش
رسد هر کد خدایی را برنجی
چرا نستانی از هر یک جوی سیم
که گرد آید تو را هر وقت گنجی

ملک روی ازین سخن بهم آورد و مرو را زجر فرمـود و گفـت : مـرا خداونـد تعـالی مالـک ایـن مملکت گردانیده است تا بخورم و ببخشم نه پاسبان که نگاه دارم.

قارون هلاک شد که چهل خانه گنج داشت
نوشین روان نمرد که نام نکو گذاشت

حکایت

آورده اند که نوشین روان عادل را در شکارگاهی صید کباب کردند و نمک نبود. غلامی به روستا رفت تا نمک آرد. نوشیروان گفت: نمک به قیمت بستان تا رسمی نشود و ده خراب نگردد. گفتند ازین قدر چه خلل آید؟ گفت: بنیاد ظلم در جهان اول اندکی بوده است هرکه آمد بر او مزیدی کرده تا بدین غایت رسیده.

اگر ز باغ رعیت ملک خورد سیبی
برآورند غلامان او درخت از بیخ
به پنج بیضه که سلطان ستم روا دارد
زنند لشکریانش هزار مرغ به سیخ

حکایت

غافلی را شنیدم که خانه ی رعیت خراب کردی تا خزانه سلطان آباد کند ، بی خبر از قول حکیمان که گفته اند هر که خدای را عز و جل بیازارد تا دل خلقی به دست آرد خداوند تعالی همان خلق را بر او گمارد تا دمار از روزگارش برآرد.

آتش سوزان نکند با سپند
آنچه کند دود دل دردمند

سرجمله حیوانات گویند که شیرست و اذل جانوران خر و باتفاق خر بار بر به که شیر مردم در.

مسکین خر اگر چه بی تمیز است
چون بار همی برد عزیز است
گاوان و خران بار بردار
به ز آدمیان مردم آزار

باز آمدیم به حکایت وزیر غافل. ملک را ذمائم اخلاق او به قرائن معلوم شد. در شکنجه کشـید و به هنواع عقوبت بکشت.

حاصل نشود رضای سلطان
تا خاطر بندگان نجویی
خواهی که خدای بر تو بخشد
با خلق خدای کن نکویی

آورده اند که یکی از ستم دیدگان بر سر او بگذشت و در حال تباه او تامل کرد و گفت:

نه هر که قوت بازوی منصبی دارد
به سلطنت بخورد مال مردمان به گزاف
توان به حلق فرو برد استخوان درشت
ولی شکم بدرد چون بگیرد اندر ناف
نماند ستمکار بد روزگار
بماند بر او لعنت پایدار

حکایت

مردم آزاری را حکایت کنند که سنگی بر سر صالحی زد . درویش را مجال انتقام نبود سنگ را نگاه همی داشت تا زمانی که ملک را بر آن لشکری خشم آمد و درچاه کرد . درویش اندر آمـد و سنگ در سرش کوفت . گفتا: تو کیستی و مرا این سنگ چـرا زدی؟ گفـت : مـن فلانـم و ایـن همان سنگ است که در فلان تاریخ بر سر من زدی. گفت : چندین روزگار کجا بودی؟ گفت : از جاهت اندیشه همی کردم، اکنون که در چاهت دیدم فرصت غنیمت دانستم.

ناسزایی را که بینی بخت یار
عاقلان تسلیم کردند اختیار
چون نداری ناخن درنده تیز
با ددان آن به ، که کم گیری ستیز

هر که با پولاد بازو، پنجه کرد
ساعد مسکین خود را رنجه کرد
باش تا دستش ببندد روزگار
پس به کام دوستان مغزش برآر

حکایت

یکی از ملوک مرضی هایل گرفت که اعادت ذکر آن ناکردنی اولی. طایفه حاکمان یونان متفق شدند که مرین درد را دوایی نیست مگر زهره آدمی به چندین صفت موصوف . بفرمود طلب کردن. دهقان پسری یافتند بر آن صورت که حکیمان گفته بودند . پدرش و مادرش را بخواند و به نعمت بیکران خشنود گردانیدند و قاضی فتوا داد که خون یکی از رعیت ریختن سلامت پادشه را روا باشد. جلاد قصد کرد . پسر سر سوی آسمان برآورد و تبسم کرد . ملک پرسیدش که در این حالت چه جای خندیدن است ؟ گفت ناز فرزندان بر پدر و مادران باشد و دعوی پیش قاضی بردند و داد از پادشه خواهند . اکنون پدر و مادر به علت حطام دنیا مرا به خون در سپرند و قاضی به کشتن فتوا دهد و سلطان مصالح خویش اندر هلاک من همی بیند بجز خدای عزوجل پناهی نمی بینم.

پیش که برآورم ز دستت فریاد؟
هم پیش تو از دست تو گر خواهم داد

سلطان را دل ازین سخن بهم برآمد و آب در دیده بگردانید و گفت : هلاک من اولی تر است از خون بی گناهی ریختن . سر و چشمش ببوسید و در کنار گرفت و نعمت بی اندازه بخشید و آزاد کرد و گویند هم در آن هفته شفا یافت.
همچنان در فکر آن بیتم که گفت :

پیل بانی بر لب دریای نیل
زیر پایت گر بدانی حال مور
همچو حال تو است زیر پای پیل

حکایت

یکی از بندگان عمرو لیث گریخته بود . کسان در عقبش برفتند و بـاز آوردنـد . وزیـر را بـا وی غرضی بود و اشارت به کشتن فرمود تا دگر بندگان چنین فعل روا ندارند. بنده پیشه عمرو سر بر زمین نهاد و گفت:

هر چه رود بر سرم چون تو پسندی رواست
بنده چه دعوی کند ، حکم خداوند راست

اما به موجب آنکه پرورده ی نعمت این خاندانم ، نخواهم که در قیامت به خون من گرفتار آیی ، اجازت فرمای تا وزیر بکشم آنگه قصاص او بفرمای خون مرا ریختم تا بحق کشته باشی. ملـک را خنده گرفت ، وزیر را گفت : چه مصلحت می بینی؟ گفت : ای خداوند جهان از بهر خدای این شوخ دیده را به صدقات گور پدر آزاد کن تا مرا در بلایی نیفکنی. گناه از من است و قول حکمـا معتبر که گفته اند :

چو کردی با کلوخ انداز پیکار
سر خود را به نادانی شکستی
چو تیر انداختی بر روی دشمن
چنین دان کاندر آماجش نشستی

حکایت

ملک زوزن را خواجه ای بود کریم النفس ، نیـک محضـر کـه همگنـان را در مواجهـه خـدمت کردی ، و در غیبت نکویی گفتی. اتفاقا ازو حرکتی در نظر سلطان ناپسند آمد . مصادره فرمـود و عقوبت کرد و سرهنگان ملک به سوابق نعمت او معترف بودند و به شکر آن مـرتهن . در مـدت توکیل او رفق و ملاطفت کردند ی و زجر و معافیت روا نداشتندی.

صلح با دشمن اگر خواهی هرگه که تو را
در قفا عیب کند در نظرش تحسین کن

سخن آخر به دهان می گذرد موذی را
سخنش تلخ نخواهی دهنش شیرین کن

آن چه مضمون خطاب ملک بود ا زعهدته بعضی بدر آمد و به بقیتی در زندان بماند . آورده اند که طکی از ملوک ناحی در خفیه پیامش فرستاد که ملوک آن طرف قدر چنان بزرگوار ندانستند و بی عزتی کردند . اگر رای عزیز فلان احسن الله خلاصه به جانب ما التفاتی کند در رعایت خاطرش هر چه تمامتر سعی کرده شود و اعیان ای« ملک به دیدار او مفتقرند و جواب این حرف را منتظر . خواجه برین وقوف یافت و از خطر اندیشیدن و در حال جوابی مختصر چنان که مصلحت دید برقفای ورق نبشت و روان کرد. یکی از متعلقان واقف شد و ملک را اعلام کرد که فلان را که حبس فرمودی با ملوک نواحی مراسه دارد . ملک بهم برآمد و کشف این خبر فرمود قاصد را بگرفت و رسالت بخواندند . نبشته بود که حسن ظن بزرگان بیش از فضیلت ماست و تشرطف قبولی که فرمودند بنده را امکان اجابت نیست بتحکم آنکه پرورده نعمت نعمت این خاندان است وبه اندک مایه تغیر با ولی نعمت بی وفایی نتوان کرد چنانکه گفته اند :

آن را که به جای تو است هر دم کرمی
عذرش بنه ار کند به عمری ستمی

ملک را سیرت حق شناسی او پسند آمد و خلعت و نعمت بخشید و عذر خواست که خطا کردم تو را بی جرم و خطا آزردن. گفت : ای خداوند بنده درین حالت مر خداوند را خطا نمی بیند. تقدیر خداوند تعالی بود که مرین بنده را مکروهی برسد پس به دست تو اولیتر که سوابق نعمت برین بنده داری و ایادی منت و حکما گفته اند :

گر گزندت رسد ز خلق مرنج
که نه راحت رسد ز خلق نه رنج
از خدا دان خلاف دشمن و دوست
کین دل هردو در تصرف اوست
گرچه تیر از کمان همی گذرد
از کماندار بیند اهل خرد

حکایت

یکی از ملوک عرب شنیدم که متعلقان را همی گفت مرسوم فلان را چندانکه هست مضاعف کنید. که ملازم درگاه است و مترصد فرمان دیگر خدمتکاران به لهو و لعب مشغول اند و در ادای خدمت متهاون . صاحبدلی بشنید و فریاد و خروش از نهادش برآمد . پرسیدندش چه دیدی؟ گفت : مراتب بندگان به درگاه خداوند تعالی همین مثال دارد.

دو بامداد گر آید کسی به خدمت شاه
سیم هر آینه در وی کند بلطف نگاه
مهتری در بول فرمان است
ترک فرمان دلیل حرمان است
هر که سیمای راستان دارد
سر خدمت بر آستان دارد

حکایت

ظالمی را حکایت کنند که هیزم درویشان خریدی بحیف و توانگران را دادی بطرح. صاحبدلی بر او گذر کرد و گفت :

ماری تو که کرا ببینی بزنی
یا بوم که هر کجت نشینی نکنی
زورت از پیش می رود با ما
با خداوند غیب دان نرود
زورمندی مکن بر اهل زمین
تا دعایی بر آسمان برود

حاکم از گفتن او برنجید و روی از نصیحت او درهم کشید و بر او التفات نکرد تا شبی که آتش مطبخ در انبار هیزمش افتاد وس ایر املاکش بسوخت و ز بستر نرمش به خاکستر نرم نشاند .

اتفاقا همان شخص بر او گذشت و دیدش که با یاران همی گفت : نـدانم ایـن آتـش از کجـا در سرای من افتاد؟ گفت : از دل درویشان.

حذر کن ز درد درونهای ریش
که ریش درون عاقبت سر کند
بهم بر مکن تا توانی دلی
که آهی جهانی به هم بر کند

و بر تاج کیخسرو نبشته بود :

چه سالهای فراوان و عمرهای دراز
که خلق بر سر ما بر زمین بخواهد رفت
چنانکه دست به دست آمده است ملک به ما
به دستهای دگر همچنین بخواهد رفت

حکایت

کشتی گیری در فن کشتی گیری سرآمده بود و سیصد و شصت بند فاخر بدانستی مگر گوشـه ی خاطرش با جمال یکی از شاگردان میلی داشت. سیصد و پنجاه و نه بنـدش درآموخـت مگـر یک بند که در تعلیم آن دفع انداختی و تاخیر کردی . فی الجمله پسر در قوت و صنعت سرآ»د و کسی را در زمان او با او امکان مقومت نبود تا بحدی که پیش ملک آن روزگار گفته بود : اسـتاد را فضیلتی که بر من است از روی بزرگیست و حق تربیت وگرنه به قوت ازو کمتـر نیسـتم وبـه صنعت با او برابرم. ملک را این سخن دشخوار آمد . فرمود تـا مصـارعت کننـد. مقـامی متسـع ترتیب کردند و ارکان دولت و اعیان حضرت و زورآوران روی زمین حاضر شدند . پسر چون پیـل مست اندر آمد بصدمتی که اگر کوه رویین تن بودی از جای برکندی . استاد دانست که جوان به قوت ازو برتر است . بدان بند غریب که از وی نهان داشته بود با او درآویخت . پسر دفع ندانست بهم برآمد. استا به دو دست از زمینش بالای سر برد و کوفت . غریـو از خلـق برخاسـت . ملـک فرمود استاد را خلعت و نعمت دادن و پسر را زجر و ملامت کرد که با پرورده ی خـویش دعـوی

مقومت کردی و بسر نبردی. گفت : ای پادشاه روی زمین ، به زور آوردی بر مـن دسـت نیافـت بلکه مرا از علم کشتی دقیقه ای مانده بود و مه عمر از من دریغ همی داشت ، امروز بدان دقیقه بر من غالب آمد . گفت : از بهر چنین روزی که زیرکان گفته اند : دوست را چندان قوت مده که دشمنی کند . نشنیده ای که چه گفت آنکه از پرورده خویش جفا بدید.

یا مگر کس در این زمانه نکرد
کس نیاموخت علم تیر از من
که مرا عاقبت نشانه نکرد

حکایت

فقیری وارسته و آزاده ، در گوشه ای نشسته بود. پادشاهی از کنار او گذشت . آن فقیر بر اساس اینکه آسایش زندگی را در قناعت دیده بود، در برابر شاه برنخاست و به او اعتنا نکرد.۱۱۰
پادشاه به خاطر غرور و شوکت سلطنت ، از آن فقیر وارسته رنجیده خاطر شد و گفت : این گـروه خرقه پوشان لباس پروصله پوش همچون جانوران بی معرفتند که از آدمیت بی بهره می باشند.
وزیر نزدیک فقیر آمد و گفت : ای جوانمرد! سلطان روی زمین از کنار تو گـذر کـرد، چـرا بـه او احترام نکردی و شرط ادب را در برابرش بجا نیاوردی ؟
فقیر وارسته گفت : به شاه بگو از کسی توقع خدمت و احترام داشته باش که از تو توقـع نعمـت دارد. وانگهی شاهان برای نگهبانی ملت هستند، ولی ملت برای اطاعت از شاهان نیستند.

پادشه پاسبان درویش است
گرچه رامش به فر دولت او است
گوسپند از برای چوپان نیست
بلکه چوپان برای خدمت او است
یکی امروز کامران بینی
دیگری را دل از مجاهده ریش
روزکی چند باش تا بخورد
خاک مغز سر خیال اندیش
فرق شاهی و بندگی برخاست

چون قضای نوشته آمد پیش
گر کسی خاک مرده باز کند
ننماید توانگر و درویش

سخن آن فقیر وارسته مورد پسند شاه قرار گرفت ، به او گفت : حاجتی از من بخـواه تـا بـرآورده کنم .
فقیر وارسته پاسخ داد: حاجتم این است که بار دیگر مرا زحمت ندهی .
شاه گفت : مرا نصیحت کن .
فقیر وارسته گفت :

دریاب کنون که نعمتت هست به دست
کین دولت و ملک می رود دست به دست

حکایت

یکی از وزرا پیش ذالنون مصری رفت و همت خواست که روز و شب به خدمت سلطان مشغولم و به خیرش امیدوار و از عقوبتش ترسان . ذوالنون بگریست و گفت : اگر من خـدای را عزوجـل چنین پرستیدمی که تو سلطان را ، از جمله صدیقان بودمی.

گرنه امید و بیم راحت و رنج
پای درویش بر فلک بودی
ور وزیر از خدا بترسیدی
همچنان کز ملک ، ملک بودی

حکایت

پادشاهی به کشتن بی گناهی فرمان داد. گفت : ای ملک بموجب خشمی که تو را بر من اسـت آزار خود مجوی که این عقوبت بر من به یک نفس بسر آید و بزه آن بر تو جاوید بماند .

دوران بقا چو باد صحرا بگذشت
تلخی و خوشی و زشت و زیبا بگذشت
پنداشت ستمگر که ستم بر ما کرد
در گردن او بماند و بر ما بگذشت

ملک را نصیحت او سودمند آمد و از سر خون او برخاست .

حکایت

وزرای انوشیروان درمهمی از مصالح مملکت اندیشه همی کردنـد و هریکـی از ایشـان دگرگونـه رای همی زدند و ملک همچنین تدبیری اندیشه کرد. بزرجمهر را رای ملک اختیار آمـد. وزیـران درنهانش گفتند : رای ملک را چه مزیت دیدی بر فرک چندین حکـیم ؟ گفـت : بموجـب آنکـه انجام کارها معلوم نیست و رای همگان در مشیت است که صواب آید یا خطا پس موافقـت رای ملک اولیتر است تا اگر خلاف صواب آید بعلت متابعت ، از معاتبعت ، ا زمعاتبت ایمن باشم.

خلاف راءی سلطان راءی جستن
به خون خویش باشد دست شستن
اگر خود روز را گوید: شب است این
بباید گفتن ، آنک ماه و پروین

حکایت

شیادی گیسوان بافت یعنی علویست و با قافله حجاز به شهری در آ»د که از حج همـی آیـم و قصیده ای پیش ملک برد که من گفته ام . نعمت بسیارش فرمود و اکرام کرد تا یکی از نـدیمان حضرت پادشاه که در آن سال از سفر دریا آمده بود گفت : من او را عید اضحی در بصره دیـدم . معلوم شد که حاجی نیست. دیگری گفتا : پدرش نصرانی بود در ملطیـه پـس او شـریف چگونـه صورت بندد. ؟ و شعرش را به دیوان انوری دریافتند. ملک فرمـود تـا بزننـدش و نفـی کننـد تـا چندین دروغ درهم چرا گفت . گتف : ای خداوند روی زمین یک سخنت دیگر در خدمت بگـویم اگر راست نباشد به هر عقوبت که فرمایی سزاوارم . گفت : بگو تا آن چیست. گفت :

غریبی گرت ماست پیش آورد
دو پیمانه آبست و یک چمچه دوغ
اگر راست می خواهی از من شنو
جهان دیده ، بسیار گوید دروغ

ملک را خنده گرتف و گفت : ازین راست رت سخن تا عمر او بوده باشد نگفته است. فرمود تا آنچه مامول اوست مهیا دارند و بخوشی برود.

حکایت

یکی از وزرا به زیر دستان رحم کردی و صلاح ایشان را بخیر توسط نمودی . ا تفاقا به خطاب ملک گرفتار آمد. همگنان در مواجب استخلاص او سعی کردند و موکلان در معاقبش ملاطفت نمودند و بزرگان شکر سیرت خوبش به افواه گفتند تا ملک از سر عتاب او درگذشت . صاحبدلی برین اطلاع یاتف و گفت :

تا دل دوستان به دست آری
بوستان پدر فروخته به
پختن دیگ نیکخواهان را
هر چه رخت سر است سوخته به
با بداندیش هم نکویی کن
دهن سگ به لقمه دوخته به

حکایت

یکی از پسران هارون الرشید پیش پدر باز آمد خشم آلود که فلان سرهنگ زاده مرا دشنام مادر داد . هارون ارکان دولت را گفت : جزای چنین کس چه باشد؟ ی:ی اشاره به کشتن کرد و دیگری به زبان بریدن و دیگری به مصادره و نفی. هارون گتف : ای پسرم کرم آن است که عفو کنی و اگر نتوانی تو نیزش دشنام مادر ده ، نته چندانکه انتقام از حد درگذرد آنگاه ظلم از طرف ما و دعوی از قبل خصم.

نه مرد است آن به نزدیک خردمند
که با پیل دمان پیکار جوید
بلی مرد آنکس است از روی محقیق
که چون خشم آیدش باطل نگوید

حکایت

با طایفه بزرگان به کشتی در نشسته بودم . کشتی کوچکی در پی ما غرق شد. دو برادر از آن کشتی کوچک ، در گردابی در حال غرق شدن بودند. یکی از بزرگان به کشتیبان گفت : این دوان را از بگیر که اگر چنین کنی ، برای هر کدام پنجاه دینارت دهم .
ملاح خود به آب افکند و به سراغ آنها رفت و یکی از آنها را نجات داد، آن دیگری هلاک شد.
ملاح را گفتم: لابد عمر او به سر آمده بود ، از این رو این یکی نجات یافت و آن دیگر به خاطر تاءخیر دستیابی تو به او، هلاک گردید.خندید و گفت : آنچه تو گفتی قطعی است که عمر هر کسی به سر آمد، قابل نجات نیست ، ولی علت دیگری نیز داشت و آن اینکه : میل خاطرم به نجات این یکی بیشتر از آن هلاک شده بود، زیرا سالها قبل ، روزی در بیابان مانده بودم ، این شخص به سر رسید و مرا بر شترش سوار کرد و به مقصد رسانید، ولی در دوران کودکی از دست آن برادر هلاک شده ، تازیانه ای خورده بودم .
گفتم : صدق الله ، من عمل صالحا فلنفسه و من اساء فعلیها :

تا توانی درون کس متراش
کاندر این راه خارها باشد
کار درویش مستمند برآر
که تو را نیز کارها باشد

حکایت

دو برادر یکی خدمت سلطان کردی و دیگر به زور بازو نان خوردی. باری این توانگر گفت درویش را که چرا خدمت نکنی تا از مشقت کار کردن برهی ؟ گفت : تو چرا کار نکنی تا از

مذلت خدمت رهایی یابی؟ که خردمندان گفته اند : نان خـود خوردنـد و نشسـتن بـه کـه کمـر شمشیر زرین بخدمت بستن.

به دست آهک تفته کردن خمیر
به از دست بر سینه پیش امیر
عمر گرانمایه در این صرف شد
تا چه خورم صیف و چه پوشم شتا
ای شکم خیره به نانی بساز
تا نکنی پشت به خدمت دو تا

حکایت

کسی مژده پیش انوشیروان برد گفت : شنیدم که فلان دشمن تو را خـدای عزوجـل برداشـت. گفت : هیچ شنیدی که مرا بگذاشت؟

اگر بمرد عدو جای شادمانی نیست
که زندگانی ما نیز جاودانی نیست

حکایت

گروهی حکما به حضرت انوشیروان همی گفتند و بزرگمهـر کـه مهتـر ایشـان بـود خـاموش. گفتندش : جرا با ما د راین بحث نگویی ؟ گفت : وزیران بر مثال ابطال اند و طبیـب دارو ندهـد جز سقیم را . پس چون ببینم که رای شما برصواب است مرا بر سر آن سخن گفتن حمت نباشد.

چو کاری بی فضول من بر آید
مرا در وی سخن گفتن نشاید
و گر بینم که نابینا و چاه است
اگر خاموش بنشینم گناه است

حکایت

هارون الرشید را چون بر سرزمین مصر، مسلم شد گفت : بر خلاف آن طاغوت فرعون که بـر اثر غرور تسلط بر سرزمین مصر، ادعای خدایی کرد، من ایـن کشـور را جـز بـه خسـیس تـرین غلامان نبخشم .

از این رو هارون را غلامی سیاه به نام خصیب بود بسیار نـادان بـود، او را طلبیـد و فرمـانروایی کشور مصر را به او بخشید.گویند: آن غلام سیاه به قدری کودن بـود کـه گروهـی از کشـاورزان مصر نزد او آمدند و گفتند: پنبه کاشته بودیم ، باران بی وقت آمد و همه آن پنبه ها تلف و نـابود شدند.

غلام سیاه در پاسخ گفت : می خواستید پشم بکارید!

اگر دانش به روزی در فزودی
ز نادان تنگ روزی تر نبودی
به نادانان چنان روزی رساند
که دانا اندر آن عاجز بماند
بخت و دولت به کاردانی نیست
جز بتاءیید آسمانی نیست
او فتاده است در جهان بسیار
بی تمیز ارجمند و عاقل خوار
کیمیاگر به غصه مرده و رنج
ابله اندر خرابه یافته گنج

حکایت

کنیزکی از اهالی چین را برای یکی از شاهان به هدیه آوردند.شاه در حال مستی خواسـت بـا او آمیزش کند. او تمکین نکرد. شاه خشمگین شد و او را به غلام سیاهی بخشید.

آن غلام سیاه به قدری بدقیافه بود که لب بالایش از دو طرف بینـیش بـالاتر آمـده بـود و لـب پایینش به گریبانش فرو افتاده بود، آن چنان هیکلی درشت و ناهنجار داشت کـه صـخرالجن از دیدارش می رمید و عین القطر از بوی بد بغلش می گندید:

تو گویی تا قیامت زشترویی
بر او ختم است و بر یوسف نکویی

چنانکه شوخ طبعان لطیفه گو می گویند:

شخصی نه چنان کریه منظر
کز زشتی او خبر توان داد
آنکه بغلی نعوذ باالله
مردار به آفتاب مرداد

این غلام سیاه که در آن وقت هوسباز و پرشهوت بود، همان شب با آن کنیز آمیزش کرد. صبح آن شب ، شاه که از مستی بیرون آمده بود، به جستجوی کنیز پرداخت . او را نیافت . ماجرا را به او خبر دادند. او خشمگین شد و فرمان داد که غلام سیاه را با کنیز محکم ببندند و بر بالای بام کوشک ببردن و از آنجا به قعر دره گود بیفکنند.
یکی از وزیران پاک نهاد دست شفاعت به سوی شاه دراز کرد و گفت : غلام سیاه بدبخت را چندان خطایی نیست که درخور بخشش نباشد، با توجه به اینکه همه غلامان و چاکران به گذشت و لطف شاه ، خو گرفته اند.
شاه گفت : اگر غلام سیاه یک شب همبستری با کنیز را، تاءخیر می انداخت چه می شد؟ که اگر چنین می کرد، من خاطر او را به عطای بیش از قیمت کنیز، شاد می نمودم .
وزیر گفت : ای پادشاه روی زمین ! آیا نشنیده ای که :

تشته سوخته در چشمه روشن چو رسید
تو مپندار که از پیل دمان اندیشد
ملحد گرسنه در خانه خالی برخوان
عقل باور نکند کز رمضان اندیشد

شاه از این لطیفه فرح بخش وزیر، خوشش آمد و به او گفت : اکنون غلام سیاه را بخشیدم ، ولی کنیزک را چه کنم ؟
وزیرگفت : کنیزک را نیز به غلام سیاه ببخش ، زیرا نیم خورده او شایسته و سزاوار او است .

هرگز آن را به دستی مپسند
که رود جای ناپسندیده
تشنه را دل نخواهد آب زلال
نیم خورده دهان گندیده

حکایت

اسکندر رومی را پرسیدند : دیار مشرق و مغرب به چه گرفتی که ملوک پیشین را خزاین و عمر و ملک و لشکر بیش ازین بوده است و ایشان را چنین فتحی میسر نشده ؟ گفتا: به عون خـدای عزوجل ، هر مملکتی را که گرفتم رعیتش نیازردم و نام پادشاهان جز بنکویی نبردم.

بزرگش نخوانند اهل خرد
که نام بزرگان به زشتی برد

باب دوم در اخلاق پارسایان

حکایت

یکی از بزرگان گفت : پارسایی را چه گویی در حق فلان عابد کـه دیگـران در حـق وی بطعنـه سخنها گفته اند ؟ گفت بر ظاهرش عیب نمی بینم و در باطنش غیب نمی دانم .

هر که را، جامه پارسا بینی
پارسا دان و نیک مرد انگار
ور ندانی که در نهانش چیست
محتسب را درون خانه چکار؟

حکایت

درویشی را دیدم سر بر آستان کعبه همی مالید و می گفت : یا غفور و یا رحیم – تو دانـی کـه از ظلوم و جهول چه آید؟

عذر قصیر خدمت آوردم
که ندارم به طاعت استظهار
عاصیان از گناه توبه کنند
عرفان از عبادت استغفار

عابدان جزای طاعت خواهند و بازرگانان بهای بضاعت . من بنده امید آورده ام نه طاعت بدریوزه آمده ام نه بتجارت . اصنع بی ما انت اهله.

بر در کعبه سائلی دیدم
که همی گفت و می گرستی خوش
من نگویم که طاعتم بپذیر
قلم عفو بر گناهم کش

حکایت

عبدالقادر گیلانی را رحمه الله علیه ، در حرم کعبه روی بر حصبا نهاده همی گفت :
خدایا! ببخشای ، وگر هر آینه مستوجب عقوبتم در روز قیامتم نابینـا برانگیـز تـا در روی نیکـان شرمسار نشوم .

روی بر خاک عجز می گویم
هر سحرگه که باد می آید
ای که هرگز فراموشت نکنم
هیچت از بنده یاد می آید؟

حکایت

دزدی به خانه ی پارسایی درآمد. چندان که جست چیزی نیافت . دلتنگ شد . پارسا خبـر شـد ، گلیمی که بر آن خفته بود در راه دزد انداخت تا محروم نشود.

شنیدم که مردان راه خدای
دل دشمنان را نکردند تنگ
تو را کی میسر شود این مقام
که با دوستانت خلافست و جنگ

مودت اهل صفا چه در روی و چه در قفا . نه چنان کز پست عیب گیرند و پیشت بیش میرند.

هر که عیب دگران پیش تو آورد و شمرد
بی گمان عیب تو پیش دگران خواهد بر

حکایت

تنی چند از روندگان متفق سیاحت بودند و شریک رنج و راحت . خواستم تا مرافقت کنم موافقت نکردند. این از کرم اخلاق بزرگان بدیع است روی از مصاحبت مسکینان تافتن و فایده و برکـت

دریغ داشتن که من در نفس خویش این قدرت و سرعت می شناسم که در خدمت مردان یار شاطر باشم نه بار خاطر.

یکی زان میان گفت : ازین سخن که شنیدی دل تنگ مدار که درین روزها دزدی بصورت درویشان برآمده ، خود را در سلک صحبت ما منتظم کرد.

چه دانند مردان که در خانه کیست ؟
نویسنده داند که در نامه چیست ؟

از آنجا که سلامت حال درویشان ، است گمان فضولش نبردند و به یاری قبولش کردند.

صورت حال عارفان دلق است
این قدر بس که روی در خلق است
در عمل کوش و هر چه خواهی پوش
تاج بر سر نه و علم بر دوش
در قژاکند مرد باید بود
بر مخنث سلاح جنگ چه سود؟

روزی تا به شب رفته بودیم و شبانگه به پای حصار خفته که دزد بی توفیق ابریق رفیق برداشت که به طهارت می رود و به غارت می رفت.

پارسا بین که خرقه در بر کرد
جامه کعبه را جل خر کرد

چندانکه از نظر درویشان غایب شد به برجی رفت و درجی بدزدید . تا روز روشن شد آن تاریک مبلغی راه رفته بود و رفیقان بی گناه خفته . بامدادان همه را به قلعه درآوردند و بزدند و به زندان کردند . از آن تاریخ ترک صحبت گفتیم و طریق عزلت گرفتیم و اسلامۀ فی الوحده.

چو از قومی ، یکی بی دانشی کرد
نه که را منزلت ماند نه مه را
شنیدستی که گاوی در علف خوار
بیالاید همه گاوان ده را

گفتم سپاس و منت خدای را عزوجل که از برکت درویشان محروم نماندم . گرچه بصورت از صحبت وحید افتادم . بدین حکایت که گفتی مستفید گشتم و امثال مرا همه عمر اطن نصیحت به کار آید .

به یک ناتراشیده در مجلسی
برنجد دل هوشمندان بسی
اگر برکه ای پر کنند از گلاب
سگی در وی افتد، کند منجلاب

حکایت

زاهدی مهمان پادشاه شد، چون به طعام بنشستند کمتر از آن خورد که ارادت او بود و چون به نماز برخاستند بیش از آن کرد که عادت او تا ظن صلاحیت در حق او زیادت کنند.

ترسم نرسی به کعبه ای اعرابی
کاین ره که تو می روی به ترکستان است

چون به مقام خویش آمد سفره خواست تا تناولی کند. پسری صاحب فراست داشت گفت : ای پدر باری به مجلس سلطان در طعام نخوردی؟ گفت : در نظر ایشان چیزی نخوردم که بکار آید . گفت : نماز را هم قضا کن که چیزی نکردی که بکار آید.

ای هنرها گرفته بر کف دست
عیبها برگرفته زیر بغل

تا چه خواهی گرفتن ای مغرور
روز درماندگی به سیم دغل

حکایت

یاد دارم که ایام طفولیت ، بسیار عبادت می کردم و شب را با عبادت به سر می آوردم . در زهد و پرهیز جدیت داشتم . یک شب در محضر پدرم نشسته بودم و همه شب را بیدار بوده و قرآن می خواندم ، ولی گروهی در کنار ما خوابیده بودند، حتی بامداد برای نماز صبح برنخاستند. به پدرم گفتم : از این خفتگان یک نفر برخاست تا دور رکعت نماز بجای آورد، به گونه ای در خواب غفلت فرو رفته اند که گویی نخوابیده اند بلکه مرده اند.
پدرم به من گفت : عزیزم ! تو نیز اگر خواب باشی بهتر از آن است که به نکوهش مردم زبان گشایی و به غیبت و ذکر عیب آنها بپردازی .

نبیند مدعی جز خویشتن را
که دارد پرده پندار در پیش
گرت چشم خدا بینی ببخشند
نبینی هیچ کس عاجزتر از خویش

حکایت

یکی از بزرگان را به محفلی اندر همی ستودند و در اوصاف جمیلش مبالغه می کردند. سربرآورد و گفت : من آنم که من دانم.

شخصم به چشم عالمیان خوب منظر است
وز خبث باطنم سر خجلت فتاده پیش
طاووس را به نقش و نگاری که هست خلق
تحسین کنند و او خجل از پای زشت خویش

حکایت

یکی از صلحای لبنان که مقامات او میان عرب به مشهور ، به جامع دمشق درآمد، برکـه حـوض کلاسه رفت طهارت همی ساخت، ناگاه پایش لغزید و به داخل آب افتاد و بـا رنـج بسـیار از آب نجات یافت . مشغول نماز شد، پس از نماز یکی از اصحاب نزدش آمد و گفـت : مشـکلی دارم ، اجازت دهی.

مرد صالح گفت :آن چیست؟
او گفت : به یاد دارم که شیخ بر روی دریای روم راه رفت و قدمش تر نشـد، ولـی بـرای تـو در حوض کوچک حالتی پیش آمد؟ نزدیک بود به هلاکت برسی ؟
مرد صالح پس از فکر و تامل بسیار به او گفت : آیا نشنیده ای که خواجـه عـالم ، سـرور جهـان رسول خدا صلی الله علیه و آله فرمود:
لی مع الله وقت لا یسعنی فیه ملک مقرب ولا نبی مرسل :
مرا با خدا وقتی هست که در آن وقت آن چنان یگانگی وجـود دارد کـه فرشـته ویـژه و پیـامبر مرسل در آن نگنجند.
ولی نگفت علی الدوام همیشه بلکه فرمود: وقتی از اوقات . آن حضـرت در یـک وقـت چنـین فرمود که جبرئیل و میکائیل به حالت او راه ندارند ولی در وقت دیگر با همسران خود حفصـه و زینب ، دمساز شده ، خوش می گفت : و می شنید.
مشاهدهٔ الابرار بین التجلی و الاستتار:
مشاهده و دیدار نیکان ، بین آشکاری و پوشیدگی است .
مشاهده الابرار بین التجلی و الاستار. می نماید و می ربایند.

دیدار می نمایی و پرهیز می کنی
بازار خویش و آتش ما تیز می کنی
اشاهد من اهوی بغیر وسیله
فیلحقنی شان اضل طریقا

حکایت

یکی پرسید: از آن گم کرده فرزند
که ای روشن گهر پیر خردمند
ز مصرش بوی پیراهن شنیدی
چرا در چاه کنعانش ندیدی ؟
بگفت : احوال ما برق جهان است
چرا در چاه کنعانش ندیدی ؟
گهی بر طارم اعلی نشینیم
گهی بر پشت پای خود نبینیم
اگر درویش در حالی بماندی
سر و دست از دو عالم بر فشاندی

حکایت

در جامع بعلبک بودم .یک روز چند کلمه به عنوان پند و اندرز برای جماعتی که در آنجا بودند، می گفتم ، ولی آن جماعت را پژمرده دل و دل مرده و بی بصیرت یافتم که آن چنان در امور مادی فرو رفته بودند که در وجود آنها راهی به جهان معنویت نبود. دیدم که سخنم در آنها بی فایده است و آتش سوز دلم ، هیزم تر آنها را نمی سوزاند. تربیت و پرورش آدم نماهای حیوان صفت و آینه گردانی در کوی کورهای بی بصیرت ، برایم ، دشوار شد، ولی همچنان به سخن ادامه می دادم و در معنویت باز بود. سخن از این آیه به میان آمد که خداوند می فرماید:
و نحن اقرب الیه من حبل الورید:
و ما از رگ گردن ، به انسان نزدیکتریم .

دوست نزدیکتر از من به من است
وین عجبتر که من از وی دورم
چه کنم با که توان گفت که دوست
در کنار من و من مهجورم

من از شرا باین سخن مست و فضاله قدح در دست که رونده ای برکنار مجلس گـذر کـرد و دور آخر در او اثر کرد و نعره ای زد که دیگران بـه موافقـت او در خـروش آمدنـد و خامـان مجلـس بجوش.گفتم:
ای سبحان الله ! دوران باخبر، در حضور و نزدیکان بی بصر، درو!

فهم سخن چون نکند مستمع
قوت طبع از متکلم مجوی
فسحت میدان ارادت بیار
تا بزند مرد سخنگوی گوی

حکایت

شبی در بیابان مکه از بی خوابی پای رفتنم نماند . سربنهادم و شتربان را گفـتم : دسـت بـدار از من .

پای مسکین پیاده چند رود؟
کز تحمل ستوده شد بختی
تا شود جسم فربهی لاغر
لاغری مرده باشد از سختی

ساربان گفت : ای برادر! حرم در پیش است و حرامی در پس . اگـر رفتـی ، بـردی و گـر خفتـی مردی .

خوش است زیر مغیلان به راه بادیه خفت
شب رحیل ، ولی ترک جان بباید گفت

حکایت

پاسایی را دیدم بر کنار دریا که زخم پلنگ داشت و به هیچ دارو به نمی شد. مدتها در آن رنجور بود و شکر خدای عز وجل علی الدوام گفتی . پرسیدندش که شکر چه می گویی ؟ گفت : شکر آنکه به مصیبتی گرفتارم نه به معصیتی.

اگر مرا زار به کشتن دهد آن یار عزیز
تا نگویی که در آن دم ، غم جانم باشد
گویم از بنده مسکین چه گنه صادر شد
کو دل آزرده شد از من غم آنم باشد

حکایت

درویشی را ضرورتی پیش آمد، گلیمی را از خانه یکی از پاک مردان دزدید. قاضی فرمود تا دستش بدر کنند.

صاحب گلیم شفاعت کرد که من او را بحل کردم.

قاضی گفت : به شفاعت تو حد شرع فرو نگذارم.

صاحب گلیم گفت : اموال من وقف فقیران است ، هر فقیری که از مال وقف به خودش بردارد از مال خودش برداشته ، پس قطع دست او لازم نیست .

قاضی از جاری نمودن حد دزدی منصرف شد، ولی دزد را مورد سرزنش قرار داد و به او گفت : آیا جهان بر تو تنگ آمده بود که فقط از خانه چنین پاک مردی دزدی کنی ؟!

دزد گفت : ای حاکم ! مگر نشنیده ای که گویند: خانه دوستان بروب ولی حلقه در دشمنان مکوب .

چون به سختی در بمانی تن به عجز اندر مده
دشمنان را پوست بر کن ، دوستان را پوستین

حکایت

پادشاهی پارسایی را دید ، گفت : هیچت از ما یاد آید؟ گفت : بلی، وقتی که خدا را فراموش مـی کنم.

هر سو دود آن کس ز بر خویش براند
و آنرا که بخواند به در کس نداواند

حکایت

یکی از جمله ی صالحان بخواب دید مر پادشاهی را در بهشت است و پارسایی در دوزخ ،پرسید: موجب این درجات چیست و سبب آن درکات؟که مردم بر خلاف این اعتقاد داشتند؟!
ندایی آمد که : این پادشاه به خاطر دوستی با پارسایان به بهشت رفت و آن پارسا به خاطر تقرب به شاه ، به دوزخ رفت .

دلقت به چکار آید و مسحی و مرقع
خود را ز عملهای نکوهیده بری دار
حاجت به کلاه برکی داشتنت نیست
درویش صفت باش و کلاه تتری دار

حکایت

پیاده ای سر و پا برهنه با کاروانان حجاز از کوفه بدر آمـد و همـراه مـا شـد و معلـومی نداشـت. خرامان همی رفت و می گفت :

نه بر اشتری سوارم ، نه چو خر به زیر بارم
نه خداوند رعیت ، نه غلام شهریارم
غم موجود و پریشانی معدوم ندارم
نفسی می زنم آسوده و عمری به سر آرم

اشتر سواری گفتش :ای درویش کجا می روی ؟ برگرد که بسختی بمیری.نشنید و قدم در بیابان نهاد و اشتر سواری گفتش : ای درویش کجا می روی ؟ برگرد که بسختی بمیری. نشنید و قـدم در بیابان نهاد و برفت . چون به نجله محمود در رسیدیم ، توانگر را اجل فرار سـید. درویـش بـه بالینش فراز آمد و گفت :

شخصی همه شب بر سر بیمار گریست
چون روز آمد بمرد و بیمار بزیست
ای بسا اسب تیزرو که بماند
خرک لنگ ، جان به منزل برد
بس که در خاک تندرستان را
دفن کردیم و زخم خورده نمرد

حکایت

پادشاهی پارسایی را دید ، گفت : هیچت از ما یاد آید ؟ گفت : بلی > وقتی که خدا فراموش می کنم.

آنکه چون پسته دیدمش همه مغز
پوست بر پوست بود همچو پیاز

پارسایان روی در مخلوق
پشت بر قبله می کنند نماز

چون بنده خدای خویش خواند
باید که به جز خدا نداند

حکایت

کاروانی در زمین یونان بزدند و ننعمت بی قیاس ببردند . بازرگانان گریه و زاری کردنـد و خـدا و پیمبر شفیع آوردند و فایده نبود.

چو پیروز شد دزد تیره روان
چه غم دارد از گریه کاروان

لقمان حکیم اندر آن کاروانن بود . یکی گفـتش از کاروانیـان : مگـر اینـان را نصـیحتی کنـی و موعظه ای گویی تا طرفی از مال ما دست بدارند که دریغ باشد چندین نعمت کـه ضـایع شـود . گفت : دریغ کلمه ی حکمت با ایشان گفتن.

آهنی را که موریانه بخورد
نتوان برد از او به صیقل زنگ
به سیه دل چه سود خواندن وعظ
نرود میخ آهنین بر سنگ

همانا که جرم از طرف ماست.

به روزگار سلامت ، شکستگان دریاب
که جبر خاطر مسکین ، بلا بگرداند
چو سائل از تو به زاری طلب کند چیزی
بده و گرنه ستمگر به زور بستاند

حکایت

یکی از صاحبدلان زورآزمایی را دیدم . بهم برآمده و کف بردماغ انداخته .گفـت : ایـن را چـه حالت است ؟ گفتند : فلان دشنام دادش. گفت : این فرومایه هزار من سنگ برمی دارد و طاقـت نمی آرد .

لاف سر پنجگی و دعوی مردی بگذار
عاجز نفس ، فرومایه چه مردی زنی
گرت از دست برآید دهنی شیرین کن
مردی آن نیست که مشتی بزنی بر دهنی
اگر خود بر کند پیشانی پیل
نه مرد است آنکه در او مردمی نیست
بنی آدم سرشت از خاک دارد
اگر خالی نباشد، آدمی نیست

حکایت

بزرگی را پرسیدم از سیرت اخوان صفا . گفت : کمینه آنکه مراد خاطر یاران بر مصالح خویش مقدم دارد و حکما گفته اند : برادر که دربند خویش است نه برادر و نه خویش است.

همراه اگر شتاب کند در سفر تو بیست !
دل در کسی نبند که دل بسته تو نیست
چو نبود خویش را دیانت و تقوا
قطع رحم بهتر از مودت قربی

یاد دارم که مدعی درین بیت بر قول من اعتراض کرده بود و گفته بود : حق تعالی در کتاب مجید از قطع رحم نهی کرده است و به مودت ذی القربی فرموده اینچه تو گفتی مناقص آن است . گفتم : غلط کردی که موافق قرآن است ، ...و ان جاهداک لتشرک بی ما لیس لک به علم فلا تطعهما

هزار خویش که بیگانه از خدا باشد
فدای یکتن بیگانه کاشنا باشد

حکایت

آورده اند که فقیهی دختری داشت بغایت زشت ، به جای زنان رسیده و با وجـود جهـاز و نعمـت کسی در مناکحت او رغبت نمی نمود.

زشت باشد دیبقی و دیبا
که بود بر عروس نازیبا

فی الجمله بحکم ضرورت عقد نکاحش با ضریری بستند . آورده اند که حکیمی در آن تـاریخ از سرندیب آمده بود که دیده ی نابینا روشن همی کرد. فقیه را گفتند : داماد را چرا عـلاج نکنـی ؟ گفت : ترسم که بینا شود و دخترم را طلاق دهد ، شوی زن زشتروی ، نابینا به .

حکایت

پادشاهی به دیده ی استحقار در طایفه درویشان نظر کرد. یکی زان میان بفراست بجای آورد و گفت : ای ملک ما درین دنیا بجیش از تو کمتریم و بعیش از تو خوشتر و بمرگ برابر و بقیامـت بهتر.

اگر کشور گشای کامران است
و گر درویش ، حاجتمند نان است
در آن ساعت که خواهند این و آن مرد
نخواهند از جهان بیش از کفن برد
چو رخت از مملکت بربست خواهی
گدایی بهتر است از پادشاهی

ظاهر درویشی جامه ی ژنده است و موی سترده و حقیقت آن ، دل زنده و نفس مرده .

نه آنکه بر در دعوی نشیند از خلقی
وگر خلاف کنندش به جنگ برخیزد

اگر ز کوه غلطد آسیا سنگی
نه عارف است که از راه سنگ برخیزد

طریق درویشان ذکر است و شکر و خدمت و طاعت و ایثار و قناعت و توحید و توکل و تسـلیم و تحمل . هر که بدین صفتها که گفتم موصوف است بحقیقت درویش است وگر در قباسـت ، امـا هرزه گردی بی نماز ، هواپرست ، هوسباز که روزها به شب آرد در بند شهوت و شـبها روز کنـد در خواب غفلت و بخورد هرچه در میان آید و بگوید هرچـه بـر زبـان آیـد ، رنـد اسـت وگـر در عباست.

ای درونت برهنه از تقوا
کز برون جامه ریا داری
پرده هفت رنگی در مگذار
تو که در خانه بوریا داری

حکایت

دیدم گل تازه چند دسته
برگنبدی از گیاه رسته
گفتم : چه بود گیاه ناچیز
تا در صف گل نشیند او نیز ؟
بگریست گیاه و گفت : خاموش
صحبت نکند کرم فراموش
گر نیست جمال و رنگ و بویم
آخر نه گیاه باغ اویم
من بنده حضرت کریمم
پرورده نعمت قدیمم
گر بی هنرم و گر هنرمند
لطف است امیدم از خداوند

با آنکه بضاعتی ندارم
سرمایه طاعتی ندارم
او چاره کار بنده داند
چون هیچ وسیلتش نماند
رسم است که مالکان تحریر
آزاد کنند بنده پیر
ای بار خدای عالم آرای
بر بنده پیر خود ببخشای
سعدی ره کعبه رضا گیر
ای مرد خدا ! در خدا گیر
بدبخت کسی که سر بتابد
زین در، که دری دگر بیابد

حکایت

حکیمی را پرسیدند از سخاوت و شجاعت کدام بهتر است ؟ گفت : آنکه را سخاوت است به شجاعت حاجت نیست.

نماند حاتم طائی ولیک تا به ابد
بماند نام بلندش به نیکویی مشهور
زکات مال به در کن که فضله رز را
چو باغبان بزند بیشتر دهد انگور
نبشته است بر گور بهرام گور
که دست کرم به ز بازوی زور

باب سوم : در فضیلت قناعت

حکایت

خواهنده مغربی در صف بزازان حلب می گفت :ای خداوندان نعمت ، اگر شما را انصاف بـودی و ما را قناعت ، رسم سوال از جهان برخاستی .

ای قناعت ! توانگرم گردان
که ورای تو هیچ نعمت نیست
گنج صبر، اختیار لقمان است
هر که را صبر نیست ، حکمت نیست

حکایت

درویشی را شنیدم که در آتش فاقه می سوخت و رقعه بر خرقه همـی دوخـت و تسـکین خـاطر مسکین را همی گفت :

به نان قناعت کنیم و جامه دلق
که بار محنت خود به ، که بار منت خلق

کسی گفتش : چه نشینی که فلان درین شهر طبعی کریم دارد و کرمی عمیم ، میان به خـدمت آزادگان بسته و بر در دلها نشسته . اگر بر صورت حال تو چنانکه هست وقوف یابد پـاس خـاطر عزیزان داشتن منت دارد و غنیمت شمارد . گفت : خاموش که در پسی مـردن ، بـه کـه حاجـت پیش کسی بردن .

همه رقعه دوختن به و الزام کنج صبر
کز بهر جامه ، رقعه بر خواجگان نبشت
حقا که با عقوبت دوزخ برابر است
رفتن به پایمردی همسایه در بهشت

حکایت

یکی از ملوک طبیبی حاذق به خدمت مصطفی صلی الله علیه و سلم فرستاد . سالی در دیار عرب بود و کسی تجربه پیش او نیاورد و معالجه از وی در نخواست . پیش پیغمبر آمد و گله کرد که مرین بنده را برای معالجت اصحاب فرستاده اند و درین مدت کسی التفاتی نکرد تا خدمتی کله بر بنده معین است بجای آورد . رسول علیه السلام گفت : این طایفه را طریقتست که تا اشتها غالب نشود نخورد و هنوز اشتها باقی بود که دست از طعام بدارند . حکیم گفت : این است موجب تندرستی. زمین ببوسید و برفت.

سخن آنگه کند حکیم آغاز
یا سر انگشت سوی لقمه دراز
که ز ناگفتنش خلل زاید
یا ز ناخوردنش به جان آید
لاجرم حکمتش بود گفتار
خوردش تندرستی آرد بار

حکایت

در سیرت اردشیر بابکان آمده است که حکیم عرب را پرسید که روزی چه مایه طعام باید خوردن ؟ گفت : صد درم سنگ کفایت است . گفت : این قدر چه قوت دهد ؟ گفت : هذا المقدار یحملک و مازاد علی ذلک فانت حامله یعنی اینقدر تو را برپای همی دارد و هر چه برین زیادت کنی تو حمال آنی .

خوردن برای زیستن و ذکر کردن است
تو معتقد که زیستن از بهر خوردن است

حکایت

دو درویش خراسانی ملازم صحبت یکدیگر سفر کردندی . یکی ضعیف بود که هر به دو شب افطار کردی و دیگر قوی که روزی سه بار خوردی. اتفاقا بر در شهری به تهمت جاسوسی گرفتار آمدند . هر دو را به خانه ای کردند و در به گل برآوردند . بعد از دو هفته معلوم شد که بی گناهند

. در را گشادند . قوی را دیدند مرده و ضعیف جان بسلامت برده . مـردم دریـن عجـب ماندنـد . حکیمی گفت : خلاف این عجب بودی . آن یکی بسیار خواه بوده است ، طاقت بینوایی نیاورد به سختی هلاک شد وین دگر خویشتن دار بوده است لاجرم بر عادت خویش صبر کرد و بسـلامت ماند.

چو کم خوردن طبیعت شد کسی را
چو سختی پیشش آید سهل گیرد
وگر تن پرور است اندر فراخی
چو تنگی بیند از سختی بمیرد

حکایت

یکی از حکما پسر را نهی همی کرد از بسیار خوردن که سیری مردم را رنجور کند . گفت : ای پدر ، گرسنگی خلق را بکشد . نشنیده ای که ظریفان گفته اند : بسیری مردن به کـه گرسـنگی بردن . گفت :

اندازه نگهدار ،کلوا واشربو و لا تسرفوا
نه چندان بخور کز دهانت برآید
نه چندان که از ضعف ، جانت برآید
با آنکه در وجود، طعام است عیش نفس
رنج آورد طعام که بیش از قدر بود
گر گلشکر خوری به تکلف ، زیان کند
ور نان خشک دیر خوری گلشکر بود

رنجوری را گفتند : دلت چه می خواهد ؟ گفت : آنکه دلم چیزی نخواهد .

معده چو کج گشت و شکم درد خاست
سود ندارد همه اسباب راست

حکایت

بقالی را درمی چند بر صوفیان گرده آمده بود در واسط . هـر روز مطالبـت کـردی و سـخنان بـا خشونت گفتی. اصحاب از تعنت وی خسته خاطر همی بودند و از تحمل چاره نبود . صاحبدلی در آن میان گفت : نفس را وعده دادن به طعام آسانتر است که بقال را به درم .

ترک احسان خواجه اولیتر
کاحتمال جفای بوابان
به تمنای گوشت ، مردن به
که تقاضای زشت قصابان

حکایت

جوانمردی را در جنگ تاتار جراحتی هول رسید . کسی گفت : فلان بازرگان نوشدارو دارد اگـر بخواهی باشد که دریغ ندارد . گویند آن بازرگان به بخل معروف بود .

گر بجای نانش اندر سفره بودی آفتاب
تا قیامت روز روشن ، کس ندیدی در جهان

جوانمرد گفت : اگر خواهم دارو دهد یا ندهد وگر دهد منفعت کند یا نکند . بـاری ، خواسـتن ازو زهر کشنده است .

هرچه از دو نان به منت خواستی
در تن افزودی و از جان کاستی

حکیمان گفته اند: آب حیات اگر فروشند به آب روی ، دانا نخـرد کـه مـردن بـه علـت ، بـه از زندگانی بمذلت .

اگر حنظل خوری از دست خوشخو

به از شیرینی از دست ترشروی

حکایت

یکی از علما، عیالوار بود و از این رو خرج بسیار داشت ، ولی درآمدش اندک بود، ماجرا را به یکی از بزرگان ثروتمند که ارادت بسیار به آن عالم داشت ، بیان کرد، آن ثروتمند بزرگ ، چهره در هم کشید، و از سؤ ال آن عالم خوشش نیامد.

ز بخت روی ۲۴۸ ترش کرده پیش یار عزیز
مرو که عیش بر او نیز تلخ گردانی
به حاجتی که روی تازه روی و خندان رو
فرو نبندد کار گشاده پیشانی

آن ثروتمند بزرگ ، کمی بر جیره ای که به عالم می داد افزود، ولی از اخلاص او به آن عالم بسیار کاسته شد، پس از چند روز، وقتی که عالم آن محبت قبلی را از آن ثروتمند ندید، گفت :

نانم افزود آبرویم کاست
بینوایی به از مذلت خواست

حکایت

درویشی را ضرورتی پیش آمد . کسی گفت : فلان نعمتی دارد به قیاس ، اگر بر حاجت تو واقف گردد همانا که در قضای آن توقف روا ندارد . گفت : من او را ندارم . گفت : منت رهبری کنم . دستش گرفت تا به منزل آن شخص درآورد . یکی را دید لب فروهشته و تند نشسته . برگشت و سخن نگفت . کسی گفتش : چه کردی ؟ گفت : عطای او را به لقایش بخشیدم.

مبر حاجت به نزد ترشروی
که از خوی بدش فرسوده گردی
اگر گویی غم دل با کسی گوی

که از رویش به نقد آسوده گردی

حکایت

خشکسالی در اسکندریه عنان طاقت درویش از دست رفته بود . درهای آسمان بر زمین بسته و فریاد اهل زمین به آسمان پیوسته .

نماند جانوری از وحش و طیر و ماهی و مور
که بر فلک نشد از بی مرادی افغانش
عجب که دو دل خلق جمع می نشود
که ابر گردد و سیلاب دیده بارانش

در چنین سال مخنثی دور از دوستان که سخن در وصف او ترک ادب است ، خاصه در حضرت بزرگان و بطریق اهمال از آن در گذشتن هم نشاید که طایفه ای بر عجز گوینده حمل کنند . برین دو بیت اقتصار کنیم که اندک ، دلیل بسیاری باشد و مشتی نمودار خرواری .

اگر تتر بکشد این مهنث را
تتری را دگر نباید کشت
چند باشد چو جسر بغدادش
آب در زیر و آدمی در پشت

چنین شخصی که یک طرف از نعمت او شنیدی درین سال نعمتی بی کران داشت ، تنگدستان را سیم و زر دادی و مسافران را سفره نهادی . گروهی درویشان از جور فاقه بطاقت رسیده بودند ، آهنگ دعوت او کردند و مشاورت به من آوردند . سر از موافقت باز زدم و گفتم .

نخورد شیر نیم خورده سگ
ور بمیر به سختی اندر غار
تن به بیچارگی و گرسنگی

بنه و دست پیش سفله مدار
گر فریدون شود به نعمت و ملک
بی هنر را به هیچ کس مشمار
پرنیان و نسیج ، بر نااهل
لاجورد و طلاست بر دیوار

حکایت

حاتم طایی را گفتند: از تو بزرگ همت تر در جهان دیده ای یا شنیده ای ؟ گفت : بلی ، روزی چهل شتر قربان کرده بودم امرای عرب را ، پس به گوشه صحرا به حاجتی برون رفته بودم ، خارکنی را دیدم پشته فراهم آورده . گفتمش : به مهمانی حاتم چرا نروی که خلقی بر سماط او گرد آمده اند ؟
گفت :

هر که نان از عمل خویش خورد
منت حاتم طائی نبرد

من او را به همت و جوانمردی از خود برتر دیدم .

حکایت

موسی علیه السلام ، درویشی را دید از برهنگی به ریگ اندر شده . گفت : ای موسی دعا کن تا خدا عزوجل مرا کفافی دهد که از بی طاقتی بجان آمدم . موسی دعا کرد و برفت . پس از چند روز که باز آمد از مناجات ، مرد را دید گرفتار و خلقی انبوه برو گرد آمده . گفت : این چه حالت است ؟ گفتند : خمر خورده و عربده کرده و کسی را کشته ، اکنون به قصاص فرموده اند . و لطیفان گفته اند :

گربه مسکین اگر پر داشتی
تخم گنجشک از جهان برداشتی

عاجز باشد که دست قوت یابد
برخیزد و دست عاجزان برتابد

و لو بسط الله الرزق لعباده لبعوا فی الارض :
موسی علیه السلام به حم جهان آفرین اقرار کرد و از تجاسر خویش استغفار .

ماذا اخاضک یا مغرور فی الخطر
حتی هلکت فلیت النمل لم یطر

بنده چو جاه آمد و سیم و زرش
سیلی خواهد به ضرورت سرش
آن نشنیدی که فلاطون چه گفت
مور همان به که نباشد پرش ؟

پدر را عسل بسیار است ولی پسر گرمی دارست.

آن کس که توانگرت نمی گرداند
او مصلحت تو از تو بهتر داند

حکایت

عربی را دیدم در حلقه جوهریان بصره که حکایت همی کرد که وقتی در بیابانی راه گم کرده بودم و از زاد معنی چیزی با من نمانده بود و دل بر هلاک نهاده که همی ناگاه کیسه ای یافتم پر مروارید. هرگز آن ذوق و شادی فراموش نکنم که پنداشتم گندم بریان است ، باز آن تلخی و نومیدی که معلوم کردم که مروارید است .

در بیابان خشک و ریگ روان
تشنه را در دهان ، چه در چه صدف

مرد بی توشه کاو فتاد از پای
بر کمربند او چه زر، چه خزف

حکایت

همچنین در قاع بسیط مسافری گم شده بود و قوت و قوتش به آخر آمده و درمی چند بر میان داشت . بسیاری بگردید و ره به جایی نبرد ، پس به سختی هلاک شد . طایفه ای برسیدند و درمها دیدند پیش رویش نهاده و بر خاک نبشته :

گر همه زر جعفری دارد
مرد بی توشه برنگیرد کام
در بیابان فقیر سوخته را
شلغم پخته به که نقره خام

حکایت

هرگز از دور زمان نالیده بودم و روی از گردش آسمان درهم نکشیده مگر وقتی که پایم برهنه مانده بود و استطاعت پای پوشی نداشتم . به جامع کوفه درآمدم دلتنگ ، یکی را دیدم که پای نداشت . سپاس نعمت حق بجای آوردم و بر بی کفشی صبر کردم .

مرغ بریان به چشم مردم سیر
کمتر از برگ تره بر خوان است
و آنکه را دستگاه و قوت نیست
شلغم پخته مرغ بریان است

حکایت

یکی از ملوک با تنی چند از خاصان در شکارگاهی به زمستان از عمارت دور افتادند تا شب درآمد . خانه دهقانی دیدند . ملک گفت : شب آنجا رویم تا زحمت سرما نباشد . یکی از وزرا گفت : لایق قدر پادشاه نیست به خانه دهقانی التجا کردن ، هم اینجا خیمه زنیم و آتش کنیم . دهقان را خبر شد ، ماحضری ترتیب کرد و پیش آورد و زمین ببوسید و گفت : قدر بلند سلطان

نازل نشدی ولیکن نخواستند که قدر دهقان بلند گردد. سلطان را سخن گفتن او مطبوع آمد ، شبانگاه به منزل او نقل کردند ، بامدادانش خلعت نعمت فرمود . شنیدندش که قدمی چند در رکاب سلطان همی رفت و می گفت :

ز قدر و شوکت سلطان نگشت چیزی کم
از التفات به مهمانسرای دهقانی
کلاه گوشه دهقان به آفتاب رسد
که سایه بر سرش انداخت چون تو سلطانی

حکایت

بازرگانی را شنیدم که صد و پنجاه شتر بار داشت و چهل بنده خدمتکار. شبی در جزیره کیش مرا به حجره خویش آورد . همه شب نیازمند از سخنهای پریشان گفتن که فلان انبازم به ترکستان و فلان بضاعت به هندوستان است و این قباله فلان زمین است و فلان چیز را فلان ضمین . گاه گفتی : خاطر اسکندریه دارم که هوایی خوش است . باز گفتی : نه ، که دریای مغرب مشوش است ؛ سعدیا ، سفری دیگر در پیش است ، اگر آن کرده شود بقیت عمر خویب به گوشه بنشینم. گفتم : آن کدام سفرست ؟ گفت : گوگرد پارسی خواهم بردن به چین که شنیدم قیمتی عظیم دارد و از آنجا کاسه چینی به روم ارم و دیبای رومی به هند و فولاد هندی به حلب و آبگینه حلبی به یمن و برد یمانی به پارس و زان پس ترک تجارت کنم و به دکانی بنشینم. انصاف ، ازین ماخولیا چندان فرو گفت که بیش طاقت گفتنش نماند . گفت : ای سعدی ، تو هم سخنی بگوی از آنها که دیده ای و شنیده. گفتم :

آن شنیدستی که در اقصای غور
بار سالاری بیفتاد از ستور
گفت : چشم تنگ دنیادوست را
یا قناعت پر کند یا خاک گور

حکایت

مالداری را شنیدم که به بخل معروف بود که حاتم طایی در کرم . ظاهر حالش به نعمـت دنیـا آراسته و خست نفس جبلی در وی همچنان متمکن ، تا بجایی که نانی به جانی از دست نـدادی و گربه بوهریره را به لقمه ای نواختی و سگ اصحاب کهف را استخوانی نینداختی . فی الجملـه خانه او را کس ندیدی درگشاده و سفره او را سرگشاده .

درویش بجز بوی طعامش نشنیدی
مرغ از پس نان خوردن او ریزه نچیدی

شنیدم که به دریای مغرب اندر ، راه مصر را برگرفته بود و خیال فرعونی در سر ، حتی اذا ادرکـه الغرق ، بادی مخالف کشتی برآمد.

با طبع ملولت چه کند هر که نسازد؟
شرطه همه وقتی نبود لایق کشتی
دست تضرع چه سود بنده محتاج را؟
وقت دعا بر خدای ، وقت کرم در بغل
از زر و سیم ، راحتی برسان
خویشتن هم تمتعی برگیر
وآنگه این خانه کز تو خواهد ماند
خشتی از سیم و خشتی از زرگیر

آورده اند که در مصر اقارب درویش داشت ، به بقیت مال او توانگر شدند و جامه های کهـن بـه مرگ او بدریدند و خز و دمیاطی بریدند. هم در آن هفته یکی را دیدم از ایشان : بر بادپایی روان ، غلامی در پی دوان .

وه که گر مرده باز گردیدی
به میان قبیله و پیوند

رد میراث ، سخت تر بودی
وارثان را ز مرگ خویشاوند

به سابقه معرفتی که میان ما بود آستینش گرفتم و گفتم :

بخور، این نیک سیرت سره مرد
کان نگونبخت گرد کرد و نخورد

حکایت

صیادی ضعیف را ماهی قوی بدام افتاد . طاقت حفظ آن نداشت . ماهی بر او غالب امد و دام از دستش در ربود و برفت.

شد غلامی که آب جوی آرد
جوی آب آمد و غلام ببرد
دام هر بار ماهی آوردی
ماهی این بار رفت و دام ببرد

دیگر صیادان دریغ خوردند و ملامتش کردند که چنین صیدی در دامت افتاد و ندانستی نگاه داشتن . گفت : ای برادران ، چه توان کردن ؟ مرا روزی نبود و ماهی را همچنان روزی مانده بود . صیاد بی روزی در دجله نگیرد و ماهی بی اجل بر خشک نمیرد .

حکایت

دست و پا بریده ای هزارپایی بکشت . صاحبدلی بر او گذر کرد و گفت : سبحان الله ، با هزار پای که داشت چون اجلش فرا رسید از بی دست و پایی گریختن نتوانست .

چون آید ز پی دشمن جان ستان
ببندد اجل پای اسب دوان

در آن دم که دشمن پیاپی رسید
کمان کیانی نشاید کشید

حکایت

ابلهی دیدم سمین ، خلعتی ثمین بر بر و مرکبی تازی در زیر و قصبی مصری بر سر کسی گفت : سعدی چگونه همی بینی این دیبای معلم برین حیوان لایعلم ؟ گفتم :

قد شابه بالوری حمار
عجلا جسدا له خوار

یک خلقت زیبا به از هزار خلعت دیبا.

به آدمی نتوان گفت ماند این حیوان
مگر دراعه و دستار و نقش بیرونش
بگرد در همه اسباب و ملک و هستی او
که هیچ چیز نبینی حلال جز خونش

حکایت

دزدی گدایی را گفت شرم نداری که دست از برای جوی سیم پیش هر لئیم دراز می کنی ؟ گفت :

دست دراز از پی یک حبه سیم
به که ببرند به دانگی و نیم

حکایت

مشت زنی را حکایت کنند که از دهر مخالف بفغان آمده و حلق فراخ از دست تنگ بجان رسیده . شکایت پیش پدر برد و اجازت خواست که عزم سفر دارم مگر به قوت بازو دامن کامی فراچنگ آرم .

فضل و هنر ضایع است تا ننماید
عود بر آتش نهند و مشک بشایند

پدر گفت : ای پسر!خیال محال از سر بدر کن و پای قناعت در دامن سلامت کش که بزرگان گفته اند : دولت نه کوشیدن است ، چاره کم جوشیدن است .

کسی نتواند گرفت دامن دولت به زور
کوشش بی فایده است ، وسمه بر ابروی کور
اگر به هر مویت دو صد هنر باشد
هنر به کار نیاید چو بخت بد باشد

پسر گفت : ای پدر فوائد سفر بسیار است از نزهت خاطر و جر منافع و دیدن عجائب و شنیدن غرائب و تفرج بلدان و مجاورت خلان و تحصیل جاه و ادب و مزید مال و مکتسب و معرفت یاران و تجربت روزگاران چنانکه سالکان طریقت گتفه اند :

تا به دکان و خانه در گروی
هرگز ای خام ! آدم نشوی
برو اندر جهان تفرج کن
پیش از آن روز که ، کز جهان بروی

پدر گفت : ای پسر ، منافع سفر چنین که گفتی بی شمار است ولیکن مسلم پنج طایفه راست : نخست بازرگانی که با وجود نعمت و مکنت ، غلامان و کنیزان دارد دلاویز و شاگردان چابک . هر روزی به شهری و هر شب به مقامی و هر دم به تفرجگاهی از نعیم دنیا متمتع .

منعم به کوه و دشت و بیابان غریب نیست
هر جا که رفت خیمه زد و خوابگاه ساخت
آن را که بر مراد جهان نیست دسترس

در زاد و بوم خویش غریب است و ناشناخت

دومی عالمی که به منطق شیرین و قوت فصاحت و مایه بلاغت هر جا که رود به خدمت او اقدام نمایند و اکرام کنند .

وجود مردم دانا مثال زر طلی است
که هر کجا برود قدر و قیمتش دانند
بزرگ زاده نادان به شهر واماند
که در دیار غریبش به هیچ نستانند

سیم خوبریویی که درون صاحبدلان به مخالطت او میل کند که بزرگان گفته اند : اندکی جمال به از بسیاری مال و گویند روی زیبا مرهم دلهای خسته است و کلید درهای بسته لاجرم صحبت او را همه جای غنیمت شناسند و خدمتش منت دانند .

شاهد آنجا که رود، حرمت و عزت بیند
ور برانند به قهرش ، پدر و مادر خویش
پر طاووس در اوراق مصاحفدیدم
هر کجا پای نهد دست ندارندش پیش
چو در پسر موافقی و دلبری بود
اندیشه نیست گر پدر از وی بری بود
او گوهر است ، گو صدفش در جهان مباش
در یتیم را همه کس مشتری بود

چهارم خوش آوازی که به حنجره داوودی آب از جریان و مرغ از طیران باز دارد . پس بوسیلت این فضیلت دل مشتاقان صید کند و اربابی معنی به منادمت او رغبت نمایند و به انواع خدمت کنند .

چه خوش باشد آهنگ نرم حزین
به گوش حریفان مست صبوح
به از روی زیباست آواز خوش
که آن حظ نفس است و این قوت روح

یا کمینه پیشه وری که به سعی بازو کفافی حاصل کند تـا آبـروی از بهـر نـان ریختـه نگـردد ، چنانکه خردمندان گفته اند :

گر به غریبی رود از شهر خویش
سختی و محنت نبرد پنبه دوز
ور به خرابی فتد ار مملکت
گرسنه خفتد ملک نیم روز

چنین صفتها که بیان کردم ای فرزند در سفر موجب جمعیت خاطر ست و داعیه طیـب عـیش و آنکه ازین جمله بی بهره است به خیال باطل در جهان برود و دیگر کسش نام و نشان نشنود.

هر آنکه گردش گیتی به کین او برخاست
به غیر مصلحتش رهبری کند ایام
کبوتری که دگر آشیان نخواهد دید
قضا همی بردش تا به سوی دانه دام

پسر گفت : ای پدر ، قول حما را چگونه مخالفت کنیم که گفته اند : رزق ار چه مقسـوم اسـت ، به اسباب حصول تعلق شرط است و بلا اگر چه مقدور از ابواب دخول آن احتراز واجب .

رزق اگر چند بی گمان برسد
شرط عقل است جستن از درها
ورچه کس بی اجل نخواهد مرد

درین صورت که منم با پیل دمان بزنم و با شیر ژیان پنجه درافکنم . پس مصلحت آن است ای پدر که سفر کنم کزین پیش طاقت بینوایی نمی آرم.

چون مرد در فتاد ز جای و مقام خویش
دیگر چه غم خورد، همه آفاق جای او است
شب هر توانگری به سرایی همی روند
درویش هر کجا که شب آمد سرای او است

این بگفت و پدر را وداع کرد و همت خواست و روان شد و با خود همی گفت :

هنرور چو بختش نباشد به کام
به جایی رود کش ندانند نام

همچنین تا برسید به کنار آبی که سنگ از صلابت او بر سنگ همی آمد و خروش بـه فرسـنگ رفت .

سهمگین آبی که مرغابی در او ایمن نبود
کمترین اوج ، آسیا سنگ از کنارش در ربود

گروهی مردمان را دید هر یک به قراضه ای د رمعبر نشسته و رخت سفر بسته . جـوان را دسـت عطا بسته بود ، زبان ثنا برگشود . چندانکه زاری کرد یـاری نکردنـد . مـلاح بـی مـروت بخنـده برگردید و گفت :

زر نداری نتوان رفت به زور از دریا
زور ده مرده چه باشد، زر یک مرده بیار

جوان را دل از طعنه ملاح بهم آمد . خواست که ازو انتقام کشد ، کشته رفته بود . آواز داد و گفت : اگر بدین جامه که پوشیده دارم قناعت کنی دریغ نیست . ملاح طمع کرد و کشتی بازگردانید .

بدوزد شره دیده هوشمند
در آرد طمع ، مرغ و ماهی ببند

چندانکه ریش و گریبان به دست جوان افتاد به خود درکشید و ببی محابا کوفتن گرفت . یارش از کشتی بدر آمد تا پشتی کند ، همچنین درشتی دید و پشت بداد . جز این چاره نداشتند که با او به مصالحت گرایند و به اجرت مسامحت نمایند ، کل مداره صدقه .

چو پرخاش بینی تحمل بیار
که سهلی ببندد در کار زار
به شیرین زبانی و لطف و خوشی
توانی که پیلی به مویی کشی

به عذر ماضی در قدمش افتادند و بوسه ی چندی به نفاق بر سو چشمش دادند . پس به کشتی درآوردند و روان شدند . تا برسیدند به ستونی از عمارت یونان در آب ایستاده . ملاح گفت : کشتی را خلل هست ، یکی از شما که دلاور تر است باید که بدین ستون برود و خطام کشتی بگیرد تا عمارت کنیم . جوان بغرور دلاوری که در سر داشت از خصم دل آزرده نیندیشید و قول حکما که گفته اند : هر که را رنجی به دل رسانیدی اگر در عقب آن صد راحت برسانی از پاداش آن یک رنجش ایمن مباش که پیکان از جراحت بدر آید و آزار در دل بماند .

چو خوش گفت بکتاش با خیل تاش
چو دشمن خراشیدی ایمن مباش
مشو ایمن که تنگ دل گردی
چون ز دستت دلی به تنگ آید

سنگ بر باره حصار مزن
که بود از حصار سنگ آید

چندانکه مقود کشتی به ساعد برپیچید و بالای ستون رفت ، ملاح زمـام از کفـش درگسـلانید و کشتی براند. بیچاره متحیر بماند ، روزی دوبلا و محنـت کشـید و سـختی دیـد . سـیم خـوابش گریبان گرفت و به آب انداخت . بعد شبانروزی دگر برکنار افتاد از حیـاتش رمقـی مانـده . بـرگ درختان خوردن گرفت و بیخ گیاهان برآوردن تا اندکی قوت یافت . سـر دربیابـان نهـاد و همـی رفت تا تشنه و بی طاقت به سر به چاهی رسید ، قومی بر او گرد آمده و شربتی آب بـه پشـیزی همی آشامیدند. جوان را پشیزی نبود ، طلب کرد و بیچارگی نمود رحمت نیاوردند . دست تعـدی دراز کرد میسر نشد . بضرورت تنی چند را فرو کوفت ، مرداتن غلبه کردند و بـی محابـا بزدنـد و مجروح شد .

پشه چو پر شد بزند پیل را
با همه تندی و صلابت که او است ۲۹۷
مورچگان را چو بود اتفاق
شیر ژیان را بدرانند پوست

بحکم ضرورت در پی کاروانی افتاد و برفت . شبانگه برسیدند به مقامی که از دزدان پر خطر بود . کاروانیان را دید لرزه بر اندام اوفتاده و دل بر هلاک نهاده . گفت : اندیشه مدارید که منم درین میان که بتنها پنجاه مرد را جواب می دهم و دیگران جوانان هم یاری کنند . این بگفت و مـردم کاروان را به لاف او دل قوی گشت و به صحبتش شادمانی کردند و بـه زاد و آبـش دسـتگیری واجب دانستند . جوان را آتش معده بالا گرفته بود و عنان طاقت از دست رفته . لقمه ای چنـد از سر اشتها تناول کرد و دمی چنـد از آب در سـرش آشـامید تـا دیـو درونـش بیارمیـد و بخفـت . پیرمردی جهان دیده در آن میان بود ، گفت : ای یاران ، من ازیـن بدرقـه شـما اندیشـناکم نـه چندانکه از دزدان . چنانکه حکایت کنند که عربی را درمی چند گرد آمده بود و بشب از تشـویش لوریان در خانه تنها خوابش نمی برد . یکی از دوستان را پیش خود آورد . تا وحشت تنهـایی بـه دیدار او منصرف کند و شبی چند در صحبت او بود چندانکه بر درمهایش اطـلاع یافـت ، ببـرد و

بخورد و سفر کرد . بامدادان دیدند عرب را گریانن و عریان . گفتند : حال چیست مگر آن درمهای تو را دزد برد ؟ گفت : لا والله بدرقه برد.

هرگز ایمن ز مار ننشستم
که بدانستم آنچه خصلت او است
زخم دندان دشمنی بتر است
که نماید به چشم مردم دوست

چه می دانید؟ اگر این هم از جمله دزدان باشد که بعغیاری در میان ما تعبیه شده است . تا به وقت فرصت یارا ن را خبر دهد . مصلحت آن بینم که مر او را خفته بمانیم و برانیم . جوانان را تدبیر پیر استوار آمد و مهابتی از مشت زن در دل گرفتند و رخت برداشتند و جوان را خفته بگذاشتند . آنگه خبر یافت که آفتاب در کف تافت . سر برآورد و کاروان رفته دید. بیچاره بسی بگردید و ره بجایی نبرد . تشنه و بینوا روی بر خاک و دل بر هلاک نهاده همی گفت :

درشتی کند با غریبان کسی
که نابود باشد به غربت بسی

مسکین درین سخن بود که پادشه پسری بصید از لشکریان دور افتاده بود ، بالای سرش ایستاده همی شنید و در هیاتش نگه می کرد. صورت ظاهرش پاکیزه و صورت حالش پریشان . پرسید : از کجایی وبدین جایگه چون افتادی ؟ برخی از آنچه بر سر او رفته بود اعادت کرد . ملک زاده را بر حال تباه او رحمت آمد ، خلعت و نعمت داد و معتمدی با وی فرستاد تا به شهر خویش آمد . پدر به دیدار او شادمانی کرد و بر سلامت حالش شکر گفت . شبانگه ز آنچه بر سر او گذشته بود از حالت کشتی و جور ملاح و روستایان بر سر چاه و غدر کاروانیان با پدر می گفت . پد رگفت : ای پسر ، نگفتمت هنگام رفتن که تهیدستان را دست دلیری بسته است و پنجه شیری شکسته؟

چو خوش گفت آن تهی دست سلحشور
جوی زر بهتر از پنجاه من زور

پسر گفت : ای پدر هر آینه تا رنج نبری گنج نبری و تا جان در خطر ننهی بر دشمن ظفر نیـابی و تا دانه پریشان نکنی خرمن برنگیری. نبینی به اندک مایه رنجی که بردم چه تحصـیل راحـت کردم و به نیشی که خوردم چه مایه عسل آوردم.

گرچه بیرون ز رزق نتوان خورد
در طلب کاهلی نشاید کرد
غواص اگر اندیشه کند کام نهنگ
هرگز نکند در گرانمایه به چنگ

آسیا سنگ زیرین متحرک نیست لاجرم تحمل بار گران همی کند.

چو خورد شیر شرزه در بن غار؟
باز افتاده را چه قوت بود
تا تو در خانه صید خواهی کرد
دست و پایت چو عنکبوت بود

پدر گفت : ای پسر ، تو را درین نوبت فلک یاوری کرد و اقبال رهبری که صاحب دولتـی در تـو رسید و بر تو ببخشایید و کسر حالت را به تفقدی جبر کرد و چنین اتفاق نادر افتد و بر نادر حکم نتوان کرد . زنهار تا بدین طمع دگر باره گرد ولع نگردی .

صیاد نه هر بار شگالی ببرد
افتد که یکی روز پلنگی بخورد

چنانکه یکی از ملوک پارس نگینی گرانمایه بر انگشتری بود . باری بحکم تفرج با تنـی چنـد از خاصان به مصلای شیراز برون رفت . فرمود تا انگشتری را بر گنبد عضد نصب کردند تا هر کـه تیر از حلقه انگشتری بگذراند خاتم او را باشد . اتفاقا چهارصد حکم انداز که در خـدمت او بودنـد جمله خطا کردند مگر کودکی بر بام رباطی که به بازیچه تیر از هر طرفی می انداخت . باد صـبا

تیر او را به حلقه انگشتری در بگذرانید . و خلعت و نعمت یافت و خاتم بـه وی ارزانـی داشـتند . پسر تیر و کمان را بسوخت. گفتند : چرا کردی ؟ گفت : تا رونق نخستین بر جای بماند .

گه بود از حکیم روشن رایی
بر نیاید درست تدبیری
گاه باشد که کودکی نادان
به غلط بر هدف زند تیری

حکایت

درویشی را شنیدم که به غاری در نشسته بود و در به روی از جهانیان بسته و ملـوک و اغنیـا را درچشم همت او شوکت و هیبت نمانده .

هر که بر خود در سوال گشود
تا بمیرد نیازمند بود
آز بگذار و پادشاهی کن
گردن بی طمع بلند بود

یکی از ملوک آن طرف اشارت کرد که توقع به کرم اخلاق مردان چنین است که به نمک با مـا موافقت کنند . شیخ رضا داد . بحکم آنکه اجابت دعوت سنت است. دیگر روز ملک بعذر قـدمش رفت . عابد از جای برجست و در کنارش قرار گرفت و تلطف کرد و ثنا گفت. چو غایب شد یکی ا زاصحاب پرسید شیخ را که چندین ملاطفت امروز با پادشه که تو کرد ی خلاف عـادت بـود و دیگر ندیدیم . گفت : نشنیده ای که گفته اند :

هر که را بر سماط بنشستی
واجب آمد به خدمتش برخاست
گوش تواند که همه عمر وی
نشنود آواز دف و چنگ و نی

دیده شکیبد ز تماشای باغ
بی گل و نسرین به سر آرد دماغ
ور نبود بالش آگنده پر
خواب توان کرد خزف زیر سر
ور نبود دلبر همخوابه پیش
دست توان کرد در آغوش خویش
وین شکم بی هنر پیچ پیچ
صبر ندارد که بسازد به هیچ

باب چهارم : در فواید خاموشی

حکایت

یکی را از دوستان گفتم : امتناع سخن گفتنم بعلت آن اختیار آمده است در غالب اوقات که در سخن نیک و بد اتفاق افتد و دیده دشمنان جز بر بدی نمی آید . گفت : دشمن آن به که نیکی نبیند .

هنر به چشم عداوت ، بزرگتر عیب است
گل است سعدی و در چشم دشمنان خار است
نور گیتی فروز چشمه هور
زشت باشد به چشم موشک کور

حکایت

بازرگانی را هزار دینار خسارت افتاد . پسر را گفت : نباید که این سخن با کسی درمیان نهی . گفت : ای پدر ، فرمان توراست ، نگویم ولی مرا بر فایده این مطلع گردانی که مصلحت در نهان داشتن چیست ؟ گفت : تا مصیبت دو نشود یکی نقصان مایه و دیگر شماتت همسایه.

مگوی انده خویش با دشمنان
که لا حول گویند شادی کنان

حکایت

جوانی خردمند از فنون فضایل حظی وافر داشت و طبعی نافر ، چندانکه در محافل دانشمندان نشستی زبان سخن ببستی . باری پدرش گفت : ای پسر ، تو نیز آنچه دانی بگوی . گفت : ترسم که بپرسند از آنچه ندانم و شرمساری برم.

نشنیدی که صوفیی می کوفت
زیر نعلین خویش میخی چند؟

آستینش گرفت سرهنگی
که بیا نعل بر ستورم بند

حکایت

عالمی معتبر را مناظره افتاد با یکی از ملاحده لعنهم الله علی حده و به حجت با او بس نیامد ، سپر بینداخت و برگشت . کسی گفتش تو را با چندین فضل و ادب که داری با بی دینی حجت نماند ؟ گفت : علم من قرآن است و حدیث و گفتار مشایخ و او بدینها معقد نیست و نمی شنود . مرا شنیدن کفر او به چه کار آید .

آن کس که به قرآن و خبر زو نرهی
آنست جوابش که جوابش ندهی

حکایت

یک روز جالینوس ابلهی را دید دست در گریبان دانشمندی زده و بی حرمتی همی کرد . گفت : اگر این نادان نبودی کار وی با نادانان بدینجا نرسیدی .

دو عاقل را نباشد کین و پیکار
نه دانایی ستیزد با سبکسار
اگر نادان به وحشت سخت گوید
خردمندش به نرمی دل بجوید
دو صاحبدل نگهدارند مویی
همیدون سرکشی ، آزرم جویی
و گر بر هر دو جانب جاهلانند
اگر زنجیر باشد بگسلانند
یکی را زشتخویی داد دشنام
تحمل کرد و گفت ای خوب فرجام
بتر زانم که خواهی گفتن آنی

که دانم عیب من چون من ندانی

حکایت

یکی از حکما را شنیدم که می گفت : هرگز کسی به جهل خویش اقرار نکرده است مگر آ«کسی که چون دیگری در سخن باشد همچنان ناتمام گفته سخن آغاز کند .

سخن را سر است ای خداوند و بن
میاور سخن در میان سخن
خداوند تدبیر و فرهنگ و هوش
نگوید سخن تا نبیند خموش

حکایت

تنی چند از بندگان محمود گفتند حسن میمندی را که سلطان امروز تـو را چـه گفـت در فـلان مصلحت ؟ گفت : بر شما هم پوشیده نباشد . گفتند : آنچه با تو گوید به امثال ما گفتن روا نـدارد . گتف : به اعتماد آنکه داند که نگویم ، پس چرا همی پرسید؟

نه سخن که برآید بگوید اهل شناخت
به سر شاه سر خویشتن نباید باخت

حکایت

در عقد بیع سرایی متردد بود م . جهودی گفت : آخر من از کدخدایان این محلـتم وصـف ایـن خانه چنانکه هست از من پرس ، بخر که هیتچ عیبی ندارد . گفتم : بجز آنکه تو همسایه منی .

خانه ام را که چون تو همسایه است
ده درم سیم بد عیار ارزد
لکن امیدوارم باید بود
که پس از مرگ تو هزار ارزد

حکایت

شاعری پیش امیر دزدان رفت و ثنایی بر او بگفت . فرمود تا جامه ازو برکنند و از ده بدر کننـد. مسکن برهنه به سرما همی رفت.. سگان در قفای وی افتادند . خواست تا سنگی بردارد و سگان را دفع کند ، در زمین یخ گرفته بود ، عاجز شد ، گتـف : ایـن چـه حرامـزاده مردماننـد، سـگ را گشاده اند و سنگ را بسته . امیر از غرفه بدید و بشـنید و بخندیـد ، گفـت : ای حکـیم ، از مـن چیزی بخواه . گفت : جامه خود را می خواهم اگر انعام فرمایی . رضینا من نوالک بالرحیل.

امیدوار بود آدمی به خیر کسان
مرا به خیر تو امید نیست ، شر مرسان

سالار دزدان را رحمت بروی آمد و جامه باز فرمود و قبا پوستینی برو مزید کرد و درمی چند.

حکایت

منجمی به خانه درآمد ، یکی مرد بیگانه را دید با زن او بهم نشسته . دشنام و سقط گفت و فتنه و آشوب برخاست . صاحبدلی که برین واقف بود گفت:

تو بر اوج فلک چه دانی چیست ؟
که ندانی که در سرایت کیست ؟!

حکایت

خطیبی کریه الصوت خود را خوش آواز پنداشتی و فریاد بیهده برداشـتی . گفتـی نعیـب غـراب البین در پرده الحان است یا آیت انکر الاصوات لصوت الحمیر در شان او .
مردم قریه بعلت جاهی که داشت بلیتش می کشیدند و اذیتش را مصلحت نمی دیدند تا یکـی از خطبای آن اقلیم که با او عداوتی نهانی داشت باری بپرسش آمده بودش . گفـت : تـو را خـوابی دیده ام ، خیر باد . گفتا : چه دیدی ؟ گفت : چنان دیدم که تو را آواز خوش بـودی و مردمـان از انفاس تو در را حت . خطیب اندرین لختی بیندیشید و گفت : این مبارک خواب اسـت کـه ددی

که مرا بر عیب خود واقف گردانیدی ، معلوم شد که آواز ناخوش دارم و خلق از بلند خواندن مـن در رنج ، تو کردم کزین پس خطبه نگویم مگر بآهستگی.

از صحبت دوستی برنجم
کاخلاق بدم حسن نماید
عیبم هنر و کمال بیند
خارم گل و یاسمن نماید
کو دشمن شوخ چشم ناپاک
تا عیب مرا به من نماید

حکایت

شخصی در مسجد سنجار بتطوع گفتی به ادایی کـه مسـتمعان را ازو نفـرت بـودی و صـاحب مسجد امیری بود عادل ، نیک سیرت ، نمی خواستش که دل آزرده گردد، گفت : ای جـوانمرد ، این مسجد را موذنانند قدیم هر یکی را پنج دینار مرتب داشته ام تو را ده دینار می دهم تا جـایی دیگر بروی . برین قول اتفاق کردند و برفت. پس از مدتی درگذری پیش امیر بازآمد . گفت : ای خداوند ، برمن حیف کردی که به ده دینار از آن بقعه بدر کردی که اینجا که رفته بیست دینـارم همی دهد تا جای دیگر روم و قبول نمی کنم . امیر از خنده بی خود گشـت و گفـت : زنهـار تـا نستانی که به پنجاه راضی گردند.

به تیشه کس نخراشد ز روی خارا گل
چنانکه بانگ درشت تو می خراشد دل

حکایت

ناخوش آوازی به بانگ بلند قرآن همی خواند . صاحبدلی بر او بگذشت گفـت : تـو را مشـاهره چندست ؟ گفت : هیچ . گفت : پس این زحمت خود چندان چرا همی دهی ؟ گفت : از بهر خـدا می خوانم . گفت : از بهر خدا مخوان .

گر تو قرآن بدین نمط خوانی
ببری رونق مسلمانی

باب پنجم : در عشق و جوانی

حکایت

حسن میمندی را گفتند سلطان محمود چندین بنده صاحب جمال دارد که هر یکی بدیع جهانی اند ، چگونه افتاده است که با هیچ یک از ایشان میل و محبتی ندارد چنانکه با ایاز که حسنی زیادتی ندارد ؟ گفت : هر چه به دل فرو آید در دیده نکو نماید .

هر که سلطان مرید او باشد
گر همه بد کند، نکو باشد
وآنکه را پادشه بیندازد
کسش از خیل خانه ننوازد۳۲۷
کسی به دیده انکار گر نگاه کند
نشان صورت یوسف دهد به ناخوبی
و گر به چشم ارادت نگه کنی در دیو
فرشته ایت نماید به چشم کروبی

حکایت

گویند خواجه ای را بنده ای نادرالحسن بود و با وی سبیل مودت و دیانت نظری داشت . بایکی از دوستان گفت : دریغ این بنده با حسن و شمایلی که دارد اگر زبان درازی و بی ادبی نکردی. گفت : برادر ، چو اقرار دوستی کردی توقع خدمت مدار که چون عاشق و معشوقی در میان آمد مالک و مملوک برخاست .

خواجه با بنده پری رخسار
چون درآمد به بازی و خنده
نه عجب کو چو خواجه حکم کند
وین کشد بار ناز چون بنده

حکایت

پارسایی را دیدم به محبت شخصی گرفتار ، نه طاقت صبر و نه یـارای گفتـار. چندانکـه ملامـت دیدی و غرامت کشیدی ترک تصابی نگفتی و گفتی :

کوته نکنم ز دامنت دست
ور خود بزنی به تیغ تیزم
بعد از تو ملاذ و ملجاءیی نیست
هم در تو گریزم ، ار گریزم

باری ملامتش کردم و گفتم : عقل نفیست را چه شد تا نفس خسیس غالب آمد ؟ زمانی بفکـرت فرو رفت و گفت که

هر کجا سلطان عشق آمد، نماند
قوت بازوی تقوا را محل
پاکدامن چون زید بیچاره ای
اوفتاده تا گریبان در وحل

حکایت

یکی را دل از دست رفته بود و ترک جـان کـرده و مطمـح نظـرش جـایی خطرنـاک و مظنـه هلاک. نه لقمه ای که مصور شدی که به کام آید یا مرغی که به دام افتد .

چو در چشم شاهد نیاید زرت
زر و خاک یکسان نماید برت

باری بنصیحتش گفتند : ازین خیال محال تجنب کن که خلقی هم بـدین هـوس کـه تـو داری اسیرند و پای در زنجیر . بنالید و گفت :

دوستان گو نصیحتم مکنید
که مرا دیده بر ارادت او است
جنگجویان به زور و پنجه و کتف
دشمنان را کشند و خوبان دوست

شرط مودت نباشد به اندیشه جان ، دل از مهر جانان برگرفتن.

تو که در بند خویشتن باشی
عشق باز دروغ زن باشی
گر نشاید به دوست ره بردن
شرط یاری است در طلب مردن
گر دست رسد که آستینش گیرم
ورنه بروم بر آستانش میرم

متعلقان را که نظر در کار او بود و شفقت به روزگار او ، پندش دادند و بندش نهادند و سودی نکرد.

دردا که طبیب ، صبر می فرماید
وی نفس حریص را شکر می باید
آن شنیدی که شاهدی بنهفت
با دل از دست رفته ای می گفت
تا تو را قدر خویشتن باشد
پیش چشمت چه قدر من باشد؟

آورده اند که مر آن پادشه زاده که مملوح نظر او بود خبر کردند که جوانی بر سر این میدان مداومت می نماید خوش طبع و شیرین زبان و سخنهای لطیف می گوید و نکته های بدیع ازو می شنوند و چنین معلوم همی شود که دل آشفته است و شوری در سر دارد . پسر دانست که

دل آویخته اوست و این گرد بلا انگیخته او . مرکب به جانب او راند . چون دیـد کـه نزدیـک او عزم دارد . بگریست و گفت :

آن کس که مرا بکشت باز آمد پیش
مانا که دلش بسوخت بر کشته خویش

چندان که ملاطفت کرد و پرسیدش از کجایی و چه نامی و چه صنعت دانی ، در قعر بحر مودت چنان غریق بود که مجال نفس نداشت .

اگر خود هفت سبع از بر بخوانی
چو آشفتی الف ب ت ندانی

گفتا : سخنی با من چرا نگویی که هم از حلقه درویشانم بل که حلقه به گوش ایشانم . آنگه بـه قوت استیناس محبوب از میان تلاطم محبت سر برآورد و گفت :

عجب است با وجودت که وجود من بماند
تو به گفتن اندر آیی و مرا سخن بماند!!

این بگفت و نعره ای زد و جان به جان آفرین تسلیم کرد.

عجب از کشته نباشد به در خیمه دوست
عجب از زنده که چون جان به در آورد سلیم ؟

حکایت

یکی از متعلمان کمال بهجتی بود و معلم از آنجا که حس بشریت است با حسن بشره او معاملتی داشت و وقتی به خلوتش دریافتی گفتی :

نه آنچنان به تو مشغولم ای بهشتی روی
که یاد خویشتنم در ضمیر می آید
ز دیدنت نتوانم که دیده در بندم
و گر مقابله بینم که تیر می آید

باری پسر گفت : آنچنان که در اداب درس من نظری می فرمایی در آداب نفسم نیز تامل فرمای تا اگر در اخلاق من ناپسندی بینی که مرا آن پسند همی نماید بر آن م اطلاع فرمایی تا به تبدیل آن سعی کنم . گفت : ای پسر ، این سخن از دیگری پرس که آن نظر که مرا با تو است جز هر نمی بینم .

چشم بداندیش که بر کنده باد
عیب نماید هنرش در نظر
ور هنری داری و هفتاد عیب
دوست نبیند بجز آن یک هنر

حکایت

شبی یاد دارم که یاری عزیز از در درآمد . چنان بی خود از جای برجستم که چراغم به آستین کشته شد .

سری طیف من یجلو بطلعته الدجی
شگفت آمد از بختم که این دولت از کجا؟

نشست و عتاب آغاز کرد که مرا در حال بدیدی چراغ بکشتی به چه معنی ؟ گفتم : به دو معنی : یکی اینکه گمان بردم که آفتاب برآمد و دیگر آنکه این بیتم به خاطر بود .

چون گرانی به پیش شمع آید
خیزش اندر میان جمع بکش
ور شکر خنده ای است شیرین لب
آستینش بگیر و شمع بکش

حکایت

یکی دوستی را که زمانها ندیده بود گفت : کجایی که مشتاق بوده ام . گفت : مشتاقی بـه کـه ملولی.

دیر آمدی ای نگار سرمست
زودت ندهیم دامن از دست
معشوقه که دیر دیر بینند
آخر کم از آنکه سیر بینند؟
به یک نفس که برآمیخت یار با اغیار
بسی نماند که غیرت ، وجود من بکشد
به خنده گفت که من شمع جمعم ای سعدی
مرا از آن چه که پروانه خویشتن بکشد؟

بی اعتنایی یار، آسانتر از محرومیت از دیدارش

دانشمندی را دیدم به کسی مبتلا شده و رازش برملا افتاده . جور فراوان بـردی و تحمـل بـی کران کردی. باری بلاطفتش گفتم : دانم که تو را در مودت این منظور علتی و بنای محبـت بـر زلتی نیست . با وجود چنین معنی ، لایق قدر علما نباشد خود را متهم گردانیدن و جور بی ادبـان بردن. گفت : ای یار ، دست عتاب از دامن روزگارم بدار ، بارها درین مصلحت که تو بینی اندیشه کردم و صبر بر جفای او سهل تر آید همی که صبر از دیدن او و حکما گویند : دل بـر مجاهـده نهادن آسانتر ست که چشم از مشاهده برگرفتن.

هر که بی او به سر نشاید برد
گر جفایی کند بباید برد
روزی ، از دست گفتمش زنهار
چند از آن روز گفتم استغفار
نکند دوست زینهار از دوست
دل نهادم بر آنچه خاطر اوست

گر بلطفم به نزد خود خواند
ور به قهرم براند او داند

حکایت

در عنفوان جوانی چنانکه افتد و دانی با شاهدی سر و سری داشـتم بحکـم آنکـه حلقـی داشـت طیب الادا و خلقی کالبدر اذا بدا.

آنکه نبات عارضش آب حیات می خورد
در شکرش نگه کند هر که نبات می خورد

اتفاقا بخلاف طبع از وی حرکتی بدیدم که نپسندیدم . دامـن ا زو درکشـیدم و مهـره برچیـدم و گفتم :

برو هر چه می بایدت پیش گیر
سر ما نداری سر خویش گیر

شنیدم می رفت و می گفت :

شب پره گر وصل آفتاب نخواهد
رونق بازار آفتاب نکاهد

این بگفت و سفر کرد و پریشانی او در من اثر کرد.

بازی آی و مرا بکش که پیشت مردن
خوشتر که پس از تو زندگانی کردن

اما به شکر و منت باری ، پس از مدتی بازآمد. ان حلق داوودی متغیر شده و جمال یوسفی به زیان آمده و بر سیب زنخدانش چون به گردی نشسته و رونق بازارش شکسته . متوقع که در کنارش گیرم ، کناره گرفتم و گفتم :

آن روز که خط شاهدت بود
صاحب نظر از نظر براندی
امروز بیامدی به صلحش
کش ضمه و فتحه بر نشاندی
تازه بهارا! ورقت زرد شد
دیگ منه کآتش ما سرد شد
چند خرامی و تکبر کنی
دولت پارینه ۳۴۹ تصور کنی ؟
پیش کسی رو که طلبکار تو است
ناز بر آن کن که خریدار تو است
سبزه در باغ گفته اند خوش است
داند آن کس که این سخن گوید
یعنی از روی نیکوان خط سبز
دل عشاق بیشتر جوید
بوستان تو گند نازایست
بس که بر می کنی و می روید
گر صبر کنی ور نکنی موی بناگوش
این دولت ایام نکویی به سر آید
گر دست به جان داشتمی همچو تو بر ریش
نگذاشتمی تا به قیامت که برآید
سؤ ال کردم و گفتم : جمال روی تو را
چه شد که مورچه بر گرد ماه جوشیده است ؟
جواب داد ندانم چه بود رویم را

مگر به ماتم حسنم سیاه پوشیده است

حکایت

یکی را پرسیدند از مستعربان بغداد ، ما تقول فی المرد ؟ گفت : لاخیر فیهم مادام احد هم لطیفا یتخاشن فاذا خشن یتلاطف ، یعنی چندانکه خوب و لطیف و نازک اندام است درشتی کنی و سختی چون سخت و درشت شد چنانکه بکاری نیاید تلطف کند و درشتی نماید.

امرد آنگه که خوب و شیرین است
تلخ گفتار و تند خوی بود
چون به ریش آمد و به لعنت شد
مردم آمیر و مهرجوی بود

حکایت

یکی از علما را پرسیدند که یکی با ماه روییست در خلوت نشسته و درها بسته و رقیبان خفته و نفس طالب و شهوت غالب ، چنانکه عرب گوید : التمر یانع والناطور غیر مانع . هیچ باشد که به قوت پرهیزگاری ازو بسلامت بماند ؟ گفت : اگر از مه رویان بسلامت بماند از بدگویان نماند .

شاید پس کار خویشتن بنشستن
لیکن نتوان زبان مردم بستن

حکایت

طوطیی با زاغ در قفس کردند و از قبح مشاهده او مجاهده می برد و می گفت : این چه طلعت مکروه است و هیات ممقوت و منظر ملعون و شمایل ناموزون ؟ یا غراب البین ، یا لیت بینی ، و بینک بعد المشرقین .

علی الصباح به روی تو هر که برخیزد
صباح روز سلامت بر او مسا باشد

به اختری چو تو در صحبت بایستی
ولی چنین که تویی در جهان کجا باشد؟

عجب آنکه غراب از مجاورت طوی هم بجان آمده بود و ملول شـده ، لاحـول کنـان از گـردش گیتی همی نالید و دستهای تغابن بر یکدیگر همی مالید که این چه بخت نگـون اسـت و طـالع دون و ایام بوقلمون ، لایق قدر من آنستی که بازاغی به دیوار باغی بر خرامان همی رفتمی .

پارسا را بس این قدر زندان
که بود هم طویله رندان

بلی تا چه کردم که روزگارم بعقوبت آن در سلک صحبت چنین ابلهی خودرای ، نـاجنس ، خیـره درای ، به چنین بند بلا مبتلا گردانیده است ؟

کس نیاید به پای دیواری
که بر آن صورتت نگار کنند
گر تو را در بهشت باشد جای
دیگران دوزخ اختیار کنند

این ضرب المثل بدان آوردم تا بدانی که صد چندان که دانا را از نادان نفرت است نادان را از دانا وحشت است.

زاهدی در سماع رندان بود
زان میان گفت شاهدی بلخی
گر ملولی ز ما ترش منشین
که تو هم در میان ما تلخی
جمعی چو گل و لاله به هم پیوسته
تو هیزم خشک در میانی رسته

چون باد مخالف و چو سرما ناخوش
چون برف نشسته ای و چون یخ بسته

حکایت

رفیقی داشتم که سالها با هم سفر کرده بودیم و نمک خورده و بی کران حقـوق صـحبت ثابـت شده . آخر بسبب نفعی اندک آزار خاطر من روا داشت و دوستی سپری شد و این همـه از هـر دو طرف دلبستگی بود که شنیدم روزی دوبیت از سخنان من در مجمعی همی گفت :

نگار من چو در آید به خنده نمکین
نمک زیاده کند بر جراحت ریشان
چه بودی ار سر زلفش به دستم افتادی
چو آستین کریمان به دست درویشان

طایفه درویشان بر لطف این سخن نه که بر حسن سیرت خویش آفـرین بردنـد و او هـم دریـن جمله مبالغه کرده بود و بر فوت صحبت تاسف خورده و به خطای خویش اعتراف نموده . معلـوم کردم که از طرف او هم رغبتی هست . این بیتها فرستادم و صلح کردیم.

نه ما را در میان عهد و وفا بود
جفا کردی و بد عهدی نمودی ؟
به یک بار از جهان دل در تو بستم
ندانستم که برگردی به زودی
هنوز گر سر صلح است بازآی
کز آن مقبولتر باشی که بودی

حکایت

یکی را زنی صاحب جمال جوان درگذشت و مادر زن فرتوت بعلت کابین در خانه متمکن بماند و مرد از محاورت او بجان رنجیدی و از مجاورت او چاره ندیدی تا گروهی آشنایان بـه پرسـیدن آمدندش .

یکی گفتا : چگونه ای در مفارقت یار عزیز ؟ گفت : نادیدن زن بر من چنان دشخوار نیسـت کـه دیدن مادر زن .

گل به تاراج رفت و خار بماند
گنج برداشتند و مار بماند
دیده بر تارک سنان دیدن
خوشتر از روی دشمنان دیدن
واجب است از هزار دوست برید
تا یکی دشمنت نباید دید

حکایت

یاد دارم که در ایام جوانی گذر داشتم . به کویی و نظر با رویی در تمـوزی کـه حـرورش دهـان بخوشانیدی و سمومش مغز استخوان بجوشانیدی ، از ضعف بشریت تاب آفتاب هجیر نیـاوردم و التجا به سایه دیواری کردم ، مترقب که کسی حر تموز از من به برد آبی فرونشاند که همی ناگاه از ظلمت دهلیز خانه ای روشنی بتافت ، یعنی جمالی که زبان فصاحت از بیان صـباحت او عـاجز آید ، چنانکه در شب تاری صبح برآید یا آب حیات از ظلمات بدر آید ، قدحی بر فاب بر دسـت و شکر د رآن ریخته و به عرق برآمیخته . ندانم به گلابش مطیب کرده بود یا قطره ای چند از گل رویش در آن چکیده . فی الجمله ، شراب از دست نگارینش برگـرفتم و بخـوردم و عمـر از سـر گرفتم .

خرم آن فرخنده طالع را که چشم
بر چنین روی اوفتد هر بامداد
مست بیدار گردد نیم شب

مست ساقی روز محشر بامداد

حکایت

در سالی محمد خوارزمشاه ، رحمه الله علیه با ختا برای مصلحتی صلح اختیار کـرد . بـه جـامع کاشغر درآمدم ، پسری دیدم نحوی بغایت اعتدال و نهایت جمال چنانکه در امثال او گویند.

معلمت همه شوخی و دلبری آموخت
جفا و عتاب و ستمگری آموخت
من آدمی به چنین شکل و خوی و قد و روش
ندیده ام مگر این شیوه از پری آموخت

مقدمه نحو زمخشری در دست داشت و همی خواند : ضرب زید عمروا و کان المتعـدی عمـروا . گتفم : ای پسر ، خوارزم و ختا صلح کردند و زید و عمرو را همچنان خصومت باقیست ؟ بخندید و مولدم پرسید. گفتم : خاک شیراز . گفت : از سخنان سعدی چه داری ؟ گفتم :

بلیت بنحوی یصول مغاضبا
علی کزید فی مقابله العمرو
علی جر ذیل یرفع راسه
و هل یستقیم الرفع من عامل الجر

لختی به اندیشه فرو رفت و گفت : غالب اشعار او درین زمین به زبـان پارسیسـت ، اگـر بگـویی بفهم نزدیکتر باشد . کلم االناس علی قدر عقولهم. گفتم :

طبع تو را تا هوس نحو کرد
صورت صبر از دل ما محو کرد
ای دل عشاق به دام تو صید
ما به تو مشغول تو با عمرو و زید

بامدادان که عزم سفر مصمم شد ، گفته بودندش که فلان سعدیست. دوان آمد و تلطف کرد و تاسف خورد که چندین مدت چرا نگفتی که منم تا شکر قدوم بزرگان را میان بخدمت ببستمی .گفتم : با وجودت زمن آواز نیاید که منم. گفتا : چه شود گر درین خطه چندین بر آسایی تا بخدمت مستفید گردیم؟ گفتم : نتوانم بحکم این حکایت :

بزرگی دیدم اندر کوهساری
قناعت کرده از دنیا به غاری
چرا گفتم : به شهر اندر نیایی
که باری ، بندی از دل برگشایی
بگفت : آنجا پریرویان نغزند
چو گل بسیار شد پیلان بلغزند

این را بگفتم و بوسه بر سر و روی یکدیگر دادیم و وداع کردیم.

بوسه دادن به روی دوست چه سود؟
هم در این لحظه کردنش به درود
سیب گویی وداع بستان کرد
روی از این نیمه سرخ ، و زان سو زرد

حکایت

خرقه پوشی در کاروان حجاز همراه ما بود . یکی از امرای عرب مر او را صد دینار بخشیده تا قربان کند . دزدان خفا جه ناگاه برکاروان زدند و پاک ببردند. بازرگانان گریه و زاری کردن گرفتند . و فریاد بی فایده خواندن .

گر تضرع کنی و گر فریاد
دزد، زر باز پس نخواهد داد

مگر آن درویش صالح که بر قرار خویش مانده بود و تغیر در او نیامده . گفتم : مگر معلـوم تـو را دزد نبرد ؟ گفت : بلی بردند ولیکن مرا با آن الفتی چنان نبود که به وقـت مفارقـت خسـته دلـی باشد.

نباید بستن اندر چیز و کس دل
که دل برداشتن کاری است مشکل

گفتم : مناسب حال من است اینچه گفتی که مرا در عهد جوانی با جوانی اتفاق مخالطـت بـود و صدق مودت تا بجایی که قبله چشمم جمال او بودی و سود سرمایه عمرم وصال او .

مگر ملائکه بر آسمان ، و گرنه بشر
به حسن صورت او در زمین نخواهد بود

ناگهی پای وجودش به گل اجل فرو رفت و دود فراق از دودمانش برآمد. روزها بـر سـر خـاکش مجاورت کردم وز جمله که بر فراق او گفتم :

کاش کان روز که در پای تو شد خار اجل
دست گیتی بزدی تیغ هلاکم بر سر
تا در این روز، جهان بی تو ندیدی چشمم
این منم بر سر خاک تو که خاکم بر سر
آنکه قرارش نگرفتی و خواب
تا گل و نسرین نفشاندی نخست
گردش گیتی گل رویش بریخت
خار بنان بر سر خاکش برست

بعد از مفارقتش عزم کردم و نیت جزم که بقیت زندگانی فرش هوس درنوردم و گـرد مجالسـت نگردم .

حکایت

یکی را از ملوک عرب حدیث مجنون و لیلی و شورش حال او بگفتند که با کمال فضل و بلاغت سر در بیابان نهاده است و زمام عقل از دست داده . بفرمودش تا حاضر آوردند و ملامت کردن گرفت که در شرف نفس انسان چه خلل دیدی که خوی بهایم گرفتی و ترک عشرت مردم گفتی؟ گفت :

کاش آنانکه عیب من جستند
رویت ای دلستان ، بدیدنی
تا به جای ترنج در نظرت
بی خبر دستها بریدندی

تا حقیقت معنی بر صورت دعوی گواه آمدی . فذلکن الذی لمتننی فیه . ملک را در دل آمد جمال لیلی مطالعه کردن تا چه صورت است موجب چندین فتنه ، بفرمودش طلب کردن . در احیاء عرب بگردیدند و بدست آوردند و پیش ملک در صحن سراچه بداشتند . ملک در هیات او نظر کرد ، شخصی دید سیه فام ، باریک اندام . در نظرش حقیر آمد ، بحکم آنکه کمترین خدام حرم او بجمال ازو در پیش بودند و بزینت بیش . مجنون بفراست دریافت ، گفت : از دریچه چشم مجنون باید در جمال لیلی نظر کردن تا سر مشاهده او بر تو تجلی کند.

تندر ستانرا نباشد درد ریش
جز به هم دردی نگویم درد خویش
گفتن از زنبور بی حاصل بود
با یکی در عمر خود ناخورده نیش
تا تو را حالی نباشد همچو ما
حال ما باشد تو را افسانه پیش
سوز من با دیگری نسبت نکن
او نمک بر دست و من بر عضو ریش

حکایت

جوانی پاکباز پاکرو بود
که با پاکیزه رویی در گرو بود
چنین خواندم که در دریای اعظم
به گردابی درافتادند با هم
چو ملاح آمدش تا دست گیرد
مبادا کاندر آن حالت بمیرد
همی گفت از میان موج و تشویر
مرا بگذار و دست یار من گیر
در این گفتن جهان بر وی بر آشفت
شنیدندش که جان می داد و می گفت :
حدیث عشق از آن بطال منیوش
که در سختی کند یاری فراموش
چنین کردند یاران ، زندگانی
ز کار افتاده بشنو تا بدانی
که سعدی راه و رسم عشقبازی
چنان داند که در بغداد تازی
اگر مجنون لیلی زنده گشتی
حدیث عشق از این دفتر نبشتی

باب ششم : در ناتوانی و پیری

حکایت

با طایفه دانشمندان در جامع دمشق بحثی همی کردم که جـوانی درآمـد و گفـت : دریـن میـان کسی هست که زبان پارسی بداند ؟ غالب اشارت به من کردند . گفتمش : خیـر اسـت . گفـت : پیری صد و پنجاه ساله در حالت نزع است و به زبان عجم چیزی همی گوید و مفهـوم مـا نمـی گردد ، گر بکرم رنجه شوی مزد یابی ، باشد که وصیتی همی کند . چون به بـالینش فـراز شـدم این می گفت :

دمی چند گفتم بر آرم به کام
دریغا که بگرفت راه نفس
دریغا که بر خوان الوان عمر
دمی خورده بودیم و گفتند: بس

معانی این سخن را به عربی با شامیان همی فتم و تعجب همی کردنـد از عمـر دراز و تاسـف او همچنان بر حیات دنیا . گفتم : چگونه ای درین حالت ؟ گفت : چه گویم ؟

ندیده ای که چه سختی همی رسد به کسی
که از دهانش به در می کنند دندانی ؟

اینک مقایسه کن که در این حال ، بر من چه می گذرد؟

قیاس کن که چه حالت بود در آن ساعت
که از وجود عزیزش بدر رود جانی

گفتم : تصور مرگ از خیال خود بدر کن و وهم را بر طبیعت مستولی مگردان که فیلسوفان یونان گفته اند : مزاج ار چه مستقیم بود ، اعتماد بقا را نشاید و مرض گرچه هایل ، دلالت کلی بر هلاک نکند ، اگر فرمایی طبیبی را بخوانم تا معالجت کند . دیده برکرد و بخندید و گفت :

دست بر هم زند طبیب ظریف
چون حرف بیند اوفتاده حریف
خواجه در بند نقش ایوان است
خانه از پای بند ویران است
پیرمردی ز نزع می نالید
پیرزن صندلش همی مالید
چون مخبط شد اعتدال مزاج
نه عزیمت اثر کند نه علاج

حکایت

پیرمردی حکایت کند که دختری خواسته بود و حجره به گل آراسته و به خلوت با او نشسته و دیده وو دل در او بسته و شبهای دراز نخفتی و بذله ها ولطیفه ها گفتی ، باشد که موانست پذیرد و وحشت نگیرد . از جمله می گفتم : بخت بلندت یار بود و چشم بخت بیدار که به صحبت پیری افتادی پخته ،پرورده ، جهاندیده ، آرمیده ، گرم و سرد چشیده ، نیک و بد آزموده که حق صحبت می داند و شرط مودت بجای آورد ، مشفق و مهربان ، خوش طبع و شیرین زبان .

تا توانم دلت به دست آرم
ور بیازاریم نیازارم
ور چو طوطی ، شکر بود خورشت
جان شیرین فدای پرورشت

نه گرفتار آمدی به دست جوانی معجب ، خیره رای سرتیز ، سبک پای که هر دم هوسی پزد و هر لحظه رایی زند و هر شب جایی خسبد و هر روز یاری گیرد .

وفاداری مدار از بلبلان ، چشم
که هر دم بر گلی دیگر سرایند

خلاف پیران که به عقل و ادب زندگانی کنند نه بمقتضای جهل جوانی.

ز خود بهتری جوی و فرصت شمار
که با چون خودی گم کنی روزگار

گفت : چندین برین نمط بگفتم که گمان بردم که دلش برقید من آمد و صید من شد . ناگه نفسی سرد از سر درد برآورد و گفت : چندین سخن که بگفتی در ترازوی عقل من وزن آن سخن ندارد که وقتی شنیدم از قابله خویش که گفت : زن جوان را اگر تیری در پهلو نشیند ، به که پیری .

زن کز بر مرد، بی رضا برخیزد
بس فتنه و جنگ از آن سرا برخیزد

فی الجمله امکان موفقت نبود و به مفارقت انجامید . چون مدت عدت برآمد نکاحش بستند با جوانی تند و ترشروی ، تهیدست ، بدخوی ، جور و جفا می دید و رنج و عنا می کشید و شکر نعمت حق همچنان می گفت که الحمدلله که ازان عذاب برهیدم و بدین نعیم مقیم برسیدم .

با این همه جور و تندخویی
بارت بکشم که خوبرویی
با تو مرا سوختن اندر عذاب
به که شدن با دگری در بهشت

بوی پیاز از دهن خوبروی
نغز برآید که گل از دست زشت

حکایت

مهمان پیری شدم در دیار بکر که مال فراوان داشت و فرزندی خوبروی . شبی حکایت کرد مرا به عمر خویش بجز این فرزند نبوده است . درختی درین وادی زیارتگاه است که مردمان به حاجت خواستن آنجا روند . شبهای دراز در آن پای درخت بر حق نالیده ام تا مرا این فرزند بخشیده است . شنیدم که پسر با رفیقان آهسته همی گفت : چه بودی گر من آن درخت بدانستمی کجاست تا دعا کردمی و پدر بمردی . خواجه شادی کنان که پسرم عاقل است و پسر طعنه زنان که پدرم فرتوت است .

سالها بر تو بگذرد که گذار
نکنی سوی تربت پدرت
تو به جای پدر چه کردی ، خیر؟
تا همان چشم داری از پسرت

حکایت

روزی بغرور جوانی سخت رانده بودم و شبانگاه به پای گریوه ای سست مانده . پیرمردی ضعیف از پس کاروان همی آمد و گفت : چه نشینی که نه جای خفتن است . گفتم : چون روم که نه پای رفتن است ؟ گفت : این نشنیدی که صاحبدلان گفته اند : رفتن و نشستن به که دویدن و گسستن.

ای که مشتاق منزلی ، مشتاب
پند من کار بند و صبر آموز
اسب تازی دوتگ رود به شتاب
اشتر آهسته می رود شب و روز

حکایت

جوانی چست ، لطیف ، خندان ، شیرین زبان در حلقه عشرت ما بود که در دلش از هیچ نوع غم نیامدی و لب از خنده فراهم . روزگاری برآمد که اتفاق ملاقات نیوفتاد . بعـد از آن دیـدمش زن خواسته و فرزندان خاسته و بیخ نشاطش بریده و هوس پژمـرده . پرسـیدمش چگونـه ای و چـه حالت است ؟

گفت : تا کودکان بیاوردم دگر کودکی نکردم .

چون پیر شدی ز کودکی دست بدار
بازی و ظرافت به جوانان بگذار
طرب نوجوان ز پیر مجوی
که دگر ناید آب رفته به جوی
زرع را چون رسید وقت درو
نخرامید چنانکه سبزه نو
دور جوانی بشد از دست من
آه و دریغ آن ز من دلفروز
قوت سر چشمه شیری گذشت
راضیم اکنون چو پنیری به یوز
پیرزنی موی شیری سیه کرده بود
گفتم : ای مامک دیرینه روز
موی به تلبیس سیه کرده ، گیر
راست نخواهد شد این پشت کوز

حکایت

وقتی به جهل جوانی بانگ بر مادر زدم ، دل آزرده به کنجی نشست و گریان همی گفت : مگـر خردی فراموش کردی که درشتی می کنی .

چه خوش گفت : زالی به فرزند خویش

چو دیدش پلنگ افکن و پیل تن
گر از خردیت یاد آمدی
که بیچاره بودی در آغوش من
نکردی در این روز بر من جفا
که تو شیر مردی و من پیرزن

حکایت

توانگری بخیل را پسری رنجور بود. نیکخواهان گفتندش : مصلحت آن است که ختم قرآنی کنی از بهر وی یا بذل قربانی . لختی به اندیشه فرو رفت و گفت : مصحف مهجور اولیتر است که گله ی دور .

دریغا گردن طاعت نهادن
گرش همره نبودی دست دادن
به دیناری چو خر در گل بمانند
ورالحمدی بخوانی ، صد بخوانند

حکایت

پیرمردی را گفتند : چرا زن نکنی ؟ گفت : با پیرزنانم عیشی نباشد . گفتند : جوانی بخواه ، چون مکنت داری . گفت : مرا که پیرم با پیرزنان الفت نیست پس او را که جوان باشد با من که پیرم چه دوستی صورت بندد ؟

پرهفطاثله جونی می کند
غشغ مقری ثخی و بونی چش روشت
زور باید نه زر که بانو را
گزری دوست تر که ده من گوشت

حکایت

شنیده ام که درین روزها کهن پیری
خیال بست به پیرانه سر گیرد جفت
بخواست دخترکی خبروی ، گوهر نام
چو درج گوهرش از چشم مردمان بنهفت
چنانکه رسم عروسی بود تماشا بود
ولی به حمله اول عصای شیخ بخفت
کمان کشید و نزد بر هدف که نتوان دوخت
مگر به خامه فولاد ، جامه هنگفت
به دوستان گله آغاز کرد و حجت ساخت
که خان و مان من ، این شوخ دیده پاک برفت
میان شوهر و زن جنگ و فتنه خاست چنان
که سر به شحنه و قاضی کشید و سعدی گفت :
پس از خلافت و شنعت گناه دختر نیست
تو را که دست بلرزد، گهر چه دانی سفت
سود دریا نیک بودی گر نبودی بیم موج
صحبت گل خوش بدی گر نیستی تشویش خار
دوش چون طاووس می نازیدم اندر باغ وصل
دیگر امروز از فراق یار می پیچم چو مار

باب هفتم : در تاءثیر تربیت

حکایت

یکی را از وزرا پسری کودن بود ، پیش یکی از دانشمندان فرستاد که مرین را تربیتی می کن ، مگر که عاقل شود . روزگاری تعلیم کردش و موثر نبود . پیش پدرش کس فرستاد که این عاقل نمی باشد و مرا دیوانه کرد.

چون بود اصل گوهری قابل
تربیت را در او اثر باشد
هیچ صیقل نکو نداند کرد
آهنی را که بدگهر باشد
سگ به دریای هفتگانه بشوی
که چو تر شد پلیدتر باشد
خر عیسی گرش به مکه برند
چو بیاید هنوز خر باشد

حکایت

حکیمی پسران را پند همی داد که جانان پدر هنر آموزید که ملک و دولت دنیا اعتماد را نشاید و سیم و زر در سفر بر محل خطرست ، یا دزد بیکار ببرد یا خواجه به تفریق بخورد . اما هنر چشمه زاینده است و دولت پاینده . وگر هنرمند از دولت بیفتد غم نباشد که هنر در نفس خود دولت است ، هر جا که رود قدر بیند و درصدر نشیند و بی هنر لقمه چیند و سختی بیند.

سخت است پس از جاه تحکم بردن
خو کرده به ناز، جور مردم بردن
وقتی افتاد فتنه ای در شام
هر کس از گوشه ای فرا رفتند ۳۹۵
روستا زادگان دانشمند

به وزیری پادشاه رفتند
پسران وزیر ناقص عقل
به گدایی به روستا رفتند

حکایت

یکی از فضلا تعلیم ملک زاده ای همی داد و ضرب بی محابا زدی و زجر قیاس کـردی . بـاری پسر از بی طاقتی شکایت پیش پدر برد و جامه از تن دردمند بر داشـت . پـدر را دل بهـم آمـد ، استاد را گفت که پسران آحاد رعیت را چندین جفا و توبیخ روا نمی داری که فرزنـد مـرا ، سـبب چیست ؟ گفت : سبب آنکه سخن اندیشیده باید گفت و حرکت پسندیده کردن همه خلق را علی العموم و پادشاهان را علی الخصوص ، بموجب آنکه بر دست و زبان ایشان هر چه رفته شود هـر آینه به افواه بگویند و قول و فعل عوام الناس را چندان اعتباری نباشد .

اگر صد ناپسند آمد ز دوریش
رفیقانش یکی از صد ندانند
اگر یک بذله گوید پادشاهی
از اقلیمی به اقلیمی رسانند

پس واجب آمد معلم پادشه زاده را در تهذیب اخلاق خداونـد زادگـان ، انبـتهم الله نباتـا حسـنا ، اجتهاد از آن بیش کردن که در حق عوام .

هر که در خردیش ادب نکنند
در بزرگی فلاح از او برخاست
چوب تر را چنانکه خواهی پیچ
نشود خشک جز به آتش راست

ملک را حسن تدبیر فقیه و تقریر جواب او موافق رای آمد ، خلعت و نعمت بخشید و پایه منصـب بلند گردانید .

حکایت

معلم کتابی دیدم در دیـار مغـرب ترشـروی ، تلـخ گفتـار ، بـدخوی ، مـردم آزار ، گـدا طبـع ، ناپرهیزگار که عیش مسلمانان به دیدن او تبه گشتی و خواندن قرآنش دل مـردم سـیه کـردی . جمعی پسران پاکیزه و دختران دوشیزه به دست جفای او گرفتار ، نه زهره خنده و نه یارای گفتار ، گه عارض سیمین یکی را طپنچه زدی و گه سـاق بلـورین دیگـری شـکنجه کـردی . القصـه شنیدم که طرفی از خبائث نفس او معلوم کردند و بزدند و براندند و مکتب او را به مصلحی دادند ، پارسای سلیم ، نیکمرد ف حلیم که سخن جز بحکم ضـرورت نگفتـی و موجـب آزار کـس بـر زبانش نرفتی. کودکان را هیبت استاد نخستین از سر برفت و معلم دومین را اخلاق ملکی دیدنـد و یک یک دیو شدند. به اعتماد حلم او ترک علم دادند . اغلب اوقات به بازیچه فراهم نشستندی و لوح درست ناکرده در سر هم شکستندی .

استاد معلم چو بود بی آزار
خرسک بازند کودکان در بازار

بعد از دو هفته بر آن مسجد گذر کردم ، معلم اولین را دیدم که دل خوش کرده بودند و به جـای خویش آورده . انصاف برنجیدم و لاحول گفتم که ابلـیس را معلـم ملائکـه دیگـر چـرا کردنـد . پیرمردی ظریف جهاندیده گفت :

پادشاهی پسر به مکتب داد
لوح سیمینش بر کنار نهاد
بر سر لوح او نبشته به زر
جور استاد به ز مهر پدر ۴۰۱

حکایت

پارسازاده ای را نعمت بی کران از ترکه عمان بدست افتاد . فسق و فجور آغـاز کـرد و مبـذری پیشه گرفت . فی الجمله نماند از سایر معاصی منکری که نکرد و مسـکری کـه نخـورد . بـاری بنصیحتش گفتم :

ای فرزند ، دخل آب روان است و عیش آسیا گردان یعنی خرج فراوان کردن مسلم کسی را باشد که دخل معین دارد .

چو دخلت نیست ، خرج آهسته تر کن
که می گویند ملاحان ۴۰۲ سرودی
اگر باران به کوهستان نبارد
به سالی دجله گردد، خشک رودی

عقل و ادب پیش گیر و لهو و لعب بگذار که چون نعمت سپری شـود سـختی بـری و پشـیمانی خوری . پسر از لذت نای و نوش ، این سخن در گوش نیاورد و بر قول من اعتراض کرد و گفـت : راحت عاجل به تشویش محنت آجل منغص کردن خلاف رای خردمندان است .

خداوندان کام و نیکبختی ۴۰۳
چرا سختی خورند از بیم سختی ؟
برو شادی کن ای یار دل افروز
غم فردا نشاید خورد امروز

فکیف مرا که در صدر مروت نشسته باشم و عقد فتوت بسته و ذکر انعام در افواه عوام افتاده .

هر که علم شد به سخا و کرم
بند نشاید که نهد بر درم
نام نکویی چو برون شد بکوی
در نتوانی ببندی بروی

دیدم نصیحت مرا نمی پذیرد، و دم گرم در آهن سرد او بی اثر است ، ترک مناصحت او گرفتم و روی از مصاحبت بگردانیدم و قول حکما به کار بستم که گفته اند :بلغ ما علیک ، فان لم یقبلـوا ما علیک .

گر چه دانی که نشنوند بگوی
هرچه دانی ز نیک و پند
زود باشد که خیره سر بینی
به دو پای اوفتاده اندر بند
دست بر دست می زند که دریغ
نشنیدم حدیث دانشمند

تا پس از مدتی آنچه اندیشه من بود از نکبت حالش بصورت بدیدم که پـاره پـاره بهـم بـر مـی دوخت و لقمه لقمه همی اندوخت. دلم از ضعف حالش بهم آمد و مروت ندیـدم در چنـان حـالی ریش درویش به ملامت خراشیدن و نمک پاشیدن ، پس با دل خود گفتم :

حریف سفله اندر پای مستی
نیندیشد ز روز تنگدستی
درخت اندر بهاران برفشاند
زمستان لاجرم ، بی برگ ماند

حکایت

پادشاهی پسری را به ادیبی داد و گفت : این فرزند توست ، تربیتش همچنان کن کـه یکـی از فرزندان خویش. ادیب خدمت کرد و متقبل شد و سالی چند بر او اثر کـرد و بـه جـایی نرسـید و پسران ادیب در فضل و بلاغت منتهی شد ند . ملک دانشمند را مواخذت کـرد و معاتبـت فرمـود که وعده خلاف کردی و وفا بجا نیاوردی . گفت : بر رای خداوند روی زمین پوشـیده نمانـد کـه تربیت یکسان است و طباع مختلف.

گرچه سیم و زر سنگ آید همی
در همه سنگی نباشد رز و سیم
بر همه علم همی تابد سهیل
جایی انبان می کند جایی ادیم

حکایت

یکی را شنیدم از پیران مربی که مریدی را همی گفت : ای پسر ، چندانکه تعلق خاطر آدمیزاد به روزیست اگر به روزی ده بودی بمقام از ملائکه درگذشتی .

فراموشت نکرد ایزد در آن حال
که بودی نطفه مدفوق و مدهوش
روانت داد و طبع و عقل و ادراک
جمال و نطق و راءی و فکرت و هوش
ده انگشت مرتب کرد بر کف
دو بازویت مرکب ساخت بر دوش
کنون پنداری از ناچیز همت
که خواهد کردنت روزی فراموش ؟

حکایت

اعرابیی را دیدم که پسر را همی گفت : یا بنی انک مسئوول یوم القیامت ماذا اکتسبت و لایقال بمن انتسبت ، یعنی تو را خواهند پرسید که عملت چیست ، نگویند پدرت کیست.

جامه کعبه را که می بوسند
او نه از کرم پیله نامی شد
با عزیزی نشست روزی چند
لاجرم همچو او گرامی شد

حکایت

در تصانیف حکما آورده اند که کژدم را ولادت معهود نیست چنانکه دیگر حیوانات را ، بل احشای مادر را بخورند و شکمش را بدرند و راه صحرا گریرند و آن پوستها که در خانه کژدم بینند اثر آن است . باری این نکته پیش بزرگی همی گفتم . گفت : دل من بر صدق این سخن

گواهی همی دهد و جز چنین نتوان بودن ، در حالت خردی با مادر و پدر چنین معاملت کرده انـد لاجرم در بزرگی چنین مقبلند و محبوب .

پسری را پدر وصیت کرد
کای جوان بخت ، یادگیر این پند
هر که با اهل خود وفا نکند
نشود دوست روی و دولتمند

حکایت

فقیره درویشی حامله بود ، مدت حمل بسر آورده و مرین درویش را همه عمر فرزند نیامده بـود ، گفت : اگر خدای عزوجل مرا پسری دهد جزین خرقه که پوشیده دارم هر چه ملک مـن اسـت ایثار درویشان کنم . اتفاقا پسر آورد و سفره درویشان بموجب شرط بنهاد . پس از چند سالی کـه از سفر شام بازآمدم به محلت آن دوست برگذشتم و از چگونگی حالش خبر پرسیدم ، گفتند ، بـه زندان شحنه درست . سبب پرسیدم ، کسی گفت : پسرش خمر خورده است و عربده کرده اسـت و خون کسی ریخته و خود از میان گریخته . پدر را بعلت او سلسله در نای است و بند گـران بـر پای . گفتم : این بلا را بحاجت از خدای عزوجل خواسته است .

زنان باردار، ای مرد هشیار
اگر وقت ولادت مار زایند
از آن بهتر به نزدیک خردمند
که فرزندان ناهموار زایند

حکایت

طفل بودم که بزرگی را پرسیدم از بلوغ . گفت : در مسطور آمده است که سه نشان دارد : یکـی پانزده سالگی و دیگر احتلام و سیم برآمدن موی پیش ، اما در حقیقت یک نشـان دارد و بـس : آنکه در بند رضای حق جل و علابیش از آن باشی که در بند حظ نفس خـویش و هرآنکـه در او این صفت موجود نیست به نزد محققان بالغ نشمارندش .

به صورت آدمی شد قطره آب
که چل روزش قرار اندر رحم ماند
وگر چل ساله را عقل و ادب نیست
به تحقیقش نشاید آدمی خواند
جوانمردی و لطفست آدمیت
همین نقش هیولایی مپندار
هنر باید، به صورت می توان کرد
به ایوانها در، از شنگرف و زنگار
چو انسان را نباشد فضل و احسان
چه فرق از آدمی با نقش دیوار
بدست آوردن دنیا هنر نیست
یکی را گر توانی دل به دست آر

حکایت

سالی نزاعی در پیادگان حجیج افتاده بود و داعی در آن سفر هم پیاده . انصاف در سر و روی هم فتادیم و داد فسوق و جدال بدادیم . کجاوه نشینی را شنیدم که باعدیل خود می گفت : یا للعجب ! پیاده عاج چو عرصه شطرنج بسر می برد فرزین می شود یعنی به از آن می گردد که بود و پیادگان حاج بادیه بسر بردند و بتر شدند .

از من بگوی حاجی مردم گزای را
کو پوستین خلق به آزار می درد.
حاجی تو نیستی ، شتر است از برای آنک
بیچاره خار می خورد و راه می برد

حکایت

هندوی نفط اندازی همی آموخت . حکیمی گفت : تو را که خانه نیین است ، بازی نه این است.

تا ندانی که سخن عین صوابست مگوی
و آنچه دانی که نه نیکوش جوابست مگوی

حکایت

مردکی را چشم درد خاست . پیش بیطار رفت که دوا کن . بیطار از آنچه در چشم چارپایان کند در دیده او کشید و کور شد . حکومت به داورد بردند، گفت : بر او هیچ تاوان نیست ، اگر این خر نبودی پیش بیطار نرفتی . مقصود ازین سخن آنست تا بدانی که هر آنکه ناآزموده را کار بزرگ فرماید با آنکه ندامت برد به نزدیک خردمندان به خفت رای منسوب گردد.

ندهد هوشمند روشن راءی
به فرومایه کارهای خطیر
بوریا باف اگر چه بافنده است
نبرندش به کارگاه حریر

حکایت

یکی را از بزرگان ائمه پسری وفات یافت . پرسیدند که بر صندوق گورش چه نویسیم ؟ گفت : آیات کتاب قرآن مجید را عزت و شرف از آن است که روا باشد بر چنین جایها نوشتن که به روزگار سوده گردد و خلایق بر او گذرند و سگان بر او شاشند ، اگر بضرورت چیزی همی نویسند این بیت کفایت است :

وه ! که هر گه که سبزه در بستان
بدمیدی چو خوش شدی دل من
بگذار ای دوست تا به وقت بهار
سبزه بینی دمیده از گل من

حکایت

پارسایی بر یکی از خداوند ان نعمت گذر کرد که بنده ای را دست و پای استوار بسته عقوبت همی کرد . گفت : ای پسر ، همچو تو مخلوقی را خدای عزوجل اسیر حکم تو گردانیده است و تو را بر وی فضیلت داده ، شکر نعمت باری تعالی بجای آر و چندین جفا بر وی مپسند ، نباید که فردای قیامت به از تو باشد و شرمساری بری .

بر بنده مگیر خشم بسیار
جورش مکن و دلش میازار
او را توبه ده درم خریدی
آخر نه به قدرت آفریدی
این حکم و غرور و خشم تا چند؟
هست از تو بزرگتر خداوند
ای خواجه ارسلان و آغوش
فرمانده خود مکن فراموش

در خبرست از خواجه عالم صلی الله علیه و سلم که گفت : بزرگترین حسرتی روز قیامت آن بود که یکی بنده صالح را به بهشت برند و خواجه فاسق را به دوزخ .

بر غلامی که طوع خدمت تو است
خشم بی حد مران و طیره مگیر
که فضیحت بود که به شمار
بنده آزاد و خواجه در زنجیر

حکایت

سالی از بلخ بامیانم سفر بود و راه از حرامیان پر خطر . جوانی بدرقه همراه من شد سپر باز ، چرخ انداز ، سلحشور ، بیش زور که به ده مرد توانا کمان او زه کردندی و زورآوران روی زمین

پشت او بر زمین نیاوردندی ولیکن چنانکه دانی متنعم بود و سایه پرورده نه جهـان دیـده وسـفر کرده ، رعد کوس دلاوران به گوشش نرسیده و برق شمشیر سواران ندیده .

نیفتاده بر دست دشمن اسیر
به گردش نباریده باران تیر

اتفاقا من و این جوان هر دو در پی هم دوان . هران دیار قدیمش که پیش آمدی بـه قـوت بـازو بیفکندی و هر درخت عظیم که دیدی به زور سرپنجه برکندی و تفاخر کنان گفتی :

پیل کو؟ تا کتف و بازوی گردان بیند
شیر کو؟ تا کف و سر پنجه مردان بیند

ما درین حالت که دو هندو از پس سنگی سر بر آوردند و قصد قتال مـا کردنـد بـه دسـت یکـی چوبی و در بغل آن دیگر کلوخ کوبی . جوان را گفتم : چه پایی ؟

بیار آنچه داری ز مردی و زور
که دشمن به پای خود آمد به گور

ولی دیدم تیر و کمان از دست جوان افتاده و لرزه بر اندام شده و خود را باخته است .

نه هر که موی شکافد به تیر جوشن خای
بروز حمله جنگ آوران بدارد پای

چاره جز آن ندیدم که رخت و سلاح و جامه ها رها کردیم و جان به سلامت بیاوردیم .

به کارهای گران مرد کاردیده فرست
که شیر شرزه در آرد به زیر خم کمند

جوان اگر چه قوی یال و پیلتن باشد
بجنگ دشمنش از هول بگسلد پیوند
نبرد پیش مصاف آزموده معلوم است
چنانکه مساءله شرع پیش دانشمند

حکایت

بزرگی را پرسیدم در معنی این حدیث که اعدی عدوک نفسک التی بین جنبیک . گفت : بحکم آنکه هر آن دشمنی را که با وی احسان کنی دوست گردد مگر نفس را که چندانکه مدارا بیش کنی مخالفت زیادت کند .

فرشته خوی شود آدمی به کم خوردن
وگر خورد چو بهائم بیوفتد چو جماد
مراد هرکه برآری مرید امر تو گشت
خلاف نفس که فرمان دهد چو یافت مراد

حکایت

توانگرزاده ای را دیدم بر سر گور پدر نشسته و با درویش بچه ای مناظره در پیوسته که صندوق تربت ما سنگین است و کتابه رنگین و فرش رخام انداخته و خشت پیروزه در او بکار برده ، به گور پدرت چه ماند : خشتی دو فراهم آورده و مشتی دو خاک بر آن پاشیده ؟
درویش پسر این بشنید و گفت : تا پدرت زیر آن سنگها ی گران بر خود بجنبیده باشد پدر من به بهشت رسیده بود !

خر که کمتر نهند بروی بار
بی شک آسوده تر کند رفتار
مرد درویش که بار ستم فاقه کشید
به در مرگ همانا که سبکبار آید
و آنکه در نعمت و آسایش و آسانی زیست

مردنش زین همه ، شک نیست که دشوار آید
به همه حال اسیری که ز بندی برهد
بهتر از حال امیری که گرفتار آید

جدال سعدی با مدعی در بیان توانگری و درویشی

یکی در صورت درویشان نه بر صفت ایشان در محفلی نشسته و شنعتی در پیوستهو دفتر شکایتی بازکرده و ذم توانگران آغاز کرده ، سخن بدینجا رسانیده که درویش را دست قدرت بسته است و توانگر را پای ارادت شکسته .

کریمان را به دست اندر درم نیست
خداوندان نعمت ۴۲۹ را کرم نیست

سعدی گفت :

توانگران را وقف است و نذر و مهمانی
زکات و فطره و اعتاق و هدی و قربانی
خداوند مکنت به حق مشتغل
پراکنده روزی ، پراکنده دل

پس عبادت ایشان به فقر اولیتر که جمعند و حاضر نه پریشان و پراکنده خاطر ، اسباب معیشت ساخته و به اوراد عبادت پرداخته : عرب گوید : اعوذ بالله من الفقر المکب و جوار من لایحب . و در خبر است : الفقر سواد الوجه فی الدارین . گفتا : نشنیدی که پیغمبر صلی الله علیه گفت : الفقر فخری . گفتم : خاموش که اشارت خواجه علیه السلام به فقر طایفه ایست که مرد میدان رضااند و تسلیم تیر قضا ، نه اینان که خرقه ابرار پوشند و لقمه ادرار فروشند .
درویش بی معرفت نیارامد تا فقرش به کفر انجامد :کاد الفقر ان یکون کفرا.

ای طبل بلند بانگ در باطن هیچ

بی توشته چه تدبیر کنی دقت بسیج
روی طمع از خلق بپیچ از مردی
تسبیح هزار دانه ، بر دست مپیچ

حالی که من این سخن بگفتم عنان طاقت درویش از دست تحمل برفت ، تیغ زبـان برکشـید و اسب فصاحت در میدان وقاحت جهانید و بر من دوانید و گفت : چندان مبالغـه در وصـف ایشـان بکردی و سخنهای پریشان بگفتی که وهم تصور کند که تریاق اند یا کلید خزانه ارزاق ، مشـتی تکبر ، مغرور ، معجب ، نفور ، مشتغل مال و نعمت ، مفتتن جاه و ثـروت کـه سـخن نگوینـد الا بسفاهت و نظر نکنند الا بکراهت ، علما را به گدایی منسوب کنند و فقرا را بـه بـی سـر و پـای معیوب گردانند و به عزت مالی که دارند و عزت جاهی که پندارند بر تر از همه نشینند و خـود را به از همه بینند و نه آن در سر دارند که سر به کسی بردارند ، بی خبر از قول حکما که گفته اند : هر که به طاقت از دیگران کم است و به نعمت بیش ، بصورت توانگرست و بمعنی درویش.

گر بی هنر به مال کند کبر بر حکیم
کون خرش شمار، و گرگا و عنبرست

تا عاقبت الامر دلیلش نماند ، ذلیلش کردم . دست تعدی دراز کرد و بیهده گفـتن آغـاز و سـنت جاهلان است که چون به دلیل از خصم فرومانند سلسله خصومت بجنبانند . چون آزر بت توراش که به حجت با پسر برنیامد به جنگش خاست که : لئن لم تنته لارجمنک . دشنام دادم . سقطش گفتم ، گریبانم درید ، زنخدانش گرفتم .

او در من و من در او فتاده
خلق از پی ما دوان و خندان
انگشت تعجب جهانی
از گفت و شنید ما به دندان

القصه مرافعه این سخن پیش قاضی بردیم و به حکومت عدل راضی شدیم تا حاکم مسلمانان مصلحتی جوید . قاضی چو حیلت ما بدید و منطق مابشنید گفت : ای آنکه توانگران را ثنا گفتی و بر درویشان جفا روا داشتی بدان که هر جا که گل است خارست و باخمر خمارست و بر سر گنج مارست و آنجا که در شاهوار است نهنگ مردم خوار است . لذت دنیا را لدغه اجل در پس است و نعیم بهشت را دیوار مکاره در پیش .

اگر ژاله هر قطره ای در شدی
چو خر مهره بازار از او پر شدی

مقربان حق جل و علا توانگرانند درویش سیرت و درویشانند توانگر همت و مهین توانگران آن است که غم درویشان خورد و بهین آن است که کم توانگر گیرد . و من یتوکل علی الله فهو حسبه . پس روی عتاب از من به جانب درویش آورد و گفت : ای که گفتی توانگران مشتغلند و ساهی و مست ملاهی ، نعم ، طایفه ای هستند برین صفت که بیان کردی : قاصر همت ، کافر نعمت که ببرند و بنهند و نخورند و ندهند و گر بمثل باران نبارد یا طوفان بردارد به اعتماد مکنت خویش از محنت درویش نپرسند و از خدای عزوجل نترسند و گویند :

گر از نیستی دیگری شد هلاک
مرا هست ، بط را ز طوفان چه باک ؟
دو نان چو گلیم خویش بیرون بردند
گویند: غم گر همه عالم مردند

قومی برین نمط که شنیدی و طایفه ای خوان نعمت نهاده ودست کرم گشاده ، طالب نامند و معرفت و صاحب دنیا و آخرت ، چون بندگان حضرت پادشاه عالم عادل ، موید ، مظفر ، منصور مالک ازمه انام ، حامی ثغور اسلام ، وارث ملک سلیمان ،اعدل ملوک زمان ، مظفر الدنیا و الدین اتابک ابی بکر سعد ادام الله ایامه و نصر اعلامه.
قاضی چون سخن بدین غایت رسید وز حد قیاس ما اسب مبالغه گذرانید بمقتضای حکم قضاوت رضا دادیم و از مامضی درگذشتیم و سر و روی یکدیگر بوسه دادیم و ختم سخن برین بود .

مکن ز گردش گیتی شکایت ، ای درویش
که تیره بختی ! اگر هم برین نسق مردی
توانگرا! چو دل و دست کامرانت هست
بخور ببخش که دنیا و آخرت بردی

باب هشتم : در آداب صحبت و همنشنی

حکایت

مال از بهر آسایش عمر ست نه عمر از بهر گرد کردن مال . عاقلی را پرسیدند نیکبخت کیست و بدبختی چیست ؟ گفت : نیکبخت آن که خورد و کشت و بدبخت آنکه مرد و هشت .

مکن نماز بر آن هیچ کس که هیچ نکرد
که عمر در سر تحصیل مال کرد و نخورد

حضرت موسی علیه السلام قارون را نصیحت کرد که احسن کما احسـن الله الیـک ، نشـنید و عاقبتش شنیدی .

آنکس که دینار و درم خیر نیندوخت
سر عاقبت اندر سر دینار و درم کرد
خواهی که ممتع شوی از دین و عقبی
با خلق ، کرم کن چو خدا با تو کرم کرد

عرب می گوید:
جد ولا تمنن فان الفائدة الیک عائدة
بخشش و منت نگذار که نفع آن به تو باز می گردد.

درخت کرم هر کجا بیخ کرد
گذشت از فلک شاخ و بالای او
گر امیدواری کز او برخوری
به منت منه اره بر پای او
شکر خدای کن که موفق شدی به خیر
ز انعام و فضل او نه معطل گذاشتت

کنت منه که خدمت سلطان کنی همی
منت شناس از او که به خدمت بداشتت

دو کس رنج بیهوده بردند و سعی بی فایده کردند : یکی انکه انـدوخت و نخـورد و دیگـر آنکـه آموخت و نکرد .

علم چندان که بیشتر خوانی
چون عمل در تو نیست نادانی
نه محق بود نه دانشمند
چارپایی بر او کتابی چند
آن تهی مغز را چه علم و خبر
که بر او هیزم است یا دفتر

❋ ❋ ❋ ❋

علم از بهر دین پروردن است نه از بهر دنیا خوردن .

هرکه پرهیز و علم و زهد فروخت
خرمنی گرد کرد و پاک بسوخت

❋ ❋ ❋ ❋

سه چیز پایدار نماند : مال بی تجارت و علم بی بحث و ملک بی سیاست .

❋ ❋ ❋ ❋

رحم آوردن بر بردان ستم است بر نیکان . عفو کردن از ظالمان جورست بر درویشان.

خبث را چو تعهد کنی و بنوازی
به تولت تو گنه می کند به انبازی

* * * *

به دوستی پادشاهان اعتماد نتوان کرد و بر آواز خوش کودکان که آن بـه خیـالی مبـدل شـود و ای« به خوابی متغیر گردد.

معشوق هزار دوست را دل ندهی
ور می دهی آن به دل جدایی بدهی

* * * *

هرآن سری که داری با دوست در میان منه چه دانی که وقتی دشمن گردد ؛ و هـر گزنـدی کـه توانی به دشمن مرسان که باشد که وقتی دوست شود .
رازی که نهان خواهی با کس در میان منه وگرچه دوست مخلص باشد که مـران دوسـت را نیـز دوستان مخلص باشد ، همچنین مسلسل .

خامشی به که ضمیر دل خویش
با کسی گفتن و گفتن که مگوی
ای سلیم آب زسرچشمه ببند
که چو پر شد نتوان بست به جوی

* * * *

سخن میان دو دشمن چنان گوی که گر دوست گردند شرم زده نشوی.

میان دوکس جنگ چون آتش است
سخن چین بدبخت هیزم کش است
کنند این و آن خوش دگرباره دل
وی اندر میان کوربخت و خجل
میان دو تن آتش افروختن
نه عقل است و خود در میان سوختن
در سخن با دوستان آهسته باش
تا ندارد دشمن خونخوار گوش
پیش دیوار آنچه گویی هوش دار
تا نباشد در پس دیوار موش

* * * *

چون در امضای کاری متردد باشی آن طرف اختیار کن که بی آزارتر برآید .

با مردم سهل خوی دشخوار مگوی
با آنکه در صلح زند جنگ مجوی

* * * *

بر عجز دشمن رحمت مکن که اگر قادر شود بر تو نبخشاید .

دشمن چو بینی ناتوان لاف از بروت خود مزن
مغزیست در هر استخوان مردیست در هر پیرهن

* * * *

نصیحت از دشمن پذیرفتن خطاست . ولیکن شنیدن رواست تا بخلاف آن کار کنی که آن عـین صواب است .

حذر کن زانچه دشمن گوید آن کن
که بر زانوو زنی دست تغابن
گرت راهی ماید راست چون تیر
ازو برگرد و راه دست چپ گیر

* * * *

دو کس دشمن ملک و دینند : پادشاه بی حلم و دانشمند بی علم .

بر سر ملک مباد آن ملک فرمانده
که خدا را نبود بنده فرمانبردار

* * * *

پادشه باید که تا بحدی خشم بر دشمنان نراند که دوستان را اعتماد نمانـد . آتـش خشـم اول در خداوند خشم اوفتد پس آنگه که زبان به خصم رسد یا نرسد.

نشاید بنی آدم خاکزاد
که در سرکند کبر و تندی و باد
تو را با چنین گرمی و سرکشی
نپندارم از خاکی ، از آتشی

* * * *

بدخوی در دست دشمن گرفتار ست که هرکجا رود از چنگ عقوبت او خلاص نیابد.

اگر زدست بلا بر فلک رود بدخوی
زدست خوی بد خویش در بلا باشد

* * * *

چو بینی که در سپاه دشمن تفرقه افتاده است تو جمع باش وگر جمع شـوند از پریشـانی اندیشـه کن.

برو با دوستان آسوده بنشین
چو بینی در میان دشمنان جنگ
وگر بینی که باهم یک زبان اند
کمان را زه کن و بر باره بر سنگ

* * * *

سر مار به دست دشمن کوب که از احدی الحسنیین خالی نباشد ، اگر این غالب آمد مار کشتی و گر آن ، از دشمن رستی.

به روز معرکه ایمن مشو زخصم ضعیف
که مغز شیر برآرد چو دل زجان برداشت

* * * *

خبری که دانی که دلی بیازارد تو خاموش تا دیگری بیارد.

بلبلا مژده بهار بیار
خبر بد به بوم باز گذار

* * * *

پادشه را خیانت کسی واقف مگردان ، مگر آنکه بر قبـول کلـی واثـق باشـی وگرنـه در هـلاک خویش سعی می کنی.

بسیج سخن گفتن آنگاه کن
که د انی که در کار گیرد سخن

* * * *

فریب دشمن مخور و غرور مداح مخر که این دام رزق نهـاده اسـت و آن دامـن طمـع گشـاده . احمق را ستایش خوش آید چون لاشه که در کعبش دمی فربه نماید .

الا تانشنوی کمدح سخنگوی
که اندکگ مایه نفعی از تو دارد
که گر روزی مرادش برنیاری
دوصد چندان عیوبت برشمارد

* * * *

متکلم را تا کسی عیب نگیرد ، سخنش صلاح نپذیرد .

مشو غره بر حسن گفتار خویش
به تحسین نادان و پندار خویش

* * * *

همه کس را عقل خود به کمال نماید و فرزند خود بجمال.

یکی یهود و مسلمان نزاع می کردند
چنانکه خنده گرفت از حدیث ایشانم
به طیره گفت مسلمان : گرین قباله من
درست نیست خدایا یهود میرانم
یهود گفت : به تورات می خورم سوگند
وگر خلاف کنم ، همچو تو مسلمانم

* * * *

ده آدمی بر سفره ای بخورند و دو سگ بر مرداری با هم بسر نبرند . حریص بـا جهـانی گرسـنه است و قانع به نانی سیر . حکما گفته اند : توانگری به قناعت به از توانگری به بضاعت.

روده تنگ به یک نان تهی پر گردد
نعمت روی زمین پر نکند دیده تنگ
پدر چون دور عمرش منقضی گشت
مرا این یک نصیحت کرد و بگذشت
که شهوت آتش است از وی بپرهیز
به خود بر ، آتش دوزخ مکن تیز
در آن آتش نداری طاقت سوز
به صبر آبی برین آتش زن امروز

* * * *

هر که د رحال توانایی نکویی نکند در وقت ناتوانی سختی بیند .

بد اختر تر از مردم آزار نیست
که روز مصیبت کسش یار نیست

* * * *

هر آنچه زود برآید ، دیر نپاید .

خاک مشرق شنیده ام که کنند
به چهل سال کاسه ای چینی
صد به روزی کنند در مردشت
لاجرم قیمتش همی بینی
مرغک از بیضه برون آید و روزی طلبد
و آدمی بچه ندارد خبر و عقل و تمیز
آنکه ناگاه کسی گشت به چیزی نرسید
وین به تمکین و فضیلت بگذشت از همه چیز
آبگینه همه جا یابی ، از آن قدرش نیست
لعل دشخوار بدست آید ، از آن است عزیز

* * * *

کارها به صبر برآید و مستعجل بسر درآید .

به چشم خویش دیدم در بیابان
که آهسته سبق برد از شتابان
سمند بادپای از تک فرو ماند
شتربان همچنان آهسته می راند

* * * *

نادان را به از خاموشی نیست وگر این مصلحت بدانستی نادان نبودی .

چون نداری کمال فضل آن به
که زبان در دهان نگه داری
خری را ابلهی تعلیم می داد
بر او بر صرف کرده سعی دایم
حکیمی گفتش ای نادان چه کوشی
درین سودا بتر از لوم لایم
نیاموزد بهایم از تو گفتار
تو خاموشی بیاموز از بهایم
هرکه تامل نکند در جواب
بیشتر آید سخنش ناصواب
یا سخن آرای چو مردم بهوش
یا بنشین چون حیوانان خموش

* * * *

هر که با داناتر از خود بحث کند تا بدانند که داناست ، بدانند که نادان است .

چون درآید مه از تویی به سخن
گرچه به دانی اعتراض مکن

* * * *

هر که با بدان نشیند نیکی نبیند .

گر نشیند فرشته ای با دیو

وحشت آموزد و خیانت و ریو
از بدان نیکوی نیاموزی
نکند گرگ پوستین دوزی

* * * *

مردمان را عیب نهانی پیدا مکن که مرایشان را رسوا کنی و خود را بی اعتماد . هر که علم خواند و عمل نکرد بدان ماند که گاو راند و تخم نیفشاند .

* * * *

از تن بی دل طاعت نیاید و پوست بی مغز بضاعت را نشاید .

* * * *

نه هر که در مجادله چست در معامله درست .

بس قامت خوش که زیر چادر باشد
چون باز کنی مادر مادر باشد

* * * *

اگر شبها همه قدر بودی ، شب قدر بی قدر بودی.

گر سنگ همه لعل بدخشان بودی
پس قیمت لعل و سنگ یکسان بودی

* * * *

نه هر که بصیرت نکوست سیرت زیبا دروست ، کار اندرون دارد نه پوست .

توان شناخت به یک روز در شمایل مرد
که تا کجاش رسیده است پایگاه علوم
ولی ز باطنش ایمن مباش و غره مشو
که خبث نفس ننگردد به سالها معلوم

* * * *

هر که با بزرگان ستیزد خون خود ریزد.

خویشتن را بزرگ پنداری
راست گفتند یک دوبیند لوچ
زود بینی شکسته پیشانی
تو که بازی کنی بسر با غوچ

* * * *

پنجه بر شیر زدن و مشت بر شمشیر کار خردمندان نیست .

جنگ و زورآوری مکن با مست
پیش سرپنجه در بغل نه دست

* * * *

ضعیفی که با قوی دلاوری کند یار دشمن است در هلاک خویش.

سایه پرورده را چه طاقت آن
که رود با مبارزان به قتال
سست بازو بجهل می فکند
پنجه با مرد آهنین چنگال

❋ ❋ ❋ ❋

گر جور شکم نیستی هیچ مرغ در دام صیاد نیوفتادی بلکه صیاد خود دام ننهادی . حکیمان دیـر دیر خورند و عابدان نیم سیر و زاهدان سد رمق و جوانان تا طبق برگیرند و پیران تا عرق بکنند . اما قلندران چندانکه در معده جای نفس نماند و بر سفره روزی کس.

اسیر بند شکم را دو شب نگیرد خواب :
شبی زمعده سنگی ، شبی زدلتنگی

❋ ❋ ❋ ❋

مشورت با زنان تباه است و سخاوت با مفسدان گناه .

خبیث را چو تعهد کنی و بنوازی
به دولت تو گنه می کند به انبازی

❋ ❋ ❋ ❋

هر که دشمن پیش است اگر نکشد ، دشمن خویش است .

سنگ بر دست و مار سر بر سنگ
خیره رایی بود قیاس و درنگ

* * * *

کشتن بندیان تامل اولی ترست بحکم آنکه اختیار باقیست توان کشت و توان بخشید وگر بی تامل کشته شود محتمل است که مصلحتی فوت شود که تدارک مثل آن ممتنع باشد .

نیک سهل است زنده بی جان کرد
کشته را باز زنده نتوان کرد
شرط عقل است صبر تیرانداز
که چو رفت از کمان نیابد باز

* * * *

جوهر اگر در خلاب افتد همچنان نفیس است و غبار اگر به فکل رسد همان خسیس . استعداد بی تربیت دریغ است و تربیت نامستعد ، ضایع . خاکستر نسبی عالی دارد که آتش جوهر علویست ولیکن چون بنفس خود هنری ندارد با خاک برابر است و قیمت شکر نه از نی است که آن خود خاصیت وی است .

چو کنعان را طبیعت بی هنر بود
پیمبرزادگی قدرش نیفزود
هنر بنمای اگر داری نه گوهر
گل از خارست و ابرهیم از آزر

* * * *

مشک آن است که ببوید نه آنکه عطار بگوید . دانا چو طبله عطار است خاموش و هنرنمای و نادان خود طبل غازی بلند آواز و میان تهی .

عالم اندر میان جاهل را
مثلی گفته اند صدیقان
شاهدی در میان کوران است
مصحفی در سرای زندیقان

* * * *

دوستی را که به عمری فراچنگ آرند نشاید که به یک دم بیازارند .

سنگی به چند سال شود لعل پاره ای
زنهار تا به یک نفسش نشکنی به سنگ

عقل در دست نفس چنان گرفتار است که مرد عاجز با زن گربز رای . رای بی قوت مکر و فسون است و قوت بی رای ، جهل و جنون .

تمیز باید و تدبیر و عقل وانگه ملک
که ملک و دولت نادان سلاح جنگ خداست

* * * *

جوانمرد که بخورد و بدهد به از عابد که روزه دارد و بنهد . هر که ترک شهوت از بهر خلق داده است از شهوتی حلال در شهوتی حرام افتاده است .

عابد که نه از بهر خدا گوشه نشیند

بیچاره در آیینه تاریک چه بیند ؟

* * * *

اندک اندک خیلی شود و قطره قطره سیلی گردد یعنی آنان که دست قوت ندارند سـنگ خـورده نگه دارند تا به وقت فرصت دمار از دماغ ظالم برآرند .

و قطر علی قطر اذا اتفقت نهر
ونهر علی نهر اذا اجتمعت بحر

* * * *

عالم را نشاید که سفاهت از عامی به حلم درگذراند که هر دوطرف را زیان دارد : هیبت این کـم شود و جهل آن مستحکم .

چو با سفله گویی بلطف و خوشی
فزون گرددش کبر و گردنکشی

* * * *

معصیت از هر که صادر شود ناپسندیده است و از علما ناخوب تر که علم سـلاح جنـگ شـیطان است و خداوند سلاح را چون به اسیری برند شرمساری بیش برد .

عام نادان پریشان روزگار
به ز دانشمند ناپرهزیرگار
کان به نابینایی از راه اوفتاد
وین دوچشمش بود و در چاه اوفتاد

* * * *

جان در حمایت یک دم است و دنیا وجودی میان دو عدم . دین به دنیافروشان خرند ، یوسف بفروشند تا چه خرند ؟ الم اعهد الیکم یا بنی آدم ان لاتعبدوا الشیطان .

به قول دشمن ، پیمان دوستی بشکستی
ببین که از که بریدی و با که پیوستی ؟

* * * *

شیطان با مخلصان بر نمی آید و سلطان با مفلسان .

وامش مده آنکه بی نمازست
گر چه دهنش زفاقه بازست
کو فرض خدا نمی گزارد
از قرض تو نیز غم ندارد

* * * *

هر که در زندگانی نانش نخورند چون بمیرد نامش نبرند . لذت انگور بیوه داند نه خداوند میوه . یوسف صدیق علیه السلام در خشک سال مصر سیر نخوردی تا گرسنگان فراموش نکند .

آنکه در راحت و تنعم زیست
او چه داند که حال گرسنه چیست
حال درماندگان کسی داند
که به احوال خویش درماند
ای که بر مرکب تازنده سواری ، هشدار

که خر خارکش مسکین در آب و گل است
آتش از خانه همسایه درویش مخواه
کانچه بر روزن او می گذرد دود دل است

* * * *

درویش ضعیف حال را در خشکی تنگ سال مپرس که چونی الا بشرط آنکه مرهم ریشش بنهی و معلومی پیشش .

خری که بینی و باری به گل درافتاده
به دل بر او شفقت کن ولی مرو به سرش
کنون که رفتی و پرسیدیش که چون افتاد
میان ببند و چو مردان بگیر دمب خرش

* * * *

دو چیز محال عقل است : خوردن بیش از رزق مقسوم و مردن پیش از وقت معلوم .

قضا دگر نشود ور هزار ناله و آه
بکفر یا بشکایت برآید از دهنی
فرشته ای که وکیل است برخزاین باد
چه غم خورد که بمیرد چراغ پیرزنی ؟

* * * *

ای طالب روزی بنشین که بخوری و ای مطلوب اجل مرو که جان نبری .

جهد رزق ارکنی وگر نکنی
برساند خدای عزوجل
ور روی در دهان شیر و پلنگ
نخوردت مگر به زور اجل
به نانهاده دست نرسد و نهاده هرکجا هست برسد .
شنیده ای که سکندر برفت تا ظلمات
به چند محنت و خورد آنکه خورد آب حیات

* * * *

صیاد بی روزی ماهی در دجله نگیرد و ماهی بی اجل در خشک نمیرد .

مسکین حریص در همه عالم همی رود
او در قفای رزق و اجل در قفای او

* * * *

حسود از نعمت حق بخیل است و بنده بی گناه را دشمن می دارد .

مردکی خشک مغز را دیدم
رفته در پوستین صاحب جاه
گفتم ای خواجه گر تو بدبختی
مردم نیکبخت را چه گناه ؟
الا تا نخواهی بلا بر حسود
که آن بخت برگشته خود در بلاست
چه حاجت که با او کنی دشمنی
که او را چنین دشمنی در قفاست

* * * *

تلمیذ بی ارادت ، عاشق بی زر است و رنده بی معرفت ، مرغ بی پر و عالم بی عمل ، درخت بـی بر است و زاهد بی علم ، خانه بی در .

مراد از نزول قرآن ، تحصیل سیرت خوب است نه ترتیل سورت مکتوب . عامی متعبد پیاده رفته است و عالم متهاون سوار خفته . عاصی که دست بردارد به از عابد که در سر دارد .

سرهنگ لطیف خوی دلدار
بهتر زفقیه مردم آزار

* * * *

یکی را گفتند : عالم بی عمل به چه ماند ؟ گفت به زنبور بی عسل .

زنبور درشت بی مروت راگوی
باری چو عسل نمی دهی نیش مزن

* * * *

مرد بی مروت زن است و عابد با طمع رهزن .

ای بناموس کرده جامه سپید
بهر پندار خلق و نامه سیاه
دست کوتاه باید از دنیا
آستین خود دراز و خود کوتاه

* * * *

دو کس را حسرت از دل نرود و پای تغابن از گل برنیاید : تاجر کشتی شکسته و وارث با قلندران نشسته .

پیش درویشان بود خونت مباح
گر نباشد در میان مالت سبیل
یا مرو با یار ازرق پیرهن
یا بکش بر خان و مان انگشت نیل
دوستی با پیلبانان یا مکن
یا طلب کن خانه ای درخورد پیل

* * * *

خلعت سلطان اگر چه عزیز است جامه خلقان خود بعزت تر و خوان بزرگان اگر چه لذیذست خرده انبان خود بلذت تر .

سرکه از دسترنج خویش و تره
بهتر از نان دهخدا و بره

* * * *

خلاف راه صواب است و عکس رای اولوالالباب ، دارو بگمان خوردن و راه نادیده بی کاروان رفتن . امام مرشد محمد غزالی را رحمه الله علیه پرسیدند : چگونه رسیدی بدین منزلت در علوم ؟ گفت : بدانکه هرچه ندانستم از پرسیدن آن ننگ نداشتم .

امید عافیت آنگه بود موافق عقل
که نبض را به طبیعت شناس بنمایی

بپرس از هر چه ندانی که ذل پرسیدن
دلیل راه تو باشد به عز دانایی

* * * *

هر آنچه دانی که هر آینه معلوم تو گردد. به پرسیدن آن تعجیل مکن که هیبت سلطنت را زیان دارد .

چو لقمان دید کاندر دست داوود
همی آهن به معجز موم گردد
نپرسیدش چه می سازی که دانست
که بی پرسیدنش معلوم گردد

* * * *

هر که با بدان نشیند اگر نیز طبیعت ایشان در او اثر نکند به طریقت ایشان متهم گردد و گر به خراباتی رود به نماز کردن ، منسوب شود به خمر خوردن.

رقم بر خود به نادانی کشیدی
که نادان را به صحبت برگزیدی
طلب کردم ز دانایی یکی پند
مرا فرمود با نادان مپیوند
که گر دانای دهری خر بباشی
وگر نادانی ابله تر بباشی

* * * *

ریشی درون جامه داشتم و شیخ از آن هر روز بپرسیدی که چون است و نپرسیدی کجاست . داستنم از آن احتراز می کند که ذکر همه عضوی روا نباشد و خردمندان گفته اند : هر که سخن نسنجد از جوابش برنجد .

تا نیک ندانی که سخن عین صواب است
باید که به گفتن دهن از هم نگشایی
گر راست سخن گویی و در بند بمانی
به زانکه دروغت دهد از بند رهایی

* * * *

در انجیل آمده است که ای فرزند آدم گر توانگری دهمت مشتغل شوی به مال از من وگر درویش کنمت تنگدل نشینی ، پس حلاوت ذکر من کجا دریابی و به عبادت من کی شتابی ؟

گه اندر نعمتی ، مغرور و غافل
گه اندر تنگدستی ، خسته و ریش
چو در سرا و ضرا حالت این است
ندانم کی به حق پردازی از خویش

* * * *

ارادت بی چون یکی را از تخت شاهی فرو آرد و دیگری را در شکم ماهی نکو دارد .

وقتیست خوش آن را که بود ذکر تو مونس
ور خود بود اندر شکم حوت چو یویس

* * * *

زمین را ز آسمان نثار است و آسمان را از زمین غبار ، کل اناء یترشح بما فیه .

گرت خوی من آمد ناسزاوار
تو خوی نیک خویش از دست مگذار

❋ ❋ ❋ ❋

حق جل و علا می بیند و می پوشد و همسایه نمی بیند و می خروشد .

نعوذ بالله اگر خلق غیب دان بودی
کسی به حال خود از دست کس نیاسودی

❋ ❋ ❋ ❋

هر که بر زیر دستان نبخشاید به جور زیردستان گرفتار آید .

نه هر بازو که در وی قوتی هست
به مردی عاجزان را بشکند دست
ضعیفان را مکن بر دل گزندی
که درمانی به جور زورمندی

❋ ❋ ❋ ❋

نصیحت پادشاهان کردن کسی را مسلم بود که بیم سر ندارد یا امید زر .

موحد چه در پای ریزد زرش
چه شمشیر هندی نهی بر سرش

امید و هراسش نباشد ز کس
بر این است بنیاد توحید و بس

حکایت

شبانی را پدری خردمند بود . روزی بدو گفت : ای پدر دانا و خردمند! مرا آنگونه که از پیروان خردمند می رود پندی بیاموز !

پدر گفت : به مردم نیکی کن ، ولی به اندازه ، نه به حدی که او را مغرور و خیره سر نماید.

شبانی با پدر گفت ای خردمند
مرا تعلیم ده پیرانه یک چند
بگفتا: نیک مردی کن نه چندان
که گردد خیره ، گرگ تیزدندان

* * * *

جاهلی خواست که الاغی را سخن گفتن بیاموزد، گفتار را به الاغ تلقین می کرد و به خیال خود می خواست سخن گفتن را به الاغ یاد بدهد.

حکیمی او را گفت : ای احمق ! بیهوده کوشش نکن و تا سرزنشگران تو را مورد سرزنش قرار نداده اند این خیال باطل را از سرت بیرون کن ، زیرا الاغ از تو سخن نمی آموزد، ولی تو می توانی خاموشی را از الاغ و سایر چارپایان بیاموزی .

حکیمی گفتش ای نادان چه کوشی
در این سودا بترس از لولائم
نیاموزد بهایم ۴۴۵ از تو گفتار
تو خاموشی بیاموز از بهائم
هر که تاءمل نکند در جواب

بیشتر آید سخنش ناصواب
یا سخن آرای چو مردم بهوش
یا بنشین همچو بائم خموش

❊ ❊ ❊ ❊

لقمان آهنی به دست حضرت داوود علیه السلام دید که همچون موم نزد او نرم می شود و هر آن گونه بخواهد آن را می سازد، چون می دانست که بدون پرسیدن ، معلوم می شود که داوود علیه السلام چه می خواهد بسازد. از او سؤ ال نکرد، بلکه صبر کرد تا اینکه فهمید داوود علیه السلام به وسیله آن آهن ، زره ساخت .

چو لقمان دید کاندر دست داوود
همی آهن به معجز موم گردد
نپرسیدش چه می سازی که دانست
که بی پرسیدنش معلوم گردد

حکایت

پارسایی در مناجات می گفت : خدایا! بر بدان رحمت بفرست ، اما نیکان خود رحمتند و آنها را نیک آفریده ای .

گویند: فریدون که بر ضحاک ستمگر پیروز شد و خود به جای او نشست فرمود خیمه شاهی او را در زمینی وسیع سازند. پس به نقاشان چنین دستور داد تا این را در اطراف آن خیمه با خط زیبا و درشت بنویسند و رنگ آمیزی کنند:

ای خردمند! با بدکاران به نیکی رفتار کن ، تا به پیروزی از تو راه نیکان را برگزینند.

فریدون گفت : نقاشان چین را
که پیرامون خرگاهش بدوزند
بدان را نیک دار، ای مرد هشیار!

که نیکان خود بزرگ و نیک روزند

حکایت

از یکی از بزرگان پرسیدند: با اینکه دست راست دارای چندین فضیلت و کمال است ، چرا بعضی انگشتر را در دست چپ می کنند؟

او در پاسخ گفت : ندانی که پیوسته اهل فضلا، از نعمتهای دنیا محروم شوند ؟!

آنکه حظ آفرید و روزی داد
یا فضیلت همی دهد یا بخت

حکایت

حکیم فرزانه ای را پرسیدند: چندین درخت نامور که خدای عزوجل آفریده است و برومند ، هیچ یک را آزاد نخوانده اند مگر سرو را که ثمره ای ندارد . درین چه حکمت است ؟ گتف : هردرختی ثمره معین است که به وقتی معلوم به وجود آن تازه آید و گاهی به عدم آن پژمرده شود و سرو را هیچ ازین نیست و همه وقتی خوش است و این صفت آزادگان است .

به آنچه می گذرد دل منه که دجله بسی
پس از خلیفه بخواهد گذشت در بغداد
گرت ز دست برآید، چو نخل باش کریم
ورت ز دست نیاید، چو سرو باش آزاد

تمام شد کتاب گلستان والله المستعان ، به توفیق باری عز اسمه ، درین جمله چنان که رسم مولفان است از شعر متقدمان بطریق استعارت تلفیقی نرفت .

کهن خرقه خویش پیراستن
به از جامه عاریت خواستن

غالب گفتار سعدی طرب انگیزست و طیبت آمیز و کوته نظران را بدین علت زبان طعنه دراز گردد که مغز دماغ ، بیهوده بردن و دود چراغ بی فایده خوردن کار خردمندان نیست ، ولیکن بر رای روشن صاحبدلان که روی سخن در ایشان است پوشیده نماند که در موعظه های شافی را در سلک عبارت کشیده است و داروی تلخ نصیحت به شهد ظرافت بر آمیخته تا طبع ملول ایشان از دولت قبول محروم نماند ، الحمدالله رب العالمین .

ما نصیحت به جای خود کردیم
روزگاری در این به سر بردیم
گر نیاید به گوش رغبت کس
بر رسولان پیام باشد و بس

یا ناظرا فیه سل بالله مرحمته
علی المصنف واستغفر لصاحب
واطلب لنفسک من خیر ترید بها
من بعد ذلک غفرانا لکاتبه

والسلام .

***

غلو في الدين

حقیقت - اسباب اور صورتیں

مؤلف

حضرت مولانا مفتی محمد شعیب اللہ خان صاحب مفتاحی دامت برکاتہم
بانی و مہتمم الجامعۃ الاسلامیہ مسیح العلوم بنگلور

مکتبہ مسیح الامت دیوبند و بنگلور

نام کتاب : غلو فی الدین حقیقت- اسباب اور صورتیں

مصنف : حضرت مولانا مفتی محمد شعیب اللہ خان صاحب مفتاحی دامت برکاتہم

بانی و مہتمم جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم بنگلور

[illegible]

صفحات : ۳۵۸

تاریخ طباعت : صفر المظفر ۱۴۳۷ھ مطابق دسمبر ۲۰۱۵ء

ناشر : مکتبہ مسیح الامت دیوبند و بنگلور

موبائل نمبر : 9634307336 \ 9036701512

ای۔میل : maktabahmaseehulummat@gmail.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اقتباس

''اگر عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا یا خدا کا بیٹا بنا لیا، تو اسی غلو کے سبب بنایا، اگر یہود نے حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا قرار دیا، تو اسی غلو کی بلا سے قرار دیا، اگر مشرکینِ عرب یا دیگر اہلِ کفر و شرک نے بتوں کی عبادت کا سلسلہ جاری کیا، تو اسی غلو کا نتیجہ تھا، اگر بعض فرقوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شخصیت کو خدائی کے مقام تک بڑھایا تھا، تو اسی غلو کی کرشمہ سازی تھی، اگر لوگ ولیوں و شہیدوں کو حاجت روا و مشکل کشا سمجھتے اور ان سے اپنی حاجت کا سوال کرتے اور مشکل کشائی کی گزارش کرتے ہیں، تو اسی غلو کے مرض کا اثر ہے، اگر اہل اللہ کی مزارات پر طواف و سجدے کیے جاتے ہیں، تو اسی غلو کی دین ہے، اگر خوارج نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم کو کافر قرار دیا، تو اسی غلو کے زیر اثر تھا، اگر ''قدریہ'' و ''جبریہ'' فرقوں نے مسئلہ تقدیر میں بندے کی قدرت کے بارے میں دو متقابل راستے اختیار کیے تھے، تو غلو ہی اس کا بھی سبب تھا، اگر ''مجسمہ'' و ''معطلہ'' فرقوں نے خدا کی ہستی کے بارے میں جسمیت و تعطیل کے دو متضاد نقاطِ نظر اختیار کیے تھے، تو اس کا باعث بھی یہی غلو تھا۔ اہلِ بیت کرام و ائمہ عظام کے بارے میں

اہلِ تشیع کا عقیدۂ عصمت اور ان ہی کے بارے میں ناصبیوں نے کفر و فسق کے فتوے لگائے تھے، تو وہاں بھی یہی غلو کارفرما تھا۔ الحاصل ہر بدعت و گمراہی و بدعقیدگی و بدعملی کے پیچھے غور کیا جائے، تو اس کا اصل سبب و باعث یہی غلو فی الدین نظر آتا ہے۔

لہٰذا اسلام نے غلو سے سختی سے منع کر دیا؛ تاکہ یہ غلو اگرچہ کہ بہت معمولی لگتا ہو اور لوگ اس کو کچھ زیادہ اہمیت نہ دیتے ہوں؛ مگر یہ انسان کو صراطِ مستقیم سے بہت دور کر دیتا ہے؛ لہٰذا ہر قسم کے غلو سے اسلام نے منع کر دیا۔"

فَھرَسْ

تقریظات اکابر

حضرت مولانا ابوالقاسم صاحب نعمانی دامت برکاتہم

شیخ الحدیث مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری دامت برکاتہم

ادیب شہیر حضرت مولانا نور عالم خلیل امینی دامت برکاتہم

حضرت مولانا عقیل الرحمان صاحب دامت برکاتہم

حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی صاحب دامت برکاتہم

حضرت مفتی حبیب الرحمٰن صاحب خیرآبادی دامت برکاتہم

حضرت مولانا سلمان الحسینی ندوی صاحب دامت برکاتہم

حضرت مولانا محمد انور صاحب گنگوہی دامت برکاتہم

شیخ الحدیث حضرت وسیم احمد صاحب دامت برکاتہم

التقریظ

عالم ربانی حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی صاحب دامت برکاتہم
(مہتمم دارالعلوم دیوبند)

''غلو فی الدین- حقیقت- اسباب اور صورتیں'' یہ نام ہے حضرت مولانا مفتی محمد شعیب اللہ خان صاحب مفتاحی دامت برکاتہم کے تازہ علمی شاہکار کا، حضرت مفتی صاحب ان باتوفیق علمائے کرام میں سے ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے بہ یک وقت، متنوع علمی و دینی خدمات کے لیے منتخب فرمالیا ہے۔

چناں چہ "الجامعۃ الإسلامیۃ مسیح العلوم ،بنگلور" جیسے ادارے کے منصب اہتمام کی ذمے داریوں کے ساتھ تصنیف وتالیف کا سلسلہ بھی برابر جاری رہتا ہے، ان کے قلم سے اب تک اردو اور عربی میں متعدد کتابیں، مختلف فقہی و علمی موضوعات پر تیار ہو کر اہل علم کے درمیان مقبولیت حاصل کر چکی ہیں، پیش نظر کتاب بھی ایک اہم موضوع ''غلو فی الدین'' سے متعلق ہے؛ بلا شبہ غلو فی الدین وہ فکری و عملی بیماری ہے، جس کے نتیجے میں انسان صراطِ مستقیم سے ہٹ کر مختلف قسم کی کجروی اور بدعملی کا شکار ہو جاتا ہے۔

مفتی صاحب نے اس کتاب میں غلو فی الدین کی حقیقت، اس کے اسباب اور اس کی صورتوں کے تعارف کے سلسلے میں سیر حاصل گفتگو کی ہے اور آخر میں اس کے تدارک اور علاج کے سلسلے میں بھی اظہار رائے فرمایا ہے۔

امید ہے کہ یہ کتاب بھی، مؤلف محترم کی دیگر تصانیف کی طرح، اہل علم سے دادِ قبول حاصل کرے گی اور ملت کو اس سے خوب خوب نفع پہنچے گا۔

ابوالقاسم نعمانی غفرلہ

التقریظ

محدثِ کبیر استاذ الاساتذہ حضرت مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری
دامت برکاتہم
(شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند)

بسم اللہ توکلت علی اللہ

''غلو فی الدین'' حضرت مولانا مفتی محمد شعیب اللہ خان صاحب، مہتمم جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم، بنگلور کی وقیع کتاب ہے۔ ''غلو'': مصدر ہے، اس کے لغوی معنے ہیں: حد سے زیادہ ہو جانا اور مبالغہ کرنا۔ دین: عقائد و اعمال کے مجموعے کا نام ہے۔ اور غلو کے اصطلاحی معنے ہیں: افراط و تفریط اور کمی و زیادتی۔ دین مکمل ہے، اس میں دونوں کی گنجائش نہیں، دونوں سے دین کا حلیہ بگڑ جاتا ہے؛ مگر لوگ باز کہاں آتے ہیں! افراط و تفریط میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور اس سے گمراہ فرقے وجود میں آتے ہیں اور آتے رہتے ہیں، نبوی پیشین گوئی کے مطابق ان کی تعداد بے حد ہو جاتی ہے، پس ضروری ہے کہ امت کو دین کی حدود سے واقف کیا جائے اور غلو فی الدین کے منفی پہلو سے امت کو آشنا کیا جائے؛ تاکہ لوگ صراطِ مستقیم پر گامزن رہیں، اس سے نہ ہٹیں۔ ارشادِ پاک ہے:

﴿وأن هذا صراطي مستقيماً فاتبعوه ولا تتبعوا السبل فتفرق بكم عن سبيله ذلكم وصاكم به لعلكم تتقون﴾ (یہ دین میرا راستہ ہے، جو بالکل سیدھا ہے، پس اس کی پیروی کرو اور دیگر راہوں پر مت چلو، وہ تمھیں اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گے، یہ تمھیں تاکیدی حکم دیا جاتا ہے؛ تاکہ تم غلط راہوں پر نہ پڑ جاؤ۔

اسلام میں اہلِ سنت والجماعت کا طریقہ ہی اللہ کا سیدھا راستہ ہے، غیرِ اسلام اور گمراہ فرقوں کی راہیں اللہ کا راستہ نہیں ہیں، وہ ان کی اپنی راہیں ہیں، جن کا منتہی دوزخ ہے، حدیث میں ہے کہ بہتر فرقے جہنم رسید ہوں گے؛ کیوں کہ وہ جس راہ پر گامزن ہیں، وہ راہ جنت تک نہیں پہنچتی؛ اس لیے ہر مسلمان کو چھان بین کر کے اہلِ سنت والجماعت کی راہ اپنانی چاہیے۔

اس کے بعد جاننا چاہیے کہ اسلام کے مزاج میں اعتدال ہے اور ''غلو'' اعتدال کے منافی ہے اور عقائد کی خرابی، اعمال کی خرابی سے ناشی ہوتی ہے، جس طرح عملِ صالح سے ایمان کو جلا ملتی ہے، اسی طرح اعتدال سے ہٹے ہوئے اعمال سے- اگرچہ وہ اعمال صالحہ ہوں- ایمان کو گھن لگ جاتا ہے اور وہ دن بہ دن کمزور ہوتا جاتا ہے؛ تا آں کہ وہ دائرۂ ایمان سے بالکل نکل جاتا ہے۔ جیسے قادیانی، غالی شیعہ اور منکرینِ حدیث وغیرہ فرقے حدود پار کر گئے ہیں اور ان کا اسلام سے کچھ تعلق باقی نہیں رہا اور اسلامی فرقے اور جماعتیں اگرچہ حدود میں ہیں؛ مگر ان کا اپنے عقائد و اعمال میں غلو، کسی دن ان کے لیے وبالِ جان بھی بن سکتا ہے، مصنف نے ایسے فرقوں اور جماعتوں کے غلو پر بھی سیر حاصل گفتگو کی ہے۔

میں نے یہ کتاب پوری پڑھی ہے، اس میں کوئی بات حدِ اعتدال سے ہٹی ہوئی نہیں ہے، اس میں تبلیغی جماعت کے غلو کا بھی بیان ہے اور مصنف مدظلہ کو شاید اسی وجہ سے کتاب کی اشاعت میں تردد تھا اور شاید اسی وجہ سے انھوں نے چاہا کہ میں اسے طباعت سے پہلے پڑھوں؛ چناں چہ میں نے اس کو پڑھا اور بہ نظرِ غائر پڑھا، مجھے کتاب میں کوئی بات خلافِ واقعہ نظر نہیں آئی اور اپنوں کی غلطی اپنے بتائیں؛ یہ اس سے بہتر ہے کہ پرائے پکڑیں! اس لیے میری ناقص رائے میں اس کتاب کو ضرور شائع ہونا چاہیے، اس سے اصلاح کی امید ہے۔

یہاں ایک سوال ہے کہ جماعت کا غلو جماعت کے بڑوں کو سمجھانا چاہیے، اس کو پبلک کے سامنے نہیں رکھنا چاہیے، اس کا جواب یہ ہے کہ پانی سر سے گذر گیا ہے، اب جماعت کے عوام وخواص " أنا أنا ولا غيري " کے زعم میں مبتلا ہو گئے ہیں؛ پس جب بات خواص تک محدود نہیں رہی، تو قضیہ عوام کے سامنے رکھنا ضروری ہے، شاید اتر جائے لوگوں کے دل میں مصنف کی بات! اور دردِ پنہاں کا مداوا ہو جائے، والسلام۔

کتبہ

سعید احمد عفا اللہ عنہ پالن پوری

خادم دارالعلوم دیوبند

۱۴۳۵/۷/۱۵ھ

عالم جلیل، ادیب شہیر، ممتاز صاحب قلم:

حضرت مولانا نور عالم خلیل امینی صاحب دامت برکاتہم

(رئیس التحریر: "مجلۃ الداعی" واستاذ ادب عربی دار العلوم دیوبند)

کا

"غلو فی الدین"

پر محققانہ تبصرہ اور صاحب کتاب کو دادِ تحسین ومبارک باد

کرناٹک کے صدر مقام "بنگلور" کے مشہور ومعتبر مدرسہ "جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم" کے بانی ومہتمم جناب مولانا مفتی شعیب اللہ خان مفتاحی مدظلہ کی گراں مایہ وضخیم تصنیف "غلو فی الدین: حقیقت، اسباب اور صورتیں" کے تفصیلی مطالعے سے یہ راقم بہرہ ور ہوا۔ کتاب کے قیمتی مشمولات اور اس کی طباعت وظاہری شکل وصورت، کاغذ کی عمدگی اور مجموعی اشاعتی ہنرمندی نے متاثر کیا۔ عموماً علمائے دین کی دینی موضوعات پر شائع شدہ کاوشیں اردو زبان میں عصر حاضر میں برتی جانے والی املائی خوبیوں اور علامتوں سے بے نیاز ہوتی ہیں؛ موصوف کی اس کتاب میں ان خوبیوں اور علامتوں کو برتنے کی خاصی کوشش کی گئی ہے، جس سے اس راقم کو ذاتی طور پر بہت خوشی ہوئی؛ کیوں کہ یہ ان کے استعمال کا قول وعمل سے ہمیشہ داعی رہا ہے۔

حضرت مولانا مفتی شعیب اللہ خان صاحب علوم شریعت کے علمائے ماہرین میں شمار ہوتے ہیں، اسی کے ساتھ وہ صاحبِ حال وقال، صالح عالم ومفتی ہیں۔ جنوب

کے علاقے کے مسلمانوں میں انہیں بڑی مقبولیت ومحبوبیت حاصل ہے اور عوام کا ان کی طرف رجوع عام ہے۔ انہوں نے عربی اور اردو میں اسلامی موضوعات پر چھوٹی اور بڑی متعدد کتابیں تصنیف فرمائی ہیں، جو وقت کی ضرورت ہونے کی وجہ سے عوام وخواص میں بے حد مقبول ہیں۔ ان کی تصنیفات ان کی علمی گیرائی وگہرائی، شرعی بصیرت، فقہی ادراک، دینی فہم اور اسلامی غیرت کی غماز ہیں۔ ان کی تحریریں ان کی سنجیدہ شخصیت، متوازن طبیعت، دینی رسوخ اور استقامتِ فکر کا عکس جمیل ہے۔ وہ جو کچھ سوچتے اور لکھتے ہیں، اس میں امت کی بہی خواہی، ہم دردی اور اس کی اصلاح کا جذبۂ بے پناہ ہر ہر سطر میں کار فرما نظر آتا ہے۔ آج تحریر وتالیف اور ابلاغ ودعایہ کا زمانہ ہے۔ شہرت ونام وری وجاہ طلبی کی خواہش سے شاید وباید ہی کوئی خالی نظر آتا ہے۔ علما وصلحا کا طبقہ بھی اس فتنے سے مغلوب نظر آتا ہے؛ اس لیے تحریر وتقریر کا سیلِ بے پناہ امت کی اصلاحِ حال میں کوئی کردار نہیں ادا کر پاتا۔ مولانا شعیب اللہ خاں جیسے چنیدہ علما اپنے کردار وگفتار کی روشنی میں اس فتنے سے محفوظ محسوس ہوتے ہیں؛ اسی لیے وہ جو کچھ کہتے اور لکھتے ہیں اس میں برکت وتاثیر ونافعیت ہے؛ لہٰذا وہ مقبولِ عام ہے۔

اس سے قبل بھی ان کی کئی کتابیں راقم نے پڑھی ہیں، جن میں متعلقہ موضوعات پر بھرپور مواد ومعلومات کے ساتھ نہ صرف مذکورہ بالا خوبیاں نظر آئیں؛ بل کہ اردو زبان کی چاشنی بھی محسوس ہوئی اور ایسا لگا کہ یہ کتابیں محض لسانی حس سے عاری کسی مولویانہ قلم کی تخلیق نہیں؛ بل کہ کسی بیدار مغز اور شعورِ زبان کے حامل عالم اہل قلم کا نتیجۂ فکر ہیں۔

یہ کتاب جیسا کہ اس کے نام سے بہ خوبی واضح ہے، غلو فی الدین کی حقیقت، اس کی تعریف اور عمل میں آنے والی اس کی صورتوں اور مصداقوں کو بتانے کے لیے لکھی گئی

ہے۔ کتاب کے از اول تا آخر مطالعے سے محسوس ہوا کہ مصنف نے واقعی موضوع کا حق ادا کیا ہے اور موضوع کے متعلقات کے کما حقہ مطالعہ کے بعد کتاب لکھی ہے۔ حال آں کہ یہ کتاب علمی موضوع کی حامل ہے، جس کی بنیاد ہی مطلوبہ معلومات کی فراوانی پر ہے؛ لیکن زبان کی سادگی، بات کو پیش کرنے میں منطقی ترتیب وسہولت اور عام مسلمانوں کے فہم کے معیار کو سامنے رکھنے کی وجہ سے یہ عوام کی کتاب بھی بن گئی ہے، کوئی بھی عام پڑھا لکھا آدمی اس کے مشمولات سے فائدہ اٹھا سکتا ہے اور علما اور اہلِ علم ودانش پڑھیں گے، تو انھیں بڑی آسانی محسوس ہوگی۔

کتاب کے شروع میں آٹھ بڑے بڑے علما کی تقریظات ہیں، جنھوں نے کتاب، مؤلفِ کتاب اور کتاب کے مضامین کو سراہا ہے اور مؤلف کو اتنی اچھی کتاب لکھنے پر مبارک باد دینے کے ساتھ پرخلوص دعا دی ہے۔

کتاب چھ فصلوں پر مشتمل ہے۔ پہلی فصل میں غلو کی تعریف کی گئی ہے اور اس کا لغوی وشرعی مفہوم بتایا گیا ہے؛ دوسری فصل میں غلوفی الدین کی حرمت کو قرآن وحدیث کی روشنی میں اجاگر کیا گیا ہے؛ تیسری فصل میں تاریخِ مذاہب میں غلو کی ابتدا کب اور کیسے ہوئی پر گفتگو کی گئی ہے؛ چوتھی فصل میں غلوفی الدین کے اسباب پر بحث کی گئی ہے، جس میں جہالت اور اس کی فتنہ انگیزی، جاہلی تعصب اور اس کی خطرناکی، عقل پرستی اور اس کے نتائجِ بد، تقلید آبا اور مروجہ عاداتِ دیرینہ کی پیروی وغیرہ پر سیر حاصل گفتگو شامل ہے؛ پانچویں فصل میں غلوفی الدین کی قسمیں یعنی غلوفی العقیدہ اور غلوفی العمل کو بیان کیا گیا ہے؛ چھٹی فصل میں دین میں غلو کی مختلف صورتوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

اس کتاب کی ایک اہم خوبی یہ ہے کہ اس میں مذکورہ بنیادی بحثوں کے ضمن میں بہت سی جماعتوں، تنظیموں اور فرقوں کی خامیوں یا شرانگیزیوں کی بھی بصیرت مندانہ نشان

دہی اور عالمانہ رد یا مخلصانہ اصلاح کی تدبیر بروئے کار آ گئی ہے، جو خاصے کی چیز ہے۔ توقع ہے اس سے ان جماعتوں سے وابستہ افراد کی اصلاح رو بہ عمل آنے کی راہ ہموار ہوگی اور شرانگیز فرقوں کے شرور وفتن سے بچاؤ یا ان کی ہدایت کی راہ بھی ان شاء اللہ پیدا ہوگی۔ جو جماعتیں اور تنظیمیں دین ودعوت کا کام کررہی ہیں، وہ بھی اپنا محاسبہ کرنے اور اپنے اندر راہ پا جانے والی خرابیوں کو دور کرنے پر مجبور ہوں گی۔ مثلاً ص ۱۱۸ تا ۱۲۰ پر "تبلیغی جماعت" کی جن کوتاہیوں کی طرف ہمدردانہ اشارہ کیا گیا ہے، توقع ہے کہ وہ اپنی ثمرآوری کے تسلسل کو برقرار رکھنے کے لیے انہیں دور کرنے کی کوشش کرے گی۔ ص ۱۱۶-۱۱۷ پر بے جا تعصب کی وجہ سے "تبلیغی جماعت" کو گمراہ ثابت کرنے کی جو کوشش کی جاتی ہے، اس کتاب میں اس کے عالمانہ رد کی وجہ سے تعصب پیشہ افراد اور گروہوں کی ان شاء اللہ ہدایت ہوگی۔ اسی طرح ص ۱۳۱ تا ۱۳۵ پر "ہویٰ پرستی" کے بیان کے ضمن میں اہلِ بدعت کا مدلل رد بھی مذکور ہوگیا ہے، جو چشم کشا بھی ہے اور بصیرت افروز بھی۔ ص ۱۳۵ تا ۱۴۳ پر غیر مقلدین کی کج بحثی وہ کج روی کا عالمانہ جواب آ گیا ہے؛ کیوں کہ وہ بھی ہوا پرستی کی وجہ سے احکامِ شرعیہ کو اپنے نفس کے تابع بنالیتے ہیں اور ائمۂ کرام کی تقلید کو حرام قرار دے کر اپنے خیال میں دین وشریعت پر عمل کرتے ہیں اور قرآن وحدیث کے نصوص کی من مانی تاویلیں کرتے ہیں۔ ص ۲۱۰ تا ۲۱۲ پر "تفریط" کی بحث کے تحت غیر مقلدین کی طرف سے ائمۂ کرام کی توہین اور ان کی تقلید کو شرک اور کفر قرار دینے کا مدلل رد مذکور ہوا ہے اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ غیر مقلدین بھی مختلف حوالوں سے کسی نہ کسی کی تقلید ہی کرتے ہیں، جیسے احادیث کی صحت وضعف کے سلسلے میں محدثین کی تقلید کرتے ہیں۔

تفریطی غلو کے ضمن میں مدارسِ اسلامیہ سے معاندانہ سلوک رکھنے والوں کی ص ۱۱۵ تا ۲۲۸ پر نشان دہی کر کے یہ بتایا گیا ہے کہ ان میں دو قسم کے لوگ ہیں، کچھ

تو وہ ہیں جو مغربی تہذیب وتمدن سے مرعوبیت کی حد تک متاثر ہیں اور دوسرے قسم کے لوگوں کا تعلق اسلام دشمن مغربی طاقتوں سے ہے، جو ہمیشہ اسلام کی بیخ کنی کے در پے رہتے ہیں، مدارسِ اسلامیہ چوں کہ اسلام کی بقا وحفاظت کا ذریعہ ہیں؛ اس لیے اسلام دشمن طاقتیں مدارس کی شبیہ کو بگاڑنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگائے رہتی ہیں۔ اس سلسلے میں مختصراً مدارس کے اکتسابات اور کارناموں پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے اور مدارس کے تعلق سے ممتاز حقیقت پسند اسلامی دانش وروں کی آرا بھی ذکر کی گئی ہیں اور مغرب زدہ مسلمانوں کی طرف سے مدارس کے خلاف پیدا کیے گئے شبہات کا بھی تشفی بخش جواب دیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں جو کچھ بھی تحریر کیا گیا ہے، وہ بہت خوب ہے اور ہر مسلمان کے مطالعے کے لائق ہے۔ کتاب اللہ اور رجال اللہ میں تفریق اور ان دونوں میں سے ایک کو ماننے اور دوسرے کا انکار کرنے سے جو فتنہ پیدا ہوا، اس کے تحت ص ۲۸۲ سے ۲۲۸ تک منکرین حدیث اوران کی حماقتوں وگم راہیوں کو مفصل طور پر ذکر کر کے عقلی اور نقلی طور پر اس کا مسکت جواب دیا گیا ہے۔ یہ بحث بھی بڑی پر مغز اور مزے دار ہے، ہر ایسے مسلمان کو اس کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیے، جس کے دماغ کے کسی گوشے میں یہ خناس بھرا ہوا ہے کہ قرآن پاک جو نصِ قطعی ہے، اس کے بعد حدیث کی جو نص ظنی ہے کیا ضرورت رہ جاتی ہے؟ منکرین حدیث نے اصطلاحاتِ شرعیہ سے کس طرح کھلواڑ کیا ہے؟ اس کے کئی نمونے مؤلف نے پیش کیے ہیں۔ اسی ضمن میں قادیانیوں کی ختم نبوت میں تحریف پر بھی مختصراً لیکن جامع بحث کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ اصطلاحاتِ شرعیہ مفاہیم کی تبدیلی کفر اور ناقابلِ معافی جرم ہے۔

الغرض! یہ کتاب اپنے مرکزی موضوع غلو فی الدین کے سلسلے میں کافی اور شافی وکمل ومدلل بحث کے ساتھ ساتھ غلو فی الدین کے بہت سارے دُور رس نتائج واثرات

سے بحث کرتی ہے اور بنیادی موضوع کا حق ادا کرتے ہوئے بہت سے متعلقہ ذیلی موضوعات کا بھی خوب صورت نتیجہ خیز اور معلومات افزا انداز میں احاطہ کرتی ہے۔

مصنف کی دیگر نفع بخش اور گراں قدر کتابوں میں یہ کتاب اپنی افادیت، جامعیت اور انتہائی ضروری موضوع یعنی غلو فی الدین پر ہونے کی وجہ سے جو بے شمار بے اعتدالیوں، گمراہیوں، کج رویوں کا ذریعہ بنتی ہے؛ ممتاز اضافہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مصنف کے لیے اس کو دنیا میں ہر طرح کی بھلائی اور حسنِ تذکرہ ودعا کا اور آخرت میں نتائج اور ترقی درجات کا ذریعہ بنائے۔

نور عالم خلیل امینی

استاذ ادب عربی ورئیس التحریر الداعی عربی دارالعلوم دیوبند

۵ ۱/۲ بجے شام بہ روز یک شنبہ

۵/شعبان ۱۴۳۶ھ - ۲۴/مئی ۲۰۱۵ء

التقريظ

نمونۂ اسلاف حضرت مولانا عقیل الرحمان صاحب دامت برکاتہم
(استاذِ حدیث جامعہ مفتاح العلوم جلال آباد، یوپی)

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى أما بعد:

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وكذلك جعلناكم أمة وسطاً لتكونوا شهداء على الناس ويكون الرسول عليكم شهيداً﴾ (البقرة: ۱۴۳)

(اور ہم نے اسی طرح تم کو بالکل درمیانی امت بنایا ہے؛ تاکہ تم لوگوں پر گواہ رہو اور رسول تم پر گواہ ہوں۔)

حضرت مجدد تھانوی نور اللہ مرقدہ، اس آیت کا ماقبل سے ربط بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "قبولِ احکام شرعیہ میں جس چیز کو صراطِ مستقیم فرمایا گیا ہے، چوں کہ جماعتِ محمدیہ نے اس کو بے چوں وچرا اختیار کرلیا؛ اس لیے آیت آئندہ کے آغاز پر بہ طورِ جملۂ معترضہ اس جماعت کی مدح وفضیلت بیان فرماتے ہیں۔"

عبارتِ مذکورہ سے ایک تو یہ بات معلوم ہوئی کہ صراط مستقیم پر چلنے کا یہ عظیم صلہ ملا کہ گذشتہ امتوں کے حق میں اس امت کو شہید اور گواہ بنایا گیا؛ پھر اس کے صلے میں "امتِ وسط" کا بھی اس کو تمغہ ملا اور "وسط" نام بالکل درمیانی چیز کا ہے،: وہ خط جو کسی سطح پر بالکل بیچ میں ہو کہ اس خط سے داہنی اور بائیں جانب دو خط کھینچے جائیں، تو مقدار میں بالکل برابر ہوں، ایسے بیچ کو "وسط" کہتے ہیں، وسطیت کا نام ہی عدل واعتدال ہے ﴿إنما يأمركم بالعدل﴾ میں اسی عدل کا حکم کیا گیا ہے، اس حدِ اعتدال سے آگے بڑھنا افراط ہے اور پیچھے رہ جانا تفریط ہے، اسی افراط وتفریط کا نام

''غلو فی الدین'' ہے؛ گو عام محاورے میں غلو افراط کو کہا جاتا ہے۔

بندے کو یہ علم تو تھا کہ مکرم و محترم مولانا شعیب اللہ صاحب بنگلوری (فاضل مفتاح العلوم) تدریس و افتا کے ساتھ مصنف بھی ہیں کہ ان کے رسائل اور کتابیں بہ طور ہدیہ بندے کے پاس آتی رہتی تھیں اور بندہ حسب فرصت ان کا مطالعہ بھی کرتا تھا؛ جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ مولانا کا قلم معتدل ہونے ساتھ گہرائی اور گیرائی کو بھی لیے ہوئے ہوتا ہے۔

بندہ کا جب بنگلور کا سفر ہوتا تھا، تو بعض احباب سے معلوم ہوتا تھا کہ افتا کے سلسلے میں عامۃ المسلمین کا رجوع مولانا کی طرف ہوتا ہے، جس سے بندے کو اس لیے بھی مسرت ہوتی تھی کہ مفتاح العلوم کا ایک فاضل اُس مقام پر فائز ہے، جس کو سر کرنا اس زمانۂ حریت اور مطلق العنانی میں محال نہیں؛ تو مشکل ترین ضرور ہے، مسلکِ تھانوی جو اپنے اعتدال اور گیرائی و گہرائی میں مشہور عام و خاص ہے؛ مولانا اس کے سچے ترجمان ہیں؛ پھر مولانا نے ایک اور چھلانگ لگائی اور لسانِ عربی میں بھی آپ کی وقیع تصنیف شائع ہوئی، اس کے مطالعے سے بھی معلوم ہوا کہ مولانا معتدل اہلِ حق کے مسلک پر ہی جمے ہوئے ہیں؛ ورنہ بعض اوقات ایسا مقبول آدمی اس کا مصداق ہو جاتا ہے۔ کما قال مولانا الرومي:

او چو بیند خلق را سرمشت خویش

از تکبر می رود از دوست خویش

چند روز قبل مولانا جلال آباد تشریف لائے اور اپنی وقیع تصنیف: ''غلو فی الدین: حقیقت، اسباب اور صورتیں'' کا مسودہ بندے کے سپرد کیا اور دلی زبان سے یہ بھی فرمایا کہ اس پر بہ طور تقریظ کچھ لکھ دیا جائے۔ حضرت والا مولانا مسیح اللہ خان صاحب نور اللہ مرقدہ خلیفۂ خاص حضرت مجدد تھانوی نور اللہ مرقدہ، مہتمم اول مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد کے طرز پر، بندہ کسی تصنیف پر تقریظ یا پیش لفظ لکھنے سے

احتراز کرتا تھا، اول تو اس لیے کہ تقریظ کے لیے جس علم وفہم کی ضرورت ہے، بندہ خود کو اس سے عاری پاتا ہے، دوم اس لیے کہ آفتاب آمد دلیل آفتاب؛ اگر کتاب لائق استفادہ ہے، تو اہلِ نظر خود اس کی وقعت جان لیں گے؛ ورنہ مردہ سہارا دینے سے کہیں کھڑا ہو سکتا ہے؟ لیکن مولانا کی وہ دبی فرمائش نے بندے پر یہ اثر کیا کہ اسی دن سے وقت ملنے پر مسودے کا مطالعہ شروع کر دیا، جس عنوان کو پڑھتا تھا بے ساختہ قلب کہتا تھا:

اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

اور صرف زورِ قلم ہی نہیں حقیقت رسی بھی۔

مولانا نے بڑی جاں فشانی سے امتِ مسلمہ کے حالات کا مطالعہ فرمایا اور بارہ عنوان قائم کر کے غلو کے جتنے طبقات ہیں، ان کا بہت عمدہ معتدل قلم سے جائزہ لیا ہے، غلو کی تحقیق میں ایک مبسوط تمہید لکھی، جس میں غلو کی حقیقتِ لغویہ اور شرعیہ کو واضح فرمایا گیا ہے، پھر بہ طور تتمہ اور خلاصے کے غلو کے چھ سبب آخر میں بیان کیے، جس میں پوری کتاب کا مطمحِ نظر سامنے آجاتا ہے۔

بندے نے غلو فی الدین کے بارے میں اب تک ایسی جامع اور مستند تصنیف نہیں دیکھی، حق تعالی مولانا کی کاوش کو درجۂ قبولیت عطا فرمائیں اور امت کو بہ نظر انصاف اس سے بھرپور استفادے کی توفیق عطا فرمائیں۔

تمام مسودے کا مطالعہ تو اپنے مشاغل تدریسی کی وجہ سے نہیں کر سکا؛ مگر نصف سے کچھ کم حصے کا پورا مطالعہ کیا اور پھر ہر جگہ نظر ڈالی، ماشاء اللہ تعالیٰ ''ایں خانہ ہمہ آفتاب است'' کا مصداق پایا، وآخر دعوانا الحمد للہ رب العالمین.

کتبہ العبد عقیل الرحمان

خادم حدیث وافتا جامعہ مفتاح العلوم جلال آباد، ضلع شاملی، یوپی، الہند

مورخہ: ۲۳ر جمادی الاٰخری ۱۴۳۵ھ ؁ موافق ۲۴ر اپریل ۲۰۱۴ء

التقريظ

قدوۃ العلماء حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی صاحب دامت برکاتہم

(صدر مسلم پرسنل لاء بورڈ وناظم ندوۃ العلماء لکھنو)

الحمد لله رب العالمين، والصلوٰة والسلام علىٰ سيد المرسلين وخاتم النبيين محمد بن عبدالله الأمين، وعلىٰ آله وصحبه أجمعين، ومن تبعهم بإحسان، ودعا بدعوتهم إلىٰ يوم الدين، وبعد:

اسلام کو اللہ تعالیٰ نے ''دینِ وسط'' قرار دیا ہے، ''وسط'' سے مراد اعلیٰ معیار کے بھی ہوتے ہیں اور درمیانی اور معتدل معیار کے بھی، یہ دونوں خصوصیتیں اسلام میں دوسرے ادیان کے مقابلے میں اللہ رب العزت کی طرف سے رکھی گئی ہیں اور اس کی بنیادی خصوصیات میں شمار کی جاتی ہیں، اعتدال ہر چیز میں اچھے اثرات اور اچھے نتائج پیدا کرتا ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے "خير الأمور أوساطها" ہمارے علمائے کرام اور مجتہدینِ عظام نے شریعت کی خصوصیات کی وضاحت میں اس پہلو کو مدنظر رکھا ہے اور اس کے سبب یہ دین اپنی صحیح حالت پر قائم ہے، درمیان درمیان میں اس میں ایسی تحریکیں پیدا ہوئیں، جو دین کو اس کے اعتدال سے ہٹانے کا باعث ہو سکتی تھیں؛ لیکن دین کی صفتِ وسطیت کو ضروری سمجھنے والے حضرات نے ان کو پھیلنے اور عام ہونے نہیں دیا؛ لیکن ایسی تحریکیں اور اقدامات پیش آتے رہے، جو دراصل مبالغہ پسند ذہنوں کی پیداوار ہوتے ہیں، ان کی یہ مبالغہ پسندی دین کے بعض بنیادی مسئلوں میں غلو اختیار کر لینے کی وجہ سے ہوتی ہے، جس

کے نتیجے میں عقائد کے اندر بھی غلو پیدا کرنے کی کوششیں سامنے آئیں اور ان سے فرقِ باطلہ بنے۔عقائد میں غلو کا عمل کسی عقائدی مسئلے میں ہوا، تو اس کو اپنی جگہ سے ہٹا دینے کا سبب بنا، چناں چہ فرقِ باطلہ میں شمار کیے جانے کے لائق ہو گیا۔

اس طرح تاریخ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے مزاج میں غلو پسندی کا بھی رجحان ہوتا ہے؛ یہ رجحان جب زور پکڑتا ہے، تو دین کی وسطیت اور اعتدال پسندی متاثر ہو جاتی ہے؛ یہ ایک ایسی خرابی ہے کہ اگر اس کا تدارک نہ کیا جائے تو دین کو بہت زیادہ نقصان پہنچ سکتا ہے۔قرآنِ مجید میں جگہ جگہ دین کی اس وسطیت پر توجہ دلائی گئی ہے اور غلو سے بچایا گیا ہے، حدیث شریف میں بھی متعدد جگہوں پر غلو سے منع کیا گیا ہے، حدیث شریف میں آتا ہے کہ تین صحابی آپ کے یہاں حاضر ہوئے تھے اور ہر ایک اپنے عمل میں غلو کا ارادہ کر رہا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " لن يشاد الدين أحد إلا غلبه " (جس نے بھی دین میں شدت اختیار کیا، تو دین ہی اس پر غالب ہوا) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیاتِ طیبہ کے ذریعے نمونہ پیش کیا، لہٰذا علمائے امت کی ذمے داری بنتی ہے کہ غلو کے ہر پہلو پر نظر رکھیں اور دین کو اس خطرے سے بچائیں۔

جناب مولانا مفتی محمد شعیب اللہ خان صاحب مفتاحی، جو ایک بڑے عالمِ دین اور بنگلور میں علومِ دینیہ واصلاحِ امت کا کام انجام دے رہے ہیں اور کئی اہم علمی کتابوں کے مصنف ہیں، انھوں نے غلو کے مسئلے پر سیر حاصل بحث کی ہے اور اس کے مختلف پہلوؤں کا قرآن وحدیث کی روشنی میں جائزہ لیا ہے اور بے اعتدالیوں کا ذکر کرتے ہوئے اس کی مناسب وضاحت کی ہے، اس طرح یہ کتاب "غلو فی

الدین، حقیقت، اسباب، صورتیں" بہت مفید اور اصلاح پسند مقصد کی حامل ہوگئی ہے، اس کو دیکھ کر دین کی حفاظت کا جو سلسلہ قائم ہے، یہ کتاب بھی اس سلسلے کی اہم کڑی بنتی ہے، ہم اس تحقیقی اور اصلاحی عمل کی اہمیت کو پوری طرح محسوس کرتے ہیں اور اس کی افادیت کی امید کرتے ہیں۔

محمد رابع حسنی ندوی

۲۷/شعبان/۱۴۳۵ھ مطابق ۲۶/جون/۲۰۱۴ء

ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

التقريظ

حضرت مولانا مفتی محمد حبیب الرحمان صاحب خیرآبادی دامت برکاتہم
(صدر مفتی دارالعلوم دیوبند)

الحمد لله رب العالمين ، والصلوٰة والسلام علىٰ سيد الأنبياء و المرسلين ، وعلىٰ آله و صحبه أجمعين ، أمابعد :

دنیا میں ہر انصاف پسند افراط وتفریط کو ناپسند - - - - اور اعتدال کو ہر شخص پسند کرتا ہے، جہاں کسی چیز میں افراط وتفریط آیا یا غلو آیا، وہیں اختلاف، لڑائی جھگڑے، پارٹی بندی شروع ہوجاتی ہے، عقائد میں بگاڑ آجاتا ہے، یہاں تک کہ لوگ ہلاکت کے گڑھوں میں جاگرتے ہیں۔ جس قدر انبیائے کرام اور عقلا وحکما دنیا میں تشریف لائے، اعتدال اور میانہ روی کو پسند کیا اور اس کی تعلیم دی اور غلو فی الدین کو مذموم بتایا۔ قرآن پاک میں بھی اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ﴿قل يا أهل الكتٰب لا تغلو في دينكم غير الحق﴾ اور کہیں اس طرح فرمایا ﴿يا أهل الكتٰب لا تغلو في دينكم و لا تقولوا علىٰ الله إلا الحق﴾ کہیں ارشاد فرمایا ﴿تلك حدود الله فلا تعتدوها﴾۔

خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی غلو سے بچنے کی ہدایت فرمائی ہے، ارشاد نبوی ہے: "يا أيها الناس ! إياكم والغلو في الدين، فإنه أهلك من كان قبلكم الغلو في الدين" (ابن ماجہ) ایک جگہ ارشاد ہے" ألا هلك المتنطعون "۔

ان آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ نبویہ سے صاف پتا چلتا ہے کہ اعتدال سے ہٹنا اور دین میں غلو اختیار کرنا امت کی ہلاکت وبربادی کا ذریعہ ہے، آج دین کا کام کرنے

والوں میں، مختلف شعبوں میں، مختلف حیثیتوں سے غلو پیدا ہوگیا ہے اور معاملہ اتنا آگے بڑھ چکا ہے کہ جاہلوں نے دین کے بعض شعبوں پر ایسا تسلط جمالیا ہے کہ وہ دین کے ٹھیکیدار اور جنت ودوزخ کے ٹھیکیدار بن گئے ہیں، جوامت میں انتشار وافتراق کا باعث بن گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے حضرت مولانا محمد شعیب اللہ خان صاحب کو کہ انھوں نے اس اہم اور ضروری موضوع پر قلم اٹھایا اور بڑی احتیاط کے ساتھ صراطِ مستقیم کے طریقہ کار کو اجاگر کیا اور افراط وتفریط اور غلو فی الدین کے نظریے کی خوب بیخ کنی کی، اللہ ان کو بہت بہت جزائے خیر عطا فرمائے، انھوں نے امت کی صحیح نبض پکڑی اور ان کی رشد وہدایت اور ان کی اصلاحِ باطن کی طرف صحیح رہنمائی فرمائی۔ اگر یہ کتاب تعصب کی عینک اتار کر، اعتدال اور صراطِ مستقیم کی عینک لگا کر پڑھی گئی، تو قوی امید ہے کہ امت کے اندر سے آدھا بگاڑ ختم ہو جائے گا اور لوگ اعتدال کی صحیح، صاف اور سیدھی سڑک پر آجائیں گے۔ اللہ تعالیٰ مصنف موصوف کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور امتِ مسلمہ کی ہدایت کا ذریعہ بنائے، آمین۔

حبیب الرحمٰن خیرآبادی عفا اللہ عنہ

مفتی دارالعلوم دیوبند

۲۳ر شعبان ۱۴۳۵ھ

التقریظ

علامہ جلیل حضرت مولانا سید سلمان الحسینی ندوی صاحب دامت برکاتہم

(استاذ تفسیر وحدیث دارالعلوم ندوۃ العلما لکھنؤ)

الحمدللہ رب العالمین ، والصلوٰۃ و السلام علیٰ سید المرسلین و خاتم النبیین و بعد:

اسلام اللہ کا ازلی اور ابدی دین ہے، یہ اللہ کی بندگی کے نظام کا اصطلاحی نام ہے، اللہ عادل و منصف ہے، اس کا نظام بھی عادلانہ اور منصفانہ ہے، عدل حقوق کی صحیح بنیادوں پر ادائیگی کا نام ہے، معاملات میں افراط وتفریط ظلم ہے، عدل اس کے بالکل مقابل ہے۔

اسلام میں اعتقادی، فکری، نظریاتی، اخلاقی، معاشرتی، معاملاتی اور دیگر تمام شعبہ ہائے حیات میں افراط وتفریط کی گنجائش نہیں ہے، اس کے عادلانہ نظام میں ترازو کی صحیح تول کا حکم ہے۔ اس نے اپنے راستے کو درمیانی راستہ قرار دیا ہے؛ یہی صراطِ مستقیم ہے؛ یہی سواء السبیل ہے؛ یہی دینِ قیم ہے۔

اس نظام کے اختیار کرنے اور اس کے نفاذ کی جدو جہد کرنے کے لیے جس امت کو تیار کیا گیا، اس کو درمیانی امت کہا گیا۔

﴿ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ أُمَّةً وَّسَطًا ﴾ (البقرۃ: ۱۴۳)

آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا جس مقام سے انتخاب فرمایا گیا اور جہاں سے انسانی قافلے کے سالار حضرت آدم علیہ السلام نے جس نظام عبودیت کا روئے زمیں پر آغاز کیا تھا، اس کو درمیانی مقام قرار دیا گیا، جو آباد دنیا کے بیچ میں

واقع ہے۔

درمیانی مرکز سے، درمیانی نظام، درمیانی امت کو سونپا گیا اور سستی کاہلی، کسلمندی، غفلت، نکھے پن اور تفریط وتقصیر کی جہاں ممانعت فرمائی گئی، وہیں شدت، تعدی، زیادتی، ظلم اور غلو، افراط اور انتہا پسندی سے منع کیا گیا۔

افراط وتفریط کی ان دو انتہاؤں یا دونوں کناروں کے بیچ میں رہنے کا حکم دیا گیا ہے: "القصد، القصد تبلغوا" (بخاری: ۶۴۶۳)

"سددوا وقاربوا" (ترمذی: ۲۱۴۱)

اسلام کی وسطیت، اس کے اعتدال اور اس کی میانہ روی کا ہر حال میں خیال رکھنا چاہیے؛ لیکن اس کا ادراک ہر شخص کے بس میں نہیں، اس کے لیے وسیع النظر، عالی دماغ، کشادہ دل، متکلم فقیہ کی ضرورت ہے۔

مجھے بڑی مسرت ہے کہ مولانا مفتی محمد شعیب اللہ خان مفتاحی نے اس خلا کو پر کیا ہے، ان کی کتاب ''غلو فی الدین حقیقت، اسباب، صورتیں'' نہ صرف دینی انتہا پسندی، مزاجی تشدد اور افراط کی شکلوں کی نشاندہی کرتی ہے؛ بل کہ اسلام کی وسطیت اور اعتدال کا روشن مینار بھی تعمیر کرتی ہے۔

انھوں نے غلو (حدود سے تجاوز اور تشدد وزیادتی) کے مفہوم کی وضاحت کرتے ہوئے مذاہب میں انتہا پسندی کی تاریخ کا جائزہ بھی لیا ہے، اس کے اسباب پر بحث کی ہے، اس کے انواع واقسام کا تذکرہ کیا ہے اور اس کی مختلف صورتوں کو بھی واضح فرمایا ہے۔

اسلام کی وسطیت کا تقاضہ تھا کہ دوسری انتہا پسندی کا بھی جو تفریط وتقصیر کی شکل میں سامنے آتی ہے، جائزہ لیا جائے اور انبیائے عظام، صحابہ کرام، اولیائے محترمین، علمائے مکرمین اور دینی مدارس اور اداروں و جماعتوں کے ساتھ تفریط کی انتہا پسندانہ

شکلوں کو نمایاں کیا جائے۔

مولانا نے بدعت کی حقیقت کو بھی سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ دینی احکام میں ترجیحات اور ان کی صحیح ترتیب، کتاب اللہ اور رجال اللہ میں تفریق، شریعت کے ظاہر و باطن کی حقیقت، منصوص و غیر منصوص میں فرق، وسائل و مقاصد کی تمیز، مختلف دینی کاموں اور دینی شعبوں کے درمیان ربط و تعلق، متشابہات سے گریز، اصطلاحاتِ شرعیہ کی رعایت، مسلکی اختلافات کی اخلاقیات اور وسعت قلبی، تشدد کے مظاہر اور الہام و خواب و کشف کی حقیقت، جیسے موضوعات پر بڑی مبصرانہ، فقیہانہ اور دردمندانہ گفتگو کی ہے۔

جدید تعلیم یافتہ حضرات اور عام اردو قارئین کے علاوہ یہ مباحث طلبائے مدارس کے لیے بڑے چشم کشا اور بصیرت افروز ہیں، ذمے دارانِ مدارس کی خدمت میں عرض ہے کہ اس کتاب کو طلبائے مدارس کے مطالعے کے کورس میں داخل کریں اور آج کے اس دورِ انتشار میں، افراط و تفریط میں مبتلا امت کے لیے صراطِ مستقیم کے نشانات روشن کردیں۔

دست بہ دعا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مولانا محترم زیدت امجادہ کی اس کوشش کو قبول فرمائے اور اس سے امت کو زیادہ سے زیادہ مستفید فرمائے۔ آمین

سید سلمان الحسینی ندوی
استاذ تفسیر و حدیث دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

التقریظ

منبع العلوم حضرت مولانا محمد انور صاحب گنگوہی دامت برکاتہم

الحمد لله رب العالمين ، والصلوٰة و السلام علیٰ سید الأنبیاء والمرسلین ، وعلیٰ آله وصحبه أجمعین ، أما بعد :

حامداً ومصلیاً ، أما بعد:

عزیز مکرم "جناب مولانا مفتی شعیب اللہ صاحب مفتاحی زید کرمہ" ایک مشہور ومعروف، سلیم الطبع ، جید الاستعداد عالمِ دین ہیں، جو محتاجِ تعارف نہیں، مدرسہ مسیح العلوم، بنگلور کی بنا،اس کا اہتمام وانتظام ،اصلاحی وارشادی بیانات وخطابات، علمیات، عملیات ،دینیات واخلاقیات وغیرہ موضوعات پر تصنیف و تالیف کی بے شمار نمایاں خدمات ہی آپ کا تعارف ہے۔اسی سلسلۂ تصنیف کی ایک کڑی "غلو فی الدین" آپ کے ہاتھوں میں ہے،جس میں موصوف نے نہایت خوش اسلوبی، تحقیق ووضاحت اور وثوق واعتماد کے ساتھ مضامین جمع کیے ہیں، جن کی خوبی اور افادیت کا اندازہ،مطالعے سے ہی ہوسکتا ہے،قلتِ فرصت کی وجہ سے بندہ بالاستیعاب تو مطالعہ نہیں کرسکا؛ البتہ چیدہ چیدہ مقامات میں سے جہاں سے بھی، جس مضمون کو پڑھا دل باغ باغ ہوگیا! اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ! اللهم زد فزد!

امتِ مسلمہ کے عوام وخواص کا معاشرہ اور معاملہ غلو فی الدین کے سلسلے میں انتہائی افسوس ناک مرحلے تک پہنچا ہوا ہے، اس موضوع پر ایسی کتاب کی اشد ضرورت تھی، حق تعالیٰ شانہ جزائے خیر دے موصوف کو کہ انھوں نے اس پر قلم اٹھا کر

امتِ مسلمہ پر ایک احسانِ عظیم فرمایا۔ خداوندِ قدوس موصوف کی اس کاوشِ عملی؛ نیز دیگر جملہ خدماتِ علمیہ ودینیہ کو بے حد، بے حد قبول فرمائے، پوری امتِ مسلمہ کے لیے نافع ومفید بنائے، مزید کام کرتے رہنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

محمد انور گنگوہی

۲۷؍رجب ۱۴۳۵ھ

التقریظ

محدثِ جلیل حضرت مولانا وسیم احمد صاحب دامت برکاتہم
(شیخ الحدیث اشرف العلوم، گنگوہ، یوپی)

الحمد لله و كفىٰ وسلام علىٰ عباده الذين اصطفىٰ . أما بعد:

عزیز محترم جناب مولانا مفتی شعیب اللہ سلمہ وحفظہ اللہ نے تازہ ترین تالیف کا مسودہ ارسال فرمایا، بندہ اپنی علالت اور مسلسل بیماری کی وجہ سے بالاستیعاب تو نہ دیکھ سکا؛ البتہ جستہ جستہ مقامات دیکھ کر بہت خوشی ہوئی؛ کیوں کہ غلو فی الدین ایسی مہلک بیماری ہے، جس سے اہلِ کتاب اور امت کا ایک بڑا طبقہ برباد ہوا؛ اسی لیے قرآن و حدیث میں اس کی بڑی مذمت بیان کی گئی ہے، "امام بخاری رحمۃ اللہ" نے بھی اس کی قباحت سے باخبر کیا ہے اور "شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ" نے تو مختلف کتب میں اس کی مذمت بیان کی ہے، موجودہ دور میں خواص اور عوام اس میں مبتلا ہو کر بدعات کا شکار ہو رہے ہیں؛ اس لیے اس موضوع پر کتاب کی اشد ضرورت تھی۔ اللہ تعالیٰ مؤلف کو جزائے خیر دے کہ انھوں نے بر وقت کتاب لکھ کر امت پر احسانِ عظیم فرمایا ہے، مؤلفِ کتاب کثیر التصانیف مؤلف ہیں، جن کے قلم سے مختلف موضوعات پر مشتمل کتب منظرِ عام پر آ کر مقبولِ خواص وعوام ہو چکی ہیں؛ اس لیے یہ کتاب محتاجِ تعارف نہیں ہے، جو کچھ لکھا وہ تعمیلِ حکم میں لکھ دیا ہے، بندہ دل سے دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو بھی دیگر تصنیفات کی طرح قبول فرمائے اور مزید خدمات کی توفیق نصیب فرمائے اور ہمارے لیے صدقہ جاریہ بنائے۔ والسلام۔

وسیم احمد غفرلہ --- ۲۱/شعبان/۱۴۳۵ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ، وَ الصَّلاۃُ وَ السَّلامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ ، وَ عَلٰی آلِہٖ وَ صَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ ، اَمَّا بَعْدُ :

ارباب علم واصحاب دانش سے پوشیدہ نہیں کہ مرورِ ایام کے ساتھ ساتھ ہر دور میں اہلِ اسلام کے اندر سوءِ اعتقاد وفسادِ عمل کے جراثیم مختلف وجوہات واسباب کی بنا پر پھیلتے رہے ہیں، کبھی حکومت وشہنشاہیت کے کروفر اور قانون وطاقت کی وجہ سے ایسا ہوا، تو کبھی عجمی ویونانی علوم وفنون نے یہ صورتِ حال پیدا کردی، کبھی غیر اقوام کے ساتھ آزادانہ اختلاط اس کا سبب بنا، تو کبھی قومی یا ملکی رسومات ورواجات نے اپنا اثر ڈالا، کبھی فاتح قوموں کی تہذیب وتمدن اس کا باعث ہوا، تو کبھی نئے نئے فلسفوں اور ازموں کے غلبے نے اپنا اثر دکھایا اور دین میں رخنے ڈالنے اور اس کی اصلی وحقیقی صورت سے اس کو ہٹانے کا کام انجام دیا اور کبھی " غلو في الدین " کے خطرناک جراثیم نے روحانیت کے لحاظ سے بیمار ذہنیتوں کو اس حال میں پہنچا دیا کہ انھوں نے کلام اللہ کی تحریف اور دین کے حلیے کو بگاڑنے کا کام وسیع پیمانے پر کیا۔ اس طرح مختلف اسباب و بواعث کے نتیجے میں گزشتہ ادوار میں متعدد قوموں نے ’’راہِ استقامت‘‘ کو چھوڑ دیا تھا۔

اور ان اسباب میں سے آج کے دور میں خاص طور پر ’’غلو فی الدین‘‘ کی بیماری نے ایسی ہی صورتِ حال پیدا کردی ہے اور یہ مرض آج ایک وبائے عام کی شکل

اختیار کر گیا ہے، جس کی وجہ سے شرعی حدود پامال ہوتے اور مختلف قسم کے غیر شرعی امور جنم لیتے اور پھیلتے جا رہے ہیں اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ زیادہ تر بدعات و خرافات کی پیداوار بھی اسی ''غلو فی الدین'' کا نتیجہ ہوتی ہے۔ اس لیے یہ کہا جا سکتا ہے کہ امت میں بگاڑ کے اسباب میں سے اہم اور بڑا سبب یہ ''غلو فی الدین'' ہے۔

اور عجیب بات یہ ہے کہ یہ ''غلو فی الدین'' کی بیماری اگرچہ کہ جہلا اور بے دین قسم کے لوگوں میں بھی ہوتی ہے؛ مگر زیادہ تر ان لوگوں میں ہوتی ہے، جو دین دار کہلاتے یا دین سے وابستہ ہونے کے مدعی ہوتے ہیں اور ان میں افراد بھی شامل ہیں اور جماعتیں بھی، طبقات بھی داخل ہیں اور فرقے بھی اور اسی لیے اس راہ سے آنے والا بگاڑ گہرائی و گیرائی دونوں طریقوں سے، امت میں بڑے پیمانے پر پھیل جاتا اور لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔

یہ صورتِ حال اس بات کی متقاضی تھی کہ قرآن و حدیث اور اقوالِ صحابہ و ائمہ و علما کی روشنی میں ''غلو فی الدین'' کی حقیقت و ماہیت، اس کی مذمت و ممانعت، اس کے اسباب و بواعث؛ نیز اس کی مختلف صورتیں وغیرہ بیان کر کے امت کو اس سے بچنے و بچانے کی تلقین و تعلیم کی جائے۔

راقم الحروف کے لیے اس موضوع پر لکھنے کی تقریب یوں ہوئی کہ مجھے اپنے ایک رسالے ''امت میں اعتقادی و عملی بگاڑ اور علمائے امت کی ذمے داری'' پر نظرِ ثانی کے درمیان بعض مواقع پر اس میں ترمیمات و اضافات کی نوبت آئی اور اضافہ کرتے ہوئے امت میں بگاڑ کے اسباب میں ''غلو فی الدین'' پر بھی بحث آ گئی، جو وہاں ایک ضمنی بحث ہونے کی حیثیت سے نہایت اختصار سے لکھی گئی۔ جب اس سے فراغت ہوئی تو معاً یہ خیال، ایک داعیہ بن کر دل و دماغ پر مسلط ہو گیا کہ ''غلو فی الدین'' کی اس بحث کو ذرا توضیح و تفصیل سے اور مدلل انداز سے لکھا جائے؛

کیوں کہ یہ موضوع امت کے موجودہ احوال وکوائف کے پس منظر میں نہایت اہم و ضروری ہے۔

زیر نظر یہ تحریر اسی خیال و داعیے کی مرہون منت ہے، جو الحمد للہ تعالیٰ مختصر سے وقت میں تیار ہوگئی، جو آپ کے ہاتھوں میں کتابی شکل میں موجود ہے۔

امید ہے کہ اہل دین حضرات اس میں پیش کردہ امور پر غور کریں گے اور خود کو بھی اور دیگر لوگوں کو بھی، اس ''غلو فی الدین'' کی برائی سے باز رکھنے کی فکر و کوشش کریں گے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس تحریر کو نافع و مفید اور لوگوں کے لیے باعث ہدایت اور میرے لیے سامانِ نجات بنائے، آمین۔

فقط

محمد شعیب اللہ خان

جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم، بنگلور

۱۲/صفر المظفر/۱۴۳۵، ہجری

۱۶/دسمبر/۲۰۱۳، میلادی

غلو کی تعریف اور حقیقت

"غلو" کی لغوی و شرعی تعریف

دینِ اسلام اور امتِ مسلمہ کی خصوصیت: اعتدال و توسط

"غلو فی الدین" کی حقیقت، صراطِ مستقیم سے انحراف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پہلی فصل

’’غلو‘‘ کی تعریف اور حقیقت

’’غلو‘‘ کی لغوی و شرعی تعریف

غلو فی الدین کے بارے میں سب سے پہلے یہ معلوم کیجیے کہ عربی زبان میں ’’غلو‘‘ کی تعریف کیا ہے اور شریعت میں اس کی حقیقت کیا ہے؟

’’غلو‘‘ کے معنے لغتِ عرب میں ’’حد سے تجاوز‘‘ کر جانے کے ہیں اور جب اس کو شرعی زبان میں استعمال کیا جاتا ہے، تو اس کے معنے یہ ہیں کہ شریعت میں کسی چیز کی جو حد مقرر ہے، اس سے نکل جائے۔

امام اللغۃ علامہ ابن فارس رحمۃ اللہ نے لکھا ہے :

" الغين ، واللام ، والحرف المعتل أصل صحيح يدل على ارتفاع ، و مجاوزة قدر ، يُقَالُ: غلا السعرُ يغلُو غلاءً ، وذلك ارتفاعه ، و غلا الرجل في الأمر غلواً إذا جَاوَزَ حَدَّه ، و غَلا بسَهْمِه غلواً ، إذا رمى به سهماً أقصى غايته ".

(غین اور لام اور حرفِ علت ’’واؤ‘‘ عربی میں اصل صحیح ہے، جو بلند ہونے اور مقدارِ مقررہ سے تجاوز پر دلالت کرتی ہے، چناں چہ کہا جاتا ہے: غلا السعر يغلو غلواً (قیمت بڑھ گئی) یہ قیمت کا بلند ہونا ہے

اور کہا جاتا ہے: غلا الرجل في الأمر غلواً (آدمی اپنے معاملے میں آگے بڑھ گیا) یہ اس وقت بولتے ہیں، جب وہ اپنی حد سے بڑھ جائے اور کہا جاتا ہے: غلا بسهمه غلواً (اس نے اپنا تیر دور پھینکا) یہ اس وقت بولتے ہیں، جب اس نے اپنا تیر بہت دور پھینک دیا ہو)۔"(۱)

امام ابو بکر الجصاص رازی رحمۃ اللہ نے "أحكام القرآن" میں غلو کی تعریف یہ بیان کی ہے:

"الغلو في الدين هو مجاوزة حد الحق فيه"

(دین میں غلو یہ ہے کہ جس چیز کی جو حد مقرر ہے اس سے نکل جائے۔)(۲)

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ لکھتے ہیں:

"غلو، حد سے تجاوز کرنا ہے اس طرح کہ کسی کی تعریف میں یا مذمت میں اس کے استحقاق سے زیادتی کر دی جائے۔"(۳)

حضرت مولانا عبد الماجد دریابادی رحمۃ اللہ اپنی "تفسیر ماجدی" میں "غلو" کی تعریف میں لکھتے ہیں:

"دین میں غلو کرنا یہی ہے کہ عقائد و مسائل میں اضافہ و افراط کو اپنی طرف سے دخل دے دیا جائے۔"(۴)

---

(۱) مقاييس اللغة:۳/۳۸۷

(۲) احکام القرآن:۳/۲۸۲

(۳) اقتضاء الصراط المستقيم:۱/۲۸۹

(۴) تفسیر ماجدی:۱/۸۳۸

اور مفسرِ قرآن حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رَحِمَہُ اللہُ ''غلو'' کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ''غلو کے معنی حد سے نکل جانے کے ہیں، دین میں غلو کا مطلب یہ ہے کہ اعتقاد و عمل میں دین نے جو حدود مقرر کی ہیں، ان سے آگے بڑھ جائیں۔ مثلاً انبیا کی تعظیم کی حد یہ ہے کہ ان کو خلقِ خدا میں سب سے افضل جانے، اس حد سے آگے بڑھ کر ان ہی کو خدا یا خدا کا بیٹا کہہ دینا ''اعتقادی غلو'' ہے۔''(۱)

الحاصل شریعت نے جس چیز کی جو حد مقرر کر دی، اس میں آگے بڑھنا اور اس حدِ شرعی کو پھلانگنا ''غلو فی الدین'' ہے، خواہ وہ عقائد کا باب ہو یا مسائلِ فرعیہ کا باب ہو، پھر یہ مسائل خواہ عبادات سے متعلق ہوں یا معاشرت و تمدن سے تعلق رکھتے ہوں، اخلاق و کردار کے بارے میں ہوں یا معاملات و اقتصادیات سے منسلک ہوں، سیاست و امارت کے سلسلے میں ہوں یا حدود و تعزیرات سے تعلق رکھتے ہوں، کسی باب میں بھی حدودِ شرعیہ کو پھلانگنا اور ان سے آگے بڑھنا، غلو کی حقیقت ہے۔

جب یہ سمجھ میں آگیا، تو اب قابلِ لحاظ بات یہ ہے کہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے، جس میں ہر چیز کی حد مقرر ہے، خواہ وہ عقیدہ ہو یا عبادت ہو، یا حقوق و آداب ہوں یا معاشرت و تہذیب ہو یا اخلاق و کردار ہو، تمام ابواب میں اللہ و رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بیان کردہ حدیں مقرر ہیں، جن سے تجاوز کرنا ناجائز ہے۔

چناں چہ قرآن میں ہے:

﴿ تِلْکَ حُدُوْدُ اللّٰہِ فَلَا تَعْتَدُوْھَا وَمَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰہِ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾ (البقرۃ:۲۲۹)

---

(۱) معارف القرآن:۳/۲۱۰-۲۱۱

(یہ اللہ کی مقرر کردہ حدیں ہیں؛ لہٰذا ان کو نہ پھلانگنا اور جو بھی اللہ کی حدوں کو پھلانگتا ہے، تو ایسے لوگ ہی ظالم ہیں۔)

الغرض دینِ اسلام میں ہر چیز و ہر حکم و قانون، ایک مقررہ حد و معیار کے ساتھ ہے اور یہی درحقیقت اس کی خوبی و کمال ہے؛ یہاں کوئی بات بے ڈھنگی، غیر مرتب اور غیر معتدل نہیں ہے؛ بل کہ غور کریں تو واضح ہوگا کہ اس کی ہر چیز اپنے ایک حد و اصول کے ساتھ ہے؛ لہٰذا ان حدود و قیود کو باقی رکھنا لازم و ضروری ہے؛ تاکہ اس کا حسن و جمال علی وجہ التمام والکمال باقی و دائم رہے اور اس کی رونق پر کوئی حرف نہ آئے؛ اسی لیے اسلام میں ان حدود و قیود، شرائط و طرق کو پامال کرنا اور ان سے تجاوز کرنا حرام و ناجائز قرار دیا گیا ہے اور اسی تجاوز کا نام ''غلو فی الدین'' ہے۔

دینِ اسلام اور امتِ مسلمہ کی خصوصیت ''اعتدال و توسط''

اصل بات یہ ہے کہ غلو فی الدین مزاجِ اسلام کے خلاف ہے؛ کیوں کہ اسلام وہ مذہب ہے، جس نے ہر موقعے پر اور اپنی تمام تر تعلیمات و احکامات میں اعتدال و توسط کو ملحوظ رکھا ہے، اس میں نہ افراط ہے، نہ تفریط، نہ کمی ہے نہ زیادتی؛ بل کہ وہ ان سب بے اعتدالیوں سے پاک، نہایت معتدل مذہب ہے؛ اسی لیے اسلام کو ''صراطِ مستقیم'' کہا گیا ہے۔

اور اسی ''صراطِ مستقیم'' پر قائم و دائم رہنے کی دعا بھی ہمیں سکھائی گئی ہے۔ ﴿سُوْرَۃُ الفَاتِحَۃ﴾ جو درحقیقت دعا ہی کی تعلیم ہے، اس میں یہ دعا سکھائی گئی ہے:

﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ﴾ (الفاتحۃ:٦-٧)

(اے اللہ! ہمیں سیدھی راہ پر چلائیے، ان لوگوں کی راہ جن پر آپ
نے انعام فرمایا، ان کے راستے پر نہیں جن پر غضب ہوا اور نہ ان کے
راستے پر جو گمراہ ہو چکے ہیں۔)

راہِ دین ''راہِ مستقیم'' ہے، جس کا اس آیت میں سوال ہے، پھر اس راہِ مستقیم کو دو طرح واضح و منقح کیا گیا ہے: ایک تو اس طرح کہ اس کی تشخیص انعام یافتہ بندوں کے راستے کی حیثیت سے کی گئی اور دوسرے اس طرح کہ ﴿ مغضوب علیہم ﴾ اور ﴿ ضالین ﴾ کے راستوں سے الگ قرار دیا گیا۔ ﴿ مغضوب علیہم ﴾ یہود ہیں، جو تفریط و تقصیر کے مرتکب ہوتے تھے اور ﴿ ضالین ﴾ نصاریٰ ہیں، جو افراط و تعدی کے شکار ہوا کرتے تھے۔ اس طرح یہاں ''صراطِ مستقیم'' کی تعیین یوں ہوگئی کہ وہ انعام یافتہ لوگوں جیسے حضراتِ انبیا، اولیا، صدیقین و صالحین، مجاہدین و شہدا کا راستہ ہے، نہ یہودیوں کا راستہ ہے جس میں تفریط کے جراثیم ہیں اور نہ عیسائیوں کا جس میں افراط کے عناصر ہیں؛ بل کہ ''صراطِ مستقیم'' ان دونوں سے پاک وہ راہ ہے، جو اعتدال و توسط کو لیے ہوئے ہے۔

نیز جس طرح اسلام معتدل مذہب ہے، اسی طرح یہ امتِ مسلمہ بھی ''امتِ وسط'' ہے۔ قرآن کریم میں اس امتِ مرحومہ کو ''امتِ وسط'' قرار دیا گیا ہے؛ کیوں کہ وہ اس متوسط و معتدل مذہب کی پیروکار ہے۔

چناں چہ فرمایا گیا ہے:

﴿ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطاً ﴾ (البقرۃ:۱۴۳)

(اور اسی طرح ہم نے تمھیں ''امتِ وسط'' بنایا۔)

''امتِ وسط'' کے معنی ہیں معتدل امت اور اس کا یہ اعتدال عقائد و نظریات میں بھی ہے اور عبادات و اعمال میں بھی، معاشرت و تمدن میں بھی ہے اور معاملات و

اقتصادیات میں بھی، اخلاق وکردار میں بھی ہے اور سیاست وامارت میں بھی۔

امامِ تفسیر علامہ جریر الطبری رحمۃ اللہ کہتے ہیں :

" و انا اری ان "الوسط" في هذا الموضع ، هو الوسط الذي بمعنى الجزء الذي هو بين الطرفين .... وأرى أن الله تعالى ذكره إنّما وَصَفَهُمْ بأنّهم وَسَطٌ لتَوَسُّطِهِم في الدين ، فلا هُم أهلُ غُلُوٍّ فيه غُلُو النصارى الذين غلوا بالترهب وقيلهم في عيسى -- عليه السلام -- ما قالوا فيه ، و لا هُم أهلُ تقصير فيه تقصير اليهود الذين بَدَّلُوا كتابَ الله ، و قَتَلُوا أنبيائهم ، و كَذَبُوا على ربهم ، و كَفَرُوا به ، ولكنّهم أهلُ توسُّط و اعتدال فيه، فوَصَفَهُمُ اللّهُ بذلک ، إذ أحبُّ الأمُور إلى الله أوسَطُهم ."

(میرا خیال یہ ہے کہ "وسط" سے اس جگہ پر وہ وسط مراد ہے، جو دوطرفوں کے درمیان جز کے معنی میں ہے ....اور میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالی نے امتِ محمدیہ کو وسط ہونے سے جو موصوف کیا ہے، یہ ان کے دین میں معتدل ہونے کی وجہ سے ہے؛ لہٰذا وہ نہ تو نصاریٰ کی طرح غلو کرنے والے ہیں، جنھوں نے رہبانیت میں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے شان میں تعریف کرتے ہوئے غلو کیا ہے اور نہ وہ یہود کی طرح تقصیر وکمی کرنے والے ہیں، جنھوں نے اللہ کی کتاب کو بدل ڈالا اور حضراتِ انبیا کو قتل کیا، اپنے رب پر جھوٹ باندھا اور اس کا انکار کیا؛ بل کہ وہ امتِ مرحومہ تو دین کے بارے

میں توسط واعتدال والی ہے؛ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اسی سے اس کو متصف کیا؛ کیوں کہ اللہ کے نزدیک پسندیدہ امور وہ ہیں، جو متوسط ہوں۔)(۱)

اور علامہ شیخ عبد الرحمان بن ناصر السعدی رحمۃ اللہ نے اپنی تفسیر میں اسی ''آیتِ وسط'' کی تفسیر میں لکھا ہے :

" فقال : ﴿وكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ أُمَّةً وَّسَطاً﴾ أي : عدلاً خياراً ، و ما عدا الوسط فأطراف داخلة تحت الخطر، فجعل الله هذه الأمة وسطا في كل أمور الدين ، وسطا في الأنبياء بين من غلا فيهم من النصارى و بين من جفاهم كاليهود، بأن آمنوا بهم كلهم على الوجه اللائق بذلك ، و وسطا في الشريعة ، لا تشديدات اليهود ، و آصارهم ، ولا تهاون النصارى . و في باب الطهارة والمطاعم ، لا كاليهود الذين لا تصح لهم صلاة إلا في بيعهم ، وكنائسهم ، و لا يطهرهم الماء من النجاسات ، و قد حرمت عليهم الطيبات عقوبة لهم ، ولا كالنصارى الذين لا ينجسون شيئا ، و لا يحرمون شيئا ، بل أباحوا ما دب ، و درج ؛ بل طهارتهم أكمل طهارة ، و أتمها ، و أباح الله لهم الطيبات من المطاعم ، و المشارب ، والملابس ، والمناكح ، و حرم عليهم الخبائث من ذلك . فلهذه الأمة من الدين أكمله ، و من الأخلاق

(۱) جامع البیان:۱۴۲/۳

أجلها ، و من الأعمال أفضلها ."

(اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اسی طرح ہم نے تم کو امت وسط بنایا'' یعنی معتدل وبہترین امت بنایا۔ اور وسط ودرمیان کے علاوہ جو ہوتا ہے، وہ اس چیز کے اطراف وکنارے ہیں، جو خطرے کے تحت داخل ہوتے ہیں؛ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اس امت کو دین کے تمام امور میں درمیانی و معتدل امت بنایا ہے، حضراتِ انبیا کے بارے میں غلو کرنے والے نصاریٰ اور ان کے بارے میں کمی وتقصیر کرنے والے یہود کے درمیان میں یہ امت وسط ومعتدل ہے، بایں طور کہ وہ تمام انبیا پر ان کے لائق و مناسب طریقے پر ایمان لاتی ہے اور یہ امت شریعت واحکام میں بھی وسط ہے کہ نہ یہاں یہود کی سی تشدیدات ہیں اور نہ ان کے سے بوجھ اور نہ نصاریٰ کا سا تہاون ولاپروائی اور یہ امت طہارت وکھانے پینے کے باب میں بھی وسط ہے؛ یہود کی طرح نہیں، جن کی نماز ان کی عبادت خانوں ہی میں درست ہوتی ہے اور پانی نجاستوں سے ان کو پاک نہیں کرتا اور ان پر سزا کے طور پر پاکیزہ چیزیں حرام کردی گئیں اور نہ نصاریٰ کی طرح جن کے ہاں کوئی چیز ناپاک ہی نہیں ہوتی اور نہ وہ کسی چیز کو حرام سمجھتے ہیں؛ بل کہ ہر زندہ و مردہ چیز کو حلال سمجھتے ہیں؛ لیکن امتِ محمدیہ کی طہارت سب سے بڑھ کر کامل وتام ہے اور اللہ نے ان کے لیے کھانے و پینے و پہننے کی چیزوں اور نکاحوں میں سے پاکیزہ چیزوں کو حلال قرار دیا اور خبیث وناپاک چیزوں کو حرام ٹھہرایا؛ لہٰذا اس امت کے لیے کامل دین اور بلند اخلاق اور افضل اعمال ہیں۔(۱)

(۱) تفسیر السعدي: ۱/۷۰

نوٹ: اس توسط و اعتدال کی تفصیل دیکھنا ہو تو "معارف القرآن، جلد اول" میں اسی آیت کی تفسیر دیکھیے۔

اور اسلام اور امتِ اسلامیہ میں اعتدال کو خوبی و کمال کیوں قرار دیا گیا ہے؟ اس کو اس طرح سمجھیے کہ اعتدال درحقیقت تناسب و توازن کا نام ہے کہ ہر چیز کمی بیشی و نقصان و زیادتی سے پاک ہو۔ اسی کا نام خوبصورتی ہے کہ اعضا میں تناسب ہو۔ اگر تناسب کے بہ جائے بے اعتدالی ہو، تو اس کو خوبصورتی نہیں، بدصورتی کہا جاتا ہے۔ مثلاً کسی کی ناک بہت لمبی ہو، یا بہت چھوٹی ہو، یا کان بڑے بڑے ہوں، یا بہت چھوٹے ہوں، یا رنگ میں تفاوت ہو، یا کسی کے دانت بڑے بڑے ہوں، یا ہونٹ موٹے موٹے ہوں، یا آنکھیں بہت چھوٹی، یا بہت بڑی ہوں وغیرہ، تو یہ بے اعتدالی انسان کو خوبصورتی سے دور کر دیتی ہے۔

اسی طرح شریعتِ اسلامیہ میں تمام احکامات و تعلیمات نہایت درجے معتدل اور سب اپنی اپنی جگہ فٹ ہیں؛ لہٰذا اس کا کمال اسی میں ہے کہ اس کو اسی صورت پر برقرار رکھا جائے اور اگر اس میں کمی بیشی، یا کوئی تبدیلی و ترمیم کی جائے گی، تو اس کا حسن ختم ہو جائے گا۔

اس کی ایک دوسری مثال حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے یہ بیان کی ہے:

> "دنیا کے جتنے نئے اور پرانے طریقے جسمانی صحت و علاج کے لیے جاری ہیں: طب یونانی، ویدک، ایلوپیتھک، ہومیو پیتھک وغیرہ، سب کے سب اس پر متفق ہیں کہ بدن انسانی کی صحت اعتدالِ مزاج سے ہے اور جہاں یہ اعتدال کسی جانب سے خلل پذیر ہوا، وہی بدنِ انسانی کا مرض ہے۔ خصوصاً طب یونانی کا تو بنیادی اصول ہی مزاج کی

پہچان پر موقوف ہے، انسان کا بدن چار اخلاط: خون، بلغم، سودا وصفرا سے مرکب اور ان ہی چاروں اخلاط سے پیدا شدہ چار کیفیات، انسان کے بدن میں ضروری ہیں: گرمی، ٹھنڈک، خشکی وتری۔ جس وقت تک یہ چاروں کیفیات مزاجِ انسانی کے مناسب حدود کے اندر معتدل رہتی ہیں، وہ بدنِ انسانی کی صحت وتندرستی کہلاتی ہے اور جہاں ان میں سے کوئی کیفیت مزاج انسانی کی حد سے زیادہ ہو جائے یا گھٹ جائے وہی مرض ہے اور اگر اس کی اصلاح وعلاج نہ کیا جائے، تو ایک حد میں پہنچ کر وہی موت کا پیام ہو جاتا ہے۔ اس محسوس مثال کے بعد اب روحانیت اور اخلاقیات کی طرف آیئے، تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ان میں بھی اعتدالی و بے اعتدالی کا یہی طریقہ جاری ہے، اس کے اعتدال کا نام روحانی صحت اور بے اعتدالی کا نام روحانی واخلاقی مرض ہے اور اس مرض کا اگر علاج کر کے اعتدال پر نہ لایا جائے، تو اس کا نتیجہ روحانی موت ہے۔"(۱)

ان دونوں مثالوں سے دو باتیں واضح ہوئیں: ایک تو یہ کہ ظاہری خوبصورتی اور باطنی صحت دونوں اعتدال کا نام ہے، جہاں اعتدال رخصت ہوا، وہاں نہ ظاہری خوبصورتی باقی رہتی ہے، نہ باطنی صحت کو بقا ملتا ہے۔

دوسری بات یہ سمجھ میں آگئی کہ اسلام بھی اسی طرح ایک نہایت معتدل مذہب ہے، جس کی تعلیمات وتلقینات میں کوئی بے اعتدالی نہیں ہے؛ بل کہ ہر حکم اور ہر تعلیم اپنی جگہ اس طرح فٹ ہے کہ اس سے ذرا بھی ہٹ جائے، تو اس کی خوبصورتی وحسن ختم ہو جائے اور اس کی رونق باطل ہو جائے۔

---

(۱) معارف القرآن: ۱/۳۶۶-۳۶۷

اسی طرح یہ امت بھی معتدل قوم ہے، جس کی خوبصورتی ہی دراصل اس میں پوشیدہ ہے کہ وہ اعتدال وتوسط کی ''صراطِ مستقیم'' اور ''شاہراہ'' پر قائم رہے؛ ورنہ اس کا سارا حسن و جمال، اس کی ساری خوبی وکمال ختم ورخصت ہو جائے گا اور وہ بد صورت و بدنما قوموں میں شمار ہونے لگے گی۔

اس سے یہ بات اچھی طرح واضح ہوگئی کہ امتِ اسلامیہ کو غلو اور افراط وتفریط اور کمی وزیادتی سے پاک ہونا چاہیے، اسی میں اس کا کمال وخوبصورتی پوشیدہ ہے۔

غلو فی الدین کی حقیقت : ''صراطِ مستقیم'' سے انحراف

یہیں سے یہ بات بھی سمجھ میں آگئی کہ دین میں غلو، دراصل اسلام کی راہِ راست وصراطِ مستقیم سے انحراف کا نام ہے؛ کیوں کہ جب کوئی شخص دین وشریعت کے حدود کو پامال کرے گا، تو اس کا دین اپنی اصلی حالت وصورت میں کہاں باقی رہے گا؟

ایک حدیث سے اس پر روشنی پڑتی ہے، حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

''ضرب اللّٰهُ مثلاً صراطاً مُستَقِيماً ، و على كنفي الصراط سُوْرَانِ فيهما ابوابٌ مُفَتَّحَةٌ ، و على الأبوابِ سُتُوْرٌ مُرْخَاةٌ ، و على بابِ الصِّرَاطِ دَاعٍ يَدْعُوْ يقُوْلُ: يا أَيُّهَا النَّاسُ ! اُسْلُكُوا الصِّرَاطَ جَمِيعاً ، و لا تَعْوَجُّوْا، و داعٍ يَدعُوْ على الصِّرَاطِ ، فإذا أرَادَ أحَدُكُمْ فَتحَ شَيْءٍ مِنْ تِلْكَ الأبوَابِ ، قَالَ: وَيْلَكَ! لاَ تَفْتَحْهُ ؛ فإنَّكَ إنْ تَفْتَحْهُ تَلِجْهُ ، فَالصِّرَاطُ : "الإسْلَامُ" ، وَ السُّتُوْرُ : "حُدُوْدُ

اللّٰهِ" ، وَ الأَبْوَابُ المُفَتَّحَةُ : " مَحَارِمُ اللّٰهِ " ، و الدَّاعِي الَّذِيْ عَلَىٰ رَأْسِ الصِّرَاطِ :" كِتَابُ اللّٰهِ " ، وَ الدَّاعِيْ مِنْ فَوْق : " وَاعِظُ اللّٰهِ يُذَكِّرُ فِي قَلْبِ كُلِّ مُسْلِم ".

(اللہ تعالیٰ نے صراطِ مستقیم کی ایک مثال بیان کی کہ اس راستے کی دونوں جانبوں پر دو دیواریں ہیں، جن میں کھلے ہوئے دروازے ہیں، اوران دروازوں پر پردے لٹکے ہوئے ہیں اور راہِ مستقیم پر ایک بلانے والا ہے، جو یہ کہہ رہا ہے: اے لوگو! صراطِ مستقیم پر چلو اور ادھر ادھر مائل نہ ہوں اور ایک بلانے والا راستے پر ہوگا، جب تم میں سے کوئی ان دروازوں میں سے کسی دروازے کو کھولنا چاہے گا، تو وہ کہے گا کہ تیرا بھلا ہو، اس کو مت کھول! کیوں کہ اگر کھولے گا، تو اس میں داخل ہو جائے گا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ صراط سے مراد اسلام کا راستہ ہے اور پردوں سے مراد اللہ کی بیان کردہ حدود ہیں اور کھلے دروازوں سے مراد اللہ کی حرام کردہ چیزیں ہیں اور اس راستے پر دعوت دینے والی اللہ کی کتاب ہے اور اس سے اوپر کا دعوت دینے والا اللہ کا واعظ ہے، جو ہر مؤمن کے دل میں یاددہانی کرتا رہتا ہے۔)(۱)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ "صراطِ مستقیم" ایک ایسا راستہ ہے، جس کی دونوں طرف دیواریں اور ان دیواروں میں دروازے ہیں، جن پر پردے پڑے ہوئے ہیں، یہ دروازے محارم کے دروازے ہیں، ان کو کھولنے سے انسان کے لیے ان حرام کاموں میں مبتلا ہو جانے کا خطرہ ہے۔ اس لیے اللہ کا فرشتہ، جو وہاں داعی

---

(۱) مسند أحمد:۱۷٦۷۱، المستدرک للحاکم :۲۴۵، مشکل الآثار:۱۷۰/۵، السنة لابن أبي عاصم :۱۹، السنة للمروزي :۱۷

بن کر کھڑا رہتا ہے، وہ کہتا ہے کہ ان کو مت کھولو؛ ورنہ ان میں گر جاؤ گے۔ معلوم ہوا کہ "صراطِ مستقیم" افراط وتفریط سے پاک راستہ ہے۔

اور صراطِ مستقیم نام ہی اس راستے کا ہے، جس میں کجی وٹیڑھ نہ ہو اور وہ صاف وواضح ہو۔ امام طبری رَحِمَہُ اللہُ "صراطِ مستقیم" کی تفسیر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

" أجمعتِ الأمةُ من أهل التأويل جميعاً على أن الصراط المستقيم هو الطريق الواضح الذي لا اعوجاج فيه ، و ذلک في لغة جميع العرب."(۱)

(امت کے تمام مفسرین کا اجماع ہے کہ "صراطِ مستقیم" وہ واضح راستہ ہے، جس میں کوئی ٹیڑھ نہ ہو، یہ تمام اہلِ عرب کی لغت ہے۔)

ایک شخص دین کے نام پر نماز پڑھنے کے لیے عین طلوعِ آفتاب یا غروبِ آفتاب کے وقت کھڑا ہو جائے، تو کیا اس کو ہم دین کہیں گے یا بے دینی کی بات؟ اسی طرح اگر کوئی نماز کی رکعتوں میں کمی یا اضافہ کر کے پڑھنے لگے، تو کیا یہ وہ نماز ہے جو ہمارے دین میں مشروع ہوئی ہے؟

کوئی شخص ان امور کو جو دین میں نہیں، اپنی جانب سے جاری کر لے اور اس کا نام دین رکھ چھوڑے، تو کیا وہ محض دین کے نام کی وجہ سے دین کہلائیں گے؟ یا اس کو خلافِ دین قرار دیا جائے گا؟ ظاہر ہے کہ اس کا نام دین یا دین پر عمل نہیں؛ بل کہ کہا جائے گا کہ اس نے دین کے خلاف کیا؛ لہٰذا دین میں اپنی جانب سے کوئی کمی بیشی کرنا حد سے تجاوز ہے اور اسی کا نام دراصل "غلو فی الدین" ہے، جو راہِ راست سے انسان کو دور کر دینے والی چیز ہے۔

اس کی ایک حسی مثال یہ ہے کہ جیسے ریل گاڑی کہ پٹریوں پر جب وہ چلتی ہے،

---

(۱) جامع البیان:۱/۱۷۲

تو اس کا ایک مقررہ راستہ وحد بندی ہے، جس پر اس کو گزرنا و چلنا ہے، جب وہ اسی پٹری پر اپنی اس حد میں ٹھیک طور سے چلتی ہے، تو منزل مقصود تک رسائی پا جاتی ہے؛ لیکن اگر وہ اس پٹری سے ذرا بھی ادھر ادھر ہو جائے، تو وہ پٹری سے اتر جائے گی یا لائن بدل جائے گی اور یہ ظاہر ہے کہ اس صورت میں وہ کبھی اپنی منزل تک نہیں پہنچ سکتی اور اس کو ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ اپنے راستے پر قائم ہے۔ ٹھیک ٹھیک اسی طرح جب آدمی اسلام کی قائم کردہ شاہراہ جس کو "صراطِ مستقیم" کہا جاتا ہے، اس پر قائم ہو اور اس پر چلتا رہے اور اس سے ذرا بھی ادھر ادھر نہ ہو، تو وہ منزل تک پہنچ جاتا ہے؛ لیکن اگر ذرا بھی ادھر ادھر ہوتا ہے، تو وہ منزل سے دور ہونا شروع ہو جاتا ہے اور اگر یہی روش باقی رہی، تو وہ اس قدر دور ہو جاتا ہے کہ پھر اپنی منزل بھی بھول جاتا ہے۔

اور اسی مثال میں ایک اور بات قابلِ لحاظ اور عبرت انگیز ہے، وہ یہ کہ جیسے ریل گاڑی اپنی پٹری پر چلتے ہوئے لائن بدلتی ہے، تو ابتدا میں تو یہ نہیں لگتا کہ یہ کوئی دور ہوتی جا رہی ہے؛ لیکن شروع میں ذرا بھی لائن بدلنے والی ریل کچھ ہی دیر میں بہت دور ہو جاتی ہے، یہاں تک کہ کبھی مشرق سے مغرب کی جانب یا مغرب سے مشرق کے جانب نکل جاتی اور خلاف سمت پر پڑ جاتی ہے، اسی طرح اسلام کی "راہِ راست" اور "صراطِ مستقیم" سے ہٹنے والے اور غلو کر کے دور ہونے والے ابتدا میں زیادہ دور جاتے نظر نہیں آتے؛ لیکن یہ ذرا سا ہٹنا، چلتے چلتے ان کو راہِ راست سے کوسوں دور کر دیتا ہے۔

اگر عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا یا خدا کا بیٹا بنا لیا، تو اسی غلو کے سبب بنایا، اگر یہود نے حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا قرار دیا، تو اسی غلو کی بلا سے قرار دیا، اگر مشرکینِ عرب یا دیگر اہلِ کفر و شرک نے بتوں کی عبادت کا سلسلہ جاری کیا، تو اسی غلو کا نتیجہ تھا، اگر بعض فرقوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شخصیت کو

خدائی کے مقام تک بڑھایا تھا، تو اسی غلو کی کرشمہ سازی تھی، اگر لوگ ولیوں و شہیدوں کو حاجت روا و مشکل کشا سمجھتے اور ان سے اپنی حاجت کا سوال کرتے اور مشکل کشائی کی گزارش کرتے ہیں، تو اسی غلو کے مرض کا اثر ہے، اگر اہل اللہ کی مزارات پر طواف وسجدے کیے جاتے ہیں، تو اسی غلو کی دین ہے، اگر خوارج نے حضرت علی ﷛ اور بہت سے صحابہ ﷡ کو کافر قرار دیا، تو اسی غلو کے زیر اثر تھا، اگر قدریہ وجبریہ فرقوں نے مسئلۂ تقدیر میں بندے کی قدرت کے بارے میں دو متقابل راستے اختیار کیے تھے، تو غلو ہی اس کا بھی سبب تھا، اگر مجسمہ ومعطلہ فرقوں نے خدا کی ہستی کے بارے میں جسمیت وتعطیل کے دو متضاد نقاط نظر اختیار کیے تھے، تو اس کا باعث بھی یہی غلو تھا۔ اہلِ بیت کرام وائمہ عظام کے بارے میں اہلِ تشیع کا عقیدۂ عصمت اور ان ہی کے بارے میں ناصبیوں نے کفر وفسق کے فتوے لگائے تھے، تو وہاں بھی یہی غلو کارفرما تھا۔ الحاصل ہر بدعت وگمراہی وبدعقیدگی وبدعملی کے پیچھے غور کیا جائے، تو اس کا اصل سبب وباعث یہی غلو فی الدین نظر آتا ہے۔

لہٰذا اسلام نے غلو سے سختی سے منع کر دیا؛ تاکہ یہ غلو اگرچہ کہ بہت معمولی لگتا ہو اور لوگ اس کو کچھ زیادہ اہمیت نہ دیتے ہوں؛ مگر یہ انسان کو صراطِ مستقیم سے بہت دور کر دیتا ہے؛ لہٰذا ہر قسم کے غلو سے اسلام نے منع کر دیا۔

غلو فی الدین کی حرمت وممانعت

غلو کی مذمت وممانعت قرآن میں

غلو کی مذمت وممانعت حدیث میں

غلو کی برائی اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں

دوسری فصل

غلو فی الدین کی حرمت وممانعت

غلو کی مذمت وممانعت قرآن میں

اسلام میں ”غلو فی الدین“ کی سخت ممانعت ہے اور قرآنِ کریم وحدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کے دلائل موجود ہیں۔

یہاں صرف چند دلیلیں ذکر کی جاتی ہیں: سب سے پہلے قرآنِ کریم سے دلیل لیجیے:

(۱) پہلی آیت:

﴿ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْۤا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ﴾ (المائدۃ: ۷۷)

(اے اہلِ کتاب! اپنے دین میں ناحق غلو نہ کرو اور نہ ان لوگوں کی پیروی کرو، جو اس سے پہلے گمراہ ہو چکے اور بہت سے لوگوں کو گمراہ کر چکے اور سیدھے راستے سے بھٹک گئے۔)

(۲) دوسری آیت:

ایک اور جگہ قرآن میں ان ہی الفاظ کے ساتھ غلو کی ممانعت کی گئی ہے، چناں چہ فرمایا:

﴿ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ﴾ (النساء: ۱۷۱)

(اے اہل کتاب! اپنے دین میں غلو نہ کرو اور اللہ پر حق بات کے سوا کچھ نہ کہو۔)

ان دونوں جگہ کی آیات میں یہود ونصاری کو غلو فی الدین سے منع کیا گیا ہے؛ کیوں کہ یہ دونوں اللہ کی قائم کردہ حدود کو ہمیشہ توڑتے رہے اور دین میں غلو کے ذریعے اپنے دینوں کو بدل دیا تھا؛ لہٰذا ان کو اس ناشائستہ حرکت وکافرانہ عمل سے منع کیا گیا۔ یہود نے حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا قرار دیا اور عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا ٹھیرایا۔

مفسر قرآن علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :

''مراد اس ''غلو'' سے جیسا کہ مفسرین نے بیان کیا ہے، یہود کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں غلو ہے؛ حتی کہ حضرت مریم علیہا السلام پر بہتان باندھ دیا اور مراد عیسائیوں کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں غلو ہے؛ یہاں تک کہ ان کو خدا ہی بنا ڈالا؛ لہٰذا افراط وتفریط دونوں ہی گناہ وکفر ہیں۔''(۱)

(۳) تیسری آیت:

﴿ فَاسْتَقِمْ كَمَآ أُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا ۚ إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ، وَ لَا تَرْكَنُوْٓا إِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ أَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴾ (هُوْدٌ :۱۱۲-۱۱۳)

(آپ کو (راہِ دین پر) جس طرح استقامت کے ساتھ رہنے کا حکم

(۱) تفسير القرطبي:۶/۲۱

دیا گیا ہے، اسی طرح استقامت سے رہیے اور وہ لوگ بھی استقامت
سے رہیں، جو توبہ کر کے آپ کے ساتھ ہیں اور دین کے دائرے سے
ذرا بھی نہ نکلو، بلاشبہ وہ اللہ تم سب کے اعمال کو خوب دیکھتا ہے اور تم ان
لوگوں کی طرف مت جھکو، جنھوں نے ظلم کیا کہ کہیں تم کو دوزخ کی آگ
لگ جائے اور اللہ کے سوا کوئی بھی تمھارا دوست نہیں ہے؛ پھر تمھاری
مدد نہ کی جائے گی۔)

یہ دو آیات ہیں، ان میں سے پہلی آیت میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اور تمام امتیوں کو دو حکم دیے گئے ہیں: ایک ﴿اسْتَقِمْ﴾ (دین پر استقامت سے رہیے۔)

علامہ زمخشری رحمۃ اللہ نے اس کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا :

" فاستقم استقامةً مثل الاستقامة التي أمِرْتَ بها على جادة الحق غيرَ عادل عنها "

(آپ جادۂ حق پر اس طرح قائم رہیے، جس طرح آپ کو حکم دیا گیا ہے، اس سے ذرا عدول نہ کیجیے۔)(۱)

اور دوسرا ﴿وَلاَ تَطْغَوْا﴾ (دین کے دائرے سے نہ نکلیے) اور "طغیان" کے معنے بھی حد سے باہر نکلنے کے آتے ہیں اور وہ غلو کا ہم معنے ہے۔

مفسر قرآن علامہ ابو السعود رحمۃ اللہ نے اپنی تفسیر " إرشاد العقل السليم " میں اس کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا:

" ولا تنحرِفُوا عمّا حُدَّ لكم بإفراطٍ أو تفريطٍ ؛ فإنّ كِلا طرفي قصد الأمور ذَمِيم."

(افراط یا تفریط کر کے ان حدود سے انحراف نہ کرو، جو تمھارے لیے مقرر کر دی

---

(۱) تفسیر الکشاف:۲/۴۳۲

گئی ہیں؛ اس لیے کہ ان معاملات کے دونوں پہلو افراط وتفریط مذموم ہیں ۔)(۱)

اور علامہ زمخشری رحمۃ اللہ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"ولا تخرجوا عن حدود اللہ." (اللہ کے حدود سے نہ نکلو۔)(۲)

اور دوسری آیت میں حد سے نکلنے والوں کی جانب میلان و جھکاؤ نہ رکھنے کا حکم اور ان کی جانب جھکاؤ رکھنے پر جہنم کی وعید سنائی گئی ہے۔

ان آیات کی تفسیر میں مفسرِ جلیل و محدثِ عظیم حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ نے "ترجمۂ شیخ الہند" پر اپنے " فوائد" میں مختصر مگر جامع کلام کیا ہے، اس کا یہاں نقل کر دینا مناسب ہے، آپ پہلی آیت کی تفسیر لکھتے ہیں:

"آپ کو اور ان لوگوں کو جنھوں نے کفر وغیرہ سے توبہ کرکے آپ کی معیت اختیار کر لی اور حق تعالی کی طرف رجوع کیا، احکامِ الہیہ پر نہایت پامردی اور استقلال کے ساتھ ہمیشہ جمے رہنا چاہیے۔ عقائد، اخلاق، عبادات، معاملات، دعوت وتبلیغ وغیرہ ہر چیز میں افراط وتفریط سے علیحدہ ہو کر توسط و استقامت کی راہ پر سیدھے چلے جاؤ، کسی معاملے میں افراط وتفریط کی جانب اختیار کر کے حد سے نہ نکلو اور یقین رکھو کہ حق تعالی ہر آن تمھارے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔"

اور دوسری آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"پہلے ﴿ وَلَا تَطْغَوْا﴾ میں حد سے نکلنے کو منع کیا تھا، اب بتلاتے ہیں کہ جو لوگ ظالم (حد سے نکلنے والے) ہیں، ان کی طرف تمھارا ذرا

---

(۱) إرشاد العقل السليم:۳۹۴/۳

(۲) تفسير الكشاف:۴۳۲/۲

سا میلان و جھکاؤ بھی نہ ہو، ان کی موالات و مصاحبت، تعظیم و تکریم،
مدح وثنا، ظاہری تشبہ، اشتراکِ عمل، ہر بات سے حسبِ مقدور محترز
رہو؛ مبادا آگ کی لپٹ تم کو نہ لگ جائے، پھر نہ خدا کے سوا تم کو کوئی
مددگار ملے گا اور نہ خدا کی طرف سے کوئی مدد پہنچے گی۔‘‘(۱)

پھر یہاں ایک بات سمجھنے کی یہ ہے کہ یہ ﴿ اسۡتَقِمۡ ﴾ اور ﴿ لَا تَطۡغَوۡا ﴾ در اصل ایک دوسرے کی توضیح و تاکید ہیں؛ کیوں کہ استقامت یہ ہے کہ دین پر صحیح طریقے پر جم جائے اور جو اس طرح جم جائے گا، اس کو لازم ہے کہ دین کے دائرے سے باہر نہ نکلے۔

اسی بات کو قدرے تفصیل و توضیح کے ساتھ مفسرِ قرآن حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رَحِمَہُ اللہُ نے بیان فرمایا ہے، چناں چہ اسی آیت کی تفسیر میں آپ لکھتے ہیں:

’’رسولِ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور تمام مسلمانوں کو اس آیت میں
اپنے ہر کام میں، ہر حال میں استقامت پر رہنے کا حکم فرمایا گیا ہے،
’’استقامت‘‘ لفظ تو چھوٹا سا ہے؛ مگر مفہوم اس کا ایک عظیم الشان
وسعت رکھتا ہے؛ کیوں کہ معنے اس کے یہ ہیں کہ انسان اپنے عقائد،
عبادات، معاملات، اخلاق، معاشرت، کسبِ معاش اور اس کی آمد و
صرف کے تمام ابواب میں اللہ جل شانہ کے قائم کردہ حدود کے اندر
اس کے بتلائے ہوئے راستے پر سیدھا چلتا رہے، اس میں سے کسی
باب کے کسی عمل اور کسی حال میں کسی ایک طرف جھکاؤ یا کمی زیادتی
ہو جائے تو استقامت باقی نہیں رہتی۔‘‘

-- آگے چل کر فرماتے ہیں -- ﴿ وَلَا تَطۡغَوۡا ﴾ یہ لفظِ ’طغیان‘ سے

---

(۱) فوائد ترجمہ شیخ الہند: ۳۱۰

بنا ہے، اس کے معنے حد سے نکل جانے کے ہیں، جو ضد ہے "استقامت" کی؛ آیت میں استقامت کا حکم مثبت انداز میں صادر فرمانے پر کفایت نہیں فرمائی؛ بل کہ اس کے منفی پہلو کی ممانعت بھی صراحۃً ذکر کردی کہ عقائد، عبادات، معاملات، اخلاق، وغیرہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مقرر کردہ حدود سے باہر نہ نکلو کہ یہ ہر فساد اور دینی و دنیوی خرابی کا راستہ ہے۔"(۱)

(۴) چوتھی آیت:

﴿تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ (البقرۃ: ۲۲۹)

(یہ اللہ کی قائم کردہ حدود ہیں؛ لہٰذا اِن سے باہر نہ نکلو اور جو لوگ ان سے تجاوز کرتے ہیں، وہی دراصل ظالم ہیں۔)

اس آیت میں بھی وہی "غلو" اور "تجاوز عن الحدود" سے منع کیا گیا ہے اور غلو کرنے والوں کو ظالم کہا گیا ہے، جو اس "غلو فی الدین" کی مذمت و برائی جاننے کے لیے کافی ہے۔

غلو کی مذمت و ممانعت حدیث میں

قرآنِ کریم کے بعد اب آیئے دیکھتے ہیں کہ حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں غلو کے بارے میں کیا کہا گیا ہے؟

(۱) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ یا ان کے بھائی فضل بن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

(۱) معارف القرآن: ۴/۶۷۰-۶۷۲

”يَآ أَيُّهَا النَّاسُ ! إِيَّاكُمْ وَالْغُلُوَّ فِيْ الدِّيْنِ ، فَإِنَّهُ أَهْلَکَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ الْغُلُوُّ فِيْ الدِّيْنِ۔“

(اے لوگو! تم دین میں غلو کرنے سے بچو؛ کیوں کہ تم سے پہلے لوگوں کو دین میں غلو ہی نے ہلاک کیا تھا۔)(۱)

یہ بات اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خاص موقعے پر ارشاد فرمائی تھی، وہ یہ کہ حج کے موقعے پر ”جمرات“ پر کنکریاں مارنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ یا ان کے بھائی فضل بن عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ کنکریاں چن کر لاؤ، وہ کنکریاں چن کر لائے، جو نہ بہت بڑی تھیں، نہ بہت چھوٹی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں! ایسی ہونی چاہئیں، اس جیسی کنکریوں سے ”جمرات“ پر رمی کرو، پھر یہ جملہ فرمایا تھا: ”دین میں غلو سے بچو؛ کیوں کہ تم سے پہلے لوگوں کو اسی نے ہلاک کیا تھا۔“

اس سے معلوم ہوا کہ کنکریاں مارنے میں بھی طریقِ سنت کو چھوڑنا اور بہت بڑی یا چھوٹی کنکریاں مارنا غلو فی الدین میں داخل ہے۔

(۲) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا:

”الا هلک المتنطعون“ (خبردار! غلو کرنے والے ہلاک ہوگئے۔)(۲)

---

(۱) السنن لابن ماجة: ۳۰۲۹، مسند أحمد: ۳۲۴۸، المعجم الكبير: ۱۵۱۴۰، السنة لابن أبي عاصم: ۹۸

(۲) الصحيح للمسلم: ۶۹۵۵، سنن أبي داود: ۴۶۱۰، مسند أحمد: ۳۶۵۵، مسند بزار: ۱۸۷۸، مسند أبي يعلى: ۵۰۰۳، المعجم الكبير: ۱۰۲۱۷، شرح السنة: ۳۳۹۶

"شارح مسلم" علامہ نووی رحمۃ اللہ نے" المنهاج شرح مسلم" میں اور علامہ سیوطی رحمۃ اللہ نے" الديباج شرح مسلم "میں"متنطعون" کے معنے بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

" أي المتعمقون الغالون المجاوزون الحدود في أقوالهم، و أفعالهم."

(یعنی وہ لوگ جو دینی باتوں اور کاموں میں تعمق وتشدد کرتے، غلو کرتے اور حدود سے آگے بڑھ جاتے ہیں۔)(۱)

(۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لا تُشَدِّدُوا على أنفسكم، فيشدد عليكم، فإن قوماً شددوا على أنفسهم، فشدد الله عليهم، فتلك بقاياهم في الصوامع والديار."

(اپنی جانوں پر سختی نہ کرو کہ تم پر سختی نہ کردی جائے؛ کیوں کہ ایک قوم نے اپنی جانوں پر سختی کی، تو اللہ نے اس پر بھی سختی کردی، پس یہ ان ہی کے بقایا ہیں، جو ان گرجاؤں اور کٹیوں میں ہیں۔)(۲)

یہ تشدد اسی غلو کی ایک شکل ہے، اس سے ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے سختی سے منع فرمایا اور اس کو یہود ونصاریٰ کے راہبوں کا عمل قرار دیا۔

(۴) حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

(۱) شرح مسلم للنووي: ۲۲۱/۸، الديباج: ۳۲/۶

(۲) سنن أبي داود: ۴۹۰۶، مسند أبي يعلى: ۳۶۹۴

’’ لا تشددوا علی أنفسکم ، فإنما هلک من کان قبلکم بتشدیدهم علی أنفسهم ، و ستجدون بقایا هم في الصوامع ، والدیارات.‘‘

(اپنی جانوں پر سختی نہ کرو؛ کیوں کہ تم سے پہلے لوگوں کی ہلاکت، ان کے اپنے اوپر سختی ہی کی وجہ سے ہوئی ہے اور تم ان کے بقایا لوگوں کو گرجاؤں اور کٹیوں میں پاؤ گے۔)(۱)

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اپنے اوپر اعمالِ شاقہ سے سختی نہ کرو۔ جیسے زندگی بھر روزہ رکھنا ، پوری پوری رات عبادت کرنا اور عورتوں سے الگ رہنا وغیرہ؛ تاکہ اصل عبادت کرنے اور حقوق ادا کرنے میں کہیں ضعف نہ آجائے؛ کیوں کہ ایسا کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ خود سختی کر دیتے ہیں یعنی ایسی عبادت فرض کر دیتے ہیں، جو تم ادا نہ کر سکو اور مصیبت میں پڑ جاؤ۔ جیسا کہ بنی اسرائیل کی ایک قوم نے جب اس طرح کی سختیاں اپنے اوپر لاگو کر لیں، جیسے مشقت آمیز عبادات اور مشکل ریاضتیں اور بے پناہ مجاہدات، تو اللہ نے ان پر یہ پابندیاں لاگو کر دیں۔(۲)

(۵) حضرت عائشہ ﵄ سے روایت ہے کہ ان کے پاس ایک عورت بیٹھی ہوئی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں داخل ہوئے اور پوچھا کہ کون عورت ہے؟ حضرت عائشہ ﵄ نے بتایا کہ یہ فلاں عورت ہے، وہ اپنی نماز (کی کثرت) کا تذکرہ کر رہی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو رہنے دو، تم پر اتنا ہی ضروری ہے، جتنا کہ تم طاقت رکھتے ہو، پس اللہ تعالیٰ ثواب دینے سے

---

(۱) شعب الإیمان :۳۶۰۱، المعجم الکبیر :۵۴۱۸، المعجم الأوسط :۳۰۷۸، معجم الصحابة : ۲۰۰۱

(۲) المرقاة شرح المشکاة :۲۸۸/۱، المرعاة شرح المشکاة : ۲۶۹/۱

نہیں اکتاتے، جب تک کہ تم ہی اکتا نہ جاؤ۔(۱)

(۶) حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”إن الله فرض فرائض فلا تضيعوها ، و حرم حرمات فلا تنتهكوها ، وحد حدوداً فلا تعتدوها ، و سكت عن أشياء من غير نسيان فلا تبحثوا عنها.“

(بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے کچھ چیزوں کو فرض قرار دیا؛ لہٰذا تم انھیں ضائع نہ کرو اور اس نے کچھ چیزوں کو حرام ٹھیرایا، پس تم ان کی بے حرمتی نہ کرو اور اس نے حدود مقرر کر دیں؛ لہٰذا تم ان سے تجاوز نہ کرو اور چند باتوں سے بغیر بھول کے سکوت فرمایا؛ لہٰذا تم ان کے بارے میں کھوج نہ کرو۔)(۲)

اس میں اللہ تعالیٰ کے مقرر فرض کو ضائع نہ کرنے اور اس کے بیان کردہ حرام کا ارتکاب کر کے اس کی بے حرمتی نہ کرنے اور اس کی مقرر کردہ حدوں کو نہ پھلانگنے کا حکم دیا گیا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ ہمیں یہی حکم ہے کہ ان سب کی محافظت کریں اور اسی کا نام ”استقامت“ ہے، جو ”غلو“ کی ضد ہے۔

(۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”إن الدين يسر ، و لن يشاد الدين أحد إلا غلبه ، فسددوا ، و قاربوا ، و أبشروا ، و استعينوا بالغدوة ، و الروحة ، و شيء من الدلجة.“

---

(۱) الصحيح للبخاري:۴۳،الصحيح للمسلم:۱۸۷۰،رياض الصالحين:۱۱۵

(۲) سنن الدار قطني:۴۳۹۶، المعجم الكبير: ۱۸۰۳۵، السنن للبيهقي: ۱۹۵۰۹، مسند الشاميين: ۳۴۹۲)

(بلاشبہ دین آسان ہے اور جس نے بھی دین میں تشدد وغلو کیا، تو دین ہی اس پر غالب ہوا؛ لہٰذا اعتدال وتوسط کو اختیار کرو اور جس قدر طاقت میں ہو اتنا کرلو، اجر وثواب کی بشارت لو اور صبح وشام اور رات کے اخیر حصے سے عبادت میں مدد لو۔)(۱)

اس حدیث میں یہ جو فرمایا: " لن یشاد الدین أحد إلا غلبه " اس کا مطلب علما نے یہ بیان کیا ہے کہ جو شخص دین میں غلو کرتے ہوئے تشدد وسختی اختیار کرے گا، تو دین چوں کہ آسان ہے؛ لہٰذا دین ہی غالب رہے گا اور وہ شخص ہار جائے گا؛ لہٰذا ایسی بے جا سختی وتشدد سے احتراز کرنا چاہیے۔

اور شراحِ حدیث نے اس حدیث کا مقصد ومنشا واضح کرتے ہوئے لکھا ہے:

"صبح وشام اور رات کے اخیر حصے سے اوقاتِ نشاط مراد ہیں اور یہ مطلب ہے کہ عبادت ایسے اوقات میں کی جائے، جب آدمی کو نشاط حاصل ہو؛ تاکہ عبادت کا مزہ آئے، اس میں آپ ﷺ نے عبادت گزار سے ایک مسافر کی حیثیت سے کلام کیا ہے کہ جیسے مسافر کے لیے یہ اوقات، بہترین اوقات ہیں، جس میں وہ سفر کرسکتا ہے، اسی طرح عبادت والے کو بھی اس کا خیال رکھنا چاہیے اور اگر مسافر دن رات مسلسل چلتا رہے گا، تو عاجز آجائے گا اور اس کا سفر منقطع ہو جائے گا۔"(۲)

(۸) حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار وہ باہر نکلے، تو اللہ کے رسول ﷺ کو آتے ہوئے دیکھا اور یہ سمجھ کر کہ آپ اپنی ضرورت

---

(۱) الصحیح للبخاري:۳۹، سنن النسائي:۵۰۳۴، السنن للبیهقي:۴۹۲۹، شرح السنة:۹۳۵

(۲) شرح ابن بطال للبخاري:۱/۹۶، عمدة القاري:۲/۱۰۴، فیض القدیر:۲/۲۱۷

کے لیے جا رہے ہیں، اعراض کیا؛ مگر خود آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان کو بلایا اور ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ لے کر چلنے لگے، وہاں ایک شخص کو دیکھا، جو نماز پڑھ رہا تھا اور کثرت سے رکوع وسجدہ کر رہا تھا۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فرمانے لگے :

”علیکم هدیاً قصداً ، فإنه من یشاد هذا الدین یغلب “

(تم پر لازم ہے کہ درمیانی طریقہ اختیار کرو؛ کیوں کہ جو بھی دین میں تشدد وغلو کرتا ہے، اس پر دین ہی غالب آتا ہے) یہ تین مرتبہ فرمایا۔(۱)

(۹) حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مسجد میں داخل ہوئے، تو دیکھا کہ ایک لمبی سی رسی دو ستونوں کے درمیان لٹکی ہوئی ہے، آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے معلوم کیا کہ یہ رسی کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی رسی ہے، جب وہ عبادت کرتے ہوئے تھک جاتی ہیں، تو اس سے لٹک جاتی ہیں، آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: اس کو کھول دو، تم میں سے کوئی نماز پڑھے، تو اپنی نشاط وسہولت کے مطابق پڑھے، جب تھک جائے تو سو جائے۔(۲)

(۱۰) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا:

”إذا نعس أحدكم ، و هو یصلي فلیرقد ؛ حتی یذهب عنه النوم ، فإن أحدكم إذا صلی ، وهو ناعس لا یدري لعله یذهب یستغفر فیسب نفسه“

(جب تم میں سے کسی کو نماز پڑھتے ہوئے اونگھ آجائے، تو اس کو سو جانا چاہیے، یہاں تک کہ اس کی نیند جاتی رہے؛ کیوں کہ جب کوئی نیند کی حالت میں نماز پڑھے گا، تو کیا خبر کہ وہ شاید استغفار کرنا چاہے

---

(۱) مسند أحمد:۱۹۸۰۱؛ صحیح ابن خزیمة:۱۱۷۹؛ السنن للبیهقي:۴۹۳۰

(۲) الصحیح للبخاري:۱۱۵۰؛ السنن للبیهقي:۴۹۲۷؛ المعجم الأوسط:۸۸۹۰

اور خود کو گالی دینے لگے)(۱)

(۱۱) حضرت عبداللہ بن عباس ﷺ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ اللہ کے رسول ﷺ خطبہ دے رہے تھے کہ ایک شخص کو دیکھا کہ وہ کھڑا ہوا ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا، تو لوگوں نے کہا کہ یہ ابو اسرائیل ﷺ ہیں، انھوں نے نذر مانی تھی کہ وہ دھوپ میں کھڑے رہیں گے، نہیں بیٹھیں گے، کسی چیز کا سایہ نہیں لیں گے اور کسی سے بات نہیں کریں گے اور روزہ رکھیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کو حکم دو کہ وہ بات چیت کریں، سایہ حاصل کریں اور بیٹھیں اور روزہ کی نذر پوری کریں۔ (۲)

(۱۲) حضرت انس ﷺ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک بوڑھے شخص پر سے گزرے، جو اپنے دو بیٹوں کے سہارے چل رہا تھا، آپ ﷺ نے پوچھا کہ اس کا کیا حال ہے؟ بتایا گیا کہ اس نے کعبۃ اللہ تک چل کر جانے کی نذر مانی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: "إن الله عن تعذيب هذا نفسه لغني" (اللہ اس (بوڑھے) کے خود کو اس تکلیف دینے سے مستغنی ہیں) پھر آپ نے اس کو سوار ہونے کا حکم دیا۔ (۳)

مذکورہ احادیث نبویہ سے یہ معلوم ہوا کہ دین میں غلو کرنا ناجائز ہے اور اس کی سخت ممانعت ہے۔

---

(۱) الصحيح للبخاري:۲۱۲، الصحيح للمسلم:۱۸۷۱، الموطأ للمالك: ۲۵۷، سنن أبي داود: ۱۳۱۲، سنن ابن ماجة: ۱۳۷۰، مسند أحمد: ۲۳۳۳۲، صحيح ابن خزيمة: ۹۰۷، السنن للبيهقي: ۴۹۱۵

(۲) الصحيح للبخاري:۶۷۰۴، سنن أبي داود:۳۳۰۲، سنن ابن ماجة:۲۱۳۶

(۳) الصحيح للبخاري:۱۸۶۵، الصحيح للمسلم:۴۳۳۶، سنن أبي داود: ۳۳۰۳، سنن الترمذي:۱۵۳۷، سنن النسائي:۳۸۵۲، مسند أحمد:۱۲۰۵۷، صحيح ابن خزيمة: ۳۰۴۴

غلو کی برائی، اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں

اب ذرا یہ بھی ملاحظہ فرمائیں کہ خود اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ مبارکہ ہمیں کیا سبق دیتا ہے اور اس سلسلے میں کیا رہبری کرتا ہے؟

(۱) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی بیوی بڑی حسین وجمیل اور عطر اور عمدہ لباس کو پسند کرنے والی عورت تھی، ایک بار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو دیکھا وہ بہت میلے کچیلے کپڑوں میں ہیں اور ان سے پوچھا کہ یہ کیا حال بنا رکھا ہے؟ انھوں نے کہا کہ بات یہ ہے کہ بعض صحابہ جس میں حضرت علی، حضرت عبداللہ بن رواحہ اور عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہم ہیں، انھوں نے خود کو عبادت کے لیے فارغ کر لیا اور بیویوں سے پرہیز اور گوشت سے احتراز کرنے لگے اور دن بھر کا روزہ اور رات بھر کا قیام اپنے اوپر لگا لیا؛ لہٰذا مجھے یہ بات اچھی نہیں لگی کہ میں اپنے شوہر کو ایسی حالت میں نظر آؤں، جو ان کو میری جانب متوجہ کرے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ سارا قصہ آپ کو سنایا، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جوتیاں اٹھائیں اور اپنے بائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے ان کو پکڑا اور جلدی سے ان لوگوں کے پاس گئے اور ان سے ان کا حال پوچھا۔ انھوں نے کہا کہ ہمارا ارادہ خیر ہی کا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”إنما بعثت بالحنيفية السمحة ، ولم أبعث بالرهبانية البدعة ، ألا ! و إن قوماً ابتدعوا الرهبانية ، فكتبت عليهم، فما رعوها حق رعايتها ، ألا فكلوا اللحم ، و ائتوا النساء ، و صوموا ، و أفطروا ، و صلوا ، و ناموا ، فإني بذلك

أمرت. "(۱)

(میں ایسی شریعت کے ساتھ بھیجا گیا ہوں، جو کجی و ٹیڑھ سے پاک، سہولت آمیز ہے، میں بدعت رہبانیت کے ساتھ نہیں بھیجا گیا ہوں، خبردار! ایک قوم نے رہبانیت کی بدعت جاری کی، تو وہ ان پر لازم کردی گئی، پس وہ اس کے حق کا لحاظ نہ کرسکے، خبردار! گوشت کھاؤ اور اپنی عورتوں کے پاس جاؤ اور کبھی روزہ رکھو اور کبھی نہ رکھو اور کچھ رات میں نماز پڑھو اور کچھ دیر سو بھی جاؤ؛ کیوں کہ مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے۔)

(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے اسی حدیث میں ایک روایت اس طرح آئی ہے کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی بیوی خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بوسیدہ حالت میں آئیں، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے پوچھا کہ کیا حال ہے؟ انھوں نے کہا کہ میرے شوہر رات بھر عبادت کرتے اور دن بھر روزہ رکھتے ہیں (تو میں پھر کس کے لیے زینت اختیار کروں؟) اتنے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کے سامنے اس کا ذکر کیا، تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اور فرمایا :

"یا عثمان -- رضي الله عنه -- ! إن الرهبانية لم تكتب علينا ، أما لك فيَّ أسوة ؟ فوالله إني أخشاكم لله ، و أحفظكم لحدوده."

(اے عثمان رضی اللہ عنہ! رہبانیت ہمارے لیے مشروع نہیں کی گئی، کیا تمھارے لیے میری ذات میں نمونہ نہیں ہے؟ پس اللہ کی قسم! میں تم میں

(۱) المعجم الکبیر: ۷۶۱۷

سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور اللہ کے حدود کی سب سے زیادہ حفاظت کرنے والا ہوں۔)(۱)

(۳) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

''تین حضرات اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے گھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے بارے میں معلوم کرتے ہوئے آئے، جب ان کو آپ کی عبادت کے بارے میں بتایا گیا، تو انھوں نے اس کو معمولی سمجھا اور آپس میں کہنے لگے کہ ہم کہاں اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہاں؟ آپ کے اگلے پچھلے سب گناہ تو معاف کردیے گئے ہیں۔ (لہٰذا آپ کی عبادت کی کمی سے آپ کے مقام میں کوئی کمی نہیں آئے گی) پھر ان میں سے ایک نے کہا کہ میں تو بس ہمیشہ رات بھر نماز پڑھتا رہوں گا۔ دوسرے نے کہا کہ میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا اور کبھی روزہ نہ چھوڑوں گا۔ تیسرے شخص نے کہا کہ میں عورتوں سے علیحدہ رہوں گا، کبھی شادی نہ کروں گا۔ پس اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ان سے کہا کہ کیا تم ہی لوگوں نے ایسی ایسی باتیں کہی تھیں؟ مگر میں تو خدا کی قسم! تم میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور سب سے زیادہ تقوے والا ہوں؛ لیکن میں کبھی (نفلی) روزہ رکھتا ہوں اور کبھی روزہ چھوڑ دیتا ہوں اور کبھی رات بھر نماز پڑھتا ہوں، کبھی سو جاتا ہوں اور میں نے عورتوں سے شادی کی ہے، پس جس نے میرے طریقے سے روگردانی

---

(۱) مسند احمد : ۲۵۹۳۵، صحیح ابن حبان:۹، مصنف عبد الرزاق: ۱۰۳۷۵، معجم الصحابة: ۱۷۸۷، المعجم الكبير: ۸۲۳۰، الأحكام الشرعية : ۲۶۳/۲

کی وہ مجھ سے نہیں۔‘‘(۱)

(۴)ایک حدیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

’’ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کچھ حضرات نے ازواجِ نبی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اندرونِ خانہ عبادت کے بارے میں پوچھا؛ پھران میں سے بعض نے کہا کہ میں بستر ے پر نہیں لیٹوں گا،بعض نے کہا کہ میں عورتوں سے نکاح نہیں کروں گا اور بعض نے کہا کہ میں روزہ رکھا کروں گا،کبھی روزہ نہ چھوڑوں گا۔ایک روایت میں یہ ہے کہ بعض نے کہا کہ میں گوشت نہیں کھاؤں گا۔ یہ بات اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچ گئی،تو آپ خطبہ دینے کھڑے ہوئے اور اللہ کی حمد وثنا بیان کی، پھر فرمایا کہ لوگوں کا کیا حال ہے کہ وہ ایسی ایسی باتیں کرتے ہیں؛لیکن میں کبھی (نفلی) روزہ رکھتا ہوں اور کبھی روزہ چھوڑ دیتا ہوں اور کبھی رات بھر نماز پڑھتا ہوں،کبھی سوجاتا ہوں اور میں نے عورتوں سے شادی کی ہے،پس جس نے میرے طریقے سے روگردانی کی وہ مجھ سے نہیں۔‘‘(۲)

(۵)حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

’’ میرے والد حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے میری شادی

---

(۱) الصحيح للبخاري :۵۰۶۳،صحيح ابن حبان :۳۱۷،السنن الكبرىٰ للبيهقي : ۱۳۸۳۰،السنن الصغرى للبيهقي :۱۸۱۰!

(۲) الصحيح للمسلم : ۳۴۶۹،سنن النسائي : ۳۲۱۷، مسند أحمد : ۱۴۰۷۷، صحيح ابن حبان :۱۴،مسند بزار : ۶۸۰۷،السنن للبيهقي :۵۳۰۵، مستخرج أبي عوانة :۳۲۲۳

''قریش'' کی ایک عورت سے کی، جب وہ میرے پاس داخل ہوئی، تو میں اس کو اس لیے نظر انداز کرنے لگا کہ مجھ میں نماز، روزے، عبادت کی بڑی قوت تھی۔ پس حضرت عمرو بن العاص ﷛ اپنی کوٹھری میں تشریف لائے اور میری عورت کے پاس گئے اور اس سے پوچھا کہ اپنے شوہر کو کیسا پایا؟ تو میری بیوی نے کہا کہ وہ بہترین آدمی ہیں یا کہا کہ وہ بہترین شوہر ہیں کہ ہمارا پردہ ہی نہیں کھولا اور نہ ہمارے لیے بستر ہی پر قدم رکھا۔ (یعنی عبادت کے ذوق سے بیوی سے نہ جماع ہی کیا اور نہ اس کے ساتھ بستر پر لیٹے) حضرت عمرو ﷛ نے اس کا تذکرہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے کیا، آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ اس کو میرے پاس لاؤ۔ میں حاضر ہوا، آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ روزہ کیسے رکھتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ روزانہ، آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ ہر ہفتے میں سے تین دن رکھ لیا کرو، میں نے عرض کیا کہ میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ دو دن رکھ لو اور ایک دن چھوڑ دو، میں نے عرض کیا کہ میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں، آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ افضل الصیام ''صوم داؤدی'' رکھ لو، ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن چھوڑ دو۔'' (۱)

امام احمد رَحِمَہُ اللہُ وغیرہ کی روایت میں ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان سے پوچھا کہ کیا تم دن بھر روزہ رکھتے ہو؟ عرض کیا کہ ہاں! پوچھا کہ کیا رات بھر نماز پڑھتے ہو؟ عرض کیا کہ ہاں! آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: لیکن میں تو

---

(۱) الصحیح للبخاري: ۵۰۵۲، سنن النسائي: ۲۳۸۹، السنن الکبری للنسائي: ۲۷۱۰

کبھی روزہ رکھتا ہوں اور کبھی چھوڑ دیتا ہوں اور کبھی نماز پڑھتا ہوں اور کبھی سو جاتا ہوں اور میں عورتوں سے ملتا بھی ہوں، پس جس نے میرے طریقے سے روگردانی کی وہ مجھ سے نہیں۔(۱)

(۶) حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت ام نبیہ بنت الحجاج رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ بھیجا کرتی تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار ان کے یہاں تشریف لے گئے اور خیر خیریت دریافت فرمائی، پھر پوچھا کہ عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا کیا حال ہے؟ تو ام نبیہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ وہ خیریت سے ہے؛ مگر وہ دنیا سے الگ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ وہ کیسے؟ تو انھوں نے کہا کہ نیند کو حرام کر لیا ہے، سوتا نہیں اور نہ کبھی روزہ چھوڑتا ہے اور گوشت کو حرام کر لیا ہے، پس گوشت بالکل نہیں کھاتا اور نہ اپنی اہلیہ کا حق ادا کرتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ وہ کہاں ہے؟ عرض کیا کہ ابھی ابھی کہیں باہر نکلا ہے، ہوسکتا ہے کہ آجائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر وہ آئے تو میرے لیے اس کو روک لینا، پس وہ آگئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: تیرے نفس کا بھی تجھ پر حق ہے اور تیری بیوی کا بھی تجھ پر حق ہے۔(۲)

(۷) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کام کیا اور اس کی اجازت عطا فرمائی؛ مگر کچھ لوگ اس سے پرہیز و احتیاط کرنے لگے اور یہ بات اللہ کے نبی

---

(۱) مسند احمد: ۲۳۷۷، معجم الصحابۃ: ۳/۱۴۷

(۲) المستدرک للحاکم: ۶۹۰۰

صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی ، ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غصے میں آگئے اور آپ کے غصے کا اثر آپ کے چہرے پر ظاہر ہونے لگا ، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور اللہ کی حمد کی پھر فرمایا:

" ما بال أقوام يتنزهون عن الشيء أصنعه ، فوالله ! إني لأعلمهم بالله ، و أشدهم له خشية. "

(لوگوں کا کیا حال ہے کہ اس چیز سے پرہیز کرتے ہیں، جو خود میں انجام دیتا ہوں ، پس خدا کی قسم! میں لوگوں میں سب سے زیادہ اللہ کو جاننے والا اور اللہ سے ڈرنے والا ہوں۔)(۱)

(۸) حضرت مسلم القرشی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صوم دہر (ہمیشہ روزہ رکھنے) کے بارے میں سوال کیا، تو فرمایا : تیرے اہل وعیال کا تجھ پر حق ہے، رمضان اور اس کے بعد والے ماہ میں روزہ رکھ لینا اور ہر بدھ و جمعرات کو روزہ رکھ لینا، یہ ایسا ہے کہ تو نے زندگی بھر روزہ رکھا۔(۲)

(۹) حضرت سہل بن ابوامامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ وہ اور ان کے والد، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس مدینے میں عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی امارت کے دور میں گئے، تو دیکھا کہ آپ نماز پڑھ رہے ہیں، آپ نے بڑی ہی ہلکی پھلکی نماز پڑھی۔ جیسے مسافر کی نماز ہوتی

---

(۱) الصحيح للبخاري: ۶۱۰۱، الصحيح للمسلم: ۶۲۵۷، الأدب المفرد: ۴۳۶، شرح السنة: ۹۹، مشكل الآثار: ۵۸۸۲

(۲) سنن أبي داود: ۲۴۳۲، سنن الترمذي: ۷۵۳، شعب الإيمان: ۳۵۸۶

ہے۔ جب آپ نے سلام پھیرا، تو میرے والد نے عرض کیا کہ حضرت! آپ نے فرض نماز پڑھی یا کوئی نفل نماز؟ فرمایا کہ یہ فرض نماز تھی اور رسول اللہ ﷺ کی نماز بھی ایسی ہی ہوتی تھی، میں نے اس میں کوئی غلطی نہیں کی ہے؛ مگر یہ کہ کوئی بھول ہوگئی ہو۔

پھر کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنی جانوں پر سختی نہ کرو کہ تم پر سختی نہ کردی جائے؛ کیوں کہ ایک قوم نے اپنی جانوں پر سختی کی، تو اللہ نے اس پر بھی سختی کردی، پس یہ ان ہی کے بقایا ہیں، جو ان گرجاؤں اور کنیسوں میں ہیں۔(۱)

(۱۰) حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

"رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے مابین بھائی چارگی قائم کی تھی، ایک بار حضرت سلمان رضی اللہ عنہ ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے یہاں گئے، تو ان کی بیوی کو خستہ حال میں دیکھا اور پوچھا کہ یہ کیا حال بنا رکھا ہے؟ انھوں نے کہا کہ آپ کے بھائی ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو دنیا کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ پس اتنے میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ آگئے، ان کے لیے کھانا بنایا اور کہا کہ کھائیے، انھوں نے کہا کہ میں روزہ دار ہوں، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اس وقت تک نہیں کھاؤں گا، جب تک آپ ساتھ میں نہیں کھائیں گے۔ یہ سن کر ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے کھانا کھالیا، پھر جب رات ہوئی تو ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نماز کی تیاری کرنے لگے، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سو جائیے، پس وہ سو گئے، پھر کچھ دیر بعد اٹھنے لگے، تو

---

(۱) سنن أبي داود: ۴۹۰۴، مسند أبي يعلى: ۳۶۹۴

حضرت سلمان ﷺ نے فرمایا کہ سو جایئے، پھر وہ سو گئے اور جب آخر رات ہوئی، تو حضرت سلمان ﷺ نے فرمایا کہ اب اٹھیے، پھر دونوں نے نماز پڑھی۔ پھر فرمایا :

"إن لربک علیک حقا ، و لنفسک علیک حقا ، و لأهلک علیک حقا ، فأعط کل ذي حق حقه ."

(بلا شبہ تمھارے رب کا بھی تم پر حق ہے اور تمھارے نفس کا بھی تم پر حق ہے اور تمھاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے؛ لہذا ہر ایک حق دار کو اس کا حق دو۔)

یہ سن کر حضرت ابوالدردا ﷺ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور سارا قصہ بیان کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سلمان نے سچ کہا۔"(۱)

یہ چند احادیث ہیں، جن میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ مبارکہ بیان ہوا ہے اور خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے بیان ہوا ہے کہ دین کے سلسلے میں آپ حدِ اعتدال پر قائم تھے اور دوسروں کو بھی اسی کی تعلیم دیا کرتے تھے، رہبانیت و دین میں سختی و تشدد آپ کا طریقہ نہیں تھا، ضرورت کے تحت آپ دنیا کے کاموں کو بھی انجام دیتے تھے، کبھی رات بھر عبادت بھی کرتے تھے اور کبھی آرام بھی فرماتے تھے، روزہ رکھنے یا چھوڑنے میں بھی وہی اعتدال ملحوظ ہوتا تھا۔ الغرض غلو سے پاک آپ کی زندگی کا طریقہ تھا۔

---

(۱) الصحیح للبخاري :۱۹۶۸،سنن الترمذي :۲۴۱۳،صحیح ابن خزیمة :۲۱۴۴، صحیح ابن حبان : ۳۲۰، مسند بزار: ۴۴۲۳ ، سنن الدارقطني : ۲۲۳۵ ، السنن للبیهقي: ۸۶۰۴، تهذیب الآثار:۷۹۳

ان سارے دلائل سے معلوم ہوا کہ غلو حرام و نا جائز ہے، قرآنِ کریم نے اس کو ممنوع قرار دیا ہے، احادیثِ نبویہ و اسوۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اس کا حرام ہونا ظاہر ہوتا ہے اور اسی لیے حضراتِ علما نے بھی اس کی وضاحت کر دی ہے، صرف ایک حوالہ لکھنا کافی سمجھتا ہوں۔

شارحِ بخاری علامہ بدر الدین عینی رحمہ اللہ نے آیت ﴿ لا تغلوا ﴾ کے تحت لکھا ہے:

"احتج بهذه الآية على تحريم الغلو في الدين."

(اس آیت سے علما نے غلو فی الدین کے حرام ہونے پر احتجاج کیا ہے۔)(۱)

معلوم ہوا کہ اس "غلو فی الدین" سے بہت بچنا چاہیے؛ ایک تو اس لیے کہ یہ حرام ہے؛ بل کہ بعض صورتیں اس کی کفر ہیں۔ جیسا کہ اوپر کی تفصیلات سے معلوم ہوا، دوسرے اس لیے کہ غلو فی الدین ہر گمراہی کا راستہ و دروازہ ہے، تیسرے اس لیے کہ اس سے استقامت و اعتدال کی دولت سے محرومی ہو جاتی ہے۔

---

(۱) عمدة القاري: ۲۵/۵۷، باب اقتداء أفعال النبي

تاریخِ مذاہب میں غلو کی بنیاد و ابتدا

غلو زمانہ نوح علیہ السلام میں

یہودیوں کا دین میں غلو

نصاریٰ کا دین میں غلو

مشرکین و کفارِ عرب کا غلو

تیسری فصل

تاریخِ مذاہب میں غلو کی بنیاد وابتدا

غلو زمانہ نوح علیہ السلام میں

غلو فی الدین کے سلسلے کی ابتدائی واولین کڑی حضرت نوح علیہ السلام کے دور کے لوگوں سے جاملتی ہے، جنھوں نے اپنے زمانے کے اولیاء اللہ وصالحین کو عقیدت ومحبت کے نام پر قابل پرستش بنالیا تھا۔

قرآن کریم میں ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَ قَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَ لَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّ لَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَ نَسْرًا﴾ (نوح:۲۳)

(قوم نوح کے لوگوں نے کہا کہ تم اپنے معبودوں کو نہ چھوڑو اور نہ ''ود'' کو، نہ ''سواع'' کو، نہ ''یغوث'' کو، نہ ''یعوق'' کو اور نہ ''نسر'' کو چھوڑو۔)

اس آیت کی تفسیر میں دو قول ہیں:

ایک یہ کہ یہ ''ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر'' قوم نوح کے بتوں کے نام ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت قتادہ، حضرت ضحاک اور حضرت ابن زید رحمہم اللہ سے یہ منقول ہے۔(۱)

اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ دراصل قوم نوح کے نیک وصالح لوگ تھے، ان کے

---

(۱) جامع البیان:۱۲/۲۵۳

انتقال کے بعد ان لوگوں نے ان کے مجسمے بنائے، پھر بعد والوں نے ان کو پوجنا شروع کردیا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی بات روایت کی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ یہ پانچ (ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر) حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے نیک وصالح لوگوں کے نام تھے، پس جب ان کا انتقال ہوگیا، تو شیطان نے ان کی قوم کے لوگوں کے دلوں میں یہ بات ڈالی کہ یہ نیک لوگ جہاں بیٹھتے تھے، وہاں ان کے بت نصب کریں اور ان کے نام پر ان بتوں کے نام رکھیں، چناں چہ ان لوگوں نے ان نیک لوگوں کے نام پر ان بتوں کے نام رکھے؛ لیکن ان کی عبادت نہیں کی جاتی تھی، جب یہ (بت بنانے والے لوگ) انتقال کرگئے اور حقیقت روپوش ہوگئی، تو ان کی عبادت وپرستش ہونے لگی۔(۱)

حضرت عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ اور محمد بن کعب القرظی رحمۃ اللہ نے روایت کیا کہ یہ پانچ افراد حضرت آدم علیہ السلام کی صلبی اولاد میں سے ہیں اور ''وَدّ'' سب سے بڑے اور سب سے نیک بیٹے تھے۔ محمد بن کعب کہتے ہیں کہ جب ان میں سے ایک کا انتقال ہوا، تو لوگ غمگین ہوئے، پس شیطان آیا اور کہنے لگا کہ میں اس جیسا بت بنادوں گا کہ تم اس کو دیکھو، تو وہ تم کو یاد آئے، چناں چہ لوگوں نے جب کہا کہ ہاں بنادو، تو اس نے اس کا ایک بت بنادیا، اس طرح ان پانچوں میں سے جس جس کا انتقال ہوتا، وہ اس کا بت بنادیتا اور یہ بت مسجد میں نصب ہوتے تھے، پھر آگے چل کر ان ہی بتوں کو معبود بنالیا گیا؛ حتی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی اصلاح کے لیے حضرت نوح علیہ السلام کو بھیجا۔(۲)

---

(۱) الصحیح للبخاري: ۷۳۲/۲

(۲) القرطبي: ۳۰۸/۱۸، الدر المنثور: ۲۹۳/۸، فتح الباري مختصراً: ۶۶۷/۸

اس سلسلے میں ایک روایت یہ ہے کہ محمد بن قیس و محمد بن کعب رحمہما اللہ نے کہا کہ یہ ”یعوق، یغوث وغیرہ“ حضرت آدم و نوح علیہما السلام کے زمانے کے درمیان کچھ نیک لوگ گزرے ہیں اور ان کے کچھ ماننے والے معتقد لوگ بھی تھے، جو ان لوگوں کی اقتدا و اتباع کرتے تھے۔ جب ان لوگوں کا انتقال ہوا، تو شیطان نے ان کے دل میں ڈالا کہ اگر ان بزرگوں اور ولیوں کی صورتیں بنائی جائیں، تو عبادتِ الٰہی میں زیادہ شوق کا ذریعہ بنے گا اور ان کی عبادتِ الٰہی میں جد و جہد و محنت و مجاہدہ یاد آتا رہے گا۔ چناں چہ ان کی تصویریں اور مورتیاں بنائی گئیں۔ جب یہ نسل ختم ہوئی اور دوسری نسل آئی، تو شیطان نے ان کو یہ سمجھایا کہ تمھارے آبا و اجداد تو ان ہی کی پوجا کرتے تھے اور ان ہی کی وجہ سے ان پر بارانِ رحمت ہوئی تھی۔ چناں چہ بعد والوں نے ان ہی بتوں کی پوجا شروع کردی۔(۱)

یہ غلو فی الدین کی ابتدا و بنیاد ہے، جس میں نیک و صالح لوگوں کی محبت و عقیدت کے نام پر ان کو خدائی کے مقام پر پہنچا دیا گیا تھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ غلو کی بنیاد تو بہت پہلے حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں ہی پڑ گئی تھی اور ان کے بعد بھی دیگر انبیا کے زمانوں میں بھی لوگوں نے غلو سے کام لیا ہے؛ مگر ”غلو فی الدین“ کو باقاعدہ دین بنانے والے لوگ یہود و نصاریٰ ہیں۔

اسی غلو نے یہود و نصاریٰ کو ان کے اصلی دین سے نکال کر من گھڑت دین جاری کرلینے پر ابھارا تھا اور اسی غلو سے ان لوگوں نے تورات و انجیل اور اپنے دین میں تک تحریف کردی تھی؛ یہاں تک کہ توحید و شرک کا فرق باقی نہ رکھا؛ حلال و حرام میں

---

(۱) ابن کثیر:۴/۴۲۶،ابن جریر:۱۲/۲۵۳، القرطبی۱۸/۳۰۸،معالم التنزیل:۱/۴۳۲

امتیاز نہ رہا؛ کبھی تو حضرات انبیا کو خدائی کے مقام پر بٹھادیا اور کبھی ان کا مذاق اڑایا، ان کی توہین کی، ان کو قتل بھی کیا، اس طرح اللہ کی مقرر و بیان کردہ حدوں پر وہ باقی تو کیا رہتے، خود ہی ان کو اپنے ہاتھوں سے برباد کردیا۔

اسی لیے خاص طور پر یہود و نصاریٰ سے اللہ تعالیٰ نے غلو سے بچنے کا مطالبہ کیا ہے، جیسا کہ آیات کے تحت گزر گیا۔

یہودیوں کا دین میں غلو

یہود نے دو طرح دین کے بارے میں غلو کیا: ایک افراط و حد سے بڑھنے کے ساتھ اور دوسرے تفریط و حد سے کمی کرنے کے ساتھ، ایک طرف ان لوگوں نے حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا قرار دیا اور حضرات انبیا میں سے بعض کی قبروں کو عبادت گاہ بھی بنالیا، جو حد شرع سے گزر جانے کی صورت ہے۔

پہلی بات کے متعلق قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ِ ابْنُ اللّٰهِ وَ قَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ، ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِئُوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ﴾ (التوبۃ:۳۰)

(یہود نے کہا کہ عزیر علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں اور نصاریٰ نے کہا کہ مسیح علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں، یہ ان کے منہ کی باتیں ہیں، یہ بھی ان سے پہلے کے کافروں کی سی باتیں کرنے والے ہیں، اللہ ان کو غارت کرے، یہ کہاں الٹے جارہے ہیں۔)

اور دوسری بات کے بارے میں حدیث میں ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"قاتل الله اليهود ، والنصارى ، اتخذوا قبور أنبيائهم مساجد."

(یہود و نصاری کو اللہ غارت کرے کہ انھوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔)(۱)

اور دوسری جانب انھوں نے متعدد حضرات انبیا علیہم السلام کو ایذا و تکلیف دینے، ان کو جھٹلانے اور قتل کرنے کی کافرانہ و مجرمانہ حرکتیں کیں، اسی طرح اس قوم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جھٹلایا اور ان کو حرامی کہا اور ان کی ماں حضرت مریم علیہا السلام کو زانیہ قرار دیا۔

قرآنِ کریم میں ہے :

﴿ذٰلِکَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ذٰلِکَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ﴾ (البقرۃ:٦١)

(یہ (پھٹکار ان پر) اس لیے ہے کہ وہ اللہ کی آیات کا انکار کرتے تھے اور حضراتِ انبیا کو ناحق قتل کرتے تھے، یہ اس لیے کہ وہ نافرمانی کرتے اور حد سے بڑھ جاتے تھے۔)

اس آیت میں جہاں یہ ہے کہ یہود، حضرات انبیا کو ناحق قتل کرتے تھے، وہیں یہ بھی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب غلو کی وجہ سے تھا؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اخیر جملے میں فرمایا: ﴿كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ﴾ (وہ حد سے بڑھ جاتے تھے) اسی کا نام "غلو" ہے۔

ایک غلو ان کے یہاں یہ پیدا ہوا کہ جو قانونِ شرع پسند آیا اور نفس کے مطابق معلوم ہوا، اس کو قبول کرلیا کرتے اور جو نفس کے تقاضوں سے متصادم ہوتا، اس کا انکار کردیا کرتے تھے اور پھر اسی کو بنیاد بنا کر حضراتِ انبیا کو قتل بھی کردیا کرتے تھے۔

---

(۱) الموطا للمالک :۱۵۸۳، الصحیح للبخاري :۴۳۷، الصحیح للمسلم :۱۲۱۳، مسند أحمد :۷۸۱۸۔

ایک دوسرے مقام پر ان یہودیوں کی غلو آمیز عادت وخصلت کے بارے میں کہا گیا ہے:

﴿ اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰۤى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ وَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ﴾ (البقرة:۸۷)

(آخر کیا معاملہ ہے کہ جب کبھی کوئی پیغمبر تمھارے پاس اس چیز کے ساتھ آیا، جو تمھارے نفس کو نہ بھاتی تھی، تو تم اکڑنے لگتے، پھر بعض پیغمبروں کو جھٹلاتے اور بعض کو قتل کرتے تھے۔)

یہ تھا وہ غلو جو خواہشاتِ نفس کی بنا پر پیدا ہوتا ہے، جس کی وجہ سے جو بات پسند آئی، لے لی اور جو پسند نہ آئی اس کو رد کر دیا؛ حتی کہ اِن انبیا کو جھٹلایا بھی اور قتل بھی کیا۔ اس طرح اس قوم نے کبھی تو افراط سے کام لے کر غلو کیا، تو کبھی تفریط کا ارتکاب کر کے غلو کیا۔

نصاریٰ کا دین میں غلو

اور رہے نصاریٰ، تو تاریخِ مذاہب کی گواہی یہی ہے کہ وہ بھی اسی طرح افراط و تفریط کا شکار رہے، انھوں نے ایک جانب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا بنا دیا؛ بل کہ بعض نے تو ان کو خود خدا بنا دیا اور اس سلسلے میں عجیب و بے ڈھنگی باتوں میں مبتلا ہو گئے۔

قرآنِ کریم میں ان عیسائی نظریات کی بھرپور طریقے پر تردید کی گئی ہے، چناں چہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا ٹھیرانے والوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے:

﴿ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ اِنَّهٗ

مَن يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ أَنْصَارٍ﴾ (المائدۃ: ۷۲)

(تحقیق کہ ان لوگوں نے کفر کیا، جنھوں نے کہا کہ مسیح بن مریم علیہ السلام ہی اللہ ہیں اور حضرت مسیح علیہ السلام نے کہا کہ اے بنی اسرائیل! اللہ کی عبادت کرو! جو کہ میرا اور تمھارا پروردگار ہے اور بلاشبہ جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر جنت کو حرام کر دیتا ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔)

حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب نے مشہور عیسائی (Maurice Relton) کا بیان بہ حوالہ (STUDIES IN CHRISTIAN DOCTRINE) نقل کیا ہے کہ اس نے اس عقیدے کی تشریح اس طرح کی ہے:

''کیتھولک عقیدے کا کہنا ہے کہ وہ ذات جو خدا تھی، خدائی صفات کو چھوڑے بغیر انسان بن گئی، یعنی اس نے ہمارے جیسے وجود کی کیفیات اختیار کر لیں، جو زمان و مکان کی قیود میں مقید ہے اور ایک عرصے تک ہمارے درمیان مقیم رہی۔''(۱)

اسی طرح آپ نے (Encyclopedia of Religions and Ethics) کے حوالے سے ''الفریڈ ای گارو'' کا یہ قول نقل کیا ہے:

''وہ (حضرت مسیح) حقیقۃً خدا بھی تھے اور انسان بھی، ان کی ان دونوں حقیقتوں میں سے کسی ایک کے انکار یا ان کے وجود میں دونوں کے متحد ہونے کے انکار ہی سے مختلف بدعتی نظریات پیدا ہوئے؛ لہٰذا منظور شدہ فارمولا یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی ایک شخصیت

---

(۱) مقدمہ: بائبل سے قرآن تک: ۱/۵۹

میں دو ماہتیں جمع ہوگئی تھیں۔"(۱)

اس سے معلوم ہوا کہ ان کے شرک کی بنیاد بھی وہی عقیدت کا غلو اور محبت میں تجاوز ہے، اسی کی بنا پرانھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مقام "عبدیت" سے اٹھا کر مقام "اُلوہیت" تک پہنچادیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدائی صفات سے متصف مان کر ان کی عبادت کو جائز ٹھیرا لیا۔

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہنے والوں کے بارے میں اوپر آیت گزر چکی ہے اور یہی لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تین خداؤں میں کا ایک مان کر توحید کے بہ جائے "تثلیث" کے قائل ہوئے، جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوٓاْ إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ وَمَا مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّآ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ وَإِن لَّمْ يَنتَهُواْ عَمَّا يَقُولُونَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِينَ كَفَرُواْ مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴾ (المائدۃ: ۷۳)

(تحقیق کہ ان لوگوں نے کفر کیا، جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ تین میں سے تیسرا ہے، حال آں کہ ایک خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور اگر یہ لوگ ان باتوں سے نہیں باز آئے، جو وہ کہتے ہیں، تو ضرور ان کافروں کو دردناک عذاب آئے گا۔)

اس مشرکانہ عقیدے کی تشریح (Encyclopedia Britannica) میں اس طرح کی گئی ہے:

"تثلیث کے عیسائی نظریے کو ان الفاظ میں اچھی طرح تعبیر کیا جاسکتا ہے کہ باپ، خدا ہے، بیٹا خدا ہے اور روح القدس خدا ہے؛ لیکن یہ مل کر تین خدا نہیں ہیں؛ بل کہ ایک ہی خدا ہیں؛ اس لیے کہ عیسائی

---

(۱) مقدمہ بائبل سے قرآن تک: ۱/۴۰۶

نظریے کے مطابق ہم جس طرح ان تینوں میں سے ہر ایک اقنوم کو خدا اور آقا سمجھنے پر مجبور ہیں، اسی طرح ہمیں کیتھولک مذہب نے اس بات کی بھی ممانعت کردی ہے کہ ہم ان کو تین خدا یا تین آقا سمجھنے لگیں۔"(۱)

حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے مشہور عیسائی عالم (St.Augustine) کی کتاب (On The Trinity) سے اس عقیدے کی وضاحت میں اس کا یہ قول نقل کیا ہے:

"عہد قدیم اور عہد جدید کے وہ تمام کیتھولک علما، جنھیں پڑھنے کا مجھے اتفاق ہوا ہے اور جنھوں نے مجھ سے پہلے "تثلیث" کے موضوع پر لکھا ہے، وہ سب مقدس صحیفوں کی روشنی میں اس نظریے کی تعلیم دینا چاہتے ہیں کہ باپ، بیٹا اور روح القدس مل کر ایک "خدائی وحدت" تیار کرتے ہیں، جو اپنی ماہیت اور حقیقت کے اعتبار سے ایک اور ناقابل تقسیم ہے؛ اسی وجہ سے وہ تین خدا نہیں ہیں؛ بل کہ ایک خدا ہے، اگرچہ باپ نے بیٹے کو پیدا کیا؛ لہٰذا جو باپ ہے، وہ بیٹا نہیں، اسی طرح بیٹا باپ سے پیدا ہوا ہے؛ اس لیے جو بیٹا ہے، وہ باپ نہیں اور روح القدس بھی نہ باپ ہے نہ بیٹا؛ بل کہ باپ اور بیٹے کی روح ہے، جو دونوں کے ساتھ مساوی حیثیت اور "تثلیثی وحدت" میں ان کی حصہ دار ہے۔"(۲)

نیز عیسائیوں نے غلو کے نتیجے میں اپنے پیشواؤں اور علما و مشائخ کو خدائی کا مقام دیتے ہوئے ان کو تحلیل و تحریم کا حق دے دیا تھا، جس کا ذکر قرآن میں اللہ تعالیٰ

---

(۱) مقدمہ: بائبل سے قرآن تک: ۱/۳۵

(۲) مقدمہ: بائبل سے قرآن تک: ۱/۳۵

اور حدیث میں نبی کریم صَلَّی اللہُ علیہ وسلم نے کیا ہے۔

قرآن کریم میں ہے:

﴿ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ، وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ، سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴾ (التوبۃ:۳۱)

(ان لوگوں نے اپنے علما و مشائخ کو اللہ کے علاوہ خدا بنالیا تھا اور اسی طرح مسیح بن مریم علیہ السلام کو بھی، حال آں کہ ان کو یہی حکم دیا گیا تھا کہ ایک خدا کی عبادت کریں، جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ان کے شرک سے پاک ہے۔)

یہاں احبار و رہبان اور حضرت عیسیٰ کو خدا بنا لینے کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ ان کو حلال و حرام کرنے کا مختار و مجاز سمجھتے تھے، اس آیت میں اسی پر ان کی گرفت کی گئی اور مذمت بیان کی گئی ہے۔

مولانا عبدالماجد دریابادی رحمۃ اللہ اس آیت کی مراد کو واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یعنی انھیں مستقلاً ایسا صاحبِ اختیار مان رکھا ہے کہ گویا وہی معبود اور رب ہیں، جو چاہیں جائز کریں، جو چاہیں حرام ٹھیرا دیں، سارے اختیارات شریعت و قانون سازی کے انھیں کو حاصل ہیں۔''

مزید لکھتے ہیں:

''مسیحیوں میں فرقۂ کیتھولک میں پوپ (پاپائے روم) بہ حیثیتِ نائبِ مسیح آج بھی سارے اختیارات علانیہ رکھتا ہے اور فرقۂ پروٹسٹنٹ نے بھی عملاً سارے اختیارات کلیسا کو دے رکھے ہیں، یہود کے ہاں

بھی ربیوں کے احکام خود توریت کی تعلیمات پر غالب آگئے تھے۔"(۱)

اور حدیث میں خود حضرت جناب محمد رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے یہی بات واضح کی ہے، چناں چہ آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی خدمت میں حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ آئے، جو پہلے عیسائی تھے، پھر ایمان لے آئے تھے، تو ان کے گلے میں سونے کی صلیب لٹک رہی تھی، آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ان سے فرمایا کہ اس کو نکال دو اور آپ اوپر والی آیت تلاوت کرنے لگے، حضرت عدی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ! یہ عیسائی لوگ تو علما و مشائخ کی عبادت تو نہیں کرتے تھے؟ آپ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

" أجل ! ولكن يحلون لهم ما حرم الله فيستحلونه ، و يحرمون عليهم ما أحل الله فيحرمونه ، فتلك عبادتهم لهم."(۲)

(ہاں! لیکن (ان کے علما و مشائخ) ان کے لیے ان چیزوں کو حلال کر دیا کرتے، جن کو اللہ نے حرام کیا تھا، پس یہ لوگ ان چیزوں کو حلال سمجھ جاتے تھے اور وہ لوگ ان کے لیے ان باتوں کو حرام کر دیا کرتے تھے، جن کو اللہ نے حلال کیا تھا، پس یہ ان چیزوں کو حرام سمجھتے تھے، پس یہی ان کے لیے عبادت ہے۔)

نیز حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ کیا یہ عیسائی لوگ اپنے علما و مشائخ کے لیے نماز پڑھتے تھے؟ فرمایا کہ نہیں؛ لیکن وہ ان کے لیے اللہ کی حرام کردہ چیز کو حلال کر دیتے تھے اور لوگ اس کو حلال سمجھ جاتے اور یہ علما و مشائخ اللہ کی حلال

---

(۱) تفسیر ماجدی:۲/۳۴۷

(۲) السنن للبیهقي: ۲۰۸۴۷،سنن الترمذي:۳۳۷۸

کردہ چیز کو حرام کر دیتے، تو یہ لوگ اس کو حرام سمجھتے۔ اس طرح وہ ان کے خدا ہو گئے۔‘‘(۱)

نیز ایک غلو ان کا یہ تھا کہ ’’رہبانیت‘‘ کو اختیار کر لیا تھا، جس کا نہ خدا نے حکم دیا تھا، نہ خدا کے فرستادوں نے لاگو کیا تھا؛ بل کہ اپنی جانب سے اس کو جاری و نافذ کر لیا اور اس کو ثوابِ عظیم کا راستہ قرار دے لیا، پھر اس ’’رہبانیت‘‘ میں بھی غلو کرتے کرتے اس کی انتہا کو پہنچ گئے۔

اس سلسلے میں ان کے غلو کا حال سن کر یا پڑھ کر حیرت ہوتی ہے، یہاں میں حضرت مفکرِ اسلام مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ کی کتاب ’’انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر‘‘ سے چند اقتباسات نقل کرنا مناسب سمجھتا ہوں؛ تاکہ ان کے غلو کی کیفیت وحالت کا اندازہ کیا جا سکے۔ آپ نے ’’تاریخِ اخلاقِ یورپ‘‘ کے حوالے سے لکھا ہے:

> ’’سینٹ جردم کے زمانے میں ’’ایسٹر‘‘ کی تقریب میں تقریباً پچاس ہزار راہب جمع ہوتے تھے، چوتھی صدی میں صرف ایک راہب کی ماتحتی میں پانچ ہزار راہب تھے، سینٹ سراپین کی ماتحتی میں دس ہزار راہب تھے اور چوتھی صدی کے خاتمے پر تو یہ حالت ہوگئی تھی کہ جتنی خود مصر کے شہریوں کی آبادی تھی تقریباً اسی قدر ان زاہدوں اور راہبوں کی تھی۔
>
> دو چار سال نہیں، کوئی پورے دو سو سال تک جسم کشی منتہائے اخلاق سمجھی جاتی رہی۔ مؤرخین نے اس کی بڑی لرزہ خیز مثالیں پیش کی ہیں؛ سینٹ میکیریس اسکندری کی بابت مشہور ہے کہ وہ چھ ماہ تک برابر ایک دلدل میں سویا کیے؛ تاکہ ان کے برہنہ جسم کو زہریلی مکھیاں ڈسیں؛ نیز

---

(۱) السنن للبیهقي: ۲۰۸/۸، شعب الإیمان: ۲۲/۱۲

یہ کہ یہ ہمیشہ ایک من لوہے کا وزن اپنے اوپر لادے رہتے تھے، ان کے مرید شنٹ یوسیس تقریباً دو من لوہے کا وزن لادے رہتے تھے اور تین سال تک ایک خشک کنویں کے اندر مقیم رہے؛ ایک مشہور راہب یوحنا کے متعلق منقول ہے کہ وہ مستقل تین سال تک کھڑے ہوئے عبادت کرتے رہے، بعض زاہد لباس کسی قسم کا استعمال نہیں کرتے تھے؛ ستر پوشی کا کام اپنے جسم کے بالوں سے لیتے تھے اور چوپاؤں کی طرح ہاتھ پیر کے بل چلتے تھے، راہبوں کے مسکن علی العموم اس وقت مکانات نہیں ہوتے تھے؛ بلکہ وحشی درندوں کے غار، خشک کنویں، یا قبرستان ہوتے تھے، اہل زہد کا ایک طائفہ صرف گھاس کھاتا تھا، جسم کی طہارت روح کی پاکیزگی کے منافی سمجھی جاتی تھی اور جو زاہد مرتبۂ زہد میں زیادہ ترقی کر جاتے تھے اسی قدر وہ مجسمۂ عفونت وغلاظت ہوتے۔ سینٹ اتھینیس نہایت فخر سے بیان کرتا ہے کہ سینٹ انٹونی بایں کبرسنی کبھی مدت العمر اپنے پیر دھونے کے عصیان کا مرتکب نہیں ہوا، سینٹ ابراہام نے پنجاہ سالہ مسیحی زندگی میں اپنے چہرہ یا پیر پر پانی کی چھینٹ پڑنے نہ دی۔

عورتوں کے سایہ سے وہ بھاگتے تھے، ان کا سایہ پڑ جانے سے اور راستے گلی میں اتفاقاً سامنا ہو جانے سے وہ سمجھتے تھے کہ ساری عمر کی زہد وریاضت کی کمائی خاک میں مل جاتی ہے، اپنی ماؤں، بیویوں، حقیقی بہنوں سے بات کرنا بھی وہ معصیتِ کبیرہ سمجھتے تھے۔'' (۱)

اس سے موجودہ عیسائی مذہب کی صورتِ حال اور اس کے ماننے والوں کی غلو پسند طبیعتوں کا انداز واضح طور پر معلوم ہوتا ہے۔

(۱) دیکھو: انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر: ۲۱۱-۲۱۳

مشرکین وکفارِ عرب کا غلو

اسی طرح ایک غلو مشرکین وکفار نے جاری کیا اور اللہ کے دین میں تحریف و تبدیلی کردی اور یہاں بھی وہی عقیدت ومحبت کے غلو نے ان کو بھی بتوں کی پرستش میں لگا دیا اور مخلوق کو خدا کے برابر کردیا اور اللہ کی صفات وخصوصیات کو مخلوقِ خدا کے لیے ماننے لگے اور پھر اس شرک کے جواز وخوبی پر من گھڑت دلیلیں بھی بیان کرنے لگے، جیسے قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ، مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ﴾ (الزمر: ۳)

(اور جن لوگوں نے اللہ کے علاوہ دوسروں کو خدا بنا لیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ ہم ان کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ یہ اللہ کے نزدیک ہماری سفارش کر کے ہمیں اللہ کے قریب کردیں۔)

اس آیتِ کریمہ کی تفسیر میں مشہور مفسرِ قرآن، امام وعلامہ قرطبی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

''حضرت قتادہ رحمۃ اللہ نے کہا کہ جب ان (مشرکین) سے کہا جاتا کہ تمھارا رب اور خالق کون ہے اور آسمانوں اور زمین سے پیدا کرنے اور آسمان سے بارش برسانے والا کون ہے؟ تو کہتے کہ ''اللہ'' ہے، پھر جب ان سے پوچھا جاتا کہ پھر بتوں کی عبادت کے کیا معنے؟ تو کہتے کہ یہ بت ہم کو اللہ سے قریب کرتے اور ہماری سفارش کرتے ہیں''۔(۱)

---

(۱) القرطبي: ۲۳۳/۱۵

کرنے پر مجبور ہوگیا ہے، تو اب مشرکین کہتے کیا ہیں؟ کہ خدائے عظیم و برتر تو بس ہمارا بھی ایک ہی ہے؛ لیکن بات یہ ہے کہ کائنات کے ہر ہر شعبۂ حیات کا انتظام وتصرف تو الگ الگ دیوی، دیوتا یا خدائے اصغر کے سپرد ہے اور ہم تو ان دیوی، دیوتاؤں کو محض ایک واسطہ ووسیلہ اسی معبود اعظم تک رسائی کے لیے بنائے ہوئے ہیں۔"(۱)

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین کے بارے میں ارشاد فرمایا:

﴿ وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِندَ اللَّهِ ، قُلْ أَتُنَبِّئُونَ اللَّهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾ (یونس: ۱۸)

(وہ عبادت کرتے ہیں اللہ کے سوا ان چیزوں کی، جو ان کو نہ نقصان پہنچا سکتی ہیں اور نہ ان کو نفع دے سکتی ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ بت تو اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں، آپ پوچھیے کہ کیا تم اللہ کو وہ بات بتاتے ہو جو وہ زمین و آسمان میں نہیں جانتا؟ وہ پاک ہے اور بلند ہے، ان چیزوں سے جو وہ اللہ کے ساتھ شریک کرتے ہیں۔)

امام فخر الدین الرازی رحمۃ اللہ نے اپنی تفسیر میں مشرکین کی اس صورتِ حال کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا ہے:

" فاعلم أن من الناس من قال : إن أولئک الكفار توهموا أن عبادة الأصنام أشد في تعظيم الله سبحانه و تعالى ، فقالوا: ليست لنا أهلية أن نشتغل بعبادة الله تعالى

(۱) تفسیر ماجدی: سورۃ الزمر آیت: ۳

بل نحن نشتغل بعبادة هذه الأصنام ، و أنها تكون شفعاء نا عند الله ."

(جان لو کہ لوگوں میں سے بعض وہ ہیں، جو کہتے ہیں کہ ان کفار نے یہ وہم کرلیا تھا کہ بتوں کی عبادت سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی زیادہ تعظیم ہوتی ہے، پس انھوں نے کہا کہ ہم بہ راہِ راست اللہ کی عبادت میں مشغول ہونے کی اپنی میں اہلیت نہیں رکھتے؛ بل کہ ہم تو بتوں کی عبادت میں مشغول ہوتے ہیں اور وہ بت اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں۔)(۱)

اور علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ نے "ترجمۂ شیخ الہند" پر اپنے "فوائد" میں لکھا ہے:

"خدا کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی پرستش کرتے ہیں، جن کے قبضۂ قدرت میں نفع اور ضرر کچھ نہیں، جب پوچھا جاتا ہے، تو کہتے ہیں کہ بے شک بڑا خدا تو ایک ہی ہے، جس نے آسمان وزمین پیدا کیے؛ مگر ان اصنام (بتوں) وغیرہ کو خوش رکھنا اس لیے ضروری ہے کہ سفارش کر کے بڑے خدا سے دنیا میں ہمارے اہم کام درست کرادیں گے اور اگر موت کے بعد دوسری زندگی کا سلسلہ ہوا، تو وہاں بھی ہماری سفارش کریں گے، باقی چھوٹے موٹے کام جو خود ان کے حدود واختیار میں ہیں، ان کا تعلق تو خود ان ہی سے ہے، بناءً علیہ ہم کو ان کی عبادت کرنی چاہیے۔"(۲)

---

(۱) التفسیر الکبیر: ۱۷/۴۹، تفسیر سورۃ یونس: آیت/۱۸

(۲) تفسیر عثمانی: ۲۷۸

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ نے " حجة الله البالغة " اور " الفوز الکبیر " میں مشرک قوموں کی ان بے اعتدالیوں اور ان کے عقائد پر کلام کرتے ہوئے جو بتایا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے :

" ان مشرکین کا عقیدہ ومذہب یہ تھا کہ جو لوگ نیک ومقرب تھے، ان کو اللہ تعالیٰ نے مقامِ الوہیت عطا کر دیا، جیسے کوئی شہنشاہ ہو اور اس کا غلام اس کی خدمت کرتا رہے اور خدمت عمدگی سے انجام دے، تو وہ بادشاہ اس کو کسی جگہ کی حکومت کا خلعت عطا کر دیتا ہے اور اپنے زیرِ فرمان شہروں میں سے کسی شہر کا نظام اس کے حوالے کر دیتا ہے اور اپنی مملکت کے اطراف بعض علاقوں میں بھیجتا ہے اور ان کو جزوئی امور میں تصرف کا حق دے دیتا ہے، پھر وہ بادشاہ جزوی امور کی طرف متوجہ نہیں ہوتا اور دیگر لوگوں کے امور ان غلاموں کے ہی حوالے کر دیتا ہے اور جو ان غلاموں کی خدمت کرے ان کے معاملات میں اپنے غلاموں کی سفارش قبول کرتا ہے۔ اسی طرح مشرکین اس کے قائل تھے کہ اللہ کے مخصوص ومقرب بندوں کا تقرب حاصل کرنا اور وسیلہ پکڑنا ضروری ہے؛ تاکہ اللہ تعالیٰ بادشاہ مطلق کے دربار میں قبولیت آسان ہو اور ان کے حق میں ان مقربین کی سفارش قبول ہو؛ نیز یہ مشرکین اس بات کے قائل تھے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت جب ہی قبول ہوگی، جب اس کے ساتھ ان بتوں کی عبادت بھی کی جائے؛ بل کہ وہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ تو بہت ہی بلند وبالا ہے؛ لہٰذا اس کی عبادت براہِ راست اس کے تقرب کا ذریعہ نہیں بن سکتی؛ بل کہ ضروری ہے کہ ان بتوں ومعبودوں کی پوجا کی جائے؛ تاکہ وہ اللہ کے پاس ہماری سفارش کریں۔" (۱)

---

(۱) دیکھو حجة الله البالغة: ۱/۱۷۶ (اور) ۱/۱۸۳، الفوز الکبیر: ۳

اور مفسرِ قرآن حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رَحِمَہُ اللّٰہُ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''یہ مشرکینِ عرب کا حال ہے اور اس زمانے کے عام مشرکین بھی تقریباً یہی عقیدہ رکھتے تھے، خالق و مالک اور تمام کاموں میں متصرف تو اللہ تعالیٰ ہی ہے، شیطان نے ان کو بہکایا، تو اپنی خیال کے مطابق فرشتوں کی شکلوں کے بت تراشے اور یہ جانتے ہوئے کہ یہ بت ہمارے بنائے ہوئے ہیں، انھیں کوئی عقل و شعور اور قوت و قدرت نہیں، ان کا عقیدہ یہ تھا کہ ان بتوں کی تعظیم و تکریم سے وہ فرشتے ہم سے خوش ہوں گے، جن کی شکلوں پر بت بنائے گئے ہیں اور فرشتے اللہ کے نزدیک مقرب ہیں۔ انھوں نے بارگاہ خداوندی کو دنیا کے بادشاہوں پر قیاس کیا کہ جیسے شاہی مقرب کسی سے خوش ہوں، تو وہ باشاہ کے پاس ان کی سفارش کر کے ان کو بھی بادشاہ کا مقرب بنا دیتے ہیں، یہ سمجھتے تھے کہ فرشتے بھی بادشاہی درباریوں کی طرح جس کی چاہیں سفارش کر سکتے ہیں؛ مگر ان کے یہ خیالات شیطانی تلبیس اور باطل ہی باطل تھے۔''(۱)

اور حضرت مولانا عبدالماجد دریابادی رَحِمَہُ اللّٰہُ لکھتے ہیں:

''اس مختصر سے فقرے میں شرک کا سارا فلسفہ آ گیا ہے، حضراتِ انبیا کی مسلسل تعلیم و تبلیغ کا اثر دنیا پر یہ پڑا کہ اب کوئی بڑے سے بڑا مشرک فرقہ بھی کھلم کھلا دو یا زائد خداؤں کا قائل نہیں رہا؛ بل کہ ہر ایک اپنے کو مشرک کہلاتے شرمانے لگا ہے اور اپنے شرک کی طرح طرح تاویل

(۱) معارف القرآن: ۷/۵۳۷

ایک غلو ان میں یہ تھا کہ اپنے بتوں کے لیے نذر و نیاز کے طور پر کوئی جانور مخصوص کر دیتے، اسی طرح کوئی جانور اللہ کے نام کا بھی نکالتے، پھر کسی وجہ سے اگر اللہ کے نام کا بتوں کے لیے دینا ہوتا، تو دے دیتے؛ لیکن بتوں کے نام کا اللہ کے نام پر نہ دیتے، یہ سارے تماشے خود اپنی جانب سے گھڑ کر ان لوگوں نے جاری کر لیے تھے۔

چناں چہ قرآنِ کریم کہتا ہے:

﴿وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَ الْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَ هٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ، فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ وَ مَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ، سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ﴾ (الانعام: ۱۳۶)

(اور ان لوگوں نے کھیتی و مویشی میں سے جو اللہ نے پیدا کیے ہیں، کچھ حصہ اللہ کا مقرر کر رکھا ہے اور اپنے خیال کے مطابق کہتے ہیں کہ یہ حصہ اللہ کا ہے اور یہ ہمارے دیوتاؤں کا اور پھر جو حصہ ان کے دیوتاؤں کا ہوتا ہے، وہ تو اللہ کی طرف پہنچتا نہیں اور جو حصہ اللہ کا ہوتا ہے، وہ دیوتاؤں کی طرف پہنچتا ہے، کس قدر برا ہے ان کا فیصلہ!!)

ان لوگوں کے اس غلو کی وضاحت حضرت مولانا عبد الماجد دریابادی رحمۃ اللہ سے سنیے، وہ لکھتے ہیں:

"جاہلیتِ عرب میں ایک دستور یہ بھی تھا کہ یہ لوگ اپنی سالانہ پیداوار وغیرہ میں سے ایک حصہ بہ طور خیر خیرات الگ نکال رکھتے، اس میں سے ایک جز اللہ تعالیٰ کے نام کا رکھتے اور اسے مسافروں، مسکینوں، مہمانوں پر خرچ کرتے اور ایک جز اپنے دیوتاؤں کے لیے نامزد

کر دیتے، اسے مجاوروں، پنڈتوں، پروہتوں کے ذریعے مندروں میں بتوں اور مورتیوں پر چڑھاتے، اصولی ونظری حیثیت سے تو یہی تقسیم تھی؛ لیکن عملاً یہ بھی تھا کہ دونوں حصوں میں اگر اتفاق سے کچھ خلط ہو جاتا، تو کل کا کل دیوتاؤں ہی کے چڑھاوے پر منتقل کر دیتے، یا اگر دیکھتے کہ عمدہ مال اللہ والے حصے میں چلا جا رہا ہے، جب بھی اسے دیوتاؤں کی طرف کر دیتے، یہاں ان کی اس دہری حماقت پر توجہ دلائی ہے۔"(۱)

ان مشرکین کے ایک اور غلو کی جانب قرآنِ کریم میں اشارہ ہے کہ یہ لوگ جب حج کے لیے اپنے گھروں سے نکل جاتے اور اس کے بعد پھر کسی ضرورت سے ان کو اپنے گھر جانا ہوتا، تو گھروں کے پچھواڑے سے جاتے، دروازے سے جانے کو برا خیال کرتے تھے۔ قرآنِ کریم میں اس پر رد فرماتے ہوئے ارشاد ہے:

﴿وَ لَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَ لٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ (البقرۃ:۱۸۹)

(اور یہ کوئی نیکی نہیں کہ تم گھروں کو ان کے پچھواڑوں سے آؤ؛ لیکن نیکی یہ ہے کہ کوئی اللہ سے ڈرے اور تم گھروں کو ان کے دروازوں سے داخل ہو، اللہ سے ڈرو؛ تا کہ تم کامیاب ہو۔)

مفسرین نے لکھا ہے کہ جاہلیت میں لوگ حج کا احرام باندھنے کے بعد گھروں کے دروازوں سے داخل نہیں ہوتے تھے؛ بل کہ دیوار پھاند کر داخل ہوتے تھے، یا پچھواڑے سے داخل ہوتے تھے، کسی نے اس کے خلاف یہ کیا کہ وہ دروازے سے

---

(۱) تفسیر ماجدی:۱۰۶/۲

داخل ہو گیا، تو لوگوں نے اس کو برا بھلا کہا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، جس میں ان کو بتایا گیا کہ پچھواڑے سے داخل ہونے میں کوئی خوبی و نیکی کی بات نہیں ہے؛ لہٰذا دروازوں سے داخل ہوا کرو۔(۱)

اسی طرح ایک غلو، ان کا یہ تھا کہ قریش کے سوا دوسرے لوگ جب حج یا عمرے میں یا کسی اور موقعے پر طواف کرنے جاتے، تو مادر زاد برہنہ ہو کر طواف کرتے تھے۔(۲)

الغرض اعتقادی و عملی غلو کی مختلف شکلیں تھیں، جن کو ان مشرکین نے جاری کیا ہوا تھا اور ان ساری بے وقوفیوں و بے اعتدالیوں کو دین و مذہب سمجھتے تھے۔

---

(۱) التفسیر للطبري:۳/۵۵۶،تفسیر ابن کثیر:۱/۵۵۲

(۲) دیکھو: الصحیح للبخاري:۱۶۶۵،فتح الباري:۱۰/۲۵۳

غلو فی الدین کے اسباب

جہالت وناواقفیت

علم میں عدم رسوخ وتفقہ کی کمی

جاہلی تعصب

اتباع ہویٰ یعنی خواہشات کی پیروی

عقل پرستی

تقلید آبا یا اتباع عادات

چوتھی فصل

غلو فی الدین کے اسباب

غلو کی حقیقت اور اس کی قرآن و حدیث کی روشنی میں مذمت و حرمت اور مختلف مذاہب کے لوگوں میں جاری کیے جانے والے غلو کی کیفیت بیان کرنے کے بعد اب ہم چاہتے ہیں کہ لوگوں میں غلو پیدا ہونے کے اسباب و بواعث پر روشنی ڈالیں؛ تاکہ اس بیماری سے بچنا و بچانا آسان ہو؛ کیوں کہ بیماری کے اسباب کی تشخیص کے بغیر بیماری کا علاج نہایت مشکل ہوتا ہے۔

غلو فی الدین کے اسباب تو بہت ہو سکتے ہیں؛ لیکن یہاں اختصار کے پیشِ نظر اور اس لیے کہ ان میں سے اہم چند ہیں، ہم ان اہم اسباب پر روشنی ڈالیں گے:

جہالت و ناواقفیت

دین میں غلو کا ایک اہم اور بڑا سبب دین سے ناواقفیت و جہالت ہوا کرتا ہے؛ کیوں کہ جب علم دین سے انسان محروم ہوتا ہے، تو اس کو کسی بھی چیز کے حدود کا علم کہاں سے ہو سکتا ہے؟ لہٰذا وہ اپنی جہالت کی وجہ سے دین کے حدود کے سلسلے میں غیرِ صحیح تصورات قائم کر لیتا ہے اور پھر اسی کی وجہ سے حدودِ شرع کو پھلانگتا اور مختلف صورتوں سے دین میں غلو و تجاوز کا ارتکاب کرتا رہتا ہے، کسی چیز کو اپنی حد سے بڑھا دیتا اور کسی کو اپنی حد سے گھٹا دیتا ہے، اکثر جہلا میں غلو کی بیماری کا سبب یہی جہالت ہوتا ہے۔

جہالت کی مذمت

اسلام نے من جملہ اور اسباب کے اس وجہ سے بھی جہالت کو ناپسند کیا ہے اور

جہالت کی مذمت بیان کی ہے۔

جہالت کی مذمت میں یہ بات کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کی پہلی سورت ﴿الفاتحۃ﴾ میں فرمایا:

﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ، صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ، غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَ لَا الضَّآلِّيْنَ﴾

(اے اللہ ہمیں سیدھے راستے پر چلا، ان لوگوں کے راستے پر جن پر تو نے انعام فرمایا، نہ کہ ان کے راستے پر جن پر غضب نازل ہوا اور نہ ان کے جو بے راہ ہوئے۔) (الفاتحۃ: ۵-۷)

یہاں ان آیات میں غور کیجیے کہ ان میں ایک تو ''صراطِ مستقیم'' (سیدھے راستے) کا ذکر کیا گیا ہے، دوسرے اس ''سیدھے راستے'' کی تعیین دو طرح سے کی گئی ہے، ایک تو اس طرح کہ اس کو اللہ کی جانب سے انعام پانے والوں کا راستہ قرار دیا گیا ہے، دوسرے غضب و پھٹکار والوں اور بے راہوں کے راستوں سے اس کو الگ قرار دیا گیا۔ لہٰذا ''صراطِ مستقیم'' وہ ہے جو اللہ کی جانب سے انعام پانے والوں کا اختیار کردہ راستہ ہے، رہا وہ راستہ جس پر خدا کی پھٹکار و غضب والے چلتے ہیں، وہ سیدھا راستہ نہیں، اسی طرح وہ راستہ جس پر ضال و گمراہ لوگ چلتے ہیں، وہ بھی سیدھا راستہ نہیں ہے۔

اب یہ دیکھنا چاہیے کہ یہاں ﴿المغضوب علیھم﴾ سے مراد وہ لوگ ہیں، جو علم ہونے کے باوجود نفس پرستی و ہوا پرستی کی وجہ سے علم کے تقاضوں کو پس پشت ڈال کر زندگی کرتے ہیں اور ﴿الضالین﴾ یعنی بے راہوں سے مراد وہ لوگ ہیں، جن کے پاس علم ہی سرے سے نہیں ہے۔

معلوم ہوا کہ علم ہونے کے باوجود علم کے بجائے نفس پرستی کی راہ پر چلنا بھی ''صراطِ مستقیم'' نہیں ہے اور علم ہی سے بے بہرہ ہونا یا رہنا اور جہالت کے ساتھ

زندگی کرنا بھی ''صراطِ مستقیم'' نہیں ہے۔

اس تحقیق سے واضح ہوگیا کہ قرآن کی نظر میں جہالت کس قدر بد بختانہ مرض و عیب ہے کہ اس کا شکار کبھی صراطِ مستقیم کو نہیں پا سکتا اور گمراہی و بے راہی کی زندگی گزارتا ہے۔

ایک جگہ فرمایا گیا:

﴿فَلاَ تَكُونَنَّ مِنَ الْجَاهِلِينَ﴾ (اور تم جاہلین میں سے نہ ہو جانا۔)
(الأنعام: ۳۵)

نیز اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں جگہ جگہ ان لوگوں کی مذمت بیان کی ہے، جو جہل میں پڑے ہوئے ہیں۔

جہالت: علامتِ قیامت

اسی لیے احادیثِ نبویہ میں ''جہالت'' کو قیامت کی علامت قرار دیا گیا ہے۔ چند احادیث ملاحظہ کیجیے:

(۱) حضرت ابو موسیٰ اشعری اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''إنَّ بينَ يدي الساعةِ لأياماً ، ينزِل فيها الجهل، و يرفع فيها العلم ، و يكثر فيها الهرج ، والهرج : القتل.''

(بلا شبہ قیامت سے پہلے ایسے دن آئیں گے، جن میں جہل نازل ہوگا اور علم اٹھا لیا جائے گا اور ہرج کی کثرت ہوگی اور ہرج کے معنیٰ قتل کے ہیں۔)(۱)

---

(۱) الصحيح للبخاري:۷۰۶۲،سنن الترمذي:۲۲۰۰،مصنف ابن أبي شيبة:۲۳۴، مسند أحمد:۴۳۰۶

(۲) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " إِنَّ مِن أشراطِ الساعةِ أن يرفعَ العلم ، و يبث الجهل ، و يشرب الخمر ، و يظهر الزنا۔ "

(بے شک قیامت کی علامات میں سے یہ ہے کہ علم اٹھالیا جائے گا اور جہل پھیل جائے گا اور شراب پیا جائے گا اور زنا عام ہوجائے گا۔)(۱)

اور حقیقت یہ ہے کہ جہالت ہر بیماری وخرابی کے لیے "ام الاسباب" کی حیثیت رکھتی ہے، وہ کونسی روحانی بیماری ہے، جو جہالت سے پیدا نہیں ہوتی؟ وہ کونسا باطنی روگ ہے جس کی پیداوار کے پیچھے اس کا ہاتھ نہیں؟ ہر روحانی بیماری کے پیچھے اگر کوئی اور سبب نہیں ہے، تو وہاں ضرور یہ "جہالت" کارفرما ہوگی، اسی طرح غلو فی الدین کی بیماری کا بڑا سبب "جہالت" ہے، جس کی وجہ سے دین کو ایک کھلواڑ بنالیا جاتا ہے اور اس میں کمی بیشی، گھٹانا و بڑھانا، تقدیم وتاخیر وغیرہ کے ذریعے غلو کیا جاتا ہے اور اللہ کی قائم کردہ حدود کو پامال کردیا جاتا ہے۔

جہالت کی کرشمہ کاریاں

امام لالکائی رحمۃ اللہ نے اپنی کتاب " اعتقاد أهل السنة" میں یہ حیرت انگیز واقعہ لکھا ہے، جس سے "جہالت" کا کرشمہ دیکھا جاسکتا ہے۔ وہ یہ کہ خارجی فرقے کے دو شخصوں نے کعبۃ اللہ کا طواف کیا، پھر ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ اللہ کی اس مخلوق میں سے تیرے اور میرے سوا جنت میں کوئی داخل نہیں ہوگا، اس کے ساتھی نے کہا کہ وہ جنت جس کا عرض زمین وآسمان کے برابر ہے، کیا وہ صرف ہم دونوں کے لیے بنائی گئی ہے؟ تو اس نے کہا کہ ہاں! اس پر اس کے

---

(۱) الصحيح للبخاري:۸۰، سنن الترمذي:۲۲۰۵، السنن الكبرى للنسائي:۵۹۰۵

ساتھی نے خارجی مذہب چھوڑ دیا اور اس سے یہ کہہ کر الگ ہوگیا کہ یہ جنت تو صرف تجھے ہی مبارک ہو۔(۱)

''غلو وتجاوز عن الحدود'' کی یہ انتہا دیکھیے اور افسوس کیجیے کہ جب آدمی علم سے محروم ہوتا ہے، تو غلو کی کس انتہا کو پہنچ جاتا ہے؟! حتی کہ اس کو اپنی اس جہالت کا علم بھی نہیں ہوتا۔

جہالت کی اس بے اعتدالی کا اندازہ اس واقعے سے ہوگا کہ ایک مولانا نے ایک شخص کو ایک ناجائز کام پر تنبیہ کی اور کہا کہ یہ ناجائز ہے؛ لہٰذا یہ ترک کر دیں، تو وہ شخص جو دینی علم سے کورا تھا، کہنے لگا کہ مولانا! یہ کپڑے جو آپ پہنے ہوئے ہیں، یہ کیسے جائز ہوگئے؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ایسے کپڑے پہنے تھے؟ اس واقعے سے جہالت کی کارفرمائی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اس شخص کے نزدیک یا تو وہ حرام کام جائز ہونا چاہیے یا نہیں تو مولانا کے کپڑے بھی حرام ہونا چاہیے۔

اسی کو غلو فی الدین کہا جاتا ہے کہ حرام کو جائز کے خانے میں داخل کیا جائے اور حلال کو حرام سمجھا جائے۔ اگر اس شخص کو علمِ دین کا ایک قابلِ لحاظ حصہ حاصل ہوتا، تو ایسی بے تکی بات اس کی زبان سے نہ نکلتی۔

علم میں عدمِ رسوخ وتفقہ کی کمی

غلو فی الدین کا ایک سبب یہ ہوتا ہے کہ علمِ دین میں رسوخ ومہارت نہیں ہوتی اور تفقہ وبصیرت میں کمی ہوتی ہے، اس کے باوجود نا اہل لوگ فتوے دیں گے اور خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی راہِ حق سے بھٹکائیں گے۔ جیسے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

(۱) اعتقاد أهل السنة: ۱۳۰۲/۴

"إن الله لا ينزع العلم انتزاعاً ينتزعه من العباد ؛ ولكن يقبض العلم بقبض العلماء ؛ حتى إذا لم يبق عالماً اتخذ الناس رؤوساً جهالاً ، فسُئِلوا فافتوا بغير علم فضلوا و أضلوا ."

(بلا شبہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے اندر سے کھینچ کر علم نہیں اٹھا لیتے؛ لیکن علما کو موت دے کر علم کو اٹھا لیتے ہیں، یہاں تک کہ جب کسی عالم کو باقی نہ چھوڑیں گے، تو لوگ جاہلوں کو اپنا سردار بنالیں گے اور ان سے سوال کریں گے اور وہ بغیر علم کے ان کو فتوے دیں گے، خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔)(۱)

خوارج وغیرہ باطل فرقوں کے غلو کا ایک سبب علم کی کمی تھی

چناں چہ بہت سے باطل فرقے اس لیے وجود میں آگئے کہ انھوں نے اسلامی تعلیم سے کما حقہ اور گہرائی و گیرائی سے واقفیت حاصل نہیں کی اور اپنی جہالت و کم علمی کی وجہ سے گمراہی کی جانب چلے گئے۔ ان کے سامنے قرآن وحدیث کے الفاظ تو تھے؛ مگر ان کو سمجھنے کا مستند سامان، اس کے لیے معقول وسائل نہیں تھے، وہ الفاظ قرآن والفاظِ حدیث کو اپنی جہالتوں اور ناواقفیتوں سے تختۂ مشق بنائے ہوئے تھے۔ یہ لوگ سطحی علم اور موٹی عقل رکھتے تھے، درکِ مقاصد وفہمِ معانی اور استنباط و استخراج کی صلاحیتوں سے یکسر خالی تھے۔

اس کی مثال خوارج سے دی جاسکتی ہے، جنھوں نے حضرت علی ﷛ سے اختلاف کیا اور تحکیم والے مسئلے میں ان کو بعض آیات کی وجہ سے، اپنی کم فہمی وفقدانِ

---

(۱) الصحیح للبخاري:۱۰۰، الصحیح للمسلم:۶۹۷۱

تقشف کی بنا پر نعوذ باللہ کافر قرار دیا اور صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہی نہیں: بل کہ آپ کے ساتھ جتنے صحابہ رضی اللہ عنہم تھے ان سب کو کافر قرار دیا۔ ان کے ہاتھوں میں قرآن کا نسخہ تھا، ان کی جبینیں نشاناتِ تہجد سے سیاہ تھیں، وہ خود کو سب سے بڑے علامہ اور سب سے زیادہ صاحبِ تقوی سمجھ رہے تھے، حتی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے مقابلے میں آ کھڑے ہوئے۔ ان کا کہنا یہ تھا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب جنگ کے دوران لوگوں میں سے کسی کو حکم بنا کر تصفیہ کر لینے کی پیش کش کی، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو قبول کر لیا اور اللہ کے علاوہ کسی اور کو حکم ماننا کفر ہے۔ اس پر یہ لوگ بعض آیات سے استدلال کیا کرتے تھے، جیسے ﴿ وَ مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُوْنَ ﴾ وغیرہ اور ان کی یہ سوئے فہمی اور جہالت یہاں تک بڑھ گئی کہ ان میں سے ایک نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا:

" أما والله يا علي ! لئن لم تدع تحكيم الرجال في كتاب الله عزَّ وَ جَلَّ ، قاتلتک أطلب بذلک وجه الله ورضوانه. "

(اے علی! خدا کی قسم، اگر تم نے اللہ کی کتاب میں لوگوں کو حکم بنانا نہیں چھوڑا، تو میں آپ کو اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے قتل کر دوں گا۔)(۱)

یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسی شخصیت کے قتل کو گناہ کے بہ جائے عین صواب اور باعثِ ثواب سمجھ رہا ہے؛ حال آں کہ کسی کو حکم بنانا قرآن وسنت سے حرام یا کفر نہیں ہے اور یہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقصود یہ تھا کہ کسی کو حکم بنا کر اس کے فیصلے کو قرآن و سنت کی روشنی میں قبول کیا جائے گا؛ مگر ان لوگوں کو ان کی جہالت یا کم علمی، فقدانِ

(۱) تاريخ الطبري:۵/۷۲

تفقہ اور بے بصیرتی نے اس حق کو باطل اور باطل کو حق کر دکھایا اور وہ دین و شریعت سے دور اور اہلِ سنت سے الگ ہو گئے۔ پھر ان لوگوں نے یہیں سے یہ عقیدہ بھی پیدا کر لیا کہ گناہِ کبیرہ کا مرتکب کافر اور جہنمی ہے۔

اسی طرح متعدد فرقوں اور افراد نے دین و شریعت کے علوم میں رسوخ و مہارت نہ ہونے کے باوجود احکام و نظام شرع میں رائے زنی کی اور غلو فی الدین کے مرتکب ہوئے اور خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ آج بھی بعض لوگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ خوارج کے نقش قدم پر چلتے ہوئے قرآن وسنت کا حوالہ دے کر اسلاف کی توہین و تذلیل کرتے ہیں، ان کے فہم سے اپنے فہم کو بالا و برتر مانتے ہیں، حدیث کے معانی کا درک اور فہم و بصیرت سے عاری ہونے کے باوجود اس پر ضد و ہٹ کرتے ہیں۔ کوئی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کو برا کہتا ہے، تو کوئی امام شافعی رحمۃ اللہ پر پھبتیاں کستا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ یہ دراصل اسی کا اثر ہے جسے ان کی ”باقیاتِ سیئات“ کہا جائے تو غلط نہیں۔

عصرِ حاضر میں ناقص لوگوں سے دین کو نقصان

اسی جہل و دین میں بے بصیرتی کے دور دورے اور تسلط کا ایک خطرناک اثر یہ ہے کہ امت میں سے کوئی بھی جاہل داناڑی، کوئی ڈاکٹر، کوئی انجینئر، کوئی پروفیسر، جنھوں نے نہ کسی معتبر اساتذہ سے قرآن وحدیث کے علوم وفنون پڑھے، نہ کسی کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا، نہ ایک زمانے تک اس کو معتبر طریقے سے حاصل کیا؛ بل کہ صرف اپنے ذاتی مطالعے سے یا کسی اپنے ہی جیسے جاہل سے یا کسی اردو ترجمے کی مدد سے کچھ باتیں سیکھ لیں، ایسے لوگ قرآن وحدیث کی تشریح و تفہیم، فقہ و فتاوی میں اپنی رائے دیتے ہیں اور تمام مفسرین و محدثین، فقہا و علما کی تردید کرتے اور ان سب کے خلاف وہ کھڑے ہو جاتے ہیں اور وہ لوگ یہ کہتے پھرتے ہیں کہ قرآن و

حدیث کو ہم جتنا سمجھتے ہیں، یہ علما نہیں سمجھتے اور دین کے بارے میں جس قدر بصیرت ہم کو ہے، علما اس سے خالی ہیں اور مزید حیرت کی بات یہ ہے کہ امت کا ایک بہت بڑا طبقہ وہ ہے، جو اس جاہل و ناقص کی باتیں ماننے و قبول کرنے پر تل جاتا ہے اور اسی کو حق سمجھتا اور قرآن و حدیث اور فقہ و فتاوی میں اسی کی رائے پر عمل کرتا دکھائی دیتا ہے اور اس کے مقابلے میں از اول تا آخر تمام علما کی تفسیرات و تشریحات، ان کے بیان کردہ مسائل و تحقیقات اور ان کے فتاوی کو غلط قرار دیتا ہے۔

قیامت کی ایک نشانی

یہ بھی دراصل قیامت کے قریب ظاہر ہونے والی اسی مہیب جہالت کا ایک انتہائی خطرناک اثر و نتیجہ ہے، جس کا حاصل علم کو جہل سمجھ لینا اور جہل کو علم قرار دینا ہے۔ چناں چہ وقفے وقفے سے امت میں ایسے مدعیانِ علم و مجتہدانِ بے بصیرت پیدا و ظاہر ہوتے اور قرآن و حدیث کا کھلواڑ کرتے اور اپنی تمام تر جہالتوں کے باوجود اللہ و آخرت سے بے خوفی کی وجہ سے دین میں رائے زنی کر کے خود بھی ہلاک ہوتے اور دوسروں کو بھی ہلاک کرتے چلے آئے ہیں۔

اور اسی کی جانب اس حدیث میں اشارہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلا شبہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے اندر سے کھینچ کر علم نہیں اٹھا لیتے؛ لیکن علما کو اٹھا لینے سے علم کو اٹھا لیتے ہیں، یہاں تک کہ جب کسی عالم کو باقی نہ چھوڑیں گے، تو لوگ جاہلوں کو اپنا سردار بنالیں گے اور ان سے سوال کریں گے اور وہ بغیر علم کے ان کو فتوے دیں گے، خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

غالباً اسی قسم کے حالات و وقائع کی جانب ایک حدیث اشارہ کر رہی ہے، جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ سے دعا کرتے ہوئے کہا ہے:

" اللّٰهُمَّ لا يُدرِكني زمانٌ ، ولا تُدرِكوا زماناً لا يُتبَعُ فيه

العلیمُ ، و لا یُسْتَحْیٰی فیہ من الحلیم ، قُلوبُھُم قُلُوبُ الأعاجِم و ألْسِنَتُھُم ألسنۃُ العَرَب“ (اے اللہ! میں تیرے سے سوال کرتا ہوں کہ وہ زمانہ مجھ کو نہ پائے اور یہ بھی اللہ سے مانگتا ہوں کہ تم لوگ (صحابہ ﷺ یا مسلمان) بھی ایسے زمانے کو نہ پائیں، جس میں علم والے کی اتباع نہ کی جاتی ہو اور حلم والے سے حیا و شرم نہ کی جاتی ہو، جس زمانے کے لوگوں کے دل تو عجمیوں جیسے ہوں اور زبانیں عرب لوگوں کی جیسی ہوں۔)(۱)

جب جہل کا اس قدر غلبہ ہو جائے کہ لوگ علم والے کی نہ قدر کریں، نہ اس کی بات مانیں اور حلم والے سے شرم بھی نہ کریں، تو ایسا زمانہ نہ مانگنے کے قابل ہے۔ آج یہی سب کچھ ہو رہا ہے، جہالت و اہلِ جہل کا غلبہ اور اہلِ علم سے دوری و بے نیازی؛ بل کہ بے زاری، جو ”غلو فی الدین“ کا بڑا سبب ہے۔

جاہلی تعصب

ایک وجہ غلو کی ”تعصب“ ہوتا ہے اور ”تعصب“ کی تعریف یہ ہے کہ حق و ناحق سے قطعِ نظر اپنے لوگوں کی تائید و نصرت کرنا، خواہ وہ ”اپنے لوگ“ نسب و خاندان کے لحاظ سے اپنے ہوں یا مسلک و نظریے کے لحاظ سے اپنے ہوں، یا کسی جماعت و طبقے کے لحاظ سے اپنے ہوں۔

پھر یہ تعصب طبقاتی و جماعتی بھی ہوتا ہے اور افراد و شخصیات کے لحاظ سے بھی ہوتا ہے، چناں چہ بہت سی جماعتوں اور فرقوں کی جانب سے تعصب کی بنا پر دین میں غلو کی باتیں پیدا ہو جاتی ہیں، وہ اپنے مسلک و نظریے کے لیے تعصب برتتے ہوئے

(۱) جمع الجوامع للسیوطي: ۴۳۵

کبھی قرآن سے اور کبھی حدیث سے دلیل لیتے ہیں، حال آں کہ نہ وہ قرآن کا منشا ہوتا ہے، نہ حدیثِ رسول کا، اس طرح یہ لوگ دین میں غلو کر جاتے ہیں۔ اسی طرح اپنی جماعت اور اپنے طبقے و مسلک کے لوگوں سے کچھ بھی ہو جائے وہ روا رکھا جاتا ہے اور وہی بات دوسرے کی جانب سے پیش آئے، تو اس پر رد و انکار کیا جاتا ہے۔ یہی وہ تعصبات ہیں، جو دین میں غلو کا سبب بنتے ہیں۔

اسی طرح بعض لوگ کسی شخصیت کے سلسلے میں تعصب برتتے ہوئے غلو کرنے لگتے ہیں اور اس کی اچھی و بری باتوں، یا حق و ناحق باتوں کو ایک درجہ دیتے چلے جاتے ہیں، گویا کہ وہ شخصیت معصوم ہے۔ اسی تعصب نے غلو کو یہاں تک پہنچا دیا کہ اس نے عجیب عجیب گل کھلائے۔ مثلاً:

تعصب اور وضعِ حدیث کا فتنہ

بعض فرقے اور بعض طبقے جان بوجھ کر وضعِ حدیث تک کی گمراہی میں مبتلا ہو گئے اور وہ اپنے مسلک و نظریے کو ثابت کرنے کے لیے آخرت سے غافل ہو کر حدیثیں گھڑنے لگے تھے اور عوام الناس کو تذبذب و پریشانی میں مبتلا کر دیتے تھے۔

جیسے یہ حدیث: "الإیمان یزید و ینقص" (ایمان بڑھتا ہے اور گھٹتا ہے) اور اس کے مقابلے میں یہ حدیث: "الإیمان لا یزید و لا ینقص". (ایمان نہ گھٹتا ہے نہ بڑھتا ہے۔)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ نے لکھا ہے کہ یہ دونوں کذب و جھوٹ ہیں۔(۱)

اسی طرح یہ حدیث: " القرآن کلام اللہ لا خالق ، و لا مخلوق"

(قرآن اللہ کا کلام، نہ خالق ہے، نہ مخلوق۔)

یہ بات اگرچہ کہ صحیح اور مسلکِ اہلِ سنت ہے؛ مگر حدیث من گھڑت ہے، جو

---

(۱) الأسرار المرفوعة :۲۷۸

بعض متعصبین نے گھڑی ہے۔علامہ شوکانی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں کہ یہ حدیث موضوع ہے، جس کو مامون کے زمانے میں جب یہ مسئلہ پیدا ہوا، تو ان لوگوں نے گھڑا ہے، جنھیں اللہ سے شرم وحیا نہیں۔(۱)

اور جیسے یہ حدیث:

''یکون في أمتي رجل یُقَالُ له محمد بن إدریس أضر علی أمتي من إبلیس ، و یکون في أمتي رجل یُقَالُ له أبو حنیفة - رحمۃ اللہ - هو سراج أمتي.''

(میری امت میں ایک آدمی پیدا ہوگا، جس کو محمد بن ادریس کہا جائے گا، وہ میری امت پر ابلیس سے زیادہ نقصان دہ ہوگا اور میری امت میں ایک شخص ابوحنیفہ رحمۃ اللہ نامی ہوگا، وہ میری امت کا چراغ ہوگا۔)

یہ بھی من گھڑت حدیث ہے، جو امام شافعی رحمۃ اللہ کے مخالفین نے گھڑی ہے۔تمام ائمۂ حدیث نے اس کو موضوع قرار دیا ہے۔(۲)

الحاصل جب تعصب کسی مسلک یا شخص یا جماعت کے ساتھ پیدا ہو جاتا ہے، تو اس سے بھی غلو پیدا ہوتا ہے اور اس کے نتیجے میں حدیث گھڑنے والے خوفِ الٰہی سے بے نیاز ہو کر حدیثیں بھی گھڑ دیتے ہیں۔

مسلکی تعصب اور بے اعتدالی

اسی طرح تعصب نے بعض ائمہ کے مقلدین کو دوسرے ائمہ کے مقلدین کے

---

(۱) الفوائد المجموعة : ۳۱۳

(۲) دیکھو: الموضوعات لابن الجوزي:۲/۴۸، الأباطیل للجوزقاني :۳۳۵، الفوائد المجموعة للشوکاني:۴۲۰، اللآلي المصنوعة :۱/۴۱۶

خلاف بہتان تراشی وتوہین وتحقیر پر ابھارا اور من گھڑت امور ان کی جانب منسوب کرنے کی جرأت پیدا کردی۔

جیسے بعض لوگ ایک جھوٹا واقعہ بیان کرتے ہیں، جس میں امام الحرمین شافعی رحمہ اللہ کی روایت سے یہ بیان کیا گیا ہے:

"سلطان محمود نے امام قفال مروزی شافعی رحمہ اللہ کو حکم دیا کہ شافعی وحنفی دونوں مذاہب کے مطابق ایسی دو رکعتیں پڑھ کر دکھائیں جس سے کم درجہ جائز نہ ہو، امام قفال رحمہ اللہ نے پہلے تو امام شافعی رحمہ اللہ کے مذہب کے مطابق دو رکعتیں کامل طہارت کے ساتھ باقاعدہ وضو کرکے، پاک لباس پہن کر، قبلہ رو، باادب، خشوع وخضوع کے ساتھ ادا کی، جن میں نماز کے کل ارکان کو بہ حسن وخوبی ادا کیا، نہ کسی فرض کو چھوڑا، نہ سنت کو، نہ کسی مستحب کو، اس طرح کامل ومکمل طور پر نمازِ شافعیہ پڑھ کر دکھائی اور سلطان محمود سے کہا کہ یہ ہے شافعی طریقۂ نماز اور جب حنفی طریقے کے مطابق نماز دکھائی، تو امام قفال رحمہ اللہ نے کتے کی دباغت دی ہوئی کھال پہن کر، اس کا چوتھائی حصہ نجاست میں ملوث کرکے، کھجور کی نبیذ سے وضو کیا، پھر نماز شروع کی، تو "الله أكبر" کی جگہ فارسی میں "خدائے بزرگ تر است" کہا اور قرآن سے ایک چھوٹی آیت: ﴿مُدْهَامَّتَانِ﴾ کا فارسی ترجمہ "دو برگ سبز" پڑھ دیا اور بغیر اطمینان وسکون کے جلدی جلدی رکوع وسجدہ کیا اور آخر میں گوز مار کر نماز ختم کی اور بادشاہ سے کہا کہ یہ ہے حنفی نماز کا طریقہ۔"

یہ واقعہ تاریخی لحاظ سے کوئی حیثیت نہیں رکھتا اور درحقیقت جھوٹ کا پلندہ ہے

اور بلا ریب کسی دشمنِ دین و عقل کا گھڑا ہوا ہے اور یہ قول علامہ حبیب الرحمٰن اعظمی محدث رحمہ اللہ کے:

"ان امور کی نسبت قفال و امام الحرمین رحمہما اللہ کی طرف بہتان و افترا ہے اور یہ قصہ طلسم ہوشربا کی داستان اور گل بکاؤلی کے قصے سے زیادہ وقیع نہیں۔ غور تو کرو! آخر یہ کتنی بڑی بے انصافی ہے کہ شافعی مذہب کی جائز نماز دکھاتے وقت تو کوئی مستحب بھی نہ چھوڑا اور حنفی مذہب کی جائز نماز پڑھی تو واجبات؛ بل کہ فرائض تک کا ناس مار دیا؟ حنفی مذہب میں یہ کہاں ہے کہ فرائض کے ترک سے نماز ہو جاتی ہے، حنفی مذہب میں تو واجب کے قصداً ترک سے بھی نماز لوٹانا واجب ہے۔"(1)

کسی متعصب کی جانب سے اس واقعے میں مذہبِ حنفیہ کے ساتھ جھوٹ و مکر سازی کی فن کاری کا مظاہرہ کیا گیا ہے اور فریب دہی و بہتان طرازی کا معاملہ کیا گیا ہے اور علمی لحاظ سے اس میں جو جو خیانتیں کی گئیں ہیں، ان کا تفصیلی ذکر محدث شہیر حضرت علامہ حبیب الرحمٰن اعظمی رحمہ اللہ نے اپنے ایک مقالے میں کیا ہے، اس کے لیے دیکھیے: "مقالات ابو المآثر" اور اسی میں ہے کہ اس صلاۃِ قفال رحمہ اللہ کی تردید میں امام ملا علی قاری رحمہ اللہ نے بھی ایک رسالہ بہ نام: "تشييع الفقهاء الحنفية بتشييع السفهاء الشافعية" لکھا ہے۔

ایک اور واقعہ، جو بعض اساتذہ سے سنا ہوا ہے، پیش کرنے کو جی چاہتا ہے، جس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ تعصب کے نتیجے میں حضراتِ ائمۂ کرام کے خلاف ذہنیت بنانے والے کس طرح کیا کرتے ہیں؟ اور حقیقت سے اعراض کرتے ہوئے غیر واقعی چیزوں کو کس طرح رنگ دیتے ہیں؟

---

(1) مقالات ابو المآثر: ۱/۲۰۰

کہا جاتا ہے کہ کسی زمانے میں جب حنفیہ وشافعیہ کے مابین اختلافات (جو در اصل مسائل کے اختلافات نہیں؛ بل کہ مسائل کے نام پر سیاسی اختلافات تھے) کا دور چل رہا تھا، تو کچھ شوافع حضرات نے ایک جلسہ طے کیا، جس میں کسی فقیہ کو دعوت دی اور اس کا چرچا کیا اور جب لوگ سارے جمع ہو گئے، تو جلسے میں بھرے مجمع کے اندر سوال و جواب ہوا اور وہاں پہلے سے کچھ مخصوص سوالات فقیہ سے پوچھنے کے لیے بنا لیے گئے تھے، ان میں ایک سوال یہ کیا گیا کہ ''امام کے پیچھے مقتدی قرأت کرے یا نہ کرے؟'' فقیہ صاحب نے اس کا جواب اس طرح دیا کہ اس مسئلے میں اختلاف ہے۔ پوچھا گیا کہ کس کا کیا اختلاف ہے؟ جواب دیا کہ اس مسئلے میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اختلاف ہے۔ لا حول ولا قوۃ إلا باللہ!! ان فقیہ نے اپنے اس جواب میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کو (نعوذ باللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مخالف ٹھہرانے کی کوشش کی اور غلو کو بھی حدود سے باہر پہنچا دیا۔ اب وہاں کے حنفیہ کو غصہ آیا اور وہ اس بے ہودگی کا جواب دینے کے لیے بے چین ہو گئے اور انھوں نے بھی ایک جلسہ کا اعلان کر دیا اور مقررہ تاریخ پر کسی فقیہ کو انھوں نے بھی بلا لیا اور حسب نظام العمل وہاں بھی سوال و جواب کی مجلس منعقد ہوئی اور سوالات کے درمیان ایک سوال فقیہ حنفی سے یہ کیا گیا کہ اگر کسی نے جان بوجھ کر اللہ کا نام لیے بغیر جانور ذبح کر دیا، تو اس جانور کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اس متعصب حنفی نے اس کا جواب یہ دیا: اس مسئلے میں اختلاف ہے۔ پوچھا گیا کہ کس کا اور کیا اختلاف ہے؟ جواب دیا کہ اس میں امام شافعی رحمۃ اللہ کا اللہ میاں سے اختلاف ہے کہ اللہ تعالیٰ تو یہ فرماتے ہیں کہ بغیر اللہ کا نام لیے، جو جانور ذبح کیا جائے اس کو نہ کھاؤ اور اس سے اختلاف کرتے ہوئے امام شافعی رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ کھا سکتے ہو۔ اس جواب میں جو تعصب ایک جلیل القدر امام

کے ساتھ برتا گیا ہے، وہ کس انصاف پسند سے مخفی ہوگا؟ ایک جانب تعصب نے حنفیہ؛ بل کہ امام ابو حنیفہ رَحِمَہُ اللّٰہُ کو رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا مخالف بنا دیا، تو دوسری جانب امام شافعی رَحِمَہُ اللّٰہُ وشوافع کو اللہ کا مخالف ٹھہرا دیا۔ یہ دونوں باتیں دراصل غلو کا ثمرہ ہیں۔

تبلیغی جماعت سے بے جا تعصب

اسی تعصب کا ایک نتیجہ یہ بھی دکھائی دیتا ہے کہ بعض لوگ ''تبلیغی جماعت'' اور کتاب'' فضائلِ اعمال'' کو غلط و گمراہی ثابت کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں، جب کہ اس جماعت کا پیغام و طریقہ واضح و صاف ہے کہ یہ جماعت لوگوں میں دینی شعور پیدا کرنے اور ان کو دین سے قریب لانے کی ایک عظیم محنت کر رہی ہے، اس نے نہ کوئی ایسا دعویٰ کیا ہے، جو غیر شرعی ہو، نہ اس کا کوئی پیغام ایسا ہے، جو خلافِ قرآن وسنت ہو اور نہ اس کا طریقہ یہ ہے کہ چھپا کر کوئی بات پیش کی جائے؛ بل کہ کھلے عام مساجد و میدانوں میں بات کی جاتی ہے۔ حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب کاندھلوی رَحِمَہُ اللّٰہُ نے عوام الناس کی دین سے دوری کو محسوس کرتے ہوئے ایک عمومی فضا دین داری وتقوے و پرہیزگاری کی پیدا کرنے کے مقصد سے یہ تحریک جاری فرمائی اور دیکھتے ہی دیکھتے، بڑی مخالفتوں وعداوتوں کے باوجود عالم کے کونے کونے میں اس کا فیض اللہ تعالیٰ نے جاری فرما دیا اور بے شمار لوگوں کو ہدایت ملی۔ اس کے آغاز کے وقت سے بلا شک وشبہ ہر دور میں اس کے ذریعے لاکھوں انسان راہِ راست و ہدایت پر آئے، کتنے شرابی وکبابی لوگ نماز پنج گانہ کے پابند ہو گئے! کتنے آخرت سے غافل انسان اس سے متقی و پرہیزگار وتہجد گزار بن گئے! کس قدر چور و ڈاکو قسم کے لوگوں کو اس سے راہِ راست میسر آئی! یہ سب ایک

ایسی حقیقت ہے کہ کوئی بھی انصاف پسند وحق آشنا اس سے انکار نہیں کرسکتا۔

یہ کون مسلمان نہیں جانتا کہ دین کی اشاعت و اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے جد و جہد اور سعی و کوشش اور غیروں تک دینِ اسلام کی دعوت پہنچانے اور اہلِ اسلام کو بھی دین و شریعت پر جمانے کی محنت ایک ضروری و لابدی حکم اور فضیلت مآب کام ہے، ''امر بالمعروف و نہی عن المنکر'' کی ضرورت و اہمیت ایک مسلمہ امر ہے اور ان سب کی ضرورت و فضیلت پر قرآن و حدیث کے نصوص بالصراحۃ دلالت کرتے ہیں اور اسی لیے ہمیشہ سے علمائے اسلام نے بھی اور عوام اہلِ اسلام نے ان امور کو ضروری و فضیلت مآب سمجھا اور اس سلسلے میں کام کیا ہے۔

اس دعوتی تحریک اور تبلیغی جماعت نے اسی کام کو انجام دینے کی جد و جہد کو ایک خاص نظام کے تحت جاری کیا ہے، جس کا دلائلِ شرعیہ کی روشنی میں جائزہ لیا جائے، تو اس کے جائز و صحیح ہونے میں کوئی اشکال و اعتراض نہیں ہوسکتا اور دعوت و تبلیغ کے منصوص کام کی انجام دہی کے لیے کوئی بھی ایسا طریقہ جاری کرلینا، جو خلافِ شرع نہ ہو؛ بل کہ دلائلِ شرعیہ کی رو سے جائز ہو، یہ اس کے جواز کے لیے کافی ہے؛ نیز اس کا مفید و بارآور ہونا بھی ایک طویل تجربے کی روشنی میں ظاہر ہوچکا ہے، تو اس میں شبہ و شک کی کیا گنجائش ہے؟

یہی وجہ ہے کہ ہر زمانے کے اہلِ حق علما و مشائخ نے خواہ وہ عجم سے تعلق رکھتے ہوں یا عرب سے، اس ''دعوتی و تبلیغی تحریک'' کی توثیق و تائید کی ہے، اسی طرح ہر دور کے اہلِ انصاف علما و مشائخ نے بھی، خواہ وہ دیوبندی نظریات کے حامل ہوں یا دوسرے مکتبِ فکر کے، اس کو سراہا ہے۔

اس کھلی حقیقت کے باوجود اس کو گمراہ قرار دینے کی وجہ؛ سوائے تعصب کے اور کیا ہوسکتی ہے؟ پھر اس تعصب نے جب مخالفت پر کچھ لوگوں کو ابھارا؛ تو اس میں بھی

ان کو کوئی باک نہ ہوا کہ اس جماعت کو انگریزوں کی ایجنٹ قرار دے دیں اور الزام تراشیاں کرنے لگیں اور اس جماعت کو کفر وشرک کی جانب منسوب کریں یا بدعت وگمراہی کی طرف اس کا انتساب کریں، یہاں تک کہ بعض مساجد میں ''تبلیغی جماعت کافر ہے'' اور ''تبلیغی جماعت کا داخلہ ممنوع'' کا بورڈ بھی لگا ہوا ملے گا۔ یہ سب کیا ہے؟ وہی دین میں غلو، جس کے پیچھے تعصبات کام کرتے ہیں۔

تبلیغی جماعت میں کوتاہیوں کی اصلاح

لیکن یہاں ایک بات اور واضح کردوں کہ میں ''تبلیغی جماعت'' کی تائید میں ان جملوں کو لکھتے ہوئے یہ نہیں کہنا چاہتا کہ اس جماعت کے بہت سے افراد میں، جو علمی وعملی افراط وتفریط کی باتیں پیدا ہوگئی ہیں، وہ بھی صحیح ہیں؛ بل کہ یہاں یہ کہنا ہے کہ اس جماعت کا اصل مقصد وکام اور جس نیک ارادے کے تحت اس کا اجرا ہوا اور حضرت اقدس شاہ محمد الیاس کاندھلوی رَحِمَہُ اللّٰہُ کے درد مند دل نے امت کے ساتھ درد مندانہ ومشفقانہ برتاؤ کرتے ہوئے جس عظیم وجلیل کام کا بیڑہ اٹھایا، کیا اس میں کسی حرف گیری کی گنجائش ہے؟ کیا اس کو قرآن وسنت کے خلاف ٹھہرانے کا کوئی جواز ہے؟ حق یہ ہے کہ ''تبلیغی جماعت'' کے کام ومقصد سے اختلاف میرے نزدیک ناجائز ہے۔

ہاں! بہت سی جماعتوں کی طرح اور بہت سی تحریکوں کی طرح وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ یہاں بھی بعض بے اعتدالیاں وغلطیاں لوگوں میں پیدا ہوگئی ہیں، جن میں سے بعض علمی غلطیاں ہیں، تو بعض عملی کوتاہیاں ہیں، ہم ان کو صحیح نہیں سمجھتے اور نہ صحیح قرار دیتے ہیں؛ بل کہ اصلاحی جذبے سے ان کی بھی اصلاح کی کوشش کو ضروری خیال کرتے ہیں؛ تاکہ یہ جماعت غلو فی الدین کی بیماری سے حفاظت میں

رہے۔اس لیے ہم تبلیغی جماعت سے منسلک علما سے خاص طور پر یہ گزارش کرتے ہیں کہ جماعت کے کام میں جو بے اعتدالیاں و افراط وتفریط کی باتیں پیدا ہوگئی ہیں، جن میں سے بعض زیادہ سخت بھی ہیں، ان کی اصلاح کی کوشش سے کبھی دریغ نہ کریں؛ تاکہ اس مفید ترین و عظیم ترین کام میں غلو پیدا ہوکر وہ قابلِ اعتراض نہ بن جائے؛ کیوں کہ ہم سب دین وشریعت کے پابند ہیں اور ہمیں بھی اسی طرح غلو سے بچنے کا حکم ہے، جس طرح سبھی لوگوں کو حکم ہے۔

اسی لیے ہمارے اکابر نے ہمیشہ ایک جانب اس جماعت سے بھرپور تعاون کیا ہے، تو دوسری جانب اس کے اندر پیدا ہونے والی بے اعتدالیوں پر بھی متنبہ کیا ہے اور یہی ہمارے اکابر کا اعتدال وتوسط ہے اور غلو سے پاک رویہ ہے، جس کی ہم سب کو اتباع کرنا چاہیے۔

مثلاً محدثِ جلیل وفقیہِ نبیل حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ نے جو خود حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ کے قریبی لوگوں میں سے تھے، انھوں نے اپنے مقالات میں "تبلیغی جماعت" کی خدماتِ جلیلہ اور اس کے فوائد و برکات پر تفصیلی روشنی ڈالنے کے ساتھ ساتھ یہ تحریر فرمایا:

> "اس میں شک نہیں کہ اس کام کو اصول کے ساتھ کیا جائے، تو اس وقت اسلام اور مسلمانوں کی سب سے بڑی خدمت اور وقت کی اہم ضرورت ہے؛ لیکن افراط وتفریط سے ہر کام میں احتیاط لازم ہے۔"
>
> (پھر اس جماعت کی چند کوتاہیوں وغلطیوں پر متنبہ کیا ہے۔)(۱)

اور اگر اس جماعت کے لوگوں کی بے اعتدالیاں و افراط وتفریط کے حالات ہمارے سامنے آنے کے باوجود ہم اصلاح نہ کریں، یا جو حضرات اہلِ علم و اہلِ دین

---

(۱) دیکھو: مقالاتِ عثمانی رحمۃ اللہ: ۱/۲۶۸

اصلاحی جذبے سے جماعتی کام میں ہونے والی بے اعتدالی وافراط وتفریط پر انکار ورد کریں، تو ان حضرات ہی کو غلط ثابت کرنے یا تبلیغ کا مخالف قرار دینے کی فکر وکوشش میں لگ جائیں، تو سمجھنا چاہیے کہ یہ بھی اسی "غلو فی الدین" کا ایک حصہ ہے، جس سے ہم سب کو منع کیا گیا ہے۔ ہمیں یہ طرز و انداز اختیار نہیں کرنا چاہیے، جو خود ہمارے خلاف حجت بن جائے؛ بل کہ اپنی یا اپنی جماعتوں کے اندر کی بے اعتدالیوں وغلطیوں کو دور کرنے کی کوشش برابر کرتے رہنا چاہیے، بے فکر نہ ہونا چاہیے، یہی اسلام کی تعلیم بھی ہے اور ہمارے اکابر کا طریق وطرز عمل بھی۔

حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے اپنے خطبات میں ایک جگہ نہایت معتدل بات فرمائی ہے، اس کو یہاں نقل کر دینا مناسب ہے، آپ نے فرمایا:

"ہمیشہ یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ کسی بھی جماعت کا پھیل جانا اور اس کے پیغام کا دور دور تک پہنچ جانا، اگر صحیح طریقے سے ہو تو یہ قابل خیر مقدم ہے اور اس صورت میں اس جماعت کے ساتھ تعاون کرنا چاہیے؛ لیکن اگر اس جماعت میں خرابیاں پیدا ہو رہی ہیں یا اس کے اندر غلط فکر پیدا ہو رہی ہے، تو پھر تعاون کے ساتھ ساتھ اس کی غلطی پر اس کو متنبہ کرنا بھی ضروری ہے؛ کیوں کہ ایسا نہ ہو کہ یہ بہترین جماعت، جس سے اللہ تعالیٰ نے اتنا بڑا کام لیا، کہیں غلط راستے پر نہ پڑ جائے۔"(۱)

الغرض ایک ہے "تبلیغی جماعت" کا اصل پیغام ونظام وطریق کار، اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں؛ لہٰذا اس کی مخالفت در اصل تعصب اور اللہ تعالیٰ سے بے تعلقی اور آخرت سے بے خوفی کا نتیجہ ہے اور دوسرا ہے اس جماعت میں وقت کے گزرنے کے ساتھ بے اعتدالیوں وغلطیوں، علمی وعملی غلو پسندیوں کا سلسلہ، یہ بے شک

(۱) اسلام اور ہماری زندگی: ۲/ ۳۳۱

قابلِ اصلاح ومحتاجِ تنبیہ ہے اور علما کی ذمے داری ہے کہ وہ اس پر لوگوں کو متنبہ کرتے رہیں اور اصلاحی اقدام کرتے رہیں اور جو لوگ اس میں لگے ہوئے ہیں، ان کو چاہیے کہ جب مقصود ہمارا اللہ کی رضا ہے اور معتبر علما دلائل کی روشنی میں کوئی قابلِ گرفت بات پر گرفت فرمائیں، تو خود کو قابلِ اصلاح سمجھ کر اصلاح کر لیں اور غلو وبے اعتدالی سے اپنے آپ کو بچائیں اور ایسے وقت علما کی بات کی قدر کریں اور یہ سمجھیں کہ یہ حضرات ہمارے مصلح ہیں، جو ہماری اصلاح کرتے اور ہمیں گمراہیوں سے بچاتے ہوئے ہمیں جنت میں لے جانا چاہتے ہیں، بالخصوص جب کہ ان علما کا مخلص ہونا بھی معلوم ہو اور اہلِ حق میں سے ہونا ثابت ہو، تو اہلِ حق ہونے اور دین پسند ہونے کا تقاضا ہی یہ ہے کہ علما کی بات کو مانیں، اگر چہ کہ وہ بہ ظاہر آپ کے ساتھ تبلیغی گشتوں وچلوں میں نہ جاتے ہوں؛ کیوں کہ دین کے اور بھی بہت سے کام ان کے ذمے ہوتے ہیں۔

یہ ہے غلو سے دور اور حق کی راہ، جس میں افراط وتفریط کی ساری راہیں مسدود و بند ہوتی ہیں۔ ہمیں نہ تو غلو کرتے ہوئے تعصب پسندوں کی طرح اس جماعتِ حقہ کی مخالفت کرنا چاہیے اور نہ اس کے حمایتی بن کر غلطیوں و بے اعتدالیوں کو بھی حق ثابت کرنے کی بے جا کوشش کرنا چاہیے اور نہ اہلِ حق کی تنبیہات کو دین و جماعت کی مخالفت کا نام دے کر اکابرین کے طریق سے ہٹنا چاہیے۔

الغرض تعصب ایک بہت بڑی وجہ ہے، جس سے غلو فی الدین پیدا ہوتا اور لوگوں میں گمراہیاں پھیلاتا ہے۔

اتباعِ ہویٰ یعنی خواہشات کی پیروی

غلو کے اسباب میں ایک چیز ''اتباعِ ہویٰ'' بھی ہے، یعنی انسان اللہ کے نازل فرمودہ دین وشریعت کے بجائے اس کی آڑ میں اپنی خواہشات کی پیروی کرے۔

اتباعِ ہویٰ کی مذمت

قرآن وسنت میں ''اتباعِ ہویٰ'' کی مذمت کی گئی اور اس سے منع کیا گیا اور اس کو دین کے لحاظ سے ایک خطرناک چیز ٹھیرایا گیا۔

ایک جگہ قرآن کہتا ہے:

﴿ أَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَىٰهُ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلَىٰ سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلَىٰ بَصَرِهِ غِشَٰوَةً ، فَمَن يَهْدِيهِ مِن بَعْدِ اللَّهِ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴾ (الجاثیۃ:۲۳)

(بھلا دیکھیے تو، جس نے اپنی خواہشات کو اپنا خدا وحاکم بنالیا اور علم ہونے کے باوجود اللہ نے اس کو بے راہ کردیا اور اس کے کان اور دل پر مہر لگادی اور آنکھوں پر پردہ ڈال دیا، تو اب اس کو خدا کے بعد کون ہدایت دے سکتا ہے؟ کیا تم اس پر غور نہیں کرتے۔)

مفسرین کے مطابق یہ آیت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے ایک عالم وعابد ''بلعم بن باعورا'' نامی کے بارے میں نازل ہوئی ہے، جس نے محض خواہشات کی اتباع میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خلاف بددعا کردی تھی، جب کہ وہ جانتا بھی تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے برگزیدہ پیغمبر ہیں اور ان کے خلاف بددعا کرنا وبالِ ایمان بھی ہے اور وبالِ جان بھی؛ مگر دنیا کی خواہشات نے اس کو اس بے ایمانی میں مبتلا کردیا۔(۱)

ایک جگہ حضرت داؤد علیہ السلام کو جو اللہ کا حکم آیا تھا، اس کو قرآن نے ان الفاظ سے نقل کیا ہے:

---

(۱) دیکھو: الدر المنثور:۲۷۳/۶، تفسیر القرطبي:۳۱۹/۷، تفسیر ابن کثیر:۵۰۸/۳

﴿وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ (صٓ: ۲۶)

(اور آپ خواہش کی پیروی نہ کریں کہ یہ آپ کو اللہ کے راستے سے بھٹکادے گی۔)

ایک اور موقعے پر شہوت پرستوں کا، حق والوں کو حق سے دور کرنے کی تمنا اور ارادہ کرنے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے:

﴿وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ وَ يُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا﴾ (النساء: ۲۷)

(اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ تم پر توجہ فرمائیں اور شہوت پرست لوگ چاہتے ہیں کہ تم راہِ راست سے ہٹ کر بڑی کجی میں پڑ جاؤ۔)

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہوائے نفسانی وخواہشِ نفسانی سے انسان، اللہ کے راستے سے بھٹک جاتا ہے اور اللہ کے بہ جائے اپنی خواہش ہی کو معبود بنالیتا ہے؛ نیز یہ کہ خواہش پرست لوگ دوسروں کو بھی حق سے ہٹا دینے کی خواہش رکھتے وکوشش کرتے ہیں۔

قرآن کے ساتھ اس سلسلے میں احادیث کا بھی مطالعہ کیجیے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”إني أخاف على أمتي من ثلاث : من زلة عالم ، و من هوى متبع ، و من حكم جائر.“

(میں میری امت پر تین چیزوں سے ڈرتا ہوں: ایک عالم کی لغزش سے، دوسرے اس خواہش سے جس کی پیروی کی جائے اور تیسرے ظالم کی بادشاہت سے۔)(۱)

(۱) مسند بزار: ۳۳۸۴، المعجم الكبير للطبراني: ۱۳۳۹۱، حلية الأولياء: ۱۰/۲

اور حضرت ابو امامہ ﷺ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ما تحت ظل السماء إله يعبد من دون الله أعظم عند الله من هوى متبع."

(آسمان کے سایے تلے اس خواہش سے بڑھ کر جس کی اتباع کی جاتی ہے، کوئی چیز ایسی نہیں جس کی اللہ کو چھوڑ کر پرستش کی جاتی ہو۔)(۱)

حضرت عبد اللہ بن عمر ﷺ سے نقل کیا گیا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تین چیزیں مہلکات یعنی ہلاکت میں ڈالنے والی ہیں: ایک وہ بخل، جس کی پیروی کی جائے، دوسرے وہ خواہش جس کی بات مانی جائے اور تیسرے آدمی کا اپنے آپ پر اترانا۔"(۲)

ان تمام احادیث سے اتباعِ نفس وہویٰ کی مذمت کے ساتھ ساتھ اس کے دینی ضرر ونقصان؛ نیز اس کی ممانعت صاف طور پر ظاہر ہو رہی ہے۔

ہوائے نفسانی کی قسمیں

یہاں یہ بھی معلوم کر لینا چاہیے کہ ہوائے نفسانی وخواہشات وشہوات بہت ہیں، ان میں سے تین اہم ہیں: ایک خواہشِ جاہ، ایک خواہشِ مال اور ایک خواہشِ باہ۔

انسان کبھی جاہ طلبی وریاست وامارت کی خواہش میں مبتلا ہو کر غلو فی الدین کا مرتکب ہوتا ہے اور دین میں خلل پیدا کر دیتا ہے؛ تا کہ کسی طرح اس کو دوسروں سے

(۱) المعجم الكبير: ۷۴۲۳، السنة لابن أبي عاصم: ۳، اعتلال القلوب للخرائطي: ۸۴، حلية الأولياء: ۱۱۸/۶

(۲) المعجم الكبير: ۶۵۱، المعجم الأوسط: ۵۷۵۴، مسند بزار: ۶۴۹۱

فوقیت وبڑائی جتانے کا موقع مل جائے، اس خواہش کے پیچھے وہ حق کو لات مار دیتا ہے، بدعات وخرافات کو رائج کر دیتا ہے اور اپنا ایک حلقہ وجماعت بنا کر خود کی پوجا کراتا ہے۔

اور کبھی مال کی خواہش اس کو مجبور کرتی ہے کہ وہ دین میں غلو کرے اور اس کے ذریعے مال حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے اور دنیوی مال ومتاع حاصل کر کے راحت وآرام کی زندگی گزارے۔ یہ مال ودولت کی خواہش وہ ہے، جس سے آدمی اپنا دین بھی بیچ دینے کے لیے راضی ہو جاتا ہے۔

اور کبھی باہی لذات وخواہشات اس کے پیچھے پڑ جاتی ہیں اور ان کی وجہ سے آدمی اللہ کے دین میں غلو کرتا ہے؛ تا کہ اپنی باہی لذات وخواہشات پوری کرنے میں کوئی رکاوٹ نہ رہے۔

خواہشات کی پیروی خطرناک مرض

''اتباعِ ہویٰ'' کا یہ مرض بڑا خطرناک مرض ہے، جس نے ہمیشہ راہِ راست وصراطِ مستقیم سے لوگوں کو ہٹایا اور گمراہی کے غار میں ڈھکیلا ہے۔ معلوم نہیں کہ اس بیماری کے شکار کتنے لوگوں کو اس نے جہنم رسید کیا ہے؟

اور اس کی جانب قرآنِ کریم میں بھی اشارہ ہے کہ اتباعِ خواہشات کی وجہ سے غلو پیدا ہوتا ہے، چناں چہ فرمایا گیا:

﴿ وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا وَ اتَّبَعَ هَوٰهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا﴾ (الکہف:۲۸)

(اور تم پیروی نہ کرو، اس کی جس کے دل کو ہم نے ہمارے ذکر سے غافل کر دیا ہے اور وہ اپنی خواہش کی اتباع کرتا ہے اور اس کا معاملہ حد

سے بڑھا ہوا ہے۔)

اس آیت میں ''فرط'' کا لفظ بعض کے نزدیک افراط سے ہے، جس کے معنے حد سے باہر نکل جانے و بڑھ جانے کے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ یہ تفریط سے ہے، جس کے معنی ''کمی کرنے'' کے ہیں۔(۱)

لہٰذا اس میں اشارہ ہے کہ اتباعِ خواہشات کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آدمی اپنے حدود پر قائم نہیں رہتا؛ بل کہ کبھی افراط میں مبتلا ہوتا ہے، تو کبھی تفریط کا شکار ہو جاتا ہے۔

ایک حدیث اور اس کی شرح

اسی طرح ایک اور حدیث سے بھی یہ بات مستفاد ہوتی ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

'' ألا ! إن من كان قبلكم من أهل الكتاب افترقوا على ثنتين ، و سبعين ملة ، و إن هذه الأمة ستفترق على ثلاث، و سبعين ملة : ثنتان ، و سبعون في النار ، و واحدة في الجنة ؛ و هي " الجماعة " – وفي رواية زيادة – و إنه سيخرج من أمتي أقوام تجارى بهم تلك الأهواء كما يتجارى الكلب لصاحبه ، لا يبقى منه عرق ، و لا مفصل إلا دخله.''

(خبردار رہو کہ تم سے پہلے جو اہلِ کتاب گزرے ہیں، وہ بہتر فرقوں میں بٹ گئے تھے اور یہ امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی: بہتر جہنم میں جائیں گے اور ایک جنت میں اور وہ ''جماعت'' ہے۔(ایک روایت میں یہ اضافہ ہے) اور میری امت میں ایسے لوگ ظاہر ہوں

(۱) دیکھو: تفسير القرطبي:۳۹۲/۱۰، التفسير فتح القدير :۲۸۵/۳

گے، جن میں یہ خواہشات اس طرح رچی وبسی ہوئی ہوں گی، جیسے کہ کتے کاٹے کا زہر کہ کوئی رگ اور کوئی جوڑ ایسا نہیں رہتا، جس میں یہ بیماری نہ گھس جائے۔)(۱)

حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی رَحِمَہُ اللّٰہُ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''کتے کاٹے کی بیماری پر غور کیجیے، تو دو باتیں نظر آئیں گی: ایک یہ کہ چوں کہ یہ بیماری ایک ایک جوڑ میں سرایت کر جاتی ہے؛ اس لیے لا علاج ہوتی ہے، دوم یہ کہ جس طرح یہ بیماری دراصل دیوانے کتے میں موجود ہوتی ہے؛ لیکن جب وہ کسی کو کاٹ لیتا، تو اس کو بھی اس بری طرح لگ جاتی ہے کہ پھر یہ شخص بھی کتے کی طرح خوفناک اور قابلِ احتراز ہو جاتا ہے، حتی کہ اگر یہ تیسرے انسان کو کاٹ لے، تو اس پر بھی وہی اثر ظاہر ہو جاتا ہے، جو دیوانے کتے کے کاٹنے سے ہوتا ہے۔ ان خصوصیات کے بعد اگر آپ اہلِ ہویٰ کے حالات کا موازنہ کریں، تو اس تشبیہ میں آپ کو نبوت کا ایک اعجاز نظر آئے گا، ہویٰ کا حال بھی یہی ہے کہ جب وہ انسان کے رگ وپے میں سرایت کر جاتی ہے، تو پھر وہی انسان کو بدی نظر آنے لگتی ہے؛ اس لیے یہاں توبہ کی امید نہیں رہتی، توبہ کی توفیق اس وقت ملتی ہے، جب قلب کا کوئی گوشہ ہویٰ سے خالی ہو؛ مگر جب رگ رگ میں ہویٰ سرایت کر جائے، تو اب توبہ کی توفیق کہاں سے ملے گی؟ اس لیے ﴿سُوْرَۃُ الْجَاثِیَۃ﴾ میں فرمایا:

---

(۱) سنن أبي داود: ۴۵۹۷، السنة لابن أبي عاصم: ۲، مسند الشاميين: ۱۰۸/۲، مسند أحمد: ۱۶۹۷۹، المستدرك للحاكم: ۲۱۸/۱، المعجم الكبير للطبراني: ۳۰۱/۱۴

﴿ أَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلٰهَهُ هَوٰهُ وَأَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهِ غِشٰوَةً فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْ بَعْدِ اللّٰهِ أَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴾ (الجاثیۃ:۲۳)

(بھلا دیکھیے تو جس نے اپنی خواہشات کو اپنا خدا و حاکم بنالیا اور علم ہونے کے باوجود اللہ نے اس کو بے راہ کر دیا اور اس کے کان اور دل پر مہر لگادی اور آنکھوں پر پردہ ڈال دیا، تو اب اس کو خدا کے بعد کون ہدایت دے سکتا ہے؟ کیا تم اس پر غور نہیں کرتے؟)

آیتِ بالا میں چند اہم فوائد بتائے گئے ہیں: پہلا یہ کہ جس طرح بے علمی، گمراہی کا سبب بنتی ہے، اسی طرح کبھی علم بھی گمراہی کا سبب ہوجاتا ہے؛ مگر جو گمراہی علم کی راہ سے آتی ہے، اس کا نتیجہ بھی انتہائی خطرناک ہوتا ہے، یہ گمراہی تاریکی کی نہیں؛ بل کہ روشنی کی گمراہی ہے، جہل کی نہیں، علم کی گمراہی ہوتی ہے؛ اس لیے یہاں اسبابِ ہدایت سب معطل ہوجاتے ہیں، نہ کان سنتے ہیں اور نہ آنکھیں غور و فکر کرنے کے لیے تیار ہوتی ہیں اور قلب میں تو حکومتِ ہوئی کی وجہ سے حق بینی و حق فہمی کی کوئی صلاحیت ہی باقی نہیں رہتی؛ اس لیے یہاں ہدایت کی کوئی توقع نہیں رہتی۔ دوسری بات یہ کہ ہوئی پرست کو اتباعِ ہوئی میں وہ مزہ آتا ہے، جو خدا پرست کو عبادت میں؛ کیوں کہ جب اس نے اپنی ہوئی ہی کو اپنا خدا بنالیا ہے، تو پھر اسی کی فرمان برداری اس کو خدا کی فرمان برداری نظر آنی چاہیے؛ اس لیے جتنا ایک خدا پرست ہدیٰ کے اتباع کی سعی کرتا ہے، اس سے زیادہ ایک ہوئی پرست اپنی ہوئی کے اتباع کے پیچھے رہتا ہے اور تیسری بات یہ کہ اتباعِ ہوئی اور ضلالت

لازم وملزوم ہیں۔"(۱)

الغرض یہ خواہشات کی پیروی کا مرض، ہدایت سے انسان کو ہٹا کر ضلالت وگمراہی کے غار میں جا گراتا ہے اور وہ غلو کو دین کا عنوان لگا کر خود بھی گمراہ ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی گمراہی میں پھنساتا ہے۔ آج ہمارے معاشرے میں بے شمار بدعات وخرافات اور رسومات کو جاری کرنے والے یہی خواہشات کے پجاری لوگ ہیں، جو محض اپنی جاہی وباہی خواہشات کو پورا کرنے کے لیے ان کا چکر چلا رہے ہیں اور لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونک رہے ہیں۔

اسی طرح مختلف فرقوں نے اتباعِ ہوئی کی وجہ سے گمراہی کا دروازہ کھولا؛ کیوں کہ اس سے ان کی اغراض پوری ہوتی تھیں اور ان کی خواہشات کے لیے مواقع فراہم ہوتے تھے۔

کعب بن اشرف یہودی کا اتباعِ ہوئی و بے ایمانی

خواہشات کا اتباع اور شہوات کی پیروی کا سب سے خطرناک پہلو یہ ہوتا ہے کہ کبھی کبھی اس کا انجام بے ایمانی و بے دینی اور ایمان ویقین سے محرومی کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔

کتبِ تاریخ وسیر نے یہ واقعہ محفوظ کیا ہے کہ یہودی نژاد عالم کعب بن اشرف اور حیی بن اخطب، جو مدینے میں یہودیوں کے سردار تھے، وہ اپنے ساتھ کچھ لوگوں کو لے کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے خلاف کفارِ مکہ سے ساز باز کرنے کے لیے مکہ آئے اور ابوسفیان سے ملاقات کی اور اہلِ اسلام کے خلاف لڑنے والوں سے تعاون کرنے کی پیش کش کی؛ مگر اہلِ مکہ ان یہودیوں کی فطرت سے

---

(۱) ترجمان السنہ: ۱/۵۴-۵۵

واقف تھے؛ اس لیے انھوں نے کہا کہ تم دھوکے باز قوم ہو، اس لیے ہمیں تم پر یقین نہیں کہ تم اپنا وعدہ نبھاؤ گے؛ لہٰذا تم اگر سچے ہو؛ تو ہمارے بتوں (جن کے نام "جبت وطاغوت" ہیں) کے سامنے سجدہ کرو۔ اس پر ان یہودیوں نے بتوں کو سجدہ کیا؛ حال آں کہ وہ اس کو شرک سمجھتے تھے اور ان کو معلوم تھا کہ اس سے آدمی مشرک ہو کر یہودی مذہب سے خارج ہو جاتا ہے؛ مگر محض ہوائے نفسانی کی بنا پر اور کفار سے ساز باز کرنے کے لیے اپنا ایمان بھی کھو دیا۔(۱)

اسی کے متعلق قرآن میں یہ آیات نازل ہوئیں:

﴿ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُؤْمِنُونَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوتِ وَيَقُولُونَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا هَٰؤُلَاءِ أَهْدَىٰ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا سَبِيلًا ، أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ وَمَن يَلْعَنِ اللَّهُ فَلَن تَجِدَ لَهُ نَصِيرًا ﴾ (النساء: ۵۱-۵۲)

(کیا آپ نے ان کو نہیں دیکھا؟ جنھیں کتاب کے علم کا ایک حصہ ملا ہے کہ وہ بت وشیطان پر ایمان رکھتے ہیں اور کفار کی نسبت کہتے ہیں کہ یہ مسلمانوں سے زیادہ راہ راست پر ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کی لعنت ہے اور جس پر اللہ کی لعنت ہو؛ اس کا کوئی مددگار تجھے نہ ملے گا۔)

اس واقعے سے عبرت کا سبق سناتے ہوئے مفسرِ قرآن حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی "معارف القرآن" میں لکھتے ہیں:

"اس سے معلوم ہوا کہ کتاب کا محض علم کافی نہیں ہوسکتا، جب تک کہ صحیح معنی میں اس کا اتباع نہ ہو اور محض دنیوی طمع اور سفلی خواہشات کی پیروی سے مکمل اجتناب نہ ہو؛ ورنہ آدمی اپنے مذہب جیسی عزیز چیز کو بھی

---

(۱) جامع البیان: ۸/۴۶۸، معالم التنزیل: ۲/۲۳۵، الدر المنثور: ۴/۴۸۱

اپنی خواہشات کی بھینٹ چڑھانے سے نہیں بچتا۔ آج کل بھی بعض لوگ
اس قسم کے ہیں، جو مادی و سیاسی اغراض و مقاصد کے حصول کے لیے
اپنے حق مسلک کو آسانی سے چھوڑ دیتے ہیں اور لادینی عقائد و نظریات
کو اسلام کا لباس پہنانے کی پوری کوشش کرتے ہیں، نہ ان کو خدا کے
عہد و میثاق کی کچھ پرواہوتی ہے اور نہ آخرت کا خوف۔ یہ سب کچھ صحیح
اور حق مسلک کو چھوڑ کر شیطان کے اشاروں پر چلنے سے ہوتا ہے۔"(۱)

مزاراتِ اولیا پر ہویٰ پرستوں کا قبضہ

ہویٰ پرستی و لذت شعاری کا ایک واضح نقشہ و نمونہ حضراتِ اولیاء اللہ کے مزاراتِ مقدسہ پر نظر آتا ہے، جہاں غلامانِ ہویٰ و ہوس ان اکابر اولیا کے نام سے امت کو لوٹنے کے لیے اور اپنے پیٹ کی آگ بجھانے کے لیے بے شمار خلافِ شریعت امور جیسے نذر و نیاز و فاتحہ، صندل و عرس، طواف و سجدے، گانا بجانا، کھیل و تماشے، وغیرہ بدعات و شرکیات کا لمبے چوڑے سلسلے کو دین و شریعت کے نام سے زندہ رکھے ہوئے ہیں۔

ان سب امور کو تعظیمِ اولیا و تکریمِ شعائر اللہ کا نام دیا جاتا ہے اور اس پر قرآنی استدلال بھی پیش کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تعظیمِ شعائر اللہ کا حکم دیا ہے اور شعائر اللہ میں اولیاء اللہ کی مزارات بھی داخل ہیں۔

مگر سوال یہ ہے کہ اگر یہ سارے امور تعظیم شعائر اللہ میں داخل ہیں، تو اس حکمِ خداوندی کی تعمیل اللہ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے کیوں نہیں کی؟ اور لوگوں کو اس میں اپنا نمونہ کیوں نہیں دیا؟ بل کہ اس کے

---

(۱) معارف القرآن: ۲/۳۳۳-۴۳۴

برخلاف اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کو اونچا کرنے، ان پر قبے بنانے اور ان کو لیپنے سے منع فرمایا ہے۔ لیجیے! چند احادیث ملاحظہ کیجیے!

ابوالہیاج اسدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا:

"ألا أبعثک علی ما بعثني علیه رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ؟ أن لا تدع تمثالا إلا طمستہ، و لا قبرا مشرفا إلا سویته."

(کیا میں تم کو اس کام کے لیے نہ بھیجوں، جس کے لیے مجھے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا یعنی یہ کہ کوئی تصویر نہ چھوڑوں؛ مگر یہ کہ اس کو مٹا دوں اور نہ کوئی اونچی قبر کو چھوڑوں؛ مگر یہ کہ اس کو برابر کر دوں۔)(۱)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

"نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَنْ یُجَصَّصَ الْقَبْرُ، وَ أَنْ یُقْعَدَ عَلَیْهِ، وَ أَنْ یُبْنٰی عَلَیْهِ."

(نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کو پختہ کرنے اور اس پر بیٹھنے اور اس پر عمارت بنانے سے منع فرمایا۔)(۲)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

"لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم زَائِرَاتِ الْقُبُوْرِ، وَ الْمُتَّخِذِیْنَ عَلَیْهَا الْمَسَاجِدَ، وَ السُّرُجَ."

---

(۱) الصحیح للمسلم:۹۶۹، واللفظ له، سنن أبي داود:۳۲۱۸، سنن الترمذي:۱۰۴۹، سنن النسائي:۲۰۳۱، مسند أحمد:۷۴۱، المستدرک للحاکم:۱/۵۲۴

(۲) الصحیح للمسلم:۹۷۰، مسند أحمد:۱۴۱۸۲، مصنف ابن أبي شیبة:۳/۲۵، مشکوۃ المصابیح:۱۲۸

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر اور قبروں پر مساجد بنانے اور چراغاں کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔)(۱)

ان احادیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان امور سے منع کیا ہے، جن کو یہ قبروں کی مجاوری کرنے والے لوگ تعظیم شعائر کے عنوان سے کرتے ہیں۔ کیا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی قرآن سمجھ سکتا ہے اور آپ سے زیادہ کوئی اس پر عمل پیرا ہو سکتا ہے؟ اگر نہیں اور واقعی نہیں؛ تو معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ کی مزارات پر ہونے والے یہ کام شعائر اللہ کی تعظیم میں داخل نہیں اور نہ اللہ نے اس کا حکم دیا ہے؛ بل کہ یہ سارے کام ممنوع و ناجائز ہیں، جو محض غلامانِ ہویٰ و ہوس کی ایجاد کہلانے کے مستحق ہیں اور دین سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔

بدعاتِ زمانہ اور خواہش پرستی

اسی طرح ہویٰ پرستوں نے دین کے نام سے دین میں نئے نئے کام ایجاد کر کے لوگوں کو اسی میں مشغول کر دیا۔ ان کو نماز و روزہ، حج و زکوۃ، ذکر و تلاوت، عبادت و اطاعت، خوف و خشیت، تقویٰ و طہارت وغیرہ سے کوئی سروکار نہیں، ان کو تو ہر وقت اس کی دھن لگی ہوئی ہے کہ جمعہ و جمعرات کی فاتحہ ہو، بچے کی پیدائش کی رسمیں انجام دی جائیں۔ جیسے عقیقے کی رسمیں، چھٹی کی رسمیں، بسم اللہ خوانی کی رسمیں وغیرہ، اسی طرح منگنی و شادی بیاہ کا موقعہ آئے، تو ان کی رسمیں ہوں، موتیٰ کے موقعے پر سوم، دہم، چہلم و برسی کی رسمیں کی جائیں۔

(۱) سنن أبي داود:۳۲۳۶، سنن الترمذي :۳۲۰، سنن النسائي:۲۰۴۳، مسند أحمد:۲۰۳۰،صحیح ابن حبان: ۲۵۲/۷، المستدرک للحاکم: ۵۳۰/۱، مشکوۃ المصابیح:۷۱/۱

پھر مختلف مہینوں کی مختلف رسمیں کا ایک سلسلہ قائم کر دیا گیا ہے:

''محرم الحرام'' میں دیکھو تو پنجے بٹھائے جا رہے ہیں اور ان کو لیے گشت کیا جا رہا ہے، ''یا علی دولھا، حسن حسین'' کے ناموں کے نعرے بے ادبی کے ساتھ لگائے جا رہے ہیں، ان بزرگوں کے نام سے تعزیے وعلم نکالے جا رہے ہیں، ان پر منتیں مانی جا رہی ہیں اور ان کو عقیدت سے چوما جا رہا ہے۔ اسی طرح کھچڑے و چونگے و شربت بنا کر کھا رہے ہیں اور لوگوں میں تقسیم کر رہے ہیں اور سمجھانے کی کوشش بھی کی جا رہی ہے کہ حضرت حسین ﷺ جو بھوکے و پیاسے شہید ہو گئے، ان کو اس شربت و کھانے سے تسکین ملے گی۔

ماہِ ''صفر'' کے ابتدائی تیرہ ایام کو منحوس سمجھ کر ان میں خرید و فروخت، شادی بیاہ کو برا خیال کیا جاتا ہے، پھر اسی کے آخری بدھ کو'' آخری چہار شنبہ'' کا عنوان دے کر باغات و تفریحی مقامات کی سیر کی جاتی ہے اور اس کام کو رسول اللہ ﷺ کی جانب منسوب کیا جاتا ہے۔

''ربیع الاول'' میں ''بارھویں یا عید میلاد'' کے نام سے جلسے و جلوس کیے جاتے ہیں اور ان میں ہر قسم کی بے راہ روی و خلافِ شرع کام کیے جاتے ہیں۔

''ربیع الثانی'' میں ''گیارھویں'' کا رواج لازم سمجھا جاتا ہے، اس کے لیے اگر روپیہ نہ ہو، تو قرض لے کر انجام دینے کی فکر ہوتی ہے اور نہ کرنے کی صورت میں نحوستوں کے وارد ہونے کا نظریہ قائم کر لیا گیا ہے۔

اسی طرح ''رجب'' کے مہینے میں ''کونڈے کی رسم'' ادا کی جاتی ہے، اس کے ثبوت کے لیے بے تکے واقعات کا سہارا لیا جاتا ہے، بزرگوں کی جانب اس کو منسوب کیا جاتا ہے، جب کہ وہ حضرات اس سے بری ہیں۔ نیز معراج کی رات بہ طور عید منانے کا اہتمام کیا جاتا ہے اور اس رات مساجد میں چراغاں کرنے اور

مخصوص قسم کی نمازیں پڑھنے کا التزام کیا جاتا ہے۔

''رمضان شریف'' کا ورود ہوا، تو اس کی آخری جمعہ کو''الوداع'' کی رسم ادا کی جارہی ہے۔

''شعبان'' کا مہینہ آیا، تو ''شب برأت'' کو بہ طور عید مناتے ہیں۔ اس رات قبرستان جانے کا اور ایصالِ ثواب کا اہتمام کرتے ہیں۔ نیز''شبِ برأت کا حلوہ'' اور گھروں کی لپائی پتائی اور مرحومین کی اس رات حاضری کا عقیدہ رکھتے ہوئے ان کے لیے بھی دعوت کا اہتمام وغیرہ رسمیں کرتے ہیں اور بعض تو حد یہ کرتے ہیں کہ اس رات میں آتش بازی کی ایک حرام رسم کو اس میں داخل کرتے ہیں۔

نیز عید و بقرعید کی رسمیں وغیرہ انجام دی جاتی ہیں۔ ان سب بدعات و بے اصل باتوں کے پیچھے جو دماغ کام کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے وہ وہی ہوئی وہوس کے غلاموں کا دماغ ہے۔

احکامِ شرعیہ پر عمل میں ہوئی پرستی کا دخل

ہوئی پرستی کا ایک نمونہ ہمیں وہاں بھی ملتا ہے، جہاں لوگ حضراتِ ائمہؒ کرام کی تقلید کو حرام قرار دے کر اپنے خیال کے مطابق دین وشریعت پر عمل کرتے ہیں اور ہوئی پرستی میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور نصوصِ قرآن وسنت کو من مانی مفاہیم پہنا کر راہِ حق سے کٹ جاتے ہیں۔

شروع دور سے اب تک امت نے - جن میں حامیینِ تقلید و تارکینِ تقلید دونوں شامل ہیں اور حامیینِ تقلید میں چاروں ائمہ کے مقلدین داخل ہیں- وضو کے مسائل میں قرآن وسنت کی روشنی میں یہ طے کیا ہوا تھا کہ اگر کوئی چمڑے کے موزے پہنا ہوا ہے، تو وہ ان پر مسح کرسکتا ہے اور اگر موزے نہیں پہنا ہے، تو اس کو پیروں کا دھونا فرض

ہے اور چمڑے کے وہ موزے جو عربوں میں معروف و مروج تھے، وہی موزوں سے مراد لیے جاتے تھے اور کسی نے کبھی "مسح علی المخفین" سے یہ نہیں سمجھا کہ سوتی و نیلون وغیرہ کے موزوں یا جوتوں پر مسح بھی "مسح علی الخفین" ہے؛ لہٰذا ان پر بھی مسح جائز ہے؛ لیکن اب خود اجتہادی کے اس دور میں سارے ائمہ و علما؛ بل کہ جمہورِ اہلِ اسلام کے خلاف یہ نظریہ بعض لوگوں نے قائم کرلیا ہے کہ موزے کے نام سے جو بھی چیز سامنے آجائے اس پر مسح جائز ہے؛ لہٰذا سوتی موزوں، نیلون کے موزوں؛ بل کہ عام جوتوں پر بھی مسح جائز ہے۔ یہ ہوئی پرستی نہیں تو اور کیا ہے کہ جس میں سہولت دیکھی وہی مسلک بنالیا؟

اسی طرح ہوا پرستی کا ایک نمونہ یہ نظر آتا ہے کہ بعض لوگ حضراتِ ائمہ کے مختلف مسالک میں سے، ان امور و مسائل کو اپنا لیتے ہیں، جو آسان و سہل معلوم ہوتے ہیں اور ان امور و احکام کو چھوڑ جاتے ہیں، جن میں کوئی مشقت و دقت معلوم ہوتی ہے، اس طرح ہوائے نفسانی کا شکار ہو جاتے ہیں۔

علامہ قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ نے "ترتیب المدارک" میں اور امام شاطبی رحمۃ اللہ نے "الموافقات" میں لکھا ہے کہ مالکی فقیہ امام بہلول بن راشد رحمۃ اللہ، جو امام مالک رحمۃ اللہ کے شاگردِ رشید تھے، ان کے پاس ایک مرتبہ اسی زمانے کے ایک اور فقیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ ہی کے شاگرد امام ابن اشرس رحمۃ اللہ حاضر ہوئے، امام بہلول رحمۃ اللہ نے پوچھا کہ کیسے تشریف لائے؟ تو کہا کہ ایک مسئلہ درپیش ہے کہ ایک شخص پر سلطان نے ظلم کیا، تو میں نے اس شخص کو کہیں چھپا دیا اور تین طلاق کی قسم کھالی کہ اگر میں نے اس کو چھپایا ہے، تو میری بیوی پر تین طلاق، اس میں کیا حکم ہے؟ حضرت بہلول رحمۃ اللہ نے جواب دیا کہ امام مالک رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ طلاق پڑگئی۔ ابن اشرس رحمۃ اللہ نے

کہا کہ ہاں! میں نے بھی امام مالک رَحِمَہُ اللہُ سے یہ سنا ہے؛ مگر میں اس کے علاوہ کسی اور کا قول ہو، تو وہ چاہتا ہوں۔ امام بہلول رَحِمَہُ اللہُ نے کہا کہ میرے پاس اس کے علاوہ کوئی صورت نہیں۔ جب دو تین بار وہ یہی پوچھتے رہے، تو تیسری یا چوتھی بار امام بہلول رَحِمَہُ اللہُ نے فرمایا:

"یا ابن اشرس ! ما أنصفتم الناس ، إذا أتوكم في نوازلهم قلتم: "قال مالک": فإذا نزل بكم النوازل طلبتم الرخص."

(اے ابن اشرس! تم نے لوگوں سے انصاف نہیں کیا، جب لوگ تمھارے پاس اپنے مسائل لے کر آتے ہیں، تو تم کہتے ہو کہ امام مالک رَحِمَہُ اللہُ نے یہ فرمایا؛ لیکن جب تمھیں مسائل پیش آئے، تو تم رخصت تلاش کرنے لگے۔)

پھر کہا کہ امام حسن بصری رَحِمَہُ اللہُ کا قول ہے کہ اس صورت میں طلاق نہیں پڑی۔ یہ سن کر ابن اشرس نے کہا: " الله أكبر ". پس اس میں انھوں نے حضرت حسن رَحِمَہُ اللہُ کی تقلید کر لی۔(۱)

اسی نوع کا واقعہ سنا تھا کہ ایک صاحب جو خون نکل جانے سے وضو کے ٹوٹ جانے کا نظریہ رکھتے تھے کہ ایک بار سخت سردی کے ایام میں خون نکل جانے کی وجہ سے ان کا وضو ٹوٹ گیا؛ مگر سردی کی شدت سے وضو کرنے کی ہمت نہ ہوئی، تو کہنے لگے کہ بعض ائمہ جیسے امام شافعی رَحِمَہُ اللہُ کے نزدیک خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا؛ لہٰذا میں اب امام شافعی رَحِمَہُ اللہُ کے مسلک پر عمل کرتا ہوں، یہ سوچ کر انھوں نے وضو نہیں کیا اور نماز کے لیے چلے، راستے میں ایک عورت سے ٹکر ہو گئی اور امام شافعی رَحِمَہُ اللہُ کے مسلک میں عورت سے ٹکر یا مس ہو جانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ وہ جس مصیبت سے بچنے کے لیے مسلک تبدیل کر رہے تھے، یہاں وہی مصیبت

---

(۱) ترتیب المدارک: ۱/۱۱۲، الموافقات: ۵/۸۴

گلے پڑ گئی؛ لہٰذا کہنے لگے کہ اب میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے مسلک پر عمل کرتا ہوں کہ ان کے یہاں اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

اب غور کریں کہ ان صاحب کا وضو، نہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے مسلک پر باقی ہے اور نہ امام شافعی رحمۃ اللہ کے مسلک پر؛ مگر وہ نماز پڑھ رہے ہیں۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ نے اپنی سنن میں یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ قاضی اسماعیل بن اسحاق رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ میں امیر المؤمنین معتضد کے پاس حاضر ہوا، تو انھوں نے مجھے ایک کتاب دی، میں نے دیکھا کہ اس میں علما کی لغزشوں کو جمع کر کے بادشاہ کے لیے رخصت فراہم کی گئی ہے اور اس میں ہر عالم کی وہ دلیل بھی مذکور ہے، جس سے اس نے حجت پکڑی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ یا امیر المؤمنین! اس کتاب کا مصنف تو زندیق ہے۔ بادشاہ نے پوچھا کہ کیا اس میں جو احادیث ہیں، وہ صحیح نہیں ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ احادیث تو اپنی جگہ صحیح ہیں؛ لیکن جس نے کسی نشہ آور کو جائز کہا، اس نے متعہ کو جائز نہیں کہا اور جس نے متعہ کو جائز کہا، اس نے گانے اور نشہ آور کو جائز نہیں کہا، ہر عالم سے کوئی لغزش ہوتی ہے؛ لہٰذا جو ان کو جمع کرے اور ان کو اختیار کر لے، تو اس کا دین ہی رخصت ہو جاتا ہے۔ یہ سن کر بادشاہ نے اس کتاب کو جلا دینے کا حکم دیا اور وہ جلا دی گئی۔(۱)

امام احمد رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص ہر رخصت پر عمل کرے اور نبیذ کے بارے میں اہلِ کوفہ کا قول اور سماع کے بارے میں اہلِ مدینہ کا قول اور متعہ کے بارے میں اہلِ مکہ کا قول اختیار کر لے، تو وہ فاسق ہے۔(۲)

اور اصولِ فقہ کی معروف کتاب " المسودة " - جس کی تالیف علامہ مجد

---

(۱) السنن للبیهقي:۱۰/۲۱۱

(۲) البحر المحیط للزرکشي:۴/۶۰۲

الدین ابن تیمیہ رحمۃ اللہ نے شروع کی تھی، پھر ان کے صاحب زادے علامہ عبد الحلیم رحمۃ اللہ نے اس میں اضافہ کیا اور ان کے صاحب زادے علامہ شیخ الاسلام احمد ابن تیمیہ رحمۃ اللہ نے اس کی تکمیل کی - میں اسی قول کو امام احمد رحمۃ اللہ کے حوالے سے امام یحییٰ القطان رحمۃ اللہ کی جانب منسوب کیا ہے۔(۱)

ممکن ہے کہ یہ بات امام احمد رحمۃ اللہ نے امام یحییٰ رحمۃ اللہ سے سنی ہو اور اسی کو اپنا لیا ہو اور اپنی جانب سے بھی وہی بات فرمائی ہو، اس طرح یہ دونوں کا قول ہو گیا۔

امام خلال رحمۃ اللہ نے بہ حوالہ امام عبد الرزاق، حضرت معمر رحمہما اللہ سے اسی طرح کا قول نقل کیا ہے، ان کے الفاظ یہ ہیں:

" لو أن رجلاً أخذ بقول أهل المدينة في استماع الغناء و إتيان النساء في أدبارهن ، و بقول أهل مكة في المتعة ، والصرف و بقول أهل الكوفة في المُسكِر كان شَرَّ عِبادِ اللّٰه. "

(اگر کوئی شخص گانا سننے اور بیویوں سے پیچھے کی راہ سے جماع کے بارے میں اہلِ مدینہ کا اور نکاحِ متعہ اور سونے چاندی کی بیع میں زیادتی کے بارے میں اہلِ مکہ کا اور نشہ آور چیز یعنی نبیذ کے بارے میں اہلِ کوفہ کا قول اختیار کر لے، تو وہ اللہ کے بندوں میں سب سے بدتر بندہ ہوگا۔)(۲)

اسی لیے علما نے محض خواہشات کی پیروی میں متعدد ائمہ کے مسالک سے اپنے پسند کے احکام اختیار کر لینے اور ان میں رخصت کو تلاش کرنے، اسی طرح محض خواہشات کی پیروی میں مسلک کے بدلتے کو ناجائز قرار دیا ہے۔

---

(۱) المسودة:۴۶۳

(۲) الأمر بالمعروف للإمام الخلال:۲۰۹، التلخيص الحبير لابن حجر:۳۹۸/۳

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وقد نص الإمام أحمد- رحمہ اللہ -و غيره على أنه ليس لأحد أن يعتقد الشيء واجبا أو حراما ، ثم يعتقده غير واجب أو محرم بمجرد هواه...................

فمثل هذا ممن يكون في اعتقاده حل الشيء ، وحرمته ، و وجوبه ، وسقوطه بسبب هواه ، هو مذموم مجروح خارج عن العدالة ، و قد نص أحمد- رحمہ اللہ - وغيره على أن هذا لايجوز ."

(امام احمد رحمہ اللہ وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ کسی چیز کو واجب یا حرام سمجھے، پھر اسی کو محض اپنی نفسانی خواہش کی وجہ سے غیر واجب یا غیر حرام قرار دے دے...............(پھر اس کی مثالیں دے کر خلاصے کے طور پر کہتے ہیں) تو جو شخص اس قسم کے معاملات میں محض اپنی خواہش نفس کی وجہ سے کسی چیز کی حلت یا حرمت یا وجوب و جواز کا فیصلہ کرتا ہو، وہ نہایت ہی قابلِ مذمت و قابلِ جرح اور دائرۂ عدالت سے خارج ہے، امام احمد رحمہ اللہ وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ یہ عمل ناجائز ہے۔)(۱)

اسی طرح ایک اور مقام پر شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے جس میں کسی نے یہ پوچھا تھا :

''ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں؛ مگر اس عورت کے نکاح کا جو ولی تھا، وہ فاسق تھا اور بعض ائمہ کے نزدیک فاسق کی

---

(۱) الفتاوى الكبرى:۹۵/۵

ولایت کا اعتبار نہیں، تو کیا وہ ان ائمہ کے مسلک کے مطابق یہ قرار دے سکتا ہے کہ وہ نکاحِ فاسد تھا اور اس وجہ سے یہ تین طلاقیں بھی اس پر واقع نہیں ہوئیں؛ لہٰذا اس عورت سے وہ دوبارہ بلا حلالہ کے نکاح کر سکتا ہے؟"

اس کا جواب دیتے ہوئے آپ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

" وهذا القول يخالف إجماع المسلمين ، فإنهم متفقون على أن من اعتقد حل الشيء كان عليه أن يعتقد ذلك سواء وافق غرضه أو خالفه ، و من اعتقد تحريمه كان عليه أن يعتقد ذلك في الحالين. "

(یہ قول اجماعِ مسلمین کے خلاف ہے؛ کیوں کہ مسلمان اس بات پر متفق ہیں کہ جو شخص کسی بات کے حلال ہونے کا عقیدہ رکھتا ہے، تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس عقیدے پر رہے، خواہ اس کی غرض کے وہ موافق ہو یا اس کے خلاف اور جو شخص کسی چیز کے حرام ہونے کا عقیدہ رکھتا ہے، اس پر لازم ہے کہ وہ دونوں صورتوں میں اسی کا عقیدہ رکھے۔)(۱)

امام شاطبی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "الموافقات" میں اس پر تفصیلی کلام کیا ہے اور لکھا ہے کہ رخصتوں کا تلاش کرنا نفسانی خواہشات کی جانب میلان ہے اور شریعت میں اس سے منع کیا گیا ہے۔(۲)

علامہ شامی رحمہ اللہ نے " الفتاوی التاتارخانية " کے حوالے سے لکھا ہے کہ ایک صاحب جو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے لوگوں میں سے تھے، انھوں نے

---

(۱) الفتاوی الکبری:۳/۲۰۵

(۲) الموافقات:۵/۹۹

ایک محدث کی لڑکی کو پیغام نکاح دیا، ان محدث نے نکاح اس شرط پر منظور کیا کہ وہ صاحب حنفی مسلک چھوڑ دیں اور ان کا مسلک اختیار کر لیں۔ ان صاحب نے ایسا ہی کیا کہ اپنا مسلک چھوڑ کر ان کا مسلک اختیار کر لیا اور ان کی لڑکی سے شادی کر لی۔ یہ زمانہ امام ابوبکر جوزجانی رَحِمَہُ اللّٰہُ کا تھا، ان سے یہ مسئلہ معلوم کیا گیا، تو انھوں نے فرمایا کہ نکاح تو ہو گیا؛ مگر مجھے خوف ہے کہ نزع کے وقت کہیں اس کا ایمان سلب نہ ہو جائے؛ کیوں کہ اس نے اس مسلک کا استخفاف کیا، جس کو وہ حق سمجھتا تھا اور اسے محض ایک دنیا کی ناپاک چیز یعنی عورت کی خاطر چھوڑ دیا۔(۱)

الغرض ہوائے نفسانی کی بنا پر مسلک بدلنا اور ائمہ کے مسالک میں سے رخصتوں کو تلاش کرنا جائز نہیں اور غلو فی الدین کا سبب ہے۔ ہاں! اگر کوئی عالم جو دلیل کو سمجھنے کی اہلیت رکھتا ہے، وہ کسی دلیل کی وجہ سے یا ضرورتِ شرعیہ کی وجہ سے ایسا کرتا ہے، تو وہ جائز ہے، جیسا کہ ہمارے ائمہ نے خود فرمایا: ”یہ ناجائز ہونا اس وقت ہے، جب کہ کسی غرضِ صحیح کی بنا پر نہ ہو۔“(۲)

نیز شامی رَحِمَہُ اللّٰہُ کہتے ہیں کہ اس معاملے میں تعصب نہ برتنا چاہیے؛ ورنہ ائمۂ کرام کی برکات سے محروم ہو جائیں گے۔

امام ابن تیمیہ رَحِمَہُ اللّٰہُ فرماتے ہیں:

”و أما إذا تبين له ما يوجب رجحان قول على قول إما بالأدلة المفصلة إن كان يعرفها ، و يفهمها ؛ و إما بأن ترى أحد رجلين أعلم بتلك المسئلة من الآخر ، أو هو أتقى لله فيما يقول ، فيرجع عن قول إلى قول فهذا يجوز

(۱) رد المحتار:۸۰/۴

(۲) رد المحتار:۱۴۸/۷

بل يجب ، و نص الإمام أحمد على ذلك ."

(لیکن اگر آدمی کے سامنے ایک قول کا دوسرے قول پر راجح ہونا ظاہر ہو جائے، خواہ مفصل دلائل کی وجہ سے، جب کہ وہ دلائل کو جانتا اور سمجھتا بھی ہو، یا یہ کہ تم دیکھو کہ دو اماموں میں سے ایک، اس مسئلے کا زیادہ علم رکھنے والا ہے، یا وہ زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہے؛ اس لیے وہ ایک قول سے دوسرے قول کی جانب رجوع کرتا ہے، تو یہ جائز ہے؛ بل کہ واجب ہے۔)(۱)

الغرض دین کو اپنے مقاصد یا اپنی خواہشات کا تابع بنانا کسی طرح جائز نہیں؛ بل کہ دین میں نفسانی خواہشات کا دخل خود ایک بے دینی کی بات ہے۔

عقل پرستی

ایک اور سبب غلو فی الدین کی بیماری کا عقل پرستی اور عقل کو حاکمیت کے درجے پر فائز کر دینا ہے۔ چناں چہ ماضی میں متعدد باطل فرقوں کا جنم اسی غلط نظریے وفکر کا مرہونِ منت ہے، چناں چہ "معتزلہ" و "قدریہ"، "جہمیہ" وغیرہ فرقوں کا سب سے بڑا نظریہ یہی تھا کہ عقل کے خلاف کوئی بات قابل قبول نہیں؛ لہٰذا انھوں نے اللہ کی صفات میں بے جا تاویلات سے کام لیا اور بہت سے حقائق کو توڑ مروڑ کر اس کو بے جان کر دیا اور عصرِ حاضر میں بھی جدت پسند و جدید تعلیم یافتہ طبقے میں یہی بیماری پرورش پا رہی ہے۔

یہ لوگ قرآن و حدیث کے قبول کرنے اور ان کے حقائق و احکام کی صحت کے لیے اپنی عقل کو معیار مانتے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ عقل سے جو بات سمجھ میں آئے، وہ

---

(۱) دیکھو: الفتاوی الکبری:۵/۹۵

حق اور جو اس کے خلاف ہو وہ قابل تاویل یا قابل رد ہے؛ لہٰذا ان کے نزدیک حق و باطل کا معیار عقل ہے، اس کو انھوں نے قرآن و حدیث اور علوم دین پر حاکم بنایا ہوا ہے اور اس باطل نظریے و فکر کی بنیاد پر ان لوگوں نے آخرت میں رؤیت باری، حشر اجسام، صراط، میزان، عذاب و ثوابِ قبر وغیرہ حقائق کو تاویل کے پردے میں رد کر دیا۔ وجہ صرف یہ کہ یہ باتیں ان کی عقل میں نہیں آتی تھیں، گویا ان لوگوں نے عقل کو شریعت پر حاکم بنا دیا کہ جو عقل کہے، اس کو مانیں گے اور جو عقل نہ مانے، اس کو یہ بھی نہیں مانیں گے، اس طرح ان لوگوں نے غلو فی الدین کا دروازہ کھول دیا۔

عقل کو شریعت پر حاکم بنانا سنگین غلطی ہے

عقل کو دین و شریعت پر حاکم بنا دینا کس قدر سنگین غلطی ہے؟ اس کا اندازہ ان لوگوں کو نہیں ہے؛ ورنہ ان کا طرزِ فکر یہ نہ ہوتا؛ کیوں کہ اس کا حاصل تو یہ نکلا کہ اگر شریعت کا حکم عقل نے مانا، تو وہ قابلِ قبول ہے؛ ورنہ قابلِ رد۔ تو پھر سوال یہ ہے کہ حضرات انبیا کے مبعوث ہونے اور آسمانی صحائف کے نازل کیے جانے کی کیا ضرورت تھی؟

بات یہ ہے کہ اسلامی نقطۂ نظر سے عقل نہ بالکل بے کار چیز ہے اور نہ اس قدر قابلِ اعتبار کہ ہم اس کو دین و شرع پر حاکم قرار دے دیں اور اسلام نہ عقل کے خلاف ہے اور نہ عقل کو برتنے کا منکر؛ بل کہ اسلام سب سے زیادہ معقول مذہب اور عقل سے کام لینے کا برملا و تاکیدی حکم دیتا ہے؛ مگر عقل کو برتنے کا یہ مطلب نہیں کہ ہر انسان کی عقل کو حاکم تسلیم کر لیا جائے اور جو بات اس کی عقل میں نہ آئے، اس کو رد کر دیا جائے۔ ظاہر ہے کہ اگر عقل کے استعمال کا یہ مطلب ہو، تو پھر دنیا و دین کی کسی بھی چیز کا کوئی ثبوت نہ ہو سکے گا؛ کیوں کہ تمام انسانوں کی عقل ایک درجے و معیار کی نہیں ہے؛ لہٰذا

اگر ہر کوئی کسی بھی بات کو یہ عذر بیان کر کے رد کر دے کہ میری سمجھ میں نہیں آتی، تو کیا اس کو عقل کا تقاضا کہا جائے گا یا یہ کہ ظن وگمان کی پیروی کا نام دیا جائے گا؟ ظاہر ہے کہ حقائق کو یہ کہہ کر رد کرنا محض اتباعِ ظن ہے، جس سے منع کیا گیا ہے۔

چناں چہ قرآن میں اتباعِ ظن سے منع فرمایا گیا:

﴿اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ﴾ (النجم: ۲۸)

(یہ لوگ نہیں اتباع کرتے؛ مگر صرف اپنے خیال کا۔)

اور دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا﴾ (یونس: ۳۶)

(اور ان میں سے اکثر لوگ صرف اپنے خیال کی اتباع کرتے ہیں۔)

یہ اتباعِ ظن بھی دراصل جہالت کی ہی ایک شاخ ہے؛ کیوں کہ اندازے وتخمینے کا درجہ سوائے ناواقفیت کے کچھ نہیں؛ لہٰذا قرآن وحدیث کے مقابلے میں عقل کا استعمال دراصل عقل کا استعمال نہیں؛ کیوں کہ قرآن وحدیث عقل کے خلاف کبھی نہیں ہو سکتے۔ ہاں! یہ ہو سکتا ہے کہ ایک شخص اپنی بے عقلی کو عقل سمجھ جائے اور اسی کا اتباع کر کے حقائق کو ٹھکرائے اور باطل وغلط باتوں کو دل سے لگالے؛ یہاں تک کہ اسے اچھے وبرے اور حق وباطل کے مابین امتیاز ہی نہ رہے۔ اس لیے قرآن اس کو رد کرتا ہے اور اس کو اتباعِ ظن قرار دیتا ہے۔

عقل کی ایک عمدہ مثال

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ نے عقل کی ایک بہترین مثال دی ہے، جس سے اس کا درجہ ومقام بھی معلوم ہوگا اور اس کی حدود کا بھی پتہ چلے گا۔ اسے میں اپنے الفاظ میں بیان کرتا ہوں، وہ یہ کہ عقل کی مثال ایسی ہے جیسے پہاڑ پر

چڑھانے کے لیے گھوڑا؛ نیز اس سلسلے میں تین قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں: ایک تو وہ جو گھوڑے پر سوار ہو کر پہاڑ تک پہنچیں اور پھر پہاڑ پر بھی اسی پر سوار ہو کر چڑھنے لگیں، دوسرے وہ جو یہ سوچ کر کہ گھوڑا پہاڑ پر چڑھائی کے لیے تو کام نہیں دیتا؛ لہٰذا گھر سے بھی اس پر سوار ہو کر جانے کی کیا ضرورت ہے؟ وہ گھر ہی سے پیدل چل پڑے، یہ بھی غلطی پر ہے؛ کیوں کہ وہ گھر سے پیدل چل کر پہاڑ پر چڑھنے سے پہلے ہی تھک جائے گا اور پہاڑ پر چڑھنے سے رہ جائے گا اور تیسرے وہ جو پہاڑ پر چڑھنے کے لیے اپنے گھر سے نکلتا ہے اور گھوڑے پر سوار ہو کر پہاڑ تک پہنچتا ہے اور پہاڑ کے پاس اس سے اتر کر پہاڑ کی چڑھائی کو عبور کرتا ہے۔

ان تین شخصوں میں سے پہلے دو کی رائے غلط ہے: پہلے کی تو اس لیے کہ اس نے گھوڑے کو گھر سے پہاڑ تک جانے کے لیے بھی اور پھر پہاڑ پر چڑھائی کے لیے بھی دونوں کے لیے مفید و کارآمد سمجھا، حال آں کہ یہ صحیح نہیں ہے؛ کیوں کہ کسی نہ کسی جگہ سیدھی چڑھائی پر یہ سوار شخص اور وہ گھوڑا دونوں گر سکتے ہیں اور دونوں کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے اور دوسرا اس لیے غلطی پر ہے کہ اس نے گھوڑے کو دونوں جگہ بے کار سمجھ لیا، حال آں کہ گھر سے پہاڑ تک اس کو استعمال کر سکتا تھا اور تیسرے کی رائے صحیح ہے، جس نے پہاڑ تک گھوڑے کو استعمال کیا اور پہاڑ پر خود چڑھا اور یہ سمجھا کہ گھوڑا سڑک پر چلنے کے کام تو آسکتا ہے؛ مگر پہاڑ پر چڑھنے کے لیے کارآمد نہیں۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اس مثال کو دے کر فرماتے ہیں:

”یہی حال عقل کا ہے کہ عقل سے بالکل کام نہ لینا بھی حماقت ہے اور اخیر تک کام لینا بھی غلطی ہے۔ بس عقل سے اتنا کام لو کہ توحید و رسالت کو سمجھو اور کلام اللہ کا کلام اللہ ہونا معلوم کر لو، اس سے آگے فروع میں عقل سے کام نہ لینا چاہیے؛ بل کہ اب خدا اور رسول کے

آگے گردن جھکا دینی چاہیے، چاہے ان کی حکمت، عقل میں آئے یا نہ آوے۔"(۱)

اس مثال سے معلوم ہوا کہ عقل اللہ کی ایک ایسی نعمت ہے، جس سے انسان ضرورت کے مواقع پر اسے حدود میں استعمال کرے، تو بڑا فائدہ ہوتا ہے؛ لیکن اگر اس کو موقعہ و بے موقعہ استعمال کرے، تو نتائج غلط رونما ہو سکتے ہیں۔ جیسے آج کل کے مدعیانِ عقل نے عقل کو ہر جگہ استعمال کرتے ہوئے دھوکہ کھایا ہے۔

عقل پرستی کے خطرناک نتائج

عقل پرستی کے اس رجحان نے دین میں غلو کا ایک طول طویل سلسلہ جاری کر دیا اور مختلف قسم کے عقل پرستوں نے مختلف امور میں اس کا مظاہرہ کیا ہے۔ مثلاً:

(۱) ایک یہ کہ ان لوگوں نے معجزاتِ انبیا کا انکار کیا یا ان کی ایسی تاویل کی، جس سے ان کی حقیقت ہی فوت ہو گئی۔

(۲) بعض مدعیانِ عقل نے اسلامی عقائد میں عقل چلانے کی کوشش کی اور مضحکہ خیز باتوں کا ایک طومار جمع کر دیا۔

جیسے ملائکہ کے بارے میں کہا کہ اگر یہ کوئی جوہر دالی مخلوق ہوتی، تو محسوس ہوتی؛ مگر ہم اس کو کبھی محسوس نہیں کرتے؛ لہٰذا ملائکہ کا کوئی وجود ہی نہیں اور بعض نے انکار تو نہیں کیا؛ مگر ان کی تاویل یہ کی کہ ملائکہ سے مراد "روحانی قوت" ہے۔ اسی طرح جنات و شیاطین کا انکار کیا؛ یا بے ہودہ تاویلات سے کام لیا۔

اور جیسے معراج کے واقعے کی تکذیب کر دی اور اس تکذیب کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ عقل میں نہیں آتا یا یہ کہ عقل کے خلاف ہے۔

---

(۱) وعظ: تفصیل الدین: مندرجہ خطبات حکیم الامت رحمہ اللہ: ۸۵/۳-۸۶

اسی طرح عذابِ قبر کا اس لیے انکار کیا کہ وہ نظر نہیں آتا اور جو نظر نہ آئے، وہ کیسے مان لیں؟ یہ بھی ان عقل پرستوں کی بے عقلی کا نتیجہ ہے؛ ورنہ خود عقل یہی کہتی ہے کہ بہت سی چیزیں نظر نہیں آتیں؛ مگر ان کو مانا جاتا ہے۔ جیسے خود انسان کی روح، وہ موجود تو ہے؛ لیکن نظر نہیں آتی۔

(۳) بعض نے بعض شرعی احکامات کا مدار اپنے ذہن و عقل سے تراشیدہ مصلحتوں پر سمجھ کر ان احکامات کو ان مصلحتوں کے تابع کر دیا۔

مثلاً وضو کی حکمت و مصلحت نظافت قرار دے دی اور یہ سمجھا کہ اگر کسی کو پہلے سے نظافت حاصل ہے، تو نماز کے لیے وضو کی کوئی ضرورت نہیں۔

بعض نے یہ کہا کہ نماز کی مصلحت کسرتِ بدن و ریاضتِ جسمانیہ ہے؛ لہٰذا اصل مقصود یہ ورزش و کسرت ہے، خواہ کسی بھی طریقے سے حاصل ہو جائے، لہٰذا اگر کوئی یوگا (Yoga) کے ذریعے اسے حاصل کر لے، تو نماز ادا ہو گئی۔

بعض نے کہا کہ نماز کا مقصود تہذیب و ترتیب و تنظیم ہے اور یہ ایک ٹریننگ کورس ہے۔

بعض نے قربانی کو غیر ضروری؛ بل کہ خلافِ عقل کہہ کر رد کر دیا اور کہنے لگے کہ عیدِ قربان کے ایک دو دنوں میں لاکھوں جانوروں کو ذبح کرنے کے بہ جائے اس رقم کو کسی مصرفِ خیر میں لگانا عقل کا تقاضا ہے۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ نے اپنی کتاب "الانتباہات المفیدۃ" میں اس قسم کی ذہنیت رکھنے والوں کا حال بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

"بعض نے ان میں یہ غلطی کی ہے کہ احکام کو مقصود بالذات نہیں سمجھا؛ بل کہ ہر حکم کی اپنی رائے سے حکمت نکال کر اس حکم کو مقصود سمجھا اور ان حکمتوں اور مصلحتوں کو دوسرے طرق سے حاصل کر سکنے کے بعد پھر ان

احکام کی ضرورت نہیں سمجھی۔ مثلاً نماز میں تہذیبِ اخلاق کو اور وضو میں صرف تنظیف کو اور روزے میں تعدیلِ قوتِ بہیمیہ کو اور زکوۃ میں ایسے لوگوں کی دست گیری کو جو ترقی کے ذرائع پر قادر نہیں اور حج میں اجتماع تمدنی اور ترقی و تمرنِ تجارت کو اور تلاوتِ قرآن میں صرف مضامین پر مطلع ہونے کو اور دعا میں صرف نفس کی تسلی کو اور اعلائے کلمۃ اللہ میں صرف امن و آزادی کو مصلحت قرار دے کر جب ان مصالح کی ضرورت نہ رہی یا وہ مصالح دوسرے اسباب سے حاصل ہو سکیں، ان حالتوں میں ان احکام کو لایعنی قرار دیا اور نفس کو جب اتنا سہارا ملا، پھر مصالح کے حصول کا بھی انتظار نہ رہا، بالکل ان کو چھوڑ کر معطل ہو بیٹھے۔"(۱)

عقل پرستوں کی بے راہ روی کی بنیادیں

یہاں یہ ذکر کر دینا بھی مناسب ہے کہ عام طور پر ان مدعیانِ عقل و دانش کی چند بنیادی اغلاط ہیں، جن کی وجہ سے وہ دوسروں سے ہٹ کر اپنا ایک الگ نظریہ قائم کر لیتے ہیں، حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ نے ان ہی لوگوں کی خاطر ایک رسالہ "الانتباہات المفیدۃ فی حل الاشکالات الجدیدۃ" تحریر فرمایا ہے، جس کا مطالعہ ایسے لوگوں کے لیے ناگزیر ہے۔

میں یہاں اختصاراً چند بنیادی امور پیش کرتا ہوں، جن میں ان لوگوں کو غلطی لگتی ہے۔

(۱) ان لوگوں کی ایک بنیادی غلطی یہ ہے کہ یہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ کسی چیز کا سمجھ میں نہ آنا یعنی اپنی عقل میں نہ آنا، اس کے باطل ہونے کی دلیل ہے؛ حال آں کہ یہ

---

(۱) الانتباہات المفیدۃ:۶۵

بات اصولاً بالکل غلط ہے؛ کیوں کہ بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں، جو ہر کس وناکس کی سمجھ میں نہیں آتیں؛ مگر ان کو ہر ذی عقل وہوش تسلیم کرتا ہے۔ مثلاً موجودہ دور میں عجیب وحیرت انگیز ایجادات میں سے کتنی ایسی ہیں! جو ہر شخص کی عقل میں پوری طرح نہیں آتیں: ٹی وی، کمپیوٹر، انٹرنیٹ وغیرہ۔ تو کیا یہ کہا جائے گا کہ یہ باطل ہیں؟ یا یہ کہا جائے گا کہ یہ عقل کے خلاف نہیں؛ مگر فلاں کی عقل کی کمزوری کی وجہ سے اس کی سمجھ میں نہیں آتیں!

اسی طرح دین وشرع میں اگر کوئی بات سمجھ میں نہ آئے، تو یہ تو کہا جا سکتا ہے کہ فلاں کی عقل میں کمزوری کی وجہ سے اس کو سمجھ میں نہیں آئی؛ مگر یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ یہ چیز باطل ہے۔

جیسے پل صراط کے بارے میں شریعت میں بتایا گیا ہے کہ وہ بال سے باریک اور تلوار سے تیز ہے اور لوگوں کو اس پر چلنا پڑے گا۔ اگر کسی کی عقل میں یہ بات نہ آئے تو یہ غلط ہونے کی دلیل نہیں ہے؛ لہٰذا جو لوگ عقل میں نہ آنے کی وجہ سے اس کو باطل کہتے ہیں، وہ انتہائی غلطی پر ہیں۔

(۲) دوسرے یہ کہ یہ لوگ عموماً خلافِ عقل اور خلافِ عادت کے درمیان فرق نہیں کرتے؛ بل کہ دونوں کو ایک سمجھنے کی بنیادی واساسی غلطی میں مبتلا رہتے ہیں، جس کی وجہ سے بہت سی ایسی باتوں کا انکار کر جاتے ہیں، جو محض خلافِ عادت ہوتی ہیں، خلافِ عقل نہیں ہوتیں۔

جیسے بعض جدت پسندوں یا عقل کے مدعیوں نے واقعۂ معراج کا اور دیگر معجزات کا اسی لیے انکار کر دیا کہ یہ ان کے نزدیک خلافِ عقل ہیں؛ حال آں کہ یہ خلافِ عقل نہیں، خلافِ عادت ہیں یعنی عام طور پر ایسا نہیں ہوتا، بل کہ کبھی کبھی جب اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں ایسے کام حضرات انبیا کے ہاتھوں صادر کرا دیتے ہیں، روز روز

ایسے واقعات نہیں ہوا کرتے۔

جو بات بار بار نہ ہو، وہ خلافِ عادت کہلاتی ہے اور خلافِ عادت کام کے واقع ہو جانے پر کوئی اشکال نہیں ہونا چاہیے، جیسے جب تک دنیا میں ہوائی جہاز کا وجود نہیں ہوا تھا، اس وقت تک ہوائی جہاز کی اڑان کو ایک خلافِ عادت واقعہ تو کہہ سکتے ہیں؛ مگر خلافِ عقل نہیں کہہ سکتے، اگر یہ خلافِ عقل ہوتا؛ تو اس کا وجود و وقوع کیسے ہو گیا؟

(۳) تیسرے یہ کہ علت و حکمت کا فرق یہ لوگ نہیں جانتے، جس کی وجہ سے دونوں کے ساتھ یکساں معاملہ کرتے ہیں اور علت کی طرح مدارِ احکام، حکمت کو بھی سمجھتے ہیں؛ حال آں کہ یہ غلط ہے؛ کیوں کہ مدارِ احکام، علت ہوا کرتی ہے، حکمت مدارِ احکام نہیں۔

مثلاً نماز کے مشروع ہونے کی علت تو اللہ کا حکم ہے کہ حکم ہوا اور نماز فرض ہوئی، یہ الگ بات ہے کہ اس حکم خداوندی میں کیا کیا مصلحتیں و حکمتیں ہیں؟ نماز سے یہ مصلحتیں حاصل نہ ہوں یا کسی اور ذریعے سے بھی حاصل ہو جائیں، بہ ہر صورت نماز فرض رہے گی۔ یہ لوگ حکمت ہی کو علت سمجھتے اور اس حکمت کے ہونے یا نہ ہونے کو حکم کا مدار قرار دیتے ہیں، جو کہ بداہۃً غلط ہے۔ اسی طرح وضو، زکاۃ، حج و عمرہ، قربانی وغیرہ کی حکمتوں کو علت کا درجہ دے کر گمراہی کا شکار ہو جاتے ہیں۔

(۴) اور ایک غلطی ان لوگوں کی یہ ہے کہ جو چیز موجود ہو، اس کے محسوس و مشاہد ہونے کو لازم سمجھتے ہیں اور اگر وہ چیز محسوس و مشاہد نہیں ہے، تو اس کو موجود بھی نہیں سمجھتے۔ یہ بھی ایک عجیب مغالطہ ہے، حال آں کہ خود ان کو بھی معلوم ہے کہ ان کی روح موجود ہے، جو مشاہد نہیں۔ کیا روح کے مشاہد نہ ہونے کی وجہ سے یہ کہنا صحیح ہوگا کہ روح موجود نہیں؟ نہیں اور ہرگز نہیں! تو پھر نظر میں نہ آنے کی وجہ سے عذابِ قبر و ملائکہ و جنات وغیرہ کا انکار کیوں کر درست ہو سکتا ہے؟

(۵) ایک اور غلطی ان لوگوں کی یہ ہے کہ دلیل ونظیر میں فرق نہیں کرتے اور کسی چیز کے ثبوت کے لیے جس طرح دلیل کی ضرورت ہوتی ہے، یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ اس کے لیے نظیر و مثال بھی لازم وضروری ہے۔

حال آں کہ کسی چیز کے ثابت کرنے کے لیے دلیل کافی ہوتی ہے اور جب کسی چیز کی دلیل بیان کردی جائے، تو اس سے چیز کا ثبوت ہو جائے گا، مثال ونظیر پر اس کا ثبوت موقوف نہیں؛ مگر ان عقل پرستوں کا بھی عجیب حال ہے کہ کسی چیز کے ثبوت کے لیے مثال کا مطالبہ کرتے ہیں۔ مثلاً یہ لوگ کہتے ہیں کہ معراج کا واقعہ ایسا ہے کہ اس کی کوئی مثال اس سے پہلے نہیں ملتی؛ لہٰذا یہ واقعہ ثابت نہیں اور غلط ہے۔ حال آں کہ یہ بات خود عقل کے خلاف ہے؛ کیوں کہ اگر کسی بھی چیز کے ثابت ہونے کے لیے مثال دینا ضروری ہو، تو پھر کوئی بھی چیز حتی کہ یہ دنیا و کائنات بھی ثابت نہیں ہو سکتی؛ کیوں کہ سب جانتے ہیں کہ اس دنیا کے وجود سے پہلے کوئی دنیا نہیں تھی، اسی طرح کوئی سورج و چاند کی نظیر و مثال کا مطالبہ کرے اور کہنے لگے کہ میں سورج و چاند کو اسی وقت مانوں گا، جب اس کی کوئی مثال دی جائے، تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ کبھی سورج و چاند کا قائل نہ ہو؛ لہٰذا یہ اصول ہی غلط ہے کہ کسی چیز کے ثبوت کے لیے دلیل کے بہ جائے نظیر و مثال کا مطالبہ کیا جائے۔

اس لیے معلوم ہونا چاہیے کہ کسی چیز کے ثبوت کے لیے دلیل کا مطالبہ تو کیا جا سکتا ہے؛ مگر نظیر کا مطالبہ کرنا غلط ہے۔

الغرض عقل پرستی کے دعوے کے باوجود، یہ لوگ خود بہت سی باتیں خلافِ عقل و دانش کہہ جاتے ہیں، جو ان کی غلط فہمی کا راز ہے۔

شریعت کے احکام خلافِ عقل نہیں

اوپر کی اس تفصیل سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ شریعت کے احکام خلافِ عقل ہوتے یا

ہو سکتے ہیں، یا احکام شریعت میں کوئی حکمت و مصلحت نہیں ہوتی۔ نہیں؛ بل کہ ہمیں یہاں کہنا اور بتانا یہ ہے کہ ہر کس و ناکس اپنی اپنی عقل سے احکام کو عقل کی بنیاد پر پرکھنے لگے اور اس پر احکام کے رد و قبول کا مدار رکھے، تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ دین و شریعت ایک کھیل ہو کر رہ جائیں گے؛ بل کہ اس کے اصول و ضوابط کے مطابق کام کرنا چاہیے۔

لہٰذا اولاً تو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ قانونِ شریعت کا اعجاز ہے کہ اس میں معقولیت و عقلیت پسندی پائی جاتی ہے، اس کا کوئی حکم خلافِ عقل نہیں اور نہ حِکَم و اسرار سے خالی ہے۔ چناں چہ حضراتِ علما و ائمہ نے قانونِ شریعت کی معقولیت کو اپنی تصانیف و تالیفات میں پوری شرح و بسط کے ساتھ واضح کیا ہے۔

امام غزالی، امام رازی، علامہ ابن تیمیہ، علامہ ابن القیم اور پھر حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی اور حضرت مولانا قاسم نانوتوی پھر حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہم اللہ وغیرہ نے اس پہلو پر سیر حاصل بحثیں فرمائی ہیں۔

علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ نے کیا خوب فرمایا:

" لا یوجد نص یخالف قیاساً صحیحا ؛ کما لا یوجد معقول صریح یخالف المنقول الصحیح. "

(کوئی نص ایسی نہیں ملتی، جو قیاسِ صحیح کے خلاف ہو، جس طرح کہ کوئی صریح معقول ایسا نہیں ملتا، جو منقولِ صحیح کے خلاف ہو۔)(۱)

نیز ایک اور موقعے پر فرماتے ہیں:

"ما عُلِمَ بصریح العقل لا یُتَصَوَّرُ أن یُعارِضَه الشرعُ البتةَ؛ بل المنقول الصحیح لا یعارضه معقول صریح قط."

---

(۱) الفتاوی الکبری:۱/۱۵۸، إقامة الدلیل علی إبطال التحلیل:۴/۱۸۶

(جو بات عقلِ صریح سے معلوم ہو، اس میں یہ بات متصور ہی نہیں ہوسکتی کہ شرع اس کے معارض ہو؛ بل کہ معقولِ صریح کے خلاف منقولِ صحیح کبھی نہیں ہوسکتا۔)(۱)

اور علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے یہ بھی فرمایا ہے:

" وقد تدبرت ما أمكنني من أدلة الشرع فما رأيت قياسا صحيحا يخالف حديثاً صحيحاً؛ كما أن المعقول الصريح لا يخالف المنقول الصحيح. "

(میں نے دلائلِ شرع میں جس قدر ممکن تھا غور کیا، پس میں نے کوئی قیاسِ صحیح ایسا نہیں پایا، جو حدیثِ صحیح کے خلاف جاتا ہو، جیسے کہ بلاشبہ معقولِ صریح، منقولِ صحیح کے خلاف نہیں ہوتا۔)(۲)

اور علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "إعلام الموقعين" میں ایک فصل مستقل اس عنوان پر قائم فرمائی ہے:" فصل في بيان أنه ليس في الشريعة شيء على خلاف القياس "(یہ فصل اس بیان میں ہے کہ شریعت میں کوئی بات خلافِ عقل نہیں)

اسی فصل میں بہت طویل کلام کے بعد آخر میں فرماتے ہیں:

" فهذه نبذة يسيرة تطلعك على ما ورائها من أنه ليس في الشريعة شيء يخالف القياس ، ولا في المنقول عن الصحابة الذي لا يعلم لهم فيه مخالف ، و أن القياس الصحيح دائر مع أوامرها ، و نواهيها وجودا ، و عدما ؛

---

(۱) درء تعارض العقل والنقل :۸۳/۱

(۲) مجموع الفتاوی:۲۰/۵۶۷

کما أن المعقول الصحیح دائر مع أخبارها وجودا ، و عدما ، فلم یخبر الله رسوله بما یناقض صریح العقل ، و لم یشرع ما یناقض المیزان ، والعدل. "

(یہ چند چیزیں ہیں جن سے معلوم ہوگا کہ نہ شریعت میں کوئی شے خلافِ عقل ہے اور نہ ہی صحابہ سے منقول متفق علیہ کسی بات میں اور یہ کہ قیاسِ صحیح اس کے اوراوامر ونواہی کے ساتھ وجوداً وعدماً دائر ہے، جس طرح معقولِ صحیح اس کے اخبار کے ساتھ وجوداً وعدماً دائر ہے؛ لہٰذا اللہ نے اپنے رسول کو ایسی بات کی خبر نہیں دی، جو عقل صریح کے خلاف ہو اور نہ ایسی چیز کو شروع کیا، جو عدل وانصاف کے مناقض ہو۔)(۱)

اسی طرح حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رَحِمَہُ اللّٰہ نے" حجة الله البالغة" کے مقدمے میں فرمایا:

"بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ احکام شرعیہ میں مصلحتوں کی رعایت نہیں کی گئی ہے اور اعمال میں اور ان کی جو اللہ نے جزا مقرر کی ہے، اس میں کوئی مناسبت نہیں ہے اور شریعت کا مکلف بنانا ایسا ہی ہے جیسے آقا اپنے غلام کی عبدیت وغلامی کا امتحان لینا چاہتا ہے، تو کبھی پتھر اُٹھانے یا کسی درخت کو چھونے کا حکم دیتا ہے، جس میں کوئی فائدہ نہیں ہوتا، سوائے اس کے کہ امتحان ہو جائے، جب وہ اطاعت کرتا ہے یا مخالفت کرتا ہے، تو اس کے مطابق اس کو بدلہ دیا جاتا ہے؛ مگر یہ گمان وخیال فاسد ہے، جس کی حدیث وخیر القرون کا اجماع تکذیب کرتے ہیں۔"(۲)

(۱) إعلام الموقعین:۲/۸۷

(۲) حجة الله البالغة:۱/۴-۵

معلوم ہوا کہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے، جس کے تمام احکام عین عقل کے موافق ہیں اور ان میں حکم و اسرار کا لحاظ بھی ہے؛ لیکن غور کیجیے کہ کس قدر فرق ہے احکامِ الٰہیہ وقواعدِ شرعیہ کے اس عقلی تجسس میں؟ جو ان احکام کو مانتے ہوئے اس لیے جاری رکھا جائے کہ اللہ کے احکام کی حکمتوں کو سمجھا جائے اور اپنے ایمان میں اضافہ کیا جائے اور اس عقلی تجسس میں جس کا منشا احکام کے رد و قبول کے لیے اس کو معیار قرار دینا ہو؛ تاکہ سمجھ میں آجائے تو مان لیا جائے؛ ورنہ ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا جائے۔

یاد رکھنا چاہیے کہ مسلمان عقلی و تجربی حکمتوں و مصالح پر ایمان نہیں لاتا؛ بل کہ وہ بلا کسی شرط کے اللہ و رسول پر ایمان لاتا ہے، خواہ کوئی حکمت سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔

تقلیدِ آبا یا اتباعِ عادات

غلو فی الدین کی ایک اہم وجہ تقلیدِ آبا یا اتباعِ عادات ہے۔ ایک جانب قرآن و سنت کا حکم ہو اور دوسری جانب آبا و اجداد کا طریقہ ہو یا لوگوں میں پھیلا ہوا رسم و رواج ہو، تو اہلِ سنت کا موقف یہ ہے کہ ہمیں قرآن و سنت کے طریقے کو ماننا اور اسی پر چلنا ہے؛ مگر گمراہوں کا طریقہ یہ ہے کہ وہ تقلیدِ آبا کو اور اپنے معاشرے کے رسم و رواج کو دلیل بناتے اور قرآن و سنت کو اس کا تابع بناتے ہیں، یہ حدود سے باہر نکلنا ہے، جس کو غلو کہا جاتا ہے؛ حال آں کہ اس پر قرآن نے کفار کی مذمت کی ہے۔

رسم و رواج وہاں قابلِ احترام ہو سکتا ہے، جہاں اس کے خلاف نص اور قرآن و حدیث کے واضح بیانات نہ ہوں۔ جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ موجود ہو، قرآن کے واضح ارشادات موجود ہوں، وہاں رسم و رواج سے حجت پکڑنا باطل فرقوں کا طریقہ ہے۔

کفار ومشرکین کا طریقہ

اور یہی کفار ومشرکین کا بھی طریقہ تھا، قرآنِ پاک میں مذکور ہے :

﴿ وَ إِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَآ أَنزَلَ اللّٰهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا أَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَّ لَا يَهْتَدُونَ ﴾ (البقرۃ : ۱۷۰)

(اور جب ان (کفار ومشرکین) سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی جانب سے نازل کردہ دین وشریعت کی اتباع کرو، تو وہ کہتے ہیں کہ بلکہ ہم تو اس طریقے کی اتباع کریں گے، جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ہے۔ کیا اگرچہ کہ ان کے باپ دادا کسی چیز کی عقل نہ رکھتے ہو اور ہدایت یافتہ بھی نہ ہوں) (تب بھی ان کے طریقے کی اتباع کریں گے؟)

معلوم ہوا کہ یہ تقلیدِ آباء و اتباعِ عادات کی بیماری دراصل کفار ومشرکین کی بیماری ہے، جس کی وجہ سے وہ گمراہی کا شکار ہوگئے اور ہدایت الٰہی سے محروم رہے۔

قرآن نے متعدد جگہ کفار کے اس طرزِ عمل کا ذکر کیا ہے اور اس کی مذمت کی ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کا بھی یہی طرزِ عمل ذکر کیا، فرمایا :

﴿ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ إِبْرٰهِيمَ ۝ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَ قَوْمِهِ مَا تَعْبُدُونَ ۝ قَالُوا نَعْبُدُ أَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِينَ ۝ قَالَ هَلْ يَسْمَعُونَكُمْ إِذْ تَدْعُونَ ۝ أَوْ يَنفَعُونَكُمْ أَوْ يَضُرُّونَ ۝ قَالُوا بَلْ وَجَدْنَا اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُونَ ﴾ (الشعراء : ۶۹-۷۴)

(آپ ان لوگوں کے سامنے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ

بیان کیجیے، جب انھوں نے اپنے باپ اور قوم کے لوگوں سے کہا کہ تم کس کی عبادت کرتے ہو؟ کہا کہ ہم تو بتوں کی عبادت کرتے ہیں اوران کے سامنے جمے بیٹھے رہتے ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا یہ بت تمھاری بات سنتے ہیں، جب تم ان کو پکارتے ہو؟ یا تمھیں کچھ نفع پہنچا سکتے یا نقصان دے سکتے ہیں؟ کہنے لگے کہ بل کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو اسی طرح کرتے پایا ہے۔)

یعنی عقل ونقل کی کوئی دلیل ان کے پاس اپنے اس بدترین کام کی نہیں تھی، بس حوالہ کچھ تھا، تو یہ تھا کہ ہمارے بڑے ایسا ہی کرتے تھے؛ لہٰذا ہم بھی اسی طرح کرتے ہیں۔

ایک جگہ قرآن کہتا ہے کہ تمام رسولوں اور پیغمبروں کے ساتھ ان کی کفار قوموں کا یہی طرز عمل رہا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَكَذٰلِكَ مَآ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ إِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى أُمَّةٍ وَّإِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ﴾ (الزخرف:۲۳)

(اسی طرح ہم نے آپ سے پہلے کسی بھی قریے میں کوئی رسول نہیں بھیجا؛ مگر وہاں کے خوشحال لوگوں نے کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقے پر پایا ہے اور ہم ان ہی کے نقشِ قدم پر چل رہے ہیں۔)

یہی وہ علت وبیماری ہے، جس کی بنیاد پر آج بے شمار لوگوں کو بدعات ورسومات کے دلدل میں پھنسا ہوا پاتے ہیں، ان کے پاس ان کی کوئی توجیہ ودلیل نہیں ہے، سوائے اس کے کہ ان کے ماں باپ، دادا، دادی، نانا، نانی کے یہاں یہ سب کام ہوا کرتے تھے۔

اور یہ ظاہر ہے کہ قرآن وسنت کے مقابلے میں ان رواجی ورسمی امور کو ترجیح دینے کی بدعت کس قدر خطرناک وبدترین بات ہے؟ اور غلو کی کس قدر حیرت انگیز صورت ہے؟

ایک انتباہ

یہاں یہ بات واضح کر دینا ضروری ہے کہ تقلیدِ آبا کا جو ذکر یہاں ہوا، اس سے کسی کو دھوکہ نہ ہونا چاہیے کہ تقلیدِ ائمہ کا حکم بھی یہی ہے۔ نہیں! ہرگز نہیں! کیوں کہ وہ تقلید نصوص کے مقابلے میں اور حق سے اعراض وانکار کے لیے تھی اور تقلید ائمہ نصوص کو قبول کرنے اور ان کی مراد کو پانے اور حق سے وابستہ ہونے کے لیے ہوا کرتی ہے؛ اس لیے جو لوگ ائمہ کی تقلید کرتے ہیں، وہ یہ سمجھ کر تقلید کرتے ہیں کہ ان ائمہ نے دین کو کما حقہ اور ہم سے زیادہ اچھے طور پر سمجھا ہے؛ کیوں کہ وہ دین کے فہم میں اور اخلاصِ نیت میں اور تلاشِ حق میں ہم سے بہت آگے تھے۔ مقلدین ان کو شارعِ دین نہیں سمجھتے؛ بل کہ صرف شارحِ دین سمجھتے ہیں اور ان دونوں باتوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ اس کے برعکس کفار کا حال یہ تھا کہ وہ اللہ ورسول کی باتوں اور احکام کے مقابلے میں اپنے آبا کی تقلید کیا کرتے تھے، یہ حرام ہی نہیں؛ بل کہ صریح کفر ہے۔

غلو فی الدین کی قسمیں

غلو فی العقیدہ

غلو فی العمل

پانچویں فصل

غلو فی الدین کی قسمیں

اس کے بعد ایک اہم بات یہ سمجھ لینی چاہیے کہ دین میں غلو کی دو قسمیں ہیں: غلو فی العقیدہ اور غلو فی العمل۔

غلو فی العقیدہ

''عقیدے میں غلو'': یہ ہے کہ عقیدے کی جو حدیں مقرر کی گئی ہیں، ان میں غلو و تجاوز کیا جائے۔ جیسے یہود و نصاریٰ نے حضرات انبیا علیہم السلام کو خدائی کے مقام پر پہنچادیا اور مشرکینِ عرب نے ملائکہ کو خدا کی بیٹیاں قرار دے دیا اور کسی نے سورج و چاند کی، کسی نے ستاروں کی پرستش کر کے ان کو خدا بنا ڈالا۔

اسی طرح آج جو لوگ اولیاء اللہ کو حاجت روا و مشکل کشا اور عالم الغیب اور حاظر و ناظر ٹھہرا کر ان کی مزاروں کے سامنے سجدے کرتے اور ان کو طواف کرتے اور ان سے اپنی حاجتیں مانگتے، ان کی نذر و نیاز کرتے ہیں، یہ سب وہی عقیدے میں غلو کی صورتیں ہیں، جن سے قرآن و حدیث میں منع کیا گیا ہے۔

غلو فی العمل

دوسرا ''غلو فی العمل'' ہے: اور وہ یہ ہے کہ عمل میں غلو کیا جائے۔ جیسے عیسائی لوگوں نے رہبانیت اختیار کی اور اس کی بہت سی شکلیں نکالیں اور دین کے نام سے ان کو رواج دیا اور حدود سے تجاوز کرنے لگے تھے۔ اسی طرح مشرکین کا ننگے ہو کر طواف کرنا اور احرام کی حالت میں گھروں کے پچھواڑوں سے گھروں میں داخل ہونا

اسی غلو فی العمل کی مثالیں ہیں۔

اسی طرح بعض لوگ جو حلال چیزوں سے پرہیز کرتے ہیں اور اس چیز کے کھانے کو برا جانتے ہیں۔ جیسے بعض لوگ گائے کا گوشت کھانے کو برا سمجھتے ہیں، یہ بھی حرام وناجائز ہے۔ ہاں اگر کسی مصلحتِ طبعی وشرعی سے نہ کھائے، تو الگ بات ہے۔ جیسے کسی کو گائے کا گوشت کھانے سے کوئی نقصان ہوتا ہو؛ اس لیے وہ احتیاط کرے تو جائز ہے؛ لیکن اس کو برا سمجھنا جائز نہیں۔

قرآنِ کریم میں اسی کا رد کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَ لَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ وَ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَیِّبًا وَّ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴾

(اے ایمان والو! تم ان پاک چیزوں کو حرام نہ ٹھیرالو، جن کو اللہ نے تمھارے لیے حلال کیا ہے اور حد سے آگے نہ بڑھو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ حد سے گزر جانے والوں کو پسند نہیں کرتے اور تم ان چیزوں میں سے کھاؤ، جو اللہ نے تم کو حلال و پاک عطا کی ہیں اور اللہ سے ڈرو، جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔) (المائدۃ: ۸۷-۸۸)

اس آیت کا شانِ نزول یہ بیان کیا گیا ہے کہ بعض صحابہ جن میں حضرت علی، حضرت مقداد، حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت عثمان بن مظعون، حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت سالم مولی ابی حذیفہ رضی اللہ عنہم تھے، یہ حضرات گھروں میں بیٹھ گئے اور یہ خیال کیا کہ نصاری کی طرح کھانے، کپڑے اور عورتوں کو حرام کرلیں اور رہبانیت اختیار کرنے کا ارادہ کرلیا؛ حتی کہ بعض نے گوشت وغیرہ چیزوں سے پرہیز شروع کر دیا، جب اس کی اطلاع حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی، تو آپ نے

فرمایا کہ جو میرے طریقے سے روگردانی کرے؛ وہ مجھ سے نہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ یہ آیت ان ہی کے بارے میں نازل ہوئی۔(۱)

اس سے معلوم ہوا کہ کسی حلال چیز کو حرام کرنا بھی غلو کی قسم ہے، جو ممنوع و ناجائز ہے۔

(۱) احکام القرآن لابن العربی:۲۴۷/۳

دین میں غلو کی مختلف صورتیں

- افراط و مبالغہ
- تفریط
- دین و شریعت میں نئی بات پیدا کرنا
- دینی احکام میں ترجیحات و ترتیبات سے غفلت و اعراض
- کتاب اللہ و رجال اللہ میں تفریق
- شریعت کے ظاہری و باطنی احکام میں تفریق
- منصوص و غیر منصوص میں فرق نہ کرنا
- وسائل و مقاصد میں تمیز نہ کرنا
- دینی امور و شعبوں کی تحدید یا ان میں تکامل
- متشابہات کی اتباع
- اصطلاحات شرعیہ کے مفہوم میں تبدیلی یا کمی و زیادتی
- اختلاف کی صورت میں حدود سے تجاوز
- دین میں تشدد کا مظاہرہ
- الہام و کشف و خواب سے استدلال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چھٹی فصل

دین میں غلو کی مختلف صورتیں

پھر یہ غلو مختلف صورتوں وشکلوں سے پیدا ہوتا ہے، یہاں نہایت اختصار کے ساتھ اس کی جانب اشارہ کیا جاتا ہے اور اس کی تفصیل کو کسی اور موقعے کے حوالہ کیا جاتا ہے۔

افراط ومبالغہ

افراط یا مبالغہ کیا ہے؟

افراط یا مبالغہ یہ ہے کہ دین کی مقررہ حدود سے آگے بڑھا جائے، جیسے مثال کے طور پر اسلام نے حضرات انبیا ورسل کی تعظیم وتوقیر کی حدیں مقرر کی ہیں اور ان کو ایک جانب اللہ کا بندہ قرار دیا اور دوسری جانب ان کو ایک عظیم منصب ’’منصب نبوت ورسالت‘‘ کا حامل بھی بتایا؛ لہٰذا اگر کوئی ان حدود سے تجاوز کرتا ہے اور ان حضرات کو اس منصب ومقام سے بڑھا کر خدائی صفات ومقام کا حامل بنا تا ہے، تو یہ افراط ہے، جیسے عیسائیوں نے حضرت عیسی علیہ السلام کو اور یہود نے حضرت

عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا قرار دے کر یہی حرکت کی تھی، اسی طرح اگر کوئی حضرات اولیاء اللہ کو ان کے مقام سے بڑھاتا اور ان کو بھی حاجت روا یا مشکل کشا اور عالم الغیب مانتا اور قرار دیتا ہے، تو وہ یہی افراط ہے جس سے شریعت نے منع کیا ہے۔

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ آیت ﴿لا تغلوا في دينكم﴾ کے تحت اس غلو کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" أي لا تجاوزوا الحد في اتباع الحق ، ولا تطروا مَن أُمِرتُم بتعظيمه فتبالغوا فيه ، حتى تخرجوه من حيز النبوة إلى مقام الإلٰهية ، كما صنعتم في المسيح ، وهو نبي من الأنبياء ، فجعلتموه إلهاً من دون الله ، و ما ذاك إلا لاقتدائكم بشيوخ الضلال الذين هم سلفكم ممن ضل قديماً ."

(یعنی تم اتباعِ حق میں حد سے آگے مت بڑھو اور جن لوگوں کی تعظیم کا تمھیں حکم دیا گیا ہے، ان کی تعظیم میں غلو کر کے مبالغہ نہ کرو، یہاں تک کہ ان کو مقامِ نبوت سے نکال کر " مقام الوہیت " تک پہنچا دو، جیسے تم لوگوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں کیا تھا حال آں کہ وہ اللہ کے پیغمبروں میں سے ایک نبی تھے، پس تم نے ان کو اللہ کے علاوہ معبود بنالیا اور یہ اس لیے ہوا کہ تم نے شیوخِ ضلال کی اقتدا کر لی، جو تم سے پہلے گمراہ ہو چکے ہیں۔)(۱)

یہ ظاہر ہے کہ اس افراط سے کس قدر بڑی گمراہی پیدا ہوئی اور ہوتی ہے کہ مخلوق

---

(۱) تفسیر ابن کثیر: ۳/۱۵۹

کو خدا جیسا سمجھ لیا جاتا ہے اور اس کے ساتھ وہی معاملہ کیا جاتا ہے، جو اللہ کے ساتھ ہونا چاہیے۔

تعریف میں افراط و مبالغے کی ممانعت

اسی لیے خود ہمارے آقا حضرت نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے باوجود یہ کہ آپ اللہ کے سب سے زیادہ مقرب و محبوب ہیں، اپنے بارے میں غلو کرنے اور تعریف میں مبالغے سے کام لینے سے منع فرمادیا۔

چناں چہ حدیث میں ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا:

" لَا تُطْرُوْنِي كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارٰى ابْنَ مَرْيَمَ ، إِنَّمَا أَنَا عَبْدٌ فَقُوْلُوْا: عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُه."

(میری تعریف میں مبالغہ نہ کرو! جیسا کہ نصاری نے حضرت عیسی بن مریم عَلَیْہِ السَّلَام کے بارے میں کیا، پس میں تو اللہ کا بندہ ہوں؛ لہٰذا مجھے اللہ کا بندہ و رسول کہو۔)(۱)

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کچھ لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم! ہم میں سے سب سے بہتر اور سب سے بہتر کے بیٹے اور ہمارے سردار اور سردار کے بیٹے! یہ سن کر نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا:

"يَا أَيُّهَا النَّاسُ ! قُوْلُوْا بِقَوْلِكُمْ ، وَ لَايَسْتَهْوِيَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ، وَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ، وَاللّٰهِ مَا أُحِبُّ أَنْ تَرْفَعُوْنِي فَوْقَ مَا رَفَعَنِيَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ -- وفي

---

(۱) الصحيح للبخاري:۳۴۴۵،صحيح ابن حبان:۶۲۳۹،الشمائل للترمذي:۳۲۲

روایۃ -- إِنِّيْ لَا أُرِيْدُ أَنْ تَرْفَعُوْنِيْ فَوْقَ مَنْزِلَتِيَ الَّتِيْ أَنْزَلَنِيْهَا اللّٰهُ تَعَالٰى ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ، عَبْدُهٗ ، وَ رَسُوْلُهٗ."

(اے لوگو! تم نے جتنا کہا، بس اتنا ہی کہو، کہیں شیطان تم پر غالب نہ آ جائے، میں تو عبداللہ کا بیٹا محمد ہوں، اللہ کا رسول ہوں ، میں پسند نہیں کرتا کہ تم مجھ کو میرے اس درجے اور مقام سے بلند کرو، جتنا کہ اللہ نے مجھے بلند کیا ہے -- ایک روایت میں اس طرح آیا ہے -- آپ نے فرمایا کہ میں نہیں چاہتا کہ تم مجھے اس مقام سے بڑھادو، جس مقام میں کہ اللہ نے مجھے رکھا ہے، میں تو عبداللہ کا بیٹا محمد اور اللہ کا بندہ ورسول ہوں۔) (۱)

معلوم ہوا کہ نبی کو بھی اس کے مقام سے بڑھانا جائز نہیں اور خود آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ہمیں اس سے منع کر دیا ہے۔

مقام نبوت میں افراط

مگر اس کے باوجود امت کے ایک طبقے نے بالکل اسی روش کے مطابق جو یہود ونصاریٰ نے اپنائی تھی ، حضرت سید الانبیا وسرورِ کائنات محمدِ عربی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بارے میں انتہائی غلو وحدود سے تجاوز سے کام لیا ہے اور آپ کو مقام نبوت سے اٹھا کر خدائی کے مقام پر فائز کر دیا ہے۔

چناں چہ یہ طبقہ آپ کی بشریت کا انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ آپ کو بشر ماننا، آپ کی شان کے خلاف اور توہین ہے؛ لہٰذا آپ بشر نہیں اور جب بشریت سے آپ

(۱) مسند أحمد:۱۲۵۵۳،السنن الکبریٰ للنسائي: ۶/۷۱،مسند عبد بن حمید:۱/۳۹۷

کو نکال دیا، تو ظاہر ہے کہ آپ کے لیے کوئی بات طے بھی کرنی تھی کہ آخر آپ کون ہیں؟ تو اس دریا کو بھی تدریجاً اس طرح عبور کر دیا گیا۔

ان میں سے بعض کا شعر ہے:

محمد سرِ قدرت ہے، کوئی رمز اس کی کیا جانے
شریعت میں تو بندہ، حقیقت میں خدا جانے

اس کا مطلب صاف یہ ہوا کہ یہ شاعر حضرت نبی عربی محمد مدنی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کو حقیقت کے لحاظ سے بندہ نہیں مانتا اور یہ ظاہر ہے کہ جب بندہ نہیں، تو خدا ہونا چاہیے۔

ان ہی لوگوں میں سے ایک کا شعر ہے:

ممکن میں قدرت کہاں، واجب میں عبدیت کہاں
حیران ہوں، یہ بھی ہے خطا، یہ بھی نہیں، وہ بھی نہیں

اس میں حضور سید الانبیا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے بارے میں شاعر "ممکن" ہونے کا انکار دبے دبے لفظوں میں کر رہا ہے اور آپ کو "ممکن" ماننا ایک خطا قرار دیتا ہے، پھر آگے تو مسئلہ صاف ہو گیا کہ نہیں نہیں! آپ تو واقعی اور درحقیقت خدا ہی تھے، چناں چہ لیجیے "دیوان محمدی" کا مؤلف کہتا ہے:

محمد مصطفیٰ محشر میں "طٰہٰ" بن کے نکلیں گے
اٹھا کر میم کا پردہ ہویدا ہو کے نکلیں گے
حقیقت جن کی مشکل تھی، تماشا بن کے نکلیں گے
جسے کہتے ہیں بندہ ﴿قل ھو اللہ﴾ بن کے نکلیں گے
بجاتے تھے جو " إِنِّيْ عَبْدُهٗ " کی بنسری ہر دم
خدا کے عرش پر ﴿إِنِّي أَنَا اللّٰهُ﴾ کہہ کے نکلیں گے

اس میں حضرت فخر عالم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کو بعینہٖ خدا مانا گیا ہے اور یہ بتایا گیا

ہے کہ جو اپنی پوری زندگی میں " إنّي عبده " کہتے رہے، وہ دراصل خدا ہی ہیں؛ اس لیے محشر میں عرش پر وہی ﴿إنّي أنا الله﴾ کہہ کر ظاہر ہو جائیں گے۔

اور جب آپ کو خدائی کے مقام پر فائز کر دیا، تو ظاہر ہے کہ پھر آپ کے لیے خدائی کے تمام اختیارات اور وہ ساری صفات وکمالات بھی ثابت کرنا ضروری ہو گیا؛ لہٰذا آپ کو عالم الغیب ومشکل کشا وحاجت روا، رزق کا کفیل، ساری طاقتوں کا مالک سبھی کچھ کہا جانے لگا۔

مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی نے "حدائق بخشش" میں کہا ہے:

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محبّ میں نہیں میرا تیرا

اس کی شرح میں مولانا فیض احمد اویسی لکھتے ہیں:

"یعنی اے رب العالمین کے پیارے! میں تو آپ کو دونوں جہاں کا مالک وحاکم ہی مانتا ہوں؛ اس لیے کہ مالکِ حقیقی وذاتی خداوندِ قدوس جل شانہ کے آپ پیارے اور چہیتے محبوب ہیں اور محبّ ومحبوب کے درمیان بیگانگی اور غیریت نہیں ہوا کرتی؛ بل کہ محبّ اور دوست اپنی ساری چیزوں میں اپنے محبوب اور پیارے کو اجازت واختیار دے دیا کرتا ہے، جو پیار ومحبت کا پورا پورا تقاضا ہے، یوں ہی محبّ محبوب سے کوئی شے چھپاتا نہیں؛ بل کہ ہر شے کا اختیار دیتا ہے۔"(۱)

اور اسی قسم کے نظریات کی ایک کتاب "بہارِ شریعت" کے مصنف نے صاف لکھا ہے:

" حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نائبِ مطلق ہیں،

---

(۱) شرح حدائق بخشش: ۱/۳۰۴

تمام جہاں حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے تحت تصرف کر دیا گیا، جو چاہیں کریں، جسے چاہیں دیں، جس سے جو چاہیں واپس لیں، تمام جہاں میں ان کے حکم کا پھیرنے والا کوئی نہیں،.....آگے لکھتے ہیں:.....

" ملکوت السموات والأرض " حضور کے زیرِ فرمان، جنت و نار کی کنجیاں دستِ اقدس میں دے دی گئی ہیں، رزق و خیر اور ہر قسم کی عطائیں حضور ہی کے دربار سے تقسیم ہوتی ہیں، دنیا و آخرت حضور کی عطا کا ایک حصہ ہے، احکامِ تشریعیہ حضور کے قبضے میں کر دیے گئے کہ جس پر جو چاہیں، حرام فرما دیں اور جس کے لیے جو چاہیں حلال کر دیں اور جو فرض چاہیں، معاف فرما دیں۔"(۱)

کیا انتہا ہے غلو کی! اب خدا کی کوئی ضرورت ہی نہ رہی اور سب کچھ آپ ہی سے ہوگا، حتی کہ احکام شرع میں بھی کلی تصرف کا اختیار آپ کو دے دیا گیا ہے، جس چیز کو چاہیں حلال کر دیں اور جس کو چاہیں حرام فرما دیں۔ اس عقیدے کا موازنہ کیجیے ان آیات سے اور ان احادیثِ مبارکہ سے جن میں خدائی و بندگی کے مقامات و درجات اور اختیارات، صفات میں امتیاز کی تعلیم دی گئی ہے اور غلو سے منع کیا گیا ہے اور تعریف میں بھی مبالغے سے پرہیز کا حکم دیا گیا ہے، پھر فیصلہ کیجیے کہ کیا یہ حق و سچ ہے، جو ان لوگوں نے لکھا اور بیان کیا ہے؟ اگر حق کی تلاش و انصاف کا جذبہ ہو، تو دو اور دو چار کی طرح یہ بات واضح ہو جائے گی کہ یہ سب وہی غلو ہے، جو شریعت میں ممنوع و حرام ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایک فرقے کا غلو

اسی غلو نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایک گروہ کو اس پر ابھارا کہ وہ

(۱) بہار شریعت: ۱/۱۶

حضرت علی ﷜ کو (نعوذ باللہ) خدا قرار دیں یا یہ کہ خدا کے ان میں حلول کا عقیدہ رکھیں اور یہ فرقہ خود حضرت علی ﷜ کے دور میں وجود میں آ گیا تھا اور حضرت علی ﷜ نے ان کو آگ میں جلا دیا تھا، جس کا ذکر متعدد کتب تاریخ میں موجود ہے۔

چناں چہ علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے "فتح الباري" میں امام ابو طاہر المخلص کی مجالس کے حوالے سے لکھا ہے کہ شریک العامری نے بیان کیا کہ حضرت علی ﷜ سے کہا گیا کہ یہاں مسجد کے دروازے پر کچھ لوگ ہیں، جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ آپ ان کے رب و خدا ہیں، حضرت علی ﷜ نے ان لوگوں کو بلایا اور پوچھا کہ تمھارا برا ہو! تم کیا کہتے ہو؟ انھوں نے کہا کہ آپ ہمارے رب و خالق و رازق ہیں، آپ نے فرمایا کہ تمھارا بُرا ہو! میں تو تم جیسا ایک بندہ ہوں، تم جیسا کھاتے ہو میں بھی کھاتا ہوں اور تم جیسا پیتے ہو میں بھی پیتا ہوں، اگر میں اللہ کی فرماں برداری کروں؛ تو وہ چاہے تو مجھے ثواب دے گا اور اگر نافرمانی کروں؛ تو مجھے خوف ہے کہ وہ مجھے عذاب میں گرفتار کر دے، پس تم اللہ سے ڈرو اور واپس ہو جاؤ؛ مگر ان لوگوں نے اس سے انکار کیا اور جب دوسرا دن ہوا، تو صبح صبح پھر آ گئے، حضرت علی ﷜ کے غلام "قنبر" نے کہا کہ وہ لوگ وہی بات کہتے ہوئے آئے ہیں، آپ ﷜ نے پھر ان کو اپنے پاس بلایا اور وہی باتیں کیں جو کل فرمائی تھیں، پھر تیسرا دن ہوا تو آپ ﷜ نے ان سے کہا کہ اگر تم نے وہی بات کہی، تو میں تم کو بری طرح قتل کر دوں گا؛ مگر اس کے باوجود انھوں نے وہی بات کہی، تو حضرت علی ﷜ نے "قنبر" سے فرمایا کہ کچھ مزدوروں کو پھاوڑوں کے ساتھ بلاؤ، پس ان کو مسجد اور قصرِ شاہی کے درمیان خندقیں کھودنے کا حکم دیا، پھر لکڑیاں منگوائیں اور خندقوں میں ان کو آگ لگا کر ڈلوایا اور ان لوگوں سے کہا کہ میں تم کو اس میں ڈال دوں گا یا نہیں تو تم لوگ باز آ جاؤ! انھوں نے باز آنے سے انکار کیا، پس آپ ﷜ نے ان کو ان خندقوں میں

پھینک دیا یہاں تک کہ وہ جل گئے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رَحِمَہُ اللہُ نے اس کو ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ اس کی سند حسن درجے کی ہے۔(۱)

حضراتِ اولیاء اللہ کے بارے میں افراط

اسی طرح آج مزاراتِ اولیاء اللہ پر جا کر دیکھو کہ اسی غلو وافراط نے لوگوں کو حضراتِ اولیاء اللہ کی محبت وعقیدت کے نام پر کس قدر گمراہی میں مبتلا کر رکھا ہے؟! وہاں طواف وسجدے بھی کیے جاتے ہیں، مراقبے واعتکاف بھی کیے جاتے ہیں، منتیں ونذریں بھی مانی جاتی ہیں، جانور بھی ان پر قربان کیے جاتے ہیں، فاتحہ وعرس کے میلے لگائے جاتے ہیں، پھر دیکھیے تو کوئی وہاں کے ستونوں سے چمٹا ہوا عرض معروض کر رہا ہے، کوئی سسکیاں بھر رہا ہے، کوئی جوشِ عقیدت میں چیخ رہا ہے، کوئی اپنی مصیبتوں کی داستان سنا کر التجائیں کر رہا ہے، کوئی ادب وہیبت کے لحاظ سے دم بہ خود ہے؛ یہ سب اس لیے کہ اولیاء اللہ کو مشکل کشا وحاجت روا خیال کر لیا گیا ہے اور عالم الغیب والشہادۃ ہونے کا تصور قائم کر لیا گیا ہے، گویا وہ عبد نہیں؛ بل کہ خود خدائی مقام کے حامل ہو گئے ہیں۔

مقام غور ہے کہ جب نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اپنے بارے میں یہ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے مقام سے نہ بڑھاؤ اور میری تعریف میں حدود سے تجاوز نہ کرو، تو کسی ولی، بزرگ، شیخ، استاذ، پیر وغیرہ کو حد سے بڑھانا اور خدائی مقام پر بٹھا دینا، ان کو حاجت روا ومشکل کشا سمجھنا اور ان سے اپنی حاجتیں مانگنا، ان کے لیے نذرانے چڑھانا، ان کی مزاروں پر سجدے کرنا اور ان کی تعریف میں حدود کی رعایت نہ رکھنا، یہ سب کس طرح درست ہو سکتا ہے؟

---

(۱) فتح الباري:۱۲/۲۷۰

کس قدر افسوس ہے کہ آج امتِ مسلمہ کا ایک طبقہ ان تمام شرکیہ اعمال وافعال میں مبتلا ہے اور اس سے زیادہ افسوس ناک بات یہ ہے کہ اسی کو صحیح اسلام بھی سمجھتا اور قرار دیتا ہے اور صحیح اسلام، جس میں یہ مبالغہ اور حد سے تجاوز کو منع کیا گیا ہے، اس کو غلط قرار دینے کی جاہلانہ جسارت کرتا ہے۔

اسی صورت حال کی عکاسی کرتے ہوئے علامہ حالی رَحِمَہُ اللہُ نے اپنے اشعار میں کہا تھا :

کرے غیر گر بت کی پوجا تو کافر
جو ٹھہرائے بیٹا خدا کا تو کافر
کہے آگ کو اپنا قبلہ تو کافر
کواکب میں مانے کرشمہ تو کافر
مگر مؤمنوں پر کشادہ ہیں راہیں
پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں
نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں
اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں
مزاروں پہ دن رات نذریں چڑھائیں
شہیدوں سے جا جا کے مانگیں دعائیں
نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے
نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے
وہ دین جس سے توحید پھیلی جہاں میں
ہوا جلوہ گر حق زمین و زماں میں
رہا شرک باقی نہ وہم و گماں میں

وہ بدلا گیا آکے ہندوستاں میں

ہمیشہ سے اسلام تھا ، جس پہ نازاں

وہ دولت بھی کھو بیٹھے آخر مسلماں

الغرض اہل اللہ واولیاء اللہ کے سلسلے میں امت نے اسی غلو کو جاری کر لیا، جس سے بالتخصیص ہمیں منع کیا گیا تھا اور یہ سب افراط کا نتیجہ ہے۔

نوٹ: اس سلسلے میں ہماری کتاب "التوحید الخالص" اور دوسری کتاب "امت میں اعتقادی و عملی بگاڑ اور علمائے امت کی ذمے داری" کا مطالعہ بھی ان شاء اللہ العزیز چشم کشا وحقیقت نما ثابت ہوگا۔

تقلیدِ ائمہ میں جمود کا غلو

اسی غلو کی اس شکل میں حضراتِ ائمہ کرام کی تقلید میں غلو و حد سے تجاوز بھی داخل ہے، یہ بات مسلم ہے کہ حضراتِ ائمہ کی تقلید ایک شرعی ضرورت ہے، جس کے بغیر عوام الناس وعوامِ علما کو کوئی چارۂ کار نہیں اور اس موضوع پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور اس پر دلائل کے انبار حضراتِ علما نے لگا دیے ہیں؛ لہٰذا یہ تو معلوم و مسلم ہے کہ ائمہ کرام کی تقلید کرنا لازم ہے؛ لیکن شریعت نے اس کی بھی ایک حد مقرر کر دی ہے، اس سے تجاوز نہیں کرنا چاہیے، وہ حد یہ ہے کہ حضراتِ ائمہ کرام کو "شارعِ دین" نہیں؛ بل کہ محض "شارحِ دین" سمجھنا چاہیے۔ اگر ایک شخص اپنے امام کو یہ سمجھتا ہے کہ وہ دین کی سمجھ خوب رکھتے تھے اور اللہ نے ان کو تفقہ وبصیرت سے خوب حصہ دیا تھا اور انھوں نے اس فقاہت وبصیرت سے کام لیتے ہوئے اللہ کی شریعت کو خوب سمجھا اور بلا کم وکاست، جوں کا توں لوگوں کو بتایا ہے؛ لہٰذا میں اللہ کی شریعت پر عمل کرنے کے لیے ان کی باتوں کو مانتا ہوں، تو یہ بالکل صحیح وجائز ہے؛ لیکن اگر اس حد

میں غلو کیا اور امام کو خود ایسا سمجھا کہ وہ جو چاہے حکم دے سکتے ہیں، وہ جو حکم دیں اور بتائیں وہی دین ہے، تو یہ تقلید حرام و ناجائز تقلید ہے، اسی طرح تقلید میں ایسا جمود کہ بلا سوچے سمجھے احادیث کے مقابلے میں ائمہ کی تقلید کو پیش کریں اور اس کے مقابلے میں احادیث کو رد کر دیں، یہ غلو بھی مذموم و ناجائز ہے۔

دیکھیے! حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رَحِمَہُ اللہُ فرماتے ہیں:

''بعض اہلِ تعصب کو ائمہ کی تقلید میں ایسا جمود ہوتا ہے کہ وہ امام کے قول کے سامنے احادیثِ صحیحہ غیر معارضہ کو بے دھڑک رد کر دیتے ہیں، میرا تو اس سے رونگٹا کھڑا ہو جاتا ہے۔ چناں چہ ایک ایسے ہی شخص کا قول ہے: " قال قال "بسیار است، مرا "قال أبو حنیفة" درکار است'' ،اس جملہ میں احادیثِ نبویہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ کیسی بے اعتنائی اور گستاخی ہے، خدا تعالیٰ ایسے جمود سے بچائے۔ ان لوگوں کے طرزِ عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوحنیفہ رَحِمَہُ اللہُ ہی کو مقصود بالذات سمجھتے ہیں، اب اس تقلید کو کوئی ''شرک فی النبوت'' کہہ دے تو اس کی کیا خطا ہے؟ مگر یہ بھی غلطی ہے کہ ایسے دو چار جاہلوں کی حالت دیکھ کر سارے مقلدین کو ''شرک فی النبوت'' سے مطعون و متہم کیا جائے۔''(۱)

ایک اور موقعے پر آپ لکھتے ہیں:

''جس مسئلے میں کسی وسیع النظر عالم، ذکی الفہم، منصف مزاج کو اپنی تحقیق سے یا کسی عامہ کو ایسے عالم سے، بہ شرطیکہ متقی ہو، بہ شہادتِ قلب معلوم ہو جائے کہ اس مسئلے میں راجح دوسری جانب ہے، تو دیکھنا چاہیے کہ اس مرجوح جانب میں بھی دلیلِ شرعی سے عمل کی گنجائش ہے یا

---

(۱) اشرف الجواب: ۲/ ۱۲۷

نہیں؟ اگر گنجائش ہو تو ایسے موقعے پر جہاں احتمال فتنہ وتشویشِ عوام کا ہو، مسلمانوں کو تفریق کلمے سے بچانے کے لیے اولیٰ یہی ہے کہ اس مرجوح جانب پر عمل کرے اور اگر اس جانبِ مرجوح میں عمل کی گنجائش نہ ہو؛ بل کہ ترکِ واجب یا ارتکابِ امرِ ناجائز لازم آتا ہے اور بہ جز قیاس کے اس پر کوئی دلیل نہیں پائی جاتی اور جانبِ راجح میں صحیح صریح دلیل موجود ہے، اس وقت بلا تردد حدیث پر عمل کرنا واجب ہوگا اور اس مسئلے میں تقلید جائز نہ ہوگی؛ کیوں کہ اصلِ دین قرآن وحدیث ہے اور تقلید سے یہی مقصود ہے کہ قرآن وحدیث پر سہولت وسلامتی سے عمل ہو، جب دونوں (یعنی تقلیدِ امام اور قرآن وحدیث) میں موافقت نہ رہی، قرآن وحدیث پر عمل ہوگا، ایسی حالت میں بھی اسی (تقلید) پر جما رہنا یہی تقلید ہے؛ جس کی مذمت قرآن وحدیث واقوالِ علما میں آئی ہے۔"(۱)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرات ائمہ کی تقلید تو کرنا چاہیے؛ مگر اس میں بھی غلو و حدود سے تجاوز نہیں کرنا چاہیے، جیسے امام ہی کو شارع کی طرح سمجھنا، یا اس کے قول کے مقابلے میں احادیثِ صحیحہ کو بھی رد کردینا، یا بے جا تاویل کرنا وغیرہ، یہ سب کیا ہے؟ اسی غلو فی الدین کا نتیجہ ہے، جس نے پچھلی امتوں کو ہلاکت وتباہی کے غار میں ڈھکیلا تھا۔

---

(۱) الاقتصاد فی التقلید والاجتہاد: ۸۳-۸۵

تفریط

تفریط کی حقیقت

تفریط کا مطلب یہ ہے کہ اللہ ورسول نے جو حدود مقرر کی ہیں، ان میں کمی کی جائے اور چیزوں وشخصوں کے مقررہ درجے سے ان کو گھٹا دیا جائے، یہ بھی غلو کی ایک شکل ہے، جو کہ حرام ہے، اگر چہ عام طور پر اس کو غلو کے بہ جائے "تقصیر" سے تعبیر کیا جاتا ہے؛ لیکن چوں کہ غلو دراصل حد سے نکلنے کا نام ہے اور وہ نکلنا کبھی تو ہوتا ہے، حد سے بڑھنے سے اور کبھی اس طرح کہ حد میں کمی کردی جائے۔ جیسے کسی حلال کو حرام کرلینا بھی غلو ہے اور کسی حرام کو حلال کرلینا بھی غلو ہے، ایک صورت میں غلو زیادتی سے ہو رہا ہے اور ایک صورت میں کمی سے؛ اس لیے بعض حضراتِ علما نے اس کو بھی غلو قرار دیا ہے؛ اس لیے ہم نے بھی اس کو یہاں ذکر کیا ہے۔

چناں چہ علامہ قرطبی رَحِمَہُ اللہُ نے "آیتِ غلو" کی تفسیر میں لکھا ہے:

"و يعني بذلك فيما ذكره المفسرون غلو اليهود في عيسى -- عَلَیْہِ السَّلَامُ -- حتى قذفوا مريم--عليها السلام-- و غلو النصارى فيه حتى جعلوه رباً ، فالإفراط ، و التقصير كله سيئة ، و كفر. "

(مفسرین کے بیان کے مطابق اس آیت سے مراد یہود کا حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلَامُ کے بارے میں غلو کرنا ہے، یہاں تک کہ انھوں نے حضرت مریم علیہا السلام پر تہمت لگادی اور مراد عیسائیوں کا حضرت

عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں غلو ہے، یہاں تک کہ انھوں نے ان کو خدا بنالیا، پس افراط و تقصیر دونوں گناہ و کفر ہیں۔)(1)

اس میں علامہ قرطبی رحمۃ اللہ نے جس طرح عیسائیوں کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں حد سے تجاوز کرنے اور ان کو مقام نبوت سے اٹھا کر مقام الوہیت پر پہنچا دینے کو غلو کہا ہے، اسی طرح یہودیوں کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کمی کرنے اور ان کو (نعوذ باللہ) حرامی قرار دینے اور حضرت مریم علیہا السلام پر بہتان لگانے کو بھی غلو قرار دیا ہے؛ حال آں کہ پہلی صورت میں حد سے زیادتی ہے، تو دوسری صورت میں حد سے کمی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس کی تائید امام ابن فارس لغوی رحمۃ اللہ کی تحقیق سے بھی ہوتی ہے، آپ نے "معجم مقاییس اللغة" میں لکھا ہے کہ "فرط" کے اصل معنے کسی چیز کو اس کے جگہ سے ہٹا دینے کے ہیں، پھر یہ لفظ کبھی "افراط" (باب افعال سے) سے بولا جاتا ہے "تجاوز عن الحد" کے لیے، لوگ کہتے ہیں: "أفرط" (حد سے آگے بڑھ گیا) اور کہتے ہیں: "إیاک و الفرط" (حد سے تجاوز نہ کرو) ابن فارس رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ یہی اس "مادے" میں قیاس ہے؛ کیوں کہ جب وہ حد سے آگے بڑھا، تو اس نے وہ چیز اس کے مقام سے ہٹا دی، اسی طرح "تفریط" جو تقصیر کے معنی میں ہے، کہ جب کسی چیز میں کمی و تقصیر کرتا ہے، تو اس کے رتبے و مقام سے اس کو گرا دیتا ہے، جو اس کے لیے مقرر تھا۔

امام ابن فارس رحمۃ اللہ کی عبارت کا خلاصہ درج کیا گیا، ان کی اصل عبارت اہلِ علم کے لیے نقل کرتا ہوں اور وہ یہ ہے:

"فرط: الفاء، والراء، والطاء أصل صحیح یدل علی

---

(1) التفسير للقرطبي:٦/٢١

إزالة شيء من مكانه ، و تنحيته عنه . يقال : فرطت عنه ما كرهه ، أي نحيته . هذا هو الأصل . ثم يقال: أفرط ، إذا تجاوز الحد في الأمر ، يقولون : إياك والفرط، أي لا تجاوز الحد . وهذا هو القياس ؛ لأنه إذا جاوز القدر فقد أزال الشيء عن جهته . وكذلك التفريط، و هو التقصير ؛ لأنه إذا قصر فيه فقد قعد به عن رتبته التي هي له ."(۱)

معلوم ہوا کہ حد میں کمی کرنا بھی افراط اور غلو کی ایک صورت ہے، جیسے اسلام نے حضراتِ انبیا واولیا کا ایک مقام بتایا ہے؛ حضراتِ انبیا کو مقامِ نبوت دیا تو اولیا کو مقامِ ولایت عطا فرمایا ہے؛ لہٰذا اس مقام سے ان کو گھٹانا، ان کی تعظیم وتوقیر نہ کرنا یا ان سے عداوت رکھنا، ان کی مخالفت کرنا، یہ سب تفریطِ ممنوع میں داخل ہے۔

جیسے یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبی نہ مان کر ان کو (نعوذ باللہ) جھوٹا و مکار قرار دیا اور اسی طرح ان کو "حرامی" کہہ کر ان کی توہین کی اور اسی طرح بہت سے انبیا کو قتل کیا، ان کو جھوٹا ٹھیرایا اور ان کی ہجو کی، یہ ان کے مقام میں تفریط و کمی کرنا ہے جو کہ حرام ہے۔

ایک اہم افادہ

یہ دو امور: "افراط وتفریط" ۔ اکثر و بیشتر بدعات کی اصل واساس ہیں، علامہ محمد بن ابراہیم الوزیر رحمہ اللہ اپنی کتاب "إيثار الحق على خلق" میں لکھتے ہیں:

" فاعلم أن منشأ معظم البدع يرجع إلى أمرين واضح

(۱) معجم مقاييس اللغة :۴/۴۹۰

بطلانهما ، فتأمل ذلک بإنصاف ، و شد علیه یدیک ، و هذان الأمران الباطلان : هما الزیادة في الدین بإثبات ما لم یذکره اللّٰه تعالی ، و رسله علیهم السلام من مهمات الدین الواجبة ، و النقص منه بنفي بعض ما ذکره اللّٰه تعالی ، و رسله من ذلک بالتأویل الباطل"

(جان لوکہ اکثر بیشتر بدعات کا منشا دو امور کی طرف لوٹتا ہے، جن کا بطلان واضح ہے، پس بہ نظرِ انصاف اس میں غور کرو اور اس کو مضبوط تھام لو اور وہ باطل امور یہ ہیں: ایک دین میں ان باتوں کو ثابت کر کے جنھیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں نے دین کے مہمات واجبہ میں سے ذکر نہیں کیا، دین میں اضافہ و زیادتی کرنا اور دوسرے: دین میں سے بعض ان باتوں کی باطل تاویل کے ذریعے نفی کر کے جنھیں اللہ و رسولوں نے ذکر کیا ہے، دین میں کمی کرنا۔)(۱)

حضراتِ انبیا کی تنقیص

اب آیے! ذرا جائزہ لیں کہ امت میں غلو کی اس صورت نے کیا کیا گل کھلائے ہیں؟ تفریط و تقصیر کے غلو نے امت میں ایسے نظریات بھی پیدا کر دیے کہ انھوں نے حضراتِ انبیا جیسی عظیم ہستیوں کو بھی نہ چھوڑا اور ان کے درپۓ تنقیص ہو گئے۔

(۱) منکرینِ حدیث نے ان مقدس ذوات کو اپنے جیسا انسان و بشر سمجھ کر ان کے روحانی کمالات سے منکر ہو گئے اور ان کو ان کے خصوصی مقامات سے بھی گرا دیا، حتی کہ ان کو مقامِ عصمت سے گرا کر ایک عام انسان جیسا قرار دے دیا۔

---

(۱) إيثار الحق:۸۵

چناں چہ منکرِ حدیث مولوی احمد الدین امرتسری نے لکھا ہے:

''اگر رسولِ خدا میں فطرت الناس سے کوئی جدا فطرت تھی یا حضور میں کوئی خاص قوت یا سمجھ یا باریک بینی ایسی تھی، جو قیامت تک دوسرے بشروں کو نہیں مل سکتی، تو حضور کا یہ فرمانا کہ میں تمھارے جیسا بشر ہوں، اگر میں نے قرآنِ مجید کو خود بنالیا ہے، تو تم بھی اس کی مثل بنا سکتے ہو، بالکل غلط ہو جاتا ہے۔''(۱)

نیز لکھا ہے:

''پس سورج کی طرح روشن ہے کہ رسولِ خدا کی وہی فطرت تھی، جس پر خدا تعالیٰ نے تمام آدمیوں کو پیدا کیا ہے اور آپ کی وہی عقل تھی جو دوسرے بشروں کو مل سکتی تھی۔''(۲)

منکرینِ حدیث نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے حق میں قرآن میں وارد لفظِ ''بشر'' سے یہ سمجھ لیا کہ آپ عام بشر کی طرح ہیں اور کسی مزید خصوصیت وکمال سے عاری ہیں؛ اس لیے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم میں اور دیگر انسانوں میں ان کے نزدیک کوئی فرق ہی نہیں، یہ ایسا ہی ہے جیسے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی رسالت کے منکروں نے آپ کی بشریت سے استدلال کرتے ہوئے سرے سے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو نبی ورسول ہی ماننے سے انکار کردیا۔ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے متعدد جگہ کفار کا یہ طریقِ استدلال بیان کیا ہے، ایک جگہ حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کی قوم کا قول نقل فرمایا:

﴿فَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ

(۱) برہان القرآن:۱۳۵

(۲) برہان القرآن:۱۳۶

مِّثْلُكُمْ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ وَ لَوْشَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ﴾ (المؤمنون:۲۴)

(پس ان کی قوم کے سرداروں نے کہا کہ یہ (حضرت نوح علیہ السلام) تو بس تم جیسا ایک بشر ہے، جو تم پر تفوق چاہتا ہے اور اگر اللہ چاہتا؛ تو فرشتوں کو نازل کر دیتا، ہم نے تو یہ بات اپنے اگلے باپ دادوں میں نہیں سنی۔)

اسی سے ذرا آگے یہ آیات ہیں:

﴿وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَ اَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَ يَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ وَ لَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ﴾

(المؤمنون:۳۳-۳۴)

(اوران کے قوم کے سردار جنھوں نے کفر کیا اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا اور جنھیں ہم نے دنیا کی زندگی کا عیش دیا تھا، وہ کہنے لگے کہ یہ تو محض تم جیسا ایک بشر ہے، ان ہی چیزوں میں سے کھاتا ہے، جس سے تم کھاتے ہو اور ان ہی چیزوں میں سے پیتا ہے، جس سے تم پیتے ہو اور اگر تم نے ایک اپنے جیسے بشر کی اطاعت کر لی؛ تو تم بلا شبہ اس وقت گھاٹے والے ہو۔)

ایک جگہ مطلق پیغمبروں کا ذکر کرتے ہوئے ان کی قوموں کا جواب یوں نقل کیا ہے:

﴿قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ﴾ (ابراهيم:۱۰)

(انھوں نے کہا کہ تم تو ہم جیسے ہی بشر ہو اتم چاہتے ہو کہ ہمیں ان چیزوں کی عبادت سے روک دو، جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے تھے؛ لہٰذا کوئی کھلی ہوئی سند لاؤ۔)

ایک جگہ ہمارے رسول حضرت محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بارے میں کفارِ مکہ کا قول اس طرح نقل کیا ہے:

﴿وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْأَسْوَاقِ لَوْلَآ أُنْزِلَ إِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا﴾

(اور انھوں نے کہا کہ یہ کیسا رسول ہے؟ جو کھانا کھاتا اور بازاروں میں چلتا ہے، اس رسول کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا گیا کہ وہ اس کے ساتھ لوگوں کو ڈرانے والا ہوتا؟) (الفرقان:۷)

ان ساری آیات میں اور ان کے علاوہ دیگر آیات میں رسولوں کی رسالت و نبیوں کی نبوت کو جھٹلانے والوں کا طرزِ استدلال ذکر کیا گیا ہے کہ وہ اللہ کے پیغمبروں کو بشر و انسان کہہ کر ان کی رسالت و نبوت کا انکار کرتے تھے یا حضراتِ انبیا کی خصوصیات و کمالات کی نفی پر اس سے استدلال کرتے تھے۔

ظاہر ہے کہ اس سے بڑی کیا گمراہی ہو سکتی ہے؟ گویا ان کے نزدیک رسولوں و نبیوں کا بشر ہونا، رسالت و نبوت کے منافی تھا؛ حال آں کہ اللہ نے جتنے پیغمبر بھیجے، وہ سب بشر ہی تھے، جیسا کہ قرآن میں جگہ جگہ اس کا ذکر کیا گیا ہے۔

حضراتِ انبیا بشر ہیں-ایک اہم نکتہ

یہاں یہ بات سمجھ لینا چاہیے کہ حضراتِ انبیا کو قرآن نے خود "بشر" کہا اور نبیوں کی زبان سے بھی کہلوایا ہے اور یہ بات ماننا عین ایمان ہے؛ کیوں کہ اللہ و رسول کی بات

ہے اور اسی بشریت کو کفار نے بھی پیش کیا اور اس سے ان کی رسالت و نبوت کی نفی پر دلیل پکڑنے لگے اور یہ عین کفر ہے؛ لہٰذا ''نبی'' کو ''بشر'' کہنے والے دو طرح کے ہیں:

(۱) ایک وہ جو بہ طور بیانِ حقیقتِ واقعیہ ''بشر'' کہتے ہیں، اس میں توہین نہیں؛ بل کہ بیانِ شرافت ہے کہ انبیا انسان و بشر اور اشرف المخلوقات ہیں، فرشتہ یا جن وغیرہ مخلوق نہیں ہیں؛ لہٰذا اس لحاظ سے انبیا کو بشر کہنے سے توہین سمجھنا جہالت بھی ہے اور قرآن و حدیث سے واضح انحراف بھی ہے۔

(۲) دوسرے وہ جو بہ راہِ توہین و تحقیر حضراتِ انبیا کو بشر کہتے ہیں کہ ان میں کوئی کمال نہیں، وہ ہم جیسے ہی ہیں؛ لہٰذا وہ قابلِ اتباع و لائقِ اقتدا نہیں یا ان میں کوئی خصوصیت کا پہلو نہیں، وہ عام انسانوں کی طرح ایک انسان ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس لحاظ سے انبیا کو بشر کہنا کفار کا طریقہ رہا ہے۔

پہلی صورت سے حضراتِ انبیا کو بشر سمجھنا اور کہنا اگر عین ایمان ہے؛ تو دوسرے پہلو سے ان کو بشر سمجھنا اور کہنا عین کفر ہے۔

(۳) بعض لوگوں نے حضراتِ انبیا کی عصمت کا انکار کر دیا اور کہا کہ یہ حضرات معصوم نہیں ہیں؛ بل کہ ان سے بھی ایسے ہی گناہ ہو سکتے ہیں۔ جیسے دیگر انسانوں سے سرزد ہوتے ہیں۔

ایک معروف مصنف نے اپنی کجروی کی بنا پر لکھا ہے:

> ''عصمت دراصل انبیا کے لوازمِ ذات سے نہیں ہے؛ بل کہ اللہ تعالیٰ ان کو منصبِ نبوت کی ذمے داریاں صحیح طور پر ادا کرنے کے لیے مصلحۃً خطاؤں اور لغزشوں سے محفوظ فرمالیا ہے؛ ورنہ اگر اللہ تعالیٰ کی حفاظت تھوڑی دیر کے لیے ان سے جدا ہو جائے، تو جس طرح عام انسانوں سے بھول چوک اور غلطی ہوتی ہے، اسی طرح انبیا سے بھی ہو

سکتی ہے اور یہ ایک لطیف نکتہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بالارادہ ہر نبی سے کسی نہ کسی وقت اپنی حفاظت اٹھا کر ایک دو لغزشیں سرزد ہو جانے دی ہیں؛ تاکہ لوگ انبیا کو خدا نہ سمجھ لیں کہ یہ بشر ہیں، خدا نہیں۔"(۱)

یہی مصنف حضرت داود علیہ السلام کے متعلق لکھتے ہیں:

"حضرت داود علیہ السلام نے جو کچھ کیا تھا، اگر چہ وہ بنی اسرائیل کے ہاں ایک عام دستور تھا اور اسی دستور سے متاثر ہو کر ان سے یہ لغزش سرزد ہو گئی تھی"۔(۲)

نیز لکھا:

"حضرت داود علیہ السلام نے اپنے عہد کی اسرائیلی سوسائٹی کے عام رواج سے متاثر ہو کر "اُوریا" سے طلاق کی درخواست کی تھی۔"(۳)

یہی مصنف اپنی تفسیر میں حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کے متعلق لکھتے ہیں:

"بس ایک فوری جذبے نے جو شیطانی تحریص کے زیر اثر ابھر آیا تھا، ان (یعنی حضرت آدم علیہ السلام) پر ذہول طاری کر دی اور ضبط نفس کی گرفت ڈھیلی ہوتے ہی وہ طاعت کے مقام بلند سے معصیت کی پستی میں جا گرے۔"(۴)

نیز حضرت نوح علیہ السلام کے تذکرے میں لکھا:

---

(۱) تفہیمات:۲/۵۶-۵۷

(۲) تفہیمات:۲/۴۷

(۳) تفہیمات:۲/۵۶

(۴) تفہیم القرآن:۳/۱۳۳

''انبیا بھی انسان ہی ہوتے ہیں اور کوئی انسان بھی اس پر قادر نہیں ہوسکتا کہ ہر وقت اس بلند ترین معیارِ کمال پر قائم رہے، جو مؤمن کے لیے مقرر کیا گیا ہے، بسا اوقات کسی نازک نفسیاتی موقعے پر نبی جیسا اعلیٰ و اشرف انسان بھی تھوڑی دیر کے لیے اپنی بشری کمزوری سے مغلوب ہوجاتا ہے۔''(۱)

یہ چند نمونے ہیں ان لوگوں کی مسموم ذہنیت کے جو حضرات انبیا علیہم السلام کے مقام و مرتبے سے یا تو ناآشنا ہیں یا منکر اور جب مقام سے ناآشنا یا منکر ہیں، تو ظاہر کہ ان کے القاب و آداب کا کیا لحاظ کریں گے؟! لہٰذا لامحالہ اس کا وہ نتیجہ ظاہر ہونا تھا، جو ابھی ملاحظہ کیا گیا۔

(۴) بعض جدت پسندی کی لہر میں جذب ہوجانے والوں اور اسلامی تعلیمات سے بے خبری کے شکار لوگوں نے یہ غضب کیا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اور دیگر حضراتِ انبیا کو ان کے مقدس ترین مقام سے گرا کر ایک سیاسی قائد و لیڈر کا درجہ دیا یا ان کو مصلح و ریفارمر کے لقب سے یاد کیا ہے اور ان کی دعوت و پیغام، ان کے لائے ہوئے دین و شریعت اور ان کے برپا کردہ نظام حیات کو سیاسی اصطلاحات و جدید تعبیرات کے ذریعے ایک ناقص و محدود؛ بل کہ کہنا چاہیے کہ ایک گھٹیا مفہوم و معنی پہنا کر ان ذواتِ مقدسہ کی شان میں تنقیص و تقصیر اور ان کی دعوت و پیغام کے حق میں توہین و تحقیر کا ارتکاب کیا ہے۔

ظاہر ہے کہ حضراتِ انبیا کے بلند ترین و مقدس مقام کے لحاظ سے ان لوگوں کا ان حضرات کو ایک لیڈر یا ریفارمر مان لینا یا ان کی دعوت و پیغام کو ایک تحریک یا انقلاب سے تعبیر کرنا ایک شدید ترین غلطی اور ان کے حق میں کھلی ہوئی ناانصافی ہے۔

---

(۱) تفہیم القرآن: ۲/۳۴۴

یہ سب وہی تفریط کا غلو ہے، اگر یہ لوگ قرآن وحدیث میں مقام انبیا کا مطالعہ کرتے اور اپنی ناواقفیت و بے خبری کا پردہ چاک کر کے ان حقائق پر نظر کرتے، جن کا اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کے بارے میں تذکرہ کیا ہے، تو یہ لوگ سمجھ سکتے ہیں کہ حضرات انبیا کا مقام و کام سیاسی لیڈروں سے نہایت مختلف، عام مصلحین و ریفارمروں سے بالکل الگ، عام قائدین سے ماورا ہوتا ہے۔

حضراتِ انبیا کی خصوصیات

حضراتِ انبیا کو دیگر عقلا وعلما، مصلحین وقائدین، سیاسی مدبرین ومبصرین سے کئی طرح امتیاز حاصل ہے:

(۱) ایک تو یہ کہ حضراتِ انبیا اگر چہ کہ انسان ہوتے ہیں؛ مگر اللہ تعالیٰ ان کو ایسی خصوصیات وصلاحیتوں سے نوازتا ہے، جن کی وجہ سے وہ، وہ دیکھتے اور سنتے ہیں، جو دوسرے دیکھ اور سن نہیں سکتے۔ وہ حضرات اس عالم کا مشاہدہ کرتے ہیں، جس کا مشاہدہ نہ کوئی مصلح وریفارمر کر سکتا ہے، نہ کوئی سیاسی مدبر و مبصر کر سکتا ہے، نہ بڑے بڑے عقلائے زمانہ اس میں ان کے شریک وسہیم ہو سکتے ہیں اور وہ ان امور وحوادث کا پتہ دیتے ہیں، جو حواسِ انسانی یا محض عقل ودانش کے عام ذرائع سے ممکن نہیں ہو سکتے۔

اسی لیے وہ حضرات امورِ غیب کی خبریں اس طرح دیتے ہیں جیسے ایک مشاہد دیتا ہے؛ کیوں کہ انھوں نے عالم غیب کا مشاہدہ کیا ہوا ہے، اس کے برخلاف عقل و دانش اور حکمت ودانائی میں یکتائے روزگار زعما وعقلا، سائنس وٹکنالوجی کے ماہرین، علوم وفنون میں بصیرت کے حاملین، سیاسی قائدین ومبصرین (اپنے علم وفن اور اپنی بصیرت ومہارت کے حوالے سے کتنے ہی بلند ترین مقام پر فائز ہوں) نہ اس عالم کا

مشاہدہ کرسکتے ہیں، نہ وہاں کی کوئی بات بتا سکتے ہیں۔

اسی لیے جب نبی کی باتوں کی تکذیب وتردید کرنے والوں نے محض اپنی عقل و دانش، اپنی دنیوی امور میں مہارت وقابلیت کی بنا پر تکذیب وتردید کی تو قرآن نے ان کا جواب یہ دیا:

﴿أَفَتُمٰرُونَهُ عَلٰى مَا يَرٰى ، وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً أُخْرٰى ، عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ، عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ، إِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ، مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ، لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى﴾ (النجم: ۱۲-۱۸)

(تو کیا ان (پیغمبرِ خدا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) سے ان باتوں پر تم جھگڑتے ہو؟ جس کا انھوں نے مشاہدہ کیا ہے؟ اور آپ نے اس (فرشتے) کو ایک اور بار بھی دیکھا ہے، ''سدرۃ المنتہیٰ'' کے قریب، جہاں جنت الماویٰ ہے، جب کہ سدرے کو وہ چیزیں لپٹ رہی تھیں، جو لپٹ رہی تھیں، آپ کی نگاہ نہ تو ان سے ہٹی اور نہ بڑھی، آپ نے اپنے رب کی (قدرت) کے بڑے بڑے عجائبات دیکھے۔)

ان آیات میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ آپ نے قدرتِ خداوندی کے بڑے عجائبات دیکھے ہیں، اللہ کے فرشتے کو دیکھا ہے، ''سدرۃ المنتہیٰ'' دیکھا ہے، جنت الماویٰ دیکھا ہے؛ لہٰذا جب آپ کوئی غیبی خبر بیان کریں؛ تو ان کو قبول کرنا چاہیے، نہ یہ کہ اس پر آپ سے جھگڑنا چاہیے۔

حدیث میں بھی یہ بات خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے بیان ہوئی ہے، ایک حدیث میں آپ فرماتے ہیں:

''إني أرى ما لا ترون ، و أسمع ما لا تسمعون ، أطت

السماء ، و حق لها أن تئط ، ما فيها موضع أربع أصابع إلا عليه ملک ساجد ، لو علمتم ما أعلم لضحكتم قليلا و لبكيتم كثيرا ."

(میں وہ چیزیں دیکھتا ہوں، جو تم نہیں دیکھ سکتے اور وہ باتیں سنتا ہوں، جو تم نہیں سن سکتے؛ آسمان چرچراتا ہے اور اس کو حق ہے کہ وہ چرچرائے، اس میں چار انگل کی جگہ نہیں ہے؛ مگر وہاں اللہ کا فرشتہ سجدہ کرتا ہوا ہے اور اگر تم ان باتوں کو جان لو؛ جو میں جانتا ہوں، تو تمھاری ہنسی کم اور رونا زیادہ ہو جائے۔)(۱)

لہٰذا یہی حضرات اس بات کے روادار ہوتے ہیں کہ وہ ان حقائق و معارف کے بارے میں گفتگو کریں، جن تک نہ تیز ترین احساساتِ انسانی کی رسائی ہو سکتی ہے، نہ عقل و دانش کی بہترین صلاحیتوں کی پہنچ ممکن ہے۔

(۲) دوسرے یہ کہ یہ حضرات اخلاق و کردار کے اس بلند ترین معیار پر قائم ہوتے ہیں، جو دوسرے لوگوں میں متصور نہیں ہو سکتا اور عصمت و پاکدامنی ان کی زندگی کا جزو لاینفک ہوتی ہے، جس کی وجہ سے وہ گناہوں سے پاک و معصوم ہوتے ہیں، ان کی زندگیاں ایمان و یقین، اخلاص و للّٰہیت، توکل و اعتماد علی اللہ، خشیت و خدا ترسی، صداقت و سچائی، دیانت و راست بازی، مخلوق سے شفقت و ہمدردی، محبت و دل سوزی، ہر ایک کے ساتھ انصاف و رواداری کی آئینہ دار ہوتی ہیں اور دوسری جانب گناہ گاری و خطا کاری، نفس پرستی و بوالہوسی، لالچ و نفع اندازی، مادی و فانی سے تعلق و انس، دنیوی مال و متاع کی خواہش، اپنے لیے معاوضے کی طلب سے پاک ہوتی ہیں۔

---

(۱) مسند أحمد : ۲۱۵۵۵، سنن الترمذي : ۲۳۱۲ ، سنن ابن ماجة : ۴۱۹۰، المستدرک للحاکم: ۳۸۸۳

اسی لیے نبی اپنی زندگی کو ایک نمونے کے طور پر؛ بل کہ اپنی پاک دامنی و معصومیت کی دلیل کے طور پر پیش کرتا ہے اور یوں کہتا ہے:

﴿فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهِ ، أَفَلَا تَعْقِلُونَ﴾ (یونس:۱۶)

(میں نے تم میں اس سے پہلے ایک عمر گزاری ہے، کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے؟)

کیا کوئی لیڈر، کوئی مصلح، کوئی مدبر، کوئی مبصر، کوئی ریفارمر بھی ایسا ہے، جو اپنی زندگی کو اس طرح پیش کر سکے اور اپنا بے داغ ہونا ثابت کر سکے؟ نہیں! یہ تو بس ان ہی حضرات کا حصہ ہے کہ وہ اپنی بے داغ زندگیوں کو مخلوق کے سامنے بہ طور اسوہ و نمونہ پیش کر کے اپنی اتباع کی جانب دعوت دے سکتے ہیں۔

(۳) تیسرے یہ کہ حضراتِ انبیا علیہم السلام اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان ایک واسطہ ہوتے ہیں اور اس واسطے سے وہ ایک جانب اللہ تعالیٰ کے احکام وفرامین، اس کی مرضیات و نامرضیات، بندوں سے اس کے مطالبات وتقاضے اور اس کی جانب سے اطاعت شعاروں کے حق میں خوش خبریاں اور نیک وعدے اور نافرمانوں کے لیے عذاب وعقاب کی دھمکیاں اور وعیدیں لاتے اور سناتے ہیں اور دوسری طرف بندوں کے ساتھ ہمدردی و شفقت کی بنا پر ان احکامات و فرامین خداوندی، مطالبات وتقاضائے ربانی پر ان کو چلانا چاہتے اور اس کی راہیں سمجھاتے اور بتاتے اور اس پر خود چل کر لوگوں کے لیے ایک اسوہ ونمونہ پیش کرتے ہیں۔

اور یہ بات کہ کوئی نبی ہو اور وہ خالق ومخلوق کے درمیان واسطے کی حیثیت میں ہو جائے، یہ محض اللہ کے اختیار وانتخاب کا نتیجہ ہے، اس میں نہ خود نبی کو دخل ہے، نہ کسی کی صلاحیت وقابلیت کو دخل ہے؛ بل کہ اللہ جس کو اس کے لیے منتخب فرمالے، وہی اس منصب پر فائز ہو سکتا ہے۔

لہٰذا کسی کی قابلیت وصلاحیت، کسی کا تقویٰ وطہارت، کسی کی خدمت ومحنت، کسی کا مجاہدہ وریاضت نبی ہونے کے لیے نہ کافی ہے، نہ لازم وضروری؛ بل کہ یہ منصب محض فضلِ الٰہی واصطفائے ربانی کا نتیجہ ہے۔

(۴) چوتھے یہ کہ یہ حضرات جس علم ومعرفت کو پیش کرتے اور جس کی جانب مخلوق خدا کو دعوت دیتے ہیں، وہ محض دنیوی تہذیب وتمدن کا سامان، صرف انسانی جسم کے بقا وتحفظ اور اس کی رہائش وآسائش، زیبائش ونمائش کے اسباب اور اس کے لیے ماکولات ومشروبات، مسکونات وملبوسات کی تیاری وفراہمی اور فانی زندگی کی سہولتوں وراحتوں، معیارِ عیش کی بلندیوں، خواہشات ولذات فانیہ کے لیے راہوں کی ہمواری کے ایک گھٹیا مقصد کی تحصیل وتکمیل کے لیے نہیں؛ بل کہ ان کے لائے ہوئے علم ومعرفت اور ان کی دعوت وپیغام کا اصل ہدف وحقیقی مقصد انسان کو اس کے خالق ومالک، اس کائنات کے مدبر ومنتظم کی ذات وصفات، اس کی مرضیات ونامرضیات، اس کے احکام وقوانین سے واقف کرانا، انسان ودیگر مخلوقات اور ان کے خالق ومالک کے باہمی تعلق کی صحیح نوعیت کو واضح کرنا، انسان کے مقصدِ تخلیق اور اس کے سفرِ حیات کی منزلیں ومدارج کی تعیین اور اس کی آخری منزل کی نشاندہی کرنا، اس کی زندگی میں کامیابی وناکامی کے اسباب، اس کی اخلاقی وروحانی قدروں اور اس صلاح وفلاح کے طریقوں کو واضح وروشن کرنا ہے؛ لہٰذا وہ حضرات اپنے اس عظیم مقصد کے پیشِ نظر انسان کو اللہ کی ذات وصفات کی معرفت، اس کے احکام وقوانین، صحیح عقائد ونظریات، اچھے ونیک اعمال وافعال، بلند ومحمود اخلاق وعادات، حق وباطل میں تمیز، شر وخیر میں امتیاز کی صلاحیت، آخرت کا خوف وفکر، آخرت میں جواب دہی کا احساس، جنت ودوزخ کے حالات وکیفیات، ثواب وعقاب کی تفصیلات وغیرہ امور کو اپنے منشور میں سب سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں اور

لوگوں پر ان ہی امور کے سلسلے میں محنت کرتے ہیں۔

اس کے برخلاف سیاسی قائدین و دنیوی مصلحین کی نگاہ میں سب سے زیادہ اہمیت، دنیوی فوز و فلاح، فانی لذات وخواہشات کی تکمیل، ظاہری تہذیب و تمدن کی ہمواری، کھانے و پینے، کپڑے و مکان، دنیوی زندگی کی راحت وآسائش کی تحصیل پر ہوتی ہے اور انسان کو انسان بنانے، اس کے اندر انسانیت واخلاق پیدا کرنے، اس کو اس کی اصلی وحقیقی منزل سے روشناس کرانے کے سلسلے میں ان کا کوئی کارنامہ نہیں ہوتا؛ بل کہ اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ خود بھی اس سلسلے میں خوابِ غفلت میں پڑے ہوتے ہیں اور ان کو خود ان حضراتِ انبیا کی اسی طرح ضرورت ہوتی ہے، جس طرح ایک عام انسان کو ان کی ضرورت ہوتی ہے۔

(۵) پانچویں یہ کہ یہ حضرات جس عظیم مقصد کے لیے مبعوث کیے جاتے ہیں، اس کے لیے یہ خود کو اس طرح وقف کر دیتے ہیں کہ اس کے بغیر ان کے وجود کا کوئی تصور نہیں کیا جاسکتا، وہ اس کام کے لیے اپنے عیش و راحت، عزت و وقار، جان و مال سب کو قربان کر دیتے ہیں اور اس کام کو تکمیل کی راہ پر لگا جاتے ہیں اور اسی کا نتیجہ - بہ قول حضرت مفکرِ اسلام مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ - یہ سامنے آتا ہے:

” انھوں (یعنی حضراتِ انبیا) نے اپنی بعثت کے زمانے میں اپنی قوم وامت اور اپنے پورے معاشرے میں خیر کی محبت اور شر سے نفرت کے جذبے کو پروان چڑھایا، حق کی حمایت اور باطل کی مخالفت ان کی طبیعت وفطرت میں داخل کرنے کی کوشش کی اور طویل انسانی تاریخ میں جب بھی یہ جذبہ کمزور پڑا، انسانوں کی فطرت میں تغیر رونما ہوا اور ان میں بہیمیت اور درندگی کے آثار ظاہر ہوئے، انبیا علیہم السلام نے فوراً ان کا علاج کیا اور قساوت و بہیمیت کو رحمت ورافت اور شرافت وانسانیت

میں بدل دیا، انھوں نے اپنی اعلیٰ تعلیمات کی اشاعت کی، اس کے لیے مسلسل ومتواتر جد وجہد کی، عیش وآرام کی پروانہیں کی، عزت ووقار کا خیال نہیں کیا؛ حتیٰ کہ اپنے جسم وجان کی فکر نہیں کی اور اسی مسلسل و جانکاہ محنت ومشقت کے نتیجے میں انسانیت سے عاری حیوانوں اور پھاڑ کھانے والے درندوں میں ایسے نیک نفس لوگ پیدا ہوئے، جن کے انفاس سے دنیا معطر ہوگئی، جن کے حسن وجمال سے انسانیت کی تاریخ میں دل کشی ورعنائی آگئی، جو رفعت ومنزلت میں فرشتوں سے بھی آگے نکل گئے اور ان ہی برگزیدہ، مثالی اور قابلِ تقلید نفوس کی برکت سے تباہ وبرباد ہونے والی انسانیت کو نئی زندگی مل گئی، عدل وانصاف کا دور دورہ ہوگیا، کمزوروں میں طاقت والوں سے اپنا حق وصول کرنے کی ہمت وطاقت پیدا ہوئی، بھیڑیوں نے بکریوں کی گلہ بانی کی، فضاؤں میں رحم وکرم کی خنکی چھاگئی، الفت و محبت کی خوشبو پھیل گئی، سعادت کا بازار گرم ہوگیا، دنیا میں جنت کی دکانیں سج گئیں، ایمان ویقین کی عطر بیز ہوائیں چلنے لگیں، انسانی نفوس ہوا وہوس کی گرفت سے آزاد ہوگئے قلوب، بھلائیوں کی طرف کھنچنے لگے جیسے مقناطیس کی طرف لوہے کے ٹکڑے۔"(۱)

یہ ہیں حضراتِ انبیا، ان کے کمالات وصفات، ان کا کام ومشن، جس کے لیے ان کو مبعوث کیا جاتا ہے اور ان کی ان تھک محنت کے ثمرات وبرکات!! بتاؤ کہ کیا وہ عام بشر کی طرح ایک بشر ہیں؟ اور ناقابلِ تقلید ہیں، یا بشر ہونے کے باوجود مافوق البشری کمالات کے حامل ہیں اور اس لیے ہر لحاظ سے قابلِ تقلید واتباع ہیں۔

---

(۱) منصب نبوت اور اس کے عالی مقام حاملین: ۵۹-۶۰

صحابہ رضی اللہ عنہم کے تقدس سے کھلواڑ

تفریط و تقصیر کے اس غلو نے امت کے بعض لوگوں اور طبقوں کو اس بات پر ابھارا کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی تنقیص و توہین کی جائے، جیسے ایک فرقہ ان حضرات کی شان میں گستاخیاں کرتا اور ان کے تقدس سے کھلواڑ کرتا اور بیشتر صحابہ رضی اللہ عنہم کو (نعوذ باللہ) کافر کہتا ہے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خاص طور پر ہدفِ تنقید بناتا ہے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر (نعوذ باللہ) تہمت لگاتا ہے۔

حال آں کہ تاریخ کے وثائق پوری ذمے داری کے ساتھ گواہی دیتے ہیں کہ اس روئے زمین پر حضراتِ انبیا کے بعد کوئی بھی ایمان و یقین، اطاعت و بندگی، تقدس و تقویٰ، اخلاص و للّٰہیت، دینی حمیت و خدمت میں حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے بڑھ کر نہیں ہوا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے دین کی نصرت و خدمت، اس کی حفاظت و اشاعت اور دعوت و تبلیغ اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و معیت اور تائید و تقویت کے لیے منتخب فرمالیا تھا اور ان کی فضیلت میں قرآن و سنت دونوں کی نصوص دلالت کرتی ہیں اور واضح الفاظ میں ان کی عظمت و جلالت اور بزرگی بیان کرتی ہیں۔

عظمت و شانِ صحابہ رضی اللہ عنہم

یہاں مثلاً ان حضرات کے فضائل و مناقب میں قرآن و سنت سے چند دلائل پیش کیے جاتے ہیں:

ایک موقعے پر قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ

رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلاً مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ، سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ أَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِکَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ أَجْرًا عَظِيْمًا﴾ (الفتح:۲۹)

(محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں، وہ کفار کے مقابلے میں سخت اور آپس میں رحیم ہیں، تو ان کو دیکھے گا کہ وہ اللہ کے فضل و رضا کی تلاش میں رکوع و سجدہ کر رہے ہیں، سجدے کی تاثیر سے ان کے چہروں پر ان کے آثارِ نماز ہیں، یہ ان کے اوصاف، تورات میں ہیں اور ان کی مثال انجیل میں یہ ہے کہ جیسے کھیتی کہ اس نے اپنی سوئی نکالی پھر اس نے سوئی کو مضبوط کیا پھر وہ اور موٹی ہوئی، پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوگئی کہ کسانوں کو بھلی معلوم ہونے لگی؛ تا کہ کافر لوگ ان سے جلیں، اللہ نے ان ایمان والوں اور نیک عمل کرنے والوں سے مغفرت اور اجرِ عظیم کا وعدہ کیا ہے۔)

ایک دوسری جگہ مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم میں سے ''سابقینِ اولین'' اور ان کے بعد ایمان لانے والے صحابہ رضی اللہ عنہم کا ذکر اس طرح کیا ہے:

﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْأَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْأَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ وَ أَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ أَبَدًا ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ (التوبۃ:۱۰۰)

(اور جو مہاجرین و انصار میں سے مقدم و سابق ہوئے اور جنھوں نے نیکی میں ان کی پیروی کی، ان سے اللہ راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے اور اس نے ان کے لیے ایسی جنتیں تیار کی ہیں کہ ان کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ان میں یہ ہمیشہ ہمیش کے لیے رہیں گے، یہی بڑی کامیابی ہے۔)

قرآنِ کریم میں اور بھی آیات ہیں، یہاں بہ طور نمونہ دو آیات پیش کی گئیں اور احادیث میں سے دو چار سنتے چلیں:

حضرت ابو موسیٰ ﷺ سے ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”النجوم أمنة للسماء ، فإذا ذهبت النجوم أتى السماء مايوعد ، و أنا أمنة لأصحابي ، فإذا ذهبت أتى أصحابي ما يوعدون ، و أصحابي أمنة لأمتي فإذا ذهب اصحابي أتى أمتي ما يوعدون.“(۱)

(ستارے آسمان کے لیے باعثِ امن ہیں، جب وہ غائب ہو جائیں، تو آسمان پر وہ مصیبت آجائے گی، جس کا اس سے وعدہ کیا گیا ہے اور میں میرے صحابہ ﷺ کے لیے امن کا باعث ہوں، جب میں چلا جاؤں گا؛ تو ان کو وہ مصیبت پیش آئے گی، جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے اور میرے صحابہ ﷺ میری امت کے لیے باعث امن ہیں، جب وہ چلے جائیں؛ تو امت پر وہ مصائب پیش آئیں گے، جن کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔)

(۱) الصحیح للمسلم:۶۶۲۹،مسند أحمد:۱۹۵۸۴، صحیح ابن حبان:۷۲۴۹، مسند بزار:۳۱۰۲، مسند أبي يعلى:۷۲۷۶

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

" لا تسبوا أصحابي ، فلو أن أحدكم أنفق مثل أحد ذهباً ما بلغ مد أحدهم ، ولا نصيفة."

(میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو برا بھلا نہ کہو! کیوں کہ اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا بھی اللہ کے راستے میں خرچ کرے گا؛ تب بھی وہ ان حضرات کے ایک مد (کھجور) بل کہ اس کے آدھے کے برابر بھی نہیں پہنچ سکتا۔)(۱)

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"خدا سے ڈرو! خدا سے ڈرو، میرے صحابہ کے بارے میں! میرے بعد ان کو ہدفِ ملامت نہ بناؤ؛ کیوں کہ جو ان سے محبت کرتا ہے، وہ میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کرتا ہے اور جو ان سے بغض رکھتا ہے، وہ میرے سے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھتا ہے اور جو ان کو تکلیف پہنچاتا ہے وہ مجھے تکلیف پہنچاتا ہے اور جو مجھے تکلیف دیتا ہے، وہ اللہ کو تکلیف دیتا ہے اور خدا کو تکلیف دینے والا قریب ہے کہ پکڑا جائے۔"(۲)

---

(۱)الصحیح للبخاري:۳۶۷۳،الصحیح للمسلم:۶۶۵۳،سنن الترمذي: ۳۸۶۱، سنن ابن ماجة:۱۶۱،مسند أحمد:۱۱۰۹۴،صحیح ابن حبان:۷۲۵۳

(۲)سنن الترمذي:۳۸۶۲،صحیح ابن حبان:۷۲۵۶، السنة لابن أبي عاصم:۹۹۲، شعب الإیمان:۱۴۲۳

ایک حدیث میں ہے:

"آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے پسند کرلیا اور میرے لیے میرے صحابہ کو چن لیا، پھران میں میرے وزیر و مددگار اور سسر بنائے، پس جو ان کو برا بھلا کہے، اس پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے، اس سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ فرض قبول کرے گا نہ نفل۔"(۱)

یہ چند حدیثیں نمونے کے طور پر یہاں نقل کر دی گئی ہیں، اگر کسی کو اس سلسلے میں تفصیل درکار ہو، تو وہ علامہ ابن حجر مکی رَحِمَہُ اللہُ کی کتاب "الصواعق المحرقة" کا مطالعہ کرے۔

صحابہ کو رَضِیَ اللہُ عَنْہُم برا بھلا کہنا حرام؛ بل کہ بعض کے نزدیک کفر ہے

ان روایات سے معلوم ہوا کہ صحابہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُم کو برا بھلا کہنا حرام اور فحش محرمات میں سے ہے۔ چناں چہ حضرات علمائے اہلِ سنت نے پوری وضاحت وصراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ صحابہ پر سب وشتم اور ان کو برا بھلا کہنا حرام ہے؛ بل کہ امام ذہبی رَحِمَہُ اللہُ نے اس کو کفر قرار دیا ہے۔

مشہور مالکی محدث وفقیہ امام قاضی عیاض رَحِمَہُ اللہُ نے فرمایا کہ صحابہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُم پر سب وشتم کرنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔(۲)

ملا علی قاری رَحِمَہُ اللہُ "شرح الفقه الأكبر" میں رقمطراز ہیں:

---

(۱) المستدرك للحاكم:٦٦٥٦، المعجم الكبير للطبراني:١٣٧٩٣، معرفة الصحابة لأبي نعيم الأصفهاني:٣٧٥٥، معجم الصحابة:١٦٢٨، السنة لابن أبي عاصم:١٠٠

(۲) شرح المسلم:٢/٣١٠

”(شرح العقائد) میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو برا کہنا اور ان پر طعن کرنا، اگر ان چیزوں سے ہے، جو دلائلِ قطعیہ کے مخالف ہیں، تو یہ کفر ہے، جیسے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانا اور اگر ایسے امور میں نہ ہو، تو وہ بدعت و گناہ ہے۔“(۱)

امام علامہ شمس الدین ذہبی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

”جو شخص حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم پر طعن کرتا یا ان پر سب وشتم کرتا ہے؛ وہ دین سے خارج اور ملتِ اسلام سے الگ ہے؛ کیوں کہ ان پر طعن کرنا صرف اس وجہ سے ہوتا ہے کہ ان کے حق میں برائیوں کا اعتقاد ہو اور دل میں ان سے بغض پوشیدہ ہو اور اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ان کی جو تعریف کی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی جو فضیلت و بڑائی بیان کی ہے، اس سے انکار ہو، پھر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم چوں کہ دین کے پہنچانے والے اور اس کا بہترین ذریعہ و وسیلہ ہیں۔ اس لیے ان پر طعن کرنا گویا اصل (دین) پر طعن کرنا ہے اور ناقل کی توہین، منقول کی توہین ہے۔“(۲)

امام ابوزرعہ رازی رحمۃ اللہ مشہورِ زمانہ محدث کا قول ہے:

”جب تم کسی کو صحابہ رضی اللہ عنہم کی تنقیص کرتے ہوئے دیکھو، تو سمجھ لو کہ وہ زندیق ہے؛ کیوں کہ ہمارے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حق پر ہیں اور قرآن حق ہے، قرآن و سنت ہم تک پہنچانے والے یہی حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں اور یہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی تنقیص کرنے والے ہمارے

---

(۱) شرح الفقہ الأکبر:۸۶

(۲) الکبائر:۲۳۸

گواہوں کو مجروح کرنا چاہتے ہیں؛ تاکہ کتاب وسنت کو باطل ثابت کریں؛ لہٰذا خود ان ہی کو مجروح کرنا زیادہ مناسب ہے؛ لہٰذا وہ زندیق ہیں۔"(۱)

علما کے ان بیانات سے صاف معلوم ہوا کہ صحابہ ﷺ پر زبانِ طعن دراز کرنا، ان پر سب وشتم کرنا سخت گناہ اور بعض کے نزدیک کفر ہے۔

مشاجراتِ صحابہ ﷺ کے بارے میں اہلِ سنت کا موقف

آج سبائی پروپیگنڈے سے متاثر افراد، جو حضراتِ صحابہ ﷺ کی توہین وتنقیص کرتے اور ان کے خلاف اپنی ناپاک زبانوں کو چلاتے رہتے ہیں، سب سے زیادہ جس چیز کو اچھالتے اور صحابۂ کرام ﷺ کے حق میں نقص وبرائی پر استدلال کرتے ہیں، وہ حضراتِ صحابۂ کرام ﷺ کے مابین ہونے والے بعض مشاجرات واختلافات ہیں اور اس سلسلے میں ان کے پاس جو کچھ ہے، وہ تاریخ کے بکھرے ہوئے اوراق ہیں، جن میں صحیح وسقیم، قوی وضعیف، حق وباطل کی آمیزش ہے؛ کیوں کہ سبائی ایجنٹوں نے تاریخ کو اپنے ناپاک عزائم وحرکات سے پاک وصاف رہنے نہ دیا؛ اسی لیے اہلِ سنت علما نے لکھا ہے کہ ان تاریخ کے اوراق سے صرف وہی بات مانی جائے گی، جو صحابہ کرام کی عدالت وثقاہت کو۔ جس پر نصوصِ قطعیہ نے دلالت کی ہے۔ برقرار رکھنے والی ہے، اس کے خلاف کوئی بات نہ لی جائے گی؛ کیوں کہ اس میں سبائیوں نے خلط ملط کر دیا ہے اور جو صحیح روایات سے ثابت ہے، اس میں وہ حضرات معذور ہی نہیں؛ بل کہ ماجور بھی ہیں؛ کیوں کہ ان حضرات نے کسی غلط وبرے ارادے ونیت سے ایسا نہیں کیا تھا؛ بل کہ نیک نیتی کے ساتھ اپنے

---

(۱) الكفاية في علم الرواية:۴۹

موقف پر وہ قائم رہے تھے، یہ ان کا اجتہاد تھا، جس میں ممکن ہے بعض سے خطا ہوئی ہو؛ مگر یہ خطا بھی معاف ہے اور اس پر ایک اجر بھی ثابت ہے۔ میں نے یہاں اہلِ سنت کا جو موقف پیش کیا ہے، یہ حضراتِ علمائے اہلِ سنت کی کتابوں میں وضاحت کے ساتھ موجود ہے، ہم یہاں اختصار کے پیشِ نظر صرف ایک حوالے پر اکتفا کرتے ہیں۔

علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ اپنی کتاب "العقيدة الواسطية" میں فرماتے ہیں:

> "اہلِ سنت کے اصول میں سے یہ ہے کہ وہ روافض جو صحابہ ﷺ سے بغض رکھتے اور ان کو برا کہتے ہیں اور نواصب جو اہلِ بیت رسول ﷺ کو قول یا عمل سے ایذا دیتے ہیں، ان کے طریقے سے اپنے آپ کو بری کرتے ہیں اور صحابہ ﷺ کے مابین جو اختلاف ہوا، اس کے بارے میں (اپنی زبان کو) روکتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ان روایات میں جن سے صحابہ ﷺ کی برائیاں معلوم ہوتی ہیں، بعض محض کذب اور جھوٹ ہیں اور ان میں سے بعض میں کچھ کمی بیشی کردی گئی ہے اور ان کے اصل مفہوم سے ان کو بدل دیا گیا ہے اور ان میں سے جو صحیح ہیں، ان میں صحابہ ﷺ معذور ہیں یا مجتہد برحق ہیں یا مجتہد خطاوار ہیں۔"(۱)

صحابہ ﷺ سب کے سب عدول و معیارِ حق ہیں

حضراتِ صحابہ ﷺ کی عظیم شخصیات کے سلسلے میں امت کے سوادِ اعظم کا شروع سے لے کر آج تک یہی عقیدہ چلا آرہا ہے کہ وہ سب کے سب عدول و قابل

---

(۱) العقيدة الواسطية:۱۷

اعتماد و لائق اعتبار ہیں، خواہ وہ صحابی چھوٹے ہوں یا بڑے اور پہلے ایمان لانے والوں میں سے ہوں یا بعد میں ایمان قبول کرنے والوں میں سے ہوں؛ مگر بعض لوگ حضرات صحابہ ﷺ میں سے بعض سے اتفاقاً کسی گناہ کے صدور کو دیکھ کر ان کی شخصیات کو داغ دار کرنے اور ان کو (نعوذ باللہ) فاسق کہنے کی جرأت کرتے ہیں، یہ خطرناک روش ہے۔ اوپر ہم نے وہ احادیث پڑھ لی ہیں، جس میں اللہ کے رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے صحابہ ﷺ کو برا بھلا کہنے سے منع کیا ہے اور اس میں یہ بھی داخل ہے کہ ان کو فاسق قرار دیا یا سمجھا جائے۔

تمام علمائے اہلِ سنت نے بلا کسی استثنا کے تمام صحابہ ﷺ کو عدول قرار دیا ہے اور یہی اہلِ سنت کا عقیدہ بھی ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رَحِمَهُ اللهُ نے اپنی کتاب ''مقامِ صحابہ ﷺ'' میں اکابرینِ امت کے اس سلسلے میں بہت سے اقوال جمع کر دیے ہیں، جس کو شوق ہو اور وہ طالبِ انصاف ہو؛ وہ اس کا مطالعہ کرے۔ ہم یہاں چند اہم اقوال نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں:

(۱) مسلک حنبلی کے معتبر و مستند شارح و امام علامہ شمس الدین السفارینی الحنبلی رَحِمَهُ اللهُ نے اپنی عظیم الشان کتاب " لوامع الأنوار البهية شرح الدرة المضية '' میں جو عقائدِ اہلِ سنت پر نہایت مستند مانی جاتی ہے، اس میں لکھا ہے:

> ''اہلِ سنت والجماعت نے جس بات پر اجماع کیا ہے، وہ یہ ہے کہ ہر شخص پر واجب ہے کہ وہ صحابہ ﷺ کے حق میں عدالت کو ثابت کرتے ہوئے اور ان کے حق میں طعن و تشنیع سے پرہیز کرتے ہوئے ان کو پاک وصاف سمجھے؛ کیوں کہ خود اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں متعدد آیات میں

ان کی تعریف کی ہے۔اس کے علاوہ اگر خدا تعالیٰ سے ان کی تعریف میں کوئی بات وارد نہ ہوتی اور نہ رسول اللہ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے وارد ہوتی، تب بھی ان حضرات کے احوال، ہجرت، جہاد، دین کی نصرت، جان و مال کی قربانی، باپ دادوں اور اولاد کو اللہ کے لیے مروا دینا، دین کے بارے میں خیر خواہی، ایمان و یقین کی قوت وغیرہ جن پر وہ قائم تھے، یہ احوال ان کی عدالت و پاکیزگی پر یقین و اعتقاد کو لازم کرتے ہیں اور اس بات کو کہ یہ حضرات اپنے نبی صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بعد پوری امت سے افضل ہیں۔یہی تمام امت اور ان ائمۂ کرام کا مذہب ہے، جن پر اعتماد کیا جاتا ہے۔"(۱)

(۲) علامہ ابن الصلاح رَحِمَہُ اللّٰہُ علمِ حدیث کے ائمہ میں سے ایک جلیل الشان امام گزرے ہیں، ان کی ایک عظیم کتاب " علوم الحدیث" جو مدارسِ اسلامیہ میں طلبائے علومِ حدیث کے لیے زیرِ درس ہے، اس میں آپ لکھتے ہیں:

"تمام صحابۂ کرام کی ایک خصوصیت ہے، وہ یہ کہ ان میں سے کسی کی عدالت (قابلِ اعتبار و متقی ہونے) کے بارے میں بحث نہیں کی جائے گی؛ کیوں کہ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے، جس سے فراغت پالی گئی ہے؛ کیوں کہ ان حضرات کا عادل و ثقہ ہونا نصوصِ کتاب و سنت اور ان لوگوں کے اجماع سے ثابت ہے، جن کا اجماع میں اعتبار ہوا کرتا ہے۔"(۲)

(۳) دبستانِ فقہِ مالکی کے اہم ترین رکن و امام علامہ ابن عبد البر مالکی رَحِمَہُ اللّٰہُ اپنی کتاب "الاستیعاب" میں فرماتے ہیں:

---

(۱) لوامع الأنوار البهية:۲/۳۸۸

(۲) علوم الحديث:۲۹۰

"یہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم ہر زمانے کے لوگوں سے افضل ہیں اور خیر امت ہیں، جنھیں لوگوں کی بھلائی کے لیے ظاہر کیا گیا اور ان سبھی کی عدالت اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان کی تعریف و توصیف سے ثابت ہے اور ان سے بڑھ کر کون عادل ہو سکتا ہے؟ جنھیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و نصرت کے لیے پسند کر لیا ہو اور کسی کے حق میں عدالت و ثقاہت کی شہادت اس اللہ و رسول کی شہادت و گواہی سے بڑھ کر نہیں ہو سکتی۔"(۱)

(۴) فقہ حنفی کے مایہ ناز و باکمال فقیہ و مجتہد علامہ کمال ابن الہمام رحمۃ اللہ نے اپنی کتاب "المسایرۃ" میں لکھا ہے:

"اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کا تزکیہ کیا جائے (گناہوں سے پاک ہونا بیان کیا جائے) ایک تو ان سب کے عادل ہونے کو ثابت کرنے سے اور دوسرے ان کے بارے میں طعن و تشنیع سے بچنے سے اور تیسرے ان کی اس طرح مدح سرائی کرنے سے جیسے اللہ نے فرمائی ہے۔"(۲)

(۵) علامہ عضد الدین بن عبد الرحمٰن رحمۃ اللہ کی عقائد اسلامیہ پر مشہور زمانہ کتاب "المواقف" میں اہل سنت کا صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں مسلک بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

"تمام کے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعظیم اور ان کے بارے میں جرح

---

(۱) الاستیعاب:۱۵

(۲) المسایرۃ:۱۳۲

وقدح سے پرہیز واجب ہے؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کئی جگہ ان کی تعریف کی ہے اور اللہ کے رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے ان سے محبت کی اور بہت سی احادیث میں ان کی مدح فرمائی ہے، پھر جو شخص ان کی سیرت وکردار میں غور کرے گا اور ان کے کارناموں، ان کی دین کے سلسلے میں جد وجہد، ان کے اللہ و رسول کی نصرت میں جان و مال کے لٹانے پر واقف ہوگا، اسے ان کی عظمتِ شان میں اور ان مطاعن سے بری ہونے میں جو ان کی جانب اہل باطل منسوب کیا کرتے ہیں، کوئی شک ہی نہ ہوگا اور یہ بات اس کو ان میں طعن سے روکے گی اور وہ یہ دیکھے گا کہ ان میں طعن کرنا ایمان کے خلاف ہے۔"(۱)

ان حضراتِ اکابر کے علاوہ بھی تقریباً تمام علمائے اہلِ سنت نے کسی نہ کسی حیثیت سے صحابہ ﷺ کی عدالت وثقاہت، ان کی عظمت وجلالت کا ذکر کیا ہے اور اہلِ سنت کے عقائد پر لکھی ہوئی تمام ہی کتابیں اس مسئلے کی وضاحت وصراحت سے لبریز ہیں۔

جب یہ بات واضح ہوگئی کہ حضراتِ صحابہ ﷺ کی توہین وتنقیص حرام قطعی ہے اور بعض کے نزدیک تو کفر ہے، نیز ان کی عدالت وشرافت ایک مسلمہ امر ہے، جس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں، تو یہیں سے ایک بات یہ بھی سمجھ میں آگئی کہ حضرات صحابہ ﷺ معیارِ حق بھی ہیں، ان کے اقوال وافعال، ان کی باتیں اور طریقے بھی حق کو جاننے کا معیار ہیں۔

لہٰذا جو لوگ صحابہ ﷺ کو معیارِ حق نہیں مانتے، وہ بھی تنقیصِ صحابہ ﷺ کرتے ہوئے غلو کے مرتکب ہیں۔

---

(۱) المواقف:۳/۴۷۲

علما واہل اللہ کی تنقیص وتوہین

اسی طرح کوئی شخص اللہ کے سچے ولیوں و سچے عالموں کی توہین وتذلیل کرتا ہے یا ان کو تکلیف پہنچاتا ہے، ان کی شان میں گستاخی کرتا ہے، تو یہ بھی وہی دین میں غلو اور تفریط حرام ہے۔

آج اس میں بھی ابتلائے عام ہے، حتی کہ بعض دین دار کہلانے والے اور دینی جماعتوں سے منسلک لوگ بھی اس میں مبتلا نظر آتے ہیں، بالخصوص جدت پسند طبقے میں اور نئے تعلیم یافتہ لوگوں میں یہ بیماری شدت اختیار کی ہوئی ہے کہ وہ نہ اولیاء اللہ کی قدر کرتے ہیں، نہ حضراتِ اہلِ علم کی توقیر کرتے ہیں؛ بل کہ ان سب سے بدظنی میں مبتلا ہیں، حتی کہ ان کے فتاوی کو بھی بلا وجہ و بے دھڑک رد کردیتے ہیں، اہلِ دین کا مذاق اڑاتے ہیں، دینی ودعوتی کام میں لگنے والوں سے استہزا واستخفاف کا معاملہ کرتے ہیں۔ یہ سب وہی غلوِ مذموم وتفریطِ ممنوع ہے۔

اہل اللہ کے بارے میں یہ حدیث بہ غور سن لینا چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”قَال اللّٰہ تعالی : مَنْ عَادیٰ لِيْ وَلِیًّا فَقَدْ آذَنْتُه بِالْحَرْبِ.“

(اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو میرے ولی سے عداوت رکھتا ہے، اس کو میں اعلانِ جنگ دیتا ہوں۔)(۱)

ایک حدیث میں یہ ہے کہ اللہ نے فرمایا:

”من عادیٰ لي ولیا فقد آذاني.“(۲)

(۱) الصحیح للبخاري:۶۵۰۲، شرح السنة:۱۲۴۸

(۲) صحیح ابن حبان:۳۴۷

(جس نے میرے ولی سے دشمنی کی، تو اس نے مجھے تکلیف پہنچائی۔)

حضراتِ علما کے بارے میں ہمیں یہ معلوم ہے کہ وہ تبلیغ وترویجِ دین اور استحکام و تشریحِ شریعت کی ذمے داری اٹھائے ہوئے ہیں؛ لہٰذا ان کا وجود ہمارے لیے ایسا ہی ضروری ہے جیسے خود دین ضروری ہے؛ کیوں کہ دین، اہلِ دین واہلِ علم ہی سے آتا ہے، اگر یہ طبقہ نہ رہے؛ تو دین کہاں سے آئے گا اور حق و باطل کی تمیز ہمیں کون سکھائے گا؟ سنت و بدعت کا فرق کون بتائے گا؟ نیز قرآن وسنت کی حفاظت جو اس طبقے سے ہو رہی ہے وہ کون پوری کرے گا؟ لہٰذا جو لوگ علمائے کرام سے بدظنی اور ان کی بدگوئی میں مبتلا ہوتے ہیں، وہ دراصل دین وشریعت سے بدظنی و بدگوئی میں مبتلا ہوتے ہیں۔

توہینِ علما واولیا حرام اور بعض صورتوں میں کفر ہے

اسی لیے حضراتِ ائمہ وعلمانے تصریح کی ہے کہ اہلِ علم کی قدر کرنا واجب ہے اور ان کی توہین وایذا حرام ہی نہیں؛ بل کہ بعض صورتوں میں کفر ہے۔

"الفقہ الأکبر" امام اعظم ابوحنیفہ رَحِمَہُ اللّٰہُ کی کتاب ہے، اس کی شرح ملاعلی قاری رَحِمَہُ اللّٰہُ نے لکھی ہے، اس میں اور دیگر کتبِ فقہ میں یہ مسئلہ لکھا ہے:

"من أبغض عالماً بغير سبب ظاهر خيف عليه الكفر"

(جو شخص بغیر کسی ظاہری سبب کے کسی عالم سے بغض رکھتا ہے، اس پر کفر کا اندیشہ ہے۔)(۱)

یہ مسئلہ بیان کرکے ملاعلی قاری رَحِمَہُ اللّٰہُ کہتے ہیں:

"میں کہتا ہوں کہ ظاہر تو یہی ہے کہ وہ کافر ہی ہو جائے گا؛ اس لیے

---

(۱) الفقہ الأکبر: ۲۸۷، لسان الحکام: ۱/۴۱۵

کہ جب اس نے بلا کسی سبب دنیوی یا اخروی کے عالم سے بغض رکھا، تو اس کا یہ بغض دراصل شریعت سے بغض ہے اور اس میں کیا شک ہے کہ جو شریعت کا انکار کرے، وہ بھی جب کافر ہے، تو چہ جائے کہ جو اس سے بغض رکھے۔"(۱)

علامہ محمود الآلوسی البغدادی رحمہ اللہ نے "تفسیر روح المعاني" میں لکھا ہے:

"نعم من اتصف بصفات الأولياء ظاهرا يجب تعظيمه ، و احترامه ، والتأدب معه ، والكف عن إيذائه بشيء من أنواع الإيذاء التي لا مسوغ لها شرعا كالإنكار عليه عنادا ، و حسدا دون المنازعة في محاكمة ، أو خصومة."

(ہاں! جو ظاہراً اولیاء اللہ کی صفات سے متصف ہے، اس شخص کی تعظیم واحترام اور اس کے ساتھ ادب کا معاملہ کرنا بھی ضروری ہے اور ہر قسم کی ایذا و تکلیف سے رک جانا بھی واجب ہے، جس کی شرعاً اجازت نہ ہو۔ جیسے بغیر کسی جھگڑے وغیرہ کے اس کا محض حسد و دشمنی کی وجہ سے انکار کرنا۔)(۲)

حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ نے "فضائلِ تبلیغ" میں ایک فصل قائم کی ہے، اس میں لکھتے ہیں:

"فصلِ سادس میں عامۃ المسلمین کو ایک خاص امر کی طرف متوجہ کرنا ہے، وہ یہ کہ اس زمانے میں علما کی طرف سے بدگمانی، بے توجہی

---

(۱) شرح الفقه الأكبر: ۲۸۷، لسان الحكام: ۱/۴۱۵

(۲) روح المعاني: ۱۱/۱۴۳

نہیں؛ بل کہ مقابلہ وتحقیر کی صورتیں بالعموم اختیار کی جارہی ہیں ۔ یہ امر دین کے لحاظ سے نہایت ہی سخت خطرناک ہے ۔ (پھر علما پر کیے جانے والے شبہات اوران کے بارے میں وارد، فضائل کی احادیث ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں) جس قسم کے الفاظ اس زمانے میں علما اور علوم دینیہ کے متعلق اکثر استعمال کیے جاتے ہیں، ''فتاویٰ عالمگیری'' میں ان میں سے اکثر الفاظ کو الفاظِ کفریہ میں شمار کیا ہے؛ مگر لوگ اپنی ناواقفیت سے اس حکم سے غافل ہیں؛ اس لیے نہایت ضروری ہے کہ اس قسم کے الفاظ بالعموم استعمال کرنے میں زیادہ احتیاط کی جائے ۔''(۱)

یہاں ان عبارات کو نقل کرنے سے مقصود یہ بتانا ہے کہ علما کا استہزا و مذاق، ان کو ایذا و تکلیف دینا، ان سے بدسلوکی کرنا، ان کی تحقیر و توہین کرنا کس قدر برا ہے، اس پر غور کیا جائے؛ بل کہ بلا کسی دینی و دنیوی سبب کے ہو، تو کفر کا خوف بھی ہے؛ لہٰذا علما سے دین کے شارح و داعی و مبلغ ہونے کی وجہ سے محبت و عقیدت رکھنا، واجب و ضروری ہے، یہ شریعت کی قائم کردہ حد ہے، اس میں کمی کرنا بھی غلو ہے ۔

ائمۂ سلف کی گستاخی و توہین کا فتنہ

اسی طرح آج جو ایک طبقے کی جانب سے حضراتِ ائمہ، بالخصوص امام ابوحنیفہ رَحِمَہُ اللّٰہُ کی شان میں گستاخیاں یا کم از کم تحقیر و توہین کی جاتی ہے، یہ بھی وہی غلو فی الدین میں داخل ہے؛ مگر افسوس یہ لوگ اسی کو دین کا لازمہ سمجھے ہوئے ہیں اور ان لوگوں کی دین داری کی علامت ہی یہ بن گئی ہے کہ وہ ائمہ کے خلاف زبانِ طعن دراز کرتے رہیں ۔ غور کریں کہ شریعت نے جس چیز سے منع کیا وہی کام کر کے کوئی کیا

---

(۱) فضائل اعمال: ۱/۳۰۷-۳۰۹

دین دار بن سکتا ہے؟ ہاں! کسی کو ان کی تقلید نہیں کرنی ہے، تو نہ کرے، اس میں تو کوئی حرج نہیں، وہ کسی اور امام کی کر لے؛ تا کہ اس کا دین قائم و محفوظ رہے؛ لیکن کسی بھی عالم و امام کی توہین و تحقیر کر کے اپنے ایمان کو خراب نہ کرے۔

تقلید کو شرک و کفر قرار دینا بھی تفریط ہے

اور یہ بھی سمجھ لیں کہ "ترکِ تقلیدِ ائمہ" بھی دراصل اسی غلو و تقصیر کا افسوس ناک نتیجہ ہے، حال آں کہ جو لوگ تقلید کے منکر ہیں اور تقلید کو شرک کہتے ہیں، وہ بھی لازمی طور پر مختلف چیزوں میں کسی نہ کسی کی تقلید کرتے ہیں۔ جیسے احادیث کی صحت و ضعف کے سلسلے میں محدثین کی تقلید بلا چوں و چرا کرتے ہیں؛ نیز ان کے قائم کردہ اصول کے بارے میں ان کی تقلید کو ضروری سمجھتے ہیں؛ مگر جب امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ و دیگر ائمہ کی تقلید کا ذکر آتا ہے، تو اس کو شرک سے تعبیر کرتے ہیں یا کم از کم فسق تو ہے ہی، حتی کہ بعض لوگ تقلیدِ ائمہ کے سلسلے میں قرآن کی ان آیات کو بے موقع استعمال کر کے عوام الناس کو دھوکے میں مبتلا کرتے ہیں، جو کفار و مشرکین کے بارے میں آئی ہیں، جیسے یہ آیت:

﴿ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَآ أَنزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَآءَنَا أَوَلَوْ كَانَ آبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ ﴾ (البقرۃ: ۱۷۰)

(اور جب ان (کفار) سے کہا جاتا ہے کہ تم اس چیز کی اتباع کرو، جو اللہ نے نازل کی ہے، تو وہ کہتے ہیں کہ (نہیں) بل کہ ہم تو اس کی اتباع کریں گے، جس پر اپنے باپ دادوں کو ہم نے پایا ہے (اس کے جواب میں اللہ فرماتے ہیں) کیا اگر چہ ان کے یہ باپ دادا کچھ عقل نہ

رکھتے ہوں اور نہ ہدایت یافتہ ہوں؟)

اس آیت میں کفار و مشرکین کی قرآن و حدیث اور حضراتِ انبیا کی شریعتوں کے مقابلے میں ہٹ دھری کا ذکر ہے کہ دین پر چلنے کی دعوت دی جاتی ہے، تو اس کے مقابلے میں اپنے کفار و ہدایت سے محروم باپ دادوں کا طریقہ وعمل پیش کرتے ہیں۔ غور کیجیے کہ کیا کوئی صحیح الدماغ اس سے یہ سمجھ سکتا ہے کہ اس میں قرآن وحدیث کے مطابق ہمیں راستہ بتانے والوں، ہدایت یافتہ ائمہ کی اتباع وتقلید سے منع کیا گیا ہے اور یہ کہ اس میں ائمہ کی تقلید کی مذمت کی گئی ہے؟ مگر کس قدر افسوس کی بات ہے! کہ اس آیت کی ''تحریفِ معنوی'' کرتے ہوئے اس کو تقلیدِ ائمہ پر فٹ کیا جاتا ہے؛ بل کہ ایک جلسے میں ایک محترم نے تو کمال ہی کر دیا کہ آیت:

﴿وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَ كُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ، رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا﴾

(الاحزاب: ۶۶-۶۷)

(وہ (کفار) کہیں گے کہ اے پروردگار! ہم نے ہمارے سرداروں اور بڑوں کی اطاعت کی، پس انھوں نے ہمیں راستے سے گمراہ کردیا، اے پروردگار! ان کو دگنا عذاب دیجیے اور ان پر بڑی لعنت بھیجیے!)

اس آیت کو پیش کر کے کہتے ہیں کہ اس سے مراد ائمہ اور ان کے مقلدین ہیں، قیامت میں مقلدین لوگ اپنے ائمہ کے بارے میں یہ بات کہیں گے۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ!! اس پر کتنا بھی افسوس کیا جائے وہ کم ہے!

دونوں تقلیدوں میں واضح فرق موجود ہے، کفار کی تقلید تو جاہلوں و کافروں و ہدایت سے دور لوگوں کی تقلید ہے اور یہ شریعتِ الٰہی کے مقابلے وعین معارضے میں ہے، اس کے برخلاف ائمہ کی تقلید اہلِ علم و اہلِ ہدایت کی تقلید ہے اور قرآن وسنت پر

عمل کرنے کے لیے ہے، مقابلے میں نہیں ہے۔ کیا اس قدر واضح فرق کے باوجود کوئی علم کا مدعی ایک کو دوسرے پر قیاس کرسکتا ہے؟

الغرض تقلیدِ ائمہ ایک لازمی وضروری چیز ہے، شرعاً بھی اور طبعاً بھی، حتی کہ خود تارکینِ تقلید کو بھی اس سے مفر نہیں؛ لہٰذا اس کا انکار کرنا بھی وہی غلوفی الدین کا لازمی نتیجہ ہے۔

علما کی تعلیمی وتدریسی وتحقیقی خدمات کی تحقیر

آج کل ایک اور طرح علمائے کرام کی بے توقیری اور ان کے کاموں کی تحقیر کا سلسلہ جاری ہوا ہے، وہ یہ کہ حضراتِ علما جو دینی خدمات انجام دیتے ہیں، مثلاً تعلیم و تعلم، جس میں قرآن وحدیث وفقہ وغیرہ علوم کی تعلیم ہوتی ہے، اس کی یہ کہہ کر تحقیر کی جاتی ہے کہ اس تعلیم وتعلم سے کچھ نہیں ہوتا، مدارس سے کچھ نہیں ہوتا؛ نیز ان کی ضرورت سے انکار تک کیا جاتا ہے۔ یہ غلوفی الدین نہیں تو اور کیا ہے؟

علما ومدارس کے بارے میں اس قسم کے لوگ جن نظریات وخیالات کا اظہار کرتے اور ان کو ناکارہ قرار دیتے اور ان کی افادیت پر سوالیہ نشان لگاتے ہیں، یہ سب حقیقت سے ناواقفیت اور اہلِ علم ومدارس سے دوری کا نتیجہ اور تکبر وغرور کا نشہ ہے۔

ہم ایسے لوگوں سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ آپ کی نماز کسی امام کے پیچھے ہوتی ہوگی، یہ امام کس کی دین ہے؟ تراویح کی نماز میں قرآن کی تلاوت سننے کا شرف ملتا ہوگا، یہ قرآن سنانے والے حفاظ کہاں سے پیدا ہورہے ہیں؟ آپ کو مسائل جاننے کی ضرورت ہوتی ہے، تو مفتیانِ کرام فتوی دیتے ہیں، یہ کہاں کی پیداوار ہیں؟ بدعات وخرافات سے کون ٹکر لیتا ہے؟ حق کو کون واضح کرتا ہے؟ سنت کی ترویج و

اشاعت کا کام کون کرتا ہے؟ ''امر بالمعروف ونہی عن المنکر'' کی انجام دہی کس طبقے سے ہو رہی ہے؟ ملت پر کوئی نازک وقت آتا ہے اور دین پر کوئی حملہ ہوتا ہے، تو وہ کون طبقہ ہے؟ جو تیغ براں بن کر کھڑا ہوتا ہے؟ دنیا بھر میں اس گئے گزرے دور میں بھی حفاظ وقرا، علما ومفتیان، مفسرین ومحدثین وغیرہ کہاں سے وجود میں آرہے ہیں اور دنیا بھر میں یہ علم کے چرچے اور دین کی رونق، مساجد کی آبادی کا سامان کہاں سے ہو رہا ہے؟ کیا اس کا جواب اس کے سوا کچھ اور بھی ہے کہ علما واہلِ مدارس ہی ہیں، جو یہ سب کام انجام دیتے آرہے ہیں اور اہلِ مدارس کا یہ کہنا بالکل بجا ہے :

چراغوں کی لو سے ستاروں کی ضو تک
تجھے ہم ملیں گے جہاں رات ہوگی

کیا کوئی اس کے انکار کی جرأت کر سکتا ہے؟ نہیں اور ہرگز نہیں! تو پھر بات صاف ہے کہ ان مدارس واہلِ مدارس کی تدریسی وتعلیمی، دعوتی واصلاحی خدمات سے بہت کچھ ہی نہیں؛ بل کہ سب کچھ ہو رہا ہے۔

اسی طرح علمائے کرام کبھی ضرورتِ شرعی کی بنا پر اہلِ باطل کے رد میں بیان کرتے یا لکھتے ہیں، تو یوں کہہ کر ان کی تحقیر کی جاتی ہے کہ یہ سب امت میں اختلاف وانتشار پیدا کرنے کے کام ہیں، یہ فساد کیا جا رہا ہے، اس سے امت ٹوٹ جائے گی وغیرہ، یہ بھی حقیقت سے بے خبری وجہالت کی وجہ سے ''غلو فی الدین'' ہے اور بعض وقت اس کا منشا محض علما سے بغض وتعصب ہوتا ہے۔ اللہ ہم سب کی اس سے حفاظت فرمائے۔

نوٹ : احقر نے اپنی کتاب ''امت میں اعتقادی وعملی بگاڑ اور علمائے امت کی ذمے داری'' میں اس موضوع پر خاصا تفصیلی کلام کیا ہے کہ اہلِ حق کا ہمیشہ سے یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ بدعات وخرافات واہلِ بدعت واہلِ باطل کا رد وانکار کرتے رہے

ہیں ؛ تاکہ دین اسی شکل میں محفوظ رہے جو محمد صَلَّى اللهُ عَلَيهِ وَسَلَّم نے امت کے سامنے پیش کیا اور وہ تحریفات وتلبیسات سے پاک رہے اور یہ کہ یہ اہلِ حق کی ایک بڑی نشانی ہے؛ لہٰذا جو لوگ اس کو غلط قرار دینے کی احمقانہ کوشش کرتے ہیں، ان کو اپنے دل ودماغ کی اصلاح کر لینی چاہیے۔

مدارسِ اسلامیہ سے معاندانہ سلوک

اسی تفریطی غلو کی ایک ذین یہ ہے کہ بعض لوگ آئے دن مدارسِ اسلامیہ کی شرعی وعرفی حیثیت کو داغ دار بنانے اور ان کے خلاف کیچڑ اچھالنے، ان کی ضرورت واہمیت اور ان کی افادیت ونافعیت پر سوالیہ نشان قائم کرنے اور ان کے نظام وکردار کو درہم برہم کرنے کی شرمناک کوشش کرتے رہتے ہیں۔

سب سے پہلے مدارس کو نشانۂ ملامت وہدفِ تنقید؛ بل کہ ہدفِ تضحیک بنانے کی مہم کا آغاز مغربی لابی اور اسلام دشمن عناصر واخلاق وشرافت سے محروم کچھ بدقسمتوں نے کیا تھا، جن کو مدارس کی عظمت وجلالت اور علمائے مدارس کے وقار وشان نے اور ان کی مساعیٔ جمیلہ کے اسلامی معاشرے میں موثر رول وکردار نے حسد وبغض کی نفسیاتی بیماریوں میں اس طرح مبتلا کر دیا تھا کہ وہ ان مدارس اور یہاں کے علما وفضلا کی کردارکشی کی مہم چلانے ہی میں خود کے لیے سامانِ تسلی سمجھنے لگے، جس طرح حاسدین کا عموماً مشغلہ یہی ہوتا ہے۔

پھر ان اسلام دشمن عناصر کی بار بار کی رٹ اور جھوٹے پروپگنڈے سے متاثر و مرعوب ہو کر مسلمانوں میں کا ایک طبقہ، جو بصیرت سے محروم ہونے کے ساتھ ساتھ بصارت سے بھی محروم ہوتا ہے اور اس لیے خود کی آنکھوں اور دل ودماغ کو آزادانہ استعمال کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے، نہ ہمت: اور ہمیشہ غیروں کی آنکھوں اور عقل و

دل سے دیکھنے اور سوچنے کا عادی ہو چکا ہے، وہ بھی اس شرمناک مہم میں ان کے دوش بہ دوش چلنے لگا اور وہی رٹ لگانے اور اسی پروپگنڈہ بازی وانگشت نمائی کا کام کرنے لگا، جو اسلام دشمنوں کا مشغلہ ومحبوب عمل تھا۔

اس پروپیگنڈہ مہم میں ان مغربی لابیوں وسامراجی طاقتوں کی ہاں میں ہاں ملانے والے اور ان کے پروپگنڈے کو حقیقتِ واقعیہ سمجھ کر پھیلانے والے دو قسم کے لوگ ہیں: ایک وہ ہیں جو پہلے ہی سے دین ومذہب سے بیزار اور اس کو ایک فرسودہ نظام قرار دیتے، ایک فالتو چیز سمجھتے ہیں اور اس کی ہدایت ورہنمائی کو کسی طرح قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ دوسرے وہ لوگ ہیں جو اسلام کو بہ حیثیت ایک دین و مذہب تسلیم کرتے ہیں اور اس کو ایک حد تک اپنی زندگی میں نافذ بھی کرتے ہیں؛ لیکن اسی کے ساتھ مغربی افکار ونظریات نے ان کو اس قدر مرعوب کر رکھا ہے کہ ان کی سوچ وفکر سب ان ہی افکار ونظریات پر مبنی ہوتی ہے، وہ اس کے خلاف سوچ نہیں سکتے اور نہ اس کے خلاف بولنے کی ان کو ہمت ہوتی ہے۔ اب یہ لوگ مدارس کے خلاف اس مہم میں اسلام دشمنی ہی کے لیے شامل ہو گئے ہیں یا محض اسلام دشمنوں کی بلا سوچے سمجھے تقلید کرتے ہیں؟ یہ تو میں نہیں جانتا، تاہم مسلمان ہونے کی حیثیت سے ان حضرات کے بارے میں حسنِ ظن تو یہی ہے کہ یہ حضرات اسلام دشمن عناصر کی چالاکی ومکاری سے ناواقفیت کی وجہ سے اور ان کی اس مہم کے خطرناک نتائج سے بے خبری کی بنا پر اس کو فروغ دینے میں مشغول ہیں۔

معلوم ہونا چاہیے کہ تاریخی وثائق نے ہم تک پوری ذمے داری سے یہ شہادت پہنچائی ہے کہ اہلِ اسلام کی بساط الٹنے، مسلم سماج کو تباہی کا نشانہ بنانے اور ملت کے سرسبز وشاداب درخت کو اجاڑنے کے لیے اسلام دشمن عناصر نے ہمیشہ اس کی کوشش کی ہے کہ علمائے اسلام ومسلم عوام کے آپسی روابط وتعلقات ختم ہو جائیں اور علما پر

عوام کا اعتماد برقرار نہ رہے اور اس مقصد میں کامیابی کے لیے جو ہتھیار استعمال کیا گیا، وہ یہ تھا کہ علما وفضلائے مدارس کی اور خود مدارس اسلامیہ کی توہین وتحقیر کی اور ان کو بدنام کرنے کے نت نئے طریقے اختیار کیے اور تشہیری مہم کے ذریعے یہ باور کرانے کی زبردست کوشش کی گئی کہ یہ مدارس دہشت گردی کے اڈے ہیں اور وہاں کے علما دہشت گرد اور ملک وملت کے غدار ہیں، نیز یہ دقیانوسیت کے علم بردار ہیں، تاریک خیالی وتنگ نظری کے شکار ہیں، ملک وملت کے کسی کام کے نہیں، تہذیب و تمدن سے عاری اور سماج پر ایک بھاری بوجھ ہیں؛ لہٰذا مدارس کی امداد وتائید سے دست کش ہو جانا چاہیے۔

مگر ظاہر ہے کہ اس مہم کو وہ اس قدر آسانی سے سر نہیں کر سکتے تھے؛ اس لیے انھوں نے مدارس کی تعلیم اور وہاں کے نظام، وہاں کے نصاب، وہاں کے طریقۂ کار سب کو مشکوک بنانے کی سعی لاحاصل شروع کر دی اور یہ کہا جانے لگا کہ مدارس کی تعلیم امت کے لیے ایک بے فائدہ تعلیم ہے؛ کیوں کہ اس سے نہ کوئی ڈاکٹر وانجینئر تیار ہوتا ہے، نہ کوئی ماہر اقتصادیات سامنے آتا ہے، نہ کوئی سیاسی سمجھ بوجھ کے افراد پیش ہوتے ہیں، نہ ان لوگوں کو انگریزی زبان آتی ہے، نہ وہ موجود آرٹ سے واقف ہوتے ہیں؛ لہٰذا صرف قرآن وحدیث پڑھنے سے کیا فائدہ اور اس سے امت کو کیا نفع؟

یہ وہ خیالات ہیں، جو آئے دن اخبارات کی زینت بن کر اسلامی ماحول کو متعفن وعوام الناس کے دل ودماغ کو پراگندہ ومنتشر کرتے رہتے ہیں۔

مغربی طاقتوں کی مدارس کے خلاف مہم کی وجہ؟

اب رہا یہ سوال کہ مغربی طاقتوں نے مدارس کے خلاف یہ مہم کیوں چلائی ہے،

جس میں شعوری و غیر شعوری طور پر یہ مغرب زدہ لوگ شامل ہو گئے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ برِ صغیر میں مغربی وسامراجی طاقتوں کو توڑنے اور اس کے اثر ونفاذ کو روکنے میں ان مدارس نے جو انتہائی مؤثر ترین رول انجام دیا ہے، وہ ایک ایسی تاریخی حقیقت ہے کہ اس کا کوئی منصف انکار نہیں کرسکتا، چناں چہ جہاں جہاں یہ مدارس موجود تھے اور جہاں جہاں علمائے اسلام موجود تھے، وہاں وہاں مغربی سیلاب کی ایسی مزاحمت ہوئی اور اس کی راہ میں وہ رکاوٹ پیدا ہوئی، جس کا ان مغربی لابیوں کو شاید پہلے سے کوئی اندازہ نہیں تھا؛ اسی لیے برِ صغیر ساری دنیا میں وہ واحد خطہ ہے، جہاں مغربی اثر ونفوذ سب سے کم ہوا ہے؛ لہٰذا یہ مدارس ان کی آنکھ کا کانٹا بن گئے اور وہ ان کے خلاف پروپگنڈہ مہم چلانے ہی میں اپنی کامیابی تصور کرنے لگے؛ کیوں کہ ان کو یہ تو معلوم تھا کہ اس پروپیگنڈے کا اثر اتنا تو ہوگا کہ خود مسلمان قوم میں سے کچھ لوگ اس سے متاثر ومرعوب ہو کر ان کی ہاں میں ہاں ملانے لگیں گے اور یہی ہوا بھی جیسا کہ عرض کیا جا چکا۔ یہ ہے وہ اصلی وجہ، جس کی وجہ سے مدارس کو بدنام کرنے اور ان کو کبھی دہشت گردی کے اڈے قرار دینے اور کبھی بے مصرف و فضول باور کرانے، کبھی یہاں کے نصاب ونظام کو فرسودہ دور کے یادگار ٹھہرانے اور کبھی یہاں کے علما وفضلا کو دقیانوسی وتاریک خیال وتنگ نظر بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

مدارس کا اصلی رول

مگر یاد رکھنا چاہیے کہ یہ سب باتیں محض ناواقفیت کی بنیاد پر کہی جاتی ہیں یا ان کی بنا تعصب وعناد ہے، اگر تعصب کی عینک نکال کر اور حقیقت شناسی کی نیت سے مدارس کا جائزہ لیا جائے؛ تو یہ حقیقت سامنے آئے گی کہ مدارس کا اصلی کام اور حقیقی

مقصد کیا ہے جس میں الحمدللہ وہ کامیابی کی شاہراہ پر گامزن ہیں؟ ہم مدارس کے اس کام ومقصد کو یہاں چند نمبروں میں بیان کرتے ہیں:

(۱) طالبینِ علوم کو سرچشمۂ علوم وحکم یعنی کتاب اللہ وسنت رسول اللہ سے بہ راہِ راست واقف کرنا؛ تاکہ وہ علومِ الٰہیہ وحکمتِ شرعیہ سے پوری طرح باخبر ہوں اور پھر اپنی زندگیوں میں اس کو خود پر بھی اور اپنے سماج میں بھی نافذ کریں اور ان علوم میں علم تجوید وقرأت، تفسیرِ قرآن، اصولِ تفسیر، حدیث اور اصولِ حدیث، علمِ کلام وعقائد، فقہ واصولِ فقہ، تاریخ اسلامی وسیرتِ نبوی داخل ہیں۔

(۲) علومِ نبوت سے ملحق ومنسلک دیگر علوم جیسے علوم عربیہ: علم صرف، علمِ نحو، علمِ اشتقاق، علمِ بلاغت، علمِ بیان، علم بدیع وغیرہ کی تعلیم کے ذریعے علم میں مہارت واختصاص پیدا کیا جائے؛ تاکہ دینی علوم کو کماحقہ سمجھا وعمل کیا جائے۔

(۳) مذکورہ بالا علومِ اسلامیہ کی حفاظت کرتے ہوئے، ان میں تحقیق وترقی کی جائے اور ان کے مختلف شعبوں کو تقاضائے وقت اور ضرورتِ زمانہ کے لحاظ سے پیش کیا جائے؛ تاکہ ایک جانب یہ علوم جو انسانی ہدایت کے لیے نازل ہوئے ہیں، امت میں برابر محفوظ رہیں اور دوسری جانب مختلف زمانوں وظروف واحوال میں وہ قابلِ فہم ولائقِ استفادہ رہیں۔

(۴) قرآن وسنت کی معتبر تفسیر ومستند تشریح (جو حضراتِ صحابہ وتابعین وائمۂ اسلاف سے منقول چلی آرہی ہے اور اسی پر انسانی ہدایت کا مدار ہے) کا سلسلہ جاری وساری رہے اور قرآن وسنت کے علوم نااہلوں وناقصوں کی دست برد ومن مانی وخود رائی تفسیر وتشریح سے محفوظ رہ سکیں اور کوئی نااہل وناقص، قرآن وسنت کی من مانی تفسیر وتشریح کی جرأت نہ کرے اور اگر کوئی کرے؛ تو ان مدارس کے فضلا وعلما، جو علومِ اسلامیہ کے چوکیدار وپہرے دار ہیں، وہ اپنا فرض انجام دیتے ہوئے ان

نااہلوں وناقصوں کی اس سلسلے میں نااہلی کا پردہ چاک کریں اور امت کو حقائق سے آگاہ کریں۔

(۵) سماج و معاشرے سے جہالت کو دور کرتے ہوئے جہالت کی مختلف پیداواروں جیسے لادینیت واباحیت، خدا بیزاری و مادہ پرستی، الحاد و زندقہ، کفر وشرک، خدائی قانون سے بغاوت وسرکشی وغیرہ کا قلع قمع کیا جائے اور ان کے بہ جائے قانونِ خداوندی واحکام شرعیہ سے سماج ومعاشرے کے لوگوں کو واقف کرایا جائے اوران میں علم وعمل، خدا پرستی وخدا شناسی، توحید شعاری وجذبۂ اطاعت وفرماں برداری اور حقائق پر ایمان ویقین کی صفات پیدا کی جائیں۔

(۶) اصلاحی ودعوتی ذرائع میں سے حسب موقعہ ومحل حکمت وموعظت کے اصول پر امت کے افراد میں ایک جانب تعلق مع اللہ کو مضبوط کرنے کے لیے اخلاص وللّٰہیت، نیکی وخوبی، امانت ودیانت داری، عفت و پاک دامنی، صلاح وتقوی شعاری، انصاف وحق پرستی، خوف وخشیت، خشوع وانابت، اعمالِ صالحہ کی پابندی، حلال وحرام کی تمیز، اچھے وبرے کا فرق وغیرہ اوصاف پیدا کیے جائیں اور دوسری طرف مخلوقِ خدا کے ساتھ معاملے کو صحیح کرنے کے لیے بڑوں اور چھوٹوں کے حقوق کی معرفت، امن وامان کے قیام کی فکر، ظلم وجور کے خلاف آواز اٹھانے کی جرأت، حق داروں کو حق دلانے اور ظالموں کو ان کے کیفر کردار تک پہنچانے کے لیے جد وجہد وغیرہ کمالات انسانی کا حامل بنائیں۔

(۷) مذکورہ اصلاحی ودعوتی کاموں اور خدمتوں کے لیے علما وفضلا کی ایک ایسی جماعت تیار کی جائے، جو ایک جانب خود کو داعیانہ اوصاف وخصوصیات سے آراستہ و پیراستہ کرے اور دوسری جانب وہ امت کی ذہن سازی واصلاح وتزکیہ کے لیے بھر پور کوشش کرے۔

(۸) اسلام دشمنوں اور حق ناشناس لوگوں اور اہلِ باطل کی جانب سے اسلام کے خلاف اٹھائے جانے والے شکوک وشبہات کا معقول و مدلل جواب دینے، گمراہ کن تحریکات کی کاٹ کرنے، علمی وعملی بساط پر لوگوں کو بہکانے کے لیے اٹھنے والی باطل آوازوں کا مقابلہ کرنے، بدعات ورسومات کو جاری کر کے کتاب وسنت کی پاکیزہ تعلیمات کا حلیہ بگاڑنے والوں کی ہمت شکنی وجواب دہی کے لیے اور حق کو حق اور باطل کو باطل ثابت کرنے کے لیے ایک ایسے فکرمند و ہمت بلند، علم وعمل کے ہتھیار سے لیس طبقے کو تیار کیا جائے، جو ان تمام فتنوں کا بروقت مقابلہ کر کے اسلام کے چہرے کو مسخ ہونے سے بچاتا رہے۔

(۹) ان سب امور میں اس بات کا لحاظ کہ یہاں سے نکلنے والی علما وفضلا کی جماعت دین کی بے لوث خادم بنے، اس کی نگاہ مال ودولت پر نہیں؛ بل کہ اللہ پر ہو، وہ دین کا کام محض اللہ کی رضا کے لیے کرے، اس کے پیشِ نظر آخرت کی فلاح مندیاں ہوں، نہ کہ دنیا کی کامیابیاں۔

ان سب کا خلاصہ اگر ان الفاظ میں بیان کروں تو صحیح ہے کہ مدارس دراصل ایسی فیکٹریاں ہیں، جہاں انسان کو انسان بنانے کی تحریکات وکوششیں ہوتی ہیں، جہاں شرافت کی قدروں اور انسانیت کے پیانوں کو تیار کیا جاتا ہے اور انسانوں کو ان میں ڈھالا جاتا ہے، جس سے وہ ایک جانب اپنے مالکِ حقیقی کی معرفت سے معمور ہو جاتے ہیں اور دوسری طرف اللہ کی مخلوق کے ساتھ ہمدردی وغمخواری، عدل و انصاف، پیار ومحبت، اس کی خدمت وادائے حقوق وغیرہ کی صفات سے ممتاز ہو جاتے ہیں۔

یہ چند اہم نکات ہیں، جن کے ضمن میں مدارس کے کام اور ان کے امت و معاشرے کے درمیان کلیدی رول کا ایک خاکہ اگر کوئی انصاف پسند چاہے، تو اخذ کر

سکتا ہے۔

مدارس نے کیا کیا اور کیا کرتے ہیں؟

اگر اب بھی کوئی پوچھتا ہے کہ مدارس نے کیا کیا اور کیا کرتے ہیں؟ تو ہمیں کہنے دیجیے کہ مدرسہ علما وفضلا کی ایک ایسی بے لوث جماعت تیار کرتا ہے، جو بے سروسامانی وکسمپرسی کے باوجود اپنے فرائضِ منصبی کی ادائیگی کی خاطر تمام تر مشقتیں و پریشانیاں برداشت کرتے ہوئے دین وملت کی خدمات میں ہمہ تن مصروف کار رہتی ہے۔ ان ہی بے لوث خدام کی ان تھک محنتوں وکوششوں کا نتیجہ ہے کہ آج ہزارہا مخالفتوں اور بے پناہ سازشی چالوں کے باوجود اسلام بھی زندہ ہے اور مسلمان بھی بہ حیثیتِ ملت زندہ ہیں، معاشرے میں دین کے احکامات، قرآن وسنت کی تعلیمات کا چرچا ہے، انصاف وحق کی آواز لگائی جا رہی ہے، عفت وعصمت کا درس ہو رہا ہے، حلال وحرام کی تمیز کی جا رہی ہے، باطل سے نبرد آزمائی ہو رہی ہے اور دینِ اسلام کو خون کی ضرورت پڑے ؛تو خون اور صلاحیتوں کی ضرورت پڑے؛ تو صلاحیتوں کی قربانی دی جا رہی ہے، ملتِ اسلامیہ پر جب جب بھی کوئی آزمائش و امتحان کا موقعہ آیا، سخت حالات سے وہ دوچار ہوئی، اسلام مخالف تحریکات وعناصر کی معاندانہ سرگرمیوں کا اس کو ہدف بننا پڑا، تب بھی بوریہ نشین اور قدیم نظامِ تعلیم کے ساختہ پرداختہ علما وفضلا میدان میں نظر آئے اور صبر واستقامت، ہمت وشجاعت، پامردی وعزیمت کے جوہر دکھاتے ہوئے ملت کی رہبری ورہنمائی کا فریضہ انجام دیتے رہے اور یہ جماعت یہ سب کچھ انتہائی معمولی تنخواہوں پر انجام دیتی ہے کہ اگر امت ان سارے کاموں کی انجام دہی پر مال ودولت کے خرچ کرنے کی مکلف قرار دی جائے، تو شاید ہی وہ اس قدر خرچ کرتی اور وہ کام انجام پاتے۔

حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں صاحب ندوی رحمۃ اللہ کا ایک بیان نقل کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے، جو مدرسوں کی حقیقت واصلیت اور اسی کے ساتھ ان کے کام وطریق پر پوری طرح روشنی ڈالتا ہے، وہ فرماتے ہیں:

''میں مدرسے کو پڑھنے پڑھانے اور پڑھا لکھا انسان بنانے کا کارخانہ نہیں سمجھتا، میں مدرسے کی اس حیثیت کو تسلیم کرنے تیار نہیں ہوں، میں اس سطح پر آنے کو تیار نہیں ہوں کہ مدرسہ اسی طریقے سے پڑھنا لکھنا سکھانے یا یوں کہنا چاہیے کہ پڑھنے لکھنے کا ہنر سکھانے کا ایک مرکز ہے، جیسے کہ دوسرے اسکول اور کالج ہیں، میں اس کو مدرسے کے لیے ازالۂ حیثیتِ عرفی کے مرادف سمجھتا ہوں یعنی اگر میں مدرسے کا وکیل ہوں یا میں خود مدرسہ بن جاؤں، تو میں اس پر ازالۂ حیثیتِ عرفی کا مقدمہ قائم کر سکتا ہوں، اگر کوئی مدرسے کو صرف اتنا حق دینے اور مدرسے کو صرف اتنا ماننے کے لیے تیار ہے کہ ''صاحب! جیسے پڑھنے لکھنے کا ہنر سکھانے کے لیے بہت سے کارخانے ہیں، بہت سے مرکز ہیں، کوئی اسکول کہلاتے ہیں، کوئی کالج کہلاتے ہیں، ان کے مختلف معیار اور مختلف سطحیں ہیں، اسی طریقے سے مدرسے بھی عربی زبان یا عربی فنون، فقہ اور دینیات، تفسیر یا حدیث سکھانے کا ایک مرکز یا کارخانہ ہے۔

میں مدرسے کو نائبینِ رسول وخلافتِ الٰہی کا فرض انجام دینے والے اور انسانیت کو ہدایت کا پیغام دینے والے اور انسانیت کو اپنا تحفظ وبقا کا راستہ دکھانے والے افراد پیدا کرنے والوں کا ایک مرکز سمجھتا ہوں، میں مدرسے کو آدم گری اور مردم سازی کا ایک کارخانہ سمجھتا ہوں۔'' (۱)

---

(۱) بہ حوالۂ میرِ کارواں: ۱۷۲

آپ نے اپنی ایک تقریر میں مدرسے کی ذمے داریوں کو بیان کرتے ہوئے بڑی صاف وواضح بات فرمائی ہے، کہتے ہیں:

”مدرسے سے بڑھ کر دنیا میں کونسا زندہ، متحرک اور مصروف ادارہ ہو سکتا ہے؟ زندگی کے مسائل بے شمار، زندگی کے تغیرات بے شمار، زندگی کی ضرورتیں بے شمار، زندگی کی غلطیاں بے شمار، زندگی کی لغزشیں بے شمار، زندگی کے فریب بے شمار، زندگی کے رہزن بے شمار، زندگی کی تمنائیں بے شمار، زندگی کے حوصلے بے شمار۔ مدرسے نے جب زندگی کی رہنمائی اور دستگیری کا ذمہ لیا، تو اسے اب فرصت کہاں؟ دنیا میں ہر ادارہ، ہر مرکز، ہر فرد کو راحت اور فراغت کا حق ہے، اس کو اپنے کام سے چھٹی مل سکتی ہے؛ مگر مدرسے کو چھٹی نہیں، دنیا میں ہر مسافر کے لیے آرام ہے؛ لیکن اس مسافر کے لیے راحت حرام ہے، اگر زندگی میں ٹھہراؤ ہو، سکون اور وقوف ہو تو حرج نہیں کہ مدرسہ بھی چلتے چلتے دم لے لے؛ لیکن جب زندگی رواں اور دواں ہے، تو مدرسے میں جمود اور تعطل کی گنجائش کہاں ہے؟ اس کو قدم قدم پر زندگی کا جائزہ لینا ہے، بدلتے ہوئے حالات میں احکام دینے ہیں، نئے نئے فتنوں کا مقابلہ کرنا ہے، بھٹکے ہوئے قدموں کو راستے پر لگانا ہے، ڈگمگاتے ہوئے پیروں کو جمانا ہے، وہ زندگی سے رہ جائے یا تھک کر بیٹھ جائے یا کسی منزل پر قیام کرے یا اس کو کوئی مقام خوش آجائے، تو زندگی کی رفاقت اور قیادت کون کرے، سرودِ ازلی اور پیغام محمدی اسے کون سنائے؟ مدرسہ کا تعطل، قیادت سے کنارہ کشی، کسی منزل پر قیام، خودکشی کا مترادف اور انسانیت کے ساتھ بے وفائی کا ہم معنی ہے اور کوئی خود

شناس اور فرض آشنا مدرسہ اس کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔"(۱)

امیر الہند حضرت مولانا سید اسعد مدنی رحمۃ اللہ نے ہفت روزہ "الجمعیۃ" کے "دینی مدارس نمبر" میں اپنا ایک پیغام بھیجا، اس میں آپ فرماتے ہیں:

"دینی مدارس دین و شریعت اور انسانیت کی حفاظت کے لیے مضبوط قلعے کی حیثیت رکھتے ہیں، یہ مدارس جہاں غریب اور معاشی طور پر کمزور طبقات کے بچوں کو تعلیم سے آراستہ کرنے میں اہم رول ادا کر رہے ہیں، وہیں ملک سے ناخواندگی دور کرنے میں بھی معاون ثابت ہو رہے ہیں۔ ان میں جو نصابِ تعلیم رائج ہے، وہ انسان سازی، اچھے ذمے دار اور ایمان دار شہری بننے کی تحریک پیدا کرتا ہے۔ اس میں شبے کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ ہمارے مدارس ایک مخصوص شناخت اور ایسے نظام کے تحت زندگی گزارنے پر زور دیتے ہیں، جس میں دنیا اور آخرت دونوں میں جواب دہی کا تصور پایا جاتا ہے۔ اسی سبب سے اسلام اور مسلمانوں کے دشمن اپنے حملے کا نشانہ سب سے پہلے مدارس اور ان کے فیض یافتگان کو بناتے ہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ اسپین سے مسلمانوں کے زوال کے اسباب میں ایک اہم ترین سبب یہ تھا کہ وہاں سے مدارس کا نظام ختم یا کمزور ہو گیا تھا، اس کے پیشِ نظر دینی شعائر اور دینی شناخت کے تحفظ کے واسطے ضروری ہے کہ مدارس کے نظام، ان کے آزادانہ کردار اور نصاب کو اپنی اصل ہیئت و شکل میں باقی رکھا جائے۔"(۲)

---

(۱) پاجا سراغ زندگی: ۹۱

(۲) الجمعیۃ کا دینی مدارس نمبر: ۳

مدارس کے بارے میں حقیقت پسند دانشوران کی رائے

مدارس کی حقیقت ونوعیت اوران کا کام اور پیغام، جن حقیقت پسند دانشورانِ قوم اورانصاف پسند اہلِ نظر کی نظر میں آیا، انھوں نے مدارس کی اہمیت وضرورت کو محسوس کیا ہے اوراس کا برملا اعلان کیا ہے۔

روشن خیال مفکر، شاعرِ مشرق علامہ اقبال رحمۃ اللہ کی رائے ان مدارس کے بارے میں کیا تھی؟ یہ سن لیجیے! ان کے ایک متعلق حکیم شجاع نے اپنی کتاب ''خون بہا'' میں لکھا ہے کہ لاہور میں آکر پاک پٹن شریف کے مسلمانوں کی نفسیاتی روداد ڈاکٹر اقبال رحمۃ اللہ کو سنائی، تو عادت کے مطابق سنتے رہے۔ جب میں اپنی کہانی سنا چکا، تو فرمایا:

''جب میں تمھاری طرح جوان تھا، تو میرے قلب کی کیفیت کچھ ایسی ہی تھی اور میں وہی کچھ چاہتا تھا، جو تم چاہتے ہو۔ انقلاب! ایک ایسا انقلاب، جو ہندوستان کے مسلمانوں کو مغرب کی مہذب قوم اور متمدن قوموں کے دوش بہ دوش کھڑا کردیں! مگر اب میرے سوچنے کا انداز بدل گیا ہے اور میں کہتا ہوں: ان مکتبوں کو اسی حالت میں رہنے دو، غریب مسلمانوں کے بچوں کو انہیں مدارس میں پڑھنے دو، اگر یہ ملا اور درویش نہ رہے تو جانتے ہو کیا ہوگا؟ جو کچھ ہوگا میں انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھ آیا ہوں، اگر ہندوستانی مسلمان ان مدرسوں کے اثر سے محروم ہوگئے، تو بالکل اسی طرح ہوگا جس طرح اندلس میں مسلمانوں کی آٹھ سو برس کی حکومت کے باوجود آج ''غرناطہ'' اور ''قرطبہ'' کے کھنڈرات اور الحمرا کے نشانات کے سوا، اسلام کے پیروؤں اور اسلامی تہذیب کے آثار کا کوئی نقش نہیں ملتا، ہندوستان

میں بھی آگرہ کے تاج محل اور دلی کے لال قلعے کے سوا مسلمانوں کی آٹھ سوسالہ حکومت اوران کی تہذیب کا کوئی نشان نہیں ملے گا۔"(۱)

کراچی سے شائع ہونے والے ہفت روزہ "وجود" کے اڈیٹر جناب محمد طاہر صاحب، مدارس پرایک صاحب کی تنقید کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"دینی مدارس خواہ وہ کسی مکتبِ فکر کے ہوں، اپنے تمام انحطاط اور زوال کے باوجود اس امت کا قیمتی سرمایہ ہیں، ان مدارس نے ہنگاموں، بحرانوں اور روشنی سے محروم دنوں میں بھی اپنے وجود کے ذریعے اس امت کی نمود کا فریضہ انجام دیا ہے، ان دینی مدارس کے معیار اور کارکردگی کا موازنہ اگر سرکاری سرپرستی میں چلنے والی پاکستانی جامعات کی شعبۂ عربی وشعبۂ اسلامیات سے کیا جائے، تو حقیقتِ حال خود روشن ہو جاتی ہے، جامعات میں تمام جدید سہولتیں، مراعات، تنخواہیں اور وظیفے حاصل کرنے والے اساتذہ کی تحقیقی مطبوعات کا موازنہ اگر ان غیر سرکاری دینی مدارس کے اساتذہ کی مطبوعات سے کیا جائے؛ تو صورت حال خود بہ خود روشن ہو جاتی ہے۔ گزشتہ پچاس سالوں میں پاکستان کی جامعات سے وابستہ عربی واسلامیات کے پروفیسر صاحبان کی کل تصانیف کی تعداد ایک ہزار سے زیادہ نہیں ہے، ان میں ستر فی صد سے زیادہ تصانیف اردو میں ہیں اور علمی طور پر ان کی کوئی وقعت نہیں ہے۔ اس کے برعکس دینی مدارس جو بغیر کسی سرکاری سرپرستی و امداد کے چل رہے ہیں، ان سے وابستہ بوریا نشین علما نے پچاس سال کے عرصے میں پچاس ہزار سے زیادہ کتابیں عربی، فارسی،

---

(۱) بہ حوالہ الجمعیۃ کا دینی مدارس نمبر:۱۴

انگریزی اور اردو میں تحریر کی ہیں۔ یہ علما جو نہایت سادہ زندگی بسر کرتے رہے اور جن کی ضروریاتِ زندگی بھی بہ مشکل پوری ہوتی تھی، ان کا علمی کام سرکاری جامعات میں دنیا کی تمام سہولتیں سمیٹ لینے والے اساتذہ سے ہزاروں گنا بہتر رہا۔" (۱)

ایک انگریز جاسوس "جان پامر" نے جو انگریزی دور میں صوبہ یوپی کے گورنر "سر جان اسٹریچی" کی طرف سے دار العلوم میں خفیہ تحقیقات کے لیے بھیجا گیا تھا، اس نے اپنے ایک دوست کو پوری تفصیل کے ساتھ وہاں کی تعلیمی و تربیتی سرگرمیوں اور وہاں کے طرزِ معاشرت اور اخلاق و تہذیب کے احوال ایک خط میں لکھنے کے بعد اخیر میں لکھا:

"میری تحقیقات کے نتائج یہ ہیں کہ یہاں (دار العلوم دیوبند) کے لوگ تعلیم یافتہ، نیک چلن اور نہایت سلیم الطبع ہیں، کوئی ضروری فن ایسا نہیں، جو یہاں نہ پڑھایا جاتا ہو، جو کام بڑے بڑے کالجوں میں ہزاروں کے صرفے سے ہوتا ہے، وہ یہاں ایک مولوی چالیس روپے میں کر رہا ہے، مسلمانوں کے لیے اس سے بہتر کوئی تعلیم گاہ نہیں ہو سکتی اور میں تو یہاں تک کہہ سکتا ہوں کہ اگر کوئی غیر مسلمان بھی یہاں تعلیم پائے، تو نفع سے خالی نہیں، انگلستان میں اندھوں کا اسکول سنا تھا؛ مگر یہاں آنکھوں سے دیکھا کہ دو اندھے تحریرِ اقلیدس کی شکلیں کفِ دست پر اس طرح ثابت کرتے ہیں کہ شاید و باید، مجھے افسوس ہے کہ آج "سر ولیم میور" موجود نہیں ہیں؛ ورنہ بہ کمالِ ذوق و شوق اس مدرسے کو دیکھتے اور طلبہ کو انعام دیتے۔" (۲)

---

(۱) بہ حوالہ "دینی مدارس کی ضرورت و اہمیت" از ابن الحسن عباسی: ۵۱

(۲) تاریخِ دار العلوم دیوبند: ۱/۱۸۰-۱۸۱

مدارس کے بارے میں چند شبہات کا جواب

اب آیئے ایہ بھی جائزہ لیتے چلیں کہ مدارس کو نشانۂ ملامت وہدفِ تنقید بنانے والے لوگ، جو اعتراضات کرتے ہیں، ان کی کیا حیثیت ہے؟ اگر چہ کہ اعتراضات وشبہات تو ان لوگوں کے بہت ہیں؛ مگر یہاں اہم وموٹے موٹے شبہات کا ذکر کر کے ان کے جوابات دیے جاتے ہیں:

ایک عام شبہ مدارس کی تعلیم پر یہ کیا جاتا ہے کہ اس تعلیم سے عالم وفاضل، حافظ و قاری ہی بنتے ہیں، یہاں سے کوئی ڈاکٹر، انجینئر، سائنس داں وسیاست داں پیدا نہیں ہوتا، پھر یہ تجویز پیش کی جاتی ہے کہ یہاں کی تعلیم میں ایسے اسباق بھی شامل تدریس کرنا چاہیے کہ عالم وفاضل ہونے کے ساتھ دیگر علوم وفنون کے ماہر بھی پیدا ہوں۔

یہ اعتراض وشبہ فی الحقیقت دینی مدارس کے نظام ومقصد سے ناواقفیت و جہالت کے سبب پیدا ہوا ہے، اگر یہ حضرات یہ جانتے کہ مدارس کا وجود کس پس منظر میں اور کس مقصد کے تحت ہوا ہے؟ تو شاید یہ اعتراض انھیں نہ ہوتا۔

حقیقت یہ ہے کہ جب ہندوستان میں انگریزی حکومت نے اپنے پنجے جما لیے اور نت نئے طریقوں سے مسلمانوں اور ان کے مذہب کے خلاف اسکیمیں بنائیں اور ان ہی اسکیموں میں سے ایک خطرناک اسکیم یہ بھی تھی کہ ”لارڈ میکالے“ کے نظریۂ تعلیم کے مطابق مغربی طرز تعلیم کو جبراً نافذ کیا جائے، جس کا مقصد ہی خود ”میکالے“ کے مطابق یہ ہے کہ ’ایک ایسا طبقہ پیدا کیا جائے، جو رنگ ونسل کے لحاظ سے تو ہندی نژاد ہو؛ مگر فکر وخیال کے لحاظ سے انگریز ہو‘ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اہل اسلام کو اسلام سے دور کر دیا جائے، در حقیقت یہ ایک سازش تھی اسلام واہلِ اسلام

کے خلاف جس کو اہلِ عقل وارباب علم نے سمجھ لیا تھا۔ اقبال نے اسی کو کہا ہے :

اور یہ اہلِ کلیسا کا نظامِ تعلیم
ایک سازش ہے فقط دین و مروت کے خلاف

دوسری جانب انگریزی حکومت نے مسلمانوں سے مراعات ختم کردیں، ان کے قاضیوں کو بے دخل کردیا، جس کے نتیجے میں ہندوستانی مسلمانوں کے لیے بڑے خطرات پیدا ہوگئے اور عوام کا ایک طبقہ مراعات کے حصول کی خاطر مغربی نظام تعلیم کی جانب لپکنے لگا کہ اسی میں ان کو اپنی دنیوی فلاح مندیاں نظر آنے لگیں؛ مگر وہ یہ بھول گئے کہ اس سے وہ دنیوی فلاح مندیاں تو حاصل کرلیں گے؛ لیکن ان کا ایمان خطرے میں پڑ جائے گا؛ کیوں کہ خود "میکالے" نے واضح طور پر یہ راز کھول دیا ہے کہ مقصد انگریزی ذہن پیدا کردینا ہے۔

اقبال رَحِمَہُ اللہُ جیسے صاحبِ نظر نے جو خود ان ہی کالجوں اور یونیورسٹیوں کے نرم وگرم چشیدہ تھے اور وہاں کے حالات کا بہ خوبی معائنہ کیا تھا، انھوں نے اس خطرے کو جب واقعہ بنتے دیکھا تو کہا:

ہم سمجھے تھے کہ لائے گی فراغت تعلیم
کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ

الغرض جب دنیا داروں، مال داروں اور رئیسوں نے مغربی تعلیم کو ترجیح دی، تو حضراتِ علما نے اس دیس میں دینی تعلیم کو زندہ رکھنے کے واسطے مدارس قائم فرمائے؛ تاکہ یہاں بسنے والوں کا دینی مستقبل تاریک نہ ہوجائے اور دینی تعلیم بھی اور دین بھی زندہ رہے، جس پر انسان کی نجات کا مدار ہے، الغرض ان علما نے دنیا والوں کو دنیا حاصل کرنے کے لیے چھوڑ کر اسلامی علوم وفنون اور دین کے بقا وتحفظ کے لیے مدارس کا قیام فرمایا اور ان کا ایک جال بچھا دیا۔

اس پس منظر میں غور کیجیے کہ مدارس کو یہ مشورہ دینا کہ ''وہ مدارس میں دنیوی تعلیم بھی جاری کریں اور یہاں سے بھی ڈاکٹر وانجینئر تیار کریں'' اور یہ کہنا کہ ''اگر ایسا نہ کیا گیا، تو یہ مدارس بے کار ہیں'' کسی مجنون کی بڑ سے زیادہ کیا حیثیت رکھتا ہے؟

مدارس کا قیام مسلمانوں کے دین وشریعت کے بقا وتحفظ کے لیے ہوا ہے، اسلامی علوم وفنون کی خاطر ہوا ہے اور اس لیے کہ یہاں سے ایسے رجالِ کار تیار ہوں، جو اسلامی علوم وفنون میں ماہرانہ بصیرت کے حامل ہوں اور وہ معاشی فلاح مندیوں کے لیے نہیں، اخروی فلاح مندیوں کے لیے جئیں اور امت وسماج کی اصلاح و تربیت اور ان کو اسلامی علوم وفنون سے آراستہ کرتے رہیں۔ یہاں سے بھی اگر ڈاکٹر وانجینئر ودیگر دنیوی علوم کے ماہر ہی پیدا کرنا ہے، تو کیا اس کے لیے کالج وعصری دانش گاہیں موجود نہیں ہیں؟ جب ہیں تو علما بھی اسی کام کو کیوں کریں؟

اور رہا ان لوگوں کا یہ کہنا کہ ''اگر یہ عصری علوم وفنون مدارس میں نہ پڑھائے جائیں تو یہ بے کار وفضول ہیں۔'' یہ قول وخیال عقلاً وشرعاً دونوں طرح باطل وغلط ہے؛ شرعاً غلط ہونا تو اس قدر بدیہی ہے کہ کسی تبصرے کا محتاج نہیں۔ ہم ان لوگوں سے یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا امت کو صرف ڈاکٹر وانجینئر ودنیوی علوم وفنون کے ماہروں کی ضرورت ہے؟ اور حافظ وقاری، عالم وفاضل، فقیہ ومفتی، مفسر ومحدث، داعی و مبلغ کی ضرورت نہیں ہے؟ اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ ضرورت نہیں، تو پھر آپ کو سب سے پہلے اپنے ایمان کی خیر منانا چاہیے؛ کیوں کہ آپ کے نزدیک گویا دین وعلومِ دین کی ضرورت نہیں ہے اور جو یہ نظریہ رکھتا ہے، اس کا تو ایمان ہی مشکوک ہے۔

اگر مدارسِ اسلامیہ صرف علما وحفاظ وقرا اور علمِ تفسیر وحدیث اور علمِ فقہ وکلام کے ماہرین پیدا کریں، تو یہ امت کی وہ ضرورت ہے کہ جس کے بغیر چارہ نہیں؛ کیوں کہ امت کو ان سارے علوم وفنونِ اسلامیہ کے ماہرین کی ضرورت ہے؛ تاکہ ان کا دینی

ڈھانچہ اور دینی مزاج ورنگ باقی رہے اور ان کی دینی ضرورتیں پوری ہوتی رہیں۔ جو لوگ اس کو ضرورت ہی نہیں مانتے وہ دراصل دین ہی کو ضروری نہیں مانتے؛ لہٰذا ان سے تو کلام وگفتگو دین کی ضرورت پر ہونی چاہیے؛ تاکہ پہلے وہ اس کو تسلیم کرلیں، پھر مدارس کا مسئلہ طے ہو۔

اور عقلاً اس لیے غلط ہے کہ ایک ادارہ جس مقصد کے تحت قائم ہوا ہے، اس کو اس کے علاوہ دوسرے مقاصد کی جانب متوجہ کرنا اور دیگر مقاصد کو داخل کرنے کا مشورہ دینا ایسا ہی ہے جیسے کوئی میڈیکل کالج والوں کو مشورہ دے کہ آپ اپنے کالج میں طلبہ کے لیے انجینئرنگ کا نظام بھی قائم کیجیے اور انجینئرنگ کالج کے ذمے داروں کو یہ مشورہ دیا جائے کہ آپ کے یہاں سے ڈاکٹر بھی بننا چاہیے، اگر ایسا نہیں، تو آپ کا کالج بے کار ہے۔ کیا کوئی عقل مند انسان اس مشورے کو عقل ودیانت کا تقاضا سمجھے گا یا بے عقلی ونا تجربے کاری کی پیداوار؟ اگر کوئی میڈیکل لائن کو اپنا موضوع خاص بنالے؛ تو کوئی اس پر نکیر نہیں کرتا کہ تم نے اور علوم کو کیوں نہیں اپنایا؟ اسی طرح کوئی انجینئرنگ کو اپنا موضوع قرار دے، تو کوئی اس کو نہیں ٹوکتا کہ تم نے کیوں میڈیکل سائنس کو نہیں لیا؟ مگر کوئی علم دین کو اپنا خصوصی موضوع بناتا ہے، تو اس پر یہ لوگ یہ طعنہ دیتے ہیں کہ تم نے فلاں وفلاں علوم کیوں نہیں حاصل کیے؛ تمھاری زندگی بے کار ہوگئی۔ معلوم ہوا کہ یہ اعتراض انتہائی بے ایمانی کے ساتھ ساتھ ان لوگوں کی بے عقلی کا بھی ثبوت دیتا ہے۔

دوسرا شبہ واعتراض مدارس پر یہ کیا جاتا ہے کہ یہاں سے پڑھنے کے بعد یہاں کے فارغین پھر وہی مدرسہ ومکتب، امامت وخطابت وغیرہ دینی شعبوں ہی میں لگ جاتے ہیں، یا وہ بھی کوئی مدرسہ ہی کھول لیتے ہیں اور وہ کسی دنیوی ادارے کے قابل نہیں ہوتے۔

یہ اعتراض تو پہلے سے بھی زیادہ لغو و بے حقیقت ہے، آخر غور تو کیجیے کہ ان علما کو جب مدارس نے اسی لیے تیار کیا ہے کہ وہ امت کی دینی ضرورتوں کو پورا کریں، امت میں دینی بیداری پیدا کریں، ان کو قرآن و سنت سے وابستہ کریں، آخرت کی فکران میں پیدا کریں، تو اس میں آخر اعتراض کی کیا بات ہے کہ وہ فارغ ہو کر ان ہی ضرورتوں کو پورا کرنے میں لگ گئے۔

اگر میڈیکل سائنس سے فراغت کے بعد ڈاکٹر لوگوں کے علاج و معالجے میں لگ گیا، یا کوئی کلینک کھول لیا، تو کیا کوئی قابلِ اعتراض بات ہے؟ اگر انجینئر نے اپنے ہی متعلقہ شعبے میں کام کرنا شروع کر دیا یا کوئی کنسٹرکشن کمپنی کھول لیا، تو کیا وہ قابلِ ملامت ہے؟ کیا ایک پروفیسر اگر اپنے کام میں لگ جائے، تو وہ معیوب کام ہے؟ اگر نہیں تو پھر علما و حفاظ و دینی مدارس کے فارغین کے بارے میں یہ طعنہ دینا کہ وہ پھر اسی دینی کام میں مکتب و مدرسے، امامت و خطابت میں لگ گئے، کیا کسی عقل مند و ہوش مند کا کام ہو سکتا ہے؟

ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ مدارسِ اسلامیہ کے فارغین دینی کاموں پر اجرت و تنخواہ لے کر امت پر ایک بوجھ بنے ہوئے ہیں؛ لہٰذا ان کو کم از کم مدرسوں میں دستکاری و ہنر سکھا دینا چاہیے؛ تاکہ وہ مدارس سے فارغ ہونے کے بعد اپنے معاش کا کوئی نظم کر لیں۔

اس اعتراض میں کئی پہلو قابلِ غور ہیں: ایک تو یہ کہ علما کے وجود کو بوجھ قرار دیا گیا ہے، دوسرے یہ کہ ان کو اپنا معاش خود حاصل کرنے کی تجویز پیش کی گئی ہے اور تیسرے اس تجویز کی ایک صورت بھی تجویز کر دی ہے کہ علما کو دستکاری و ہنر سکھا دیے جائیں۔

جہاں تک پہلی بات کا تعلق ہے، اس کا جواب میں مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب

دامت برکاتہم کے الفاظ میں دیتا ہوں، وہ یہ ہے:

''یہ عجیب تصور ہے کہ اگر کوئی شخص معاشرے کی دینی ضروریات پوری کر کے کوئی اجرت یا تنخواہ وصول کر رہا ہے، تو وہ ''معاشرے پر بوجھ'' یا ''دوسروں کا دست نگر'' بن گیا ہے۔ علم وفن کے ہر شعبے کا قاعدہ یہ ہے، جو شخص علم وفن کی مہارت حاصل کر کے اس شعبے میں معاشرے کی خدمت انجام دیتا ہے، اس کا معاش بھی اسی شعبے سے وابستہ ہوتا ہے اور اگر وہ اس شعبے میں معاشرے کی خدمت انجام دینے کی بنا پر کوئی اجرت یا تنخواہ وصول کرتا ہے، تو اس میں معاشرے پر بوجھ بننے یا کسی کا دست نگر ہونے کا کوئی سوال نہیں، بل کہ یہ اس معاشرتی نظام کا ایک لازمی حصہ ہے، جس پر پوری انسانیت کی بنیاد قائم ہے۔ اگر کوئی طبیب، انجینئر، ماہر معاشیات یا سائنس داں اپنے شعبے میں معاشرے کی خدمت کرتا ہے اور اس کے صلے میں معاشرہ اسے معاشی فوائد بہم پہنچاتا ہے، تو نہ یہ اس پر کسی کا احسان ہے اور نہ اس کی بنا پر یہ سمجھنا درست ہے کہ وہ معاشرے پر بوجھ بن رہا ہے یا دوسروں کا دست نگر ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا علومِ دین کی خدمت معاشرے کی کوئی ضرورت نہیں؟ کیا ایک مسلمان معاشرے کو ایسے اہلِ علم کی حاجت نہیں، جو ان کی دینی ضروریات پوری کر سکیں؟ ان کے نت نئے مسائل میں دین کی رہنمائی فراہم کر سکیں؟ ان کے بچوں کو دینی تعلیم دے سکیں؟ ان کے دینی مستقبل کے تحفظ کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر سکیں؟ دین پر حملہ آور فتنوں کا مؤثر تعاقب کر سکیں؟ اور دین سے متعلق وہ تمام امور انجام دے سکیں۔''(۱)

(۱) ہمارا تعلیمی نظام:۸۹

رہا اس شبے کا دوسرا پہلو کہ علما خود اپنا معاش پیدا کریں، تو اس سے متعلق عرض ہے کہ اگر علما اپنے معاش کے لیے نکل جائیں، تو کیا یہ ممکن ہے کہ مدارس و مکاتب، امامت وخطابت ودیگر دینی ودعوتی خدمات انجام پاتے رہیں؟ ظاہر ہے کہ یہ بات ناممکن ہے کہ علما خود اپنی روزی روٹی کے لیے مختلف دنیوی کاموں میں نکل جائیں اور دینی خدمات کا یہ نظام بھی اسی طرح جاری وباقی رہے۔ اگر ڈاکٹر وانجینئر اپنے سے متعلق کاموں کو چھوڑ کر اپنا معاش پیدا کرنے کے لیے کسی دوسری لائن کو اختیار کر لے، مثلاً وہ چائے کی ہوٹل یا ٹیلرنگ کی دکان، یا کپڑوں کی دکان کھول کر بیٹھ جائے تو کیا تب بھی وہ اپنی میڈیکل وانجینئرنگ کی خدمات کو پورا کر سکے گا؟ اگر نہیں تو پھر علما سے یہ مطالبہ کہ وہ خود اپنا معاش پیدا کرنے کے لیے باہر نکلیں، کیا اس بات کی دلیل نہیں کہ یہ لوگ دینی علوم ودینی شعبوں کو لغو وفضول سمجھتے ہیں؟ ان کے بقا کو غیر ضروری خیال کرتے ہیں؟ اسی لیے اس قسم کا مشورہ دیتے ہیں۔

رہا اس کا تیسرا پہلو: تو عرض ہے کہ علما کو دستکاری وہنر سکھانے سے مقصود وہی معاش کی فکر میں ان کو لگانا ہے، جب کہ مدارس کا اولین پیغام علما وطلبا کو یہ ہوتا ہے کہ وہ دین ہی کے لیے خود کو وقف کر دیں؛ کیوں کہ دنیا کمانا وجمع کرنا اور عیش وراحت کے سامان مہیا کرنا، ان کی زندگی کا مقصد نہیں؛ بل کہ امت کی دینی ضرورتوں کے لیے خود کو معاشی ودنیوی اغراض سے بلند کر لینا ہی ان کی زندگی کا نصب العین ہے؛ لہٰذا یہ مشورہ بنیادی طور پر علما کے مقصدِ حیات کے خلاف ہونے کی وجہ سے ناقابلِ قبول ہے۔ نیز یہ بھی غور کیا جائے کہ علما کو دستکاری سکھا کر اس میں ان کو لگ جانے کا مشورہ کیا ان کے شایانِ شان ہے؟ کیا علما کی یہی قدر ہونی چاہیے کہ یہ مشورہ دیا جائے؟ کیا کسی وزیر کو یہ مشورہ دینا مناسب ہے کہ وہ شاہی خزانے سے تنخواہ لینے کے بہ جائے گزارے کے لیے کوئی دستکاری سیکھ لے؟

تیسرا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ علما، مدارس سے فارغ ہونے کے بعد اپنے معاش کے سلسلے میں پریشان رہتے ہیں، ان کی تنخواہیں بہت ہی چھوٹی ہوتی ہیں، جس کی وجہ سے وہ اپنی ضروریات زندگی کو بھی اس سے پورا نہیں کر سکتے، چہ جائے کہ کوئی سہولت و آسائش کی زندگی گزاریں؛ لہٰذا مدارس کی تعلیم سے وہ فارغ البال زندگی نہیں گزار سکتے؟

اس اعتراض پر غور و فکر کے دو زاویے ہیں: ایک یہ کہ ہم اس کو ایک دردمندانہ اعتراض قرار دیں، اس صورت میں سوال یہ ہے کہ اگر ان لوگوں کو یہ احساس ہے کہ علما کی تنخواہیں بہت مختصر و محدود ہیں اور وہ زیادہ ہونا چاہیے، تو سوال یہ ہے کہ یہ قصور مدارس کا ہے یا امت کا کہ وہ علما و ائمہ کی تنخواہ کا معیار اس قدر گھٹیا رکھی ہوئی ہے؟ ظاہر ہے کہ یہ تو امت کا قصور ہے کہ اس کے یہاں علما کی اور ان کے کاموں و خدمات کی کوئی حیثیت نہ ہونے کی وجہ سے ان کی تنخواہ کا معیار انتہائی گھٹیا رکھا ہوا ہے؛ لہٰذا ان لوگوں کو اپنے اعتراض کا رخ مدارس کے بہ جائے امت کے ذمے دار لوگوں، مساجد، و مکاتب و مدارس چلانے والے لوگوں کی جانب کرنا چاہیے؛ مگر عجیب بات ہے کہ قصور کوئی کرے اور الزام کسی اور کو دیا جائے؛ لہٰذا اگر ہمدردانہ و غم خوارانہ طور پر ان لوگوں نے یہ کہا ہے، تو وہ مدارس کے خلاف آوازیں کسنے کے بہ جائے مختلف ذرائع ابلاغ سے یہ آواز اٹھائیں اور وہ خود کسی مسجد یا مکتب وغیرہ کے ذمے دار ہیں؛ تو فوری طور پر اپنے حدود اختیار میں تنخواہ کے اضافے کا آغاز کردیں۔

دوسرا زاویہ یہ ہے کہ اگر اس اعتراض سے مقصود علما کی ہمدردی نہیں؛ بل کہ ان کی تحقیر ہے اور یہ کہنا چاہتے ہیں کہ مدارس سے فارغ ہونے والے یہ علما کوئی اچھی تنخواہ کے مستحق نہیں ہو سکتے؛ لہٰذا ایسی تعلیم سے کیا نفع؟ تو یہ لوگ کان کھول کر سن لیں کہ علما - اگر واقعی علما ہوں - تو وہ تنخواہ کی کمی کو اپنے حق میں کوئی عیب و حقارت کی

بات ہی نہیں سمجھتے: بل کہ وہ تو دنیا اور دنیا کے مال ودولت اور یہاں کے ساز وسامان کو حقیر سمجھتے ہیں اور یہ وہ حضرات ہیں، جو مال ودولت کو ٹھوکر مار دیتے ہیں اگر اس سے ان کا دین ضائع ہوتا ہو اور ان کا مسلک وہ ہے، جس کی ترجمانی شاعر مشرق علامہ اقبال رَحِمَہُ اللّٰہُ نے اپنے اس شعر میں کی ہے:

اے طائر لاہوتی! اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

الحمد للہ! یہ طبقہ وہ ہے، جس کے اسلاف میں حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رَحِمَہُ اللّٰہُ گزرے ہیں، جن کے پاس شاہِ سنجر نے ایک خط میں یہ مژدہ سنایا کہ میں آپ کی خانقاہ ومدرسے کے لئے ''نیمروز'' کا علاقہ وقف کرنا چاہتا ہوں، حضرت رَحِمَہُ اللّٰہُ نے اس کے جواب میں یہ قطعہ لکھ کر بھیج دیا:

چوں چتر سنجری رخ بختم سیاہ باد
اگر در دل بود ہوس ملک سنجرم
آنگہ کہ خبر یافتم از ملک نیم شب
من ملک نیمروز را بیک جو نمی خرم

(اگر میرے دل میں ''ملکِ سنجر'' کی ہوس ہو تو میرے نصیبے کا رخ اس شاہی خط کی طرح سیاہ ہو جائے، جب سے کہ میں نے ''ملکِ نیم شب'' (آدھی رات کی عبادت کی لذت) کی خبر پائی ہے، میں ''ملک نیمروز'' کو ایک جو کے عوض بھی خریدنا نہیں چاہتا۔)

نیز اس طبقے کے اکابر میں حضرت غلام علی شاہ مجددی رَحِمَہُ اللّٰہُ کا نام نامی و اسم گرامی بھی ہے، جن کے دسترخواں پر ہزاروں آدمی کھانا کھاتے تھے، آپ کی خدمت میں اس زمانے کے بادشاہ نے ایک خط میں لکھا کہ آپ کی خانقاہ میں چلنے

والے لنگر کے بارے میں معلوم ہوا کہ ہزاروں لوگ کھانا کھاتے ہیں، اس کی وجہ سے لنگر کا خرچہ بہت بڑھ گیا ہے؛ لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ اس کے لیے اپنی جانب سے ایک قطعۂ زمین وقف کر دوں، آپ اس کو قبول فرمالیں۔ حضرت غلام علی شاہ رحمۃ اللہ نے اس کے جواب میں اسی خط کی پشت پر ایک شعر لکھ کر بھیج دیا اور وہ یہ تھا:

ما آبروئے فقر و قناعت نمی بریم

با پادشاہ بگو کہ روزی مقرر است

(ہم فقر وقناعت کی عزت وآبرو کو بٹا نہیں لگانا چاہتے، بادشاہ سے یہ کہہ دینا کہ روزی مقرر ومقدر ہے۔)

مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ نے دس روپے تنخواہ میں سے، دو روپے یہ کہہ کر کم کرادئے تھے کہ یہ خرچ سے زائد ہیں، ان کو لوں گا تو اللہ کے یہاں ان کا جواب بھی دینا ہوگا۔

الغرض علما کے لیے تنخواہ و مال و دولت کی کمی کوئی عیب نہیں؛ بل کہ ان کے لیے ایک زینت کی چیز ہے؛ لہٰذا جو لوگ اس کو ان کے حق میں عیب سمجھ کر ان کی تحقیر کرتے ہیں، وہ یہ سوچ رکھیں کہ حضراتِ انبیا و اولیا کے بارے میں وہ کیا سمجھتے ہیں، جن کے یہاں مال و دولت کی کمی تھی اور وہ فقر و فاقے کی زندگی کرتے رہے۔

دین وشریعت میں نئی بات پیدا کرنا

غلو فی الدین کی ایک بدترین صورت یہ ہے کہ دین میں نئی نئی باتیں پیدا کی جائیں، اسی کو شریعت کی زبان میں "إحداث في الدين" یا "بدعة" کہا جاتا ہے؛ لہٰذا پہلے بدعت کی تعریف اور اس کی قسمیں سنتے چلیں۔

بدعت کی تعریف

علمائے کرام نے بدعت کی تعریف یہ کی ہے :

''بدعت نام ہے اس من گھڑت طریقے کا جو دین میں جاری کیا گیا ہو اور وہ شریعت کے بالمقابل ہو اور اس سے اللہ کی عبادت میں مبالغہ مقصود ہو۔''(۱)

علامہ ابن حجر رَحِمَهُ اللهُ نے فرمایا:

''بدعت اصل میں اس چیز کو کہا جاتا ہے، جو بغیر کسی سابق مثال و نمونے کے ایجاد کی گئی ہو اور شریعت میں اس کا اطلاق سنت کے مقابلے میں ہوتا ہے؛ لہٰذا وہ قابل مذمت ہوگی۔''(۲)

حافظ ابن رجب رَحِمَهُ اللهُ نے فرمایا:

''بدعت ہر وہ نئی بات ہے، جس پر شریعت میں کوئی دلیل نہ ہو اور جس پر کوئی دلیل ہو وہ شرعی بدعت نہ ہوگی۔''(۳)

اس تفصیل کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر وہ من گھڑت اور نیا طریقہ، جو دین کے نام پر جاری کیا گیا ہو اور اس پر کوئی شرعی دلیل دلالت نہ کرے، وہ بدعت اور قابلِ مذمت ہے۔

بدعت کی حقیقت سمجھنے کے لیے دو اہم نکات

یہاں دو باتیں اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے؛ ورنہ بڑی غلط فہمی میں ابتلا پیش آئے گا اور اسی کی بنیاد پر اہلِ بدعت عوام الناس کو دھوکہ دیتے ہیں۔

---

(۱) الاعتصام: ۱/۳۷

(۲) فتح الباري: ۴/۲۱۹

(۳) جامع العلوم: ۱۹۳

پہلی بات یہ ہے کہ بدعت اس نئی بات کو کہتے ہیں، جو دین میں بلا دلیلِ شرعی جاری کی گئی ہو؛ لہٰذا اگر کوئی نئی بات جو رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے زمانے میں اور صحابہ وتابعین کے دور میں نہ تھی، دین سمجھ کر نہیں؛ بل کہ دنیا کی ضرورت یا مصلحت سے جاری کی جائے یا اختیار کی جائے، تو اس کو بدعت شرعی نہیں کہا جائے گا۔

مثلاً آں حضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور صحابہ وتابعین کے زمانے میں گھڑی نہیں تھی، بعد میں یہ نئی ایجاد سامنے آئی، اس کو اپنی ضرورت ومصلحت سے پہنا جاتا ہے، اس کو بدعت نہیں کہا جائے گا۔ ہاں! اگر کوئی شخص گھڑی پہننے کو دین کا کام سمجھے اور نہ پہننے والوں کو گنہ گار قرار دے یا ان پر نکیر کرے، تو بے شک اس پر بھی بدعت ہونے کا حکم کہا جائے گا؛ مگر ظاہر ہے کہ کوئی شخص گھڑی کو دین نہیں سمجھتا۔

اسی سے دیگر نئی چیزوں اور طریقوں کا حکم معلوم ہو جاتا ہے، جو دنیا والوں نے دنیا ہی سمجھ کر انسانی ضروریات اور مصالح کے پیشِ نظر جاری کی ہوئی ہیں، جیسے فون، فریج، صوفہ، پلنگ، کرسی، پنکھا، نئے طرز کی سواریاں، نئے طرز کے کپڑے، عجیب عجیب انداز کی عمارتیں وغیرہ، یہ سب چیزیں اگر چہ خیر القرون میں نہ تھیں اور بعد میں ایجاد ہوئیں؛ مگر یہ ساری چیزیں دین کی حیثیت سے اختیار نہیں کی جاتیں؛ بل کہ اپنی دنیا کی ضرورت سمجھ کر اختیار کی جاتی ہیں؛ لہٰذا یہ چیزیں شرعی بدعت کی زد میں نہ آئیں گی۔

بعض بدعت کے دل دادہ لوگ اپنی جہالت پر پردہ ڈالنے کے لیے کہہ دیا کرتے ہیں کہ بدعت ناجائز ہے، تو پھر یہ ساری نئی ایجادیں اور نئے طریقے بھی بدعت ہیں، ان سے کیوں منع نہیں کیا جاتا؟ یہ اعتراض دراصل ناواقفیت کی دلیل ہے، اگر ان بے چاروں کو علم ہوتا کہ بدعت کی تعریف کیا ہے؟ تو یہ اعتراض کر کے اپنی ناواقفیت کا ثبوت نہ دیتے۔ چناں چہ تمام علما نے بدعت کی تعریف میں یہی لکھا

ہے کہ بدعت ''دین میں نئی بات'' کو کہتے ہیں، اگر دین میں نہیں ہے، تو اس کو شرعاً بدعت نہیں کہتے، اس کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے۔

دوسری بات یہ سمجھ لینا چاہیے کہ جو امر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خیر القرون میں نہیں تھا؛ مگر کوئی دلیل شرعی اس کے جواز یا استحباب یا وجوب کی دلائلِ شرعیہ میں موجود ہو اور اس کو دین سمجھ کر اختیار کیا جائے، تو اس کو بھی بدعت نہیں کہا جائے گا۔ جیسے مدارسِ اسلامیہ کا موجودہ نظام، دینی کتب کی تصنیف و تالیف کا موجودہ طرز، تعلیمِ دین و دعوت و تبلیغِ دین کی مختلف صورتیں و شکلیں وغیرہ۔ یہ سب امور بھی اگر چہ خیر القرون میں ان شکلوں و صورتوں کے ساتھ موجود نہیں تھیں؛ مگر ان کے دین ہونے کی دلیل دلائلِ شرعیہ میں موجود ہے، لہٰذا ان کو بھی بدعت نہیں کہا جاتا۔ بعض حضرات اس کو نہ سمجھنے کی وجہ سے مدارس وغیرہ پر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ بھی تو خیر القرون میں نہیں تھے، تو یہ کیسے جائز ہو گئے؟ یہ اعتراض بھی دراصل بدعت کی تعریف کو کما حقہ نہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔

الغرض جو کام خیر القرون میں نہ ہو اور اس پر کوئی دلیلِ شرعی دلالت بھی نہ کرے اور اس کو دین سمجھ کر اختیار کیا جائے، تو وہ بدعت ہے۔

بدعت کی قسمیں

پھر یہ جان لیں کہ بدعت کی ایک قسم تو یہ ہے کہ دین میں کوئی نئی چیز ایسی ایجاد کی جائے، جس کی اصل یا نظیر دین میں ثابت نہ ہو، اس کو ''بدعتِ اصلیہ'' کہا جاتا ہے۔ دوسری قسم یہ ہے کہ ایک چیز دین و شریعت میں پہلے سے ثابت ہو؛ لیکن کوئی اس میں کمی، بیشی یا اس کی کوئی نئی شکل و صورت پیدا کر لے، تو یہ ''بدعتِ وصفی'' کہلاتی ہے۔

چناں چہ حضرت علامہ اسماعیل شہید دہلوی رحمۃ اللہ اپنی کتاب ” ایضاح الحق الصریح“ میں اس سلسلے کی احادیث ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

” جاننا چاہیے کہ ان مذکورہ بالا تینوں احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بدعت دو قسم کی ہوتی ہے: پہلی قسم یہ ہے کہ وہ چیز اپنی ذات سے محدَث ہو یعنی نئی نکالی گئی ہو۔ دوسری قسم یہ ہے کہ شریعت کے کسی کام میں کوئی کمی یا زیادتی کی گئی ہو یا اس میں کوئی نئی صورت نکالی گئی ہو، حاصلِ کلام یہ کہ کسی شرعی امر کو اس طرح ادا کریں کہ شریعت میں اس طرح منقول نہ ہو۔ پس پہلی قسم کو بدعتِ اصلی کہتے ہیں اور دوسری قسم کو بدعتِ وصفی کہتے ہیں۔“(۱)

بدعت کی مختلف صورتیں

جب بدعت کی تعریف اور اس کی قسمیں معلوم ہو گئیں، تو اب لیجیے غلو کی یہ شکل مختلف طریقوں وصورتوں سے ظاہر ہوتی ہے:

(۱) ایک یہ کہ کوئی نئی عبادت پیدا کر لی جائے، جیسے بعض لوگوں نے رجب یا شعبان کی ایک نماز ایجاد کر رکھی ہے یا ربیع الاول میں میلاد و ربیع الثانی میں گیارھویں اور رجب میں کونڈے کی رسم وغیرہ کو مقرر کر رکھا ہے۔

(۲) دوسری یہ کہ کسی دینی و شرعی کام میں اپنی جانب سے کوئی چیز کم یا زیادہ کر دی جائے، جیسے بعض لوگ اذان کے شروع میں درود کا اضافہ کر دیتے ہیں اور بعض نے نمازوں کے بعد اجتماعی دعا کو لازم کر رکھا ہے۔ یہاں اذان و نماز تو شرعی کام ہیں؛ مگر ان میں جو اضافہ کیا گیا ہے، وہ دین میں نئی چیز ہے۔

---

(۱) ایضاح الحق الصریح مترجم: ۳۲

(۳) تیسری یہ کہ دین وشریعت کی باتوں میں اپنی جانب سے حدود و قیود بڑھادیے جائیں۔ جیسے ایصالِ ثواب تو دین میں ثابت ہے؛ مگر اس کے لیے بعض لوگوں نے وقت کی قید و تخصیص کی ہے۔ جیسے سوم، دسواں، بیسواں، چہلم، برسی وغیرہ کی رسمیں دراصل اپنی جانب سے وقت کی تخصیص ہے۔

یا خاص طریقے کی قید و تخصیص۔ جیسے ایصالِ ثواب میں ''الفاتحہ'' اور اس کے ساتھ سامنے مٹھائی رکھنے اور اس کو لوگوں میں تقسیم کرنے کی قیدیں لگائی گئی ہیں یا خاص قسم کی چیزوں کی قید لگاتے ہیں۔ جیسے صدقے کے لیے کالا بکرا یا کالی مرغی وغیرہ اور یہ سمجھتے ہیں کہ ایصالِ ثواب اسی صورت وشکل سے ہوگا، حال آں کہ شریعت نے یہ قیدیں نہیں بیان کی ہیں؛ لہٰذا یہ بھی غلو فی الدین ہے۔

اور جیسے بعض لوگوں نے بعض بعض مہینوں میں بعض کاموں کو خاص کر رکھا ہے، جیسے جلسہ سیرت النبی کو ربیع الاول میں، مظاہرۂ قرأت کی مجالس و دعا کی مجالس کو رمضان مبارک کی طاق راتوں میں یا خاص قسم کے بیانات کا سلسلے مخصوص راتوں میں وغیرہ، امور بھی اسی لیے قابلِ نکیر ہیں کہ ان میں اپنی جانب سے تخصیصات و قید بندیاں کی گئی ہیں، جو کہ غلو کی ایک صورت ہے۔

الغرض کسی بھی دینی کام میں اپنی جانب سے قیدیں لگانا اور تخصیصات کرنا اور ان کو دین سمجھ لینا جائز نہیں ہے؛ بل کہ غلو فی الدین کی ممنوع صورت ہے۔

(۴) چوتھی یہ کہ دین میں جو چیز جس کیفیت کے ساتھ ہے، اس کو اس سے ہٹا دیا جائے۔ جیسے کوئی بات فرض ہے، کوئی سنت، کوئی مستحب و جائز ہے، اسی طرح بعض امور اجتماعی کیے جاتے ہیں اور بعض انفرادی کیے جاتے ہیں۔ اگر ان امور کو ان کی اس کیفیت سے ہٹا کر فرض کو واجب یا واجب کو فرض، یا سنت کو واجب یا واجب کو سنت سمجھا جائے یا انفرادی طور پر کیے جانے والے کام کو اجتماعی طریقے سے

کیا جائے یا اجتماعی کام کو انفرادی طور پر کیا جائے، تو یہ بھی غلو فی الدین کی ایک صورت ہے۔

جیسے بعض لوگ اجتماعی طریقے پر مساجد میں سلام پڑھنے اور اس کے لیے کھڑے ہونے اور خاص قسم کے اشعار پڑھنے کو لازم سمجھتے اور قرار دیتے ہیں اور غیر لازم کو لازم سمجھتے ہیں اور دوسروں پر اس کا اصرار کرتے ہیں۔

اسی طرح بعض مستحب کاموں پر اس قدر اصرار کرتے ہیں۔ جیسے کوئی واجب و لازمی چیز ہو، جیسے ''دعا بعد الصلاۃ'' پر امام پر اصرار کیا جاتا ہے اور اگر امام دعا زور سے نہ کرے یا اپنی دعا انفرادی طور پر کر لے، تو جھگڑے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں نے ایک مستحب یا جائز کام کو فرض وواجب کے درجے میں سمجھ لیا ہے یا یہ کہ انفرادی کام کو اجتماعی طور پر کرنے کو لازم قرار دیتے ہیں، یہ وہی غلو فی الدین ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اسی وجہ سے یہ فرمایا تھا:

''لا يجعل أحدكم للشيطان شيئاً من صلاته، يرى أن حقا عليه أن لا ينصرف إلا عن يمينه.''(۱)

(تم میں سے کوئی اپنی نماز میں شیطان کا حصہ مقرر نہ کر دے کہ اپنے اوپر دائیں جانب سے مڑنے کو ضروری خیال کر بیٹھے۔)

حضرات علما نے آپ کے اس قول کی وضاحت وتشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ نماز کے بعد دائیں یا بائیں جانب سے مڑنا دونوں جائز کام ہیں اور یہ دونوں صورتیں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہونے کی وجہ سے کوئی بھی مکروہ

---

(۱) الصحيح للبخاري:۸۵۲، مسند أحمد:۴۰۸۴، صحيح ابن حبان:۱۹۹۷، سنن البيهقي:۳۷۵۳، المعجم الكبير للطبراني:۱۰۰۱۱

نہیں؛ لیکن حضرت عبداللہ بن مسعود ﷺ نے دائیں جانب ہی سے مڑنے پر التزام و پابندی سے منع کیا، اس بات کے اندیشہ سے کہ کہیں اس کو لازم وضروری نہ سمجھ لیا جائے۔(۱)

شارحِ بخاری علامہ ابن المنیر رحمۃ اللہ نے فرمایا:

" فيه أن المندوبات قد تقلب مكروهات إذا رفعت عن رتبتها لأن التيامن مستحب في كل شيء لكن لما خشي ابن مسعود- ﷺ - أن يعتقدوا وجوبه أشار إلى كراهته."

(مستحب امور کبھی مکروہ قرار پاتے ہیں، جب کہ ان کو ان کے درجے سے بڑھادیا جائے؛ کیوں کہ تیامن ہر چیز میں مستحب ہے؛ لیکن جب حضرت ابن مسعود ﷺ کو اس بات کا اندیشہ ہوا کہ کہیں لوگ اس کو واجب نہ مان بیٹھیں، تو آپ نے بتادیا کہ یہ مکروہ ہے۔)(۲)

صاحبِ ''مشکوۃ'' رحمۃ اللہ کے استاذ اور شارحِ مشکوۃ علامہ طیبی رحمۃ اللہ اسی حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

''و فيه أن من أصر على أمر مندوب ، و جعله عزما ، و لم يعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال فكيف بمن أصر على بدعة ، أو منكر؟''(۳)

(اس میں اشارہ ہے کہ جو کسی مباح کام پر اصرار کرے، اس کو ضروری قراردے اور رخصت پر عمل نہ کرے، تو یقیناً ایسے شخص کو گمراہ کرنے

---

(۱) شرح ابن بطال:۲/۴۶۲

(۲) فتح الباري:۲/۳۳۸

(۳) شرح الطيبي:۳/۱۰۵۱

کا شیطان کو موقع ملتا ہے، پھر بھلا اس شخص کا کیا پوچھنا؟ جو کسی بدعت یا معصیت پر جما بیٹھا ہے۔)

اس سے معلوم ہوا کہ ایک مستحب کام پر بھی اس طرح اصرار کرنا کہ واجب سمجھا جائے یہ بھی غلو ہے اور اسی غلو سے لوگوں کو بچانے کے لیے حضراتِ فقہائے کرام نے لکھا ہے کہ جو سورتیں بعض خاص خاص نمازوں میں مسنون ہیں، ان کو بھی کبھی کبھی ترک کر دینا چاہیے؛ تا کہ لوگ ان کو واجب ولازم نہ سمجھ لیں۔(۱)

مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کا چشم کشا بیان

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے کیا خوب بات فرمائی ہے، جس سے اس مسئلے کی اچھی طرح توضیح ہو جاتی ہے اور حقیقت بھی سمجھ میں آ جاتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

> ''شریعتِ اسلام نے چوں کہ ہر فتنے کے دروازے کو بند اور فساد دین کے راستے کو روکا ہے؛ اسی لیے اس کا بھی خاص اہتمام فرمایا کہ فرائض ونوافل میں پورا امتیاز رہے، حقیقت کے اعتبار سے بھی اور صورت کے اعتبار سے بھی۔ نمازوں میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کا تو یہ معمول رہا کہ مسجد میں صرف فرض نماز جماعت سے ادا فرماتے، باقی نوافل وسنتیں بھی گھر جا کر پڑھتے تھے اور جن نمازوں کے بعد سنت یا نفل نہیں ہے، ان میں اگر نماز کے بعد مسجد میں بیٹھنا یا اور کوئی وظیفہ پڑھنا ہے، تو یہ صورتِ نماز قبلہ رخ نہیں بیٹھتے؛ بل کہ داہنی یا بائیں جانب پھر کر بیٹھتے؛ تا کہ دور ہی سے ہر شخص یہ سمجھ لے کہ فرض

(۱) دیکھو: الجوهرة النيرة: ۲۲۹/۱، اللباب في شرح الكتاب: ۳۹/۱

نماز ختم ہو چکی ہے، اب امام جو کچھ پڑھ رہا ہے، وہ اختیاری چیز ہے۔ اصل سنت تو یہی ہے کہ نوافل ونفلی عبادات سب تنہائی میں اپنے گھروں میں ادا کی جائیں اور اگر مسجد ہی میں سنتیں پڑھنا ہو؛ تو بھی مسنون طریقہ یہ ہے کہ جماعتِ فرض کی ہیئت کو ختم کردیا جائے، صفیں توڑ دی جائیں، لوگ آگے پیچھے ہو کر سنتیں پڑھیں۔ اسی طرح روزہ شرعاً صبحِ صادق سے غروبِ آفتاب تک ہے؛ لیکن چوں کہ رات کو سب لوگ عادۃً سوتے ہیں اور سونے کی حالت میں بھی کھانے پینے سے آدمی اسی طرح رکا رہتا ہے جیسے روزہ میں؛ اس لیے سحری کھانا مسنون قرار دیا گیا؛ تاکہ سونے کے وقت جو صورت روزہ کی ہوگئی تھی، اس سے امتیاز ہوجائے اور روزہ ٹھیک صبحِ صادق کے بعد سے شروع ہو۔ اسی لیے سحری بالکل آخر وقت میں کھانا مستحب ہے، اسی طرح غروبِ آفتاب کا یقین ہوجاتے ہی روزہ فوراً افطار کرنا چاہیے، دیر کرنا مکروہ ہے؛ تاکہ روزہ کی عبادت کے ساتھ زائد وقت کا روزہ میں اضافہ نہ ہوجائے۔

آج بھی یہ سب چیزیں بحمد اللہ تعالیٰ مسلمانوں میں جاری ہیں؛ مگر جہالت وناواقفیت سے ان چیزوں کی حقیقت سے بے خبری ہے۔ صبح اور عصر کی نماز کے بعد عام طور پر ائمہ مساجد قبلے کی جانب سے مڑ کر تو بیٹھ جاتے ہیں؛ مگر اس پر نظر نہیں کہ یہ مڑنا اس غرض سے تھا کہ عملاً اس کا اعلان کردیں کہ اب فرض ختم ہوچکے، ہر شخص کو اختیار ہے، جو چاہے کرے، جہاں چاہے جائے؛ مگر یہاں پوری جماعت کو اس کا پابند بنایا جاتا ہے کہ جب تک تین مرتبہ دعا جماعت کے ساتھ نہ کرلیں، اس وقت تک سب منتظر رہیں، پھر ان دعاؤں میں بھی خاص خاص دعاؤں

کی ایسی پابندی ہے، جیسے کوئی فرض ہو، جب تک وہ خاص دعائیں نہ پڑھی جائیں، عوام یہ سمجھتے ہیں کہ نماز کا کوئی جز رہ گیا۔‘‘(۱)

یہ طویل اقتباس ہم نے اس لیے نقل کیا ہے کہ اس سے ایک عامی شخص بھی اسلامی نقطۂ نظر سے بدعت کی حقیقت کو بہ آسانی سمجھ سکتا ہے۔

لہٰذا دونوں قسم کی یہ بدعتیں قابلِ انکار ورد ہوں گی اور ان سے احتراز کرنا لازم و ضروری ہوگا۔

دینی احکام میں ترجیحات وترتیبات سے غفلت واعراض

احکاماتِ شریعت وامورِ دینی میں ترجیحات وترتیبات سے غفلت واعراض بھی غلو فی الدین کا ایک بڑا سبب ہے، جو مسلم معاشرے میں آج ایک وبائی مرض کی طرح پھیلتا جارہا ہے۔

ترجیحات وترتیبات سے کیا مراد ہے؟

ہماری مراد ترجیحات وترتیبات سے یہ ہے کہ دینی احکام وشرعی امور میں کسی کو اولیت وفوقیت کا درجہ حاصل ہے، تو کسی کو ثانویت کا، کوئی اصل ہے تو کوئی فرع، کوئی مقدم ہے تو کوئی مؤخر، کوئی رکن ہے تو کوئی اس کا تتمہ وتکملہ، کوئی فرض ہے تو کوئی واجب اور کوئی سنت ہے تو کوئی نفل، پھر ان میں اسی کے لحاظ سے ترجیح وترتیب بھی لازمی سی بات ہے۔ ظاہر ہے کہ نفل فرض پر مقدم واولیٰ نہیں اور ارکان کا درجہ مکملات سے بڑھ کر نہیں ہوسکتا، مستحبات کو واجبات سے آگے نہیں کیا جاسکتا۔ ہماری مراد ترجیح وترتیب سے یہی ہے کہ شرعی احکامات میں دلائلِ شرعیہ کی روشنی میں قائم ترجیحات وترتیبات سے اگر

(۱) جواہر الفقہ: ۲۶۳/۱-۲۶۴

صرف نظر کیا جائے گا۔ تو اس کے نتیجے میں بھی غلو فی الدین پیش ہوگا۔
اور دینی امور و احکام میں مدارج و مراتب کا یہ تفاوت نہایت واضح ہے اور خود نصوصِ قرآنیہ و حدیثیہ اس پر دلالت کرتے ہیں، یہاں ہم قرآن و سنت میں سے ایک دو دلیلوں پر اکتفا کرتے ہیں:

قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ، وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَ فِي الرِّقَابِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ ، وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ، اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴾ (البقرة: ۱۷۷)

(نیکی صرف یہی نہیں ہے کہ تم اپنا چہرہ مشرق یا مغرب کی طرف کرلو؛ بل کہ نیکی یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر اور فرشتوں پر اور کتاب پر اور نبیوں پر ایمان لائے اور اس کی محبت میں قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور راہ گیروں اور سائلوں اور غلاموں کو آزاد کرانے میں مال صرف کرے اور نماز قائم کرے، زکوۃ ادا کرے اور وہ جو وعدہ کر کے اپنے وعدوں کو پورا کرنے والے اور تنگی و بیماری اور لڑائی کے وقت صبر سے کام لینے والے ہیں، یہی لوگ ہیں جو سچے اترے اور یہی لوگ دراصل متقی ہیں۔)

اس آیت میں قبلے کے مسئلے کو لے کر جھگڑنے والوں کا رد کیا گیا ہے، جو تبدیلیٔ

قبلے کے وقت مسلمانوں پر اعتراض کر رہے تھے کہ کبھی اس رخ پر اور اس رخ پر کیوں نماز پڑھتے ہو؟ اس آیت میں ان کا جواب دیا کہ منہ کا اس طرف یا اس طرف کرنا کوئی اہم بات نہیں؛ بل کہ جدھر اللہ کا حکم ہو جائے کر لیا جائے گا، اصل نیکی تو یہ ہے کہ اللہ و رسول اور یوم آخرت وغیرہ پر ایمان لایا جائے اور نیکی کے کام نماز، زکاۃ، صبر وغیرہ پر قائم ہو جائے، اس کو چھوڑ کر اس بحث میں لگ جانا کہ منہ ادھر کریں یا اس جانب کو، یہ کوئی اہم و قابلِ ترجیح مسئلہ نہیں ہے۔

ایک دوسری آیت میں فرمانِ خداوندی ہے:

﴿أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَجَاهَدَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَوُونَ عِندَ اللَّهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ﴾ (التوبۃ:۱۹)

(کیا تم نے حاجیوں کے پانی پلانے اور مسجد حرام کے آباد رکھنے کو اس شخص کے عمل کے برابر قرار دے لیا ہے، جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور اس نے اللہ کے راستے میں جہاد کیا ہے، یہ لوگ اللہ کے نزدیک برابر نہیں ہو سکتے اور اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔)

اس آیت میں دو عبادات میں تفاوت بیان کیا گیا ہے: ایک حاجیوں کو پانی پلانے اور کعبے کی خدمت، دوسرے ایمان و جہاد فی سبیل اللہ اور یہ بتایا ہے کہ یہ دونوں ایک درجے کے نہیں ہو سکتے۔

اسی طرح حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں وارد ہوا ہے:

" الإيمان بضع ، و ستون ، أو بضع ، و سبعون شعبةً ، فأفضلها قول لا إله إلا الله ، و أدناها إماطة الأذى عن

الطريق ، و الحياء شعبة من الإيمان."

(ایمان کی ساٹھ یا ستر سے اوپر کچھ شاخیں ہیں: پس ان میں سے افضل واعلیٰ "لاالہ الا اللہ" کا اقرار ہے اور ادنی وگھٹیا راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹادینا ہے اور حیا بھی ایمان کا ایک بڑا شعبہ ہے۔)(۱)

اس میں بھی اللہ کے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اعمال کے اندر تفاوت کا ذکر فرمایا ہے،اس کے علاوہ بھی متعدد احادیث میں اس کا ذکر ملتا ہے۔

الغرض احکام دینیہ میں جب فرق مراتب رکھا گیا ہے،تو اس کا لحاظ بھی ضروری ہے؛ مگر افسوس کہ آج امت کا ایک بڑا طبقہ اس کو فراموش کیا ہوا ہے اور اس کی وجہ سے دین کے غلو کا مرتکب ہوتا رہتا ہے، ہم یہاں اس سلسلے میں چند بنیادی امور کی نشاندہی کردینا مناسب سمجھتے ہیں؛ تاکہ اسی کی روشنی میں دیگر امور کو قیاس کرنا اور سمجھنا آسان ہو جائے۔

اصولی وفروعی احکام میں ترجیح

اسلامی احکام دو قسم کے ہیں: ایک اصولی واعتقادی اور دوسرے فروعی وجزئی، جہاں تک اصولی احکام کا تعلق ہے، یہ ہر عقل کے سامنے واضح ہے کہ ان کا درجہ و مقام بڑھا ہوا ہے اور جزئی احکام کے مقابلے میں وہ قابل ترجیح ہوتے ہیں اور فروعی وجزئی احکامات اگرچہ اپنی جگہ بہت اہم ہیں؛ مگر بہ مقابلہ اصولی احکام کے ان کا درجہ فروتر ہے۔اسی طرح یہ بھی مسلم ہے کہ فروعی احکامات بھی سب ایک درجے کے نہیں ہیں؛ بل کہ ان میں فرق ہے، ان میں سے بھی بعض بہت اہم ہیں اور بعض ان کے

---

(۱) الصحيح للمسلم:۱۶۲،سنن أبي داود:۴۶۷۸،سنن النسائي:۵۰۰۵،سنن ابن ماجة:۵۷،مسند أحمد:۹۳۵۰

مقابلے میں کم درجے کے ہیں؛ لہٰذا سب کو ایک درجے میں نہیں رکھا جا سکتا اور نہ سب کے ساتھ یکسانیت کا معاملہ ہو سکتا ہے۔

مگر بعض لوگ یہاں ایک غلطی تو یہ کرتے ہیں کہ دونوں کے ساتھ یکساں سلوک کرتے ہیں؛ اس لیے جس طرح عقائد کے مسائل میں دو رائے اور اختلاف کو مذموم سمجھتے ہیں، اسی طرح جزئی و فروعی احکام میں اختلاف کو بھی مذموم سمجھتے اور اس اختلاف کرنے والوں کے ساتھ وہی معاملہ کرتے ہیں جو اصولی و اعتقادی مسائل میں اختلاف کا ہونا چاہیے۔ یہ ان لوگوں کی شدید و فاش غلطی ہے۔

ہم نے اس سلسلے میں فصل سادس کے اندر، ''اختلافات کی صورت میں حدود سے تجاوز'' کے عنوان سے نہایت مفصل کلام کیا ہے، وہاں اس کو ملاحظہ فرمالیں۔

دوسری غلطی یہ کی جاتی ہے کہ عقائد و اصول پر زیادہ توجہ کے بہ جائے فروعی احکام و جزئی مسائل میں ساری توانائی خرچ کر جاتے ہیں اور بالخصوص ان مسائل میں جن میں ائمۂ کرام ہی سے نہیں؛ بل کہ حضراتِ صحابہ و تابعین سے بھی اختلافات چلے آ رہے ہیں اور ان مسائل کو معیارِ حق و باطل بنا کر ائمۂ کرام پر بھی کیچڑ اچھالا جاتا ہے۔

''رفع یدین''؛ ''فاتحہ خلف الامام''؛ ''آمین بالجہر والسر''؛ ''مصافحہ ایک ہاتھ سے یا دو ہاتھ سے'' وغیرہ مسائل کے سلسلے میں کسی کو جنتی کسی کو دوزخی بنایا جاتا ہے، نمازوں کو کالعدم قرار دیا جاتا ہے، جب کہ بہت سے لوگ ایمان و عقیدے میں فتور لیے زندگی کر رہے ہیں اور ان حضرات کو اس کی جانب کوئی توجہ نہیں۔ کیا یہ غلو فی الدین نہیں کہ شرع نے ایک چیز کا جو مقام مقرر کیا تھا، اس سے اس کو ہٹا دیا جائے اور دوسری چیز کو جو اس درجے کی نہیں، اس کی جگہ رکھا جائے؟

ہم نے ایک واقعہ اس نوع کا دیکھا کہ ایک ہندو خاندان کے کچھ لوگوں نے اللہ

کی توفیق سے اسلام قبول کیا، پہلے تو ان میں سے ایک شخص کو توفیق ہوئی، پھر اس کی محنت و دعوت سے اللہ نے خاندان کے دوسرے افراد کو بھی توفیق دی اور یہ سب اسلام لائے تھے ایک حنفی مسلک کے عالم کے ہاتھ اور اسی کی تعلیم کے مطابق وہ لوگ حنفی طریقے کے مطابق نماز پڑھنے لگے؛ مگر حیرت بھی ہے اور افسوس بھی کہ کچھ حضرات نے ان کو اس بحث میں مبتلا کر دیا کہ حنفی طریقہ نماز صحیح نہیں؛ بل کہ نماز میں "رفع یدین" کرنا چاہیے اور آمین زور سے کہنا چاہیے وغیرہ اور ان کے ہاتھ میں ایک کتاب بھی پکڑا دی، جس میں ان فروعی مسائل پر بحث ومباحثہ ہے۔

یہاں ہر عقل ودانش کا حامل سوچے اور غور کرے کہ کیا ان نو مسلموں کی تعلیم میں یہی چیز سب سے اہم و مقدم تھی کہ ان کو نماز کے اختلافی مسائل میں الجھایا جائے؟ کیا ان لوگوں کو اس وقت ایمان وعقیدے کی تعلیم، توحید وشرک کا فرق، نبوت وختم نبوت کی توضیح، آخرت وجنت ودوزخ، تقدیر وغیرہ کے احکامات کی تبلیغ ضروری نہیں تھی؟ کیا اس وقت ان امور کی اہمیت کو کسی موٹی سے موٹی عقل والا بھی فراموش کر سکتا ہے؟

اسی طرح بعض لوگوں میں یہ طریقہ چل پڑا ہے کہ دین کی جانب لانے و مائل کرنے میں صرف اعمال ہی کی دعوت کو کافی سمجھتے اور لوگوں کے عقائد کی اصلاح کو کوئی قابل توجہ بات نہیں سمجھتے، اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بسا اوقات نیکی وطاعت پر جم جانے والے لوگ عقائد کی صرف کمزوری کا نہیں؛ بل کہ بدعقیدگی تک کا شکار رہتے ہیں اور توحید وشرک کا فرق، ختم نبوت کی حقیقت، اولیاء اللہ کے سلسلے میں اسلام کا نقطہ نظر وغیرہ امور میں مسلک اہل سنت کے خلاف عقائد کے قائل رہتے ہیں؛ مگر چوں کہ وہ نماز وروزہ اور نیکی وطاعت کے بہت سے کاموں میں شریک رہتے ہیں؛ اس لیے ان کو یوں ہی چھوڑ دیا جاتا ہے، حتی کہ بہت سے لوگ اسی غلط عقیدے پر مر جاتے ہیں۔

لہٰذا یہ سمجھ لینا چاہیے کہ عقیدے کی اصلاح، اعمال کی اصلاح پر اور اصول میں مضبوطی، فروعی اعمال میں مضبوطی پر مقدم و راجح ہے؛ مگر ہائے افسوس! بعض لوگ ان سارے امورِ مہمہ سے اور حقائق سے آنکھیں بند کر کے غیر فطری طرز کو اختیار کرتے ہیں اور امت کو نقصانِ عظیم سے دوچار کر دیتے ہیں۔

الغرض یہ بھی بہت ضروری ہے کہ اصولی و فروعی احکام کے فرق کو ملحوظ رکھا جائے اور ہر ایک کو اس کے درجے و مقام پر رکھنے کی کوشش کی جائے۔

فرضِ عین و فرضِ کفایہ میں ترجیح

ان امور میں سے ایک یہ ہے کہ فرضِ عین و فرضِ کفایہ میں ترجیح فرضِ عین کو ہے؛ کیوں کہ فرضِ عین ہر مکلف پر لازم ہے اور اس سے روگردانی و غفلت اس کے لیے جائز نہیں، اس کے برعکس فرضِ کفایہ ہر مکلف پر لازم نہیں؛ بل کہ اگر چند لوگ اس کو ادا کر دیں؛ تو دوسروں سے ساقط ہو جاتا ہے۔

مگر بعض لوگ اس سلسلے میں عجیب قسم کا تغافل اختیار کرتے ہیں اور اپنے ذمے فرضِ عین کو چھوڑ کر اس کام کی جانب اپنی عنانِ توجہ پھیر دیتے ہیں، جس کو ادا کرنے والے بہت سے لوگ موجود ہیں؛ حال آں کہ حدیث میں اس سلسلے میں واضح ہدایت موجود ہے۔

چناں چہ حدیث میں ہے کہ ایک صحابی رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس آئے اور آپ سے جہاد میں جانے کی اجازت مانگی، آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے پوچھا کہ کیا تمھارے والدین باحیات ہیں؟ عرض کیا کہ ہاں! آپ نے فرمایا کہ پھر تو ان ہی کی خدمت کے ذریعے جہاد کرو۔(۱)

---

(۱) الصحیح للبخاري:۳۰۰۴، الصحیح للمسلم:۲۶۲۸، سنن أبي داود:۲۵۳۱، سنن الترمذي:۱۶۷۱، سنن النسائي:۳۱۰۳، مسند أحمد:۶۵۴۴، صحیح ابن حبان:۴۲۰

امام ابن حبان رحمۃ اللہ نے اس حدیث پر جو باب باندھا ہے، وہ یہ ہے:

"ذكر الاستحباب للمرء أن يؤثر بر الوالدين على الجهاد النفل في سبيل الله" (آدمی کے لیے اس بات کے مستحب ہونے کا ذکر کہ وہ نفلی جہاد فی سبیل اللہ پر والدین کی خدمت کو ترجیح دے)

شارحینِ حدیث نے صراحت فرمائی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو جہاد کی اجازت کے بہ جائے والدین کی خدمت کا حکم اس لیے دیا کہ جہاد، فرضِ کفایہ تھا، اس کے مقابلے میں والدین کی خدمت اس کے لیے اس سے اہم تھی؛ لہٰذا ان کی خدمت کے ذریعے جہاد کا ثواب حاصل کرنے کی ترغیب دی، ہاں! کسی وقت جہاد فرضِ عین ہو جائے؛ جیسے اہلِ اسلام پر کفار غالب آ جائیں اور امیر المسلمین نے حکم عام جہاد میں نکلنے کا دے دیا ہو، تو جہاد فرضِ عین ہو جائے گا اور اس وقت والدین کی خدمت کے بہ جائے جہاد میں جانا لازم ہوگا؛ حتیٰ کہ والدین اگر منع بھی کریں، تب بھی ان کی بات مانی نہیں جائے گی، کیوں کہ اس وقت یہی لازم و ضروری ہے۔(1)

فرضِ عین پر فرضِ کفایہ کو ترجیح دینے والے لوگ مختلف قسم کے ہیں:

بعض اہلِ علم سے اس سلسلے میں یہ کوتاہی ہوتی ہے کہ وہ علوم کی تحصیل میں فرضِ عین و فرضِ کفایہ کے اس فرق کو نظر انداز کر جاتے ہیں اور ان علوم میں اپنی ساری ہمت صرف کر دیتے ہیں، جو محض فرضِ کفایہ ہیں اور اس علم سے غافل رہتے ہیں، جو فرضِ عین ہے۔ مثلاً علمِ نحو و صرف و بلاغت و بیان کی تحصیل میں لگ جاتے ہیں اور اسی طرح تفسیر کے ذخائر اور اصولِ تفسیر کی تحقیقات، حدیث کے ذخائر اور اصولِ حدیث و علوم حدیث وغیرہ کی مکمل تحقیقات میں اپنا پورا وقت لگا دیتے ہیں؛ مگر اپنے

(1) دیکھو: شرح البخاري لابن بطال: ۱۹۱/۹

نفس کی اصلاح وتزکیے کے سلسلے میں کوئی خاص توجہ نہیں دیتے؛ حال آں کہ یہ فرضِ عین ہے کہ آدمی یہ جانے کہ نفس وشیطان کے مکر کیا ہیں اور کس طرح ہوتے ہیں؟ اور اپنے ظاہر وباطن کی کیا کیا بیماریاں ہیں اور ان کی اصلاح کے طرق کیا ہیں؟ تا کہ خود کو ان ساری ظاہری وباطنی بیماریوں وگمراہیوں سے صاف وپاک کر سکے؛ مگر اس کی جانب دیگر علوم کے مقابلے میں عشرِ عشیر بھی توجہ نہیں دی جاتی۔

امام غزالی رَحِمَہُ اللّٰہُ نے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا ہے:

”تمھیں چاہیے کہ دو میں سے ایک شخص بنو یا تو خود کی اصلاح میں مشغول ہو یا اپنی اصلاح کے بعد دوسروں کی اصلاح کا شغل رکھو اور اس بات سے بچو کہ خود کی اصلاح سے پہلے دوسروں کی اصلاح کی فکر میں مشغول ہو جاؤ، پھر خود کی اصلاح میں مشغول ہونا ہے، تو کسی اور کے بہ جائے اس علم میں مشغول ہو، جو تم پر اپنے حال کے تقاضے کے مطابق فرضِ عین ہوتا جاتا ہے اور وہ علم جو اعمالِ ظاہرہ سے متعلق ہے، جیسے نماز وطہارت، روزہ کا سیکھنا۔ اور ایک بڑا اہم علم، جس کو سب نے چھوڑ رکھا ہے، وہ صفاتِ قلب اور ان میں سے جو اچھی یا مذموم صفات ہیں ان کا علم ہے؛ کیوں کہ کوئی بشر بھی صفاتِ مذمومہ جیسے حرص، حسد، ریا، تکبر، عجب وغیرہ سے خالی نہیں ہے اور یہ سب کے سب ہلاک کرنے والی صفات ہیں اور ان کو ختم کرنا واجبات میں سے ہے۔“ (۱)

الغرض فرضِ عین وفرضِ کفایہ کے فرق کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے؛ بل کہ اس میں شرع کی قائم کردہ حدود کے مطابق ترجیح کا اصول اپنانا چاہیے۔

ایک کوتاہی اس سلسلے کی جس سے غلو جنم لیتا ہے، یہ ہے کہ لوگ شعبۂ تحفیظ

---

(۱) إحياء العلوم: ۱/۳۹

القرآن یا عالمیت کے مدارس کے قیام کی جانب خوب توجہ دیتے ہیں اور بعض بعض علاقوں میں متعدد ایسے مدارس موجود ہوتے ہوئے بھی وہاں پھر ایسے ہی مدارس کھولتے چلے جاتے ہیں؛ حال آں کہ وہاں عوام الناس کے لیے "مکتب" کا کوئی صحیح نظام نہیں ہوتا، جس میں وہاں کے بچے و بچیاں اور نوجوان مرد وعورتیں قرآنِ کریم اور دین کی بنیادی و اساسی تعلیم حاصل کر سکیں۔ یہ بات معلوم و مسلم ہے کہ حفظ و عالمیت کے مدرسے کا درجہ موجودہ حالات میں صرف فرضِ کفایہ کا ہے، جب کہ مکتبی تعلیم کا درجہ فرضِ عین کا ہے؛ کیوں کہ حافظِ قرآن یا عالمِ دین یا مفتی ومفسر وغیرہ علوم شرعیہ کے ماہرین کا پیدا کرنا فرضِ کفایہ ہے، ایک علاقے میں ایسے ایک یا چند لوگ ہوں جو دین کے ان شعبوں میں کام کرتے ہوئے امت کی ان ضرورتوں کو پورا کریں، تو یہ فرض دوسروں سے ساقط ہو جاتا ہے، اس کے برعکس تلاوتِ قرآن کے لیے تجوید سیکھنا اور قرآن کا ایک حصہ یاد کرنا، جس کی نمازوں کے لیے ہر مسلمان کو ضرورت ہے،؛ نیز دین کے بنیادی عقائد، عبادات و اعمال کے ضروری مسائل، حلال وحرام سے متعلق احکامات کی تحصیل ہر مسلمان پر فرض ہے۔

مگر اکثر لوگ اس فرض کی تکمیل کے بہ جائے مدرسہ قائم کر کے چند بچوں کو حافظ یا عالم بنانے کی کوشش میں اس طرح لگ جاتے ہیں کہ فرضِ عین کی جانب کوئی توجہ ہی نہیں ہوتی۔ احقر کے پاس مختلف علاقوں کے اور شہر کے مختلف محلوں سے لوگ آتے ہیں اور اپنے عزائم کا اظہار کرتے ہوئے مشورہ چاہتے ہیں کہ ہم اپنے علاقے میں ایک حفظِ قرآن کا مدرسہ قائم کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے ایسے حضرات کو بار بار اس جانب متوجہ کیا ہے کہ الحمد للہ! بڑے بڑے علماء نے حفظ و عالمیت اور افتا وغیرہ کے بڑے بڑے مدارس قائم کر کے اس فرضِ کفایہ کی انجام دہی سے آپ کو سبکدوش کر دیا ہے؛ لہٰذا آپ اپنے علاقے کے لیے اس کے بہ جائے ایک جامع و مستند کتب

قائم کریں؛ تاکہ وہاں کے لوگوں کو اپنے اوپر عائد ایک اہم فرض کو ادا کرنے کا موقعہ و سہولت ملے اور وہ اس فریضے سے سبکدوش ہو سکیں۔ جامع سے مراد ایسا مکتب، جس میں ایک جانب لڑکوں کی تعلیم کا نظم ہو، تو ایک جانب لڑکیوں کی تعلیم کا نظام ہو، اسی طرح اگر وہاں بچوں کی تعلیم کا نظم ہو، تو اسی کے ساتھ ساتھ کسی وقت بالغ مردوں اور عورتوں کی تعلیم کا بھی الگ الگ معقول نظام ہو اور مستند سے مراد یہ ہے کہ وہاں کی تعلیم کسی عالمِ دین کے مشورے سے ایک ایسے نصاب کے تحت جاری کی جائے، جس میں قرآن وسنت اور علمائے سلف کے اقوال سے ہی استناد کیا گیا ہو اور نظام بھی اسی کے موافق قائم کیا گیا ہو۔ ظاہر ہے کہ مدارس کا چلانا نہ ہر ایک کے بس کی بات ہے اور نہ ہر جگہ اس کی ضرورت؛ مگر لوگ عموماً اس مشورے کو دفع الوقتی خیال کرکے چلے جاتے ہیں اور حفظ یا عالمیت کا مدرسہ قائم کرکے فرض کو چھوڑ کر اور پورے محلے کی ذمے داری سے انحراف کرتے ہوئے ادھر ادھر سے چند ایک طلبہ کو لاکر مدرسہ چلاتے ہیں۔ یہ بھی وہی ترجیحات وترتیبات سے انحراف کا نتیجہ ہے۔

بعض لوگ خود کی اصلاح اور اپنے ان متعلقین کی اصلاح جو اپنے ماتحت ہیں، اس سے صرفِ نظر کرکے دوسروں کی اصلاح کی فکر میں لگ جاتے ہیں، ان کو ہر وقت دین کی نسبت یہی کام اہم وضروری معلوم ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی اسی کی جانب متوجہ کرنے کو بڑا کام سمجھتے ہیں اور یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ ہم بہت ہی اہم کام میں لگے ہوئے ہیں، حال آں کہ خود کی اصلاح فرضِ عین ہے، اسی طرح اپنے ماتحتوں کی اصلاح فرضِ عین ہے، حتی کہ قرآن شریف پڑھنے اور اس کی تجوید کے ساتھ تلاوت کرنے اور اپنی نمازیں و دیگر عبادات کو درست کرنے اور اپنے اخلاق کو سدھارنے، حسد وکینہ، تکبر وعجب کی نحوستوں سے خود کو پاک کرنے کی جانب ان کو کوئی دھیان نہیں ہوتا؛ حال آں کہ یہ ان پر دوسروں کی اصلاح سے زیادہ

ضروری تھا اور اس کے مقابلے میں دوسروں کی اصلاح زیادہ سے زیادہ فرضِ کفایہ ہے؛ مگر یہ لوگ اس کو فرضِ عین سے زیادہ اہم وضروری سمجھتے اور سمجھاتے ہیں اور خود فرضِ عین کے تارک بنے رہتے ہیں۔ صحیح طریقہ یہ ہے کہ اولاً خود کو درست کرنے کی جانب توجہ دی جائے؛ نیز اپنے ماتحتوں جیسے اولاد، بیوی، بھائی و بہن وغیرہ کی اصلاح کی جانب توجہ کی جائے اور اسی کے ساتھ دوسروں کی اصلاح کے لیے کام کیا جائے؛ مگر یہ کہ ساری فکر دوسروں کے لیے ہو اور خود کو اور اپنے ماتحتوں کو چھوڑ دیا جائے، یہ عقلاً و شرعاً دونوں طرح غلط ہے۔

اسی سلسلے میں ایک کوتاہی یہ ہوتی ہے کہ فرضِ کفایہ میں بھی بعض وقت لوگ سب کے سب کسی ایک جانب متوجہ ہو جاتے ہیں، حتی کہ دوسرے فرضِ کفایہ امور، تعطل کا یا کم از کم بے توجہی کا شکار ہو جاتے ہیں؛ مگر یہ بات بھی صحیح نہیں ہے۔ قرآن نے اس غلطی پر تنبیہ کی ہے۔

چناں چہ ایک جگہ ارشادِ ربانی ہے:

﴿ وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ۚ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوْٓا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ﴾ (التوبۃ: ۱۲۲)

(اور مسلمانوں کو یہ نہیں چاہیے کہ سب کے سب جہاد میں نکل جائیں؛ لہٰذا ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ ان کی ہر بڑی جماعت میں سے ایک چھوٹی جماعت جہاد میں جائے؛ تا کہ باقی لوگ دین میں تفقہ حاصل کریں اور جب وہ جہاد میں گئے ہوئے لوگ واپس ہوں، تو ان کو ڈرائیں؛ تا کہ وہ بچیں۔)

اس میں جہاد جیسے عظیم کام میں بھی سب کو لگ جانے کی ممانعت کی گئی ہے اور

ہدایت دی گئی ہے کہ اگر کچھ لوگ جہاد میں جائیں، تو دوسرے لوگ تعلیم و تعلّم میں لگیں اور دینی بصیرت حاصل کریں۔

حقیقت و رسمیت میں ترجیح

ترجیح کے سلسلے میں ایک اہم بات یہ ہے کہ اسلام میں رسمیت کے مقابلے میں حقیقت کو ترجیح حاصل ہے اور یہ ایک بدیہی و واضح امر ہے؛ لہٰذا اہلِ اسلام کو اس جانب بہت توجہ دینا چاہیے کہ جو کام بھی کریں، اس میں حقیقت پائی جائے، نہ یہ کہ صرف رسمیت پر اکتفا کیا جائے۔

غالبًا بعض حضراتِ صحابہ ﷢ سے جو مروی ہے کہ ہم پہلے ایمان سیکھتے تھے، پھر قرآن سیکھتے تھے، اس سے یہی مراد ہے کہ صحابہ ﷢ قرآنِ کریم کو رسم کے طور پر از اول تا آخر پڑھ کر ختم نہیں کر دیتے تھے، اسی طرح صرف الفاظِ قرآن کے یاد کر لینے پر کفایت نہیں کرتے تھے؛ بل کہ وہ حضرات حفظِ قرآن اور قرآن کے احکام و مسائل کو صرف رسمی طریقے سے سیکھنے کے بہ جائے ایمان و عقائد اور حلال و حرام سے متعلق احکام کو بڑی گیرائی و گہرائی کے ساتھ سیکھتے اور ان میں رسوخ حاصل کرتے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرتے تھے۔

چناں چہ جندب بن عبداللہ ﷛ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا:

”تعلمنا الإيمان قبل أن نتعلم القرآن، ثم تعلمنا القرآن، فازددنا به إيمانا.“

(ہم نے قرآن سیکھنے سے پہلے ایمان سیکھا پھر ہم نے قرآن سیکھا، پس اس سے ہمارے ایمان میں اضافہ ہوگیا۔)(۱)

---

(۱) سنن ابن ماجة:۶۱، السنن للبيهقي:۵۲۹۸، المعجم الكبير للطبراني:۱۶۵۶، الإيمان لابن مندة:۲۰۸، شعب الإيمان:۵۰

بیہقی وطبرانی رحمہما اللہ کی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ آپ نے فرمایا:

" فإنكم اليوم تعلمون القرآن قبل الإيمان."

(تم لوگ آج ایمان سے پہلے قرآن سیکھتے ہو۔)

اور حضرت عبداللہ بن عمر ﷺ سے مروی ہے:

" ولقد عشنا برهة من دهرنا ، و أحدنا يؤتي الإيمان قبل القرآن."

(ہم نے ایک زمانہ ایسا گزارا ہے کہ ہم میں سے ہر شخص کو قرآن سے پہلے ایمان دیا جاتا تھا۔)(۱)

اور حضرت حذیفہ بن الیمان ﷺ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا:

"إنا قوم أوتينا الإيمان قبل أن نؤتي القرآن،و أنكم قوم أوتيتم القرآن قبل أن تؤتوا الإيمان."

(ہم وہ لوگ ہیں کہ ہمیں قرآن سے پہلے ایمان دیا گیا اور تم وہ لوگ ہو کہ تمھیں ایمان سے پہلے قرآن دیا جاتا ہے۔)(۲)

حضراتِ صحابہ ﷺ کے ان اقوال سے صحابہ ﷺ پر ہونے والی ایمانی محنت میں ترجیح و ترتیب کا اصول معلوم ہو رہا ہے کہ وہ حضرات پہلے ایمان و عقیدے و ضروری احکام سیکھتے تھے اور ایمان بناتے تھے۔

اور اس قرآن سے پہلے ایمان بنانے سے مراد یہی ہے کہ قرآن کو مکمل حفظ کر لینے یا پورا قرآن از اول تا آخر سرسری طریقے سے پڑھ لینے کے بجائے قرآن کو اس طرح پڑھتے تھے کہ دو چار آیات یا پانچ دس آیات پر یا کسی ایک سورت پر غور وخوض

---

(۱) السنن للبیهقي:۵۴۹۶،المستدرک للحاکم:۱۰۱

(۲) السنن الکبری للبیهقي:۵۴۹۷، سنن سعید بن منصور:۴۸،القضاء والقدر للبیهقي:۲۳۷

کرتے، ان آیات اور سورتوں کے مقصد ومنشا کو پانے کی جد و جہد کرتے تھے اور اس میں سے عقائد اور حلال وحرام اور فرائض و واجبات یعنی اہم امور کو جاننے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرتے تھے۔

لہٰذا ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ سب سے پہلے قرآن سے ایمان وعقیدے کا علم حاصل کرے اور اپنے ایمان کو اس کی روشنی میں صحیح کرے، اسی طرح دوسرے اہلِ اسلام کو بھی پہلے ایمان وعقیدے کی تعلیم دی جائے اور اس کا بھرپور اہتمام کیا جائے۔

ابن ماجہ کے محشی علامہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت جندب بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے حاشیے میں لکھتے ہیں:

" و استفید منه أن تعلم علم العقائد قبل تعلم الفقه والقرآن."(۱)

(اس سے یہ بات مستفاد ہوئی کہ عقائد کا علم حاصل کرنا، فقہ و قرآن کے علم سے پہلے ہونا چاہیے۔)

یہاں یہ عرض کر دینا بھی ضروری ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ان اقوال کا یہ مطلب نہیں کہ ایمان کامل ہونے تک قرآن ہی نہ پڑھا جائے اور دوسرے احکامِ شرعیہ اس وقت تک نہ سیکھے جائیں، جب تک کہ ایمان میں رسوخ ومضبوطی نہ آجائے۔ یہ اس کا مطلب لینا صحیح نہیں؛ بل کہ مطلب وہ ہے جو ابھی بیان کیا گیا، ایک تو اس لیے کہ ایمان کا کامل ہونا، ایک طولِ طویل کام ہے اور یہ زندگی بھر چلتا رہتا ہے، دوسرے اس لیے کہ ایمان کو مضبوط وکامل کرنے کا طریقہ تو خود قرآن پڑھنا اور اس کے احکام سیکھنا اور ان پر عمل کرنا ہے۔

چناں چہ اس کی وضاحت خود حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے ارشاد سے ہوتی

---

(۱) إنجاح الحاجة:۷

ہے، چناں چہ آپ نے اوپر نقل کردہ جملے کے بعد یہ فرمایا:

" و تنزل السورة على محمد صلی اللہ علیہ وسلم فيتعلم حلالها ، و حرامها ، و ما ينبغي أن يوقف عنده فيها كما تعلمون أنتم القرآن."

(حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی سورت نازل ہوتی، تو ہم میں سے ہر ایک اس کے اندر کے حلال وحرام کا علم حاصل کرتا اور یہ کہ کہاں اس میں سے غور وفکر کے لیے ٹھہرے، جیسا کہ تم لوگ قرآن سیکھتے ہو۔)

پھر فرمایا:

"لقد رأيت رجالا يؤتى أحدهم القرآن فيقرأ ما بين فاتحته إلى خاتمته ، ما يدري ما آمره ، و لا زاجره ، ولا ما ينبغي أن يوقف عنده منه ، ينثر نثر الدقل."

(میں لوگوں کو دیکھ رہا ہوں کہ ان میں سے ایک کے پاس قرآن لایا جاتا ہے، وہ اس کو از اول تا آخر پڑھ لیتا ہے، لیکن یہ نہیں جانتا کہ کون آیت حکم دینے والی اور کون آیت زجر وتنبیہ کرنے والی ہے اور نہ یہ جانتا ہے کہ کہاں وقف کرے، بس سوکھی خراب کھجوروں کے طرح سب کو پھیلا دیتا ہے۔)(۱)

اور علما نے بھی یہی مطلب ان ارشادات کا سمجھا ہے، علامہ ابن قتیبہ رحمۃ اللہ نے حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کے الفاظ: " قد أوتي القرآن من قبل أن يؤتي الإيمان " کا مطلب ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

---

(۱) السنن للبیھقي:۵۲۹۲، المستدرک للحاکم:۱۰۱

"يريد : أنه قد حفظ القرآن . و أحكم حروفه ، و ضيع حدوده."(۱)

(آپ کی مراد اس سے یہ ہے کہ قرآن حفظ کر لیا اور حروف کی ادائیگی میں مضبوطی پیدا کر لی؛ مگر قرآن کے اندر بیان کردہ حدود واحکام کو ضائع کردیا۔)

معلوم ہوا کہ ان صحابہ ﷺ کا مطلب "قرآن دیے جانے سے پہلے ایمان دیے جانے کا" یہ ہے کہ قرآن حفظ کرنے یا پورا پڑھ لینے سے پہلے قرآن کے حدود واحکام کو سمجھنے اور ان پر عمل کی مشق کیا کرتے تھے۔

علامہ ابن عبدالبر مالکی رحمۃ اللہ کہتے ہیں:

"صحابہ کرام جو اس قرآن کے پہلے مخاطب ہیں، ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں سوائے چند کے مکمل قرآن حفظ کرنے والے نہیں تھے اور سب حضرات قرآن کے معانی میں غور وفکر کرتے، اس کی تفسیر معلوم کرتے، اس کے احکام یاد کرتے اور ان میں سے بعض قرآن کے عالم ایسے تھے، جو قرآن کے بہت سے احکام کو جانتے تھے، حال آں کہ وہ قرآن کی سب سورتوں کے حافظ نہ ہوتے۔ حضرت حذیفہ ﷺ نے کہا کہ ہم قرآن سے پہلے ایمان سیکھتے تھے اور ایک قوم آخر زمانے میں ایسی آئے گی، جو ایمان سے پہلے قرآن پڑھے گی۔"(۲)

الغرض صحابہ ﷺ کا طرز تعلیم یہ تھا کہ وہ قرآن کے ایک ایک حصے کو اور اس کی

---

(۱) غریب الحدیث:۲/۲۵۳

(۲) التمهيد لابن عبد البر:۱۴/۱۳۳

ایک ایک سورت کو یا اس کی چند آیات کو پڑھتے ، ان پر غور وخوض کرتے ، ان کے معانی وحقائق کو سمجھتے اور ان پر عمل کی کوشش کرتے تھے۔

ان کا طریقہ صرف ظاہر داری ورسم پرستی کے طور پر از اول تا آخر قرآن پڑھ کر ختم کر دینے کا نہیں تھا، جیسا کہ بعد کے دوروں میں یہ صورت حال پیدا ہوگئی اور آج اس میں روز بہ روز اضافہ ہوتا جارہا ہے۔

اسی طرح نماز وروزہ، حج وزکوۃ ودیگر عبادات میں بھی ہمارے اندر آج رسمیت وظاہر داری پیدا ہوگئی ہے؛ اس لیے یہ ساری عبادات روح وحقیقت سے خالی ہوتی جارہی ہیں؛ لہٰذا اس کی کوشش وفکر ہونا چاہیے کہ ہم صرف رسمیت کے بہ جائے حقیقت کی جانب رجوع کریں۔

فرائض وسنن ومستحبات میں ترجیح

یہ بات طے شدہ ہے کہ فرائض کا درجہ اسلام میں غیرِ فرض پر بڑھا ہوا ہے اور اس لیے اس کو تمام اور چیزوں پر ترجیح ہے؛ مگر اس میں بہت سے لوگ غفلت برتتے ہیں اور غیر فرض کے مقابلے میں سنن ومستحبات ونوافل کا زیادہ اہتمام والتزام کرتے ہیں، جس کی مثالیں وقتاً فوقتاً سامنے آتی رہتی ہیں۔

ہم نے دیکھا ہے کہ بعض سالکین اپنے شیخ کے بتائے ہوئے اوراد ووظائف کا اس قدر اہتمام والتزام کرتے ہیں کہ کیا مجال ہے کہ ذرا سا کوئی اس میں فرق آجائے؟ مگر وہی لوگ نماز وتلاوت ومتعلقین ورشتہ داروں کے حقوق وغیرہ فرض امور میں برابر کوتاہی کرتے رہتے ہیں، حتی کہ اس طرف توجہ دلانے کے باوجود ان کے نزدیک ان امور کی کوئی اہمیت پیدا نہیں ہوتی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے فرض وواجب کا وہ درجہ نہیں سمجھا، جو ایک نفلی کام کا ان کے نزدیک ہے۔

اسی طرح بعض لوگ نفلی حج کا تو بڑا اہتمام کرتے اور بعض لوگ تو سال بہ سال حج کرتے ہیں، مگر نمازِ فرض سے برابر غفلت برتتے ہیں؛ حتیٰ کہ جب حج کے لیے جاتے ہیں، تو خود مکۃ المکرمہ میں بھی نمازوں سے غفلت کرتے ہیں؛ حال آں کہ ایک بدیہی بات ہے کہ نماز روزانہ پانچ وقت فرض ہے اور حج زندگی میں ایک بار وہ بھی صاحبِ حیثیت پر فرض ہے اور اس سے زائد حج محض نفل ہے۔

اسی کی ایک فرع یہ ہے کہ بعض لوگ حج پر حج اور عمرے پر عمرہ کرتے رہتے ہیں؛ مگر ان کے اپنے قریبی متعلقین و رشتہ داروں میں ضرورت مند و حاجت مند لوگ انتہائی کسمپرسی کی حالت سے گزارا کرتے رہتے ہیں اور ان لوگوں پر کسی نہ کسی درجے میں ان کی خبر گیری و امداد و تعاون ضروری ہوتا ہے؛ لیکن یہ لوگ اس کو نظر انداز کرتے اور ایک نفل کو اس پر ترجیح دیتے ہیں۔

امام غزالی رَحِمَہُ اللہُ نے "إحياء العلوم" میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ذکر کی ہے کہ آپ نے فرمایا:

> ''اخیر زمانے میں بلا وجہ حاجیوں کی بہتات ہو جائے گی، ان کے لیے سفر آسان ہو جائے گا، ان کے رزق میں کشادگی ہو جائے گی، مگر وہ حج سے محروم و خالی ہاتھ لوٹیں گے، ان میں سے ایک ایک کی سواری اسے صحراؤں اور ویرانوں میں لیے پھرے گی؛ حال آں کہ اس کا پڑوسی اسی کے پہلو میں تنگ دستی کا شکار پڑا ہوا ہے، یہ اس سے ہمدردی نہیں کرتا۔''(۱)

امام غزالی رَحِمَہُ اللہُ نے اسی جگہ حضرت بشر حافی رَحِمَہُ اللہُ کا ایک عبرت خیز واقعہ بھی نقل کیا ہے، وہ کہ ان کے شاگرد حضرت ابو نصر التمار رَحِمَہُ اللہُ کہتے ہیں:

---

(۱) إحياء العلوم: ۳/ ۴۰۹

''ایک شخص حضرت بشر حافی رَحِمَہُ اللہ کے پاس نفلی حج کو جاتے ہوئے ان کو الوداع کہنے آیا اور نصیحت کا خواہش مند ہوا، آپ نے اس سے پوچھا کہ حج کے لیے کتنا خرچ جمع کیا ہے؟ اس نے کہا کہ دو ہزار درہم، آپ نے فرمایا کہ تم اس حج سے کیا مقصد حاصل کرنا چاہتے ہو: دنیا سے بے نیازی یا بیت اللہ کی زیارت کا شوق پورا کرنا یا اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی؟ اس نے عرض کیا کہ اللہ کی رضا جوئی مقصد ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تمھیں یہ مقصد گھر بیٹھے حاصل ہو جائے اس طرح کہ تم اس رقم کو خرچ کر دو اور یہ یقین رکھو کہ اللہ کی رضا حاصل ہو جائے گی، تو کیا ایسا کرنے تیار ہو؟ اس نے کہا کہ ہاں! بشر حافی رَحِمَہُ اللہ نے کہا کہ پھر جاؤ! یہ رقم دس قسم کے لوگوں پر خرچ کر دو، قرض دار کو کہ وہ اپنا قرضہ ادا کر دے، فقیر کو؛ تاکہ وہ اپنا بکھرا ہوا شیرازہ سمیٹ سکے، عیال دار کو کہ وہ اپنی اولاد کو کھلائے، کسی یتیم کے مربی کو؛ تاکہ وہ اس کو خوش کر سکے اور اگر تیرا دل قوی ہے؛ تو ان میں سے کسی ایک ہی کو سب دے دے؛ کیوں کہ کسی مسلمان کا دل خوش کرنا، مظلوم کی دادرسی کرنا، کسی کی تکلیف کو دور کرنا اور کسی کمزور کی مدد کرنا فرض حج کے بعد کیے جانے والے سو حجوں سے افضل ہے؛ لہٰذا اٹھو اور جیسے میں نے کہا اس طرح کرو، ورنہ مجھے بتاؤ کہ تمھارے دل میں کیا ہے؟ حضرت ابو نصر رَحِمَہُ اللہ کہتے ہیں کہ اس نے مجھے مخاطب کر کے کہا کہ اے ابو نصر! میرے دل میں سفر کا عزم پختہ ہو چکا ہے۔ حضرت بشر حافی رَحِمَہُ اللہ ہنسنے لگے اور اس سے کہا کہ جب مال، تجارت کے میل کچیل و شبہات سے جمع کیا جاتا ہے، تو نفس کا تقاضا ہوتا ہے کہ اس سے

کوئی حاجت پوری کرو اور وہ مختلف نیکی ظاہر کرتا ہے، مگر اللہ نے قسم
کھائی ہے کہ وہ اس شخص کے علاوہ کسی کا عمل قبول نہیں کرے گا، جو
پورے عزم ویقین کے ساتھ ادا کرے۔"(۱)

اسی طرح دیکھا گیا ہے کہ بعض عورتیں محرم ساتھ نہ ہونے کے باوجود حج پر جاتی ہیں اور اس کے لیے ایڑی چوٹی کا زور بھی لگاتی ہیں، حال آں کہ جن عورتوں کے ساتھ محرم نہیں ہے، ان کو حج پر جانا منع ہے؛ مگر وہ اس ممنوع کی کوئی پرواہ نہیں کرتیں اور جو ان پر واجب وضروری نہیں اس کا اہتمام کرتی ہیں۔ مسئلۂ شرعیہ یہ ہے کہ عورت پر حج فرض ہونے کے لیے ساتھ میں جانے والا کوئی محرم یا شوہر کا ہونا ضروری ہے اور یہ بھی کہ محرم کا خرچہ بھی عورت کے پاس ہو؛ لہٰذا جس عورت کے ساتھ شوہر یا کوئی محرم ہو اور اس کے پاس اپنے حج کے خرچ کے علاوہ اپنے محرم کا خرچ بھی ہو، اس پر حج فرض ہوگا؛ ورنہ بعض فقہا کے نزدیک اس پر حج ہی سرے سے فرض نہیں اور بعض کے نزدیک ادائیگی فوری لازم نہیں؛ بل کہ محرم ساتھ ہونے تک موقوف ہے، اگر کوئی محرم مل جائے، تو اس کو لے کر جائے اور اگر کوئی نہ ملا، تو وصیت کردے کہ میرے روپئے سے میرا حج بدل کردیا جائے۔

نوٹ: اس مسئلے کی مفصل تحقیق کے لیے ہمارا رسالہ "کیا عورت بغیر محرم سفر حج کرسکتی ہے؟" دیکھو!

اسی طرح بعض لوگ حج فرض نہ ہونے کے باوجود لوگوں سے مانگ کر حج کے لیے جاتے ہیں؛ حال آں کہ مانگنا اسلام میں کس قدر بری بات ہے؟ مگر لوگ ایک نفل کام کے لیے ایک ناجائز کام کا ارتکاب کرنے تیار ہوجاتے ہیں۔

بعض لوگ سیرت النبی کے جلسے کرتے ہیں اور اس کا اہتمام فرض سے زیادہ

---

(۱) إحياء العلوم: ۳۰۹/۳

اہمیت سے کرتے ہیں؛ مگر نماز سے غافل رہتے ہیں، اسی طرح دیگر فرض و واجب کاموں سے روگردانی کرتے رہتے ہیں۔

یہ سب غلو دراصل اسلام میں مقررہ درجات احکام میں ترجیح و ترتیب کے اصول سے لاپرواہی و غفلت کا نتیجہ ہے اور یہ بات شرعاً قابل نکیر ہے۔

ترک ممنوع و عمل مستحب میں ترجیح

شرع میں امرِ ممنوع و فعلِ حرام سے بچنا اس سے زیادہ ضروری ہے کہ مستحب کام کی پابندی کی جائے؛ مگر لوگ اس میں بھی بڑی غفلت کرتے ہیں اور مستحبات و نوافل کا تو بڑا اہتمام کرتے ہیں، حتی کہ تہجد و اذکارِ مسنونہ و وظائفِ مستحبہ کا التزام بڑی شدت کے ساتھ کرتے ہیں؛ لیکن صریح حرام و ناجائز امور سے بچنے کا کوئی اہتمام نہیں کرتے، حال آں کہ محرمات و ممنوعات سے بچنا فرض ہے اور یہ اذکار و وظائف یا تہجد و نوافل لازم و ضروری نہیں۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رَحِمَہُ اللّٰہُ نے ایک صاحب کا قصہ لکھا ہے کہ وہ نمازِ فجر کے بعد اپنے مصلے پر بیٹھ کر اذکار و وظائف بڑے اہتمام سے پڑھتے تھے اور اس کے درمیان کوئی بات چیت بالکل نہیں کرتے تھے؛ مگر اسی کے ساتھ ساتھ اسی دوران اپنے گاہکوں سے سودی معاملہ انگلیوں کے اشارے سے طے کیا کرتے تھے۔ ان صاحب کے نزدیک وظیفہ و ذکر تو اتنا اہم تھا کہ اس کو کبھی ناغہ نہیں کرتے تھے اور اس میں بات چیت سے بھی احتراز و پرہیز کرتے تھے، جو کہ ایک حلال و مباح کام ہے؛ مگر سودی لین دین جو قطعی حرام ہے اور جس پر بڑی سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں، اس سے کوئی پرہیز نہیں۔

اسی طرح عموماً دیکھا جاتا ہے کہ لوگ نفل روزوں، نفل حج کا، عمروں پر عمرے کا خوب اہتمام کرتے ہیں؛ مگر اسی کے ساتھ حرام کاروبار بھی کرتے ہیں، غیبت،

جھوٹ، دھوکہ بازی وغیرہ حرام کاموں میں بھی ملوث رہتے ہیں، حال آں کہ یہ نفل روزہ نہ رکھتے، نفل حج نہ کرتے یا عمرہ نہ کرتے اور حرام کاموں سے بچتے؛ تو یہ بات ان کے حق میں بہتر ہوتی۔

اسی لیے حضرت ابن عباس ﷺ سے ایک شخص نے پوچھا کہ ایک آدمی وہ ہے، جو گناہ بھی کم کرتا ہے اور نیکی بھی کم اور دوسرا وہ ہے جو گناہ بھی زیادہ کرتا ہے اور نیکی بھی زیادہ، ان میں سے آپ کے نزدیک کون پسندیدہ ہے؟

حضرت ابن عباس ﷺ نے فرمایا:

"لَا أَعْدِلُ بِالسَّلَامَةِ شَيْئًا."

(میں سلامتی کے برابر کسی چیز کو نہیں سمجھتا)(۱)

یعنی گناہ سے بچ کر سلامتی پالینا وہ عمل ہے، جس کے برابر کوئی اور عمل نہیں ہوسکتا؛ لہٰذا گناہ سے بچنے کو ترجیح دینا چاہیے، خواہ نوافل واذکار کی پابندی نہ ہو۔

یہی وہ بات ہے جس کو بعض زاہدین نے فرمایا تھا، جب ان سے پوچھا گیا تھا کہ آپ رات کی نماز یعنی تہجد کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ تو انھوں نے فرمایا:

"خَفِ اللّٰهَ بِالنَّهَارِ، وَنَمْ بِاللَّيْلِ."

(دن میں اللہ سے ڈرتے رہو اور رات بھر سو جاؤ!)(۲)

یعنی یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اگر دن میں خوفِ خداوندی وخشیت الٰہی کا لحاظ کرتے ہوئے زندگی کی، تو پھر اس میں کوئی ملامت نہیں کہ رات بھر سو جاؤ اور ظاہر ہے کہ خوف وخشیت کی زندگی گناہ سے باز رکھتی ہے۔ اگر کوئی شخص اس طرح خوف وخشیت سے دن گزارے گا؛ تو اس کو نوافل کے نہ پڑھنے پر کوئی ملامت نہیں۔

---

(۱) الزهد لابن المبارك:۱۲، أدب الدنيا والدين للماوردي:۹۸

(۲) أدب الدنيا والدين:۱/۱۱۷

اسی طرح منقول ہے کہ ایک بزرگ نے کسی کو سنا کہ اپنی قوم سے یہ کہہ رہا ہے :

''لوگو! تم کو نیند نے ہلاک کر دیا، تو وہ بزرگ فرمانے لگے: نہیں! بل کہ ان کو بیداری نے ہلاک کیا ہے۔''(۱)

یعنی رات کو اٹھ کر نوافل نہ پڑھنے سے یہ ہلاک نہیں ہوئے؛ بل کہ دن میں بیدار ہوتے ہوئے خدا کی معصیت کرنے سے ہلاک ہوئے؛ لہٰذا راتوں کی عبادت سے اور نوافل و وظائف سے ضروری یہ ہے کہ گناہ سے باز آجائیں۔

حضرت حسن بصری رَحِمَہُ اللّٰہُ نے فرمایا:

''مَا عَبَدَ الْعَابِدُوْنَ بِشَيْءٍ أَفْضَلَ مِنْ تَرْكِ مَا نَهَاهُمُ اللّٰهُ عَنْهُ''

(عبادت کرنے والوں نے کوئی عبادت اللہ کی منع کردہ چیزوں سے بچنے و چھوڑنے سے زیادہ بہتر نہیں کی)(۲)

اور حضرت ابن المبارک رَحِمَہُ اللّٰہُ نے کہا:

''میں ایک مشتبہ درہم لینے کو چھوڑ دوں، یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں ایک لاکھ درہم کا صدقہ دوں۔''(۳)

اس طرح کہتے کہتے انھوں نے چھے لاکھ تک گن لیا۔

اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رَحِمَہُ اللّٰہُ کہتے ہیں:

''میں چاہتا ہوں کہ فرض و وتر نماز کے علاوہ کوئی نفل نہ پڑھوں، زکاۃ کے سوا کوئی صدقہ نہ دوں، رمضان کے روزوں کے سوا کوئی روزے نہ رکھوں اور حج فرض کے سوا کوئی نفل حج نہ کروں، پھر میری پوری قوت و

---

(۱) أدب الدنيا و الدين:۱/۱۱۷

(۲) جامع العلوم و الحكم:۹۶

(۳) جامع العلوم و الحكم:۹۶

طاقت کو اللہ کے حرام کردہ چیزوں سے بچنے میں لگادوں۔‘‘(۱)

ان سارے اقوال سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ آدمی کو گناہ سے بچنے کا بڑا اہتمام کرنا چاہیے، اگر فرائض پر آدمی اکتفا کرلے اور ساری قوت و طاقت گناہوں سے بچنے میں لگادے، تو یہ اس کے حق میں نوافل واذکار و وظائف سے افضل ہے۔

حقوق اللہ و حقوق العباد میں ترجیح

حقوق اللہ و حقوق العباد میں سے اسلام میں ترجیح، حقوق العباد کو حاصل ہے، اگر ایک شخص حقوق اللہ میں کوتاہی کرنے کے باوجود حقوق العباد کا پاس و لحاظ رکھتا ہو، تو توبہ و استغفار کی وجہ سے امید مغفرت ہوسکتی ہے؛ مگر ایک شخص حقوق اللہ کی پوری پاس داری و اہتمام کے باوجود حقوق العباد میں کوتاہی کرے، تو محض توبہ و استغفار یہاں کافی نہیں، جب تک کہ عباد اللہ کی جانب سے بھی معافی نہ ہوجائے اور وہ اپنے اپنے حقوق کو معاف نہ کرڈالیں۔

معلوم ہوا کہ اسلام میں حقوق اللہ پر حقوق العباد کو ترجیح دی گئی ہے؛ لہٰذا ایک مطیع و فرماں بردار انسان کو حقوق اللہ کی ادائیگی کے ساتھ اس کا بھی خوب خوب اہتمام کرنا چاہیے کہ حقوق العباد میں کوئی کوتاہی نہ ہو، تمام کے حقوق درجہ بہ درجہ ادا کیے جائیں۔

مگر اس معاملے میں بھی لوگوں کا رویہ غلو آمیز ہے کہ وہ یا تو اللہ کے حقوق بھی ضائع کرتے ہیں اور بندوں کے بھی اور اگر کچھ دین داری کی جانب رجوع کرتے ہیں تو عموماً یہ ہوتا ہے کہ نماز، روزہ، زکوۃ و حج؛ نیز نوافل و سنن اور اذکار و وظائف کی پابندی ہی میں دین کو منحصر سمجھ کر ان کا خوب خوب اہتمام کرتے ہیں؛ لیکن ماں باپ

(۱) جامع العلوم والحکم:۹۲

کے حقوق، رشتہ داروں کے حقوق، بھائی بہنوں کے حقوق، پڑوسیوں واحباب کے حقوق، سب کو ضائع کرتے رہتے ہیں، حتی کہ یہ بھی دیکھنے وسننے میں آیا کہ بعض لوگ دین داری کے نام پر خود اپنے بیوی بچوں کے نان ونفقہ میں بھی کوتاہی کر جاتے ہیں۔

اس کے علاوہ وہ لوگ بھی ہیں جو دین داری کا لبادہ اوڑھنے کے باوجود کسی کا حق دبا لینے، قرض لے کر واپس نہ کرنے، قرض خواہوں کو ٹالتے رہنے کے عادی بنے ہوئے ہوتے ہیں۔

یاد رکھنا چاہیے کہ اسلام میں کسی کے بھی حق کو ضائع کرنے کی اجازت نہیں ہے؛ یہاں تک کہ بعض اہم واعلیٰ درجے کی طاعات، جو بہت سارے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہیں، حقوق العباد کی کوتاہی ان سے بھی معاف نہیں ہوتی۔

مثلاً جہاد میں جا کر اللہ کے راستے میں شہادت پانا ایک اعلیٰ درجے کی عبادت و طاعت ہے اور اس پر گناہوں کا کفارہ ہونے کی بشارت بھی وارد ہے؛ مگر قرض کو اس سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص ﷺ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"يُغْفَرُ لِلشَّهِيدِ كُلُّ ذَنْبٍ إِلَّا الدَّيْنَ."

(شہید کے تمام گناہ سوائے قرض کے بخش دیے جاتے ہیں۔)(۱)

حضرت ابو قتادہ ﷺ کہتے ہیں کہ ایک شخص اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور سوال کیا کہ یا رسول اللہ! آپ کیا فرماتے ہیں کہ اگر میں "جہاد فی سبیل اللہ" میں مارا جاؤں، تو کیا میرے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا؟

---

(۱) الصحیح للمسلم:۴۹۹۱، مسند احمد:۷۰۵۱، المستدرک للحاکم:۲۵۵۴، مستخرج أبي عوانة:۵۹۳۵

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! اگر تو اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے مارا جائے، جب کہ تم صبر کرتے ہوئے، ثواب کی نیت کے ساتھ، بغیر اس سے منہ موڑے جہاد کرے، تو گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا۔ جب وہ شخص واپس ہونے لگا، تو آپ نے اس کو پکارا اور پوچھا کہ تو نے کیا سوال کیا تھا؟ اس نے سوال لوٹایا، آپ نے جواب میں فرمایا: ہاں! سب گناہ بخش دیے جائیں گے؛ مگر قرض معاف نہ ہوگا؛ کیوں کہ مجھے جبریل نے یہی بتایا ہے۔(۱)

امام نووی رحمۃ اللہ اور ان ہی کے حوالے سے علامہ سیوطی رحمۃ اللہ نے ان احادیث کے پیش نظر لکھا ہے:

" ففيه تنبيه على جميع حقوق الآدميين ، وأن الجهاد و الشهادة ، و غيرهما من أعمال البر لا يكفر حقوق الآدميين ، و إنما يكفر حقوق الله تعالى".

(پس اس حدیث میں تمام انسانوں کے حقوق پر توجہ دلائی گئی ہے اور یہ کہ جہاد اور شہادت وغیرہ نیک اعمال انسانوں کے حقوق کا کفارہ نہیں بنتے؛ بل کہ وہ صرف حقوق اللہ کا کفارہ بنتے ہیں۔)(۲)

اور علامہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ نے "کشف المشکل" میں لکھا ہے:

"وهذا الحديث يتضمن التحذير من الدين لأن حقوق المخلوقين صعبة شديدة الأمرتمنع دخول الجنة حتى تؤدى و قد كان عليه الصلاة والسلام يمتنع في أول

---

(۱) الصحيح للمسلم:۴۹۸۸،سنن الترمذي:۱۷۱۲،مسند أحمد: ۲۲۶۳۸،السنن الكبرى للنسائي:۴۳۵۰،مستخرج أبي عوانة:۵۹۳۰

(۲) شرح المسلم للنووي:۱۳۵/۲،الديباج:۴۷۶/۴

الإسلام من الصلاة على ذي الدين ، كل ذلک للتحذير من حقوق المخلوقين ، فكيف بالظلم ؟"

(یہ حدیث قرض سے ڈرانے پر مشتمل ہے؛ کیوں کہ مخلوق کے حقوق کا مسئلہ بڑا مشکل اور سخت ہے، جو ان کی ادائیگی تک جنت میں داخلے سے روکتا ہے اور شروع اسلام میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کی نماز جنازہ نہیں پڑھتے تھے، جس پر قرض ہوتا، یہ سب قرض سے لوگوں کو ڈرانے کے لیے ہے، تو کیا خیال ہے کسی پر ظلم کرنے کے بارے میں؟)(۱)

الغرض غلو کی ایک شکل وصورت یہ ہے کہ حقوق العباد میں کوتاہی کی جائے اور حقوق اللہ کے اہتمام پر اطمینان کرلیا جائے۔

کتاب اللہ ور جال اللہ میں تفریق

غلو فی الدین کے اسباب میں سے ایک بڑا سبب یہ بھی پایا جاتا ہے کہ کتاب اللہ ور جال اللہ میں تفریق کی جائے۔

ہدایت کے دوسلسلے

اس کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لیے دنیا میں دو عظیم الشان سلسلے جاری فرمائے ہیں: ایک کتاب اللہ کا کہ آسمانی کتابوں کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے ہدایت کا پیغام اور اس کے ذریعے سے نجات کا سامان اور اپنے احکام وفرامین ہر ہر باب کے بارے میں نازل فرمائے۔ اور دوسرا: رجال اللہ کا سلسلہ کہ اپنی کتاب کی نظریاتی وعملی تعلیم وتفہیم اور اس کی توضیح وتشریح کے لیے اپنے

---

(۱) کشف المشکل: ۱/۳۰۸

پیغمبروں اور رسولوں کا سلسلہ جاری کیا۔

اور پھر یہ سلسلہ ہر دور میں اس طرح جاری کیا کہ ان رسولوں و پیغمبروں کے وارثین و جانشین پیدا ہوئے، جو ان سے اللہ کی کتاب و اس کے احکام و فرامین کو علماً و عملاً حاصل کیا کرتے تھے اور پھر ان کے بھی اسی طرح جانشین و وارثین ہوئے، یہاں تک کہ یہ سلسلہ آج تک برابر جاری ہے؛ تاکہ کتاب اللہ کے ساتھ ساتھ یہ رجال اللہ بھی قائم رہیں اور کتاب اللہ و قانونِ خداوندی کے حقائق و معارف، احکام و فرامین کی تشریح و تفہیم مستند و معتبر طریقے پر باقی و جاری رہے اور لوگ ان حضرات سے ان پر عمل کا طریقہ و سلیقہ بھی سیکھتے رہیں۔

کتاب اللہ کے ساتھ رجال اللہ کی ضرورت

اور یہ دونوں کے دونوں سلسلے انسانوں کی ہدایت کے لیے انتہائی ضروری ہیں، اگر ایک سے بھی صرفِ نظر کیا جائے گا؛ تو وہیں سے گمراہی کی جانب ایک سوراخ پیدا ہو جائے گا؛ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے نہ صرف کتاب پر اکتفا فرمایا اور نہ محض رسولوں کو بھیجنے پر کفایت کیا؛ بل کہ دونوں کو جاری کیا۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ جس طرح انسان کے سامنے ہدایت نامہ چاہیے، اسی طرح اس ہدایت نامے پر چلنے و چلانے کے لیے ایسی شخصیات بھی درکار ہیں، جو ہدایت نامے کی ساری حقیقتوں و تفصیلات سے بہ خوبی واقف ہوں، ان کو فہم و بصیرت کا خاص حصہ عطا ہوا ہو اور ان کو یہ باتیں خود ہدایت نامہ دینے والے کی جانب سے حاصل ہوئی ہوں؛ تاکہ کتاب کو کما حقہ سمجھا بھی جا سکے اور اس پر عمل کی صورت بھی معلوم ہو جائے۔ اگر کتاب اللہ تو سامنے ہو؛ مگر کوئی واقفِ کتاب (رسول یا اس کا نائب) سامنے نہ ہو، اس کی تعلیم و تشریح سامنے نہ ہو اور اس کا اسوہ و طریقہ پیشِ نظر نہ ہو، تو

ہوسکتا ہے کہ مقصودِ خداوندی ومنشائے الٰہی تک عام انسان کی رسائی نہ ہو اور وہ اپنی عقل و سمجھ کو حاکم و فیصل بنا کر راہ ہدایت سے بھٹک جائے ، اسی طرح اگر کتاب و قانون خداوندی سامنے نہ ہو اور صرف رسول و نبی کی تعلیم و اسوہ پیشِ نظر ہو تو ہوسکتا ہے کہ انسان کی نظر صرف نبی و رسول پر رک جائے اور وہ خدائی قانون و کتاب سے خود کو بے نیاز سمجھ بیٹھے اور اس طرح خدا کے بہ جائے نبیوں و رسولوں ہی کو سب کچھ سمجھ جائے؛ لہٰذا ایک جانب کتاب اللہ کو ضروری ٹھیرایا گیا، تو دوسری طرف رجال اللہ (رسول اور ان کے تربیت یافتہ اور جانشین حضراتِ صحابہ ﷺ اور پھر ان کے بعد ان کے نقش قدم پر چلنے والے اور ان کے فیض یافتہ حضرات اور اسی طرح طبقاً بعد طبقٍ، آج تک کے وارثین انبیا) کو بھی لازم گردانا گیا۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رَحِمَہُ اللّٰہُ نے اپنی تفسیر "معارف القرآن" میں اس پر بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے، اسی سلسلے میں فرماتے ہیں:

"بعض لوگ کتاب اللہ کو نظر انداز کر کے صرف علما و مشائخ ہی کو قبلۂ مقصود بنا لیتے ہیں اور ان کے متبعِ شریعت ہونے کی تحقیق نہیں کرتے اور یہ اصلی مرض یہود و نصاریٰ کا ہے کہ ﴿ اتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ﴾ (ان لوگوں نے اپنے علما و مشائخ کو اللہ کے سوا اپنا معبود اور قبلۂ مقصود بنا لیا) ظاہر ہے کہ یہ راستہ شرک و کفر کا ہے اور لاکھوں انسان اس راستے میں برباد ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ اس کے مقابلے میں بعض لوگ وہ بھی ہیں، جو علومِ قرآن و حدیث کے حاصل کرنے میں کسی معلم و مربی کی ضرورت ہی نہیں سمجھتے، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں صرف اللہ کی کتاب کافی ہے، نہ ماہر علما کی ضرورت، نہ تربیت یافتہ مشائخ کی حاجت، یہ دوسری گمراہی ہے، جس کا نتیجہ دین و

ملت سے نکل کر نفسانی اغراض کا شکار ہوتا ہے؛ کیوں کہ ماہرین کی امداد واعانت کے بغیر کسی فن کا صحیح حاصل ہو جانا انسانی فطرت کے خلاف ہے، ایسا کرنے والا یقیناً غلط فہمیوں کا شکار ہوتا ہے اور یہ غلط فہمی بعض اوقات اس کو دین وملت سے بالکل نکال دیتی ہے۔"(۱)

جب یہ واضح ہو گیا کہ کتاب اللہ ورجال اللہ دونوں کی انسانوں کو ضرورت ہے، تو یہیں سے سمجھ میں آ گیا کہ ان دونوں میں تفریق کرنا بھی غلو فی الدین کا ایک بڑا دروازہ ہے۔ چناں چہ یہود ونصاریٰ نے یہی کیا اور گمراہ ہوئے، کبھی کتاب اللہ کو ہٹا کر شخصیت پرستی میں مبتلا ہوئے، تو کبھی شخصیت کا انکار کر کے غلو کے مرتکب ہوئے۔

اہلِ عقیدت کا کتاب اللہ سے انحراف

اسی طرح اس امتِ محمدیہ میں بھی بعض لوگ شخصیات پر اعتماد ویقین اور عقیدت ومحبت میں غلو کرتے کرتے یہاں تک پہنچ گئے کہ کتاب اللہ کو نظر انداز کر گئے۔ اب ان کو کتاب اللہ واحادیثِ نبویہ کے احکام دکھایئے اور دلائل پر دلائل دیتے جایئے، وہ کہیں گے کہ ہم کو فلاں بزرگ کی بات یا عمل کافی ہے، کسی اور چیز کو ہم نہیں جانتے۔

بعض طبقات میں کتاب وسنت کو چھوڑ کر صرف اولیاء اللہ کے نام وعقیدت کی بنا پر، یا ان کے کچھ مجمل جملوں وملفوظات کی بنیاد پر، یا غلبۂ حال میں صادر ہوئے چند اقوال وشطحیات کی وجہ سے دین وشریعت کے احکام سے روگردانی کی جاتی ہے اور سمجھا جاتا ہے کہ یہ حضرات اس اونچے مقام پر فائز ہیں کہ ان کو اب کتاب وسنت کی ضرورت نہیں رہی؛ بل کہ وہ بلا واسطہ اللہ تعالیٰ سے علم حاصل کرتے ہیں؛ لہٰذا کتاب اللہ کے بہ جائے وہ خود قابلِ اتباع ہیں۔

---

(۱) معارف القرآن: ۱/۳۲۸

امام قرطبی رحمۃ اللہ نے اپنی تفسیر میں حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کے واقعے کی تفسیر میں اپنے استاذ حضرت امام ابو العباس رحمۃ اللہ کے حوالے سے لکھا ہے:

''فرقۂ باطنیہ کے زندیقوں کی ایک جماعت ایک ایسے راستے کی طرف گئی ہے، جس سے احکام شریعت کو منہدم کرنا لازم آتا ہے، پس وہ کہتے ہیں: یہ احکام شرعیہ عامۂ غبی و جاہل و عام لوگوں پر لاگو کیے جاتے ہیں، رہے اولیاء اللہ اور خواص لوگ، تو وہ ان نصوص کے محتاج نہیں ہیں؛ بل کہ ان حضرات کے دل میں جو بات آتی ہے، وہی مراد ہوتی ہے اور ان کو ان باتوں کا مکلف کیا جاتا ہے، جو ان کے قلب پر غالب ہوتی ہیں۔ نیز یہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ ان اولیاء اللہ کے لیے یہ بات کدورتوں سے ان کے دلوں کی صفائی اور غیر اللہ سے خالی ہونے کی وجہ سے ہوتی ہے، پس ان کے لیے علوم الٰہیہ اور حقائقِ ربانیہ کی تجلی ہوتی ہے، پس وہ اسرارِ کائنات سے واقف کار اور جزئی احکام کے جان کار ہوتے ہیں؛ لہٰذا وہ حضرات احکام شرعیہ سے مستغنی ہیں، جیسے حضرت خضر علیہ السلام مستغنی تھے۔ امام قرطبی رحمۃ اللہ کہتے ہیں -- ہمارے شیخ ابو العباس رحمۃ اللہ نے کہا: یہ قول زندقہ و کفر ہے، اس کا قائل توبہ کے مطالبے کے بغیر قتل کیا جائے گا؛ کیوں کہ یہ شرعی امور میں سے جو معلوم ہیں، ان کا انکار ہے۔ پھر آگے چل کر فرماتے ہیں: خلاصہ یہ کہ علم قطعی و یقین ضروری اور اجماعِ سلف و خلف سے یہ بات حاصل ہو چکی ہے کہ احکام الٰہیہ جن کا مرجع امر و نہی ہے، ان کے جاننے کی کوئی سبیل سوائے اس کے نہیں ہے کہ رسول کی جانب سے

حاصل کیا جائے: لہٰذا جو شخص یہ کہتا ہے کہ اس کے علاوہ بھی کوئی طریقہ ہے، جس سے امر و نہی معلوم ہو سکتے ہیں جس سے رسول سے استغنا ہو جاتا ہے، تو وہ کافر ہے، اسے توبہ کے مطالبے کے بغیر قتل کیا جائے گا؛ نیز اس میں ہمارے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جن کو اللہ تعالیٰ نے خاتم الانبیا بنایا ہے، ان کے بعد انبیا کے ہونے کو ثابت کرنا ہے۔" (۱)

اس سے معلوم ہوا کہ حضراتِ اولیاء اللہ بھی کتاب وسنت سے مستغنی نہیں ہیں، لہٰذا ان کے بارے میں یہ عقیدہ غلو و حرام؛ بل کہ جیسا کہ امام قرطبی رَحِمَہُ اللّٰہُ کی عبارت میں گزرا کہ یہ کفر ہے۔

اور یہ غلو کی وہی صورت ہے، جو یہود و نصاری میں پائی جاتی تھی کہ اپنے بڑوں کی بات کو خدائی کلام و حکم کا درجہ دے دیا گیا تھا۔ جس کا ذکر قرآن نے ان الفاظ کے ساتھ کیا ہے:

﴿ اتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَاباً مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾

(ان لوگوں نے اپنے علما و مشائخ کو اللہ کو چھوڑ کر اپنا خدا بنا لیا) (التوبۃ: ۳۱)

اس آیت کی تفسیر یہود و نصاری کے غلو کی تفصیل میں ہم درج کر آئے ہیں، وہاں دیکھی جائے۔

رجال اللہ سے اعراض کرنے والے

اور دوسرے بعض طبقات میں اس کے برعکس صورت حال یہ ہے کہ وہ کتاب کو ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں؛ مگر رجال سے صرفِ نظر کر لیتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ہمیں کسی کی کوئی ضرورت نہیں اور ان میں بھی کئی قسم کے لوگ ہیں:

---

(۱) تفسیر القرطبي: ۱۳/۳۵۸-۳۵۹

منکرینِ حدیث کی شخصیتِ رسول سے بے نیازی

(۱) ایک منکرینِ حدیث جو خود کو اہلِ قرآن کہتے ہیں، یہ لوگ قرآن کو مانتے ہیں؛ لیکن یہ کہتے ہیں کہ رسول کی تشریح و تفہیم کی ہمیں کوئی حاجت نہیں، ہم خود قرآن کو سمجھ سکتے ہیں۔

اس فتنے کا علمبردار عبداللہ چکڑالوی ''کتابِ مناظرہ'' میں کہتا ہے:

''قرآن مجید میں دینِ اسلام کی ہر ایک چیز من کل الوجوہ مفصل و مشرح بیان ہوگئی ہے، تو اب وحیِ خفی یا حدیث کی کیا حاجت رہی؟ بل کہ اس کا ماننا اور دینِ اسلام میں اس پر عمل درآمد کرنا سراسر کفر، شرک، ظلم، فسق ہے۔''(۱)

اور جب قرآن کے لیے سنت وحدیث کی عدمِ ضرورت کا دعویٰ کیا، تو حدیث کو مشکوک قرار دینے کی ان لوگوں نے ان تھک کوشش شروع کردی اور کہا:

''حدیث کا پورا سلسلہ ایک عجمی سازش تھی اور جس کو شریعت کہا جاتا ہے، وہ بادشاہوں کی پیدا کردہ ہے۔''(۲)

اور عبداللہ چکڑالوی کہتا ہے:

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے سیکڑوں برس پیچھے بعض خودغرض لوگوں نے از خود یہ جزلیات گھڑلیں اور کمالِ سیاہ دلی سے ان کو ناحق محمد رسول اللہ سلام علیہ کے ذمے لگادیا ہے۔''(۳)

الغرض ان لوگوں نے جب قرآن پر کفایت کا دعویٰ کیا، تو حدیثِ رسول کی عدم

---

(۱) کتابِ مناظرہ:۱۹-از مقامِ حدیث

(۲) طلوعِ اسلام: اکتوبر ۱۹۵۲

(۳) الزکاۃ والصدقات: از مقامِ حدیث: ۱۱۰

ضرورت ثابت کرنا بھی ان کے لیے ضروری ہوگیا اور اس کے لیے حدیث کو مشکوک بنانے کی فکر شروع کردی اور دعویٰ کرنے لگے کہ حدیثیں حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے زمانے میں مدون نہیں ہوئیں اور تیسری صدی تک سماع و روایت کے ذریعے نقل کی جاتی رہی اور جب لوگ ایک جمعہ پہلے کی بات یاد نہیں رکھتے، تو سو سوا حادیث کو یاد رکھنا کیسے ممکن ہے؟ (۱)

نیز ان منکرینِ حدیث کے نزدیک رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صرف پیغام قرآنی پہنچانے کے لیے آئے تھے، اس کے سوا آپ کا کوئی اور کام بھی نہیں، مقام بھی نہیں ۔ ان کے نزدیک رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی حیثیت محض ایک ایلچی و پیغام رساں کی ہے، اس سے زائد آپ کو کوئی حیثیت حاصل نہیں؛ حتی کہ تشریح و بیانِ قرآن بھی ان کے نزدیک آپ کے مناصب میں سے نہیں ہے۔

چناں چہ محمد اسلم جیراجپوری نے لکھا ہے کہ:

"رسول کی اطاعت بہ حکمِ الٰہی اور بہ حیثیتِ منصبِ رسالت فرض ہے..................اور بہ حیثیتِ منصبِ رسالت رسول کا فریضہ صرف پیغامِ الٰہی کی تبلیغ ہے اور بس۔.................اس لیے رسول کی اطاعت کا مفہوم یہ ہوا کہ اللہ کا پیغام جو وہ لایا ہے، اس پر عمل کیا جائے؛ لہٰذا رسول کی اطاعت بعینہٖ اللہ کی اطاعت ہوئی.....................
.....................ہمارے رسول صرف اللہ کی کتاب یعنی قرآن کے مبلغ تھے۔" (۲)

اور اس کی وجہ ان لوگوں کے نزدیک یہ ہے کہ اللہ کے نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو

---

(۱) دیکھو: اشاعۃ السنۃ: ۱۹/۱۵۲، ۱۹۰۲ء

(۲) تعلیماتِ قرآن: ۱۵۵

لوگوں سے الگ کوئی خاص بات حاصل نہیں تھی، جس کی وجہ سے آپ کی بات مانی جائے اور آپ کے بیان وتفسیر کو کوئی مقام دیا جائے اور آپ کے ارشادات کی کوئی حیثیت قرار دی جائے۔

چناں چہ منکرِ حدیث مولوی احمد الدین امرتسری لکھتا ہے:

''اگر رسولِ خدا میں فطرت الناس سے کوئی جدا فطرت تھی یا حضور میں کوئی خاص قوت یا سمجھ یا باریک بینی ایسی تھی، جو قیامت تک دوسرے بشروں کو نہیں مل سکتی، تو حضور کا یہ فرمانا کہ میں تمہارے جیسا بشر ہوں، اگر میں نے قرآن مجید کو خود بنالیا ہے، تو تم بھی اس کی مثل بنا سکتے ہو، بالکل غلط ہو جاتا ہے۔''(۱)

نیز کہتا ہے:

''پس سورج کی طرح روشن ہے کہ رسولِ خدا کی وہی فطرت تھی، جس پر خدا تعالیٰ نے تمام آدمیوں کو پیدا کیا ہے اور آپ کی وہی عقل تھی، جو دوسرے بشروں کو مل سکتی تھی۔''(۲)

لیکن یہ نظریہ حقیقت سے اس قدر دور ہے کہ کوئی عقل کا دشمن ہی اس کو قبول کرے گا؛ کیوں کہ اگر رسول میں کوئی خوبی وکمال عام لوگوں کی فطرت سے زائد نہیں ہوتا اور وہ محض ایک عام آدمی کی طرح ہوتا ہے، تو قرآنِ کریم و پیغام الٰہی کے اس پر اتارنے کی کیا وجہ ہے؟ پھر خود قرآنِ کریم نے آپ کے لیے جن مناصب ومقامات کا ذکر کیا ہے اس کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے؟

یہاں میں علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ کا ایک اقتباس نقل کردینا مناسب

(۱) برہان القرآن:۱۳۵

(۲) برہان القرآن:۱۳۶

سمجھتا ہوں۔ وہ فرماتے ہیں:

''اس سلسلے میں ہمیں ایک اور غلط فہمی کو دور کرنا ہے، جو بعضوں کو حضور کی صفتِ تبلیغ کے سمجھنے میں پیش آئی ہے، قرآنِ مجید میں متعدد آیتیں اس معنیٰ کی آئی ہیں کہ رسول کا فرض صرف پیغام پہنچا دینا (ابلاغ) ہے، اس سے آج کل کے بعض کوتاہ بینوں کو یہ دھوکا ہوا کہ رسول کا فرض صرف وحی الٰہی کی تبلیغ ہے یعنی قرآنِ پاک کے الفاظ کو بعینہٖ انسانوں تک پہنچا دینا اس کا کام ہے.... اس کے معانی کی تشریح اور مطالب کی توضیح نہ اس کا منصب ہے، نہ اس کا اس کو حق ہے، ان کے نزدیک مبلغ رسول کی حیثیت صرف ایک قاصد اور نامہ بر کی ہے، جو ایک جگہ سے دوسری جگہ خط تو پہنچا دیتا ہے؛ مگر اس خط کے مفہوم و معنیٰ کی تشریح کا اس کو حق نہیں ہوتا؛ بل کہ اس کو یہ بھی نہیں معلوم ہوتا کہ اس بند لفافے میں کیا ہے۔ شاید ان کو یہ دھوکا اس آیت کے علاوہ لفظِ ''رسول'' سے بھی ہوا ہے، جس کے لفظی معنیٰ ''پیغام بر اور قاصد'' کے ہیں؛ لیکن وہ لوگ یہ خیال نہیں کرتے کہ جہاں اس کو رسول کہا گیا ہے، نبی (خبر دینے والا) بھی کہا گیا ہے؛ مبشر (خوش خبری سنانے والا) نذیر (ڈرانے والا) سراجِ منیر (روشن کرنے والا چراغ) صاحبِ حکمت، صاحبِ خلقِ عظیم، صاحبِ مقامِ محمود، مجتبیٰ (مقبول) مصطفیٰ (برگزیدہ) مبین (شرح کرنے والا) معلم (سکھانے والا) مزکی (پاک وصاف کرنے والا) داعی الی اللہ (اللہ کی طرف بلانے والا) حاکم (فیصلہ کرنے والا) مطاع (واجب الاطاعت) آمر (حکم دینے والا) اور ناہی (روکنے والا) بھی تو کہا گیا ہے۔ کیا یہ اوصاف و

القاب اس کی اسی حیثیت کو ظاہر کرتے ہیں کہ وہ صرف ایک پیغام پہنچانے والا قاصد ہے؟ جس کو اصل پیغام کے مفہوم و معنی سے ایک معمولی قاصد اور نامہ بر کی طرح کوئی سروکار نہیں۔"(۱)

الغرض منکرین حدیث نے رسول اللہ ﷺ کی رسالت کو تسلیم کرنے کے باوجود آپ کی رسالت کو محض ایک ایلچی کی حیثیت دی اور آپ کی حدیث وسنت کو غیر ضروری ٹھہرایا اور جب یہ کیا، تو نتیجہ کیا ہوا کہ قرآن کی من مانی تشریح وتوضیح کی گئی؛ حتیٰ کہ مضحکہ خیز تفسیریں کی گئیں، جس کی ایک دو نمونے یہاں پیش کر دینا مناسب ہے۔

شخصیتِ رسول سے بے نیازی کے مضحکہ خیز نتائج

قرآن پاک میں حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے واقعات میں فرمایا گیا ہے:

﴿وَإِذِ اسْتَسْقَىٰ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ فَقُلْنَا اضْرِب بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ كُلُوا وَاشْرَبُوا مِن رِّزْقِ اللَّهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ﴾ (البقرۃ: ۶۰)

(اور جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے لیے پانی مانگا، تو ہم نے کہا کہ اپنی لاٹھی پتھر پر مارو، پس اس سے بارہ چشمے جاری ہو گئے، ہر ایک نے اپنا مشرب پہچان لیا، اللہ کے رزق میں سے کھاؤ اور پیو اور زمین میں فساد مچاتے نہ پھرو۔)

اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ایک معجزے کا ذکر ہے کہ جب اللہ کے

(۱) سیرت النبی: ۱۰۸/۴

حکم سے انھوں نے پتھر پر لاٹھی ماری، تو اس سے بارہ چشمے جاری ہو گئے، اب سنیے! اس کی وہ تفسیر جس میں محض اپنی عقل وسمجھ کا من مانی طور پر استعمال کیا گیا ہے؛ سرسید نے لکھا ہے:

"اس مقام (مرہ) کے پاس پہاڑیاں ہیں، جن کی نسبت خدا نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا: " فاضرب بعصاک الحجر" یعنی اپنی لاٹھی کے سہارے چڑھ چل، اس پہاڑی کا ایک مقام ہے، جس کو توریت میں "ایلم" لکھا ہے، وہاں بارہ چشمے پانی کے جاری تھے، جس طرح پہاڑی ملک میں پہاڑیوں کی جڑ یا چٹانوں کی دراروں میں سے جاری ہوتے ہیں، جن کی نسبت خدا نے فرمایا:"فانفجرت منه اثنتا عشرة عينا "یعنی اس سے پھوٹ نکلے ہیں بارہ چشمے۔"(۱)

یعنی یہ معجزہ نہیں تھا اور نہ پتھر پر مارنے کا حکم تھا، نہ مارا گیا تھا، نہ اس مارنے سے چشمے نکلے تھے، بل کہ ﴿اضرب﴾ کے معنے چڑھنے و چلنے کے ہیں اور پہاڑوں پر چڑھنے کا حکم تھا، جہاں پہاڑوں پر پہلے سے چشمے موجود تھے۔ یہ سب دراصل معجزات کے انکار کا راستہ ہے۔

قرآن کریم میں آیت آئی ہے:

﴿قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَ أَبْصَارَكُمْ وَ خَتَمَ عَلٰى قُلُوبِكُمْ ، مَنْ إِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَأْتِيكُمْ بِهِ ، اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُونَ﴾

(اے نبی! کہہ دیجیے کہ اگر اللہ تعالیٰ تمھاری سماعت اور بصارت کو سلب کر لے اور تمھارے دلوں پر مہر لگا دے؛ تو اللہ کے سوا کون معبود

(۱) تفسیر القرآن سرسید: سورۃ البقرۃ: آیت ۶۰

ہے، جو تمھیں یہ قوتیں لا دے گا؟ دیکھیے! ہم کس طرح بار بار نشانیاں بیان کرتے ہیں، پھر بھی یہ لوگ ان سے آنکھیں چراتے ہیں۔)

اس آیت کا مضمون و مفہوم بالکل واضح ہے؛ مگر جب ان لوگوں نے ایک خاص ذہنیت سے احادیث کے انکار پر اپنے مسائل و افکار کی بنیاد رکھی اور خود ساختہ مطالب قرآن سے اخذ کرنا چاہا، تو انتہائی مضحکہ خیز باتیں ان کے قلم و زبان سے صادر ہونے لگیں۔

لیجیے! ایک نمونہ اور ملاحظہ کیجیے! عبد اللہ چکڑالوی نے "برہان الفرقان" میں اسی آیتِ قرآنی سے خود ساختہ نماز میں تکبیرِ تحریمہ کے وقت کان پکڑنے کا حکم اسی آیت سے اخذ کیا اور آیت کا مطلب اس طرح بیان کیا ہے:

> "اے پیغمبر! (جو لوگ کانوں، آنکھوں اور دلوں کو نماز میں حقیر و ذلیل نہیں کرتے یعنی کانوں کو نہیں پکڑتے، آنکھوں کو ادھر ادھر دیکھنے سے نہیں روکتے اور دل میں خوفِ رب نہیں رکھتے ان سے) کہہ دو کہ سوچ سمجھ کر بتاؤ کہ اگر اللہ تمھارے کان پکڑے (بڑے کر دے) اور تمھاری آنکھیں (مٹا دے) اور تمھارے دلوں پر بندش کر دے؛ تو سوائے خدا کے تمھارا کوئی بزرگ ہے؟ جو تم کو یہ چیزیں لا دے (پس جب کوئی ایسا نہیں؛ تو بہتر ہے کہ تم خود ہی نماز میں اپنے کان پکڑا کرو، آنکھوں کو ادھر ادھر دیکھنے سے روکا کرو، دل میں خدا کا خوف رکھو؛ تا کہ خدا تمھارے کان نہ پکڑے، آنکھیں نہ مٹا دے، دلوں پر بندش نہ کر دے)۔"(۱)

اس سلسلے کا ایک اور نمونہ دیکھتے چلیے! آیتِ قرآنی ہے:

---

(۱) برہان الفرقان: ۲۹۲

﴿ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ جَاعِلِ الۡمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِيۡۤ اَجۡنِحَةٍ مَّثۡنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ يَزِيۡدُ فِي الۡخَلۡقِ مَا يَشَآءُ ﴾ (فاطر:۱)

(تمام تعریفیں اللہ کے لیے سزاوار ہیں، جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے اور جو دو دو، تین تین چار چار پروں والے فرشتوں کو اپنا پیغام بر بنانے والا ہے، وہ مخلوق میں جو چاہتا ہے زیادہ کرتا ہے۔)

اس کی تفسیر عبداللہ چکڑالوی کی زبانی سنیے:

"(پڑھا کرے ہر ایک اہل زمین و آسمان) الحمد (یعنی پانچوں نمازوں میں) واسطے راضی کرنے اللہ کے، کیوں کہ وہ فطرت پاک پیدا کرنے والا ہے، تم تمام آسمان والوں (فرشتوں) کی اور تم تمام روئے زمین والوں (جن وانس) کی (چوں کہ تم فطرت اللہ میں تغیر و تبدل کرتے رہتے ہو؛ اس لیے نمازیں پڑھتے رہا کرو؛ تا کہ جبر نقصان ہوتا رہے اور اللہ وہ ہے) جو کرنے والا ہے اپنے فرشتوں کو رسول تمھاری طرف، جو لانے والے تمھاری صلوٰتوں یعنی رکعتوں کے ہیں، جن کا حق یہ ہے کہ وہ دو دو بار ادا کی جائیں اور تین تین بار اور چار چار بار مطابق تعلیم کتاب اللہ (جس وقت کی اللہ نے دو رکعتیں مقرر کردی ہیں، اس کی دو پڑھو، جس کی تین فرمائی ہیں اس کی تین ادا کرو، جس کی چار معین کی ہیں، اس کی چار پڑھو) اس سے اللہ جبر و نقصان کرنا چاہتا ہے، تمھاری تبدیل شدہ فطرت کا جس قدر انسان چاہتا ہے (یعنی جس قدر نماز میں توجہ و خشوع کرتا ہے)۔"(۱)

(۱) برہان الفرقان: ۳۴۱

ظاہر ہے کہ یہ سب من مانی تفاسیر اس وقت متصور نہ ہوتیں، جب بیانِ رسول و سنتِ رسول سامنے ہوتے اور قرآن کے معانی و مفاہیم کی تشریح کو اس کے تابع کیا جاتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کے ساتھ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و اسوہ پیشِ نظر نہ ہو، تو قرآن سے بہ جائے ہدایت کے خریدنے والے گمراہی خریدیں گے۔

صحابہ و ائمہ سے بے نیازی کا فتنہ

(۲) رجال اللہ کو نہ ماننے والوں کی دوسری قسم وہ ہے: جو رسول کو تو مانتی ہے؛ مگر صحابہ و تابعین کے لیے اور بالخصوص ائمۂ دین و علمائے اسلام کے لیے تشریحِ دین و شریعت کا حق ماننے تیار نہیں ہے اور یہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ قرآن اور دین و شریعت کو جب سب کے لیے نازل کیا گیا ہے اور آسان بنایا گیا ہے، تو ہمیں کسی کی کیا حاجت و ضرورت ہے کہ ہم اس سے قرآن و حدیث سمجھیں، جیسے وہ سمجھتے ہیں، ہم بھی سمجھا کریں گے۔ ان لوگوں کی حیرت انگیز بات یہ ہے کہ ان میں عموماً وہ لوگ ہیں، جن کو نہ علوم عربیہ سے کوئی تعلق و لگاؤ ہوتا ہے، نہ علوم دینیہ سے کوئی خاص واقفیت ہوتی ہے اور اقل قلیل ان میں وہ ہیں، جو باقاعدہ عالم نہیں؛ مگر صرف عربی زبان سے شغف رکھتے ہیں۔ یہ دین کے سلسلے میں ایک نامعقول قسم کا غلو ہے، جس سے دین میں تحریفات کا دروازہ کھلتا ہے، بدعات جنم لیتی ہیں اور جدت پسندوں کی آزاد طبیعتوں کو دین و قرآن سے کھلواڑ کرنے کا موقع ملے گا۔

جدت پسند اور قرآنِ کریم کی ''تفسیر بالرائے''

جو لوگ علم سے کورے ہیں، نہ علوم عربیہ سے واقف ہیں، نہ علوم شرعیہ سے، وہ اگر دین میں دخل دیں گے اور قرآن کی تفسیر و احادیث کی تشریح کریں گے؛ تو اس کا جو بھی نتیجہ ہو سکتا ہے، وہ اظہر من الشمس ہے۔ کیا ایک اناڑی و جاہل شخص کے از خود

ڈاکٹری سے متعلق کتابوں کے مطالعے سے وہ ڈاکٹر بن جائے گا؟ اور انجینئرنگ کی کتاب دیکھ کر کوئی انجینئر بن جائے گا؟ اسی طرح دیگر علوم وفنون کو سوچتے جائیں کہ کیا بلا علم کسی فن کے کتب کا از خود مطالعہ کافی ہے؟ اور کیا اس کو دنیا کا قانون اور عام لوگ ڈاکٹر یا انجینئر مان لیں گے؟ تو پھر قرآن و حدیث کے علوم کے ساتھ یہ کھلواڑ کیوں؟! کیا کوئی بھی جاہل داناڑی اس کے علم کا مدعی بن جاتا ہے؟! اسی طرح جو لوگ محض عربی دانی کی بنیاد پر علوم شرعیہ کا دعوی کرتے اور علوم تفسیر و حدیث میں دخل اندازی کرتے ہیں، وہ بھی نہایت تعجب خیز لوگ ہیں، ذرا ان سے پوچھیے کہ کیا محض انگریزی زبان سے واقفیت اس بات کے لیے کافی ہے کہ ڈاکٹر یا انجینئر ہو جائے؟ یا لائر و وکیل یا بیرسٹر قرار دیا جا سکے؟

نہیں اور ہرگز نہیں! تو پھر محض انگریزی جاننے والا جو کہ قرآن کی اور رسول کی زبان بھی نہیں، اگر یہ دعویٰ کرے کہ میں قرآن کو خود سمجھ سکتا ہوں، مجھے ان علما کی کوئی ضرورت نہیں، جو مدارس میں آٹھ آٹھ سال پڑھ کر آتے ہیں، یا کوئی محض عربی دانی کی بنیاد پر علما سے مستغنی ہونے کا دعویٰ کرے، تو کیا یہ بات عقل و دانش کے خلاف نہیں؟

محض کتاب اللہ کو سامنے رکھ کر جو شخص یا جماعت صحابہ و تابعین و ائمہ سے بے نیازی کے ساتھ تفسیر کرے، وہ یقیناً تفسیر بالرائے کی مرتکب ہے، جس کی مذمت و ممانعت احادیث میں موجود ہے۔

''تفسیر بالرائے'' کا معنے اور اس کی حرمت

''تفسیر بالرائے'' کی حرمت کے سلسلے میں یہاں مختصر لکھ دینا مناسب ہوگا کہ آج کل اس کی وبائے عام چل رہی ہے اور جدت پسندوں اور نو تعلیم یافتوں میں یہ ایک فیشن کی حیثیت اختیار کر گئی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں مروی ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"من قال في القرآن بغير علم فليتبوأ مقعده من النار."

(جو قرآن کے بارے میں بغیر علم کے کوئی بات کہے اس کو چاہیے کہ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔)(۱)

حضرت جندب بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"من قال في القرآن برأيه فأصاب فقد أخطأ."(۲)

(جس نے قرآن کے بارے میں بغیر علم کے کوئی صحیح بات بھی کہی، تو بھی اس نے غلطی ہی کی۔)

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن میں بغیر علم کے اپنی رائے زنی کرنا یا محض اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر بیان کرنا حرام و ناجائز ہے اور یہی "تفسیر بالرائے" ہے۔

"تفسیر بالرائے" کی حقیقت سمجھنے کے لیے اولاً یہ جاننا ضروری ہے کہ تفسیر قرآن کے لیے اہل سنت کے تمام مکاتب فکر کے علمائے کرام نے چند علوم کی مہارت کو لازم قرار دیا ہے، ان میں سے بعض علوم عربیت سے متعلق ہیں اور بعض کا تعلق شریعت کی جان کاری سے ہے۔

علوم عربیہ جن کا جاننا تفسیر کے لیے ضروری ہے، وہ یہ ہیں: علم لغت عربی، علم صرف، علم نحو، علم اشتقاق، علم بلاغت، علم بیان، علم بدیع۔

---

(۱) سنن الترمذي:۲۰۵۰، مسند أحمد: ۲۰۶۹، مسند بزار:۴۷۵۷، السنن الكبرى للنسائي:۸۰۳۰، و قال الترمذي :هذا حديث صحيح

(۲) سنن الترمذي:۲۰۵۳، السنن الكبرى للنسائي:۸۰۳۲، مسند أبي يعلى:۱۵۲۰، المعجم الكبير للطبراني:۱۶۵۰

اور علومِ شرعیہ کا جاننا لازم ہے۔ وہ یہ ہیں: علمِ قراءت، علمِ عقائد، علمِ اصولِ فقہ، علمِ فقہ، علمِ اسباب النزول، علمِ ناسخ ومنسوخ، علمِ احادیثِ متعلقہ بالتفسیر۔

نوٹ: ان علوم کی ضرورت پر ائمۂ تفسیر وعلمائے شریعت کے اقوال ودلائل، اصولِ تفسیر پر میری عربی کتاب "**نفحات العبير في مهمات التفسير**" میں دیکھی جاسکتی ہے۔

الغرض یہ کل چودہ علوم ہیں، جن کے بغیر تفسیرِ قرآن کی جرأت کرنا حماقت بھی ہے اور حرام بھی ہے۔

پس جو شخص ان علوم کی مہارت رکھتا ہو، وہ ان علوم کی روشنی میں کوئی رائے، قرآن کی کسی آیت کی تفسیر میں قائم کرتا ہے، تو وہ جائز ہے اور اگر ان علوم کی مہارت کے بغیر خود قرآن کی تفسیر کرتا ہے، تو وہ ''تفسیر بالرائے'' ہے اور حرام ہے۔

اسی لیے حدیث میں فرمایا: ''جو بغیر علم کے قرآن میں کوئی بات کہتا ہے، تو اگرچہ اس نے صحیح کہا ہو؛ مگر غلط ہے'' یعنی اسے اپنی نادانی کے باوجود حق نہ تھا کہ وہ قرآن کی تفسیر کرتا؛ لہٰذا صحیح بات کہنے کے باوجود اس کو غلط کہا جائے گا، جیسے کوئی ڈاکٹر نہ ہو اور علاج معالجہ کرے، تو اگر کسی کو اس کی دوا سے فائدہ بھی ہو جائے، تب بھی کوئی اس کو علاج کرنے کی اجازت نہیں دے گا؛ بل کہ اس کی اس جرأتِ بے جا کو غلط ہی کہا جائے گا؛ کیوں کہ اتفاق سے کسی کو اس کی دوا سے فائدہ ہو جانے کے باوجود علم و جانکاری کے بغیر علاج ومعالجہ سخت خطرے کی بات ہے اور جیسے یہاں جان کا خطرہ ہے، ''تفسیر بالرائے'' میں لوگوں کے لیے ایمان کا خطرہ ہے۔

کیا قرآن آسان ہے؟

یہ نو تعلیم یافتہ لوگ یہ کہا کرتے ہیں کہ قرآن کو اللہ نے آسان بنایا ہے اور اس کا

اعلان بھی خود قرآن میں کیا گیا ہے۔ چناں چہ ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾ (القمر: ۱۷)

(اور ہم نے قرآن کو یاد کرنے یا نصیحت پکڑنے کے لیے آسان کر دیا ہے، تو کیا کوئی سمجھنے والا ہے؟)

مگر یہاں اولاً یہ سمجھ لینا چاہیے کہ کسی چیز کے آسان ہونے کا مطلب یہ تو نہیں کہ اس کے لیے کسی کو استاد و رہبر بنانے کی حاجت نہیں؟ مثلاً ایک استاد اپنے طلبہ سے کہتا ہے کہ علم سے گھبرانے کی ضرورت نہیں، علم کا حصول آسان ہے، دنیا میں کتنے لوگوں نے اس کو حاصل کیا اور دنیا میں معزز ہوئے، تو کیا اس بات سے یہ نتیجہ نکالنا صحیح ہے کہ علم حاصل کرنے کے لیے کسی استاد کی ضرورت نہیں؟ اگر کوئی اس سے یہ سمجھتا ہو یا نتیجہ نکالتا ہو، تو اس کو اپنی عقل کا ماتم کرنا چاہیے؛ کیوں کہ اس کا مطلب تو یہ ہوتا ہے کہ جب علم کو علم حاصل کرنے کے اصول و طریقے سے حاصل کیا جائے گا، تو وہ آسان ہے؛ لہٰذا یہ کہنے سے کہ ” قرآنِ کریم آسان ہے“ یہ سمجھنے کی غلطی نہیں کرنا چاہیے کہ اس کے لیے علما سے سیکھنے کی ضرورت نہیں۔

دوسرے یہ کہ ایک چیز ایک لحاظ سے آسان اور ایک دوسرے لحاظ سے مشکل ہو سکتی ہے؛ لہٰذا قرآن کا آسان ہونا اس لحاظ سے ہے کہ اس میں عبرت و نصیحت کی آیات ہیں، جنت و جہنم کے احوال ہیں، اخلاقِ حمیدہ و نیکی و طاعت کی ترغیب ہے اور اخلاقِ رذیلہ و معصیت سے زجر و توبیخ ہے، مختلف قوموں و ملتوں اور افراد و اشخاص کے گزرے ہوئے سبق آموز حالات و عبرت انگیز واقعات ہیں؛ یہ امور آسان ہیں۔ ان میں کسی معتبر ترجمے کے مدد سے بہ آسانی عبرت حاصل کی جا سکتی ہے؛ لیکن ایک اور لحاظ سے دیکھا جائے؛ تو قرآن مشکل بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ اس میں احکام و قوانین سے متعلقہ آیات، عقائدِ اسلام و مختلف انسانی احوال کے متعلق جلی و خفی

معاملات سے متعلقہ آیات بھی ہیں اور یہ حصہ ہر ایک کے بس کا نہیں؛ بل کہ یہاں علمی تبحر اور دینی مہارت کے بغیر کام نہیں چلتا۔

الغرض یہ بات کہ قرآن آسان ہے، اپنی جگہ صحیح ہے؛ مگر اس سے وہ نتیجہ جو ان لوگوں نے اخذ کیا ہے اور اس کے ذریعے وہ لوگوں میں غلط فہمی پیدا کرتے ہیں، یہ محض ناواقفیت و سطحیت اور وہی قرآن فہمی سے محرومی کا نتیجہ ہے۔

اس شبہے کا جواب کہ کیا علما قرآن کے ٹھیکے دار ہیں؟

اب رہا ان لوگوں کا یہ کہنا کہ قرآن فہمی سب کا حق ہے؛ لہٰذا علما قرآن و تفسیر کے ٹھیکے دار نہیں ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص میڈیکل سائنس سے کوئی تعلق نہ رکھتا ہو اور کبھی کسی میڈیکل کالج میں داخلہ نہ لیا ہو، وہ کہنے لگے کہ علاج معالجہ کرنا سب کا حق ہے؛ لہٰذا ڈاکٹروں نے اس پر کیوں اجارہ داری کر لی ہے؟ ظاہر ہے کہ یہ اعتراض کسی بھی عقل مند کے نزدیک معقول نہیں سمجھا جائے گا؛ بل کہ انتہائی احمقانہ سمجھا جائے گا، اسی طرح جس نے قرآن و حدیث کے علوم سے واقفیت معتبر طریقوں سے نہ پائی ہو اور کسی سند یافتہ استاذ سے تفسیر کے اصول نہ سیکھا ہو، وہ اگر یہ کہتا ہے کہ تفسیرِ قرآن کا حق مجھے بھی ہونا چاہیے، صرف علما ہی کو کیوں یہ حق ہے، تو وہ انتہائی درجے کی احمقانہ بات کرتا ہے۔

پھر ایک بات یہ بھی سمجھ لیں کہ علما قرآن کے ٹھیکے دار تو نہیں ہیں؛ لیکن قرآن و حدیث کے علوم کے پہرے دار ضرور ہیں؛ تاکہ ان میں کوئی جاہل و اناڑی اور ناقص قرآن و حدیث کی غلط تشریح و تفسیر کر کے دین کو بگاڑ نہ دے اور دین کے حقائق کو مسخ نہ کر دے۔ جیسا کہ آج کل ہو رہا ہے کہ نہ عربی سے صحیح واقفیت، نہ علوم شرعی سے کوئی تعلق، حتی کہ اسلامی عقائد تک کا صحیح پتہ نہیں؛ مگر قرآن کی تفسیر کرنے یا اس کو پڑھانے کا شوق ہو گیا اور دین کا بیڑا غرق کیا جانے لگا۔ اگر ایسی صورت حال پیدا ہو

تو علما بھی خاموش نہیں رہ سکتے؛ کیوں کہ وہ اسلام کے پہرے دار ہیں، وہ اگر یہاں خاموش رہیں، تو اللہ کی پکڑ میں آجائیں۔

معلوم ہوا کہ دین و شریعت آسان ہیں؛ مگر ان کو سمجھنے میں استاذ و رہبر سے ہم مستغنی نہیں؛ بل کہ یہ ایک لازمی بات ہے، جس کو ترک کر دینے سے بے شمار فتنوں کا سلسلہ چل پڑتا ہے۔

کتاب و شخصیت کی تفریق تمام فتنوں کی اساس ہے

خلاصہ یہ کہ بعض نے کتاب کو لیا اور رجال و شخصیات سے اعراض کیا اور بعض نے رجال و شخصیات کو اپنایا اور کتاب اللہ سے روگردانی کی، یہ دونوں صورتیں در حقیقت راہِ مستقیم سے بعد و دوری اور گمراہی کی ہیں؛ بل کہ حضرت مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ نے مولانا مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ کی کتاب ''تدوینِ حدیث'' کے مقدمے میں تو یہ دعوی کیا ہے:

> ''جن لوگوں کی نظر ملل و نحل اور علم کلام و عقائد اور تاریخ فرق پر ہے، وہ آسانی سے اس بات کو مان لیں گے کہ اسلام میں جتنے بدعتی فرقے پیدا ہوئے وہ وہی ہیں، جنھوں نے کتاب کو سنت سے یا سنت کو کتاب سے الگ کرنا چاہا، خوارج نے کتاب کو مانا اور سنت سے انحراف کیا اور ان کے مقابلے کے فرقے نے کتاب کو محرف بنا کر چھوڑا اور صرف اپنے ائمہ کی سنت کی پیروی کا دعوی کیا، اسی طرح معتزلہ نے قرآن کو بہ تاویل تسلیم کیا اور احادیث سے اعراض کیا اور راہ راست سے دور ہوئے۔'' (۱)

الحاصل ''غلو فی الدین'' کے اسباب میں ایک سبب یہ بھی ہے کہ کتاب اللہ و رجال اللہ کو الگ الگ کر دیا جائے، کسی کو مانے اور کسی کو نہ مانے، اس سے اگر ایک

---

(۱) مقدمۂ تدوین حدیث

جانب شخصیت پرستی و پیر پرستی اور بدعات و شرکیات کا بازار گرم ہوتا ہے، تو دوسری طرف قرآن وسنت کی من مانی تشریح و آزادانہ تفسیر اور من گھڑت باتوں کو دین و قرآن کی جانب منسوب کرنے کی بیماری پیدا ہوتی ہے۔

شریعت کے ظاہری و باطنی احکام میں تفریق

دین میں غلو کا ایک مظاہرہ اس صورت سے ہوتا ہے کہ بعض لوگ شریعت کے احکام میں سے ظاہری و باطنی احکام میں تفریق پیدا کرتے اور کسی کو قبول کرتے اور کسی کو رد کرتے ہیں اور اس میں بھی دو قسم کے لوگ غلو میں مبتلا ہوئے: ایک تو مدعیانِ تصوف اور دوسرے مدعیانِ فقہ۔

احکامِ ظاہرہ سے اعراض-متصوفین کی گمراہی

متصوفین و بطال صوفیانے یہ قرار دے رکھا ہے کہ ”شریعت“ ظاہری احکام کا نام ہے اور ”طریقت وحقیقت“ باطنی احکام کا نام ہے اور پھر یہ بھی کہتے ہیں کہ ظاہر شریعت تو چھلکا ہے اور اصل مغز اس کا باطن ہے اور یہ کہ باطن ہی اصل ہے؛ لہٰذا شریعت کے ظاہری احکام پر چلنا کوئی ضروری نہیں؛ اس لیے نماز و روزہ، زکوۃ و حج وغیرہ اسلامی عبادات و دیگر شرعی احکامات کا وہ مذاق بھی اڑاتے ہیں اور لوگوں کو یہ کہہ کر گمراہ بھی کرتے ہیں کہ یہ سب چھلکا ہے اور ہم حقیقت و طریقت والے ہیں، جو اصلِ شریعت وحقیقتِ شریعت کو جانتے اور اس پر چلتے ہیں؛ اس لیے ان کے مرید عام طور پر نماز و دیگر اسلامی عبادات واحکامات سے دور و نفور ہوتے ہیں اور ان کو غلط بھی سمجھتے ہیں۔

حال آں کہ خود اکابر صوفیانے اس قسم کے لوگوں کا ہر دور میں رد کیا ہے اور بتایا ہے کہ شریعت دونوں قسم کے احکام کا مجموعہ ہے: ظاہری بھی اور باطنی بھی؛ لہٰذا باطنی

احکام کو لینے کا دعویٰ کرنا اور ظاہری احکام سے دوری ونفرت وہ بدترین غلو ہے، جس سے کبھی کفر جنم لیتا ہے اور کبھی فسق وفجور اور یہ دراصل گمراہی کا راستہ ہے۔

اتباعِ شریعت کے بغیر کوئی ولی نہیں ہوسکتا

شریعت کی ضرورت واہمیت اور اس کے بغیر وصول الی اللہ کی نفی پر مندرجہ ذیل اولیاء اللہ ومشائخ کا کلام ملاحظہ کیجیے:

(۱) سید العارفین شیخ المشائخ حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ اپنے مواعظ میں فرماتے ہیں:

''جس نے قرآن وحدیث کو چھوڑا وہ مرتد اور حدِ اسلام سے خارج ہوا کہ اس کا انجام آخرت میں دوزخ اور عذاب ہوگا اور دنیا میں غضبِ الٰہی۔ شریعت کی پابندی اور دروازۂ خداوندی پر جماؤ محقق ہوجانے کے بعد عارف کے قلب کے لیے اس کے اور حق تعالیٰ کے درمیان (تعلق کا) ایک خاص مضمون ہوتا ہے کہ اسی کی وجہ سے وہ اس کا مستحق ہوتا ہے کہ لوگ اس کی اتباع کریں اور اس کی باتیں سنیں اور اسی لیے ان لوگوں کے اتباع کی ممانعت ہے، جو شریعت کے پابند نہ ہوں؛ کیوں کہ پابندیٔ شریعت ایسی چیز ہے کہ اس کے بغیر چارہ ہی نہیں اور وہی بنیاد ہے اس طریقت اور سلوک کی کہ جس نے عمل اور اخلاص سے اس کو مضبوط کیا اور مخلوق کو اس کی تعلیم دی، وہی حق تعالیٰ کے نزدیک باعظمت ہوا -- آگے فرماتے ہیں-- میں اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے اللہ کے دین پر قائم ہونے کے سوا اور کچھ نہیں جانتا۔'' (۱)

---

(۱) خطباتِ غوثیہ:۵۷۶، مجلس:۶۲

اس کے ایک ایک حرف پر غور کر کے آج کل کے جاہل صوفیوں اور حقیقت اور طریقت کے مدعیوں کے احوال پر ان کو منطبق کر کے دیکھا جائے، تو واضح ہو جائے گا کہ یہ لوگ حقیقت سے کس قدر دور ہیں اور یہ کہ یا تو خود دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں یا دوسروں کو دھوکہ دے رہے ہیں۔

نیز حضرت شیخ جیلانی رَحِمَہُ اللّٰہ اپنی دوسری کتاب ''فتوح الغیب'' میں بھی فرماتے ہیں:

''پس مذکورہ رتبۂ ولایت کو پانے کے لیے اتباعِ نفس، فسق و فجور اور لغویات سے پرہیز کرتے ہوئے توحید خالص کے ساتھ شریعت کی پیروی کر اور یاد رکھ کہ جس حقیقت یا طریقت کی، شرع تائید و توثیق نہ کرے اور اسے جائز نہ ٹھہرائے وہ صریحاً کفر و الحاد ہے۔''(۱)

مشہور صوفی و بزرگ حضرت سید الاولیا احمد کبیر رفاعی رَحِمَہُ اللّٰہ نے فرمایا:

''جو خلافِ شریعت ہو راہِ حق سے اس کا کوئی تعلق نہیں، اصل راستہ صرف شریعت ہے۔ یہ بات میں اس لیے نہیں کہہ رہا ہوں کہ لوگوں کے دلوں سے اہلِ محو، مجذوبین اور نظر انداز کیے ہوئے بھولے بھالے کی طرف سے حسنِ ظن اور عقیدت نکال لوں؛ کیوں کہ اولیا کے گروہ میں ایک ایسی قوم بھی ہے، جو اہلِ محو اور جذب اور سادہ لوحی اور گمنامی کی زندگی گزارتی ہے؛ بل کہ یہ کہنا چاہتا ہوں کہ مرتبۂ ولایت کا کمال نبیٔ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اخلاق کریمہ کے کامل اختیار کا نام ہے اور فضل و خوبی اور فخر و مجد و بزرگی آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اعمال پر عمل کرنے اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اقوال کو عام کرنے اور

(۱) فتوح الغیب:۱۰۹

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال سے آراستہ ہونے میں ہے۔"(۱)

اور لیجیے! آپ رحمۃ اللہ ہی اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں:

"معروف کرخی، داؤد طائی، حسن بصری رحمہم اللہ اوران صوفیا نے جوان حضرات کی صحبت سے فیض پانے والے ہیں، اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے راستوں کا خلاصہ دو جملوں میں بیان کیا ہے: (۱) شریعت پر مضبوطی کے ساتھ چلنا (۲) صرف اللہ تعالیٰ کا طالب بننا۔" (۲)

نیز آپ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

"جو عمل اور جو کوشش شریعت کے خلاف کسی اور طریق پر ہو، اس سے کچھ بھی فائدہ نہیں۔" (۳)

اور حضرت مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

"اس نعمتِ عظمیٰ (ولایت) تک وصول سید الاولین والآخرین علیہ وعلی آلہ من الصلوات افضلہا ومن التحیات اکملہا کی اتباع سے وابستہ ہے، بندہ جب تک اپنے آپ کو پورے طور پر شریعت میں گم نہ کردے اور اوامر کی بجا آوری اور ممنوعات سے رکنے کے ساتھ مزین وآراستہ نہ کرے، اس دولت ونعمت کی خوشبو بندے کی روح سونگھ نہیں سکتی۔" (۴)

یہ ساری عبارات ان اکابر صوفیا کی ہیں، جن کا لمحہ لمحہ یادِ خدا و عشقِ رسول میں گزرتا تھا، ان حضرات نے بتادیا کہ دین وشریعت کی اتباع کے بغیر کوئی شخص ولایت کا مقام کبھی اور کسی بھی صورت میں نہیں پاسکتا اور جو لوگ شریعت ودین کے خلاف

---

(۱) مجالس رفاعیہ: ۵۹

(۲) ارشاداتِ حضرت رفائی رحمۃ اللہ: ۷۵

(۳) ارشاداتِ حضرت رفائی رحمۃ اللہ: ۶۷

(۴) مکتوبات دفتر اول: مکتوب نمبر: ۷۸

رہتے ہوئے ولایت کا دعویٰ کرتے ہیں، ان کی حقیقت حضرت سید احمد کبیر رفائی رَحِمَہُ اللّٰہُ نے یوں کھول دی ہے، وہ فرماتے ہیں:

''برخوردار! آج تم تصوف کے دعوے داروں کو دیکھ رہے ہو کہ ان کی اکثریت یا تو زندیقوں، بے دینوں کی ہے یا بدعتیوں، جدت پسندوں کی ہے یا پھر وہ آزاد منش، لاپرواہ لوگ ہیں۔ یہ سبھی کے سبھی اول درجے کے جاہل اور احمق لوگ ہیں، ہاں! حیلہ تراشیوں میں، دھوکہ دہی و مکاری اور یاوہ گوئی میں اور دوسروں کو مرعوب کرنے کے لیے کرتب بازی میں یہ لوگ بڑے تجربہ کار و ماہر اور کہنہ مشق اور اس کے ساتھ ساتھ یہ لوگ اہلِ حق سے حد درجہ بدظن رہتے ہیں اور ان کے لیے بدظنی پیدا کرتے ہیں۔''(۱)

باطنی احکام سے اعراض-علمائے ظاہر کی غلطی

اور رہے متفقہ و مدعیانِ فقہ تو ان میں بعض وہ ہیں، جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اصل ظاہری احکام ہی ہیں اور وہ باطنی احکام کا انکار و رد کرتے ہیں اور واقعی و حقیقی تصوف کا بھی مذاق اڑاتے ہیں، ان کے نزدیک توکل، انابت، خشوع، اخلاص، صبر، شکر، خوف و خشیت، تقویٰ و طہارت وغیرہ احکام بے معنی ہیں؛ اسی طرح ریاکاری و حبِ دنیا و بے خوفی و غفلت عن الآخرۃ، تکبر و عجب وغیرہ، جن سے بچنے کا حکم ہے، یہ سب کوئی اہمیت کی چیزیں نہیں ہیں۔

اسی ذہنیت کے حامل علمائے ظاہر کے متعلق حضرت حکیم الامت تھانوی رَحِمَہُ اللّٰہُ نے اپنے وعظ ''العلم والخشیۃ'' میں فرمایا:

(۱) اللہ کے ساتھ اولیاء اللہ کا حال: ۱۳۵

’’اہلِ علم میں تو یہ مفسدہ پیدا ہوا کہ وہ اس آیت ﴿إنما یخشی اللہ من عبادہ العلماء﴾ سے علم کی فضیلت ثابت کر کے رہ جاتے ہیں کہ دیکھو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے علما کی تعریف بیان فرمائی ہے، ....مگر جو اصل منشا اس فضیلت کا ہے یعنی خشیت اس کو بیان نہیں کرتے، نہ تو دوسروں کو اس کا امر کرتے ہیں کہ خشیت حاصل کرو اور نہ خود اس کا اہتمام کرتے ہیں؛ بل کہ اس کی جڑیں کھوکھلی کرتے ہیں۔ چناں چہ بہ کثرت اہلِ ظاہر علم باطن کو، جس سے خشیت حاصل ہوتی ہے، فضول اور لغو سمجھتے ہیں اور جو لوگ اس کی تعلیم و تعلم میں مشغول ہیں، ان پر اعتراض کرتے ہیں؛ بل کہ ستم یہ ہے کہ بعض تو عدم خشیت کی تعلیم دیتے ہیں، گو اس کا عنوان دوسرا ہو؛ مگر معنون یہی ہوتا ہے۔‘‘(۱)

اگر پہلے گروہ نے باطنِ شریعت کو لینے کا دعویٰ کیا اور ظاہر سے غفلت ہی نہیں؛ بل کہ نفرت اختیار کی تو دوسرے گروہ نے ظاہری احکامات کو لے لیا اور شریعت کے باطن کو خیرباد کہہ دیا۔

دونوں طبقے غلطی پر

یہ دونوں باتیں دین میں غلو اور حدودِ شرع سے تجاوز کی ہیں، جو کسی مسلمان کے لیے روا نہیں ہوسکتیں؛ لہٰذا ایک جانب علما کو احکامِ باطنی کی طرف بھی توجہ دینا چاہیے؛ تاکہ اپنے نفوس کا تزکیہ و اصلاح ہو اور اللہ کی معرفت و محبت، خوف و خشیت، تقویٰ و طہارت، انابت و اطاعت، اخلاص و للّٰہیت، توکل علی اللہ و اعتماد علی اللہ وغیرہ صفات اپنے اندر پیدا ہوں اور دوسری جانب باطن کا دعویٰ کرنے والوں کو احکامِ شرع کی

---

(۱) خطباتِ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ: ۲/۲۳۵-۲۳۶

پابندی، شریعت کا لحاظ وادب کرتے ہوئے اپنی زندگی کو ان احکامات سے آراستہ و معمور کرنا چاہیے۔

شریعت جامعِ ظاہر و باطن ہے۔علامہ ابن تیمیہ رَحِمَہُ اللہُ کا کلام

علامہ ابن تیمیہ رَحِمَہُ اللہُ نے اس سلسلے میں عمدہ کلام کیا ہے اور دونوں طبقوں کی غلطی کو واضح کیا ہے، مناسب ہے کہ ان کا کلام یہاں نقل کردیا جائے، آپ اپنے فتاویٰ میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں:

" وهذا الصراط المستقيم يشتمل على علم ، و عمل ، علم شرعي و عمل شرعي ، فمن علم ، ولم يعمل بعلمه كان فاجراً ، و من عمل بغير علم كان ضالًا، .... ولهذا كان السلف يقولون : احذروا فتنة العالم الفاجر ، والعابد الجاهل ، فإن فتنتهما فتنةٌ لكل مفتون ، وكانوا يقولون: من فسد من العلماء ففيه شبه من اليهود ، و من فسد من العباد ففيه شبه من النصارى ، فمن دعا إلى العلم دون العمل المأمور به كان مُضِلًا، ومن دعا إلى العمل دون العلم كان ضالًا ، و أضلُّ منهما من سلک في العلم طريق أهل البدع ، فيتبع أموراً تخالف الكتاب ، و السنة يظنها علوماً ، وهي جهالات ، و كذلک من سلک في العبادة طريق أهل البدع ، فيعمل أعمالاً تخالف الأعمال المشروعة ، يظنها عباداتٍ ، وهي ضلالاتٌ. فهذا و هذا كثيرٌ في المنحرف المنتسب إلى

فقه ، و فقر يجتمع فيه أنّه يدعو إلى العلم دون العمل و العمل دون العلم ، و يكون ما يدعو إليه فيه بدع تخالف الشريعة ، وطريق الله لا تتم إلا بعلم ، و عمل ، يكون كلاهما موافقاً للشريعة ، فالسالک طريق الفقر ، و التصوف ، والزهد ، و العبادة إن لم يسلک بعلم يوافق الشريعة ، و إلا كان ضالّاً عن الطريق ، وكان ما يفسده أكثرَ مما يصلحه ، و السالک من الفقه ، والعلم ، والنظر و الكلام إن لم يتابع الشريعة و يعمل بعلمه ، و إلا كان فاجراً ضالّاً عن الطريق . فهذا هو الأصل الذي يجب اعتماده على كل مسلم ، و أما التعصب لأمرٍ من الأمور بلا هدىً من الله فهو من عمل الجاهلية ، و من أضل ممن اتبع هواه بغير هدى من الله ."

(یہ "صراطِ مستقیم" علم وعمل پر مشتمل ہے: علم شرعی وعملِ شرعی پر، پس جو علم رکھے اور اپنے علم پر عمل نہ کرے وہ فاجر ہوگا اور جو بغیر علم کے عمل کرے وہ گمراہ ہوگا!.......................................اسی لیے حضراتِ سلفِ صالحین کہا کرتے تھے: عالم فاجر اور عابد جاہل کے فتنے سے ڈرو؛ کیوں کہ ان دونوں کا فتنہ ہر کسی کو مفتون بنا دیتا ہے اور فرماتے تھے کہ علما میں سے جو بگڑ گئے، ان میں یہود کی مشابہت پائی جاتی ہے اور عابدین میں سے جو بگڑے ان میں نصاریٰ کی شباہت ملتی ہے، پس شریعت میں جس عمل کا حکم دیا گیا ہے، اس کو چھوڑ کر جو شخص صرف علم کی

جانب لوگوں کو بلائے، وہ گمراہ ہے اور جو علم چھوڑ کر عمل کی طرف بلائے وہ بھی گمراہ ہے اور ان دونوں سے بڑھ کر گمراہ وہ ہے، جو علم میں بدعتیوں کے طریقے پر چلے اور علوم سمجھ کر ایسے امور کا اتباع کرے، جو کتاب وسنت کے خلاف ہیں، حال آں کہ وہ جہالتیں ہیں؛ اسی طرح جو شخص عبادت کے اندر اہلِ بدعت کے طریقے پر چلے اور عبادت سمجھ کر ایسے اعمال کرے، جو کتاب وسنت کے خلاف ہیں؛ حال آں کہ وہ گمراہیاں ہیں۔ پس یہ صورت اور وہ صورت دونوں ان لوگوں میں بہت پائی جاتی ہے، جو صحیح راستے سے منحرف، علم یا زہد کی جانب منسوب ہیں، اس میں جو بات مشترک ہے، وہ یہ ہے کہ وہ عمل چھوڑ کر علم اور علم چھوڑ کر عمل کی جانب دعوت دیتا ہے اور جس کی طرف دعوت دیتا ہے، اس میں خلافِ شریعت نئی نئی باتیں ہوتی ہیں اور اللہ کا راستہ اس علم وعمل کے بغیر مکمل نہیں ہوتا، جن میں سے ہر ایک موافق شرع ہو؛ لہٰذا زہد و تصوف، فقر وعبادت کے طریق پر چلنے والا اگر اس علم پر نہ چلے، جو شریعت کے موافق ہے، تو وہ گمراہ ہے اور اس کی اصلاح سے زیادہ اس کا فساد ہوتا ہے، اسی طرح جو علم وفقہ اور نظر وکلام کے راستے پر چلے، وہ اگر شریعت کی اتباع نہ کرے اور اپنے علم پر عمل نہ کرے؛ تو وہ بھی فاجر، راستہ گم کردہ ہے، پس یہ ہے وہ اصول جس پر اعتماد کرنا ہر مسلم پر لازم ہے اور رہا کسی امر میں بغیر اللہ کی ہدایت کے تعصب برتنا، تو یہ جاہلیت کا کام ہے اور اس سے زیادہ گمراہ کون ہے؟ جو بغیر اللہ کی ہدایت کے اپنے نفس کی اتباع کرتا ہے۔)(۱)

(۱) مجموعة الفتاوى: ۱۱/۲۷-۲۸

شیخ احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ کا دونوں طبقوں سے خطاب لاجواب

اسی سلسلے میں حضرت احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ کی ایک بات بھی سنتے چلیں، جو خود اپنے زمانے کے بڑے صوفیا میں مانے جاتے ہیں، آپ فرماتے ہیں:

''صوفیا کے طریق کا منتہیٰ وہی ہے، جو فقہا کے طریق کا منتہیٰ ہے، فقہا کے طریق کا منتہیٰ وہی ہے، جو صوفیہ کے طریق کا منتہیٰ ہے۔ جن گھاٹیوں میں پھنس کر فقہا مقصود کی طلب سے رہ جاتے ہیں، ان ہی گھاٹیوں میں صوفیہ بھی اپنے سلوک میں مبتلا ہوتے ہیں۔ دونوں کو مقصود سے روکنے والی ایک ہی چیز ہے یعنی غرضِ نفسانی اور حبِ دنیا و حبِ جاہ اور دونوں کو مقصود تک پہنچانے والی بھی ایک ہی چیز ہے یعنی اخلاص اور ماسوائے حق سے رخ پھیر لینا۔ طریقت میں شریعت ہے اور شریعت میں طریقت ہے، دونوں میں صرف لفظی فرق ہے، اصل اور مقصود اور نتیجہ دونوں کا ایک ہے، میرے نزدیک جو صوفی فقیہ عالم کی حالت پر انکار کرے، اس کو برا کہے یقیناً مبتلائے قہر ہے اور جو فقیہ صوفی کی حالت پر انکار کرے، اس کو برا کہے وہ بھی راندۂ درگاہ ہے۔ ہاں! اگر کوئی عالم صرف اپنی زبان سے حکم کرتا ہو، شریعت کی ترجمانی نہ کرتا ہو یا صوفی اپنے طور پر راستہ طے کر رہا ہو، شریعت کے موافق نہ چلتا ہو، تو پھر ایک دوسرے کو برا کہنے میں کسی پر گناہ نہیں۔''(۱)

ان محققین علما و حقیقی صوفیا کے کلام نے جھوٹے متصوفین و بطال مشائخ کے باطل دعووں اور ناقص مدعیانِ فقہ و علم کے بے حقیقت خیالات کی واضح طور پر تردید کر کے حق کو واضح کر دیا کہ شریعت دونوں قسم کے احکام کا مجموعہ ہے اور ان میں سے

---

(۱) ارشاداتِ حضرت رفاعی رحمۃ اللہ : ۱۲۱

کسی سے بھی بے اعتنائی برتنا یا ان میں تفریق کرنا غلوفی الدین ہے۔

منصوص وغیر منصوص میں فرق نہ کرنا

غلو کی ایک شکل یہ ہے کہ منصوص وغیر منصوص میں فرق نہ کیا جائے اور دونوں کو برابر کردیا جائے۔

منصوص وغیر منصوص کیا ہے؟

پہلے یہ سمجھ لیں کہ کچھ امور وہ ہیں؛ جو شریعت میں منصوص ہیں اور دوسرے کچھ امور وہ ہوتے ہیں؛ جو شریعت میں منصوص نہیں ہوتے۔

منصوص وہ چیزیں ہیں جنھیں اللہ ورسول نے دین وشریعت میں صاف وواضح طریقے سے بیان کردیا ہے اور غیر منصوص ان باتوں کو کہتے ہیں، جو دین وشریعت میں اس طرح بیان نہ کی گئی ہوں؛ بل کہ کسی عالم نے یا کسی شیخ نے یا کسی اور نے کسی مصلحت وضرورت کی وجہ سے ان کو جاری کیا ہو۔ یہ امور اگر چہ کہ جائز ہوں؛ مگر ان کا درجہ ظاہر ہے کہ منصوص کے برابر نہیں ہوسکتا۔

منصوص وغیر منصوص کی ایک مثال یہ ہے کہ شریعت میں نماز اور نماز کا طریقہ، اس کے فرائض، واجبات، سنن ومستحبات، سب مقرر ومنصوص ہیں اور ذکر اللہ تو منصوص ہے؛ مگر اس کا کوئی خاص طریقہ مقرر نہیں کیا گیا ہے؛ لہٰذا اگر کسی نے کوئی خاص طریقے کسی حکمت ومصلحت سے ایجاد کیا، مثلاً یکسوئی پیدا کرنے یا دھیان جمانے کے لیے ضربیں لگانے کا طریقہ، جیسا کہ حضراتِ صوفیا میں ہے، تو یہ ضرورت وحکمت کے پیش نظر تو جائز ہے؛ مگر اس کو منصوص نہیں سمجھا جائے گا۔

ان دونوں میں فرق نہ کرنے سے غلو پیدا ہوتا ہے

مگر غلو کرنے والوں نے ہمیشہ یہ کیا ہے کہ دونوں کو ایک جیسا قرار دے دیا اور

جو معاملہ منصوص کے ساتھ کیا جانا چاہیے، وہی غیر منصوص کے ساتھ بھی وہ کرتے ہیں۔ یہ بھی غلو اور حد سے تجاوز ہے۔

اس کی مثال وہی نماز و ذکر اللہ سے لیجیے کہ نماز شروع سے اخیر تک اپنے تمام امور کے لحاظ سے منصوص ہے؛ لیکن ذکر اللہ کا کوئی خاص طریقہ منصوص نہیں، اگر اس میں کوئی خاص طریقہ کسی حکمت و مصلحت سے جاری کیا جائے، تو جائز ہے؛ مگر اس کو منصوص کی طرح سمجھا جائے اور اس کو اختیار نہ کرنے والوں پر اس طرح نکیر کی جائے جیسے کسی منصوص سنت کے ترک پر کی جاتی ہے، تو یہ بھی حرام و ناجائز ہے؛ کیوں کہ ایسا کرنے والے نے منصوص و غیر منصوص دونوں کو ایک ہی درجہ کر دیا، جو حدود سے تجاوز و غلو ہے۔

معلوم ہوا کہ کوئی بھی کام جو منصوص نہ ہو، وہ اس کام کے برابر نہیں ہوسکتا، جو منصوص ہے۔ دونوں کو ایک قرار دینا یا سمجھنا تجاوز و غلو کی صورت ہے۔

دعوت الی اللہ کے کسی خاص طریقے پر اصرار بھی غلو ہے

اسی سے سمجھ لینا چاہیے کہ دین کے کسی بھی کام کے سلسلے میں جو طریقے منصوص اور شریعت میں مقرر نہیں ہیں، ان میں اگر ہم اپنی سہولت و ضرورت اور اپنی حیثیت کے پیشِ نظر دائرۂ شریعت میں رہتے ہوئے کوئی طریقہ جاری کریں، تو یہ بلاشبہ ایک وسیلے و ذریعے کی حد تک جائز ضرور ہے؛ لیکن ہمیں یہ اختیار نہیں کہ ہم اس کے ساتھ منصوص چیز کا سا معاملہ کریں اور سب کو اسی طریقے پر چلنے پر اصرار کریں اور جو کوئی اپنی ضرورت و مصلحت کی وجہ سے اسی دینی کام کے لیے کسی اور طریقے کو اختیار کرے تو اس کو مطعون کریں؛ کیوں کہ اللہ و رسول نے اسی طریقے کو لازم نہیں قرار دیا ہے؛ لہٰذا ہمارا جاری کردہ طریقہ منصوص کی طرح لازم نہیں ہو جائے گا؛ اس لیے اس پر

اصرار کرنا جائز نہ ہوگا اور جب اصرار ہی جائز نہیں، تو نہ کرنے والوں پر طعن وتشنیع اور ان سے بغض وعداوت کیسے روا ہو جائے گی؟

دینی جماعتوں کے لیے مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ کا ایک اہم بیان

یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ کی ایک نہایت اہم تحریر، جو اسی سلسلے میں ہے، اس کو اپنی اس کتاب کا جز بنا دوں اور اپنی تحریر کو اس سے زینت ورونق دوں؛ لہٰذا اس کو آپ کے رسالے "وحدتِ امت" سے نقل کرتا ہوں، وھو ھذا:

"ہماری دینی جماعتیں جو تعلیمِ دین یا ارشادِ تلقین یا دعوت وتبلیغ اور اصلاحِ معاشرہ کے لیے قائم ہیں اور اپنی اپنی جگہ مفید خدمات بھی انجام دے رہی ہیں، ان میں بہت سے علما وصلحا اور مخلصین کام کر رہے ہیں، اگر یہی متحد ہو کر تقسیم کار کے ذریعے دین میں پیدا ہونے والے تمام رخنوں کے انسداد کی فکر اور امکانی حد تک باہم تعاون کرنے لگیں اور اقامتِ دین کے مشترک مقصد کی خاطر ہر جماعت دوسری کو اپنا دست وبازو سمجھے اور دوسروں کے کام کی ایسی ہی قدر کریں جیسی اپنے کام کی کرتے ہیں، تو یہ مختلف جماعتیں اپنے اپنے نظام میں الگ رہتے ہوئے بھی اسلام کی ایک عظیم الشان طاقت بن سکتی ہیں اور تقسیم عمل کے ذریعے اکثر دینی ضرورتوں کو پورا کر سکتی ہیں۔

مگر عموماً یہ ہو رہا ہے کہ ہر جماعت نے جو اپنے سعی وعمل کا ایک دائرہ اور نظامِ عمل بنایا ہے، عملی طور پر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ خدمتِ دین کو اسی میں منحصر سمجھ رہے ہیں، گو زبان سے نہ کہیں، دوسری جماعتوں سے

اگر جنگ وجدل بھی نہیں، تو بے قدری ضرور دیکھی جاتی ہے، اس کے نتیجے میں ان جماعتوں میں بھی ایک قسم کا تشتت پایا جاتا ہے۔ غور کرنے سے اس کا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ مقصد سب کا اگرچہ دین کی اشاعت، حفاظت اور مسلمان کی علمی، عملی، اخلاقی اصلاح ہی ہے؛ لیکن اس مقصد کے حاصل کرنے کے لیے کسی نے ایک دارالعلوم قائم کر کے تعلیم دین کی اہم خدمت انجام دی، کسی نے ایک تبلیغی جماعت بنا کر رشد وہدایت کا فرض ادا کیا، کسی نے کوئی انجمن بنا کر احکام دین کی نشر واشاعت کا تحریری انتظام کیا، کسی نے فتوے کے ذریعے خلقِ خدا کو ضروری احکام بتانے کے لیے دارالافتا قائم کیا، کسی نے اسلام کے خلاف ملحدانہ تلبیسات کے جواب کے لیے تصنیفات کا یا ہفتہ واری، ماہواری رسالہ واخبار کا سلسلہ جاری کیا، یہ سب کام اگرچہ صورت میں مختلف ہیں، مگر درحقیقت ایک مقصد کے اجزا ہیں، ان مختلف محاذوں پر جو مختلف جماعتیں کام کریں گی، یہ ضرور ہے کہ ہر ایک کا نظامِ عمل مختلف ہوگا؛ اس لیے ہر جماعت نے بجا طور پر سہولت کے لیے اپنے اپنے مذاق اور ماحول کے مطابق ایک نظامِ عمل اور اس کے اصول وقواعد بنا رکھے ہیں اور ہر جماعت ان کی پابند ہے، یہ ظاہر ہے کہ اصل مقصد، تو منصوص اور قطعی اور قرآن وسنت سے ثابت ہے، اس سے انحراف کرنا قرآن وسنت کے حدود سے نکلنا ہے؛ لیکن یہ اپنا بنایا ہوا نظامِ عمل اور اس کے تنظیمی اصول وقواعد نہ منصوص ہیں، نہ ان کا اتباع از روئے شرع ہر ایک کے لیے ضروری ہے؛ بل کہ جماعت کے ذمے داروں نے سہولتِ عمل کے لیے ان کو اختیار کر لیا ہے، ان میں حسبِ ضرورت

تبدیلیاں، وہ خود بھی کرتے رہتے ہیں اور حالات اور ماحول بدلنے پر اس کو چھوڑ کر کوئی دوسرا نظامِ عمل بنالینا بھی کسی کے نزدیک ناجائز یا مکروہ نہیں ہوتا؛ مگر اس میں عملی غلو تقریباً ہر جماعت میں یہ پایا جاتا ہے کہ اپنے مجوزہ نظامِ عمل کو مقصد و منصوص کا درجہ دے دیا گیا، جو شخص اس نظامِ عمل میں شریک نہیں، اگرچہ مقصد کا کتنا ہی عظیم کام کر رہا ہو، اس کو اپنا بھائی، اپنا شریک کار نہیں سمجھا جاتا اور اگر کوئی شخص اس نظامِ عمل میں شریک تھا، پھر کسی وجہ سے اس میں شریک نہ رہا، تو عملاً اسے اصل مقصد اور دین سے منحرف سمجھ لیا جاتا ہے اور اس کے ساتھ وہی معاملہ کیا جاتا ہے، جو دین سے انحراف کرنے والوں کے ساتھ ہونا چاہیے، اگرچہ وہ اصل مقصد یعنی اقامتِ دین کی خدمت پہلے سے بھی زیادہ کرنے لگے، اس غلو کے نتیجے میں وہی تحزب و تعصب اور گروہ بندی کی آفتیں اچھے خاصے دین دار لوگوں میں پیدا ہو جاتی ہیں، جو جاہلی عصبیتوں میں مبتلا لوگوں میں پائی جاتی ہیں۔"(۱)

دعوتِ دین کے دوسرے طریقوں سے انکار بھی غلو ہے

مگر افسوس کہ آج بعض لوگوں نے دینی کام و دعوت الی اللہ کے لیے اپنے بنائے ہوئے اصول و طریقے و منہاج کو بالکل منصوص سمجھ لیا ہے اور اس کے خلاف دوسرے طریقے پر کیے جانے والے دینی کام و دعوت الی اللہ والے کام کو دینی کام و دعوت الی اللہ کا کام ماننے ہی تیار نہیں ہیں، حتی کہ دوسرے طریقوں سے کی جانے والی اللہ کے راستے کی محنتوں و خدمتوں کو لایعنی و فضول و بے کار قرار دینے و سمجھانے

(۱) وحدتِ امت: ۲۲-۲۳

کی کوششیں کی جاتی ہیں اور پھر یہیں سے حضراتِ علما و اکابرینِ امت کے خلاف ایک ذہن تیار ہوجاتا ہے کہ وہ لوگ دین و دعوت کا کام نہیں کر رہے ہیں: حال آں کہ وہ دوسرے طریقوں سے اسی کام میں بہت عمدہ طریقے پر لگے ہوئے ہوتے ہیں، یہ سب کیوں ہوتا ہے؟ اس کی وجہ وہی ہے کہ منصوص وغیر منصوص میں فرق وتمیز نہیں ہوتی، یہ وہی غلو فی الدین ہے، جس کا ذکر کیا جارہا ہے۔

تبلیغی کام کرنے والوں کو مفکرِ اسلام مولانا علی میاں رحمۃ اللہ کی تلقین

مفکرِ اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ نے "تبلیغ دین کے لیے ایک اصول" کے عنوان سے ایک نہایت ہی جامع بیان تحریر کیا ہے، جو "خطباتِ علی میاں" کی جلد پنجم کے اخیر میں درج ہے، جس کے سطر سطر سے اسی غلو آمیز طریق پر لوگوں کو متنبہ کیا گیا ہے، ہم چاہتے ہیں کہ یہاں اس سے چند اہم اقتباسات نقل کریں۔

> "اب دعوت الی اللہ کی مثال لیجیے! اللہ کی طرف اور اس کے دین کی طرف لوگوں کو بلانا فرض ہے، انفرادی ہو یا اجتماعی، تقریر سے ہو یا تحریر سے، علانیہ ہو یا خلوت میں، اس میں کوئی شکل متعین نہیں.............
>
> ......لہٰذا دعوتِ دین کا کام کرنے والے ہر فرد و جماعت کو اختیار ہے کہ وہ جس ماحول میں اپنے لیے جو طریقہ صحیح جانے وہ مقرر کرے اور اپنی سعی و جہد کا جو طرز مناسب اور مفید سمجھے وہ اختیار کرے، اس میں کسی کو جائز یا ناجائز کہنے یا کوئی روک لگانے کا حق حاصل نہیں ہے، جب تک کہ اس میں کوئی ایسا عنصر شامل نہ ہوجائے جو شرعی طور پر منکر یا مقاصدِ دینیہ کے لیے مضر ہو۔

بعض عوامی حلقوں میں اس وقت ان دونوں حصوں کو خلط ملط کر دیا جاتا ہے۔ منصوص کو غیر منصوص کا درجہ دیا جاتا ہے اور غیر منصوص کو منصوص کے مقام پر پہنچا دیا جاتا ہے۔ اس کے نتیجے میں مشکلات پیدا ہو سکتی ہیں اور مختلف اداروں اور دعوتوں میں اکثر تنازعہ کی شکل پیدا ہو جاتی ہے۔ اگر ہم ان چیزوں کے فرق کو سمجھ لیں، تو بہت سی مشکلات حل ہو جائیں گی، سینکڑوں تنازعوں کا سدباب ہو جائے گا اور بہت سی ذہنی الجھنیں ختم ہو جائیں گی۔

دعوت الی اللہ کی مخصوص شکل اور طرز کی افادیت وتاثیر کی وضاحت کی جا سکتی ہے؛ لیکن کسی کو اپنے تجربے یا مطالعے کا اس طرح پابند نہیں کیا جا سکتا، جیسے احکام قطعیہ اور نصوص قرآنیہ کا، دین کی خدمت کرنے والی کوئی جماعت اگر کسی خاص طریقۂ کار کو اختیار کرتی ہے (بہ شرط کہ وہ دین کے اصول اور سلفِ صالحین کے متفقہ مسلک اور طرزِ عمل کے مخالف نہ ہو) تو وہ اپنے فیصلے میں حق بہ جانب ہے۔ ہم اپنے مخصوص طرزِ کار کو دوسری دعوتوں اور دین کی خدمت کرنے والے دوسرے حلقوں کے سامنے بہتر سے بہتر طریقے پر پیش کر سکتے ہیں؛ لیکن اگر صرف طرزِ کار کے فرق کی وجہ سے ہم ان کو غلط کار سمجھیں یا ان کی دینی مساعی اور مشاغل کی نفی کریں، جن کو انھوں نے اپنے تجربے اور مطالعے اور زمانے کے تقاضوں کے پیشِ نظر اختیار کیا ہے اور ان کی افادیت، واقعات اور برسوں کے تجربے سے ان پر واضح ہو چکی ہے اور کتاب وسنت اور سیرتِ نبوی اور حکمتِ دین کے وسیع دائرے میں اس کے لیے ان کے پاس شواہد اور دلائل پائے جاتے ہیں، تو یہ ہماری غلطی

اور زیادتی ہے۔

کبھی کبھی ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ایک طبقہ یہ سمجھنے لگا ہے کہ یہی طریقۂ کار اور یہی طرز دین کی خدمت اور احیا کے لیے ہمیشہ کے واسطے اور ہر جگہ کے لیے ضروری ہے اور اس کے علاوہ سب غلط ہے، جب تک اس مخصوص طریقے پر کام نہ ہو تو سمجھا جاتا ہے کہ ساری جدوجہد رائیگاں گئی اور جو کچھ ہوا سب فضول ہوا، یہ بے اعتدالی ہے اور یہ رویہ خطرناک ہے۔"(۱)

تبلیغ مختلف طریقوں سے کی جاسکتی ہے

اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ دعوت الی اللہ و تبلیغ دین کے مختلف راستے و طریقے ہو سکتے ہیں؛ بل کہ ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی طریقہ شرعی دائرے میں رہتے ہوئے اختیار کیا جا سکتا ہے اور اس میں شریعت نے پابند نہیں کیا ہے کہ کوئی خاص طریقہ اختیار کیا جائے؛ لہٰذا ایک اپنے ہی طریقے کو لازم و ضروری اور منصوص کی طرح سمجھنا اور دوسروں کو بھی اسی طریقے پر کام کرنے کے لیے اصرار کرنا حدود سے تجاوز و غلو ہے اور اگر دوسرے طریقے پر کام کرنے والوں کو مطعون کیا جائے، تو یہ ناجائز ہے۔

حضرت مفتی اعظم مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ (سابق مفتیٔ اعظم دارالعلوم دیوبند) اپنے ایک فتوے میں لکھتے ہیں:

"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین سیکھنا، اس پر عمل کرنا اس کو دوسروں تک پہنچانا، نہایت اہم اور ضروری ہے، امت نے اس کی اہمیت کو محسوس کیا ہے؛ البتہ طریقہ اس کا یکساں اختیار نہیں کیا، کسی

(۱) دیکھیے: خطبات علی میاں: ۵/۴۴۱-۴۴۸)

ایک طریقے کو سب کے لیے لازم نہیں قرار دیا، وعظ و تقریر، تصنیف و تالیف، ارشاد و تلقین حسب استعداد و مناسب طرق سے کام لیا گیا، جس طرح مدارس کا نصاب و نظم ہے کہ وہ نہایت مفید ہے اور اس کو برقرار رکھنا ضروری ہے، مگر قرونِ اولیٰ میں یہ طریقہ موجود نہیں تھا، محض اس بنا پر اس کو غلط نہیں کہا جائے گا اور متقدمین پر یہ الزام نہیں ہوگا کہ انھوں نے اس کو کیوں اختیار نہیں کیا؛ .... لیکن جو شخص مدرسے میں داخل نہ ہو، اس کو مطعون و ملعون نہیں قرار دیا جائے گا، بہت سے بہت یہ کہا جائے گا کہ وہ اس نصاب کے فوائد سے بے بہرہ ہے۔ اس دور میں بے علمی و بے عملی عام ہے، مدارس میں پڑھنے والوں کی تعداد قلیل ہے، تو عوام تک دین پہنچانے اور ان کے دین کو پختہ کرنے کا ذریعہ موجودہ تبلیغی جماعت ہے، جو کہ بے حد مفید ہے اور اس کا مشاہدہ ہے؛ لیکن جو شخص دوسرے طریقے سے دین حاصل کرے اور دوسروں تک پہنچائے، اس کو مطعون اور ملعون کرنا ہرگز جائز نہیں۔'' (۱)

ایک اور جگہ کہتے ہیں:

''عقائدِ حقہ، اخلاقِ فاضلہ، اعمالِ صالحہ کی تحصیل فرض ہے اور حسبِ حیثیت اس کی تبلیغ و اشاعت بھی لازم ہے؛ مگر تحصیل و تبلیغ کی کوئی معین و مشخص صورت علی الاطلاق لازم نہیں کہ سب کو اس کا مکلف قرار دیا جائے۔ مدارس، خانقاہوں، انجمنوں، کتابوں، رسالوں، اخباروں، مواعظ، مذاکرے، تقاریر، مجالس، تعلیمات، توجہات اور اس کے علاوہ بھی جو صورتیں مفید و معین ہوں، ان کو اختیار کیا جا سکتا ہے، جب تک

---

(۱) فتاویٰ محمودیہ: ۲۱۴/۴

ان میں کوئی قبح و مفسدہ نہ ہو، مختلف استعداد رکھنے والوں کے لیے کوئی خاص صورت اسہل وانفع ہو، اس کا انکار بھی مکابرہ ہے اور اس خاص صورت کو سب کے لیے لازم قرار دینا بھی تضییق و تحجیر ہے۔ اگر کسی فرد یا جماعت کے لیے اسبابِ خاصہ کی بنا پر دیگر طرق مسدود و متعذر ہوں اور کوئی ایک طریقہ ہی متعین ہو، تو ظاہر ہے کہ اس صورت کو لازم کہا جائے گا............... تبلیغی جماعت کا اصل مقصد دین کی طلب عام کرنا ہے، جس سے مدارس کو طلبا بھی کثرت سے ملیں اور خانقاہوں کو ذاکر بھی کثرت سے ملیں اور ہر مسلمان کے دل میں دین کی اہمیت پیدا ہو، اہلِ علم اہلِ مدارس حضرات کو حسبِ موقعہ تعاون فرمائیں۔ اگر اس میں کوتاہی اور خلافِ اصول چیزیں دیکھیں، تو خیر خواہی اور ہمدردی سے ان کی تصحیح کریں، اصلاح کریں اور جماعتوں کے ذمے ضروری ہے کہ خانقاہ اور مدارس کا پورا احترام کریں اور اپنی اصلاح کے لیے ان حضرات سے مشورہ لیں اور ان کی ہدایات کو دل و جان سے قبول کریں، ان کو ہرگز ہرگز دعوت نہ دیں کہ یہ حضرات اپنے دینی مشغلے کو ترک کر دیں اور مدارس و خانقاہوں کو بند کر کے تبلیغ کرنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوں۔" (۱)

الغرض دین کی دعوت و تبلیغ کسی بھی شرعی طریقے سے کی جا سکتی ہے، اس کے لیے اپنے ہی طریق و انداز کو لازم سمجھنا اور دوسروں کو اس کا مکلف ٹھیرانا غلو ہے اور اس بیماری کا ایک سبب منصوص و غیر منصوص میں فرق نہ کرنا ہے، جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا۔

---

(۱) فتاویٰ محمودیہ: ۲۲۲/۴-۲۲۳

وسائل ومقاصد میں تمیز نہ کرنا

دین میں بعض امور وہ ہیں، جن کو مقاصد گردانا گیا اور بعض وہ ہیں جو مقاصد کی تحصیل کے لیے محض وسائل و ذرائع کا درجہ رکھتے ہیں، یہ دونوں ایک درجے کی چیزیں نہیں ہیں؛ لہٰذا ان کو ایک درجے کی سمجھنا یا قرار دینا یا ان کے ساتھ ایک جیسا معاملہ کرنا بھی غلو ہے۔

اس کی مثال یہ ہے کہ نماز باجماعت یا حج مقصود عبادات ہیں اور ان کو ادا کرنے کے لیے مختلف وسائل و ذرائع اختیار کیے جاتے ہیں۔ مثلاً کوئی پیدل نماز کو آتا ہے، کوئی سائیکل میں، کوئی اسکوٹر میں، کوئی کار میں، اسی طرح حج کو بھی لوگ مختلف طریقوں سے اپنی اپنی سہولت وضرورت دیکھ کر آتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جو مقام و درجہ حج یا نماز با جماعت کا ہے، وہ ان وسائل کا نہیں ہیں؛ کیوں کہ وسائل اپنی سہولت و ضرورت و حیثیت وغیرہ کی وجہ سے مختلف ہو سکتے ہیں؛ لہٰذا جس طرح حج یا نماز پر اصرار وشدت ہونا چاہیے، وہ اصرار وشدت ان وسائل و ذرائع کے سلسلے میں نہیں کی جا سکتی۔

مثلاً ایک شخص پیدل نماز کو آئے اور دوسرا کار میں، تو نہ کار والا پیدل آنے والے پر کوئی اعتراض کر سکتا ہے کہ تم کار میں کیوں نہیں آئے؟ اور نہ پیدل آنے والا کار والے پر کوئی لعنت و ملامت کر سکتا ہے کہ تم کار میں کیوں آئے؟ کیوں کہ ان وسائل و ذرائع میں اسلام نے کوئی پابندی نہیں لگائی ہے۔

مفکرِ اسلام مولانا علی میاں رحمۃ اللہ کی ایک تجزیاتی تحریر

یہاں مفکرِ اسلام حضرت مولانا ابو الحسن علی ندوی رحمۃ اللہ کی ایک نہایت عالمانہ و فاضلانہ عبارت پیش کر دینا مناسب ہے، جو آپ نے حضرت شیخ الحدیث

مولانا زکریا صاحب کاندھلوی رَحِمَہُ اللہُ کے ملفوظات و مضامین پر مشتمل ایک رسالہ "اکابر کا سلوک واحسان" کے شروع میں مقدمے کے طور پر تحریر کیا تھا، اس میں تصوف وسلوک کے سلسلے میں پیدا ہونے والی غلط فہمیوں وغلطیوں کا سبب زیادہ یہی وسائل ومقاصد کے فرق کو نظر انداز کرنے کو قرار دیا ہے؛ لہٰذا ملاحظہ کیجیے:

"مذاہب، اخلاقیات، تعلیم وتربیت، اصلاح وتجدید اور علوم وفنون سب کی تاریخ میں دو مرحلے بڑے سخت پیش آتے ہیں اور ان سے ان میں سے کسی کو مفر نہیں۔ ایک جب کہ وسائل مقاصد بن جاتے ہیں، دوسرے جب اصطلاحات حقائق کے لیے حجاب بن جاتے ہیں۔ وسائل واصطلاحات دونوں نہایت ضروری اور بالکل قدرتی وطبعی چیزیں ہیں، جن کے بغیر ان مقاصد عالیہ کی تبلیغ وتوسیع اور تشریح وتفہیم عام طور پر ممکن نہیں ہوتی؛ لیکن وسائل ہوں یا اصطلاحات، مقاصد وحقائق کے لیے ان کا درجہ خادم ومعاون کا ہے، ان کو وقتی طور پر ایک ضرورت کی تکمیل کے لیے اختیار کیا جاتا ہے اور بعض اوقات ان پر مقاصد وحقائق ہی کی طرح زور دیا جاتا ہے اور ان کا مطالبہ کیا جاتا ہے؛ لیکن ان میں سے ہر فن کا مجتہد جب ضروری سمجھتا ہے، ان سے نہ صرف استغنا اختیار کرتا ہے؛ بل کہ بعض اوقات بہ طور علاج ان کے ترک کا بھی حکم دیتا ہے، وہ ان کا محکوم ہونے کے بجائے ان کا حاکم ہوتا ہے، وہ اس کا بھی لحاظ رکھتا ہے کہ اس تناسب سے آگے نہ بڑھنے پائیں کہ بجائے مفید ہونے کے مضر اور موصل الی المطلوب ہونے کے بجائے سدِ راہ اور طریق کے رہزن ثابت ہوں؛ لیکن اس تاریخی حقیقت کا اعتراف کرنا چاہیے کہ ان مقاصدِ عالیہ کو یہ ابتلا بار بار پیش آیا ہے کہ وسائل مقاصد بن گئے

اور اصطلاحات نے حقائق پر ایسے دبیز پردے ڈال دئے ہیں کہ وہ نہ صرف یہ کہ نگاہوں سے اوجھل ہو گئے؛ بل کہ ان سے ان تلخ تجربوں اور غلطیوں کی بنا پر جو ان اصطلاحات کے علمبرداروں سے سرزد ہوئیں ایسی شدید غلط فہمیاں پیدا ہوئیں کہ حق جو اور سلیم الفطرت انسانوں کی ایک بڑی تعداد کو ان مقاصد ہی سے ایسی وحشت اور بے زاری پیدا ہو گئی کہ ان کو ان مقاصد کے حصول و تکمیل اور ان حقائق کے قدر و اعتراف پر آمادہ کرنا ایک نہایت دشوار کام بن گیا۔"(۱)

صوفیا کے اشغال وطرق اور ان میں غلو

الغرض وسائل و مقاصد دونوں کو شریعت نے الگ الگ خانوں میں رکھا ہے؛ لہٰذا ان کو اسی طرح اپنے اپنے مقام وخانے میں رکھنا چاہیے؛ ورنہ اس سے غلو پیدا ہوگا اور وہ دین کا حلیہ بگاڑ دے گا، جیسے غالی و جاہل صوفیا نے تصوف کے نام سے بہت سی ایسی باتوں کو مقاصد سمجھ کر خود بھی راہِ استقامت سے دور ہو گئے اور دوسروں کو بھی غیر ضروری امور میں پھنسا کر صراطِ مستقیم سے بھٹکا دیا۔

اس کی ایک مثال حضراتِ صوفیا کے جاری کردہ اشغال وخاص قسم کے مراقبے ہیں، جن کا مقصد صرف یہ تھا کہ ایک انسان جو اللہ کے راستے میں چلنا چاہتا ہے، وہ یکسوئی کے ساتھ اس میں چلے اور اس کا انتشارِ ذہنی ختم ہو جائے اور اس راہ کا وہ کامیاب مسافر ہو، ظاہر ہے کہ یہ اشغال بنفسہ عبادات نہیں ہیں؛ بل کہ عباداتِ خداوندی کا ایک وسیلہ وذریعہ ہیں، ان کو اسی حیثیت سے اختیار کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں؛ مگر بعد میں لوگوں نے ان ہی کو مقصود بنالیا اور ان کی نگاہ سے یہ بات روپوش ہوگئی کہ یہ

---

(۱) دیکھو: اکابر کا سلوک واحسان: ۷-۸

محض ذرائع کی قبیل سے ہیں؛ اس لیے علما نے اس طرح ان کو مقصود سمجھنے پر بدعت ہونے کا حکم لگایا ہے اور اگر ان کو ان ہی کی حیثیت پر رکھ کر اختیار کیا جائے، تو جائز ٹھیرایا ہے۔

علامہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ کی وضاحت

چناں چہ حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ نے "ایضاح الحق الصریح" میں ان صوفیانہ اشغال وافعال اور طرق کے بارے میں فرمایا:

"اوراد و وظائف اور اذکار وریاضات کو معین کرنا، عزلت نشینی اور چلہ کشی اختیار کرنا اور نفل عبادات اپنے اوپر لازم کرنا اور ذکرِ الٰہی کے طریقے اور ترکیبیں معین کرنا۔ مثلاً پکار کر یا آہستہ آواز میں یا ضربوں کے ساتھ یا ان کی گنتی اور تعداد کا تعین کرنا اور برزخی مراقبے اور اسی طرح کی دیگر مشکل و وقت طلب عبادات کو اپنے اوپر لازم کرلینا، یہ اکثر طالبین کے حق میں طاعت حقیقی کی قسم میں داخل ہے؛ کیوں کہ وہ اس کو ہی اصل کمال شرعی سمجھتے ہیں یا شریعت کا تکملہ گردانتے ہیں؛ البتہ خواص کے حق میں یہ بدعتِ حکمیہ ہوگی، جو ان امور کو صرف وسیلے سمجھ کر ان کی تعلیم وترویج کی کوشش کرتے ہیں اور جہاں تک خاص الخاص حضرات کا تعلق ہے جو کہ محض چند غبی اور کند لوگوں کی ہدایت کے لیے ان کو ان امورِ بالا کی تعلیم دیں اور بہ قدرِ ضرورت وسیلوں کے طور پر اور بغیر کسی التزام کے اور بغیر کسی ترویج عام اور اہتمام کے ان امور کو کام میں لائیں اور مقصد حاصل ہونے کے بعد ان کو چھوڑ دیں، تو بے شک اس صورت میں مذکورہ بالا امور کی تعلیم ان کے حق میں بدعت شمار نہ

ہوگی؛ لیکن ہم یہاں جو کلام کر رہے ہیں، وہ اہلِ زمانہ کی اکثریت کے بارے میں ہے، جو ان امور کو ایک شریعتِ مستمرہ اور طریقۂ مسلوکہ کے مثل سمجھتے ہیں۔''(۱)

یہ طرق واشغال اور احوال ومواجید غیر مقصود ہیں

اسی طرح محققینِ اہلِ تصوف نے سالکین کو پیش آنے والے احوال ومواجید اور علوم ومعارف کے غیر مقصود اور وسائل میں سے ہونے کی تصریح کی اور جو لوگ ان کو مقصود سمجھتے ہیں ان کی تغلیط کی ہے۔

امام ربانی مجدد الف ثانی سرہندی رَحِمَہُ اللہ نے اپنے مکتوبات میں اسی سلسلے میں فرمایا:

''احوال ومواجید اور علوم ومعارف، جو صوفیہ کو راستے میں ہاتھ آتے ہیں، وہ مقاصد نہیں ہیں؛ بل کہ اوہام وخیالات ہیں، جن سے اطفالِ طریقت کی تربیت مطلوب ہوتی ہے، ان تمام سے گزر کر مقامِ رضا میں پہنچنا چاہیے، جو جذب وسلوک کے مقامات کی انتہا ہے؛ کیوں کہ طریقت وحقیقت کے منازل طے کرنے سے اخلاص کا حاصل کرنا مقصود ہے، جو رضا کو مستلزم ہے......................کوتاہ اندیش لوگ احوال ومواجید کو مقاصد اور مشاہدات وتجلیات کو مطالب شمار کرتے ہیں؛ اس لیے وہم وخیال کے زنداں خانے میں گرفتار رہتے ہیں اور شریعت کے کمالات سے محروم رہتے ہیں۔''(۲)

---

(۱) ایضاح الحق الصریح مترجم: ۷۹-۸۰

(۲) مکتوباتِ امام ربانی رَحِمَہُ اللہ: مکتوب: ۳۶

نیز محقق صوفیا نے ان اشغال و اعمال کی حیثیت کو واضح کر دیا ہے، چناں چہ حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی رَحِمَہُ اللہُ ایک صاحب کے سوال کا جواب دیتے ہوئے ضرب و شغل کے بارے میں پوچھا، تو آپ نے اس کا جواب دیتے ہوئے لکھا:

> ’’طریق خاص ضرب نہ مقصود ہے نہ موقوف علیہ، جس طرح بے تکلف بن جائے، کافی ہے‘‘۔(۱)

نیز آپ ہی نے اپنی کتاب ’’قصد السبیل‘‘ میں فرمایا:

> ’’ان (تسبیحات) کو تھوڑی آواز اور ہلکی ضرب سے کریں؛ لیکن یہ سمجھ لینا چاہیے کہ زور سے ذکر کرنا اور ضرب لگانا، خود کوئی ثواب کی بات نہیں ہے، ایسا اعتقاد کرنا گناہ ہے‘‘۔(۲)

اور میرے شیخ و استاذ مسیح الامت حضرت اقدس مولانا مسیح اللہ خان صاحب رَحِمَہُ اللہُ نے اپنی کتاب لا جواب ’’شریعت و تصوف‘‘ میں لکھا ہے:

> ’’یہ سب طرق مقصود بالذات نہیں؛ بل کہ وسیلۂ یکسوئی ہیں، جو ایک درجے میں شرعاً مطلوب ہیں -- آگے چل کر فرماتے ہیں -- بس یہ بات خوب یاد رکھنے کی ہے کہ یہ کیفیات اگر مقدمۂ عبادت نہ بنائی جائیں، تو پھر ان کا کچھ اجر نہیں اور مقاصد میں سے تو کسی حال نہیں‘‘۔(۳)

حاصل ان سب اکابر کے بیانات کا یہ ہے کہ جو کام و امر کسی مصلحت و ضرورت سے شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے جاری کر لیے جاتے ہیں۔ جیسے صوفیا نے

---

(۱) انفاس عیسیٰ: ۶۳

(۲) تسہیل قصد السبیل: ۱۷

(۳) شریعت و تصوف: ۲/۲۲-۲۳

بعض خاص انداز کے وظائف یا اشغال اور مراقبات وغیرہ، تو یہ اگر صرف اسی مصلحت کے پیش نظر اور اس مصلحت کے حصول تک جاری رہیں اور ان کو لازم و ضروری اور منصوص کی طرح نہ سمجھا جائے، تو یہ جائز و درست ہیں؛ لیکن اگر ان کو منصوص طریقے کی طرح سمجھا جائے اور لازم کرلیا جائے، تو وہ بدعت میں داخل ہو جاتا ہے، اگرچہ کہ وہ کسی دینی مقصد ہی سے کیوں نہ کیا جاتا ہو۔

دین کے بجائے مدارس کو مقصود بنانے والوں کا غلو

وسائل و مقاصد میں فرق نہ کرنے کی صورت میں پیش آنے والی اس غلو آمیز صورتِ حال کی ایک مثال ہمیں ان مدارسِ اسلامیہ میں نظر آتی ہے، جو یہ جائے خود مدارس کو مقصود بنا کر اس بات کو فراموش کر جاتے ہیں کہ مدارسِ اسلامیہ علم دین کی حفاظت و اشاعت اور دین و شریعت کے احکام کی تحقیق و تبلیغ کے مراکز ہیں، جہاں یہ دینی و علمی کام مقصود ہے، خود مدارس کا وجود کوئی مقصود نہیں۔ یہ لوگ جب اصل مقصد و منشا کو نظر انداز کر کے ایک وسیلے کو مقصد کا درجہ دے دیتے ہیں، تو اب یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ یہ لوگ حلال و حرام تک کی تمیز نہیں کرتے، احکامِ اسلام کو خود ہی پامال کرتے رہتے ہیں، حساب و کتاب کی صفائی کا کوئی خیال نہیں کرتے، زکاۃ و غیر زکاۃ کی مدات میں امتیاز نہیں رکھتے، نہ آمدنی میں احکام کی رعایت کرتے ہیں، نہ خرچ میں اس کا لحاظ رکھتے ہیں؛ بل کہ پوری توجہ و دھیان اس پر ہوتا ہے کہ کسی بھی طرح چندے کی شرح بڑھتی جائے اور اس کو من مانی طریقے سے وہ استعمال کرتے رہیں۔

ان لوگوں کو تعلیم و تربیت مقصود نہیں ہوتی؛ بل کہ خود مدرسہ مقصود ہوتا ہے اور پھر ان میں دو قسم کے لوگ ہیں: ایک وہ جن کو ان مدارس کے نام سے دنیا کمانا مقصود ہوتا ہے اور دوسرے وہ ہیں جن کو دنیا تو مقصود نہیں؛ لیکن دین و علم دین بھی مقصود نہیں ہوتا۔

پہلی قسم کے لوگ مدارس کو دنیا کمانے کا ایک ذریعہ و وسیلہ بنا کر سچ و جھوٹ، جس طرح ہو، چندہ کرتے پھرتے ہیں؛ تاکہ اپنا پیٹ پالیں اور دنیا حاصل کریں۔

جھوٹے مدارس، جھوٹی رسیدیں

(۱) ان میں بعض لوگ وہ ہیں، جو مدارس کے نام سے جھوٹی رسیدیں بنوا کر اور جھوٹی دستاویزات و تصدیقات لے کر لوگوں میں گھومتے رہتے ہیں، ان کے کوئی مدرسے ہی نہیں ہوتے یا ہوتے ہیں، تو برائے نام ہوتے ہیں، وہاں نہ تعلیم ہوتی ہے، نہ تربیت کا کوئی نظام ہوتا ہے؛ بل کہ دو چار طلبہ کو کہیں سے فراہم کر لیتے اور ایک بورڈ مدرسے کا لگا کر مہتمم صاحب صرف چندہ کرنے کے لیے گھومتے رہتے ہیں، کہاں کی تعلیم اور کیسی تربیت! اور اس سے ان کو غرض ہی کیا! ان لوگوں کا اصل کام یہ ہوتا ہے کہ لوگوں سے چندہ لیا جائے اور خوش آمد و چاپلوسی کے ساتھ وصول کیا جائے اور حلال و حرام کسی بھی طرح وصول کیا جائے اور اپنی دنیا بنائی جائے۔ اس سلسلے میں احقر کے سامنے کئی واقعات و حالات آچکے ہیں، ان کو یہاں درج کیا جائے، تو بات کافی طویل ہو جائے گی؛ لہٰذا ان کو اس وقت نظر انداز کرتا ہوں۔

واللہ! یہ علما نہیں؛ بل کہ علما کے لباس میں یا تو بھکاری ہیں یا دھوکے باز اور علما کے نام پر ایک داغ کی حیثیت رکھتے ہیں؛ لہٰذا امت کو بھی چاہیے کہ وہ حقیقی علما اور ان دھوکے بازوں کے مابین فرق و امتیاز کرے اور پہچان پیدا کرے اور خود دھوکہ نہ کھائے اور اس قسم کے لوگوں کی چاپلوسی و تملق کو دیکھ کر حقیقی علما سے بدظنی میں مبتلا نہ ہو۔

چندہ وصولی میں بے احتیاطی و بے اصولی

(۲) نیز اس قسم کے لوگ چندہ کرنے میں علمِ دین اور علمائے دین کے وقار کو ٹھیس پہنچاتے اور علم و علما کو ذلیل بھی کرتے ہیں؛ کیوں کہ عام طور پر یہ لوگ چندہ

وصول کرنے میں نہایت بے غیرتی کا مظاہرہ کرتے ہیں، مال داروں و دنیا داروں سے تملق و چاپلوسی اور ان کی خوش آمد کرتے پھرتے ہیں، حرام کمائی والوں سے بھی وصول کرتے ہیں، ذلت و دناءت والا طریقہ اختیار کرتے ہیں۔

حضرت تھانوی رَحِمَہُ اللہُ نے بیان کیا ہے :

> ”ایک جگہ ایک مدرسہ تھا، اس کے جلسے میں ایک واعظ صاحب فرمارہے تھے کہ ”افسوس کی بات ہے کہ اتنی دیر اگر ایک کسبی ناچتی، تو لوگ اس کو کس قدر دیتے، ہمیں ایک کسبی کے برابر بھی نہیں سمجھتے کہ گھنٹہ بھر سے ہم مانگ رہے ہیں اور کوئی کچھ نہیں دیتا“ افسوس اس واعظ کو بیان کرتے ہوئے غیرت بھی نہ آئی۔“(۱)

اس طرزِ عمل کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس قسم کے مولویوں کو دیکھنے والے، ایک جانب علما سے بدظنی کا شکار ہوتے ہیں اور دوسری طرف مدارس؛ بل کہ خود علم دین سے بھی بے زار ہوجاتے ہیں۔ یہ سمجھتے ہیں کہ سارے علما اور سارے مدارس ایسے ہی ہوتے ہیں، اگر چہ کہ ان لوگوں کی یہ غلطی ہے اور سخت قسم کی غلطی ہے؛ کیوں کہ چند اس قسم کے لوگوں کو دیکھ کر سارے علما اور سارے مدارس سے بدظن ہونا ایسا ہی ہے جیسے بعض دھوکے باز ڈاکٹروں یا وکیلوں کو دیکھ کر سارے ڈاکٹروں اور وکیلوں کو غلط کار و دھوکے باز سمجھا جائے۔ ظاہر ہے کہ یہ بے وقوفی ہے؛ لیکن یہاں روئے سخن ہمارا ان علما و مولویوں یا صحیح لفظوں میں مولوی نما لوگوں سے ہے، جن کی ان بے جا حرکتوں و بے اعتدالیوں کے نتیجے میں علم و علما کی توہین و تذلیل ہورہی ہے۔

اس کا اندازہ اس واقعے سے کیا جا سکتا ہے جس کو حضرت مولانا تھانوی رَحِمَہُ اللہُ نے فرمایا:

---

(۱) خطبات حکیم الامت: ۸/۲۳۹

’’ایک تحصیل دار صاحب تھے، ایک طالبِ علم کا کھانا ان کے ہاں مقرر تھا، وہ طالبِ علم روزانہ کھانا لینے کے واسطے آیا کرتے تھے اور کھانے میں اکثر دیر ہو جایا کرتی تھی، تو ان کا خالی وقت بیکار جاتا تھا۔ انھوں نے تحصیل دار صاحب سے ایک دن دل سوزی سے کہا کہ میں روزانہ اتنی دیر بیکار رہتا ہوں اور آپ کا لڑکا بھی کھیلتا پھرتا ہے، اگر آپ کہیں تو میں اتنی دیر آپ کے لڑکے کو کچھ عربی پڑھا دیا کروں۔ تحصیل دار صاحب نے فرمایا کہ مولانا کیا ہوگا؟ آپ نے پڑھ کر کیا کیا؟ دروازے پر بھیک مانگنے آتے ہیں اور یہ پڑھ کر آپ کے دروازے پر بھیک مانگنے جائے گا۔‘‘(۱)

بعض مدارس میں علم ہے، عمل غائب

اور دوسری قسم کے لوگ وہ ہیں، جن کو اگرچہ دنیا کمانا یا لوگوں کو دھوکہ دینا مقصود نہیں، مگر اس کے باوجود دین کے احکامات کو وہ پامال کرتے ہیں، ان کو بس یہ مقصود ہے کہ مدرسہ چلائیں۔

ان لوگوں میں ایک خرابی یہ ہوتی ہے کہ تعلیمی سلسلے کے باوجود وہ احکامِ شرعیہ پر عمل میں کوتاہ ہوتے ہیں اور عوام الناس کی طرح یہ کہتے ہیں کہ اگر یہ پابندیاں اختیار کی جائیں، تو مدرسے نہیں چل سکتے۔ مثلاً زکاۃ و غیر زکاۃ کے مدات الگ نہیں رکھتے اور ان کے استعمال میں بھی مصرفِ زکاۃ کا کوئی امتیاز نہیں کرتے، معلمین و مدرسین کے مشاہروں میں، مدرسے کی تعمیر میں یا دیگر ضروریاتِ مدرسہ میں بلا کھٹک استعمال کرتے ہیں۔

---

(۱) خطباتِ حکیم الامت: ۸/۳۳۸-۳۳۹

اسی طرح مدرسے کی تشہیر کے لیے مدرسے کی تصویر کے ساتھ اساتذہ وطلبائے مدرسہ کی تصاویر بھی شائع کرتے ہیں، جس کا حرام ہونا جمہور کے نزدیک مسلم ہے، اسی طرح اپنے مدرسے کے جلسوں میں بھی تصویر کشی وویڈیو گرافی کا نظم کرتے ہیں۔

دوسری خرابی ان میں یہ ہے کہ مدرسہ چلانے کے لیے وہ بھی لوگوں سے تملق وچاپلوسی کرتے اور ذلت کا انداز اختیار کرتے ہیں، جو مدارس کی عظمت وجلالت کے بالکل خلاف ومنافی ہے، اسی طرح اس بات کی بھی کوئی رعایت نہیں کی جاتی کہ چندہ صحیح طریقے وحلال ذرائع سے حاصل ہو۔

یہاں حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ کے اس سلسلے میں ایک دو ملفوظات نقل کر دینا مناسب ہے، آپ نے اپنے وعظ ''شفاء العی'' میں فرمایا:

''اسی طرح احکام کی تحقیق نہ ہونے سے چندہ جمع کرنے میں اس کی رعایت بالکل نہیں ہوتی کہ خوشی سے دے رہا ہے یا بغیر خوشی..........

..................دین کے لیے چندے کی غرض رضائے خداوندی ہے اور وہ جب نصیب ہوتی ہے کہ قواعدِ شرعیہ کے موافق کام کیا جائے؛ ورنہ بجائے رضائے باری تعالیٰ کے غضبِ الٰہی کا اندیشہ ہے۔'' (۱)

آپ نے ایک وعظ ''تاسیس البنیان'' میں فرمایا:

''پس یاد رکھو کہ بڑی چیز دین کی محبت اور عزت ہے، علما کو دین کی عزت کا لحاظ رکھنا چاہیے، جس میں ان کی بھی عزت ہوگی اور دین کی عزت استغنا میں ہے، علما دنیا داروں سے جب تک استغنا نہ کریں، اس وقت تک ان کی عزت نہ ہوگی اور جب علما استغنا کریں گے؛ اسی وقت عزت وعظمت رونما ہوگی؛ مگر آج کل تو علما نے اپنی قدر کھو دی ہے

---

(۱) خطبات حکیم الامت:۲۱/۱۶۷

کہ دنیاداروں کے دروازوں پر جاتے اور کھانا لاتے ہیں۔''(۱)

لہٰذا اہلِ مدارس کو چندے کے سلسلے میں بہت احتیاط برتنے کی ضرورت ہے اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے، جب کہ ہم مدرسے کو مقصود بنانے کے بہ جائے علم و تعلیم اور دین و شریعت کو مقصود بنائیں اور یہاں جن امور کی جانب اشارے کیے گئے ہیں، ان کی اساس و بنیاد ہی یہ ہے کہ مدرسے ہی کو مقصود سمجھ لیا اور ٹھیرا لیا، حال آں کہ یہ مقصود نہیں؛ بل کہ دین و علم دین کے لیے ایک وسیلہ و ذریعہ تھا۔ اگر دین مقصود ہوگا؛ تو ہم مدرسے کی خاطر دین کے اصول کو نہیں توڑیں گے۔

ایک قابل توجہ بات

یہاں ایک بات کی جانب اہلِ مدارس کو توجہ دلانا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عموماً یہ دیکھنے میں آیا کہ جب مدارسِ اسلامیہ کے چندے کا اعلان ہوتا ہے، تو اس طرح اعلان کیا جاتا ہے:

''مدرسے میں اتنے غریب و یتیم بچے پڑھتے ہیں اور ان کے لیے کھانے پینے وغیرہ ضروریات کو پورا کرنا ہے، جو آپ لوگوں کے چندوں سے پورا کیا جاتا ہے؛ لہٰذا اس مدرسے کی امداد کریں۔''

یعنی مدرسے کا اعلان غربت کے حوالے سے کیا جاتا ہے؛ حال آں کہ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ مدرسے کا اعلان دین و علم دین کے تحفظ و بقا کے حوالے سے کیا جاتا اور لوگوں کو یہ بتایا جاتا کہ یہ دینی مدارس دنیا میں علوم اسلامیہ کے سرچشمے، دین و علم دین کے بقا کا سامان، مسلمانوں کی دینی و شرعی ضرورتوں کے مراکز اور سب سے بڑھ کر ملتِ اسلامیہ کی شان و بان و آن ہیں؛ لہٰذا ان کا تحفظ و بقا اور ان کی ترقی و تطویر میں

(۱) خطبات حکیم الامت:۸/۳۲۸

حصہ لینا، اہلِ اسلام کی ایک اجتماعی ذمے داری ہے۔ اعلان تو اس طرح ہونا چاہیے؛ مگر جو اعلان، غربت کے حوالے سے کیا جاتا ہے، غور کیجیے کہ اس طرزِ اعلان کا کیا اثر رونما ہوتا ہے؟ واقعہ یہ ہے کہ اعلان کا یہ انداز لوگوں کی نظر میں مدرسے کو ایک غریب خانے کی حیثیت سے پیش کرتا ہے اور عوام الناس یہ سمجھنے پر مجبور ہوتے ہیں کہ مدارس دراصل غریب خانے ہیں، جس کی حیثیت یتیم خانے کی ہے، جس کو کھانا میسر نہ ہو، جس کو کپڑے میسر نہ ہوں، جس کو دنیا کمانا نہ آتا ہو؛ اس کے لیے اس کے پاس اسباب نہ ہوں، وہ مدرسے میں آئے گا اور ہمارے دیے ہوئے صدقات و خیرات سے اپنی غربت کا علاج کرے گا، پھر اسی تصور و خیال سے ایک اور ذہنیت پیدا ہوتی ہے، وہ یہ کہ مدارس صرف غریبوں اور محتاجوں، یتیموں کے لیے ہوتے ہیں، یہاں مال داروں اور رئیسوں کے بچوں کے لیے کچھ نہیں ؛ اسی لیے آج مدارس صرف غربت زدہ لوگوں کے لیے مخصوص ہو گئے ہیں اور مال دار و رئیسوں کا طبقہ کبھی اپنے بچوں کے لیے مدارس میں بھیجنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ کیوں؟ اس کی بہت سی وجوہات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ علمائے مدارس نے خود لوگوں کے سامنے وہ انداز اختیار کیا ہے، جس کی وجہ سے وہ یہ سمجھنے لگے کہ مدارس غریبوں کے ٹھکانے اور یتیم خانوں کے ہم دوش ہیں۔

غور کیا جائے کہ اس انداز و طریقے نے صرف یہ نہیں کہ مدارس کی حیثیت عرفی و شرعی کو ٹھیس پہنچایا؛ بل کہ درحقیقت خود دین کی حیثیت کو بھی مجروح کر دیا، حال آں کہ یہ انداز ایک بھیک مانگنے کا تو ہو سکتا ہے، مگر مدارسِ اسلامیہ جو دینِ اسلام کے عظیم قلعے کہلاتے ہیں، ان کے لیے کیا یہ انداز مناسب ہے؟ کیا اس سے لوگوں کے ذہنوں میں مدارس کی عظمت پیدا ہوگی یا ان کی حقارت؟ الغرض مدارس کی عظمت و جلالت، ان کے عظیم ترین کام و خدمت کے پیشِ نظر حضراتِ علما کو مدارسِ اسلامیہ

کے چندے کے سلسلے میں انتہائی استغنا کی شان کے ساتھ لوگوں کو متوجہ کرنا چاہیے۔

وسائل کو مقاصد سمجھ لینے کے نقصانات

اب یہ بھی سمجھیے کہ وسائل کو مقاصد کے برابر سمجھنے سے متعدد مضرت رساں ونقصان دہ چیزیں ظاہر ہوتی ہیں:

ایک بڑی گمراہ کن بات یہ پیدا ہوتی ہے کہ لوگوں کی نگاہ صرف وسائل پر رہتی ہے اور اسی کو حاصل کرنے وکرانے کی فکر میں لگ کر مقاصد سے غفلت میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ مثلاً نماز باجماعت میں شامل ہونے کے مختلف وسائل ہیں، جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا؛ لیکن اگر ہم ان وسائل ہی کو مقصد کا درجہ دے دیں، تو نتیجہ یہ ہوگا کہ ہم اسی کے پیچھے پڑے رہیں گے کہ فلاں شخص کار میں آیا یا پیدل آیا یا سائیکل پر آیا، اسی بحث وتکرار میں نماز باجماعت کی فکر چھوڑ کر غفلت میں مبتلا ہو جائیں گے، حال آں کہ اہم موضوع تو نماز باجماعت تھا۔

اسی طرح دینی کاموں کو انجام دینے کے وسائل کو خود دینی کام کے برابر سمجھ جانے یا قرار دینے کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لوگ یہ نہیں دیکھتے کہ دین پر کون ہے اور کون نہیں؟ اور دینی کام میں کون ہے اور کون نہیں؟ بل کہ اس کے بہ جائے اس فکر میں پڑے رہتے ہیں کہ فلاں طریقے سے کون کام کر رہا ہے اور کون نہیں؟ حال آں کہ مقصود تو دین و دینی کام ہے، طریقہ خواہ کچھ بھی ہو، اسی لیے ایسے لوگوں کے پاس ایک ایسا شخص جو دین پر ہے؛ مگر ان کے طریقے سے دین و دین داری نہ سیکھا ہو، تو وہ اس کو دین دار نہیں مانتے؛ بل کہ اس کی برائی کی جاتی ہے اور اس کو مطعون کیا جاتا ہے اور اس کے برعکس ایک ایسا شخص جو دین دار نہ ہو؛ لیکن ان کے طریقے سے جڑا ہوا ہو، تو اس کو دین دار سمجھتے ہیں، اس کی تعریفیں کرتے ہیں، حال آں کہ اس میں دین داری نہیں ہوتی؛ بل کہ بہت سے اعمال دین کے خلاف کرتا رہتا ہے۔

اسی سے ایک بیماری یہ نکلتی ہے کہ ایسے لوگ چوں کہ وسائل ہی کو مقصود کا درجہ دیے ہوتے ہیں؛ اس لیے ان مخصوص وسائل اور خاص طریقوں کے مطابق دینی کام کیا جائے، تو اس کو دینی کام قرار دے کر اس کی تائید وتصدیق اور اس میں مدد و نصرت کرتے ہیں اور اسی مقصود کو دوسرے وسائل وطریقوں سے کیا جائے، تو نہ صرف یہ کہ اس کی تائید ونصرت نہیں کرتے؛ بل کہ اس کی مخالفت کرتے ہیں۔

ایک جگہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ نے فرمایا:

”غضب تو یہ ہو رہا ہے کہ بعضے مبلغین دوسری جماعتِ مبلغین کی مذمت کر کے ان ناواقف نومسلموں کو ان کی اتباع کرنے سے روک رہے ہیں.......................تعلیمِ اسلام میں بھی دو حیثیت ہیں: میرا سکھلایا ہوا اسلام اور دوسرے کا سکھلایا ہوا باطل، جیسے دو طالب علم تھے اور دونوں سگے بھائی تھے، آپس میں لڑے اور ایک نے دوسرے کو ماں کی گالی دی، کسی نے کہا کہ: ارے کم بخت! وہ تیری بھی تو ماں ہے۔ تو کہنے لگا کہ اس میں دو حیثیت ہیں: ایک یہ کہ میری ماں ہے، اس حیثیت سے معظّمہ محترمہ ہے اور ایک یہ کہ وہ اس کی ماں ہے، اس حیثیت سے وہ ایسی اور ویسی ہے۔ اسلام میں بھی دو حیثیتیں بنالیں ایک یہ کہ میں سکھاؤں، اس حیثیت سے اسلام برحق ہے۔ ایک یہ کہ تو سکھائے، اس حیثیت سے برحق نہیں۔“(۱)

اسی مثال کا مصداق نظر آتے ہیں، وہ لوگ جو وسائل کو مقصود قرار دے کر دوسرے طریقوں سے وہی کام وخدمت کرنے والوں کی مخالفت کرتے ہیں۔

آج کل تبلیغی جماعت سے وابستہ افراد میں بڑے پیمانے پر یہ غلو پیدا ہو گیا ہے

---

(۱) خطبات حکیم الامت:۱۳/۵۳-۵۴

کہ وہ اپنے خاص طریقے وطرزِ عمل کے علاوہ سارے طریقوں کو ایسا لگتا ہے کہ نہ صرف غیر مفید؛ بل کہ گویا ناروا سمجھتے ہیں؛ اس لیے حضراتِ علمائے کرام عموماً جو طریقے ''دعوت وتبلیغِ دین'' کے اختیار کرتے ہیں، جیسے تفسیری حلقے و درس حدیث کی محافل، خطباتِ جمعہ و دیگر عوام خطابات و بیانات وغیرہ کے سلسلے، ان کو یہ لوگ تبلیغ و دعوت کی مد ہی میں شمار نہیں کرتے اور یہ اعتراض کیے جاتے ہیں کہ علما تبلیغی و دعوتی کام نہیں کرتے؛ حال آں کہ وہ حضرات اپنے اپنے طریقوں سے یہ کام کیے جا رہے ہیں۔

اسی کو دیکھ کر حضرت مرشدی مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ خلیفہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''اشرف الہدایات لاصلاح المنکرات'' کے دیباچے میں تحریر فرمایا تھا:

''بعض وہ صاحبان جن کو کچھ توفیق دینی جد و جہد کی عطا ہوئی، وہ حضراتِ علمائے کاملین پر یہ اعتراض کرنے لگے کہ دین مٹ رہا ہے اور یہ حضرات تبلیغ نہیں کرتے ہیں۔ حال آں کہ وہ حضرات بڑی دینی خدمات میں ہمہ تن مشغول رہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے اعتراض سے ظاہر ہوا کہ تبلیغ کی ضروری حدود؛ بل کہ اس کی حقیقت سے ناواقفیت کے ساتھ ساتھ یہ لوگ اس نظامِ خاص کو جس کے موافق دینی مساعی کرتے ہیں مقصود سمجھتے ہیں، جو افراط کا مصداق ہے؛ حال آں کہ نظامِ سنت کے علاوہ کوئی اور نظام مقصود نہیں اور کسی دوسرے نظام کو یہ درجہ دینا صریح تعدی اور بدعت ہے، جس کی قباحت ظاہر ہے۔''(۱)

نیز اسی کتاب میں ایک اور موقعے پر آپ لکھتے ہیں:

''یہ خوب ذہن نشین کر لیا جائے کہ نظامِ سنت کے علاوہ کوئی نظامِ تبلیغ

---

(۱) اشرف الہدایات:۳۰

وغیرہ مقصود نہیں؛ لہٰذا اس کو مقصود سمجھنا (جو اس میں مشغول نہ ہو، اس کو تبلیغ کرنے والا نہ سمجھنا) یہ صریح حدود سے تجاوز اور بدعت ہے۔ البتہ اگر کسی نظام میں اصول وحدودِ دین کے خلاف کوئی بات ہو، تو وہ قابل اصلاح ہے۔ اس نظام کے منتظمین کو اصلاح طلب امور سے مطلع کرنا عملِ خیر ہے۔ اگر کسی دوسرے نظام میں کوئی دینی خرابی نہ ہو، پھر بھی اس سے انقباض ہو، گرانی ہو کہ یہ کام کیوں جاری ہوا، یہ بھی حدود سے تجاوز ہے اور نشانی ہے عدمِ اخلاص کی۔ ایسوں کو اپنی اصلاح کا اہتمام ضروری ہے اور آج کل یہ مرض بہت عام ہے۔" (۱)

ایک اور بات اس کے نتیجے میں یہ دیکھنے اور سننے کو ملتی ہے کہ اس غلو میں مبتلا لوگ علما وائمہ کے خلاف کارروائیاں کرنے اور ان کو منصبِ امامت وخطابت سے بے دخل کرنے کی سازشیں وکوششیں بھی کرتے رہتے ہیں اور بعض اوقات ان پر جھوٹے الزامات تھوپ کر اور گھناونی سازشیں کر کے ان کو ذلیل ورسوا کرتے ہیں اور حیرت انگیز بات یہ ہے کہ یہ سب کچھ وہ لوگ انتہائی مخلصانہ طور پر کرتے ہیں؛ کیوں کہ ان کے نزدیک ایسے اماموں اور علما، جو ان کے خاص طرز وانداز پر دینی جدو جہد نہیں کرتے، وہ گمراہ یا کم از کم ناکارہ ونالائق سمجھے جاتے ہیں اور فکرِ امت ودردِ ملت سے عاری وخالی ہوتے ہیں؛ لہٰذا ان کو ان مناصب وعہدوں سے ہٹانا، ان لوگوں کے نزدیک برحق اور ان کا فرض ہوتا ہے۔ **فیا للعجب!**

اس نظریے کے حاملین کی اس قسم کی مجرمانہ کارروائیوں کی وجہ سے بہت سے علما وائمہ ان کے شاکی ہیں اور یہ کوئی اکا دکا واقعہ نہیں؛ بل کہ بہت سے مقامات پر ایسے واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں؛ حال آں کہ یہ کارروائی سراسر حرام وناجائز ہے، جس

---

(۱) اشرف الہدایات: ۵۵

میں علما کی توہین وتحقیر کے علاوہ اذیت رسانی بھی شامل ہے۔ بس اللہ ہی ان کو ہدایت دے۔

لہٰذا وسائل وذرائع کو مقاصد کی طرح نہیں سمجھنا چاہیے؛ بل کہ دیکھنا یہ چاہیے کہ دین کا کام ہو رہا ہے اور لوگ دین سے وابستہ ہو رہے ہیں، یا نہیں؟ اگر ہو رہے ہیں؛ تو مقصد کا حصول اس طریقے سے ہو یا کسی اور طریقے سے، ہر صورت میں مقصود و مطلوب حاصل ہے، رسمیت کے بہ جائے حقیقت اور ظاہر داری کے بہ جائے حق شناسی سے کام لینا چاہیے؛ تاکہ غلو کی بات ہم سے سرزد نہ ہو اور ہم اس کا ارتکاب کر کے گناہ گار نہ بنیں۔

دینی امور و شعبوں کی تحدید یا ان میں تقابل

غلو کی ایک صورت یہ ہے کہ دینی امور اور شعبوں کو اپنی جانب سے کسی خاص امر و شعبے میں منحصر سمجھا جائے اور باقی اور دینی امور و شعبوں کو دین سے خارج یا غیر اہم سمجھا جائے۔ جیسے بہت سے اہلِ اسلام میں یہ بات پیدا ہوگئی ہے کہ وہ دین و دین داری اس کو سمجھتے ہیں کہ نماز و روزہ یا زیادہ سے زیادہ زکوۃ و حج کر لیا جائے، یہ دین کے لیے کافی ہے اور دین کے جو دیگر شعبے ہیں، جیسے معاشرت و معاملات و اخلاق، ان کو یا تو دین ہی نہیں سمجھتے یا اہم و ضروری نہیں سمجھتے؛ لہٰذا نماز بھی جاری رہتی ہے اور اسی کے ساتھ معاملات و معاشرت میں بے حد بے اعتدالیاں بھی جاری رہتی ہیں، جھوٹ و فریب و دھوکہ دہی، حلال و حرام کی تمیز نہ ہونا وغیرہ؛ یہاں تک کہ ان بے اعتدالیوں کو وہ کوئی گناہ بھی نہیں سمجھتے۔

اسی طرح کا غلو یہ بھی ہے کہ دین کے مختلف شعبوں: تعلیم و تعلم، تبلیغ و دعوت، تزکیہ و سلوک اور پھر دعوت و تبلیغ کے دو رکن: "امر بالمعروف و نہی عن المنکر" وغیرہ

میں سے بعض کو دین سمجھا جائے اور بعض کو دین ہی نہ سمجھا جائے یا دین تو سمجھا جائے؛ لیکن ان کو غیر اہم قرار دیا جائے یا ان میں تقابل وتفاضل کی صورت پیدا کرنے کی کوشش کی جائے۔

آج کل دیکھنے میں آتا ہے کہ بہت سے عوام الناس دین کے مختلف شعبوں میں سے ایک یا چند شعبوں کو تو دین سمجھتے ہیں اور دیگر شعبوں کو یا تو دین ہی نہیں سمجھتے یا ضروری نہیں سمجھتے؛ حال آں کہ دین کے مختلف شعبوں میں سے ہر شعبہ اپنی جگہ اہم و ضروری ہے اور ایک دوسرے سے ان کا ربط وتعلق بھی ہے۔ مثلاً دین کے اہم و بنیادی شعبوں میں سے ایک شعبہ ''تعلیم وتعلم'' کا ہے، ایک شعبہ ''اصلاح وتزکیہ'' کا ہے اور ایک شعبہ ''دعوت وتبلیغ'' کا ہے اور یہ تینوں شعبے اہم وضروری ہونے کے ساتھ ایک دوسرے سے مربوط ومتعلق بھی ہیں۔

دین کے بہت سے شعبے ہیں اور سب ضروری ہیں

چناں چہ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقاصدِ بعثت کا تذکرہ فرماتے ہوئے آپ کی ذمے داریوں میں ان تینوں شعبوں کا ذکر کیا ہے:

ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر اپنے بے پایاں احسانات کا ذکر اس طرح کیا ہے:

﴿ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴾ (آل عمران: ۱۶۴)

(تحقیق کہ اللہ تعالیٰ نے مؤمنین پر بڑا احسان فرمایا کہ ان ہی میں سے ایک رسول برپا کیا، جو ان پر اس کی آیات کو پڑھتا، ان کی اصلاح

کرتا اوران کو کتاب اللہ وحکمت کی تعلیم دیتا ہے، اگرچہ کہ یہ لوگ اس سے پہلے کھلی ہوئی بے راہ روی میں تھے۔)

ایک اور موقعے پر اللہ تعالیٰ نے اپنا تعارف کراتے ہوئے بھی اسی بات کا تذکرہ فرمایا ہے:

﴿هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ (الجمعۃ: ۲)

(اللہ کی ذات وہ ہے، جس نے ان پڑھ لوگوں میں ایک رسول برپا کیا، جو ان پر اس کی آیات کو پڑھتا، ان کی اصلاح کرتا اوران کو کتاب اللہ وحکمت کی تعلیم دیتا ہے، اگرچہ کہ یہ لوگ اس سے پہلے کھلی ہوئی بے راہ روی میں تھے۔)

اور ایک جگہ حضرت سیدنا ابراہیم وحضرت سیدنا اسماعیل علیہما السلام کی دعاؤں کا ذکر کرتے ہوئے جو ان حضرات نے تکمیلِ کعبہ کے وقت کی تھی، ایک دعا ان الفاظ میں نقل فرماتے ہیں:

﴿رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ (البقرۃ: ۱۲۹)

(اے ہمارے پروردگار! اور آپ ان ہی لوگوں میں سے ایک رسول بھیجیے، جو ان پر آپ کی آیات پڑھے، کتاب اللہ وحکمت کی ان کو تعلیم دے اور ان کی اصلاح کرے، بلا شبہ آپ زبردست حکمت والے ہیں۔)

یہ تین آیات حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقاصدِ بعثت کو واضح کر رہی ہیں اور یہ سب دراصل دین کے شعبے ہیں، جن کو جاری و نافذ کرنے کے لیے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں بھیجا گیا۔

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ اپنے ''فوائدِ تفسیر'' میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''خلاصہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چار شانیں ہیں:

(۱) ''تلاوتِ آیات'' (اللہ کی آیات پڑھ کر سنانا) جن کے ظاہری معنے وہ لوگ اہلِ زبان ہونے کی وجہ سے سمجھ لیتے تھے اور اس پر عمل کرتے تھے۔

(۲) ''تزکیۂ نفوس'' (نفسانی آلائشوں اور تمام مراتب شرک و معصیت سے ان کو پاک کرنا اور دلوں کو مانجھ کر صیقل کرنا) یہ چیز آیات اللہ کے عام مضامین پر عمل کرنے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور قلبی توجہ و تصرف سے باذن اللہ حاصل ہوتی تھی۔

(۳) ''تعلیمِ کتاب'' (کتاب اللہ کی مراد بتانا) اس کی ضرورت خاص خاص مواقع پر پیش آتی تھی۔

(۴) ''تعلیمِ حکمت'' (حکمت کی گہری باتیں سکھلانا) اور قرآنِ کریم کے غامض اسرار و لطائف اور شریعت کی دقیق و عمیق علل پر مطلع کرنا۔'' (۱)

اور اس سے زیادہ واضح بیان اس سلسلے میں حضرت مفتی اعظم مولانا محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا ہے، آپ ان تینوں آیات کا حوالہ دے کر ان پر اس طرح روشنی ڈالتے ہیں:

---

(۱) تفسیر عثمانی: ۹۲-۹۳

”﴿سُورَةُ الْبَقَرَة﴾ کی اس آیت میں اور ﴿سُورَةُ آلِ عِمْرَان﴾ و ﴿سُورَةُ الْجُمُعَة﴾ کی آیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ایک ہی مضمون ایک ہی طرح کے الفاظ میں آیا ہے، جن میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا میں تشریف لانے کے مقاصد یا آپ کے عہدۂ نبوت و رسالت کے فرائضِ منصبی تین بیان کیے گئے ہیں : ایک تلاوتِ آیات، دوسرے تعلیمِ کتاب و حکمت، تیسرے تزکیہ اخلاق وغیرہ۔“ (پھر آپ نے ان مقاصد کی تشریح و توضیح کی ہے)(۱)

اس آیت سے اور ان حضراتِ اکابر کے اس تفسیری بیان سے یہ بات واضح ہو گئی کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جن مقاصد کے لیے بھیجا تھا، وہ تین تھے: ایک تلاوت آیات یعنی اللہ کا پیغام من وعن لوگوں کے سامنے پیش کر دینا، دوسرے کتاب اللہ کی تعلیم یعنی ان کے معانی ومضامین کی تفسیر وتشریح کرنا اور اسی کے ساتھ حکمت کی تعلیم اور حکمت سے مراد ”حدیث“ ہے؛ لہٰذا حدیث وسنت کی تعلیم بھی اسی میں داخل ہے اور تیسرے تزکیہ واصلاح یعنی لوگوں کے ظاہر و باطن کو کفر و شرک ومعصیت کی نجاستوں وآلودگیوں سے صاف کر کے ان میں نیکی و بھلائی، ایمان ویقین، توکل واعتماد علی اللہ، محبت وتعلق مع اللہ، خوف وخشیت، تقوی وانابت، خشوع وزاری کی صفات وکیفیات پیدا کرنا۔

لہٰذا ان شعبہ ہائے دین میں سے بعض کو ماننا یا ضروری خیال کرنا اور دوسرے بعض کو غیر ضروری قرار دینا یا ان سے بے اعتنائی برتنا، یہ بھی غلو فی الدین کی صورت ہے، جس کا نتیجہ ظاہر ہے کہ دین کے اور شعبوں کی جانب سے لاپروائی و بے اعتنائی

---

(۱) دیکھو! معارف القرآن: ۱/۳۳۴-۳۳۶

پیدا ہوگی اور کبھی یہ بھی ہوگا کہ یہ شعبے دین سے نکال دیے جائیں گے یا ان میں تقابل کیا جائے گا۔

اکابرین کی اس سلسلے میں تنبیہات

اسی لیے حضراتِ اکابرین نے ہمیشہ اس قسم کی ذہنیت کو ختم کرنے اور امت کو راہِ استقامت دکھانے کی کوشش کی ہے، یہاں مناسب ہے کہ بعض اکابرین کے بیانات سے اہم اقتباسات پیش کر دیے جائیں، تاکہ لوگ غلو سے دور رہیں اور راہِ راست سے دور نہ ہوں۔

حضرت اقدس مولانا سعید احمد خان صاحب مکی رحمۃ اللہ، جو تحریکِ دعوت وتبلیغ کے اساطین میں مانے جاتے ہیں، انھوں نے اپنے ایک مکتوب میں جو "تبلیغی کام کے اہم اصول" کے نام سے شائع شدہ ہے، لکھا ہے:

> "دین کے تمام شعبے ایسے ہی ہیں جیسے انسان کے اعضا و جوارح، آنکھ سے دیکھنے کا کام، زبان سے بولنے کا کام، ہاتھ سے پکڑنے، کانوں سے سننے، پیروں سے چلنے، دماغ سے سوچنے کا کام، یہ سارے کام انسان کے لیے ضروری ہیں۔ اگر ایک عضو میں بھی کمزوری ہوگی یا نقص ہوگا، تو اس سے تمام جسم کو تکلیف ہوگی اور چیزوں سے استفادہ میں نقصان ہوگا۔ ان سب اعضا کی سخت ضرورت ہے۔ یہ سب اعضا ایک دوسرے کے معاون ہیں، مقابل نہیں ہیں۔ اسی طرح سے اللہ کا ذکر اور علم، عبادت، خدمت اور معاملات، قضا، سب ایک دوسرے کے معاون ہیں، مقابل نہیں ہیں، معاون ہونے ہی کی وجہ سے دین مکمل ہوتا ہے، دعوت تو ان تمام شعبوں کو دنیا میں پھیلانے اور عام کرنے ہی

کے لیے ہے۔"(۱)

نیز حضرت والا رحمۃ اللہ نے اس سے ذرا پہلے ان لوگوں کے طرزِ عمل پر نکیر کی ہے، جو دیگر شعبوں کا ذکر اس طرح کرتے ہیں جس سے ان شعبوں کی تنقیص و تحقیر لازم آتی ہے۔ آپ اسی مکتوب میں لکھتے ہیں:

"بہت سارے حضرات کو خصوصاً کسی دینی شعبے کو چلانے والے کے لیے ہماری دعوت اور ہمارے بیانوں سے اعتراض پیدا ہو جاتے ہیں کہ گویا ہم ان شعبوں کو ناقص سمجھ رہے ہیں یا ان کو حقیر سمجھ رہے ہیں، اگر ہمیں دعوت کا صحیح صحیح طرز آ جائے، تو ہر ایک ہمیں اپنا ہمدرد اور خیر خواہ سمجھ کر خود بھی قریب ہوگا اور ہمیں بھی اپنے سے قریب کرے گا، مثلاً جب ہم دعوت کے نمبر کو اور اس کی اہمیت کو بیان کرتے ہیں، تو کبھی علم والوں کے شعبے پر یعنی مدارس پر اس طرح فوقیت دیتے ہیں، گویا وہ اس کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں اور کبھی ذکر والوں کے مقابلے میں، جیسا کہ بہت سے واعظین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت دوسرے انبیا کے مقابلے میں اس طرح بیان کرنے لگتے ہیں کہ دوسرے انبیا کی تنقیص لازم آنے لگتی ہے اور ان کا یہ طرزِ بیان دین کے لیے بہت خطرناک ہے، ایسے ہی ہمارا طرزِ بیان بھی خطرناک ہو جاتا ہے۔"(۲)

حضرت مولانا عبید اللہ صاحب بلیاوی رحمۃ اللہ، جو حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ کے بلا واسطہ فیض یافتہ ہیں، انھوں نے اپنے مواعظ میں متعدد مواقع پر اس بات کی وضاحت اور اس پر تنبیہ کی ہے کہ دین کے

---

(۱) تبلیغی کام کے اہم اصول: ۷-۸

(۲) تبلیغی کام کے اہم اصول: ۵

شعبے: علم وذکر اور دعوت سب ایک دوسرے سے مربوط ہیں اور سب کی ضرورت ہے، ایک جگہ فرماتے ہیں:

"اللہ جل جلالہ وعم نوالہ نے ہماری کامیابی کے لیے اور ہم سب کو ایمان دار بنانے کے لیے تین چیزیں اتاری ہیں۔ تعلیم، تبلیغ اور تزکیہ اور ان تین چیزوں میں تضاد نہیں ہے؛ بل کہ "توأم" (جڑواں) ہیں، بغیر ذکر کے علم پر عمل مشکل، بغیر علم کے ایمانی زندگی کا حاصل ہونا مشکل، بغیر تبلیغ کے ایمانی زندگی کا چلنا اور پھیلنا مشکل۔ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو یہ تینوں چیزیں ساتھ دی ہیں۔" (۱)

ان تینوں شعبوں کی ضرورت وافادیت اور ان کے باہمی ربط وتعلق کے سلسلے میں بانیٔ جماعتِ تبلیغ حضرت اقدس مولانا شاہ محمد الیاس صاحب کاندھلوی رَحِمَہُ اللہُ کا نقطۂ نظر سن لیں، حضرت مولانا عبید اللہ بلیاوی صاحب رَحِمَہُ اللہُ فرماتے ہیں:

"حضرت مولانا الیاس صاحب رَحِمَہُ اللہُ نے ان تینوں کو جوڑا، ان تینوں کو اکھٹا کیا ہے، جو صرف علم حاصل کر رہا ہے، بے شک اس کے پاس علم کا نور ہو اور علم کے اعتبار سے اس کو پتہ چل جائے؛ لیکن اگر اس کے پاس ذکر نہیں ہے، تو ہو سکتا ہے کہ وہ علم والا ظلمت میں رہے اور بہک جائے اور پھسل جائے اور جو صرف ذکر کر رہا ہے اور علم حاصل نہیں کر رہا ہے، ہو سکتا ہے کہ اس ذکر کرنے والے کو نور ذکر کا مل جائے؛ لیکن اس سے کوئی لغزش ہو جائے، کوتاہی ہو جائے، علم نہ ہونے کی وجہ سے وہ زیادہ خطرے کے موقعے پر ہے اور صرف علم وذکر والا، جو دعوت وتبلیغ (یعنی کسی بھی نہج وطریقے سے اللہ کے دین کو لوگوں تک

---

(۱) مواعظِ عبیدیہ: ۵۵۶

پہنچانے اور پھیلانے کا کام) کے میدان میں نہیں ہے، تو اس کے علم و ذکر سے ہو سکتا ہے کہ ایک دائرے میں اسلام محفوظ رہے اور کچھ خاص اشخاص کے پاس علم آجائے اور ذکر آجائے؛ لیکن پوری دنیا میں خدا کا نظم آجائے اور پوری دنیا میں اللہ کا حکم نافذ ہوجائے، تو یہ غلبہ بغیر دعوت و تبلیغ کے کام کے نہیں ہوگا۔ اس واسطے یہ تینوں چیزیں متلازم ہیں اور بڑے حضرت رحمۃ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ تینوں چیزیں متلازم ہیں۔"(۱)

اسی کے ساتھ حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ کا ایک ملفوظ سن لیجیے! جس کو حضرت مولانا عبید اللہ صاحب رحمۃ اللہ نے اپنے مواعظ میں نقل کیا ہے، فرمایا:

"حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ فرماتے تھے کہ میں علم اور ذکر کی تقویت کے لیے تبلیغ کا کام کر رہا ہوں، جب آدمی جماعت میں چل کر تین چلے لگالے گا اور پھر تم اس کو علم پر اور دوازدہ تسبیح پر ڈال دو گے، تو وہ زیادہ نفع بخش کام کرنے والا بن جائے گا۔ فرماتے تھے کہ تبلیغ کے ذریعے تصوف کی طرف کھینچنا ہے اور تبلیغ کے ذریعے علم کی طرف کھینچنا ہے......... (مولانا عبید اللہ صاحب رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:) "اسی طرح حضرت (مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ) بغیر ذکر اور علم کے تبلیغ سے بہت جلد فتنوں کے آنے کا اندیشہ ظاہر کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ بغیر علم و ذکر والی تبلیغ کے ذریعے صدیوں میں آنے والا فتنہ و فساد منٹوں میں آجائے گا اور جب تبلیغ کا کام صحیح اصولوں پر ہوگا، تو

---

(۱) مواعظ عبیدیہ: ۲۵۱

صدیوں کے فتنے وفساد منٹوں میں ٹل جائیں گے۔"(۱)

الغرض ان اکابر کے بیانات وتصریحات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ دین کے تمام شعبے اپنی اپنی جگہ لازم وضروری ہیں اور ایک دوسرے سے مربوط بھی اور ایک شعبے والے دوسرے شعبے والوں کے معاون ہیں نہ کہ مقابل اور ایک دوسرے کے رفیق ہیں، نہ کہ فریق؛ لہٰذا سب کو اسی طرح دین کے شعبوں میں معاون بننا چاہیے؛ نہ کہ ایک دوسرے کے مقابل۔

جب تمام شعبوں کی اہمیت وضرورت وافادیت معلوم ہوگئی، تو کیا یہ بات حیرت انگیز نہیں ہے کہ جب بعض حضراتِ علما ان شعبوں میں سے بعض شعبوں پر کام کرتے ہیں، تو ان پر اعتراض بھی کیا جاتا ہے کہ کیوں یہ کام کیا جا رہا ہے؟ جب کہ وہ بھی دین ہی کا ایک شعبہ ہے اور اس پر بھی کام وخدمت کی اسی طرح ضرورت ہوتی ہے، جس طرح دیگر شعبوں پر محنت وخدمت کی ضرورت ہے۔

تمام شعبے ایک دوسرے سے مربوط ہیں

یہاں یہ بھی جان لینا ضروری ہے کہ دین کے تمام شعبے اس لیے بھی ضروری ہیں کہ یہ سب ایک مربوط نظام کا حصہ ہیں، تعلیمی شعبوں کو تزکیتی شعبوں ودعوتی شعبوں سے مربوط وہم آہنگ ہونا چاہیے، اسی طرح تبلیغی ودعوتی شعبہ جات کو علمی واصلاحی شعبوں سے مربوط رہنا چاہیے۔

کیوں کہ اگر علم نہ ہو، تو نہ ذکر مفید وبار آور ہے، نہ دعوت وتبلیغ ہی صحیح طریقے سے انجام دی جا سکتی ہے اور اگر ذکر نہ ہو، تو علم ایک فتنہ بن سکتا ہے اور تبلیغ ایک بے نور عمل ہو کر رہ جائے اور اگر تبلیغی محنت نہ ہو، تو علم وذکر دونوں ناکام ہو جاتے ہیں؛

---

(۱) مواعظِ مجیدیہ: ۱۹۷

اس لیے یہ سب اوران کے ذیلی تمام شعبہ جات کو مربوط سمجھنا اور رکھنا چاہیے؛ نیز علم کے لیے قائم کردہ مدارس درحقیقت صرف مدارسِ علم نہیں ہیں؛ بل کہ وہ بہ یک وقت مدارس بھی ہیں اور دینی دعوت کے مراکز بھی ہیں اور جن حضرات نے ان کو قائم کیا، ان کے پیشِ نظر بھی یہی تھا کہ ان مدارس سے ایک جانب علم دین کی تدریس وتحقیق، ان کی حفاظت وصیانت کے ساتھ ساتھ دین وعلم دین کی تبلیغ واشاعت بھی ہوگی۔

حضرت مولانا ابو الحسن علی ندوی رحمۃ اللہ اپنے عربی رسالے "الأضواء علی الحرکات، والدعوات الدینیۃ، والإصلاحیۃ" میں ہندوستان میں مدارس کے قیام کا پسِ منظر اور دار العلوم دیوبند ومظاہر علوم سہارنپور اور ان سے منسلک یا ان کے نقش قدم پر چلنے والے مدارس کے قیام کا مقصد واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"علما نے دین وعلومِ دین کے ضائع ہونے کا اندیشہ کیا اور بلادِ ہند میں اسلامی حکومت کے زوال اور اس کی جگہ کفار کے حکومت کے لے لینے کے بعد اسلام کے مستقبل کے بارے میں خوف کیا..............

..............اور اپنے سامنے عربی مدارس ودینی معاہد کھولنے کے سوا کوئی راستہ نہیں دیکھا، پس انھوں نے یہ دین کے قلعے بنائے؛ تاکہ اسلامی حیات کے بچے کچے حصے کو محفوظ کریں اور مغربی تہذیب وتمدن کی لہر کا مقابلہ کریں اور ان مدارس سے اسلام کے داعی وواعظ، مصلح و عالم پیدا کریں؛ تاکہ اہلِ اسلام کے لیے ان کے دین کو محفوظ کریں اور ان کے اعتماد کو بحال کریں.....................پس ان مدارس کا دین ودعوتِ اسلامی کی نشرواشاعت اور اسلامی تہذیب و ثقافت کے مختلف طبقات میں رواج دینے اور بدعات وخرافات کا مقابلہ کرنے اور عوام میں دینی روح کے پھونکنے کے سلسلے میں بڑا عظیم

کارنامہ ہے۔"(۱)

معلوم ہوا کہ مدارس کے قیام کا مقصد صرف تعلیم ہی نہیں؛ بل کہ دعوت وتبلیغِ اسلام و اِعلام بھی ان کے مقاصد میں داخل ہے اور اسی کے موافق یہ اب تک نمایاں خدمات بھی انجام دیتے چلے آئے ہیں۔ الغرض یہ سارے شعبہ ہائے دین ایک دوسرے سے مربوط اور ایک دوسرے کو تقویت پہنچانے کے بڑے ذرائع ہیں۔

اس کا اندازہ حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب رَحِمَہُ اللہُ کے ایک ملفوظ سے بہ خوبی ہوسکتا ہے، آپ نے فرمایا:

> "علما سے کہنا ہے کہ ان تبلیغی جماعتوں کی چلت پھرت، زور و محنت وکوشش سے عوام میں دین کی صرف طلب اور قدر ہی پیدا کی جاسکتی ہے اور ان کو دین سیکھنے پر آمادہ ہی کیا جاسکتا ہے، آگے دین کی تعلیم و تربیت کا کام علما و صلحا کی توجہ فرمائی ہی سے ہوسکتا ہے؛ اس لیے آپ حضرات کی توجہات کی بڑی ضرورت ہے۔"(۲)

اس ملفوظ سے واضح طور پر سمجھا جاسکتا ہے کہ حضرت رَحِمَہُ اللہُ کی نظر میں علما ومشائخ اور ان کے زیرِ نگرانی قائم و جاری تعلیمی و اصلاحی ادارے، جن کو مدارس وخانقاہیں کہا جاتا ہے، ان کی کس قدر اہمیت تھی ؟! آپ صاف فرماتے ہیں کہ اس تبلیغی کوشش ومحنت کا اثر تو صرف یہ ہے کہ لوگوں میں دین کا ذوق وشوق، اس کی قدر ومنزلت اور اس کی طلب وجستجو پیدا کی جاسکتی ہے؛ مگر اس کے بعد وہ علم حاصل کریں یا اپنی تربیت چاہیں تو کیا کریں؟ اس کا جواب یہ دیا کہ وہ علما و صلحا ہی کا کام ہے، یہ کام تو وہی حضرات کرسکتے ہیں؛ اسی لیے علما نے مکاتبِ اسلامیہ ومدارسِ دینیہ کا جال

---

(۱) الأضواء علی الحرکات والدعوات: ۲۳-۲۴

(۲) ملفوظات: مرتبہ مولانا منظور نعمانی رَحِمَہُ اللہُ: ۱۳۲

بچھایا ہے اور مشائخ نے خانقاہی نظام و اصلاحی پروگرام ترتیب دیا ہے اور ان دونوں طبقات کی محنتیں جاری ہیں؛ لہٰذا مدارس و خانقاہوں کو اسی تبلیغ کا ایک اہم جزو حصہ سمجھا جائے، تو یہ سب کے سب مربوط رہیں گے۔

حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اور ارشاد آپ کے ملفوظات میں ہے، جو تمام تبلیغی جماعتوں اور اس سلسلے سے وابستہ حضرات؛ بل کہ سبھی دینی کام کرنے والوں کے لیے فکر انگیز ہے، ملاحظہ کیجیے:

> ”ہماری اس دینی دعوت میں کام کرنے والے سب ہی لوگوں کو یہ بات اچھی طرح سمجھا دینی چاہیے کہ تبلیغی جماعتوں کے نکلنے کا مقصد صرف دوسروں کو پہنچانا و بتانا ہی نہیں ہے؛ بل کہ اس کے ذریعے سے اپنی اصلاح اور اپنی تعلیم و تربیت بھی مقصود ہے، چناں چہ نکلنے کے زمانے میں علم و ذکر میں مشغولیت کا بہت زیادہ اہتمام کیا جائے۔ علمِ دین و ذکر اللہ کے بغیر نکلنا کچھ بھی نہیں ہے۔ پھر یہ بھی ضروری ہے کہ علم و ذکر میں مشغولیت اس راہ کے بڑوں سے وابستگی رکھتے ہوئے اور ان کے زیرِ ہدایت و نگرانی ہو۔ انبیا علیہم الصلاۃ والسلام کا علم و ذکر اللہ کے زیرِ ہدایت تھا اور صحابۂ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے علم و ذکر لیتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی پوری پوری نگرانی فرماتے تھے، اسی طرح ہر زمانے کے لوگوں نے اپنے بڑوں سے علم و ذکر لیا اور ان کی نگرانی و رہنمائی میں تکمیل کی۔ ایسے ہی آج بھی ہم اپنے بڑوں کی نگرانی کے محتاج ہیں؛ ورنہ شیطان کے جال میں پھنس جانے کا بڑا اندیشہ ہے۔“(۱)

---

(۱) ملفوظات شاہ محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ :مرتبہ مولانا منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ :۹۳-۹۴

اس میں حضرت نے علم دین وذکر اللہ کے بغیر دعوتی وتبلیغی مہم وتحریک کو ''کچھ بھی نہیں'' کہہ کر غیر مفید قرار دے دیا ہے، پھر ایک اہم بات یہ بتائی کہ علم وذکر کی تحصیل ''اس راہ کے بڑوں'' سے حاصل کی جائے اور یہ معلوم ہے کہ علم کی راہ کے بڑے ''علمائے امت'' ہیں اور ذکر کی راہ کے بڑے ''مشائخِ صوفیا'' ہیں؛ لہٰذا ان سے علم و ذکر کی تحصیل کی جائے اور یہ بھی واضح کر دیا کہ اوپر سے ہی یہ طریقہ وسنت چلی آ رہی ہے کہ علم وذکر اس راہ کے بڑوں سے حاصل کیا جاتا ہے؛ لہٰذا دعوت وتبلیغ سے نسبت رکھنے والے اپنے علم وذکر کی تحصیل علما وصلحا سے کریں، تو یہ سارے شعبے مربوط رہیں گے اور یہ لوگ بھی ان سارے شعبوں سے مربوط رہیں گے۔

نیز آپ نے فرمایا:

''ہماری اس تحریک کا اصل مقصد ہے مسلمانوں کو جمیع ما جاء بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم سکھانا (یعنی اسلام کے پورے علمی و عملی نظام سے امت کو وابستہ کر دینا) یہ تو ہے ہمارا اصل مقصد۔ رہی قافلوں کی چلت پھرت اور تبلیغی گشت، سو یہ اس مقصد کے لیے ابتدائی ذریعہ ہے اور کلمہ و نماز کی تلقین وتعلیم گویا ہمارے پورے نصاب کی ''الف بے تے'' ہے، یہ بھی ظاہر کہ ہمارے قافلے پورا کام نہیں کر سکتے، ان سے تو بس اتنا ہی ہو سکتا ہے، تو ہر جگہ پہنچ کر اپنی جد و جہد سے ایک حرکت و بیداری پیدا کر دیں اور غافلوں کو متوجہ کر کے وہاں کے مقامی اہلِ دین سے وابستہ کرنے کی اور اس جگہ دین کی فکر کرنے والوں (علما وصلحا) کو بیچارے عوام کی اصلاح پر لگا دینے کی کوشش کریں۔ ہر جگہ تو اصلی کام وہیں کے کارکن کر سکیں گے اور عوام کو زیادہ فائدہ اپنی جگہ کے اہلِ دین ہی سے استفادہ کرنے سے ہوگا۔ البتہ اس کا طریقہ ہمارے ان آدمیوں سے

سیکھا جائے، جو ایک عرصے سے افادہ واستفادہ اور تعلیم و تعلم کے اس طریقے پر عامل ہیں اور اس پر بڑی حد تک قابو پا چکے ہیں۔"(۱)

نیز آپ نے خانقاہی نظام و مشائخِ صوفیا سے جماعتوں کو وابستہ رکھنے کی جد و جہد بھی فرمائی؛ تاکہ وہاں سے بھی فیض پانے کا سلسلہ جاری رہے۔ حضرت مولانا ابو الحسن علی ندوی رحمۃ اللہ نے آپ کی سوانح میں حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ کے ایک خط کا ذکر کیا ہے، جو آپ نے شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ کو تحریر فرمایا تھا، اس میں آپ نے لکھا:

"میری ایک پرانی تمنا ہے کہ خاص اصول کے ساتھ مشائخِ طریقت کے یہاں یہ جماعتیں آدابِ خانقاہ کی بجا آوری کرتے خانقاہوں میں فیض اندوز ہوں اور جس میں باضابطہ خاص وقتوں میں حوالی کے گاؤں میں تبلیغ بھی جاری رہے، اس بارے میں ان آنے والوں سے مشاورت کر کے کوئی طرز مقرر فرما رکھیں، یہ بندہ ناچیز بھی اسی ہفتے بہت زیادہ اغلب ہے کہ چند رؤسا کے ساتھ حاضر ہو، دیوبند اور تھانہ بھون کا بھی خیال ہے۔"(۲)

بل کہ اس نظام کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے یہاں تک آپ نے فرمایا:

"مجھے جب بھی میوات جانا ہوتا ہے، تو ہمیشہ اہلِ خیر اور ذکر کے مجمع کے ساتھ جاتا ہوں، پھر بھی عمومی اختلاط سے قلب کی حالت اس قدر متغیر ہو جاتی ہے کہ جب تک اعتکاف کے ذریعے اس کو غسل نہ دوں یا چند روز کے لیے سہارنپور یا رائے پور کے خاص مجمع یا ماحول میں جا کر نہ

---

(۱) ملفوظات: مرتبہ مولانا منظور نعمانی رحمۃ اللہ: ۲۹-۳۰

(۲) مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ اور ان کی دینی دعوت: ۱۲۴-۱۲۵

رہوں قلب اپنی حالت پر نہیں آتا۔‘‘(۱)

حضرت مولانا جیسی روحانی وعلمی شخصیت کو کسی اور کام کے لیے نہیں؛ بل کہ تبلیغی کام کے لیے گشتوں میں جانے کے بعد محسوس ہو رہا ہے کہ قلب کی حالت میں فرق آ گیا ہے؛ لہٰذا غسلِ اعتکاف اور صحبتِ صالحین سے اس کو ٹھیک کرنا چاہتے ہیں، تو ہمہ وشما کا کیا کہنا؟! کیا ہم جیسے لوگوں کو ان مشائخ سے اور خانقاہی نظام سے وابستہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے؟!

نیز قرآن پڑھنا اور صحت و تجوید سے پڑھنا، ایک اہم وضروری کام ہے، حضرت مولانا رَحِمَہُ اللّٰہُ نے اس اہم وضروری کام کی جانب تبلیغی جماعتوں کو متوجہ کیا اور اس کو بھی اہلِ علم سے حاصل کرنے کی ترغیب دی ہے، چناں چہ ایک ملفوظ میں فرماتے ہیں:

> ’’تبلیغی جماعتوں کے نصابِ تعلیم کا ایک اہم جز تجوید بھی ہے، قرآن شریف اچھی طرح پڑھنا بڑی ضروری چیز ہے.............لیکن تجوید کی تعلیم کے لیے جتنا وقت درکار ہے، جماعت میں اتنا وقت نہیں مل سکتا؛ اس لیے ان ایام میں تو صرف اس کی کوشش کی جائے کہ لوگوں کو اس کی ضرورت کا احساس ہو جائے اور کچھ مناسبت ہو جائے اور پھر اس کو سیکھنے کے لیے وہ مستقل وقت صرف کرنے پر آمادہ ہو جائیں۔‘‘(۲)

اندازہ لگائیے کہ اس میں صاف اقرار ہے کہ محض تبلیغی جماعت میں نکل جانے سے یہ اہم وضروری کام ’’تجوید کی تحصیل‘‘ پورا نہیں ہو سکتا، جماعت میں صرف

---

(۱) ملفوظات: مرتبہ مولانا منظور نعمانی رَحِمَہُ اللّٰہُ: ۶۵

(۲) ملفوظات: مرتبہ مولانا منظور نعمانی رَحِمَہُ اللّٰہُ: ۱۳۸

ترغیب وتشویق پیدا کی جاسکتی ہے؛ لہٰذا اس کے بعد اہلِ علم حضرات سے رجوع کر کے اس کو مستقل وقت میں پڑھنا چاہیے؛ لہٰذا ان مدارس کو اس طرح تبلیغ سے مربوط کر دیا۔

یہی نہیں کہ یہ سارے شعبہ جاتِ اسلامیہ وخدماتِ دینیہ آپ کی نظر میں ضروری تھے؛ بل کہ یہ بڑے اہم واونچے درجے کے کام بھی تھے۔ چناں چہ آپ کے ملفوظات میں ایک ارشاد یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

> ”بزرگوں کی خدمت کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ان کے جو عمومی ومعمولی کام دوسرے لوگ انجام دے سکتے ہوں، وہ ان کو اپنے ذمے لے لیں؛ تاکہ ان کے اوقات اور ان کی توجہیں ان بڑے کاموں کے لیے فارغ ہو جائیں جو وہی انجام دے سکتے ہیں، مثلاً شیخ وقت یا کسی عالم ومفتی کے وہ عمومی کام آپ اپنے ذمے لے لیں، جو آپ کے بس میں ہیں اور ان کو ان کی طرف سے فارغ وبے فکر کر دیں۔ تو وہ حضرات دین کے جو بڑے بڑے کام کرتے ہیں (مثلاً اصلاح وارشاد اور درس وافتا وغیرہ) تو وہ زیادہ اطمینان ویکسوئی سے ان کو انجام دے سکیں گے اور اس طرح یہ خدام ان کے ان بڑے کاموں کے اجر میں حصہ دار بن جائیں گے۔“(۱)

اس میں آپ نے لوگوں کو اس بات کی ترغیب دی اور متوجہ کیا کہ علما ومشائخ، جو بڑے بڑے کاموں میں لگے ہیں، ان کے دنیوی معمولی وعمومی کاموں کو خود کر کے ان کو فارغ کر دیں؛ تاکہ وہ اپنی بڑی وعظیم الشان خدمات، قرآن وسنت کی تدریس، قلوب ونفوس کی اصلاح وتزکیہ، علوم کی تحقیق وترتیب، افتا وغیرہ میں خوب

---

(۱) ملفوظات: مرتبہ مولانا منظور نعمانی رحمۃ اللہ: ۱۳۸-۱۳۹

یکسوئی سے خدمت انجام دے سکیں۔

اب اخیر میں حضرت کی ایک نہایت ہی اہم بات سن لیں اور عبرت حاصل کریں کہ حضرت مولانا نے اپنے نہج کی دعوتی وتبلیغی سرگرمیوں میں لگنے والوں کو اس بات کی بھی تلقین کی ہے کہ وہ اس خیال سے استغفار کی کثرت کریں کہ اس کام میں لگنے سے کئی اہم شعبوں کے سلسلے میں ہم سے تقصیر ہوگئی۔ لیجیے آپ کے الفاظ پڑھیے:

"کسی کام میں اشتغال اس کے علاوہ اور بہت سی چیزوں سے اعراض کو مستلزم ہوتا ہے، یعنی اشتغال فی شئے ہوگا تو اشتغال عن اشیا ہوگا اور پھر جس درجے کا اشتغال فی شئے ہوگا، تو دوسری چیزوں کے اہتمام میں اسی درجے کی کمی ہوگی، شریعت میں جو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ ہر اچھے سے اچھے کام کے ختم پر استغفار کیا جائے، میرے نزدیک اس میں ایک راز یہ بھی ہے کہ شاید اس اچھے کام میں مشغولی اور انہاک کی وجہ سے کسی دوسرے امر کی تعمیل میں کوتاہی ہوگئی ہو، خاص کر جب کسی کام کی لگن میں دل لگ جاتا ہے اور دل ودماغ پر وہ کام چھا جاتا ہے، تو پھر اس کے ماسوا دوسرے کاموں میں بسا اوقات تقصیر ہوجاتی ہے، اس لیے ہمارے کام میں لگنے والوں کو خصوصاً کام کے زمانے میں اور کام کے خاتمے پر استغفار کی کثرت اپنے اوپر لازم کر لینی چاہیے۔" (۱)

اللہ اکبر! کیا اعتدال وتوسط ہے اور کس قدر حقیقت کشا بیان ہے کہ آپ کی نظر میں دیگر کام بھی نہایت اہم ہیں؛ مگر انسان ایک کام میں مشغولی کی وجہ سے دوسرے امور سے کبھی غفلت یا اعراض کر جاتا ہے، اسی طرح حضرت کہتے ہیں کہ دعوتی کام میں لگنے والے بھی سوچیں کہ ہم سے دیگر شعبوں اور کاموں کے بارے میں غفلت

---

(۱) ملفوظات: مرتبہ مولانا منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ: ۱۳۱-۱۳۲

ہو رہی ہے؛ اس لیے استغفار کریں اور یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ جس کا یہ احساس ہو، وہ اس سلسلے میں سعیِ بلیغ بھی کرے گا کہ مجھ سے یہ کوتاہی نہ ہو؛ لہٰذا اس میں تعلیم ہے کہ دیگر کاموں و خدمات سے غفلت نہ کی جائے۔

الحاصل تمام شعبہ جات، دینی شعبے ہونے کی وجہ سے اہمیت کے حامل ہیں اور سب کے سب ضروری بھی ہیں اور ایک دوسرے سے مربوط بھی۔

سب اہلِ اسلام کا ایک ہی شعبے میں لگ جانا صحیح نہیں

جب اپنے شعبے کے علاوہ دوسرے شعبوں کو غیر ضروری و غیر اہم سمجھ لیا جاتا ہے، تو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ سب کے سب اسی ایک شعبے میں محنت کریں اور لگیں، حال آں کہ قرآنِ کریم نے اس سے منع کیا ہے۔

ایک جگہ ارشادِ ربانی ہے:

﴿ وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَ لِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوْا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ﴾ (التوبۃ:۱۲۲)

(اور مسلمانوں کو یہ نہیں چاہیے کہ سب کے سب جہاد میں نکل جائیں، لہٰذا ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ ان کی ہر بڑی جماعت میں سے ایک چھوٹی جماعت جہاد میں جائے؛ تاکہ باقی لوگ دین میں تفقہ حاصل کریں اور جب وہ جہاد میں گئے ہوئے لوگ واپس ہوں، تو ان کو ڈرائیں؛ تاکہ وہ بچیں۔)

اس آیتِ کریمہ میں پہلے ایک اصولی بات فرمائی گئی، وہ یہ کہ اہلِ اسلام سب کے سب جہاد میں نہ نکل جائیں، یہ اس صورت میں حکم ہے، جب کہ امام المسلمین کی

جانب سے نفیر عام نہ ہو اور جہاد، فرض کفایہ رہے جیسے کہ عام حالات میں ہوتا ہے۔

معلوم ہوا کہ جہاد اگرچہ بہت بڑی عبادت و اہلِ اسلام کی ایک ضرورت ہے؛ مگر اس میں بھی اصول یہ ہے کہ سب کے سب اسی میں نہ لگ جائیں اور وجہ اس کی یہ ہے کہ جس طرح جہاد کا شعبہ اہم و ضروری ہے، اسی طرح دیگر بہت سے شعبے اہم و ضروری ہیں، اگر سب ایک ہی میں لگ جائیں گے، تو دیگر شعبے معطل یا کمزور ہو جائیں گے۔ پھر اسی اصول کے پیشِ نظر یہ حکم دیا گیا کہ جہاد میں سب نہ جائیں؛ بل کہ ہر بڑی جماعت میں سے ایک چھوٹی جماعت تو جہاد میں لگے اور باقی لوگ اپنی جگہ دین میں تفقہ اور دین کی سمجھ پیدا کرنے میں لگے رہیں؛ تا کہ جہاد میں جانے والے واپس آئیں، تو ان کو دین کی باتیں سکھائیں۔

مذکورہ آیت کی تفسیر میں تھوڑا اختلاف ہے؛ مگر جمہور مفسرین نے اس آیت کا یہی منشا و مقصود بیان کیا ہے، جو اوپر عرض کیا گیا اور اسی قول کو اس آیت کی تفسیر کے طور پر قبول کیا ہے۔

یہاں صرف اردو والوں کی خاطر مفسرِ قرآن حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ لکھا جاتا ہے، آپ ''معارف القرآن'' میں مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

> ''جہاد کی طرح اسلام اور مسلمانوں کے اجتماعی مسائل اور مہمات بھی ہیں، جو جہاد ہی کی طرح فرضِ کفایہ ہیں؛ ان کے لیے بھی مسلمانوں کی مختلف جماعتوں کو تقسیم کار کے اصول پر کام کرنا ہے؛ اس لیے سب مسلمانوں کو ہر جہاد میں نکلنا نہیں چاہیے........ (آگے چل کر فرماتے ہیں:) اسی فرضِ کفایہ کے سلسلے کا ایک اہم کام ''دینی تعلیم'' ہے، اس آیت میں خصوصیت کے ساتھ اس کے فرض ہونے کا اس طرح ذکر

فرمایا ہے کہ جہاد جیسے اہم فرض میں بھی اس فرض کو چھوڑنا نہیں، جس کی صورت یہ ہے کہ ہر بڑی جماعت میں سے ایک چھوٹی جماعت جہاد کے لیے نکلے اور باقی لوگ علم دین حاصل کرنے میں لگیں، پھر یہ علم دین حاصل کر کے جہاد میں جانے والے مسلمانوں کو اور دوسرے لوگوں کو علم دین سکھائیں۔"(۱)

اسی آیت پر کلام کرتے ہوئے حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ نے اپنے ایک وعظ میں فرمایا:

"یعنی جہاد کے لیے سب مسلمانوں کو نہیں جانا چاہیے؛ بل کہ ایک جماعت جائے؛ تاکہ باقی لوگ دین کا علم حاصل کریں۔ شریعت کا حکم تو یہ ہے کہ سارے آدمی ایک ہی طرف نہ جھکیں؛ بل کہ ایک بڑے فرقے میں سے چھوٹی سی جماعت اس کام کے لیے جائے، باقی لوگ فقہ دین حاصل کریں۔ شریعت تو فقہ دین کو اصل بتاتی ہے اور دوسرے کاموں کو اس کی فرع قرار دیتی ہے؛ مگر آج کل ہندوستان میں ایک ہوا چلی تھی، جس میں ہر تقریر میں کہا جاتا تھا کہ مدرسوں کو آگ لگادو، خانقاہوں کو بند کردو اور سب کے سب اس تحریک میں شریک ہوکر کام کرو۔ نا معلوم ان کے پاس بہ جز رائے محض کے اس پر کیا دلیل تھی؟ اور یہ رائے تو شریعت اور عقل وتمدن دونوں کے خلاف ہے: شریعت کے خلاف تو اس لیے ہے کہ آیتِ قرآنیہ میں سب کے (جہاد میں) جانے کی ممانعت صریح مذکور ہے اور عقل وتمدن کے خلاف اس لیے ہے کہ اہل تمدن کا قاعدہ یہ ہے کہ جب کوئی مہم کام درپیش ہوتا ہے

---

(۱) معارف القرآن: ۴؍۴۸۷-۴۸۸

تو ریل، ڈاک، عدالت، دیوانی وغیرہ سب محکمے برابر چلتے رہتے ہیں اور ایک خاص جماعت امرِ مہم میں لگی رہتی ہے؛ بل کہ ان کا اصول تو یہ ہے کہ جو جماعت امرِ مہم کو سرانجام دینے والی ہے، اس کے سوا دوسرے محکموں کے ملازموں کو اس مہم کی خبر بھی نہیں کرتے؛ تا کہ دوسرے محکموں کے ملازم بے فکر ہو کر اپنے کام میں لگے رہیں۔"(۱)

الحاصل دین کے مختلف شعبوں کے لیے تقسیمِ کار کے اصول پر کام کیا جانا خود قرآن وسنت کے نصوص سے ثابت ہے۔ اس کو نظر انداز کرتے ہوئے یہ نعرہ لگانا کہ سب کے سب تمام شعبوں کو چھوڑ کر کسی ایک شعبے ہی کو اختیار کریں، عقلاً وشرعاً دونوں لحاظ سے نا قابلِ لحاظ اور دین وشریعت کو کما حقہ نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے۔

متشابہات کی اتباع

غلو فی الدین کی صورتوں میں اتباعِ متشابہات کی صورت بھی ہے یعنی متشابہ آیات واحکام کے پیچھے پڑنا اور ان کی خواہ مخواہ تاویل کرنا۔

یہاں پہلے یہ سمجھ لیا جائے کہ اسلام میں جو خاص الفاظ استعمال کیے جاتے ہیں، ان کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ جن کا معنی ومراد معلوم ومتعین ہے، دوسرے وہ جن کا معنی ہی معلوم نہیں یا ان کی مراد متعین نہیں ہے، پہلی قسم کو "محکمات" سے تعبیر کیا جاتا ہے اور ان کی مثالوں سے پورا قرآن لبریز ہے اور دوسری قسم کے الفاظ "متشابہات" کہتے ہیں۔

متشابہات کی مثال ایک تو قرآنِ کریم میں حروف مقطعات ہیں: ﴿ الٓمٓ ، الٓمٓصٓ ، الٓرٰ ، الٓمٓرٰ ، الٓمٓصٓ ، حٰمٓ ﴾ وغیرہ، جن کے کوئی معنے ہی معلوم نہیں،

---

(۱) خطباتِ حکیم الامت: ۱۳/۱۶۵-۱۶۶

دوسرے وہ الفاظ جس کے معنے تو ہیں؛ مگر مرادِ خداوندی معلوم نہیں، جیسے اللہ کے لیے ہاتھ، آنکھ، پنڈلی، نیز آنے جانے، اترنے اور عرش پر مستوی ہونے آسمان پر ہونے کا ذکر آتا ہے۔ظاہر ہے کہ ان کے معنی تو ہم کو معلوم ہیں؛ مگر اللہ کے لیے جب ان الفاظ کا استعمال ہو، تو اس سے کیا مراد ہوتی ہے؟ یہ ہمیں معلوم نہیں ہے اور یہ بات طے ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حق میں ان کے ظاہری معنی مراد نہیں لیے جاسکتے؛ کیوں کہ خود اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾ (اللہ کے جیسی کوئی چیز نہیں) لہٰذا اللہ کے شایانِ شان یہ ظاہری معنی مراد نہیں ہیں۔

متشابہات میں غلو اس طرح کیا جاتا ہے کہ بعض لوگ اسی کے پیچھے پڑ جاتے ہیں کہ اس کی کیا مراد اور کیا معنی ہے؟ حال آں کہ نہ قرآن نے اس کا معنی و مراد بتائی اور نہ حدیثِ رسول نے اس کو کھولا ہے اور یہ لوگ عموماً ''آیاتِ محکمات'' سے روگردانی کرتے اور اس پر عمل سے گریز کرتے ہیں، جیسے نماز، روزہ، عورتوں سے پردہ وغیرہ صاف وصریح و واضح احکامات سے پہلو تہی کرتے ہیں۔اسی طرح بعض لوگ اس طرح اس سلسلے میں غلو کرتے ہیں کہ ''صفاتِ باری'' میں وارد نصوص کو ان کے ظاہری معنی پر محمول کر جاتے ہیں اور ان کی بنا پر اللہ تعالیٰ کے لیے وہ امور ثابت کرتے ہیں، جن سے اللہ تعالیٰ بری و منزہ ہیں اور کچھ لوگ اس کے برعکس ان نصوص کے ظاہری معانی کو اللہ کے حق میں ماننے سے جو استحالہ لازم آتا ہے، اس کے پیشِ نظر ان معانی ہی کا انکار کر جاتے ہیں۔

اس لیے سلفِ صالحین کا اس سلسلے میں مسلک یہ ہے کہ اس پر ایمان لائیں اور اس کے معنے اللہ کے حوالہ کریں اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ متشابہات کے پیچھے نہ پڑیں۔

قرآنِ کریم میں ارشاد ہے:

﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ

هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَ ابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ ، وَ مَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ ، وَ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَ مَا يَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿

(آل عمران: ۷)

(وہی ہے جس نے آپ پر کتاب نازل فرمائی ہے، اس میں محکم آیتیں ہیں اور وہی کتاب کا اصل مدار ہیں اور دوسری آیتیں متشابہ ہیں، پس وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی ہے، وہ شورش اور خواہ مخواہ کی تاویل کی تلاش میں اس کے اسی حصے کے پیچھے پڑ جاتے ہیں، جو متشابہ ہے، حال آں کہ اس کی تاویل تو سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا اور علم میں رسوخ رکھنے والے لوگ کہتے ہیں کہ ہم تو اس پر ایمان رکھتے ہیں، وہ سب ہمارے رب کی جانب سے ہے اور نصیحت تو بس عقل والے ہی قبول کرتے ہیں۔)

نیز حدیث شریف میں ہے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی آیتِ کریمہ کی تلاوت کی اور فرمایا کہ جب تم ان لوگوں کو دیکھو، جو متشابہ آیات کے پیچھے پڑے ہیں، تو سمجھ لینا کہ یہی وہ لوگ ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے: لہٰذا ان سے بچ کر رہنا۔" (۱)

(۱) الصحيح للبخاري: ۴۵۴۷، الصحيح للمسلم: ۶۹۴۶، سنن أبي داود: ۴۶۰۰، سنن الترمذي: ۲۹۹۴، سنن ابن ماجة: ۴۷، مسند أحمد: ۲۴۲۵۶

متشابہات کے بارے میں سلف وخلف کا مسلک

ایک زمانے سے اور بالخصوص موجودہ دور میں اس مسئلے میں لوگوں کے مابین بحث ومباحثہ کا ایک سلسلہ چل رہا ہے؛ لہٰذا یہاں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ متشابہات کے بارے میں اہلِ حق سلف صالحین کا مسلک کیا ہے؟

متشابہات کے بارے میں علمائے سلف کا مسلک یہ ہے کہ ان کے معانی پر ایمان رکھا جائے؛ لیکن ان کی کیفیت کو اللہ کے حوالے کیا جائے۔ مثلاً: ''اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہیں'' اس پر ایمان لائے اور یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر اپنی شان کے مطابق مستوی ہیں؛ مگر ایسا نہیں جیسے مخلوق کسی چیز، کرسی وتخت وغیرہ پر بیٹھتی ہے۔

اسی طرح اللہ کے لیے چہرہ، آنکھ، قدم، ہاتھ، پنڈلی، انگلی اور آنا وجانا، اترنا و چڑھنا، اوپر ہونا، ہنسنا، پکڑنا، مٹھی لینا وغیرہ صفات جو قرآن وحدیث میں ثابت ہیں، ان میں یوں عقیدہ وایمان رکھا جائے کہ یہ سب اللہ کے شایانِ شان اس کے لیے ثابت ہیں؛ مگر ہم ان امور کی کیفیت نہیں جانتے اور نہ ان کے پیچھے پڑتے ہیں اور اللہ کے ہاتھ، پیر، آنکھ وغیرہ سے وہ مراد نہیں، جو مخلوق کے لیے سمجھے جاتے ہیں؛ کیوں کہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لیس کمثلہ شيء﴾ (اس کے جیسی کوئی چیز نہیں) لہٰذا اللہ کے ہاتھ، پیر، آنکھ وغیرہ ہیں؛ مگر ہماری طرح نہیں اور ان کی حقیقت وکیفیت ہم نہیں جانتے اور نہ جان سکتے؛ لہٰذا اس کو اللہ کے حوالے کرتے ہیں۔

پس صفاتِ باری کے بارے میں ایک تو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ قرآن وحدیث میں جو صفات وارد ہوئی ہیں، ان کو ماننا لازم ہے، ان کا انکار کرنا گمراہی ہے، جیسے اگر کوئی کہے کہ ''اللہ کے ہاتھ، پیر، انگلیاں، پنڈلی، چہرہ، آنکھ، وغیرہ نہیں ہیں'' تو یہ صاف

طریقے پر قرآن وسنت کا انکار ہے۔ دوسرے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ یہ سب صفات جو اللہ تعالی کے لیے ثابت ہیں، یہ ہماری طرح کی چیزیں نہیں ہیں؛ بل کہ یہ اللہ کی صفات ہیں اور اسی کے شایانِ شان مراد ہیں، جس کی کیفیت اللہ ہی کے حوالے ہے؛ لہٰذا ان الفاظ سے وہ معنی مراد لینا، جو مخلوق کے حق میں مراد لیے جاتے ہیں، گمراہی ہے۔

امام نووی رَحِمَہُ اللہُ کا حوالہ

امام نووی رَحِمَہُ اللہُ شارحِ مسلم نے شرحِ مسلم میں متعدد جگہ ذکر کیا ہے کہ احادیثِ صفات میں سلف کا مسلک یہ ہے کہ ان کے وہ معانی مراد نہیں، جو ان سے بہ ظاہر سمجھے جاتے ہیں۔

ایک جگہ سلف کا مسلک بیان فرماتے ہوئے کہتے ہیں: " **انه یؤمن بأنها حق علی ما یلیق بالله تعالی ، وأن ظاهرها المتعارف في حقنا غیر مراد.**" (ان صفات پر اس طرح ایمان رکھا جائے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے شایانِ شان حق ہیں اور ان کا وہ ظاہری معنی، جو ہمارے حق میں متعارف ہے وہ مراد نہیں۔)(۱)

ایک دوسرے مقام پر سلف کے مسلک کی توضیح میں لکھتے ہیں: "**نؤمن بها ، ولا نتکلم في تأویله ، ولا نعرف معناه ؛ لکن نعتقد أن ظاهرها غیر مراد.**" (ان صفات پر ہم ایمان رکھتے ہیں اور ان کی تاویل میں گفتگو نہیں کرتے اور نہ ہم ان کے معانی کو جانتے ہیں؛ لیکن ہم یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ان کا ظاہری معنی مراد نہیں ہے۔)(۲)

---

(۱) المنهاج شرح مسلم:۱/۲۵۸

(۲) المنهاج شرح مسلم:۲/۱۲۱

لہٰذا اللہ تعالیٰ کے حق میں ظاہری معنی مراد نہیں لیا جائے گا، ہاں! ان سے اللہ کے شایانِ شان معنی مراد ہے، جو ہم نہیں جانتے اور ان پر ہم یقین و اعتقاد رکھتے ہیں۔

مسلکِ سلف کی تشریح از ابن کثیر رحمۃ اللہ

امام تفسیر و حدیث علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ نے اپنی تفسیر میں جمہور سلف کا مسلک اس سلسلے میں یہی بیان کیا ہے، وہ کہتے ہیں:

" و إنما يسلک في هذا المقام مسلک السلف الصالح : مالک ، و الأوزاعي ، والثوري ، والليث بن سعد ، والشافعي ، وأحمد بن حنبل ، و إسحاق بن راهويه و غيرهم من أئمة المسلمين قديماً و حديثاً ، و هو : إمرارها كما جاء ت من غير تكييف ، و لا تشبيه ، و لا تعطيل. والظاهر المتبادر إلى أذهان المشبهين منفي عن الله ؛ فإن الله لا يشبهه شيء من خلقه : ﴿ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ، وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ﴾(الشورى :١١)؛ بل الأمر كما قال الأئمة: منهم نعيم بن حماد الخزاعي شيخ البخاري : " من شبه الله بخلقه فقد كفر ، و من جحد ما وصف الله به نفسه فقد كفر ، و ليس فيما وصف الله به نفسه ، ولا رسوله تشبيه ". فمن أثبت لله تعالى ما وردت به الآيات الصريحة ، و الأخبار الصحيحة على الوجه الذي يليق بجلال الله تعالى ، و نفى عن الله تعالى النقائص ، فقد سلک سبيل الهدى ."

(اس مقام میں تو بس سلفِ صالحین: مالک، اوزاعی، ثوری، لیث بن سعد، شافعی، احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ رحمہم اللہ وغیرہم ائمۂ اسلام کے مسلک پر چلنا چاہیے اور وہ مسلک ان نصوص کو بلا کیف و بلا تشبیہ و بلا تعطیل کے اسی طرح جاری کرنا، جیسا کہ وہ وارد ہوئی ہیں اور جو ظاہری معنی تشبیہ دینے والوں کے ذہن میں آتے ہیں، وہ اللہ سے منفی ہیں؛ کیوں کہ اللہ کی مخلوق میں سے کوئی چیز اس کے مشابہ نہیں ہو سکتی: ﴿ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ، وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴾ (الشوریٰ :۱۱)(اس کے جیسی کوئی چیز نہیں، وہ سننے والا دیکھنے والا ہے)
بل کہ بات وہ ہے جو ائمۂ کرام نے فرمایا، جن میں امام بخاری رحمۃ اللہ کے شیخ نعیم بن حماد رحمۃ اللہ بھی ہیں کہ جس نے اللہ کو اس کی مخلوق سے تشبیہ دی اس نے کفر کیا اور جس نے ان امور کا انکار کیا، جن سے اللہ تعالیٰ نے خود کو متصف فرمایا ہے، اس نے بھی کفر کیا، اور اللہ و رسول نے جن باتوں سے اللہ کو متصف کیا ہے، اس میں تشبیہ نہیں ہے؛ لہٰذا جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے لیے اس کی جلالت کے لائق وہ چیز ثابت کی جو آیاتِ صریحہ و احادیثِ صحیحہ میں وارد ہے اور ان امور سے اللہ سے نقائص کی نفی کی وہ ہدایت کے راستے پر چل پڑا ہے۔)(۱)

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ کی اس عبارت سے اہلِ سنت کا مسلک یہ معلوم ہوا کہ وہ ان صفاتِ باری کی نفی کرتے ہیں، نہ ان کو مخلوق جیسی مانتے ہیں، اگر ان کی نفی کریں تو بھی گمراہی ہے، جیسے ''فرقۂ معطلہ'' و ''معتزلہ'' و ''قدریہ'' نے کیا اور اگر ان کو مخلوقات کے جیسی مانیں، تو یہ بھی گمراہی ہے، جیسے فرقۂ ''مجسمہ'' و ''مشبہہ'' وغیرہ

(۱) التفسیر لابن کثیر: ۳۲۰/۶

نے کیا؛ بل کہ اہلِ سنت یہ کہتے ہیں کہ یہ ساری چیزیں اللہ کے لیے ثابت ہیں؛ مگر وہ ہم جیسی نہیں ہیں؛ بل کہ اللہ کے شایانِ شان ہیں۔

مسلکِ سلف کی وضاحت از امام ترمذی رحمہ اللہ

امام ترمذی رحمہ اللہ نے مسلکِ اہلِ سنت کی جو تشریح و توضیح متعدد حضرات ائمہ سے نقل کی ہے، وہ بھی سن لیجیے، وہ فرماتے ہیں:

" و قد قال غيرُ واحدٍ من أهلِ العِلْمِ في هذا الحديث، وما يُشبِهُ هذا من الرّوَايات في الصّفَات ، و نُزُولِ الرَّبِّ تبارک و تعالى كُلَّ ليلةٍ إلى السّماءِ الدُّنيا ، قالوا: قد ثَبَتَتِ الرّوَايَات في هذا ، و يُؤمَنُ بِهَا ، ولا يُتَوَهَّمُ ، ولا يُقَالُ : كيف ؟ هكذا رُوِيَ عن مالكٍ ، و سُفيانَ بنِ عُيَيْنَةَ، و عبدِ الله بنِ المُبَارَک -رحمهم الله- أنّهم قالوا في هذه الأحاديث : أمِرُّوهَا بِلا كيف. و هكذا قولُ أهل العلم من أهل السُّنَّة ، والجماعَةِ. و أمّا الجَهْمِيّةُ فأنكَرَتْ هذهِ الرِّواياتِ ، و قالوا: هذا تَشْبِيهٌ.

و قد ذَكَرَ اللّٰهُ في غير موضعٍ من كتابه : اليَدَ ، وَ السَّمْعَ والبَصَرَ ، فَتأوَّلَتِ الجهميةُ هذهِ الآياتِ ، فَفسَّرُوهَا على غير ما فَسَّرَ أهلُ العلم ، وقالوا: إنَّ اللّٰهَ لم يَخْلُقْ آدمَ بِيَدِه وقالوا: إنَّ معنىَ اليَدِ ههنا : القُوَّةُ.

و قال إسحاق بن إبراهيم : إنَّمَا يكونُ التَّشْبِيهُ إذَا قالَ: يدٌ كَيَدٍ ، أو مِثْلُ يَدٍ ، و سَمْعٌ كسَمعٍ ، أو مِثلُ سَمْعٍ ، فإذا

قال : سَمْعٌ كسمع ، أو مثل سمع فهذا تشبيهٌ. و أمَّا إذا قَالَ كما قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: يَدٌ ، و سَمْعٌ ، و بَصَرٌ ، ولا يَقُوْلُ : كيف ، و لا كمسع ، و مثلُ سمعٍ ، فهذا لا يَكُوْنُ تَشْبِيهاً وهو كما قال تعالى في كتابه :﴿ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴾(۱)

(اور بہت سے اہلِ علم نے اس حدیث اور اس جیسی احادیث، جن میں صفاتِ باری اور رب تبارک وتعالیٰ کے ہر رات آسمان دنیا پر نزول کا بیان ہے، ان کے بارے میں کہا ہے کہ یہ احادیث ثابت ہیں اور ان پر ایمان لایا جائے گا اور ان میں کوئی وہم وشک نہیں کیا جائے گا اور یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ یہ کس طرح ہے؟ یہی بات امام مالک، سفیان بن عیینہ اور عبداللہ بن المبارک رحمہم اللہ سے مروی ہے۔ یہ سب حضرات کہتے ہیں کہ ان احادیث کو بلا کیفیت کے جاری کرو۔ یہی اہلِ سنت کے علما کا قول ہے۔ رہے ''جہمیہ'' تو وہ ان احادیث کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تشبیہ ہے'' حال آں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں متعدد مواقع پر ہاتھ، سمع و بصر کا ذکر کیا ہے، پس ''جہمیہ'' نے ان آیات میں تاویل کی اور ان کی تفسیر اہلِ علم کے خلاف کی اور کہا: اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھ سے نہیں پیدا کیا اور کہا کہ ہاتھ سے مراد قوت وطاقت ہے۔

امام اسحاق بن ابراہیم بن راہویہ رحمہ اللہ نے کہا کہ تشبیہ تو اس وقت ہوگی، جب کوئی یوں کہے کہ ''ہاتھ جیسا ہاتھ یا سننا جیسا سننا'' لہٰذا کوئی یہ کہے کہ اللہ کے ہاتھ ہمارے جیسے ہیں یا اس کا سننا ہمارے جیسا سننا ہے، تو یہ تشبیہ ہوگی؛ لیکن اگر اسطرح کہے جیسے اللہ نے فرمایا کہ ہاتھ وسمع وبصر ہیں اور کیفیت کا سوال نہ کرے اور

(۱) سنن الترمذي: كتاب الزكاة : باب فضل الصدقة

نہ جیسا ویسا کہے، تو یہ تشبیہ نہیں ہے اور وہ ایسا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ کے جیسی کوئی چیز نہیں ہے۔)

صفاتِ باری میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک

ہمارے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "الفقه الأكبر" میں واضح الفاظ میں لکھا:

”وله يد ، و وجه ، و نفس كما ذكره الله تعالى في القرآن ، فما ذكره الله تعالى في القرآن من ذكر الوجه ، واليد ، والنفس فهو له صفات بلا كيف، ولا يُقَالُ: إن يده قدرته أو نعمته لأن فيه إبطال الصفة ، و هو قول أهل القدر ، و الاعتزال.“(۱)

(اور اللہ تعالیٰ کے ہاتھ اور چہرہ اور نفس ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خود قرآن میں ذکر کیا ہے اور جو اللہ تعالیٰ قرآن میں چہرے و ہاتھ و نفس کا ذکر کیا ہے یہ اللہ کی صفات بلا کیف ہیں اور ان کے بارے میں یہ نہیں کہا جائے گا کہ ہاتھ سے مراد قدرت ہے یا نعمت دینا ہے؛ کیوں کہ اس میں اللہ کی صفت کا باطل کرنا لازم آتا ہے اور یہ ”قدریہ“ و ”معتزلہ“ کا قول ہے۔)

اس میں امام اعظم رحمہ اللہ نے یہ بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہاتھ و چہرہ و نفس ثابت ہے اور یہ اللہ کی صفات ہیں، انسانی وحیوانی اعضا کی طرح ہاتھ، پیر، ساق، آنکھ وغیرہ اعضا نہیں ہیں اور یہ صفات اللہ کے لیے بلا کیف ثابت ہیں، پھر

(۱) الفقه الأكبر:٦٦-٦٧

ایک جگہ یہ کہتے ہیں:

" و صفاته كلها بخلاف صفات المخلوقين ، يعلم لا كعلمنا، و يقدر لا كقدرتنا، و يرى لا كرؤيتنا ، و يسمع لا كسمعنا ، و يتكلم لا ككلامنا ، و نحن نتكلم بالآلات، والحروف ، والله تعالى يتكلم بلا آلة ، و لا حروف ".

(اور اللہ کی تمام صفات مخلوقات کی صفات کی طرح نہیں ہیں، وہ جانتا ہے؛ لیکن ہمارے جاننے کی طرح نہیں ، وہ قدرت رکھتا ہے؛ لیکن ہماری قدرت کی طرح نہیں، وہ دیکھتا ہے؛ لیکن ہمارے دیکھنے کی طرح نہیں، وہ سنتا ہے؛ لیکن ہمارے سننے کی طرح نہیں، وہ کلام کرتا ہے؛ لیکن ہمارے کلام کی طرح نہیں اور ہم کلام کرتے ہیں آلات (جیسے زبان و ہونٹ وغیرہ) اور حروف کے ذریعے اور اللہ تعالیٰ کلام کرتا ہے بغیر کسی آلے و حروف کے۔)(۱)

اور یہی تمام علمائے اہلِ سنت کا مسلک ہے ، جس کی ترجمانی امام ابو حنیفہ رَحِمَہُ اللہُ کی طرح امام مالک رَحِمَہُ اللہُ نے بھی فرمائی۔

صفات کے بارے میں امام مالک رَحِمَہُ اللہُ کا قول

امام مالک رَحِمَہُ اللہُ کے شاگرد حضرت جعفر بن عبد اللہ رَحِمَہُ اللہُ نے فرمایا کہ امام مالک رَحِمَہُ اللہُ کی خدمت میں ایک شخص نے آ کر سوال کیا: رحمٰن عرش پر کس طرح مستوی ہوا؟ راوی حضرت جعفر بن عبد اللہ رَحِمَہُ اللہُ کہتے ہیں کہ میں نے امام مالک رَحِمَہُ اللہُ کو کبھی اس قدر غصے میں نہیں دیکھا جتنا کہ اس

---

(۱) الفقه الأكبر مع شرحه للقاري:۵۷-۵۸

شخص کے اس کہنے سے آپ کو غصہ آیا، یہاں تک کہ آپ کی رگیں پھول گئیں، کہتے ہیں کہ لوگ کن انکھیوں سے آپ کو دیکھ رہے تھے اور منتظر تھے کہ کیا ہوگا؟ جب غصہ فرو ہوا تو فرمایا:

"الكيف غير معقول ، و الاستواء منه غير مجهول، والإيمان به واجب ، و السؤال عنه بدعة."

(اس کی کیفیت سمجھ میں آنے والی نہیں اور استوا کا معنی مجہول نہیں اور اس پر ایمان رکھنا واجب ہے اور اس کی کھوج کرنا بدعت ہے۔)

پھر آپ نے فرمایا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ تو گمراہ ہو جائے گا، پھر آپ نے اس کو باہر نکالنے کا حکم دے دیا۔(۱)

امام محمد بن جعفر رحمۃ اللہ کی لاجواب توضیح

اور اس سلسلے میں حضرت محمد بن جعفر رحمۃ اللہ نے بہت واضح بات فرمادی ہے، جس سے ساری پیچیدگیاں دور ہو جاتی ہیں، چناں چہ ان سے جب "استوا علی العرش" کے معنے پوچھے گئے، تو انھوں نے بہت جامع بات کہی، فرمایا:

"من زعم أن الله استوى على العرش استواء مخلوق على مخلوق فقد كفر ، و من اعتقد أن الله تعالى استوى على العرش استواء خالق على مخلوق فهو مؤمن."

(جس نے یہ عقیدہ اختیار کیا کہ اللہ تعالیٰ عرش پر اس طرح مستوی ہے جیسے ایک مخلوق دوسرے مخلوق پر بیٹھتی ہے، تو اس نے کفر کیا اور جس نے یہ اعتقاد کیا کہ وہ عرش پر اس طرح مستوی ہے، جیسے خالق مخلوق پر تو

---

(۱) الاعتقاد للالكائي:۳۹۸/۳

وہ مؤمن ہے۔)(۱)

اب ایک بات یہ بھی سمجھ لی جائے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کے بارے میں دو باتوں کا خیال رکھنا چاہیے: ایک یہ کہ مخلوقات سے تمثیل وتشبیہ لازم نہ آئے اور دوسرے یہ کہ تکییف یعنی کوئی کیفیت ان کی متعین نہ کی جائے۔

مسلک اہلِ سنت کی تشریح از امام قرطبی رحمۃ اللہ

یہاں میں امام قرطبی رحمۃ اللہ کی کتاب "الأسنی في شرح أسماء الله الحسنی" سے ان کے کلام کا خلاصہ اپنے الفاظ میں نقل کر دینا مناسب سمجھتا ہوں، جو آپ نے اسی سلسلے میں فرمایا ہے۔ وہ یہ ہے:

"صفاتِ باری تعالیٰ کے اثبات کے سلسلے میں دو محذورات سے بچنا لازم ہے: ایک "تمثیل" دوسرے "تکییف"۔ تمثیل کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی صفات کو مخلوقات کی صفات کے مماثل اعتقاد کرے۔ یہ اعتقاد شرعی و عقلی دونوں دلیلوں سے باطل ہے۔ اس کے باطل ہونے کی شرعی دلیل اللہ تعالیٰ کے یہ ارشادات ہیں:

ایک جگہ فرمایا:

﴿ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ﴾ (الشوریٰ: ۱۱)

(اس کے جیسی کوئی چیز نہیں۔)

اور دوسری جگہ فرمایا:

﴿ أَفَمَنْ يَخْلُقُ كَمَنْ لَا يَخْلُقُ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴾ (النحل: ۱۷)

(کیا پیدا کرنے والا اس کے مانند ہو سکتا ہے، جو پیدا نہیں کر سکتا؟ کیا تم لوگ نصیحت نہیں پکڑتے؟)

---

(۱) الاعتقاد للالكائي: ۳/۴۰۲

اور ایک موقعے پر فرمایا:

﴿هَلْ تَعْلَمُ لَهُ سَمِيًّا﴾ (مریم: ۶۵)

(کیا تم اللہ کا کوئی ہم صفت جانتے ہو؟)

نیز ایک اور جگہ کہا:

﴿وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ﴾ (الإخلاص: ۴)

(اور اس کا کوئی ہمسر نہیں)

ان دلائل سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات مخلوقات کے مشابہ نہیں ہیں اور نہ ہو سکتی ہیں؛ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی صفات کا مخلوقات سے مشابہ ومماثل ہونے کا عقیدہ باطل ہے۔

اور اس کی عقلی دلیل بھی کئی طرح سے قائم ہے:

ایک یہ ہے کہ یہ بات یقینی ہے کہ خالق ومخلوق میں ذاتی لحاظ سے جدائی وتباین ہے اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ ان کی صفات میں بھی تباین ہو؛ کیوں کہ ہر چیز کی صفت اس کے لائق ہوا کرتی ہے، پس خالق کی صفت اس کے شایانِ شان اور مخلوق کی صفت اس کے حسبِ حال ہونا چاہیے، جیسا کہ خود مختلف قسم کی مخلوقات کی صفات میں بھی یہ بات عیاں ہے، چناں چہ اونٹ کی قوت چیونٹی کی قوت سے جدا ہے، جب خود مخلوقات میں امکان وحدوث میں اشتراک کے باوجود تباین ہے، تو خالق ومخلوق کے مابین تباین کا ہونا اور زیادہ ظاہر وواضح ہے۔

دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ جو ہر لحاظ سے کامل ہے، وہ مخلوق کے مشابہ کیسے ہو سکتا ہے؟ جو ہر لحاظ سے ناقص ونامکمل ہے۔

تیسرے یہ کہ ہم دیکھتے ہیں کہ مخلوقات میں بھی ناموں کے لحاظ سے یکسانیت کے باوجود حقیقت میں نمایاں فرق ہوتا ہے، جیسے ہاتھ: انسان کا ہاتھ ہاتھی کے ہاتھ

سے مختلف ہے اور ہاتھی کو جو قوت ہے، وہ اونٹ کو نہیں ہے، حال آں کہ نام میں اشتراک ہے کہ یہ بھی ہاتھ کہلاتا ہے اور وہ بھی، قوت یہ بھی ہے اور وہ بھی، مگر دونوں کی حقیقت وکیفیت میں بڑا فرق ہے۔ معلوم ہوا کہ صرف نام میں یکسانیت سے حقیقت وکیفیت میں بھی یکسانیت کا ہونا لازم نہیں ہے۔

اور تکییف یہ ہے کہ اللہ کی صفات کو کسی خاص کیفیت سے متصف خیال کرے کہ اللہ کا ہاتھ ایسا اور ایسا ہے، اس کی آنکھیں ایسی اور ایسی ہیں وغیرہ، یہ اعتقاد بھی شرعی وعقلی دلیل سے باطل ہے۔

شرعی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَا يُحِيطُونَ بِهِ عِلْمًا﴾ (طٰہٰ:۱۱۰)

(اور مخلوقات علم کے لحاظ سے اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں)

جب اللہ کا کوئی احاطہ نہیں کر سکتا، تو اس کی صفات کی کیفیت کیسے جان سکتا ہے؟

رہی اس کے بطلان کی عقلی دلیل تو وہ واضح ہے کہ کسی چیز کی کیفیت کا علم اسی وقت ہوتا ہے کہ اس چیز کی ذات کا علم ہو یا کم از کم اس کی نظیر کا علم ہو اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا کوئی علم بندوں کو حاصل ہونا محال ہے اور اللہ کی کوئی نظیر نہیں ہے، تو اس کی صفات کی کیفیت آخر کس طرح وہ جان سکے گا؟(۱)

امام بیہقی رحمہ اللہ کی زبانی مسلکِ سلف کی وضاحت

امام بیہقی رحمہ اللہ " الاعتقاد والهداية إلى سبيل الرشاد "میں سلفِ صالحین کا اس سلسلے میں مسلک بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" و في الجملة يجب أن يعلم أن استواء الله سبحانه و

---

(۱) دیکھو: الأسنی:۱۶۶-۱۶۷

تعالى ليس باعتدال عن اعوجاج ، و لا استقرار في مكان ولا مماسة لشيء من خلقه لكنه مستو على عرشه كما أخبر بلا كيف و بلا أين ، بائن من جميع خلقه ، و أن إتيانه ليس إتيانه من مكان إلى مكان ، وأن مجيئه ليس بحركة ، وأن نزوله ليس بنقلة ، وأن نفسه ليس بجسم ، وأن وجهه ليس بصورة ، و أن يده ليست بجارحة ، و أن عينه ليست بحدقة ، و إنما هذه أوصاف جاء بها التوقيف، فقلنا بها ، و نفينا عنها التكييف ، فقد قال: ﴿ليس كمثله شيء﴾ وقال: ﴿ولم يكن له كفوا أحد﴾ و قال: ﴿هل تعلم له سمياً﴾"

(اور خلاصہ یہ ہے کہ یہ جان لینا چاہیے کہ اللہ کے مستوی ہونے کا معنی ٹیڑھ پن سے درستی کے نہیں ہیں اور نہ کسی مکان میں ٹھہرنے کے ہیں اور نہ اپنی مخلوق میں سے کسی سے مس ہونے کے ہیں؛ بل کہ وہ عرش پر بلا کیف وبغیر مکان کے مستوی ہے، اپنی تمام مخلوقات سے الگ وجدا ہے اور اس کا آنا ایک مکان سے دوسرے مکان کی جانب آنا نہیں اور اس کا آنا کوئی حرکت نہیں رکھتا ہے اور اس کا اترنا ادھر سے ادھر نقل ہونا نہیں ہے اور اس کا نفس کوئی جسم نہیں اور اس کا چہرہ کوئی شکل نہیں اور اس کا ہاتھ کوئی عضو نہیں اور اس کی آنکھ کوئی آنکھ کی پتلی نہیں؛ بل کہ یہ سب اس کی صفات ہیں جن کے بارے میں نص وارد ہوئی ہے؛ لہٰذا ہم اس کے قائل ہوئے اور کیفیت کی نفی کی؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا کہ اس کے جیسی کوئی چیز نہیں، یہ فرمایا کہ اس کے برابر کا کوئی

نہیں اور فرمایا: کیا تم اس کا ہم صفت کسی کو جانتے ہو؟)(۱)

جب مسلکِ سلف متشابہات وصفات باری کے بارے میں معلوم ہو گیا، تو اس سے یہ بات بھی سامنے آ گئی کہ اس بارے میں معتدل راستہ وہ ہے، جس میں نہ تعطیلِ صفات ہو، نہ تشبیہ بالمخلوق ہو؛ بل کہ یہاں تنزیہ بلا کیف ہے؛ لہٰذا ایسے الفاظ وتعبیرات سے بھی بچنا چاہیے، جن سے تعطیل لازم آئے، جس طرح یہ بھی واجب ہے کہ ان عبارات والفاظ سے بھی پرہیز کیا جائے، جن سے تشبیہ کا مفہوم نکلتا ہو۔

متشابہات اور علمائے متأخرین

یہاں اتمامِ فائدے کے لیے یہ ذکر کر دینا بھی مناسب ہے کہ اوپر جو کچھ عرض کیا گیا وہ علمائے سلف کا مسلک ہے، رہے علمائے متأخرین، تو ان میں سے اکثر حضرات نے ایک ضرورتِ شرعی کی بنا پر ان احادیثِ صفات میں مناسب تاویل کی بھی اجازت دی ہے، جیسے ہاتھ سے اللہ کی قدرت مراد لینا اور آنکھ سے اللہ کی حفاظت مراد لینا وغیرہ۔

امام نووی رَحِمَہُ اللّٰہُ نے لکھا ہے:

" اعلم أن لأهل العلم في أحاديث الصفات قولين: أحدهما : وهو مذهب معظم السلف ، أو كلهم أنه لا يتكلم في معناها ، بل يقولون: يجب علينا أن نؤمن بها ، و نعتقد لها معنى يليق بجلال الله تعالى ، و عظمته مع اعتقادنا الجازم أن الله تعالى ليس كمثله شيء و أنه منزه عن التجسم ، والانتقال ، والتحيز في جهة ، وعن سائر صفات المخلوقين ، و هذا القول هو مذهب جماعة من المتكلمين،

(۱) الاعتقاد والهدایۃ:۱۱۷-۱۱۸

واختاره جماعة من محققيهم ، وهو أسلم . والقول الثاني: وهو مذهب معظم المتكلمين : أنها تتأول على ما يليق بها على حسب مواقعها."(۱)

(جان لینا چاہیے کہ احادیثِ صفات کے بارے میں اہلِ علم کے دو قول ہیں: ان میں سے ایک جو اکثر سلف؛ بل کہ تمام ہی سلف کا مذہب ہے، یہ ہے کہ ان صفات کے معنے میں کلام نہیں کیا جائے گا؛ بل کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم پر واجب ہے کہ ہم ان صفات پر ایمان لائیں اور ان کے ایک ایسے معنے پر عقیدہ رکھیں، جو اللہ تعالیٰ کی جلالت وعظمت کے شایانِ شان ہے، اس یقین کے ساتھ ساتھ کہ اللہ تعالیٰ کے مانند کوئی چیز نہیں اور وہ جسم ہونے اور کسی جہت میں اپنی جگہ بنانے سے اور تمام مخلوقات کی صفات سے منزہ ہے۔ یہی قول متکلمین کی ایک جماعت کا ہے اور اسی کو ان کے محققین کی ایک جماعت نے پسند کیا ہے اور یہی سلامتی والا قول ہے اور دوسرا قول جو کہ اکثر متکلمین کا مذہب ہے، یہ ہے کہ ان صفات کی حسبِ موقعہ مناسب ولائق تاویل کی جاسکتی ہے۔)

اس میں امام نووی رحمۃ اللہ نے سلف کے مسلک کے بعد اکثر متکلمین حضرات کا قول یہ ذکر کیا ہے کہ کوئی مناسب تاویل کی جاسکتی ہے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ نے "جمع الوسائل شرح شمائل" میں لکھا ہے:

" و فيها المذهبان المشهوران : التأويل إجمالا ، وهو تنزيه الله تعالى عن ظواهرها ، و تفويض التفصيل إليه سبحانه و تعالى ، وهو مذهب أكثر السلف ، والتأويل

---

(۱) المنهاج شرح مسلم:۱/۱۰۰

تفصیلا، وھو مختار أکثر الخلف."(۱)

(صفات کے بارے میں دو مشہور مذہب ہیں: ایک اجمالاً تاویل کرنا اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کو ان کے ظاہری معنے سے منزہ قرار دینا اور تفصیلی تاویل کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کرنا اور یہی اکثر سلف کا مذہب ہے اور دوسرا تفصیلی تاویل کرنا اور یہی اکثر خلف کا مسلک ہے۔)

ملا علی قاری رحمہ اللہ کی اس عبارت سے اور امام نووی رحمہ اللہ کی پیش کردہ اوپر کی ایک عبارت سے ایک بات واضح ہوتی ہے، وہ کہ صفات کے بارے میں سلف و خلف دونوں ایک بات پر متفق ہیں، وہ یہ کہ ان صفات باری میں وارد احادیث کے وہ معنے اللہ کے حق میں مراد نہیں، جو بہ ظاہر سمجھے جاتے ہیں یا جو مخلوق کے حق میں سمجھے جاتے ہیں؛ لہٰذا تمام سلف و خلف ان میں تاویل کے قائل ہیں، فرق صرف یہ ہے کہ سلف اجمالی تاویل کے اور خلف تفصیلی تاویل کے قائل ہیں۔ اجمالی تاویل کا حاصل یہ ہے کہ چوں کہ اللہ تعالیٰ کے لیے ان صفات کا وہ معنی مراد نہیں لیا جاسکتا، جو مخلوق کے لیے لیا اور سمجھا جاتا ہے؛ اس لیے ان سے مراد وہ معانی نہیں ہیں، جو بہ ظاہر ان سے سمجھے جاتے ہیں؛ بل کہ مراد اللہ کے شایانِ شان ان کے معانی ہیں، جو ہم نہیں جانتے اور تفصیلی تاویل کا مطلب یہ ہے کہ ان صفات میں سے ایک ایک صفت کی کوئی مناسب تاویل سے کر لی جائے، جیسے آنکھ سے مراد حفاظت، ہاتھ سے مراد قدرت، استوا علی العرش سے مراد استیلا وغیرہ؛ لہٰذا اس سے یہ واضح ہوا کہ ان صفات کے ظاہری معنی جو مخلوق کے لیے سمجھے جاتے ہیں، وہ کسی کے نزدیک مراد نہیں؛ اس لیے سب ہی حضرات اجمالی تاویل کرتے ہیں اور خلف تفصیلی تاویل کے قائل ہیں۔

---

(۱) جمع الوسائل:۲۶۵

مگر اسلم واحوط سلف کا مسلک ہے، جمہور حضراتِ علما نے اسی کو پسند واختیار کیا ہے۔

متشابہات میں غلو کا سلسلہ

اس تشریح کے بعد عرض ہے کہ موجودہ دور میں بھی متشابہات میں غلو کرنے والے کئی طرح سے غلو کرتے ہیں:

ان میں سے ایک یہ ہے کہ جاہل پیروں و باطل صوفیوں میں معرفت وحقیقت کے نام سے متشابہات میں من مانی تاویلیں تراشی جاتی ہیں اور اس کا نام معرفت رکھا جاتا ہے۔ جیسے کوئی حروفِ مقطعات کے عجیب عجیب معنے بیان کرتا ہے، کوئی (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ کی صورت اپنے پیروں کے مشابہ قرار دیتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ جسے خدا کو دیکھنا ہو، تو وہ پیر صاحب کو دیکھ لے۔ ظاہر ہے کہ یہ انتہائی سخت اور گستاخی کی بات ہے۔

ایک غلطی بہت عام ہے کہ اللہ کی صفات میں تشبیہ سے پرہیز کرتے کرتے نفی و تعطیل کا رنگ اختیار کرلیا جاتا ہے، مثلاً عموماً اس طرح تعلیم دی جاتی ہے: ''اللہ تعالیٰ کے نہ ہاتھ ہے، نہ پیر، نہ کوئی اور عضو اور نہ کوئی صورت وشکل؛ بل کہ وہ نور ہی نور ہے'' ان جملوں سے مقصود تو تشبیہ بالمخلوق سے بچنا و بچانا ہے؛ مگر ان الفاظ وعبارات سے تعطیل و نفی کا شبہ پیدا ہوتا ہے اور بچوں کو اس کی تعلیم دیتے ہوئے ان کی ذہن سازی بھی کچھ اس طرح کی جاتی ہے کہ وہ ان صفاتِ باری کے بارے میں مسلکِ سلف (جو اوپر پیش کیا گیا) کے بہ جائے ''معتزلہ'' و ''معطلہ'' کے مشابہ عقیدہ رکھنے ہی کو سلف کا مسلک سمجھ جاتے ہیں۔

اسی طرح یہ عقیدہ پڑھایا جاتا ہے: ''اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود ہیں'' یہ بات اپنی جگہ

صحیح بھی ہے اور قرآن کی آیت: ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنتُمْ﴾ (جہاں کہیں بھی تم رہو وہ تمھارے ساتھ ہے) (الحدید: ۴) سے ماخوذ بھی ہے؛ مگر اس کا معنے سلف کے مسلک کے مطابق یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے لحاظ سے ہر جگہ ہیں؛ بل کہ مراد یہ ہے کہ وہ اپنے علم وقدرت کے لحاظ سے ہر جگہ موجود ہیں۔ باقی ذات کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہیں؛ مگر بلا کیف وبلا مکان وبلا جہت جیسا کہ تفصیل گزر گئی۔

اسی لیے امام اعظم رحمۃ اللہ سے جب ایک عورت نے پوچھا تھا کہ اللہ کہاں ہے؟ تو آپ نے اس پر ایک کتاب لکھی اور اس میں ثابت کیا کہ اللہ تعالیٰ آسمان پر ہے، زمین پر نہیں، جب ایک شخص نے اس پر سوال کیا کہ پھر اس کا کیا معنی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنتُمْ﴾ تو فرمایا کہ وہ ایسا ہے، جیسے تو کسی کو خط لکھتا ہے کہ میں تیرے ساتھ ہوں، حال آں کہ تو اس سے غائب ہوتا ہے۔ (۱)

امام مالک رحمۃ اللہ نے کہا: اللہ آسمان پر ہے اور اس کا علم ہر جگہ میں ہے، جس سے کوئی جگہ خالی نہیں۔ (۲)

امام ابن عبدالبر مالکی رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ صحابہ وتابعین حضرات علما، جن سے علم حاصل کیا جاتا ہے، انھوں نے آیتِ استوا کے معنی میں فرمایا: اللہ تو عرش پر ہے، اس کا علم ہر جگہ ہے اور اس میں کسی ایسے شخص نے اختلاف نہیں کیا، جس کے قول سے حجت لی جاتی ہے۔ (۳)

الغرض صفات کی تعلیم میں اس کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ نہ تعطیل ہو، نہ تشبیہ

(۱) كتاب العرش للذهبي: ۲/۱۷۰، كتاب العلو للذهبي: ۱۳۳

(۲) إثبات العلو لابن قدامة: ۱۱۵

(۳) التمهيد: ۷/۱۳۸-۱۳۹

لازم آئے؛ لہٰذا اس طرح تعلیم دینا چاہیے جیسے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کی عبارت میں اور دیگر سلف کی کتابوں میں لکھا ہے کہ اللہ کے ہاتھ و چہرہ و نفس وغیرہ ہیں؛ لیکن ہمارے اعضا کی طرح نہیں؛ بل کہ اللہ کے شایانِ شان ہیں۔

ایک غلطی کا فرقہ ظاہریہ ارتکاب کرتا ہے اور بہت سے حنابلہ نے بھی یہی غلطی کی اور کرتے ہیں، وہ یہ کہ تعطیل ونفی سے بچنے کے لیے ایسا اہتمام بلیغ کرتے ہیں کہ ان کا مسلک تشبیہ وتجسیم کے قریب ہو جاتا ہے اور مجسمہ ومشبہہ کے نظریات سے ملتا جلتا معلوم ہوتا ہے۔

ایسے لوگوں پر علمائے اہلِ سنت نے خوب خوب رد کیا ہے، چناں چہ امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ نے اپنے رسالے " دفع شبهة التشبيه" میں ان کا رد لکھا ہے؛ نیز علامہ تقی الدین ابوبکر الدمشقی رحمۃ اللہ نے " دفع شبه من شبه و تمرد" میں ان پر کھل کر کلام کیا ہے۔

علامہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ نے شیخ الحنابلہ حسن بن حامد الوراق رحمۃ اللہ، قاضی ابویعلی الحنبلی رحمۃ اللہ اور شیخ علامہ ابوالحسن ابن الزاغونی رحمۃ اللہ کے بارے میں لکھا ہے:

> ''انھوں نے عقائد پر ایسی کتابیں لکھیں، جن سے مذہب (حنابلہ) کی شان ہی گھٹ گئی، میں نے ان لوگوں کو دیکھا کہ یہ عوام کی سطح پر اتر گئے اور صفاتِ باری کو محسوسات کے تقاضوں پر ڈھال گئے، پس انھوں نے یہ سنا کہ ''اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی صورت پر پیدا کیا'' تو اللہ کے لیے ذات سے زائد صورت وشکل، چہرہ، دو آنکھیں، منہ، حلق کا گوشت، داڑھیں، چہرے کی رونق، جو کہ ''سبحات'' کہلاتی ہے اور دو ہاتھ اور انگلیاں، ہتھیلی، کن انگلی، سینہ، ران

، دو پنڈلیاں اور دو پیر ثابت کر بیٹھے۔"(۱)

اسی طرح اہلِ حدیث عالم جناب نواب وحید الزماں صاحب نے لکھا ہے:

"و مكانه العرش ، وقول المتكلمين :أنه ليس في جهة ، ولا مكان باطل بالشرع ، والعقل إذ كل موجود يبغي مكاناً ."(۲)

(اللہ کا مکان عرش ہے اور علمائے متکلمین کا یہ کہنا کہ اللہ کسی جہت میں نہیں ہے اور نہ کسی مکان میں ، یہ از روئے شرع و عقل باطل ہے ؛ کیوں کہ ہر موجود مکان چاہتا ہے۔)

قرآن وسنت میں اللہ کے لیے عرش کا اثبات اور اس پر اس کے مستوی ہونے کی بات تو آئی ہے؛ مگر اس کو اللہ کے لیے مکان وجگہ پھر اس کو ہر موجود پر قیاس کرتے ہوئے مکان کا محتاج قرار دینا، سخت اور فاحش قسم کی غلطی ہے اور مسلکِ سلف سے ہٹ کر تجسیم وتشبیہ کی راہ اختیار کرنے کے مترادف ہے۔

اسی طرح موصوف نے اپنے "ترجمۂ قرآن" کے حاشیۂ ﴿وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ﴾ پر لکھا ہے:

"جب کرسی پر بیٹھتا ہے، تو چار انگل کے برابر بھی بڑی نہیں رہتی اور اس کے بوجھ سے چرچر کرتی ہے۔"(۳)

اللہ تعالی کے لیے یہ الفاظ اولاً تو نہ قرآن میں آئے ہیں اور نہ حدیثِ رسول میں؛ لہٰذا اپنی جانب سے ان کا استعمال کرنا ہی محلِ نظر ہے، دوسرے یہ کہنا کہ "چار

(۱) دفع شبه التشبيه:۷-۸

(۲) هدية المهدي:۱/۹، نزل الأبرار:۱/۳

(۳) قرآن مترجم ومحشی:۶۰، بہ حوالہ فرقۂ اہلِ حدیث ہندو پاک از مولانا الیاس گھمن:۱۱۷-۱۱۸

انگل کے برابر بڑی نہیں رہتی" اور یہ کہنا کہ "اللہ کے بوجھ سے چر چر کرتی ہے" کس قدر مخلوق سے تشبیہ وتمثیل کی راہ ہے، جو سلف سے ہٹی ہوئی ہے!! حال آں کہ عرش کو اللہ کا مکان کہنا اور اللہ سے عرش کے پُر ہونے کا قول اور اللہ کے لیے جہت ماننا "مشبہہ" کا قول وعقیدہ ہے، جیسا کہ امام ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ نے " العرش و ما روي فيه " میں ذکر کیا ہے۔(۱)

الغرض متشابہات وصفاتِ باری کے اندر متعدد طرح کے غلو ہوتے ہیں، جن سے بچنا لازم وضروری ہے۔

متشابہات کے پیچھے پڑنے والے کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تنبیہ

اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانے کے ایک شخص صبیغ بن عسل نامی کو سخت سزا دی تھی کہ وہ متشابہات میں کلام کرتا تھا۔

روایت ہے کہ وہ شخص مدینہ آیا اور قرآن کے متشابہات کے بارے میں سوال وجواب کرنے لگا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب معلوم ہوا، تو اس کو بلوایا اور پہلے سے کھجور کی چند ٹہنیاں منگوا رکھی تھیں، جب وہ آیا تو آپ نے اس سے پوچھا کہ تو کون ہے؟ اس نے کہا کہ میں اللہ کا بندہ صبیغ ہوں، آپ نے فرمایا کہ میں اللہ کا بندہ عمر ہوں، پھر آپ نے اس سے کہا کہ اپنا سر کھول، پھر اس کے سر پر ان ٹہنیوں سے مارنا شروع کیا، یہاں تک کہ اس کا سر زخمی ہو کر خون بہنے لگا۔ اس نے کہا کہ اے امیر المومنین! کافی ہے! جو کچھ دماغ میں میرے سمایا تھا سب چلا گیا۔(۲)

اور بعض روایات میں ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی پٹائی کی، تو اس کو

---

(۱) دیکھو: العرش:۱۷۹-۱۸۰)

(۲) اعتقاد أهل السنة للإمام لالكائي:۶۳۶/۳، الشريعة للآجري:۱/۱۷

اپنے وطن "بصرہ" جانے کی اجازت دی اور حضرت ابو موسیٰ اشعری ﷺ کو لکھا کہ کوئی مسلمان اس کے ساتھ مجالست ومیل جول نہ رکھے۔ پس اس کا حال وہاں ایسا تھا، جیسے خارش والے اونٹ کا ہوتا ہے کہ وہ کسی بھی حلقے میں جاتا، تو لوگ خارشی اونٹ کی طرح اس سے ڈر کر وہاں سے اٹھ جاتے اور اگر اس سے ناواقف لوگ ہوتے، تو دوسرے لوگ ان سے کہتے کہ حضرت عمر ﷺ نے اس سے ملنے سے منع کر دیا ہے۔ یہ سن کر لوگ متفرق ہو جاتے، جب اس کا حال درست ہو گیا اور اس نے توبہ کی، تو حضرت ابو موسیٰ ﷺ نے حضرت عمر ﷺ کو لکھا کہ اس کا حال درست ہو گیا ہے، تب حضرت عمر ﷺ نے لوگوں کو اس سے میل جول کرنے کی اجازت دی۔(۱)

اصطلاحاتِ شرعیہ کے مفہوم

میں تبدیلی یا کمی وزیادتی

ایک صورت دین میں غلو وحد سے تجاوز کی یہ بھی ہے کہ اصطلاحاتِ شرعیہ کے مفاہیم ومصادیق میں اپنی جانب سے کوئی تبدیلی یا تغیر کر دیا جائے یا اس میں کوئی کمی یا زیادتی کر دی جائے۔ چناں چہ متعدد طبقوں وفرقوں نے اس شکل سے بھی دین میں غلو کیا اور راہِ راست سے منحرف ہوتے چلے گئے، اگر چہ کہ یہ انحراف خود بھی مختلف حیثیات کا ہے، کوئی بہت شدید ہے، کوئی بہت خفیف ہے، کوئی درمیانی درجے کا ہے اور ہم نے اوپر متشابہات میں تغیر وتاویل کے ذریعے غلو کا ذکر کر دیا ہے۔

اور "محکمات" میں غلو کی دو صورتیں ہیں: کبھی تو یہ کہ ان کے معنے ومراد میں تغیر وتبدیلی کر دی جاتی ہے اور کبھی یہ ہوتا ہے کہ اس کے معنے میں کمی وزیادتی کر دی جاتی ہیں۔

---

(۱) ذم التأويل لابن قدامة المقدسي:۱۲، اعتقاد أهل السنة:۶۳۶/۳، الاعتصام: ۵۵/۲، عقيدة السلف للصابوني:۱۹

پہلی صورت: مفہوم میں تبدیلی

پہلی صورت یہ ہے کہ شرعی اصطلاح میں تغیر وتبدیلی کردی جائے اور یہ بہت ہی شدید وخطرناک اور نہایت قبیح بات ہے۔ چناں چہ گزشتہ دوروں میں اس راہ سے بھی بعض قوموں میں گمراہی آئی کہ دینی وشرعی اصطلاح کو اپنی جانب سے دوسرے معنے دے دیے گئے، جن میں سے ہم یہاں بعض کا ذکر کرتے ہیں۔

عیسائیوں نے توحید کو ''تثلیث'' کردیا

اس کی مثال ایک نہایت اہم ومعروف اصطلاح ''توحید'' سے دی جاسکتی ہے، جس میں عیسائیوں نے ''تثلیث'' کا مفہوم داخل کیا اور توحید کے راستے سے ہٹ کر شرک وکفر کے راستے پر پڑ گئے۔

عیسائی علما نے عیسائی مذہب کے اس ''عقیدۂ توحید'' یا ''تثلیث'' کی تشریح کرتے ہوئے جو کہا ہے، وہ یہ ہے کہ خدا تین ''اقنوم'' سے مرکب ہے: ایک باپ، دوسرا بیٹا اور تیسرا روح القدس۔ یہ تین مل کر ایک ''خدائی وحدت'' تیار کرتے ہیں، جو اپنی ماہیت وحقیقت کے اعتبار سے ناقابل تقسیم ہے، اسی وجہ سے وہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ تین خدا نہیں؛ بل کہ سب مل کر ایک خدا ہے۔ (۱)

ظاہر ہے کہ توحید ایک خدا کے ماننے کا نام ہے، تین خداؤں کا ماننا کسی طور پر بھی توحید نہیں؛ بل کہ خالص شرک ہے، اس کے باوجود ان عیسائیوں نے اس شرک کو ''توحید'' کا نام دے دیا، جس کا رد قرآن میں فرمایا گیا ہے جیسا کہ اوپر گزرا۔

اسی طرح ایک اصطلاح قدیم شریعتوں میں ''اب'' اور ''ابن'' کی اللہ تعالی کے لیے اور مخصوص ومقرب بندوں کے لیے استعمال کی جاتی تھی اور اس سے مراد

---

(۱) دیکھو: مقدمہ بائبل سے قرآن تک: ۴۵/۱

محض ایک تعلق خاص تھا کہ فلاں اللہ کا بیٹا ہے اور اللہ اس کا باپ ہے یعنی اس کو اللہ سے ایک خصوصی تعلق ہے؛ مگر ان الفاظ کو ان میں سے بعض لوگوں نے حقیقی بیٹا اور حقیقی باپ کے معنے میں استعمال کر کے راہ ہدایت چھوڑ دی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حقیقی بیٹا اللہ کا ماننے لگے۔

فرقۂ باطنیہ نے تمام شرعی اصطلاحات کو بدل دیا

ان ہی کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے فرقۂ باطنیہ نے کئی قدم ان سے پیش قدمی کردی اور پوری شریعتِ اسلامیہ کو اپنی باطل تاویلات سے ایک کھیل و مذاق بنادیا اور شرعی اصطلاحات کو از اول تا آخر من مانی ونفسانی معانی پہنا دے، یہاں تک کہ "جنابت" کے معنی راز فاش کرنا، غسل کے معنی تجدید بیعت کرنا، طہارت کے معنی اپنے امام کے علاوہ کسی اور پر اعتقاد سے بری ہو جانا، روزے کے معنی راز فاش کرنے سے رک جانا، نماز کے معنی دعا کرنا، یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کے لیے لوگوں کو بلانا وغیرہ، بینکڑوں شرعی اصطلاحات کے شرعی مفاہیم کو بدل ڈالا، اسی طرح شراب وزنا وغیرہ محرمات کا جو مفہوم تھا اس کو بھی بدل ڈالا، مثلاً شراب وزنا سے (نعوذ باللہ) حضرت ابو بکر وحضرت عمر رضی اللہ عنہما کو مراد لیا اور یہ کہا کہ قرآن وحدیث میں جو شراب وزنا سے بچنے کا حکم ہے، اس سے مراد ان لوگوں کی بیعت کرنے سے بچنا ہے، باقی وہ شراب وزنا جس کو لوگ حرام سمجھتے ہیں، یہ حرام نہیں؛ کیوں کہ اللہ نے خود کہا ہے کہ اللہ کی پیدا کردہ زینت کو کس نے حرام کیا؟ لہٰذا یہ جائز ہے، اس طرح ان الفاظ کو من گھڑت معانی پہنا دیے اور اباحیت پسندی کی راہ کھول دی اور سارے محرمات کو حلال کر دیا اور اس طرح خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔

نوٹ: اس کی کچھ تفصیلات دیکھنا ہو، تو امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب

"فضائح الباطنیة" اور علامہ فقیہ محمد بن مالک یمنی رحمۃ اللہ کی کتاب "کشف أسرار الباطنیة" ملاحظہ کریں۔

بطال صوفیا کی تحریفات

اس کی ایک اور مثال یہ دی جا سکتی ہے، جو بطال و غالی صوفیا کی جانب سے ''تصوف وسلوک'' کی راہ میں پیش آئی تھی، وہ یہ کہ انھوں نے ''تصوف وسلوک'' کی اصطلاحات کو جن میں سے بعض قرآنی و حدیثی ہیں اور بعض حضراتِ اکابر کی وضع کردہ ہیں، ان کو نہایت بے دردی کے ساتھ ان کے اصلی معانی سے ہٹا کر غیر شرعی معنی پہنا دیے تھے، حتی کہ آج وہی غیر شرعی معنی لوگوں میں معروف ہو گئے۔ ان لوگوں کے نزدیک ''تصوف'' چند بے حقیقت رسموں، خلافِ دین بدعات ولغویات، عرس و فاتحہ، سماع و رقص وقوالی کا نام تھا؛ لہٰذا یہ لوگ شخصیات کے پردے میں دین بے زاری و بے راہ روی کا بازار گرم کرنے، ''حقیقت و معرفت'' کے نام سے لوگوں کو خلافِ دین باتوں کی تعلیم دینے، اسی طرح ''ہمہ اوست'' کی صوفیانہ اصطلاح کو کافرانہ و مشرکانہ مفہوم دے کر لوگوں میں رائج کرنے اور (نعوذ باللہ) ہر چیز کو خدا قرار دینے لگے اور " وحدة الوجود" و" وحدة الشهود" کی عوام کے لیے ناقابل فہم تعبیرات کی آڑ میں دین و شریعت سے شوخی و بے باکی؛ بل کہ کفر کا کاروبار کرنے لگے۔

اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ بعض نے حقیقت و طریقت اور معرفت وغیرہ الفاظ کو غلط معنی پہنا کر ''اباحیت پسندی'' کی طرح ڈال دی، یہاں تک کہ زنا و شراب جیسی لعنتیں بھی جائز کر لیں اور عورتوں سے بے پردگی و آزادانہ اختلاط بھی کرنے لگے، اسی طرح مخلوق میں اللہ کے حلول کا عقیدہ گھڑ کر عوام الناس کو توحید سے دور کر دیا اور

ان الفاظ کے پردے میں دین وشریعت سے لوگوں کو ہٹا کر گمراہی کے راستے پر ڈالتے چلے گئے، یہاں تک کہ نماز وروزہ، حج وزکوۃ جیسی اسلامی عبادات وفرائض کو اٹھادیا اوران کے مفاہیم بدل دئے اورآج بھی یہ فرقہ اسی طرح اپنے گمراہ عقائد و نظریات کو پھیلانے میں مشغول ہے۔

اس کو مذاق کہا جائے یا کچھ اور نام اس کو دیا جائے، یہ حقیقت ہے کہ ''تصوف'' جس کو قرآن میں ''تزکیے'' سے اور حدیث میں ''احسان'' سے تعبیر کیا گیا ہے، وہ مذکورہ بالا امور کا نام نہیں اور قطعاً نہیں؛ بل کہ وہ کچھ اور ہے اور یہ کچھ اور؛ مگر اس کو کیا کہیے گا کہ آج ''تصوف'' کا نام لوگ سنتے ہیں، تو ان ہی امور کی جانب ان کا ذہن متبادر ہوتا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رَحِمَہُ اللّٰہُ کے مکتوبات میں اس گروہ کے سلسلے میں اس کی ان غلو آمیز گمراہیوں کے بارے میں بہت تفصیل سے جگہ جگہ گفتگو کی گئی ہے، وہاں دیکھنا چاہیے۔

الغرض شرعی اصطلاحات میں شریعت کے بتائے ہوئے معنے کے بہ جائے اپنے من مانی معانی لگانے لگے اور اس طرح گمراہ ہو گئے۔

منکرینِ حدیث کا اصطلاحاتِ شرعیہ سے کھلواڑ

اسی طرح منکرینِ حدیث جو خود کو ''اہلِ قرآن'' کہتے ہیں، انھوں نے جب حدیث کا انکار کر دیا اور اس کی حجیت کو ٹھکرا دیا، تو ان کے لیے بڑی پریشانی یہ تھی کہ قرآنِ کریم جس کو ماننے کا وہ دعویٰ کرتے ہیں (اگر چہ کہ حدیث وصاحبِ حدیث کے انکار کے بعد یہ دعویٰ انتہائی مضحکہ خیز بھی ہے اور خود ان کے دعوی ''عمل بالقرآن'' کے بھی خلاف ہے) اس میں جو اصطلاحاتِ اسلامیہ استعمال کیے گئے

ہیں، وہ ان کی راہ میں "سدِ سکندری" بنتے جا رہے تھے! لہٰذا انھوں نے اپنے مفاد کی خاطر ان ساری اسلامی اصطلاحوں کو من گھڑت معانی پہنا دیے، مثلاً قرآن میں اللہ و رسول کی اطاعت کا حکم ہے، اس کو ان لوگوں نے مرکزِ ملت (Central Authority) کی اطاعت کے معنی دے دیے اور "اولوالامر" کی اطاعت سے حکومت کے ماتحت افسران کی اطاعت مراد لے لی اور کہا کہ آخرت سے مراد اپنے مستقبل کی فکر ہے اور جنت و دوزخ سے انسانی کیفیات مراد ہیں اور کہنے لگے کہ "صلاۃ" سے مراد یہ نماز نہیں ہے؛ بل کہ قرآنی نظام کو معاشرے میں رواج دینے کا نام ہے، "زکاۃ" سے مراد حکومت کو دیا جانے والا ٹیکس ہے، حج کوئی عبادت کا طریقہ نہیں؛ بل کہ ایک عالمی اجتماع ہے، جس کا مقصد امت کے اجتماعی امور کے بارے میں غور و خوض اور ان کے مسائل کا حل تلاش کرنا ہے اور قربانی اسی اجتماع کے لیے جمع ہونے والوں کی دعوت و ضیافت سے تعبیر ہے۔

نوٹ: ان منکرینِ حدیث کے ان نظریات کی تفصیل مع حوالجات کے لیے دیکھیے: "فتنۂ انکارِ حدیث" از حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی، مفتی جامعۃ العلوم بنوریہ، کراچی۔

اور لیجیے! سر سید احمد خان نے جن و ملائک کی تفسیر اچھی بری قوتوں سے کر دی اور جن و ملائک کے حقیقی وجود سے انکار کر دیا؛ جبریل کی تفسیر ملکۂ نبوت سے کر دی، آسمان کی تفسیر "دخان" سے کر دی وغیرہ۔

اسی طرح ان منکرینِ حدیث کا کہنا ہے کہ نمازیں صرف دو ہیں، باقی سب نوافل ہیں۔(۱)

غلام احمد پرویز کہتا ہے کہ قربانی کا کوئی ثبوت نہیں، حج میں قربانی کا مقصد حج

---

(۱) طلوعِ اسلام: جون ۱۹۵۰ء

میں شرکت کرنے والوں کے خورد ونوش کا انتظام ہے اور اس کے علاوہ جو قربانی ہوتی ہے، اس میں عید کے دن دس کروڑ روپے کا قومی سرمایہ ضائع ہوتا ہے۔(۱)

بعض کہتے ہیں کہ صرف مردار، بہتا خون، خنزیر اور غیر اللہ کے نام کی طرف منسوب چیزیں حرام ہیں، ان کے علاوہ کچھ حرام نہیں؛ بل کہ محمد صبیح اڈوکیٹ لکھتا ہے کہ مذکورہ چار چیزوں کے علاوہ باقی چیزوں کا کھانا فرض ہے۔(۲)

نیز یہ لوگ معجزات وکرامات کا انکار کرتے ہیں، عذابِ قبر کا انکار کرتے ہیں اور جنت ودوزخ کے بارے میں مختلف الخیال ہیں۔ کوئی ان کو موجود کہتا ہے اور کوئی یہ کہتا ہے کہ فی الحال یہ موجود نہیں اور کوئی کہتا ہے کہ یہ تمثیلی چیزیں ہیں اور کوئی ان کو روحانی چیزیں کہتا ہے۔

مرزا قادیانی اور قادیانیوں کی ''ختمِ نبوت'' میں تحریف

اس کی ایک مثال قادیانیوں اور ان کے جھوٹے نبی مرزا غلام احمد قادیانی کا آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں قرآن میں آئے ہوئے لفظ ﴿خاتم النبیین﴾ کے معنے میں تحریف وتبدیلی کرنا ہے کہ ساری امت اس کا معنی یہ کرتی ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری نبی ہیں اور آپ نبیوں کے سلسلے کی آخری کڑی ہیں اور آپ کے بعد کوئی نیا نبی آنے والا نہیں؛ مگر یہ مرزا غلام احمد اور قادیانی لوگ ساری امت کے اجماع کے خلاف ﴿خاتم النبیین﴾ کا معنی یہ کرتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعد آنے والے نبیوں کی مہر ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعد آنے والے نبیوں کو مہر لگا کر بھیجیں گے۔ ظاہر ہے کہ یہ معنی قرآن کی ''معنوی تحریف'' ہے۔

---

(۱) قرآنی فیصلے:

(۲) طلوعِ اسلام: جون ۱۹۵۲ء

یہ لیجیے! مرزا غلام احمد کہتا ہے:

”جس کامل انسان پر قرآن شریف نازل ہوا.................اور وہ خاتم الانبیا بنے؛ مگر ان معنوں سے نہیں کہ آئندہ اس سے کوئی روحانی فیض نہیں ملے گا؛ بل کہ ان معنوں سے کہ وہ صاحبِ خاتم ہے، بہ جز اس کی مہر کے کوئی فیض کسی کو نہیں پہنچ سکتا.................اور بہ جز اس کے کوئی صاحبِ خاتم نہیں، ایک وہی ہے جس کی مہر سے ایسی نبوت بھی مل سکتی ہے، جس کے لیے امتی ہونا لازمی ہے اور اس کی ہمت اور ہمدردی نے امت کو ناقص حالت پر چھوڑنا نہیں چاہا۔“(۱)

اور مرزا غلام احمد قادیانی کے ملفوظات میں ہے:

’خاتم النبیین کے معنے یہ ہیں کہ آپ کی مہر کے بغیر کسی کی نبوت کی تصدیق نہیں ہو سکتی، جب مہر لگ جاتی ہے، تو کاغذ سند ہو جاتا ہے اور مصدقہ سمجھا جاتا ہے، اسی طرح آں حضرت کی مہر اور تصدیق، جس نبوت پر نہ ہو، وہ صحیح نہیں ہے۔“(۲)

الغرض مرزا نے ﴿خاتم النبیین﴾ کے معنی نبیوں کی مہر کے بیان کیے ہیں کہ حضرت محمد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بعد نبی آئیں گے؛ مگر وہ آپ کی مہر کے ساتھ آئیں گے، مگر ﴿خاتم النبیین﴾ کے یہ معنے نہ قرآن کی رو سے صحیح ہیں اور نہ حدیث کی رو سے اور نہ قواعدِ عربیہ کے لحاظ سے۔

قرآن کے لحاظ سے اس لیے غلط ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت اسی آیت میں اس طرح آئی ہے:

---

(۱) حقیقۃ الوحی: ۲۷، روحانی خزائن: ۲۲/۲۹-۳۰

(۲) ملفوظات احمدیہ: ۳/۲۰۸

﴿وَلٰكِنْ نَبِيًّا خَتَمَ النَّبِيِّيْنَ﴾
(لیکن آپ نبی ہیں، جنھوں نے نبیوں کو ختم کردیا)

اور یہ مسلمہ اصول ہے کہ قرآن کی ایک قراءت، دوسری قراءت کی تفسیر و تفہیم کرتی ہے، جس طرح ایک آیت دوسری آیت کی تفسیر کرتی ہے؛ لہٰذا اس قراءت نے مسئلہ صاف کردیا کہ مراد ﴿خاتم النبیین﴾ سے یہ ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ایسے نبی ہیں، جنھوں نے سلسلۂ نبوت کو ختم کردیا۔

اور حدیث کی رو سے یہ اس لیے غلط ہے کہ احادیث میں "لا نبي بعدي" کہا گیا، جس کا مطلب یہی ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا، اگر ﴿خاتم النبیین﴾ کے معنی یہ ہوتے کہ آپ کی مہر سے نبی آیا کریں گے تو "لا نبي بعدي" کہنا غلط ہوتا۔

الغرض مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی امت نے اس لفظ ﴿خاتم النبیین﴾ کے معنے میں تحریف کر کے مرزا کی نبوت کا چور دروازہ کھولنے کی کوشش کی، جس کو دنیا کے تمام علما نے باتفاق رد کر کے ان کی اس "تحریفِ معنوی" سے امت کو آگاہ کردیا۔

اصطلاحاتِ شرعیہ میں مفاہیم کی تبدیلی کفر ہے

الغرض قرآنی و اسلامی اصطلاحات و الفاظ کو اس طرح من گھڑت معانی پہنا کر دین و شریعت سے کھلواڑ کرنا، بدترین جرم اور کفرِ خالص ہے، جس کو اسلام سے کوئی تعلق دور دور تک کا بھی نہیں ہوسکتا، چناں چہ علمائے امت نے اس طرح دین و شریعت کی اصطلاحات کو من گھڑت معانی پہنانے کو کفر اور اس قسم کے لوگوں کو کافر قرار دیا ہے، یہاں صرف دو تین حوالے پیش کرتا ہوں:

(۱) علامہ محمد بن ابراہیم المعروف بابن الوزیر رَحِمَہُ اللّٰہُ اپنی کتاب "ایثار الحق علی الخلق" میں لکھتے ہیں:

" مثل كفر الزنادقة ، والملاحدة الذين أنكروا البعث ، والجزاء ، والجنة ، والنار ، و تأولوا الرب جل جلاله، وجميع اسمائه بإمام الزمان ، و سموه باسم الله تعالى ، و فسروا : لا إله إلا الله أي لا إمام إلا إمام الزمان في زعمهم ، خذلهم الله تعالى ، و تلعبوا بجميع آيات كتاب الله عز و جل في تأويلها جميعا بالبواطن التي لم تدل على شيء منها دلالة ، ولا أمارة ، ولا لها في عصر السلف الصالح إشارة ، و كذلك من بلغ مبلغهم من غيرهم في تعفية آثار الشريعة ، و رد العلوم الضرورية التي نقلتها الأمة خلفها عن سلفها . "

(جیسے زندیقوں اور ملحدوں کا کفر ہے، جنھوں نے دوبارہ اٹھائے جانے ، بدلہ و جزا، جنت و جہنم کا انکار کیا اور رب تعالیٰ اور اس کے تمام ناموں کی تاویل امام الزماں سے کرتے اور اس اپنے امام الزمان کو اللہ کا نام دیتے ہیں اور "لا إله إلا الله" کا بہ زعم خود یہ مطلب لیتے ہیں کہ امام الزمان کے علاوہ کوئی معبود نہیں، اللہ ان کو ذلیل ورسوا کرے اور اللہ کی کتاب کی تمام آیات سے کھلواڑ کرتے ہیں، ان کی ایسے باطنی معانی سے تاویل کرتے ہوئے، جن پر کوئی دلیل یا علامت دلالت نہیں کرتی اور نہ ان کا سلفِ صالحین کے زمانے میں کوئی اشارہ ملتا ہے اور اسی طرح دوسرے وہ لوگ بھی کافر ہیں، جو شریعت کے نشانات کو مٹاتے اور ضروری علوم جن کو اس امت کے اگلے لوگوں نے بعد والوں تک پہنچایا ہے، ان کو رد کرنے میں ان ہی کے نقشِ قدم پر چلتے ہیں۔)(۱)

(۱) إيثار الحق :۴۰۲

(۲) علامہ شہاب الخفاجی رحمۃ اللہ "نسیم الریاض" میں لکھتے ہیں:

" و كذلك وقع الإجماع من علماء المسلمين على تكفير كل من دافع نص الكتاب أي منع ، و نازع فيما جاء صريحا في القرآن كبعض الباطنية الذين يدعون لها معان آخر غير ظاهرها ."

(اور اسی طرح علمائے مسلمین کا اجماع ہے، ہر اس شخص کی تکفیر پر جو کتاب اللہ کی نصوص کو رد کرتا ہے اور قرآن میں صریح طور پر آئی ہوئی آیات میں منازعت و جھگڑا کرتا ہے، جیسے باطنیہ فرقے ان آیات کے ظاہری معنے سے ہٹا کر ایک دوسرے معنے کا دعوے کرتا ہے۔)(۱)

(۳) امام غزالی رحمۃ اللہ "إحياء علوم الدين" میں لکھتے ہیں:

''شریعت کے الفاظ کو ظاہری مفہوم سے ہٹا کر ایسے باطنی معانی کی جانب پھیرنا، جس کی طرف ذہن منتقل ہی نہیں ہوتا، جیسے باطنیہ فرقے کی اس طرح کی چیزوں میں تاویلات کی عادت ہے، یہ بھی حرام ہے اور اس کا ضرر و نقصان بہت بڑا ہے؛ کیوں کہ جب الفاظ کو صاحبِ شرع کی کسی نقل پر اعتماد کے بغیر اور کسی عقلی ضرورت کے بغیر اپنے ظاہری مفہوم سے ہٹا دیا جائے گا، تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ الفاظ پر سے اعتماد اٹھ جائے گا اور اللہ و رسول کے کلام کا فائدہ ہی سرے سے ختم ہو جائے گا؛ کیوں کہ جو معنے پہلے پہل سمجھے جاتے ہیں، ان پر تو اعتماد نہیں رہا اور رہے باطنی معنے تو ان کا کوئی قاعدہ و اصول ہے ہی نہیں؛ بل کہ ان میں خیالات و افکار کا اختلاف ہوتا ہے اور اس کو مختلف معانی

---

(۱) نسيم الرياض شرح الشفاء للقاضي عياض: ۵۳۵/۴

پر محمول کیا جا سکتا ہے اور اس قسم کے معانی مراد لینے والوں کا مقصد نئی جدت پیدا کرنا ہوتا ہے اور اسی طریقے سے "باطنیہ" کو موقعہ ملا کہ وہ تمام شریعت کو اس کے ظاہری معانی سے ہٹا کر اور من مانی معانی پر ان کو ڈھال کر شریعت ہی کو منہدم کردیں۔"(۱)

دوسری صورت: مفہوم میں کمی یا زیادتی

اصطلاحاتِ شرعیہ میں تغیر وتبدیلی کی دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ بعض وقت ان کے مفہوم ومعنی میں کمی وزیادتی کردی جاتی ہے اور شرعاً ان کو جس عام یا خاص مفہوم کے لیے شرع نے مقرر ووضع کیا تھا یا حضراتِ سلفِ صالحین نے ان کو جن معانی ومفاہیم کے لیے استعمال کیا تھا اور ان کی کتب ومضامین میں ان کے جو معانی و مفاہیم مقصود ومراد تھے، ان سے ان کو ہٹا دیا جاتا ہے اور عموماً یہ بات کسی خاص چیز کے غلبے ورواج کی وجہ سے وجود میں آتی ہے اور کبھی اس کے پیچھے اغراضِ فاسدہ کام کرتے ہیں، ان اغراضِ فاسدہ ومفاداتِ نفسانیہ سے متاثر ہو کر لوگ اس کمی بیشی کے مرتکب ہو جاتے ہیں۔

علم وفقہ وغیرہ الفاظِ شرعیہ کے معانی میں کمی بیشی

جیسے امام غزالی رحمۃ اللہ نے "إحياء علوم الدين" میں اس قسم کے پانچ الفاظ سے بحث کی ہے اور وہ ہیں: فقہ، علم، توحید، تذکیر اور حکمت۔ امام غزالی رحمۃ اللہ نے فرمایا:

"اعلم أن منشأ التباس العلوم المذمومة بالعلوم

---

(۱) إحياء العلوم:۱/۳۲

الشرعية تحريف الأسامي المحمودة ، و تبديلها ، و نقلها بالأغراض الفاسدة إلى معان غير ما أراده السلف الصالح ، والقرن الأول " .(۱)

(جاننا چاہیے کہ برے علوم کے شرعی علوم کے ساتھ خلط ملط ہو جانے کا سبب یہ ہے کہ اچھے (اسلامی) ناموں (والفاظ) کی تحریف و تبدیلی کردی جائے اوران کوایسے معنوں کی طرف منتقل کردیا ہے، جو سلفِ صالحین اورقرنِ اول کے لوگوں نے ان سے مرادنہیں لیا تھا۔)

امام غزالی رَحِمَہُ اللہُ نے ان پانچوں الفاظ پر بحث کی ہے؛ لیکن یہاں ہم اختصار کے پیشِ نظر صرف دو: ایک فقہ اور دوسرے علم کے بارے میں ان کی تحقیق نقل کردینا مناسب سمجھتے ہیں۔

امام غزالی رَحِمَہُ اللہُ فرماتے ہیں کہ"فقہ" کے لفظ میں لوگوں نے تصرف کر کے اس کے معنی میں تخصیص کردی، یہ لفظ پہلے دور میں علم آخرت اور آفاتِ نفس کی گہری باتوں کو جاننے اوراعمال کو فاسد و برباد کرنے والی چیزوں کی جانکاری اور دنیا کی حقارت اوراخروی نعمتوں کی جانب لگاؤ اور دل میں خوف کے غلبہ پر بولا جاتا تھا؛ مگر بعد میں لوگوں نے فرعی و جزئی مسائل میں سے عجیب وغریب باتوں سے متعلق فتاوی کے جاننے اوران کی وجوہات کے دقائق سے واقفیت اور اس سلسلے میں لمبا چوڑا کلام و بحث کرنے اوران سے متعلقہ مقالات کو یاد کرنے کے لیے اس لفظ"فقہ" کو خاص کردیا؛ لہٰذا جو اس میں خوب گہرائی وگیرائی سے مشغول ہوتا ہے، اس کو لوگ کہتے ہیں کہ یہ"افقہ" ہے۔

اسی طرح لفظ"علم" پہلے زمانوں میں اللہ تعالی کو اوراس کی نشانیوں اور بندوں

---

(۱) إحياء العلوم:۳۲/۱

اور اس کے مخلوق میں اس کے تصرفات کو جاننے کے لیے استعمال کیا جاتا تھا، پھر لوگوں نے اس میں تصرف کر کے اس کو فقہی مسائل میں اپنے مخالف رائے رکھنے والے اور اس سلسلے میں مناظرہ و بحث کرنے والے پر اس کو چسپاں کر دیا، حال آں کہ علم کے فضائل میں جو کچھ وارد ہوا ہے، وہ اللہ کو اور اس کے احکام کو اور اس کے افعال و صفات کو جاننے والے کے حق میں ہے۔(۱)

راقم عرض کرتا ہے کہ اس کی تائید حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ کے قول سے ہوتی ہے کہ جب ان سے عمران القصیر نے کوئی مسئلہ پوچھا اور عرض کیا کہ اس بارے میں فقہا تو یوں کہتے ہیں؟ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ کیا تو نے اپنی آنکھوں سے کسی "فقیہ" کو دیکھا ہے؟ پھر فرمایا:

"إنما الفقيه الزاهد في الدنيا ، البصير بدينه ، المداوم على عبادة ربه."(۲)

(فقیہ تو بس وہ ہے، جو دنیا سے دل نہ لگانے والا، اپنے دینی امور میں بصیرت رکھنے والا، اپنے رب کی عبادت پر پابندی کرنے والا ہو۔)

اور حضرت مطر الوراق رحمۃ اللہ کہتے ہیں:

"میں نے حضرت حسن رحمۃ اللہ سے ایک مسئلہ معلوم کیا، انھوں نے جواب دیا، میں نے عرض کیا کہ فقہا تو اس میں آپ کے خلاف کہتے ہیں؟ فرمایا کہ کیا تم نے کوئی فقیہ دیکھا ہے؟ کیا تم جانتے بھی ہو کہ فقیہ کون ہے؟ فقیہ تو وہ متقی زاہد سنتِ رسول پر قائم رہنے والا ہے، جو کبھی کسی اپنے سے کم تر کا ٹھٹا نہ کرے اور کسی اپنے سے بڑے کا مذاق

---

(۱) دیکھو: إحياء العلوم :۱/۳۲-۳۳

(۲) سير إعلام النبلاء:۴/۵۷۶

نہ اڑائے اور اللہ نے جو علم دیا، اس سے دنیا نہ کمائے۔"(۱)

الحاصل علم اور فقہ کی شرعی اصطلاحات لوگوں نے ایک بہت محدود معانی کے لیے استعمال کرنا شروع کر دیا اور ایک غلو کا ارتکاب کیا۔

اور اس غلو کا نتیجہ ایک تو یہ ہوا کہ لوگ عالم اسے تو کہتے ہیں، جو ان "مسائل جدلیہ و اختلافیہ" میں مہارت رکھتا ہو؛ مگر اُسے عالم نہیں سمجھتے، جو اللہ کی معرفت کا حامل ہوتا ہے اور خوف وخشیت وفکر آخرت سے متعلق احکام و آیات کے معانی پر مہارت رکھتا ہے۔

دوسرا نتیجہ سامنے یہ آیا کہ عموماً طالبینِ علوم نے صرف ان ہی چند "مسائلِ خلافیہ" کے علم کو علم سمجھ کر اسی کو اپنا مقصود بنالیا اور علومِ آخرت سے یکسر غافل ہو گئے، جو کہ اصل مقصود تھے۔

اصطلاحِ "دعوت" میں تحدید وتقصیر

اور اسی میں یہ بھی داخل ہے کہ آج کل عوام الناس میں "دعوت وتبلیغ" کے سلسلے میں غلو پایا جاتا ہے اور اکثر لوگ اس کو ایک خاص صورت وشکل اور ایک خاص نظام کے ساتھ محدود ومخصوص سمجھتے ہیں، حال آں کہ "دعوت وتبلیغ" کا مفہوم ومصداق وسیع وعام ہے، اللہ کے دین کی باتیں واحکام خواہ وہ کسی بھی باب وشعبے سے متعلق ہوں، ان کو لوگوں تک پہنچانا اور ان کو اللہ کے راستے کی جانب متوجہ کرنا وبلانا "دعوت و تبلیغ" ہے، جس کی بے شمار صورتیں وشکلیں پہلے سے بھی ہر دور میں چلی آرہی ہیں اور آج بھی جاری ہیں اور ہر ایک کا مقصود یہی ہے کہ اللہ کا دین اور نبی کی لائی ہوئی شریعت اپنوں وغیروں تک پہنچ جائے۔

---

(۱) طبقات الحنابلة:۲/۱۴۸

اس مقصود کو کسی بھی ایسے طریقے سے انجام دینا، جو شرعی دائرے میں ہو جائز و درست ہے اور اس پر ''دعوت و تبلیغ'' کا اطلاق ہوتا ہے، خواہ وہ وعظ و بیان کے ذریعے ہو، جیسے عموماً حضراتِ علما جمعہ میں اور دیگر مواقع پر اپنے مواعظ سے لوگوں کو اللہ کے دین کی دعوت دیتے اور مختلف احکامات پہنچاتے ہیں، خواہ وہ تفسیری حلقے قائم کر کے اس کے ذریعے اللہ و رسول کا پیغام پہنچایا جائے ، یا تصنیف و تالیف کے راستے سے یہ کام انجام دیا جائے۔ الغرض کسی بھی صورت و شکل سے اس کام کو انجام دیا جائے، وہ بہ ہر حال شرعاً ''دعوت و تبلیغ'' ہے، حتیٰ کہ ایک شخص اپنے گھر کے لوگوں کی اصلاح میں لگا ہے اور وہ ان کو دین پر لانے کی کوشش کر رہا ہے، اگر چہ کہ کہیں باہر نہیں نکلا، تو وہ بھی ''دعوت و تبلیغ'' میں لگا ہوا ہے۔

اور ایک مخصوص نظام کے تحت کی جانے والی جد و جہد ہی کو ''دعوت و تبلیغ'' سمجھنے اور باور کرانے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یہ لوگ حضراتِ علمائے کرام کی دعوتی و تبلیغی سرگرمیوں کو ''دعوت و تبلیغ'' کی مد میں شمار ہی نہیں کرتے اور ان کو تارکِ دعوت و تبلیغ قرار دیتے اور ہمیشہ ان سے شاکی رہتے ہیں؛ بل کہ گناہ گار بھی گردانتے ہیں، یہ غلو فی الدین و تجاوز عن الحدود ہے۔

''جہاد'' اور ''فی سبیل اللہ'' کے معانی میں تعمیم و تحدید

ایک اور لفظ جس میں غلو سے کام لیا گیا اور لیا جاتا ہے، وہ ہے ''جہاد فی سبیل اللہ'' یا ''فی سبیل اللہ''۔ بعض لوگ ان الفاظ کو اپنے شرعی مفہوم سے عام کر کے غلو کا ارتکاب کرتے ہیں۔

اصل یہ ہے کہ ''جہاد'' کے معنیٰ لغت عربی میں جد و جہد کرنے اور مشقت اٹھانے کے ہیں اور یہ جد و جہد دین و اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے ہو، تو یہ جد و جہد ایک

مقدس عبادت بن جاتی ہے۔ پھر شریعت میں عموماً یہ "جہاد فی سبیل اللہ" کفار و مشرکین سے قتال کرنے کے معنے میں استعمال ہوتا ہے۔

علامہ ابن رشد مالکی رحمۃ اللہ نے "المقدمات" میں لکھا ہے:

"إن الجهاد إذا أطلق فلا يقع بإطلاقه إلا على مجاهدة الكفار بالسيف." (۱)

(بلا شبہ جہاد کا لفظ جب بولا جاتا ہے، تو وہ اپنے اطلاق کے ساتھ صرف کفار سے تلوار کے ذریعے جہاد ہی پر بولا جاتا ہے۔)

امام ابن المناصف القرطبی رحمۃ اللہ نے اپنی کتاب "الإنجاد في أبواب الجهاد" میں جہاد کے لغوی معنے بیان کرنے کے بعد بہت تفصیل سے یہ بیان کیا ہے کہ جہاد کا لفظ دینی و شرعی لحاظ سے تین صورتوں پر اطلاق کیا جاتا ہے: ایک قلبی جہاد، دوسرے لسانی جہاد اور تیسرے ہاتھ سے جہاد، پھر ان میں سے ہر ایک کی تفصیل بیان کرنے کے بعد "جہاد بالید" میں "قتال مع الکفار" کا ذکر کیا ہے، پھر اسی کے بارے میں لکھتے ہیں:

" و يقتضي أن لفظ الجهاد إذا أطلق إنما يحمل على هذا النوع بخاصة. "(۲)

(اس کا تقاضا ہے کہ لفظ جہاد جب بولا جائے، تو وہ صرف اسی خاص قسم کے جہاد ہی پر محمول کیا جائے۔)

مشہور حنفی فقیہ علامہ کاسانی رحمۃ اللہ نے مشہور فقہی کتاب " بدائع الصنائع" میں لکھا ہے:

---

(۱) مقدمات ابن رشد:۱/۳۴۲

(۲) الإنجاد في أبواب الجهاد:۱۷

" و أما الجهاد في اللغة فعبارة عن بذل الجهد - بالضم - وهو الوسع ، والطاقة ، أو عن المبالغة في العمل من الجهد - بالفتح - و في عرف الشرع يستعمل في بذل الوسع ، والطاقة بالقتال في سبيل الله بالنفس ، والمال ، واللسان ، أو غير ذلک ، أو المبالغة في ذلک."(۱)

(جہاد لغت میں " جُهد" سے محنت خرچ کرنے کے معنی میں ہے یا " جَهد" سے کام کرنے میں مبالغہ کرنے کے معنی میں ہے اور شریعت کے عرف میں جہاد اللہ کے راستے میں جان و مال وزبان وغیرہ کے ذریعے قتال کرتے ہوئے اپنی طاقت ووسعت خرچ کرنے کا نام ہے یا اس میں مبالغہ کرنے کا نام ہے۔)

اور" مجمع الأنهر" میں ہے:

" الجهاد في اللغة : بذل ما في الوسع من القول والفعل. و في الشريعة : قتل الكفار، و نحوه من ضربهم و نهب أموالهم ، و هدم معابدهم ، و كسر أصنامهم وغيرهم."(۲)

(جہاد: لغت میں قول وفعل میں سے جو بھی اپنی وسعت میں ہے، اس کو خرچ کرنے کا نام ہے اور شریعت میں کفار کو قتل کرنے اور دیگر کام جیسے ان کو مارنے، ان کے مالوں کو چھین لینے، ان کے عبادت خانوں کو گرا دینے اور ان کے بتوں کو توڑنے وغیرہ کا نام ہے۔)

(۱) بدائع الصنائع:۹/۳۷۹

(۲) مجمع الأنهر:۳/۲۷۸

اور "الدر المختار" و" تحفة الفقهاء" وغیرہ میں جہاد کی شرعی تعریف میں لکھا ہے:

" هو الدعاء إلى الدين الحق ، والقتال مع من امتنع من القبول بالمال ، و النفس."

(جہاد: دین حق کی طرف بلانے اور جو اس کو منع کرے اس سے جان و مال سے لڑنے کا نام ہے۔)(۱)

اسی طرح "أنيس الفقهاء" میں ہے کہ جہد کے معنے بساط بھر طاقت خرچ کرنے کے ہیں؛ مگر اسلام میں یہ لفظ، کفار سے قتال کے معنے میں غلبہ پالیا۔(۲)

یہ اہلِ لغت و اہلِ فقہ کے چند حوالجات ہیں، جن میں صاف و واضح الفاظ میں بتایا گیا ہے کہ "جہاد" کے شرعی معنے "قتال مع الکفار" کے ہیں۔

اور قرآن میں اکثر جگہوں پر یہ لفظ "جہاد" اسی معنے میں استعمال کیا گیا ہے۔

مثلاً: قرآن میں دو جگہ یہ آیت آئی ہے:

﴿ يٰٓأَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَمَأْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ﴾ (التوبة:۷۳-التحريم:۹)

(اے نبی! کفار و منافقین سے جہاد کیجیے اور ان پر سختی کیجیے اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بڑا برا ٹھکانہ ہے۔)

ان دونوں مقام پر "جہاد" سے کفار و مشرکین سے قتال و حرب و ضرب ہی ہے، جیسا کہ مفسرینِ کرام نے تصریح کی ہے، یہاں دوسرے معنے یعنی دینی پیغام پہنچانے کی جد و جہد مراد نہیں ہے۔

---

(۱) الدر المختار مع الشامي:۴/۱۲۱؛تحفة الفقهاء:۳/۲۹۳

(۲) أنيس الفقهاء:۱/۲۴

امام طبری رحمۃ اللہ نے لکھا ہے: "جاهد الكفار بالسيف والسلاح"
اور حضرت قتادہ رحمۃ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ کفار سے تلوار کے ذریعے جہاد کریں اور منافقین کے ساتھ حدود جاری کر کے سختی کریں۔(۱)
اسی طرح امام قرطبی وابن کثیر رحمہما اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ مراد کفار سے تلوار کے ذریعے جہاد کرنا ہے۔(۲)
نیز ایک جگہ غزوۂ احزاب میں منافقین کے نہ نکلنے اور حیلے بہانے کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد ہے:

﴿ فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَ كَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ﴾ (التوبۃ:۸۱)

(یہ پیچھے رہ جانے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانے کے بعد اپنے بیٹھے رہنے پر خوش ہو گئے اور ان کو گراں معلوم ہوا، اللہ کے راستے میں اپنی جان و مال سے جہاد کرنا اور کہنے لگے کہ گرمی میں نہ نکلو! آپ کہہ دیجیے کہ جہنم کی آگ اس سے زیادہ سخت ہے، کاش وہ لوگ سمجھتے!)

یہاں جہاد سے وہی قتال مراد ہے اور وہ جنگِ احزاب تھی، جس میں منافقین نے روگردانی کی تھی۔
الغرض بہت سی آیات ہیں، جن میں واضح طور پر جہاد سے مراد قتال مع الکفار و

(۱) جامع البیان: ۴۹۷/۲۳

(۲) تفسیر القرطبی: ۲۰۴/۸، التفسیر لابن کثیر: ۱۷۸/۴

المشرکین ہی ہے۔

اسی طرح احادیثِ نبویہ میں بھی عموماً یہ لفظ ''جہاد'' اسی قتال مع الکفار کے معنے میں استعمال کیا گیا ہے۔

ایک حدیث اس سلسلے میں اس قدر واضح وصریح ہے کہ کسی تاویل کی گنجائش نہیں، وہ یہ کہ حضرت عمرو بن عبسہ ﷺ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!

''وما الجهاد ؟'' (جہاد کیا ہے؟)

آپ نے فرمایا: '' أن تقاتل الكفار إذا لقيتهم ''

(جہاد یہ ہے کہ تو کفار کا آمنا سامنا ہو، تو ان سے قتال کرے)(۱)

اس میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کی حقیقت واضح کردی کہ وہ قتال مع الکفار ہے۔

نیز ایک حدیث میں فرمایا: شیطان ابن آدم کو بہکانے اس کے مختلف راستوں پر بیٹھ کر اس کو بہکاتا ہے، پھر آپ نے اسلام اور ہجرت کا ذکر کیا پھر فرمایا:

''ثم قعد له بطريق الجهاد ، فقال: تجاهد؟ فهو جهد النفس ، والمال ، فتقاتل فتقتل ، فتنكح المرأة ، و يقسم المال.''(۲)

(پھر شیطان انسان کے جہاد کے راستے پر بیٹھتا اور کہتا ہے کہ کیا تو جہاد کرے گا؟ جہاد تو جان ومال کی مشقت ہے، پس تو قتال کرے گا

---

(۱) مسند أحمد:۱۷۰۲۸، مسند عبد بن حميد:۳۰۱، شعب الإيمان:۲۲، مصنف عبد الرزاق:۲۰۱۰۷

(۲) سنن النسائي:۳۱۳۴، مسند أحمد:۱۶۰۰۰

اور قتل کر دیا جائے گا، پھر بیوی کسی سے شادی ہو جائے گی اور تیرا مال لوگوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔)

اس حدیث نے بھی جہاد کا معنی متعین کر دیا کہ وہ جان و مال کے ساتھ لڑنے کا نام ہے اور شیطان جو انسان کو بہکاتا ہے، تو وہ اسی کا حوالہ دے کر ڈراتا ہے کہ تو جہاد کرے گا؛ تو قتل ہو جائے گا اور تیری بیوی کسی کے نکاح میں چلی جائے گی اور تیرا مال بھی تقسیم ہو جائے گا، یہ سارے احوال ''جہاد بالنفس'' ہی کے ہیں۔

نیز غور کیا جائے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں اور بعد کے ادوار میں اسلامی حکومتوں کے سربراہ جہاد کا اعلان کرتے تھے، تو اس کا معنی صحابہ رضی اللہ عنہم بھی اور بعد والے بھی قتال مع الکفار ہی کے لیے تھے اور اس کے علاوہ دوسرا کوئی معنی دینی خدمت و جد و جہد وغیرہ کے ان کے ذہنوں میں آتے ہی نہیں تھے اور اس اعلان کو سن کر کوئی قرآن پڑھانے یا درس حدیث دینے یا دعوت و تبلیغ کا فریضہ ادا کرنے کے لیے نکلنے کی تیاری نہیں کرتا تھا؛ بل کہ اس وقت سب جانتے تھے کہ اس اعلان سے مقصود قتال و جنگ کے لیے نکلنا ہے۔

اس تفصیلی گفتگو سے یہ بات واضح ہو گئی کہ ''جہاد'' کا لفظ قرآن و حدیث و شرعی احکامات میں جب استعمال ہوتا ہے، تو اس کا اصل معنی ''جہاد مع الکفار والمشرکین'' ہی ہوتا ہے۔

ہاں! مجازاً اس لفظ کو دینی محنت و خدمت، اصلاح و تزکیہ، تعلیم و تعلم اور دعوت و تبلیغ؛ بل کہ تمام کے تمام دینی کاموں پر بھی اطلاق کیا جاتا ہے؛ مگر اس صورت میں اس کا یہ معنی مجازی ہوتا ہے۔

چناں چہ بعض آیات میں جہاد سے دینی جد و جہد و اعلائے کلمۃ اللہ کی محنت مراد ہے۔ مثلاً:

﴿فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا﴾(الفرقان:۵۲)

(آپ کافروں کی اتباع نہ کریں اوران سے بڑا جہاد کریں)

اس آیت میں جو﴿جِهَادًا كَبِيْرًا﴾ آیا ہے، اس کی تفسیر میں امام طبری رحمۃ اللہ نے لکھا ہے کہ مراد: قرآن کے ذریعے جہاد کرنا ہے؛ تاکہ وہ قرآن کے احکام وفرائض کا اقرار کرلیں۔ امام التفسیر ابن کثیر رحمۃ اللہ نے بھی یہی لکھا ہے کہ مراد ”جہاد بالقرآن“ ہے۔(۱)

امام قرطبی رحمۃ اللہ نے بھی یہی لکھا اور اس کو ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے اور پھر فرمایا کہ بعض نے یہاں ”جہاد بالسیف“ مراد لیا ہے؛ مگر اس میں بعد ہے؛ کیوں کہ یہ ﴿سُوْرَةُ الْفُرْقَانِ﴾ ”مکی“ ہے، جو قتال کا حکم آنے سے پہلے نازل ہوئی ہے۔(۲)

اسی طرح درج ذیل آیتِ کریمہ میں بھی جہاد سے بعض حضرات نے دینی جدو جہد ومحنت لیا ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ (العنکبوت:۶۹)

(اور جو لوگ ہمارے راستے میں مجاہدہ کرتے ہیں، ہم ان کے لیے ضرور بالضرور راستے کھول دیں گے۔)

اس آیت میں بھی ”مجاہدے“ سے بہت سے علمانے یہی عموم مراد لیا ہے، حضرت ربیع رحمۃ اللہ سے نقل کیا گیا ہے:

”لیس علی الأرض عبد أطاع ربه، و دعا إليه، و نهى عنه إلا و أنه قد جاهد في الله.“

(۱) جامع البيان:۲۸۱/۱۹، التفسير لابن كثير:۱۱۷/۶

(۲) تفسير القرطبي:۵۸/۱۳

(روئے زمین پر کوئی بھی بندہ، جو اللہ کی اطاعت کرے اور اس کی جانب دعوت دے اور برائی سے روکے، اس نے اللہ کے لیے جہاد کیا۔)(۱)

اور ابو سلیمان دارانی رحمۃ اللہ کہتے ہیں:

''اس آیت میں جہاد صرف یہ نہیں ہے کہ کفار سے قتال کیا جائے؛ بل کہ مراد: دین کی مدد و نصرت اور اہلِ باطل کا رد، ظالموں کا استیصال اور ان سب کا بڑا حصہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہے اور اسی سے اللہ کی اطاعت میں نفس سے مجاہدہ کرنا بھی ہے اور یہی ''جہادِ اکبر'' ہے۔''(۲)

الغرض اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بعض جگہ جہاد سے مراد، دینی و اصلاحی و دعوتی جد وجہد مراد ہوتی ہے اور اس معنے کے لحاظ سے تمام قسم کی دینی محنتیں و کوششیں اور تمام عبادات و نیکیاں جہاد کے مفہوم میں داخل ہیں۔

جیسے ایک حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم جہاد کو سب اعمال میں افضل سمجھتے ہیں، تو کیا ہم جہاد نہ کریں؟ آپ نے فرمایا:

"لا، و لكن أفضل الجهاد حج مبرور."(۳)

(نہیں! بل کہ افضل جہاد، تو حجِ مبرور ہے۔)

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"أفضل الجهاد كلمة عدل عند سلطان جائر."

(افضل جہاد: ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنا ہے۔)(۴)

---

(۱) تفسير ابن أبي حاتم:۹/۳۰۸
(۲) التفسير للقرطبي:۱۶/۳۹۰
(۳) الصحيح للبخاري:۱۵۲۰
(۴) سنن أبي داود:۴۳۴۶ واللفظ له ، سنن الترمذي:۲۱۷۴

ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں جہاد میں جانے کی اجازت طلب کرنے آئے، آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا تمھارے والدین زندہ ہیں؟ کہا کہ ہاں! تو فرمایا:

" ففيهما فجاهد." (پس ان کی خدمت میں مجاہدہ کرو!) (۱)

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"من خرج في طلب العلم فهو في سبيل الله حتى يرجع."

(جو شخص علم طلب کرنے کے لئے نکلے وہ اللہ کے راستے میں ہے جب تک کہ واپس نہ لوٹے) (۲)

معلوم ہوا کہ جہاد کبھی نیکی وطاعت اور دینی محنت کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:

''چوں کہ جہاد کا مقصد اسلام اور مسلمانوں سے دفاع ہے اور دفاع ہر زمانے اور ہر قوم کا جدا ہوتا ہے؛ اس لیے آں حضرت ﷺ نے فرمایا: ''جاهدوا المشركين بأموالكم و أنفسكم و ألسنتكم" (رواه ابو داود، والنسائي، والدارمي عن انس رضی اللہ عنہ) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس طرح دفاع و جہاد ہتھیاروں سے ہوتا ہے، بعض اوقات زبان سے بھی ہوتا ہے اور قلم بھی زبان ہی کے حکم میں ہے، اسلام اور قرآن سے کفر والحاد کے حملوں اور

---

(۱) الصحيح للبخاري: ۳۰۰۴، الصحيح للمسلم: ٦٦٦٨، سنن أبي داود: ۲۵۳۱، مسند احمد: ٦۵۴۴

(۲) سنن الترمذي: ۲٦۴۷، مسند بزار: ٦۵۲۰، المعجم الصغير للطبراني: ۳۸۰

تحریفوں کی مدافعت زبان یا قلم سے، یہ بھی اس صریح نص کی بنا پر جہاد میں داخل ہے۔"(۱)

الغرض جہاد کا لفظ کبھی تو دینی جد و جہد کے معنی میں مستعمل ہے اور کبھی قتال و جنگ کرنے کے معنے میں استعمال ہوتا ہے؛ مگر شرعی اصطلاح میں قتال و جنگ کرنے کے معنے ہی غالب ہیں۔

مگر عجیب بات یہ ہے کہ دو قسم کے لوگ اس سلسلے میں غلو کرتے ہیں: ایک وہ جو اس کو دینی جد و جہد کے معنے میں لینے سے صاف انکار کر جاتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ جہاد کا لفظ صرف قتال مع الکفار ہی کے لیے مخصوص ہے؛ لہٰذا اس کو اس جد و جہد کے معنے میں لینا غلط ہے۔

ان لوگوں کی یہ بات اگر اس معنی کر ہے کہ جہاد کا لفظ عموماً قتال کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اور یہ کہ اس کا اطلاق عام طور پر اسلامی معاشرے میں اسی معنے کی طرف مشیر ہوتا ہے، تو یہ بات درست ہے؛ مگر اس سے یہ تو لازم نہیں آتا کہ جہاد کا لفظ مجازاً بھی جد و جہد کے معنے میں استعمال نہیں کیا جاتا؟ جب کہ ہم نے اوپر یہ ثابت کر دیا ہے کہ خود قرآنی نصوص اور حدیثی بیانات میں یہ معنی مراد لیا گیا ہے، جیسا کہ اوپر گزرا اور اگر ان کی مراد اس سے یہ ہے کہ جہاد کا لفظ کہیں بھی اور کبھی بھی جد و جہد کے معنے میں استعمال نہیں ہوتا، تو یہ بات بداہۃً غلط ہے۔

اور اس سلسلے میں غلو کرنے والے دوسرے وہ لوگ ہیں، جو اس کے برعکس جہاد کو قتال کے معنے میں لینے سے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جہاد کا لفظ جہاں استعمال کیا جاتا ہے، وہ دینی جد و جہد ہی کے معنی میں ہوتا ہے اور ان میں سے بعض لوگ تو اس سلسلے میں تاویل سے کام لیتے ہوئے مطلقاً جہاد ہی سے اعراض کا سبق

(۱) معارف القرآن: ۲۷۳/۳

دیتے ہیں اور جہاں جہاں ''جہاد'' کا لفظ آیا ہے، اس کو محض دینی جدو جہد کے معنی میں لے کر جہاد کے تمام فضائل اور اس پر ملنے والے اجر و ثواب کو دینی جدو جہد پر منطبق کرتے ہیں؛ مگر یہ بھی غلط ہے؛ کیوں کہ لفظ ''جہاد'' کا لغوی معنی اگر چہ کہ جدو جہد کا ہے؛ مگر شرعی اصطلاح میں عموماً اس کا استعمال قتال و حرب و جنگ ہی کے معنے میں ہوتا ہے؛ لہٰذا اس کا انکار یا خواہ مخواہ کی تاویل اصطلاحِ شرع میں وہی تبدیلی کا غلو ہے، پھر جہاد کے تمام فضائل و برکات کو ان دینی کاموں پر منطبق کرنا بھی اسی غلو پسندی کا ثمرہ ہے۔

اور ان دو قسم کے لوگوں سے ہٹ کر ایک وہ لوگ بھی دیکھنے میں آتے ہیں، جن کا طرزِ عمل دونوں سے زیادہ حیران کن ہے، وہ لوگ ایک جانب ''جہاد'' کو عام کرتے ہوئے کہتے ہیں: ''جہاد'' کے معنے دینی جدو جہد کے ہیں اور ظاہر ہے کہ اگر اس کو عام معنی میں لیا جائے، تو اس میں تمام دینی محنتیں و دینی جدو جہد کی صورتیں و طریقے داخل ہونا چاہیے؛ لہٰذا مدارسِ اسلامیہ میں پڑھنے والے و پڑھانے والے طلبہ و اساتذہ، خانقاہوں میں اصلاح و تزکیے کی جدو جہد کرنے والے مشائخ؛ نیز زبان و قلم کو آلۂ دعوت و تبلیغ بنا کر کام کرنے والے واعظین و مقررین، مصنفین و مؤلفین وغیرہ بھی اسی جہادی تحریکات کے افراد شمار کیے جانے چاہئیں؛ مگر یہ لوگ ایسا نہیں سمجھتے؛ بل کہ یہ اس عام کو صرف اس دینی جدو جہد کے لیے خاص کرتے ہیں، جس کو انھوں نے اپنایا ہے اور مدارس کے اساتذہ و طلبہ، خانقاہوں کے مشائخ و صوفیا اور دیگر ذرائع سے دینی جدو جہد میں لگے ہوئے لوگ، ان کی نظر میں جہاد کے اس راستے پر نہیں ہیں۔

حال آں کہ جب اس کو عام معنی میں لیا جائے، تو یہ سب کے سب افراد و خدمات اس میں داخل ہوتے ہیں۔ الغرض غلو کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ شرعی اصطلاحات کے معانی و مفاہیم میں کمی و زیادتی کردی جائے۔

اختلافات کی صورت میں حدود سے تجاوز

غلو کی ایک صورت عموماً یہ بھی پیش آتی ہے کہ اختلافات کی صورت میں حدود کی رعایت نہیں کی جاتی ہے، کبھی افراط سے کام لیا جاتا ہے؛ تو کبھی تفریط کی جاتی ہے۔

اختلاف کی دو قسمیں

سب سے پہلے یہ جان لینا ضروری ہے کہ اختلاف دو قسم کا ہوتا ہے، ایک اصول میں اختلاف، دوسرے فروع میں اختلاف۔ پھر اصول میں اختلاف بھی دو قسم پر ہے: ایک وہ جس سے اسلام و کفر کا اختلاف پیدا ہوتا اور ایک جانب والا مسلمان، تو دوسری جانب والا کافر ٹھیرتا ہے۔ جیسے قادیانی فرقے کا اختلاف۔ ظاہر ہے کہ اس فرقے کا اختلاف معمولی اور جزوی و فروعی اختلاف نہیں ہے؛ بل کہ اتنا سخت اختلاف ہے کہ اس اختلاف کی بنا پر اس کا رشتہ اسلام سے یکسر کٹ جاتا اور ختم ہو جاتا ہے؛ کیوں کہ اسلام کی تعلیم کے مطابق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین و آخر النبیین ہیں اور آپ کے بعد نبوت کا باب کلیۃً مسدود و بند کر دیا؛ لیکن قادیانی فرقہ اس مسئلے اور بنیادی عقیدے کے خلاف پنجاب کے کذاب و دجال ایک جھوٹے دعوے دارِ نبوت کو نبی مانتا ہے۔ لہٰذا یہ اختلاف معمولی اختلاف نہیں۔

اسی طرح شیعہ میں سے اس فرقے کا اختلاف جو موجودہ قرآن کو اللہ کی کتاب نہیں مانتا اور اللہ کے بارے میں ''بداء'' (یعنی اللہ کے دھوکہ کھانے اور اللہ کو غلطی لگنے) کا عقیدہ رکھتا ہے، یہ بھی بنیادی عقائد اور مسلمہ مسائل میں اختلاف ہے، جس سے اسلام و کفر کا اختلاف پیدا ہوتا ہے۔

اور دوسرا اصولی اختلاف وہ ہے، جس سے سنت و بدعت کا اختلاف پیدا ہوتا ہے اور ایک طرف کا حامل اہلِ سنت میں سے ہوتا ہے، تو دوسرا بدعتی کہلاتا ہے۔ جیسے

بہت سے اسلامی فرقوں "قدریہ"، "جبریہ"، "معتزلہ" وغیرہ کا حال ہے کہ یہ فرقے اہلِ سنت سے ہٹ گئے اور ان کے اختلاف سے شاہ راہِ سنت سے وہ الگ ہو گئے۔ اسی طرح بعض لوگوں کا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیا اور اولیا کو عالم الغیب وحاضر وناظر اور مشکل کشا وغیرہ ماننا، اسلام کے بنیادی عقائد کے خلاف ہے، اسی طرح اسلام میں نئی نئی باتوں کو پیدا کرنا اور دین کے نام پر رواج دینا اور ان بدعات وخرافات کے لیے آیات واحادیث میں بے جا تاویل؛ بل کہ تحریف سے کام لینا بھی اختلاف کی اسی قسم میں سے ہے، جو انسان کو سنت وشریعت کی شاہ راہ سے ہٹا دیتا ہے۔

اور دوسرا اختلاف وہ ہے، جو اجتہادی مسائل میں دلائلِ شرعیہ کی روشنی میں ہوتا ہے اور ایسا اختلاف صدرِ اول صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانے سے برابر چلا آ رہا ہے؛ بل کہ اس قسم کا اختلاف خود دورِ رسالت میں بھی حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان ہوا ہے اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اختلاف کی دونوں جہتوں کی تصویب فرمائی ہے؛ (اس کی تفصیل آگے آئے گی) کیوں کہ خود دلائل میں دونوں جہتوں اور شقوں کی گنجائش ہوتی ہے، ایک بات منصوص اور فیصل نہیں ہوتی، ایسے اختلاف کو اجتہادی وفروعی اختلاف کہا جاتا ہے، یہ اختلاف نہ مذموم ہے، نہ ممنوع ہے؛ بل کہ یہ فطری و طبعی ہونے کے ساتھ باعثِ رحمت بھی ہے۔

نہ ہر اتفاق محمود ہے، نہ ہر اختلاف برا ومذموم

اس سے معلوم ہوا کہ ہر اختلاف مذموم و برا نہیں ہوا کرتا اور نہ ہر اتفاق محمود و قابلِ تعریف ہوتا ہے؛ بل کہ ان میں الگ الگ درجات ہیں۔ مگر بعض لوگ شدید سے شدید اختلاف واصولی اختلاف کو بھی یہ کہہ کر ہلکا ومعمولی قرار دینے کی کوشش

کرتے ہیں کہ اس میں دو رائیں ونظریے ہیں؛ لہذا کوئی بڑی بات نہیں، حتی کہ ان اصولی و شدید اختلافات کو حضرات صحابہ وائمہ کے درمیان رونما ہونے والے اختلافات سے تشبیہ دیتے ہیں، حالانکہ صحابہ وائمہ میں جو اختلاف تھا، وہ فروعی مسائل میں تھا، اصولی مسائل میں نہیں تھا۔

دوسری جانب کچھ حضرات وہ ہیں، جو ہر اختلاف کو اصولی اختلاف اور ایمان و کفر کے اختلاف کا ہم پلہ سمجھتے ہیں اور اس سے وہی معاملہ کرتے ہیں، جیسے اصولی اختلاف سے ہونا چاہیے؛ حال آں کہ یہ اختلاف نہ کوئی مذموم ہے، نہ ممنوع۔

فروعی اختلاف، نہ مذموم ہے، نہ ممنوع

اب ہم آگے بڑھتے ہوئے یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ ان دونوں قسم کے اختلاف کا حکم و درجہ یکساں نہیں ہے؛ بل کہ دونوں کے درجے میں ایسا ہی فرق ہے جیسے زمین و آسمان میں اور حق و باطل میں اور حرام و حلال میں ہے۔ مگر بعض لوگ اس فرق کو نظر انداز کر کے دونوں اختلافات کے ساتھ یکساں سلوک کرتے ہیں اور دونوں کو مذموم و حرام قرار دیتے ہیں اور ان آیات واحادیث سے استدلال کرتے ہیں، جو اختلاف کی قسم اول کے متعلق وارد ہوئی ہیں۔

مگر ظاہر ہے کہ ان آیات واحادیث سے صرف اس اختلاف کی مذمت و برائی ثابت ہوتی ہے، جو بغیر دلیل شرعی نفسانیت و شرارت سے کیا جائے اور بنیادی و مسلمہ عقائد و مسائل میں ہو؛ لیکن دوسری قسم کا اختلاف جو دلائل کی روشنی میں کیا جائے اور اجتہادی و فروعی مسائل میں ہو، ان سے اس کا مذموم ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

مثال کے طور پر قرآن میں متعدد جگہ فرمایا:

﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ﴾ (آل عمران: ۱۰۳)

(اللہ کی رسی کو مضبوط تھام لو اور آپس میں اختلاف نہ کرو!)

ایک جگہ فرمایا:

﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ (آل عمران: ۱۰۵)

(تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ، جنھوں نے اختلاف کیا اور متفرق ہو گئے)

ان آیات میں جس اختلاف سے ممانعت کی گئی ہے، وہ وہ اختلاف ہے، جو کفار کی طرح عقائد و مسلمات میں کیا جائے، جس سے انسان اسلام سے خارج ہو جاتا یا کم از کم سنت کی شاہ راہ سے ہٹ کر بدعت کی گمراہی میں ملوث ہو جاتا ہے۔

چناں چہ مذکورہ بالا آیات میں سے ﴿سُورَةُ آلِ عِمْرَانَ﴾ کی آیت (۱۰۳) کی تفسیر میں مشہور اہلِ حدیث عالم مولانا جونا گڑھی کے ترجمۂ قرآن پر حواشی میں مولانا صلاح الدین یوسف صاحب لکھتے ہیں:

"﴿وَلَا تَفَرَّقُوا﴾ اور پھوٹ نہ ڈالو کے ذریعے فرقہ بندی سے روک دیا گیا، اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر مذکورہ دو اصولوں (تقوی اور اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑنا) سے انحراف کرو گے، تو تمھارے درمیان پھوٹ پڑ جائے گی اور تم الگ الگ فرقوں میں بٹ جاؤ گے، چناں چہ فرقہ بندی کی تاریخ دیکھ لیجیے، یہی چیز نمایاں ہو کر سامنے آئے گی۔ قرآن و حدیث کے فہم اور اس کی توضیح و تعبیر میں کچھ باہم اختلاف یہ فرقہ بندی کا سبب نہیں ہے، یہ اختلاف تو صحابہ و تابعین کے عہد میں بھی تھا؛ لیکن مسلمان فرقوں اور گروہوں میں تقسیم نہیں ہوئے۔"

مذکورہ تشریح سے اتنی بات واضح ہوگئی کہ ہر اختلاف مذموم نہیں ہے؛ بل کہ قرآن و حدیث کے فہم اور تشریح و توضیح اور تفسیر و تعبیر میں صحابہ ﷺ میں بھی اختلاف

ہوا ہے اور ایسا اختلاف گروہ بندی وفرقہ بندی کا سبب بھی نہیں، جس سے قرآن نے روکا ہے۔

ہاں! جنھوں نے ان اختلافاتِ فرعیہ کی بنیاد پر فرقہ بندیاں کیں ہیں، وہ ضرور ماخوذ ہوں گے۔ معلوم ہوا کہ اجتہادی مسائل کا اختلاف ان آیات میں مراد نہیں ہے؛ بل کہ ان سے مراد اصولی اختلاف ہے۔

اسی طرح حدیث میں جس اختلاف وافتراق سے منع کیا گیا ہے، اس سے مراد بھی یہی پہلی قسم کا اختلاف ہے۔ حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"بنی اسرائیل بہتر (۷۲) فرقوں میں بٹ گئے اور میری اُمت تہتر (۷۳) فرقوں میں بٹ جائے گی اور یہ سارے فرقے دوزخ میں جائیں گے، سوائے ایک فرقے کے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ ایک فرقہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ جو اس طریقے پر قائم ہو، جس پر میں اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم قائم ہیں۔"

اس حدیث میں جو اُمت کے اختلاف وافتراق کا ذکر کر کے سارے فرقوں کو جہنمی اور صرف ایک فرقے کو جنتی قرار دیا گیا ہے، اس سے بھی یہ مسائل کا اختلاف مراد نہیں ہے؛ بل کہ عقائد واصول میں اختلاف مراد ہے، بعض لوگ اس حدیث کو پیش کر کے ان فرقوں سے حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی مکاتبِ فکر مراد لیتے اور ان مکاتبِ فکر کے لوگوں کو (نعوذ باللہ) جہنمی قرار دیتے ہیں؛ لیکن جیسا کہ عرض کیا گیا، اس حدیث سے یہ اختلاف ہرگز مراد نہیں۔

چناں چہ اہلِ حدیث کے مشہور عالم علامہ عبید اللہ مبارکپوری رحمۃ اللہ نے "مرعاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح" میں مذکورہ حدیث کی شرح میں لکھا ہے:

"حدیث میں افتراق سے مراد مطلق افتراق نہیں ہے کہ اس میں وہ اختلاف بھی داخل ہو جائے، جو فروعی مسائل میں خلفائے راشدین پھر دیگر صحابہ پھر تابعین پھر ائمۂ مجتہدین کے زمانے میں واقع ہوا؛ بل کہ مراد اس سے ایک خاص اختلاف وافتراق ہے اور وہ اختلاف و تفرق ہے، جس سے پارٹیاں اور جماعتیں بن گئیں اور بعض نے بعض سے جدائی اختیار کی، جو آپسی محبت والفت اور تعاون وتناصر پر قائم نہیں ہیں؛ بل کہ اس کی ضد یعنی ہجر، قطع تعلق، عداوت اور بغض اور ایک دوسرے کی تضلیل وتکفیر وتفسیق پر قائم ہیں۔ (پھر فرمایا) کہا گیا ہے کہ اس اختلاف سے مراد اصول اور عقائد میں بدعتیں پیدا کرنا ہے۔ نہ کہ فروعات اور عملیات میں۔"(۱)

علامہ عبید اللہ صاحب رحمہ اللہ کی مذکورہ عبارت سے واضح ہوا کہ اس حدیث میں وہ اختلاف مراد نہیں ہے، جو فروعی واجتہادی مسائل میں صحابہ وتابعین و ائمۂ مجتہدین، جیسے امام شافعی وامام مالک وامام ابوحنیفہ وامام احمد وامام اوزاعی وامام سفیان ثوری رحمہم اللہ وغیرہ کے زمانوں میں واقع ہوا۔

الغرض آیات واحادیث میں جس اختلاف کی مذمت وبرائی آئی ہے، اس سے پہلی قسم کا اختلاف مراد ہے یا اس سے مراد گروہ بندی و پارٹی بازی ہے، جس کی بنا پر ایک دوسرے کی تکفیر وتفسیق وتضلیل کی جائے اور ان جزوی مسائل کی بنا پر حسد و بغض رکھا جائے، یہ بلاشبہ سخت قبیح چیز ہے۔

رہا فروعی مسائل میں آرا کا اختلاف، جو قرآن وحدیث کے فہم اور ان کی تعبیر و تشریح میں تفاوت کی بنا پر واقع ہوا، وہ نہ قرآن وحدیث میں مذموم ٹھہرایا گیا، نہ

---

(۱) مرعاۃ المفاتیح: ۱/۲۷۰

ممنوع قرار دیا گیا۔

فروعی اختلاف رکھنے والوں کے ساتھ سلوک

اور اسی لیے فروعی اختلاف کے باوجود ایک دوسرے سے عداوت و دشمنی یا ایک دوسرے پر ملامت و مذمت یا طعن و تشنیع کا رویہ اختیار کرنے کی اجازت نہیں ہے؛ بل کہ تمام ائمہ و علما کا احترام اور عظمت کرنا چاہیے اور ان سے محبت والفت کا طریق اپنانا چاہیے۔

چناں چہ سلفِ صالحین کے یہاں یہی نقشہ نظر آتا ہے۔ امام یحییٰ بن سعید تابعی رحمۃ اللہ نے بڑی حقیقت افروز بات بیان فرمائی:

"أهل العلم أهل توسعة، و ما برح المفتون يختلفون، فيحلل هذا، و يحرم هذا، فلا يعيب هذا على هذا، و لا هذا على هذا". (1)

(اہلِ علم توسع رکھنے والے ہیں اور ہمیشہ سے حضراتِ مفتیان کے مابین مسائل میں اختلاف رہا ہے کہ یہ مفتی کسی چیز کو حلال کہتے ہیں، تو دوسرے مفتی اس کو حرام قرار دیتے ہیں؛ لیکن نہ یہ ان پر کوئی عیب لگاتے، نہ وہ ان پر کوئی نکتہ چینی کرتے ہیں۔)

لہٰذا ائمہ کے درمیان ہونے والے اختلاف کو اسی حد میں رکھنے کی کوشش ہونی چاہیے؛ لیکن اب بعض لوگوں نے اسی کو حق و باطل کا معیار قرار دے کر امت کے شیرازے کو منتشر کرنا شروع کر دیا ہے اور خود کے اختیار کردہ مسئلے و مسلک کو صحیح و درست اور دوسرے کے مسلک کو باطل قرار دینے کی مذموم کوشش کی جاتی ہے، یہاں

---

(1) تذكرة الحفاظ: ۱/۱۲۴

تک کہ ائمہ وفقہا کی توہین وتذلیل کو دین سمجھنے وسمجھانے کی فکر کی جاتی ہے، یہ غلو کی وہ صورت ہے، جس سے امت میں انتشار کا رونما ہونا یقینی بات ہے۔ حال آں کہ ہمارے خلاف ایک جانب عیسائی مشنریاں سرگرم عمل ہیں اور مسلمانوں کو دین و ایمان سے محروم کرنے اور عیسائی بنانے کی زبردست پیمانے پر کوششیں کر رہی ہیں، دوسری جانب قرآن وسنت اور اس کے علوم کو مٹانے کی سازشیں بھی مال و دولت کا ایک بڑا حصہ لگا کر کی جارہی ہیں، پھر ایک طرف دیکھو تو مختلف باطل عقائد ونظریات کے حامل مذاہب اپنے اپنے نظریات وعقائد کو پھیلانے میں لگے ہوئے ہیں، جس سے مسلمانوں کے عقائد برباد ہوتے جارہے ہیں، تو دوسری جانب تجدد پسندی و موڈرنیزم نے مسلمانوں میں کھلے عام اباحیت پسندی وآزادیٔ فکر کے جراثیم پیدا کردیے ہیں، ان سب حالات کے تناظر میں اگر ہم اپنا جائزہ لیں، تو کیا ہمارے لیے کوئی گنجائش اس کی ہوسکتی ہے کہ ہم فروعی واجتہادی مسائل میں جن میں خود صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور سے اختلاف چلا آرہا ہے، بحث ومباحثے کا دروازہ کھولیں؟ اور ان اختلافات کو اس حد تک پہنچادیں جیسے کوئی کفر وایمان کا اختلاف ہو؟

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ نے اسی حالت زار پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا:

> ”میرے نزدیک اس جنگ وجدل کا ایک بہت بڑا سبب فروعی اور اجتہادی مسائل میں تحزب وتعصب اور اپنی اختیار کردہ راہ عمل کے خلاف کو عملاً باطل اور گناہ قرار دینا اور اس پر عمل کرنے والوں کے ساتھ ایسا معاملہ کرنا ہے، جو اہلِ باطل اور گمراہوں کے ساتھ کرنا چاہیے۔ اس پر تمام امت کا اتفاق بھی ہے اور عقلاً اس کے سوا کوئی صورت بھی دین پر عمل کرنے کی نہیں ہے کہ جو لوگ خود درجہ اجتہاد کا نہیں رکھتے، وہ

اجتہادی مسائل میں کسی امامِ مجتہد کا اتباع کریں اور جن لوگوں نے اپنے نفس کو آزادی و ہوا پرستی سے روکنے کے لیے دینی مصلحت سمجھ کر ایک امامِ مجتہد کا اتباع اختیار کر لیا ہے، وہ قدرتی طور پر ایک جماعت بن جاتی ہے، اسی طرح دوسرے امامِ مجتہد کا اتباع کرنے والے ایک دوسری جماعت کی صورت اختیار کر لیتے ہیں، اگر جماعت بندی مثبت انداز میں صرف اجتہادی مسائل کی حد تک اپنی تعلیمی و عملی آسانیوں کے لیے ہو، تو نہ اس میں کوئی مضائقہ ہے، نہ کوئی تفرقہ، نہ ملت کے لیے اس میں کوئی مضرت۔

مضرت رساں اور تباہ کن ایک تو اس کا منفی پہلو یہ ہے کہ اپنی رائے اور اختیار سے اختلاف رکھنے والوں کے ساتھ جنگ و جدل اور دوسرے ان فروعی مسائل کی بحثوں میں غلو کہ سارے علم و تحقیق کا زور اور بحث و تمحیص کی طاقت اور عمر کے اوقاتِ عزیز ان ہی بحثوں کی نذر ہو جائیں .... آگے چل کر فرماتے ہیں........ اسی کے ساتھ دوسری بھاری غلطی ان اجتہادی مسائل میں اختلاف کے حدود کو توڑ کر تفرق و تشتت اور جنگ و جدل اور ایک دوسرے کے ساتھ استہزا و تمسخر تک پہنچ جانا ہے، جو کسی شریعت و ملت میں روا نہیں، افسوس کہ یہ سب کچھ خدمتِ علمِ دین کے نام پر کیا جاتا ہے اور جب یہ معاملہ ان علما کے متبعین عوام تک پہنچتا ہے، تو وہ اس لڑائی کو جہاد قرار دے کر لڑتے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ جس قوم کا جہاد خود اپنے ہی دست و بازو سے ہونے لگے، اس کو کسی غنیم کی مدافعت اور کفر و الحاد کے ساتھ جنگ کی فرصت کہاں؟'' (۱)

---

(۱) وحدتِ امت: ۱۷-۲۱

الحاصل اختلاف کی وہ قسم جس میں صرف فروعی و اجتہادی مسائل میں آرا مختلف ہوتی ہیں، اس میں نہ تشدد جائز ہے، نہ ایک دوسرے کو غلط قرار دینے کی کوشش کوئی محمود کام ہے؛ بل کہ اس میں ہمیشہ سے امت کا یہی طرزِ عمل رہا اور ہونا چاہیے کہ ایک دوسرے کا احترام و ادب، ان کی خدمات وکوششوں کا اعتراف، ان کی خدمات وکارناموں سے استفادہ جاری رہے؛ ورنہ یہ وہ غلو پسندی ہے، جس کا وبال آج امت اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر رہی ہے۔

محض طریقِ کار کا اختلاف کوئی اختلاف نہیں

یہاں بہ طور تتمیمِ فائدہ ایک بات مزید عرض کر دینا مناسب ہے، وہ یہ کہ ایک اختلاف وہ ہوتا ہے، جو محض کسی کام کے طریقِ کار کے لحاظ سے پیدا ہوتا ہے کہ ایک شخص یا ایک جماعت یا ایک انجمن ایک دینی کام کے لیے اپنی سوچ وفکر سے کسی اپنی سہولت یا مصلحت یا ضرورت کے تقاضے سے ایک طریقِ کار منتخب کر لیتی ہے اور دوسرے لوگ یا دوسری جماعت اسی کام کے لیے ایک دوسرا طریقِ کار تجویز کر لیتی ہے۔ظاہر ہے کہ اس اختلافِ طریقِ کار کو حقیقت میں اختلاف ہی نہیں کہہ سکتے، یہ ظاہراً وصورۃً اختلاف ہے، حقیقت میں کوئی اختلاف نہیں؛ اس لیے اس کو اختلاف نہیں؛ بل کہ تعدد سے تعبیر کرنا مناسب ہے، جیسے تعلیم کے لیے یا اصلاح وتربیت کے لیے یا دعوت وتبلیغ کے لیے مختلف صورتوں وشکلوں سے کام کیا جا سکتا ہے اور کیا جاتا ہے؛ مگر یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ یہ اختلافِ مذاق درحقیقت کوئی اختلاف نہیں ہے؛ لہٰذا ایسے اختلاف کو اختلاف قرار دے کر اپنے طریقِ کار سے الگ دوسرا طریقِ کار رکھنے والوں کو برا بھلا کہنا یا مطعون سمجھنا یا کرنا یا ان سے نفرت وکدورت ظاہر کرنا، یہ سب غلو وتجاوز کی ناپاک شکلیں ہے، جس سے نہایت درجہ پرہیز کرنا

چاہیے؛ مگر عجیب بات ہے کہ آج امت میں اس سلسلے میں بے حد غلو وتجاوز کیا جارہا ہے، حتی کہ بعض لوگ محض اس طریقِ کار کے اختلاف وتعدد کو یہاں تک پہنچا دیتے ہیں کہ سلام وکلام تک ایک دوسرے سے بند ہو جاتا ہے اور دوسرے طریق پر کام کرنے والوں کے ساتھ وہ رویہ اپنایا جاتا ہے، جو کسی ناجائز وحرام کام کے مرتکب لوگوں کے ساتھ ہوا کرتا ہے۔ اس قسم کی ذہنیت رکھنے والوں کو اولاً یہ سوچنا چاہیے کہ اگر دوسرا فریق بھی ان کے بارے میں یہی رویہ اختیار کرے، تو کیا وہ اس کو گوارا کرتے ہیں؟ اور کیا دوسرے فریق کا یہ الزام کوئی حیثیت ان کے پاس رکھتا ہے کہ وہ ہمارے طریقے پر کام نہیں کرتے؟ نہیں اور ہرگز نہیں! تو پھر ان حضرات کو اس کا جواز کہاں سے مل گیا کہ اپنے نظامِ عمل وطریقِ کار پر دوسروں کو اصرار کریں اور اس کے خلاف کسی اور طریقِ کار کو قبول وبرداشت نہ کریں؟ کیا اسی کا نام غلو فی الدین نہیں؟ غور کیا جائے!!!

اصولی اختلاف مذموم وممنوع ہے

اب دیکھیے! اصولی اختلاف کا شرعی حکم کیا ہے؟ جس طرح فروعی اختلاف کو بعض لوگ اصولی اختلاف کے درجے میں رکھ کر اس کو حرام وناجائز کہتے اور ان آیات واحادیث سے استدلال کرتے ہیں، جن میں اختلاف کی مذمت آئی ہے، اسی طرح بعض لوگ اصولی اختلاف کو فروعی اختلاف کا درجہ دے کر عجیب منطق سے کام لیتے اور اس اختلاف کو بھی جائز وروا رکھتے ہیں۔ یاد رکھنا چاہیے کہ جس طرح فروعی اختلاف کو اصولی اختلاف کا درجہ دینا غلط وبے اعتدالی کی بات ہے، اسی طرح اصولی اختلاف کو جزئی وفروعی اختلاف کا درجہ دے کر اس کو روا رکھنا بھی صحیح نہیں؛ بل کہ ایک بنیادی غلطی ہے۔

کیوں کہ نصوصِ شرعیہ میں اصولی اختلاف کی دونوں قسموں کو مذموم وحرام قرار دیا گیا ہے اور اس قسم کے اختلاف پر قرآن و حدیث میں سخت وعید بھی آئی ہے۔ یہاں محض نمونے کے طور پر چند دلائل کی جانب اشارہ کرتا ہوں:

پہلی قسم کے اختلاف کے بارے میں یہ آیت وارد ہوئی ہے:

﴿وَاِنَّ الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا فِی الْکِتٰبِ لَفِیْ شِقَاقٍۢ بَعِیْدٍ﴾ (البقرۃ:۱۷۶)

(اور بلاشبہ وہ لوگ جنھوں نے کتاب اللہ میں اختلاف کیا، وہ بڑے دور کے جھگڑے میں پڑے ہوئے ہیں۔)

اسی طرح یہ آیت بھی اصولی اختلاف کے متعلق ہے:

﴿کَانَ النَّاسُ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً فَبَعَثَ اللّٰہُ النَّبِیّٖنَ مُبَشِّرِیْنَ وَ مُنْذِرِیْنَ وَ اَنْزَلَ مَعَھُمُ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ لِیَحْکُمَ بَیْنَ النَّاسِ فِیْمَا اخْتَلَفُوْا فِیْہِ وَمَا اخْتَلَفَ فِیْہِ اِلَّا الَّذِیْنَ اُوْتُوْہُ مِنْ بَعْدِ مَاجَآءَتْھُمُ الْبَیِّنٰتُ بَغْیًا بَیْنَھُمْ فَھَدَی اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِیْہِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِہٖ وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ﴾ (البقرۃ:۲۱۳)

(لوگ ایک ہی امت تھے پھر، اللہ نے حضراتِ انبیا خوش خبری دینے وڈرانے والے ان کے پاس بھیجے اور ان کے ساتھ حق والی کتابیں نازل کی؛ تاکہ وہ لوگوں کے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کریں، جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں اور اس میں اختلاف نہیں کیا؛ مگر ان ہی لوگوں نے جن کو وہ کتاب دی گئی تھی، محض آپسی ضد کی وجہ سے، جب کہ ان کے پاس واضح نشانیاں آچکی تھیں، پس اللہ نے وہ امرِ حق جس میں وہ اختلاف کرتے تھے، ان لوگوں کو بتادیا، جوایمان والے تھے، اللہ جس کو

چاہتا ہے: اسے راہ راست کی ہدایت دے دیتا ہے۔)

نیز یہ آیتِ کریمہ بھی اسی اصولی اختلاف کی مذمت بیان کر رہی ہے:

﴿وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ﴾(البقرۃ:۲۵۳)

(اور لیکن ان لوگوں نے اختلاف کیا، پس ان میں سے کچھ ایمان لائے اور کچھ لوگوں نے کفر کیا۔)

ان آیات میں ظاہر ہے کہ وہ اختلاف مراد ہے، جس سے اسلام وکفر کا اختلاف پیدا ہوتا ہے، اس سے منع کیا گیا، اس پر وعید سنائی گئی اور اس کا رد کیا گیا ہے۔

اور اصولی اختلاف میں سے دوسری قسم: جس سے سنت و بدعت کا اختلاف پیدا ہوتا ہے، وہ بھی مذموم ہے، اس سلسلے میں احادیث وارد ہیں اور وہ مشہور حدیث، جو افتراقِ امت کے بارے میں آئی وہ سب کے سامنے ہے۔

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"افترقت اليهود على إحدى أو ثنتين، و سبعين فرقةً و تفرقت النصارى على إحدى أو ثنتين، و سبعين فرقةً و تفترق أمتي على ثلاث، و سبعين فرقةً."

(یہود اکہتر یا بہتر فرقوں میں بٹ گئے اور نصاری بھی اکہتر یا بہتر فرقوں میں بٹ گئے اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔)

(۲) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

---

(۱) سنن أبي داود: ۴۵۹۶، السنن الكبرى للبيهقي: ۲۰۸/۱۰، المستدرك للحاكم: ۲۱۷/۱، السنة لابن أبي عاصم: ۶۶

''ليأتين على أمتي ما أتى على بني اسرائيل حذو النعل بالنعل حتى إن كان فيهم من أتى أمه علانية لكان في أمتي من يصنع ذلك ، وإن بني اسرائيل تفرقت على ثنتين و سبعين ملة و تفترق أمتي على ثلاث و سبعين ملة ، كلهم في النار إلا ملة واحدة ، قالوا: و من هي يا رسول الله ! قال: ما أنا عليه و أصحابي."

(ضرور بالضرور میری امت پر وہ زمانہ آئے گا، جو بنی اسرائیل پر آیا تھا، جس طرح جوتا جوتے کے برابر ہوتا ہے، یہاں تک کہ اگر ان لوگوں میں کوئی ایسا تھا، جس نے اپنی ماں سے علانیہ منہ کالا کیا تھا، تو میری امت میں بھی ایسا کرنے والا ہوگا اور بلاشبہ بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹ گئے تھے اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی، جن میں سے ایک کے سوا سب کے سب جہنم میں جائیں گے۔ صحابہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! وہ کونسا فرقہ ہے؟ فرمایا کہ وہ فرقہ جو میرے اور صحابہ کے طریقے پر ہے۔)(۱)

(۳) حضرت انس بن مالک ﷺ سے روایت کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" تفترق هذه الأمة على ثلاث و سبعين فرقة ، كلهم في النار إلا واحدة ، قالوا: وما هي تلك الفرقة ؟ قال: ما أنا عليه و أصحابي."

(یہ امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی، سوائے ایک کے وہ سب

(۱) سنن الترمذي:۲۶۴۱، المستدرک للحاکم:۱/۲۱۸

کے سب جہنم میں جائیں گے۔ صحابہ نے معلوم کیا کہ وہ کونسا فرقہ ہے؟ تو فرمایا کہ جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقے پر قائم ہے)(۱)

(۴) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ألا إن من كان قبلكم من أهل الكتاب افترقوا على ثنتين و سبعين ملة و إن هذه الأمة ستفترق على ثلاث و سبعين ملة ، ثنتان و سبعون في النار و واحدة في الجنة وهي الجماعة" — وفي رواية زيادة — و إنه سيخرج من امتي أقوام تجارى بهم تلك الأهواء كما يتجارى الكلب لصاحبه ، لا يبقى منه عرق ، و لا مفصل إلا دخله."

(خبردار رہو اتم سے پہلے جو اہلِ کتاب گزرے ہیں، وہ بہتر فرقوں میں بٹ گئے تھے اور یہ امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی، بہتر جہنم میں جائیں گے اور ایک جنت میں اور وہ جماعت ہے.....ایک روایت میں یہ اضافہ ہے.....اور میری امت میں ایسے لوگ ظاہر ہوں گے، جن میں یہ خواہشات اس طرح رچی وبسی ہوئی ہوں گی، جیسے کہ کتے کاٹے کا زہر کہ کوئی رگ اور کوئی جوڑ ایسا نہیں رہتا، جس میں یہ بیماری نہ گھس جائے۔)(۲)

---

(۱) المعجم الأوسط للطبراني:۱۳۷/۵، المعجم الصغير للطبراني:۳۰/۲

(۲) سنن أبي داود:۴۵۹۷، السنة لابن أبي عاصم:۲، مسند الشاميين:۱۰۸/۲، مسند أحمد: ۱۶۹۷۹، المستدرك للحاكم: ۲۱۸/۱، المعجم الكبير للطبراني: ۳۰۱/۱۴

(۵) نیز ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا:

" أوصيكم بتقوى الله ، والسمع والطاعة ، وإن كان عبدا حبشيا ، فإنه من يعش منكم بعدي ، فسيرى اختلافا كبيرا فعليكم بسنتي و سنة الخلفاء الراشدين المهديين ، تمسكوا بها و عضوا عليها بالنواجذ ، و إياكم و محدثات الأمور ، فإن كل محدثة بدعة ، و كل بدعة ضلالة ."

(میں تمھیں اللہ سے ڈرنے اور امیر کی سمع وطاعت کی وصیت کرتا ہوں، اگر چہ کہ وہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو؛ کیوں کہ میرے بعد تم میں سے جو رہے گا، وہ بڑا اختلاف دیکھے گا، پس تم پر میرا اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کا طریقہ لازم ہے، اس کو مضبوط تھام لو اور اپنے دانتوں سے کس کے پکڑ لو اور نئی نئی باتوں سے بچو؛ کیوں کہ (دین میں) ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔)(۱)

(۶) اور امام احمد رَحِمَہُ اللّٰہُ وغیرہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے اور امام ترمذی و امام بزار و امام ابویعلی رحمہم اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور امام ابویعلی رَحِمَہُ اللّٰہُ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ ایک بار اللہ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم باہر نکلے اور ہم لوگ تقدیر کے بارے میں بحث کر رہے تھے، پس آپ غصہ ہو گئے، یہاں تک کہ آپ کا چہرہ ایسا سرخ ہو گیا، گویا کہ

---

(۱) سنن ابن ماجة:۴۲، مسند بزار: ۴۲۰۱، المستدرک للحاکم: ۳۲۹، مسند أحمد:۱۷۱۸۴، السنة للمروزي:۶۹، المعجم الكبير:۱۵۰۲۱، السنة لابن أبي عاصم: ۵۴، شعب الإيمان:۱۱۰۷

آپ کے گالوں میں انار کے دانوں کا رس نچوڑ دیا گیا ہے۔ پس آپ نے فرمایا:

" أبهذا أمرتم ، أم بهذا أرسلت إليكم ؟ إنما هلك من كان قبلكم حين تنازعوا في هذا الأمر ، عزمت عليكم عزمت عليكم ألا تنازعوا فيه."

(کیا اسی کا تمھیں حکم دیا گیا؟ یا میں اسی کو دے کر تمھارے پاس بھیجا گیا ہوں؟ تم سے پہلے لوگ اسی وقت ہلاک ہوئے، جب انھوں نے اس معاملے میں جھگڑا کیا، میں تم کو قسم دیتا ہوں، میں تم کو قسم دیتا ہوں کہ اس میں جھگڑا نہ کرو۔)(۱)

(۷) اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے کے پاس قرآن میں بحث کر رہے تھے، ایک شخص ایک آیت نکال رہا تھا اور دوسرا دوسری آیت، پس آپ باہر نکلے (اور غصے کی وجہ سے ایسے سرخ ہو رہے تھے) گویا آپ کے گالوں میں انار کے دانے کا رس گھول دیا گیا ہو، پھر فرمایا: اے لوگو! کیا اسی لیے تم پیدا کیے گئے ہو یا اسی کا تم کو حکم دیا گیا ہے؟ میرے بعد کافر بن کر ایک دوسرے کی گردن نہ مارو۔"(۲)

ان احادیث میں جس اختلاف وافتراق کا ذکر ہے، اس سے مراد وہ اختلاف ہے، جس سے انسان سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم واصحابِ رسول رضی اللہ عنہم کی شاہ راہ سے کٹ جاتا اور خواہشات وبدعات کے دلدل میں گر جاتا ہے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ اس قسم کے اختلاف کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں؛ بل کہ یہ

---

(۱) مسند أحمد: ٦٨٤٥، سنن الترمذي: ٢١٣٣، مسند بزار: ١٠٠٦٣، مسند أبي يعلى: ٣١٢١

(٢) المعجم الأوسط للطبراني: ٢٢٥/٨

ممنوع ومذموم ہے، جس سے بچنا واجب ولازم ہے؛ مگر یہاں بھی بعض لوگوں کا رویہ انتہائی حیرت ناک یہ ہے کہ وہ اس قسم کے اختلاف کو ہلکا وخفیف ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس کو فروعی اختلاف کے درجے میں رکھتے ہیں۔

اس قسم کی ذہنیت ہمارے جدید تعلیم یافتہ طبقے میں یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ ایک مرتبہ بنگلور کی ایک مسلم کالج میں کسی تقریب کے موقعے سے ایک مشہور ومعروف ہندو سادھو کو مدعو کیا گیا اور کالج کے طلبہ کے سامنے ان کی تقریر کرائی گئی، پھر کالج کے ایک ذمے دار نے اپنے خطاب میں ان سے کہا: ''ہمارے مذہب اور آپ کے مذہب کے درمیان کوئی بنیادی فرق نہیں ہے، صرف عبادت کے طریقے کا فرق ہے'' جب اس جلسے کی رپورٹ اخبارات میں شائع ہوئی، تو احقر نے اسی وقت اس کا نوٹس لیا اور اس کا جواب لکھ کر اخبارات کو بھیجا، بعض اخبارات نے شائع کیا اور بعض جو اس قسم کی ذہنیت کے مؤید ہیں، انھوں نے شائع نہیں کیا۔ اس واقعے سے اندازہ کیجیے کہ اس قسم کی ذہنیت اسلام وکفر کے مابین بھی اتحاد واتفاق کی قائل ہوگئی، کیا کوئی معمولی سے معمولی مسلمان سے بھی یہ بات پوشیدہ ہے کہ اسلام اور بتوں کی پرستش کا کوئی جوڑ واتحاد ممکن نہیں؟ اور یہ کہ توحید ورسالت وآخرت اسلام کے وہ بنیادی عقائد ہیں، جن کو مانے بغیر کوئی نجات کا تصور نہیں کرسکتا اور یہ بھی معلوم ہے کہ ہندو لوگوں میں ان عقائد کا کوئی تصور نہیں، تو پھر دونوں ایک کیسے ہوسکتے ہیں؟ یہ بات تو کوئی بے عقلی کا شکار مریض کہہ سکتا ہے یا کوئی دین اسلام سے یک لخت جہالت کا بیمار۔ بہ ہر حال اس سے اس قسم کے لوگوں کا غلو، جو دین میں انتہائی درجے کا فساد پیدا کرتا ہے، ظاہر ہوتا ہے۔

لہٰذا اس قسم کے اختلاف کو معمولی کہا جاسکتا ہے، نہ قابلِ قبول ٹھہرایا جاسکتا ہے؛ بل کہ یہ شدید وقبیح اختلاف ہے، جس سے اختلاف کرنا واجب ولازم ہے؛ اسی لیے

سلفِ صالحین نے ہمیشہ سے اس قسم کے اختلاف کا رد کیا، جس کی تفصیل میری کتاب ''امت میں اعتقادی و عملی بگاڑ اور علمائے امت کی ذمے داری'' میں دیکھی جاسکتی ہے۔

اصول میں اختلاف کرنے والوں کے ساتھ کیا رویہ ہو؟

جب یہ بات واضح ہوگئی کہ اصولی اختلاف مذموم ہے، تو سوال یہ ہے کہ اصولی اختلاف کرنے والوں کے ساتھ ہمارا کیا سلوک ہونا چاہیے؟ کیا ان سے ہم نوائی کرتے ہوئے ان کے اختلاف کو معمولی قرار دینا چاہیے یا یہ کہ اس اختلاف کا نوٹس لینا چاہیے؟ اور یہ کہ رواداری کے حدود کیا ہیں؟

خلاصہ یہ ہے کہ جہاں تک عقیدے و مسلکِ اہلِ سنت کا تعلق ہے، اس میں ہمارے اکابر و سلف نے کوئی تساہل و تغافل یا مداہنت کو روا نہیں رکھا؛ البتہ آپسی معاملات و معاشرت کی حد تک رواداری کو اس شرط کے ساتھ روا رکھا کہ اس سے کوئی دینی نقصان نہ ہو۔ یہاں اجمالاً چند دلائل کی جانب اشارہ کر دینا کافی ہوگا۔

اس سلسلے میں قرآنِ کریم نے ایک جگہ ارشاد فرمایا:

﴿ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْاَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْعَشِيْرَتَهُمْ﴾ (المجادلۃ: ۲۲)

(جو لوگ اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں، آپ ان کو نہیں پائیں گے کہ وہ ایسوں سے دوستی رکھیں، جو اللہ اور اس کے رسول کے مخالف ہیں، اگرچہ کہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا کنبے کے لوگ ہی کیوں نہ ہوں۔)

ایک جگہ فرمایا ہے:

﴿وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ﴾ (هُوْد:۱۱۳)

(اور مت جھکو ان لوگوں کی جانب جو ظالم ہیں، کہیں تم کو بھی دوزخ کی آگ نہ چھولے؟)

امام قرطبی رحمہ اللہ اس کے تحت لکھتے ہیں:

"والصحيح في معنى الآية أنها دالة على هجران أهل الكفر والمعاصي من أهل البدع وغيرهم فإن صحبتهم كفر أو معصية إذ الصحبة لا تكون إلا عن مودة."

(اس آیت کی تفسیر کے سلسلے میں صحیح قول یہ ہے کہ یہ آیت اہلِ کفرو اہلِ معصیت، بدعتی وغیرہ لوگوں سے الگ رہنے پر دلالت کرتی ہے؛ کیوں کہ ان لوگوں کی صحبت یا تو کفر ہے یا معصیت؛ کیوں کہ کسی کی صحبت اس کی محبت کی وجہ ہی سے ہوتی ہے۔)(۱)

نیز احادیث میں اس کو ایمان کا کمال قرار دیا گیا ہے کہ محبت وبغض اللہ کے لیے رکھا جائے۔

حضرت ابو امامہ باہلی اور حضرت معاذ بن انس جہنی رضی اللہ عنہما سے ایک حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"من أعطى لله و منع لله و أحب لله و أبغض لله فقد استكمل إيمانه."

(جو اللہ کے لیے دے اور اللہ ہی کے لیے منع کرے اور اللہ ہی کے

---

(۱) تفسیر القرطبی:۱۰۸/۹

لیے کسی سے محبت رکھے اور اللہ ہی کے لیے کسی سے بغض رکھے؛ تو اس کا ایمان مکمل ہوگیا۔)(۱)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہلِ کفر وشقاق سے محبت نہیں رکھی جاسکتی؛ بل کہ ان سے بغض رکھنا لازمی ہے۔ زیادہ سے زیادہ ان کے ساتھ معاملات ومعاشرت میں رواداری واخلاق کا برتاؤ رکھا جائے گا۔

اسی لیے علمائے اہلِ سنت نے تصریح کی ہے کہ اہلِ بدعت وگمراہ لوگوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات کی گنجائش نہیں۔

امام محی السنہ بغوی رحمۃ اللہ کہتے ہیں:

”وَ قَدْ مَضَتِ الصَّحَابَةُ وَالتَّابِعُوْنَ وَ أَتْبَاعُهُمْ وَ عُلَمَاءُ السُّنَنِ عَلٰى هٰذَا مُجْمِعِيْنَ مُتَّفِقِيْنَ عَلٰى مُعَادَاةِ أَهْلِ الْبِدَعِ وَمُهَاجَرَتِهِمْ.“(۲)

(حضراتِ صحابہ وتابعین وتبع تابعین اور علمائے اہلِ سنت سب کے سب اہلِ بدعت سے عداوت ودوری رکھنے پر متفق ومتحد ہیں۔)

امام شاطبی رحمۃ اللہ کہتے ہیں:

”إِنَّ فِرْقَةَ النَّجَاةِ وَ هُمْ أَهْلُ السُّنَّةِ مَأْمُوْرُوْنَ بِعَدَاوَةِ أَهْلِ الْبِدَعِ ، وَ التَّشْرِيْدِ بِهِمْ ، وَ التَّنْكِيْلِ بِمَنْ انْحَاشَ إِلٰى جِهَتِهِمْ ، وَ نَحْنُ مَأْمُوْرُوْنَ بِعَدَاوَتِهِمْ ، وَ هُمْ مَأْمُوْرُوْنَ بِمُوَالَاتِنَا ، وَ الرُّجُوْعِ إِلَى الْجَمَاعَةِ.“(۳)

(۱) سنن الترمذي: ۲۵۲۱، سنن أبي داود: ۴۶۸۱، المستدرک للحاکم: ۲۶۹۴، المعجم الکبیر للطبراني: ۱۸۸/۲۰

(۲) شرح السنة: ۲۲۷/۱

(۳) الاعتصام: ۱۲۰/۱

(نجات پانے والا فرقہ، وہ اہلِ سنت ہیں، اہلِ بدعت سے عداوت رکھنے، ان سے علاحدگی اختیار کرنے اور جو لوگ ان کی جانب مائل ہیں، ان کو سزا دینے کے مأمور ہیں اور ہمیں ان سے عداوت رکھنے کا اور ان کو ہم سے دوستی رکھنے اور اہلِ سنت والجماعت کی جانب رجوع کرنے کا حکم ہے۔)

امام ابوعثمان اسماعیل الصابونی "عقیدۃ السلف" میں لکھتے ہیں:

"وَ اتَّفَقُوْا مَعَ ذٰلِکَ عَلَی الْقَوْلِ بِقَھْرِ اَھْلِ الْبِدَعِ ، وَ إِذْلَالِھِمْ ، وَ إِخْزَائِھِمْ ، وَ إِبْعَادِھِمْ ، وَ إِقْصَائِھِمْ ، وَ التَّبَاعُدِ مِنْھُمْ ، وَ مِنْ مُصَاحَبَتِھِمْ ، وَ مُعَاشَرَتِھِمْ ، وَالتَّقَرُّبِ إِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی بِمُجَانَبَتِھِمْ وَ مُھَاجَرَتِھِمْ."(۱)

(اسی کے ساتھ اہلِ سنت نے اہلِ بدعت کے مقہور و ذلیل و رسوا کرنے اور اپنے سے دور کرنے اور ان کو دور رکھنے، ان کے ساتھ مصاحبت و معاشرت اختیار نہ کرنے اور ان سے علاحدگی کے ذریعے اللہ کا قرب پانے پر اتفاق کیا ہے۔)

ان تمام حوالجات سے مسلکِ اہلِ سنت کی یہ وضاحت سامنے آگئی کہ اصولی اختلاف رکھنے والوں سے اختلاف کیا جائے گا اور ان سے اتفاق کرنا جائز نہیں؛ بل کہ قرآن و حدیث کے خلاف ہے۔

اختلاف تو ہو؛ مگر بہ طریقِ احسن

البتہ یہاں ایک اور بات پر توجہ دلانا ضروری سمجھتا ہوں، وہ یہ کہ مختلف فرقوں اور ان کے باطل و غلط نظریات سے اختلاف کرنا اور ان سے اتفاق نہ کرنا، تو لازم

(۱) عقیدۃ السلف:۳۹

ہے؛ لیکن اس تردید واختلاف میں وہ صورت اختیار کرنا چاہیے، جو قرآن وسنت نے ہمیں تعلیم دی ہے اور اسوۂ نبوی نے فراہم کیا ہے؛ کیوں کہ قرآنِ کریم نے ہمیں ایسے وقت کے لیے ﴿وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ أَحْسَنُ﴾ کی تعلیم دی ہے کہ اگر بحث ومباحثہ ومناظرے کی نوبت آجائے تو اچھے انداز سے مناظرہ ومباحثہ کرو۔ اس آیت کی تفسیر میں علمائے تفسیر نے لکھا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ مباحثہ نرمی و خیر خواہی اور عمدہ خطاب سے ہونا چاہیے۔

مفسرِ قرآن علامہ ابو حیان رحمہ اللہ نے " البحر المحیط" میں اس کی تفسیر ان الفاظ سے لکھی ہے:

”و جادلهم بالتي هي أحسن طرق المجادلة من الرفق واللين من غير فظاظة ولا تعنيف.“

(اور ان سے مباحثہ کرو! اس عمدہ و بہتر طریقے سے جس میں بجائے سختی ودرشتی کے نرمی وملاطفت ہو۔)(۱)

اور یہی بات علامہ بیضاوی رحمہ اللہ نے بھی مزید وضاحت سے اس کی تفسیر میں بیان کی ہے، وہ لکھتے ہیں:

”بالطريقة التي هي أحسن طرق المجادلة من الرفق واللين وإيثار الوجه الأيسر والمقدمات التي هي أشهر فإن ذلك أنفع في تسكين لهبهم و تبيين شغبهم.“

(اور ان سے مباحثہ کرو اس عمدہ و بہتر طریقے سے جس میں نرمی و ملاطفت ہو اور آسان صورت اور مشہور مقدمات اختیار کیے جائیں؛ کیوں کہ یہ ان (مخالف لوگوں) کے بھڑکاؤ کی تسکین اور ان کے ہنگامے

---

(۱) البحر المحیط:۶/۶۱۳

کو واضح کرنے میں زیادہ نفع بخش ہے۔)(۱)

الغرض! اصولی اختلاف کرنے والوں سے اختلاف تو کیا جانا چاہیے، مگر ایسا نہیں کہ ان کو گالی دی جائے یا طعن وتشنیع سے کام لیا جائے یا گری ہوئی زبان استعمال کی جائے؛ بل کہ قرآن اور انبیا کی تعلیم کے مطابق نرمی وسنجیدگی، علمی دلائل ومحکم براہین سے کام لیا جائے؛ ورنہ یہ بھی ایک قسم کا غلو فی الدین ہوگا۔

دین میں تشدد کا مظاہرہ

چھٹی صورت غلو فی الدین کی یہ ہے کہ دین میں تعمق وتشدد کا مظاہرہ کیا جائے، جیسے شریعت نے جن امور کی اجازت دی اور ان کو مباح وحلال قرار دیا، ان میں تشدد کیا جائے اور ان سے حرام کی طرح بچنے کی کوشش کی جائے۔

حدیث میں ہے کہ اللہ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا:

" لا تشددوا على أنفسكم ، فيشدد عليكم ، فإن قوما شددوا على أنفسهم فشدد الله عليهم ، فتلك بقاياهم في الصوامع والديار."(۱)

(اپنی جانوں پر سختی نہ کرو کہ تم پر سختی نہ کردی جائے؛ کیوں کہ ایک قوم نے اپنی جانوں پر سختی کی، تو اللہ نے اس پر بھی سختی کردی، پس یہ ان ہی کے بقایا ہیں جو ان گرجاؤں اور کٹیوں میں ہیں۔)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رَحِمَہُ اللّٰہُ نے "حجة الله البالغة" میں فرمایا: دین میں تحریف کا ایک سبب یہ تشدد بھی ہے اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ

---

(۱) تفسير البيضاوي:۳/۴۲۷

(۲) سنن أبي داود:۴۹۰۶،مسند أبي يعلى:۳۶۹۴

عبادات شاقہ کو اختیار کیا جائے، جس کا شارع نے حکم نہیں دیا، جیسے ہمیشہ روزہ رکھنا یا ہمیشہ رات بھر نماز میں کھڑے رہنا یا نکاح نہ کرنا اور آداب وسنن کا واجبات کی طرح التزام کرنا، حدیث میں اللہ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہما کو اس سے منع کیا اور فرمایا: جو دین پر غالب آتا ہے، اس پر دین غالب ہو جاتا ہے'' اور اگر یہ تشدد و تعلق کرنے والا کوئی استاذ و سردار ہوتا ہے؛ تو لوگ یہ گمان کرنے لگتے ہیں کہ شرع کا حکم ہی یہ ہے اور یہ تشدد یہود و عیسائیوں کے رہبان کی بیماری ہے۔(۱)

یہی وہ تشدد تھا، جس نے عیسائی قوموں کو رہبانیت کی غلو آمیز شکلوں و صورتوں کو اختیار کرنے پر مجبور کیا تھا، اسی طرح ہندو جوگیوں وسادھوؤں نے بھی اسی غلو کی وجہ سے بہت سی بے حقیقت و بے جان رسومات اور خلافِ عقل مجاہدات کو اختیار کر کے خود کو ایک عذاب میں مبتلا کر لیا تھا۔ کبھی سایہ لینے سے گریز ہے، تو کبھی کھانے پینے سے احتراز، کوئی کپڑوں کو خیر باد کہہ چکا ہے، یہاں تک کہ مادرزاد ننگا بنا ہوا ہے، تو کوئی الٹا لٹک رہا ہے، کوئی کھڑا ہے، تو وہ کھڑا ہے، کوئی پڑا ہے، تو پڑا ہے، کوئی ایک پیر پر کھڑا ہوا ہے، کوئی گھٹنوں کے بل کھڑا ہوا ہے۔

جاہل وغالی صوفیوں وزاہدوں کی رہبانیت

یہی حال ان جاہل وغالی صوفیوں کا ہے، جنھوں نے ان کی دیکھا دیکھی اسی قسم کی ریاضتوں ومجاہدات کو اپنا لیا ہے اور اس کو عین دین سمجھتے اور قرار دیتے ہیں اور جاہل عوام بھی ان جاہل صوفیا کو دیکھ کر اسی کو دین سمجھتے اور اس کے خلاف کو دین سے خارج قرار دیتے ہیں۔

---

(۱) حجۃ اللہ البالغۃ:۱/۲۵۴

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ نے لکھا ہے:

''طریقِ سنت سے ہٹ کر جو ریاضتیں و مجاہدے لوگ کرتے ہیں، ان کا کچھ وزن و اعتبار نہیں، ایسی ریاضتیں یونان کے فلسفی اور ہندوستان کے برہمن اور جوگی بھی کرتے ہیں؛ لیکن سوائے خسارے اور گمراہی کے ان کو کچھ حاصل نہیں ہوتا۔'' (۱)

ایک اور مکتوب میں آپ تحریر کرتے ہیں:

''باطل لوگوں کی وہ ریاضتیں اور مجاہدے، جو شریعتِ روشن کے موافق نہیں ہیں، سوائے خسارے کے کچھ فائدہ نہیں دیتیں اور ان سے سوائے حسرت وندامت کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔'' (۲)

لہٰذا طریقِ سنت و دائرۂ شریعت میں مجاہدہ ہونا چاہیے، غیر شرعی مجاہدات و ریاضات خود کو مشقت میں ڈالنے کے مترادف ہے، جس کو اسلام نے غلو قرار دیا ہے۔

حلال سے پرہیز کا غلو

اسی تشدد میں یہ بھی داخل ہے کہ حلال چیزوں سے پرہیز واحتیاط کی جائے، جیسا کہ خود قرآنِ کریم میں اس کا رد کرتے ہوئے فرمایا گیا:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْۤ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴾ (المآئدۃ:۲)

(اے ایمان والو! تم ان پاک چیزوں کو حرام نہ ٹھیرالو، جن کو اللہ نے

(۱) دفتر اول: مکتوب: ۲۲۱

(۲) مکتوبات: مکتوب نمبر: ۲۰۶

تمہارے لیے حلال کیا ہے اور حد سے آگے نہ بڑھو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ حد سے گزر جانے والوں کو پسند نہیں کرتے اور تم ان چیزوں میں سے کھاؤ جو اللہ نے تم کو حلال و پاک عطا کی ہیں اور اللہ سے ڈرو، جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔)

اس آیت کی تفسیر ہم نے اوپر کردی ہے، جس میں یہ بھی ذکر کیا گیا کہ بعض صحابہ ﷺ نے اپنے اوپر بعض چیزوں کے پرہیز کو لازم کرلیا، تو یہ آیت نازل ہوئی، اور اس سے ان حضرات کو منع کیا گیا۔

لیکن اس میں تھوڑی سی تفصیل ہے، جس کو حضرت مولانا مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ''معارف القرآن'' میں لکھا ہے، وہ یہ ہے:

''کسی چیز کو حرام قرار دینے کے تین درجے ہیں: ایک یہ کہ اعتقاداً اس کو حرام سمجھ لیا جائے، دوسرے یہ کہ قولاً کسی چیز کو اپنے لیے حرام کرلے، مثلاً قسم کھالے کہ ٹھنڈا پانی نہ پیوں گا یا فلاں قسم کا حلال کھانا نہ کھاؤں گا یا فلاں جائز کام نہ کروں گا، تیسرے یہ کہ اعتقاد و قول تو کچھ نہ ہو، محض ہمیشہ کے لیے کسی حلال چیز کو چھوڑ دینے کا عزم کرلے۔

(۱) پہلی صورت میں اگر اس چیز کا حلال ہونا قطعی دلائل سے ثابت ہو، تو اس کا حرام سمجھنے والا قانونِ الٰہی کی صریح مخالفت کی وجہ سے کافر ہو جائے گا۔

(۲) اور دوسری صورت میں اگر الفاظِ قسم کھا کر اس چیز کو اپنے اوپر حرام قرار دیا ہے، تو قسم ہو جائے گی اور اس کا حکم یہ ہے کہ بلا ضرورت ایسی قسم کھانا گناہ ہے، اس پر لازم ہے کہ اس قسم کو توڑ دے اور کفارۂ قسم ادا کرے۔

(۳) تیسری قسم جس میں اعتقاد وقول سے کسی حلال کو حرام نہ کیا ہو؛ بل کہ عمل میں ایسا معاملہ کرے جیسا حرام کے ساتھ کیا جاتا ہے کہ دائمی طور پر اس کے چھوڑنے کا التزام کرے، اس کا حکم یہ ہے کہ حلال کو چھوڑنا ثواب سمجھتا ہے، تو یہ بدعت ورہبانیت ہے، جس کا گناہِ عظیم ہونا قرآن وسنت میں منصوص ہے، اس کے خلاف کرنا واجب اور ایسی پابندی پر قائم رہنا گناہ ہے، ہاں اگر ایسی پابندی بہ نیتِ ثواب نہ ہو؛ بل کہ کسی دوسری وجہ سے ہو، مثلاً کسی جسمانی یا روحانی بیماری کے سبب سے کسی خاص چیز کو دائمی طور پر چھوڑ دے، تو اس میں کوئی گناہ نہیں، بعض صوفیائے کرام اور بزرگوں سے حلال چیزوں کے چھوڑنے کی جو روایات منقول ہیں، وہ سب اسی قسم میں داخل ہیں کہ انھوں نے ان چیزوں کو مضر سمجھا یا کسی بزرگ نے مضر بتلایا؛ اس لیے بہ طور علاج چھوڑ دیا، اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔"(۱)

تقوے کے نام پر ہر چیز کو مشکوک سمجھنے کی بیماری

اسی تعمق وتشدد میں یہ بھی داخل ہے کہ تقوے کے نام پر ہر چیز کو مشکوک یا حرام سمجھنے لگے اور ان سے پرہیز کرنے لگے۔

جیسے ایک صاحب کا قصہ لکھا ہے کہ وہ حلال روزی کی تلاش میں نکلے اور ایک ایسے شخص کے پاس پہنچے، جن کے بارے میں ان کو خبر ملی تھی کہ ان کے پاس حلال روزی ہے۔ جب ان کے پاس گئے اور کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ کے پاس حلال روزی ہے، کسی اور کے پاس حلال نہیں ہے؛ اس لیے آپ کے پاس آیا ہوں، تو وہ صاحب کہنے لگے کہ ہاں! میرے پاس حلال روزی تھی؛ لیکن چند روز سے حلال

(۱) معارف القرآن: ۳/۲۲۶

میرے پاس بھی نہیں ہے؛ کیوں کہ اتفاق سے میرا بیل دوسرے کے کھیت میں بلا اجازت چلا گیا اور اس کے پیروں میں اس کھیت کی مٹی لگ کر میرے کھیت میں آ گری، اس لیے میرا یہ کھیت بھی حرام کا ہو گیا ہے۔

دنیا کی سب چیزوں کو حرام سمجھنا ایک خبط تو ہو سکتا ہے، اس کا نام تقوی و احتیاط نہیں؛ لہٰذا اس قسم کا تعمق و تشدد اسلام میں روا نہیں، زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس قسم کے واقعات ان لوگوں کے ہیں، جو مغلوب الحال تھے؛ اس لیے وہ معذور تھے؛ لیکن معذوروں و مغلوب الحال لوگوں کی اتباع کا حکم نہیں ہے۔

توکل کا غلط مفہوم اور اس کے مفاسد

اسی طرح تشدد و تعمق کی ایک صورت یہ ہے کہ بعض لوگ اسباب و تدابیر کے ترک کرنے کو توکل سمجھتے اور اسباب و تدابیر سے پرہیز کرتے ہیں؛ بل کہ بعض دین دار حلقوں میں یہاں تک کہا و سنا جاتا ہے کہ اسباب کی نفی کرو، اسباب کی جانب نظر نہ کرو اور یہ کہا جاتا کہ جب تک اسباب سے نظر نہیں ہٹیں گے، اس وقت تک انسان کا ایمان کامل نہیں ہوتا، نیز اس قسم کے حلقوں میں اسباب کو اختیار کرنے اور اس کا اہتمام کرنے کو خلافِ توکل اور ان لوگوں کو دنیا دار سمجھنے و سمجھانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

توکل کے اس غلط مفہوم کے دلوں میں سما جانے کی وجہ سے ایک جانب بعض لوگوں میں بطالت و بیکاری کو دین داری سمجھنے کا رجحان پیدا ہوتا ہے، یہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اسباب کو ترک کر کے وہ بہت بڑی نیکی و عبادت سرانجام دے رہے ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ بطالت و تعطل کو دین داری سمجھنا عین بے دینی کی بات ہے۔

میں نے ایک نوجوان کو دیکھا، جو اپنا سارا کام و کاروبار چھوڑ کر مسجد میں رہنے لگا تھا اور مسجد کے حوض سے پانی اور دکان سے بریڈ لے کر زندگی گزار رہا تھا، اس کے ماں باپ اور اہلِ خاندان اس کو سمجھاتے تھے کہ کاروبار میں لگ جائے؛ مگر وہ یہ جواب

دیتا تھا کہ کام دھندے میں لگنا دنیا داری ہے اور توکل کے خلاف ہے، اللہ کا حکم نہیں ہے، اللہ کا حکم یہ ہے کہ تم اللہ پر بھروسہ کرو، وہ تم کو کھلائے گا، پلائے گا اور سارے کام بنادے گا۔ اس نوجوان کے والد میرے سے تعلق رکھتے تھے، انھوں نے مجھ سے کہا کہ آپ اس کو ذرا سمجھائیں۔ میں نے بھی اس کو سمجھانا چاہا؛ مگر اس کے ذہن میں کسی نے اس قدر پختگی کے ساتھ توکل کا غلط مفہوم بٹھادیا تھا کہ وہ اس کے خلاف کسی بات کو اور کسی کی بات کو سننے بھی تیار نہیں ہوا اور ہم سب کو گمراہ قرار دینے لگا۔

اور دوسری جانب اسباب کو اختیار کرنے والوں کے خلاف ذہن بنتا جاتا ہے اور یہ لوگ ان سے نہ صرف بدگمان ہوتے ہیں؛ بل کہ ان کو گمراہ سمجھتے اور قرار دیتے ہیں اور اس کی زد میں بڑے بڑے علما و اکابرینِ امت بھی آجاتے ہیں۔ ہم نے بعض ایسے متوکلین کو دیکھا ہے، جو علمائے کرام و مشائخِ عظام کو اس لیے دنیا پرست ٹھیراتے ہیں کہ وہ حضرات مدارس و دینی مناصب پر تنخواہ لیتے ہیں؛ حال آں کہ نہ تنخواہ لینا توکل کے خلاف ہے اور نہ اسباب کا اختیار کرنا، اس کے منافی ہے؛ مگر کیا کیا جائے کہ لوگوں کو غلو کی بیماری نے اس روش پر ڈال دیا ہے۔

اور تیسری جانب یہ دیکھا جاتا ہے کہ بعض حضرات دینی دعوت کے نام پر لوگوں کو اس بات کے لیے ابھارتے ہیں کہ وہ اپنا کاروبار و مصروفیات کو ترک کردیں اور جب یہ کہا جاتا ہے کہ کوئی کاروبار سنبھالنے والا نہیں ہے، تو کہہ دیتے ہیں کہ کیا اسباب پر ایمان رکھتے ہو یا اللہ پر؟ اس سے وہ سمجھتا ہے کہ اسباب کا اختیار کرنا خلافِ توکل و خلافِ ایمان ہے؛ لہٰذا وہ کاروبار چھوڑ کر جاتا ہے اور اس کے بیوی بچے یہاں پریشانی کی حالت میں کبھی بے ایمانی کی باتیں کرنے لگتے ہیں؛ حتیٰ کہ خود دین ہی کو یا دین داروں کو غلط خیال کر بیٹھتے ہیں۔

یہ ساری خرابیاں توکل کا صحیح مفہوم نہ سمجھنے اور دین کے بارے میں تشدد و تعلق

اور غلو کا نتیجہ ہے۔

توکل کی حقیقت

لہٰذا توکل کی حقیقت سمجھ لینا چاہیے۔ یاد رہے کہ توکل علی اللہ، جس کی اسلام نے تعلیم دی اور اس کو فرض قرار دیا اور اسے مسلمانوں کا ایک امتیازی وصف ٹھہرایا ہے، اس کی حقیقت مطلقاً ترکِ اسباب و ترکِ تدابیر نہیں ہے؛ بل کہ توکل کی حقیقت یہ ہے کہ کہ اپنے کاموں کا اللہ تعالیٰ کو کارسازِ حقیقی سمجھتے ہوئے ان کو اسی کے حوالے کر دیا جائے اور اسی پر بھروسہ رکھا جائے کہ وہی سب کاموں کو بنانے والا ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ نے توکل کی تعریف یہ کی ہے: "اعتماد القلب علی الوکیل وحدہ" (دل کا صرف اپنے وکیل پر بھروسا کرنا۔)

لہٰذا توکل یہ ہے کہ جن مواقع میں اسباب ہمارے اختیار میں نہیں، وہاں بلا اسباب اللہ پر بھروسہ کیا جائے اور جن مواقع پر اسباب و تدابیر اختیار کرنے کی تعلیم دی گئی ہے، وہاں اپنی بساط بھر کوشش کے ساتھ اسباب و تدابیر اختیار کر کے اس کے اوپر مرتب ہونے والے اثرات و نتائج کو اللہ کے حوالے کر دے اور یہ سمجھے کہ جو ہوتا ہے وہ اللہ کی مشیت و ارادے سے ہوتا ہے، محض اسباب و تدابیر سے نہیں ہوتا؛ کیوں کہ بہت سارے مواقع پر انسان اسباب و تدابیر اختیار کرتا ہے؛ مگر اس کو کوئی کامیابی نہیں ہوتی اور بعض وقت ایک انسان کو ان میں کامیابی ہو جاتی ہے اور دوسرے کو ان ہی اسباب میں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔

الغرض توکل ترکِ اسباب کا نام نہیں؛ بل کہ اس کی حقیقت یہ ہے کہ اسباب کو اختیار کرنے کے بعد یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ ہی اسباب کو کامیابی کی منزل سے ہمکنار کرتے ہیں اور اگر وہ چاہیں، تو یہ اسباب ناکام بھی ہو سکتے ہیں، کیوں کہ وہی

مؤثرِ حقیقی ہیں۔

اسباب کو اختیار کرنے کی تعلیم

قرآن وسنت اور سیرت نبوی واحوالِ صحابہ، نیز اقوال وآثارِ سلف سے یہ بات واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ اسلام نے جہاں ہمیں اللہ پر توکل کا حکم دیا ہے، وہیں اسباب کے اختیار کرنے کی بھی تعلیم دی ہے۔

مثلاً اللہ تعالیٰ نے نمازِ خوف میں جو جنگ وغیرہ کے موقعے پر پڑھی جاتی ہے، اس میں ایک جماعت کو نماز پڑھنے اور دوسری کو نگرانی وحفاظت کی ذمے داری اٹھانے؛ نیز ہتھیار پہن کر نماز پڑھنے کا حکم دیا۔ اس سلسلے کی آیت کا ترجمہ سن لیجیے:

"اور جب آپ ان میں ہوں اور ان کے لیے نماز قائم کریں، تو چاہیے کہ ان میں کی ایک جماعت آپ کے ساتھ کھڑی ہو جائے اور وہ لوگ اپنے ہتھیار لیے رہیں، پھر جب وہ سجدہ کر چکیں، تو وہ تمھارے پیچھے ہو جائیں اور دوسری جماعت جس نے نماز نہیں پڑھی ہے، وہ آجائے اور آپ کے ساتھ نماز پڑھ لے اور یہ لوگ بھی اپنے بچاؤ کا سامان اور اپنے ہتھیار اٹھائے رکھیں، کافروں کی خواہش ہی یہ ہے کہ تم اپنے ہتھیاروں اور اپنے سامان سے ذرا غافل ہو جاؤ، تو یہ تم پر یک بارگی ہی ٹوٹ پڑیں۔" (النساء: ۱۰۲)

جہاد کے لیے سامان تیار کرنے اور قوت کو مضبوط کرنے کا حکم دیا۔ چناں چہ فرمایا:

﴿وَ أَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ

لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ﴾ (الانفال: ۶۰)

(اوران کے مقابلے کے لیے تم سے جس قدر ہو سکے، سامان قوت اور پلے ہوئے گھوڑوں کو تیار رکھو، جس سے تم اللہ کے اور اپنے دشمنوں پر رعب رکھ سکو اور ان کے علاوہ دوسروں پر بھی، جن کو تم نہیں جانتے، اللہ ان کو جانتا ہے اور اللہ کے راستے میں تم جو بھی خرچ کرو، اس کا پورا پورا اجر تم کو دے گا اور تم پر کچھ بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔)

اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے بچ کر نکلنے کے لیے راتوں رات مصر سے نکل جانے کا حکم دیا۔ (الدخان: ۲۳)

اور حضرت نوح علیہ السلام کو کشتی بنانے کا حکم دیا۔ (ھود: ۳۷)

اور حدیثوں میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار سے بچنے کے لیے ہجرت کے وقت تین دن تک غارِ ثور میں روپوشی اختیار کی۔ ایک دیہاتی نے اپنا اونٹ بغیر باندھے چھوڑ کر جب کہا کہ میں نے اللہ پر توکل کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو باندھو پھر توکل کرو۔ آپ نے متعدد مواقع پر دوا استعمال کی اور پرہیز بھی کیا؛ نیز آپ نے اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے جہاد کے لیے افرادی قوت کو جمع کیا اور ہتھیار وغیرہ کے ذریعے بھی تیاری فرمائی۔

یہ سب کیا اسباب نہیں تھے؟ اور کیا آپ نے ان کو اختیار نہیں کیا اور کیا ان کے اختیار کرنے کی تعلیم نہیں دی؟ معلوم ہوا کہ اسباب کا اختیار کرنا، نہ خلافِ توکل ہے اور نہ خلافِ سنت۔ لہٰذا جو لوگ اسباب کو مطلقاً ترک کرنے کی تعلیم دیتے ہیں، وہ غلو فی الدین کا شکار ہیں۔

اسباب کی قسمیں اور احکام

ہاں! اسباب میں کچھ تفصیل ہے، ان کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان کے احکام کو دیکھنا چاہیے۔

علما نے لکھا ہے کہ ان کی تین قسمیں ہیں اور ہر ایک کا حکم بھی الگ ہے: ایک اسباب قطعیہ۔ دوسرے: اسباب ظنیہ اور تیسرے اسباب وہمیہ۔

''فتاویٰ ہندیہ'' میں ہے:

" اعلم بأن الأسباب المزيلة للضرر تنقسم إلى مقطوع به كالماء المزيل لضرر العطش ، والخبز المزيل لضرر الجوع ، و إلى مظنون كالفصد ، والحجامة ، وشرب المسهل وسائر أبواب الطب..........وإلى موهوم كالكي والرقية ، أما المقطوع به فليس تركه من التوكل بل تركه حرام عند خوف الموت ، وأما الموهوم فشرط التوكل تركه إذ وصف به رسول الله - صلى الله عليه وسلم - المتوكلين . وأما الدرجة المتوسطة ، وهي المظنونة كالمداواة بالأسباب الظاهرة عند الأطباء ففعله ليس مناقضا للتوكل بخلاف الموهوم ، و تركه ليس بمحظور بخلاف المقطوع به ، بل يكون أفضل من فعله في بعض الأحوال ، و في حق بعض الأشخاص فهو على درجة بين الدرجتين . "(۱)

---

(۱) الفتاوى الهندية: ۳۵۵/۵

اس کی تفصیل اپنے الفاظ میں یہاں پیش کی جاتی ہے:

اسباب قطعیۃ: وہ اسباب ہیں، جو عادۃً مسبب کے مرتب ہونے کے لیے لازم وضروری اور عموماً ان کے اختیار کرنے سے مسبب کا ترتب بھی یقینی ہوتا ہے، یعنی اگر یہ اسباب نہ اختیار کیے جائیں، تو مسبب کا وجود نہ ہو اور اگر اختیار کیے جائیں تو ضرور ان کا وجود ہو جائے۔ ایسے اسباب وتدابیر کا حکم یہ ہے کہ ان کا ترک کرنا جائز نہیں؛ بل کہ ان کا اختیار کرنا لازم وضروری ہے۔ ان اسباب کی مثال میں بھوک لگنے پر کھانا کھانے اور پیاس لگنے پر پانی پینے سے دی جاسکتی ہے کہ اگر کسی کو بھوک لگے، تو عادۃ اللہ یہی ہے کہ کھانا کھانا ہوگا اور پیاس لگے، تو پانی پینا ہوگا اور جب وہ کھانا کھائے گا اور پانی پیے گا، تو ضرور بھوک و پیاس ختم ہو جائے گی؛ لہٰذا ان اسباب کو ترک کرنا گناہ ہے اور اگر ان کو ترک کرنے کی وجہ سے موت ہو جائے، تو وہ خودکشی کا مرتکب شمار ہوگا۔

اسباب ظنیۃ: ان اسباب کا نام ہے، جن پر مسبب کا حاصل ہونا یا پایا جانا یقینی نہ ہو؛ لیکن اکثر احوال میں ہو جاتا ہے، اس قسم کے اسباب کا ترک کر دینا جائز ہے؛ لیکن سنت اس میں یہ ہے کہ ان کو اختیار کیا جائے۔ اس کی مثال بیماری کو دور کرنے کے لیے دوا وعلاج کرنا اور دشمن کے مقابلے کے لیے ہتھیار کا استعمال کرنا ہے۔ ظاہر ہے کہ بیماری کے دور کرنے میں دوا اثر انداز تو ہے؛ لیکن صرف اکثر مواقع پر مؤثر ہے اور بہت سے موقعوں پر اس کے خلاف بھی ہوتا رہتا ہے کہ آدمی بیماری کے دور کرنے علاج ومعالجہ کراتا اور دوا کھاتا ہے؛ مگر دوا اثر نہیں کرتی اور علاج الٹا اثر کرنے لگتا ہے، اسی طرح دشمن کو زیر کرنے ہتھیار وآلات استعمال کرنے پر اکثر تو یہی ہوتا ہے کہ وہ زیر ہو جاتا ہے؛ مگر بسا اوقات اس کے خلاف بھی ہوتا ہے؛ لہٰذا بیماری میں علاج نہ کرنا اور اللہ کے بھروسے دشمن کا مقابلہ نہ کرنا جائز ہے؛ مگر

چوں کہ سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے خود علاج کیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی اس کا حکم دیا اور کفار ومشرکین کے مقابلے کے لیے آپ نے حسبِ حیثیت ہتھیار وآلات کو جمع کیا اور ان کو استعمال کیا وکرایا؛ لہٰذا ان اسباب کا اختیار کرنا سنت ہوگا، اگر چہ ترک بھی جائز ہے۔

اسباب وھمیۃ: اور یہ وہ اسباب ہیں، جن پر مسبب کا حاصل ہونا اور پایا جانا ایک وہم کی درجے کی بات ہو کہ اتفاق ہوگیا، تو ہوگیا؛ ورنہ عموماً ایسا نہ ہوتا ہو۔ اس قسم کے اسباب کا ترک کرنا لازم وضروری ہے اور یہ اسباب خلافِ توکل ہیں، جیسے جلانے سے علاج کرنا یا منتر سے علاج کرنا۔

الغرض توکل مطلقاً اسباب کے ترک کرنے کا نام نہیں؛ بل کہ توکل تو اللہ پر بھروسہ کرنے کا نام ہے، خواہ وہ اسباب کے ساتھ ہو یا بغیر اسباب کے ہو؛ مگر اسباب کے ترک کرنے کا اصول وہ ہے، جو عرض کیا گیا۔

نوٹ: حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ نے اپنے خطبات میں اس مسئلے پر کلام کیا ہے، وہاں دیکھا جائے۔(۱)

وساوس وخطرات کی بیماری

دین میں تشدد کی ایک شکل یہ ہوتی ہے کہ وساوس وخطرات کو حقیقت سمجھ کر پرہیز واحتیاط کرنے لگتے ہیں، جیسے پانی رکھا ہوا ہے، اس کے بارے میں وسوسہ ہوگیا کہ اس میں کوئی گندگی ہوگی، حال آں کہ اس میں گندگی پڑنے کی بہ ظاہر کوئی گنجائش نہیں ہے۔ یہ بھی غلو فی الدین ہے اور اس سے بھی بچنا چاہیے۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک بار رسول اللہ

---

(۱) خطباتِ حکیم الامت:۲۱/۸۰-۸۲

صَلَّی اللّٰہ علیہ وسلم ایک سفر میں نکلے اور رات میں چلتے ہوئے ایک شخص کے پاس سے گزرے، جس کے پاس پانی کا حوض تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو آپ کے ساتھ تھے، انھوں نے اس شخص سے پوچھا کہ اے گھڑے والے! کیا اس حوض میں رات کسی درندے نے منہ تو نہیں ڈال دیا؟ (ان کا مطلب یہ تھا کہ اگر کسی درندے نے منہ ڈال دیا ہو تو کہیں یہ پانی وضو کے قابل نہ رہا ہو) یہ سن کر اللہ کے رسول صَلَّی اللّٰہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے گھڑے والے! یہ بات ان کو نہ بتانا، یہ تکلف ہے۔(۱)

الغرض تشدد وتعمق اسلام میں ناپسندیدہ امر ہے اور دین میں غلو کی ایک صورت ہے، اس سے بھی پرہیز کرنا چاہیے۔

تنبیہِ ضروری

یہاں ایک بہت ہی اہم وضروری بات پر تنبیہ کر دینا مناسب ہے، وہ یہ کہ ان احادیث وعلما کے بیانات میں جو تشدد وتعمق کو ناجائز قرار دیا گیا ہے، اس کا یہ مقصد نہیں کہ ہم دین میں من مانی کرتے ہوئے کسی بھی چیز کو سخت وشدید کہہ کر چھوڑ دیں اور یوں کہہ دیں کہ دین تو آسان ہے، دین میں کوئی سختی نہیں ہے۔ جیسا کہ ایک طبقہ ان ہی حوالوں کو پیش کر کے نماز وروزے سے بھی دور ہو جاتا ہے اور تقوی وپرہیزگاری کو بھی تشدد قرار دے کر گناہوں وبدکاریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے اور بعض لوگ معمولی معمولی بہانوں سے دین کے فرائض واحکام کو یہ کہہ کر چھوڑ دیتے ہیں کہ دین میں سختی نہیں ہے۔ یہ سب باتیں دراصل مقصد ومنشائے کلام کو نہ سمجھنے اور دینی امور سے غفلت کے نتیجے میں پیدا ہوئی ہیں؛ لہٰذا یہاں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ ایک تو دین وشریعت کے احکام اور ان کے ادا کرنے اور انجام دینے کے طریقے واصول وضوابط ہیں، یہ تو

---

(۱) الدارقطني: ۲۶/۱

ہمارے اوپر لاگو کیے گئے ہیں، ان میں ہم نہ تو رد و بدل کر سکتے ہیں، نہ کمی بیشی؛ لہٰذا ان کو تو بلا کسی تغیر و تبدیلی کے ادا کرنا لازم ہے۔ ان میں ہمیں اختیار نہیں کہ ہم کسی کو لیں اور کسی کو چھوڑ دیں؛ کیوں کہ دین تو خود اللہ نے آسان بنایا ہے اور حقیقت کے لحاظ سے دیکھا جائے، تو اس کا ہر حکم آسان ہے، اس کا ہر قانون معقول ہے اور اس کا ہر طریقہ دل کو اپیل کرنے والا ہے؛ لہٰذا جو بات دین و شریعت میں ہے، اس میں سختی ہے ہی نہیں؛ اس لیے اس کو سخت کہنا ہی غلط و جائز نہیں۔

اور دوسرے یہ کہ جو چیز دین و شریعت میں نہیں ہے، اس کو ہم دین کہہ کر اختیار کرلیں اور اپنے اوپر سختی کریں، یہ منع ہے؛ اس لیے کہ یہ دین ہی نہیں ہے، خلافِ دین ہے۔

لہٰذا یہاں جس تشدد کو ممنوع کہا گیا ہے، اس سے مراد ہمارا اپنا تراشیدہ طریقہ ہے، جیسا کہ راہبوں نے یا جاہل و غالی صوفیوں نے کیا تھا یا کرتے ہیں۔

ایک لطیفہ

یہاں ایک لطیفہ عرض کردوں کہ ایک مرتبہ ایک فقہی سیمینار میں شرکت کر کے میری واپسی بہ ذریعے ٹرین ہو رہی تھی، ٹرین میں نماز کا وقت ہوا، تو میں اور میرے ساتھی نماز کی تیاری کرنے لگے اور قبلے کا رخ معلوم کرنے کی کوشش کر رہے تھے، وہاں ایک مولانا بھی تشریف رکھتے تھے، وہ کہنے لگے کہ ”کیا ضرورت ہے قبلہ معلوم کرنے کی؟ آپ لوگ بس جدھر جی چاہے پڑھ لیجیے! کیوں کہ شریعت میں اتنا تشدد نہیں ہے۔“ دیکھیے! صرف قبلہ معلوم کرنے کو بھی تشدد قرار دے کر، اس کو بھی حذف کر دینا چاہتے ہیں۔ یہ بات صحیح نہیں ہے؛ کیوں کہ ہمیں اتنا تو مکلف کیا گیا ہے کہ ہم جس قدر معلوم کر سکتے ہیں، معلوم کریں، اس کو تشدد سمجھنا بھی ایک قسم کا غلو ہی

ہے۔ یہاں ہم نے اسی قسم کی ذہنیت کو پیشِ نظر رکھ کر یہ تنبیہ کی ہے۔

الہام وکشف وخواب سے استدلال

غلو فی الدین کی ایک بڑی صورت یہ ہوتی ہے کہ شرعی دلیل کے بہ جائے، استدلال ان امور و باتوں سے کیا جاتا ہے، جو شرعی دلیل نہیں ہیں۔

جیسے بعض لوگ خوابوں کو دلیل بنا لیتے ہیں، اور کچھ لوگ الہام کو حجت قرار دیتے ہیں اور کوئی کشف سے دلیل لینے کی کوشش کرتا ہے، کوئی اپنے بزرگوں و بڑوں کے عمل سے مسئلہ اخذ کرتا ہے اور ان چیزوں سے وہ معاملہ کیا جاتا ہے، جو دلیلِ شرعی سے ہوا کرتا ہے، حال آں کہ یہ امور شرعی دلائل نہیں ہیں۔

دلائلِ شرعیہ چار ہیں

یاد رکھنا چاہیے کہ شرعی دلیل چار چیزوں میں سے ایک ہو سکتی ہے: قرآن، حدیث، اجماعِ امت اور قیاس۔ جو بات ان دلائلِ اربعہ سے ثابت ہو، وہ قابلِ اعتبار ہوتی ہے اور جو چیز ان سے ثابت نہ ہو، وہ شرعاً قابلِ لحاظ ولائقِ اعتبار نہیں ہوا کرتی۔

باقی غیر نبی کا خواب والہام، کشف اور عملِ بزرگان علی الاطلاق حجت و دلیل شرعی نہیں ہے؛ بل کہ اس میں شرط یہ ہے کہ یہ دلائلِ شرعیہ کے موافق ہو یا کم از کم خلافِ شریعت نہ ہو۔

مگر اس کو کیا کہیے کہ مختلف طبقات نے محض تعصبات سے یا جہالت سے ان چیزوں کو بھی شرعی دلیل کا مقام دے دیا ہے اور جب کوئی بات ان کی خلافِ شرع سامنے آئے اور ان سے دلیل کا مطالبہ کیا جائے، تو وہ ان چیزوں میں سے کوئی چیز بہ طور دلیل بیان کرتے ہیں؛ حال آں کہ یہ چیزیں علی الاطلاق دلیل بننے کی صلاحیت

ہی نہیں رکھتیں۔

''الہام'' حجتِ شرعیہ نہیں

امام ابن الہمام رحمہ اللہ نے '' التحریر '' میں، نیز اس کے شارحین جیسے علامہ ابن امیر الحاج رحمہ اللہ وغیرہ نے اس کی شروحات میں لکھا ہے کہ ''الہام'' کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ یہ حجت ہے اور یہ بعض صوفیہ اور رافضیوں کے ایک گروہ ''جعفریہ'' کی جانب منسوب ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ ''الہام'' خود صاحب الہام کے حق میں تو حجت ہے، لیکن دوسروں پر حجت نہیں؛ لیکن مختار و پسندیدہ قول یہ ہے کہ ''الہام'' نہ خود صاحبِ الہام پر حجت ہے اور نہ دوسروں پر؛ کیوں کہ اس کا اللہ کی جانب سے ہونا یقینی طور پر معلوم نہیں۔(۱)

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا:

> ''جو لوگ ''الہام'' کے علی الاطلاق حجت ہونے کا انکار کرتے ہیں، وہ خطا پر ہیں جیسے وہ لوگ بھی خطا پر ہیں، جو''الہام'' کو علی الاطلاق حجت کہتے ہیں..........................لیکن یہاں یہ بیان کرنا مقصد نہیں کہ تنہا ''الہام'' احکام شرعیہ کے لیے حجت ہے، بل کہ یہ''الہام'' ایک طالب حق کے لیے دلائلِ شرعیہ میں اختلاف کی صورت میں ایک جانب کو ترجیح دینے کا فائدہ دے سکتا ہے۔''(۲)

نیز آپ نے '' درء تعارض العقل والنقل'' میں لکھا ہے:

> ''رہا''الہام'' سے احکام پر استدلال کرنے کا مسئلہ: تو یہ ایک دوسرا

---

(۱) التقریر والتحریر:۳/۳۹۲،تیسیر التحریر:۴/۲۶۹

(۲) خلاصہ از مجموعۃ الفتاوی:۱۰/۴۷۳-۴۷۷

مسئلہ ہے.............اورکلام اس ''الہام'' میں نہیں ہے، جس کا فاسد ہونا دلیلِ حسی یا عقلی یا شرعی کے خلاف ہونے کی وجہ سے معلوم ہے؛ کیوں کہ یہ ''الہام'' تو باطل ہے؛ بل کہ کلام اس ''الہام'' کے بارے میں ہے، جو ان دلائل کے موافق ہے، ان کے خلاف نہیں ہے۔''(۱)

''خواب'' حجتِ شرعیہ نہیں

اسی طرح ''خواب'' بھی کوئی شرعی حجت نہیں ہے، علامہ القرافی المالکی رحمہ اللہ نے ''أنوار البروق'' میں لکھا ہے:

''خواب کے سچا ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس پر شرعی احکام میں بھی بھروسہ کیا جائے؛ کیوں کہ خواب دیکھنے والے کے یاد نہ رکھنے یا ٹھیک طور پر اخذ نہ کرنے کا احتمال موجود ہے۔''(۲)

اسی طرح علامہ زرکشی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

'' والصحيح أن المنام لا يثبت حكما شرعيا ، ولا بينة ، و إن كانت رويا النبي - صلی اللہ علیہ وسلم - حقا ، والشيطان لا يتمثل به ، ولكن النائم ليس من أهل التحمل ، والرواية لعدم تحفظه. ''(۳)

(صحیح یہ ہے کہ خواب نہ کوئی حکم شرعی ثابت کرسکتا ہے اور نہ کوئی گواہ بن سکتا ہے، اگر چہ کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنا حق ہے اور شیطان آپ کی صورت اختیار نہیں کرسکتا؛ لیکن بات یہ

(۱) درء تعارض العقل والنقل:۱۲۱/۳
(۲) أنوار البروق:۳۹۴/۸
(۳) البحر المحيط:۲۰۲/۳

ہے کہ سونے والا آدمی تحفظ نہ ہونے کی وجہ سے حدیث وروایت کو لینے اور اس کو روایت کرنے کا اہل نہیں ہے۔)

خلاصہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص خواب میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں کوئی بات فرمائیں، تو اس سے کوئی شرعی حکم ثابت نہیں ہوتا اور نہ اس سے کوئی گواہی ثابت ہوسکتی ہے، وجہ یہ ہے کہ آپ کو خواب میں دیکھنا، تو حق ہے اور یہ بھی صحیح ہے کہ آپ کی شکل وصورت میں شیطان نہیں آسکتا؛ مگر یہ خواب اس لیے حجت و دلیل نہیں بن سکتا کہ خواب دیکھنے والا تو سو رہا ہے اور اس کے عقل و سمجھ کا محفوظ ہونا یقینی نہیں؛ اس لیے وہ آپ کی حدیث لینے اور روایت کرنے کا اہل نہیں ہے؛ لہٰذا خواب سے کوئی شرعی حکم ثابت نہیں ہوسکتا۔

ان حضرات نے یہ جو لکھا ہے، یہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنے کے بارے میں ہے اور اگر کوئی کسی اور کو دیکھے، تو اس کا ناقابلِ اعتبار ہونا واضح ہے۔

عظیم صوفی و بزرگ اور سلسلۂ نقشبندیہ کے جلیل القدر رہبر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

''احکامِ شرعیہ کے اثبات میں صرف کتاب وسنت ہی کا اعتبار ہے اور مجتہدوں کا قیاس اور اجماعِ امت بھی حقیقت میں مثبت احکام ہیں، ان چار شرعی دلیلوں کے سوا اور کوئی دلیل ایسی نہیں، جو احکام شریعت کو ثابت کر سکے۔ ''الہام'' کسی چیز کی حلت وحرمت کو ثابت نہیں کرتا اور اربابِ باطن کا کشف بھی کسی چیز کے فرض یا سنت ہونے کا اثبات نہیں کرتا، احکامِ اجتہادیہ میں مجتہدین کی تقلید کے سلسلے میں ولایتِ خاصہ والے اور عام مومنین برابر ہیں، حضرت ذوالنون، حضرت

بسطامی، حضرت جنید اور حضرت شبلی رحمہم اللہ احکام اجتہادیہ میں عام مؤمنین زید و عمرو و بکر اور خالد وغیرہ کے ساتھ مجتہدین کی تقلید میں مساوی ہیں۔"(۱)

الغرض کسی شرعی حکم و شرعی امر کے ثبوت کے لیے چار شرعی دلیلوں: قرآن، حدیث، اجماع و قیاس، میں سے کوئی پیش کرنا چاہیے، "کشف والہام" یا کسی بڑے کا قول و فعل کافی نہیں اور اگر وہ خلافِ شریعت ہو اور شرعی اصولوں و ضوابط سے ٹکراتا ہو، تو کسی حال ان کو دلیل بنانے کی گنجائش نہیں۔

الغرض اس وقت امت کے اندر بگاڑ کا ایک اہم و بنیادی سبب غلو فی الدین کی یہ صورتیں و شکلیں ہیں۔

---

(۱) مکتوبات: دفتر دوم: مکتوب: ۵۵

خاتمہ

تنبیہات

ہر غلو کا حکم ایک نہیں ہے

غلو کی بیماری کا علاج

خاتمہ

تنبیہات

ہر غلو کا حکم ایک نہیں ہے

جب غلو کی یہ تفصیلات علم میں آگئیں، تو اب سوال یہ ہے کہ غلو کا شرعا کیا حکم ہے؟ اوپر جہاں ہم نے قرآن و حدیث سے ''غلو فی الدین'' کی مذمت و برائی بیان و ثابت کی تھی، اسی سے یہ بات بلا تردد آشکارا ہوگئی کہ ''غلو فی الدین'' اسلامی نقطۂ نظر سے انتہائی مذموم و بری بات ہے اور امت کے حق میں ایک رِستے ہوئے ناسور سے کچھ بھی کم نہیں اور اسی لیے اس سے منع بھی کیا گیا ہے اور اس پر سختی سے نکیر بھی کی گئی ہے؛ مگر یہاں ایک بات یہ سمجھ لینا چاہیے کہ غلو کی مختلف صورتوں کی وجہ سے سب کا حکم یکساں نہیں ہے، بعض غلو کفر تک پہنچا ہوا ہے، بعض فسق و گناہ ہے، پھر گناہ میں بھی بعض کا درجہ بعض سے الگ ہے۔ جیسا کہ اوپر کی تفصیلات کو بہ غور دیکھنے والے اس کو بہ آسانی جان سکتے ہیں۔

مثلاً غلو کی یہ صورت کہ نبی یا ولی کو خدا کے درجے تک پہنچا دینا، صریح طور پر کفر و شرک ہے، اسی طرح غلو میں نبیوں کے درجہ کو گھٹانا بھی واضح طور پر کفر ہے اور اگر اس درجے کا غلو نہ ہو، تو وہ کفر تو نہیں ہوگا؛ لیکن فسق و گناہ ہے، پھر اس میں بھی کوئی بڑے درجے کا فسق و گناہ ہے، تو کوئی اس سے کم درجے کا فسق و گناہ ہے۔

لہٰذا ہر غلو کا حکم الگ الگ ہوگا، ایک نہیں ہوگا؛ اس لیے اس سلسلے میں احتیاط رکھنا چاہیے کہ ہر غلو کو ایک درجہ کا نہ سمجھ لیا جائے، ورنہ یہ خود بھی ایک غلو ہو جائے گا۔

غلو کی بیماری کا علاج

اب آخری بحث یہ ہے کہ "غلو فی الدین" کی اس خطرناک روحانی بیماری اور امتِ اسلامیہ کے لیے ایک ناسور کی حیثیت رکھنے والے شدید مرض کا علاج اور تدارک کیا ہے؟

اس کے جواب کے طور پر عرض ہے کہ ہم نے اوپر غلو فی الدین کے جو اسباب و بواعث بیان کیے ہیں، وہ کل چھے ہیں: (۱) جہالت (۲) قلتِ تفقہ وعدم رسوخ فی العلم (۳) تعصب (۴) اتباعِ ہویٰ یعنی خواہشات کا اتباع (۵) تقلیدِ آبا و عادات (۶) عقل پرستی و اتباعِ ظن۔ ان اسباب کو ختم کرنے کی کوشش ہی اس کا علاج و تدارک ہے۔

اور یہ اہلِ علم و اہلِ استقامت حضرات کا کام و ذمے داری ہے؛ کیوں کہ حدیث میں ارشادِ نبوی ہے :

" يَحْمِلُ هَذَا الْعِلْمَ مِنْ كُلِّ خَلَفٍ عُدُوْلُهُ يَنْفُوْنَ عَنْهُ تَحْرِيْفَ الْغَالِيْنَ وَ تَأْوِيْلَ الْجَاهِلِيْنَ وَ انْتِحَالَ الْمُبْطِلِيْنَ."

(اس علم دین کو ہر بعد کے لوگوں میں سے قابلِ اعتبار لوگ اٹھائیں گے، اس حال میں کہ وہ غلو کرنے والوں کی تحریف اور جاہلین کی تاویل اور باطل پرستوں کے دعوے کی نفی کرتے ہوں گے۔)(۱)

اس میں اہلِ علم کی تین اہم ذمے داریوں اور کاموں کی جانب اشارہ ہے اور ان میں سے ایک یہ بھی فرمایا: "يَنْفُوْنَ عَنْهُ تَحْرِيْفَ الْغَالِيْنَ" (غالی لوگوں کی

---

(۱) مسند بزار:۹۴۲۳، مشكل الآثار للطحاوي:۳۸۸۴، مسند الشاميين: ۵۹۹،۱، الأحكام الشرعية للأشبيلي:۳۴۲/۱

تحریف کا پردہ چاک کرنا)"غالی" سے مراد وہ لوگ ہیں، جو دین میں غلو کرتے ہوئے اپنے غلو پر قرآن وسنت سے دلیل لانے کی بے جا کوشش کرتے ہیں اور اپنے مقصد ومنشا کو ثابت کرنے کے لیے قرآن وسنت میں تحریف سے کام لیتے ہیں؛ لہٰذا اہلِ علم حضرات کا کام یہ ہے کہ وہ ان غالیوں وبدعتیوں کی ان تحریفات کا پردہ چاک کریں اور غلو پسند طبیعتوں کو راہ راست پر لانے کی کوشش ومحنت کریں اور یہ محنت ان اسباب کے ختم یا دور کرنے کے لیے ہوگی؛ تاکہ اسباب ختم ہو جائیں، تو ان اسباب سے پیدا ہونے والا غلو بھی ختم یا کم ہو جائے۔

مثلاً جہالت: غلو کا ایک اہم سبب ہے؛ لہٰذا امت میں علمِ دین کو عام کرنے کی فکر کی جانی چاہیے۔ اگر صحیح علم لوگوں میں آجائے، تو وہ خود غلو سے بچیں گے اور اگر دوسرے کی جانب سے غلو سامنے آئے، تو وہ اس کی اصلاح کر سکیں گے، یا کم از کم وہ خود اس غلو میں مبتلا نہ ہوں گے۔

اسی طرح دوسرا سبب غلو کا، عدمِ تفقہ وکم علمی بیان کیا گیا تھا؛ لہٰذا جو لوگ تفقہ کی کمی وعلم کی قلت کے باوجود دین میں رائے زنی کرتے ہیں، امت ان کو اس بات سے روک دے، یا ان کی جانب کان نہ دھرے۔

تیسرا سبب اتباعِ ہوی اور لذات وخواہشات کی پیروی ہے، اس کو سامنے رکھتے ہوئے کوشش یہ ہونی چاہیے کہ ایسے لوگ دین میں رائے نہ دیں، جو اس بیماری میں مبتلا ہیں۔

اسی طرح تعصب سے دور رہنے اور احتراز کرنے کی کوشش ہونی چاہیے؛ تاکہ یہ غلو والی بات ہم میں نہ پیدا ہو۔

اسی طرح عقل پرستی کے بہ جائے لوگ دین وشریعت کا اتباع کرنے لگیں اور اپنی عقل کو اس کے دائرۂ کار تک محدود رکھیں، تو غلو کا یہ دروازہ بند ہو جائے گا۔

نیز تقلیدِ آبا کے بہ جائے اللہ کے دین کو ترجیح دیں اور جاہلین کی اقتدا و تقلید کو وبالِ جان سمجھیں، تقلید اہلِ دین وتقویٰ کی کریں۔

اگر اس طرح یہ اسباب ختم ہوں گے؛ تو غلو کے دروازے و راستے بند ہو جائیں گے اور غلو ختم یا کم ہو جائے گا۔ آمین، یارب العالمین!!

فقط

محمد شعیب اللہ خان

اذکارِ ابرار

اُردُو ترجمہ

گُلزارِ ابرار

مقتبس

جہانگیری عہد کے ایک غیر مطبُوعہ تذکرے کا نایاب ترجمہ

مُصنّف

مُحمّد غوثی شطّاری ماڈوی

مترجم

فضل احمد جیوری

ناشر

سیّد احمد شہید اکادمی

نفِیس منزِل

۳/۱۷۷ کریم پارک ○ لاہور

فون ۷۷۲۸۱۹۰

نام کتاب ——— گلزارِ ابرار (فارسی) ———

مصنّف ——— مُحمّدؐ غوثی شطاری مانڈوی ———

سِن تصنیف ——— ۱۰۱۴ ھ ———

اردو ترجمہ ——— اذکارِ ابرار ———

مترجم ——— فضل احمد جیوری ———

سِن اشاعت ——— ۱۴۲۷ ھ ———

ناشر ——— دارُالنّفائس ———
۱۷۷/۳ کریم پارک ○ لاہور

مطبع ——— اولمپیاء آرٹ پریس ———

صفحات ——— ۶۷۲ ———

قیمت مجلّد ———

إن هٰذه تذكرة فمن شاء ذكره

اولیاء اللہ قدست اسرارہم کے مقدس حالات کا تذکرہ یعنی

گلزار ابرار کا اردو ترجمہ موسوم بہ

اذکار ابرار

۱۳۲۶ھ

حسب فرمائش جناب منشی الہ یار خان صاحب رئیس اجین

محمد قادر علی خان صوفی کے

مطبع مفید عام آگرہ میں طبع ہوا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ نفیس

الحمدللہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لانبی بعدہ

برصغیر پاک وہند میں مشائخ کرام کے جو تذکرے لکھے گئے اُن میں حسب ذیل تذکرے نہایت درجہ معلومات افزاء ہیں:

۱۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ کے ملفوظات: "فوائد الفؤاد"

مرتبہ امیر حسن علا سجزی ۷۰۷ھ-۱۳۰۷ء

۲۔ اکابر مشائخ چشت کے حالات وملفوظات: "سیر الاولیا"

مرتبہ امیر خرد کرمانی ۷۹۰ھ

۳۔ حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلیؒ کے ملفوظات: "خیر المجالس"

مرتبہ حمید شاعر

۴۔ حضرت خواجہ برہان الدین غریبؒ کے ملفوظات: "نفائسُ الانفاس"

۵۔ حضرت مخدوم جہانیاں سید جلال الدین بخاریؒ کے ملفوظات: "جامع العلوم"

۶۔ حضرت خواجہ سید محمد گیسودرازؒ کے ملفوظات: "جوامع الکلم"

مرتبہ سید محمد اکبر حسینی ۸۰۱ھ تا ۸۰۴ھ

۷۔ سوانح حضرت خواجہ گیسودرازؒ: "سیر محمدی"

ازمولانا محمد علی سامانی ۸۳۱ھ

۸۔ "تاریخ حبیبی وتذکرہ مرشدی"

ازعلامہ عبدالعزیز ملک شیرواعظی تالیف۔ ۸۴۹ھ

۹۔ "محبت نامہ" ملفوظات شاہ یداللہ (م ۸۵۲ھ) نبیرہ خواجہ گیسودرازؒ
جمع کردہ سید محمود فضل اللہ

۱۰۔ "شوامل الجمل در شمائل الکمل" ملفوظات: خواجہ ابوالفیض شاہ من اللہ حسینی (م ۸۷۹ھ)
نبیرۂ حضرت خواجہ گیسودرازؒ

۱۱۔ سید محمد اشرف جہانگیر سمنانی کے حالات وملفوظات: "لطائف اشرفی"

۱۲۔ "سیر العارفین" مرتبہ مولانا جمالی ۹۳۷ھ۔۱۵۳۰ء

۱۳۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی "اخبار الاخیار" ۹۹۹ھ۔۱۵۹۰ء

۱۴۔ محمد غوثی مانڈوی شطاری کی "گلزارِ ابرار"

"گلزارِ ابرار" کا نقشِ اول ۹۹۸ھ۔۱۵۹۰ء میں تیار ہوا پھر ۱۰۱۰ھ۔۱۶۰۲ء تک اس میں اصلاح واضافہ ہو کر اس کی دوسری صورت تیار ہوئی۔

"گلزارِ ابرار" کے مترجم جناب فضل احمد نے ۱۳۲۶ھ۔۱۹۰۸ء میں اسے اردو زبان میں ڈھالا، ترجمہ کی زبان سلیس اور لائق تحسین ہے۔ اِس کا پہلا ایڈیشن "اذکار ابرار" کے نام سے ۱۳۲۶ھ میں مطبع مفید عام آگرہ سے شائع ہوا، دوسرا ایڈیشن ۱۳۹۵ھ میں لاہور سے شائع ہوا۔ اب پیشِ نظر نسخہ ۱۴۲۷ھ میں مکتبہ سلطانِ عالمگیر، اردو بازار لاہور سے شائع ہو رہا ہے۔

سید نفیس الحسینی

فہرست اذکار ابرار

مضامین کی فہرست

اصحاب ذکر کی اسم وار فہرست

نمبر شمار	صاحب ذکر کا نام	مدفن	صفحہ
۲۲۶	شیخ سراج الدین عثمان	بنگالہ	۱۰۳
۲۲۷	امیر سید احمد ابن سید محمد کرمانی	•	۱۱۴
۲۲۸	سید حسین نہروالہ -	نہروالہ	۱۱۶
۲۲۹	شیخ سالار -	•	۱۲۹
۲۳۰	مولانا سید احمد ابن محمد تھانیسری	کالپی	۱۳۶
۲۳۱	سید محمد گیسو دراز -	گلبرگہ	۱۳۹
۲۳۲	شیخ سراج سوختہ	کالپی	۱۴۶
۲۳۳	سید احمد ابن محمود -	نہروالہ	۱۵۵
۲۳۴	مولانا سعد الدین کاشغری	•	۱۶۱
۲۳۵	مولانا سید حسن -	•	۱۷۱
۲۳۶	مولانا سلطان -	•	۱۷۶
۲۳۷	حاجی شیخ سلیمان نبی اسرائیل	•	۱۹۹
۲۳۸	امیر سید علی قوام -	جونپور	۲۰۸
۲۳۹	شیخ سماء الدین دہلوی ابن		
	شیخ فخر الدین -	دہلی	۲۰۹
۲۴۰	شیخ سالار ناگوری -	•	۲۳۰
۲۴۱	سید حسینی -	مندسور	۲۳۱
۲۴۲	شیخ سلیمان ابن عفان		
	حاجی مانڈو والہ -	دہلی حوض شمسی	۲۴۳
۲۴۳	سید حسین ابن سید محمد	محمود آباد بفاصلہ دو کروہ از احمد آباد	
			۲۵۲
۲۴۴؟	سید محمد ابن سید معظم	کالپی	۲۷۰

نمبر شمار	صاحب ذکر کا نام	مدفن	صفحہ
۲۴۵	شیخ سعد ابن بدھن		
	خیر آبادی -	•	۲۸۳
۲۴۶	شیخ سراج ابن شیخ		
	عبد الملک -	•	۳۰۳
۲۴۷	شیخ سعد اللہ دہلوی چشتی	برہان پور	۳۷۸
۲۴۸	سید حسین زاد بوم سون پت	اجمیر	۴۱۴
۲۴۹	شیخ سراج محمد بینانی -	خاندیس	۴۵۹
۲۵۰	سید حسین ابن شیخ جمال	محمد پور سرکار	
		سارنگ پور	۴۵۹
۲۵۱	مولانا سماء الدین جونپوری	•	۴۹۳
۲۵۲	سید حسین مشہدی -	بھروچ گجرات	۵۰۳
۲۵۳	سید شیخ ابن شیخ عبد اللہ	•	۵۰۳
۲۵۴	سید احمد افغان ابن شیخ محمد	•	۵۴۹
۲۵۵	سید احمد قادری -	•	۵۶۴
۲۵۶	سید حسن حسینی -	•	۵۶۴
	ش		
۲۵۷	شیخ شہاب الدین حق گو		
	ابن شیخ فخر الدین زاہدی	کہنہ دہلی	۴۶
۲۵۸	شیخ شمس الدین داؤد		
	کالپی -	•	۵۵
۲۵۹	مولانا شہاب الدین امام		
	سلطان نظام الاولیا	•	۹۱

تمت بالخیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ مترجم

مصنف کے مختصر حالات اصل کتاب موسوم بہ **گلزار ابرار** کے مصنف کا نام مولوی **محمد غوثی** ابن حسن ابن موسیٰ شطاری ہے مصنف نے کتاب کے آخرین حصہ مین جہان پر اپنے والد ماجد شیخ حسن کا بیان لکھا ہے - وہین بلکہ اُسی ضمن مین اپنے حالات اور واقعات بھی - بالتفصیل تحریر فرمائے ہین - مگر اجمالاً بیان اِس طرح پر ہے - کہ مولانا ہجری سنہ نوسو باسٹھہ مین قصبہ مانڈو کے اندر پیدا ہوئے تھے - مانڈو کو زمانہ قدیم مین منڈو کرکے بولتے اور لکھتے تھے - یہین پرورش پائی - اور یہین بودوباش بھی رکھی تحصیل علوم مین شیخ وجیہ الدین احمد علوی احمد آبادی کے شاگرد تھے - اور طریقت مین سلسلۂ بیعت غوث الاولیا شیخ محمد غوث گوالیاری قدس سرہٗ تک پہونچتا ہے - اکبری سلطنت کا خاتمہ - اور جہانگیری عہد کا آغاز - آپ کے ہی زمانہ مین ہوا ہے چونکہ یہ زمانہ - علم - فضل - معرفت - ثروت - اور اعزاز و وقار کے اعتبار سے اہل اسلام کے حق مین گویا خورشید نصف النہار تھا - اسواسطے فقرا - صلحا - اولیا - علما - فضلا - اور امرا و غیرہ وغیرہ بڑے اچھے لوگ اِس بے نظیر قدرشناس زمانہ مین رونق بخش بزم حیات تھے - مصنف کا علمی تبحر معمولی اور صرف عقلی ونقلی علوم مین منحصر نہ تھا - بلکہ عرفانی و وجدانی کمالات بھی حاصل تھے - اگر کوئی اندازہ شناس طبیعت - مصنف کا زور قلم اور عرفانی و وجدانی معلومات کا صحیح اندازہ دریافت کرنا چاہے - تو اُس کو اصل کتاب گلزار کی طرف رجوع کرنا چاہیے - کیونکہ صناع کی دستگاہ کا صحیح اندازہ - خود صنعت سے ہی ہوسکتا ہے - تاہم اس کی کچھہ جھلک - ناظرین ترجمہ گلزار سے بھی دیکھہ سکین گے -

مصنف کے مسکن مانڈو کے مختصر حالات - کسی زمانہ مین مانڈو ایک عجیب پر فضا شاہی اور اولیاء اللہ کا شہر رہ چکا ہے - یہ بستی ملک مالوہ مین شہر دہار سے بارہ کوس کے فاصلہ پر جنوبی سمت مین واقع ہے بزمانہ قدیم - اسی بستی کے قلعہ مین ایک مدت دراز تک سلاطین خلجی اور غوری کا پایۂ تخت رہا تھا کہتے ہین - آب بے شمار بڑی بڑی عالیشان عمارتین - اِس اُجڑی ہوئی بستی مین ویران پڑی ہوئی ہبا ئین ہبائین کر رہی ہین - اور زبان حال سے پکار پکار کر کہہ رہی ہین - **بیت**

از نقش و نگارِ در و دیوار شکستہ	آثار پدیدست صنا دید عجم را

تمام بستی مین اب چند مفلس بے سر و سامان آدمی آباد ہین - افسوس - وہ ذی ثروت اصحاب کہان گئے جنہون نے یہ محلات اپنے اور اپنی جانشین اولاد کے آباد رہنے - اور عیش و آرام پانے کے واسطے بے شمار روپیہ لگا کر تعمیر کرائے تھے - اب نہ وہ لوگ ہین - نہ اُن کی اولاد ہے - اور نہ کوئی اور نام لیوا ہے واہ عجب خداوند جل شانہٗ کی شان بے نیازی ہے - کیسی آباد اور سرسبز بستی - کس تباہ حالت مین جا پڑی

کتاب کے مختصر حالات اس کتاب کا اصلی نسخہ فارسی زبان مین ہے - ہجری سنہ ایک ہزار چودہ اور ایک ہزار بائیس کے درمیان مین یہ کتاب تصنیف ہوئی تھی - اُس وقت مین جہانگیری سلطنت کا دور دورہ تھا - اسی مرحوم شاہنشاہ کے نامی نام پر کتاب معنون بھی کی گئی ہے اولیاء اللہ کے حالات مین یہ عجیب و غریب کتاب ہے - اولیاء اللہ کے تذکرے اور بھی موجودِ زمانہ ہین - مگر یہ کتاب یہی کتاب ہے - اس کے اندر بضمن حالات - جا بجا تقریب تقریب اور موقع موقع سے تصوف کے نکات بلکہ وحدۃ وجود کے اقوال بھی بیان کئے گئے ہین - مصنف نے حمد و نعت کے بعد - الٰہی اسماکی جنگ کی داستان عجب دلچسپی کے ساتھ لکھی ہے - اس مین شک نہین - اللہ تعالیٰ عز اسمہ کی مقدس ذات - قدیم ہے - نہ اُس کی ابتدا ہے - نہ انتہا ہے - ہمیشہ سے تھی - اور ہمیشہ ہمیشہ (ابدالاباد تک رہے گی - اور جس طرح اُس کی ذات قدیم ہے - اُسی طرح اُس کی صفات بھی قدیم ہین - اس بنیاد پر مصنف نے ثابت کیا ہے - کہ زمین - آسمان - شمس - قمر - نیز دیگر کواکب - حیوانات - نباتات - جمادات - غرض کہ تمام عالم کا ظہور جو کچھ بھی ہوا ہے - باقتضائے کمالات اسمائی ہوا ہے - اور اس داستان مین ظاہر - باطن - قابض - باسط - اول - آخر - ضار - نافع - رحیم کریم - عدل وغیرہ وغیرہ اسما کے افعال نہایت خوش نما شان مین بیان کئے گئے ہین - یہ کتاب سن اولہ الی آخرہ انوکھے استعارات اور اچھوتی تشبیہات سے مالا مال ہے - سچ ہے - **بیت**

خوشتر آن باشد کہ سر دلبران	گفتہ آید در حدیثِ دیگران

یہ کہنا غالبًا ناموزون نہین ہے - کہ اس کتاب کی جان یا روح جو کچھ ہین - یہ استعارات اور تشبیہات ہی ہین - ایک تو اولیاء اللہ کے حالات - دوسرے ان حالات کے اداکا رنگ - بالکل زمانہ سے نرالا جس نے اصلی کتاب کا حسن دوبالا کر دیا ہے - آج کل کا تو کیا ذکر ہے - غالبًا اپنے زمانہ تصنیف مین بھی یہ کتاب اپنی آپ ہی نظیر ہوگی - اس کتاب مین ہجری ساتوین صدی کے آغاز سے لیکر سنہ ایک ہزار بائیس تک چارسو بائیس برس کے اولیاء اللہ کے حالات - جہان تک بھی مصنف کو بہم پہونچے ہین - چار چمین اور ایک ضمیمہ (خاتمہ) مین درج کیے ہین - ہرایک صدی کے حالات جداگانہ چمن مین اور بائیس برس کے حالات کچھ تو چوتھے چمن مین شامل کیے ہین - اور کچھ ضمیمہ مین - انہین مین وہ بزرگ بھی ہین - جن کے مبارک وجود سے بزمانہ تصنیف بزم حیات مین زیب و زینت تھی -

ترجمہ کا خیال پیدا ہونے کی بنیاد - - -

یہ کتاب اب تک طبع نہین ہوئی - بلکہ روز تصنیف سے آج تک سوائے معدودے چند قلمی نسخون کے - نقل کے ذریعہ سے بھی اس کی اشاعت کا ہونا پایا نہین جاتا ہے - اور بڑے افسوس کی بات ہے - کہ ایسی بے نظیر کتاب - اس طرح کنج گمنامی مین پڑی رہے - اتفاق وقت سے اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ تقریبًا دوسو برس کا لکھا ہوا - مکرمی و محترمی مجمع خوبی ہائے بیکران خان ذی شان جناب **منشی محمد الہ یار خان صاحب** عم فیضہ کو دستیاب ہوا - منشی الہ یار خان صاحب - اور منشی خدا یار خان صاحب دونون حقیقی بھائی شہر اُجین کے دولت مندامین سے ہین - صاحب اخلاق - صاحب مروت - عالی درجات - ستودہ صفات - سراپا نیک - اور نیک سیرت ہین - ان دونون بھائیون کو اگر نیرین برج سعادت کہا جاوے - تو نا موزون نہین ہے - اور شہر اُجین وہی پرانی اُجین نگری ہے - جو زمانہ قدیم مین راجہ راجگان بکرماجیت کا پایہ تخت رہ چکی ہے - غرض کہ جب اس کتاب کا قلمی نسخہ - منشی الہ یار خان صاحب کو دستیاب ہوا - تو صاحب ممدوح نے ازراہ دریا دلی و عام فیض رسانی چاہا - کہ یہ کتاب طبع کرا کر عام طور پر شایع کی جاوے - لیکن چونکہ اس کی دقیق عبارت - زمانہ قدیم کے رنگ مین بلاغت اور فصاحت کے حسن سے سرشار ہے - اور زمانہ حال کی جدت پسند طبیعتین اس رنگ سے مانوس نہین -

اسواسطے ارباب مطابع کے انکار پر یہ خیال مین آیا - کہ چونکہ عام طور پر سب لوگ اصل کتاب سے حظ نہین اٹھا سکتے ہین - لہذا اس کا اُردو ترجمہ ہوکر شایع کیا جاوے - اِس بنیاد پر خان صاحب ممدوح نے ازراہ حسن ظن - ترجمہ کے واسطے یہ کتاب حوالہ فقیر مترجم کی -

ترجمہ کے آغاز اور انجام کا بیان یہ مہتم بالشان کام مجھ ہیچ مدان کی طاقت سے بہت زیادہ تہا - اسواسطے باوجودیکہ سات آٹھہ برس تک اصل نسخہ میرے پاس رہا - مگر مین کچھہ کام نہ کرسکا - اور اس عرصہ مین اظہار عجز و معذرت چندبار مین نے معافی بہی چاہی - مگر وہ مقبول نہین ہوئی - بلکہ بجاے اس کے خان والاشان کا اصرار شروع ہوا - مجبور ہوکر اِس کام پر دل نہاد ہونا پڑا - اللہ تعالیٰ جل شانہ کو یہ کام مجھہ ناچیز سے لینا تہا - اور کچھہ اِن بزرگون کا تصرف تہا - جن کے حالات زینت بخش کتاب ہین - کہ اِس کام پر میری ہمت ہوئی اور زمانہ کی طرف سے بہی موقع فرصت کافی طور پر ملا - لہذا حق سبحانہ کا نام لیکر مینے ہجری سنہ تیرہ سو چہبیس مین ترجمہ کا کام شروع کیا - اور اسی سال مین محض عنایت آلہی سے ختم بہی کردیا -

ترجمہ کے متعلق حق سبحانہ کی عنایت اور اولیاء اللہ کے روحی فیضان کا بیان - یہ بہی حق سبحانہ کی عنایت اور اولیاء اللہ کے روحی تصرف کا فیضان تہا - کہ دوران ترجمہ مین فقیر کو جو مشکلات اور دشواریان پیش آئین - وہ وقتاً فوقتاً ادنیٰ توجہ سے حل ہوتی گئین - نیز خان والاشان کے دل مین اولاً ترجمہ کرانے - اور اِس کے بعد بصرف زر کثیر چہپوانے کا خیال پیدا ہوا - اور بالآخر چہپوا بہی دیا - اور یہ بہی کچھہ اللہ جل شانہ کی عنایت اور فیضان مذکور کی برکت ہے - کہ اصل کتاب کا نام **گلزار ابرار** ہے - اِس ردیف کو ساتھہ لئے ہوئے ترجمہ کا تاریخی نام - مناسب مضمون کتاب اور بے نظیر - **اذکار ابرار** برآمد ہوا جس کو عزیزی قاضی عزیزالدین رخشان جیوری سلمہ[1] نے تجویز فرمایا ہے - بارے اللہ تعالیٰ جل شانہ کا بے انتہا شکر ہے - کہ یہ کام ہوگیا - اور خوش اسلوبی کے ساتھہ ہوگیا -

حق سبحانہ کی عنایت کا شکریہ اور مترجم کی دعا - یادگارون مین بہترین یادگار تصنیف اور تالیف ہے - اور تصنیف و تالیف مین بہی وہ حصہ جس کا موضوع حمد یا نعت یا اولیاء اللہ کے مقدس اور بابرکت حالات ہون - مین اپنے حقیقی منعم حق سبحانہ کا شکریہ کیون کر ادا کرون - کہ اُس نے مجھہ ناچیز کے ہاتھہ سے ایسی

[1] ضلع بلندشہر قسمت میرٹھہ مین جیور نامی ایک قصبہ ہے - قاضی عزیزالدین رخشان اور مترجم اسی قصبہ کے باشندے ہین

مقدس کتاب کے ترجمہ کی خدمت کی۔ اور محض اپنی عنایت سے پورا بھی کرادیا۔ اب بکمال ادب
اُس کے حضور مین اس عاجز کی دست بستہ یہ دعا ہے۔ کہ جس طرح ترجمہ کے کام مین اُس نے بلا استحقاق
مجھکو امداد دی ہے اسی طرح محض اپنے فضل و احسان سے اس ہدیہ محقر کو مقبول عام بھی فرمادے۔ نیز
ناظرین کو اس کے فیض و فائدہ کا کامل حصہ عطا کرے۔ نیز اس خدمت کے صلہ مین نہین۔ بلکہ محض اپنے
انعام و اکرام سے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ و الہ وسلم اور اولیاے کرام کے تصدق مین اس روسیاہ
خاکسار مترجم کے گناہون کو معاف فرمادے۔ اور جناب دالا خان صاحب کو جو خالصًا مخلصًا
توجہ اللہ ترجمہ اور اشاعت ترجمہ کا باعث ہوئے ہین۔ اُن کی خلوص نیت کے صلہ مین دینی اور دنیاوی
مرادون مین کامیاب کرے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۵

ذرہ ناچیز

فضل احمد عفا عنہ

مترجم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

این خطبہ من سکۂ شاہی دارد ‏— این شاہی من شانِ آلہی دارد

کارے نہ کشاید ز ہوائی نگہان ‏— کین نامہ بسے ژرف نگاہی دارد

وَاِن مِّن شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ کے تسبیح خانہ مین تمام کائنات اور موجودات کے افراد پردہ حلم (عدم) سے بزم عین (وجود) مین آکر سخن سرائی کر رہے ہین - بعض بلسان حال سے اور بعض بزبان قال سے - تاکہ ہر ایک فرد جس حرف کو سب سے زیادہ عالی مرتبہ سمجھے - اُس کو اپنے لیے تجویز کر کے خداوند متعال اور آفریدگار بیہمال کی ستایش اور شکرگزاری کے لایق قرار دیوے - اگرچہ ایسے حروف سے آفریدگار عالم کی حمد کا کمال تو ظاہر ہوتا نہین ہے - اور نہ آواز لَآ اُحْصِیْ ثَنَآءً عَلَیْکَ کے سوا کوئی اور بات گوش الہام نیوش مین پہونچتی ہے - لیکن با اینہمہ جس حرف کی آواز مین درستی کا آہنگ ہوتا ہے وہ درجہ قبولیت پاتی ہے - اور نیز اُس کو وحدت کے باصفا اور عالی شان محل مین الہی نوازش کا شرف حاصل ہوتا ہے - اور جو قول صدق و صفا کے نغمے سے معرا ہوتا ہے - وہ ہمین حالت پستی مین رہ جاتا

۵۱ - جتنی چیزین ہین سب اوس کی حمد و ثنا کے ساتھہ اوس کی تسبیح و تقدیس کر رہی ہین ۱۲

۵۲ - اے پروردگار عالم جو ثنا تیرے واسطے سزاوار ہے افسوس کہ مین احاطہ نہین کر سکتا ہون - ۱۲

اور اُس کو رحمانی سرود خانہ مین قانون طریقت پر جگہہ نہین ملتی -

جس طرح حمد الٰہی کے تسبیح خانہ مین تسبیح و تقدیس کا دور جاری ہے - اسی طرح اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ [۵۱] یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ کی خانقاہ مین موالید ثلثہ - آبائے تسعہ - اور امہات اربعہ غرض سب نے خط فرمان برداری پر سر رکہہ چھوڑا ہے - بعض الفاظ کے ذریعہ سے - اور بعض معنی مثل پرکار درود خوانی کے چکر مین ہین - تاکہ ہر ایک - اِس درود خوانی کے پردہ مین - اپنی دعا اور ستایش کا اظہار کر کے سرمایہ درود کو بانی شریعت و طریقت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی انگشتری کا نگینہ اور حلقہ کر کے مانے گو نگینہ ہو یا حلقہ ہو - کوئی بہی ایسی قابلیت نہین رکہتا ہے - کہ انگشت نبوت اور دست رسالت کے واسطے موزون ہو - تاہم جو حلقہ اخلاص کے نگینہ سے مرصع ہوتا ہے - وہ ضرور انگشت قبول مین جگہہ پاتا ہے اور جس حلقہ مین غرض کے میل کا میل ہوتا ہے - وہ پہینک دیا جاتا ہے - اور نیز آہنی کڑون کی طرح - نامقبول دروازون پر آویزان کر دیا جاتا ہے -

علیٰ ہذا لقیاس اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّھَارِ [۵۲] کے ہنگامہ مین انواع و اقسام کے کونی و مکانی مظاہر اور جواہر - کمالات اسمائی کے فرمان سے وجود مین آئے ہین - جن مین سے بعض نے طریق ہدایت قبول کیا ہے اور بعض غار گمراہی مین اوندہے منہ جا پڑے ہین - مگر کیا باعتبار ترکیب - اور کیا باعتبار بساطت سب نے ہستی کی دو رنگی قبا اولٹی زیب بدن کر رکہی ہے تاکہ ہر ایک فرد - ایک جداگانہ مظہر کی پیروی اور پرستش اختیار کر کے عنصری اور فلکی نمایش گاہ کی اصلی غرض سمجھے نیز علمی اور عینی تعینات کی علت غائی معلوم کرے - اور نیز انتظام عالم کو اوسکی قدرتی رفتار کے بموجب قایم رکہے .. باوجودیکہ نفس الامری حقیقت اور اصلی کیفیت مخفی ہی رہتی ہے - لیکن جس خدمت کا سبب خدا طلبی ہوتا ہے - اُس خدمت کا انجام دینے والا بالآخر اُس خدائی اسم کو پہونچ جاتا ہے - کہ جس اسم کی خصوصیت کے ساتہہ (جس اسم کی صنعت کے ذریعہ سے) وجود مطلق اوس فرمان بردار کی ماہیت مین مقید ہوا ہے - اور نیز وہ اِنَّ لِلّٰہِ جَنَّۃً [۵۳] کی وسیع اور پرفضا آبادی مین خرامان خرامان پہرتا ہے - اور جس بندگی کا باعث و بنیادی نمود و نمایش ہوتا ہے - اُس کے کرنے والہ کو بحالت بیداری - اُوس کی

---

[۵۱] اللہ اور اُس کے فرشتے پیغمبر پر درود بہیجتے رہتے ہین ۱۲ [۵۲] بیشک آسمان اور زمین کے پیدا کرنے مین اور رات اور دن کے آمد و شد مین ۱۲ [۵۳] بیشک جنت اللہ کی ہی ہے ۱۲ -

آرزوؤن کی شکلوں مین چند خواب نظر آتے ہین - اور وہ اپنی کوتاہ بینی سے فوری فائدہ پر راضی ہو کر
مَالَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ کے لق و دق میدان مین سر گردان اور پریشان رہ جاتا ہے
أَيُّهَا الْعَاشِقُوْنَ اسی صفات کی باہمی رنگا رنگ صلح و جنگ کا رنگین قصہ ایک عظیم الشان
داستان ہے اور ایزدی اسما کی شاخ در شاخ منازعت ایک عجیب باغ ہے - خالق کائنات کی
شانون اور قابلیتین ایک مرد آزما معرکہ ہے - اور خدائی تجلیات کی کشاکش سے دل کو صحیح وسالم بچا لیجانا
ایک جادو وانی بہشت ہے - یہ گفت وگو عجب دل آویز گفت گو ہے - اس کا مختصر سا بیان اس طور پر ہے -
یعنی باطن کا اندیشہ یہ کہ کُنْتُ کَنْزًا کے بے بہا جواہر کو ظاہر کا ہاتھ تک نہ لگنے پاوے - اور ظاہر
کی فکر یہ - کہ اِنْ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهٗ کے نفیس خزانے باطن کے تہ خانہ مین مخفی نہ رہین - اور علی ہذا
قابض و باسط - اول و آخر ضار و نافع یہ سب اور نیز دیگر تمام اسما جو باہم متقابل یک دیگر
ہین - خواہان کا رہوے - اور ہر ایک اپنی ذاتی خصوصیات پر ناز کر کے خلافت اور سلطنت کا طلبگار
ہوا - پس چار و ناچار نتیجہ یہ ہوا - کہ سب نے اپنا قضیہ مدار المہام مالک کی بارگاہ مین رجوع کیا مدار المہام
نے آنے والون کو ملک کے پائے تخت مین حاضر کر دیا - وہان پر سلطان الاسما نے ارباب
تنازع کو اپنی نوازش اور خاص توجہ سے خوش کر کے اولاً دولت خانہ جمال و جلال مین ٹھیرایا - اور بعدہٗ
بہ توسط ستار پردہ دار فرمان وہی عطا فرمانے کا عہد و پیمان ہر واحد کے ساتھ علیحدہ علیحدہ اس طرح کیا
کہ ایک نے عہد و پیمان سے دوسرے کو بالکل آگاہی نہ ہوئی - اس کا آخری نتیجہ یہ ہوا - کہ سب کے
دماغون مین آرزوے فرمان روائی کا ایک جوش پیدا ہو گیا - جب اس طرح سے آمادگی جنگ ہو کر علم کھل
گئے - تو خبیر جاسوس نے شاہنشاہ ذات کے حضور مین اسما اور صفات کی باہمی جنگ و جدال کا
حال اس طرح پر ظاہر کیا - کہ اسما - صفات - اور افعال کے لشکرون مین کمال کش مکش اور دار و گیر
پیدا ہو گئی ہے - اُس وقت سلطان احدیت کا حکم صادر ہوا جس کے بموجب قہار نقیب نے
سب کے ہاتھ - باندھ کر حضور ذات مین حاضر کر دیا - حضور سے نور وزیر کو حکم دیا گیا - کہ صلح
کرا دی جاوے - اس طرح کہ پیمان شکنی نہ ہو - اور ہر ایک کی آرزو پوری ہو جاوے - نور نے

---

۵۱ - وہ آخرت مین بے نصیب ہے ۱۲ ۵۲ اور جتنی چیزین ہین - ہمارے ہان سب کے خزانے (کے
خزانے بھرے پڑے) ہین ۱۲ -

مختار پیشکار کے مشورہ سے **حکیم** اور **عدل** کو منتخب کیا۔ اور کہا۔ کہ اسمائی شورش ایسی تدبیر سے فرو ہونی چاہیئے۔ کہ سلطان الاسما کے اقرار داد مین تغیر و تبدل نہ آوے۔ اور باانیہمہ سب کی خواہش پوری ہو جاوے۔ اِن دونون برگزیدہ اصحاب نے یہ باہمی مصالحت کا کام **علیم و خالق** کے سپرد کیا۔ اور اِن دونون صاحبان دانش و بینش نے **مبدع** اور **مُبدی** کے اتفاق سے مظاہر کی بہت سی اقلیمین۔ ہر ایک اسم کے مناسب حال علم کے وحدتخانہ اور عین کی بزمگاہ مین ترتیب دین۔ اس تجویز سے ظاہر و باطن کا شور و غوغا ایکبارگی مبدل بہ سکوت ہو گیا۔ اور جس قدر تقاضائی تھے۔ سب کے سب کسی جگہہ آمر اور کسی جگہہ مامور ہو کر اپنے اپنے حصہ ملک مین فرمان روا ہو گئے۔

القصہ ایک روز **جامع** کے دلکشا مکان مین۔ صفات جلیلہ کے بہت سے گروہ فراہم ہوئے۔ اور اِس بات کے شکرانہ مین۔ کہ تنازع کا گرد و غبار فرو ہو گیا۔ جشن کے نام سے ایک انجمن منعقد کی۔ اور اُس مین باہم استحکام کے ساتھہ عہد و پیمان کیا۔ کہ ہم اِس صاحب صلح کل کے بہشت نما مکان سے ہرگز جنبش نہ کرینگے۔ **جامع** نے یہ حال ذات مقدس کے حضور مین عرض کیا۔ حضور ذات نے قبول کر کے تخت وجوب پر اجلاس فرمایا اور اذن عام دیا۔ اُس وقت یکایک **اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً**[۵۱] کی منادی ہوئی اور آدم خاکی کا کالبد بنایا گیا۔

بیت	
دوش دیدم۔ کہ ملائک در میخانہ زدند	گل آدم بسرشتند و بہ پیمانہ زدند

یہ حال دیکھکر صلح کرانے والون نے اور نیز صلح کرنے والون نے غرض کہ سب نے اِس نزہت آباد مقام پر ترنم کنان ایک مجلس حقائق ترتیب دی۔ اور اُس مین ازراہ اُلفت محبت بادہ وحدت کا دور چلا۔ اور عالم مدہوشی مین ایک دوسرے کے ساتھہ اتفاق کر کے راحت یاب ہوئے۔ اور ذات اقدس کی حمد و ثنا کر کے اپنا اعتبار پیدا کیا۔ خلاصہ یہ۔ کہ صاحبان جمال و جلال نے جب **جامع** نامی مجموعہ قابلیات کا تماشاخانہ اچھی طرح دیکھہ لیا۔ تو ہر ایک کے دل مین ہوس اور سابقہ عہد و پیمان کے خیال سے یہ جوش پیدا ہوا۔ کہ ایسی آباد اقلیم کا صاحب تاج تنہا مین ہی بنون۔ اسواسطے نسل آدم سے

۵۱۔ مین زمین مین (اپنا ایک) نائب بنانے والا ہون ۱۲

بے شمار انسانی مظاہر پیدا کیے گئے۔ اور چہرہ نویس مصور نے اُن کی فہرست کے اوراق کو حوالہ محصی کیا۔ اور بفرمان اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ اور بامتثال قَالُوْا بَلٰى ہر ایک انسانی مظہر کو منجملہ اسماء ایک اسم کے تحت مین لکھکر انسانی مظہر کو اُس اسم کی حکومت کی قلمرو قرار دیا۔ لیکن جو صوبہ دار قایم ہو چکے تھے۔ سو وہ بوجہ سابقہ عہد و پیمان کے جامع اور احدیت کی دار السلطنۃ سے اپنے اپنے حصہ ملک کو جو ادنیٰ مین دار الملک شہود مین ملا تھا۔ کوچ کر نہین سکتے تھے۔ لہذا چار و نا چار اپنے آثار و احکام یعنی گماشتون کو مقرر کیا۔ کہ ہر ایک مالکانہ حیثیت سے اپنے مقام پر سلوک کرے۔ حکیم اور عدل نے بھی حکمت و عدالت کو امین الملکی کا عہدہ عطا فرما کر صدر الذکر حکام کے گماشتون کے عقب مین روانہ کیا۔ چونکہ سلطان وجود کے قرب اور نیز قہر کے سبب سے اسماء کے شہر مین آثار تقابل سر نہین اوٹھا سکتے تھے۔ اسواسطے حکام صوبہ دار نے ستار و غفار کو درمیان مین ڈالکر حضرت سلطان اسماء سے اس طرح خفیہ اجازت حاصل کر لی۔ کہ عدل کو خبر بھی نہین ہوئی۔ جو گروہ باہم متقابل اور ضد یک دیگر تھے۔ اب اُنہون نے اختلاف اور تباین کے خاندان ناسوتی اقلیم (عالم اجسام) مین مقرر کیے۔ آثار و احکام یعنی صوبہ دارون کے گماشتے بھی اِن معانی (تقابل) کو اپنی حکام مین مخفی سمجھے ہوئے تھے۔ اِس لیے اُنہون نے آنے والون کو ہاتھون ہاتھ لیکر اپنے دار الخلافۃ مین ہر ایک کے واسطے جو مکان مناسب سمجھا۔ نامزد کر دیا۔ اِس اثنا مین یکایک شاہنشاہ احدیت کی بارگاہ سے دوری پیدا ہو گئی اور عقل و نفس کے بارہ مین۔ اور نیز یہ کہ جواہر و اعراض جداگانہ صورت مین کس منشا سے پیدا کیے گئے ہین۔ اِس کے بارہ مین اختلافات جو ظاہر ہوئے۔ وہ الگ رہے پس جس قدر خرابی ملک مین پیدا ہوتی گئی اُسی قدر صفات حمیدہ یہان سے سامان اقامت اوٹھا کر عالم ملکوت کو ہجرت کرتی گئین۔ اوصاف ذمیمہ کے ساز و سامان فراہم ہو گئے ملک کی کارروائی نفس کے ہاتھ مین آئی۔ روح جس کو رب مطلق کا نائب کہنا چاہیے۔ اُس کے خان و مان کی رونق جاتی رہی اور خاندان نفس کی آبادی شروع ہو گئی۔ امین الملک کو معزول کر کے۔ قید کر دیا۔ اِس سبب سے اکثر مقام کو یہ کے شہر تاراج۔ اور بہت سے انسان تباہ ہو گئے۔ مگر جو لوگ کوشش کر کے ازراہ اخلاص امین کے دولت خانہ مین پہونچ گئے۔ اور امین کا ارشاد گوش قبول سے سنکر اپنے دل کا دامن آہستہ آہستہ

ملا۔ کیا مین تمہارا پروردگار نہین ہون ۵۲ سب بولے۔ ہان ۱۲

کارکنان نفس کے ہاتھ سے کھینچ لیا - اور جس طرح کہ امین نے راستہ بتایا - اُسی طرح منزل در منزل
قافلۂ ہدایت کے ہمراہ چلکر حدستے کے دار السلطنۃ مین جا پہونچے تو اون کو راہبر یعنی امین نے ھادی
کی بارگاہ مین حاضر کر دیا - اس حقیقی رہنما یعنی ھادی نے دادخواہان عالم خاکی کی حقیقت حال کا ترجمہ
اپنی زبان مین بحضور اقدس عرض کرکے التماس کیا - کہ نفس کے دست ظلم سے رہائی دیجاوے ارشاد ہوا
کہ جو لوگ بارگاہ وحدت مین حاضر آئے ہین - یہ سب حفیظ اور مغیث کی حمایت مین سپرد کر دئے
جاوین - تاکہ آیندہ پھر اوس نالائق نفس کی بداندیشی سے اِن کو اذیت نہ پہونچے - اور جو شیوۂ صلح
کل کا اسماو صفات کے لشکرون مین حکیم و عدل کی تدبیر سے قایم ہو گیا ہے - وہ ہی طریقہ صلح کا
بیان ذریعہ فرمان امین الملک جاری کر دیا جاوے - ان دونون صاحبون نے باہم موافقت اور
مصالحت کر لینے کے واسطے حکم صادر فرماکر جو مظلوم تھے - اُن کو یکساں سرفرازی واپس کیا - اِس
حال پر جب فسادیان عالم ناسوت کو آگاہی ہوئی - تب دو اسپہ اُسٹے پاٗون بھاگے اور اسفل السافلین
مین آکر دم لیا - اور انسانی دربار مین جابجا گوشہ گزین ہو گئے - اِس کے بعد پھر ملکوت اعلیٰ کے قافلہ
والون کی آمد و رفت کا سلسلہ اس عالم مین شروع ہوا - اور عالم جبروت کے سوداگرون کا داد وستد عالم شہود
کے باشندون کے ساتھہ از سر نو آغاز ہوا - غرض کہ جہان وجوب نے صحرائے امکان کے ساتھہ اتصال
پیدا کیا - خلاصہ کلام یہ ہے کہ جو افراد بارگاہ الٰہی مین گئے تھے - اُن مین سے بعض افراد نبوت و
رسالت کے معزز تخت پر جلوس فرما ہوئے - اور بعض کو ولایت و امامت کی اقلیم کشائی کا مرتبہ عطا ہوا -
اور اِس طور پر سب نے طریقہ رہنمائی اختیار کرکے خود شناسی کے چہرہ کو خدادانی کے رنگ سے رونق
دی - اور منجملہ کارفرمایان بارگاہ الوہیت کسی نہ کسی کے ساتھہ - ہر ایک نے نسبت پیدا کر کے صوبۂ آفرینش
مین اپنی اپنی باری سے ورود فرمایا - اور تذکرہ نویسون کا گروہ جو عقب سے پہونچا - اُس نے اپنی قلم کو اُن
اصحاب کے حالات لکھنے مین رطب اللسان کیا - جو بَاطِنُهٗ فِيهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ[۱۵]
کے سنسان جنگل مین بیٹھے ہوئے اپنے دلون کی تعمیر اور صفائی مین مصروف ہین - اور اوراق تحریر کو
ارباب بصیرت کے لیے عبرت نامہ بنایا - یہ مختصر حالات جو گزارش ہوئے - ازل سے ابد تک کی

ـــــــــــــــــــــــــــــ

[۱۵] جو دروازہ کے اندرونی طرف ہے - (جدہر مسلمان ہین) اوس سے تو (خدا کی) رحمت ہوگی اور اُس کے بیرونی طرف
(جدہر منافق ہین) عذاب (الٰہی) ہوگا - ۱۲

سرگزشت کا ایک نمونہ ہین - کیونکہ حال جو گزر رہا ہے وہ ایک ہی طریقہ پر گزر رہا ہے - ماضی و مستقبل زمانہ کے صرف اعتباری نام ہین - درویشون کی معلومات جس صیغہ مین کہ قلم تعبیر سے ادا ہوگی - اُس کو تغیر و تبدل نہین ہے - معنی بس حاصل بالمصدر ہے - اِس کے سوا کچھ بھی نہین -

بیت

امروز و دی و دی و فردا	ہر چار یکے بود تو فردا

بیت

آنچہ ما گفتیم دی امروز میگوید کسے	باز چون فردا شود شخصے دگر متکلم است

تمہید فراہم آمدن این نامہ و شمہ از بیان باعث

امابعد - حیران انجمن دانش و بنیش - سرگردان بادیہ عجز و نادانی - نوآموز دبستان عقل و نقل ہیچمدان صومعہ کشف و تحقیق محمد غوثی ابن حسن ابن موسی شطاری **جعلہ اللہ ممن احبہم** عرض کرتا ہے - کہ جب حسب فرمان امر ایجادی - اِس ہیچمدان کی نوبت آئی - **حافظ** -

دوره مجنون گزشت و نوبت ماست	ہر یکے پنج روز نوبت اوست

تو دل مین یہ خیال پیدا ہوا - کہ مشائخ **قدس اللہ اسرارہم** کے حالات ترتیب اور تالیف کرنے چاہئین - یہ آرزو میرے دل مین ہجری سنہ نو سو اٹھانوین کے آغاز سے آتی تھی - اور جاتی تھی - جب ہجری سنہ ایک ہزار آٹھ شروع ہوا - اور اولیائے ہند کے کچھ حالات - کتاب اکبرنامہ مین نظر سے گزرے - تو آرزوئے مذکورہ دل مین جاگزین ہوگئی - لیکن خلوتخانہ دل سے باہر نکل کر میدان عبارت مین نہین آتی تھی حتی کہ ہجری سنہ ایک ہزار دس آگیا - اور کشور کشا شہنشاہ اکبر شاہ نے بارادہ فتح دکن و خاندیس کوچ فرماکر دار السلام برہان پور مین مقام کیا - یہان لشکر کے ہمراہ اُمرا اور فضلا بھی تھے جن مین سے بعض کو متاخرین اور ہم عصر بزرگون کے احوال و اطوار کے مطالعہ کا شوق تھا اور میرے ارادہ سے بھی واقفیت تھی - ایک روز ان اصحاب کے جلسہ مین مجھسے دریافت کیا گیا - کہ جو خیالات تمہارے ضمیر مین ہین - اون کو بذریعہ قلم میدان عبارت مین اب تک کیون پیش نہین کیا - اسکے جواب مین مجھکو حیرت ہوئی - اگر یہ کہتا ہون - کہ زمانہ کی کج رفتاری دنیا سوا فقت اور

میری غفلت وکم استعدادی نے مجکو باز رکہا - تو یہ جواب معمولی اور عادۃً عام ظاہر بین لوگون کا ہے - اور اگر یہ کہتا ہون - کہ کارخانہ آلہی مین بحکم لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ گفت وشنید کی گنجایش نہین - تو یہ گفت وگو اُن یکتا لوگون کی ہے جنہون نے گوشۂ وحدت اختیار کر رکہا ہے - چونکہ کوئی طرز جواب کے واسطے موزون معلوم نہین ہوئی - لہذا چاروناچار خاموشی اختیار کی - اِس بنیاد پر سواے بے توجہی کے کوئی مانع نہین سمجہا گیا - اور ادہر اصحاب موصوف کی خواہش ورآرزو صد درجہ کی بڑہی ہوئی تہی - پس جہان تک ہوسکا - کمال کوشش اور ترغیب کام مین لائی گئی - اور نامہ وپیام کے ذریعہ سے اہتمام سابق کی تجدید کی گئی - اللہ تعالی جل شانہ کو منظور تہا - کہ جو بات اندیشہ مین تہی - وہ ظہور پذیر ہوگئی - اور قلم نے تحریر کرنا شروع کیا - خداشناسون کے برگزیدہ احوال واوصاف ہجری ساتوین صدی کے آغاز سے لیکر ایک ہزار سے کچہہ زیادہ تک فراہم کیے گئے - اور یادداشتون کی نوبہار سے ارباب زمانہ کے دلون مین بے انتہا شگفتگی پیدا کی گئی - خدا کرے - دوستون کا معرفت پذیر دماغ یقین وعبرت کی خوشبو سے معطر ہو -

سخن در آرایش نامہ بنامی نامی کہ بنوید غیبی داشتہ آمد

زیادہ تر تعجب کی بات یہ ہے - کہ سخن کے تصویرخانہ کا نقش ونگار سے سجانے والا جس کو ارباب علم نفس ناطقہ سے تعبیر کرتے ہین - پیدایش کے اولین روز سے اِس وقت تک اپنی فصاحت وبلاغت کی قلم سے سابقہ تصویرخانون مین یعنی معرفت وکرامت کی تصنیفات وتالیفات مین گوناگون رنگ آمیزی اور چہرہ کشائی کام مین لاچکا ہے - اور افسانہ نگاری مین کمال صفائی پیدا کی ہے - تاکہ عروس الفاظ کی زیب وزینت اور شاہد معانی کا حُسن دوبالا ہو - بس اسی طرح اُس نے راقم کے رسالہ کی طرف بہی توجہ فرمائی جس مین باکمال مشائخ کے احوال کی صورتین دکہائی گئی ہین - عبارت کے قالب کو یوسفی حسن سے آرایش دی - اور اشارات کے کالبد مین عیسوی نفاس پہونک کرجان ڈالی - اور معاً اُسی وقت یہ خیال بہی پیدا ہوا ہرگاہ اِن چند یادداشتون کو مجہہ جیسے شخص کی قلم نے ترتیب دیا ہے - جو زمانہ کے نزدیک شخص ناآشنا ہے لہذا یہ رسالہ اِس قابل نہین ہے - کہ اس کا دیباچہ شہنشاہ زمانہ کے نام خجستہ فرجام سے معنون کرنے کی دلیری کی جاوے - پس بہتر یہ ہے - کہ بارگاہ خلافت مین جو اصحاب - ظاہری ومعنوی دولت کے اعتبار سے برگزیدہ

ہین - ان مین سے کسی ایسے عالی درجہ صاحب کو اپنی امتیازی نظر سے منتخب کرون جو ہر ایک گفتار کلام کے رنگ و روش اور طرز ہیات سے واقفیت رکھتے ہون - اور پھر اُن کی بزم نشاط مین باغچہ درویشی کے اس گلدستہ کو ہدیتہً پیش کرون - اس ارادہ سے جن عالی رتبہ اصحاب کی ذاتی وصفاتی خوبیان مجھکو ذریعہ عقل ونقل معلوم ہوئی تہین - اُن کے محامد ومحاسن خصوصیت کے ساتھ ذہن مین مستحضر کیے - اور چمن خیال مین سب کو مدعو کرکے ایک محفل ترتیب دی - اور بہت کچھ غور وفکر کو کام مین لایا - کہ اس حمد سرشت عروس کا خطبہ کس کے نام نامی سے نامزد کرون - بعد غور یہ مناسب معلوم ہوا - چونکہ یہ ناطقہ کی حسین وجمیل دختر نسل خرد سے ہے - لہذا خیالی انجمن مین جو اصحاب تشریف رکھتے ہین - ان مین سے خرد ہی جس کسی کو منتخب کرے - اُسی کے نام سے یہ دختر نامزد کر دی جاوے - مگر اس فیصلہ پر حضلت الضاف گوشہ دل سے اور قوت دوربینی کنارہ باطن سے - گہبراکر پریشان حال دونون اوٹھ کھڑی ہوئین اور کہنے لگین کہ اس کار خیر کا اختیار تنہا خرد کو نہین ہوسکتا ہے - بلکہ ایسا مناسب معلوم ہوتا ہے - کہ اس بارہ مین مشورہ اُن اصحاب سے لیا جاوے - جو اس کاغذی خانقاہ مین گوشہ گزین ہین - اور جب اجازت ان کی طرف سے حاصل ہوجاوے تب دلی مدعا ظاہر کرنا چاہئیے - اس قرارداد پر دل نہاد ہوکر چند سال تک انتظار کرتا رہا - لیکن جو اصحاب عالم خاک سے رخصت ہوچکے ہین - اُن کی طرف سے کسی قسم کا ایمانہ ہوا - ایک دفعہ رات کا ذکر ہے - کہ دل ملول تہا اور حالت غم مین سر بہ زانو بیٹھا ہوا تہا - نسبت نامقبولیت نامہ طرح طرح کے خیالات ستا رہے تہے - اسی اثنا مین غنودگی جو مقدمہ مدہوشی ہے - پیدا ہوئی - حواس جو غم ناامیدی سے نصف کے قریب جا چکے تہے - تمام و کمال رہے سہے ہی باطل ہوگئے - اور روح جو قائل بلفظ انا (مین) اور اس ویرانہ کا شحنہ ہے - بحکم اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِىْ لَمْ تَمُتْ فِىْ مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِىْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰى[۵] عالم مثال مین جا پہونچی - جب راستہ مین ایک سایہ دار درخت کے قریب پہونچی - تو وہان پر درخت کے نیچے ایک نورانی شکل پیر کو دیکھا کہ ایک آراستہ تخت پر متمکن ہین - صاحب تخت کی کمال ہیبت اور حسن ہیات کے مشاہدہ نے مجھکو آگے بڑہنے سے باز رکہا - ناچار از راہ امیدواری وادب ہاتھ باندہ کر خادمانہ سایہ کے ایک گوشہ مین کہڑا ہوگیا - کیا دیکھتا ہون - کہ یکایک ایک پرند نے جو طوطی کی طرح سبز رنگ اور ایک شاخ درخت پر بیٹھا ہوا

---

۵ لوگون کے مرنے کے وقت اللہ اون کی روحون کو (اپنے پاس) بلا لیتا ہے - اور جو لوگ مرے نہین (اون کی روحین بہی) اون کے سوتے وقت (خدا کے ہان بلالی جاتی ہین) تو جن کی نسبت (خدا) موت کا حکم صادر فرما چکا ہے - اون کو (اپنے ہان) روک رکہتا ہے - باقی (سونے والون) کو (پھر دنیا مین) بہیج دیتا ہے ۱۲ -

تنا اپنا سرادپچا کر کے۔ ایک لپٹا ہوا کاغذ اپنی منقارے تخت پر چھوڑ دیا۔ اُس وقت اُس روحانی شکل تخت نشین نے بآواز اُنس ومحبت مجکو پکارا جب مین دو تین قدم آگے بڑہا۔ تو دل مین یہ خلش پیدا ہوئی کہ اس وقت موقع گفتار تو حاصل ہے۔ لیکن دریافت کے واسطے زبان کس طرح کہولون۔ کیونکہ تخت نشین کا رعب بیان تک غالب ہوگیا تہا۔ کہ دیکہنے کی آنکہ مین اور نام پوچہنے کی۔ زبان مین بلکہ جان مین بہی۔ طاقت نہین رہی تہی۔ صاحب تخت نے یہ کیفیت میری موجودہ حالت سے معلوم کر لی۔ اور فرمایا۔ کہ میرا نام عبد اللہ ہے۔ اور نامہ لانے والا پرند تمہاری صورت علمیہ کی مثال ہے۔ یہ ارشاد سنتے ہی مجکو یقین ہوگیا۔ کہ شاہ عبد اللہ شطاری ہین۔ قدسنا اللہ باسرارہ المقدسۃ اس کے بعد وہ لپٹا ہوا کاغذ میرے سپرد کیا۔ اور فرمایا۔ کہ پڑہو۔ مضمون مندرجہ کاغذ یہ تہا۔ جو سرتاسر بشارت تہا۔ کہ ملک کتاب جو عبارت اور الفاظ ہین۔ اگر اسیر تم کو اعتماد نہین ہے۔ تو مضائقہ نہین۔ لیکن کتاب کے ملکوت پر جو احوال مشائخ کا بیان ہے۔ تکیہ کر کے شہنشاہ زمانہ کے عظیم الشان نام پر کتاب کو معنون کرنا چاہیئے اور تواضع کو جس کا ثمرہ اس خاص جگہہ پر محرومی ہے۔ کسی دوسرے مقام پر کام مین لانا۔ جہان تواضع کا نتیجہ التفات ہو۔ تم کلامہ الحاصل یہ جامع کلام سنکر فوراً یہ بات ذہن مین نقش ہوگئی۔ کہ درحقیقت الفاظ تو لفافہ ہین معانی نفیسہ کا۔ عبارت ڈبہ ہے مفہومات کے جواہر کا۔ اور کاغذی نقوش عزیمت ہے معشوقان مدلولات کی تسخیر کا۔ نظر اور فکر کو صرف لفافہ۔ ڈبہ۔ اور نقوش تک قاصر۔ اور نفائس۔ جواہر۔ اور جمال کے نظارہ سے محروم رکہنا گویا ایسا ہے۔ کہ جیسے دقیقہ شناسی کو معطل کر کے ظاہر بینی کو مدنظر رکہنا۔ اس مین شک نہین۔ کہ جب اس خیال کی تائید مژدہ غیبی نے کی۔ تو مینے قلم کو دلیری کے ساتہہ جنبش دی۔ اور دیرینہ مطلوب۔ جس کے چہرہ کو اوس کے کمالات اور استغنا نے میری تواضع اور عجز کے برقع مین اہل کتاب کی نظر سے چہپا رکہا تہا۔ اوس پر عرصہ کے بعد مین کامیاب ہوا۔ ان الفاظ مین جناب باری عز اسمہ کا شکریہ ادا کیا [۵۱] اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْکِتٰبَ ۵ [۵۲] اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ۵ [۵۳] اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی ۵ اور جو اصحاب اس نامہ کے ختم کا انتظار فرما رہے تہے۔ اُن کو یہ غیبی مژدہ سنا کر خوش کیا۔ بے اختیار صاحبان دانش و بنیش ارباب کشف و یقین اصحاب جذبہ و بیخودی کو جو حضور

[۵۱] ہر طرح کی تعریف خدا ہی کو (سزاوار) ہے جس نے اپنے بندہ (محمد) پر قرآن اُتارا ۱۲ [۵۲] خدا کا شکر ہے جس نے (ہر طرح کا) ہرغ و غم ہم سے دور کر دیا ۱۲ [۵۳] ہر طرح کی تعریف خدا ہی کو (سزاوار) ہے جس نے ہر مخلوق کو اُس کی (خاص طرح کی) بناوٹ عطا فرمائی۔ پہر اُس کو (اُن اغراض خاص کے پورا کرنے کی) راہ دکہائی۔ (جن کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے ۱۲۔

وَهُوَ مَعَكُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ کے شاہی محل مین اور لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ کی خلوتگاہ مین شرف حضوری رکھتے تھے۔ تشریف آوری کی تکلیف دی رباعی

مردانِ خدا آمدہ از گنج حضور	کردند برین روضۂ جان بخش عبور
کو منکر حشر تا نمایم بعیان	آن محشر موعود بہ چشم مغرور

تا کہ تفکری برقع مین تشریف ارزانی فرما کر بذریعہ گویائی و شنوائی اپنے تعبیری وجود سے فیض بخشی فرماوین جس طرح کہ اوس وقت اپنی نمود و نمایش سے حس باصرہ کو فیضان نور فرماتے تھے۔ جب کہ عنصری ترکیب کا جامہ زیب بدن کئے ہوئے تھے اور عبارت کے آب حیات سے جسکو روح القدس کی رشحات کہنا زیبا ہے۔ اور کلمات کی مسیحائی سے جو نفس رحمانی کی باد نسیم ہے حیات جاوید حاصل کرین۔ اور اس گلزار ابرار کی فضا مین اپنے قیام کے لئے انجمن بنائین۔ تا کہ راقم کی مراد باحسن الوجوہ حاصل ہو۔ جو بحکم غیبی اس معنوی مجلس کا ترتیب دینا ہی اس غرض سے کہ وارث یکتائی فرمان دہان با استحقاق خلف یگانہ جہان داران بسعادت ہم وثاق۔ رائض بادپائے بینائی و بنیش۔ مرکز دائرہ فطرت و آفرینش۔ جامع مراسم خلافت نشانئین مجموعہ لوازم کمال صورت و معنی۔ پرتو مرایای تلوب سفر آۃ مرادات انام منوی ضمیر خاص و عام۔ سایہ الطاف پروردگار۔ سرمایۂ بقائے روزگار۔ گوہر فرد دیہیم صاحبقرانی۔ زلف آرائے جبین مملکت فغفوری۔ چہرہ نمائے آئینہ تصرف سکندری۔ بادہ گسار جام عشرت جمشیدی۔ آئین بند قصر معدلت انوشیروانی۔ ناوک انداز کمان نیروی رستمی۔ رونق افزائے سریر سلطنت کیخسروی۔ نقش نگین ملک سلیمانی۔ تمثیل معجزہ انفاس عیسوی۔ صورت گفتار فصیح جبریلی۔ پیکر بکلمات صحیح تنزیلی۔ ابو المظفر نور الدین محمد جہانگیر بادشاہ غازی ابن ابو الفتح جلال الدین محمد اکبر بادشاہ اس کو مشاہدہ اور مطالعہ فرماوین خَلَّدَ اللّٰہُ مُلْکَہٗ وَسُلْطَانَہٗ وَاَفَاضَ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ بِرَّہٗ وَاِحْسَانَہٗ اَبَدَ الْاٰبِدِیْنَ

شمہ از گزارش پیراستگی زمانہ و آراستگی زمانیان برکات دور دولت بر دوام او

خدائے تبارک و تعالی کا کمال احسان اور شکر ہے۔ کہ اس شہنشاہ کونین جہانگیر خلد ملکہ و مد ظلہ کے

ف۱ اور تم لوگ کہین بھی ہو۔ وہ تمہارے ساتھ ہے ۱۲۔

ف۲ مجکو اللہ جل شانہ کے ساتھ ایک وقت خاص ہوتا ہے۔

ف۳ اللہ تعالیٰ اس بادشاہ کے ملک اور حکومت کو ہمیشہ رکھے۔ اور نیز اس بادشاہ کی بھلائیان اور احسان تمام مخلوقات کو ہمیشہ پہونچاوے۔ یا اللہ تو ایسا ہی کر ۱۲۔

زمانہ مین اس کی حکمت - معدلت - مبارک صورت - نیک عادت - عمدہ فکر - اور سلیم راے کی بدولت تمام ناشائستہ اوصاف و افعال - ناپسندیدہ حالات و معاملات - اور اندوہ و فریاد افغانات جملہ بنی آدم کی سرشت سے یک لخت نکل گئے اور ایسے مقام پر جاگزین ہوئے ہین - جہان وہ خوبی اور عمدگی کی نظر سے دیکھے جاتے ہین - اس اجمالی گزارش کی تفصیل تو بے نہایت ہے - مگر مَالَا یُدْرَکُ کُلُّہٗ لَا یُتْرَکُ کُلُّہٗ کسی قدر نمونہ کے طور پر ارباب اعتبار اور اصحاب قیاس کی خدمت مین عرض کرتا ہون وہو ہذا -

(۱) پریشانی زلف مین اور سنبل مین

(۲) کجی ابرو مین اور ماہ نو مین -

(۳) تنگی ماہ وشون کے دہن مین اور غنچہ مین - -

(۴) لاغری کمر مین اور بالون مین

(۵) کجی بدکرداری مین اور عمر دشمن مین - - -

(۶) تیرگی ابر مین - -

(۷) رونا باران مین - -

(۸) نالہ کرنا رعد مین - -

(۹) زود رفتاری برق مین اور دشمن کے نام مین - -

(۱۰) سرنگونی قلم مین - -

(۱۱) پیچیدگی نامہ مین - -

(۱۲) شکستگی خط مین - -

(۱۳) کشاکش کمان مین

(۱۴) نفرت تیر مین - -

(۱۵) تیزی تلوار مین -

(۱۶) مارڈالنا صید مین -

(۱۷) دو ہم جنس کی جدائی فک اور غام مین - - -

(۱۸) عالمون کا تنازعہ نحو مین -

(۱۹) منع و معارضہ آداب بحث مین

(۲۰) اختلاف روایات فقہ مین

(۲۱) دروغ تاریخ کے افسانون مین اور اشعار کے مضامین مین -

(۲۲) فریب جادو کے افسونون مین اور دلبرون کے وعدون مین -

(۲۳) تلخی ناصح کے پندنامون مین اور اطبا کی دواؤن مین -

(۲۴) بھاگنا اعدا کی صفون مین اور لوگون کی آمیزش سے صلحا مین -

(۲۵) سرگردانی آسمان مین چکی مین اور دولاب (رہٹ) مین . .

(۲۶) جلنا اگر مین لکڑیون مین اور چورون مین - - -

(۲۷) جوش کھانا فوارہ مین دیگ مین اور پانی کے چشمہ مین - -

(۲۸) نیستی افلاس مین اور اسباب محنت مین - - -

(۲۹) نایابی ستم مین زبان مین اور شکایت مین - - ..

(۳۰) سوال گور مین اور قیامت مین

(۳۱) عذاب طبقات دوزخ مین

(۳۲) بیکاری حالت خواب مین -

(۳۳) گرانی طلب مین اور التماس مین

(۳۴) ارزانی عطا مین اور انعام مین

(۳۵) زنجیر ہاتھی کے پاؤن مین اور دہلیز مین - - ..

(۳۶) بیماری نرگس مین اور راے مخالف دو بادشاہ مین اور تیاری جنگ مین

ملا جو شے تمام و کمال ادراک مین نہین آسکتی ہے - وہ سب کے سب چھوڑی بھی نہین جاسکتی ہے ۱۲ -

(۴۷) خانہ خالی بساط شطرنج مین نہ روے زمین مین ۔	(۴۸) شمار کرنا نقش کعبتین مین نہ لوگون کے نقد و جنس مین ۔	(۴۹) خواہش دولت سلطانی کی دوام مین نہ دیگر تمام اشیا مین ۔
	(۵۰) آرزو شہنشاہ کی جاودانی حیات مین نہ دوسرے امور مین	

غرض کہ عینی و علمی ۔ اور خارجی و ذہنی تمام موجودات کیا جوہر اور کیا عرض کچھہ باعتبار محل اور کچھہ باعتبار حالات زشتی کے ساتھہ منسوب تہین ۔ لیکن اِس شاہی عہد مین محل اور حالات تبدیل ہوکر لباس خوبی سے آراستہ ہوگئی ہین اور اب خلقت کی آسایش و آرام کا باعث ہین ۔ لہذا بہتر یہ ہے کہ اب قلم کے برق رفتار گھوڑے کو نمونہ نویسی مین تیز رفتار ۔ اور گرم جولان نہ کرون ۔ بلکہ عنان قلم کھینچکر دوسرے راستہ پر ڈال دون ۔

گفتار در پوزش آنکہ دعاے قدس اللہ سرہ در پاے نام مشائخ ننوشتہ و ہریک را بصیغہ وحدت یاد کردہ

جو ضمیر انوار قدسی سے روشن ۔ اور رسمی قیدون سے آزاد ہین ۔ وہ سمجھتے ہین ۔ کہ الفاظ رضی اللہ عنہ اور قدس اللہ سرہ اور نیز دیگر تیمن و تبرک کے کلمات جو کتاب ہذا مین اُن اصحاب کے مبارک نامون کے ساتھہ نہین لکھے گئی ہین ۔ جنہون نے اس کتاب کے عبارتی حجرون مین گوشہ نشین ہوکر شرف سعادت بخشا ہے ۔ یہ فروگذاشت کچھہ ازراہ رعونت نہین ہے ۔ بلکہ جس طرح افصح العرب والعجم علیہ السلام نے بمضمون [۵۱] لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ اپنے تئین ذات باری جَلَّتْ صِفَاتُہٗ کی ثنا سے عاجز تصور فرماکر اوس کی توصیف کا حوالہ بقولہ [۵۲] اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ اسی کی پاک ذات پر رکھا تہا اسی طرح راقم نے بہی اِس ادب آموز کلام سے عجز و تواضع کی تعلیم حاصل کرکے ۔ اس بقصور ین کہ فرد

مردان خدا خدا نہ باشند	لیکن ز خدا جدا نہ باشند

اپنے تئین اُن نامورون کی دعا اور ثنا سے جن کے مقدس اسما ہر ایک کی یاد مین مذکور ہین ۔ یہ کہکر قاصر سمجہا فرد

ہمچو اُو سزد معرفت او	ابن زمان در جہان چو اوئے کو

۵۱ جو ثنا تیرے واسطے سزاوار ہے ۔ اُس کا احاطہ مین نہین کر سکتا ہون ۱۲

۵۲ تو ایسا ہے جیسے تو نے اپنی ثنا خود کی ہے ۱۲

اور صدر الذکر مقدس کلمات کو داخل سطور کتاب نہ کیا - اس مین شک نہین کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے
ترک ثنائے ایزدی کو نظر مین لیکر سوائے گزشتہ صورتون (یعنی بزرگان دین کی نسبت ثنائیہ اور دعائیہ الفاظ ترک
کرنے) کے اتباع کی دعوی صحیح نہین ہے - نہ یہ کوئی ادب کی بات ہے - اور نہ ایسا اتباع امت کی طاقت سے ہے
دوسرے جو طبعیتین رعونت غرور - اور خشونت کے غبار سے پاک وصاف ہین - وہ اچھی طرح جانتی ہین - کہ
ولایت وفضیلت کے اقطاب (اولیاء اللہ) جن کے حالات اس گلزار کے ہر چمن اور ہر انجمن مین گزارش ہوئے
ہین - اُن کو بصیغہ واحد جو یاد کیا گیا ہے اس سے یہ مراد نہین ہے - کہ تعظیم مین کچھ کمی کیجاوے - بلکہ ہنگام
تحریر حالات اس بلند مرتبہ گروہ کی یکتائی بیان تک دل مین جاگزین ہوئی کہ لفظ واحد اور مفرد کے سوا ناطقہ نے
زبان کو اور زبان نے قلم کو کوئی لفظ حوالہ نہ کیا - ہرگاہکہ اس طرح پر ایک شخص کا بطریق مفرد یاد کرنا کہ واقع مین بھی
ایسا ہی ہے - فروگزاشت تعظیم کا نقصان دور کر کے کمال وحدت پر دلالت کرتا ہے - اور اختصار کتابت سے
نویسندہ اور نویسانندہ کے حال پر بھی ایک قسم کی مہربانی نکل آتی ہے - تو اس طریق کے اختیار کرنے سے کیسے
اعتراض لازم آویگا - اگر کوئی کہے - کہ کتابت کا اختصار - اور اختصار کی وجہ سے نویسندہ اور نویسانندہ کے حال پر
مہربانی بہ نسبت ترک تعظیم کے سہل ہے - اور اصلی غرض بھی یہ نہین ہے - تو مین یہ جواب دون گا - کہ اس طرز تحریر
مین جو نقصان سمجھا جاتا ہے - یہ اولین توجیہ سے دور ہو گیا ہے - جس سے ہر ایک کی وحدت کا ثبوت ملتا ہے
باایہمہ اگر اختصار کتابت اور مہربانی کی رعایت بھی اولین توجیہ کے علاوہ پیدا ہو جاوے - تو بیان عذر
مین ایک قسم کی قوت ہی حاصل ہو جاویگی - دوسرے یہ کہ سہل سمجھنا طاقت ور جوانون کا خیال ہے - اور
مہربانی پیران ناتوان سے تعلق رکھتی ہے - بیشک جس کسی کے پانؤن مین بھاگ دوڑ کی قوت ہوتی ہے
وہ اونچے اونچے ٹیلون پر بھی ہموار زمین کی طرح چلتا ہے - اور جس کسی کا پانؤن آبلون سے زخمی ہوتا ہے
وہ ہموار زمین پر ایک قدم اُٹھانا بھی ایک گھاٹی کا طے کرنا سمجھتا ہے - اب ناظرین کے التفات اور حسن اخلاق
سے التماس یہ ہے - کہ جب کتاب ہذا کی لکھی ہوئی عبارت کو مطالعہ فرماوین - تب صدر الذکر کلمات ترضی
وتقدیس کو اور تعظیمی کلمات جمع کو لکھا ہوا تصور کرین - اور اپنی نانوشتہ خوان زبان کو ایسی عبارت سے
شیرین کام فرماوین - جس کو طرفین کے اعتبار سے مناسب جانین اور اس گدائے ادب کے قلم کو عبارت مذکورہ
نہ لکھنے کے الزام سے بری الذمہ تصور کرین - اور اگر از راہ عنایت چشم انصاف سے دیکھینگے - تو ذکر کا میدان صحرائے
تقدیر کی بہ نسبت زیادہ تنگ معلوم ہوگا القصہ جن اصحاب کو یہ عذر اور اصلیت معاملہ پسند نہ آوے - اون کے

واسطے اس کے سوا کوئی علاج نہین ہے۔ کہ کتاب ہذا کے گریبان مین جو عیب کا چاک آگیا ہے۔ اُس کو از راہ عفو رفو فرماوین اور ایسا نہ کرین کہ مذکورہ بالا نہ لکھے ہوئے کلمات زبان سے نہ نکال کر اوس چاک کو تا بدامن پہونچاوین اور اپنے تئین عیب دعا مین راقم کے شریک نہ کرین۔ مین نہین جانتا۔ اِس کے سوا اور کیا کہون۔ اور کیا لکھون جس سے نکتہ چین لوگون کی خاموشی اور تسکین ہو راقم کی فراست اور حقیقت حال کے موافق کوشش جو کچھہ ہے۔ پس اسی قدر ہے۔ اور عذر خواہی کے بارہ مین جو بات زیادہ قابل پسند ہو سکتی ہے۔ وہ لائق معترضین کے نزدیک ہوگی۔ امید ہے کہ جس فکر سے اعتراضات چھانٹنے مین کام لیا جا سکتا ہے اُس فکر سے بجاے اعتراضات کے تحسین وآفرین کی توجیہات پیدا کرنے مین کام لیا جاویگا[۵۱] وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى۱۲

گفتار در سرانجام سراے کردار ورفتار

یہ بالکل صحیح ہے۔ اگر تعینات کا برقع جو حقیقی وجود کے چہرہ پر پڑا ہوا ہے۔ اُٹھا دیا جاوے۔ تو عیب اور ہنر دونون ایک درجہ مین ہو جاوین۔ اور امکانی نسبتین اور امکانی اعتبارات۔ واجب الوجود کے خاص افعال کی طرف منسوب ہو جاوین۔ بھلائی اور برائی کے ساتھ اشیا کی تمیز اوسی وقت تک ہے کہ جس وقت تک وہ اشیا جمال وجلال کے پردہ مین مخفی ہین۔ بیشک دوئی اور دوبینی پر دل نہاد ہونے کا آخرین نتیجہ سرزنش ہوتا ہے۔ اور کسی غیر کی طرف سے بھلائی اور برائی دیکھکر آرام اور نفرت ہونا۔ شرمندگی پیدا کرتا ہے۔ لہذا بہتر یہ ہے۔ کہ مین آج خیالات اور اوہام کے شکنجہ سے آزادی حاصل کر کے نہ تو عیب نکالنے والے سے انصاف کی خواہش کرون۔ اور نہ ہنر بین سے امید آفرین رکھون۔ بلکہ خود اپنی ذات کو این وآن کا آئینہ سمجھکر باصفا ایک رنگ ہو جاؤن **بیت**

آن کس کہ زشہر آشنائی ست	داند کہ متاع من کجائی ست

کوئی اندیشہ کی بات نہین ہے۔ حریف بیگانہ وار کی خاطر مین جو کچھہ ہوتا ہے۔ وہ اوپر آجاتا ہے۔ کیونکہ وہ بات اوس کے باطن کی فرستادہ ہوتی ہے۔ نہ کہنے والہ کا مافی الضمیر اور نہ لکھنے والہ کے قلم کی تحریر **مصرع**

خدایا از دوئی یکتائیم بخش۔

گفتار در التماس تسمیہ این مجموعہ

ایک روز مینے اپنے ہم نشینون کے ساتھ انجمن یک جہتی منعقد کی تھی جس مین کتاب ہذا کے مندرجہ

[۵۱] جس شخص نے راہ ہدایت کی پیروی کی۔ اُس کی سلامتی ہے ۱۲

حالات بیان ہورہے تھے - مینے عرض کیا ایسا مناسب معلوم ہوتا ہے - کہ آج کی رات سامعین کے عالم مثال مین جونام ظاہر ہو - یا قلب مین ذریعہ الہام القا ہو - وہی نام اِن چند فراہم شدہ یادداشتون کا رکھہ دیا جاوے - اِس کے دوسرے روز منجملہ سامعین شیخ قطب عالم پنواری نے بیان کیا - گزشتہ شب کو مینے شیخ قطب عالم ابن سیدجی کو جو سید علاء الدین راتھی کے نبیرون مین سے ہین - خواب مین دیکھا کہ سفر حجاز سے واپس تشریف لائے ہین - اور راقم کے مکان مین اُترے ہوئے ہین جب مین اُن کی خدمت مین حاضر ہوا - تو شیخ نے مالک خانہ کے حالات دریافت فرمائے - مینے جواب دیا **غولی حسن** آج کل مشائخ **قدسنا اللہ باسرارہم** کے کچھہ حالات معرفت لکھہ رہے ہین - اور نام کی تلاش ہے - ارشاد فرمایا - ہمارا سلام کہنا - اور یہ مصرع پڑھ دینا مصرع **نہادم نام این گلزار ابرار** امید ہے کہ اس مبارک نام کی نوید پاکر ناموران جہان مین جلد اس کو شائع اور عالمگیر کردینگے -

گفتار در تمہید آنکہ معنی ہر عالم را صورتی ست مناسب آن

واضح ہو کہ مراتب وجود مین کوئی مرتبہ ایسا نہین ہے - کہ جہان حصول مقاصد (بیان ماہیت) کے واسطے خاص اسم اور رسم معین نہ ہو - اسو اسطے اسما اور صفات کے آثار و احکام جو کائنات کے اصول ہین - مناسب مناسب طور پر ہر ایک عالم مین جلوہ گر ہین - پس تمام معانی تین قسم سے باہر نہین ہین - **عام مشترک** اور **خاص** عام کے واسطے تمام عالمون مین - اور مشترک کے واسطے مقامات اشتراک مین - خاص صورتین اور رسمین مقرر ہین - لیکن جس طرح ہر ایک عالم کی مناسبتین مختلف ہین - اسی طرح مذکورہ بالا صورتین اور رسمین بھی مختلف ہین - رہا خاص اس کا حال اور شان اوسی عالم کے طریقہ پر - کہ جس کا یہ خاص ہی - ایسا قرار دیا گیا ہے - کہ اوس کی ماہیت اگر صاحب کشف و مشاہدہ - رسم و عبارت کا تو کیا ذکر ہے - اشارات کے ذریعہ سے بھی دوسرے عالم مین آشکار کرنا چاہے - تو نہ کر سکے - مگر مانند اور مثال کے ساتھ جس کا نام دوسرے الفاظ مین اصطلاح ہے -

گفتار در تشبیہ و تعبیر الہیات

اصطلاح محققان بالکل اس طرح پر ہے - کہ جیسے کوئی شخص صحرا مین پیدا ہوا - وہین اوس نے

پرورش پائی اور وہین رہا۔ پہر وہ کسی آباد شہر مین گیا۔ اور چند روز وہان رہکر انواع و اقسام کے کہانون۔ عمدہ لباسون۔ اور خوش فضا عمارتون سے مستفید ہوا اس کے بعد جب وہ پہر اپنے مسکن صحرا مین جاویگا تو صحرا والے اُن چیزون کا حال اُس سے دریافت کرینگے۔ جو مخصوصات شہر مین سے ہونگی بیابان نہ ہونگی۔ اور نہ صحرا والون کی زبان مین بمقابلہ اُن چیزون کے کوئی لفظ موضوع ہوگا۔ تو ایسی صورت مین وہ صحرائی شہر کی عجیب و غریب اشیا کی خصوصیات کس طرح بیان کرسکیگا۔ سوائے اسکے کہ اُسی صحرا مین سے تلاش کرکے ایسی چند چیزین بہم پہونچاوے گا جو فی الجملہ شہر کی موجودہ اشیاء سے مشابہ ہون گی اور اُن مشابہ منتخب چیزون کے نامون کے ذریعہ سے شہر کے عجائبات کو جواب مین بیان کرے گا۔ اور یہ طریقہ بیان کا شہر جانے والون کو صحرا مین واپس آنے پر خصوصیات شہر بیان کرنے کے واسطے اور نیز جو دوسرے صحرائی جو شہر مین جاتے آتے ہین۔ اون کو ماہیت اشیا جاننے کے واسطے دستور العمل ہو جاوے گا۔ بس اسی طرح پر ہے ہر ایک فن کی اصطلاحات کی وضع۔

گفتار در التزام ملازمت دانایان فنون

واضح ہو کہ ہر ایک فن کا اوستاد اُس فن کی جزئیات کو اچھی طرح پہچانتا ہے۔ لہذا جو شخص کسی فن کا طالب ہو۔ اُس کو اُستاد فن کی تعلیم گاہ کی حاضر باشی ضروری بات ہے۔ اِسی وجہ سے کہتے ہین کہ نو آموز جب تک رازشناسان فنون کے مدرسہ تعلیم مین ایک مدت تک حاضر رہ کر اکتساب علم نہین کرتا ہے۔ الفاظ سے آگے بڑہ کر معانی مصطلحہ پر عبور نہین پاتا ہے۔ گو لغات و الفاظ کی بندش اپنے مقامات کے اعتبار سے کتنی ہی چست اور درست ہو۔ لیکن گوہر مراد ہاتہ نہین آتا ہے۔ اُس شخص کو ہوشیار سمجہنا چاہیے جو یہ خیال نہ کرے۔ کہ مینے جو کچہہ استنباط کیا ہے۔ یہی مراد قوم ہے۔ بالخصوص صوفیون کی اصطلاح مین اپنی لغت دانی پر ہرگز فریفتہ نہین ہونا چاہیئے۔ کیونکہ لفظی مفہومات اور اصطلاحی معانی مین بے نہایت بُعد ہوتا ہے فرد

چشمہ حیوان کجا لعل لب جانان کجا	ہر دو جان بخشند اما این کجا و آن کجا

یہ بالکل صحیح ہے۔ کہ کتب تصوف کے پڑہنے والے یہی اہل کشف ہین۔ نہ اہل اکتساب۔ اور نہ وہ لوگ جنہون نے صرف ظاہری علوم تحصیل کیے ہین بس جو شخص بزبان وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا کا

نوآموز طالب علم ہے اُس کو مناسب یہ ہے کہ خود دانی پر گھمنڈ نہ کرے - اور اگر الفاظ کے ذریعہ سے مراد قوم معلوم نہ کر سکے - یا اپنی رفتار سے کسی طرف راستہ نہ نکال سکے - تو نفس کو اپنا پیشوا نہ بنا دے - جو غیرت دلانے والا ہے - بلکہ جبین نیاز خاکساران طریقت کے پانون پر رکھے - کیونکہ یہ شاہبازان عرش پرواز مین اولٰان سے ہمت اور توجہ کی درخواست کرنی چاہیئے - اور اس اہل حقیقت خدائی گروہ کی ہدایت وتلقین سے سلوک وطریقت کا فائدہ اوٹھانا چاہیئے - پہر اس کے بعد چاہیئے - کہ کمر ہمت باندہ کر توفیق الٰہی کی مدد سے اس راہ مین قدم رکھے - اور عدم حصول سے دل تنگ نہ ہو کر صبر وسکون کے ساتھ توجہ اور کوشش کرے -

گفتار در انگارہ فہرست نامہ

کمترین بندہ آفریدگار گوناگون الفاظ و رنگارنگ معانی - فرمان پذیر اوامر ونواہی پیام آوران کیش آرا آرزومند آستان بوس صفا سگالان حقیقت پژوہ - فریفتہ گہرفشانی دانشوران مشکل کشا ہوس پیرائے ہمدردی عقیدت اندوزان اخلاص آمود - دیوانہ دیدار فرشتہ منشان یوسف رو ہمہ روز گروہ گرفتاران یعقوب اندوہ - شیدای سخن سنجی فصاحت وران جادوکار شیفتہ غزل سرائی داؤدی نوایان دل نواز - مومیائی جوی شکستہ دلان خرابہ نشین جاروب فرست مشارع برہنہ پایان بادیہ پیما - نگارندہ احوال ناموران فردوس خرام یعنی **غوثی حسن** نے خدا اس کو بہی کسی قدر ابدی معرفت نصیب کرے - جب قلم وزبان سے اِس پُر بہار ورسبز گلزار کی آرائش اور نخلبندی کی - تو اولین مسودہ مین بدین تفصیل پانچ قسم کے اصحاب کی یادداشتون سے پودے لگائے تہے - ایک وہ لوگ جنہون نے ظاہری وباطنی صفائی حاصل کی ہے - اور جن کو زمانہ سابق کے تاریخ نگار اصحاب تحقیق اور مالکان ہر دو عالم کہتے ہین - دوسرے وہ لوگ جو صاحب علم ہین - اور وہ تاریخ قدیم مین دانشمند اصحاب کے نام سے یاد کئے گیے ہین - تیسرے وہ گروہ جو پہلو نشین دشمن (نفس) کے مقابلہ مین فوج آرائی کر رہے ہین - اور جن کو مورخان سابق بلفظ سالوک لکہتے ہین - چوتہے وہ قوم جو شریعت وسنت کی راہ راست پر گرم رفتار ہے - اور جس کے افراد کو زبان قدیم مین زہاد کہتے ہین - پانچوین وہ جماعت جس کا اندرون آباد اور بیرون ویران ہے اور جس کا نام اہل اصطلاح نے

نزدیک مجاوز ہے - مگر از راہ احتیاط واہتمام تصحیح کے وقت نامہ شاخین کاٹ چھانٹکر دوسرا نسخہ اور دوسرے نسخہ سے تیسرا نسخہ مرتب کیا - اور اس تیسرے نسخہ کے مقدس زمین مین پانچون قسم کے سرسبز پودون کو چار چمن مین تقسیم کیا - اور ہر ایک چمن مین شائستہ انجمنین قایم کین - رباعی

غوثی سے قلمے سرکن وسرکن سخنے	کار استہ نوبہار ہر سو چمنے
برباد گرشتگان گلزار درون	در ہر چمنے فراہم آراستہ انجمنے

مذکورہ بالا صورت کے ساتھ ترتیب وتقسیم اس غرض سے کی گئی ہے - تاکہ اُس دل آویز چمن اور دلستان انجمن کے تماشائی - اپنے باعبرت دلون کو نورِ بینش سے - اور احول آنکھون کو دست بینی کے سرمہ سے روشن کرین - اور اپنا اندر اور باہر یعنی تمام جسم وجان ایک ہی کے خیال مین مصروف کر کے حُسن - اخلاق اور مبارک عادات اختیار کرین - جس کا نتیجہ یہ ہوگا - کہ عالم عقبیٰ مین صدہا الذرنیک اخلاق اور عادات صورت عروسی قبول کر کے زینت بہشت کا سرمایہ اور الٰہی صفات کا مظہر ہوجاوینگے -

پُرانے کشف وکرامات سے بھرے ہوئے تاریخی حقائق نامون کی جن صاحبون نے ورق گردانی کی ہے وہ اچھی طرح جانتے ہین کہ بہشت اور جو کچھ بہشت مین ہے - دلدار کے رویت - دل آرام کا دیدار - دلکش مکانات - دلکشا کھڑکیان - دل فروز جالیان - دل آرا تخت - دل نشین فروش - دل پسند طعام دل فریب لباس - دل آشوب غلمان - دل نواز نغمہ - دل آویز درخت - دل خواہ پھولون کی کلیان - اور دل بہنے ہوئے چشمے وغیرہ وغیرہ - یہ سب آدم زاد کے افعال واخلاق کی صورتین ہین - جو مجرد نفس و عقل کے بیابان مین - مرکب اجسام کے ذریعہ سے نمایان ہوئی ہین - علیٰ ہذا القیاس دوزخ اور مافیہا[۱] من اسباب العذاب یہ بھی صورتین ہی ہین - جنھون نے انسانی افعال کے طلسم مین حلول کیا ہے - دوستون کو واضح ہو - کہ محقق قدما کی یہ دریافت اور کشف بمنزلہ ایک آئینہ کے ہے - جو ہر فرد کے ہاتھ مین ہے تاکہ وہ اپنے دوسرے عالم کی حالت کو اپنی پیش بین آنکھ سے دیکھ سکے - پس جس شخص کا وجود ظاہری تجلیات جمالی کا مقتضی ہے - اُس کو چاہیئے کہ وہ اپنے تئین ظاہر ظہور معنوی فردوس مین سمجھکر خدائے پاک کا شکر بجالاوے - اور جس کی صورت علمیہ خارج مین اسمائے جلالی کی مظہر قرار دی گئی ہے - اُس کو اپنے تئین حکمی دوزخ مین شمار کر کے - اللہ تعالیٰ جل شانہ سے پناہ مانگنی چاہیئے - اور پھر ہر ایک کو اس نفس لامی معرفت کی مدد

[۱] - اور جو اسباب عذاب دوزخ مین ہین ۱۲

سے چاہیے - کہ خداشناسی کے بلند مرتبہ کو پہونچکر یہ بات دریافت کرلیوے - کہ مطلق خلافت ہم شکل سمجھنے کا ذریعہ - اور ہم سری کا نمونہ ہے - اور اِس معما کو اس طریقہ سے حل کرنا چاہیئے - کہ ناسوتی عالم صورت - خداوند تعالی کی ازلی صفات کے علم و آثار ہین - اورجہان قدسی - انسان کے افعال و احوال کی تصویر - کیونکہ ملک و ملکوت کی پیدایش - واجب الوجود کے اسماء و صفات سے اور بہشت و دوزخ کی آفرینش - انسان کے اعمال اور اخلاق سے ہے - لیکن جب تک انسانی آنکھون کو خاک گور کا سرمہ - ناسوتی رمد سے نجات - اور اُخروی زندگانی کا کحل الجواہر - لطافت بین روشنی نہین بخشتا ہے - تب تک وہ آنکھین بیدارون کی طرح - جاویدباغون اور آتشکدون کا تماشا نہین کرسکتی ہین جس طرح کہ صفات وجوبیہ قدیمہ کا اقتضا جب تک وجود مطلق کو تعینات کی امداد اور اعیان ثابتہ کی اجازت سے امکانی صورتون کا لباس نہین پہناتا ہے - تب تک وجود مطلق کو آسمان بیچونی و بیچگونگی سے ملک و ملکوت کے میدان مین (جس مین چون وچند کی گنجایش ہوسکتی ہے) نزول نہین ہوسکتا - اِس قسم کے موحدانہ کلام اور حرف و صوت سے بیگانہ مفہوم کی تمہید و تفصیل کے لیے فی نفسہ جداگانہ دفتر چاہیئے - جو لوح محفوظ کی مثل ہو - ایسی عظیم اور عظیم الشان تمہید و تفصیل کتاب ہذا کے دیباچہ مین تاویل کے ذریعہ سے کیونکر آسکتی ہے - جو کوتاہی کلام کے ساتھہ نامزد ہے - لہذا بہتر یہ ہے کہ تمام فہرست جس قدر کلام سے انجام کو پہونچ جاوے - بس اسی پر اکتفا کرون - اور زبان و قلم کو بزرگان دین و یقین کی یادنگاری مین مکفول کردون - باصفا گروہ کی دوستی کی بدولت اپنے نامۂ اعمال سے گناہون کی سیاہی دور کرکے - اس کی جگہہ التماس کے قلم سے یہ عقیدہ لکھدون **مصرع** بدان را بہ نیکان ببخشد کریم - اور بکمال ادب یہ نالۂ **مصرع** الشفاعۃ الشفاعۃ اے بزرگان عاصیم - معنوی قیامت مین بلند کرون - کہ عبارت اپنے احوال اور افعال کے محاسبہ سے ہے - اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا مَا اَعْطَیْتَ فِیْ عِلْمِكَ بِلَا عَمَلٍ مِّنَّا حَتّٰی نَعْلَمَ حَقِیْقَۃَ قَوْلِنَا بِاَمْرِكَ قُلْ لَّنْ یُّصِیْبَنَا اِلَّا مَا کَتَبَ اللّٰهُ لَنَا [۵۱]

گفتار در تعین القاب

خدا کرے - دانش آباد دل کی عمارت - جہالت کی خرابی سے - اور آزاد خاطر کی بے تعلقی کی نوبہار -

---

۵۱ - یا اللہ تو ہم کو وہ شے عطا فرما - جو تو نے ہمارے لیے بلا ہمارے عمل کے اپنے علم مین عطا فرمائی ہے تاکہ تیرے ارشاد قل لن یصیبنا الخ مین جو ہمارا قول ہے - اوس کی حقیقت ہم جان لین - اور وہ قول یہ ہے - اے پیغمبر تم اِن لوگون سے کہو - کہ جو کچھہ خدا نے ہمارے لیے لکھدیا ہے - اوس کے سوا کوئی اور مصیبت تو ہم کو پہونچ سکتی نہین ہے - ۱۲

علائق کی خزان سے محفوظ رہے - یہ چند باتین جن کو میرا قلم تالیف کا ... رہا ہے - اِس بارہ مین ہین - کہ اِس کتاب کے مطالعہ کے وقت جس شخص کا دل زود فہمی اور سرعت انتقال کا مشتاق ہو - اُس کو کسی لقب اور خطاب کے معلوم کرنے مین یہ تامل اور فکر پیدا نہ ہو - کہ فلان لقب اور خطاب کس کا ہے - اور مرجع اس کا کون بزرگ ہین - اِس لئے ایک معین صفحہ مین قلم صراحت سے لکھتا ہون - (۱) معین الاولیا سے مراد سلطان کشور کشاے ولایت وکرامت خواجہ معین الدین حسن سنجری چشتی ہین - جنکی خوابگاہ اجمیر مین ہے - (۲) قطب المشائخ یا قطب الاولیا سے مراد - خداوند خلافت عظمی خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کی بابرکات ذات ہے (۳) نظام العرفا یا نظام الاولیا سلطان مشائخ عارف اطوار کاشف اسرار شیخ نظام الاولیا کا مبارک لقب ہے - یہ دونون بزرگ خاندان چشت کے چراغ ہین - اور شہر دہلی مین ان کے مرقدہاے منورہ ہین - (۴) بہار الاسلام یا بہار الاولیا سے مقصود قافلہ سالار رہروان طریقت - رہنماے سالکان شاہراہ حقیقت مخدوم شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی ہین - (۵) غوث الرحمن یا غوث الاولیا - شاہنشاہ اقلیم جامعیت ابو المؤید حمید الدین شیخ محمد غوث کا خطاب پاک ہے - جن کا مزار مبارک شہر گوالیار مین ہے - (۶) لفظ وجیہ الملۃ سے مراد - دانش آموز صوری ومعنوی - بنیش اندوز حقیقی ومجازی اُستادی شیخ وجیہ الدین احمد ابن نصر اللہ علوی احمد آبادی ہین -

(۷) اور کلمات مسیح القلوب یا مسیح الاولیا سے مراد - حافظ الاوقات رافع الدرجات شیخ عیسیٰ ابن قاسم سندھی کی ذات فیض آیات ہے - منظلہ -

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آغاز نخستین چمن

اس چمن مین ساتوین صدی کے صوفیون۔علم والون۔ پرہیزگارون۔ خدا پرستون۔ مجذوبون کے احوال وافعال کا بیان ہے۔ اے خرد۔ اُٹھہ بیٹھ۔ اور کچھہ ذوق سے کام لے۔ دیکھہ اس چمن کی ہر ایک یاد بجاے خود ایک نہال ہے۔ جس کو طوبیٰ کہہ سکتے ہین۔ اور جس مین ہر ایک طرح کے دلخواہ میوے موجود ہین۔ ان میودن سے ہرنا کام اور کامیاب دونون کو اُس خداوند تعالیٰ شانہٗ کے شکر و سپاس کا مزہ حاصل ہوتا ہے۔ جس نے انسان کا عجیب وغریب پودہ ازلاً علم اور بعدہٗ عین کے باغ مین لگایا۔ اور جب تک قیامت کی خزان نہ آوے گی تب تک وہ اُسکی نوعی تنہ سے افراد اور احوال کی گوناگون شاخین اور پتے اس طرح پیدا کرتا رہے گا۔ کہ اگر سابقہ شاخ یا پتہ ٹوٹ جاوے۔ تو بجاے اُسکے فوراً دوسری شاخ یا پتہ قایم ہو جاوے۔ اور غرض اس سے یہ ہے۔ کہ حقیقی وجود کے درخت کی مشابہت اس مین نمایان ہو۔ جس کا عظیم الشان تنہ وحدت ذاتی ڈالیان صفات۔ اور پتے تجلیات ہین۔ ایدہر آؤ ایدہر **مصرع**

بوستان از دوستان سازیم دستی ہا کنیم

بادشاہ یوسف ملتانی

پیدایش تو کرویز علاقہ کابل مین ہوئی تھی۔ مگر آپنے ہجری سنہ پانسو پچاس مین بہ ترک سکونت ملتان مین آکر قیام فرمایا۔ آپ کے زمانہ زندگی کے واقعات عجیب وغریب اور بےشمار ہین۔ جو تمام و کمال بیان مین نہین آسکتے ہین۔ رحلت فرمائی کے بعد بھی بہتسی کرامتین آپ کی ظاہر ہوئی ہین۔ سب سے زیادہ عجیب یہ بات ہے۔ کہ جب کوئی شخص بارادہ بیعت آپ کی قبر کے پاس جاتا تھا۔ تو آپ مزار کے اندر سے ہاتھہ باہر نکال دیتے

تھے - اور مرید کے ہاتھ پر رکہکر یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْہِمْ کے آثار کا ثبوت دیتے تھے - شیخ صدر الدین ابن شیخ بہاؤ الدین زکریا قدس سرہما کے مبارک زمانہ تک یہ سلسلہ جاری رہا - چونکہ صدر الملۃ کی کوشش اس بارہ مین زیادہ رہتی تھی - کہ آنجہانی معاملات مخفی رہین - لہذا آپ کی یہ روش صدر الملۃ کی طبیعت کے خلاف واقع ہوتی تھی - ایک روز صدر الملۃ شاہ یوسف کی قبر پر پہونچے اور فرمایا - یوسف - ہاتھ اندر کھینچ لو - اور دراز دستی چھوڑ دو - اس کے جواب مین قبر کے اندر سے آواز آئی - صدر - آج درویش کا ہاتھ تمنے کوتاہ کیا تو تمہارا نام درویش نے بھی لوح زمانہ سے مٹا دیا - یہی وجہ ہے کہ شیخ بہاء الدین کے بعد شیخ رکن الدین کا نام لوگون کی زبانون پر روان ہے - اور صدر الاسلام کا نام درمیان مین نہین آتا باوجودیکہ صدر الاسلام - رکن الاولیا کے پدر بزرگوار ہین - قدس سرہم - شاہ یوسف کے پیر شاہ قسور[۱] جنیدی علوی کردیزی ہین - یہ اویسی تھے -

اُویس صوفیون کی اصطلاح مین اوس شخص کو کہتے ہین - جس کو پیر ہدایت کے واسطہ کے بدون خاص مبدا الیہ سے فیض ولایت پہونچے اور بس بعض کی راے یہ ہے - کہ جو شخص قول مین فعل مین اور اعتقاد مین سنت رسول کا اتباع کرے - اور اوسی پر چلے - اور اس طرح پر جناب خاتم النبوۃ والشریعۃ علیہ السلام کے باطن اقدس سے فیض پاوے وہ اویسی ہوتا ہے - بعض یہ کہتے ہین - کہ حضرت خضر علیہ السلام سے جس کو فیض پہونچے - وہ اویسی ہے - بعض کا خیال یہ ہے - کہ جو صاحب ولایت جامع محمدیہ کے سجادہ نشین ہین - عَلٰی صَاحِبِہَا اَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ اون کے باطن سے جس شخص کو فیض حاصل ہو بغیر اسکے - کہ وہ ظاہر مین ملازمت کرے - وہ اُویسی ہوتا ہے اور بعض کا عقیدہ یہ ہے - کہ جس شخص کو اولیاے اُمت مین سے کسی کے بھی باطن سے بدون توسط رسمی بیعت کے فروغ ہدایت حاصل ہو - اُس کو اویسی کہتے ہین -

یہ مرتبہ اکثر اصحاب کو گزشتہ زمانہ مین حاصل تہا - اور اب بھی حاصل ہے (۱) باباحاجی روزبہ یہ زمانہ سلف کے اولیاے دہلی مین سے ہین مشہور یہ ہے - کہ بزمانہ راجہ پتھورا قلعہ کی خندق مین گوشہ گزین تھے - آپ کی بدولت ہزارون آدمی مشرف بہ اسلام ہوئے (۲) پیر علی ہجویری غزنوی جن کی خوابگاہ لاہور مین ہے (۳) شیخ جلال الدین پورانی جن کا حال مولانا جامی قدس سرہ نے بھی کتاب نفحات الانس مین لکہا ہے - (۴) شیخ حسین زنجانی - (۵) سید ابراہیم اویسی (۶) شیخ موسیٰ آہنگر لاہوری - (۷) شیخ محمد نومسلم بنگشی افغانون کے پیر (۸) شیخ احمد متوکل جینی - اور نیز ان کے سوا اور بزرگ بھی اویسی ہو چکے

---

[۱] اللہ جل شانہٗ کا ہاتھ اون کے ہاتھون کے اوپر ہے ۱۲ [۲] قسور بمعنی شیر ۱۲

ہین - قدس اسرارہم چنانچہ ہرایک کی یاد مین یہ ذکر کیا گیا ہے **مصرع** مست شو واسطی اویسی کیست

یاد شیخ ابوالحسن علی

آپ ابوعلی عثمان ہجویری جلاّبی غزنوی کے فرزند ہین - خوابگاہ لاہور مین ہے - عارف - عالم - موحد - محقق - اہل تصنیفات اور صاحب اشعار تھے - کشف المحجوب مین لکھا ہے - مینے ایک دیوان ترتیب دیا تھا - جس کی غزلون کے مقطع مین تخلص نہین کہا تھا - ایک چوری پیشہ شخص نے کیا گیا - اُن غزلیات مین اول سے آخر تک اپنا تخلص داخل کردیا - لہذا مین اس خوف سے رسالہ ہذا کے اندر ہرایک مقام پر بتقریب نکال کر اپنا نام وضاحت اور صراحت کے ساتھ لکھتا ہون بعض کا خیال ایسا ہے کہ شیخ آغاز سلوک مین اویسیہ تھے - لیکن شیخ نے خود لکھا ہے - کہ طریقت مین میرے پیر شیخ ابوالفضل محمّد ابن حسن جیلانی ہین - جو ابوالحسین حضرمی کے بزرگ خلیفہ ہین - اور ابوالحسین - ابوبکر شبلی کے شاگرد ہین قدسنا اللہ باسرارہم -

تواریخ مشائخ کے سابقہ مصنفین کا خیال ہے - کشف المحجوب کے مصنّف وہ بزرگ ہین - جن کا مبارک مزار لاہور مین ہے - اور بعض کہتے ہین - کہ مصنّف کشف کی خوابگاہ غزنین مین ہے لیکن اولین بیان - دوسرے بیان کی بہ نسبت قریب بہ صحّت زیادہ ہے **مصرع** گر بگویم ورنگویم نام او نامی بود

یاد شیخ فخرالدین حسین زنجانی خوابگاہ لاہور

آپ کے موحدانہ اقوال مین سے ہے - اَلْفَقِیْرُ عِنْدِیْ مَنْ لَّا قَلْبَ لَهٗ وَلَا رَبَّ لَهٗ[1] توحید ذاتی کی تجلیات کے جہان اور کشف ہین - اُنہین مین سے ایک یہ کشف بھی ہے - اور نہایت بلند مرتبہ کشف ہے اِس کے عالی مقام کو ہرایک سالک نہین پہونچ سکتا - شیخ جمالی دہلوی نے سیرالعارفین مین لکھا ہے - کہ شیخ سعدالدین حموی اگرچہ شیخ نجم الدین کبریٰ کے مرید ہین - قدس سرہم لیکن سلوک اور توحید کے مدارج - پیر زنجانی کی ہدایت سے طے کرکے کمال حاصل کیا تھا - اور جب خواجہ معین الاولیا چشتی اجمیری ہند کو تشریف لائے تھے تو اُسوقت چند روز لاہور مین پیر زنجانی کی

[1] میرے نزدیک فقیر وہ ہے - جس کا قلب نہو - اور نہ اوس کا کوئی رب ہو ۱۲

مصاحبت مین بھی قیام فرمایا تھا - باہم رازداری اور خدا شناسی کی باتین ہوا کرتی تھین - قدسنا اللہ باسرارھما - مصرع فقر او ہم نکہتِ الفقر فخری میدہد

یادِ بابا حاجی رتن ابن نصر ھندی

آپ کی کنیت ابو الرضا ہے - بعض کہتے ہین - کہ آپ اولیاے اُمت مین سے ہین - اور بعض کہتے ہین - اصحاب مین سے ہین - ایک بزرگ شیخ رضی الدین علی ابن سعید لالا ابن عبدالجلیل غزنوی تھے - جو حکیم سنائی کے چچا زاد بھائی تھے - اور حکیم سنائی شیخ نجم الدین کبریٰ کے مرید - اور ایک سو چوبیس مردانِ خدا کے خلیفہ تھے - یہ بزرگ لکھتے ہین - کہ مین ہجری سنہ چھ سو بیس مین ہندوستان کے اندر آیا اور بابا سے ملا تھا - اُس وقت بابا نے حضرت خاتم الانبیا علیہ السلام کا خاص شانہ مبارک جو میرے نامزد تھا مجھکو عطا فرمایا تھا اور نیز سرور انبیا علیہ السلام کے جلسہ کی چند باتین فرمائی تھین -

شیخ علاء الدین سمنانی نے ایک کتاب لکھی ہے فصل الخطاب جس مین اُنھون نے احادیث رتنیہ کی تصدیق کی ہے - اور نیز اُس مین خواجہ محمد پارسا بخاری نقشبندی کی بھی روایت لکھی ہے اس کتاب مین لکھا ہے - کہ مین شیخ علی لالا کی خدمت مین پہونچا - اور بابا کے ہاتھ سے شانہ ملنے کا معاملہ مینے سنا - اور وہی شانہ آج مجھکو پہونچا ہے - لیکن محدثین کی جماعت ان پر طعن کرتی ہے -

کہتے ہین - سبکتگین کا بیٹا سلطان محمود - حدیث نبوی ایسے شخص سے سننا چاہتا تھا جس نے بلا واسطہ خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث سنی ہو - اس اثنا مین خبر ملی - کہ ہند مین ایک بڑے معمر شخص موجود ہین - جو اپنے تئین صحابہ مین شمار کرتے ہین - سلطان نے کمال عزت اور التجا کے ساتھ آپ کو غزنین مین آنے کی تکلیف دینی چاہی - مگر آپنے آنا قبول نہین کیا - جب تک بہت سا مال و متاع آپ کے پاس نہین پہونچا - جب آپ کہ بہیر فرتوت تھے دار الخلافہ مین پہونچے - تو سلطان نے استقبال کیا - اور طلائی و نقرئی پھول آپ کے گھوارہ پر نثار کیے آپنے اپنے ہاتھ سے اُن منتشر سنگ ریزون کو فراہم کیا یہ حال دیکھکر سلطان اور نیز تمام امرا سخت متعجب ہوئے اور دریافت کیا - کہ اولاً اس قدر علما اور مشائخ آپ کی طلب مین گئے - مگر آپنے قبول نہ کیا - جب تک ہمنے مال نہین بھیجا - اور یہان بھی آپ کی طرف سے جواہرات فراہم کرنا دیکھا گیا - یہ اصحاب فنا کا کام نہین ہے - آپنے جواب مین یہ دو حدیثین روایت

گین - ایک یہ الِانسَانُ عَبِیدُ الاِحسَانِ دوسری یہ یَشِیبُ ابنُ اٰدمَ وَیَشِبُّ فِیہِ خَصلَتَانِ الحِرصُ وَطُولُ الاَمَلِ یہ دو حدیثین سنا کر آپنے سلطان اور تمام اکابر کی دیرینہ آرزو پوری کی - راقم کے خیال مین یہ بات آتی ہے - کہ جب سوال اس قسم کا تھا - کہ ہیچو فعل کا ارتکاب منصب درویشی کے مناسب نہین ہے - تو مجیب نے مقام جواب مین یہ دو حدیثین بیان کرنے سے تین کام کئے اول آرزوے سلطان پوری کی جو صحابہ کی زبانی حدیث کا سننا تھی - دوسرے از راہ کسر نفسی اپنے تئین عوام مین سے شمار کرکے - دونون حدیثون کو بظاہر سوال مذکور کا جواب بنایا - تیسرے اشارہ سے بتادیا کہ ہاتھ آلودہ کرنا حرص اور احتیاج سے نہین ہے - بلکہ روایت حدیثین کی تقریب سے ہے -

شیخ ابن حجر عسقلانی نے کتاب الاِصَابَۃُ فِی تَعرِیفِ الصَّحَابَۃِ مین بابا کا ذکر لکھا ہے اور آپ کے حالات کے متعلق بہت سی باتین تحریر کی ہین - لیکن اس مین شک نہین - کہ وہ بہرتی کے شائبہ سے خالی نہین ہین - مختصر یہ ہے - کہ بابا کے نفس قدسی نے زمانہ جاہلیت مین عنصری لباس پہنا تھا - ایک قصبہ متعلقہ دہلی یا لاہور مین - اور آغاز ہوش مین آپنے ایک قافلہ کے ساتھ عربستان کا سفر کیا - عربستان کی سیر کے بعد معاودت کی جب ہند مین واپس آئے تو خبر ملی - کہ پیغمبر آخر الزمان علیہ السلام کی بعثت ہوئی ہے - چنانچہ پھر دریا کے راستہ سے مکہ معظمہ کو کوچ کیا - اور سعادت صحبت سے سرفرازی حاصل کی - چند روز خدمت مین قیام کرکے پھر جانب ہند معاودت فرمائی - اور اپنے مکار نفس کے ساتھ بہت سی لڑائیاں لڑکر بالآخر فتح پائی - اور تمام جہان کو مشرق سے لیکر مغرب تک ناپ ڈالا - عجیب عجیب خوفناک مقامات مین چلہ کشیان کین - اور جھونپڑیان بنائین - چھٹی صدی مین جو ارباب سعادت تھے - وہ بابا کی بدولت تابعین - رِضوَانُ اللہِ عَلَیھِم اَجمَعِینَ کے شرف سے مشرف ہوئے اور بابا نے ساتوین صدی مین رحلت فرمائی - ہوشیار سیاح کہتے ہین - کہ سراندیب مین صفی اللہ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیہِ السَّلَام کے قدم گاہ کے نزدیک آپ کی قبر ہے -

یاد خواجہ معین الدین حسن حسینی سنجری قدس سرہ

ہجری سنہ پانسو سینتیس مین آپ کی علمی صورت نے عنصری خلعت پہنکر قصبہ سنجر مین جو علاقہ سجستان مین ہے پردہ غیب سے عالم شہود مین ورود فرمایا - لیکن پرورش آپ کی صوبہ خراسان مین ہوئی - آپ کے پدر بزرگوار غیاث الدین حسن نے آپ کو گیارہ سال کی عمر مین یتیم چھوڑا - اسی اثنا مین ایک روز مجذوب الٰہی ابراہیم نام آپ کے باغ مین گذرا تھا

۵۱ انسان - احسان کا غلام ہوتا ہے ۱۲ ۵۲ آدم زاد بڈھا ہوجاتا ہے - مگر اس کے اندر دو عادتین جوان ہوجاتی ہین - ایک حرص دوسرے طول امل ۱۲

آپ نے انگور کا ایک خوشہ نہایت ادب اور انکسار کے ساتھہ مجذوب کے آگے پیش کیا - مجذوب کے ہاتھہ مین ایک ٹکڑا کہنا تلی کی کہل کا - وہ اپنے دانتون سے چاپ کر آپکے منہ مین ڈالا - جب وہ پیٹ مین پہونچا - تو اندرون جسم ایسا روشن ہوگیا - کہ جس سے تمام علائق یک لخت نیست و نابود ہو گئے - لہذا کل تعلقات سے دل ہٹا کر حقیقی رہنما کی جستجو مین چلے - اور تقدیر کی رہنمائی سے اولاً ہرون مین پہونچی - جو نیشاپور کے اعمال مین سے ہے - یہان پر قدوۃ الاولیا خواجہ عثمان ہرونی کی ملازمت حاصل کی - اور مدارج بیعت ادا کر کے ڈہائی سال برابر پہلو نشین دشمن یعنی نفس کی اصلاح مین کمر بستہ رہے - اور بالآخر کامیاب ہوئے جب یہان سے خرقہ خلافت عطا ہوا - اور سند مل گئی - تو دیگر خدا شناسان ملک کی ملاقات کے ارادہ پر جہان گردی شروع کی مشائخ قدس سرہم کی ملازمت سے بہت کچھہ فیض پایا اولاً کوہ جودی کے دامن مین جو بغداد سے سات منزل دور ہے اسوۃ العرفا شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی کے حضور مین پہونچے - اور جو کچھہ ازلی حصہ نصیب مین لکہا تہا - وہ حاصل کیا - اسی طرح پر سنجار مین نجم الاولیا شیخ نجم الدین کبری کو - بغداد مین شیخ ضیاءالدین ابوالنجیب سہروردی - شیخ اوحدالدین کرمانی - اور شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی کو - ہمدان مین شیخ یوسف ہمدانی کو - تبریز مین شیخ ابوسعید - اور شیخ جلال الدین تبریزی کو - استرآباد مین شیخ ناصرالدین کو - غزنین مین شمس العارفین عبدالواحد پیر شیخ نظام الدین ابوالمو ید کو اور لاہور مین شیخ حسین زنجانی مرشد شیخ سعدالدین حمویہ کو دیکھا - اِن باخبر مقبولان بارگاہ ایزدی مین سے ہر ایک کی خدمت مین تہوڑے تہوڑے روز حاضر رہ کر ملازمت کی - رازداری کی باتین ہوتی رہین - اور بہت کچھہ معرفت الہی کا سرمایہ بہم پہونچایا - گویا خدائی معرفتون کا آپ خزانہ ہو گئے تہے -

آپ کے حالات کا مختصراً بیان اس طرح پر ہے - کہ لوگون سے بہت کم ملتے تہے - پہاڑ اور صحرا کے دامن مین بود و باش رکہتے تہے - ہمیشہ تیر و کمان پاس رکہتے تہے - اپنی خورش شکار سے بہم پہونچاتے تہے - پرانی چندیان پیوند لگا لگا کر پہنتے تہے - کم کہانے کی عادت تہی - صبح کے وضو سے عشا کی نماز پڑہا کرتے تہے - اور دن مین دو دو دفعہ قرآن ختم کیا کرتے تہے -

ایک دفعہ کا ذکر ہے - آپ سبزوار مین ایک ستم پیشہ شخص کے باغ مین اوترے ہوئے تہے باغبان نے حاضر ہو کر مالک باغ کی ناقابلیت سے کچھہ گزارش کیا - آپنے اوسپر کچھہ خیال نہ فرمایا - اور باغ سے باہر نہین گیے - اسی اثنا مین مالک باغ اپنے تونگرانہ ساز و سامان کے ساتھہ آگیا جب خواجہ معین الاولیا کے نزدیک پہونچا - تو اوس کے جسم پر ہر بُنِ مو مین لرزہ پیدا ہوا - اور چہرہ کا رنگ زرد پڑ گیا - ناچار تونگری شوکت کا ساز و سامان بہ کر کے خادمانہ ہاتھہ باندہ کر

کھڑا ہوا - خواجہ نے ایک بے پروایانہ نگاہ سے اُس کو دیکھا - اُس کے ہوش جاتے رہے - جب باغبان نے حسب ارشاد خواجہ - بیہوش کے منہ پر پانی چھڑکا - تب بیہوشی دور ہوکر ہوش مین آیا - اور نیازمندانہ زمین پر سامنے گر پڑا - ارشاد ہوا - نالائق حرکات سے باز آو - چنانچہ باز آیا - اور بیعت ہوا - اوس کے سب ہمراہیون نے بھی فرمان برداری قبول کی -

کہتے ہین - کہ جس سال معزالدین سام نے دہلی فتح کر کے قطب الدین ایبک کے سپرد کی - اور ہنگام واپسی غزنین کے راستہ مین دنیا سے رخصت ہوا اوسی سال خواجہ کے قدوم مبارک سے خاک دہلی نے شرف حاصل کیا ہے - چونکہ یہان پر لوگون کی آمد و رفت زیادہ ہوئی - اور یہ ہجوم آپ کو پسند نہین آیا - لہذا آپنے اجمیر کی طرف عزم فرمایا - حاکم وقت نے سید حسین مشہدی کو اجمیر کا فوجدار مقرر کر کے خواجہ کے ہمرکاب روانہ کیا - فوجدار کمال دل آوری اور شجاعت کام مین لایا جس کے سبب سے بعض اہل زمین مسلمان - اور بعض مطیع اسلام ہوئے - بالآخر فوجدار نے شربت شہادت پیا - اور وہین ایک پہاڑ پر ہمیشہ کے واسطے جا سویا -

کہتے ہین - خواجہ دو دفعہ سلطان شمس الدین التمش کے زمانہ مین خواجہ قطب الدین **قدس سرہ** کے دیدار کے لیے دہلی مین تشریف لائے تھے - اور جس مکان مین اب شیخ رشید مکی کی خوابگاہ ہے - اُس مین اوترا کرتے تھے پہلی بار جو دہلی سے اجمیر کو گئے تھے - تو سید حسین مشہدی فوجدار کے عم بزرگوار سید وجیہ الدین حسینی کی لڑکی کے ساتھ نکاح کر کے ہمراہ لے گئے تھے - ستائیس سال اوس پردہ نشین باعصمت بی بی کے ساتھ بہ خوشی و خورمی زندگی گزاری - اور پسری اولاد بھی ہوئی - ستانوین (۹۷) سال کی عمر آپنے پائی - بعدہ چھٹی رجب ہجری سنہ چھ سو تینتیس (۶۳۳) روز شنبہ کو عالم آخرت کی جانب کوچ فرمایا - اور اجمیر مین خوابگاہ تیار ہوئی - آج اوس کی **عمارت نہایت عالیشان** ہے - اور ہر سال لوگ گروہ کے گروہ ہر ایک ملک سے عرس کے موقع پر آ کر جمع ہوتے ہین - اور جس قدر مشائخ چشت ہند مین مدفون ہین - سب اپنی خلافت کے سلسلہ کو حضرت خواجہ تک منتہی کرتے تھے **قدس اسرارہم** سوا ایک سلسلہ شیخ عزیز اللہ منڈو (مانڈو) والے کے - کہ وہ شیخ رکن الدین نہروالہ سے ملتا ہے - اور شیخ رکن الدین اپنے تیئن چھ (۶) واسطے سے خواجہ مودود چشتی تک پہونچاتے ہین - انشاء اللہ العزیز یہ حال اُن کی یاد مین لکھا جاوے گا -

انجمن

یہ انجمن اون خدا بین ذی بصیرت اصحاب کے با فروغ حالات کے بیان مین ہے جنہون نے اپنی نسبت کے

ہاتھ سے معین الاولیا **قدس سرہ** کی بیعت کا دامن پکڑا - اور آپ کی رہنمائی سے خدا طلبی کے راستے مین قدم
رکھا ہے - بعض نے خرقہ خلافت حاصل کر کے زندہ دلی حاصل کی - اور اُن کے سلسلہ پر ارباب دانش گروہ
کے گروہ چل ملے - اور بعض نے اس طریقہ پر چلنے کی آرزو ہی نہین کی - اور ہمیشہ اپنے حجرہ وحدت مین تنہا نشین رہے
قصہ کوتاہ جن معانی کا چہرہ واضح کے رنگ آمیز قلم نے الفاظ کے صفحہ پر کھولا ہی نہین ہے - اُن معانی کا راستہ اندیشہ
اور خیال - سوائے تمثیل کے پاؤن کے کیسے چل سکتے ہین - اس لیئے اس ذی معرفت گروہ کے پر حقیقت
حالات کی تعریفات صراحت کے ساتھ نہین لکھ سکا - اور چونکہ تشبیہ سے دل ناخوش اور رسیدہ تھا مگر تشبیہات
سے بھی کام نہ لیا - ناچار ہر ایک کے نسب وحسب - وطن و مرقد - اور بیعت و سلسلہ کے متعلق چند باتین ایسے قلم سے
لکھی ہین - جو بالکل سادہ اور صنایع و بدایع کے زیور اور آرایش سے برہنہ ہے - تاکہ سننے والے کو آگاہی ہو -

باوجودیکہ تمثیل اصل کی چہرہ پر ایک نقاب ہوتا ہے - تاہم تمثیل اپنی چمک دمک دکھانے سے - روحانی
چہرہ کو آئینہ کی طرح جسمانی عکس کی شکل کر دیتی ہے - تمثیل دور بیٹھے ہوئے - گوشہ نشینون کو ویسے ہی جلوہ کا سامان
بہم پہونچاتی ہے - جیسا کہ نزدیک والون کو نظر آتا ہے - تمثیل معنی کی پردہ نشین عروس کی صورت کشادہ رو شاہدون
کے طور پر دکھلاتی ہے - اور نیز جن منور چہرون پر مثل آفتاب کے نگاہ دشواری سے پڑ سکتی ہے تمثیل اُن
چہرون کو آسانی کے ساتھ نظر آنے والے ماہ وشون کے سلسلہ مین عیان کرتی ہے - لیکن اگرچہ
نکتہ آفرین طبیعت ان ساکنان شہر کشف کو تشبیہ و تمثیل کی امداد سے محسوسات کی آبادی مین پہونچاتی ہے
اور نیز اُن کو کشفی مکان سے نکال کر خیالی سند پر اس طرح لا بٹھاتی ہے - کہ جو کچھ سنا جاوے - اقرب بہ فہم ہو -
باایہمہ اگر ناظرین غور سے دیکھین گے - تو عالم غیب کے مستورون کا حال ٹھیک طور پر اس طرح معلوم نہ کر سکین گے
کہ جس طرح اُن لوگون کا حال معلوم کر سکتے ہین - جو حواس اور عقول کے میخانہ مین مست پڑے ہین - یہ ایسا ہے کہ
جیسے قیاس غائب کا شاہد پر ہوتا ہے - کیونکہ ہر عالم کے ادراک کے واسطے جداگانہ رسم معین کیگئی ہے - ایک عالم
کی اشیا کا - دوسرے عالم کی رسمون کے ذریعہ سے ادراک - صرف اُنہین اشیا تک پہونچ سکتا ہے - جو دونون عالم
مین مشترک ہین - اس سے آگے خصوصیات تک نہین پہونچتا **مابہ الاختلاف** جو عالم کثرت کی آفرینش کا
سبب ہے - معرفت کے سامنے ظاہر نہین ہوسکتا - ہر موجود اور ہر مظہر جس کو اسمائی کمالات اور تفصیلی حسن حاصل
ہے اُس کی ماہیت کی شناخت ہاتھ نہین آتی - کائنات کے ذرے ایک دوسرے سے ممتاز اور جدا نہین ہوسکتے -
اور راستہ چلنے والا - اس طرح کی رفتار سے منزل تحقیق کو نہین پہونچ سکتا - پس ایسے مقام پر چپ رہنا - سخن کا

مغز پوست سے جدا نہ کرنا - اور راست گوئی سے کام نہ لینا - دورنگی کی علامت ہے -

سنوجی - وہ شخص دانا ہے - جو ہستی کی تعریف کو جس کو ارباب ظاہر نے یونانی حکمت وفلسفہ کی کتابون مین مکڑی کے تنے ہوئے تانے بانے کی طرح تنا ہے چند پست آوازگس طینتون کا جال سمجھے - مکھی کی طرح اپنی ہمت کا پنجہ اوس مین نہ پہنسا وے - مانند طفل رنگین باتون کے فریب مین نہ آوے - اپنے تئین اِس تھوڑی سی طمع شناسی پر حقیقت اشیا کا جاننے والا تصور نہ کرے - وہم مین ڈالنے والے کاغذی نقوش کو نگینہ کی طرح صفحہ دل پر جگہہ نہ دیوے - جن نقوش نے جگہہ پکڑلی ہے - اون کو مٹ جانے والا سمجھکر فراموشی کی امداو سے صفحہ دل کو سادہ بنانے مین کوشش کرے

شمہ دیوانگی می باید ونادانیم	المولفہ	تیرگی بخشید دل را حکمت یونانیم

اس بلند مرتبہ گروہ کی پیروی سے عرفان کا راستہ اختیار کرکے صفائی قلب وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا کی جیسی ریاضت سے حاصل کرے - کشف کی آنکھون سے اصحاب خلوت اور ارباب جلوہ دونون کا تماشا کرے - ناشناسائی اور وہم پرستی کے کوچہ سے نکل جاوے - اور باطنی ادراک کی روشنی مین حقیقت کے باغون کی سیر فرماکر جامعیت کے تخت پر بحیثیت خلیفہ متمکن ہو - تاکہ اُس کے قوی ادراک کے سامنے دوسرے ضعیف ادراک والون کی لچر اور پوچ اصطلاحین - عمدہ حیثیت سے فروخت نہ ہونے پا دین - اور سب کی استعداد کا ذاتی جوہر - جس قدر وقیمت کا ہو - اُسی اصلی قدر وقیمت پر خریدا جاوے - اُس وقت مضمون لَوْ کُشِفَ الْغِطَاءُ مَا ازْدَدْتُ یَقِیْنًا کا نقد اُس کو حاصل ہوگا - اور اُس کا یقین ایسے بلند درجہ پر پہونچ جاوے گا - جہان نہ افزونی کو گنجایش ہوگی - اور نہ کم وکاست کو - اب مین اُن چند اصحاب کا حال لکہتا ہون - جو اس خوبی اور حسن شمائل کے ساتہ موصوف ہین -

یادار جمند فرزندان معین الاولیا قدس اللہ اسرارہم

بعض کہتے ہین کہ آپ کے کوئی فرزند نہ تہا - آپ حصور تہے - اور بعض کہتے ہین کہ آپ کی دو بیویان تہین - ایک سید وجیہ الدین مشہدی کی دختر - دوسری ایک راجہ کی بیٹی جو خواجہ کے مرید ملک خطاب کی قید مین آگئی تہی - اُس کو مرید مذکور نے پیر کی خدمت مین بہیج دیا تہا - علیٰ ہذالقیاس سلطان التارکین ناگوری کا بیان

۵۱ - اور جن لوگون نے ہمارے دین (کے کام) مین کوششین کین - ہم بہی اُن کو ضرور اپنے رستے دکہائین گے ۱۲

۵۲ - اگر پردہ کہل جاوے - تو مین یقین کے اعتبار سے کچہہ زیادہ نہ ہوجاؤنگا ۱۲ -

بہی خواجہ کے عیال دار ہونے پر دلالت کرتا ہے - جس کو اُن کے فرزند شیخ فرید نے کتاب سرور الصدور مین
لکہا ہے - وہ یہ ہے - ایک روز خواجہ معین اولالیا نے عیال دار اور صاحب اولاد ہونے کے بعد مجہہ سے کہا حمید
بیشتر جوانی اور تجرد کے زمانے مین جو بات دل مین آتی تہی بطلب یا بلا طلب ظہور پذیر ہوجاتی تہی - اور اب
اس زمانہ مین - کہ پیری اور عیال داری دونون ہوگئی ہین - دل مین آئی ہوئی کوئی بات بہی علم سے عین مین نہین
آتی ہے - مینے جواب مین عرض کیا - حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے پہلے حضرت مریم علیہا السلام کا
حال یہ ۵۱ تہا كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۵۳ اور ولادت کے بعد یہ درجہ
ہوگیا هُزِّي إِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ ۵۲ آپ یہ جواب سنکر بہت خوش ہوئے -

خلاصہ کلام یہ - کہ جو بعض اصحاب خواجہ معین الاولیا کو حصور سمجہتے ہین - یہ ان صدر الذکر بیانات کے بموجب
محض خیال ہی خیال ہے - بی بی حافظ جمال خاص خواجہ کی دختر ہین - عام شہرت واقعی امر نہین ہے - شیخ
رضی کے نکاح مین تہین - جن کی قبر مندلا کے حوض کے کنارہ پر ہے - جو مضافات ناگور مین سے ہے - اور بی بی
دُر کی قبر حضرت خواجہ کی پائین ہے - سید محمد گیسو دراز دوسرے فرزندون کو بی بی عصمت سے سمجہتے ہین - اور
خواجہ شمس الدین طاہر کو امۃ اللہ کنیز سے کہتے ہین **مصرع** بجز خدا سے نداند کسے حقیقتِ حال
چند اصحاب کا خیال یہ ہے - کہ آپ کے اولاد تو ہوئی - مگر خرد سالی سے کوئی بچہ آگے نہین بڑہا - سب خرد سالی
مین ہی عالم قدس کو کوچ فرما گئے - بعض نے یہ بہی لکہا ہے - کہ آپ کے فرزندون مین سے چند کس عمرین پاکر درجہ
رہنمائی پر پہونچے تہے - اور یہ بیان بہت ہی درست ہے - کہ آپ کے تین فرزند رشید تہے - جو مرشد بہی تہے -
سب سے بڑے خواجہ فخر الدین محمد اجمیری ہین - دونون علم کے کمالات سے آراستہ تہے اور صاحب
تصرف بہی تہے - پدر بزرگوار کے بعد شیخی اور ہدایت کی مسند کو انہین کے وجود سے آرایش ہوئی تہی -
جب خواجہ فخر الدین تاریخ پانچوین شعبان ہجری سنہ چہ سو اکسٹہہ کو دنیا سے رخصت ہوگئے - تو آپ کے
منجہلے بہائی خواجہ ضیاء الدین ابو الخیر جانشین ہوئے - بعض کے نزدیک آپ کی کنیت ابو سعید ہے
بڑے صاحب کمال اور صاحبِ حال تہے - یہ بہی ہجری سنہ چہ سو پچانوین مین عالم صورت سے رحلت فرما گئے -

۵۱ جب جب زکریا مریم (کے دیکہنے کو اُن) پاس (اُن کے رہنے کے) حجرے مین جاتے تو مریم کے پاس میوہ جات کی قسم مین سے (کچہہ نہ کچہہ)
کہانے کی چیز موجود پاتے ۱۲ ۵۲ کہجور کی جڑ کو (پکڑکر) اپنی طرف کو ہلاؤ ۱۲

۵۳ تنلیب اس طرح بہی کہا جاسکتا ہے - شاید حضرت خواجہ کو تجرد کے زمانہ مین قرب فرائض کا رتبہ حاصل تہا -

تیسرے بھائی شیخ حسام الدین صدر الذکر دونون بھائیون سے چھوٹے تھے - یہ لوگون کی نظر سے غائب ہوکر ابدال اور رجال الغیب کے گروہ مین جا ملے تھے - اسواسطے سجادہ نشینی پوتون اور نواسون کی طرف منتقل ہوئی سلسلہ اور خانوادہ کا اجرا خود مشرب چشت کے مالک خواجہ معین الاولیا نے خواجہ قطب الاولیا کے سپرد فرمادیا تھا -

شیخ رفیع الدین بایزید اور شیخ نور الدین محمد اجمیری خواجہ معین الاولیا کے پوتون مین سے تھے - یہ دونون بزرگوار تصوف اور سلوک کے طریقہ مین ظاہر و باطن سے آراستہ تھے - بہت برسون تک آبائے کرام کے سجادہ پر طالبان خدا کی رہنمائی کرتے رہے -

شیخ حسام الدین سوختہ - خواجہ فخر الدین اجمیری کے فرزند ہین - آپ کا سینہ سوز محبت سے داغدار تھا اور آنکھین درد طلب سے اشکبار رہتی تہین - سلطان نظام الاولیا کی صحبت مین جا پہونچے تھے - ان کی قبر قصبہ سانبھر مین جانب مشرق اجمیر کے راستہ پر ہے - ان کے پدر بزرگوار نے گم شدہ بھائی کی یاد مین اُن کے نام پر ان کا نام رکھا تھا - ان کے دو فرزند تھے -

ایک خواجہ معین الدین خرد آپ شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کے مرید اور خلیفہ ہین بیعت ہونے سے پہلے ہی - نفس نافرجام کو لڑائی مین زیر کر لیا تھا - اور خواجہ معین الاولیا کے باطن سے آپ کو فیض حاصل تھا

دوسرے شیخ قیام الدین بابر بال[۵۱] آپ خوب صورت - دلاور - دلیر - اور بزرگ طینت تھے

ان دونون صدر الذکر فرزندان شیخ حسام الدین کے بھی فرزندان نامور ہین -

---

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۲ - جس کا مطلب یہ ہے - وحدت اور وجوب کی جانب کا کثرت اور امکان کی جانب پر غالب ہونا - اس صورت مین حق عیان ہوتا ہے - اور خلق مختفی جس شخص کو یہ قرب حاصل ہوتا ہے - وہ تمام افعال بلکہ احوال کو حق کی طرف منسوب کرتا ہے - اور اپنے تئین بمنزلہ آلہ کے سمجھتا ہے - اور حضرت خواجہ عیال واری کے زمانہ مین قرب نوافل سے متصف ہو گئے تھے جس کا مطلب یہ ہے - جانب کثرت کا ظاہر ہونا - اور جانب وحدت کا مختفی ہونا - اس صورت مین خلق فاعل نظر آتی ہے - اور حق اوس کا آلہ - بی یبصر و بی یسمع کی حدیث مین اشارہ اسی مرتبہ کی طرف ہے یہ بات میرے ذہن مین آئی ہے ۱۲ راجی محمد غوثی -

۵۱ بال بمعنی عظمت و شان ۱۲ -

شیخ قطب الدین - آپ خواجہ معین الدین خُرد کے بیٹے ہین - اجمیر سے آغاز ہوش ہین ہی منڈو (مانڈو)[لہ] کو چلے آئے - سلطان محمود خلجی نے زمانہ شباب مین ہی - آپ کو خطاب چشت خانی دیکر بارہ ہزار سوار کا افیسر کردیا تھا - جب ایک مدت کے بعد سلطانی قوت کے اثر سے اجمیر مین اسلام تازہ ہوا - تو سلطان نے اجمیر چشت خان کو دینا چاہا چشت خان کو دلچسپی منڈو (مانڈو) سے ہوگئی تھی اسواسطے قبول نکیا

شیخ قیام الدین کے بیٹے شیخ بایزید بزرگ ہین - آپ صاحب علم تھے - خواجہ معین الاولیا کے روضہ مین برسون درس دیا - شیخ احمد مجد - اور نیز دوسرے بزرگ آپ کے شاگرد ہین - جب حکومت دہلی مین ہل چل پیدا ہوئی - تو پیکر پرستون کا غلبہ ہوا - اُس وقت شیخ بایزید بغداد کی طرف کوچ کر گئے - اور اُسی سرزمین مین ایک عمر گزاری جب خبر ملی - کہ اجمیر مین اسلام کو رونق ہوئی - تو پھر آپ اُن اطراف سے منڈو (مانڈو) مین آئے - سلطان نے اپنے حُسن عقیدت مین - شیخ بایزید کو چشت خان کا شریک کرلیا - چشت خان کو یہ شرکت ناگوار گزری - کسی اہم کام کے بہانہ سے شیخ بایزید کو دور پھینک دینا چاہا اور حضور سلطان مین عرض کیا - کہ میرے بھائی شیخ بایزید بزرگ پیشتر مدرس اجمیر تھے - وہان کے اسلام مین سُستی آگئی تھی - اس وجہ سے اُنہون نے جہان گردی کو مناسب سمجھا تھا - اب چونکہ اِس شاہی عہد مین بمقام اجمیر بنیاد اسلام ازسر نو قایم ہوگئی ہے - لہذا ایسا سمجھہ مین آتا ہے - کہ اگر صاحب موصوف اجمیر مین بھیج دئے جاوینگے - تو اس اجدید بنیاد مین غالباً صورت استحکام پیدا ہوجاویگی - چشت خان کی اس گفت وگو پر - شیخ بایزید کو اجمیر مین رہنے کی اجازت دی گئی - اسی زمانہ مین بعض لوگون نے حضور سلطان مین یہ بھی عرض کیا کہ شیخ بایزید بزرگ - خاندان معینیہ مین سے نہین ہین - اس پر سلطان نے اپنی قلم رد کے پرانے اور واقف حال عالمون - درویشون - اور بزرگون کو فراہم کرکے دریافت حال کیا - مخدوم شیخ حسین ناگوری - اور مولانا رستم نے جو اجمیر کے علما اور مشائخ مین یکتا تھے - اور نیز دیگر اللہ والون نے شیخ بایزید بزرگ کی درستی نسب پر گواہی دی - شیخ حسین ناگوری نے شیخ بایزید کے فرزندون کے ساتھہ پیوند خویشی بھی پیدا کرلیا تھا یہ معاملہ بھی ایک عادل گواہ ہے -

یادِ چندے از خلفاے معین الاولیا

مولانا ضیاء الدین حامد - آپ حکیم - صاحب علم ریاضیات وطبیعیات تھے - بلکہ اکثر فنون

[لہ] - مانڈو زمان قدیم مین ایک عظیم الشان شہر آباد تھا ریاست دھار کے پاس مالوہ مین - اب بالکل ویران ہے - سنگین محلات اور

مدوّنہ کو تنقیح کے ساتھہ جانتے تھے۔ لیکن مشایخ کے انکار سے آپ کا دل سیاہ تھا۔ جب صفائی کا وقت آیا۔ تو خواجہ کی خدمت سے اعتقاد کے چراغ نے آپ کے دل کو روز روشن بنا دیا۔

ایک امیر ظالم اور فاسق تھا۔ اُس کو خواجہ کے دیدار کی بدولت توبہ نصوح نصیب ہوئی۔ اور جب وہ راہ تصوف مین راسخ ہوگیا۔ تو اُس کو خوان ولایت کی چاشنی ملی۔ اور اپنے وطن بلخ کو اُس نے چھوڑ کر ہمراہی پیر اختیار کی جس وقت حصار مین پہونچا۔ تو اجل کے لشکر نے اُس کی عمر کا حصار توڑ پھوڑ کر تباہ کر دیا۔ اسی مقام مین اس کی قبر بھی ہے۔

اجمیر کے کوہستان مین ایک شخص بہ لباس جوگیان **اجیپال** نامی تھا۔ ریاضت کی بدولت صاحب استدراج تھا۔ طلسمی علمون کی نمود و نمائش بہت کچھہ جانتا تھا۔ اور بہت سے مرید اوس کی خدمت مین جان نثاری کو حاضر رہتے تھے ان مین سے اکثر مریدون کو اجیپال نے سانپ بنا کر حضرت خواجہ کے تکیہ گاہ پر متعین کیا تھا۔ حضرت خواجہ نے موسوی معجزہ کو کام فرمایا۔ چند سانپون کو عصا سے مار ڈالا۔ اور بعض کا سر پکڑ کر زمین مین گاڑ دیا۔ کہتے ہین۔ اُس مقام سے ایک قسم کی گھاس اُگتی ہے۔ جو بنجلک کھائے ہوئے سانپ کی شکل کی ہوتی ہے۔ اور لوگ اُس کا نام جیتر اول کہتے ہین۔ یہ ایک لکڑی ہے ظاہر مین سیاہ اور اندر سے سفید۔ اجمیر کے مہرہ بنانے والے اسکی تسبیح بناتے ہین۔ مشہور ہے۔ کہ یہ تسبیح جس کے پاس ہوتی ہے۔ وہ سانپ وغیرہ کے آزار سے امن مین رہتا ہے۔

سید حسین مشہدی آپ سلطان قطب الدین ایبک کے امرا مین سردار۔ اور سرکار اجمیر کے لشکر کے افسر تھے۔ حضرت خواجہ کے خاص مریدون مین سے ہین۔ اس زمانہ مین خنگ سوار کر کے مشہور ہین۔ یہین ایک پہاڑی کے پشتہ پر آپ کی قبر ہے۔

مولانا احمد خادم آپنے ہمیشہ خدمت گزاری مین عمر بسر کی۔ راز دو جہانی کے محرم تھے۔ اجمیر مین قبر ہے

خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی۔ آپ کا ظہور مثل آفتاب کے روشنی بیان کا محتاج نہین ہے

سلطان التارکین **شیخ حمید الدین صوفی سعیدی سوالی**۔ آپ خواجہ کے بزرگ خلفا مین سے ہین۔ عارفانہ اشعار کہنے کا ذوق تھا۔ یہ رباعی آپ ہی کی ہے **رباعی**

اے دوست دل خستہ ہوائے تو گرفت	در باغ وفائے تو نوائے تو گرفت

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۴ — عمارات۔ حالت تباہی مین ہین۔ ان مین کچھہ بھیل آباد ہین۔ سابقہ زمانہ مین اس کو منڈو لکھتے تھے

آپ مانڈو کہتے ہین ۱۲

شیخ نظام ناگوری آپ کا کلمہ **غاب خاب** پر عمل تھا۔ ہمیشہ اپنے پیر کے آستانہ پر معتکف رہتے تھے۔ اسی طرح پر آپ کی گزران تھی۔ اور جدائی پر ایک لحظہ بھی صبر نہیں کر سکتے تھے۔

شیخ مجدالدین سنجری آپ خواجہ کے سفر اور حضر میں رفیق اور ہمنشین تھے۔ خواجہ کی خدمت اور ملازمت سے۔ جو آپ کی خاص عادت حمیدہ تھی۔ اپنی مراد کو پہونچ گئے۔

غوثی فیض ثمرہ ہوتا ہے عقیدت۔ رغبت۔ اور صدق کے باردرختوں کا۔ جس زمانہ میں ہم عدم سے وجود میں آئے ہیں۔ اس زمانہ میں ان باروردرختوں کو لوگوں کی بدنصیبی سے پانی نہیں پہونچا۔ جس کی وجہ سے یہ تمام درخت خشک ہو کر ایندھن ہو گئے۔ شیخ عزیز فرید ابن شیخ عزیز سعید ابن سلطان التارکین شیخ حمیدالدین صوفی سوالی ناگوری نے ایک کتاب سرور الصدور تصنیف کی ہے جس میں مذکورہ بالا مضمون کو اس طرح پر درج کیا ہے "ایک روز پدر بزرگوار۔ زبان حقائق بیان سے اس قسم کی حسرت ناک گفت گو فرماتے تھے۔ کہ"

مجکو یہ فرمان ایزدی مشیت اہل زمانہ کو پند و نصیحت کرتے ہوئے کم و بیش تین قرن گزر گیے۔ ہر ایک قرن میں لوگوں کے حالات کے اندر جداگانہ کیفیت دیکھنے میں آئی۔ اول قرن میں ایسا پایا۔ کہ جس وقت میں منبر پر چڑھ کر بے مثل و بے مانند اللہ تعالیٰ جل شانہ کے مقدس نام کے متعلق حکمت اور بیان کا آغاز کرتا تھا۔ تو منبر کے دونوں جانب حاضرین مجلس گریہ و نالہ شروع کر دیتے تھے۔ پھر دوسرے قرن میں یہ حالت دیکھی گئی۔ کہ اُس اندرونی آگ سے شعلہ بھڑکنے کی کیفیت تو جاتی رہی۔ مگر تاہم اتنی گرمی اور اخگری اثر ضرور باقی تھا۔ کہ اُس کی حرارت۔ واعظ کے قلب سے متجاوز ہو کر سامعین کی بے رغبتی کی سردی کو دور کر دیا کرتی تھی۔ اور تیسرے قرن میں یہ کیفیت ہو گئی کہ تمام حاضرین جن کی طبیعتیں چنگاری کی طرح گرم تھیں مثل کوئلہ کے باہر سے سیاہ اور اندر سے افسردہ ہو گئے۔ یہاں تک کہ بجز یہ عادت کے سوا۔ مسجد میں آنے کے واسطے کوئی باعث باقی نہیں رہا۔ اور اب اہل زمانہ کے دلوں میں بجائے رغبت کے میں سراسر نفرت اور کراہت پاتا ہوں۔

اور یہ بھی پدر بزرگوار نے فرمایا۔ کہ"

جس طرح خاتم النبوۃ **علیہ السلام** کے مبارک عہد میں بہتر سے دل کی خوشبو آتی تھی۔ اسی طرح

اب ایسا زمانہ آگیا ہے - کہ دل سے پتھر کی بو آتی ہے - لہذا اس زمانہ مین جس شخص کی ملاقات سے اہل دل ہونے کی خوشبو تم پاؤ - اُس کو اس طرح غنیمت جانو - کہ جس طرح سامان ارث بے رنج ومشقت مل جاتا ہے - اور مال غنیمت کی مانند مفت سمجھکر غنیمت وبہ نعمت تصور کرو - کیونکہ اس زمانہ مین جوہر دل - مٹی مین پڑی ہوئی کوڑی کا حکم رکہتا ہے -

یاد حکیم ضیاء الدین حامد بلخی

آپ - گونا گون علم حکمت سے آراستہ تہے - کیا آلہیات اور کیا طبیعیات - لیکن سیاہی باطن سے تصوف کی اصطلاحات کو واہی تباہی باتین سمجھکر گریزان رہتے تہے - ایک روز تقدیر سے آپ کا گذر ایک صحرا مین ہوا جس مین خواجہ معین الاولیا اپنے رفیق کے ساتہہ ایک کلنگ کا شکار کرکے کباب سینک رہے تہے بیمحض کو تاہ حکیم کو بہوک نے یہانتک مجبور کیا کہ ان دونون بزرگون کی خدمت مین جانا پڑا جب اُس شکار کا لقمہ حلق کے نیچے اُترا - تو تمام فلسفی حروف بہول گئے اور اُن کی آواز یاد سے جاتی رہی اور انکار کا سرمایہ نقد اعتقاد کے عوض فروخت کردیا - آپ مع اپنے تمام شاگردون کے بیعت ہوگئے - اور بہر درجہ ولایت سے بہی سرفراز ہوئے - مصرع ولایت با سعادت ہم قرین شد -

یاد شیخ حمید الدین دہلوی رحمہ اللہ

جس سال اور مہینے مین سلطان شہاب الدین محمد سام غوری کی ہیبت سے راجہ پتہورا نے ملک عدم کا راستہ لیا - اور دار السلطنة دہلی فتح ہوا - اُنہین ایام مین خواجہ معین الاولیا غزنین سے لاہور مین تشریف لائے - اور لاہور سے دہلی مین - اثنائے راہ مین ایک روز ایک بتخانہ کے آگے - سات آدمیون کو دیکہا کہ تمام آسائش وآرام سے درگزر کر چند تراشیدہ پتہرون کی پرستش مین مصروف ہین - جو شخص سب مین بڑا تہا - اُس کے ساتہہ خواجہ نے ایسی رہنمایانہ گفت گو کی - اور ایسا نصیحت آمیز کلام فرمایا - کہ وہ اسلام کا عاشق ہوگیا - اور اُس نصیحت کی بدولت سب کے سب صورت پرستی کی قید سے نکل کر صورت آفرین خدا کی پرستش کرنے لگے - خواجہ نے سب سے بڑے شخص کا نام حمید الدین رکہکر دوسرون کے نام رکہنے کا ارادہ کیا ہی تہا - کہ اُن سب نے التماس کیا - ہمنے جس طرح کفر مین اور نیز اسلام مین شرکت باتہہ سے نہین

جانے دی- اسی طرح بہتر یہ ہے- کہ نام مین بھی ہم سب شریک ہی رہین- اِس سبب سے ساتون اشخاص اِسی قلم کے ساتھہ نام زد تھے-

یاد شیخ مجدالدین سنجری

آپ نے- پیر کی جہان پیمائی کے زمانہ مین- پیر کی ہمراہی اور کمان برداری سے اپنے تیئن کسی وقت باز نہین رکھا اِس سبب سے آپکی رسائی کا تیر ملازمت پیر کی بدولت- مراد کے نشانہ پر جا لگا-

یاد شیخ نظام ناگوری قدس سرہ

آپنے اپنی گوشہ نشینی کے واسطے- اپنے پیر بزرگوار کے عالیشان آستانہ پر ایک گوشہ اختیار کر رکھا تھا- درگاہ کی خاک سے کبھی سر نہین اُٹھایا- اور پیر کی خدمت سے ایک لحظہ کی جدائی کو بھی کمال نقصان کا باعث سمجھتے تھے اور اکثر پیر کی زبانِ مبارک پر یہ کلمات آجاتے تھے- ہمارا فخر فخرالدین کے ساتھہ- اور ہمارا نظام نظام الدین کے ساتھ ہے- مصرع- ناوک اہل وفا باد ہمیشہ بر ہدف-

یاد شیخ فخرالدین احمد اجمیری رحمہ اللہ

آپ کو پیر کی خدمتگاری اور پرستاری مین درجہ غلامی حاصل تھا- اور پیر کے ناصحانہ کلام کو قلم سے لکھا کرتے تھے- تمام اپنی زندگی- عبادت- اور ریاضت مین وقف کر رکھی تھی-

یاد شیخ عبداللہ رازی

آپ اولاً ایک آتش پرست تھے- خواجہ عثمان ہرونی سے مثل خلیل اللہ کرامت دیکھکر اسلام قبول کیا تھا- مع خاندان آپکے اسلام لانے کا قصہ طول طویل ہے- سابقہ کتب تواریخ مین لکھا ہوا ہے- دیکھ لیا جاوے آخر کار خواجہ معین الاولیا کی نظر معرفت سے ولایت اور کمالات کی چاشنی حاصل کر کے درجہ حق شناسی پر سرفراز ہوگئے-

یاد شیخ صفی الدین ابراہیم پور عبداللہ رازی

آپ وہی طفل ہین جس کو کہتے ہے پر ہٹا کر خواجہ عثمان ہرونی قدس اللہ سرہ مشتعل آگ مین گھس گئے تھے

گئے تھے اور نمرودی آگ والا ابراہیمی جلوہ دکھا کر صحیح وسالم نکل آئے۔ کہتے ہیں آپ بہ تلاش پیر ہندوستان میں آئے تھے۔ جب اجمیر میں پہونچے تو خواجہ معین الاولیا کی ملازمت سے شرف حاصل کیا۔ اور خواجہ کی خدمت کے واسطے کمر باندھ کر کھڑے ہوگئے آخر کار ہمت کے ہاتھ سے ولایت اور سعادت کا دامن پکڑ ہی لیا۔ اور رحلت کے بعد آپ کے روضہ کی دیوار کے نیچے قبر کی جگہ ملی۔

طالبان ہدایت کو واضح ہو۔ کہ صاحبان ارشاد کی تلاش کا خیال ایک تخم ہے جس کو نہ معلوم۔ تقدیر کونسے دل کی مہیا زمین میں بو کر اُس دل والے کے ہاتھ۔ اور بازون میں ایسا دہقانی حوصلہ اور کاشتکارانہ سلیقہ عطا کرے۔ جس کے ذریعہ سے تخم خیال کی پرورش ہو سکتی ہے۔ تاکہ وہ اہل دل اُس بوئے ہوئے تخم کو شائستہ عمل کے ساتھ سرسبز کر کے نشوونما میں لاوے۔ اور اُس کے محصول سے خود فائدہ اوٹھا کر ذی احتیاج خوشہ چینون کو بھی اُن کی استعداد کے موافق روزی پہونچاوے۔

یاد خواجہ قطب الدین بختیار کاکی

آپ شیخ کمال الدین احمد موسیٰ اوشی کے فرزند ہیں۔ اُوش ماوراءالنہر میں ایک قصبہ ہے۔ کہتے ہیں۔ ڈہائی برس کی عمر تھی۔ کہ آپ یتیم ہوگئے۔ جب پانچ سال کے ہوئے۔ تو آپ کی ماں نے ایک مہربان ہمسایہ کے سپرد کیا۔ کہ کسی نیک معلم کے مکتب میں بٹھا آوے اثنائے راہ میں ایک نورانی شکل پیر ہمراہ ہوگئے۔ ان دونوں بزرگوں نے بالاتفاق آپ کو مولانا حفص کے سپرد کیا۔ اور اُس خضر صورت پیر نے اُستاد سے سفارش کی۔ کہ یہ لڑکا اولیائے کرام میں سے ہوگا۔ اِس کی تعلیم میں کاہلی نہ کی جاوے۔ غالبًا یہ نورانی شخص خضر علیہ السلام تھے آپ کو آغاز ہوش میں پیر طریقت کی تلاش ہوئی۔ چاہا۔ کہ شیخ محمود کے مرید ہو جاوین۔ کہ اسی اثنا میں خواجہ معین الاولیا اوش میں تشریف لائے۔ آپ پہلی ہی ملازمت میں بیعت ہوگئے۔ اور بہت تھوڑے عرصہ میں خلعت خلافت پہنکر سرفرازی حاصل کی بیس سال کی عمر میں ہدایت دہی کی استعداد بہم پہونچا کر بہت سے ارباب سعادت کو دونوں عالم کی کمالات پر پہونچایا

اُس زمانہ میں آپ کا وظیفہ شبانہ روز کا یہ تھا ڈہائی سو رکعت نماز اور تین ہزار بار درود۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کو بقید تاہل پابند کر دیا تھا۔ اِس سبب سے تین روز تک معینہ معتاد ادا نہ ہو سکا۔ تیسری شب رئیس احمد کو جو آپ کے خاص مریدون میں سے ہیں۔ خاتم الانبیا علیہ السلام کا شرف ملازمت خواب میں حاصل ہوا فرمایا احمد۔ ہمارا اسلام قطب الدین کو پہونچاؤ۔ اور یہ کہو۔ تین راتیں ہوئیں۔ اُن کا تحفہ ہمارے پاس نہیں آتا ہے جب

یہ پیغام خواجہ کے کان مین پہونچا - تو خواجہ قطع علاقہ کرکے پیر بزرگوار کی تلاش مین وطن سے چلے - اور بغداد کا راستہ لیا
جب بغداد مین پہونچے - تو شیخ الشیوخ شہاب العرفا سہروردی شیخ اوحد الدین کرمانی - اور نیز اس شہر کے دیگر مشائخ
قدس سرہم کی ملازمت حاصل کرکے استفادہ کیا - ایک روز خبر ملی کہ خواجہ معین الاولیا شہر دہلی مین تشریف رکھتے
ہین - جو ہند کا پایہ تخت ہے - لہذا وہان سے شیخ جلال الدین تبریزی کی رفاقت مین ہندوستان کی طرف
روانہ ہوئے - جب ملتان مین پہونچے - تو شیخ بہاء الدین زکریا کی محبت کی وجہ سے یہان چند روز توقف فرمایا -
اس زمانہ مین ترکون کے لشکر نے خطا وختن سے آکر ملتان کے قلعہ کا محاصرہ کر رکھا تھا - قباچہ بیگ - وہان کا حاکم
تھا - اوس نے دعا کے واسطے التجا کی - کہ دشمنون کی آفت اور ایذا دور ہوجاوے - خواجہ نے اوس کو ایک تیر
عنایت کرکے فرمایا - کہ رات کے وقت برج سے ترکون کے لشکر کی طرف چھوڑ دینا - چنانچہ جیسا ارشاد تھا تعمیل کی
گئی - بحکم خدائے لایزال صبح تک دشمن کے لشکر مین سے اطراف قلعہ مین ایک متنفس بھی باقی نہین رہا -

القصہ خواجہ نے دہلی کے دلکشا خطہ مین پہونچکر کیلوکہری مقام مین قیام فرمایا - دہلی کے شیخ الاسلام
شیخ جمال الدین محمد بسطامی - اور قاضی حمید الدین ناگوری جن کا نام محمد ابن عطا ہے - ان اصحاب کی آمد ورفت
ہمیشہ آپ کی صحبت مین رہتی تھی - لیکن بوجہ زیادہ مسافت ہونیکے دیر دیر سے پہونچتے تھے - اور اس سبب سے
دل تنگ رہتے تھے - لہذا سلطان شمس الدین التمش کی خدمت مین عرض معروض کرکے خواجہ کو شہر مین لے آئے
اور ملک اعز الدین کی مسجد کی برابر مین آپ کے اوترنے کے واسطے ایک مکان تجویز کیا - خواجہ نے چند روز بعد
خواجہ معین الاولیا کی خدمت مین عریضہ بھیجکر اجازت حاضری چاہی - جواب پہونچا - کہ اَلْمَرْءُ[۵۷] مَعَ مَنْ اَحَبَّ
وہین ٹھیرو - کیونکہ ملاقات کا مقام دہلی ہی قایم ہوچکا ہے - درویش بھی انشاء اللہ وہین آتا ہے ناچار قیام پر راضی ہونا
پڑا - چند روز بعد پیر بزرگوار دہلی مین تشریف لائے - اور اون کی ملازمت سے خواجہ نے دلی مراد پائی -

بعض کہتے ہین - کہ جب قطب الاولیا اپنے جملہ دوستون اور متعلقین کے ساتھ ہمراہی پیر روانہ اجمیر ہوئے
اور سلطان اقلیم شمس الدین التمش نے مع تمام امرا اور شرفائے شہر کے عقب سے نالان اور حیران پہونچکر
کمال منت اور سماجت سے خواجہ کو لوٹانا چاہا - تو اوس وقت خواجہ معین الاولیا نے بھی فرمایا - قطب الدین ایک
شہر بھر کا دل شکستہ کرنا مروت نہین ہے - اور ہمارا فیض کچھ قرب مکان پر منحصر نہین - لوٹ جاؤ - اور خوش رہو -
ہم اور تم ہمیشہ ملے ہوئے ہین - اور اس جگہہ فرمایا اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ[۵۷] کہ خطا مین -

[۵۷] آدمی جس کو دوست رکھتا ہے - اوسی کے ساتھ ہوتا ہے - ۱۲

ایک روز قاضی حمید الدین ناگوری - خواجہ محمود پوستین دوز - شیخ بدر الدین غزنوی - اور شیخ تاج الدین منور اوشی آپ کی ملازمت میں حوض شمسی کے کنارہ پر ایک مسجد کے دالان میں جمع تھے - اور باہم حقائق کی گفتگو ہو رہی تھی ناگاہ ایک شتر سوار جو کبود پوش تھا - اُس حوض کے کنارہ سے غسل کر کے نکلا - اور شیخ تاج الدین منور کو کہا - کہ ابو سعید دمشقی جو دیرینہ نیاز مندوں میں سے ہے - اُس کا سلام خواجہ کی خدمت میں عرض کرو۔ جب شیخ تاج الدین نے ابو سعید کا نام سنا - فوراً اوٹھ کھڑے ہوئے - جب تک شیخ تاج الدین اُس کنارہ تک پہونچیں - تب تک وہ نظر سے غائب ہو گئے -

خواجہ کی بعض خارق عادات کرامتیں لکھتا ہوں - شیخ نظام الاولیا کہتے ہیں - ایک روز اثنائے راہ میں جس مقام پر آپ کی خوابگاہ ہے - بہت دیر تک کھڑے رہے - اور روتے رہے - اور فرمایا - کہ اس زمین سے دلہائے سوختہ افروختہ کی بو آتی ہے - اُس کے مالک کو بلایا - اور کچھ روپیہ دیکر زمین مذکور خرید لی -

نیز شیخ نظام الاولیا کہتے ہیں - چونکہ خواجہ کسی کے دئے ہوئے روپیہ کو ہاتھ نہیں لگاتے تھے ناچار متعلقین کو روزمرہ کے خرچ کے واسطے قرض لینا پڑتا تھا - ایک روز ایک قرض خواہ نے اپنا قرضہ مانگنے میں آپ کے لوگوں پر بڑائی جتائی - لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالٌ[1] اُن لوگوں نے دل تنگ ہو کر عہد کیا - کہ قرض نہ کرینگے اگرچہ فاقہ سے مرجاویں - آپ کو اِس کیفیت پر اطلاع ہوئی - تو تمام لوگوں کو جو خانہ نشین تھے - فرمایا - کہ اس طاق سے فی کس ایک کاک (روغنی روٹی) گرم روزانہ لے لیا کریں - چنانچہ لے لیا کرتے تھے - اس سبب سے آپ کا نام کاکی ہو گیا -

نیز شیخ نظام الاولیا کہتے ہیں - کہ ایک روز میں قطب الاولیا کے مرقد مبارک کی زیارت کر رہا تھا - اُس وقت یکایک میرے دل میں یہ خطرہ گزرا - کیا صاحب روضہ کو زائر کی آمد و رفت سے آگاہی ہوگی ناگاہ زبان غیب سے یہ بیت میرے کان میں پہونچی - جس نے مجکو آگاہ کیا - **نظامی**

مرا زندہ پندار چون خویشتن	من آیم بجان گر تو آئی بہ تن

کہتے ہیں - کہ شیخ علی سجستانی کی خانقاہ میں - ہجری سنہ چھ سو سینتیس تھا - (اور مشائخ چشت کے بعض تذکروں میں چھتیس لکھا ہے - الا یہی بیان صحیح اور درست بھی ہے) کہ ایک قوال آیا اور یہ بیت گائی بیت

کشتگان خنجر تسلیم را	ہر زمان از غیب جانے دیگر است

[1] - صاحب حق کو حق گفتار حاصل ہے - ۱۲

خواجہ قطب پر بیہوشی طاری ہوئی - اور تین روز تک یہی حالت رہی - جب ہوش ہوا - اور حال دگرگون دیکھا گیا - تو قاضی حمیدالدین نے جانشین کے لیے التماس کیا - فرمایا - پیر بزرگوار کا خرقہ خاص مع مصلی - عصا - اور نعلین کے شیخ فریدالدین مسعود کو پہونچا دینا چاہیے - کیونکہ خانوادہ چشت کا چراغ انہین سے روشن ہوگا - بعدۂ روز ۴ شنبہ تاریخ چودھوین ربیع الاول کو آپ واصل محبوب حقیقی ہوئے - خوابگاہ دہلی -

انجمن فرزندان وخلفائے کامگار خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کاکی

انسانی مخصوصات اور اوصاف کے دائرہ کا مرکز - شیوہ سخن دانی اور معرفت ربانی ہے - اور ان دونون عالی قدر جوہرون کا معدن - ذی فیض عالمون - اور صاحب ارشاد خدا شناسون کی مجلس عَلَیْھِمْ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰنِ نَعْلَیْکَ بِالدَّوَامِ لِلْمُلَازَمَۃِ کہتے ہین - آپ کے دو بیٹے تھے - ایک خواجہ محمدؒ - یہ خردسالی مین ہی دنیا سے کوچ کر گئے - دوسرے خواجہ تماجی - ان کو رحمانی جذبات اور سکر وصحو کے حالات زیادہ رہتے تھے - ان کی خوابگاہ ان کے پدر بزرگوار کے مرقد کی برابر مین ہے - آپ کے خلفائے کرام بہت سے ہین - مین بعض کے ذکر پر اکتفا کرتا ہون -

(۱) اشرف الخلفا شیخ الاسلام مخدوم **شیخ فریدالدین مسعود گنج شکر قدس سرہ** ہین - آپ کے حالات شہرت مین مثل آفتاب ہین - یہ چند فقرے آپ کے دل پذیر کلام مین سے ہین - یعنی فنا -

(الف) مرتبہ ممکنات مین عبارت ہے اس سے - کہ سالک اپنے حول وقوۃ سے باز آوے -

(ب) مقام تحقق صفات مین عبارت ہے اس سے - کہ سالک جملہ امور کی نسبتین اپنی طرف سے ساقط کر دے - اور

(ج) مقام شہود ذات مین عبارت ہے اس سے - کہ اپنی ہستی سے فراموش اور غائب ہو جاوے

اور بقا -

(الف) - اولین درجہ فنا مین عبارت ہے اس سے - کہ انسان کامل موجودات ممکنہ مین تصرف کرے حق سبحانہ کے حول وقوۃ سے -

(ب) دوسرے درجہ فنا مین عبارت ہے اس سے کہ انسان کامل اپنے تئین متصف باخلاق الٰہی کرے - ملدر

لہ - ان پر رحمانی رحمت نازل ہو - بس تمہارے اوپر - دوام ملازمت لازم ہے - ۱۲

ج- تیسرے درجہ فنا مین عبارت ہے اس سے - کہ انسان کامل اپنے تئین ذات باری تعالیٰ پر محیط کردے
جو صوفی باقی بعد الفنا ہوتا ہے - وہ ہمیشہ ظاہر مین شریعت کے لباس سے آراستہ - عالم صفات مین
مراسم طریقت ادا کرنے والا - اور ہنگام تجلی ذات - حقیقت قایم کرنے کے ساتہہ متصف ہوتا ہے -

(۲) **شیخ محمود نہر والہ** آپ اپنے پیر کے جمال با کمال پر عاشق تہے - ہنگام دیدار کبھی پلک نہین ماری اور خدمت حضوری سے دوری کبھی پسند نہین کی - برخلاف شیخ گنج شکر کے - کہ وہ دوری کو نزدیکی کے مقابلہ مین پسند کرتے تہے - اور اس باب مین ذوی ارادت صوفیون کے دو مشرب ہین - بعض کا خیال یہ ہے - کہ مبادا بمقتضاے بشریت پیر کے حضور مین خادم سے کوئی ایسا امر سرزد ہو جاوے جس مین سوء ادب کا لگاؤ پایا جاوے اور یہ بات مخدوم کے تکدر خاطر کا باعث ہو - لہذا دور رہنا - اور پیر کے عادات کا تصور باندہ کر اپنے تئین اُس مین فانی کرنا بہتر ہے اور بعض نے حضور اور نزدیک رہنے کو اولیٰ سمجہا ہے - اور بُعد پر قرب کو فضیلت ہونے کے بارہ مین بہت سی دلیلین بیان کی ہین - اور دوری پسند کرنے والون کی دلیل کو رد کیا ہے - اور کہا ہے - کہ تہوڑے سے ضرر کے احتمال سے فوائد کثیرہ کو چہوڑ دینا عقلاً اور نقلاً مستحسن نہین ہے - وَلِلنَّاسِ فِيمَا يَعْشِقُونَ مَذَاهِبُ[۵]

(۳) **شیخ معز الدین دہلوی** - آپ اولاً تخت دہلی کے سلاطین کے نائب رہ چکے ہین مگر بعد مین قطب الاولیا کے نقر اور کرامات نے آپ کو درویشی کی طرف کہینچ لیا - لہذا تونگری لباس کو فقیری خرقہ سے بدل ڈالا - اور پیر کی خدمت مین بیعت ہو گئے - اور معنوی کامیابی حاصل ہوئی -

(۴) **شیخ حامد الدین احمد نہر والہ** - آپ گجرات کے نامور عالمون مین سے تہے - خدا شناسی کا شوق تہا جب قطب الاولیا کی رہنمائی کا شہرہ منور آپ کے کان مین پہونچا - تو عزم دہلی کر کے شرف ملازمت حاصل کیا - مرید ہو گئے اور بیعت کے بعد ضعف خلافت پاکر دارین کامیاب ہوئے -

(۵و۶) **قاضی سعد قاضی عماد** ان دونون صاحبون کا تعصب بناے بدعت منہدم کرنے مین حد سے زیادہ بڑہا ہوا تہا - ایک روز سماع رد کرنے کے ارادہ سے قطب الاولیا کی خانقاہ مین پہونچے - رَوَّحَ اللّٰہُ رُوحَہٗ چونکہ صوفیوں کے سماع مین خفاف نشر اور بے اختیاری لشان تہا - اسواسطے آنے والے بھی جن کی طینت مین منع کرنا داخل تہا - وقص لدو ہاتہ ہلانے مین شامل ہو گئے - اور پیر مرید بہی ہوئے - بیت -

دعوئ زہد تو آن روز مسلم	کہ روی بر سر آن کوچہ وہشیار آئی

[۵] جس شے کے ساتہہ لوگ عشق رکہتے ہین - اُس کے بارہ مین اون کے جداگانہ طریقے ہوتے ہین ۱۲ -

یاد شیخ محمود نہروالہ

تخیناً ۶۳۰ ہ

آپ قطب الاولیا کے مریدین - قدس سرہ ہمیشہ پیر کی ملازمت مین رہ کر ایک پلک مارنے کی بہی جدائی اپنے واسطے پسند نہین کی - اس مین شک نہین - خداوندان ارادت یعنی مریدین کا دستور دو طرح پر ہوتا ہے بعض مرید ہمیشہ مرشد کے دیدار پر گویا آنکھین بہی دیتے ہین - اِن خیال سے کہ حقیقی جمال کا مشاہدہ اسی خدا نما آئینہ مین ہوتا ہے - اور اس ذریعہ سے تمام ظلمانی اور نورانی حجاب جو ہستی موہوم اور وجود حق کے درمیان مین ہوتے ہین - ہم ٹہادیتے ہین - اور جدائی کا نام زبان پر لانے کو طریقت کے اندر ناجائز سمجھتے ہین - اور بعض مرید - پیر کے ساتھہ یک جہتی اور محبت مستحکم طور پر قایم کر کے ہمیشہ دوری مین پیر کا حلیہ نظر کے سامنے رکھتے ہین - اور ان کو جو کچھہ عشق ہوتا ہے - غائبانہ ہوتا ہے - ملازمت اور صحبت پیر سے گوشہ تنہائی کی طرف بہاگتے ہین - خوف یہ ہوتا ہے - کہ مباداازروے بشریت کوئی بات خلاف ادب سرزد ہو جاوے - کہتے ہین - کہ فرید الحق گنج شکر یہی خیال کر کے ایک مدت کے بعد خدمت پیر مین حاضر ہوا کرتے تھے - اور مجلس سے جلدی ہی اوٹھکر اپنے حجرہ مین چلے جایا کرتے تھے - اور محمود الدہر نہروالہ نے یہ رفتار پسند نہین کی - اور پیر کی خدمت سے اپنی زندگی مین کبھی دور نہین ہوئے - اور پیر کی اجازت سے پیر کی رحلت کے بعد گجرات کو چلے گئے - نہروالہ مین قیام کیا - اور وہین خوابگاہ بہی اختیار کی -

یاد حاجی مجدالدین حاجرمی دہلوی رحمہ اللہ

آپ بہی علوم کے عالم تہے - مگر سلوک کا قدم - علم ظاہر کے تنگ کوچہ سے باہر نکالکر شوق اور عشق کے میدان مین کبھی نہین ڈالا تہا - ہمیشہ صاحب سماع صوفیون کی سرزنش کیا کرتے تہے - بالخصوص قطب الاولیا اور قاضی حمیدالدین کی مجلس سماع کے انکار پر تو آپ کی زندگی تہی - آخرکار جب وقت آیا - تو آپ کی قابلیت نے صوفیون کے عالی مرتبہ گروہ کی طرف اعتقاد پیدا کیا - واقفکار راستہ چلنے والون - صاحب قیاس درویشون اور کامیاب عارفون کی امداد سے مجلس رقص و سرود پر فریفتہ ہو گئے - آپ کی یہ ایک دلچسپ بات ہے - کہ محبت کے سات لائقہ مقام ہین - ان مین پہلا مقام یہ ہے - کہ محبوب کے ساتھہ موافقت ہو - اور اس مقام کا چھوٹے سے چھوٹا درجہ یہ ہے - کہ محبوب کے فرمان پر سر جھکا دیا جاوے - جب تک کسی کو یہ مقام حاصل نہین ہوتا - آگے کو

قدم اُٹھانا دشوار ہوتا ہے - لیکن جس وقت محبت مین جوش آتا ہے - صبر- آرام - خواب - خورش - ہوش اور خرد یہ سب کے سب کوچ کرجاتے ہین - اور نالہ - فریاد - بیخودی - بیدلی - گریہ - اور شیفتگی - یہ تمام صورتین پیدا ہوجاتی ہین - اِس وقت مین اگر حکم کے دائرہ سے فرمان برداری کا قدم کسی شخص کا باہر جا پڑے - اور وہ سماع مین دست افشانی کرنے لگے - تو معذور ہوگا - کہتے ہین - قاضی سعد اور قاضی عماد - سماع کے انکار مین قاضی جلجری کے شریک غالب تھے ایک روز قطب الاولیا کی مجلس سماع گرم تھی اور صوفیون کی جماعت نالہ و فغان کررہی تھی - اِس مجلس کے برہم کرنے کا ارادہ کرکے دونون قاضی مجلس کی عین گرماگرمی کے وقت چلے آئے مگر یہان پہونچکر پابندی شریعت کی طاقت ایک بارگی جاتی رہی - اور صوفیون کی طرح دست افشانی کرنے لگے - جب پھر اپنی اصلی حالت پر آئے - تو اس عجیب و غریب حرکت سے سخت متعجب ہوئے - آخر کار منصب قضا چھوڑکر صوفیانہ حجرون مین آبیٹھے - اور کاملانِ زمانہ ہوکر درجہ شہادت حاصل کیا -

یاد شیخ وجیہ الدین یحییٰ دہلوی رحمہ اللہ

صفائی - پرہیزگاری - ریاضت کا فروغ - اور آشنائی کی شعاع - یہ صفات آپ کے اقوال اور افعال مین موجود تھین - ہمیشہ آنکھون مین آنسو جی مین شوق - لبون مین نالہ و ولولہ - اور دل مین غم و بے آرامی رہتی تھی زمانہ پرست لوگون کے ملنے سے کنارہ رہنا - اور تمام و کمال زمانہ زندگی - خاموشی کے ساتھ بسر کرنا - آپ کی عادت مین داخل تھا - رحلت کے بعد دہلی مین خوابگاہ بنائی گئی -

یاد شیخ فخرالدین زاہدی

مولد اور خوابگاہ دونون میرٹھ مین ہین - اسکندر فیلقوس کے خاندان مین اور خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کے ہم عصر تھے کہتے ہین - ایک سال مال و متاع سے بھری ہوئی ایک کشتی دریاے جمنا مین ڈوب گئی جن مال والون کو نقصان پہونچا تھا - اُنھون نے اپنا حالِ درد - خواجہ کی خدمت مین عرض کیا - خواجہ نے فرمایا - دریا کا یہ کنارہ اِس درویش کے سپرد ہے - اور وہ کنارہ برادر فخرالدین سے تعلق رکھتا ہے - چونکہ کشتی اُس کنارہ پر ڈوبی تھی لہذا آفت زدہ لوگ شیخ فخرالدین کے آستانہ پر حاضر ہوکر رونے پیٹنے لگے - شیخ نے اس مضمون کا رقعہ لکھکر دریا مین ڈالا - کہ کشتی کو صحیح و سالم کنارہ پر پہونچا دیوے - رقعہ نیچے بیٹھ گیا - اور کشتی مع مال و متاع پانی کے اوپر آگئی

کہتے ہین - ایک روز چالیس آدمیون مین سے ایک آدمی نکلکر آپ کے پاس آیا جس کی پیشانی پر کلمۂ طیبہ کے حروف لکھے ہوئے تھے - اوسنے کہا - کہ آسمانی آفت اِس ملک کے واسطے بھیجی گئی ہے - لیکن یہ شہر اِس زاہد کے ظلِ حمایت مین ہے - لہذا خرابی سے محفوظ رہیگا - اس بنیاد پر آپ کا سلسلہ زاہدی لفظ کے ساتھ مشہور ہوا **مصرع**

قبولِ بندگی مخصوص او باد

یاد شیخ شہاب الدین حق گو

آپ شیخ فخر الدین زاہدی کے فرزند ہین - اور اپنے پدر بزرگوار کے ہی مرید بھی ہین - جہان گردی کا خیال پیدا ہوا تو باپ سے اجازت چاہی - مگر وہ قبول نہین ہوئی - چونکہ باپ کی ناخوشی سے بھی آپ کا ارادہ فسخ نہین ہوا - تو باپ نے دعا دی - کہ جس کو تم سرآوردہ کرو - خدا کرے وہ تمہارے ساتھ ایسا برتاؤ کرے جیسا تم میرے ساتھ کرتے ہو - بات ختم ہوئی - جب آپ دہلی مین پہونچے - تو شروع شروع مین کسی نے ازراہ قبول آپ کی عزت نہین کی - آپنے غصہ مین آکر فرمایا - کہ مین اس اقلیم کی سلطنت فروخت کرتا ہون - خریدار کی تلاش ہے محمد شاہ راستہ مین جا رہا تھا جو تغلق شاہ کا بیٹا - اور شیخ نظام الاولیا کا مرید تھا - اُس کے کان مین یہ آواز پہونچی - نیازمندانہ - آواز دینے والے کے پاس آبیٹھا - اور نرمی کے ساتھ عرض کیا - اِس متاع کا خریدار مجھکو سمجھیے - آپنے فرمایا - تیری منکسرانہ گذارش پر تجھ کو مفت دیدی گئی - تغلق شاہ کو یہ واقعہ ناگوار گذرا - لیکن جب معلوم ہوا کہ داد وستد اُسی کے بیٹے کے ساتھ ہوا ہے - تو خدائے لایزال کا شکر بجالایا - جب ہند کی تکمیل قبضہ کے ساتھ ہو گئی - تو اوس کو حکمرانی کے نشہ مین بدمستی پیدا ہوئی - یہانتک کہ اُس زمانہ کے عالمون کو اپنی بارگاہ مین فراہم کر کے - ازراہِ نالائقی زبان پر لایا - کہ ولایت کے خاتمہ کی طرح - نبوت کے خاتمہ کو عقل تسلیم نہین کرتی ہے اِس بیہودہ بات کے جواب مین علماء دور و دراز اندیشہ مین جا پڑے - اور بالآخر عرض کیا - کہ شیخ شہاب الدین زاہدی ہم سب سے زیادہ بزرگ اور دنیا و آخرت دونون سے بہرہ ور ہین - اس معرکہ مین اون کا موجود ہونا ضروری بات ہے تاکہ اُن کے اتفاق سے اس بارہ مین گفتگو کی جاوے - جب شیخ شہاب الدین - اِس پریشان مجمع مین پہونچے - اور حکمران کا مالیخولیا بیان مین آیا - تو شیخ کو غصہ آگیا - چونکہ کوئی ہتیار اُس وقت بہم نہین پہونچا - ناچار جوتہ اپنے پانون سے نکال کر حکمران کے منہ پر مارا - تاکہ خواری کے ساتھ قتل نہ کیے جاوین - اور براہ شہادت مین برہنہ پا جانا نصیب ہو - محمد شاہ یہ حال دیکھکر برہم ہوا - حکم دیا - کہ اس سخت سست کہنے والے شخص کو قلعہ کے اوپر سے خندق مین ڈال دو دو دفعہ اوپر سے نیچے گرا لینے مین تو کوئی اذیت نہین

پہونچی - مگر تیسری دفعہ گرنے کی حالت مین آپ کے پدر بزرگوار کی مثالی صورت نظر آئی - اور آپ کو ہدایت کی - کہ خودداری سے پرہیز کر کے سرائے نیستی سے ملک ہستی کو کوچ کر جاؤ - لہذا آپنے اپنے تیئن ایزدی مشیت کے حوالہ کر کے ولایت کو شہادت کے ساتھہ شامل کیا - اور حُسینی درجہ پایا - پرانی دہلی مین آپ کی قبر بنائی گئی - اُس وقت سے آپ بہ لفظ حق گو نام زد ہین - مصرع جزاے کار او دیدار حق باد

یاد قاضی حمید الدین ناگوری

آپ کا نام محمد ہے - اپنے باپ خواجہ عطاء اللہ کے ساتھہ - بزمانہ سلطان معز الدین سام - دہلی میں آئے تھے آپ کو بھی علوم مین اجتہاد کا درجہ حاصل تھا - پدر بزرگوار کی وفات کے بعد قصبہ ناگور کا عہدہ قضا آپ کے نام سے نامزد ہوا - کمال جرأت کو کام فرما کر منصب کی رعایت کرتے تھے - تیسرے سال خواب مین خاتم الانبیا علیہ السلام نے آپ کو اپنی طرف بلایا صبح ہوتے ہی عہدہ قضا ترک کر کے خشکی کے راستہ سے حرمین شریفین کو روانہ ہوئے - زادہما اللہ شرفا - بغداد مین شہاب الاولیا سہروردی کی ملازمت مین حاضر ہوئے - آنکھوں نے اور دل سے فیض پایا - اور خدمت کے ذریعہ سے تھوڑے ہی دنون مین خرقہ خلافت حاصل کیا - اُن ایام مین خواجہ قطب الدین اوشی بغداد مین تشریف رکھتے تھے - اِن دونون صاحبون کے درمیان مین دوستی اور رازداری کا عہد و پیمان استحکام کے ساتھہ ہوا - جب قاضی صاحب - اُس شہر ولایت (بغداد) سے روانہ ہو کر مکہ معظمہ مین پہونچے - تو ایک روز طواف کے اندر ایک درویش کے پیچھے پیچھے ہو لئے - پیش رو درویش نے پیچھے مڑ کر دیکھا - فرمایا - پیروی فی الحقیقۃ اچھی بات ہے لیکن جب تک صورۃ اور معنی دونون ہم رنگ نہ ہون - کچھہ سودمند نہین - مین ہر قدم مین ختم قرآن الحمد سے والناس تک کرتا ہون - تم ایسا نہین کرتے ہو - حقیقت مین ایسا اتباع درست نہین ہے - یہ سنکر قاضی صاحب کا حال دگرگون ہوا - القصۃ ایک سال مدینہ منورہ مین مجاور رہے اسکے بعد پھر دہلی مین آ کر قطب الاولیا سے ملاقی ہوئے - باہم ایکدوسرے کے دیدار سے خوشی ہوئی - وہی دیرینہ دوستی بڑھنے لگی -

کہتے ہین - اُن ایام مین دہلی کے فتوی نویسون اور کاغذی علوم کے عالمون نے راگ کی حرمت اور سننے والون کے تعزیر کے بارہ مین فتوی لکھے تھے - اور کیے بادیگرے دستخطون سے اُن کو مزین کیا تھا - اور قاضی حمید الدین کا یہ حال تھا - کہ سرود و سماع پر فریفتہ تھے - جب یہ مضمون آپکے کان مین پہونچا - تو شیخ جمال الدین داؤد سے فرمایا - (جو آپ کے محرم دوستون مین سے تھے - اور مذکورہ بالا فتوے پر اُن کی بھی مہر تھی) داؤد - جو جماعت ہنوز قید طبیعت

سے آزاد نہین ہوئی ہے وہ اگر ایسا فتویٰ لکھے - تو چندان تعجب کی بات نہین ہے - لیکن تعجب تم سے ہے - کہ درویشون کی توجہ کی بدولت - مردان خدا مین سے ہو گئے ہو - اور ابہی تک طفلانہ دہول مٹی سے کہیلتے ہو - شیخ جمال الدین داؤد نے پشیمان ہو کر قاضی صاحب کے قدمون پر سر رکہہ دیا -

سخندانی اور سخنوری مین آپ کو بہت کچہہ کمال تہا - اور آپ کی تصنیفات آپ کی سخندانی کی گواہ ہین جیسے لوائح - طوالع الشموس در شرح اسماء الحسنیٰ مشتمل بر دو مجلد - بہت سی حقائق اور معرفت کی باتین ان دونون کتابون مین اپنی قلم سے صفحہ بصفحہ لکہی ہین -

ایک روز شیخ برہان الدین بلخی - اور شیخ کبیر خوارزمی عربی گہوڑون پر - اور آپ ایک چہوٹے سے خچر پر سوار تہے شیخ کبیر نے فرمایا حمید - تمہارا مرکب صغیر ہے - آپنے جواب دیا - بیشک لیکن رفتار مین کبیر سے بڑہ کر ہے - کہتے ہین - تاریخ انتیسوین رمضان ہجری سنہ چہ سو تینتالیس مین ایکبارگی آپ کو بارگاہ مولیٰ کا اشتیاق حد سے زیادہ ہوا - اور اس ناپائدار دنیا سے ملول ہوئے - تراویح اور وتر سے فارغ ہونے کے بعد سجدہ مین سر رکہہ دیا اور واصل حق ہوئے - حال آنکہ کسی قسم کی بیماری لاحق حال نہ تہی -

یاد شیخ فریدالدین گنج شکر

آپ کا نام مسعود ابن سلیمان ابن قاضی شعیب ابن احمد ابن یوسف ابن شہاب الدین ابن فرخ شاہ کابلی ہے کہ دس واسطے سے سلسلہ نسب حضرت فاروق اکبر سے جا ملتا ہے - آپ کے تیسرے دادا یوسف چنگیزی عہد مین ہندوستان آئے تہے - اور قصبہ کوتوال مین قیام فرمایا تہا - اسی مقام مین آپ کی باسعادت ولادت بہی ہوئی تہی آغاز جوانی مین رسمی علوم کی تحصیل کرتے رہے - پہر ملتان مین آکر ایک مسجد مین گوشہ اختیار کیا - خواجہ قطب الدین بختیار اوشی سمرقند سے سیاحت کنان - پیر بزرگوار کی ملازمت کے ارادہ پر دہلی کی طرف جا رہے تہے - اثنائے راہ مین اس مسجد پر بہی گذر ہوا - اور آپ کو ملاقات فیض آثار نصیب ہوئی - ایک کتاب سامنے تہی خواجہ نے دریافت فرمایا - کیا کتاب ہے - جواب دیا - نافع فرمایا - نافع ہو - عرض کیا - درویش کا نفع تو خدمت مین تہا - بعض کہتے ہین - خواجہ اسی دفعہ اپنے ہمراہ دہلی کو لیگئے - اور بعض کہتے ہین کہ اپنے اثنائے راہ مین سے بارادہ تحصیل علم قندہار اور سیستان جانے کی اجازت لے لی - اور تحصیل سے فارغ ہو کر دہلی مین آئے - اور خواجہ کے پیرو ہو گئے - چونکہ اس شہر مین لوگون کے ہجوم سے تشویش پیدا ہوئی - اور فراغ عبادت حاصل نہین ہوا - اسواسطے ہانسی کی طرف روانہ

ہو گئے - وہان بہی اسی طرح خلائق کا ازدحام ہوا - اور وقت یون ہی غارت جاتا تہا - ناچار اجودہن[۵۱] مین آپہونچے - چونکہ اس موضع کے لوگ ملنسار اور درویش دوست نہین تہے - لہذا یہین قیام فرمایا - اور نفس کی لڑائی مین کمال کوشش کی - چند سال تک جو کی ٹکیا پیٹ پر باندہ کر پہلونشین دشمن (نفس) کو فریب دیتے رہے - اور آخر کار فتح مند ہوئے - ہند کے تمام مشائخ متفق اللفظ کہتے ہین کہ ریاضت اور پرورش روح مین گنج شکر کی مانند کوئی درویش پیدا نہین ہوا -

گنج شکر خطاب ہونے کی وجہ مین کئی قسم کے بیانات دیکہنے مین آئے ہین زیادہ تر مشہور یہ ہے - کہ بنجارون کا ایک قافلہ سر راہ ملا - دریافت کیا تمہارے پاس کیا سامان ہے - اُنہون نے جواب دیا - نمک ہے - فرمایا - نمک ہوگا آپکے فرمانے کے اثر سے شکر کی بوریان نمک کی بوریان ہو گئین - قافلہ والے بنجارے پشیمان ہوئے - اور اصلیت معاملہ حاضر ہو کر ظاہر کی - فرمایا - غم نہ کرو - اگر شکر تہی - تو شکر ہو جاویگی - **القصہ** آپ کی عجیب وغریب باتین سابقہ تواریخ کی کتابون مین بہت کچہہ لکہی ہوئی ہین - راقم کو اُن کے لکہنے کی ضرورت نہین ہے -

ایک روز شیخ نظام الاولیا نے نمک قرض لیکر فقرا کے کہانے مین ڈال دیا تہا جب آپنے اُس مین سے لقمہ اوٹہایا تو ہاتہہ مین وزن معلوم ہوا - فرمایا - لقمہ کے وزنی ہونے کا کیا سبب ہے - کیفیت حال عرض کیگئی - ارشاد ہوا - صوفی کو قرض لینا جائز نہین ہے - جو کچہہ ملے - اوسی پر قناعت کرنا چاہیئے - اور فرمایا الصوفی[۵۲] من رضی بالموجود ولا یسعی فی طلب المفقود عوارف سہروردیہ پر عمدہ عمدہ حاشیے اور اونچی اونچی باتین لکہی ہین - جو مطالعہ سے تعلق رکہتی ہین -

شیخ بدرالدین اسحٰق کو شب رحلت مین فرمایا شیخ نظام الاولیا کو سلام کے بعد کہنا - کہ دوستون کی جدائی کا رنج اور ملاقات کا شوق - فرید اپنے ہمراہ لیچلا - اور پیر بزرگوار کا خرقہ تمہارے واسطے بہیجا ہے - مبارک ہو تاریخ پانچوین محرم ہجری سنہ چہہ سو چونسٹہہ کو پچانوین سال کی عمر کے بعد - عالم ظاہری سے قدیمی وطن کو بازگشت فرمائی - جو غیب الغیوب کی بارگاہ ہے -

انجمن فرزندان و چندے از خلفائے شیخ الاسلامی مخدوم شیخ فریدالدین گنجشکر اجودہنی کابلی

کہتے ہین - شیخ الاسلام کے کنار عاطفت مین پانچ فرزند اور تین لڑکیان تہین - انہین آٹہون کے احوال اخلاق اور افعال - آٹہون بہشت کے لیے سامان سرسبزی ہین - ان آٹہون بارور اور سایہ دار پودون کی برکت سے دنیا کے

---

[۵۱] اب پٹن کے نام سے نامزد ہے ۱۲ [۵۲] صوفی وہ شخص ہے - جو موجود پر راضی ہو - اور عدم موجود کی تلاش مین کوشش نہ کرے - ۱۲ -

بلاغ مین ولایت اور ہدایت کے بہت سے ثمر ایسے بہم پہونچے - جن کی شان لَا مَقْطُوْعَۃٌ وَّلَا مَمْنُوْعَۃٌ ہے - اور جن سے ارباب زمانہ کو کمال فیض اور فائدہ پہونچا ہے -

پہلے فرزند کا مبارک نام **شیخ نصیر الدین نصر اللہ** ہے - آپ کے بہی ایک لڑکا کے تہے - **شیخ بایزید** نام - درویشون کی خو اور بو بالکل انمین موجود تہی - شیخ نظام الاولیا کے خلیفہ **شیخ کمال مالوہ** - جن کا روضہ قصبہ دہار مین ہے - انہین شیخ بایزید کے فرزند ارجمند ہین - اس زمانہ مین مالوہ کے اندر شیخ کمال کی نسل سے ایک جماعت کی جماعت ہے - اللہ جل شانہ اس جماعت کو اس کے آبائے کرام کی نیک عادتین عطا فرماوے -

دوسرے فرزند **شیخ شہاب الدین** تہے - آپ درسی اور حقیقی علوم کے عالم - اور شاہراہ تقویٰ و تحقیق کے سالک تہے - عوارف کے درس مین شیخ نظام الاولیا کے ہم سبق رہ چکے ہین شیخ نظام الاولیا کا بیان ہے چونکہ گنجشکر والا نسخہ باریک قلم سے لکہا ہوا - اور کسی قدر غیر صحیح تہا - اسوجہ سے درس کے وقت تامل اور دیر لازمی ہوتی تہی - ایک روز عرض کیا گیا - کہ شیخ نجیب الدین متوکل کے پاس جو کتاب ہے - اُس کی عبارت صحیح ہے اور خوش خط ہے یہ بات طبع مبارک پر شاق گذری - اور تہوڑی دیر غور کیا - پہر غصہ مین آکر کئی دفعہ فرمایا - شاید درویش کو غیر صحیح کی تصحیح کی طاقت نہین ہے - فقیر نے سر نِگا کر کے قدم مبارک پر رکہہ دیا - اور عذر کر کے معافی تقصیر چاہی - قبول نہین ہوئی - مین تنگ دل ہو کر جنگل کی طرف چلا آیا - اور جان و ایمان کے سلب ہوجانے کا خوف تہا - جس کے سبب سے حیران و بیقرار پہرتا تہا - اتنے مین شیخ شہاب الدین کو یہ حال معلوم ہوا - آپنے میری شرمندگی اور غمگینی اس خوبی کے ساتہہ اپنے پدر بزرگوار کے حضور مین بیان کی - کہ مقبول ہوگئی - چنانچہ پیر بزرگوار نے اپنے حضور مین مجکو طلب فرما کر قصور معاف کیا خوف اور ناامیدی کا میل کچیل - اندوہگین خاطر سے دور کر دیا اور پریشان دل کو امیدوار کر کے اطمینان دلایا - دوسرے روز ارشاد کیا کہ پیر - مرید کی مشاطہ ہوتا ہے - اور اُسی روز خلافت کا خلعت عطا فرما کر سرفرازی بخشی -

تیسرے فرزند **شیخ بدر الدین سلیمان** تہے - چونکہ انوار الٰہی کی چمک دمک آپ کی سیرت اور صورت سے نمایان تہی - لہذا آپ اپنے پدر بزرگوار کے جانشین ہوئے - اور گنجشکری سجادہ کا بچہانا - اور شیخ الاسلامی راستہ کا چلنا آپ کو نصیب ہوا - کہتے ہین - خواجہ زور اور خواجہ غوریہ دونون بزرگ چشت سے اجودہن مین آئے ہوئے تہے حضرت گنجشکر نے سجادہ نشین کو اِن دونون بزرگون کا مرید کرا کر آپ کو کلاہ خلافت دلوادی تہی - جب آپ کی رہنمائی کی باری تمام ہوئی تو اپنے باپ کے حظیرہ منورہ مین خوابگاہ تجویز کر کے سو رہے -

چوتہے فرزند **خواجہ نظام الدین** تہے - آپ سے مہربان باپ - آپ کو اپنا یوسف سمجہکر آپ کے ساتہہ

یعقوبی برتاؤ کیا کرتے تھے - اور آپ اپنا احوال حقیقت - سپاہیانہ وضع مین چھپائے رکھتے تھے - ایک فرمشرکون کے ساتھہ جنگ غزا کا اتفاق آپڑا - تو تنہا چند آدمیون کو روانہ دوزخ کر کے خود ذریعہ شہادت عازم بہشت ہوئے - کہتے ہین - آپ کا کالبد لڑائی کے مقام پر باوجود تلاش دستیاب نہین ہوا - آپکے ایک فرزند تھے صاحب کمالات خواجہ ابراہیم نام اور خواجہ ابراہیم کے بھی ایک لڑکے تھے - **خواجہ عزیز الدین** نام - جن کو شیخ نظام الاولیا کی ملازمت سے ظاہری اور باطنی فضیلت اور ولایت حاصل ہوئی تھی - اور روضہ نظامیہ مین ہی آپ کی بھی قبر ہے -

پانچوین فرزند **شیخ یعقوب** تھے - آپ سب سے چھوٹے تھے - سید امیر خرد کرمانی اپنے والد ماجد کے زبانی روایت کرتے ہین - کہ وہ فرماتے تھے - مین شیخ یعقوب کی خدمت مین کمال دلبستگی رکھتا تھا - آپنے ملامت اور خرابات نشینی کو اپنے درویشانہ مراتب کا برقع بنا رکھا تھا - چنانچہ ایک دفعہ رات کا ذکر ہے جس شہر مین آپ رہتے تھے - وہان کے حاکم کے پیٹ مین ایسا سخت درد ہوا - کہ گویا اُس نے ملک زندگانی کے غارت کرنے پر کمر ہی باندھ لی تھی حاکم کے ملازمین شیخ یعقوب کی جست و جو مین پھرنے لگے - کہ شاید آپ کی جان فزا دعا کی برکت سے ہی یہ ملک آباد رہے - کمال تلاش کے بعد سر ننگا اور بال اُلجھے ہوئے - اس حیثیت کے ساتھہ ایک میخانہ مین پڑے ہوئے ملے - حاکم کے درد کی کیفیت عرض کی گئی - فرمایا - ہمارا یومیہ خرچہ تمام ہوگیا تھا - وہان سے اوٹھے اور حاکم کے مکان مین پہونچے - اور اپنے دست مبارک سے شکم حاکم کو مس کیا - اُسی وقت فوراً صحت ہوگئی - حاکم نے بہت کچھہ جنس اور نقد نذر کیا - کہتے ہین - صبح تک تمام خیرات کر دیا - آفتاب نکلتے نکلتے ایک کوڑی بھی باقی نہین رہی - آپ کو قصبہ امروہہ کے حدود مین رجال الغیب اپنے ساتھہ لے گئے - اور لوگون کی نظرون سے چھپا دیا - آپ نے دو لڑکے چھوڑے جن کے عادات اور اطوار بزرگان سلف کی مثل تھے - اور نیز ظاہری و باطنی فضیلتین بھی رکھتے تھے - ایک **خواجہ معز الدین** جنھون نے مقام دیوگیر مین شہادت پائی - دیوگیر کو اس زمانہ مین دولت آباد کہتے ہین - دوسرے **خواجہ قاضی** اُنھون نے دہلی مین رحلت کی -

پانچون فرزندون کا تو بیان ہوچکا - اب سنئے لڑکیون کا حال اس طرح پر ہے کہ بڑی لڑکی کا نام **بی بی مستورہ** تھا - جنھون نے اپنی تمام عمر عصمت و عفت کے ساتھہ گزاری -

دوسری **بی بی شریفہ** جو زہد و عبادت مین اپنے زمانہ کی رابعہ تھین - اور حضرت گنجشکر آپ کے بارہ مین اکثر فرمایا کرتے تھے - کہ اگر عورتون کو خلیفہ کرنا جائز ہوتا تو مین شریفہ کو اپنا خلیفہ اور سجادہ نشین کر دیتا -

تیسری بی بی فاطمہ جو مولانا بدرالدین اسحٰق کے نکاح مین آکر خانوادہ مشیخت کی دلہن بنین۔ اولین دختر مستورہ کے ایک فرزند تھے خواجہ عزیز صوفی نام تھا۔ ابوالآبا آدم صفی اللہ کی خلافت کے تمام اطوار آپ مین پائے جاتے تھے۔ اپنی قلم سے مختلف طرح کے خطوط نہایت خوبصورتی سے لکھتے تھے۔ تحفۃ الابرار فی کرامتہ الاخیار شیخ نظام الاولیا کے مناقب مین اور نیز اُن کی عمدہ عمدہ باتون کے بیان مین آپ کی تصنیفات سے ہے۔ آپ کے ایک لڑکے تھے خواجہ قطب الدین حسن ان کو خلافت کا خلعت چراغ دہلی شیخ نصیرالدین محمود کی خدمت سے حاصل ہوا تھا۔

تیسری دختر بی بی فاطمہ جو تھین۔ اِن کے شوہر بدر اسحٰق جب عالم بقا کو کوچ فرما گئے۔ تو شیخ نظام الاولیا نے دہلی مین بلا لیا۔ اور کمال درجہ خدمت گزاری کی۔ آپ سے دو فرزند یادگار رہے۔ خواجہ محمد اور خواجہ موسیٰ خواجہ احمد نیشاپوری شیخ الاسلام کے خاص مریدون مین سے تھے۔ اُنہون نے باتفاق رائے شیخ نظام الاولیا ان دونون عالی قدر گوہرون کی پرورش فرمائی۔ اور کمالات انسانی کو پہونچایا جس کے معنی یہ ہین "بازگشت کرنا اِس عالم خاک سے عنصری لباس مین وحدت کے جہانِ پاک کو"۔ جب عنصری علائق سے علیحدہ ہو کر کوچ کرنے کا وقت آیا۔ تو روضہ نظامیہ مین خوابگاہ بنی۔

شمارۂ برگزیدہ خلفائے گنجشکری

شیخ جمال الدین احمد ہانسوی چونکہ طریقت اور حقیقت کا جمال اور جمال کی چمک دمک آپ کے حالات سے عیان تھی۔ لہٰذا پیر کی قلبی اور نظری توجہ کے اثر سے آپ کا صدق وصفا حد کمال کو پہونچ گیا تھا۔

مولانا برہان الدین ابن شیخ جمال ہانسوی۔ کہتے ہین۔ جب شیخ جمال کی روح بدن کے مستعار لباس سے مجرد ہو کر رحلت کر گئی۔ تو خلافت کا خرقہ اور عصا جو شیخ جمال کے پاس تھا۔ باشارہ پیر منجملہ تمام فرزندون کے صرف برہان الاولیا کو عنایت ہوا۔

شیخ علی صابر۔ جب آپ کی سند جمال الخلفا نے چاک کر دی۔ تو آپ کی مان نے جو حضرت گنجشکر کی ہمشیرہ تھین۔ کیفیت حال بھائی کی خدمت مین عرض کی۔ فرمایا جمال کے چاک کیے ہوئے کو فرید نہین سی سکتا ہے جب صابر نے جواب کا مضمون سنا۔ تو اپنے اسم اور رسم کے مطابق اپنی مان کو بھی تلقین صبر کی۔ اور کہا۔ کوئی غم کی بات نہین ہے اگر جمال کے مضطرب ہاتھ نے صابر کی خلافت کی سند چاک کر دی۔ تو صابر کے صبر کے ہاتھ نے بھی

جمال کی سند کا ورق پھاڑ ڈالا - اب کوئی بزرگ جمال کی رہنمائی سے حضرت گنجشکر کے سلسلہ کو نہیں پہونچے گا کہتے ہیں شیخ جمال کی خلافت شیخ جمال پر ہی ختم ہوگئی - اور کوئی شخص ان کے ذریعے سے سلسلہ داری کے درجہ کو نہیں پہونچا -

شیخ علاء الدین محمد ابن شیخ بدرالدین سلیمان ابن شیخ الاسلامی - آپ نے باپ کے بعد دو قرن تک اپنے موروثی سجادہ پر سلسلہ داری کی - اور سجدہ شکر گزاری ادا کرتے رہے - جب آخرین سفر پیش آیا تو اپنے جد امجد کی جیو کی زمین میں خوابگاہ اختیار فرمائی - سلطان محمد تغلق نے ایک بلند کرسی کا گنبد آپ کے مرقد پر تعمیر کرایا - اور آپ کے فرزند **شیخ معزالدین** کو معزالملک کا خطاب دیکر گجرات کا صوبہ دار مقرر کیا - شیخ معزالدین نے گجرات میں ہی رحلت کی - شیخ علاء الدین کے دوسرے فرزند **شیخ علم الحق والدین** تھے - یہ شیخ الاسلامی کے منصب پر سرفراز ہو گئے تھے - اور نیز آپ کو دونوں عالم میں تصرف حاصل تھا -

شیخ محمد تاج پسر خواجہ تاج الدین محمد - آپ کے حالات میں ایک بزرگ شان پیدا ہوتی تھی آپ نے سلطان مظفر گجراتی کے عہد میں تاج اعلا کا خطاب پایا تھا -

شیخ نورالدین احمد منڈو (ماندو) والہ آپ بھی حضرت گنجشکر کی پاک نسل سے ہیں - ہمیشہ سکر کی حالت میں رہتے تھے -

شیخ فخرالدین گنج اسرار جونپوری - آپ کا باصفا دل - انوار اور اسرار کا خزانہ تھا فرمایا کرتے تھے - کہ درویشانہ کمال نے میرے باطن میں بدون کسی مظہری (انسانی) منت کے خود از طرف رب ظہور کیا ہے - اور شیخ نظامی گنجوی کی ابیات اپنے حال سے منطبق کرکے پڑھا کرتے تھے - یہ ابیات آپ کے جداگانہ بیان میں لکھی جائیں گی - آپ کے مرید بہت ہیں - خوابگاہ جونپور -

شیخ علاء الدین عرف فیل مست - آپ بہ لفظ فیل مست نام زد تھے -

شیخ نورالدین - آپ حضرت گنجشکر کی اولاد میں سے ہیں - اپنے دادا شیخ تاج الدین ابن شیخ عبداللہ ابن شیخ منور اجودھنی کے مرید ہیں - جن کو لوگ فرید ثانی - اور اپنے وقت کا گنجشکر کہا کرتے تھی تاریخ پندرہویں ربیع الثانی ہجری سنہ نوسو سینتالیس کو عالم فانی سے کوچ کیا - قلعہ دہلی کے میدان میں آپ کی قبر ہے -

القصہ - ہند اور سندھ کے تمام شہر اور اطراف تمام و کمال شیخ الاسلام کی اولاد کی سکونت اور قدوم کی برکت سے دارالولایت بنے ہوئے ہیں - اللہ تعالی جل شانہ اپنی عنایت سے اس فروغ کو افزونی - اور استمرار عطا فرمادے **الی یوم التناد**

یاد شیخ جمال الدین احمد خطیب ھانسوی

آپ حنفی النسب ہین - حضرت گنجشکر آپ کو بہت دوست رکھتے تھے - یہانتک کہ آپ کی محبت مین بارہ سال کامل ہانسی مین قیام فرمایا - اور یہ بات قرار پاگئی تھی - کہ میرے خلیفون مین سے جس کسی کو میرا جمال مناسب جانے اُس کی خلافت مجکو تسلیم ہے - شیخ جمال الدین جس کسی کا اجازت نامہ چاک کردیتے تھے - تو اِس کے بارہ مین حضرت گنجشکر فرمایا کرتے تھے - جمال کے چاک کیئے ہوئے کو فرید نہین سی سکتا ہے - یہ شیخ جمال کے سراپا نصیحت کلمات مین سے ہین "گفتار بے کردار زیب نہین دیتی ہے - جس کی سی رفتار تم نہ چل سکو - اُس کی گفتار چھوڑدو - کیونکہ ایسی گفتار بالکل غیر موثر ہوتی ہے" جب آپکی ملاقات شیخ بہاءالدین زکریا سے ہوئی - تو شیخ زکریا نے آپ کو اپنے جملہ خلفا پر ترجیح دی تھی - اور جو دعوی از روے صحبت - حضرت گنجشکر کی خدمت مین حاصل تھا اُس بنیاد پر لکھہ بھیجا تھا - کہ مین اپنی تمام مریدون اور خلفا کو تنہا شیخ جمال الدین کے بدلہ مین آپکے روبرو پیش کرتا ہون - مروت کی بات یہ ہے - کہ سوداوہم برہم نہ کیا جاوے" حضرت گنجشکر نے جواب مین لکھا "جمال میرا جمال ہے - معاوضہ مال مین ہوسکتا ہے نہ جمال مین" شیخ جمال الدین کی ایک نظم ہے - جس مین اولیاے خدا کے مراتب اور رجال اللہ کے حالات نظم کیے ہین - اِس نظم کے پڑہنے سے آپ کی عمدہ خو اور عرفان کی کیفیت کسی قدر ظاہر ہوتی ہے -

یاد شیخ عارف ملتانی رحمہ اللہ

آپ حاکم ملتان کے پیش امام تھے - کہتے ہین - حاکم ملتان نے ایک دفعہ کچھہ نقد آپکے ہاتھہ حضرت گنجشکر کی خدمت مین بھیجا تھا - آپنے از روے حرص وطمع آدھون آدہ کرکے ایک حصہ نظر عالی مین پیش کیا حضرت گنجشکر نے فرمایا - عارف - تمنے برادرانہ حصہ اچھا کیا - آپ یہ سنکر خجالت مین ڈوب گئے - اور جو کچھہ بچالیا تھا - سامنے لاکر رکھہ دیا اور نوکری کو الوداع کہکر حضرت گنجشکر کی ملازمت اختیار کی - چند روز بعد آپکے کام مین شائستگی پیدا ہوگئی - لہذا حضرت گنجشکر نے خرقہ خلافت اور اجازت نامہ آپ کو دیکر قندہار اور سیستان جانے کا حکم صادر فرمایا - کہ وہان کے باشندون کی رہنمائی کرنا - آپنے نامہ کو بوسہ دیکر خدمت مین رکھہ دیا - اور عرض کیا - کہ رہنمائی بہت بڑا کام ہے - مجھہ جیسے شخص سے خوبی اور شائستگی کیساتھہ انجام نہین پاسکتا ہے - بہتر یہ ہے - کہ سفر حجاز کی مجکو اجازت فرمائی جاوے - تاکہ باقی ماندہ زندگانی اُسی ابراہیمی مقام مین بسر کرون - القصہ دونون طرف سے آخرین بات یہ قرار داد ہو کر عمل درآمد ہوا کہ سعادت سعادت در زمین یاد

یاد شیخ شمس الدین داؤد پالھی

پالھی۔ رودولی کے دیہات مین سے ایک دیہہ ہے۔ آپ حضرت گنجشکر کے خاص مرید۔ اور شیخ نظام الاولیا کے ہمراز اور ہم سفر تہے کہتے ہین۔ ہر روز صبح کو گہر سے نکل کر جنگل مین چلے جایا کرتے تہے۔ جنگل کے تمام جانور آپ کے گرد جمع ہوجاتے تہے۔ اور کسی درندہ اور پرندہ مین کسی قسم کی آزار رسانی اور خوف باقی نہین رہتا تہا۔ منتظرانہ آپ کے جمال مین نظر کرتے رہتے تہے۔ اور آپ حالت مراقبہ مین مستغرق ہوتے تہے جب رات ہوجاتی تہی۔ تو اپنے گہر آجاتے تہے۔ اسی حالت سے زندگی گزار دی **مصرع** دل ربائے انفس و آفاق بود۔

یاد مولانا احمد حافظ دہلوی

آپ رسمی اور حقیقی علوم کا خزانہ۔ اور پرہیزگاری اور معرفت کی کان تہے۔ شیخ نظام الاولیا سے روایت ہے کہ فرماتے تہے۔ مین ایک بار حضرت گنجشکر کے مقدس روضہ کی آستانہ بوسی کے لیے جا رہا تہا۔ سرسی موضع مین آپ سے ملاقات ہوئی جب آپ کو معلوم ہوا۔ کہ مین کہان کا عزم رکہتا ہون۔ تو پیغام فرمایا۔ امید ہے۔ کہ تم جلد پہونچوگے۔ روضہ مقدس کو میرا سلام کہنا اور التماس کرنا۔ کہ دنیا کے طالب۔ آخرت کے طالب۔ اور نیز دونون کے طالب۔ روے زمین پر بہت سے ہین۔ لیکن اس نیازمند کی آرزو سواے اس کے نہین ہے۔ کہ اس کی دعائے تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ قبول ہوجاوے۔

مصرع رفیق جان تہنا یاد واد باد

یاد شیخ بہاء الدین محمد سیکری وال

آپ شیخ الاسلام گنجشکر کی پاک نسل سے ہین۔ نا فرمان نفس کی جنگ مین۔ فقر اور تنگ دستی کے قبول کرنے مین اور مال و منال چہوڑ دینے مین۔ اپنے بزرگوار آباؤ اجداد کی مثل تہے۔ اور بہت کچہ شائستگی کے آثار آپ کی پیشانی سے نمایان تہے رحمہ اللہ **مصرع** دلش بود از مواہب بحر مواج۔

یاد شیخ بہاء الدین زکریا پور مولانا وجیہ الدین ابن علی شاہ قرشی خوارزمی

آپ کی والدہ ماجدہ۔ مولانا حسام الدین ترمیذی کی دختر ہین۔ آپ کی ولادت کوٹ کرور مین ہوئی۔ جو قلعے سبکتگین کے بیٹے نے ہندمین فتح کیے تہے اُن مین پہلا قلعہ ہے۔ آپ کی خوابگاہ ملتان مین ہے۔ بارہ سال کی عمر مین قرآن حفظ کرلیا تہا۔ اور قرءت بہی حاصل کرلی تہی باپ نے دُرِ یگانہ کی طرح آپ کو یتیم چہوڑا۔ خراسان مین جاکر کتابی علم سیکہا۔ اور بخارا مین

سلہ۔ تو مجکو اپنی فرمان واری کی حالت مین (دنیا سے) اوٹہا لے۔ اور مجکو (اپنے) نیک بندون مین لے جا داخل کر۔ ۱۲

پہونچکر درجہ اجتہاد مین قدم رکھا - اخلاق مین ایسی شائستگی جم ہوگئی - کہ اہل زمانہ آپ کو بہاء الدین فرشتہ کہتے تھے پھر حرمین کی خاک بوسی کے لیے بخارا سے جنبش فرمائی زادھما اللہ شرفاً پانچ سال مدینہ منورہ مین قیام فرمایا - اُس زمانہ مین شیخ کمال الدین محمد یمنی موجود تھے - جو عرب کے محدثین مین سے تھے - اون سے احادیث صحاح کی تصحیح کرکے سند حاصل کی - دو برس اُن کی ہمراہی مین حج کو آتے تھے - پھر بغداد مین شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی کی ملازمت مین پہونچکر حقیقۂ بیعت ہوگئے - اور سترہ روز کے اندر خرقۂ خلافت حسب فرمان خاتم الانبیا علیہ السلام لیکر والیٔ ملتان کی اجازت لی - جو صوفی لوگ سابق سے حاضر خدمت تھے اُنھون نے اس حال پر رشک کیا - اور شیخ کو فروغ باطن سے یہ حال معلوم ہوگیا - فرمایا - کہ تمھاری لکڑیون مین امکان کی نمی ابھی باقی ہے - اس سبب سے آگ جلد اثر نہین کرتی ہے - اور بہاء الدین کی لکڑیان خشک ہوگئی ہین - اِس وجہ سے اُنھون نے جلد شعلہ پکڑ لیا - حضرت گنجشکر فرماتے ہین - ایک روز مین شیخ بہاء الدین کے نام خط لکھنا چاہتا تھا - یہ تامل تھا کہ عنوان القاب کیا لکھون - اتنے مین لوح محفوظ پر نگاہ جا پڑی وہان آپ کا لقب شیخ الاسلام لکھا ہوا دیکھا - چنانچہ یہی لقب لکھدیا - کہتے ہین - دونون جہان کا کمال آپ کو حاصل تھا - اور خرق عادات یعنی کرامتین انواع واقسام کی واپسین نفس تک آپ سے صادر ہوئین - ساتوین صفر ہجری سنہ چھہ سو پینسٹھ ۶۶۵ کو ایک روشن ضمیر مرد آیا - اور شیخ صدرالدین عارف کو سربمہر رقعہ دیا - اور کہا - اپنے پدر بزرگوار کے پاس پہنچادو چنانچہ پہونچا دیا گیا - محبوب کے خط کا پڑھنا تھا - کہ عمر گرامی کا زمانہ پورا ہوا - شیخ صدرالدین نے باہر سے وَصَلَ الْحَبِیْبُ اِلَی الْحَبِیْبِ ۵۱ کی آواز سنی - جب اندر پہونچے - تو باپ کو واصل بحق پایا - اور کہنے والا کوئی موجود نہ تھا - جس طرح بفحوائے وَلَقَدْ زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ ۵۲ دنیا کی آسمان کو ستارون کے چراغون سے آرائش ہے - اسی طرح آپکی نسل کے آسمان کو سات اختر سے آرائش حاصل ہوئی تھی - (۱) شیخ کمال الدین (۲) شیخ صدرالدین عارف (۳) شیخ شمس الدین محمد (۴) شیخ علاء الدین یحیی (۵) شیخ محبوب مجذوب (۶) شیخ برہان احمد (۷) شیخ ضیاء الدین حامد قدس اللہ اسرارہم ایک روز چند صوفی آپ کے نزدیک تونگری کی مذمت کرتے تھے - آپنے فرمایا - کہ دنیا تھوڑی سی چیز ہے جو تمام دنیا والون مین تقسیم ہے - پس ایک چھوٹے سے حصہ کی مقدار کتنی ہوگی - نیز فرمایا کرتے تھے - مال معنوی سانپ ہے جو شخص سانپ کا افسون جانتا ہے اوس کو سانپ کا زہر نقصان نہین پہونچاتا ہے - اور کبھی یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ دنیاداری کو درویش کے رخسارہ پر تل کا نشان سمجھنا چاہیے -

---

۵۱ حبیب حبیب سے مل گیا ۱۲ ۵۲ اور ہمنے ورے آسمان کو (ستارون کے) چراغون سے سجا رکھا ہے ۱۲

یاد شیخ فخر الدین ثانی

آپ شیخ شہاب الدین حق گو کے فرزند خلیفہ۔ اور جانشین ہین۔ کہتے ہین۔ فیروز شاہ کے عہد مین سید جلال مخدوم جہانیان آپ کی ملاقات کے واسطے اوچہ سے دہلی مین تشریف لائے تہے۔ سلطان فیروز نے استقبال کیا۔ جب مخدوم کا دیدار دیکہا۔ تو سلطان کو سعادت حاصل ہوئی۔ اور اعتقاد زیادہ ہوا بیعت ہو گیا۔ دوسرے روز مخدوم جہانیان۔ آپ کی خانقاہ مین آئے۔ آپ کی عادت تہی۔ کہ ہمیشہ بے لکہے ہوئے چند ورق سامنے رکہا کرتے تہے اور ہر ایک کام کے آغاز مین اُن کو کہول کر دیکہا کرتے تہے۔ اگر لفظ اِفعَل نکلتا تہا۔ تو وہ کام کیا کرتے تہے اور اگر لفظ لاتفعل نکلتا تہا۔ تو اُس کام سے باز رہتے تہے گویا اِس ترازو سے۔ خدائے پاک کی رضامندی کا اندازہ کر لیا کرتے تہے۔ جب آپنے مخدوم کی ملاقات کے لیے ورق کشائی کی۔ تو ہر بار لفظ لاتفعل برآمد ہوا۔ لہذا مجبوراً عذر کیا۔ اور کہا کہ آج کے روز حکم خدا ملاقات کے واسطے نہین ہے۔ انشاءاللہ العزیز پہر کسی روز مین اپنی آنکہہ اور دل آپکے دیدار سے منور کرون گا۔ ہر چند باہر سے دلیری کی زنجیر دروازہ پر ہلاتے تہے۔ لیکن اندر سے امتناع کی زنجیر نہ کہلی پر نہ کہلی۔ ناچار مخدوم نے معاودت فرمائی چونکہ شیخ کو بہی از حد زیادہ شوق ملاقات تہا۔ اسواسطے پانچوین دفعہ پہر فال کہولی۔ اِس دفعہ صیغہ امر نکل آیا۔ فوراً جگہہ سے اُٹہہ کہڑے ہوئے۔ مخدوم کو بہی خبر ہوئی۔ کہ شیخ عقب سے پیادہ پا آرہے ہین۔ ٹہیر گئے اور پالکی سے اُتر آئے۔ اور شیخ کی رفتار مین متحیرانہ نظر کی۔ اور کہا۔ درست اِدرست!! درویش کو ایسا ہی چاہیئے۔ کہ بے فرمان خدا ایک قدم بہی نہ اُٹہاوے۔ جب باہم دست بوس ہو چکے۔ تو مخدوم نے قصد معانقہ کیا۔ شیخ کو مخدوم کی خفیہ کارروائی معلوم تہی۔ کہ جس کسی سے معانقہ کرتے ہین جو کچہہ اُس کے پاس از قسم معرفت ہوتا ہے۔ سب سلب کر لیتے ہین اِس سبب شیخ نے اپنے تئین چہورایا۔ اور ازراہ عذر خواہی کہا۔ میرے فرزند بہت ہین۔ اور نعمت کم ہے۔ اور یہ آیۃ پڑہی ﴿هٰذَا اَخِیْ لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِیَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ فَقَالَ اَكْفِلْنِیْهَا﴾ مخدوم نے ہونٹون ہی ہونٹون مین تبسم فرما کر اپنی نعمتون سے فرزندان شیخ کو کامیاب کیا اور ہر ایک کو ایک مناسب ہمت کے ساتہہ نامزد فرمایا شیخ بہاءالدین گنج رمان کو سرکار کالپی عطا کی۔ شیخ صدر کو صوبہ جونپور دیا۔ شیخ بدر کا تقرر سرکار بہار مین کیا۔ اور کہا۔ ان صاحبان ہمت کا رتبہ اتنا بلند ہے کہ بیان مین نہین آتا ہے۔ مصرع یاد لطف خدا قرین ہمہ

یاد سیّد جلال سرخ بخاری

آپ شیخ بہاءالدین زکریا کے مرید۔ اور مخدوم جہانیان کے دادا ہین قدس سرہم کہتے ہین۔ تقدیر آلہی آپکو

۵۵۔ میرا بہائی ہے (اسکے (پاس) ننانوے دنبیان ہین۔ اور میرے (پاس صرف) ایکہی دُنبی ہے (اب) یہ کہتا ہے کہ یہ اپنی دنبی بہی مجہو دیڈال۔

بخارا سے بھکر مین کھینچ لائی تھی - اِس کے چند روز بعد آپ غیبی اشارہ کے بموجب سید بدرالدین بھکری کی دختر کے لیے خواستگار ہوئے سید بدرالدین نے الہامی اجازت کا انتظار کیا - اور اِس سبب سے جواب دینے مین کسی قدر توقف فرمایا - جب سید بدرالدین کے باطن مین بھی اسی مضمون کا الہام ہوا - تو عقد کر دیا - خانہ اور خاندان دونون لگئے - مگر آخر کار آسمانی گردش سے بھائیون کے دلون مین حسد اور کینہ پیدا ہوا - اِس سبب سے سید جلال الدین بہ ترک سکونت اچہ مین آکر گوشہ گزین ہوئے - بہت مدت تک خدا پرستی مین مشغول رہے - اور رحلت کے بعد بھی یہی شہر آپ کی خوابگاہ بنا مصرع جہان از نسل او آباد باد

یاد شیخ حسین کاہ بُر

آپ کی خوابگاہ ملتان مین ہے - قدوۃ الاولیا شیخ بہاء الدین زکریا کے ہم عصر تھے - زمانہ ہوش مین گھاس کھودنے سے معاش بہم پہونچاتے تھے - جب حالت جذبہ پیدا ہوئی - تو خرابات مین جا بیٹھے - ایک روز عنفوان جوانی مین شیخ زکریا خرابات نشین شیخ کے پاس جا نکلے - شیخ حسین نے ہاتھہ پر پیالہ رکھکر سامنے کیا - شیخ زکریا نے از راہ ادب لیکر گریبان مین اولٹ لیا جب گھر آئے - تو پیرہن اپنی دیرینہ دایہ کے سپرد کیا - چونکہ پیرہن کا داغ دہونے سے دور نہین ہوا - تو دایہ نے اُس مقام کو منہ سے چونس لیا - پس پہنچ گئی جہان پہونچ گئی - کہتے ہین - دایہ عارف زمان ہو گئی - اور اکثر اُسکی زبان ایزدی تقدیر کا پیغام ہوتی تھین مصرع روحش مدام جرعہ کش بزم وصل باد -

یاد شیخ بھم ملتانی

آپ بھائیہ نسل مین سے ہین - تجرید اور آزادگی کے گویا دریا تھے - قرآن - شیخ محمد مغربی کا دیوان - اور پیوند لگا ہوا خرقہ - اِن چیزون کے سوا کوئی چیز پاس نہین رکہتے تھے - ملتان سے نکلکر کئی سال گجرات کے جنگلون مین بسر کیے - آخر الامر کرہ مین آکر گوشہ اختیار کیا - جب آخرین سفر کا وقت آ پہونچا - تو خواجہ کرک کی قبر کی برابر مین سو رہے مصرع شیخ بھم و در جہان بہ مرد بود -

یاد شیخ رکن الدین ابوالفتح

آپ شیخ صدرالدین کے بیٹے - اور شیخ صدرالدین - شیخ بہاء الدین زکریا کے فرزند تھے - قدس اسرارہم خلافت کا خرقہ - اپنے جد بزرگوار سے پایا تھا - کہتے ہین - سلطان قطب الدین ابن علاء الدین کے دل مین اُس کی ناآلایقی سے شیخ نظام الاولیا قدس سرہ کی طرف سے غبار پیدا ہو گیا تھا - لہذا سلطان نے کمال منت و سماجت کے ساتھہ شیخ رکن الدین کو ملتان سے دہلی مین بلایا اِس ارادہ پر کہ شیخ رکن الدین کی درویشی کے کر و فر سے شیخ نظام الاولیا کی خانقاہ کی رونق جاتی رہے - جب شیخ رکن الدین کی تشریف آوری کی خبر آئی - تو سلطان المشایخ - علائی حوض تک

استقبال کے واسطے گئے - اور دونون بندگانِ خدا ایک دوسرے کے دیدار سے خوش ہو کر اللہ عز اسمہ کا شکر بجالائے اور جب بساط رازداری پر بیٹھے - تو معرفت کی باتین کین - شیخ نظام الاولیا کے مکان مین ایک انجمن منعقد ہوئی تمام ارباب ظاہر اور اصحاب باطن حاضر تھے منجملہ اُن کے مولانا عماد الدین اسمعیل نے ملتان سے دہلی مین آنے کی وجہ اِس پردہ مین دریافت کی - کہ مکہ سے مدینہ کو خاتم الانبیا **علیہ السلام** کی ہجرت کا سبب کیا تھا - شیخ رکن الدین نے جواب دیا - کہ خاتمیت کے متعلق بعض کمالات کا - اور نبوت کے متعلق بعض مراتب کا حاصل ہونا - زمین مدینہ کے ساتھ وابستہ تھا - شیخ نظام الاولیا نے فرمایا - نہین - وجہ موجہ یہ ہے کہ بہت سے مقامی ناتوان لوگون کو مکہ معظمہ مین جانا میسر نہین ہوتا تھا - اُن کی تکمیل کے واسطے آنحضرت نے مدینہ منورہ مین نزول فرمایا - اس قسم کی دلچسپ اور لطیف باتون سے دونون دفعیکے بادیگرے تواضع کا اظہار کیا - دوسرے روز سلطان قطب الدین شیخ رکن الملۃ کی خدمت مین حاضر آیا - اور دریافت کیا - شہر والون مین سب سے زیادہ آگے چلنے والا سعید کون ہے - شیخ رکن الملۃ نے فرمایا - وہ شخص ہے - جو اِس دار الامان مین بہترین خلائق ہے - اور اِس قسم کے اشارون کے ذریعہ سے چاہا - کہ جو وسوسے سلطان کے خیال مین جمے ہوئے ہین - مین اُن کو دور کر دون - اور جو بیہودہ خواہش میری نسبت سلطان رکھتا ہے - اُس کے بارہ مین اپنی طرف سے نا اُمیدی دلاؤن - مگر سلطان کے دل مین بدباطنی سے کچھ اثر نہین ہوا - اسکے بعد ایک روز سلطان قطب الدین کا گزر - نظامیہ خانقاہ پر سے ہوا - اُس وقت خلائق کا ہجوم اور ازدحام شمار اور حد سے زیادہ تھا دریافت کیا آج - کس بزرگوار کا عرس ہے - بدباطن وزیر نے ایسے طرز سے جواب دیا - کہ دریافت کرنے والے کے دل مین از سر نو کینہ اور غیرت کا غبار پیدا ہوا جب سلطان اپنے دولت خانہ مین واپس آیا تو لکھ بھیجا - کہ صاحب خانقاہ ہماری قلمرو سے اپنا سامان اقامت اُٹھا لیجاوے - رقعہ حجرہ مین پہونچا - آستانہ مین کھولا صحن مین پڑھا - اور اُس کی تعمیل راہ مین ہوئی -

القصہ - رات کے وقت فرمان روا کے پیٹ مین درد پیدا ہوا - اور اطبا نے جس قدر دوا کی - اُسی قدر درد مین زیادتی ہوتی چلی گئی - اُس وقت جانا - کہ یہ اُس گستاخی کا طمانچہ ہے - پس سلطان نے عالمون اور عارفون کو شفیع بنایا - اور شیخ نظام الاولیا کی خدمت مین بھیج کر عذر خواہی کی معاودت کے واسطے اور حصول صحت کی دعا کیواسطے التماس کیا - فرمایا نظام کو خدائی کارخانہ مین کیا دخل ہے اور دوا اور درد دونون تقدیری حرف ہین - چونکہ صرف شفیعون کی علی الاتصال (لگاتار) آمد و رفت سے بدون علاج کے کسی قسم کا نتیجہ پیدا نہین ہوا تو بیمار کی والدہ نے حاضر حضور ہو کر بساط بوسی کی اور بہت کچھ درد آمیز لہجہ مین رو کی جھینکی - شیخ نظام الاولیا نے فرمایا - اس شرط پر

علاج کرونگا - کہ سلطنت دہلی کا کاغذ خاص مہر اور ارباب مناصب کی مہرون سے مرتب کر کے پیشاب کے قارورہ کے ہمراہ بھیج دین - تاکہ تجویز نسخہ کی جاوے - یہ شرط قبول کر کے نہایت جلد تمسک اور قارورہ حاضر کیا گیا - شیخ نظام الاولیا نے اُسی وقت قبالہ کو لپیٹ کر اُسی پیشاب کے شیشہ مین ڈال دیا - اور فرمایا - کہ دہلی کی سلطنت درویش کے نزدیک بیمار کے پیشاب کی برابر ہے - آخر کار دعا کرتے ہی فوراً صحت حاصل ہوگئی - اور ہر ایک اپنی اپنی جگہہ لوٹ گئے - کہتے ہین - جب سلطان غیاث الدین تغلق شاہ سلطان قطب الدین مبارک شاہ خلجی کے بعد دہلی کا فرمان روا ہوا - اور ہجری سنہ سات سو پچیس ۲۵ مین - بنگالہ سے دہلی مین معاودت کر کے ایک عالی شان محل مین اُترا جو اُس کے نام سے تعمیر کیا گیا تھا - تو شیخ رکن الدین اور نیز دیگر روساے زمانہ وہان مسند پر تشریف رکھتے تھے - شیخ نے وہان سے جلد اُٹھنے کے واسطے بارہا عبارت اور اشارت دونون طرح سے کہا - مگر کارگر نہین ہوا جب دسترخوان بچھایا گیا - تو شیخ تھوڑی دیر بیٹھے - اور اس سے پہلے - کہ دسترخوان زیادہ کیا جاوے - اُٹھکر باہر چلے آئے - دوسرے اصحاب بھی آپکے پیچھے پیچھے اُٹھ آئے - اتفاق سے ہاتھ دہو ہی رہے تھے - کہ عمارت مذکور بیٹھہ گئی - سلطان مع اپنے چند مقربون کے اُسکے نیچے دب گیا - اور مر گیا -

دیکھو تقریب کی تحریک - یہ تحریک کیونکر دل مین چھپے ہوئے واقعات کو افشائے راز کرنے والی زبان کے حوالہ کر کے واقعہ نگار قلم کے ذریعہ سے کتابت مین لاتی ہے - ہجری سنہ ایک ہزار سولہ ربیع الاول کے مہینے مین - مرزا ابراہیم ابن مرزا سلیمان حاکم بدخشان کے بیٹے مرزا شاہرخ نے جو اکبر شاہ کے زمانہ مین صوبہ مالوہ کا حاکم تھا - اُجین مین عالم علوی کو کوچ فرمایا تھا - راقم تعزیت کے واسطے مرحوم کے فرزند مرزا فتح پوری کے پاس جن کا مبارک نام بدیع الزمان مرزا ہے - اپنے مسکن منڈو (مانڈو) سے گیا تھا - بڑے بڑے امیر اور سردار مرزا شاہرخ کے زمانہ مین بدیع الزمان کے برتاؤ سے ناخوش تھے - خراب فکر اور نالائق اندیشہ سے اس وقت کو بدلہ لینے کے واسطے موزون سمجھکر مشورہ کے پردہ مین دورنگی کو کام مین لائے - اور عبد اللہ خان کے نزدیک جو جہانگیر شاہ کا نوازش یافتہ تھا - ہر ایک نے مکر و زور سے بھرے ہوئے خطوط لکھکر بھیجے - کہ ہمارے صاحبزادہ کے دماغ مین خودسری کی ہوا بھری ہوئی ہے اور شہنشاہی ملازمت کا اندیشہ اُس کے دل مین قطعی ہے ہی نہین - یہ مخفی فتنہ ظہور مین آنے سے پہلے ہی اسکی مشکین باندہ کر دربار معلی مین بھیج دینا چاہیے - فقیر کو اس کام کی اصلیت سے پوری آگاہی ہے - کہ یہ آفت بھری ہوئی گفتار مرزا کے بارہ مین صرف تہمت اور محض بہتان ہے - آخر کار زمانہ کی پریشانی پر نظر کر کے مین مرزا سے بصد خون جگر رخصت ہوا - اور بوجہ سابقہ دلبستگی کے - جو نہر خان کے جمال باکمال کے ساتھہ تھی -

موضع محمد پور مین گیا۔ یہ موضع ناہر خان کی جاگیر مین ہے۔ اپنے مکان کو بازگشت کا ارادہ تھا۔ مگر اس شورش کے فرو ہونے کا انتظار کر رہا تھا۔ الحاصل مکتوب الیہ عبد اللہ خان نے ایک مدت تک تو اپنی نیک عادت اور فرشتہ منشی سے ان نوشتون کو تامل مین ڈالے رکھا۔ مگر چونکہ اس طرف کا امر احد سے زیادہ گزر گیا تھا۔ اس واسطے ناچار اس طرف روانہ ہونا پڑا اور صوبہ کے جاگیرداروں کے نام بلانے کے واسطے پروانجات بھیجے۔ کہ جملہ اطراف سپاہ فراہم ہو کر حاضر آوے۔ آخر کار عبد اللہ خان وسط جمادی الاول مین اجین آ پہونچا۔ صاف دل جواں (بدیع الزمان) سیاہ باطن سفید ریش والون کی پُر فریب باتون پر بھروسہ کر کے آنے والے کے استقبال کے واسطے باہر نکلا۔ عبد اللہ خان مرزا کو اپنے خیمہ گاہ (کیمپ) مین لے گیا۔ اور پہرہ والون کے سپرد کر دیا۔ اُسی روز تعمیل پروانہ ناہر خان اجین مین پہونچکر عبد اللہ خان کے لشکر مین جا ملا۔ چند روز بعد راقم بھی اجین مین آیا۔ اور دولت خانہ ناہر خان کی برابر مین اپنا خیمہ نصب کیا۔ عبد اللہ خان نے حکم دیا کہ معزز سپاہ لشکر کے گرد چارون طرف قلعہ تیار کر لیوین۔ اس بنیاد پر ناہر خان نے بھی اپنی سپاہ کے گرداگرد ایک حصار کھنچوایا۔ اور حویلی بنالی فرزندون کو بھی بلا بھیجا کیونکہ نزدیک تھے۔

ایک روز دیوار حویلی کے سایہ مین ناہر خان چند درویشون کے ساتھ خاص طور پر بیٹھا ہوا تھا۔ چونکہ مٹی کی دیوار اُٹھانے والون نے دیوار اُٹھانے مین مضبوط کام نہین بنایا تھا۔ اسواسطے دیوار جھک گئی تھی۔ اور اس سبب سے اس کے گرنے کا خیال راقم کے دل مین پیدا ہوتا تھا۔ ہرچند راقم نے اپنا دلی خیال صراحت کے ساتھ بیان کیا۔ مگر ہم نشینون نے بعید سمجھکر التفات نہین فرمایا۔ اس اثنا مین کھانے کے واسطے دسترخوان بچھایا گیا۔ اور جب کھانے سے فراغت پا کر زیادہ کیا گیا۔ تو راقم بدون ہاتھ دھوئے وہان سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ ہنوز اپنے خیمہ مین پہونچنے نہین پایا تھا۔ کہ دیوار کے گرنے کی آواز آئی۔ ناہر خان خود جگہہ کرکے درمیان مین سے نکل آیا۔ اور ہاتھ بڑھا کر شیخ عبد اللطیف کو جو ایک آزاد شخص ہے۔ مصیبت مین سے نکالا۔ اپنے پنجسالہ لڑکے کا کچھ خیال نہ کیا۔ جس کا نام دلاور خان ہے۔ اور سامنے کھیل رہا تھا۔ وہ خاک مین اور ڈھیلون مین پڑا رہا۔ کچھ دیر بعد اُس کو بھی نیچے سے نکالا۔ نیک کرداری اور درویش دوستی کی بدولت ہی لاہوت نے بیٹے کو از سر نو زندگی بخشی۔

یاد شیخ حماد الدین اسمٰعیل ملتانی

آپ شیخ رکن الدین ابو الفتح کے چھوٹے بھائی ہین لیکن اُن کی مان ایک نہین۔ آپ کو دین اور دنیا

یعنی دونون جہان کی سعادت مندی حاصل تھی۔ بزرگوار دادا۔ صاحب ولایت باپ اور بابرکت بھائی سے بہت کچھہ فیض اور فائدہ پایا تھا۔ فقہ کے علم مین یہانتک تحقیق کو بڑھایا تھا۔ کہ درجہ اجتہاد حاصل ہوگیا تھا جس مسئلہ مین ملتان کے تمام فقیہ اور مفتی عاجز ہوجاتے تھے۔ وہ مسئلہ آپ کی توجہ سے حل ہوجاتا تھا۔ آخرکار درسی علوم کو الوداع کہکر اپنے بڑے بھائی کی خدمت مین داخل ہوگئے تھے۔ اور اُن کی خدمت کے طفیل سے جب بہانو نشین دشمن (نفس) کے ساتھہ لڑائی شروع کی۔ تو فتح پائی۔ جب رکن الاولیا کا آخرین وقت آیا۔ اور اُنکے کوئی فرزند تھا نہین۔ اور نیز جد بزرگوار نے فرمادیا تھا۔ کہ چھوٹا بھائی بڑے بیٹے سے بہتر ہوتا ہے لہذا رکن الاولیا نے اپنا سجادہ چھوٹے بھائی کے سپرد کرکے اُن کو رہنماءِ زمانہ بنایا۔ آپکے بعد شیخ صدرالدین حلیم ابن شیخ عمادالدین مسند پر بیٹھے۔ شیخ صدرالدین حلیم کے بعد شیخ صدرالدین شہراللہ ابن حلیم قایم مقام ہوئے مصلحم جراً سجادہ نشینی عمادیہ نسل مین رہی مصرع۔ عمادالدین عماد قصرِ دین بود۔

یاد شیخ علم الہدیٰ

آپ شیخ رکن الدین ابوالفتح کے چچازاد بھائی ہین۔ جدامجد کے زندگی مین ہی جہان بیمائی کی ہوا سر مین بھرگئی تھی۔ ماوراء النہر خراسان۔ اور پارس مین جاکر نقلی علوم اور عقلی فنون تحصیل کیے۔ اور کمال تبحر بہم پہونچاکر ہجری سنہ سات سو چالیس مین جب کہ سلطان محمد تغلق شاہ کا عہد تھا۔ دہلی مین آئے۔ سیاہ باطنی سے اپنے چچازاد بڑے بھائی کی خدمت مین مناظرہ کرنا چاہا چونکہ رکن الاولیا کے ظاہری علم کو روشنی قلب کی قوت سے استحکام حاصل تہا۔ علم الہدیٰ کی بڑائی مناظرہ کے اندر پیش نہین گئی۔ بلکہ باعث خجالت ہوئی۔

واضح ہو۔ کہ عالم صورت کا پہلوان۔ عالم معنی کے پہلوان کے ساتھہ مقابل نہین ہوسکتا ہے بلکہ بساط ادب کے کنارہ پر کھڑا ہوکر اس اندیشہ مین ڈوب جاتا ہے۔ کہ نمود مین آنے والی موجودات حقیقۃ الحقائق کا عکس ہے۔ اور عکس معنی سے عاری ایک صورت ہوتی ہے۔ اور اصل عالم ظاہر مین ایک ملک ہوتا ہے جو ملکوت یعنی عالم ارواح کی برابر ہوتا ہے۔ سُبْحٰنَ الَّذِیْ بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ وَّ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ[۵] بیت

بس تجربہ کردیم درین دیر مکافات	با دردکشان ہرکہ درافتاد برافتاد

یاد شیخ الہداد احمد آبادی

آپ سہروردیہ سلسلہ مین سے ہین۔ اپنے وقت کے پرہیزگار اور خداپرست تھے۔ حقیقی اور درسی علوم بھی جانتے تھے

[۵] پاک ہے (وہ ذات) جس کے ہاتھہ مین ہر چیز کا کامل اختیار ہے۔ اور (مرے پیچھے) تم سب) اوسی کی طرف لوٹا کردیئے جاؤگے ۱۲۔

تے تمام کہانے کی چیزین چہوڑدین ہتین - صرف ایک پیالہ دودہ سے بہوک کا علاج کرتے تھے خواہ وہ کہین سے ہی بہم پہونچاتے تہے معرفت دانی مین دوسرے معرفت فہمون پر سبقت رکہتے تہے - جو عمدہ مضامین اور اُن کے نئے نئے حل خاص آپکی طبیعت اور فہم بہم پہونچاتی تہی - اُن کا فیضان درس دیتے وقت سننے والون کو پہونچاتے تہے - شریعت کی رعایت کرکے سرود وسماع کی مجلس مین نہین جاتے تہے شیخ زین الدین خوافی کے سلسلہ سے کمال دبستگی تہی -

یاد شیخ موسیٰ

آشکارا کرامتین آپ سے اکثر ظاہر ہوئی ہین - صاحب موسوی ولایت تہے - کہتے ہین - تتہ سے قدوۃ الاولیا شیخ بہاء الدین زکریا کی ملاقات کے واسطے ملتان کو آتے تہے - جب دریاے راوی کے کنارہ پر پہونچے - تو ملاح نے کشتی لگانے مین توقف کیا - آپ اُس دریا کا تمام پانی ایک ابریق مین اوٹہا کر شیخ کی خدمت مین لے گئے - شیخ نے فرمایا - اس پانی سے لوگون کو فیض پہونچتا ہے - بدستور سابق چہوڑدو - آپنے کہا - نہین یہ پانی آستانہ بوسی کے مشتاقون کو روکتا تھا - اور اس مزاحمت سے اُن کو نقصان پہونچتا تھا - اب اس شرط پر چہوڑا جاوے گا - کہ شہر کے کنارہ سے بہت دور بہنے لگے - اُس روز سے دریاے راوی ملتان سے دور بہتا ہے - اِن دونون صاحبون کی بدولت چند روز انجمنِ حقیقت بیانی ایسی عمدہ طور پر ہوتی رہی - کہ اُسکی خوبی بیان مین نہین آسکتی ہے -

مصرع - طور دیدار بادمیقات آتش -

یاد شیخ حمید الدین صوفی سعیدی ناگوری سوالی

آپ کا لقب سلطان التارکین ہے خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کے مرید اور خلیفہ ہین قدس سرہما بعض کہتے ہین کہ آپ موضع سوال کے باشندہ ہین - جو مضافات اجمیر سے ہے - اور بعض کا یہ خیال ہے - چونکہ تصوف کی مشکلات کے بارہ مین آپ سوال وجواب بہت کیا کرتے تہے - اسواسطے **سوالی** لفظ کے ساتھ شہرت ہوگئی کہتے ہین - کہ سلطان شمس الدین التمش کے زمانہ مین جب دہلی کے شیخ الاسلام شیخ نجم الدین صغری نے شیخ جلال الدین تبریزی کے نام پر ایک بہتان لگایا - تو سلطان نے حقیقت تہمت معلوم کرنے کے واسطے بزرگان وقت کو ہر ایک شہر سے بلا کر ایک مجمع کیا تہا - اُس درمیان مین شیخ حمید الدین نے تعرض کے طور پر شیخ بہاء الدین زکریا سے دریافت کیا - کہ مال کے ساتھہ سانپ کس مناسبت سے تعلق رکہتا ہے - فرمایا کہ دونون مہلک ہین اور تعلق کا سبب دونون کا ہلاک کرنے مین اشتراک ہے - اسی کے ساتھہ یہ بہی کہا - کہ وہ شخص عقلمند ہے - جو

مہلک شے سے دور دور رہے - نہ اُس کی دوستی کی طرف مائل ہو - اور نہ اُس کی نزدیکی سے خوش ہو - بہاؤالاولیا نے جواب دیا کہ جو شخص افسون جانتا ہے - اُس کو سانپ کے زہر - اور مال کی مستی سے نقصان نہین پہونچتا ہے - اسپر حمید العرفا نے کہا کہ سانپ کو افسون کے ذریعہ سے بھی پاس رکھنا اچھی بات نہین ہے - بہاؤالحق نے اِس بات کے جواب مین توقف کیا - تو ناگاہ اپنے پیر شیخ الشیوخ کو دیکھا - کہ وہ فرماتے ہین - بہاؤالحق - یون کیون نہین کہتے ہو - کہ دنیا - اہل کمال کے جمال کے رخسارہ پر نیل کا داغ ہے - جس طرح حسینان صورت کی ابرو پر وسمہ - رخسارہ پر نیل اور بناگوش پر غالیہ - نظر بد سے بچاتا - اور زیبائش کو بڑھاتا ہے - اسی طرح معنوی محبوبون کو دنیاوی اسباب نیلہ رنگ کا کام کر کے خود بینی کی نظر بد سے محفوظ رکھتا ہے - اور اِس کے اندر یہ حُسن بھی موجود ہے - کہ دوسرون کے ساتھ احسان کرنے کا موقع ملتا ہے - لکھا ہے کہ حمید العرفا نے ایک خط بہاؤالاولیا کی خدمت مین بھیجا تھا - جس مین لکھا تھا - کہ بہت سی قرآنی آیات - اخبار - اور آثار اس مضمون کی شہادت دیتی ہین - کہ دنیا کو دوست رکھنے والے اور اِن کے دوست خدا کو نہین پہونچتے ہین - اور واقعی حال یہ ہے - کہ بہت سے ارباب ثروۃ اور اصحاب دولت قطبیت اور غوثیت کے عالی درجہ کو پہونچ چکے ہین - حَسْبَۃً لِلّٰہِ[٥٤] اور رَحْمَۃً عَلَی الْفَقِیْرِ اِس مشکل کو حل فرمائیے - تاکہ آپ کے رنگین خط کو اپنا امام بنا کر اطمینان حاصل کرون - اور اُس معجون حقیقت سے صلاح باطنی عمل مین لاؤن نیز جو ایک بات ہے - کہ دنیا ہاتھ مین ہو - تو دوا ہے - اور دل مین ہو - تو درد ہے - اِس بنیاد پر اُس شخص کو تو فائدہ ہے جس کے واسطے دنیا دوا ہے - اور اُس شخص کو نقصان ہے جس کے واسطے دنیا درد ہے - اور نیز سلطان سہرورد کا جو ایک یہ فقرہ ہے کہ "تیغ اسپ در گل زدہ ام نہ در دل" اِس فقرہ سے تسلی نہین ہوتی ہے - کیونکہ مذمت کی بنیاد ظاہر دنیا پر ہے - نہ نیت پر جو مخفی چیز ہے - بہاؤالاولیا نے جواب نامہ بھیجنے کو الہام پر موقوف رکھکر دو سال تک توقف فرمایا اور حمید العرفا جواب کے انتظار مین دعا کے امیدوار قبولیت ہے - اِس کش مکش مین تھے - کہ ایک روز ایک حریری ورق لپٹا ہوا عالم غیب سے مصلے کے نیچے نکلا - اُس مین جو کچھ لکھا تھا - اُس کا ماحصل یہ ہے - کہ راہ حق کے چلنے والے تین گروہ پر منقسم ہین - ایک گروہ بالکل محجوب ہے - جس کو غایت استغراق سے اور وجوبی صفات مین امکانی رسوم کو حد درجہ کم کر دینے سے کونین کی بالکل خبر نہین - دوسرا گروہ اُس جماعت کو سمجھنا چاہیئے - جو ظاہر کو کہ محض ممکن ہے - امکانی لوازم کے ساتھ مخصوص کرتی ہے - اور باطن کو کہ عین واجب ہے خاص ایزدی تجلیات کے مشاہدہ مین مشغول رکھتی ہے - اور تیسرا گروہ وہ ہے - جو کہ دنیا اور ما فیہا کا ترک بہشت اور آنجہانی درجات کے واسطے کرتا ہے - اور یہ تمام موجودہ معانی اور آئمین تینون گروہون مین علمی صورتون کا اقتضا ہے

٥٤ اللہ کے واسطے اور فقیر پر مہربانی کرکے - ١٢

جو واجب الوجود کا خاص فعل ہے اسماء و صفات کے اقتضا کی رو سے لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ سلوک اور تصوف کے علم مین بہت سے رسالے آپ کے تصنیف کردہ ہین۔ اشعار اور دیگر نظم کو آپ نے فصاحت اور مقبولیت کی کرسی پر سوز و گداز کے رنگ مین پہونچایا تھا۔ یہ آپ کی ہی رباعی ہے رباعی

تا کے غم آن خوری کہ یار دیانے	یا تخم بروید و برار دیانے
رو در غم آن باش کہ محبوب ترا	اندر حرم وصل گزار دیانے

بعض کتابون مین لکھا ہے۔ کہ آپ شیخ احمد تارک لاہوری کے بیٹے تھے۔ شیخ احمد تارک۔ ابراہیم کے۔ ابراہیم محمد کے۔ اور محمد۔ سعید فاروقی کے بیٹے تھے۔ جو فاروق اعظم کی نسل مین سے ہین۔ رضی اللہ عنہم اس بنا پر آپ کو سعیدی کہتے ہین۔ تاریخ اُنتیس ربیع الآخر ہجری سنہ چھ سو تہتر کو اور بعض کے نزدیک ہجری سنہ اونسٹھ کو واصل حق ہوئے۔ قبر ناگور مین ہزار و متبرک ہے جو الی یومنا ہذا۔

یاد اولاد سلطان التارکین قدس اسرارہم

آپ کے دو بیٹے تھے شیخ عزیز اور شیخ مجیب۔ بڑے کے تین فرزند تھے شیخ حمید الدین احمد۔ شیخ فرید الدین محمود۔ اور شیخ نجیب الدین قاسم۔ شیخ حسین ابن خالد تین واسطے سے شیخ حمید کو پہنچتے ہین

مختصر حالات شیخ فرید

آپ اپنے جد بزرگوار کے مرید۔ خلیفہ۔ اور جانشین ہین۔ بعض کہتے ہین۔ کہ کتاب سرور الصدور آپ کی ہی ترتیب دی ہوئی ہے۔ سلطان محمد تغلق کے عہد مین ناگور سے دہلی مین آئے۔ اور مشرق کی طرف جو محلہ مین جو قدیمی شہر مین ہے۔ سکونت اختیار کی اور رحلت کے بعد اُسی کوچہ مین خوابگاہ بھی بنی۔ مقام قطب الاولیا کے راستہ مین قدس سرہٗ۔ شیخ فرید کے سات فرزند تھے۔ ان مین سے ایک شیخ عزیز بھی تھے۔ بعض کے نزدیک سرور الصدور۔ نور البدور۔ آپ کی ہی تصنیفات مین سے ہے۔ اور بعض شیخ احمد کی تالیف سے سمجھتے ہین۔ جو شیخ عزیز سے بڑے تھے۔ بعض شیخ سعید کی تالیف سے کہتے ہین۔ جو شیخ عزیز کے چھوٹے بھائی ہین ہر تقدیر کتاب مذکور لکھی ہوئی شیخ فرید الدین کی یا اُن کے فرزندون مین سے کسی ایک کی ہے۔ بہت سے خاص خاص فائدے اور لطیفے جو اپنے بزرگوار باپ سے ستائیس برس کے عرصہ مین سنے تھے۔ اس کتاب مین فراہم کیے ہین۔ اور یہ بھی

لکھا ہے۔ کہ مینے خردسالی مین جد اعلیٰ سلطان التارکین کی ملازمت کی ہے۔ اس بنیاد پر آپ کی عمر قریب نسو برس کی ہوگی۔ اِس کے بعد لکھتے ہین۔ تاریخ دوسری ربیع الاول ہجری سنہ سات سو چھبیس کو پدرعزیز نے حدیث اور دعوت کا اجازت نامہ عطا فرمایا۔ جد اعلیٰ کا خرقہ پہنایا۔ اور اپنی خاص کلاہ میرے سر پر رکھی اور اچھی اچھی دعاؤن دیکر سرفراز کیا۔ مصرع۔ اولاد حمید وصاف حمید بودند۔

یاد شیخ جلال الدین تبریزی

آپ شیخ ابوسعید تبریزی کے مرید ہین۔ اور زادبوم تبریز ہے۔ دیو محل بندر مین جو دارالملک بنگالہ مین ہے آپ کی خوابگاہ ہے۔ جب آپکے پیر دنیا کے تنگ وتاریک کوچہ سے فردوس برین کی سیر وسیاحت کے واسطے تشریف لے گئے۔ تو آپ شیخ شہاب الدین سہروردی کی ملازمت مین حاضر ہوئے۔ اور اپنی شایستہ خدمات سے دل مین جگہہ پیدا کرکے فائدہ اُٹھایا۔ ملتان مین شیخ بہاءالدین زکریا سے کمال دوستی اور یکجہتی ہوگئی تھی خواجہ قطب الدین اوشی کی ملاقات کے شوق مین دہلی آئے۔ مشائخ چشت کے تذکرون سے کچھہ آپ کے حالات معرفت معلوم ہو سکتے ہین۔ شیخ نجم الدین صغری نے (جن کا مرقد دہلی مین مولانا برہان الدین بلخی کی خوابگاہ کے برابر مین ہے) سیاہ دلی اور خیال فاسد سے آپ کو ایک مطربہ عورت کے ساتھہ دلبستگی مین ناشائستہ حرکات کے ساتھہ متہم کیا تھا۔ اور ایسی شورش دہشائی تہی۔ جس کی وجہ سے آپ کو دہلی جیسے شہر ولایت سے بنگالہ کی طرف سفر کرنا پڑا۔ ایک روز آپ ایک دریا کے کنارہ کنارہ چلے جارہے تہے۔ چلتے چلتے خود بخود کہنے لگے۔ کہ شیخ الاسلام نے اگرچہ درویشون کو اپنے شہر سے نکال دیا۔ مگر درویشون کے خدا نے آج شیخ الاسلام کو جہان سے نکال دیا۔ اور جنازہ کی نماز بہی پڑھ لی گئی۔ خبر آنے پر تحقیق ہوا۔ کہ شیخ الاسلام کی رحلت کا وہی روز تہا۔ کہتے ہین۔ دیو محل مین آبادی سے دور ایک جنگل تہا۔ وہان پر آپنے جگہہ پسند کی چاہا کہ اِس زمین کو خرید لیا جاوے چونکہ جنگل تہا۔ اور اس کا کوئی مالک بہی نہین تہا۔ لہذا باشندگان شہر نے خوش طبعی سے قیمت مین اتنا زیادہ نقد مانگا۔ کہ وہ مقدار۔ سوائے شاہی خزانون کے دوسری جگہہ گمان مین بہی نہین آسکتی ہے آپنے قبول فرمایا۔ اور مریدون کو ارشاد کیا۔ فلان جگہہ بجاستون کا اور گوگوبر کا تودہ ہے۔ اوس مین آگ لگادو۔ چنانچہ تعمیل کی گئی۔ خالص ورکامل العیار سونا ہوگیا۔ زمین کی قیمت مین دیدیا یہ عظیم الشان کرامت دیکھکر وہان کے لوگ اکثر اسلام کے احاطہ مین۔ اور آپ کی بیعت کے سلسلہ مین داخل ہوئے اور دونون جہان کی کامیابی حاصل کی۔ حافظ

آنان کہ خاک را بنظر کیمیا کنند	آیا بود کہ گوشۂ چشمی بما کنند

یاد شیخ صوفی بدھنے

شیخ نظام الاولیا قدس سرہٗ سے روایت ہے - فرماتے تھے - ایک بڑے پرانے معمر شخص موضع کیتھل مین رہتے تھے جن کا باطن تجرید اور تفرید کے زیور سے آراستہ تھا - وہان کے باشندے آپ کو شیخ بدہنے کہا کرتے تھے اکثر لوگون کی زبانون پر یہ قصہ اس طرح سے روان ہے - کہ ساتوین صدی کے آغاز مین جب سپاہ مغل ہند پر قابض ہوئی - مال واسباب سب لٹ گیا - اور چھوٹے بڑے سب قید ہو گئے - تو اس علم بلوہ مین خواجہ قطب الدین اور شیخ صوفی جو بے تمیزانہ حالت مین زندگی بسر کر رہے تھے - یہ دونون بھی گرفتار ہوئے - دو تین روز بعد گرفتارون کو بھوک اور پیاس بہت شدت سے معلوم ہوئی - ناچار خواجہ ایک کاک (روغنی روٹی) خرقہ کے اندر سے نکالکر ہر ایک شخص کو دیتے تھے اور صوفی بدہنے سے (کہ ایک مٹی کے ظرف کا نام ہے) سب کو پانی پلا کر سیراب کرتے تھے کہتے ہین - کہ خواجہ کا خطاب کاکی اور صوفی کا لقب بدہنے جو ہوا - اس کی وجہ یہی ہے - شیخ عثمان ابن لادن بھی یہ حکایت بارہا بیان کیا کرتے تھے - اور کہا کرتے تھے - یہ حال مینے اپنے پیر شیخ فضل اللہ ابن شیخ حسین چشتی کی زبانی سنا ہے الفقصہ - سوائے اس قدر بیان کے جو اوپر لکھا گیا کسی کاغذ مین کوئی بات آپکے حالات کے متعلق دیکھنے مین نہین آئی ہے - نہ اہل زمانہ کے زبانی کوئی حرف آپ کی ماند و بود (رہنے سہنے) کے متعلق سننے مین آیا ہے - اور ایسا شخص جس کے سینہ مین آپ کے حالات مخفی ہون - اب بہشت کے سوا کہین ہم نہین پہونچ سکتا ہے - مصرع - کیست کز دی بازجویم حالِ او -

یاد شیخ نورالدین دہلوی

درسی علوم مین آپ کا دل تونگر تھا - اور مسائل کے بیان کرنے مین زبان طاقت ور تھی - آپ سلطان ناصر الدین ابن سلطان شمس الدین التمش کے عہد مین علما مین سے تھے - کتاب جامع الحکایات آپ کی ہی تصنیف ہے - عمدہ کتاب ہے - اس مین ہر ایک طرح کا نمونہ اور ہر ایک قسم کی نمایش موجود ہے - زمانہ کے کامگار مشائخ اور اولیا کی آپ پر نظر تھی - صوفی گروہ کے ساتھ کمال عجز وانکسار سے پیش آیا کرتے تھے -

الفقصہ - اس عمدہ زمانہ مین ہر ایک فن کے اُستاد اور ہر ایک قسم کے بزرگ موجود تھے - جن کا وجود زیبائش زمانہ کا باعث تھا -

(۱) سید تاج الدین ابن سید جلال الدین بدایونی - آپ کو علم - تقوی - وجدان - استقلال ذہن خوشخوئی خوش باشی - اور ریاضت مین بڑا مرتبہ حاصل تھا -

(۲و۳) سیدؒ مغیث الدین مفتی اور سیدؒ منتجب یہ دستار دونون بہائی تہے ۔ کہتے ہین ۔ دانش
دیانت ۔ امانت ۔ ورش ۔ مہربانی ۔ خوش خلقی ۔ اور گوشہ نشینی یہ تمام حمیدہ صفات اِن دونون بہائیون کی
سرشت مین گویا خمیر تہین باانہمہ کسی شخص سے کسی قسم کی تند وغیرہ نہین ملیا کرتے تہے ۔

(۴و۵) سیدؒ علاءالدین اور سیدؒ قطب الدین یہ دونون بہائی بہی ترک وتجرید ۔ اور تصوف
وتوحید مین یگانہ روزگار تہے ۔ کہتے ہین شیخ نظام الاولیا ۔ حضرت خاتم النبوۃ علیہ السلام کو سید علاءالدین
کی شکل مین خواب کے اندر دیکہا کرتے تہے ۔

(۶) مولانا حمید الدین مخلص گویا دریگدانہ تہے ۔ جو اُس زمانہ کے دانشمندون کی لڑی مین ممتاز تہے ۔
ہدایہ فقہ پر ایک بڑی لمبی شکل کشا شرح لکہی ہے ۔

(۷-۸-۹-۱۰-۱۱) مولانا عماد الدین حسام واعظ مولانا جمال الدین شاطبی قاری مولانا
کبیر الدین عراقی مورخ تاریخ جہانگیری جو سلطان علاءالدین کے نام پر ترتیب دی گئی ہے ۔ مولانا بدرالدین
دمشقی طبیب اور مولانا حمید الدین بنبانی منجم ۔ یہ تمام سادات اور علماء سلطان غیاث الدین
بلبن ۔ سلطان جلال الدین خلجی ۔ اور سلطان علاؤالدین خلجی کے زمانہ مین دہلی اور پرگنات دہلی مین ۔
ملک کی زیب وزینت تہے ۔ بعض حضرت گنجشکر کی خدمت مین اور بعض ۔ بزرگوار خلفاے حضرت گنجشکر کی
خدمت مین بیعت تہے ۔

غوثی جب تم زمانہ کے حالات ۔ اور مشائخ کے واقعات لکہنا چاہو ۔ تو دیکہو ہوش سے لکہنا ۔ کیونکہ
آسودگانِ جہان کے حالات بالخصوص بزرگون کے سرتاپا معرفت سے بہرے ہوئے حالات ایسی عجیب غریب
سیرگاہ ہے کہ نہ تو جنگلون جنگلون بہرنے سے پاؤن مین کوئی تکان آتی ہے ۔ اور نہ وطن کی جدائی سے دل مین کچہ بہی
تنگی پیدا ہوتا ہے ۔ اس بنا پر مناسب ہے ۔ کہ سفر در وطن کے فقرہ کی توجیہ خوش طبعانہ ۔ اور آیہ قُل سِیرُوا فِی
الْاَرْضِ کی وجہ ۔ عارفانہ بیان کی جاوے ۔ عبرت کا چراغ ۔ سینہ کے برآمدہ مین جلایا جاوے ۔ اور ہدایت
کا علم ۔ دل کے میدان مین نصب کیا جاوے ۔ کیونکہ جہان بہا لوگون کے دلون مین بس اس کے سوا کوئی خیال اور
کوئی آرزو نہین ہے ۔

یاد شیخ محمد ترک نارنولی

آپ مجرد ۔ متوکل اور حصور تہے ۔ ترکستان سے ہند مین آئے ۔ اور نارنول مین حوض کے کنارہ گوشہ اختیار

کر لیا تھا۔ یہ حوض اب مٹی سے بھر گیا۔ اور آبادی میں آگیا ہے۔ اپنی زندگی میں کسی کو مرید نہیں کیا۔ کہتے ہیں۔ اُس زمانہ میں غیر مسلمون کا گروہ خدا پرستون پر غالب تھا۔ جمعہ کے روز مسلمان لوگ جامع مسجد میں جمع تھے موقع پاکر ہنود کی ایک جماعت ننگی تلوارین لیکر آپہونچی۔ اور بہت سے لوگون کو شہید کیا۔ اُسی عام بلوہ مین شیخ محمد ترک نے بھی غزا اور شہادت دونون درجے پائے۔ اُسی چبوترہ مین قبر بنائی گئی جس مین آپ رہتے تھے۔ اُن لوگون مین سے جو شہید ہوئے۔ دو صاحب اور بھی ہین۔ پشتہ کے اوپر جو صاحب مدفون ہین اُن کو اوپر والا شہید کہتے ہین۔ اور پشتہ کے نیچے جو صاحب مدفون ہین۔ اُن کو نیچے والا شہید کہتے ہین۔ یہ بھی لوگ کہتے ہین کہ دونون حافظ تھے۔ اور اب بھی اُن کی قبر سے تلاوت کی آواز آتی ہے۔ روایت ہے کہ شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی کو بادشاہ وقت نے ناخوش ہو کر تتہ کی طرف جانے کا حکم دیا تھا۔ جب آپ حدود نارنول مین پہونچے۔ تو سواری سے اُتر پڑے۔ اور پیادہ پا شیخ محمد ترک کے روضہ پر آئے۔ اوّلاً ایک پتھر کی طرف جو وہان تھا۔ دیر تک متوجہ رہے۔ بوجہ اسکے۔ کہ حضرت پیغمبر علیہ السلام کی مقدس روح کو اُس پتھر کے اوپر پایا تھا۔ بعدہٗ شیخ محمد کی تربت کی طرف منہ کر کے مراقبہ مین مستغرق ہوئے۔ جب سر اُٹھایا۔ تو فرمایا۔ جس کسی کو دشواری پیش آوے اُس کو چاہیے۔ کہ وہ جبین نیاز ان حضرت کی خاک پر رگڑے اور اپنی اڑی ہوئی مشکل کی کشایش چاہے۔ ایک کوتہ اندیش بول اُٹھا۔ اب حضور کو مشکل درپیش ہے فرمایا۔ اس بارہ مین عرض کر دیا گیا ہے۔ کہتے ہین۔ ابھی تین روز نہین ہوئے تھے کہ بادشاہ ایک ہولناک واقعہ مین مبتلا ہوا۔ چراغ دہلی نے معاودت فرما کر پھر دہلی کو اپنے مقدم سے مستفیض کیا۔ وہ پتھر ابھی تک شیخ محمد کی قبر کی برابر بدستور موجود ہے۔ آنے والے اُس پتھر کا بوسہ لیتے ہین۔ پھر اس کے بعد مزار شیخ کی زیارت کرتے ہین۔

یاد مولانا معین الدین عمرانی

آپ سلطان محمد ابن تغلق شاہ کے عہد مین۔ عالم اور اُستاد شہر تھے۔ کنز۔ حسامی۔ اور مصباح پر آپ کے حاشیے ہین۔ بادشاہ وقت نے آپ کو قاضی عضد کے لانے کے واسطے بے شمار مال اور خلعت دیکر شیراز کو بھیجا تھا۔ کیونکہ یہ کام اہم تھا اور یہ آرزو کی تھی۔ کہ مواقف کے متن کا حاشیہ میرے نام پر لکھ دیجیے۔ باوجودیکہ شہر شیراز علم کا گھر ہے مگر عمرانی کا علم اور دانش اس دار العلم مین بھی اپنا جلوہ دکھائے بغیر نہین رہا۔ اور وہان کے لوگ بھی آپ کی فیض رسانی سے متمتع ہوئے۔ خلاصہ کلام یہ کہ جب شاہ شیراز کو معلوم ہوا۔ کہ شاہ دہلی نے

مولوی عمرانی کو قاضی صاحب کی طلب میں بہیجا ہے۔ اور قاضی صاحب بہی سفر کا سامان مہیا کر رہے ہین۔ تو قاضی صاحب کی خدمت مین خود پہونچکر عرض کیا۔ اگر جلاد نیاوی طمع سے ہے۔ تو عورت اور فرزندون کے سوا۔ تخت۔ رخت ملک مال۔ سپاہ۔ اور رعیت وغیرہ وغیرہ جو کچہہ میرے پاس ہے۔ یہ سب مین آپ کے سامنے پیش کرکے اپنے اوپر حرام کیے لیتا ہون۔ جب قاضی صاحب نے اپنے بادشاہ کی اس درجہ جوانمردی اور گرمجوشی دیکہی تو ہند آنے کے واسطے اُن کی مروت نے اجازت نہ دی۔

یاد سید معروف شہید

کہتے ہین۔ آپ سید حسین مشہدی کے یارون مین سے تہے۔ جن کا لقب خنگ سوار ہے۔ ساتوین صدی مین شاہ دہلی کی طرف سے ایک بڑا لشکر۔ اِس ملک کی فتح کے لیے نامزد ہوا تہا۔ جہان آپ کی خوابگاہ ہے کیونکہ یہ ملک بیکر پرست راجپوتون کے قبضہ مین تہا۔ لشکر نے بڑی لڑائیان لڑین۔ اور اللہ کا بول بالا کرنے مین بہت جانین نثار کرکے ملک کو بیکر پرستون کے قبضہ سے نکالا۔ اِس لڑائی مین سید معروف۔ اور نیز آپ کے سوا بہت نیک آدمی شہید ہوئے۔ روایت ہے۔ کہ آپ کی قبر کا ایسا فیض جاری ہے۔ کہ خوش اعتقادی کی بدولت ارباب نذر و نیاز اپنی مرادین اور آرزوئین پاتے ہین۔ شیخ چندن چشتی دسور (مندسور) سے قصبہ ٹڈہ[۵۱] مین آپ کی قبر پر ہمیشہ جایا کرتے تہے۔ اور انواع و اقسام کے کہانے پکوا کر درویشون کو اور بہوکون کو کہلایا کرتے تہے۔ اپنی خوش اعتقادی اور دوستی کا اظہار اِس طرز سے کیا کرتے تہے۔

انہین شہدا مین سے ایک توغان شہید بہی ہین۔ آپ کی قبر قصبہ ٹوڈہا (نواح مندسور) مین ہے سب زیادہ تعجب انگیز آپ کی یہ خرقِ عادت ہے۔ کہ جو شخص درست نیت اور نجاست سے پاک ہوتا ہے۔ وہ مزار کے پاس رات کے وقت رہ سکتا ہے۔ اور جس شخص کی عادتین خراب اور ظاہر ناپاک ہوتا ہے۔ اُس پر اس قدر پتہر آسمان سے برستے ہین۔ کہ وہ لاچار ہو کر بہاگ کہڑا ہوتا ہے

اِنہین شہدا مین سے ایک میان شمس شہید ہین۔ جو موضع جانگلی[۵۲] مین قصبہ ٹڈہ کے نزدیک سوئے ہوئے ہین اس سرکار رجاگیردار سید راجو ہین۔ سید راجو کے خویش سید ابراہیم نے بزمانہ ناامیدی دل مین مستحکم وعدہ کر لیا تہا۔ کہ اگر میرے لڑکا پیدا ہوگا۔ تو اِن شہید مرد کے نام سے ایک نذر کرونگا کہتے ہین۔ بہت جلد امید ہوئی اور لڑکا پیدا ہوا۔

---

[۵۱] اب اس قصبہ کو افضل پور کہتے ہین۔ مندسور سے ۵-۶ کوس ہے ۱۲ [۵۲] جانگلی گانون مندسور سے تقریباً ڈیڑہ دو کوس کے فاصلہ پر واقع ہے ۱۲

انہیں شہدا مین سے ایک شیخ دُودہن شہید ہین - حدود دسور (مندسور) مین - آپ کی قبر کا نشان باقی
نہین رہا تہا - سید راجو کے زمانہ مین ایک دولتمند نے چاہا - کہ چوگان بازی کے واسطے میدان صاف کر لینا چاہئے
آپنے اُن کی خواب مین آکر اپنی حقیقت حال سے آگاہی دی - مشارالیہ نے خواب کا بیان سید سے کیا -
سید نے فرمایا - آپ کی قبر کی عمارت بنادی جاوے - چنانچہ بنادی گئی - اور شہید کے فرمانے کے بموجب
گہوڑے کی بہی قبر بنادی گئی **مصرع** - کشتۂ دشمن ہست ز زندہ دوست -

یاد شیخ احمد نہروالہ بدایونی

بعض کے نزدیک آپ کا لقب حامدالدین ہے - قاضی حمیدالدین ناگوری کے مرید ہین - خوابگاہ
بدایون - پیران سہرورد کا مشرب تہا - روایت ہے شیخ بہاءالدین زکریا نے - صوفیون مین سے ایسی تعریف
کسی کی کمتر کی ہے - یعنی آپ کے بارہ مین فرمایا ہے - اگر آپ کی معرفت - حقیقت - اور استعداد تولی جاوے
اور نیز آپکے اذکار - اشغال - اور افکار - ترازو مین وزن کیے جاوین - تو دس خداشناس صوفیون کے سرمایہ پر بہی آپ کا
سرمایہ غالب اور وزنی ہوگا -

اِس دلکش تقریر مین تحت الذکر حدیث نبوی علیہ السلام کی خوشبو آتی ہے - ایک روز امیرالمومنین عمر
رضی اللہ عنہ کی کثرت حسنات کے بارہ مین حضور ارشاد فرماتے تہے - کہ عمر رضی اللہ عنہ کی نیکیون سے آسمان
اور زمین پر ہوگئے ہین - حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اُس وقت موجود تہین - یہ التفات سے بہرا ہوا کلام
سنکر آپنے فرمایا مَابقیت لابی بکر یارسول اللہ فرمایا عمر وحسناتہ حسنۃ من حسنات ابی بکر رضی اللہ عنہما

جمعہ کے روز بحکم اِذَا قُضِیَتِ الصَّلوٰۃُ فَانْتَشِرُوْا جب لوگ چلے جاتے - تو آپ اپنے مریدون
اور دوستون کو ہمراہ لیکر شام تک شہر کے کوچون اور صحرا کے گوشون کی سیر کرتے پہرا کرتے تہے - ان ایام مین ایک
مجذوب تہا - جو جماعت باندہ کر آپکے گشت کرنے سے سخت تعجب کیا کرتا تہا - ایک روز آپنے دیکہا - چند
طاقتور ظالمون نے ایک نہایت ناتوان عاجز گروہ پر دست درازی کرکے مجبور کر رکہا ہے - آپنے صوفیون
کی جماعت کے ذریعہ سے امداد کرکے ناتوانون کو سیاہ دل ظالمون کے پنجہ ظلم سے رہائی دی - اتفاق سے تعجب
کرنے والا مجذوب بہی کہین اِس معرکہ کو دیکہ رہا تہا - سامنے آگیا - سب متفق اللفظ بول اوٹہے - ہان درست ہے

---

۵۱ - اے رسول اللہ حضرت ابوبکر کے واسطے کیا باقی رہا ۱۲ ۵۲ حضرت عمر اور اون کے جملہ حسنات - منجملہ حسنات حضرت ابوبکر کے ایک
نیکی ہے اللہ تعالیٰ اِن دونون سے راضی ہو ۱۲ ۵۳ - جب نماز ہوچکے تو تم کو اختیار ہے - کہ اپنی اپنی راہ لو ۱۲ -

جماعت ایسے ہی پوشیدہ کامون کے واسطے ہے - ورگنہ درویشون کو کسی کے ساتھ کیا سروکار ہے -

یاد امام الدین ابدال دہلوی

آپ شیخ ضیاء الدین مرغیب کی بہن کے بیٹے بھانجے ہین - خرقۂ خلافت تو شیخ بدرالدین غزنوی کی خدمت سے ملا تھا لیکن بہت سا زمانہ آپنے خواجہ قطب الاولیا اوشی قدس سرہٗ کی غلامی مین بسر کیا تھا - اِس عرصہ مین نفس نافرجام کے ساتھ لڑائیان رہین - اور بالآخر فتح پائی - اور اس بات کی بڑی خوشی مانی کہ مرشد نے آپ کا عمل پذیرائی کی نگاہ سے دیکھا جب سے آپنے سلوک کے راستہ مین قدم رکھا تھا تب سے جس وقت تک زندہ رہے اُس وقت تک گوشہ نشینی کے ذریعہ سے خواہش کو قیدی بنا کر رکھا - شیخ نظام الاولیا قدس سرہٗ قوالی کی مجلس آپ کے بدون بہت کم کیا کرتے تھے - بڑی عمر پائی - اور ہمت بلند تھی ہجری سنہ سات سو اسی مین عالم قدس کو کوچ فرما گئے مصرع ع خرامان شد بکوی قدس تا دیدار او بنید -

یاد سید مولہ عرب زاد دہلی آباد

آپ جیسے بلند رتبہ تھے - ویسی ہی روز افزون آپ کی ریاضت بھی تھی - گیہون کی روٹی اور گوشت کو ہاتھ تک نہین لگاتے تھے - باوجودیکہ ہر روز خانقاہ کے رہنے والون اور نیز دوسرے لوگون کے واسطے خسروانہ کھانا پکواتے تھے - خود چانول کے آٹے کا خشک کلچہ شہد کے ساتھ کھایا کرتے تھے - یہ آپ کی غذا تھی - اِس کے سوا کچھ نہین کھاتے تھے - نذر و نیاز کا نقد و جنس کسی سے نہین لیتے تھے - سلطان جلال الدین خلجی کے اولین زمانہ مین آپ کی شیخی کو رونق ہو گئی تھی - اور نیز سلطان کا بیٹا خانخانان مرید ہو گیا تھا - یہ امر زیادہ تر باعث لوگون کی فریفتگی اور دلبستگی کا تھا بالآخر لوگون کے متوجہ ہونے سے آپ کے سودائی دماغ مین - سلطنت دہلی کی ہوا سما گئی - اور کچھ لوگ متفق ہو کر کام بنانے کی فکر مین روانہ بھی ہوئے - اتنے مین یہ خفیہ سازش سلطان کے کان مین پہونچی - غصہ اور غضب مین بھر گیا اور فرمایا خود آپ اور آپ کے دوست اور یار تمام آگ مین گھسین - شاید اُس وقت ہر ایک کا نیک و بد معلوم ہو جاوے گا - فتوی نویس عالمون نے کہا - آگ راست کو دروغ سے جدا نہین کر سکتی ہے - القصہ جب تک درویش اور دیگر ارباب دانش تاخیر اور بہانہ جوئی سے فرمان روا کی آتش غضب کو فرو کرین ہی کرین تب تک دشمن مزاج اور خراب باطن لوگون نے جلدی کر کے خود سید کو بالکل فرد کر دیا - یعنی مست ہاتھی کے پانون مین ڈال دیا - ضیاء برنی لکھتے ہین کہ سید کا قتل سلطان کو سازگار نہین ہوا - اور بہت کچھ خرابیان اُس کے زمانہ مین پیدا ہوئین - یہین سے معلوم ہو سکتا ہے کہ مذکورہ بالا بہتان اُس کامگار شہید پر ناحق باندھا تھا -

خاتمہ چمن اول

عنوان کے شنگرفی حروف کو ارغوانی پھول سمجھنا چاہیے - جو نکتہ پروری کے چمن مین - خامہ عقل کے درخت پر کھلے ہوئے ہین - اور معنون جس کا یہ عنوان ہے - اسکی شکلین سواد کو خاکستری رنگ کی بلبلین تصور کرنا چاہیے - جو سخنوری کے باغیچہ مین - ہمت اور فطرت کے آشیانہ سے - پرواز کر رہی ہین - غرض یہ ہے - کہ رنگین پھول - اپنی اجمالی خوشبو برگزیدہ دماغون مین پہونچا دین - اور بلبلین اپنا تفصیلی ترانہ - جو گلشن کی رنگینی کی نسبت ہے گوش حکمت کو سنا دین - اور نیز زبان رمز سے یہ نغمہ گا دین - کہ ہر ایک نامہ بجاے خود - نقش و نگار کا ایک محل ہے دانش کے بہشت نما محلون مین سے - جس کی مستحکم بنیاد - خداے عز اسمہ کے سپاس - اور محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ستایش ہے - اور جس کا دل آویز کمرہ ایسے فن کے مقاصد کا بیان ہے - جو ہنوز صاحب عمارت کے ضمیر مین پردہ نشین ہے - اور اس بنیاد کی تعمیر سے مطلب یہ ہے - کہ بانی کے معنوی جسم کے واسطے ایک عمدہ آرامگاہ تعمیر کی جاوے - تاکہ جب دانش و بینش کے تماشائی - اِس محل مین آوین - اگر اُن مین سے کسی کے دل مین - ایسے گروہ کے ساتھ جو عنصری مکان سے رخصت ہو چکے ہین - روحانی راز و نیاز کی باتین کرنے کی آرزو پیدا ہو - تو ان فطرت کے مکانون مین (جن کو دوسرے الفاظ مین نگارین نامے کہہ سکتے ہین) جس دروازہ سے چاہے - اِقْرَءْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ (ا) کی کنجی سے کھول کر اندر آ جاوے - اور اپنے ادراک کو اُس میزبان کی مہمان سرا مین شیرین کام کرے - جس کے یہان ما حضر ہمیشہ تیار رہتا ہے - اور معلوم کرے - کہ اس کتابی عمارت کا ہر ایک قطعہ - جداگانہ حیثیت کے ساتھ شہرون کے مکانات اور عمارات کی وضع پر ہے اس طرح سے کہ جیسے شہرون کے مکانات اور عمارات کھلے طور پر - بنانے والہ کی دنیاوی استطاعت ظاہر کرتے ہین - ایسے ہی یہ کتابی عمارت سنجیدہ عبارت کے ساتھ خداوند عمارت کی عقل و دانش کا رتبہ - لوگون کے ذہن نشین کرتی ہے - بہت اچھا ہے وہ صاحب توفیق زندہ دل - جو حمد و نعت کی سرخی سے - فطرت کا خاکہ دکھانے والہ منظر کی بنیاد ڈالے - اور اُس کو تمہیدات اور رسائل کی (جن کو علمی عمارات کا طاق اور برآمدہ سمجھنا چاہیے) ترتیب تمام کرنے مین ایزدی تقدیر یاوری دیوے اور یہ منظر طبع آزمائی کرنے والون کے واسطے - امتحان کا ذریعہ - اور حقیقت کی تلاش والون کے واسطے آسایش کا وسیلہ ہو - اللہ جل شانہ جو کن فیکون کا ایجاد کرنے والا ہے - اُس کے خزانہ سے بہت کچھ اُمید ہے - کہ سخن آفرینی کا خوان بچھانے کی جن اصحاب نے بنیاد ڈالی ہے - اُن کے طفیل مین وہ غوثی حسن کی اس کوڑہ کرکٹ سے بھری خانقاہ کو

(ا) - (اے پیغمبر قرآن جو وقتاً فوقتاً تم پر نازل ہوگا - اس کو) اپنے پروردگار کا نام لیکر پڑھا کرو جس نے (مخلوقات کو) پیدا کیا ۱۲

بذریعہ پرداخت - اتمام کے زیور سے زیب وزینت بخشے گا۔

ابتدائے دومی چمن

یہ چمن اُن اصحاب کے حالات اور معارف کے بیان مین ہے - جو ہجری آٹھوین صدی مین عربی وفارسی کتابون کے پڑھنے والے تھے - انفس و آفاق یعنی عالم ارواح اور عالم اجسام کے رموز سے آگاہ تھے - خدائی پرستش اور معرفت مین ہمہ تن مصروف تھے - اور الہی جذبات اور مشاہدہ تجلیات مین بالکل مستغرق تھے اب اے دل ہوشیار ہوجا - ایک دماغ درکار ہے - دیکھہ ہر فرد کا ذکر - گویا ایسے گلشن کی نسیم ہے - جس کے ہر ایک درخت سے نسیم سا انواع واقسام کے دل فریب پہول کہلاکر ہر ایک سونگہنے والے کے دماغ مین - اُس آفریدگار کی سپاس و ستائش کی خوشبو پہونچاتی ہے - جو عجیب وغریب نئی نئی چیزین ظہور مین لاتا ہے - اور جس نے اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ [۵۱] کے افسون سے آدمی کو بصورت تخم - اور جہان کو بشکل درخت پیدا کیا - تاکہ جہان بمقتضائے سَنُرِیْہِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْٓ اَنْفُسِہِمْ [۵۲] اپنے اجمال کے اعتبار سے - اور آدمی بفحوائے لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ [۵۳] اپنے جمال احسن تقویم سے عالم واحدیت کا نمونہ ہو - کیونکہ رویت حق کا گلزار - آدمی کے طلسمی غنچہ مین مین کے اعتبار سے اجمالی طور پر چہپا ہوا ہے - اور کونی ومکانی درخت کا چہرہ مع اپنے جملہ اجزا کے - حضرت حق مین - علم کے اعتبار سے - مخفی ہے - دیکھو دیکھو مصرع شاخ گُلے بصورت انسان برآمدہ -

پادشاہ مدار

آپ کا لقب بدیع الدین ہے - اور سرکار قنوج مین ایک مقام ہے مکن پور - وہان خوابگاہ ہے - آپ کے حالات تذکرہ نویسون نے امکان عقلی پر مبنی کرکے لکھے ہین - مگر راقم نے ان مین سے جو حکایتین عادۃً ممکنات سے نہین تہین اور جن سے عقل جو مقید بہ توقع ہے گریز کرتی تہی نہین لکہی ہین - جیسے آپ عیسٰی علیہ السلام کی صحبت مین رہتے تھے - ابدی زندگی کا آپ کو اختیار حاصل تہا - پیغمبر آخرالزمان علیہ السلام کی ملازمت سے آپ مشرف ہوئے تھے - اور مسیحا کا سلام حضور نبوی مین پہونچایا تہا - آپ کی خلافت کا سلسلہ (۱) شیخ طیفور شامی (۲) شیخ یمین الدین شامی (۳) امام عبد اللہ علمدار - (۴) اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہم ان چار واسطون سے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پہونچتا ہے - اولین تین صاحبون کی گرامی عمر دو سو برس سے

---

۵۱ بیشک اللہ تعالیٰ نے آدمی کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے ۱۲ ۵۲ عنقریب ہم ان لوگون کو اپنی (قدرت کی) نشانیان (دنیا کے) اطراف مین بھی دکھائینگے - اور ان کے اپنے درمیان مین بھی ۱۲ ۵۳ ہمنے انسان کو بہتر سے بہتر ساخت کا پیدا کیا ۱۲ -

زیادہ ہی بیان کی جاتی ہے۔ کہتے ہین۔ کشف اسرار۔ دلون کے حالات پر وقوف۔ اور ادراک معانی مین آپ کو مرتبہ اعلی حاصل تھا۔ اور آپ کے جمال مین نور الٰہی کی جھلک نظر آتی تھی۔ جس کی وجہ سے دیکھنے والا بے ارادہ سجدہ مین گر پڑتا تھا۔ اِس سبب سے آپ ہمیشہ چہرہ پر نقاب رکھا کرتے تھے۔ مگر دربار عام کے روز۔ خلائق کی فائدہ رسانی کی غرض سے چہرہ سے نقاب اوٹھا دیتے تھے۔ اور ارباب زمانہ مین سے جس کسی کو کسی علم مین دشواری اور اُلجھن پیش آتی تھی۔ وہ اُسی دربار عام کے روز آپ کی خدمت مین حاضر ہوتا تھا۔ اُس وقت آپ بدون دریافت کرنے کے ہر ایک قسم کی باتین فرمایا کرتے تھے۔ اُسی ضمن مین حاضرین دربار اپنی مراد کے موافق جواب پاکر۔ اور اپنی مشکل حل کر کے واپس چلے جایا کرتے تھے۔ یہ امور آپ کی کرامات مین سے ہین (۱) مردہ کو زندہ کیا (۲) مدتون اور برسون کچھ نہین کھایا۔ (۳) آپ کے کپڑے بغیر دُھلنے کے سفید رہتے تھے۔ مدید مدت سے میلے نہین ہوتے تھے۔ (۴) ایک روز خضر علیہ السلام نے بزم اسرار مین آپ سے کہا۔ مینے سنا ہے۔ کہ آپ کو حاکم حی ومحیی نے مختار کر دیا ہے۔ جب تک آپ خود نہ چاہین گے مُمیت کا حکم آپ پر نہ چلے گا اور یہ خلعت خاص میرا ہے۔ بہتر ہے۔ کہ اس کو آپ عام نہ کردین۔ اور اپنے تئین میرے ساتھ شریک نہ بنادین۔ چونکہ آپ کی طبیعت۔ خواہش پذیر واقع ہوئی تھی۔ لہذا اس التماس کو قبول کیا۔ اور اُسی سال عالم ظاہر سے سفر کر گئے ہجری سنہ آٹھ سو تھے۔ مصرع ظاہرش پاک بود و باطن صاف

انجمن

یہ انجمن اُن پاک اصحاب کے بیان مین ہے۔ جو سلسلہ مداریہ طیفوریہ کے راستہ پر گرم رفتار ہین۔ اور نیز اِس انجمن مین اُس جماعت کے حالات کی ہی تحقیق ہے۔ جو مداریہ مشرب کی مقلد ہو کر احتیاج اور انتظار آمرزش رکھتی ہے۔ کہتے ہین۔ کہ اس سلسلہ کے سر حلقہ امام عبد اللہ علم دار ہوئے ہین۔ اور بعض اصحاب کی روایت سے آپ کا سلسلہ حضرت خاتم النبوۃ علیہ السلام کو بتوسط حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور بعض کی روایت سے بتوسط شاہ مردان شیر یزدان حضرت علی کرم اللہ وجہہ پہونچتا ہے لیکن دونون روایتون مین صحیح روایت پہلی ہے۔ شیخ بدیع الدین مدار شیخ محمد طیفور شامی کے مرید۔ اور شیخ محمد طیفور شیخ یمین الدین شامی کے مرید ہین۔ جو امام علم دار کے خاص خلیفہ تھے۔ اِس سلسلہ مین چونکہ وسائط تھوڑے ہین۔ لہذا یہ سلسلہ ازروے عدد سب سلسلون مین قریب تر ہے۔ اور اِس خانوادہ کے لوگ توحید کشفی کے بیان مین غلو (حد سے زیادہ مبالغہ) رکھتے ہین۔ اور وحدت وجود کا اعتقاد بلند آواز سے بیان کرتے ہین۔ اور ظاہر شریعت

کے امتناعی حکم سے اُن کو چندان خوف نہین ہے۔ سخن کوتاہ بالکل برہنگی اور بےحجابی اس گروہ کے مشرب مین دسوین صدی کے آخرین لنصف حصہ سے جوش کے ساتھہ پیدا ہوگئی ہے۔ وگرنہ بدیع الدین شاہ مدار کے پرمعرفت زمانہ مین راز وحدت کے ظاہر کرنے سے نہایت روک ٹوک تہی۔ اور ظاہر شریعت کی مخالفت سے غایت درجہ کا خوف دلون مین سمایا ہوا تھا۔ اور طریقت مین سابقہ بااَدب سالکون کے ساتہہ موافقت رکہتے تہے۔

اب ابتدا اِس تازہ بدعت کی سنیئے۔ اِس سلسلہ مین ظاہر تجرید۔ مقبولیت کی شرط اور اجازت کا جزو قرار دی گئی تہی۔ اِس خاندان کے اکثر بزرگانِ خلافت اپنے تئین صرف ستر عورت اور اُس قدر طعام کا نیازمند سمجہتے تہے۔ جو اُسی ایک روز کے اندر کہالیا جاوے۔ باقی جملہ انواع پوشاک اور جمیع اقسام خوراک سے دست کش اور مرفہ الحال رہتے تہے۔ اوقات زندگانی کو رازق العباد کی یاد مین بسر کرتے تہے کلمہ توکل یَوْمٌ جَدِیْدٌ وَّرِزْقٌ جَدِیْدٌ[۵۱] اور کلمہ ترکِ الدُّنْیَا یَوْمٌ وَّلَنَا فِیْہَا صَوْمٌ[۵۲] کو اپنے افعال کی لوح پر ثبت کر رکہا تہا۔ اور مذکورہ بالا مایحتاج کے سوا اگر احیاناً کچہہ ہاتہہ لگ جاتا تہا۔ تو اُسی وقت مثل غربال اپنے دل مین سے اور ہاتہہ مین سے نکال دیتے تہے۔ باستثنائے اُس مقدار کے جو اُن درویشوں کی رفع ضرورت کے لیے کافی ہو۔ جب حالت تجرید اس درجہ کو پہونچی ہوئی تہی۔ تو یہان سے چند باارادت مقلدون نے ظاہری تجرید کو بہی اپنے پیشواؤن کی اصل طریقت۔ اور پسند خاطر سمجہکر اِس شیوہ مین انہماک اور استغراق کو غایت درجہ پسند کیا اور جو تجرید صوفیون کی مختار ہے۔ اُس کی حدود سے دو تین قدم آگے بڑہکر مشروع اِزار کو چار انگشت کی لنگوٹی سے بدل لیا۔ جس سے بمشکل فقط اندام نہانی چہپ سکتا ہے۔ اور رات کے وقت بہاڑ کی طرح آگ مشتعل کی۔ جس سے سرما کے لحاف[۵۳] کا کام لیا۔ صبح کو لباس کی جگہہ بدن پر راکہہ مل لی۔ یہ شعار جو سراپا عار ہے۔ اختیار کرکے ادب کے دائرہ سے وَمَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰہِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَہٗ کی طرح باہر نکل گئے۔ اور رسوا کرنے والا اجتہاد کو کام مین لانے سے یہ روزافزون تقلید عام ہوتی چلی گئی۔ بیت

مجردان طریقت جماعتے دگر اند	چنان صفت کہ تو داری بدان صفت نہ اند

خداوند تعالی جو مالک بخشایش ہے۔ مغفرت کرے۔ اور حضرت شاہ مدار کے نامدار خلفا اور سلسلہ دارون کو

[۵۱] نیا دن اور نیا رزق ۱۲ [۵۲] دنیا گویا ایک دن ہے۔ اور اسمین ہمارا روزہ ہے ۱۲ [۵۳] اور جس شخص نے اللہ تعالی کی باندہی ہوئی حدود سے تجاوز کیا اس نے اپنے نفس پر ظلم کیا۔

جو مشہور ہین - اور جن کے حالات مین تحت مین لکھتا ہون - اللہ تعالیٰ جل شانہ کی خوشنودی نصیب ہو -

اول اور مسند خلافت کے صدر نشینون مین اکمل سید جمن بہاری ہین جو ارباب تجرید - تفرید

اور توحید کے معلم تھے - سوائے ایک تختہ چادر کے جو ستر عورت کا کام دیتی تھی - قبا اور عبا کی قسم سے کوئی ٹکڑا دار

کپڑا اختیار نہین کیا - آپ کی بابرکت ذات سے اکثر مکاشفے اور خرق عادات ظہور مین آئے ہین - وند بہار کے علاقہ

کے اندر ایک قصبہ مین آپ کی قبر ہے -

دوسرے قاضی محمود - آپ اپنے زمانہ کے تمام عالمون سے زیادہ فاضل - کامل - عالم - اور عارف

تھے - آپ کی قبر کنتور مین جو علاقہ لکھنؤ مین ہے - اہل زمانہ کی زیارتگاہ ہے -

تیسرے قاضی شہاب الدین - آپ پرکالہ آتش کے نام زد تھے - جذبہ ایسا قوی تھا - کہ

عقل کے پر جلتے تھے - اور بڑے صاحب جلال تھے - آپ کی قبر ایک موضع کے اندر سرکار لکھنؤ مین ہے -

چوتھے قاضی مطہر کلہ شیر - آپ کو ولایت کے بیابان مین آہو چشم شیر ببر - اور توحید کی شکارگاہ مین

مفتوح العین باز کہنا زیبا ہے - ایک مقام ماذ مضافات کالپی مین ہے - وہان آپ کی قبر ہے

پانچوین قاضی عبد الملک بہرائچی - آپ کے زمانہ کے تمام اہل دولت شاہ سے لیکر سپاہی تک

دوام دولت اور قیام سلطنت کے بارہ مین آپ کی مراد بخش دعا کے نیازمند تھے - اور نیز آپ کی فاتحہ کو خاتمہ بخیر کے

بالکل ساتھ ساتھ پاتے تھے آپ کی تربت بہرائچ مین ہے -

چھٹے سید خاصہ - حضرت شاہ مدار ہمیشہ آپ کو کہا کرتے تھے "درون خاصہ برون خاصہ" کہتے ہین آپکو

شاہ صاحب کی خدمت مین بہت کچھ خصوصیت تھی - اور شاہ صاحب کے راز و نیاز اور سوز و گداز کے محرم تھے - آپکے

روضہ کا مقام راقم کو معلوم نہین ہوا -

ساتوین سید راجے دہلوی - آپ درویشون کے عمدہ اوصاف اور صوفیون کے سنجیدہ اخلاق سے موصوف

تھے - اور انہین امور کی رعایت مدنظر رکھنے سے عالی مدارج حاصل کیے تھے - بزرگان عہد کی رجوعات آپ کی

طرف بہت کچھ تھی - آپ کی بافیض قبر دہلی مین ہے -

آٹھوین شیخ بھیکھا مجذوب اور نوین شیخ بھیکھا ثانی یہ دونون شخص نام - مقصد - جذبہ -

اور عشق مین متماثل بلکہ باہم عین تھے ہمیشہ حالت بیہوشی مین رہتے تھے - ان دونون صاحبون کی کرامتون

کی داستانین لوگون کی زبانون پر بہت کچھ ہین - اولین شیخ کی قبر قنوج کے قلعہ مین ہے -

دسوین **شیخ الاّٰ** - اِس سلسلہ کے بعض فصیح اللسان لوگ آپ کو شیخ اعلیٰ بھی کہتے ہین - لیکن عوام کے نزدیک آپ شیخ اِلاّٰ کے نام سے ہی نام زد ہین - آپ بھی اُنہین مجذوبون مین سے ہین - جو مشہور دنیا ہین - آپ کو انہی جذبہ اور حقیقی جنون کی لہرین کی لہرین آیا کرتی تہین - آپ کی گور گور مین ہے -

گیارہوین **شیخ محمدؐ جہندہ** - آپ کی پیدائش بدایون کی ہے - عجیب وغریب اسرار الٰہی اور امور غیبی آپ سے ظاہر ہوا کرتے تے - آپ کی قبر زاد بوم مین ہی ہے -

بارہوین **شیخ محمدؐ بائین پانون** - اِس خطاب کے ساتھہ آپ کے ملقب ہونے کی وجہ لوگ اِس طرح بیان کرتے ہین مکہ آپنے رات اور دن برابر بائین پانون پر کہڑے رہ کر بارہ سال گزار دئے - اور اس عرصہ مین داہنا پانون قطعی زمین پر رکہا ہی نہین - اِس طرح کی ریاضت مین آپنے عجیب وغریب بات پیدا کی تہی - آپ کا پُرانوار مزار کہرلیسہ کے حدود زمین ہے -

صدر الذکر بزرگوارون کے سوا - اِن مین سے ہر ایک کے جانشین بھی علی الاتصال ہر ایک عہد مین ہوئے ہین جو ہمیشہ اپنے پیشواؤن کے افعال اور احوال کے ساتہہ متصف تے - اور کارگزاری اور رسم سلسلہ داری ادا کیا کرتے تے - اُمید ہے - کہ کوئی اور شوقین مزاج صاحب - اُن اصحاب کا تذکرہ (جن کے حالات پر راقم کو علم حاصل نہین ہے) لکھکر اپنی اخروی نجات کے واسطے سعادت نامہ فرین بہ مہر فرما دینگے -

یاد شیخ یحییٰ ابن شیخ اسرائیل منیری

خدائی معرفت مین آپ کا مرتبہ نہایت بلند تہا - آپ چشتی سلسلہ کے سرگروہ اور فردوسی خانوادہ کے سرفتر تے حضرت فرید الحق گنجشکر کی خدمت مین بھی آپ کو ایک حق حاصل ہے - میر سید علی ہمدانی نے جب سیاحت ملکان ہند مین گزر فرمایا - تو یکے باد یگرے دیدار دیکہکر باہم فیض خدا شناسی سے کامیاب ہوئے تے - آپکے خطوط جن کو اہل طریقت اور اہل سلوک کا دستور العمل کہہ سکتے ہین - اکثر قاضی شمس الدین سونتیہی کے نام ہین - جو اکابر زمانہ مین سے تے اور نیز پرہیزگار اور آپ کے معتقد تے - آٹھوین صدی کے آغاز مین دنیا سے کوچ فرماکر بمقام منیر اپنے بزرگوار باپ کے مقبرہ مین خوابگاہ قبول کی -

یاد سیدؒ محمد کرمانی رحمہ اللہ

آپ ایک مدت دراز تک حضرت گنجشکر کی خدمت مین شادکام رہے - اُسی اثنا مین شیخ نظام الاولیا کی بھی فرمان برداری کرتے تے - اور اس ذریعہ سے دل مین دوستی اور برادری کا ربط بڑہتا جاتا تہا - اتفاقاً زمانہ کی

کج رفتاری سے ان دونون بزرگون کے دلون مین ایک دوسرے کی طرف سے غبار پیدا ہوا - اور ایک مدت اسی حالت مین گزر گئی - ایک روز رات کے وقت خواب مین حضرت خاتم الانبیا علیہ السلام نے شیخ نظام کو فرمایا - سید محمد ؒ ہمارا فرزند خاص ہے - اُس کی دوستی کو ناخوشی کے ساتھہ بدلنا نہین چاہیئے - علی الصباح شیخ - سید کے نزدیک گئے - اور عذر معذرت کر کے صلح کرنی چاہی - سید مسکرائے - اور کہا - کیون - جب تک بھیجے نہین گئے - نہین آئے - یہ کہکر کمال خوشی اور صفائی کا اظہار کیا - اور پھر دوستی تا بہ زندگی قائم رکھی ہجری سنہ سات سو ایک مین عالم ملکوت کو رخصت ہوئے مصرع - پیوستہ باد مکرمت مصطفی برا و

یاد مولانا سراج منہاج

ہجری سنہ چھہ سو ایک سے لیکر چھہ سو پچاسی تک یعنی سلطان شمس الدین التمش کے زمانہ سے سلطان ناصر الدین محمود کے زمانہ تک واعظ - صدر - قاضی - اور محتسب اِن عہدون پر آپ مامور رہے - بعدہٗ سلطان غیاث الدین بلبن کے عہد مین صدر جہان کا لقب ملا - طبقات ناصری آپ کی ہی تصنیف ہے شمسیہ نسل سے لیکر ناصریہ نسل تک تمام فرمان رواؤن کی تعریف - ظاہری اور باطنی کمالات کے ساتھہ آپنے لکھی ہے یہ زیادہ تر تعجب کی بات ہے - کہ مشایخ زمانہ کو قطعی یاد نہین کیا - لہذا یہ بات گروہ مشائخ کے نزدیک کھٹک گئی - کہ یہ صورت - عدم محبت کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے - خدا دشمنی کے نتیجہ سے محفوظ رکھے -

خدا شناسون سے اور اس ماجرا کے جاننے والون سے راقم کی التماس یہ ہے - کہ دعا کے ساتھہ امداد کر کے آپ کی مغفرت چاہین - اور قیامت کے روز بھی یہی درخواست کرین مصرع خدا بنقد بیا مرزش کہ یارے بود - اگرچہ یہ خیال ہو سکتا ہے - کہ درویشون کے حالات معرفت نہ لکھنے کا کوئی اور ہی سبب ہو گا - جیسے یہ کہ کتاب مین بادشاہون کے حالات کا بیان تھا - درویشون کے حالات کا ذیل مین لکھنا تو مناسب معلوم نہین ہوا اور صدر مین اُن اصحاب کے ملاحظہ نے اجازت نہین دی - جن کے حالات کتاب مذکور مین لکھے گئے ہین - دوسرے یہ کہ آپ کی کتاب تاریخ کی وضع پر بھی نہین ہے - جس کی وجہ سے اولین دل خراش گمان کی خلش پیدا ہو -

یاد شیخ صدر الدین عارف ابن شیخ بہاء الدین زکریا قدس سرہٗ

آپ کا مولد ملتان ہے - کتابی اور کشفی دونون قسم کے علم آپ جانتے تھے - اچھی اچھی کرامتین جو عادۃً خلاف ہین - آپ سے اکثر ظاہر ہوتی تھین - ایک روز خردسالی مین آپ کے فرزند ارجمند شیخ رکن الدین ابو الفتح

گاؤں صحرائی ہرن کے بچہ کی طرف مائل ہوا۔ لڑکون کی طرح رونے لگے۔ صدرالاولیانے گریبان کی طرف سر جھکایا۔
اور مراقبہ میں مستغرق ہوئے۔ آپ کی قوت کشش سے ایک ہرنی مع اپنے بچہ کے خانقاہ مین کھنچی چلی آئی۔
بالآخرہ ہرنی کا بچہ رکن الاولیا سے مانوس ہوگیا تہا۔ اور ساتہہ ساتہہ پہرا کرتا تہا کہتے ہین۔ عجب آزادہ دلی کے
ساتہہ زندگی بسر کرتے تھے۔ کسی شے کے ساتہہ دلبستگی نہین تہی۔ پدر بزرگوار کے متروکہ سے ستر لاکہہ کی مالیت
ملی تہی۔ اُسی روز درویشون اور محتاجون کو اذن عام دیدیا۔ اور فرمایا۔ غالب حریف یہ قوت رکہتا ہے۔ کہ اپنے
دشمن کو بغیر طوق و زنجیر کے حراست مین رکھے۔ لیکن جو مغلوب ہوتا ہے۔ اُس کو یہی بہتر ہے۔ کہ اُس کا
دشمن قید خانہ مین رہے۔ آپ کے فرزند شیخ بدرالدین۔ مولانا جمال الدین احمد اندجانی کی دختر سے ہین
اور شیخ عمادالدین اسمعیل ترکی کنیز سے ہین۔ لڑکپن مین شیخ اسمعیل کی سفارش آپنے رکن الاولیا سے کرکے
فرمایا تہا کہ چہوٹا بہائی بڑے بیٹے سے بہتر ہوتا ہے۔ اور یہ بہی کہا تہا۔ کہ تمہارے خاندان کا چراغ اسی سے
روشن ہوگا۔ آخرکار چونکہ رکن الاولیا کے کوئی لڑکا نہ تہا۔ اسواسطے جانشینی کی نوبت شیخ عمادالدین اسمعیل
کو پہونچی۔ ہجری سنہ سات سو نو آپ کا سال رحلت ہے۔ اور شمار مین صدر دین عارف اس کی برابر ہے۔

مصرع صدر دین صدر عارفان بود۔

یادِ شیخ نورالدین ملک یار پران

آپ کی پیدائش لار مین ہوئی۔ اور آپ مرید ہین شیخ دانیال جنبی کے۔ شیخ دانیال مرید ہین شیخ علی خضرمی کے۔ اور شیخ علی خضرمی
مرید ہین شیخ ابواسحٰق گازرونی کے رحمہم اللہ آپ بہ اجازت پیر لار سے دہلی مین تشریف لائے اور بابا ابوبکر طوسی
حیدری کے تکیہ کی برابر مین گوشہ گزین ہوئے۔ اِس وقت سلطان غیاث الدین بلبن کا زمانہ تہا۔ چونکہ آپ
کی ملازمت مین لوگون کی آمد و رفت کثرت سے ہوئی۔ تو آپ پر حیدری قلندر رشک کرنے لگے۔ اور باہر
نکال دینے پر کمربستہ ہوئے۔ ہرچند عجز و انکسار کے ساتہہ جواب دیا۔ ایک نہ سنا جب کہا۔ کہ میرے پیر نے
یہان بہیجا ہے۔ تو پیر کی سند مانگی۔ باوجودیکہ لار دہلی سے کوسون کے فاصلہ پر اور بہت دور ہے۔ مگر آپنے
اتنے تہوڑے دنون مین سند لادی۔ کہ جتنے دنون مین دوسرے لوگ عادۃً اتنی دور جاکر واپس نہین آسکتے ہین۔
حیدری قلندرون نے اس کو بدباطنی سے قبول نہ کرکے یہ بہانہ پیش کیا۔ کہ ملک تو سلطان کا ہے۔ لہذا
سلطان کی سند چاہیئے۔ کہتے ہین۔ اُن ایام مین سلطان اپنا لشکر تتہ اور بہکر کی طرف لے گیا تہا۔ جو
دہلی سے ایکسو تیس کوس دور ہے۔ آپ دہلی سے اتنی جلدی جاکر سلطانی طغرا لے آئے۔ کہ عقل مین

نہین آسکتا ہے - یہ اندرونی قوت دیکھکر آپ کو ملک یار پران کہتے ہین شیخ نظام الاولیا فرماتے ہین ایک بار مین جمعہ کی نماز کو جا رہا تہا - پیادہ پا چلنے سے تکلیف ہوئی - دل مین خیال آیا - کیا اچہا ہوتا - اگر سواری ہوتی اور پہر یہ خیال فوراً ہی رفع ہوگیا - دوشنبہ کے روز ملک یار پرّان کا جانشین گہوڑی میرے پاس لایا - اور کہا - تین رات سے متواتر میرے پیر اس جانور کے پیش کش کرنے کے واسطے فرما رہے تہے شیخ نظام الاولیا فرماتے ہین مینے قبول نہین کیا - اور کہا - کہ جب تک میرے پیر کا اشارہ نہ ہوگا - مین نہین لونگا - مجبوراً جانشین مذکور چلا گیا اور دوسرے روز پہر لایا - مینے دیکہا - کہ نہ لینے سے آپ رنج مانتے ہین ناچار مینے قبول کرکے آپ کا دل خوش کردیا - فرمایا - آیندہ خانہ بدوش بے اسپ نہین رہے گا - آپ کی خوابگاہ دریاے جمنا کے کنارہ شیخ طوسی کی خانقاہ کی برابر مین ہے - قدس سرہٗ مصرع در رہ وصل یار پرّان بود -

یاد شیخ برہان الدین محمود ابن ابی الخیر بلخی

سلطان غیاث الدین بلبن کے زمانہ مین جو ارباب علم اور اصحاب معرفت تہے - انہین مین سے ایک آپ بہی تہے - دونون عالم کے علوم اور حقائق سے آپ کو واقفیت تہی - طبیعت بہی صوفیانہ اور موزون واقع ہوئی تہی - صوفیانہ فارسی اشعار کہا کرتے تہے - مشارق حدیث کی سند اصل مصنف سے حاصل کی تہی - کہتے ہین - آپ فرماتے تہے - جب مین لڑکا تہا - تو ایک روز پدر بزرگوار کے ساتہہ ایک راستہ مین جا رہا تہا - مولانا برہان الدین مرغینانی مصنف ہدایہ فقہ کی آمد سننے مین آئی - پدر بزرگوار جلدی سے ایک دوسرے کوچہ مین گہس گئے - اور مجکو وہین راہ پر چہوڑا - جب مولانا آپہونچے - تو مینے آگے بڑہ کر سلام عرض کیا - فرمایا - مین بحکم ازلی کہتا ہون - کہ یہ لڑکا عالم عامل - اور عارف کامل ہوگا - حتیٰ کہ سلاطین کشور بہی اس کی آستانہ بوسی کو نیاز مندانہ آوینگے - دوسرے آپ ہمیشہ یہ فرمایا کرتے تہے - کہ مین کسی کبیرہ گناہ کے عوض مین پکڑا نہین جاونگا - البتہ ایک کبیرہ کے عوض مین - کہ وہ چنگ اور نی کا سننا ہے - اور مین باوصف جاننے کے سنتا ہون - اور سننے کا شوق رکہتا ہون - واہ عجب دلبستگی تہی - آپ کی قبر حوض شمسی کی شرقی سمت مین ہے - جو تختہ نور کے نام سے نامزد ہے - وہان کے باشندے علم و فہم زیادہ ہونے کی امید پر آپ کی قبر کی خاک چہوٹے چہوٹے نادان بچون کو کہلاتے ہین - کئی دفعہ آپ کی قبر کی اطراف تعمیر ہوچکی ہین - **لمولفہ**

چنین کز نام لبت کردہ کام من شیرین	عجب نباشد اگر خاک من شکر گردد

یاد سلطان المشائخ نظام الدین اولیا قدس سرہ

آپ کا نام محمد ابن احمد ابن علی بخاری ہے اور آپ شیخ فریدالدین گنجشکر کے مرید ہین قدس سرہم آپ کے دادا اور آپ کی والدہ کے باپ خواجہ عرب دونون بخارا سے آئے تھے - اولاً لاہور مین چند روز بود و باش رکھی تھی پھر وہان سے ایزدی مشیت قصبہ بدایون مین لے آئی - اور یہان گوشہ نشینی اختیار کرلی - یہان بہ ہجری سنہ چہ سو تینتیس مین عنصری جسم کے ساتھہ آپ کی روح مبارک کا پیوند ہوکر صحراے غیب سے عالم شہود مین ظہور ہوا - فوراً پدر بزرگوار کو طلبی کا فرمان آیا - اسواسطے آپ کی پرورش مادر مہربان نے کی - چار سال کی عمر مین آپ مکتب مین داخل ہوئے -

آپ فرماتے تھے - ایک روز اُستادی ابوبکر کے پاس ملتان کا ایک قوال آیا تھا - اوسنے شیخ بہاءالدین زکریا قدس سرہٗ کے سماع کی رونق اور اُس کی کیفیت نہایت تعریف کے ساتھہ بیان کی - لیکن کوئی بات دل مین نہین جمی - پھر اُس نے بیان کیا - کہ مین اجودہن مین شیخ فرید گنجشکر کی خدمت مین بھی حاضر ہوا تھا - اور سرود سماع کی مجلس منعقد ہوئی تھی - عجب سوز اور وجد تھا جس کی رقت سے در و دیوار رقص کرنے لگے تھے - یہ خبر دسوز حقیقت سنتے ہی دل مین ایک آگ سی لگ گئی - اور کسی طرح اُسکی سوزش فرو نہین ہوئی - جس قدر چلتا تھا تھا - اُسی قدر سوزش زیادہ بڑہتی جاتی تھی القصہ سلطان غیاث الدین بلبن کے زمانہ مین رسمی علوم تحصیل کرنے کے واسطے دہلی آیا - اور مولانا علاءالدین اصولی کی شاگردی سے فیض حاصل کیا - دیرینہ خلش اور علاقہ خاطر کا بقیہ دل مین بدستور تھا - اور آیندہ طاقت ضبط نہین رہی تھی - ناچار براہ اجودہن چل نکلا - تقدیر نے مدد دی کہ حضرت گنجشکر کی خدمت مین حاضر ہوگیا - اُس وقت عمر بیس سال کی تھی - حضرت گنجشکر نے اپنا التفات اور انتظار ظاہر کرنے کے واسطے زبان مبارک سے یہ بیت فرمائی **بیت**

اے آتش فراقت دلہا کباب کردہ	سیلاب اشتیاقت جانہا خراب کردہ

حضرت گنجشکر نے جو اس طرح سے التفات فرمایا - اور بیت مین لفظ دلہا - اور جانہا بصیغہ جمع ارشاد کیا - اس مین ایک ماجرا کی طرف اشارہ ہے - جو تحت مین بیان ہوگا - کہتے ہین - یہان پر آپنے از سر نو تجوید قرآن کی - اور عوارف کے چند باب اور تمہید عین القضاۃ کی چند فصلین بھی مطالعہ کین - اِس عرصہ مین پیر کے باطن کی صفائی کا یہ اثر ہوا - کہ بزرگی کے صدر مین آپ مسند نشین ہوگئے - خرقہ خلافت ملا - اور دوسرون کی تکمیل کی اجازت بھی حاصل ہوئی - اور پھر دہلی مین تشریف لے آئے -

اب مین بیان پر تفصیل کے ساتھ اُن حالات کو بیان کرتا ہون جو اجمالی عنوان کے اندر پیچ در پیچ ہین بہت تھوڑے عرصہ مین آپ کی درویشی و مرید پروری - رہنمائی و رہبری کا شہرہ تمام دنیا وی آبادی کے ہر ایک گوشہ مین اور ہر ایک کے کان مین ہوپنچ گیا - اور ناقصون کی تکمیل اور کاملون کی تائید کے واسطے ہر ایک سمت مین اور ہر ایک صوبہ مین آپکے ہادی او رولی خلفا مین سے ایک خلیفہ ہوپنچ گئے - جن کا حال اِس تذکرہ مین حسب مقام گزارش کیا جاویگا - شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کے ملفوظات مین لکھا ہے - خطاب آیا - اے فضیل عیاض - شیخ محمد جن کا ستودہ لقب نظام الدین اولیا ہوگا - ہماری درگاہ کے خاصون مین سے ہین - اِن کو ہمنے تمہارے پیروانِ طریقت مین سے کیا ہے - رہنمائی کے معاملہ کو یا اس طرح کرسی نشین کرینگے - کہ اِن کے فیض صحبت کئی ہزار کامل خدا شناس ہونگے - خواجہ فضیل یہ الہامی مژدہ سنکر بہت خوش ہوئے اور واپسین دم تک انتظار کرتے رہے - بالآخر اپنے خلیفہ کو وصیت فرمائی - کہ اگر تمہاری بیعت کے دام مین کوئی ایسا مبارک ہما پنس جاوے تو میرا سلام ہوپنچا کر دعا کی التماس کرنا القصہ اسی طرح پر یہ وصیت درجہ بدرجہ شیخ فرید گنجشکر تک ہوپنچی - جب سلطان المشائخ شیخ گنجشکر کے حضور مین حاضر ہوئے - تو حضرت گنجشکر نے نور باطن سے معلوم کرکے خرقہ خلافت پہنایا اور آغاز اپنی ذات سے کرکے صعودی ترتیب سے صاحب الہام تک سب کے منتظر رہنے کا ماجرا بیان کیا - ہر ایک کا سلام اور قبول سلطان المشائخ کو ہوپنچا کر ہر ایک کے نام سے جدا جدا دعا اور ثنا چاہی - دریائے حیا کے غریق سلطان الاولیا نے فرمان پر سر جھکا کر آداب نیاز کے مراسم ادا کیئے -

کہتے ہین - سلطان علاءالدین کے دل مین ہمیشہ یہ خلش رہتی تھی - کہ شیخ نظام الاولیا سلطنت اور حکمرانی کا خیال اپنے دل مین رکھتے ہین - اور فرصت اور موقع کے انتظار مین ہین اسواسطے سلیقہ سلطنت کے امتحان کے لیے - ملکی امور کے متعلق چند دقیق باتین بطور استصواب لکھکر آپ کی خدمت مین بھیجین - اور التماس کیا کہ جواب باصواب سے ان لکھی ہوئی مشکلات کو حل فرمائے - تاکہ اوسپر عمل کرنے سے یہ دقتون کی تنگی رفع ہو جاوے - اور حصول مراد نصیب ہو - جب یہ امتحانی پرچہ آپکے روبرو پڑھا گیا - تو فرمایا - کہ بوریا نشین درویشون کو تخت کی زیب و زینت دینے والے بادشاہون کے کاروبار کی کیا خبر - بہتر یہ ہے - کہ اس قسم کے مقدمات کے متعلق دریافت حال فرمانے سے - بیچارون کا وقت غارت نہ کیجئے - اور فقرا کے ضمیر کا امتحان نہ فرمائیے - القصہ جب سلطان کا اندرونی زخم اِس پر حقیقت جواب کے مرہم سے اندمال پذیر ہوا تو آستانہ بوسی کے لیے التماس کیا - شیخ نظام الاولیا نے قبول نہین کیا - اور فرمایا - درویش کے اُنس کو ایک پرند سمجھنا چاہیئے - جس کے لیئے وحشت پیدا کرنے والا

سلطانی کروفر شکاری باز ہے - لہذا یہی بہتر ہے - کہ صرف دعا اور سلام سے جو بتوسط پیغام ہو - باہم اشارہ ہین - شیخ نظام الاولیا - کا بیان ہے - کہ جب حضرت گنجشکر کی ملازمت حاصل ہوئی - اور مرید ہو کر سرفراز ہو گیا - تو مینے عرض کیا کہ فقیر کو تحصیل علم سے دلبستگی ہے - اگر علم کے شغل اور اتمام مین ناخوشی ہو - تو یہ شغل ترک کر کے جس شغل - ذکر - خدمت - یا کام کے واسطے ارشاد فرمایا جاوے - مشغول ہو جاؤن - فرمایا تحصیل علم سے باز رکھنا اس درویش کا شیوہ نہین ہے - کیونکہ سالکان طریقت کو ظاہری علم سے چارہ نہین ہے لیکن میری نصیحت تم کو یہ ہے - کہ اس کے بعد جو صورت غالب آجاوے - اسی کے ہو جانا - بالآخر نہ کسی کو غالب دیکھا - اور نہ کسی کو مغلوب پایا - یون ہی درجہ کمال کو پہونچ گیا - اور ظاہری و باطنی دونون قسم کے علم حاصل ہو گئے -

صدر الذکر دونون مقولے اور نیز دیگر عرفانی واقعات لوگون کی زبانون پر ہین - اور اوراق پر بھی لکھے ہوئے ہین - خدا کرے ارباب ذوق کے کانون مین پہونچین - اور اُن کی نظرون سے گزرین - تاریخ اٹھارہوین ربیع الثانی ہجری سنہ سات سو چھبیس کو آپ کی روح کا بلبل ہما جو ہر وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ [۵۱] کے عنصری خزانہ سے نکلکر وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ [۵۲] کے صدر خزانہ مین داخل ہو گیا جو عبارت ایزدی اسما و صفات کے مخزن سے ہے -

انجمن

اس انجمن مین ان اصحاب کے حالات دکھائے گئے ہین - جو تن گدازی اور جان نوازی کے جنگل مین گرم رفتار ہین - خودشناسی کے دریا - اور خدادانی کے عمیق پانی مین ڈوبے ہوئے ہین - اور سلطان المشائخ نظام الاولیا قدس سرہٗ کی رہنمائی کی امداد سے شاہراہ طریقت پر چلے جا رہے ہین - جنھون نے آپکی تلقین سے سعادت دیدار اور شرف تحقیق حاصل کیا - اور آپ کی کمال ہدایت کی بدولت بعض تو اپنے تئین مثل طلا آرایش دیگر اپنی استعداد سے عاری ہو گئے - اور بعض نے صورت اکسیر اختیار کر کے - اکثر دوسرے مس طبیعت آدمیون کو کندن بنا دیا - کہتے ہین - ان ایام مین زمین ہند کو عجیب زمانہ حاصل تھا - کیونکہ آپ کی بارگاہ خلافت سے وقتاً فوقتاً جو نئے نئے خلیفہ روانہ ہوتے تھے - اُن کی فیض پاشی سے ہند کا ہر مکان - اور ہر قطعہ زمین ہدایت آباد تھا - ایک

[۵۱] - اور ہمنے اُن کو ایسے جسم نہین بنائے تھے - کہ کھانا نہ کھاتے ہون - اور نہ وہ لوگ دنیا مین ہمیشہ رہنے والے ہی تھے ۱۲ [۵۲] اور جتنی چیزین ہین ہمارے ہان سب کے خزانے دسکے خزانے بھرے پڑے ہین ۱۲

روایت ہے۔ کہ آپنے بڑے بڑے شہرون مین بڑے بڑے مرتبہ اور بڑی بڑی کرامتون والے سات سو خلیفہ ایسے روانہ کیے تھے۔ کہ ہر شخص کے سینہ سے گویا عرفان کا آفتاب طلوع کرتا تھا - اور نیز اُن سینون سے بزرگوار ہمہ کے اسرار عیان ہوتے تھے۔

یہ بالکل سچ ہے۔ جب کسی شخص کو کسی بزرگ کی خدمت سے معرفت کا سرمایہ ہاتھ آجاتا ہے - اور ایک منزل سے دوسری منزل کو اور ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہوجاتا ہے - اور فنا کے درجات سے عبور کرکے بقاے اصلی کے مقام کو پہونچ جاتا ہے۔ تو اس وقت مین نام اور صورت کے فرق کے سوا معنیً کسی قسم کی دوئی کی شکل ان دونون شخصون مین قایم نہین رہتی ہے۔

جس طرح کوئی طفل تقدیر اور تدبیر کی پرورش سے بلوغ کے درجہ کو پہونچ جاتا ہے تو باپ کے تمام حالات اوسپر منکشف ہوجاتے ہین - اور اگر نسبت باہم ملحوظ نہ رکھی جاوے تو دیگر معنوی مابہ الامتیاز کل درمیان مین سے اُٹھ جاتا ہے - اور رجل کی تعریف جو ہے ذَکَرٌ مِّنْ بَنِیْ اٰدَمَ جَاوَزَ حَدَّ الصِّغَرِ اس تعریف مین دونون داخل ہوتے ہین - جب اللہ تعالیٰ عز اسمہ اُس کو بھی کوئی لڑکا عطا فرمادیتا ہے تو وہ ابوۃ کی وصف سے بھی متصف ہوکر جمیع مراتب مین اپنے باپ کی برابر ہوجاتا ہے۔ اور وہ دوئی جو اعتباری اختلاف کے سبب سے غیریت اور اثنینیت کے اشتباہ کا باعث ہوتی تھی - اب یک رنگی اور یک روئی پیدا ہوجانیکے سبب سے بالکل دور ہوجاتی ہے - بس جب تعینات کا حجاب درمیان مین سے اُٹھا دیا جاوے گا - تو ممکنات کی وحدت وجود کا حال بھی اسی طرح پر نظر آوے گا - اب دیکھو - ہر طرح سے گزارش ذیل کے حروف - وحدت وجود کا ثبوت - موجودات محسوسہ سے دے رہے ہین -

واقفان اسرار حقیقت کے باخبر اور نور توحید سے منور ضمیر پر اچھی طرح روشن ہے - کہ تمام ثوابت اور سیارے آسمانی طبقات کے اندر - نورانی چمک دمک مین آفتاب کی شرکت کا دم بھرتے ہین - لیکن جب آفتاب طلوع کرتا ہے - تو وہ اپنے آثار اور انوار سے جو شرکت کا ذریعہ ہین بالکل معرا ہوجاتے ہین - اور کائنات کے دیگر اجرام ذرّے اور پہاڑ وغیرہ جن کو خاص مرتبہ مین آفتاب کی ہمسری کا دعوی نہین ہے - اُن کے احکام و آثار قوی ہوجاتے ہین - اسی طرح جب حقیقی وجود کا جہان افروز شمس جو ہمیشہ کمال ارتفاع مین ہے - جمالی اور جلالی صفات کے آسمان پر طلوع کرتا ہے - تو حقائق مین سے جن اشیا مین دعوی الوہیت کا شائبہ ہے - وہ امتناع اور عدم مطلق کے حجاب مین چھپ جاتی ہین - اور جو اشیا اہل شہود کی نظر مین اس مرتبہ کی نہین ہوتی ہین - وہ اسی خورشید وجود

کی چمک دمک اور اُسکے کون ومکان مین ساری ہونے کی بدولت۔ تعین اور تشخیص کے ساتھہ۔ امتیازی اور عددی شکل سے اپنے حال پر بدستور قایم رہتی ہین۔ پس اشیا کی فراوانی سے ہستی مطلق کی وحدت مین منافات لازم نہین آتی ہے۔ جیسے بسائط محسوسہ اور مرکبات عنصری کے ظہور سے آفتاب کی یکتائی مین اُس کے طلوع ہونے پر کوئی نقصان نہین آتا ہے۔ کیونکہ طلوع ہونے والون مین ایسا کوئی موجود نہین ہے جو خورشید کی وحدت شکست کرکے اُسکی چمک دمک مین شرکت پیدا کرے۔ حاصل کلام یہ ہے۔ کہ باوجودیکہ موجودات مین بے انتہا کثرت۔ اور مخلوقات مین بے غایت نوعین پائی جاتی ہین۔ مگر کسی فرد کی ہستی کی استعداد مین ایسا مغز نہین ہے کہ وجود کی خصوصیات مین مشارکت۔ مساواۃ۔ مماثلت۔ اور مشاکلت کا دم مار سکے۔ جس سے کمال وحدت مین کوئی نقصان پیدا ہو۔ جب اِس تمثیل کے بیان کرنے سے ہر ایک ذی عقل نے سمجھہ لیا۔ کہ ایسا موجود۔ عالم امکان کی نمایان بساط پر ظاہر نہین ہے۔ لہذا اس معنی مین وجود کو یقیناً واحد تسلیم کرنا چاہیے ۝ وَاِلَّا لَا یَعْلَمُ تَوْحِیْدَہٗ الْحَقِیْقِیْ اِلَّا ھُوَ وَالرَّاسِخُوْنَ فِی الْمَعْرِفَۃِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِوَحْدَتِہٖ سُبْحَانَہٗ

یاد خلفائے شیخ نظام الاولیا قدس اللہ سرہم

یاد مولانا علاء الدین نیسلی

آپ اپنے وقت کے زبردست عالمون مین سے تھے۔ باوجودیکہ پیر بزرگوار کی اجازت تھی۔ بلکہ تاکید تھی مگر آپ ازراہ کسر نفسی اپنے تئین مسند شیخی سے اور مرید کرنے سے دور رکھتے تھے۔ آخر مین تو یہانتک کیا تھا۔ کہ کتابون کا دیکھنا۔ بلکہ کاغذ کو ہاتھہ تک لگانا ترک کر دیا تھا۔ صرف فوائد الفواد کے مطالعہ مین مشغول رہتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے۔ کہ معانی اور معاملہ جو سب جگہہ ہے۔ اِس جگہہ بھی ہے۔ اور جو اس جگہہ ہے سوہ کسی ورق اور کسی سطر مین نہین ہے۔ **بیت**

مرا نسیم تو باید صبا کجاست کہ نیست	کجاست زلف تو مشک ختا کجاست کہ نیست

رحلت کے بعد پیر کے روضہ مین قبر بنائی گئی۔

ف ورنہ اُس کی حقیقی توحید سوائے اُسکے کوئی نہین جانتا ہے۔ اور جو لوگ معرفت مین راسخ ہین۔ وہ کہتے ہین۔ ہم تو خدائے سبحانہ کی وحدت پر ایمان لائے ہین ۱۲۔

یاد خواجہ ابوبکر

آپ سلطان نظام الاولیا کے دوست مصاحب ۔ ہمدم اور ہمنشین تھے ۔ اور یہ عہد تھا ۔ کہ جب آپ کی ذات شریف مین ابوبکر کے اعتقاد سے ۔ انسان کامل کے آثار ظاہر ہو جاوینگے ۔ ابوبکر بیعت ہو جاویگا بالآخر جب سلطان الاولیا ملازمت حضرت گنجشکر سے رخصت ہو کر دہلی مین واپس آئے ۔ اور بزرگی کے آثار عام و خاص لوگون نے اُن کی پیشانی مین اپنی نظر سے دیکھہ لیے ۔ تو خواجہ نے اپنا وعدہ وفا کیا مات فی دھلی و دفن فی حظیرۃ شیخہ

یاد مولانا وجیہ الدین پائلی

چونکہ فقہ دانی مین دخل زیادہ تہا ۔ اسواسطے لوگ آپ کو ابو حنیفہ ثانی کہا کرتے تہے ۔ اپنے وطن سے آپنے اجودھن مین جاکر حضرت گنجشکر کے روضہ کی زیارت کی ۔ اور اس زیارت کے طفیل مین ۔ حضرت خضر علیہ السلام کا دیدار فیض آثار بہی حاصل ہوا جس سے چشم بصیرت کی روشنی بڑہ گئی ۔ اور بہ فرمان حضرت خضر آپ دہلی مین آکر شیخ نظام الاولیا کے مرید ہوئے ۔ چونکہ آپ دنیاوی کاروبار کے اندر کمال بے نیاز اور بے پرواتہے ۔ اسواسطے لوگ آپ کو دیوانہ کہا کرتے تہے ۔ یہ بالکل سچ ہے لا یکمل[۵] ایمان المؤمن حتی یقال انہ مجنون جب آپ زندگانی کا سامان باندہ کر عالم علوی کو چلے گیے ۔ تو آپ کی قبر حوض شمسی کے ایک طرف بنائی گئی

یاد مولانا جمال الملۃ والدین دہلوی

آپ کو کمال استغراق رہتا تہا ۔ اور آپ نے گویا اپنے تئین بالکل ہلاک کر دیا تہا ۔ سلطان نظام الاولیا آپکے بارہ مین اکثر فرمایا کرتے تہے ۔ کہ ہمارے جمال کو کوئی وقت ایسا پیش آتا ہے ۔ کہ حق کے سوا کوئی چیز نہ اِن کی ظاہری اور باطنی نظر مین آتی ہے ۔ اور نہ دل کے کسی گوشہ مین رہتی ہے ۔

یاد مولانا جلال الدین اودھی

آپ کا فقر ۔ آپ کی ہمت ۔ آپ کی گرمجوشی ۔ آپ کی وارستگی حد سے زیادہ بڑہی ہوئی تہی ۔ آپنے تمام گرفتاریون سے آزاد ہو کر اپنے تئین پیر بزرگوار کی ملازمت کا اسیر بنا دیا تہا ۔

یاد شیخ مبارک گوپاموی

ابتدائے احوال مین آپ سلطان علاء الدین کے میر عدل تہے ۔ میر خورد جامع سیر الاولیا ولد اسد محمد کرمانی بیان کرتے ہین مجہکو آپ کے ساتہہ اور آپ کو میرے ساتہہ خاص خصوصیت تہی ۔ اکثر اوقات آپ کی

[۵] انسان کا ایمان اُس وقت تک کامل نہین ہوتا ہے ۔ کہ جس وقت تک یہ نہ کہا جاوے ۔ کہ یہ مجنون ہے ۱۲ ۔

زبان سے یہ باتین نکلا کرتی تھین - کہ مبارک آپکے پدر بزرگوار کا مسلمان کیا ہوا ہے - اس طرح کہ مین درویشون کے احوال کا منکر تھا - ایک روز آپ کے پدر بزرگوار مجھکو سلطان نظام الاولیا کی خدمت مین لے گیے - اور انکا کے شکنجہ سے رہائی دلا کر میرا اعتقاد و اخلاص درست کرا دیا - اور اُنکی باعظمت ملازمت سے دنیاوی سازو سامان کے ترک کی استعداد میرے قلب مین پیدا ہوئی -

یاد خواجہ موید الدین کرئی

آپ تخت سلطنت پر جلوس فرمانے سے پہلے سلطان علاء الدین کے ہمراز - اور ہم نشین تھے جب ازلی عنایت سے شیخ کی خدمت مین پہونچنا نصیب ہوا - تو اوصاف درویشی کا زیور پہنکر بن سنور گئے اور حصول دولت کے راستے مین بھاگنے دوڑنے سے فارغ ہوئے - جب سلطان نے تخت سلطنت پر جلوس فرمایا - تو آپ کو یاد کیا - ایک مقرب سلطان نظام الاولیا کی خدمت مین بھیجا کہ خواجہ موید کو اجازت دیجیے سلطنت کے کام مین مشغول ہون - فرمایا - کہ موید کو ایک اور کام پیش آگیا ہے - بادشاہ کا بھیجا ہوا شخص اس جواب سے ناخوش ہوا - اور از راہ جرات عرض کیا - مخدوم - کیا آپ سب کو اپنی مثل بنانا چاہتے ہین - جواب دیا - اپنی مثل بنا لینا بہت سہل ہے - نہین - اپنے سے بہتر بنانا چاہتا ہون - اگر یہ مجھسے سازگاری رکھین جو تحقیق کے تمام کمال سلطانی عمل ان کو فقیری کے جھونپڑے سے دنیا داری اور حکومت کی عشرت گاہ کی طرف کھینچ کر نہین لیجا سکتے ہین -

یاد خواجہ کریم الدین سمرقندی

آپ اپنے ملک مین سلاطین کے وزیر رہ چکے ہین - جب ازلی سعادت نے زنجیر ہلائی - تو آپنے سب چیزون کو چھوڑ دیا - اور اپنے ملک سے ہندمین آکر شیخ فرید گنجشکر کی خدمت - تمام دو جہانی کامون پر اختیار کی - اور نسبت صہارت (خسر و داماد ہونا) آپ کو نصیب ہوئی - وہان سے جب سامان اقامت دہلی مین لے آئے تو خلافت کا خلعت - سلطان نظام الاولیا سے ملا - امیر خسرو - اور خواجہ حسن ہمیشہ آپ کی فیض بخش صحبت سے خوش ہوا کرتے تھے - اور مولانا ضیاء الدین برنی بھی اپنی تالیفات کو بغرض اصلاح آپکے روبرو پیش کیا کرتے تھے سلطان نظام الاولیا کی رحلت کے بعد سلطان محمد تغلق نے آپ کو دہلی کا شیخ الاسلام کر دیا تھا - اور انوار الملک خطاب عطا فرمایا تھا - آپ کے دو فرزند ارجمند تھے شیخ احمد اور خواجہ نظام الدین ہر ایک حسب و نسب سے درست اپنے وقت کے امام تھے -

یاد خواجہ شیخ علی شاہ ابن شیخ محمود جاندار

آپ سلطان نظام الاولیا کے پرانے مریدون مین سے ہین۔ ہمیشہ حلقہ کی طرح ملازم درگاہ رہتے تھے۔ نظامیہ ارشادات اور تمام اپنی مسموعات کو ایک رسالہ کے اندر فراہم کرکے دُرِّ نظامی نام رکھا تھا۔ تصوف کے بہت سے حقائق اور اسرار اُن اوراق مین تحریر ہین۔ اسی رسالہ مین لکھا ہے کہ۔ سلطان ابوسعید ابوالخیر خیرات کرنے مین حد سے زیادہ مبالغہ اور کوشش کیا کرتے تھے۔ ایک صاحب نے اثنائے گفتگو مین کہا۔ لاخیر فی الاسراف۔ آپنے فوراً جواب دیا۔ لااسراف فی الخیر سننے والے متحیر رہ گئے۔ اسی دُر مین لکھا ہے صوفیون کے نزدیک بدترین گفتار یہ ہے۔ کہ سالک ایسے مقام اور ایسے حال کی خبر دیوے۔ جو اُس کو حاصل نہین ہے۔ ابیات

از درد نشان مدہ۔ کہ درجانِ تو نیست	مگذر بہ ولایتے کہ از آنِ تو نیست
از بیہنری بود کہ باجوہریان	وصفِ گہرے کنی کہ در کانِ تو نیست

نیز اسی رسالہ مین لکھا ہے ایک مرید نے بعیت ہونے کے وقت اپنے پیر سے نصیحت کے لیے عرض کیا۔ فرمایا۔ خدائی کے دعوے اور پیغمبری کے دعوے سے تم کو بچنا چاہیے۔ مرید کو حیرت ہوئی۔ گھبرایا۔ یہ کیسی نصیحت ہے کیونکر صحیح ہو سکتی ہے۔ اور اس مین کیا بھید ہے۔ عرض کیا۔ کھولکر ارشاد فرمائیے۔ فرمایا۔ خدائی کا دعویٰ تو یہ ہے کہ تم کل کامون کا ہونا اپنی مراد کے موافق چاہو۔ اور پیغمبری کا دعویٰ یہ ہے۔ کہ تم چاہتے ہو۔ سب گروہ کے لوگ تمہارے چاہنے والے اور دوست ہون۔ اور جو ایسے نہون وہ تمہارے گردیدہ نہ ہون۔

یاد مولانا فصیح الدین

آپ اصول فقہ کے علم مین عضد الملۃ قاضی عضد کا مرتبہ رکھتے تھے۔ آپ نے باتفاق مولانا محی الدین قاضی کاشانی سلطان نظام الاولیا کی خدمت مین حاضر ہو کر بعیت کے واسطے التماس کیا۔ سلطان نظام الاولیا نے مولانا محی الدین کو تو کلاہ مریدی پہنادی۔ مگر مولانا فصیح الدین کا مرید کرنا۔ استخارہ اور پیر گنجشکر کی اجازت پر موقوف رکھا۔ اس سبب سے آپ کو کمال ناامیدی ہوئی۔ اور نہایت حزین اور ملول رہنے لگے جب پھر دوسری بار بساط بوسی کے لیے حاضر ہوئے تو فرمایا۔ تمہاری نسبت بھی پیران چشت کے باطن سے قبول بعیت کی اجازت ہے۔ آؤ۔ مایوسی دور کرو۔ اور بعیت کا ہاتھ آستین سے نکالکر درویش کے ہاتھ کے نیچے رکھو۔ تاکہ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ کا مضمون صادق ہو پس آپنے کمال خوشی اور خوشحالی کے ساتھ مدارج بعیت طے کیے۔ اور سلطان نظام الاولیا سے چند سال پیشتر ملک تقدس کو روانہ ہو گئے۔ خوابگاہ دہلی۔

قاضی کاشانی کو سلطان نظام الاولیا بہت دوست رکھتے تھے - جس مجلس مین قاضی جی ہوتے تھے - معرفت اور شرائع طریقت کی بہت سی باتین سلطان نظام الاولیا کی زبان مبارک سے بیان ہوا کرتی تھین - آپ کے حالات بالتفصیل سابقہ تذکرون مین لکھے ہوئے ہین - خدا کرے شوقین اصحاب انکو مطالعہ کرین -

یاد مولانا فخرالدین المروزی

آپ آغاز سلوک سے انجام حالت تک وقتاً فوقتاً درجہ پرہیزگاری مین ترقی فرماتے رہے - رجال الغیب معتقد تھے - جو کچھ آپ کی خواہش ہوتی تھی - مہیا کر دیتے تھے - لیکن آپ اسکو تصرف مین نہین لاتے تھے - پیر بزرگوار کے روضہ مین آپ کی قبر ہے -

یاد شیخ برہان زیب

علیہ ... آپ کی ذات مین صوری و معنوی کمالات عشق اور شوق کے مقامات جمع تھے - خلافت کا خلعت زیب بدن کرنے کے بعد قلعہ دیوگیر دکن مین رہنے کی اجازت ملی تھی جو آج دولت آباد کے نام سے نامزد ہے - ایک مدت تک آپنے اُس سرزمین مین رہکر معرفت و خداشناسی کے ذریعے سے دلون کو سرسبز اور شاداب کیا - جب آپکے عنصری باغ کی بہار مین رحلت کی خزان نے تغیر پیدا کیا - تو قلعے سے دو میل دوری پر ایک پُرفیض صحرا ہے - اُس صحرا کو اپنے روضہ پاک کے لیئے پسند فرمالیا - واقعی عجب راحت افزا اور روح بخش جگہہ ہے - راقم نے ہجری سنہ ایکہزار ایک مین اس مقام کی زیارت کی تھی - دل مین صفائی حاصل ہوئی - آپکے عرس کے روز ہر ایک ملک سے لوگ وہان آکر جمع ہوتے ہین - اور شہر کے باشندے مجاور چند روز پیشتر سے اُس جگہہ جاکر مکانات اپنے واسطے بنالیتے ہین - اس طریقہ سے مسافر اور مجاور اُس بانتظام مقام سے غیبی فیض پاکر خوش وقت ہوتے ہین - خاندیس کا پائے تخت جس کا برہان پور نام ہے آپ کے ہی نام پر نامزد ہے - کہتے ہین - جب شیخ برہان الدین اپنے پیر کی خدمت سے اجازت لیکر دیوگیر کو جارہے تھے - اثنائے راہ مین ایک روز رات کو اُس مقام پر اترے جہان اب برہان پور آباد ہے - اُس زمانہ مین والیان خاندیس کے آباو اجداد مین سے ایک شخص اُس موضع کا شحنہ تہا - اُس نے حتی المقدور خدمت گزاری اور درویش پرستی مین کوتاہی نہین کی - جب صبح کو روانہ ہونے کے وقت حاضر ہوکر فاتحہ کی درخواست کی - تو فرمایا - بموجب ازلی حکم کے اس جگہہ ایک شہر آباد ہوگا - اور تمہارے فرزند یہان کے فرمان روا ہونگے - مناسب ہے کہ اُس نوآباد شہر کا نام اس درویش کے نام پر رکہا جاوے - اِس بشارت کی بنیاد پر برہان پور نام رکہا گیا - اور چند دیہہ مجاوران روضہ کے واسطے بطریق مدد معاش پیشکش کیئے گئے - آج تک کہ ہجری سنہ ایک ہزار بیس ہے - مذکورہ بالا وظیفے بدستور مقرر اور جاری ہین -

یاد شیخ کمال الدین یعقوب نہروالہ

آپکو عالی مقامات اور نقلی و لدنی کمالات حاصل تھی۔ پیر کے حکم سے نوی استعداد گجرات والون کی رہنمائی کے واسطے مامور ہوئے تھے۔ بہت سے اشخاص آپ کی تلقین سے صراط مستقیم پر چل کر اپنے مقصد کو پہونچ گئے حصار نہروالہ کے باہر سہسلنگ تالاب کے کنارہ آپ کی خوابگاہ ہے۔

یاد مولانا شہاب الدین

آپ سلطان نظام الاولیا کے امام تھے۔ ربانی کلام لفظاً اور معنیً ازبر تھا۔ اور ایسی عمدہ طرز سے تلاوت فرماتے تھے کہ سننے والون کو بزم کلیم اللّٰہی میں حاضر ہونے کا مزہ آجاتا تھا۔ امیر خسرو کو آپ کے ساتھ بہت کچھ وابستگی اور عقیدت تھی انہون نے اپنے خمسہ مین آپ کی نہایت تعریف لکھی ہے۔ یہ دو تین بیت اُسی خمسہ کی ہین۔ **ابیات**

چون از و موج زد کلام احد	+ نفد البحر قبل ان تنفد[۱]
او چو ابر کرم بفرق جہان	زیر کان چون صدف کشادہ دہان
شمع من یافتہ ضیا از وے	مس من گشتہ کیمیا از وے

آپ کی قبر دہلی مین ہے۔

یاد امیر خسرو

آپ کا لقب یمین الدین۔ کنیت ابوالحسن۔ اور پیر کی طرف سے خطاب ترک اللہ ہے۔ اور آپ کے پدر بزرگوار کا نام سیف الدین تھا۔ سخن سنج۔ سخن پرور۔ اور سخن آفرین نامورون کے آپ سر دفتر تھے۔ آپکے کمالات اور حالات کی شرح کیا کی جاوے۔ آپ گویا آسمان سخن کے قطب ہین۔ یعنی جو مضمون (خواہ وہ کسی قسم کی ہو) نفس ناطقہ عبارت کے حوالہ کرتا ہے۔ اور آپ از روئے مشاطگی اُس مفہوم کو بدایع اور معانی کے انواع و اقسام کے زیور سے آراستہ کرکے نوعروسی کے لباس مین دکہاتے ہین۔ تو وہ آراستگی اُس مفہوم کے بالکل برابر۔ اور نیز گردش کے چاک کہاتی ہوئی نظر آیا کرتی ہے۔ لہذا بہتر یہ ہے۔ کہ اس سلسلہ کو حقیقت شناس دانشمندون کے حوالہ کرکے آپ کے نمایان واقعات مین سے چند منتخب باتین حوالہ قلم کرون۔

جب قصبہ پٹیالی مین جو دریاے گنگا کے کنارہ آباد ہے۔ آپ کی مبارک صورت کا نقش۔ خدائی علم کے تصویر خانہ سے مصور تقدیر نے اُٹھا کر۔ عین امکانی کے ورق پر لا جمایا۔ تو آپ کے پدر بزرگوار دایہ کے دہونے اور پاک صاف کرنے کے بعد آپ کو پارچہ قماط مین لپیٹ کر ایک مجذوب کے نزدیک لے گئے جو ہمسایہ مین رہتے تھے۔ مجذوب نے فرمایا۔

۱ مطلب یہ کہ قبل اسکے کلام تمام ہو ۱۲۔

یہ لڑکا ایسا فصیح البیان ہوگا۔ کہ اُستاد خاقانی سے دو قدم آگے ہی رہے گا کہتے ہین دو قدم سے مراد مثنوی اور غزل ہے۔ آپ سے عمر مین اور سب باتون مین بڑے آپ کے دو بھائی اور بھی تھے۔ ایک کا نام اعز الدین شاہ اور دوسرے کا نام حسام الدین احمد تھا جب آپ کی عمر آٹھہ سال کی ہوئی۔ اور فارسی مین کچھہ شد بد ہوگئی۔ تو آپ کے پدر بزرگوار اپنے تینون لڑکون کو سلطان نظام الاولیا کی غلامی مین لے گئے۔ اور بیعت کرا دیا۔ ایک سال بعد سیف الدین شہید ہو گئے۔ اب آپ کی پرورش کی نوبت عماد الملک آپ کے نانا کو پہونچی۔ جو شاہ وقت کے میر عرض تھے۔ اُنھون نے آپ کی اصلاح مین بہت کچھہ کوشش فرمائی۔ اور وہ مشکور بھی ہوئی۔ آپ نے دیوان غرۃ الکمال کے خطبہ مین اپنے اِن مربی کی تعریف لکھکر حق شکر گزاری ادا کیا ہے۔

کہتے ہین۔ جب آپ نے نظم کلام شروع کیا تھا۔ تو آپ کلام کو ناصحانہ طریقہ پر لکھا کرتے تھے۔ مگر پیر بزرگوار کے ارشاد سے غزل گوئی مین عاشقانہ وضع اختیار کرکے بالآخر مضامین نیاز کی طرف رجوع کیا اور غزل کا پایہ ایسے عالی مقام کو پہونچایا۔ کہ کسی غزل گو اہل سخن کا نغمہ وہان تک نہین پہونچ سکا۔

آغاز جوانی مین بظاہر والیان ملک اور دولتمندان دنیا کی ملازمت کی طرف میلان تھا لیکن باطن مین ہمیشہ درویشون کی خدمت اور صحبت کی خواہش رہتی تھی۔ بالخصوص اپنے پیر دستگیر کے ساتھہ حسن عقیدت مین کمال راسخ تھا۔ اس کے متعلق تھوڑا سا بطور نمونہ لکھتا ہون۔ جب سلطان علاء الدین کے دل سے بدگمانی کا میل کچیل دُھل گیا۔ تو بادشاہ کے دل مین حضرت سلطان نظام الاولیا کی بکرامت ملازمت مین حاضر ہونے کی خواہش پیدا ہوئی اور یہ آرزو پوری ہونے کے لیے۔ بہت کچھہ التماس۔ اہتمام۔ چاپلوسی اور مبالغہ کیا۔ لیکن سلطان نظام الاولیا کے حضور سے قبولیت کی بو تک نہین آئی۔ بلکہ ممانعت اور گریز کے آثار پیدا ہوتے تھے۔ اس سبب سے بادشاہ نے اپنے دل مین ٹھان لیا تھا۔ کہ کسی روز خفیہ طور سے حضور کی ملازمت مین سر دیکر گھس جاؤن گا۔ یہ راز ایک روز بادشاہ نے امیر خسرو سے کہکر ہمراز بنایا۔ اور امیر خسرو نے اس مشورہ کی کیفیت اپنے پیر کے حضور مین عرض کردی۔ سلطان نظام الاولیا یہ مضمون سنتے ہی حضرت گنجشکر کی زیارت کے ارادہ پر اجودھن کی طرف روانہ ہو گئے۔ بادشاہ۔ امیر خسرو سے ناراض ہوا۔ اور روبرو گفت و شنید مین کمال غصہ کا اظہار کیا۔ امیر نے عرض کیا۔ کہ سلطانی رنجش مین صرف جان کا خطرہ ہے۔ اور پیر کی ناخوشی مین جان کی آفت سلب ایمان کے ساتھہ لگی ہوئی ہے اُس وقت بادشاہ امیر خسرو کے حسن عقیدت اور دور اندیشی پر آگاہ ہوکر صاف ہوگیا۔ اور بر سر انصاف آکر خوش ہوا۔ اور امیر خسرو کو روز افزون خاص عنایت سے سرفراز کیا رحم اللہ من انصف (جس نے انصاف کیا

اللہ تعالیٰ اوس پر رحم کرے ۱۲)

کہتے ہین جو نقد و جنس صلہ اور انعام کے ذریعہ سے آپ کو ملا کرتا تھا۔ اُس کو آپ کا دست ہمت ید علیا سے لیکر جیلنی کی طرح ید سفلی مین پہونچا دیتا تھا۔ یعنی جو اصحاب فقر کے گوشون مین بیٹھے ہوتے تھے اُن کی آرزوئین پوری کرنے۔ اور حاجتون کے برلانے مین صرف ہوا کرتا تھا۔ ایک روز پیر نے ارباب دولت کی مصاحبت چھوڑ دینے کے واسطے آپ کے نام نصیحت نامہ بھیجا اور اِس بیت پر تمام کیا۔ بیت

آمد گہ آنکہ عہد ہا تازہ کنیم	شد آنچہ شدای صنم گذشت آنچہ گذشت

اس خط کے پڑہنے سے معلوم ہوا۔ کہ درجہ مین ترقی ہوئی ہے۔ اور پیر ظاہر کو باطن کے ساتھ ہم رنگ بنا کر اپنے تئین کوچہ درویشی مین بالکل داخل کر دیا۔

کہتے ہین۔ جن ایام مین سلطان نظام الاولیا نے فرق کے وحشت انگیز مکان سے جمع کے مانوس اور عالی شان محل کی طرف توجہ فرمایا ہے۔ اُن ایام مین امیر خسرو۔ بنگالہ کی طرف سفر کو گئے ہوئے تھے۔ جب دہلی مین واپس آئے۔ تو شیخ کو زندہ نہ پایا۔ سخت بے تاب ہوئے۔ اور بے صبری سے اپنے تئین زمین پر گرا دیا۔ نالہ و فریاد کرنا شروع کیا اور یہ تو پہلے سے ہی فرمایا کرتے تھے۔ کہ خسرو کی زندگی۔ نظام کی حیات کے ساتھ وابستہ ہے۔ یہ بات یاد کر کے ہمیشہ خواہش کیا کرتے تھے کہ اس پیشین گوئی کا وقوع جلدی سے ہو جاوے۔ آخر کار ہلال چہ دور کے بعد کہ مہینا رمضان اور ہجری سنہ سات سو پچیس ۷۲۵ھ تہا نحن بکم لاحقون کے زمزمہ کی آواز بلند کی۔ اور اپنے پیر کے حظیرہ مین سو رہے۔

یاد امیر حسن علا سنجری

آپ کے والد ماجد سجستان کے ہین۔ جو خواجہ معین الاولیا کی ولادت کا مقام ہے۔ علم۔ عرفان فضل یقین۔ فصاحت۔ بلاغت سخن کی نازکی۔ اور کلام کی رنگینی یہ جمیع اوصاف آپ کی طبیعت کے لوازم اور آپ کا حصہ تھے۔ ابتدا ابتدا مین بڑے بڑے حاکم اور سلاطین وقت کو آپکی صحبت کی آرزو تھی۔ اور آپ بھی اہل عشرت کے ساتھ محبانہ میل جول رکھا کرتے تھے۔ عمر کا بہت بڑا حصہ اسی طرح پر گزر گیا۔ ایک روز سلطان نظام الاولیا کا گزر اُس مکان مین ہوا۔ جہان آپ چند ظریفون کے ساتھ جلسہ نشاط مین مصروف تھے۔ جب شیخ کے باکمال جمال پر آپ کی نظر پڑی۔ تو یہ دو بیتین آپ نے پڑہین۔ قطعہ

سالہا ئے شد کہ ما ہم صحبتیم	این کہ صحبت را اثر باشد کجاست
زہد تان فسق از دل ما کم نہ کرد	فسق ما محکم تر از زہد شماست

سلطان نظام الدین نے فرمایا صحبت اُس وقت مین تاثیر رکہتی ہے۔ کہ جب حُسن نیت بہی اسکے ساتہہ ہو۔ بیت

یک صبح باخلاص بیا بر در من	اگر کار تو برنیاید آنگہ گلہ کن

چونکہ اصلاح اعمال کا وقت آگیا تہا۔ توفیق توبہ نصیب ہوئی۔ اور ہمیشہ شیخ کی ملازمت مین بنا نہ بنا اپنے اوپر لازم کرلیا۔ جو کچھہ پیر بزرگوار کی زبان سے وقتاً فوقتاً سنا۔ اکثر فوائد کو بے تغیر و تبدل لکہتے گئے۔ اور چند روز مین ایک کتاب تیار ہو گئی۔ جس مین انواع و اقسام کے حقائق۔ سلوک کی باتین نصیحتین۔ اور مسائل درج ہین۔ فوائد الفواد نام رکہا گیا۔ چونکہ اس کتاب کی اکثر عبارت شیخ کی ہی زبان مبارک سے نکلی ہوئی ہے۔ لہذا اس کتاب کو ملفوظات شیخ نظام ہی کہتے ہین عجب مقبول مجموعہ ہے۔ امیر خسرو آرزو اور حسرت کے ساتہہ ہمیشہ خلا اور ملا مین کہا کرتے تہے۔ کاش خسرو کی تصنیف اور تالیف کی ہوئی تمام کتابین برادر حسن کی ہوتین۔ اور تہا اس نسخہ کی شہرت میرے نام سے ہوجاتی۔ بس دنیا اور آخرت کی بہبودی کا سرمایہ اسی قدر کافی تہا۔

روایت ہے جس روز پیر نے شیخ برہان الدین غریب کو خلافت کا خلعت عطا فرمایا۔ اور دیوگیر مین رہنے کی اجازت دیکر رخصت کیا تو شیخ برہان الدین نے ہنگام قدم بوسی حسرت کے ساتہہ آہ کہینچی۔ اور عرض کیا۔ کہ حضور کی خدمت سے دور رہنے کا درد لیا ہے۔ جس کا علاج ممکن نہین ہے۔ فرمایا۔ اس مجلس مین امیر خسرو کے سوا۔ جو صاحب بہی حاضر ہین۔ وہ تمہارے رفیق راہ ہوسکتے ہین۔ اور آداب سلوک کی رعایت جس طرح اس درویش کے ساتہہ مدنظر رکہتے ہین۔ اُسی طرح تمہارے ساتہہ بہی مدنظر رکہہ سکتے ہین۔ چونکہ اُس وقت مین جلو خضرا امیر حسن تہے۔ اس بنیاد پر دیوگیر کو برہان الاولیا کی رفاقت مین آپ بہی روانہ کئے گئے۔ جب ایام عمر ختم ہوئے تو اسی جگہہ روضہ برہانیہ سے دو تین تیر کے فاصلہ پر آپ کی قبر بنائی گئی۔

فوائد الفواد مین لکہا ہے۔ ایک روز سلطان نظام الاولیا نے فرمایا۔ تائب متقی کے برابر ہوتا ہے متقی وہ ہے جس نے اپنی تمام عمر مین گناہ اور ناشروع باتون کا ارتکاب کیا ہی نہ ہو۔ اور تائب وہ ہے کہ اس سے گناہ تو سرزد ہوئے ہون مگر پہر اُس نے بازگشت کرلی ہو۔ پس اس حدیث کے بموجب اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ کَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَہٗ؎ دونون برابر ہوجاتے ہین۔ شیخ مبارک خیر جونپوری کے مکتوبات مین لکہا ہے۔ اے عزیز۔ متقی وہ ہے جو شر کے وقوع سے اپنے نفس سے محافظت حق کرے۔ یعنی خداوند اکبر کے سامنے اپنے نفس کو بطور سپر کر دیوے تاکہ جو مذمت کا تیر نقصان کے کمان سے چہوٹے۔ نفس پر بیٹہے۔ اور جو امور خیر و کمال کے مقولہ مین داخل ہین۔ اُن کی نسبت

؎ گناہ سے توبہ کرنے والا شخص مثل اُس شخص کے ہے جس کا کوئی گناہ ہی نہین ہے۔

حق سبحانہ کی طرف کرے - اپنی طرف نہ کرے۔ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمْ ای کونوا وقایۃ فی المذام واجعلوہ تعالیٰ وقایتکم فی المحامد تکونوا ادباء عالمین اگرچہ توحید کا اقتضا یہ ہے - کہ تمام خوب وزشت - خیر وشر - نفع وضرر وغیرہ وغیرہ تمام افعال کو حق تعالیٰ کی طرف منسوب کرکے اپنا قدم درمیان میں نہ ہونے دے - لیکن ادب کی بات یہ ہے - کہ بدی کی نسبت اپنی طرف اور نیکیوں کی نسبت باری تعالیٰ عز اسمہ کی طرف کرے - تاکہ اُن ادیبوں میں سے شمار کیا جاوے - جو انبیاء مرسلین کے اخلاق کے ساتھ تہذیب یافتہ ہیں اور تاکہ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ کے شرف سے خصوصیت پاکر دونوں جہان میں سربلند ہو - راقم کی خاطر فاتر میں غیب سے یہ بات آتی ہے - کہ تمام پرہیزگاروں میں زیادہ پرہیزگار وہ شخص ہے - جس کی حقیقت بین آنکھ اور کُنہ شناس دل میں کوئی چیز - شر - اور کوئی فعل - زشت معلوم نہ ہو - اور جو کچھ ظہور میں آوے - اُس کو محض خیر سمجھے - اور اس وجہ سے تمام افعال اور احوال کا مصدر - الٰہی اسما اور صفات کو تصور کرے -

یاد شیخ نظام الدین ابوالمؤید نبیرہ شمس العارفین

آپ نے اپنے بزرگوار باپ اور ماموں کی خدمت سے کتابی علم تحصیل کیا تھا - اور نیز طریقت کی تعلیم پائی تھی - اور شیخ عبدالواحد ابن شیخ شہاب الدین احمد غزنوی کی ملازمت میں جو سید نور الدین مبارک کے پیر ہیں - پہونچکر بہت کچھ فائدہ اوٹھایا تھا - خواجہ قطب الدین اوشی - اور سلطان نظام الاولیا بدایونی - آپ کے دیدار کو خدائی جمال کا آئینہ جانتے تھے - اور ہمیشہ آپکی مصاحبت کی خواہش کیا کرتے تھے - کہتے ہیں - ایک سال دہلی اور اطراف دہلی میں آسمان نے زمین پر اور زمین والوں کے حال زار پر رحم کھا کر آنسو نہیں ٹپکائے - غلہ کمیاب ہوگیا - اور لوگوں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر گریہ وزاری کے ساتھہ بارش کی درخواست کی - آپ قبول فرماکر منبر پر بیٹھ گئے - اور آستین کے اندر سے ایک جامہ نکالا - اور کہا اے پاک خداوند - اس خلعت کی پاک دامنی کے طفیل میں اور اُس محبت اور راز کے استحقاق کے عوض میں جو اس خلعت کا مالک تیرے ساتھہ رکھتا تھا - از راہ بخشش مینہ برسا نو میں جنگل کا راستہ اختیار کروں گا - اور پھر آبادی میں نہ آؤنگا - اُسی وقت ایک سیاہ ابر اُٹھا - اور بے انتہا پانی آگیا یہانتک کہ ہر طرف نالوں میں سیلاب آگیا - خلاصہ دانشوران روزگار مولانا وجیہ الدین یحییٰ قدس سرہ نے لکھا ہے - کہ وہ جامہ آپ کی والدہ بی بی سارا کا پیرہن تھا -

---

؎۱ لوگو اپنے پروردگار سے ڈرو - یعنی بدیوں میں اُسکی سپر تم ہوجاؤ اور نیکیوں میں پروردگار کو اپنی سپر بنالو - ایسا کروگے - تو تم تمام عالم جن اور سب کے ادب کرنیوالے ہوجاؤگے ۱۲ ؎۲ بیشک تم سب میں بزرگ اللہ کے نزدیک وہ ہے - جو تم سب میں زیادہ متقی ہے ۱۲

یاد شیخ قطب الدین منور ابن شیخ برہان الدین ابن شیخ جمال ہانسوی

آپ تنہائی پر عاشق۔ اور گوشہ نشینی کے عشق میں سوختہ تھے۔ وہ جہانی کمالات کے آثار اہل دنیا کے سامنے اپنے اقوال اور افعال کے ذریعے سے ظاہر کیا کرتے تھے۔ روایت ہے۔ کہ سلطان محمد تغلق نے قاضی کمال الدین صدر جہان کے ہاتھ۔ چند دیہ کا فرمان۔ آپ کے نام پر کر کے نیازمندانہ آپکے پاس بھیجا تھا۔ آپ نے لانے والے سے کہا میں نے سنا ہے۔ کہ سلطان نصیر الدین جس سال کہ اچہ اور ملتان کو گیا تھا۔ اُس نے بھی اسی مضمون کا طغرا۔ امیر غیاث الدین سپہ سالار کے ہاتھ۔ حضرت گنجشکر کی خدمت میں اجودھن کو بھیجا تھا جب وہ طغرا آپ کی نظر سے گزرا۔ تو آپنے سپہ سالار کو فرمایا۔ ہمارے بزرگوں نے بادشاہوں سے اس طرح پر کبھی کچھ قبول نہیں کیا ہے۔ اور اس درویش کو بھی اپنے پیروں کی پیروی سے چارہ نہیں ہے۔ لہذا اگر عذر کر دیا جاوے۔ تو گنجائش ہے۔ اور اس بات کی خواہش مند بے شمار ہیں۔ بہتر ہے کہ یہ اُن کو پہونچایا جاوے۔ یہ حقیقت حال سنکر فرمان لانے والا ناچار فرمان کو واپس لے گیا القصہ شیخ قطب الدین نے تمام عمر متوکلانہ اور عالی ہمتی سے بسر کی۔ آپ کی قبر شہر ہانسی کے میدان میں ایک گنبد کے اندر ہے۔ جس کو اب اقطاب اربعہ کا مقام کہتے ہیں۔ کیونکہ شیخ جمال شیخ برہان الدین شیخ قطب الدین منور۔ اور آپ کے فرزند شیخ نور اُسی میں سوئے ہوئے ہیں قدس اسرارہم

یاد شیخ بدر الدین سمرقندی

آپ شیخ سیف الدین کے خلیفہ ہیں۔ جو شیخ نجم الدین کبریٰ کے بزرگ خلیفہ تھے۔ آپکو معرفتوں کے آسمان کا آپ کو بدر بلکہ آفتاب کہنا ناموزوں نہیں ہے۔ بخارا سے ہند میں آئے۔ اور دہلی میں سلطان المشائخ نظام الاولیا کی مصاحبت کے واسطے قیام فرمایا۔ کتاب دُرر نظامی میں لکھا ہے۔ ایک روز سلطان نظام الاولیا اور بدر الدین دونوں امیر خورد کی ملاقات کے واسطے گئے تھے۔ امیر اُس وقت ایک عظیم مراقبہ میں تھے۔ اور کمال استغراق تھا۔ بدر الملۃ نے ایک تقریب سے عرض کیا۔ میں نے فلاں شہر میں فلاں بزرگ کو دیکھا۔ اور اسی طرح ہر ایک بزرگ کو ایک مقام میں کہ جہاں جہاں دیکھا تھا شمار کرنا شروع کیا جب بدر الملۃ کی گفت وگو بہت بڑھ گئی۔ تو سلطان الاولیا نے فرمایا۔ بھائی سخن کوتاہ کرو۔ شاید ان بزرگ کی زبان سے کوئی ایسی بات سننے میں آوے۔ کہ جس کے واسطے کان پیدا کئے گئے ہیں۔ اس پر بھی بدر الملۃ اپنی گفت وگو سے باز نہیں آئے۔ امیر نے غصہ ہوکر سر اٹھا کر کہا۔ بدر الدین۔ جتنے بزرگوں کو تمنے دیکھا بیان کیا۔ یہ کہو کہ ان میں سے تم کو بھی کسی نے دیکھا۔ شیخ بدر الدین کی قبر دہلی میں مشہور۔ اور ہمیشہ بزرگانِ مقیم اور مسافر کی زیارت گاہ ہے رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ بیت۔

تو چشم خویش وقفِ اہل دل کن	بامید یکہ چشمی بر تو افتد

یاد شیخ رکن الدین فردوسی

آپ حقائق اور معارف کے عالم تھے - ایزدی جھلک اور خدائی صفت آپکے ظاہر و باطن سے جوش کرتی تھی شیخ عماد الدین طوسی آپکے ہی مرید اور خلیفہ ہین - دہلی مین دریاے جمنا کے کنارہ شیخ محمود مجذوب بہاری کا مرقد ہے جن کو خواجہ معین الاولیا چشتی اجمیری سے فیض تھا - اُسی مرقد کی برابر مین آپ کی بھی قبر ہے قدس سرہم بیشک عجب ایک بہشت نما مکان ہے - جو مدینہ منورہ کی طرح لوگون کا مرجع ہے مصرع مرقد او مہبط نور خداست -

یاد شیخ نجیب الدین فردوسی

آپ شیخ بدر الدین سمرقندی کے مرید ہین - قدس سرھما کمالات اور حالات کی گویا آپ کان تھے - اپنی صورت اور سیرت سے ہمنشین دوستون کو بہشت یاد دلاتے تھے - آپ کی خوبیون کا بیان بہت طویل ہے - سابقہ تذکرون مین لکھا ہوا ہے - لہذا بہتر ہے - کہ مین اُس کو نہ لکھکر تکرار سے محفوظ رہون حوض شمسی کے کنارہ آپ کی قبر ہے مشہور ہے - اور اُس کی زیارت بھی ہوتی ہے مصرع درکنار حوض شمسی شد فرو آب حیات -

یاد شیخ شرف

آپ شیخ یحیٰی ابن اسرائیل منیری کے فرزند ہین - جو شیخ نجیب الدین فردوسی کے مرید تھے - اولاً آغاز سلوک مین نفس نافرجام کی اصلاح کے واسطے ایک پہاڑ کے دامن مین جارہے تھے - وہان پر آپ کی مادر بزرگوار ایک غلام فتوحا نامی کے ہاتھ کھانا بھیج دیا کرتی تھین ایک روز دریافت کیا - فتوحا - تجھ کو کھانا بھیجتا ہے - اس مین سے شرف کچھ کھاتا بھی ہے - اُسنے کہا - مجھے معلوم نہین - مین تو کھانا اُس جگہہ رکھ آتا ہون - جہان اُنہون نے فرما دیا ہے - خیر - اُس روز چند چھوہارے دودہ مین بھگو کر اور شکر ڈال کر بھیجے - اور کہا - لڑکے سے کہدینا تیری مان نے قسم کھا کر کہا ہے - اگر اس کھانے مین سے نہ کھاویگا - تو مین تجھ سے ناراض ہوجاؤن گی - ناچار شیخ شرف نے لقمہ اٹھایا حلق اُترنے نہین پایا تھا کہ بیہوشی طاری ہوئی - اب چیونٹیون کا ہجوم شروع ہوا - اور اُس لقمہ کو آپکے حلق مین سے ذرہ ذرہ کرکے نکال لیا - تب ہوش آیا - فتوحا نے واپس آکر یہ تمام حقیقت اُس باعصمت بی بی سے عرض کردی - اُنہون نے ایک نعرہ مارا - اور کہا سچ ہے - جو شخص آیت[۱] عند ربی وھو یطعمنی ویسقینی کے خوان مین سے روزی کھاویگا - وہ اس دنیا کی خوراک سے اپنا ہاتھ کیون ملوث کریگا - اس کے بعد آپ اور آپکے بھائی شیخ جلال الدین محمد اپنے وطن سے جو ہندوستان مین شرقی سمت کی حدود پر ہے - شیخ نظام الاولیا سے بیعت ہونے کے

[۱] مین اپنے رب کے نزدیک رات کو ہوتا ہون اور وہ مجھکو کھانا کھلاتا ہے - اور پانی پلاتا ہے - ۱۲

ارادہ پروانہ دہلی ہوئے - ایک روایت تو یہ ہے - کہ اِن دونوں شائقین کے پہونچنے سے پہلے سلطان نظام الاولیا رحلت فرما گئے تھے - اور دوسری روایت یہ ہے - کہ نہین ملاقات ہوئی - لیکن سلطان نظام الاولیا نے شیخ نجیب الدین فردوسی کی خدمت مین حاضر ہونے کا ارشاد فرمایا - بہر تقدیر جب شیخ نجیب الدین کی ملازمت مین حاضر ہوئے - تو فرمایا - شرف - تم بہت اچھے آئے - بہت برسون سے یہ درویش تمہاری امانت تم کو دینے کے واسطے تمہارا منتظر ہے - اُسی وقت بیعت ہوئے تھوڑے عرصہ مین خرقہ خلافت مل گیا - اور باشندگان دیہاد کی رہنمائی کے واسطے اجازت ہوئی - کہتے ہین - آپ کے پانون مین کسی قدر لنگ تھا - اس کا سبب جو دریافت کیا گیا - تو جواب دیا - کہ مین نے ازل مین اولیا کی صفون سے آگے بڑھکر انبیا کی صفون مین قدم رکھ دیا تھا - دنیا کی لنگ اُس کی سزا ہے - **القصہ** آپ کی ہمت کو بڑا درجہ حاصل تھا -

ایک دفعہ آپنے اکسیر کا ایک ڈبہ پیر کی خدمت مین پیش کیا - پیرنے پانی مین بہا دیا - آپ ہنسے - اور کہا اگرچہ اس خاک سے تانبا طلا ہو جاتا تھا - اور احتیاج والون کو فائدہ بھی پہونچتا تھا - لیکن اس کی حفاظت سے دل پر گرانی رہتی تھی - اور نیز یہ دوری کا بھی سبب تھا - **اللہ عز اسمہ** کا شکر ہے - کہ اس استغنا کی بدولت آرزو کی قید سے مجکو رہائی ہوئی - پیر یہ بات سنکر بہت خوش ہوئے اور چند حرف لکھکر آپ کو دئے - جب آپنے اُن کو سر پر رکھا - تو زمین کے اندر کی تمام مخفی چیزین ظاہر ظہور نظر آگئین - پھر آپنے اُس کاغذ کو بوسہ دیکر زمین پر رکھدیا اور کہا - یہ چیزین دل کی پریشانی کا سامان ہین - دوسرے شخص کو دیدی جائین - جو ان کا خواستگار ہو - یہ بات سنکر پیر نے آپکو مقبول اور موثر دعائین دین - اور آپ کی ہمت پر آفرین کہی -

آپ کی عمدہ عمدہ تصانیف بہت سی ہین سب مین بہتر معدن المعانی اور مکتوبات ہین - جو کوئی دیکھے گا - اُس کی آنکھون پر گران نہ گزریگی - آپ کی قبر بہار سرحد بنگالہ مین ہے -

یاد شیخ بدر الدین غزنوی

ایک شب آپنے اپنی زادبوم مین خواب دیکھا - کہ میری بیعت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی نے قبول فرماکر سلسلہ مضبوط کر دیا ہے - گبھرا کر خواب سے اُٹھ بیٹھے چند روز بعد شوق کا ایسا سیلاب آیا - کہ صبر کو بہا کر گیا - ناچار آپ خواجہ صاحب کی مثالی صورت دیکھنے کے واسطے حیران و پریشان مسافرت مین چل نکلے - اثنائے راہ مین متعدد بافیض اصحاب سے ملاقات ہوئی جن کی ملازمت سے معرفت کے سرمایہ مین کچھ نہ کچھ اضافہ ہی ہوا - لیکن اُس نورانی شکل کو دیکھنے کی آرزو روز بروز بڑھ گئی جس کو خواب مین دیکھا تھا - لاہور کے راستہ سے دہلی پہونچے - اور خواجہ قدس سرہ کی خدمت

مین حاضر ہوئے - جب آپ نے اپنا سر پائے سبارک پر رکھا - تو خواجہ نے فرمایا۔ ھٰذَا اَبْنُہٗ وَیُبْنٰی ذُرِّیَّۃٌ مِّنْ قَبْلُ نونام ہم بیعت اوا کئے گئے ۔ سلطان نظام الاولیا فرمایا کرتے تھے ہمارے یارون مین سے بدر الدین سرود سماع کے بہت کچھ عاشق تھے - پیری کی وجہ سے باوجودیکہ آپ کا قد بے عصا کے نہین اُٹھتا تھا - مگر جب راگ کی آواز کان مین پہونچ جاتی تھی - تو مستانہ نعرے مارا کرتے تھے - اور جوانانہ رقص کرنے لگتے تھے - اگر کہا جاتا تھا کہ بوڑھا آدمی ایسی ناتوانی ہوتے ہوئے سماع مین کس طرح جوانانہ رقص کرتا ہے - تو جواب دیتے تھے - کہ ضعیفی مانع نہین ہے - عشق اور شوق کی طاقت سے کر سکتا ہے - بیت

عشق ہر جا علم بر افرازد	پیر صد سالہ را جوان سازد

آپ کی گرامی صحبت مین قاضی حمید الدین ناگوری شیخ فرید گنجشکر - سید مبارک غزنوی مولانا مجد الدین جرجانی شیخ ضیاء الدین دہلوی وغیرہم بہت سے بزرگان وقت کی دانش و بینش (سمجھ بوجھ) کا ہنگامہ گرم ہوا کرتا تھا - اور خدائی عرفان کی انجمن فراہم ہوا کرتی تھی - ہر جمعہ کے روز مجلس وعظ ہوا کرتی تھی - حقائق اور معارف کے بارہ مین گفت و گو یہان تک کیا کرتے تھے - کہ کشف کے عالی مرتبہ کو پہونچا دیتے تھے - انفس و آفاق (عالم ارواح اور عالم اجسام) کا معما بالتصریح عمدہ طور سے حل فرمایا کرتے تھے - سخن کو مولی کے شوق اور محبت مین قبولیت کا رنگ دیتے تھے - حضرت گنجشکر - اور نیز دوسرے خدائی بندے - آپ کے ذکر کرنے کے وقت بہت خوش ہوا کرتے تھے ایک روایت ہے کہ خضر علیہ السلام کا بھی اس مجمع مین گزر ہوا کرتا تھا - سعدی

ہزار آفرین سعدی بر این شیرین سخن گفتن	مسلم نیست در عہد تو طوطی را شکر خائی

یاد مولانا کمال الدین زاہد

آپ اپنے وقت کے متقیون مین سرآوردہ تھے - کہتے ہین - سلطان نظام الاولیا نے مشارق حدیث کو آپکے سامنے پڑھا تھا - اور آپنے مولانا برہان الدین بلخی سے سند حاصل کی تھی - جو خود مصنف کے شاگرد تھے - اور نسخہ اجازت نامہ جو آخر کتاب مین سلطان نظام الاولیا نے اپنے دستخط سے لکھا ہے - سیر الاولیا مین مرقوم ہے - کہتے ہین سلطان غیاث الدین بلبن نے آپ کی خدمت مین التماس کیا تھا - کہ اس امید پر - کہ میری نماز درست اور قبول ہو کمال اشتیاق کے ساتھ میری یہ آرزو ہے - کہ ہمیشہ آپ امام ہوا کرین - فرمایا - دنیا کے متعلقات ثلثہ مین سے فقیر کو بھی

ملا - یہ میری پہلی خواب کی تعبیر ہے ۱۲ * متعلقات ثلثہ سے مراد مضمون حدیث ہے - کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے - حبب الی من دنیاکم ثلثۃ الطیب والنساء وقرۃ عینی فی الصلوٰۃ -

ایک نماز تو دی گئی ہے۔ اُس کو بھی آپ لینا چاہتے ہین چونکہ جواب سے صورت ناخوشی پائی گئی سلطان نے عذر معذرت کی۔ اور پھر دوبارہ اظہار آرزو نہ کیا مصرع زہد او سرمایۂ دیدار باد

یاد شیخ شرف پانی پتی

ابو علی قلندر آپ کی کنیت ہے۔ دونون عالم اور دونون عالمون کے دونون علم آپ مین جمع تھے بعض کہتے ہین۔ کہ آپ سلطان نظام الاولیا کے مرید تھے۔ اور ایک روایت یہ ہے۔ کہ آپ شیخ شرف طعمہ کے مرید اور نیز شاگرد تھے۔ جو آپکے وقت مین بزرگ علما اور اولیا مین سے تھے۔ لیکن صحیح صحیح طور پر معلوم نہین ہوا۔ کہ فی الواقع کس کے مرید تھے۔ امیر خسرو۔ اور خواجہ حسن۔ آپ کی خدمت مین حاضر ہو کر اپنے اشعار پیش کیا کرتے تھے جس کی وجہ سے وہ مقبول ہوئے ہین منجملہ آپ کی تصنیفات کے ایک کتاب حکمت نامہ بھی ہے۔ اُس مین آپ نے اپنی تھوڑی سی سرگزشت لکھی ہے۔ اُس کا مضمون یہ ہے۔

چالیس برس کی عمر مین اپنے وطن سے چل کر دارالملک دہلی مین پہونچا۔ اور وہان خواجہ قطب الدین اوشی کے روضہ کا طواف کیا۔ من لدن حکیم علیم کے مدرسے کتابی وقلبی علم ہوا۔ جملہ عالمان وقت بالخصوص مولانا وجیہ الدین پائلی۔ مولوی صدر الدین۔ مولانا فخر الدین ناقلہ۔ مولانا ناصر الدین۔ مولانا معین الدین دولت آبادی۔ مولانا نجیب الدین سمرقندی۔ مولانا قطب الدین مکی۔ اور مولانا احمد بخاری نے کمال کوشش فرما کر مجکو دہلی کے درس اور فتوی نگاری کا منصب سپرد فرمایا۔ چنانچہ مین بیس سال تک دہلی مین مفت کا مفتی اور ہر ایک قسم کے علوم کا مدرس رہا جب جذبہ نے جوش کیا۔ تو درس اور فتوی کا کاروبار درہم برہم کر کے وہان سے چل دیا اس طرح۔ کہ کسی کو معلوم نہین ہوا۔ اثناے سفر مین شیخ شمس الدین تبریزی اور مولانا جلال الدین رومی کی ملازمت حاصل ہوا۔ ان اصحاب نے اپنا جبہ اور دستار مجکو عنایت فرمایا جب پھر ہندمین واپس آیا تو جذبہ اور زیادہ قوی ہو گیا تھا۔ دوکان شیخی کی جو کچھ پونجی تھی۔ تمام جمنا کے پانی مین بہادی اور قلندرانہ حیثیت سے اپنے اصلی وطن مین پہونچا۔ اشرف موجودات علیہ الصلوۃ نے سنت اور اللہ تعالی عز اسمہ نے فرض مجکو معاف کر کے ارشاد فرمایا۔ شرف۔ تو عین ہم ہین۔ (تیری ذات عین ہماری ذات ہے۔) مولانا سراج الدین اور سید امیر علی وغیرہما علماے وقت نے اعتراضات کرنے شروع کئے۔ مینے جواب دیا کہ آپ لوگ کتابی علوم مین گرفتار رہین۔ خاموش

رہیے۔ آپ لوگون کے اُستادون کو بھی بات کرنے اور سر رقص فرمانے کا منصب نہین ہے۔
اسی برس خرقہ پوش رہا۔ اور بے شمار مرید کیئے۔ سلطان جلال الدین خلجی اور سلطان علاء الدین
خلجی مع تمام فرزندون اور سپاہ کے۔ اور نیز دیگر سلاطین ہند میرے مرید تھے۔ اور کسی سے ایک
قیراط کی برابر بھی کچھ مینے نہین لیا۔ اور اِنۡ مِّنۡ شَیۡءٍ اِلَّا عِنۡدَنَا خَزَآئِنُهٗ کے غرہ سے
ہر روز ہزارون ذی احتیاج لوگون کو ادنیٰ بخشش سے تونگر کر دیتا تھا۔ اور میرے مریدون میں سے
بعض نے آگ کے اندر۔ اور بعض نے ردی آپ پر سجادہ بچھا کر نماز پڑھی ہے۔ ایک مدت تک
ہوا مین مکان و زمان طے کرنے کی یعنی اُڑنے کی مجکو طاقت تھی۔ ایک روز ایک خوش گلو
جوان میرے پاس آیا۔ اور اُس نے ایک غزل گائی۔ اُس کے سننے سے مستی اور شورش
پیدا ہوئی۔ جو کچھ طمطراق میرے ساتھ تھا۔ سب کو مینے چھوڑ دیا۔ اور اُس قوال کا مدعا ایک
دعا دیکر پورا کیا۔

جو شخص درویشون کے اسرار پر درست اعتقاد رکھتا ہے۔ وہ اس جہان مین اور نیز اُس جہان مین اپنی مرادین
پاتا ہے مصرع اعتقاد تو بہار گلستان سعی تست۔

یاد شیخ نظام الدین شیرازی

آپ نے حرمین شریفین بلجا و غیرہ زادہما اللہ شرفاً کے طواف سے دو جہانی سعادت حاصل کی تھی
اور آپ کے دل مین سماع و سرود کی فریفتگی اور شیفتگی بے انتہا تھی۔ خدا بینی کا تو فروغ خاص تھا ہی۔ شریعت
و طریقت کے اصول پر بھی اندرونی علائق اور بیرونی آلائش کی شست و شو کمال کی تھی۔ اور یہ مزید بران تھا
جسم مین۔ گوش سر مین اور دل مین حق کی باتین سننے کی استعداد بہت کچھ تھی۔ سلطان نظام الاولیا کی
خدمت مین دوستی رکھتے تھے۔ اس وجہ سے راز داری کی بزم مین آپ کی آمد و رفت رہتی تھی۔ قبر سلطان علیہ الرحمۃ
کی دہلی مین آپ کے مکان کی برابر مین بنائی گئی مصرع زخود خالی و پُر از معرفت بود۔

یاد شیخ وجیہ الدین یوسف چندیری

آپ سلطان نظام الاولیا کے بڑے خلیفہ ہین۔ قدس سرہما درد اور سوز بہت تھا۔ اپنے پیر سے خلافت
کا خرقہ مکرر حاصل کیا تھا۔ کہتے ہین جب اپنے وطن سے پیر کی ملازمت مین جایا کرتے تھے۔ تو کئی کئی منزل
کی ایک ایک منزل کیا کرتے تھے۔ ایک روز لوگون نے آپ سے کہا۔ آپ پاؤن سے نہین چلتے ہین۔ بلکہ پرند کی طرح

۱۵ یعنی چیزین ہین۔ ہمارے ہان سب کے خزانے (کے خزانے بھرے پڑے) ہین ۱۲۔

طرح اُڑتے ہین - جواب دیا - یہ مرتبہ پانون کے ساتھ چلنے اور پرون کے ساتھ اڑنے سے نہین ملتا ہے - بلکہ میرا
شوق جو ہے یہ طے مکان کا ذریعہ ہے - اور یہ حکایت بیان کی - زمانہ سابق مین ایک شخص حاکم قنوج ہوگیا ہے
جس نے حوض کیتھل کے پانی سے پرورش پائی تھی - اور اس پانی کے سوا دوسرا پانی اُس کے مزاج کے موافق
نہین آتا تھا - ناچار ایک شتر سوار کی ہر روز اس کام پر نوکری رہتی تھی - باوجودیکہ پانچ منزل کا فاصلہ تھا
مگر شتر سوار ایک رات دن مین پانی قنوج مین پہونچاتا تھا - ایک ادر جوان تھا - جس کی قنوج مین ایک
خوبصورت معشوق کے ساتھ دلبستگی تھی - ایک روز یہ عاشق جوان حوض کیتھل کے کنارہ شتر سوار سے
ملاقی ہوا - چونکہ وہ شناسا نکل آیا - اسواسطے اب اُس نے پیغام دینا شروع کیا - اور عاشقی کی باتون مین
یہان تک محو ہوا - کہ اونٹ کے ساتھ قدم بقدم چلتے چلتے دور تک نکل گیا - یکایک اُسکو اپنے دور تک نکل آنے کی
آگاہی ہوئی تو رخصت ہونے لگا - شتر سوار نے کہا - اے سودائی مزاج عاشق - اب تو قنوج کی حدود مین
تو آگیا ہے - اپنے محبوب کو بغیر دیکھے ہوئے کیون لوٹا جاتا ہے - سخن کوتاہ - چند قدم چلا تھا - کہ شہر مین آگیا -
اور دلدار کے دیدار سے آنکھون مین فروغ - اور دل مین فراغ حاصل ہوا - **دوستو** شیوہ محبت کے اس قسم
کے عجائبات اتنے زیادہ ہین - کہ لکھنے سے انجام پذیر نہین ہوسکتے ہین - خوابگاہ چندیری **لمولفہ**

اگر کشش جذبہ تا برساند بکوئے یار		آئین طے ارض کا رنگ ہر سمند نیست	

یاد خواجہ موید الملۃ والدین

آپ سلطان نظام الاولیا کے مریدون اور نیازمندون مین سے ہین - الٰہی تائیدات کی بدولت دونون جہان کی
سعادت سے آپ کامیاب تھے - سرود و سماع کا ذوق گویا آپ کے خمیر مین تھا - لیکن بیٹے کے واسطے کمال بیقرار رہتے
تھے - بالآخر پیر کی بشارت سے بیٹا نصیب ہوا - نورالدین محمد انصاری نام رکھا - اور اُسنے باپ کے سایہ پرورش مین بہت
کچھ کمالات اور فضیلتین حاصل کر لی ہین - موید کی ابدی خوابگاہ - مقدس حظیرہ نظامیہ مین ہے -

یاد مولانا حسام الدین ملتانی

آپ سلطان المشایخ نظام الاولیا کے بزرگ خلفا مین سے ہین - اتقا پرستش - اور عرفان مین آپ کو کمال
تھا - جب آپ حجاز کے سفر سے واپس آ کر سلطان نظام الاولیا کی ملازمت مین پہونچے تو سلطان الاولیا نے فرمایا -
حسام الدین - مدینہ منورہ کی زیارت علی صاحبہا **افضل الصلوٰۃ** حج کے طفیل مین کرنا محبت والے درویش کا
شیوہ نہین ہے - اس بنیاد پر آپ زیارت مدینہ کا عزم کرکے مصر کے واسطے دوبارہ اُٹھ کھڑے ہوئے - ادر واسطہ

بعد پیر کی اجازت سے پٹن گجرات مین گوشہ گزین ہو گئے۔ کہتے ہین آپ اپنے حالات درویشی کے اخفا مین بہت کوشش کیا کرتے تھے۔ اور ہمیشہ ٹاٹ بیچنے سے روزمرہ کی قوت بہم پہونچاتے تھے۔ اور جو کچھ بہم پہونچتا تھا اُس مین سے بھی آدھون آدھ کسی اور شخص کو دیدیا کرتے تھے۔ جو مستحق ہوتا تھا۔ اور رسمی علوم کے درس مین مشغول رہتے تھے۔ رحلت کے وقت تک یہی روش در رفتار اور کار و بار رہا۔

اِن بزرگوار کی کیفیت ظاہر ہونے کا سبب لوگ اِس طرح بیان کرتے ہین۔ ہجری سنہ سات سو پینتیس تھا۔ ایک شخص نے اس سال کے کسی مہینے مین بخدمت سلطان نظام الاولیا دہلی مین حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرا گھر شہر نہر والہ مین ہے۔ اور لڑکی کی شادی اتنی نزدیک آ گئی ہے کہ مدت معلوم اس قدر مسافت طے کرنے کے واسطے کافی نہین ہے۔ سلطان المشائخ نظام الاولیا نے فرمایا شیخ حسام الدین نہر والہ کے رہنے والے ہین۔ ہر روز صبح کو نماز کے واسطے ہماری مسجد مین آیا کرتے ہین۔ اور پھر چاشت کے وقت تک اپنے مکان پر پہونچ جاتے ہین ہم تم کو اُن کے سامنے کر دینگے۔ تا کہ تم بہت جلد اپنے مکان کو پہونچ جاؤ۔ دوسرے روز وعدہ پورا ہو گیا۔ اور یہ بات شکر انا حسامیہ کی ظہور کا باعث ہوئی۔ پھر آپنے لوگون کی رہنمائی کرنا اختیار کر لیا تھا۔ چھوٹے بڑے سب آپ کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ کہتے ہین۔ اس خرق عادت کے بعد آپ کی زندگی۔ ہلالی ایک دور سے آگے نہین بڑھی۔ آپکا روضہ کا آستانہ۔ سجدہ گاہ و تعظیم بنا۔ خوابگاہ نہر والہ ہے مصرع تیز روی کرد و ز دنیا گزشت۔

یاد مولانا حسام الدین نہر والہ قدس سرہ

آپ کا سینہ دانش کا دریا تھا۔ اور دانش جوہر بینش سے آراستہ تھی۔ پرہیزگاری داخل عادت تھی۔ اور خوف الٰہی جملہ کار و بار کا مدار تھا۔ عربی مشائخ کے سلسلہ بیعت مین تھے۔ اور کمال وابستگی رکھتے تھے۔ طریقت کی رفتار پیران خانوادہ مذکور کی روش پر تھی۔ خوابگاہ نہر والہ مصرع خاندان مغربیہ شرق دید ار اوست۔

یاد شیخ سراج الدین عثمان نامور باخی سراج

آپ کی زاد بوم بنگالہ ہے۔ زمانہ ہوش شروع ہوا ہی تھا۔ کہ سلطان نظام الاولیا کی خدمت مین پہونچ کر حلقہ بیعت گوش عقیدت مین پہن لیا۔ حسن خدمت اور نیز حسن سعادت کی وجہ سے مریدی منصب برادری نسبت سے بدل گیا کہتے ہین۔ آپ کو آغاز جوانی مین ظاہری علم سے کوئی نسبت نہین تھی۔ مولانا فخر الدین زرادی رحمہ اللہ نے ایک روز پیر کے حضور مین عرض کیا۔ کہ ایسا شائستہ زیرک طبیعت کا جوان علوم سے معرا رہے۔ یہ اچھا معلوم نہین ہوتا ہے۔ اگر یہ جوان اپنے تئین چھ مہینے کے واسطے میرے حوالہ کر دیوے تو اس کا سینہ ایسے علوم سے بہرہ ور کر دونگا

جن کا گہر دقیقہ شناس عالمون کا ہی ضمیر ہو سکتا ہے - چنانچہ بہت تہوڑی کوشش مین آپنے علم تحصیل کر لیا اور آئینۂ ہندوستان لقب پایا - کہتے ہین - اُسی خدمت گزاری کے زمانہ مین چند بار پیر سے اجازت لیکر اپنی مہربان مان کے دیدار کے واسطے بنگالہ کو گئے - اور آئے - القصہ جب دونون جہان کی سعادت حاصل کر لی تو پیر نے خرقۂ خلافت دیکر اپنی زاد بوم مین رہنے کی اجازت دی - یہان پر بہت تہوڑے دنون مین جملہ خورد و کلان کے پیشوا ہو گئے - اور رحلت کے بعد اُسی جگہہ آرام ہی کیا - **بیت**

ہمہ گردون سراج عالم تن	ہمہ جان ہا اخی سراج بود

یاد شیخ عمر اسعد لاہوری قدس سرہ

علاء الحق مخدوم العالم علاء الحق بنگالی آپکا لقب ہے - آپ دونون جہان کے سردار تہے - اور درسی ولدنی دونون علم آپ کو حاصل تہے - شیخ اخی سراج کے مرید ہین - جو سلطان نظام الاولیا چشتی کے بزرگ خلیفہ تہے - اخیر مین دانا ہو گئے - اور ملک بنگالہ و بہار مین تمام رہروان حقیقت کے پیشوا ہوئے - آپ کی قبر پنڈواہ مین ہے **قدس سرہ**

مصرع مشتاق طوف مرقد او خازن بہشت

یاد شیخ نور قطب عالم

آپ کا نام احمد - اور لقب نور الدین اور نور الحق ہے - شیخ علاء الدین والحق کے بیٹے اور نیز خلیفہ ہین - جو شیخ اخی سراج کے بزرگ خلفا مین سے ہین - خوابگاہ پنڈوہ ہے - جو صوبہ بنگالہ سے مشرقی سمت مین ہے - درد و نیاز اور سوز و گداز آپ کو بہت تہا - باپ کی خانقاہ مین جس قدر درویش رہتے تہے - اُن کی تمام خدمتین جیسے کپڑے دہونا - پانی پانی گرم کر دینا - ایندہن لا دینا - جہاڑو دیدینا - آپ انجام دیتے تہے - ایک روز پدر بزرگوار نے فرمایا - نور - دیکہو فلان مقام پر جس کنوئین سے شہر کی عورتین پانی کہینچتی ہین - اُس کے آس پاس کیچ رہتی ہے - بیچاری عورتون کا پانون پہسلتا ہے - حکم یہ ہے - اُس جگہہ صبح سے چاشت تک - اور تیسرے پہر سے شام تک کہڑے رہا کرو - اور برتنون کو اپنی سر پر اُٹہا کر اُس کیچڑ سے نکال کر جس کے اُس کو دیدیا کرو - چار سال تک آپ یہ فرمان برداری کرتے رہے آپ کے مکتوبات بہی ہین - جن مین سلوک اور طریقت کو شیرین عبارت کے ساتہہ بیان کیا ہے - اور درد و نیاز مندی کے اسرار کو موثر اور شوق افزا الفاظ مین لکہا ہے - ذیل کے چند فقرے انہین مکتوبات مین سے ہین - نور مسکین نے عمر ضائع کر دی - اور حصول مقصد کی اُس کی ہوا بہی نہ لگی - حیرت اور حسرت کے سنسان جنگل مین گیند کی طرح سرگردان اور پریشان پہرتا رہا - عمر ساٹہہ سے گزر گئی - تر چنگل سے نکل گیا - اور نفس امارہ کی بدی سے نجات نہین ملی -

ہاتھ مین ہوا - جگر مین آگ - آنکھون مین پانی - سر پر خاک - اور دل مین چاک - اِن چیزون کے سوا کچھ حاصل نہین ہوا اور ہمیشہ ندامت اور خجالت کے سوا - کوئی دست آویز ہاتھ نہین آئی مصرع نور رحمت باد شمع مرقدش -

یاد شیخ جلال الدین جد شیخ حسام الدین مانکپوری

آپ عالم - عابد - عارف - عزیز صابر - اور متقی تھے - ہمیشہ نماز عشا کے بعد اکتالیس بار سورہ یسین ختم فرمایا کرتے تھے - سلطان نظام الاولیا کے خلیفہ شیخ محمد سے بیعت تھے - کہتے ہین - شیخ محمد - دولتمند سپاہیون - اور کامیاب لوگون کے لباس مین رہکر اپنی حالت کو چھپائے رکھتے تھے - اور نیز سلاطین اور ارباب مناصب کی ملازمت مین جاتے آتے تھے - ایک روز مانک پور کے قاضی اور اُنکے بیٹے نے - امتحان کے واسطے آپ کی ملازمت کا عزم کیا - یہ بات قرار دی - کہ اگر آپ ہم کو قند دینگے - تو ہم آپ کی ولایت تسلیم کرینگے - آپنے باطنی فروغ سے آنے والون کا ضمیر پہونچنے سے پہلے معلوم کرلیا - فرمایا حسام الدین ابھی اسی دم چند سادہ دل لوگ - درویش کے امتحان کے واسطے آنے والے ہین - اور اُن کے دل مین قند کی خواہش ہے - تھوڑا سا قند لے آؤ - تاکہ دل کی طرح اُن کا دہن بھی شیرین کردیا جاوے - اور اس اُمت کے درویشون کی طرف اعتقاد پیدا ہو جب قاضی جی آپکی ملازمت مین پہونچے - تو وہان پر قند رکھا ہوا دیکھکر تبسم کیا - اور خجالت سے سر نیچے کرلیا - رخصت کے وقت مہمانی کے لیے التماس کیا - فرمایا چالیس سال سے کچھ زیادہ عرصہ ہوتا ہے - کہ مینے مقلدان قضا کے خوان سے کھانا نہین کھایا ہے - کتابت قرآن کی اُجرت سے لقمہ کھاتا ہون اور کبھی بے وضو قلم سیاہی مین تر کرکے صفحہ کاغذ پر نہین چلایا ہے مصرع دلش آئینہ نور ازل باد

یاد مولانا خواجہ

آپ شیخ جلال الدین کے بیٹے - اور مولانا حسام الدین مانک پوری کے باپ ہین - عالم - فقیہ نفس - درویش خو - اور فاقہ کش تھے - ایک روز تین فاقون کے بعد ایک شخص فتوی لکھنے کے واسطے کچھ نقد آپ کے پاس لایا - آپنے قبول نہین فرمایا - گھر والون نے لعن طعن کیا - آپنے کچھ جواب نہین دیا - یہان تک کہ شام ہونے کو آئی - ایک امیر آدمی ملک عین الدین نام مانک پور مین اُترا ہوا تھا - وہ ایک دعا پڑھا کرتا تھا جس مین ایک لفظ پر اُس کے دل کے اندر الجھن پیدا ہوئی شہر والون سے دریافت کیا - یہان عالم کون ہین جن کی خدمت مین جا کر علمی مشکلات پیش کی جائین لوگون نے کہا - مولانا خواجہ ہین - امیر نے کمال عزت اور حرمت کے ساتھ بلا کر جو مشکل تھی - آپ کی خدمت مین ظاہر کی - آپنے فی البدیہ حل کردی - امیر کی الجھن دور ہوئی جس قدر نقد دوپہر کے وقت نہین لیا تھا - اُسی قدر نقد - ایک جوڑہ کپڑہ - اور کھانا پیش کرکے گھر کو روانہ کیا - اُس وقت لعن طعن کرنے والون سے ازراہ مذاق کہا

اور متنبہ کیا - کہ جو کوئی میری طرح ہمت کو کام فرما کر ناجائز چیز نہین لیتا ہے - جس طرح مجکو آج مشکوک چیز کے عوض مین
اُس کے نہ لینے کے بدولت - حلال طیب مال عطا ہوا ہے - اسی طرح اُسکو بھی عطا ہوتا ہے - خلاصہ اس تقریر کا
یہ ہے - کہ اگر انسان دنیا سے گزر جاوے - تو آخرت اُسکو ملتی ہے - اور اگر آخرت سے بھی اپنے تئین گزار دیوے -
تو اِسکے عوض حق سبحانہ ملتا ہے - دیکھو بشیوہ گزشتگی - تمہارے حصول کا درجہ کہان سے کہان پہونچتا ہے

یاد مولانا حسام الدین مانکپوری رحمہ اللہ

آپ دنیا اور آخرت مین مقبول تھے شیخ نور قطب عالم سے خرقہ خلافت ملا تھا شیخ شہاب الدین مانک پوری آپکے
بزرگ خلفا مین سے ہین - اُنھون نے اپنے پیر کے تمام مکتوبات کو فراہم کر کے ایک جلد بنالی تھی - جو پیر نے اپنے فرزندون
اور خلفا کے نام لکھے تھے - تعداد مکتوبات ایکسو اکیس ہے - ان مکتوبات مین زیادہ حصہ اُن مکتوبات کا ہے - جو موصوف
نے اپنے بڑے - اور عزیز ترین فرزند شیخ فیض اللہ کے نام لکھے تھے شیخ فیض اللہ قاضی شاہ کے نام سے نامزد ہین -
چند خطوط اپنے دوسرے بیٹے شیخ احمد کے نام بھیجے تھے - شیخ احمد کو آپ شیخ بدہا - نور دیدہ - اور دیدہ نور کہا کرتے
تھے - بعض خطوط شیخ نعمۃ اللہ کے نام ہین - شیخ نعمۃ اللہ لوگون مین شیخ نتھو کے نام سے مشہور ہین - اور کچھ حصہ
خطون کا ایسا ہے - جو شیخ زاہد شیخ اکمل شیخ راجا - اور شیخ خواند عالم مشہور بعاشق کے نام بھی لکھے گئے ہین یہ سب
شیخ نور قطب عالم کے نواسے ہین - ان سب کو خطون اور پیغامون کے ذریعہ سے تلقین فرمائی - سلوک طریقت مین عالی
مقامات پر پہونچایا - خلافت کا خلعت پہنایا - ہدایت پائی اور ہدایت دہی کا مرتبہ عطا کیا لیکن سجادہ نشینی بڑے
بیٹے شیخ فیض اللہ کو ہی عطا ہوئی - علیٰ ہذا القیاس آج تک شیخ فیض اللہ کے فرزند درجہ بدرجہ اپنے دادا کی جگہ
سجادہ نشین ہوتے چلے آئے ہین - تمام بنگالہ والے متفق اللفظ کہتے ہین - کہ مخدوم حسام کے ایکسو بیس خلیفہ تھے
جو صاحب کمال و اکمال تھے - ان مین سے (۱) سید مسعود ابن سید ظہیر الدین فتحپوری - جو شیخ سین کے نام سے
مشہور ہین - (۲) سید حامد شاہ ابن سید راجہ شاہ مانک پوری (۳) سید محمد امیر بدہا جن کا لقب سید صوفی ہے -
(۴) مولانا کمال الدین عرف اللہ (۵) مولانا شہر اللہ ابو القاسم ملتانی لکھنوری (۶) شیخ نصیر الدین محمود ابن شہر اللہ
لکھنوری - (۷) مولانا فرید الدین سالار عراقی (۸) شیخ احمد قنوجی (۹) معین الاسلام اودھی - (۱۰) مولانا منہاج الدین
بہاری (۱۱) مولانا جمال الدین حسن - فخر (۱۲) شیخ ضیاء الدین یوسف بن داود کروی (۱۳) مولانا سوندھو کروی
(۱۴) مولانا محمد علا کروی - اور (۱۵) شیخ تاج شہاب مانک پوری جن کا لقب ازرانی شاہ ہے - یہ تمام صدر الذکر اصحاب
اکابر زمانہ کے پیشوا تھے - بعض اہل باطن تھے اور بعض اہل ظاہر اور اہل بیان تھے - قدس اللہ اسرارہم ایک سالہ

ہے رفیق العارفین نام جس مین ایک مریدنے آپ کی دلچسپ باتین فراہم کی ہین - ان باتون مین سے ایک فقرہ یہ بہی ہے کہ مرید کی نسبت پیر کے ساتھ بعینہ ایسی ہے - جیسی پیوند کی نسبت جامہ کے ساتھ ہوتی ہے - اگر پیوند سفید ہے - تو جس وقت جامہ دہویا جاوے گا پیوند بہی صاف ہوجاویگا - اور اگر پیوند سیاہ ہے - تو اُس کی سیاہی کم ہوکر پیوند مائل بہ سفیدی ہوجاوے گا - یہ بہی اُنہین باتون مین سے ہے - اگر مرید نیک ہین تو پیر اُنہین کی نیکی سمجہین گے - اور اگر بد ہین - تو اُن کی بدی معاف کر دینگے - بہرحال بیعت بے فیض نہین رہتی ہے بیت

بے خدمت است خواجہ مگر بے ارادت است		خدمت نصیب بندۂ صاحب سعادت است

یاد شیخ کالو

آپ کا نام کمال ہے - اور شیخ حسام الدین مانک پوری کے مرید و خلیفہ ہین - آپ کی عمدہ ریاضت تہی - کرہ مین قبر ہے - بس اتنی باتون کے سوا آپکے کسی قسم کے حالات راقم کو معلوم نہین ہوئے - جو حوالۂ قلم کیے جاوین

یاد شیخ شمس الدین محمد

آپ نہایت بوڑہے آدمی تہے - بیعت تو تہے شیخ نور قطب عالم بنگالہ سے - مگر خرقۂ خلافت شیخ رفیع الدین بایزید سے ملاتہا - اور قیام آپ کا اجمیر مین تہا شیخ جمال دہلوی کے پیر شیخ سمار الدین کا دوستی اور یاری کا رابطہ آپکے ساتھ بڑا ہوا تہا شیخ سمار الدین کہتے تہے - کہ آپ کی زبان سے بارہا سنا ہے - مرشد خواجہ معین الدین کی نسل مین سے ہین قدس سرہم

یاد مولانا شیخن مانک پوری

آپ کو ربانی کلام فقط تہا گوشہ نشینی اور تنہائی سے خوش دل رہتے تہے - اسیر ہی اہل جہان آپکے ہی آستانہ کی طرف متوجہ تہے - کہانا کہانے سے ہاتھ بالکل کھینچ لیا تہا - احیاناً اگر اجاتا تہا - تو ایک لقمہ سے زیادہ نہ کہاتے تہے - جو شخص آپ کی ملازمت مین جاتا تہا - اُس سے گفت وگو اُسی کے حال کے موافق کیا کرتے تہے - یعنی اگر دہقان ہوتا تہا - تو اُس سے دریافت کیا کرتے تہے - تمہارے بیل توفربہ ہین - کہیتی سرسبز ہے - شقہ دار منصف ہے یا ظالم ہے - جب کوئی شخص آپ سے کہتا تہا - اس قسم کی باتین کرنا درویش کے مناسب حال نہین ہے - تو جواب دیا کرتے تہے - حقائق اور معرفت کی باتین کیونکر دریافت کرون - جن کو یہ لوگ سمجہہ ہی نہین سکتے ہین - اور اگر خاموش بیٹہا رہتا ہون - تو پاس آنے والے کو وحشت ہوتی ہے - ناچار کلام بفحوائے کَلِّمُوا النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عُقُولِهِمْ کرنا پڑتا ہے - تاکہ باہم جدا ہوئین - تو خوشی و خورمی کے ساتھ ہوئین - اور جب یہ شخص اپنے گہر جاویگا - تو گہر والون کے سامنے فخر کے ساتھ کہے گا - آج شیخ نے مجہسے ایسا کہا - اور ایسا دریافت کیا -

۵ ترجمہ لوگون سے اُن کی عقلون کے موافق باتین کیا کرو - ۱۲

مناسبتون کے سمجھنے والے اہل سخن اچھی طرح جانتے ہین - کہ ہم جنس گفت وگو کی تقریب برمحل اکثر باتین یاد آجایا کرتی ہین - چنانچہ اس مقام پر ایک حکایت یاد آئی ہے - دسوین صدی کے اخیر مین چوتھے حصہ کا آغاز تھا - اُس وقت کا ذکر ہے - شہر بروده* مین عماد الملک رومی کا بیٹا چنگیز خان نامی گجرات کے امیران اعظم مین سے تھا - جب وہ کسی سے بات کیا کرتا تھا تو پانسو درم چاندی اُسکو دیا کرتا تھا - اور کہتا تھا کہ اِس قاعدہ کی پابندی اس غرض سے ہے - کہ جب یہ شخص اپنے گھر پہونچے گا - اور اپنے اہل وعیال سے کہے گا - کہ آج چنگیز خان میرے ساتھ ہم کلام ہوا ہے - اگر یہ نقد اِس کے پاس نہوگا - تو اس کی راست گفتاری کا کوئی گواہ نہین ہے - القصہ شیخ کے اندر اور بہت سے تصرفات اور خوبیان تھین - اُن کا قیاس اُسی نمونہ پر کرلیا جاوے -

یاد مولانا برہان الدین صوفی پور جمال الاولیا ہانسوی قدس سرہما

آپ صاحب حال وقال تھے - اور علم حجت وبرہان بھی جانتے تھے - آپ فرمایا کرتے تھے - کہ جب پدر بزرگوار کو ناسوتی جہان سے کوچ فرمانے کا وقت پیش آیا - تو اُن کی کنیز جو اپنے وقت کی عارفہ اور عابدہ تھین اور جن کو حضرت گنجشکر مادر مومنان فرمایا کرتے تھے - جو خرقہ اور عصا پدر بزرگوار کو حضرت گنجشکر نے عطا فرمایا تھا سامنے لے آئین - ارشاد ہوا - برہان الدین کو دیدیا - جواب مین عرض کیا - ابھی خورد سال ہے - ارشاد ہوا - کچھہ مضائقہ نہین - ماہ نو ہے - جلد بدر ہوجاوے گا - اور فرمایا - کہ جب اس کا زمانہ ہوش آجاوے - تو اس کو چاہیے کہ سلطان نظام الاولیا کی خدمت مین کوشش کرے - کہ اُن کی خدمت سے دوجہانی کمالات حاصل ہوجاوینگے

یاد مولانا شمس الدین یحییٰ

اکثر علمی کتب آپ کے مطالعہ سے نکلی ہوئی تھین - بالخصوص اصول فقہ کی کتابین - کہتے ہین - ایک روز آپ مع اپنے بھائی مولانا صدر الدین کے جو آپ کے ہم سبق تھے - مولانا ظہیر الدین کی ملازمت سے اُٹھکر سلطان نظام الاولیا کی خدمت مین حاضر ہوئے - سلطان الاولیا نے سبق کا سوال کیا - جواب دیا - کشف عنقریب ختم ہونے والی ہے اعادہ کے ساتھہ ایک شکل جو اُس روز کے سبق مین تھی - عرض کی - سلطان الاولیا نے ادنی توجہ سے وہ دشواری آپکے روبرو حل کردی - جو بہت سے علم والے کے ساتھہ بھی مدرسہ مین حل نہین ہوئی تھی - آپ وہان سے عبرت حاصل کرکے اُستاد کی خدمت مین حاضر ہوئے - اور گزری ہوئی حقیقت حال ظاہر کی - اور پھر دوسرے روز اُستاد کے ہمراہ خانقاہ نظامیہ مین آکر بیعت ہوئے - اور خرقہ خلافت اور اجازت نامہ پایا - القصہ ایک عرس کا ہنگامہ تھا قوالی ہورہی تھی - ایک غزل سنکر آپ کا حال دگرگون ہوا - نالہ وفغان کررہے تھے - کہ آپ کا نفس ناطقہ روح

* بروده گجرات ریاست کا دارالحکومت ہے - زبان قدیم مین شاید برودہ کہتے تھے ۱۲

رمانی سے جاملا۔ مصرع ع آفتاب ذات اور امشرق ومغرب یکےست۔

یاد مولانا فخر الدین زرادیؒ

آپ سنجیدہ عالمون اور اُستاد نامورون مین سے ہین۔ کہتے ہین۔ ایک روز آپ پر سلطان نظام الاولیا کی نگاہ پڑ گئی تھی۔ کہ رسمی علوم کا خزانہ اور درسی قیل وقال کا کروفر تمام تباہ و برباد ہو گیا۔ ناچار مرید ہوے۔ تمام کتب خانہ مدرسہ والون کو تقسیم کر دیا۔ اور وحدت کے مسئلہ کو اپنی نماز و نیاز کا قبلہ گاہ بنایا۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ پیر کی اجازت سے حجاز کے سفر کو گیے۔ جب واپس آتے تھے۔ کشتی ٹوٹ گئی۔ دریا مین ڈوب گیے۔ غیب سے ایک شخص نے آواز دی ہذا بحر عمیق غریق فی البحر شیخ نجم الدین ابوالبرکات ملکی عربستان سے دہلی مین آئے تھے۔ بیان کرتے تھے۔ مینے ایک زیبا شکل جوان کو انوار الٰہی کا بھرا ہوا طبق ہاتھ مین لیے ہوئے دیکھا۔ پوچھا تم کون ہو۔ کہان جاتے ہو۔ اور کیا لیے جاتے ہو۔ جواب دیا۔ مین فرشتہ ہون۔ لدنی علم زرادی کے لڑکے کے واسطے لیے جاتا ہون جس نے گزشتہ شب کو اکتسابی علوم۔ خدا کی محبت مین چھوڑ دیے ہین۔

یاد شیخ شمس اوتاولہ

اوتاولہ ہندی زبان مین جلد باز کو کہتے ہین۔ ہدایت دہی مین آپ کی شعاع۔ اپنے نام کی طرح یعنی آفتاب ام فائدہ رسانی مین آپ کی رفتار اپنے لقب کی طرح مثل ماہ تھی۔ کہتے ہین آپ سلطان نظام الاولیا کے حضور مین اس قسم کی باتین بہت کیا کرتے تھے۔ کہ ایسی صورت کی آرایش۔ اور طینت کی زیبائی۔ جو اندرونی افسردگی کا نشان اور دبستگی کا گواہ ہے۔ کیونکر درویش کے واسطے موزون ہو سکتی ہے۔ سلطان نظام الاولیا جواب نہین دیا کرتے تھے۔ اسی اثنا مین ایک رات خواب مین دیکھا۔ کہ سلطان نظام الاولیا اپنا سر پیغمبر علیہ السلام کے مبارک زانو پر رکھے ہوئے سو رہے ہین۔ اُس وقت سے گویا زبان طعن کاٹ کر پھینک دی۔ اور ہمیشہ ادب و اعتقاد ملحوظ رکھا۔ سلطان الاولیا بھی فرمایا کرتے تھے جس کسی کو اپنی مراد بر خواہ وہ انجہانی ہو۔ یا اینجہانی۔ جلد پہنچنا منظور ہو۔ وہ ہمارے شمس کی ملازمت کرے۔ اس بنیاد پر آپ کو اوتاولہ کہتے ہین۔ خوابگاہ دہلی۔

مصرع ع بادخرم جان او از فیض حق۔

یاد شیخ حیدر

آپنے خاموشی کو اپنے حُسنِ جمال کا نقاب بنا رکھا تھا۔ اور ہمیشہ اہل جہان کے ساتھ ملے جلے رہتے تھے۔ آپ سلطان المشائخ نظام الاولیا کے خلفا مین سے ہین۔ خوابگاہ لاڈو کی سرائے مین ہے۔

یاد خواجہ تقی الدین نوح

آپ خواجہ ہارون کے بھائی ہین - درویشون کی سی عادت - عالمون کی سی طبیعت - اور عابدون کی سی روش تھی - بے انتہا عبادت اور ریاضت کرنے سے دن رات مین آپ کو کھانے پینے کی بھی فرصت نہین ہوا کرتی تھی ایک روز سلطان نظام الاولیا نے دریافت کیا - اِس قدر عبادت کرنے سے تمھاری آرزو کیا ہے - جواب دیا - پیر بزرگوار کی عمر کی درازی - سلطان نظام الاولیا بہت خوش ہوئے کہتے ہین - بالآخر - اپنی صحت - بیماری دق کے ہاتھ فروخت کر کے شیخ سے پیشتر ہی کوچ کر گئے -

یاد خواجہ ابوبکر مصلی بردار

آپ گویا عزت و کرم کا خزانہ - اور ذوق و شوق کی کان تھے - آپ کے سماع کے وقت خانقاہ کے در و دیوار جنبش مین آجایا کرتے تھے - اور حاضرین مجلس مین یہانتک جوش ہوتا تھا - کہ فریاد آسمان تک جاتی تھی توکل اور استغنا کے دائرہ سے پانون کبھی باہر نہین نکالا - اہل دولت کے آستانہ پر کبھی احتیاج لیکر نہین گئے اور با اینہمہ سب سے بہتر ایام گزاری کی -

یاد خواجہ رفیع الدین ہارون

آپ سلطان نظام الاولیا کے مرید اور (بہن کے لڑکے) بھانجے ہین - پیر کی نظر مین تمام عزیزون اور مریدون سے زیادہ عزیز تھے - پیر آپ کے بغیر کھانا نہین کھایا کرتے تھے - کلام ربانی حفظ تھا - تیر اندازی مین ہاتھ بہت ہلکا اور شست بہت درست تھی - سلطان الاولیا نے اپنی زندگی مین آپ کو اپنی اوقاف کا متولی کر دیا تھا -

یاد شیخ بابو چشتی

آپ کی خوابگاہ کنبایت مین ہے جو ایک بندر ہے احمد آباد سے دو منزل دور - شیخ شیدا آپ کے مرید تھے - پیر بدون مرید (شیخ شیدا) کے کھانا نہین کھایا کرتے تھے - ایک روز ایک خادم نے کمینہ پن اور نیز زیادہ بھوکا ہونے کی وجہ سے کہا - ایک جولاہو کب اس قابل ہو سکتا ہے - کہ اُس کا انتظار کیا جاوے - پیر نے فرمایا - کھانا لاؤ - جب دیگ سے سرپوش اُٹھایا تو دیگ مین کیڑے کلبلانے لگے - فرمایا - پھر ڈھک دو - اور ڈھکا رکھو - جب تک شیدا نہ آوے - شیدا آئے - اور کھانا نکالا گیا - بالکل پاک صاف نکلا -

غوث طلسمی عالم کو ایک ہنگامہ سمجھنا چاہیئے - جس کے اعراض اور جواہر ہر ایک شخص کی نظر مین اُسکے اندیشہ اور توہم کے تابع ہوتے ہین - لیکن تغیر اکثر معانی مین ہوا کرتا ہے - اور اُس کو ظاہر شریعت مین بھی جائز جانتے

ہین اور صورت کی تبدیلی از قسم خرق عادت ہے - اولیاء اللہ کی کرامات کے ذریعہ سے اُسکو بھی ممکنات سے سمجھنے ہین - اور اشیاکے باطنون پر جو حکم ہے وہ جمال اور جلال کا ہی ہے - جو گوناگون اسما اور صفات کے پردہ مین ظہور کر رہا ہے - جیسے کہ مذکورہ بالا خادم کی نظر مین کھانا کیڑے ہوگیا جس کا دل تجلی جلالی اور حقیقت پوشی کے ساتھ تمام زد تھا - اور رشید اکی نظر مین کھانا اپنی اصلی صورت مین معلوم ہوا - جس کا دل جمال اور عقیدت کی صفت سے آراستہ تہا - حدیث لہا صدقۃ ولنا ھدیۃ اسی مقام کا بیان ہے - مصرع -

یادا جہان صورت و معنی مسخر ش

یاد خواجہ شمس الدین دہلوی

آپ امیر خسرو کے (بہن کے بیٹے) بھانجے ہین - قافیہ کا علم - نظم کا ذوق - اور طبیعت کی موزونی یہ صفات آپ کی ذات مین کمال درجہ موجود تھین - سلطان نظام الاولیا کے جمال باکمال پر عاشق تے - یہانتک کہ نماز پڑہتے وقت جب تک کہ سلطان الاولیا کے چہرہ منور پر نظر نہین کر لیتے تھے - تکبیر تحریمہ نہین کہتے تے - فرمان یوران نظامیہ مین سے بعض کا یہ قول ہے - کہ عشق کی ہی بیماری مین جان دیدی - اِس بیماری کے سوا کوئی اور علت آپ کے مزاج مین واپسین دم تک نہین تہی - اور جو قبر بزرگوار امون کے مزار کے تحت مین ہے - کہتے ہین - کہ وہ آپ کی ہی قبر ہے - شاید ہوگی -

یاد خواجہ عزیز الدین ابن خواجہ ابوبکر

آپ خانہ شریعت کے ستون - اور دربار طریقت کے وزیر تہے - کہتے ہین - آغاز جوانی سے ختم زندگانی تک کبھی تکبیر اولی ہاتہ سے نہین جانے دی - مقدس روضہ نظامیہ مین اکثر اوقات نماز کی امامت کیا کرتے تے - اور وہان سے باہر نہین جاتے تہے - ہر شب جمعہ مین ختم قرآن کرنا آپ کا وظیفہ تہا -

یاد مولانا مغیث الدین دہلوی

آپ سلطان نظام الادلیا کے مقبول اور بزرگ خلفا مین سے ہین - ہجری سنہ سات سوبیس مین بیر بزرگوار کی اجازت سے مالوہ کی طرف گئے - اور شہر اُجین مین دریاے شپرا کے کنارہ گوشہ گزین ہوگئے - جب عالم علوی کو کوچ فرمایا تو اُسی جگہہ قبر بنائی گئی - جہان گوشہ گزین تے - عجیب جگہہ ہے - ہوا اور فضا کے اعتبار سے بہشت کا نمونہ ہے ہر شب جمعہ کو اکثر لوگ نذر و نیاز آپکے مزار کے پاس درویشون کو تقسیم کیا کرتے ہین - سرود و سماع کی مجلس ہوتی ہے - اور نیز حسن و عشق کا بازار گرم ہوتا ہے -

لہ جو ان کا صدقہ ہے - وہ ہمارے واسطے ہدیہ ہے ۱۲

یاد سید شمس الدین خاموش

آپ سید محمد کرمانی کے فرزند ہین - آپ کا چہرہ حسین تہا - اور عادات دلکش تہین - اکثر خلفاے نظامیہ سرود و سماع کی مجلس آپ کے مکان مین کیا کرتے تہے - کہتے ہین - ایک کم فہم آدمی تہا - اُس نے آپ کی سیادت اور ولایت پر اعتراض کیا تہا اُسی دم کیا دیکہتا ہے - غصہ مین بہری ہوئی ایک جماعت اُس شخص کے ہاتہہ باندہکر سولی کے نیچے لیے جاتی ہے - یہ حالت دیکہکر وہ شخص دل مین اپنے خیال سے باز آیا - پس خوف دلانے والی صورت مع اپنے اثرات کے نظر سے غائب ہوگئی شخص معترض نے یہ عجائبات دیکہکر آپ کے قدمون مین سر رکہا - عذر و معذرت سے پیش آیا - اور جو کچہہ اُسے واقعہ گذرا تہا - بیان کیا - کہتے ہین - آپنے ہجری سنہ سات سو بتیس مین ہستی موہوم کو چہوڑ دیا - مصرع داشت ریشی در دل و در دیدہ حکم آفتاب -

یاد مخدوم جہانیان قدس سرہ

آپ کا نام سید جلال تہا - آپ بخارا کے سادات عظام مین سے ہین - ظاہری علم اور باطنی معلومات سب کچہہ آپ کو حاصل تہی - عالم غیب سے عالم دنیا مین آپ کے تشریف لانے کی تاریخ پندرہوین شعبان کی رات ہے اور ہجری سنہ سات سو سات تہا - اور امکانی سراے سے وجوب کے محل کو باز گشت کا سال اور مہینا عید قربان کا روز اور ہجری سنہ سات سو پچاسی لوگ بیان کرتے ہین - آپ شیخ رکن الدین ابو الفتح قرشی کے مرید اور نصیر الاولیا چراغ دہلی کے خلیفہ ہین - چند روز آپ کو امام عبد اللہ یافعی صاحب تاریخ کے ساتہہ بہی اتفاق صحبت رہا ہے - ایک کتاب خزانہ جلالی آپ کی ملفوظات مین سے ہے - اُس مین آپنے بہت سی فائدہ مند باتین امام سے لکہی ہین - اور آپ کے ایک مرید تہے شیخ جمال نام تہا - اپنے وقت کے عالم تہے - اُنہون نے جو آپ کی پر اثر باتین بواسطہ یا بیواسطہ سنی تہین - اُن سب کو اپنے قلم سے فراہم کیا ہے بڑی کتاب ہوگئی ہے - جامع العلوم جلالی اُس کا نام بتلاتے ہین -

آپ کے دلچسپ کلمات مین سے یہ بات بہی ہے - کہ آپنے فرمایا ہے - **شریعت** اعضاے بدن کا پاک کرنا ہے تعمیل اوامر اور اجتناب نواہی کے ذریعہ سے - **طریقت** دل کو منور کرنا ہے - تہذیب اخلاق کی مدد سے اور **حقیقت** نفس ناطقہ کو پاک و صاف کرنا ہے آئینہ روح سے ماسوائی زنگ دور کرکے - اس بنیاد پر شریعت کے پہاڑون مین کا ایک ذرہ بہی طریقت اور حقیقت کے آفتاب کی شعاعون سے بہتر اور بزرگ تر ہوتا ہے - حال آنکہ شریعت سے مخلوقات کے صرف جسم کی اور ظاہری افعال و اقوال کی آراستگی ہوتی ہے

اور طریقت وحقیقت کا تعلق اندرونی آزادی سے ہوتا ہے - اور نیز طریقت وحقیقت اللہ عزاسمہ کی نظرگاہ ہین - کیونکہ شریعت کے ساتھ گناہ گاری - ظاہری تباہی خیالات - اندرونی کفر - اور نہانی شرک یہ تمام چیزین ایک شخص کے اندر جمع ہوسکتی ہین - برخلاف طریقت اور حقیقت کے - کہ یہ دونون چیزین روح کی روشن ضمیری پر مبنی ہین - اور روشن ضمیری کا پیدا ہونا راستی - درستی - یگانگی - یک رنگی - گرشتگی - پرہیزگاری - ایک کو دیکھنا - اور ایک ہی سوچنا - اِن صفات کے ساتھ متصف ہونے کے بدون ممکن نہین - اور مذکورہ بالا تین طریقون کا نام اصطلاح تصوف مین تزکیہ - تصفیہ - اور تجلیہ ہے - ان طریقون کا مفصل اور صحیح بیان اکثر کتب تصوف مین لکھا ہوا ہے - وہ دیکھنے کے قابل ہے -

عید قربان کے روز ملک الموت - مخدوم کے پاس ادائے امانت کا پیغام لائے آپنے فرمایا - لوٹ جاؤ - اور تیسرے پہر تک صبر کرو - تاکہ جلال کے لڑکون کو خوشی کی صبح - ماتم کی شام نہ ہوجاوے - جب لوگ عید کی چہل پہل سے فارغ ہوئے - تو آپنے معنوی سفر کیا مصرع باد عید جانِ او دیدارِ حق -

سید شرف الدین مشہدی نے اپنے رسالہ مین لکھا ہے - کہ مخدوم کو کچھ اوپر چار سو چالیس اصحاب سے خلافت تھی منجملہ ان کے جس قدر بیان صحت کو پہونچا ہے - اور شجرہ مین لکھا ہوا دیکھا ہے - یادداشت مین لکھ لیا ہے -

فہرست خلافت مخدوم قدس سرہ جو صحیح بیانات سے معلوم ہوئی ہے

اولاً - پدر بزرگوار سید کبیر بخاری سے خلافت تھی	یہ سلسلہ آبا و اجداد کے ذریعہ سے حضرت امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ تک پہونچتا ہے -
دوسرے - اپنے عم سید محمد بخاری سے تھی -	یہ دونون خانوادے شیخ بہاء الدین زکریا تک منتہی ہوتے ہین -
تیسرے شیخ رکن الدین ابوالفتح سے	
چوتھے شیخ الاسلام محمود شاہ زاد بوم تستر - مسکن سورکاہ علاقہ فارس سے - - - - - - -	مخدوم نے ہجری سنہ سات سو اڑتالیس مین جب کہ محمود شاہ کی عمر ایک سو تیس سال کی تھی - ملازمت مین پہونچکر خرقہ خلافت حاصل کیا تھا - اور کتاب عوارف خطبہ سے خاتمہ تک پیرسے پڑہی تھی - پیرنے عوارف کو مصنف کی خدمت مین پڑہا تھا - دو تین چار ان تینون خانوادون کا سلسلہ شیخ الشیوخ سہروردی تک پہونچتا ہے

پانچوین - امام عبداللہ یافعی سے خلافت تھی -	یہ شجرہ ابومدین مغربی تک پہونچتا ہے -
چھٹے - شیخ ابو صبید عینی سے - - ساتوین - شیخ نورالدین علی ابن عبیداللہ طرابلس سے	یہ دونون سندین سید محی الدین عبدالقادر جیلانی سے جا ملتی ہین -
آٹھوین - شیخ فریدالدین گنج شکر سے - عالم روحانی ہین - نوین - شیخ قطب الدین منور سے - - دسوین - مولانا شمس الدین یحیی اودہی سے - گیارہوین - نصیرالاولیا چراغ دہلی سے - -	ان چارون چمنون مین شگفتگی خواجہ معین الاولیا چشتی اجمیری کی نوبہار ہدایت سے ہے -
بارہوین - شیخ رکن الدین منجی سے - - -	یہ سلسلہ شیخ ابوعبداللہ خفیف شیرازی کے توسط سے سلطان ابراہیم ادہم کو پہونچکر خواجہ اُویس قرنی تک منتہی ہوتا ہے -
تیرہوین - سید جلال اوچہوی سے - - -	یہ ہدایت کا خاندان شیخ نجم الدین کبریٰ سے جا ملتا ہے -
چودہوین - سید حمیدالدین محمود چشتی سمرقندی سے -	یہ خانوادہ خواجہ مودود چشتی تک پہونچتا ہے -
پندرہوین - شیخ نجم الدین اصفہانی سے - -	یہ خاندان شیخ ابوبکر نساج پر تمام ہوتا ہے - قدس اللہ اسرارہم اجمعین -

ان کے سوا اور خلافتین جو صحت کے درجہ کو نہین پہونچی ہین - بہت سی ہین - ایک بیان ہے - کہ سو سے متجاوز ہین - یہی اوپر بیان ہو چکا ہے کہ سید شرف الدین مشہدی نے اپنے تذکرہ مین لکھا ہے - کہ کچھ اوپر چار سو چالیس خدا شناس رہنما اور عالمون سے مخدوم نے ملازمت حاصل کر کے خلعت خلافت - اور فیض پایا تھا جس قدر کوشش کے ذریعہ سے تحقیق ہوا ہے - لکھا گیا - اگرچہ دیگر رسالے ایسے موجود ہین - جن کے اندر مخدوم کی خلافتون کا سلسلہ بعض مین مذکورہ بالا تعداد سے کم اور بعض مین زیادہ لکھا ہے - مگر صحیح طور پر یہ معلوم نہین ہوا ہے - کہ لکھا ہوا حال کہان تک قابل اطمینان ہے - العلم عند اللہ -

یاد امیر سید احمد ابن سید محمد کرمانی

آپ کی کرامتین زبردست تھین - اور حالات قوی تھے - سلطان محمد تغلق شاہ نے بزعم سلطنت ایکدن

آپ کے پانون مین بیڑیان ڈال دی تہین - مگروہ بدون ہاتہہ لگانے کے فوراً کہل پڑین - جب یہ ماجرا سلطان نے سنا - تو آپ کی محبت اُس کے دل مین پیدا ہوئی - اور استحکام کے ساتہہ پیدا ہوئی - اور از سر نو مصاحبت کا سلسلہ قایم ہوگیا - علمی کمالات سلطان نظام الاولیا سے حاصل ہوئے تہے - خلافت کا خرقہ بہی سلطان الاولیا سے ہی تہا - سلطان الاولیا کے خلفا کے اجازت نامے آپ لکہا کرتے تہے - روز پنجشنبہ تاریخ اکیسوین شعبان ہجری سنہ سات سو بادن کو آپنے اپنی زندگی کا پانون تعینات کی زنجیر سے نکال لیا - بیت

گر نیارد بست پائے ہوشمند	حلقہ حلقہ بگسل آن زنجیر را

یادِ شیخ نصیر الدین محمود اودھی

گنج معانی اور چراغ دہلی آپ کا لقب ہے - نفس جو بظاہر دوست اور عادۃً دشمن ہے - اس کی لڑائی مین آپ کو فتح مندی کے ساتہہ کامیابی ہوئی تہی - وجدان - کشف - اور اشراف یہ مدارج بہی آپ کو حاصل تہے - شیخ جمال دہلوی نے سیر العارفین مین لکہا ہے - سلطان نظام الاولیا کا سال زندگانی جب نوے اور چار چورانوے کو پہونچا - تو بروز چہار شنبہ اٹہارہوین ربیع الثانی ہجری سنہ سات سو چبیس کو خلفا کی انجمن فراہم کی اور ہر ایک کو خرقہ خلافت عطا فرما کر جدا جدا سمتون مین مقرر کیا - اخیر مین چراغ دہلی رہ گئے - آپ کو اپنے پیر کا خرقہ - مصلی - تسبیح - اور کاسہ عنایت فرما کر اپنا جانشین کیا - اور دہلی والون کی رہنمائی - آپ کے سپرد کر کے وصیت فرمائی - کہ اغیار کے آزار اور سرزنش پر صبر کرنا - اپنی عادت رکہنا - اُسی روز پچہلے وقت آنکہین بند کر کے عالم قدس کو روانہ ہوگئے - بعد ازین جملہ خلفا نے بہی آپ کی جانشینی پر خوشی کے ساتہہ رضامندی ظاہر کی -

کہتے ہین - سلطان محمد تغلق شاہ کا مزاج کج واقع ہوا تہا - بے وقت آرزدہ ہین اور کام پیش کر کے آپ کو ناحق خفت پہونچایا کرتا تہا - رازدارون نے چراغ دہلی کی خدمت مین عرض کیا - جس دعا سے کیفر کردار ملے - ایسی دعا سے بدکردار کو کیون گوشمالی نہین دیجاتی ہے - فرمایا - نصیر کا معاملہ اپنے علیم بصیر کے ساتہہ ایسا ہے - کہ وہ بدون کسی لغزش کے ایسی آزمایش پر گوشمالی نہین دیتا ہے - اِس بنیاد پر سلطان سے دل مین کدورت پیدا کرنا - درویش کے واسطے زیبا نہین ہے - بلکہ احسان مند ہونا مناسب ہے -

القصہ - آپ کے دامن ارشاد سے بہت سے خدا شناس لوگون کو ولایت حاصل ہوئی اور وہ قطب بہی ہوئے - بعض کے صحیح حالات اُن اصحاب کے حالات کی یادداشت سے ظاہر ہونگے - جو آپ سے

بیعت ہین - اور جنہون نے خرقہ خلافت پایا ہے - آپنے پیر کے بعد چھتیس سال تک لوگون کی ہدایت کی - یہ دو بیتین تاریخ ہیں

چراغ دہلی از بہر مسیحا آسمانی شد	اگرتا خورشید با خویشتن ہمسایگر داند

یاد شیخ ابراہیم

آپ شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کے امام تھے - کہتے ہین - ہنگام نماز تکبیر اولی مین آپ کی نظر - جمال کعبہ پر پڑا کرتی تھی - اس سبب سے ناچار آپ الی عین الکعبۃ کہا کرتے تھے - نہ الی جہتہ الکعبۃ - آپ کی قبر کالپی مین ایک قبہ کے اندر ہے جو مولانا خواجگی قدس سرہ کے گنبد کی برابر مین ہے -

مولانا خواجگی کے تین بھائی اور تھے - مولانا مغیث الدین اور مولانا وجیہ الدین یہ دونون ایک ہی جگہہ اُجین مین پانی کے کنارہ سوئے ہوئے ہین - اکثر لوگ شب جمعہ کو نذرین لیجاتے ہین اور مولانا غیاث الدین نے قصبہ دہار کی حدود مین آرام فرمایا ہے - اور یہ دونون شہر - ملک مالوہ مین ہین -

یاد سید حسین خنگ سوار نہروالہ خلیفہ نظام الاولیا

خرق علوات کا لباس - اور توفیق عبادات کا خلعت - جو معرفت اور حقیقت کی سنجاف سے آراستہ تھا آپنے زیب بدن کر رکھا تھا - آپ ہجری سنہ چھ سو اٹھ مین علم غیب کے خلوتخانہ سے عالم ظہور مین تشریف لائے - اور سترہ سال کی عمر کے بعد - خداطلبی کے راستہ مین قدم رکھا - ایک سو تیرہ سال طریقت کی سیر فرماکر ہجری سنہ سات سو اٹھانوے مین عالم صورت سے ملک معنی کو کوچ فرما گئے - آپ کی خوابگاہ نہروالہ شہر مین تالاب سہسلنگ کے کنارہ ہے کہتے ہین - حسن وتجمل کے آغاز مین ایک روز آپ اثنائے راہ مین بہلول مجنون کے پاس جا پہونچے - بہلول کی خدا بین آنکھ آپ کے جمال اور حال پر پڑی - ایسے فریفتہ ہوئے - کہ دل محبت کے جال مین پھنس گیا - اور خود ہمراہ ہوگئے - ہر چند پرستاران ہمراہی نے دور باش کی - مگر وہ تو دل دادہ تھے - دور باش کارگر نہ ہوئی - اسواسطے صاحب حسن نے تنگ ہوکر بہلول کی پشت پر ایک تازیانہ رسید کیا - بہلول نے نعرہ مارا - اور رقص کرنے لگے تازیانہ مارنیوالا کی آواز سنکر بیہوش بلکہ دیوانہ ہوگیا - بارہ سال برابر ایک درخت کے نیچے گزار دئے - اور جو پتے اُسکے گرتے تھے - وہ انہین قوت کے کام مین لاتے تھے - ناگاہ ایک رات عالم خواب مین حضور خاتم الانبیا علیہ السلام نے آپ کو اِنَّ الَّذِیۡنَ یُبَایِعُوۡنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوۡنَ اللّٰہَ[۵] کے حلقہ مین لیکر اپنی خاص کلاہ سے سرفرازی بخشی اور فرمایا - ہر ایک دور مین ایک شخص اولیا اللہ کا مدار ہوتا ہے - اس زمانہ مین سلطان نظام الدین بدایونی مدار ہین - ان کی ملازمت مین جلد جاؤ - ہم بھی سفارش کیے دیتے ہین حکم کی تعمیل کی گئی جب آپ خانقاہ کی دہلیز پر پہونچے

[۵] اے پیغمبر! جو لوگ تم سے بیعت کرتے ہین - وہ لوگ بیشک اللہ سے بیعت کرتے ہین ۱۲

سلطان نظام الاولیا بذریعہ اپنے باطنی فروغ کے آپ کے آنے سے آگاہ ہوئے ایک نوکر کو ارشاد کیا۔ سید حسین کو اندر بلاؤ۔ جب نوکر باہر آیا۔ تو اس نام کے بہت لوگوں کو کھڑا پایا۔ واپس چلا گیا۔ ارشاد ہوا۔ سید حسین دہلوی کو بلاؤ۔ دہلوی بھی اس نام کے چند اشخاص تھے۔ یہ واپس گیا۔ اور جاکر خاموش کھڑا ہو گیا۔ حکم ہوا۔ کہ دہلوی غیاث پوری کو ہم بلانا چاہتے ہیں۔ اس تخصیص سے امتیاز ہوا۔ اور آپ اندر گئے۔ سلطان نظام الاولیا نے اسی دم اپنے سر سے کلاہ اُتار کر آپ کو دی۔ آپ نے عرض کیا۔ فقیر خواب میں فاتح وحدت اور خاتم نبوت علیہ السلام سے بیعت ہو چکا ہے۔ جواب دیا۔ یہ محبت کی کلاہ ہے۔ نہ کہ بیعت کی۔ اس بات پر آپنے کمال عجز و انکسار سے کلاہ قبول کی۔ چند روز بعد درسی علوم کی تحصیل کے واسطے اجازت ملی۔ اور تھوڑے عرصہ میں علم کے دروازے آپ کے روبرو کھل گئے۔ یہانتک کہ ہدایہ فقہ پر مشکل کشا حاشیہ آپنے لکھا ہے۔

خلاصہ کلام یہ۔ کہ جب دونوں عالم کے کمالات سے آپ کامل و مکمل ہو گئے۔ تو آپ کو خرقہ خلافت عطا فرماکر گجراتیوں کی ہدایت کے واسطے رخصت کیا جب آپ حسب ارشاد پیر اپنی ہمشیرہ بی بی آرام نام کے ہمراہ گجرات کی طرف آئے۔ تو ایک موضع ہے کہ دری نام مضافات دیوہ میں وہاں پر آپ ایک مدت تک خدا پرستی کرتے رہے۔ اور پھر وہاں سے نہروالہ میں جاکر حجرہ بنا لیا۔ دونوں آدمی حصور تھے۔ جس حیثیت سے کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے تھے۔ اُسی حیثیت سے خاک کے پیٹ میں جا آرام کیا۔ ایک دفعہ دو مرد سپاہی صورت آپ کے پاس آئے۔ آپنے فرمایا۔ سردوستی کا شوق دل سے جوش کرتا ہے۔ اُن دونوں شخصوں نے اپنی تلوار گرو رکھکر قوال کا اور کھچڑی کا خرچہ بہم پہنچایا۔ اور پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ سماع سنکر خوش ہوئے اور دونوں کو دعاے خیر سے دونوں جہان کی نعمتیں دیکر مالامال کیا۔ اُنہوں نے بہت جلد تن گدازی اور جان نوازی کی توفیق اور داد و دہش کی دستگاہ حاصل کر لی۔

کہتے ہیں سلطان وقت رعایا کے اوپر ظلم کیا کرتا تھا۔ آپنے بہت کچھ پند و نصیحت فرمائی۔ سلطان کے کان خوش آمد کی باتیں سننے کے عادی تھے۔ لہذا یہ بات اُسکو پسند نہیں آئی۔ آپنے غصہ ہوکر پیغام بھیجا۔ کہ تو بس شحنہ سے زیادہ نہیں ہے۔ عزل و نصب ہمارے اختیار میں ہے۔ ظلم کرنے سے باز آ۔ یا واپسیں سفر کے واسطے کمر باندھ لے۔ اُس نے بدمستی سے اس تنبیہ کو بھی بادہوائی سمجھا۔ اُسی روز غول کے غول سانپ اور بچھو اطراف سے اُسکے گرد فراہم ہوئے۔ جب سلطان نے یہ صورت خراب دیکھی۔ تو ظلم سے باز آکر توبہ کی۔ اور چند دہ معاش کے لیے سید کی آل و عیال کے نام پر مقرر کر دیے۔ اور مریدانہ سلوک کے ساتھ پیش آیا۔

مصرع حسب و نسب نبی داشت حسین

یاد بی بی آرام حضور

آپ سید حسین نہروالہ کی ہمشیرہ ہین شریعت اور طریقت کی راہ چلنے مین اپنے عارف بھائی کی برابر تہین جب ان دونون کو بزرگوار پیر سلطان المشائخ نظام الاولیا کی خدمت سے گجرات جانے اور رہنے کی اجازت ملی۔ تو الٰہی توفیق کو رفیق بناکر دونون اُس ملک مین جا پہونچے۔ موضع کدوری علاقہ دلوہی مین عبادت اور قیام کے واسطے گوشہ اختیار کیا۔ اور خداے تعالیٰ عزاسمہ کی عبادت مین زندگانی کا ماحصل یعنی بے بہا انفاس صرف کرکے دربار الٰہی سے سعادت قبول حاصل کی۔ ایک شخص محض بیہودہ اور بے عقل تھا۔ اتفاقاً وہان آنکلا اور ایسے طریقے سے سوال کیا۔ جو ادب سے بالکل بعید تہا۔ یعنی یہ کہ تم دونون شخصون کے درمیان مین کیا نسبت ہے۔ جواب پایا۔ باہم برادری اور خواہری کی نسبت ہے۔ اُسنے اس جواب کو لغو سمجہا۔ اور ایسی نامناسب گفتگو سے پیش آیا۔ جس سے آزار پہونچا۔ پیر سید کی پشت پر گستاخانہ لکڑی ماری۔ روایت ہے۔ اُس لکڑی کا نشان اُسی ظالم کی پشت پر پڑا کہتے ہین۔ اس وقت تک اُس موضع مین شخص مذکور کی نسل سے جو بچہ ہوتا ہے۔ اُس کی پشت پر وہ نشان ضرور ہوتا ہے۔ پہر آپنے چند روز بعد پیر بزرگوار کی اجازت سے اپنے بھائی کے ہمراہ شہر نہروالہ مین جاکر حجرہ بنالیا۔ ادہجری سنہ سات سو نوے مین کوچ کیا۔ خوابگاہ تالاب سہسلنگ کے کنارہ ہے جس کے پانی سے نہروالہ کے لوگ سیراب ہوتے ہین مصرع باد سیرابی ز حوض کوثرش۔

یاد سید نور الدین مبارک

آپ سید محمد کرمانی کے سب سے بڑے بیٹے ہین۔ حضرت گنجشکر کی طرف سے کنیت ابو القاسم ملی تہی۔ اور نیز بہت کچھ عنایتین دیکھی تہین۔ خرقہ خلافت خواجہ قطب الدین ابو محمد چشتی سے حاصل تھا۔ جو اپنے جد اعلیٰ خواجہ مودود چشتی کے سجادہ نشین ہین قدس سرہم فرماتے تہے۔ کہ جس زمانہ مین خواجہ ابو محمد کے پدر بزرگوار نے رحلت فرمائی تہی۔ اُس زمانہ مین خواجہ ابو محمد۔ کم عمر تہے۔ اس سبب سے چچازاد بہائیون نے سجادہ نشینی کے قابل نہ سمجہکر توقف کیا۔ شیخ نظام الدین علی چشتی خواجہ ابو محمد کے چچا تہے۔ سلطان غیاث الدین بلبن کے عہد مین خراسان سے آکر دہلی مین اقامت فرمائی تہی۔ عمائد شہر نے خواجہ زور اور خواجہ غور کو شیخ نظام الدین علی چشتی کی خدمت مین بہیجا۔ اور سجادہ نشینی کی تجویز اُن کی رائے پر منحصر کہی۔ شیخ نظام الدین علی چشتی نے جواب مین لکھ بہیجا۔ کہ سجادہ نشینی کا خلعت خواجہ ابو محمد کو ہی ملنا چاہیے۔ چونکہ اس قرار داد مین صورت لغزش پیدا ہوئی۔ لہذا

والیِ خراسان ملک شمس الدین نے مودودیہ عصا اور خرقہ ایک مکان مین مقفل کیا اور مدعیان منصب کو ایک ایک کرکے بھیجا۔ اور کہا۔ کہ دروازہ مکان کا بدون کنجی کے جس کسی کے واسطے کھل جاویگا۔ وہی سجادہ نشینی کے قابل سمجھا جاوے گا۔ بالآخر خواجہ ابو محمد کے واسطے دروازہ کھل گیا۔ پس آپنے صاحب سجادہ ہوکر یوسفی ولایت فتح کی مصرع ع باد اکشاد برُرخ او بابِ معرفت۔

یاد شیخ محمد نہروالہ

آپ ان اطراف مین شیخ حاجی کرکے مشہور ہین۔ آغاز شباب مین آپ روم کے ایک حصہ زمین مین صاحب خطبہ و سکہ تھے۔ ازلی جذبہ نے آپ کا گریبان پکڑکر خطہ سلطنت ظاہری سے نکال لیا۔ اور معنوی سرداری کے بلوغ کی ہوا سر مین بھردی۔ آپ قطب یزدانی سید احمد کبیر رفاعی کی خدمت مین پہونچے۔ اور بیعت ہوگئے۔ کسی معین خدمت کے واسطے التماس کیا۔ طعام خانقاہ پکانے کا منصب عطا ہوا۔ اور مرشد کی توجہ سے آپ کی ظاہری و باطنی پرورش ہوئی۔ حالات مین ترقی ہونا شروع ہوا۔ یہان تک کہ اپنے کمال مین کامیاب ہوئے۔ ایک روز مطبخ مین کفگیر غائب ہوگیا تھا۔ اور کھانا نکالنے کا وقت آپہونچا۔ تلاش کی گنجایش نہین رہی۔ آپ نے آیہ قُلْنَا یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰٓی اِبْرٰهِیْمَ پڑھی۔ اور ہاتھ سے کفگیر کا کام بیکر گرم کھانا نکالا۔ اور پیر بزرگوار کے سامنے رکھ دئیے۔ چونکہ پیر کو ماجرا پر آگاہی تھی۔ فرمایا شیخ محمد اب وہ وقت آگیا ہے۔ کہ تمہاری ابراہیمی دلالت کی برکت سے لوگ فیض یاب ہون۔ اور ہدایت سے راہ راست پر آوین۔ پس خلعت خلافت عطا فرماکر منتخب صوفیون کی ایک جماعت ساتھ کی۔ اور سفر ہندوستان کی اجازت فرمائی۔ دو خرما کی گٹھلیان رخصت کے وقت آپ کے سپرد کین۔ اور فرمایا۔ ہر ایک منزل مین شام کے وقت ان گٹھلیون کو مٹی مین داب دیا کرنا۔ جہان کہین یہ گٹھلیان صبح تک اُگ آوین۔ بس اُسی زمین کو اپنی حیات اور ممات کا مقام سمجھنا چاہیئے القصہ مرشد کے شہر سے لیکر گجرات تک اُن گٹھلیون کے اُگنے کی اجازت نہین ہوئی۔ جب نہروالہ شہر کی حدود مین پہونچے۔ اور گٹھلیان مٹی مین داببن۔ تو صبح کے وقت اُن کو اگا ہوا پایا۔ وہان پر ایک پرستش گاہ تھی جس مین شہر کے لوگ چھوٹے بڑے۔ سب پیکر پرستی۔ (مورتی پوجنے) کے لیے صبح و شام آیا کرتے تھے۔ حاکم گجرات ایک پیکر پرست تھا۔ نہروالہ مین اُس کا پایہ تخت تھا اس پرستش گاہ کے نزدیک صوفیون کی جماعت کے ساتھ درویش کے اُترنے کی کیفیت حاکم کے گوش گزار ہوئی حکم دیا۔ کہ ایک جماعت کیثر جاوے۔ اور آنے والون کو بت خانہ (مندر) کے آس پاس سے بہ تشدد علیحدہ کردیوے۔ اس حکم کی تعمیل مین لوگ غول کے غول کیا

۵۷ یعنی (آگ کو حکم دیا۔ کہ اے آگ ابراہیم کے حق مین ٹھنڈک اور سلامتی کی ہو۔ منتخب)

سوار اور کیا پیادہ چارون طرف سے بڑے جماکر مندر کی طرف روانہ ہوئے صوفیون نے فوج کے مامور ہونے
کی کیفیت شیخ کی خدمت مین عرض کی - فرمایا - استقامت اور صبر کرکر اپنے تیئن خدا کے سپرد کردو - اُس
حقیقی حفیظ کی نگہبانی کے ثمرے خود ظاہر ہونگے - کیونکہ آسمان اور زمین کے اندر اور جو کچھہ ان دونون کے درمیان
مین ہے وہ سب بزمانہ نبوت اصالۃً انبیا علیہم السلام کے مسخر تھے - اور خاتمہ نبوت کے بعد بحکم عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ
کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ وہی تسخیر از روے اتباع و وراثت اولیاے اُمت محمدیہ کے حوالہ ہوئی ہے عَلَیْہِ
التَّحِیَّۃُ وَالصَّلٰوۃُ تھوڑی دیر سر جھکائے رکھا - اور پھر ایک خادم کو حکم دیا - کہ آنے والے لشکر کی طرف چند
قدم جاؤ - اور جب لشکر نظر آجاوے - اس وقت زمین کو حکم دو - کہ آدمیون کے پانون اور گھوڑون کے سم اس طرح
محکم پکڑلیوے - کہ ایک قدم بھی آگے نہ بڑھا سکین - خادم نے حسب الحکم تعمیل کی - اور زمین نے حکم قبول کیا - لشکر
والے جس قدر نکلنے کی کوشش کام مین لائے - اُسی قدر اندر دھستے گئے آخر کار بمجبوری کمال عجز و انکسار کے ساتھہ
پیش آئے - اور اس مضمون کا عہد کیا - کہ اگر زمین ہم کو چھوڑ دیوےگی - تو واپس چلے جاوینگے - خادم کے فرمانے سے
زمین نے اُس جماعت کو چھوڑا - انہون نے راجہ کے نزدیک جاکر حقیقت حال عرض کی - راجہ متعجب اور حیران ہوا
تمام رات نگرانی مین گزاری - علی الصباح چند آدمیون کو ساتھہ لیکر شیخ کی خدمت مین آیا - اور ایک نظر
دیکھتے ہی فریفتہ ہوگیا - فرمایا - درویش کی ملاقات کو پرستش بت کے فرع نہ بناؤ - جب راجہ پلٹ کر اپنے
مکان کو چلا گیا - اور شروع سے ہی ملازمت کا عزم کرکے سعادت حضوری سے سرفراز ہوا - تو آپنے فرمایا - راجہ -
جو چیزین اپنی بنائی ہوئی ہین - اُن کو معبود قرار دینا اہل عقل کو زیبا نہین ہے - اب ازروے انصاف تعصب کو
دور کرکے بتاؤ - کہ کیا یہ سنگین مورتین کام پڑنے پر دعا قبول کرنے کی طاقت رکھتی ہین - فَبُھِتَ الَّذِیْ کَفَرَ
راجہ نے کچھہ جواب نہین دیا - پھر آپنے فرمایا اگر یہ تمہارے جھوٹے معبود خدائے برحق کے حکم سے میری اطاعت
کرین - تو کیا تم اسلام قبول کرلوگے - اُس نے جواب دیا - کہ نہ تنہا مین بلکہ مع تمام خاندان کے ایمان لے آؤنگا
آپنے بڑے بت سے کہا - اُٹھہ اور اس کوزہ کو حوض کے پانی سے بھر لا - بت فوراً چستی اور چالاکی کے ساتھہ اُٹھا اور کوزہ
مین حوض کا تمام پانی بھر لایا - تھوڑی دیر بعد مرغ و ماہی حیوان و انسان غرض کہ تمام جاندار پانی نہ ہونے سے شور و
فغان کرنے لگے شیخ نے فرمایا - اے بت - تمام پانی تالاب مین ڈال آ - اور کوزہ کے معتاد کے موافق اس مین رہنے
دیا - بت پرست نے بموجب حکم تعمیل کی - یہ حال دیکھکر راجہ - سپاہ - اور رعیت - تمام اسلام لاکر ابدی دولت سے سرفراز ہوئے
کہتے ہین - اُس روز سے پھر از سر نو سرزمین اسلام اور مسلمانی کی بنیاد جمی ہے - عام ہنود اور بالخصوص برہمنون

کی پرانی تاریخ مین یہ کرامت لکھی ہوئی ہے - محرم کے سوا کسی اور کو نہین بتلاتے ہین - بالآخر جب اخروی سفر پیش آیا تو جس جگہ آپ کی عبادت کی تھی - اُسی جگہ آپ کی ابدی خوابگاہ بنائی گئی ۵۱ اَلْیَوْمَ یُتَبَرَّکُ وَیُزَارُ بِہٖ -

آگاہ دل اور بصیر ناظرین کو عیاں گزرے گا - کہ اسی قسم کی کرامت کی ایک حکایت بت کی اطاعت اور شہر والون کے متعلق حضرت معین الاولیا چشتی اجمیری کے نام سے بھی تحریر ہو چکی ہے - اور وہ زمانہ مین زبان زد ہے نیز تاریخ فیروز شاہی مین لکھی ہوئی ہے - لیکن نہروالہ کے علما - اور پُرانے آدمی شیخ حاجی کی طرف منسوب کرتے ہین - وجہ مطابقت کچھہ دشوار معلوم نہین ہوتی ہے - کیونکہ عمل کا توارد ممکن اور اتفاقی بات ہے - شاید دونون بزرگون سے یکسان عمل صادر ہوا ہو ۵۲ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِحَقِیْقَۃِ الْحَالِ مصرع خسرو و فرہاد ہر دو عاشق شیرین ماست

یاد خواجہ یعقوب ابن خواجہ ابن خواجگی شہرت یعقوب محبوب

آپ شاہان خراسان کی نسل مین سے ہین - آپ تصوف اور تحقیق کی بزم کے صدر نشین تھے - آپ کی ذات مین احمدی معشوقی کی جھلک نمایان تھی - اور آپ کو آسمان حسن کا خورشید کہنا بے محل نہین ہے - حسبی کمالات نسبی خوبیان - عملی سعادتین - اور علمی مراتب یہ اوصاف آپ کو حاصل تھے - یکایک خدا طلبی کی خواہش آپ کے دل مین پیدا ہوئی - جو شاخین آپ کے ہستی کے باغچہ مین تھین - اُن سب مین آلہی جذبات کی تاثیر سے پھل لگ گئے - اِس وقت توت جاذبہ گریبان پکڑ کر آپ کو فقر کی بارگاہ مین کھینچ لائی - یہان تک کہ آپ اپنا مسکن ترک کرکے سیاحی کے واسطے نکل کھڑے ہوئے اور راہ مسافرت اختیار کی - بالآخر تقدیری کرشمہ نے آپ کو نہروالہ شہر مین قیام پذیر کیا جو پٹن کے نام سے مشہور ہے - آپ کے گرامی اوصاف اور عالی حالات کی کوئی انتہا نہین ہے - جب جب راقم کے قلم نے آپ کی صفات لکھنے کی ہمت باندھی - بیان و عبارت - ہمراہی سے اور زبان قلم - سیاہی سے دور رہی - کہتے ہین - فصوص الحکم کے درس کے وقت آپ کا مبارک جسم ایندھن کی طرح جل کر راکھہ ہو گیا تھا - یہ قضیہ اس طرح پر ہے - کہ قاضی کمال الدین نے خواجہ کی خدمت مین فصوص الحکم کے درس کی درخواست کی تھی - فرمایا - اِس درس کے واسطے لازم ہے - کہ مدرس - خوانندہ اور والی ملک اِن تین شخصون مین سے ایک شخص کو اپنے تیئن فدا کرنا چاہیے - چونکہ تمہارے واسطے پڑھنے کا باعث اپنی برخورداری اور دوسرون کی تعلیم ہے - اور والی ملک کی عالی صفات ذات کے ساتھہ ناطق اور غیر ناطق بہت سے جاندارون کی زندگانی وابستہ ہے - اس لیے تم دونون کی سلامتی ضرور درکار ہے - پس لازم آیا - کہ خود مدرس اپنے تیئن اس قربانی پر وقف کر دیوے - کہتے ہین جب تاریخ تیرہوین جمادی الاُخری ہجری سنہ سات سو اٹھانوین کو فصوص الحکم تمام

۵۱ ... تک زیارت گاہ عوام ہے ۵۲ اصل حقیقت اللہ ہی خوب جانتا ہے

ہوئی - آپنے کشادہ پیشانی کے ساتھہ خدائی درگاہ کو کوچ فرمایا - واپسین سفر کے بعد - آپکے بارہ مین چھوٹے سے بڑے تک نہروالہ کے لوگ یہ ترانہ گاتے ہین وَلَا تَقُولُوا لِمَن يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ اور یہ بھی کہتے ہین - کہ آپ کا روحی تصرف رحلت کے بعد بھی مثل ظاہری زندگانی کے ہے جس کسی کے دل مین آپ کی تلقین وبیعت کا ارادہ مصمم ہوتا ہے وہ آپ کی قبر پر جاکر اپنا اندرونی خیال ظاہر کرتا ہے - اور آپ ظاہر ظہور موجود ہوکر ہدایت کے مراسم بجالاتے ہین - چنانچہ آپ کی وفات کے بعد کے مریدون مین سے شیخ داؤد - شاہ محمد - اور سلیمان تین اشخاص تو یہ اور نیز ان کے سوا دیگر اصحاب بھی تذکرہ ہذا کے سال تصنیف مین بقید حیات ہین شیخ یعقوب صدیقی - احمد آبادی - غوث الرحمٰن کے بزرگ خلفا مین سے تھے - بیان کرتے ہین - کہ ایک سال مین احمد آباد سے شیخ عبد اللہ صوفی کی فیض بخش ملازمت کا بالجزم عزم کرکے آگرہ کو گیا تھا - واپسی کے وقت پٹن ہوکر آنا ہوا - حوض سہسلنگ کے کنارہ سید خدا بخش کے متبرک روضہ مین اترا ضروری آرام پانے کے بعد - کمال شوق اور بے انتہا عشق سے خواجہ یعقوب کی زیارت کے واسطے چلا - جبکہ مقدار اس حوض سے دو تیر کے فاصلہ پر ہے - جب آپ کی مسجد شریف مین پہونچا - تمام شوق اور وجد کی آگ سرد ہوگئی - پکار اوٹھا - کہ ترقی کے امیدوار کو لوٹ لینا کب مناسب ہے - اتنے مین ایک بیت ہندی زبان مین مسجد کی دیوار پر لکھی ہوئی دیکھی - پڑھتے ہی معرفت اور وجد کی لہرین آنے لگیھن - اور اوسی دم وہ بیت بھی دیوار پر سے اور نیز صفحہ خاطر سے محو ہوگئی - بس معلوم ہوا کہ یہ کرشمہ يَمْحُو اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهُ أُمُّ الْكِتَابِ کے قلم سے لکھی گئی تھی جو خواجہ کے دست تصرف مین دیا ہوا ہے بیت

محو و اثبات ہست در ہمہ حال	نشئہ از مئی جلال و جمال

یاد قاضی علم الدین

آپ پر حقائق علوم کا چہرہ - اور دقیق اسرار کا پردہ کھلا ہوا تھا - مشائخ وقت کے قطب - اہل زمانہ کے شیخ اور خدا شناسان عہد کے پیشوا تھے - قاضی عین الدین ابن نجم الدین صدیقی کے بیٹے تھے - سلطان السادات صدر الدین سید راجو کے خلیفہ تھے - جو مخدوم جہانیان کے بھائی ہین - صورۃً اور معنیً دونون طرح سے خواجہ مودود کا لنگر کے مصاحب تھے - جو شیخ عزیز اللہ متوکل مندوی کے پیر ہین - علم قرأۃ آپ کا موروثی تھا - تمام علوم سے زیادہ بہتر جانتے تھے - آپ کے علمی باغچہ کو افعال کے چشمہ سے بہت کچھہ سیرابی تھی - اور نامتناہی فیضون سے

۵۱ - جو لوگ اللہ کی راہ مین مارے جائین - انکو مردہ نہ کہنا ۱۲ ۵۲ خدا جس کو چاہتا ہے - منسوخ کردیتا ہے - اور جس کو چاہتا ہے محکم کرتا ہے - اور اوسکے پاس اصل کتاب (یعنی لوح محفوظ) موجود ہے ۱۲ منہ

آپ کو اِس قدر کامیابی حاصل ہوئی تھی - کہ احباب آپ کی ملازمت کے باغ سے معرفتون کے بے شمار پھل صرف ایک دفعہ کے دیکھنے اور جانے مین لیجاتے تھے - خلاصہ کلام یہ - کہ آپ کی بزرگی کی شرح عبارت سنجی کی طاقت سے باہر ہے - عمر اٹھاسی سال کی پائی تھی - آپنے یہ تمام زمانہ آغاز ہوش سے اُس وقت تک کہ روح بدن سے جدا ہوئی - خدا طلبی کے راستہ مین صرف کیا تھا - اور عرفان کا گوہر خریدا تھا - تاریخ بیسوین رمضان ہجری سنہ سات سو ساٹھہ کو اعلیٰ دار الحکومتہ کی طرف کوچ فرما گئے -

آپ کے بعد آپ کے فرزند شاہ مودود جانشین ہوئے - اور اپنے پدر بزرگوار کی خانقاہ کو از سرِ نو رونق دی - کیا تصوف کے شیوہ مین - کیا مشیخت کے طریقہ مین - کیا قرأۃ کے علم مین - اور کیا دیگر علوم مین - کمال یکتائی حاصل تہا - ہمیشہ طالبون کے درس و تلقین مین مشغول رہتے تھے - ہمسرون مین سے کوئی شخص آپ کی جامعیت کی برابری نہین کرسکتا تہا - پچاسی سال کی عمر پائی تہی - یہ تمام عمر الٰہی صفات اور الٰہی اخلاق کے ساتھہ متصف ہونے کی کوشش مین گزاری تہی - بالآخر ساتوین رجب ہجری سنہ آٹھہ سو تیرہ مین عاریتی عالم کو رخصت کیا - اور قدسی مکان اختیار فرمایا - خوابگاہ نہروالہ جو اِس زمانہ مین پٹن نام کے ساتھہ مشہور ہے - صوبہ گجرات کے مضافات مین مصرع بنامش باد رفع رایتِ دین -

یاد شیخ برہان الدین نہروالہ

آپ شیخ قاضن کے خلیفہ تھے - کشف و کرامات کے خزانہ - اور عقلی و نقلی علوم کے مالک تھے طبیعت کا میلان موزون کلام کی طرف تمام باتون سے زیادہ تہا - فارسی غزل اور عربی قصیدہ عاشقانہ اور شاعرانہ کہا کرتے تھے - کہتے ہین - ایک روز پیر بزرگوار کی خدمت مین عرض کیا - الحمد المتکلمین شیخ سعدی شیرازی کو خواجہ خضر علی نبینا و علیہ السلام کے خوان مرحمت سے چاشنی ملی تہی - اِس سبب سے اُن کا کلام ایسا شیرین اور نمکین ہوا - اور علیٰ ہذا امیر خسرو دہلوی نے مالک ولایت سلطان المشائخ نظام الاولیا کی عنایت سے اپنی نغز نظم کا رنگ اعلیٰ درجہ کی پختگی کو پہونچا کر تمام جہان کے ذی مذاق اہل سخن کو بے انتہا لذت بخشی تہی - اسی طرح اب یہ مرید بھی اپنے پیر سے امیدوار ہے - فرمایا - ربانی کلام کے خزانہ سے کچھہ نقد تمہارے اعتقاد کے موافق تم کو بھی دیا گیا - اُس بعد سے آپکے کلام مین - اور آپ کی گفتار مین ایک ورہی رنگ سا پیدا ہوگیا تہا - اسّی جلد کتابین تصنیف اور تالیف کی ہین - اور ہر ایک علم مین باریک باریک اعتراضات اور عمدہ عمدہ بحثین لکھی ہین - جو مالیعرف بالذوق ہین - اُن کا اصلی بیان جیسا کہ آپ کے خیال مین تہا -

قلم کی زبان سے ادا نہین ہوسکتا ہے - چونکہ اس کتاب کے اوراق نظم سے کمتر تعلق رکھتے ہین - لہذا آپ کے کلام کا کوئی حصّہ آپ کے ذکر کے ضمن مین نہین لکھا گیا - مصرع ؏ حدیث دوست نظم و نثر او باد -

یاد شیخ شہاب الدین عاشق

آپ کا مولد اور قبر دونون دہلی مین ہین حقیقی عشق اور مجازی محبت دونون ساتھ ساتھ رکھتے تھے شیخ نجم الدین غزنوی کی ملازمت سے بہت کچھ فیض پایا تھا ہمیشہ کسی نمکین منظر کے جمال سے وابستگی پیدا کر کے اُسکو حقیقی حالت کا پردہ بنائے رکھتے تھے اور ظاہری معنوی دونون خوبیان آمیز کر کے مُشَاهَدَةُ الْكُلِّ فِی الْكُلِّ کی استغراقی کیفیت بہم پہونچاتے تھے آپ شیخ امام الدین ابدال کے مرید اور خلیفہ ہین قدس سرہم - بیت

	جست دسوی گلشن مطلق پرید	ازقفس زار مقید بلبلاش	

یاد شیخ عماد الدین دہلوی

آپ خانوادہ چشتیہ کے بزرگون مین سے ہین - بہت سے صوفی مشائخ کی خدمت سے استفادہ کیا تھا - خرقہ خلافت شیخ شہاب الدین عاشق سے تھا - بعض کہتے ہین - کہ آپ شیخ امام الدین ابدال کے مرید ہین - اور شیخ تاج الدین امام - آپ کے مریدان خاص مین سے ہین - قدس سرہم مصرع گنج عرفان زیر مشت خاک داشت

یاد شیخ جلال الدین مجرد

آپ ترکستانی تھے - مگر پیدائش بنگالہ کی ہے - سلطان سید احمد کے خلیفہ ہین - کہتے ہین - ایک روز روشن ضمیر پیر کی خدمت مین عرض کیا - میری آرزو یہ ہے - کہ جس طرح حضور کی رہنمائی کی بدولت جہاد اکبر مین کسی قدر فتح مندی حاصل ہوئی ہے - اسی طرح حضور کی کام بخش ہمت کے طفیل مین جہاد اصغر سے بھی دل کی تمنا پوری کردن - اور جو مقام دار الحرب ہو - اُس کے فتح کرنے مین کوشش کر کے غازی یا شہید بنون - پیر بزرگوار نے التماس قبول فرما کر اپنے بزرگ خلفا مین سے سات سو آدمی آپ کے ہمراہ کیے - الغرض للہ جہان کہین مخالفین سے لڑائی ہوئی - فتح حاصل کی - زیادہ تر تعجب کی یہ بات ہے - کہ اِس دور دراز بھاگ دوڑ مین - روزی کا دارو مدار صرف غنیمت کے مال پر تھا - اور تونگرانہ زندگانی کرتے تھے جو گھاٹیان اور مویشی فتح ہوتی تھین ہمراہیون مین سے کسی ایک کو دیکر وہان کے اسلام کی اشاعت اور رہنمائی اُس کے سپرد کر دیتے تھے - القصہ للہ صوبہ بنگالہ کے پرگنات مین ایک قصبہ ہے - سرہٹ - اُس قصبہ پر جب آپ پہونچے ہین تو تین سو تیرہ آدمی ہمراہی مین باقی رہے تھے - ایک لاکھ پیادہ اور کئی ہزار سوار کا مالک راجہ گرگوند قصبہ مذکور کا حاکم تھا - وہ اس کم تعداد گروہ کے مقابلہ مین بہت زیادہ تھا -

کیونکہ یہ گروہ اُس بے انتہا لشکر کے مقابلہ مین وہ نسبت بھی نہین رکہتا تہا - جو نمک کو کہانے کے ساتہہ ہوتی ہے
جب لڑائی آن تلی - تو تقدیر کے پردہ سے کَم مِّنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللهِ کی کراست ظاہر
ہوئی - اور وہ پیکر پرست بہاگ کر ملک عدم کی طرف سوا تنہا جان کے نہ لیجاسکا - اور تمام زمین غازیون کے
ہاتہہ آئی - شیخ مجرد نے تمام مفتوحہ زمین کا حصہ کر کے اپنے ہمراہیون کو تنخواہ مین دیدی - اور ہر ایک کو کہخدا ہونے
کی بہی اجازت دی - اس تقسیم مین ایک قصبہ شیخ نور الہدی ابو الکرامات سعیدی حسنی کے حصہ مین بہی آیا - وہان
پر آپ عیال مند ہو گئے - اور فرزند بہی ہوئے - شیخ علی شیر انہین کی نسل سے ہین - شیخ علی شیر نے یہ بیان شرح
نزہتہ الارواح کے مقدمہ مین لکہا ہے - یہ حال کسی قدر شیخ علی شیر کے ذکر کے ضمن مین بہی لکہا جاویگا -

یاد سید معین الدین ایرجی

کہتے ہین - آپ نے دہلی جا کر سلطان نظام الاولیا کی ملازمت حاصل کی تہی - سلطان الاولیا نے
اولین ملاقات مین ہی دریافت فرمایا - سید کو کس سلسلہ کے اندر بیعت ہے - آپ نے عرض کیا - اپنے دادا خاتم الانبیا
علیہ السلام سے مرید ہون - سلطان الاولیا کو آپ کے جواب سے حیرت ہوئی - رات کو معاملہ مین رسول خدا
علیہ السلام کو دیکہا - کہ آپ نے ایک ٹوپی سلطان الاولیا کے ہاتہہ مین دی ہے - اور سید کے نام زد کر دی ہے
آپ نے بہی عالم خواب مین یہی واقعہ دیکہا - صبح کو جب باہم ملاقات ہوئی - تعمیل ارشاد عمل مین آئی - اس بنیاد پر لوگ
سید کو سلطان الاولیا کا خلیفہ سمجہتے ہین - آپ کی قبر ایرج مین ہے - مصرع - یاد معین روحش بروح ریاض رضوان

یاد سید احسن

آپ سید معین الدین ایرجی کے پوتون مین سے ہین - آپ کو کمال شریعت اور جمال تقوی حاصل تہا - کہتے
ہین - اثناے سیاحی مین اہل ولایت بدیع الدین شاہ مدار کا گزر کالپی مین ہوا - جو ایرج سے بتیس کوس کے فاصلہ پر ہے
اس خیال سے کہ شاہ مدار کا گزر اس قصبہ مین نہو - اکابر ایرج نے ایسا قرار داد کیا - کہ سید کالپی مین جاوین - اور
شاہ کے ساتہہ اولین ملاقات مین ہی ایسا نقش جماوین کہ ایرج آنے کا خیال شاہ کی خاطر مین آوے ہی
نہین - جب سید کالپی مین آئے - تو اتفاق سے شاہ مدار کے دروازہ پر سید - اور علی خان لودہی ایک ہی وقت
مین پہونچے - شاہ نے خان کو اندر بلالیا - اور سید باہر رہ گئے - یہ بالکل صحیح ہے - کہ یہ عمل دونون کے اندرونی
خیالات کا ظہور تہا - إِنَّهُمْ جَوَاسِيسُ الْقُلُوبِ - شاہ کو سید کے تکدر خاطر پر آگاہی ہوئی - فرمایا -

---

۵۱ اکثر (ایسا ہوا ہے کہ) اللہ کے حکم سے تہوڑی جماعت بڑی جماعت پر غالب آگئی ہے ۱۲ ۵۲ کیونکہ یہ لوگ دلون کے جاسوس ہین ۱۲-

سید کو غصہ میں جوش آرہا ہے۔ نہایت جلد اور عزت کے ساتھ اندر آؤ۔ جب سید اندر پہونچے۔ تو شاہ کا ہاتھ پکڑ لیا اور اپنی طرف کھینچ کر آغوش میں دبایا۔ اور اپنا حسب ونسب بیان کر کے کہا۔ جو کوئی ایسے شخص کے ساتھ ہم آغوش ہوجاوے گا وہ انجہانی شکنجون سے فارغ البال ہوجاویگا۔ دوسری بات یہ کہی۔ کہ ملاقات سے غرض ایک دوسرے کی باہمی شناخت ہوتی ہے۔ اور نیز یہ کہ طرفین کے چہرہ کا حسن وقبح ظاہر ہوجاتا ہے اور چہرہ پر برقع رکھنے سے یہ غرض حاصل نہیں ہوتی۔ شاہ نے فرمایا۔ درویشون کے دیدار کے واسطے خدا بین آنکھ چاہیئے جو تاب لاسکے اور یہ کہکر برقع اٹھایا۔ سید کا بیان ہے۔ نظر کے سامنے بجلی جیسے کوندگئی۔ اور شعاع زیادہ ہونے سے آنکھین کیفیت چہرہ معلوم نہ کرسکین۔ اس کے بعد سید رخصتی سلام عرض کر کے ایرچ کو روانہ ہوگئے قاضی شہاب الدین نے جو پرکالۂ آتش کر کے مشہور ہین۔ پیر سے پوچھا یہ شخص جو اتنی دلیری کر کے سلامت رہا۔ کون تھا۔ شاہ نے جواب دیا۔ فلان سید ہین۔ اور میرے بھی دل مین آیا تھا۔ کہ ان کو تیر کا نشانہ بناؤن لیکن شریعت کے ہتیارون نے ان کے جسم کو پاؤن کے ناخن سے لیکر پیشانی کے بالون تک اس طرح محفوظ کر رکہا تہا۔ کہ کسی حکم انداز کا تیر کارگر نہین ہوسکتا تہا۔ اور نیز حضور خاتم النبوۃ علیہ السلام کی مقدس روح میری آنکھون کے سامنے آگئی۔ اور فرمایا۔ کہ یہ ہمارا حقیقی فرزند ہے۔ کہین ایسا نہ ہو۔ کہ درویش کے غضب جس کو حقیقی قہر کا شعلہ کہنا چاہیئے کوئی نقصان پہونچ جاوے۔ اس سبب سے ان کا تمام نازا ٹھاتا گیا۔ اور مین اپنا تمام غصہ پی گیا۔ آپ کی قبر ایرچ مین ہے۔ مصرع شرع حفظ نبی حصارش بود۔

یاد مخدوم قاضی برہان الدین

آپ کو سیادت۔ ولایت۔ فضیلت۔ اور مقبولیت مین والانسبی اور عالی حسبی کا بڑا درجہ حاصل تہا۔ جب فیروز شاہ دہلوی کی وفات کے بعد طوائف الملوکی ہوئی۔ تو دلاور خان کے بیٹے ہوشنگ نے جس کا نام خانی خطاب ملنے سے پہلے امین شاہ تھا۔ شاہان غور کی نسل مین سے ہے۔ صوبہ مالوہ مین خطبہ اور سکہ اپنے نام سے جاری کردیا۔ اسی کے عہد مین۔ مخدوم مشرقی ملک سے آکر منڈو (مانڈو) مین آباد ہوئے تہے۔ اور سلطان ہوشنگ آپ کا مرید ہوگیا تہا کہتے ہین۔ گونڈوانہ کے اطراف مین ایک قلعہ ہے۔ جاج نگر۔ اور یہ قلعہ دکن کی سرحد بہی ہے۔ ایک سال سلطان نے اس قلعہ پر لشکر کشی کی مقصود یہ تھا۔ کہ قلعہ مذکور فتح کیا جاوے۔ اور نیز گونڈوانہ سے ہاتھی بہم پہونچائے جاوین۔ وہان پر ایک رات خواب مین دیکہا۔ کہ منبر کا ایک پایہ گر گیا ہے۔ اس کی تعبیر ملی۔ کہ پیر کی یا مرید کی دونون مین سے ایک کی رحلت قریب ہے۔ جب سلطان منڈو (مانڈو) مین واپس آیا۔ تو خبر ملی۔ کہ پیر عالم دنیا سے عالم علوی کو

کوچ فرما گیے - دریافت کیا - قبر کہان ہے - جواب دیا گیا - اُس زمین مین ہے - جو آپنے خریدی تھی - سلطان نے کہا - وفات کے بعد مین اپنے سے پیر بزرگوار کی دوری پسند نہین کرتا ہون - بہتر یہ ہے - کہ مخدوم کی نعش اُس قبر سے نکال کر سلطانی مقبرہ مین دفن کی جاوے - تاکہ آپ کی ہمسائگی کی بدولت عالم علوی کی کسی قدر خوشبوے خنک کی خوابگاہ مین بھی آتی رہے - خادمان مخدوم نے ہرچند عذر کیا - لیکن پذیرا نہین ہوا - مجبوراً لوح قبر اُٹھائی گئی مگر قبر کے اندر کفن کے سوا بدن کا کچھ پتہ نہین ملا - سلطان یہ کرامت مشاہدہ کرکے حیران ہوا - تربت پر پتھر پھر ڈھک دیا گیا - اور سلطانی حکم کے بموجب وہین آپکی قبر پر قبہ بنا دیا گیا - روایت ہے مخدوم نے مرید کی خواب مین آکر فرمایا - کہ درویش کے اسرار کا پردہ تونے اُٹھایا - تو تیری سلطنت کی بنیاد بھی دست تقدیر نے اُکھاڑ پھینکی یعنی تیرے بعد حکومت تیرے فرزندون کو نہین پہونچیگی - آخر کار ایسا ہی ہوا - اور سلطنت مالوہ سلاطین خلجی کے قبضہ مین پہونچی - غوریون کی نسل مین سے کسی کو تخت وتاج میسر نہین ہوا - اس واقعہ کی کیفیت مورخین نے سلاطین مالوہ کی تاریخون مین عمدہ تفصیل سے لکھی ہے - جو شخص اِس معاملہ کو دیکھنا چاہے - اُس کو اوراق تواریخ پر نظر ڈالنی چاہیے -

یاد مخدوم قاضی اسحٰق

آپ حقائق ربانی کے عالم - اور پُرانے زمانہ کے پیرون کی یادگار تھے - آپ کے خرقہ تصوف مین خلافت کا پیوند اور بیعت کی بخیہ - چشتیہ سلسلہ سے تھی - شاہ مالوہ سلطان علاء الدین محمود منڈوی آپ کا مرید ہے - ایک روز حضور پیر مین حاضر ہوا - ایک تقریب کے سلسلہ مین پیر کی زبان سے یہ بات نکلی - کہ خدا کے دوست - حقیقی حیات سے زندگی پائے ہوئے ہین - اُن کو موت سے کسی قسم کا نقصان نہین پہونچتا - اور جب صورت جسمیہ حس وحرکت سے بیکار ہو جاتی ہے - اور یہ گویا ایک مکان سے دوسرے مکان کو انتقال کرنا ہے - تب بھی مثل زندون کے رہتے ہین - مرید یہ بیان سنکر سخت متعجب ہوا - اتفاق سے چند روز بعد پیر کا وصال ہو گیا - سلطان تجہیز و تکفین کے بعد حاضر ہوا - اِس سبب سے نماز جنازہ مین شرکت کا موقع نہین ملا - فرمایا - روی تربت کھولو - تاکہ ہم اپنے پیر بزرگوار کا آخری دیدار افسوس کی آنکھہ سے دیکھہ لین - مزار کے پاس جو لوگ کھڑے ہوئے تھے - وہ اِس بات کو سنی اَن سنی کر گئے - لیکن سلطان کا شوق حد سے زیادہ بڑھا ہوا تھا - اسواسطے اُن لوگون کو قبول کرنا پڑا مجبوراً قبر کھولی گئی - چونکہ رات تھی - شمع آگے کی گئی - اس درمیان مین شمع کا گُل ٹوٹ کر جدا ہوا - قریب تھا کہ کفن کے اوپر جا پڑے - اتنے مین ایک ہاتھہ نکلا - اور گُل کو اپنے سے دور پھینک دیا - یہ واقعہ دیکھکر سلطان کو سابقہ پیر کی

رازکی بات یاد آئی۔ حسرت سے اپنے دیر بہت رویا۔ کہ مجکو کچہہ نہ ملا۔ اور بربر کے جس بیان سے متعجب تہا۔ وہ حاضرین کو بنا کر عبرت دلائی۔ آپ کی قبر منڈو (مانڈو) مین ہے۔

یاد خواجہ موید مہنہ

آپ سلطان ابو سعید ابو الخیر کی نسل سے ہین۔ صاحب کرامات۔ اور صاحب حمیدہ صفات تہے درسی علم مین اُستاد وقت۔ افعال کے اعتبار سے زاہد زمانہ۔ ریاضت اور تزکیہ نفس مین حد درجہ کے مرتاض۔ رہنمائی اور مشکل کشائی مین سب کے پیشوا اور مجلس کی گرمی اور سخن کی شیرینی مین اُنکی رونق دہی مین نادر عصر تہے

یاد مولانا محمد امین

آپ کا دل حقیقت مین بیدار۔ اور طریقت مین ہوشیار تہا شیخ زین الدین خوافی کے مرید ہین جنہون نے مشکوۃ حدیث مولانا جلال الدین قاآنی کے درس مین پڑہی تہی۔ اور مولانا جلال الدین نے کتاب مذکور عالم خواب مین شاہ مردان شیر یزدان امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے صحیح کی تہی۔ اور اس کتاب مین ایک جگہہ اصلاح کے لیے چہیلا ہی تہا۔ کہتے ہین۔ کہ مولانا جلال الدین روزمرہ اُسی ورق اور اُسی سطر مین خاص چہیلنے کا نشان دیکہہ لیا کرتے تہے۔ بعض کہتے ہین شیخ زین الدین نے وہ نسخہ مولانا محمد امین کو عنایت فرمایا تہا چند روز آپ کے پاس رہا۔ بعدہٗ چوری جاتا رہا۔ اس عظیم نقصان سے آپ نہایت غمگین رہا کرتے تہے۔ **القصہ** امیر مردان نے ملک روم مین ایک شخص کو خواب مین فرمایا۔ کہ محمد امین کے پاس سے کتاب مشکوۃ گم ہوگئی ہے۔ تم اپنی مشکوۃ بہیجکر اُن کی افسردہ خاطر مسرور کرو اُس شخص نے بلا کسی توقف کے صورت خواب لکہکر تحریر مذکور کتاب کے ہمراہ بہیج دی۔ جب وہ آپ کی نظر سے گزری۔ تب خوش ہوئے۔

یاد شیخ محمد

آپ شیخ ابراہیم ملتانی کے بیٹے ہین۔ جو شیخ بہاء الدین ملتانی کے مرید اور خلیفہ تہے۔ شیخ بہاء الدین کا سلسلہ خلافت اسوۃ العرفا سید محی الدین جیلانی قدس سرہ سے جا ملتا ہے شیخ ابراہیم اپنے وقت مین بہت بزرگ تہے۔ آپ کی خدا پرستی اور کرامتین بہت کچہہ لوگون کے زبان زد ہین۔ غیاث الدین خلجی کا عہد تہا۔ کہ ابراہیم منڈو (مانڈو) مین آئے تہے۔ یہان پر بہت برسون تک خدا طلبی۔ حق پرستی۔ فیض رسانی۔ اور رہنمائی مین آپ نے عمر گزاری پہر یہان سے گردش زمانہ نے آپ کو شہاب الدین کے عہد مین جنبش دیکر شہر بیدر مین جا پہونچایا اور وہان پر آپ بے شمار لوگون کو گمراہی سے نکال کر طریقت کے سیدہے راستہ پر لائے۔ جب شیخ ابراہیم نے عالم دنیا سے کوچ فرمایا۔ اور بجائے

آپ کے۔ آپ کی قبر سے دولت آباد دکن کے معتقدین کو فیض پہونچنے لگا۔ تو منڈو (مانڈو) مین شیخ محمد آپ کے جانشین ہوئے۔ ایزدی مشیت منڈو (مانڈو) سے شیخ محمد کو بھی شہر بیدر مین کھینچ لے گئی۔ اِن اطراف مین شیخ محمد کی بزرگی اور خداشناسی کا شہرہ مشرق۔ خراسان۔ اور نواحی قندہار تک پہونچا۔ وہان کے باشندون کے دل مین سنکر شوق پیدا ہوا۔ ہر سمت سے حق پرست اور خداطلب لوگ شیخ محمد کے آستانہ پر ہجوم کرکے آئے۔ اور فیض صحبت سے تحقیق کے بلند مرتبہ کو پہونچے۔

کہتے ہین جن ایام مین آپ مان کے پیٹ مین تھے۔ ایک لڑاکا عورت آپ کی مان سے لڑی۔ اور اُن کے پیٹ پر تھپڑ مارا فوراً اُس عورت کے ہاتھ مین ایسا درد پیدا ہوا۔ کہ برداشت اور صبر کا نشان کوسون تک نہ تھا۔ اور مرنے کی نوبت پہونچی۔ آپ کے پدر بزرگوار کو اُس بدذات کا حال معلوم ہوا۔ فرمایا۔ کہ اس پیٹ مین قطب زمانہ کا حمل ہے۔ اس درد کا علاج سوا اسکے نہین ہے۔ کہ دردمند عورت۔ حاملہ کے پیٹ پر سے پانی اُتار کر پیوے اور ہاتھ پر بھی لگا دے۔ تعمیل حکم کی گئی۔ فوراً تکلیف سے نجات ملی۔

لوگ۔ ایسا ہی بیان کرتے ہین حاکم صوبہ ظالم اور ناخدا ترس تھا۔ اُس کے ملک کی رعایا کا۔ اُس کے ظلم سے ہمیشہ یہ حال تھا دعا کے واسطے ہاتھ اُٹھائے رکھتی تھی۔ آنکھون سے آنسو کی ندیان جاری رہتی تھین۔ اور صبح و شام ایسی آہین کرتی تھی کہ آسمان تک پہونچتی تھین۔ رعایا مجبور ہوکر ظالم کی شکایت آپ کے پدر بزرگوار کے پاس لے گئی۔ فرمایا۔ اِس نوزاد بچہ کے سامنے عرض کرو اُنھون نے کہا کَیْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ۵ؔ آپنے گہوارہ سے نصیح البیانی کے ساتھ جواب دیا عنقریب ظالم کو وہ دن پیش آویگا۔ جو آج ستم رسیدہ رعایا کو پیش آرہا ہے۔ اور تین روز بعد ایک عورت نہایت ذلت کے ساتھ اُس کو بجانب۔ عدم روانہ کریگی۔ چنانچہ جیسا کہا تھا۔ ویسا ہی ہوا۔ عیسوی کرامت آپ سے ظاہر ہوئی۔ اور باپنے۔ یوسفی ولایت کے نور سے روشنی حاصل کی مصرع روضہ خلد برین جائے تو بادا

یادشیخ سالار

آپ حالی مقامات مین سب کے پیشوا۔ اور عجیب و غریب کرامتون کا مجمع تھے۔ آپ کے بزرگوار باپ کا نام نتھو ہے جو شیخ بہاءالدین کے خلیفہ تھے۔ آپ کی زاد بوم اور قبر سرکار کالپی کے ایک قصبہ مین ہے۔ شیخ مبارک جن کا مولد اور مرقد سندیلہ ہے۔ اور سید عبدالغنی جن کی حیات اور ممات کا مقام فتح پور ہنسوہ ہے۔ شیخ سالار کے مرید اور خلیفہ ہین شیخ سالار دونون جہان کے علم۔ اور حلم کی رمزون سے آگاہ تھے۔ سید صفی۔ شیخ بدرالدین سرہندی۔ اور

ؔ۵ ہم گود کے بچہ سے کیسے کلام کرین ۔ ۱۲

شیخ ادہن بلگرامی شیخ مبارک سندیلہ والہ کے خلفا مین سے ہین۔ بہت اچھی شان اور حالت تھی۔ اہل زمانہ دینی اور خداشناسی کے کامون مین ہمیشہ اِن بزرگوارون کے آستانہ پر توجہ اور نیاز کے ساتھ حاضر آیا کرتے تھے اور نیز اِن بزرگوارون کی پراسرار گفت وگو سے دوجہانی مشکلات حل کیا کرتے تھے۔

یاد مولانا علم الدین شرف جہان

آپ کو بہی علوم مین کمال تبحر تہا۔ یقین پر دل بنا دہو کر حرمین شریفین کی زیارت کا ارادہ کیا۔ اور چند سال اُسی سرزمین مین قیام فرماکر مشائخ حدیث سے بڑی بڑی سندین حاصل کین۔ بزمانہ سلطان غیاث الدین ابن محمود خلجی منڈو (مانڈو) مین آکر درس کی بنیاد ڈالی۔ یہان کے بزرگون کو آپ کی ملازمت سے تمام فنون کی مشکلین آسان ہوگیئن۔ سید بہاء الدین دکنی کی خدمت سے آپنے طریقت کی تلقین پائی تہی معرفت اور حقایق مین مرشد کامل کے درجہ کو پہونچ گئے تھے۔ کیمیا اور طلسمی علم اسیمیا۔ اور دعوات کے قواعد عمدہ عمدہ اور صحیح صحیح اختیار کر رکہے تھے۔ تصوف دانی مین تحقیق کے درجہ کو پہونچکر فصوص الحکم پر محققانہ تعلیقین لگائی تہین۔ اور چہل شرح کا خلاصہ فصوص کے کنارہ پر چڑہا یا تہا۔ آپ سید ابراہیم ایرجی قادری کے اُستاد ہین۔

یاد شیخ بتان

آپ شیخ لال کے مرید ہین۔ آپ کی طرز زندگی بالکل قلندرانہ تہی۔ برہان پور خاندیس کے بازار مین حجرہ بنا رکہا تہا۔ ممکنات کی منڈی کی اور تعینات کے راستہ کی سیر کیا کرتے تھے۔ زندگی کے اندر جس کو گدڑی اور حجرہ کہتے تھے رحلت کے بعد وہی کفن اور گور بنائی گئی۔ بیت

دی روز اسد جامہ زہجران توز دچاک	امروز زغم مُردو ہمان جامہ کفن شد

یہ بیت مرزا اسد بیگ کی ہے۔ جو شیخ ابوالفضل مبارک کے ملازم مصاحب تھے۔ جس قدر درستی۔ موزونی۔ اور نازکی آپ کی بلند طبیعت مین ہے۔ دوسرے لوگون کی طبیعت مین بہت کم پائی جاتی ہے۔ مصرع

یادش بخیر باد۔ کہ باہمت آشناست

یاد شیخ شہر اللہ

آپ شیخ عزیز اللہ المتوکل علی اللہ کے پانچوین فرزند ہین۔ اور پدر بزرگوار کے ہی مرید اور جانشین بہی ہین۔ آپکے پوتے شیخ نعمۃ اللہ بیان کرتے ہین۔ سکندر خان نامی ایک مرید تھا۔ وہ شیخ کو کمال آرزو اور عجز وانکسار کے ساتھ اپنی جاگیر مین لے گیا تہا۔ معاودت کے وقت ایک گاؤن مین اُترنا ہوا۔ جس کے باشندے قبل ازین

ایک دیگر شخص شہر اللہ نام کے ساتھہ دشمنی رکھتے تھے - جب گانون والون نے شہر اللہ کے آنے کی خبر سنی تو
موقع کی تلاش مین رہے - جب آپ کو تنہا نماز مین پایا - ننگی تلوارین لیکر آگرے - اور آپ کو شہید کیا - قصہ کوتاہ
آپ کا جنازہ لوگ وہان سے لے آئے - اور منڈو (مانڈو) مین پدر بزرگوار کے مقبرہ کے اندر دفن کردیا - اُس
زمانہ مین لوگ قرآن پڑہنے کی آواز اندر سے اور باہر سے سنا کرتے تھے - آپ کے بعد آپکے قرۃ العین شیخ احمد
عطاء اللہ کے سر پر دستار رہنمائی باندہی گئی - جب شیخ عطاء اللہ کی باری بہی پوری ہوئی - تو اُن کے نور چشم
شیخ نور اللہ نے خانقاہ کو رونق دی - جب آپ بہی آنجہانی ہوئے - تو آپ کے لخت جگر شیخ نعمۃ اللہ اپنے
آباؤ اجداد کے وطن مین صبر و سکون اختیار کرکے ہدایت کے واسطے کہڑے ہوگئے - شیخ نعمۃ اللہ کو عمر کا حصہ
فرزندون - بیویون - اور دیگر عزیزون سے بہت زیادہ ملا ہے - یہان تک کہ تنہا رہ گئے ہین اور ان نورانی
شکل پیر کی غمگساری کی نوبت راقم تک بہی پہونچی ہے - اُمید ہے - کہ آپ اِس عمدہ شغل کے ذریعہ سے
راقم کو توفیق سعادت بخشین گے - **مصرع** توفیق کارہائے نکو از سعادت است -

یاد شیخ جلال ابن شیخ عبد اللہ

آپ عالم اور شیخ یوسف انصاری کے چہوٹے بہائی ہین - درس دیتے وقت اپنی زبردست باتون سے
تہوڑی سمجہہ والے طلبا کی استعداد بڑہایا کرتے تھے - ہمیشہ شریعت کی رعایت کرکے سلوک طریقت مین
اُس کا کوئی دقیقہ نہین چہوڑتے تھے پینتیس سال کی عمر مین عالم دنیا سے عالم قدس کو رحلت فرماگئے -

یاد شیخ عبد الملک قاری

آپ کلام ربانی کو سات قراۃ اور چودہ روایت سے پڑہتے تھے - اور ہمیشہ سب کو خواہ درویش ہو
یا تونگر حسبۃً للہ قرآن اور قراۃ سکہایا کرتے تھے - اسی پسندیدہ طریقہ کے ساتھہ ایام عمر پوری کرکے - اور دار الخلافہ
آگرہ مین خوابگاہ اختیار کی آپکے بعد آپکے فرزند شیخ محمد قرآن کے شوقین لوگون کے ساتھہ - باپ کا طریقہ
اختیار کرکے جانشین ہوئے - اِن کو بہی معرفت پوری حاصل تہی - قبر آگرہ مین ہی ہے -

خاتمہ چمن دوم

وہ شخص بہت ہی اچہا سعادت مند ہے - جس نے ہستی موہوم کا شہر - ہوا و ہوس کے تصرف سے
نکال لیا جس نے خیالات باطلہ کے مکانات اور طول امل کے محلات بیخ و بنیاد سے اُکہاڑ کر عالیہا
سافلہا کردئے جس نے تمتعات حیوانی کی تمناؤن کو - اور لذات جسمانی کی شہوتون کو چند کورہ بالا مکانات

اور محلات مین بود و باش اختیار کرکے اپنے تئین ان مقامات کا مالک سمجھ رہی تھین ذلت اور خواری کے ساتھ باہر نکال پھینکا - اور جن اصحاب نے جہاد اکبر کا میدان فتح کیا ہے - اور نیز جنہون نے سب سے بڑے دشمن کی لڑائی کا معرکہ جیتا ہے - اُن اصحاب کی راہ و روش اور گفت و گو جس نے یاد کر کے امداد حاصل کی - نیز اُس نے اس جنگ کی طرح - طرز بند او رقابو کے موقع معلوم کئے - صدر الذکر فتح یاب بزرگون کے نیک اعمال اور کامل اعتقادات کے ہتیار زیب بدن کئے - اور لا الٰہ کی تلوار الا اللہ شناسی کے ہاتھ سے اُٹھا کر نفس کی سپاہ - وسواس کے لشکر - اور شیطانی خطرات کی فوج کو - جو انسانی ملک کو اپنی جاگیر سمجھتے تھے - ملک مذکور سے بھگا دیا - کہ جس کی وجہ سے دل کا تخت - جسپر نفس امارہ نے قابو پا رکھا تھا - پھر روح قدسی کے قبضہ مین آگیا - جو نائب مطلق ہے -

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالْمِنَّةُ اَوَّلًا وَّاٰخِرًا [۵۱] کہ عالم تجرید و تفرید کے آزاد اشخاص - اور تحقیق و توحید کے راستہ پر چلنے والے اصحاب کے ذکر خیر کی بدولت - انواع و اقسام کی معرفتین - راقم کو نصیب ہوئین - اور اُن کو راقم بحکم اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ [۵۲] تحریر مین بھی لایا - کسی قدر ان معرفتون کو جو مینے اشیا کے پردہ مین آلہی اسما کے آثار کا - اور آثار کی قوت اور نفع کا تماشا کر کے از راہ تحقیق بہم پہونچائی ہین - بیان کرتا ہو ازلی حکمت - اور سابقہ رحمت اس طرح پر مصروف ہے - کہ تمام آلہی اسما - اور آلہی صفات کے - احکام و آثار کو نہایت مناسبت اور مطابقت دیکر جداگانہ منافع کے ساتھ خصوصیت دیتی ہے - اور ان خاص منافع کو انسان کے عنصری جسم پر فائز کرتی ہے - اس بنیاد پر ازلی حکمت نے بہت سے الٰہی اسما کے آثار - انواع و اقسام کی موجودات مین - اندرونی طور پر امانت رکھے ہین - تاکہ وہ موجودات ہر ایک درجہ بدرجہ اپنے اپنے تعینی مصرف پر پہونچکر خاص انسانی تصرف کے قابل نہین - اور تاکہ وہ موجودات طرح طرح سے اور نیز اپنی مختلف تصرفات سے انسان کے عنصری جسم کو اُس اسم و صفت کا مظہر قرار دین - کہ جو اسم و صفت انسانی استعداد کے پردہ مین چھپی ہوئی ہین مثلاً وصف بینائی کو اسم البصیر نے سرمہ - سنگ سرمہ اور کحل الجواہر مین اس طرح قایم کیا ہے - کہ اُس کا اثر آدمیون کی آنکھون مین لگانے کے بغیر محسوس نہین ہوتا ہے - پس مغز کلام یہ ہے - کہ تمام ممکنات اور تمام کائنات - خدائی اسما کے آثار و احکام کی امد رشد

---

[۵۱] اللہ تعالیٰ جل شانہ کا بے انتہا شکر اور احسان ہے - اول بھی اور آخر بھی ۱۲ [۵۲] اپنے پروردگار کے احسانات کا تذکرہ کرتے رہنا ۱۲-

کے واسطے شاہراہ بنی ہے۔ تب کیمین امن شمار نے امکانی زنگ کو استحکام دیا۔ اور اس غرض سے کہ تعین جامع (یعنی حضرت انسان کی ذات) کے لیے فیض پہونچانے کی مناسبت پیدا ہو۔ استعداد بہم پہونچائی ہے اسواسطے ہرایک شے اس بات کی آرزومند ہے کہ وہ بنی آدم کے تصرف مین آکر جو آثار اُس کے اندر مخفی ہین وہ جسم انسانی کے اندر ظاہر کرے۔ اور اپنے تیئن اَلْاِنْسَانُ مُطِیْعِیْ وَ کُلُّ الْاَکْوَانِ مُطِیْعَۃٌ کی معراج پر پہونچاکر بعدہٗ نجات حقیقی سے فیض یاب ہو۔ کیونکہ موالید ثلثہ کا کمال فنافی الانسان مین ہے جس طرح انسان کا کمال فنافی اللہ کے مرتبہ مین ہے۔

القصہ واضح ہو۔ کہ صفی الاصفیا کی جامعیت اور خاتم الانبیا علیہ وعلیہم السلام اجمعین کے ختمیۃ کے مقام پر آخرکار۔ طبقات۔ انام مین سے نزول صعودی اُس باصفا گروہ کو نصیب ہوتا ہے۔ جو سنت نبوی پر چلنے کا قدم۔ ریا اور نمود کی گرد آلائش سے خشوع وخضوع کے آنسو۔ اور ریاضت کے خون جگر سے اچھی طرح دھوکر ایجابی صراط مستقیم پر سلوک اختیار کرتا ہے۔ نیز وہ گروہ۔ راہ طریقت مین چلنے والا پانون۔ ذی ہدایت مرشدون کی پیروی مین غبار آلودہ اور فرسودہ کرکے سائرین الی اللہ کی منزلین طے کرتا ہے۔ نیز وہ گروہ اسکے بعد اپنے ظاہری ومعنوی کمالات کے تمام سرمایہ کو فنافی اللہ کی کشتی مین بھر دیتا ہے نیز وہ گروہ سامکان ووجوب کے دونون دریاؤن کی موجون سے سلامت رہکر بقا باللہ کے کنارہ پر سرمایہ مذکور پہونچا دیتا ہے۔ نیز وہ گروہ۔ اسماوصفات کی تجلیات کے مقام پر پہونچکر۔ رسوم اور تعینات کا لباس جس قدر بھی اس تنہاروی مین جسم پر باقی رہجاتا ہے۔ اُس سے بھی حقیقت وجود کو پاک صاف کرلیتا ہے۔ نیز وہ گروہ۔ توحید کا احرام باندھ کر سیر فی اللہ کے کعبہ کا طواف کرتا ہے۔ اور نیز وہ گروہ یک جہتی اور بیخودی کے ارکان حقیقی نجات اور دائمی آزادی کا حج ادا کرنے کے واسطے بجا لاتا ہے۔

اس صدر الذکر گروہ کے علاوہ۔ عام اشخاص دو فریق ہین۔

ایک افریق۔ وہ ہے۔ کہ جس کا صراط ایجادی کا سلوک۔ صراط ایجابی کے ساتھ متحد ہو۔ اور یہ فریق دو قسم پر منقسم ہے۔

ایک قسم۔ وہ ہے۔ کہ آتش دوزخ کا عذاب وہ نہین دیکھے گا۔ اور چونکہ الٰہی بخشش اُس کی طرف سبقت کرے گی۔ اس واسطے وہ گلزار فردوس مین خرامان پھرے گا جس کا وصف یہ

ط۵ - انسان میرا مرکب ہے۔ اور کل کائنات انسان کا مرکب ہے۔

ہے فِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ ط

دوسری قسم - وہ ہے - کہ مغفرت نہ ہونے کے سبب سے وہ چند روز عذاب نار مین گرفتار رہیگا اس قصور کے پاداش مین کہ صورت افعال سے گزر کر معنی افعال کی منزل مین اُس کا گزر نہین ہوا-

دوسرا فریق - وہ ہے - جو رہنماے فطرت وَمَا مِنْ دَابَّةٍ إِلَّا هُوَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا کے پیچھے پیچھے - ایجادی صراط مستقیم پر بیار پایون کی طرح چلتا ہے - اور ایک قدم بھی شاہراہ توحید پر (جو ایجابی صراط مستقیم کا پہلا قدم ہے) نہین ڈالتا - یہ گروہ اہل بُعد اور ارباب فرق ہین - اور اِن کا ماویٰ دوزخ کے طبقون مین ہو گا - **اعوذ بک منک** -

۵۱ جس چیز کو اُن کا جی چاہے - اور جو اُن کی نظر مین بھلی معلوم ہو - بہشت مین موجود ہوگی ۱۲-

۵۲ جتنے جاندار ہین - سب ہی کی توچوٹی اُس کے ہاتھ مین ہے ۱۲

شروع سومی چمن

اِس چمن مین نوین دور (نوین صدی) کے حسب تفصیل ذیل اصحاب کی سرگزشت - اور ماندبود کے حالات مذکور ہین -

اولاً - اہل حقیقت اور ذی معرفت درویشون کے حالات -

ثانیاً - عقلی ونقلی علوم کے علما کے حالات -

ثالثاً - سلوک اور ریاضت کا راستہ چلنے والے اصحاب کے حالات -

رابعاً - جو لوگ خودی سے اور نیز خرد سے آزاد ہین - اُن کے حالات -

اے حوصلہ ایدھر آ - اور کان لگا - دیکھ - ہر ایک حکایت بجائے خود - گلزار معرفت کی ایک ہزار داستان بلبل ہے - جو عام لوگون کو خواہ وہ بہرے ہون - یا صحیح کان والے ہون - اُس جہان آفرین لاشریک لہ کی تسبیح اور رضاجوئی کا ترانہ سناتی ہے - جس نے عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَاۗءَ كُلَّهَا[1] کا سرود - حضرت صفی اللہ کو تعلیم فرمایا تھا - تاکہ حضرت صفی اللہ کے ترانہ سے سرزنش کرنے والون کے چہرہ پر خجالت کا پردہ پڑے - اور تاکہ حضرت صفی اللہ اپنی ہمدانی کا ترانہ عیب جو ہنر فروش جماعت کو سنا دین جس کو سنکر جماعت مذکورہ خودستائی کی بلند پروازی سے نادانی کی پستی مین عندہی آگرے - اور حضرت صفی اللہ علمی استعداد کی بدولت آفریدگار بے مثل - اور سلطان لامکان کے خلیفہ اور جانشین بنین - یہ بالکل سچ ہے بیت -

آن بادشاہ اعظم در بستہ بود محکم	ناگاہ دلق آدم پوشید و بر در آمد

یاد بابا اسحق مغربی

آپ شیخ حاجی محمد کیمی مغربی کے مرید ہین - جن کی عمر ایک سو بیس سال کی تھی اور چالیس[۴] حج کئے تھے - کہتے ہین آپکے پیر نے آپکے حالات سے صدق وسعادت کے آثار دیکھکر - بیعت کے روز ہی خرقہ خلافت بخش دیا تھا - اور تمام خلفا اور مریدون کو فرمایا تھا - کہ اسحق ہمارا بڑا خلیفہ ہے اِس کی تعظیم روز افزون زیادہ کرتے رہنا - اسی طریق

[1] - آدم کو سب (چیزون کے) نام بتادئے - ۱۲ -

پر پیر کی خدمت مین رہکر چند سال تک آپنے فائدہ حاصل کیا - بعدہٗ اجازت لیکر دہلی مین آئے - سلطان محمد تغلق شاہ
نے آپ کی تعظیم اور خدمت مین بے انتہا کوشش کی - مگر آپ لوگون کے ہجوم سے تنگ دل ہوکر اجمیر کے
کوہستان مین چلے آئے - ایک رات کا ذکر ہے - کہ آپ عالم شال مین خواجہ معین الاولیا اجمیری کی خدمت مین پہونچے
وہان سے اجازت ہونے کے بعد موضع کہٹو[۵۱] مین آکر مکان تجویز کیا - آپکے خلیفہ شیخ احمد کہٹو والہ کا بیان ہے - ایک سال
مین اپنے مکان سے چل کر بابا کی ملازمت مین دہلی پہونچا - بابا نے اپنے سابقہ مکانات مجکو دکہائے - اور فرمایا -
کہ بارہ سال کی عمر تہی - اُس وقت مین والدین کی خدمت سے پیر طریقت کی جست وجو مین حیران و پریشان
نکل کہڑا ہوا تہا - مختلف طبقون کے چوالیس پیرون کی مینے ملازمت کی - جس کسی کو جہان کہین سنا - سر کے
بل گیا - اور اُن کے دیدار سے آنکہون کو منور کیا - اور ہر ایک پیر کی فرمان برداری اور پیروی کر کے - دل کی
اور عادات کی دونون کی اصلاح عمل مین لایا - اور خلافت نامے لیے - اسی بہاگ دوڑ کے درمیان مین ایک شہر
مین گزر ہوا - جہان کا حاکم پیکر پرست تہا - وہ میرا معتقد ہوگیا - مگر وہان کے قلندر مجہپر رشک کرنے لگے - ایک
بڑی اونچی آگ جلائی - اور کوئلون کا ڈہیر فراہم کیا - مجکو دعوت دی - کہ ہمنے حلوائے بے دود کا پکایا ہے - مجکو
اِن لوگون کے قانون وقاعدہ کی خبر نہین تہی - لہذا مینے قبول کرلیا - اتنے مین مجکو آگ کے نزدیک لے گئے -
جنے ایک بارگی اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کا نام لیکر اُن کی مشتعل کی ہوئی آگ کو پاؤن سے روند ڈالا - ابراہیمی
ہمت سے اظہار ولایت کرکے آگ مین ارغوانی پہول کی خاصیت پیدا کی مصرع آتش بنرودیان گلزار اوست

یاد مولانا سید احمد ابن محمد تہانیسری

آپ ظاہری علوم - کامل طور پر جانتے تہے - سلطان بہلول لودہی کے عہد مین اپنے وطن سے دہلی مین آکر مکان
بنا لیا تہا - شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی کے مرید - اور مولانا خواجگی نحوی کے بہائی ہین - کہتے ہین - جب بہائی کی
خواب مولانا کے گوش گزار ہوئی جس کی تعبیر دہلی کی بربادی تہی - توآپنے فرمایا - یہ خواب وخیال حیرت واعتبار
کے قابل نہین ہین - اور اس بنیاد پر وہان سے نقل وحرکت کا خیال دل مین نہین آنے دیا - آپکے بہائی انہین
ایام مین دہلی سے سامان اقامت اُٹہا کر کالپی مین چلے گئے - چند روز بعد صاحب قرآن امیر تیمور نے دہلی فتح
کرلی - اور دوسرے باشندگان شہر کی طرح - مولانا بہی گرفتار ہوئے - مگر ایسے شخص کی حراست مین آئے - جو
طالب علمی کا شوق رکہتا تہا - ایک روز وہ شخص اپنے ہم مذاق لوگون کے ساتہ مطول معانی پر مباحثہ کررہا تہا مولانا نے

[۵۱] کہٹو - اجمیر سے تقریباً تیس کوس کے فاصلہ پر شمال اور مغرب کے درمیان مین ایک قصبہ ہے - ناگور ضلع میں ہے ۱۲

اُس کے نا درست پڑھنے پر مطلع ہو کر قیدیون کے درمیان سے سر اونچا کیا - اور کہا - اِس عبارت کے واسطے یہ معنی موزون نہین ہین - اُس شخص نے متحیر ہو کر مولانا سے عذر و معذرت کی - اور کیفیت حال صاحب قِران کے حضور مین جا کر بیان کی - اِس پر نہایت تعظیم کے ساتھہ - مولانا کو بارگاہ سلطانی مین لے گئے اور صدر مقام پر بٹھایا - صاحب قِرآن نے بہی معذرت کے طور پر کہا - دہلی پر یورش - ہوائے نفسانی سے نہین کی گئی ہے - بلکہ علمائے بخارا کے فتوی سے ہے - فتوی لاؤ - تاکہ ہم دکہائین - مولانا نے فرمایا - اب فتوے کا دکہانا اور دیکہنا کوئی مفید بات نہین ہے - کاش - اِس یورش سے پہلے مین دیکہتا - تاکہ علمی معاملہ پر مباحثہ کیا جاتا - اور جائز ناجائز کی تمیز ہوتی اِسی اثنا مین مولانا برہان الدین ملتانی مرغینانی صاحب ہدایہ فقہ کے پوتے آ گئے - اور مولانا احمد کے بالائے دست بیٹھے - دریافت فرمایا - یہ کون ہین - لوگون نے کہا - فلان کے پوتے ہین - آپ نے ہنسی کی راہ سے کہا - جس شخص کے دادا نے فقہ مین چودہ جگہہ خطا کی ہے - ممکن ہے - کہ اُس کا پوتا ادب کے بارہ مین ایک جگہہ ہر غلط ہو - یہ سنکر وہ برہم ہوئے - اور مولانا کے دامن سے اُلجھہ گئے - کہ اِس اجمال کی تفصیل کرنی چاہیئے - مولانا نے فرمایا - کہ وہ خاص خاص مقام اِس وقت میرے ذہن مین نہین آتے ہین - میرا لڑکا جمّا رحمہ اللہ جانتا ہے - حسب حکم صاحب قِرآن - نقیبون نے شیخ جما کو لشکر مین سے تلاش کر کے نکالا - دوسرے روز لشکر اور شہر کے علما کی مجلس منعقد ہوئی اور علمی گفت و گو بیش کی گئی القصہ شیخ جما نے باپ کے فرمانے کے بموجب - ہدایہ کی وہ چودہ جگہہ جن پر اعتراض وارد ہے - شمار کرا دین - اور مناظرہ کے ساتھہ ثابت کر دین - اِس پر چارون طرف سے آفرین آفرین کی آواز آنے لگی صاحبقِران نے فرمایا - اِس شہر مین درس پانے والون کے واسطے خانہ و خانقاہ اور مولانا کے واسطے محل تعمیر کیا جائے - مولانا نے کہا - مولانا خواجگی - اور نیز دیگر اہل ولایت جو میرے ہم نشین تہے - یہان سے کالپی کو چلے گئے ہین - اور وہین بود و باش اختیار کر لی ہے - لہذا اب یہی بہتر معلوم ہوتا ہے - کہ مین بہی اُنہین کے ساتھہ رہون اور اُنہین کے پاس مرون - کیونکہ اب عمر کا آفتاب زرد ہو گیا ہے - بالآخر آپ قلعہ کالپی مین آئے - اور بقیۃ العمر درس دیتے رہے - عربی زبان کا ایک قصیدہ آپ کا نعت مین ہے - جس کو قصیدہ بردہ کے ہم پلہ کہہ سکتے ہین - مولانا عبدالحق دہلوی نے اپنے تذکرہ مین اُس کی بہت سی ابیات لکہی ہین مصرع یا د اکشا دغرفہ علم ازل برو -

یاد خواجہ ضیاء الدین برنی

آپ نامور اہل سخن - اور مصنفین مین سے تہے - بہت سی تصنیفات اور تالیفات آپ کی یادگار ہین جیسی ثنائے محمد علیہ السلام - عنایت نامہ الٰہی - ماثر السادات - تاریخ فیروز شاہی - وغیرہ وغیرہ آپ اپنی سخن آرائی سے مجلس

کا حسن۔ عجیب عجیب مضامین سے محفل کی نشاط۔ اور شیرین بیانات سے ہم نشینون کی خوشی بڑہاتے تہے سلطان نظام الاولیا کے مرید۔ خسرو اور خواجہ حسن سنجری کے باخلاص دوست۔ اور سلطان محمد تغلق کے ندیم خاص تہے۔ سلطان آپ کو بہت کچہہ تکلف کے ساتھہ اپنے ہمراہ رکہتا تھا۔ جب سلطنت کی نوبت فیروز شاہ کو پہنچی۔ آپنے بہی پیر سے گوشہ نشینی کی درخواست کی۔ پیر نے قبول فرمایا۔ اکثر کتابین۔ اُس فرصت مین تصنیف فرمائی ہین۔ کہتے ہین اخیر زندگی مین دنیوی سامان جو کچہہ پاس تھا۔ پیر بزرگوار کی نذر کرکے درویشون کو دیدیا تہا۔ جب آپ کا زمانۂ زندگی پورا ہوا۔ تو آپ کے حجرہ مین چادر اور بوریے کے سوا۔ کچہہ نہ ملا۔ بعض کہتے ہین۔ کہ سلطان نظام الاولیا کے زمانہ مین تین شخص ضیا نام کے تہے۔ برنی نخشبی۔ اور سنامی۔ اولین مرید کامیاب۔ آخرین منکر ناکام۔ اور متوسط دونون سے علیحدہ۔ اس حالت مین تینون زندگی گزارتے تہے۔ قطعہ

برنی و نخشبی و سنامی	نام این ہر سہ تن ضیا بودہ
اولین معتقد پسین منکر	ثانی از ہر دو بے نوا بودہ

اور بعض کہتے ہین۔ کہ صرف موضع برن سے ہی۔ تین کس ضیا نام کے آئے تہے۔ تینون اہل علم۔ اہل سخن مشائخ دوست۔ مرید اور متمتعات ہر دو عالم سے مستفید تہے۔ رحمہم اللہ۔

یاد شیخ رکن الدین مودود کان شکر نہروالہ

آپ۔ نسب کے اعتبار سے خواجہ علم الدین محمد کے بیٹے ہین۔ خواجہ علم الدین محمد۔ خواجہ علاء الدین یوسف کے بیٹے تہے خواجہ علاء الدین یوسف۔ خواجہ بدر الدین سلیمان کے بیٹے تہے۔ خواجہ بدر الدین سلیمان۔ اسوۂ اولیائے کرام مخدوم شیخ فرید الدین مسعود گنجشکر کے بیٹے ہین۔ قدس اروا حہم اور بیعت وخلافت کے اعتبار سے آپ شیخ محمد زاہد کے خلیفہ ہین۔ شیخ محمد زاہد یوسف کے بیٹے۔ یوسف۔ احمد کے احمد محمد کے۔ محمد۔ خواجہ علی کے۔ خواجہ علی۔ ابی احمد کے۔ اور ابی احمد۔ قطب مشائخ عظام۔ خواجہ مودود چشتی کے بیٹے ہین۔ نور مرقدہم۔ اور نیز آپ شیخ عزیز اللہ المتوکل علی اللہ مندوی کے پیر ومرشد ہین۔ نزہ سرہ تجرید وتفرید کی ریاضت۔ اس حد تک پہونچی ہوئی تہی۔ کہ اکثر راتون کو ایک وضو کا بہی پانی باقی نہین رکہتے تہے۔ فرماتے تہے۔ تہجد کے وقت غیب سے ہم کو پانی پہونچ جاوے گا۔ آپ کی قبر شریف گجرات مین ہے۔ جس کا نام پرانی کتابون مین نہروالہ ہے۔ کہتے ہین۔ ایک روز سلطان عشاق۔ یگانۂ آفاق۔ سید محمد گیسو دراز۔ آپ کی ملاقات کے واسطے آپ کے پاس آئے۔ باہم معرفت کی گفتگو ہوئی۔ اس ضمن مین سید نے دریافت کیا۔ کہ جو کشف اور فتوحات سلطان عارفان بایزید بسطامی

اور سید طائفہ جنید بغدادی قدس سرہما کو ہوتی تہین - وہ اس زمانہ مین نہین ہوتی ہین - اس کی کیا وجہ ہے - فرمایا اُس زمانہ کے لوگ کمر مین ہمیانی نہین باندہتے تہے - کہتے ہین - سید کی کمر مین ہمیانی بندہی ہوئی تہی - اُسی وقت کہول پہینکی - ہجری سنہ سات سو پانچ مین آپ عالم ارواح سے عالم اجسام مین آئے تہے - جب پچیس۲۵ سال کی عمر ہوئی - تو خداشناسی کی طلب مین قدم رکہا - اور بائیسوین شوال ہجری سنہ آٹہہ سو گیارہ کو عالم قدس کی تیاری فرماکر عالم اجسام کی چار دیواری کو رخصت کیا -

مصرع رکن دین را استواری باد از اسرار او

یاد سید محمد گیسو دراز

آپ شیخ نصیر الاولیا چراغ دہلی کے خلیفہ ہین - قبر قصبہ گلبرگہ مین ہے - جو گول کنڈہ صوبہ دکن کی سرکار مین واقع ہے - جب آپ دہلی سے باجازت پیر بزرگوار دکن کی طرف روانہ ہوئے - تو اثنائے راہ مین گوالیار پر بہی گزر ہوا - اُن ایام مین شیخ علاءالدین متوطن کالپی جاگیر دار تہا - اُس نے مع تمام علما اور عقلا کے آگے بڑہکر استقبال کیا - اور بکمال عزت و اکرام کے ساتہہ آپ کو شہر مین لایا - اُس کے چار بیٹے تہے - اور ہر ایک بیٹا - علم کا گویا ایک رکن بہتا - ان مین سے شیخ ابو الفضل - ابو سعید - اور ابو البرکات کو سید کا مرید کرادیا اور اسباب سفر کی تیاری ضرورت سے زیادہ کرکے - رخصت کیا - آپ جب دکن مین پہونچے ہین - اُس وقت سلطان احمد بہمن شاہی کا زمانہ تہا - جب سلطان نے بہت کچہہ تعظیم کرکے مسند سلطنت پر بٹہایا - تاج - تخت - چتر - اور علم پیش کش کئے - اور اپنے پرگنہ مین سے متعدد موضعے اور باغ خانقاہ کے نام سے وقف کئے - چنانچہ مسافر و مقیم - اور تونگر و درویش ملاکر ہزار آدمی صبح و شام آپ کے خوان سے کہانا کہایا کرتے تہے - چراغ دہلی کے سلسلہ کو آفتاب کی طرح فروغ آپ کی ذات سے ہے - آپ کی عمدہ عمدہ تصنیفین بہت سی ہین - منجملہ ان کے ایک کتاب تتمہ ہے سلوک اور تصوف مین - اس کتاب کی عبارت تمام و کمال معما اور تاویل کے طور پر واقع ہے - دوسری معدن المعانی اور تیسری شرح سوانح امام احمد غزالی رح - سوانح کے بارہ مین آپ فرمایا کرتے تہے - یہ ایک دوشیزہ دختر ہے جس کو ہنوز معنی آفرین اہل سخن کے اندیشہ کا ہاتہہ تک نہین لگا ہے - اور الفاظ کا نقاب اس کے مقاصد کے چہرہ پر بدستور پڑا ہوا ہے - کہتے ہین - شرح لکہنے کے بعد پیٹ سے خون آنے لگا تہا - ہجری سنہ آٹہہ سو پچیس مین عالم قدس کو کوچ فرماگئے - آج کل آپ کے فرزند مذکورہ بالا قصبہ مین اُسی سلطنت کی صورت پر سلسلہ کو ظاہر مین جاری رکہتے ہین - باطن کی پیروی بہی خدا کرے - روزی ہو -

یاد سید محمود

آپ سید سماء خورد کے بیٹے ہین۔ سید سماء خورد۔ سید سماء بزرگ کے۔ اور سید سماء بزرگ ناصر مصری کے فرزند تھے۔ آپ کی زاد بوم اور خوابگاہ دونون منڈو (مانڈو) ہین ہین۔ سید محمد جن کا لقب جوانی مین سیفخان تہا۔ دولت اور سپاہگری ترک کر کے تمام عمر درویشی اور ریاضت مین گزاری۔ ان کا بیان ہی۔ کہ سید ناصر مصری کے یہان اپنے شہر مین ہزار آدمی ذی ہنر اور پیشہ ور ملازم تہے۔ پیشہ ورون کی محنت کے حصہ مین سے جو کچھہ ہر روز ہاتہہ لگتا تہا۔ وہ سب سید ناصر خانقاہ کے صوفیون اور مہمان سراے کے آنیوالون کے خرچ مین صرف کر دیا کرتے تہے۔ ایک روز ایک غلام اپنے ہمرازون سے کہہ رہا تہا۔ کہ ہمارے سید۔ اپنے غلامون کے کسب کی آمدنی پر خانقاہ داری کرتے ہین۔ اور ہم سب عیال دار ہوگئے ہین۔ اب آمدنی اُجرت کا یہ حال ہے۔ کہ بال بچون کے روزانہ خرچ خوراک کو بہی مکتفی نہین ہوتی ہے۔ اِس غلام کی یہ شکایت ایک دم خواجہ کے دل مین چبھہ گئی۔ سید ناصر مصری نے اِس طرح سے قلندرانہ صورت بنائی کہ کسی نے نہین پہچانا۔ اور ہند کی طرف چلے آئے۔ سیر کنان حصار فیروزہ مین پہونچے۔ اِس جگہہ ایک درویش سے ملاقات ہوئی۔ جو کیمیا کا علم و عمل جانتا تھا۔ ناصر مصری نے درویش کی مصاحبت اختیار کی۔ بالآخر مقیم درویش۔ آنے والے کی سرگزشت پر آگاہ ہوا۔ چونکہ مقیم نے نووارد کو سنجیدہ آدمی پایا۔ لہذا اپنا داماد کر لیا۔ اور علم اکسیر سکہا کر فرمایا۔ اپنے وطن کو چلے جاؤ۔ اور تمام غلامون کو آزاد کر کے اس عمل کے ذریعہ سے عمدہ طور پر خانقاہ کو رونق دو۔ **القصہ** سید ناصر مصری نے حکم اُستاد کی تعمیل کی اور چند سال بعد اپنے بیٹے سید سماء کو کیمیا بنانا سکہا کر ہندوستان کی طرف روانہ کیا۔ اور فرمایا حصار مین جا کر بزرگ اُستاد کا حال معلوم کرنا۔ سید سماء جب حصار مین آئے۔ تو اُس مہربان اُستاد کو زندہ نہ پایا۔ آخر کار کیمیا کے ذریعہ سے ایک جماعت کو اپنے ہمراہ لیا۔ جو سپاہیانہ صورت اور درویشانہ سیرت رکہتے تہے۔ اور مع اِن سب کے منڈو (مانڈو) مین آئے۔ اُس زمانہ مین رام دیو رای۔ اس صوبہ کا حاکم تہا۔ وہ مشیت ایزدی سے مقابلہ نکر سکا۔ منڈو (مانڈو) کا قلعہ خالی چہوڑ کر جنوبی سمت مین چلا گیا۔ اور یہ بزرگ مقام اہل اسلام کے ہاتہہ آیا۔ اور اس وقت سے یہان سر نو بنیاد اسلام قایم ہوئی۔ اِس کے بعد سلطان ہوشنگ پسر دلاور خان غوری نے نوین صدی کے آغاز مین زیادہ آباد کیا۔ اور دین محمدی کو بہت کچہہ قوت حاصل ہوئی۔ اور سید محمود کی درویشی کی رونق کمال کو پہونچی۔ آپ صاحب فضیلت و کرامت بہی ہوئے ہین۔

یاد شیخ یوسف بدھا ایرجی

مقتول العشق آپ کا خطاب ہے - اتفاق زمانہ نے آپکے بزرگون کو خوارزم سے ہندمین لاکر قصبہ ایرج مین آباد کیا تھا - قصہ کوتاہ جب آپ کا زمانہ ہوش آیا - تو خواجہ اختیار الدین عمر کی خدمت سے آپنے کتابی علوم - اور قلبی کمالات کی تکمیل کر کے خرقہ خلافت حاصل کیا - پہر سید جلال الدین بخاری اور شیخ راجو قتال کی ملازمت مین پہونچکر وہان سے بھی بہت کچھ فائدہ اُٹھایا امام محمد غزالی کے منہاج العابدین کا ترجمہ - آپ ہی کی تالیفات سے ہے - فارسی شعر کا بھی ذوق تھا - تاریخ محمدی کے مصنف نے جو آپ کا مرید ہے - لکھا ہے - کہ آپ کی خانقاہ مین قوالی کی مجلس ہجری سنہ آٹھ سو چونتیس مین ہوئی تھی - صوفیون کی جماعت پر حالت طاری تھی - آپ بھی شورش کر رہے تھے یکایک آپ کی روح کالبد سے عالم لاہوت کو پرواز کر گئی - آپ کی قبر وہین خانقاہ کے صحن مین بنائی گئی - اور سلطان علاء الدین محمود دسپر خان جہان خلجی منڈوی نے آپ کی قبر پر ایک عالی شان گنبد تعمیر کرا دیا مصرع خدایش خیر دہاد آنکہ این عمارت ساخت

یاد شیخ علی پَرو

پَرو ایک موضع ہے مہائم کے اطراف مین - جو گجرات کے زیرین حصہ مین ایک بندر ہے - آپکے پدر بزرگوار کا نام احمد مہائمی ہے - دونون جہان کے حقائق اور اسرار کے آپ عارف تھے - صوفیون کی اصطلاحات مین آپ شیخ محی الدین عربی اور شیخ صدر الدین قونیوی کے پیرو ہین - اور ان دونون بزرگوارون کی تصنیفات پر آپ نے عمدہ شرحین - لکھی ہین - اور سنجیدہ حاشیے لگائے ہین زوارف شرح عوارف آپ کی ہی ہے - اور تفسیر تبصور رحمانی مین جس مین عبارت ترجمہ کے ساتھ قرآنی ترتیب کو ملایا ہے - اور آیات کو تکرار سے علیحدہ کیا ہے - یہ پسندیدہ طریقہ تمام آپ کی اختراع ہے -

ایک رسالہ مین لکھا ہے - امام جمال الدین محمد نام یمن مین ایک عالم تھے - اُن کا خط ایک خادم میرے پاس لایا - اور اُس نے یہ بیان کیا - کہ شرف الدین علم قرآن مبنی کی فہم اور بصیرت اِس قدر تو ہے نہین - جس کی شعاعین فتوح محی الدین عربی کے کلام پر پڑ سکین - باانیہمہ اُس کو شیخ سے انکار ہے - گو انکار کا باعث اس کی کوتاہی اور نارسائی ہی ہے شیخ کی اور پیروان شیخ کی تکفیر کرتا ہے - یہ ناصواب بیان سنکر خیال پیدا ہوا کہ حق بات ضرور ظاہر کرنی چاہیے - اور پہر اس خیال نے مجکو گہر مین بیٹھنے نہین دیا - ناچار سفر کے واسطے کمر باندہ کر یمن کے راستہ پر ہو لیا - اور وہان پہونچکر الزامی حجتین اور قطعی دلیلین پیش کین - بالآخر مینے شبہات کا کوڑہ کرکٹ - اور طعن و تشنیع کا گرد وغبار معلم کے عقائد سے دور کر دیا - کیونکہ گروہ صوفیہ جنہون نے ماسوائے طریقت کو ترک کر کے حقیقت اور شریعت مین

باہم تطبیق دی ہے - اور اپنے تیئن نیست شمار کر کے درمیان مین نہین لاتے ہین - اِن کی امداد تمام خداشناس عالمون پر لازم ہے - آپ شیخ صدرالدین قونیوی کی نصوص کی شرح لکھنے کے بعد کچھ کم دس سال امکانی لباس مین زندہ رہے - اور شرح مذکور کی تالیف ہجری سنہ آٹھہ سو تیس مین ہوئی ہے - اور بعض کے نزدیک آپ کی رحلت کا سال اور مہینا جمادی الاخری ہجری سنہ آٹھہ سو پنتیس ہے - خوابگاہ مہائم -

یاد مولانا نظام الدین خاموش

آپ گویا وجوب و امکان کے دو دریاؤن کے درمیان مین برزخ تھے - جمالی اور جلالی نمائشین آپ کی ذات مین نمایان تہین - اصول حقائق کی مسند کو آپ سے زینت تھی - اور فروع طریقت مین روایتون کا آپ ماخذ تھے - تصوف کے میخانہ مین آپ کے بیان کی برابر جو سراپا جوہر ہے - کوئی کیف نہین ہے - سماع کی مجلس مین آپ کو جوش اور خروش نہین ہوتا تہا ہمیشہ اپنے باطن کو دیکھنے مین ظاہر مین آنکھہ باہر کی طرف سے بند کر کے اندرونی اور باطنی آرائش کے سامان مین رہتے تھے - جس زمانہ مین بخارا کے مدرسہ مین آپ تحصیل علم کر رہے تھے - اُس زمانہ مین خواجہ بزرگ کی ملازمت سے توفیق رفیق ہوئی تہی - اور اِس خانوادہ کی محبت کا نقش آپ کے دل پر بیٹھہ گیا تہا - اُسی روز سے آپ نفس کے مجاہدہ اور اصلاح مین سلسلہ جنبانی کرتے تھے - یہانتک کہ خواجہ علاءالدین عطار کی خدمت مین پہونچکر آپ کو روشن ضمیری کی قوت حاصل ہوگئی اور دوئی نما زہد خشک سے رہائی پا کر یکتائی سے بہری ہوئی توحید کا گھونٹ پی لیا - اور درست ہوگئے - قدس اللہ اسرارہم

یاد خواجہ عبداللہ امامی اصفہانی

آپ معرفت و کمالات کے دریا - توحید کی کان - اور خواجہ علاءالدین عطار کے مریدون اور دوستون کے سرگروہ تھے - آپ نے خواجہ علاءالدین عطار کے دلچسپ بیانات اور کرامات کو قلم بند فرما کر اہل زمانہ کے واسطے سامان استفادہ بہم پہونچایا ہے - اُس مین آپ لکھتے ہین - تلقین معرفت کے آغاز مین ہمارے خواجہ کا یہ طریقہ تہا - کہ طالبون کو یہ تعلیم ہوتی تہی - کہ اپنا عنصری خزانہ - اور قوی و ادراکات کے تمام و کمال جواہر - عنصری جسم مرشد کے ہاتھہ فروخت کرنے چاہئین - جو آلہی ہستی کی آمد و رفت کا دریچہ ہے - زبان تصوف مین ہدایت کی اِس شکل کو - فنافی الشیخ کہتے ہین - تاکہ جو شخص ہستی کو فروخت کرے - اُس کی عوض مین نیستی کا خریدار ہے - اُس شخص کو اگر سلوک کی گھاٹیون مین انقباض پیدا ہو تو اِس خدائی آئینہ (مرشد) کے تصور سے مقصد کا راستہ مل جاوے - کہتے ہین پہلی ہی ملازمت مین پیر نے یہ زمزمہ آپ کو سنا کر آپ کے ہوش و حواس کہو دئے تھے بیت

گم شدن گم کن کمال این است و بس	تو ز خود گم شو وصال این ست و بس

شیخ احمد یا مخدوم شیخ جمال الدین کھٹو سرخیزی احمد آبادی

کھٹو نام ایک موضع ہے ناگور اور اجمیر کے کوہستان مین۔ یہان آپ رہتے تے۔ لیکن آپکے آباواجداد دہلوی ہین۔ آپ کی پیدائش بہی دہلی ہی کی ہے۔ صاحب دانش و بنیش تے ہجری سنہ سات سو اڑتیس مین آپنے اپنے وجود سے عالم خاک کو شرف بخشا۔ کہتے ہین ایک روز دہلی مین ایسی سخت آندہی آئی تہی۔ کہ بہاری بہاری چیزین ہوا مین اڑکر اپنے مقامات سے منزلون دور جا پڑی تہین۔ اُس زمانہ مین آپ خورد سال تے۔ ملک نصیر الدین نام تہا۔ گلی کوچہ مین اپنے ہم عمرون کے ساتھ کہیل رہے تے۔ بگولے کے ساتھ آپ کا دامن بہی لپٹ گیا۔ اور بگولہ آپ کو پتنگ کی طرح ہوا مین اڑائے گیا۔ موضع کھٹو کی سرحد مین۔ جو دہلی سے کوسون دور ہے آپ نیچے اُترے اُس زمانہ مین بابا اسحٰق مغربی نے اُس موضع مین حجرہ عبادت بنا رکہا تہا۔ بابا اسحٰق حاجی محمد کیمی کے خلیفہ ہین۔ جنہون نے چالیس حج کئے تہے۔ اور نیز حاجی جی اسوۃ العرفا ابو مدین مغربی کے سلسلہ مین سرگروہ تے۔ قدس سرہم اور اسوۃ العرفا ابو مدین مغربی۔ سید عبدالقادر جیلانی کے ہم عصر ہوئے ہین۔ **القصہ** ازلی سعادت نے اُس طفل کی پرورش کا حکم بابا کے نام جاری کیا۔ بابا نے جمال الدین احمد نام رکہا۔ آپ جب کمال ہوش کو پہونچے حقیقی بیعت کی رسم ادا ہوئی۔ اور تہوڑی سی خدمت اور ریاضت سے عالم ارواح اور عالم اجسام کے کمالی مرتبہ پر فائز ہوگئے۔ آٹہوین صدی کے آخری حصہ مین سلطان احمد ابن مظفر کا عہد تہا۔ کہ پیر کے ارشاد کے بموجب آپ گجرات تشریف لے گئے۔ اور سابرمتی کے کنارہ جواب قلعہ احمد آباد کے نیچے رواں ہے گوشہ گزین ہوئے۔ سلطان وقت نے بہی آپ کی محبت اور اتفاق کی وجہ سے اُس مقام پر ایک بڑے شہر کی بنیاد ڈال کر احمد آباد نام رکہا۔ ندیمان خاص کو اُس بنیاد کی تاریخ کلمہ **بخیر** ملی اسی باعث سلطان نے شہر جانپانیر کو جو سابقہ حکمران بادشاہون کا دار السلطنت تہا۔ چہوڑکر۔ اس نو آباد شہر کو اپنا پائے تخت بنایا۔ یہ شہر آپ کے قدوم کی برکت سے ایسا اسلامی شہر بنا۔ کہ تمام ہندوستان مین اس کی مثال نہین ہے۔

لکہا ہے۔ مشائخ زمان **قدس سرہم** کی ملازمت کی آرزو آپ کو بہت کچہہ رہتی تہی۔ اور وہ ہمیشہ آپ کو سفر مین رکہتی تہی۔ چنانچہ آپنے ایک خط مین جو شیخ کمال الدین احمد آبادی کے نام سمرقند سے بہیجا تہا۔ لکہا ہے۔ مینے ہجری سنہ سات سو اٹہاسی مین بحر اعظم کا سفر اختیار کیا تہا۔ جزیرہ عدن مین پہونچکر شیخ عبداللہ یافعی کے خلیفہ شیخ عبداللطیف یمنی سے ملاقات کی۔ بعد مکہ معظمہ کی زیارت سے مشرف ہوکر ارکان حج و عمرہ ادا کئے۔ اور نیز بزرگان مکہ کی ملاقات

سے فائدہ اُٹھایا۔ پھر صاحب مدینہ **علیہ افضل التحیات** کی زیارت سے شرف حاصل کر کے اپنے خاکی چہرہ کو آپ کے آستانہ کی خاک سے منور کیا۔ اِس کے بعد ہجری سنہ آٹھ سو آٹھ مین ہری کو گیا۔ اُس وقت شیخ شہاب الدین خیابانی شیخ خراسان تھے۔ وہان اُن سے ملاقات کی۔ پھر سمرقند مین پہونچکر وہان کے مشائخ سے ملازمت حاصل کی۔ کہتے ہین گجرات مین بازگشت ہو کر بہت جلد یہ سفر انجام کو پہونچ گیا۔ اور اِس بے مثل شہر مین چند سال طالبان ہدایت کو فیض پہونچایا۔ جب چودھوین ماہ شوال ہجری سنہ آٹھ سو اونچاس کو فرمان طلب صادر ہوا۔ تو خوشی کے ساتھ عالم ظلمانی سے جہان نورانی کو رحلت فرمائی۔ آپ کی قبر سیر گنج مین ہے۔ جو اُس شہر کا ایک بازار ہے۔ آپ کی قبر پر ایک عالی شان گنبد اور بلند عمارت بنی ہوئی ہے۔ بعض کہتے ہین۔ کہ آندھی کے حادثہ کے بعد آپ خواجہ نجیب نساج کے ہاتھ لگے تھے۔ یہان سے بابا کے ہاتھ آئے اس طرح پر۔ کہ مولانا صدر الدین حافظ مولانا شہاب الدین عالم ہمدانی ڈیڈوانہ کو جاتے تھے۔ جو دہلی کا پرگنہ ہے۔ اسواسطے بابا اسحٰق کے پاس رخصت ہونے کو گیے۔ بابانے فرمایا۔ اگر کوئی ذی شعور لڑکا ہاتھ آجاوے۔ تو میرے واسطے لیتے آنا۔ جب مولانا صدر الدین ڈیڈوانہ مین پہونچے تو خبر ملی۔ کہ ایک لڑکا نساج کے ہاتھ آیا ہے۔ مولانا کو بابا کا پیغام یاد آیا۔ لڑکے کے دیکھنے کے واسطے گئے۔ اور نساج سے مانگ کر بابا کے واسطے لیتے آئے۔

یاد قاضی شہاب الدین عمر

آپ زابلی۔ دولت آبادی۔ جونپوری ہین۔ زمانہ کے تمام عالمون سے زیادہ عالم۔ اور جملہ ارباب فنون کے اُستاد تھے۔ نظم کا شوق تھا۔ فارسی زبان مین شعر کہا کرتے تھے۔ آپ کے آبائے بزرگوار کو شیخ الشیوخ سہروردی سے بیعت اور نیز عقیدت تھی۔ اسواسطے آپ کو تیمناً پیر سہرورد کا رسمی مرید کرا دیا تھا۔ ظاہری علوم مین آپ مولانا خواجگی نحوی کے شاگرد ہین۔ جو مولانا معین الدین عمرانی دہلوی کے شاگردون مین سے تھے۔ آپنے ہر ایک علم مین برجستہ۔ متن۔ شرح۔ اور حاشیے لکھے ہین۔ منجملاِن کے آپ کی ایک تفسیر بحر مواج بھی ہے۔ چونکہ یہ فارسی زبان مین ہے۔ لہذا درسی کتب مین۔ اس کا شمار نہین ہوا۔ یہی معانی اگر عربی عبارت مین ہوتے تو عالمون کے نزدیک یہ کتاب کشاف کے ہم پہلو ہوتی۔

کہتے ہین۔ اِس زمانہ مین ایک سید تھے **اجمل** نام۔ جن کے نسب کا جمال حسب کے زیور سے آراستہ نہین تھا۔ سید کے سر مین یہ ہوا بھری۔ کہ ارباب دول کے محفل مین قاضی صاحب کے بالادست بیٹھنا چاہیے۔ قاضی صاحب نے ایک رسالہ لکھا۔ کہ جس مین عالم بے سیادت کو سید بے علم پر فوقیت دی۔ پھر اِس کے بعد دونون کے مساوی درجہ

ہونے کا اقرار کرکے۔ اس بارہ مین دوسرا رسالہ مرتب کیا۔ اور اُس مین تصریح کی۔ کہ میری عالمیت درست اور ظاہر ہے۔ اور تمہاری علویت احتمالی اور مخفی ہے۔ لہٰذا بالادست بیٹھنے کا حق مجکو حاصل ہے۔ جب یہ مناظرہ مولانا خواجگی کے سامنے پیش ہوا۔ تو مولانا شاگرد پر غصہ ہوئے۔ اور سخت ناراضی ظاہر کی جس سے آپ کو شرمندگی ہوئی مجبوراً سادات کی تعریف مین تیسرا رسالہ لکھا۔ اور مناقب السادات نام رکھا۔ اس رسالہ پر آپ کی تمام تصنیفات کا خاتمہ ہوگیا ہے۔ بعض کہتے ہین۔ کہ مناظرہ مذکورہ کے بعد خاتم النبوۃ علیہ السلام نے عالم خواب مین قاضی صاحب کو فرمایا۔ جاؤ۔ جہانتک ممکن ہو۔ سید اجمل کی خوش دلی مین کوشش کرو۔ اس بنیاد پر آپنے سید کی خدمت مین حاضر ہوکر معذرت کی۔ اور یہ رسالہ تالیف فرمایا۔ ہجری سنہ آٹھ سو اڑتالیس مین محفل وجود سے خلوت عدم کو تشریف لے گئے۔ خوابگاہ جونپور۔

یاد میر سید اشرف جہانگیر

آپ کی پیدائش سمنان کی۔ اور قبر کچھوچھہ مین ہے۔ کچھوچھہ ایک موضع ہے جونپور کے علاقہ مین۔ کشف وکرامات۔ اور منازل ومقامات کے آپ مالک تھے۔ آپ کے بیان سے عرفان کا آب حیات بہتا تھا۔ اور آپ کے دل سے شوق ومحبت کی آگ کے شعلے اُٹھتے تھے۔ سیاحی مین میر سید علی ہمدانی کے رفیق تھے قدس سرہما اتفاقات زمانہ سے آپ کا گزر ہندوستان مین بھی ہوا۔ یہان آکر آپ شیخ علاء الحق بنگالی کے مرید ہوئے۔ اگرچہ طریقت کے تمام مرحلے آپ بیعت سے پہلے ہی طے کرچکے تھے۔ آپکے مکتوبات بھی ہین۔ جن مین درویشی مسلک کی حقیقتین اور دقیقے کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے ہین۔ عرفان کی کونسی ایسی گفت وگوئین ہین۔ اور ولولہ پیدا کرنے والی کونسی ایسی باتین ہین۔ جو ہر ایک مکتوب کی سطر سطر مین نہین ہین۔ خدا کرے۔ یہ مکتوبات دوستون کے مطالعہ سے گزرین۔ آپ کے کلام کا زیادہ تر حصہ آپ کے فرزند نے فراہم کرکے۔ ایک بڑی کتاب بنائی ہے۔ اُس مین لکھتے ہین۔ ایک قلندر تھا۔ گانون والے تمام اُس کی خدمت مین حاضر رہا کرتے تھے۔ وہ ہر کسی سے کہا کرتا تھا۔ کہ اشرف اپنے تئین جہانگیر کہتا ہے۔ اور صوفیون کی اصطلاح مین یہ لقب خاص قطب کا ہے۔ اور قطب کی علامت یہ ہے کہ اُس کے جسم کے تمام اعضا ایک دوسرے کا کام کرین۔ ایک روز ایک جگہہ محفل کی گئی۔ اور وہ جگہہ امتحان کے لیے قرار دیکر سید کو مہمان کیا۔ کہانا کہانا شروع ہوا۔ تو آپ نے صرف ہاتھ سے منہ۔ دانت۔ اور حلق کا کام لیا۔ یہ دیکھکر امتحان کرنے والے کو سخت حیرت ہوئی۔ آپ حاجی قاضی شہاب الدین عمر دولت آبادی کے ہم عصر ہین۔ آپنے قاضی صاحب کے خط کے جواب مین عجب ایک خط لکھا ہے جس مین مبحث فرعون کو حل کیا ہے جو فصوص الحکم مین ہے۔ چونکہ کہا

کتاب کو بزرگون کے احوال کے سوا- دیگر بیانات سے کم تعلق ہے- لہذا ہے لوگون کی اہل مضامین سے یہ کتاب خالی رہی-

یاد مولانا رکن الدین خوافی

آپ شریعت دوست- روشن ضمیر- تلاش کے ساتھہ کامیاب- اورعالم باعمل تھے- کہتے ہین- ایک سال کلونجی کی کاشت کی تھی- جب وہ خرمن مین فراہم ہوئی- تو اُس مین سے ایک پیمانہ بہر کلونجی دہقان نے آپ کی اجازت بدون ایک آشنا کو دیدی- اور باقی کے واسطے مولانا سے عرض کیا کہ اُٹھوالی جاوے- آپنے فرمایا- خرمن ابہی ناتمام ہے جب تمام ہو جاوے گا- اُٹھالی جاویگی- اسی طرح پر مولانا کے اور دہقان کے درمیان مین یہ قصہ چلتا رہا- یہان تک کہ کہیت کا کوئی کام باقی نہین رہا- دہقان نے بہت کچھہ غور و فکر کیا- لیکن سواے اُس ایک پیمانہ کے خرمن ناتمام ہونے کا کوئی سبب معلوم نہین ہوا- مجبوراً اُس دی ہوئی کلونجی کو پہر لاکر خرمن مین شامل کر دیا- اُس وقت اجازت ہوئی- کہ خرمن اُٹھاؤ- اور واپس لائی ہوئی مقدار کا سبب چند اُس شخص کو پہنچادو جس سے واپس لائی گئی ہے- اور نیز فرمایا- چونکہ خیانت اور برکت دونون ایک جگہہ جمع نہین ہوتی ہین- اور صورت معاملہ مین خیانت کے معنی پائے جاتے تھے- اِس واسطے اتنے اہتمام کی ضرورت ہوئی-

یاد شیخ سراج سوختہ

آپ کی قبر کالپی مین ہے- کلام ربانی حفظ تہا- مخدوم جہانیان سید جلال بخاری کی امامت کیا کرتے تھے- سید صاحب کی ملازمت سے بہت کچھہ فیض ملتا تھا- اور اپنے خرق عادت کی قابلیت چہپائے رکہتے تھے- سمندر کی طرح محبت کی آگ آپ کی راحت کا باعث تہی- اور ذرہ کی طرح- آفتاب احدیت کے سامنے سرگشتہ رہتے تھے دنیا کی عمر کو ایک روز کی برابر سمجھکر- تمام سال روزہ گرسنگی کے ساتھہ گزارتے- اور تیسری شام کو پُرانے سرکہ سے افطار کرتے- ہمیشہ اسی طرح ناہموار نفس کے ساتھہ لڑائی رہتی تہی- آپ رسمی علوم کی تحصیل مین مولانا خواجگی نحوی کے شاگرد ہین- ایک روز پڑہنے کے واسطے حاضر ہوئے- تو مولانا کو کان کے درد سے معذور پایا مولانا نے فرمایا- اگر مانع سبق رفع ہوجاوے تو تم سبق پڑہ سکوگے- آپنے کہا- بہت اچہا- مولانا کے کان کے پاس اپنا سر لے گئے اور آہستہ سے کہا- اے درد گوش- چلاجا- اِس کہنے سے سوزش درد موقوف نہین ہوئی- دوسری بار پہر کہا- اے درد گوش تجکو سراج سوختہ کہتا ہے- چلاجا- یہ کہتے ہی- اُسی دم فوراً بالکل درد جاتا رہا- اور صحت ہوگئی- اور درس حسب معمول شروع ہوگیا مصرع فراوان باد از ہر سوز سازش-

یاد قطب عالم بٹوہ

آپ کا نام سید برہان الدین ہے - اور آپ مخدوم جہانیان سید جلال بخاری کے پوتے ہین - ہجری سنہ سات سو نوے مین چودہوین رجب کی صبح کو علم کے وحدت خانہ سے وجود کی محفل مین آپ تشریف لائے - سلطان محمد ابن احمد ابن محمد ابن مظفر کا عہد تھا کہ آپ اوچھ خردسالی مین اپنے بزرگوار دادا کے ارشاد کے بموجب گجرات مین آئے - اور بٹوہ ایک کوچہ ہے احمد آباد کا - اُس مین آپنے قیام فرمایا - ایک مدت تک سرکش نفس کے ساتھ مخالفت رکھی - اور اس لڑائی مین اُسپر فتح پائی - آپ - گروہ کے گروہ آدمیون کے پشت پناہ بنے - اور آپکے مسیحائے دم سے ظاہری ومعنوی بیمار شفا پانے لگے - کہتے ہین - جو کچھ آپ کی زبان سے نکل جاتا تھا - چونکہ آپ کا باطنی ارادہ راستی کے ساتھ ہوتا تھا - وہی وقوع مین آجاتا تھا - اِسی قبیل سے تحت الذکر واقعہ بھی ہے - ایک روز علی الصباح گھر سے چلے - تو آپ کا پانون ایک پتھر سے لگا - فوراً بے ساختہ آپ کی زبان سے نکلا - لکڑی ہے - یا پتھر ہے - یا لوہا ہے - روشنی ہونے کے بعد جو دیکھا - تو اُس شے مین تینون طرح کا حصہ اندر نظر آیا - ہجری سنہ ایک ہزار مین تک جب کہ راقم گلزار خاندیس سے گجرات کو جاتا تھا سنگ مذکور اُسی جگہہ موجود تھا اور لوگ دیکھنے کے واسطے جابجا سے آتے تھے - آپ اپنے پدر بزرگوار کے مرید ہین - اور قطب الاولیا شیخ احمد کھٹو سے بھی خرقہ خلافت پایا تھا - اور نیز شیخ احمد کی بہت کچھ نظر پرورش آپ پر تھی - آپ کے گیارہ بیٹے تھے - سب مین بڑے - نیک منش - اور پسندیدہ اطوار سید محمد ہین - جو شاہ عالم کر کے مشہور عالم ہین - سید محمد کے کسی قدر گرامی حالات جداگانہ لکھے جاوینگے - دوسرے بیٹے سید داؤد - سلطان بہادر ابن سلطان مظفر گجراتی کے وزیر اعظم ہین - اور اختیار خان کے لقب سے نامور ہین - ان دونون کے سوا اور بیٹے جو تھے یہ دین کے بارہ مین پہلے بیٹے سے - اور دنیاوی مرتبہ مین - دوسرے بیٹے سے کمتر تھے -

مصرع مدار قرب حق را قطب این بود

یاد سید تاج الدین سوہی نہروالہ

آپ سراج مشائخ شیخ حسام ملتانی نہروالہ کے روضہ مین مدرس تھے - کسبی اور لدنی علوم آپ کو حاصل تھے خرقہ رہنمائی سید برہان الدین کی عنایت سے زیب بدن کیا تھا - جن کا لقب خاص قطب عالم بخاری گجراتی ہے - اور نیز مخدوم بہاسی سے بھی خرقہ خلافت ملا تھا - جن کا نام مولانا یوسف ابن احمد سوہی ہے - مولانا یوسف شیخ سوہی کے خلیفہ تھے اور سوہی کو اپنے پدر بزرگوار مولانا شمس الدین بیرگہ سے خرقہ خلافت ملا تھا -

یاد خواجہ علاء الدین غجدوانی

آپ کے یہاں جاودانی بزم ہمیشہ ہوا کرتی تھی - اسواسطے گویا آپ اِس بزم کے میزبان ہین - اور ایزدی تجلیات مین مدہوش رہتے تے - خواجہ بزرگ کے برگزیدہ یار تے - آلہی اسرار کی آگاہی - اور خدائی اطوار کے بیان کرنے مین آپ یگانہ وقت اور صحیح البیان تے - کہتے ہین - جب معرفتون کے بیان کا جلسہ گرمی پر آتا تہا - تو بیخودی و رفتگی آپ پر ہجوم کرکے آتی تہی - اور اِس کے ہجوم سے آپ کا سمی شعور اور مجازی اور اک بالکل غارت ہوجاتا تہا لیکن گفت وگو کا تار آغاز سے انجام تک نہین ٹوٹتا تھا - غالباً ظاہری عقل کے رخصت ہوجانے سے معنوی ہوش کا چہرہ نمایان ہوجاتا تہا محققون کا قول ہے - اس قسم کا نشہ - طریقت کے سلسلہ مین راستہ چلتے چلتے اُس وقت کیف لاتا ہے - کہ جب لوازم تعینات اور مراتب وجود - جو مطلق ذاتی صفات کے ساتہہ مقید ہین - تبدیل ہوجاتے ہین آپ نے خواجہ بزرگ کی اجازت سے - خواجہ پارسا کی خدمت اختیار کرلی تہی - پیر پارسائے اولیا کا ربط آپ کے ساتہہ یہان تک بڑہا - کہ خواجہ پارسا کو آپ سے ملنے اور ہمراز ہونے کے بدون صبر نہین آتا تھا - نیز خواجہ پارسا نے اپنے مین ایک لحظہ بہی دوری کی طاقت نہ پاکر واپسین سفر تک آپ سے جدائی پسند نہین کی - اور ہمیشہ فرمایا کرتے تے - کہ آپکے دیدار سے خواجہ بزرگ کی گرامی نسبت ہمیشہ دل مین تازہ ہوتی ہے قدس اللہ اسرارہم

یاد سید علاء الدین راہٹی

آپ سید معین ایرجی کے بہائی کے بیٹے (بہتیجہ) اور نیز داماد ہین - آپ کی ذات مین تمام حقیقی کمالات جمع تے اور الٰہی تجلیات آپ کے اوپر وارد ہوا کرتی تہین - آپنے شب قدر بارہا دیکہی تہی - آپ کی خانقاہ مین ایک درخت تہا - ایک روز صبح کے وقت دفعتہً شہر والون نے درخت کی سب سے اونچی شاخ پر ایک رومال بندہا ہوا دیکہا متعجب ہوکر کیفیت حال آپ سے دریافت کی - آپنے فرمایا - گذشتہ شب کو شب قدر تہی - جس وقت یہ درخت جہک کر سر بسجدہ ہوا تھا - اُس وقت مینے یہ رومال شاخ مین باندہ دیاتہا - غرض یہ ہے - کہ تمام سال کی راتون مین شب قدر کے دائر رہنے کا مسئلہ مختلف فیہ ہے - ہمارے زمانہ کے عالمون کو قائلین شب قدر کی طرف مائل ہونا چاہیئے - آپ کی ابدی آرامگاہ راہٹہ ہے - اور راہٹہ ایک قصبہ ہے - سرکار کالپی کا مصرع عرش علی مقام روحش باد -

یاد شیخ الاسلام

آپ کی زاد بوم اُچہہ اور خوابگاہ منڈو (مانڈو) ہے - نام آپ کا چاپلدہ - اور شاہ - راجو قتال کے خلیفہ ہین جن سے خاندان سہروردیہ کا چراغ روشن ہے - اور مخدوم جہانیان قدس سرہ تک سلسلہ بے واسطہ پہونچتا ہے

کہتے ہین۔ آپ عمارت اور آبادی مین کم بیٹھتے تھے۔ ویرانہ اور جنگل مین مقام رکھا کرتے تھے۔ دن کے اولین حصہ مین چار گھڑی دن چڑھے تک درندے اور حشرات الارض۔ سلام کے واسطے حاضر ہوا کرتے تھے۔ ہجری سنہ آٹھ سو دس مین سلطان ہوشنگ پسر دلاور خان غوری کا عہد تھا اُس زمانہ مین سفر حجاز کو آپ جاتے تھے۔ کہ منڈو (مانڈو) پر بھی گزر ہوا محمود خان ابن خان جہان خلجی جس کے سر مین بادشاہ ہونے کی ہوا بھری ہوئی تھی۔ آپ کی ملازمت مین حاضر ہوا کھانا سامنے رکھا گیا۔ آپ نے متواتر چار لقمے محمود خان کے منہ مین دئے۔ اور فرمایا۔ صوبہ مالوہ کی شاہنشاہی تیرے یہان تیرے دیگر تین فرزندون تک رہے گی محمود خان نے شکریہ ادا کر کے عرض کیا۔ یہ آرزو اور ہے۔ کہ معاودت اسی راستہ سے فرمائی جاوے۔ آپنے التماس قبول فرما کر کہا۔ اس راستہ سے معاودت اگر خدا چاہے گا۔ تو ہوگی۔ اور رخصت فرمایا۔ قصہ کوتاہ جس وقت محمود خان کو فرمانروائی کے عین شباب مین خط استوا کے آفتاب کی طرح کمال فروغ حاصل تھا۔ اُس وقت پھر شیخ کی تشریف آوری کی خبر ملی استقبال کر کے کمال تعظیم سے لایا۔ اور جشن شادی کر کے۔ اپنا داماد بنا لیا۔ اور عبادت کی سہولیت کے واسطے آرام و آسائش کے بہشت نما مکانات تیار کرا کر دنیاوی اسباب جس قدر مناسب تھا۔ جہیز کے طور پر۔ خدمت مین پیش کیا۔ آپنے ازراہ استغنا دل نہاد نہ ہو کر پیش شدہ ہدیہ۔ ہمراہیون کو جو صاحب احتیاج تھے۔ اور نیز دیگر باشندگان شہر کو عام طور پر تقسیم کر دیا۔ اور بقیۃ العمر ظاہری اور باطنی علم کا درس اور تلقین دیتے رہے بہت سے طلبا کامیاب ہوئے۔ ایک روز سلطان نے عرض کیا جس طرح زندگی مین ہمیشہ ملازمت میسر آتی رہتی تھی اگر رحلت فرمائی کے بعد بھی ایک ہی جگہہ قبر بنائی جاوے۔ تو دونون جہانکے کام بن جاوین۔ جب آپنے کوچ فرمایا۔ تو بموجب قرارداد آپ سلطانی مقبرہ مین دفن کیے گئے۔ پھر چند روز بعد سلطان کو بھی واپسین سفر پیش آیا۔ سرداران ملک نے بالاتفاق گور شیخ سے اوپر کی طرف سلطان کے مزار کا تعویذ بنایا۔ سلطان مرحوم نے اپنے بیٹے سلطان غیاث الدین کو خواب مین ہدایت کی۔ کہ محمود کا کالبد زمین مین سے نکال کر شیخ کی تربت کے تحت مین دفن کرنا چاہیے عقلانے غور اور فکر کے بعد کہا۔ بہتر یہ ہے۔ کہ شیخ کی قبر سلطان کی قبر کی برابر مین بنادی جاوے۔ اُس وقت شیخ الاسلام کے فرزند شیخ بدھا نے جو اتفاقاً سجادہ نشین تھے۔ بیان کیا۔ آج کی رات کی مہلت دیجاوے۔ کل کے روز جس طرح مصلحت معلوم ہو عمل کیا جاوے۔ چنانچہ اُس روز کام ملتوی رہا۔ رات کو شیخ کی قبر بہیر کی طرف چلی گئی۔ آدھی رات کے وقت قبر کے سرکنے کی آواز مقبرہ کے مجاورون نے اور نیز دوسرے لوگون نے بھی سنی صبح کے وقت جب یہ خرق عادت دیکھی گئی۔ تو سلطان غیاث الدین کو اطلاع کے

ساتھ شہر کے سب چھوٹے بڑون کو سخت حیرت ہوئی - اور حیرت کے ساتھ عقیدت بڑہی مصرع خوابگاہش نسخہ فردوس باد

یاد شیخ محمد پور عیسیٰ

آپ کو محمدی ولایت کے کمالات حاصل تھے - زیادہ عمر پانے مین نوح علیہ السلام کے شریک تھے - اور دونون عالم حق دانش کی بیعت اور تلقین مین پیر ہونے کا مرتبہ پایا تھا - ظاہری علم اور اندرونی بصیرت کا سرمایہ آپ کو شیخ فتح اللہ اودہی کی تعلیم اور رہنمائی سے ملا تھا - جن کو بعض لوگ بدایونی بھی کہتے ہین - ہمیشہ زانوی مراقبہ پر سر رکھنے کے سبب کمان کی طرح آپ کی کمر خم ہو گئی تھی تمام زندگی کا زمانہ تنہائی اور تجرید مین گزارا - اس خوف سے کہ نگاہ عورت پر نہ پڑے - آسمان اور زمین کی طرف کبھی آنکھ بھر کر نظر نہین ڈالی - ہجری سنہ آٹھ سو ستر تاریخ چوبیسوین ربیع الاول کو امکان کے طلسمی کارخانہ (دنیا سے) وجوب کی حقیقی فضا (عالم ارواح) کی طرف کوچ فرمایا - آپکے مریدین اور خلفا مین اُنیس اشخاص زیادہ بزرگ ہین - ان مین سے (ایک) شیخ بدہا حقانی تھے - جن کی رہنمائی کا شہرہ سلطان حسین شرقی کے زمانہ مین عالم تہا - اور دوسرے) بہاء الدین نانہو (تیسرے) شیخ سوندہو بنارسی (اور چوتھے) شیخ احمد عیسیٰ بھی تھے ہو ظاہر کی طرح - معنیٰ آپ کے ساتھ نسبت برادری رکھتے تھے -

یاد مولانا نظام الدین نہروالہ قدس سرہٗ

آپ رسمی علم کے عالم متبحر - اور مستجاب الدعوات تھے - اکثر آپ کی دعاؤن کا تیر - نشانہ پر لگتا تہا - کہتے ہین کہ آپ ہمیشہ شاہ احمد آباد سے اُس قدر وجہ معاش کی درخواست کیا کرتے تھے - جو مدت زندگانی کے واسطے کافی ہو لیکن - قبولیت کا جواب سننے مین نہین آتا تہا - اس سبب سے شکستہ دل رہتے تھے - قصہ کوتاہ ایک روز شاہ احمد آباد ایسے سخت درد شکم مین گرفتار ہوا - کہ کسی درویش کی دعا - اور کسی طبیب کی دوا کارگر نہین ہوئی - شاہ کے خیر طلب لوگ شیخ احمد کہٹو قدس سرہٗ کی خدمت مین گئے - اور احتیاج پیش کی - فرمایا - اس بیماری کا سبب برادرم نظام الدین کی ناخوشی ہے - اُن کی دعا کے علاوہ کوئی علاج نہین ہے - ناچار مولانا کے نزدیک حاضر ہو کر گزری ہوئی حقیقت نیازمندانہ عرض کی - فرمایا - مین اس شرط سے دعا کرون گا کہ بیمار اپنی قلمرو کے تمام علما اور محتاجون کے حقوق - فرمانِ شریعت کے مطابق - ہر سال بیت المال مین سے نکالتا رہے - جواب مین عرض کیا گیا - کہ مستحقین کو اُن کے حقوق سے دہ چند زیادہ ہم پہونچا وین گے - فرمایا - ہماری عادت تمہاری جیسی عادت نہین ہے - ہم حق واجب سے زیادہ نہین لیوینگے - الغصہ شرط قبول کر کے تعمیل حکم عمل مین آئی - اسکے بعد فوراً شاہ کا درد دور ہو کر صحت حاصل ہو گئی - کہتے ہین - اس کے بعد بیت المال مین سے جو کچھ آپ کے پاس

پہنچتا تھا۔ اس میں سے جس سال خرچ سے زائد جس قدر بچ جاتا تھا۔ وہ دارالخزانہ کو آپ واپس فرمادیتے تھے۔ خدا کرے۔ یہ ناصحانہ ذکر۔ والیان ملک کے لئے۔ جو مستحق درویشوں کے حقوق پہونچانے میں کوتاہی کیا کرتے ہیں۔ باعث عبرت ہو **مصرع** وارستہ بود از دو جہان آن عاشق صادق۔

یاد ملک فریدالدین شاہ شہباز

آپ احمد آباد گجرات کے فرزند ہیں۔ جب آپ کی عمر پانچ سال کی تھی۔ تو آپ کے پدر بزرگوار ملک عبدالقدوس اپنے والی عہد سے ناراض ہوگئے تھے۔ اور عہدہ سپاہ داری ترک کرکے بترک سکونت خاندیس میں چلے گئے۔ اس صوبہ کے حاکم نے بھی والی احمد آباد کی طرح آپ کے باپ کا اعزاز کیا۔ آپ اُس وقت مکتب میں پڑھا کرتے تھے۔ لیکن جس قدر عقل اور عمر بڑھتی جاتی تھی۔ اُسی قدر رسمی علوم سے دلچسپی زیادہ ہوتی جاتی تھی۔ جب پدر بزرگوار نے اس جہان کو رخصت کیا۔ تو حاکم نے آپ کو باپ کے منصب پر بلایا۔ مگر آپنے قبول نہین کیا۔ اور عقلی علوم کی تحصیل مین کوشش کرنی شروع کی۔ ایکبارگی خداطلبی کا درد اور خداشناسی کا شوق دل کا دامن پکڑ بیٹھا۔ اب ہمت کے بازون سے پیر طریقت کی تلاش شروع کی۔ اُن ایام مین مخدوم شیخ احمد کھٹو[۵۱] اور قطب زمان شاہ علی خطیب قدس سرہما احمد آباد مین تھے۔ اور طالبان درست اعتقاد کی رہنمائی مین کامل طور پر شہرت رکھتے تھے۔ آپنے چاہا۔ کہ اپنے درد کی دوا۔ ان دونون صاحبون مین سے کسی ایک کی خدمت مین حاضر ہوکر طلب کرین۔ اِسی کشاکش مین تھے کہ ایک رات خواب مین کیا دیکھتے ہین۔ شاہ علی خطیب نے اپنا مرید کرکے تلقین کی چاشنی سے شیرین کام کیا ہے۔ اور خرقہ خلافت پہنا کر فرمایا کہ جو خرقہ بے صحبت ہوتا ہے۔ وہ بے پھل کا درخت ہوتا ہے۔ اُس شب کی صبح ہوتے ہی۔ جو کچھ نقد و جنس پاس تھا۔ سب محتاجون کو تقسیم کردیا۔ اور خالی ہاتھ احمد آباد کا راستہ لیا۔ جب پیر نے آپ کو دور سے دیکھا تو تبسم کنان فرمایا۔ عالم مثال کا ملاقاتی آگیا۔ چند سال بعد جب کہ خدمت کی بدولت۔ معرفت کے عالی مرتبہ پر سرفرازی ہوئی تو رخصت ملی مگر تین شرط پر (اول) وطن کو جانا۔ (دوسرے) کدخدا ہونا۔ (تیسرے) لوگون کی رہنمائی کرنا۔ مجبوراً آپ خاندیس آئے۔ لیکن ایک پہاڑ کے دامن مین سکونت اختیار کی۔ اور مکار نفس کی جنگ مین طرح طرح کی ریاضت کرکے خداپرستی کا معرکہ جیت لیا۔ اِس عرصہ مین باطن پیر سے خواب مین آگاہی ملی۔ کہ حضور حقیقت سے لوگون کی رہنمائی کے واسطے شہر مین سکونت اختیار

۵۱۔ نام موضع ہے۔ اجمیر اور ناگور کے درمیان ہے ۱۲!

کرنے کا فرمان تمہارے نام صادر تھا۔ تم اس کے برخلاف صحرا نشین ہو گئے ہو۔ آپ اس کو خواب وخیال سمجھکر پیر
پیر کی ملازمت مین روانہ ہوئے۔ ملازمت مین پہونچے۔ تو پیر کی زبان سے بھی وہی عالم مثال کا اشارہ پایا گیا۔ اور
پہلے ہی رات کو خواب مین دیکھا۔ قیامت کا شور اٹھا ہوا ہے۔ اور لوگ ہر طرف پریشان دوڑے دوڑے پھرتے
ہین۔ آپکے پیر حضور خاتم النبوۃ علیہ السلام کی کمر مین ہاتھ ڈالے ہوئے۔ اور آپ پیر کی کمر کو ہاتھ سے مضبوط
تھامے ہوئے ہین۔ اور اسی شکل کے ساتھ ایک پہاڑ پر چڑھ رہے ہین۔ اور علیٰ ہذا القیاس آپکے پیچھے بے شمار
جماعت ایک دوسرے کی کمر مین ہاتھ ڈالے ہوئے۔ آپکے نزدیک آرہی ہے۔ پیر نے یہ خواب سنکر فرمایا۔ کہ یہ
جماعت تمام تمہاری پیروی اور رہنمائی سے کرامت اور ولایت کے درجہ کو پہونچیگی۔ لہذا آئندہ لوگون کے
ملنے سے کنارہ کشی نہ کیا کرو۔ نیز پیر نے دو بیٹون کی بھی خوشخبری سنائی۔ اور فرمایا۔ کہ یہ دونون بیٹے عالم دنیا اور عالم
غیب مین مشہور ہونگے۔ اور نفس اور شیطان رجیم پر فتح پا دینگے۔ ایک کا نام عبدالرحیم اور دوسرے کا نام عبدالکریم
ہوگا۔ ناچار آپنے برہان پور مین آکر شادی کی اور پھر تھوڑے عرصہ کے بعد پیر کے فرمانے کے بموجب نہال زندگانی مین
پھل آیا۔ چھیاسٹھ سال ہدایت کی مسند پر بیٹھکر رہنمائی کرتے رہے۔ اور ان دونون لڑکون نے بھی عالم غیب سے اگر دنیا کی
رنگین بسلسلہ پر سلف صالحین کی رفتار رکھی۔ اور نیز ان لڑکون کے علاوہ دیگر بہت سے لوگ آپ کی ملازمت سے
اس درجہ کو پہونچے۔ کہ خود بھی خلیفہ ہوئے۔ اور اورون کو بھی اپنا خلیفہ بنایا۔ منجملہ ان کے بعض کے حالات
جداگانہ لکھے جاوینگے۔ جن کی ملازمت راقم کو حاصل ہوئی ہے۔ یا جن کے حالات ثقہ لوگون کے زبانی راقم کے
سننے مین آئے ہین۔

مسند نشینی کے بعد آپکے بعض گرامی طریقے بیان کرتا ہون (۱) دنیا دارون کے دروازہ پر کبھی نہین گئے
اور کسی کے کھانے مین سے لقمہ نہین اٹھایا (۲) جب کوئی مشکل پیش آیا کرتی تھی جنگل کو چلے جایا کرتے تھے۔ اور دو رکعت
نماز پڑھکر مراقبہ مین بیٹھ جایا کرتے تھے۔ اس وقت حضرت غوث الثقلین سید محی الدین جیلانی قدس سرہ شکی
گھوڑے پر سوار آپ کو نظر آیا کرتے تھے۔ اور نہایت آسان شکل کے ساتھ مشکل کو حل فرمادیا کرتے تھے (۳) ایک روز نماز ظہر
کا وقت تھا پانی تلاش کیا۔ تو نہین ملا۔ اس خوف سے کہ وقت نہ نکل جاوے۔ ایک دیگ آگ پر رکھی ہوئی تھی
جس مین پانی کھول رہا تھا۔ اس مین سے آپنے پانی لیکر وضو کیا۔ اور لوگون کو ابراہیمی معجزہ دکھایا۔ (۴) شب قدر کو
دیکھا تھا (۵) خواجہ خضر سے ملاقات تھی۔ (۶) اپنے آخرین سفر کی آگاہی۔ دوستون کو نو روز پیشتر دیدی تھی
اور اس عرصہ مین سب کو رخصت کر دیا تھا۔ اور فرمایا تھا۔ کہ میرے پاس سے اپنا مقصد بہت سے لوگ حاصل کیا کرتے تھے

اب بھی جو شخص یکدل اور یکرو ہوکر میری قبر کی طرف متوجہ ہوگا - تو جو مہم اُس کی ہوگی - وہ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے پوری کردے گا - آج تک آپ کا فرمانا با اثر ہے - جب نوین روز شام اور شام کے بعد رات ہوئی - تو آپنے آدھی رات کے وقت ایک خادم سے پوچھا کتنی رات گئی ہے - ازراہ سہو اُس کی زبان سے نکل گیا - کہ اشراق کا وقت آگیا - آپنے تبسم کرکے فرمایا - ہان درست ہے - اور اُسی دم آپ کی روح واصل حق ہوئی - اُس وقت شیخ پیر نام ایک شخص باہر نماز پڑھ رہے تھے - اُنھون نے نور کی ایک مشعل کو دیکھا - کہ حجرہ کی چھت توڑ کر باہر نکل گئی - اس چمک دمک کے ساتھ - کہ اُن کو طلوع آفتاب کا شبہ ہوا - اور بے اختیار سُبحَانَ رَبِّیَ الاَعلیٰ کہکر زمین پر سر رکھ دیا

مصرع مطلع خورشید وحدت باد اوج جان او

یاد شیخ حسن محمد اساولی

آپ کا اصلی نام ادھن ہے - اور اساول احمد آباد مین ایک شاہراہ ہے - آپ عالم ارواح اور عالم اجسام دونون کی رموز سے آگاہ اور عقلی نقلی کتب کے عالم تھے - تجرید اور تفرید کے ساتھ آپ کو دلبستگی تھی - ہجری سنہ آٹھ سو چودہ مین آپ کی مثالی صورت عنصری لباس پہنکر - عالم اجسام مین جلوہ گر ہوئی - اور ہجری سنہ آٹھ سو ستر تاریخ تیرھوین شوال کو اصلی وطن کی طرف جو علم الٰہی ہے - خاکی مکان سے معاودت فرما گئے - بہت سے مشائخ سے ملاقات کی - اور فائدہ اُٹھایا لیکن - خلافت دو جگہہ سے ہے - اولاً خرقہ رہنمائی سید برہان الدین قطب عالم بخاری گجراتی سے ملا - اِس کے بعد کلاہ اجازت شیخ نصیر جمال نوساری کی ملازمت سے سر پر رکھی - خوابگاہ اساول -

یاد شاہ نجم الدین مـنـڈوی

آپ ہمیشہ دل خوش - اور ہمت بلند رکھا کرتے تھے - سید نظام الدین ابن سید مبارک غزنوی کے بیٹے ہین آغاز جوانی مین خداشناسی کی ہوا سر مین بھری - لہذا اولاً نظام العرفا کی خدمت مین مرید ہوئے - اور ایک عمر تک امیدوار رہے - کہ معنوی کشف معرفت حاصل ہو - لیکن - اِس آرزو کا قفل نظام العرفا کی کنجی سے نہین کھلا ناچار پیر کی اجازت سے روم کا سفر اختیار کیا - اُس ملک کی دار السلطنۃ مین پہونچے - اور وہان پر شیخ خضر رومی کی ملازمت حاصل کی جو قطب الاولیا کاکی کے خرقہ پوشون مین سے ہین - فرماتے تھے - الٰہی معرفت کے بارہ مین نجم الدین کا ادراک بالکل پژمردہ اور افسردہ تھا - مگر ایزدی مشیت اور پیر بزرگوار کی بشارت کی بدولت شیخ خضر رومی کے عیسوی دیدار نے اولین نوبت مین ہی - نجم الدین کی آرزو مین طراوت حیات پیدا کی - آخر کار آپ قلندرون کے حلقہ مین شامل ہوگئے - اور ایک مدت تک اُس ملک کی سیر و سیاحت کرتے رہے - پھر تقدیر الٰہی

آپ کو ملک ہند مین کھینچ لائی - جب آپ منڈو (مانڈو) مین آئے - تو یہان کی آب وہوا آپکے پانون کی زنجیر بنکر سفر سے مانع ہوئی - ہر ایک گروہ کے بزرگ اصحاب آپسے محبت کرنے لگے - جس کی وجہ سے مسافرت کا خیال آپکے دل سے جاتا رہا منصف بادشاہ کی درویش پرستی اور نیازمندی بھی آپ کی دلچسپی کا باعث ہوئی - اور جو اصحاب کُنج تنہائی مین گوشہ گزین تھے - اُن کی صحبت کچھ ایسی پسند آئی - جس کی چاشنی کے مقابلہ مین - سیاحی کی حلاوت - آپ کو تلخ معلوم ہونے لگی - القصہ جو انواع واقسام کی رعنائی اور دلربائی اس اسلامی شہر مین تمام اطراف سے اُس زمانہ مین جوش کنان پائی جاتی تھی - یہ آپ کی خاطر کے لیے کمند اور آپ کے قلب کے لیے جال بنی - چنانچہ اس فریفتگی کے سبب سے آپ قلعہ کے دامن مین قصبہ نعلچہ کے کنارہ چند لاد تالاب کے متصل جو جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ [۵۱] کے ہم پہلو ہے - گوشہ نشین ہوئے - اور تجرد کی آزادی سے نکل کر تاہل کی بھی زنجیر پانون مین پہن لی - کم وبیش دوسو برس کی عمر پائی - ہجری سنہ آٹھ سو باون مین عالم روحانی کا عزم فرمایا - یہ ایام وہ تھے - کہ سلطان ہوشنگ غوری ابن دلاور خان کی عروج زمانہ کے ملک صوبہ مالوہ مین نماز ظہر کا وقت ہوگیا تھا -

آپ کی بڑی بڑی کرامتین لوگون کے زبان زد ہین - کہتے ہین - ایک رات چراغ مین تیل نہین رہا تھا - خادم نے تیل کی جگہہ تھوڑا سا پانی فتیل سوز مین ڈالکر بتی جلادی - تیل کی طرح روشنی ہوئی - بعدہ ایک مدت تک تیل کی جگہہ پانی جلایا کرتا تھا - چونکہ خادم کا حوصلہ - اس راز کی حفاظت نہ کرسکا - اور یہ راز اُس کے منہ سے نکلکر - کانون مین پہونچا - تو پانی تیل کی نیابت سے معزول ہوگیا - یہ بالکل سچ ہے - کہ اولیا اور اتقیا کے اکثر تصرفات ظاہر اور ثابت ہونے کے واسطے لازمی شرط یہ ہے - کہ تصرفات کا بیان منہ سے نہ کیا جاوے اور وہ کانون تک نہ پہونچین بس جب کبھی اہل کرامت شرطون کے ادا کرنے مین کوتاہی کرتے ہین - تو اللہ پاک بھی خرق عادت کا شرف اُن اصحاب سے لے لیتا ہے - آیہ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ [۵۲] اسی بات کی دلیل ہے -

واضح ہو - کہ جو جزا تکالیف عذاب کو - اور جو پاداش - محنت ومشقت کو شامل ہوتی ہے - یہ بدن کے ناہموار افعال کا عکس ہے - جو آفریدگار عالم کی عدالت اور حکمت کے آئینہ سے منعکس ہوتا ہے -

[۵۳] فَلَا وُجُوْدَ لِلْعَکْسِ دُوْنَ الْاَصْلِ -

[۵۱] ایسے باغ ہین - جن کے تلے نہرین بہہ رہی ہین ۱۲ [۵۲] جب تک کوئی قوم اپنی ذاتی صلاحیت کو نہ بدلے - خدا اُس مین کسی طرح کا تغیر وتبدل نہیں کیا کرتا ۱۲ [۵۳] عکس کا کوئی وجود نہیں ہوتا ہے - سوائے اصل کے ۱۲

شاہ قطب الدین بصیر جونپوری نے جن کو طریقت مین اعلیٰ مرتبہ اور حقیقت مین قطبی درجہ حاصل تہا نجم السادات منڈوی سے فیض بصیرت پایا تہا۔ اور آپ کی ہی بدولت شاہ قطب الدین کا سلوک حد کمال کو پہونچا تہا۔ شاہ قطب الدین کی خوابگاہ جونپور مین ہے۔

دوسرے شاہ نصیر الدین جونپوری تہے۔ جو اطراف جونپور کے نامور مشائخ مین شمار ہوتے تہے۔ شاہ قطب الدین بصیر کے مرید ہین۔ آغاز سلوک مین اپنے پیرون کی پیروی کرکے قلندرانہ لباس مین رہتے تہے۔ مگر آخر میں یہ لباس موقوف کردیا تہا۔ اور خرقہ صوفیہ پہن لیا تہا۔ تقوی کے حدود سے کبہی سر مو تجاوز نہین کیا۔ لیکن شاہ نصیر الدین کے مرید اکثر قلندری لباس مین رہتے ہین منجملہ مریدون کے ایک سید عالم جونپوری ہین۔ جو چند روز تک عالم کون و فساد کے انتظام مین قطب رہے تہے۔ ہمیشہ اپنی گدائی کا حاصل۔ دوسرے حاجتمندون پر صرف کیا کرتے تہے۔ کہتے ہین شیخ امان پانی پتی۔ ابتداے طلب مین سید عالم جونپوری سے ہی بیعت تہے چونکہ سید عالم کی ہدایت سے شیخ امان کا کمال نوشتہ تقدیر نہین تہا۔ اسواسطے کوئی مقصد حاصل نہین ہوا۔ ناچار دوسری جگہہ دل نہاد ہوئے۔ اور شیخ مودود لاری کی ملازمت سے کامیاب ہوئے۔ یہ سرگزشت مفصل طور پر ذکر امانی مین لکہی جاویگی۔ بِعَونِ اللّٰہِ وَ تَوفِیقِہ

جب آپنے رحلت فرمائی۔ تو چند سال بعد سلطان غیاث الدین احمد خلجی نے آپ کی قبر پر۔ اسی تالاب کے کنارہ ایک گنبد تعمیر کرادیا تہا۔ آج کے دن تک کہ ہجری سنہ ایک ہزار اکیس ہے۔ عمارت مذکورہ مین رونق تازگی موجود ہے زمین و آسمان کا خالق۔ اُس کو آفات سے محفوظ رکہے۔

یاد سید احمد رحمۃ اللہ علیہ

آپ محمود کے بیٹے۔ اور اپنے بزرگوار چچا سید حسین خنگ سوار نہروالہ کے مرید اور نیز خلیفہ ہین۔ تجرید و تفرید۔ اور تحقیق و توحید کا راستہ چلنے والون کے پیشوا عشق و شیفتگی کے دریا مین غریق۔ اور شوق و آلام کی آگ میں بالکل جُہلسے ہوئے تہے۔ نہروالہ کے صحیح البیان راویون کے مکتوبات سے نقل ہے۔ جب آپ کے دل کو کمالات کے سرمایہ سے تونگری حاصل ہوئی۔ تو آپ کے عم بزرگوار نے عالم جسمانی سے دار القرب روحانی کو انتقال فرمانے کے وقت آپ کو اپنا جانشین کیا۔ خرقہ خلافت اور سند اجازت آپ کے سپرد کرکے۔ کلاہ رہنمائی آپکے سر پر رکہی۔ اور فرمایا۔ احمد۔ فرزند تیرے واسطے بہتر یہ ہے۔ کہ اپنے حجرہ سے ہر ایک ضرورت کے لئے۔ باہر نہ نکلے۔ اور اپنا پانون کسی شخص کے گہر کی آمد و رفت مین راستہ سے آشنا نہ کرے۔ مگر یہ۔ کہ گاہے ماہے۔ کسی خاص ضرورت سے صحرا اور بیابان کو اپنا جانا جائز سمجہے

مرشد کی نصیحت اور موثر انفاس کی برکت ہے۔ چلنے پہرنے کی خواہش کبہی آپ کی خاطر عاطر مین نہین آئی۔ اور صرف حجرہ کی چار دیوار۔ یا ر دوست کی صفائی سے آپ کی تماشا گاہ بنی رہی۔

اتفاقاً اُن ایام مین المتوکل علی اللہ شیخ عزیز اللہ متوکل منڈوی۔ شہر نہروالہ مین تشریف رکہتے تہے۔ اپنے پیر خواجہ رکن الدین کان شکر کی خدمت مین آلہی معرفت کے حصول کے لیے۔ کوشش کر رہے تہے ایک سال خواجہ رکن الدین پیر کی اجازت سے شیخ عزیز اللہ نے حضرت فرید الحق گنجشکر کے عرس کا ارادہ کیا۔ اور اسواسطے بزرگانِ شہر کی خدمت مین دعوت کے رقعے بہیجے۔ تمام اکابر نے قبول کیا۔ مگر آپنے قبول نہین فرمایا۔ قبول نہ کرنے کی وجہ مین اپنے چچا کی وصیت کا عذر کیا۔ کان شکر نے فرمایا عزیز اللہ مجلس کا انعقاد کسی فرحت افزا صحرا مین کرنا چاہیے۔ تاکہ آپ کو گنجایش عذر باقی نہ رہے۔ اور نقض وصیت بہی نہ ہونے پاوے۔ آپنے اس قرارداد پر دعوت قبول کرلی۔ اور جب مجلس عرس مین جانے کا عزم کیا۔ تو سجادہ اپنے چہوٹے بہائی سید یعقوب کے حوالہ فرمایا۔ جو ظاہری اور باطنی کمالات سے آراستہ تہے۔ اسی سلسلہ مین بابہی والون کو یہ بہی فرمایا۔ کہ ہمارے والپسین سفر کا وقت قریب آگیا ہے۔ جب آپ مقام عرس مین پہونچے۔ اور ہر طرح کی معرفت کی باتین۔ دل کو الجہانے لگین۔ تو آپنے حاضرین کو فرمایا عشق ومحبت کی کوئی حکایت اگر یاد ہو تو بیان کرو۔ کیونکہ درویش کے کان دوستی کا قصہ سننے کے مشتاق ہین۔ ادب کے لحاظ سے ہر ایک نے عذر کیا۔ آپنے فرمایا نوع ادب مین نو کامل تعمیل حکم ہے۔ مجبوراً ایک شخص نے قصہ آغاز کیا۔

ایک کلال تہا۔ جس کو اپنی محبوبہ کے ساتھہ کمال محبت اور عشق تہا۔ چونکہ وہ عقیمہ تہی۔ اسواسطے اُسنے ایک روز اپنے شوہر سے کہا کہ اگر آپ کسی دوسری عورت سے عقد کر لیوین۔ تو نا موزون نہین ہے۔ کیونکہ آپ کا کوئی جانشین نہین ہے۔ شاید دوسری عورت سے آپکے کوئی لڑکا پیدا ہو جاوے۔ اور میرے عقر کی وجہ سے آپ کی نسل ضائع نہ ہو۔ کلال نے جواب دیا۔ کہ محبت کی غیرت مجکو اجازت نہین دیتی ہے۔ کہ تمہارے موجود ہوتے ہوئے مین کسی اور سے عقد کرون۔ عورت نے پہر کہا۔ جب محبت حد کمال کو پہونچ جاتی ہے۔ تو اُس مین رشک اور نقصان کا کوئی خوف باقی نہین رہتا ہے۔ خدا کا شکر اور احسان ہے۔ کہ میری اور آپ کی محبت کمال کے درجہ کو پہنچی ہوئی ہے اور اِس عمدہ کام کی اجازت مین اپنی خوشی سے دیتی ہون۔ یقین کر کے ماننا۔ کہ بنیاد محبت مین سے ایک اینٹ کا بہی نقصان نہین ہونے پائے گا۔ جب عورت کا اصرار حد سے گزر گیا۔ تو مرد مجبور ہوا۔ ایک نئی عورت بہم پہونچائی۔ جو جمال اور جوانی مین تقویم پارینہ سے احسن تہی۔ خلاصہ کلام یہ۔ کہ خوشخوئی۔ اور دلربائی کے اعتبار سے اس حد بند

کے ربط و رسم نے اُس قدیمہ کی یاد آہستہ آہستہ بالکل دل سے بہلادی - اور اُس کے شربت وصال نے اُس کے خیال کا نقش - مرد کے صفحہ خاطر سے قطعی دہو ڈالا - یہانتک کہ ایک عمر کے بعد بہی قدیمہ کا نام شوہر کی زبان پر نہین آتا تہا - اور وہ بیچاری بہ مجبوری صبر اختیار کرکے - جس گہر مین سواری کا جانور بندہتا تہا - گوشہ گزین ہوگئی تہی - اور فراق کا زمانہ یاد دوست مین گزارتی تہی - ایک رات ایسا اتفاق ہوا - کہ اُس مکان مین - آگ لگی - کلال کو بہی خبر پہونچی - کہ فلان گہر مین آگ لگی ہے - نوکرون کو پکار کر کہا - جلد دوڑ و اور جو چیز اور اسباب اس مکان مین ہو نکال لو - اور اُس عورت کا نام لیکر کہا - کہ اُس کو بہی اس ناگہانی آفت سے بچاؤ - جب اُس ناامید نے یہ خوش خبری سنی - کہ اِس تقریب سے میرا نام شوہر کی زبان پر آیا ہے - تو اپنے دل مین خیال کیا - کہ میرا نام سالہا سال کی بعد آگ لگنے کے طفیل مین دوست کی زبان پر آیا ہے لہذا یہ مناسب نہین ہے - کہ مین اِس آگ سے جدائی اختیار کرون - بلکہ بہتر یہ ہے - کہ اپنے تئین پروانہ کی طرح جلادون ہر چند چارون طرف سے کوشش کی گئی - وہ آتش فراق کی جلی ہوئی تہی - اُس نے مشتعل آگ سے قدم باہر نہ نکالا - اور اپنے تئین خدا کے سپرد کر دیا"

جب حکایت ختم ہوئی - تو جوش و خروش شروع ہوا - آپنے قوالون کو فرمایا - کہ وہ غزل گاؤ - جس کو سنکر قطب الاولیا خواجہ قطب الدین بختیار اوشی اس عالم آب و گل سے - جان و دل کی معراج کو کوچ فرما گئے تہے - چنانچہ غزل گائی گئی جب غزل کے اشعار الاپ مین آئے - اور اس شعر پر نوبت پہونچی **بیت**

کشتگانِ خنجر تسلیم را	ہر زمان از غیب جانے دیگر ست

سید کے اشتیاق کا شعلہ بہڑک اُٹہا - اور طلب کی آگ زیادہ مشتعل ہوئی - اسی حالت مین موذن نے تکبیر کہدی آپ بحضور تمام نماز کی طرف متوجہ ہوئے - اور آخر مین سجدہ مین جان سپرد جانان کردی - اور ابدی وصال حاصل ہوگیا - **بیت**

گر آرزو بقدر گرفتاری دل ست	وصل ابد مہی شکند آرزوے ما

۵۱ کان ذلک فی السابع من المحرم الحرام من شہور سنہ ثمان مائۃ و نیف[۵۲] و مرقدہ فی روضۃ عمہ الشریف السید حسین قدس سرہما -

یاد مولانا فتح اللہ

آپ حقائق پناہی مولانا عبدالرحمن جامی کے ہم عصر تہے - طریقت اور حقیقت مین آپ کا قدم استحکام کے

۵۱ یہ واقعہ ہجری سنہ کچھ اوپر آٹہ سو کے محرم مہینے مین ہوا ہے - اور آپ کا مرقد - آپ کے بزرگوار چچا سید حسین کے روضہ مین ہے - قدس سرہما ۱۲ - ۵۲ عقد یعنے جس قدر بہی زیادہ ہو - وہ نیف ہے ۱۲ قاموس -

سلسلہ جما ہوا تھا مولانا غیاث الدین احمد کی خدمت میں ہمیشہ دوستی اور ازواری کی راہ سے آمدورفت رہتی تھی۔ ایک روز بسلسلہ اظہار خیالات آپنے بیان فرمایا۔ کہ ظاہری علوم کی تحصیل پر دل کو قناعت نہیں ہے۔ اگر اجازت ہو۔ تو یہ کتابی تحصیل ترک کرکے اپنا زمانہ عمر یاد الٰہی میں گزاروں۔ اور درویشانہ رفت و روب لا جاروب (پنجہ) سے دل کا ویران مکان پاک صاف کرکے عرفانی شمع اُس میں روشن کروں۔ فرمایا۔ یہ مبارک خیال مولانا جامی کے حضور میں عرض کرنا چاہئے۔ چنانچہ تعمیل کی گئی۔ جواب ملا۔ جو کتاب تم پڑھ رہے ہو۔ پریشان حالی اور آشفتگی کے ساتھ جیسے ہو سکے۔ تمام کر کے فقہ میں سے بقدر ضرورت یاد کر لو۔ اس کے بعد خدا کے ہو جاؤ اور خودی کا گھر بیخ و بنیاد سے اُکھاڑ پھینکو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا۔ تھوڑا عرصہ گزرنے نہیں پایا تھا۔ کہ اپنے وقت کے ارباب طریقت میں آپ سرگروہ ہو گئے۔ مصرع بہرہ مند از علوم ربی گشت۔

یاد شیخ عزیز اللہ

آپ شیخ یحییٰ ابن شیخ لطیف الدین کے بیٹے۔ اور فاروقی نسل ہیں۔ فرخ شاہ کابلی سے سلسلہ جا ملتا ہے خواجہ رکن الدین چشتی کے مرید اور خلیفہ ہیں۔ جن کی قبر نہر والہ میں ہے۔ کہتے ہیں۔ آپ اور آپکے بھائی شیخ احمد دونوں خردسال تھے۔ کہ باپ کا سایہ سر پر سے اُٹھ گیا۔ ماں کی ہمت اور اجازت سے نہر والہ میں خواجہ رکن الدین چشتی کے پاس آئے۔ ماں نے اپنے سر کی چادر بیٹوں کو دیدی تھی۔ کہ میری نشانی ساتھ لیتے جاؤ۔ جب دونوں بھائی خواجہ کے آستانہ پر پہونچے۔ تو خواجہ کی ضمیر میں عکس پڑا۔ کہ شیخ یحییٰ دہلوی کے دو لڑکے دروازہ پر کھڑے ہیں۔ خواجہ نے خادم کو فرمایا۔ اجازت دو۔ تاکہ اندر آجاویں۔ وہ دونوں نوجوان ہاتھ پر چادر رکھے ہوئے اندر آئے۔ خواجہ نے بے نہایت نوازش اور مہربانی فرمائی۔ چند روز بعد شیخ احمد کو انتظام راہ کرکے دہلی کو واپس کر دیا۔ اور فرمایا کہ شیخ احمد کی ظاہری و باطنی گرہ کشائی۔ ماں کی خدمت اور فرمانبرداری میں ہے۔ اور شیخ عزیز اللہ کی کشود کار نہر والہ درویش کے نام لکھی ہوئی ہے۔ چنانچہ عزیز اللہ کو پاس رکھکر پان کی خدمت سپرد فرمائی۔ آپ کو بھی اس خدمت میں دل جسپی ہو گئی۔ ایک روز رات کو پان نہیں رہے تھے اور رات آدھی سے بھی متجاوز ہو گئی تھی۔ قلعہ کا دروازہ بند کر دیا گیا تھا۔ اس خوف سے کہ خواجہ پان مانگیں گے۔ اور نہ پاوینگے۔ تو بد خدمتی کے ساتھ نامزد ہو جاؤں گا۔ موری کی راہ سے باہر گئے۔ اور تنبولی کے گھر پہونچکر پان لے آئے۔ جب وقت ضرورت پان مل گیا۔ اور خواجہ کو یہ بھی معلوم ہوا کہ پان نہیں تھے۔ اور فلاں شکل سے بہم پہونچائے گئے ہیں۔ تو کمال عنایت سے فرمایا۔ کہ الٰہی فیض سے جو کچھ آج کی رات میں رکن الدین کو پہونچے گا۔ وہ تمہارے نام کر دیا جاوے گا۔ آپ ہی کے حوالے سے لوگ کہتے ہیں

کر بیان کرتے تھے۔ اُسی شب مین صفاتی اور افعالی توحید کا وجدان ہوا۔ اور دل مین یہان تک فروغ پیدا ہوا۔ کہ خود بینی سے نجات مل گئی چند روز بعد آپ پیر کی اجازت سے احمد آباد مین آئے۔ یہان شیخ احمد کھٹو[۵۱] سے ملاقات ہوئی ایک روز آپنے شیخ احمد سے پوچھا۔ اِس صوبہ کا پیر کون ہے شیخ احمد نے کہا۔ جو شخص جسم کے بارسے جلد سبک دوش ہوجاوے۔ انہین ایام مین شیخ احمد بیمار ہوئے۔ اُنہون نے ایک درویش کو دو پارچہ۔ اور ایک شیشہ گلاب کا دیکر آپکے پاس بھیجا۔ آپنے قبول نہ فرمایا۔ اور کہا۔ درویشون کو دعا ہی کافی ہے۔ درویش جو کچھ لایا تھا۔ پھیر گیا۔ شیخ نے فرمایا۔ آپ اس پردہ مین ایسا کہتے ہین۔ کہ احمد کا کفن اسی پارچہ سے ہوگا۔ اچھا اس کو حفاظت سے رکھو۔ یہان تک کہ نتیجہ ظاہر ہو۔ خلاصہ کلام یہ۔ کہ جب خیال کے موافق ظہور ہوگیا تو آپنے شیخ احمد کو قبر مین دفن کرکے۔ دولت آباد دکن کا راستہ لیا۔ چونکہ وہان پر پیکر پرستی کا رواج تھا۔ اور لوگون کے کاروبار کا بست وکشاد برہمنون کے ہاتھ نظر آیا۔ لہذا آپنے ارادہ مالوہ کا کیا۔ جب آپ دریاے نربدا کے کنارہ پہونچے تو وہان سے سلطان محمود ابن خان جہان کے پاس یہ پیغام بھیجا۔ مین اس شرط سے شہر مین آتا ہون کہ سلطان استقبال نہ کرے۔ اور میرے ملنے کے واسطے نہ آوے۔ اور نہ کچھ ہدیہ بھیجے۔ سلطان نے یہ حکم سر آنکھون پر لیا۔ اور آپکے قدم سے شہر مین رونق حاصل ہوئی۔ چند روز بعد محمود نے اپنی بیتابی اور محرومی کا گلہ۔ محرمان شیخ کے نزدیک کرنا شروع کیا۔ آپنے فرمایا اگر صرف ایک دفعہ کے دیکھنے پر سلطان راضی ہو۔ تو دریغ نہین ہے۔ اور قسم کا کفارہ سہل ہے۔ اِس کے بعد فرزندون کو گجرات بھیج دیا۔ اور خود منڈو (مانڈو) مین گوشہ نشین ہوگئے۔ شیخ صالح ابن رفیع الملک نے مُعنعنً (ابًا عنْ جدٍّ) اپنے آباو اجداد سے بیان کیا ہے۔ ایک رات شیخ عزیز اللہ کی طبیعت مین انقباض پیدا ہوا حجرہ سے گھر مین چلے آئے۔ اور اندر والون سے پوچھا۔ کیا تم لوگون کے پاس دنیاوی چیزون مین سے کچھ ہے۔ دایہ نے جواب دیا۔ کہ آج کل بی بی دُر ملکہ کا دودھ چھوڑایا ہوا ہے۔ اسواسطے اُس کے لیے۔ روٹی کا ٹکڑہ باریک کرکے ایک پیالہ دودھ مین بھگو رکھا ہے۔ فرمایا۔ باہر لیجاؤ۔ اگر کوئی درویش نہ ملے۔ تو کسی جانور کو دیدینا۔ یہ کہکر پھر حجرہ مین چلے آئے۔ جب شیر خوار بچی نے بھوک سے رونا شروع کیا۔ تو دایہ اُس کو آپکے پاس لے آئی۔ اور مصلے کے پائین مین لٹادیا۔ آپنے اپنے پانون کا انگوٹھا بچی کے مُنہ کی طرف بڑھایا۔ بچی انگوٹھا چوسنے لگی۔ اور رونے سے چپ ہوگئی۔ اِس رات کو بحکم خدا ہاتف غیبی کی طرف سے سترہ بار عزیز اللہ المتوکل علی اللہ کی ندا سنے مین آئی۔ اُس وقت سے لوگون نے بھی آپ کو اسی خطاب کے ساتھ نامزد کردیا مصرع چون نام خویش ہست عزیز خدا و خلق

---

[۵۱] - ایک موضع کا نام ہے جو اجمیر اور ناگور کے درمیان مین واقع ہے ۱۲-

یادشاہ عالم گجراتی

آپ کا نام سید محمد ہے۔ اور آپ قطب عالم کے بیٹے ہین۔ چونکہ منجھلے بیٹے تھے۔ لہذا منجھن بھی نام تھا جس کے معنی متوسط ہین۔ آپ تمام تصوف کے مقامات اور طریقت کی منزلون پر پہونچے ہوئے تھے۔ آپ کے اُستاد شیخ سراج الدین علی چشتی احمد آبادی سے لوگ روایت کرتے ہین کہ فرماتے تھے۔ عنصری جسم مین آپ کے نفس ناطقہ کا نزول تاریخ نوین ذی قعدہ ہجری سنہ آٹھ سو سترہ کی رات مین ہوا۔ اور آغاز زمانہ ہوش سے امیرون اور سردارون کے میل جول سے دور۔ اور دانش و بنیش کی تحصیل مین مصروف رہے۔ عہد کر لیا تھا کہ نوکری نہین کرون گا۔ گو بادشاہ ملک اپنی تمام قلمرو وجہ معاش مین مقرر کر دیوے۔ چونکہ آپنے اِس میدان مین قدم استحکام کے ساتھ جمایا تھا۔ لہذا۔ چندروز بعد اُس سرزمین کے تمام امرا اور سلاطین آپ کی آستانہ بوسی کو وجہ پشت پناہ سمجھنے لگے نیز اپنے مکانون مین، آپ کی تشریف آوری کو باعث افتخار جانتے تھے۔ لکھا ہے۔ کہ جب صادق اور با اعتقاد مریدون کی نظر آپ کے نورانی چہرہ پر پڑتی تھی۔ تو وہ بالکل بے قابو ہو کر سجدہ مین سر رکھ دیا کرتے تھے۔ جب یہ بات اکثر لوگون کی زبانی سننے مین آئی۔ تو مولانا سراج الدین عالم ملتانی نہروالہ جن کا عمل علم کے مطابق تھا۔ شاہ کی ملازمت مین آئے۔ تاکہ سجدہ کرانے سے روکین۔ کیونکہ شریعت مین یہ امر بالکل ناجائز ہے۔ زیادہ تر تعجب کی یہ بات ہے۔ کہ جب مولانا سراج الدین کی نظر شاہ کے جمال پر پڑی۔ تو مولانا نے بے ارادہ سر زمین پر رکھ دیا۔ اور رسم سجدہ بجالائے۔ شاہ نے فرمایا۔ مخلوق کے سامنے سجدہ کرنا نادرست ہے۔ مولانا نے جواب دیا۔ بیشک یہ ہی ہے۔ لیکن مین کیا کرون۔ مجھہ مین ضبط کی طاقت ہی نہ رہی۔ اسکے بعد حقائق بیانی کا سلسلہ شروع ہوا۔ اور بہت کچھہ اسرار کے معماحل کئے گئے۔ تریسٹھہ سال کی عمر پائی۔ اور بیسوین جمادی الثانی ہجری سنہ آٹھہ سو اسی کو روحانی عالم کی طرف کوچ فرما گئے۔ آپ کی قبر رسول آباد مین ہے۔ جو احمد آباد گجرات کا ایک محلہ ہے۔

یاد قاضی عطاء اللہ چشتی قدس سرہ

بعض روایت سے آپ کی ولادت دہلی کی ہے۔ بیعت طریقت کے آپ کے پیر کون تھے۔ یہ حال کہین لکھا ہوا نہیں دیکھا گیا۔ آپ اپنے زمانہ مین عالمون اور کامیاب ارباب سعادت کا مرجع تھے۔ کہتے ہین۔ جب آپ سفر حجاز سے ہند مین لوٹ کر آئے۔ تو جو مومنہ آپکے نکاح مین تھی۔ وہ دختر کو چھوڑ کر اِس جہان سے کوچ کر گئی۔ جب وہ لڑکی باپ کی پرورش سے بڑی ہوئی۔ اور اُس کی عمر دس برس سے متجاوز ہو گئی۔ تو حضور خاتم النبوۃ علیہ السلام نے خواب مین ارشاد فرمایا عطاء اللہ تمہاری لڑکی شیخ بہاء الدین صدیقی کے نام سے بروز ازل نامزد ہو چکی ہے۔

جو منڈو (مانڈو) مین گوشہ گزین ہین ۔ تم مانڈو مین جاؤ ۔ اور تعمیل کرو ۔ ناچار آپ گجرات سے منڈو مین آئے ۔ اور شیخ بہاءالدین کو تلاش کیا ۔ جب پتہ لگ گیا تو حسب الارشاد نسبت مذکورہ عمل مین لائی گئی خود بھی آپنے اسی شہر کی اخیر سرحد کے کنارہ ایک گوشہ اختیار کر لیا تھا ۔ اور وہین رہے یہان تک کہ اخروی سفر کا وقت آگیا ۔ آپ کی قبر پر سلاطین خلجی نے ایک گنبد تعمیر کرا دیا ہے ۔ شیخ نجم الدین ابن بہاءالدین جو شاہ میانجی چشتی منڈوی کے باپ ہین ۔ آپ ہی کی اولاد مین

یاد مولانا سعدالدین کاشغری

آپ **فنا فی اللہ** کے جنگل کی گھاٹیان طے کر چکے تھے ۔ اور **بقا باللہ** کے دریا مین تیرا کرتے تھے حقائق آگاہ مولانا عبدالرحمن جامی نے لکھا ہے ۔ آپ کے جذبات اور حالات کا یہان تک جوش تھا ۔ کہ جن ایام مین آپ کی توجہ عالم اسرار کی طرف ہوئی تھی ۔ ان ایام مین بے خودی اور بیہوشی آپ کو غنودگی کے طور پر ہوا کرتی تھی ۔ ایک روز مینے ناواقفیت سے عرض کیا ۔ کہ آپ اگر ایک لحظہ کے واسطے تکیہ پر سر رکھکر آرام لے لین ۔ تو نا وقت نہین ہے ۔ فرمایا ۔ جامی یہ گمان نکر نا کہ اس گروہ کو خواب شیرین کے سوا کوئی اور نشہ بھی سرور پیدا کر سکتا ہے ۔ یہ ارشاد سرزنش سنکر مین خجالت سے عرق عرق ہو گیا ۔

غوثی اس مین شک نہین ۔ کہ تمام آدمی صورت و شکل مین باہم مشترک ہین ۔ مگر اس اشتراک سے نتیجہ نہین نکالنا چاہیئے ۔ کہ معنی مین بھی باہم شامل ہین ۔ بلکہ ایسا حال ہے ۔ کہ ایک شخص تو آنکھین بند کرکے الٰہی باغ کی سیر کرتا ہے اور اسی طرح کا دوسرا آدمی ان غافلون مین سے ہوتا ہے جو بیہوشی کی بساط پر بیٹھے ہوئے اونگھا کرتے ہین **بیت**

پوشیدہ چشم با تو نشستن بہ بزم فکر	قانون ہم نشینی اہل دیار ماست

یاد شاہ عبداللہ شطاری

حضرت اعلیٰ آپ کا لقب ہے ۔ آپ حسام الدین کے بیٹے ہین ۔ جن کا سلسلہ اس طرح پر ہے ۔ حسام الدین ابن رشیدالدین ابن ضیاءالدین ابن نجم الدین ابن جمال الدین ابن شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی ۔ اور شیخ محمد عارف کے خلیفہ ہین ۔ جن کو شیخ محمد عاشق سے خلافت تھی ۔ ان کو اپنے باپ شیخ خدا قلی ماوراءالنہری سے ان کو شیخ ابوالحسن عشقی سے ۔ ان کو مولانا ابوالمظفر ترک سے ۔ ان کو شیخ ابویزید اعرابی سے ۔ ان کو شیخ محمد مغربی سے ۔ اور ان کو سلطان العرفا شیخ ابویزید بسطامی سے تھی ۔ **قدس اسرارہم** ۔ اسی سبب سے اس سلسلہ کو ایران اور توران مین عشقیہ ۔ اور دارالملک روم مین بسطامیہ کہتے ہین ۔ لکھا ہے ۔ دعوت کا علم ۔ ذکر کرنے کا طریقہ ۔ اور شغلون کی روش ۔ کہ انہین ہر مشہور سلسلون مین سلوک و ہدایت کا دارومدار ہی ۔ یہ سب کچھ آپ عمل مین لائے ۔ اور بزرگان طریقت سے حاصل کی تھے

ایک رسالہ لطائف غیبیہ آپ کی تصنیفات سے ہے۔ سلطان غیاث الدین خلجی شاہ مالوہ کے نام ترتیب دیا تھا۔ اس رسالہ مین آپ لکھتے ہین۔ توحید کے اسرار۔ وجد کے اطوار۔ الٰہی حقائق۔ اور طریقت و حقیقت کے دقیقے جو صفحۂ خاطر کی لوح پر محفوظ تھے۔ یا تو وَعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا کی رہنمائی کی بدولت۔ مبدء فیاض سے بے واسطہ پہونچے تھے یا فَسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ کے حکم کے بموجب مشائخ طریقت سے بالواسطہ معلوم ہوئے تھے۔ اِن سب باتون کو قلم کے ذریعے سے اوراق مین ثبت کیا ہے تاکہ اہل ظاہر اور اہل باطن دونون کو فیض پہونچے۔ اور رحمۃ للعالمین ہونے کا اطلاق خلافۃً میر او پر بھی صادق آوے نیز لکھا ہے۔ کہ نفی و اثبات کے ذکر کی تلقین بہت سے ہادی اور مقبول اصحاب سے مجکو پہونچی ہے۔ مین جن ایام مین بخارا مین تھا اُس وقت مینے سناتھا۔ کہ شیخ مظفر کتانی خلوتی۔ جو نیشاپور مین ہین۔ صوفی کو تین روز کی خلوت مین خدا تک پہونچادیتے ہین۔ فوراً مین شیخ مظفر کی خدمت مین دوڑا گیا جس قدر کانون سے سناتھا۔ اُس سے ہزار حصہ زیادہ آنکھون سے دیکھا۔ ایک عرصہ تک شیخ مظفر کی ملازمت کرکے نفی و اثبات کا ذکر۔ اور اُس کا تصور یاد کرلیا۔ یہ طریقہ شیخ مظفر کو شیخ ابراہیم عشق آبادی سے۔ اِن کو سید نظام الدین حسین سے ان کو شیخ محمد خلوتی سے۔ اور ان کو شیخ نجم الدین کبریٰ سے حاصل ہوا تھا۔ اسی سلسلہ مین خراسان اور عراق کی سیاحی کرتا ہوا۔ آذربیجان کے ملک مین پہونچا۔ یہان پر سید علی موحد کی ملازمت حاصل کی۔ سید علی موحد کو۔ شریعت۔ طریقت۔ اور حقیقت مین زیور کمالات سے آراستہ پایا اور ان کی صحبت سے مجکو بہت کچھ فائدہ پہونچا۔ سید علی موحد کو شیخ زین الدین خوافی سے اجازت تھی۔ جو چار واسطہ سے شیخ الشیوخ سہروردی کو پہونچتے ہین۔

آپ ہجری سنہ آٹھ سو نوے مین ترک تعین کرکے خلوتخانہ لاتعین کی طرف کوچ فرماگئے۔ آپ کی خوابگاہ شادی آباد (مانڈو) مین ہے سلاطین خلجی کے مقبرہ کی جنوبی سمت مین۔

شاہ کے جسم پر سلطانی لباس اور ہمراہی صوفیون کے جسم پر فوجی وردی ہوتی تھی۔ اس شان کے ساتھ علم اُٹھاتے تھے۔ اور نقارہ بجاتے تھے۔ اسی طمطراق کے ساتھ سیاحی کرتے تھے اہل جہان کا تماشا کرکے فیض پہونچاتے تھے اور فائدہ بھی اُٹھاتے تھے۔ اثنائے راہ مین جس زمین اور مکان پر پہونچتے تھے۔ اُس سرزمین کے مشائخ کو پیغام بھیجتے تھے۔ کہ ایک درویش نے اس خیال سے سیاحی اختیار کی ہے۔ کہ اگر کلمۂ توحید کے معنی کوئی شخص اُس سے بہتر جانتا ہو۔ تو وہ مسافر کو تعلیم کردیوے۔ اور اگر ایسا نہ ہو۔ تو مقیم لوگون کا بے منت فائدہ

لہ اور ہمنے اپنی طرف سے اُس کو ایک خاص علم سکھادیا تھا۔ ۱۲ لہ تو گواہ اگر تم کو معلوم نہین ہے۔ تو اہل کتاب سے پوچھ لیا کرو۔

اِس مین ہے کہ وہ گنج توحید سافر سے حاصل کرلیوین - کیونکہ ایسی فرصت جس مین اسباب سعادت بہی بہم پہونچین - دشواری سے ہاتہہ آتی ہے - **القصہ** - جب آپ بنگالہ مین پہونچے - توحسب معمول ہی پیغام شیخ محمد عُلا کے پاس ہی بہیجا - جو آج کے روز شیخ قاضن شطاری کے نام سے نامزد ہین شیخ محمد عُلا نے جواب دیا - کہ ایسے فضول گو اشخاص - خراسان اور پاس سے بہت آتے ہین - پیغام دینے والے شاہ صاحب نے جواب سنکر فرمایا - شیخ محمد عُلا کے کمالات کا ظہور - مجہہ ہی فضول گو کی تلقین پر منحصر ہے - اِن ایام مین سلطان غیاث الدین خلجی نے چیتور کے قلعہ کا محاصرہ کر رکہا تہا - آپ نے بنگالہ سے معاودت فرمائی - تو اُسی راہ سے آکر قلعہ مذکور کے نیچے آٹہرے - سلطان نے حاضر ہوکر آستانہ بوسی کی - اُسی مورچہ سے جو آپ کی خیمگاہ کی برابر مین تہا - آپ کی توجہ کی بدولت اتنے تہوڑے روز کے اندر قلعہ فتح ہوگیا - کہ گمان مین ہی نہین آسکتا ہے - سلطان نے نہایت تعظیم اور اعزاز کے ساتہہ آپ کو اپنی روانگی سے پیشتر دارالاسلام منڈو (مانڈو) مین روانہ کیا - کہتے ہین - اسی کے قریب قریب شیخ محمد عُلا نے چلہ کیا تہا - ایک رات شیخ محمد عُلا کے پدر بزرگوار نے خواب مین فرمایا - عُلا - تمہاری گرہ کشائی اس قسم کی ریاضت سے تعلق نہین رکہتی ہے - بلکہ اُسی خراسانی فضول گو کے حوالہ ہے - جس سے تم کو انکار ہوچکا ہے - مجبوراً دشواری کے ساتہہ اور تن تنہا وطن سے سفر کرنا پڑا - اور منڈو مین حاضر آئے - شاہ کے دروازہ پر تین روز تک کہڑے رہے - اور انتظار کیا - چوتہے روز کی صبح کو شاہ صاحب باہر تشریف لائے - امتحان لیا - اور بہت کچہہ سرزنش کی اور موثر نصیحتین فرماکر معلومات سے گران بار کیا چندروز بعد خلعت خلافت سے سرفراز کرکے وطن کو روانہ فرمایا

اس سلسلہ کے پیرون کو شطاری اس سبب سے کہتے ہین - کہ شطاری مشائخ شاہراہ طریقت کے سلوک مین - دوسرے خانوادون کے مشائخ سے زیادہ تیز - اور تیز رفتار ہوتے ہین - چنانچہ کہتے ہین - جو ان کا اول قدم ہوتا ہے - وہ دوسرے درویشون کا اخیر قدم ہوتا ہے - ایک مدت تک اس معما کے حل کرنے مین اندیشہ جولانی کرتا رہا - اور پریشان رہا - جب اس سلسلہ کے اشغال اور اذکار کے اصول پر آگاہی ہوئی - اور دوسرے گروہ کے صوفیون کا سلوک - ان کے برابر مین لاکر مقابلہ کیا - تو سوائے اِسکے کوئی تفاوت نظر نہین آیا - کہ شطاری مشرب مین صوفی اپنے تئین عین ذات جان کر بڑہی درسیدہی - عالم التعینات مین مرکز خاک تک نزول کرتا ہے - اور اِسکے بعد جیسے نزول کیا تہا - ویسے ہی عروج مین - ہر منزل کی آئین چہوڑتا ہوا - پہر عالم الہ کو پہونچ جاتا ہے - اور جمہور مشائخ کے طریقہ مین یہ بات ہے - کہ طالب اولاً درجہ بدرجہ عالم ناسوت سے صعودی سیر فرماتا ہوا - وحدت وجود کے مرتبہ تک ترقی کرتا ہے - اور پہر اُس مقام سے تعینات کو قبول کرتا ہوا - اور ہر ایک تعین مین اُس کا

رنگ لیتا ہوا - عالم شہادت کی طرف چلا آتا ہے - ان دو طریقون کے مقابلہ سے یہ بات سمجھہ مین آئی - کہ اول قدم سے عبارت وہی سلوک کا آغاز ہے حضرت ذات سے - اور اخیر قدم سے مراد سیر کا انجام ہے اُسی مرتبہ احدیت کو - اور سوا اسکے دوسرے معنی جس مین شکل خوبی پیدا ہوتی ہو - غالبًا ہرگز مراد نہ ہونگے - بیت

برق صفت غوشیا گام زدی سال ہا	لیک نہ رفتی ہنوز نیم قدم سوے او

جواہراین گزارش گوشوارہ سامع جویندگان معانی القاب باد

جو اصحاب اسرار خانہ تحقیق کے پردہ دار ہین - اور جو ارباب اسرار پردہ توحید کے محرم ہین - ان کا دستور ہے - کہ آواز اور الفاظ کے ذریعہ سے اپنی واردات کا اظہار - اصطلاحات مین کیا کرتے ہین - ان کے اصول اور اوضاع پر نظر اور قیاس کر کے لقب احرار کی وجہ تسمیہ اس طرح بیان ہو سکتی ہے - کہ سلوک مین ایک مقام ہوتا ہے حفظ العہد کا جس سے مراد صوفیون کی اصطلاح مین یہ ہے ۔ [لہ] هُوَ الْوُقُوْفُ عِنْدَ مَا حَدَّهُ اللّٰهُ تَعَالٰى لِعِبَادِهٖ اور حفظ کی دو قسمین ہین (ایک) حِفْظُ عَہْدِ الرُّبُوْبِيَّةِ (دوسرے) حِفْظُ عَہْدِ الْعُبُوْدِيَّةِ حفظ عہد الربوبیۃ یہ ہے - کہ جمیع کمالات کی نسبت - رب کی طرف کی جاے - اور حفظ عہد العبودیۃ یہ ہے - کہ تمام نقصانات عبد کی طرف منسوب کئے جائین - [۵۲] علے ما نطق بہ القرآن مَا اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَا اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَفْسِكَ پس جس وقت موحد اور باصفا صوفی کو اذکار اور اشغال کی بدولت رعایت حفظ العہد کا حوصلہ پیدا ہو جاتا ہے - اور اس حفظ کے آثار - صوفی مذکور کے تمام اوقات اور حالات کو پکڑ لیتے ہین - تو اُس وقت حکمت اجمالی کا جمال اُس کی چشم بصیرت کو نظر آنے لگتا ہے - اور اجمالی حکمت سے مراد یہ ہے [۵۳] هِيَ الْعِلْمُ بِحَقَائِقِ الْاَشْيَاءِ وَاَوْصَافِهَا وَاَحْكَامِهَا عَلٰى مَا هِيَ عَلَيْهِ وَارْتِبَاطِ الْاَسْبَابِ بِالْمُسَبَّبِ وَاَسْرَارِ انْضِبَاطِ نِظَامِ الْمَوْجُوْدَاتِ وَالْعَمَلِ بِمُقْتَضَاهُ -

اور بحکم [۵۴] مَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا حکمت مذکور کی مفصلہ ذیل چارون قسمون پر بھی صوفی کو اطلاع دیدی جاتی ہے یہ چارون قسمین ترتیب وار خیر کثیر مین داخل ہین -

[لہ] اُس مقام پر - ٹھیرنا جس کو اللہ جل شانہ نے اپنے بندون کے لئے محدود کر دیا ہے ۱۲ [۵۲] جیسا کہ قرآن پاک تعلیم فرماتا ہے - اے بندے اگر تجھہ کو کوئی فائدہ پہنچے تو سمجھہ کہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر تجھہ کو کوئی نقصان پہونچے - تو سمجھہ کہ تیرے نفس کی طرف سے ہے ۱۲ [۵۳] اجمالی حکمت کے مفہوم مین یہ امور داخل ہین (۱) اشیا کی حقیقت اور اُس کے اوصاف و احکام جیسے اور جو کچھہ ہین - اُنپر علم حاصل ہونا (۲) اسباب کا رابطہ مسبب کے ساتھہ جو کچھہ ہے - اُسپر علم حاصل ہونا (۳) نظام موجودات کس طرح پر منضبط ہے - اِس کے اسرار پر علم حاصل ہونا - (۴) اقتضاے علم کے بموجب عمل کرنا ۱۲

[۵۴] جس شخص کو بات کی سمجھہ دی گئی - اُس نے بیشک بڑی دولت پائی ۱۲

(اول) الحکمۃ المنطوق بھا وھی علوم الشریعۃ والطریقۃ۔

جس حکمت کی نسبت کلام کیا جا سکتا ہے۔ وہ شریعت اور طریقت کے علوم ہین۔

(دوسری) الحکمۃ المسکوت عنھا وھی اسرار الحقیقۃ

جس حکمت کی نسبت کلام سے سکوت اولی ہے وہ
جس کو وہ لوگ علی ما ینبغی نہین سمجھ سکتے ہین۔ جو استدلال اور تقلید مین گرفتار ہین اسرار حقیقت ہین۔

کما روی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان مجتازا فی بعض سکک المدینۃ ویتبعہ اصحابہ رضی اللہ عنھم فاقسمت علیہ امراۃ ان یدخلوا منزلھا فدخلوا فراوا نارا مضطرمۃ واولاد المراۃ حولھا فقالت یا رسول اللہ اللہ ارحم بعبادہ ام انا باولادی فقال بل اللہ ارحم فانہ ھو ارحم الراحمین فقالت اترانی یا رسول اللہ احب ان القی ولدی فی النار فکیف یلقی اللہ عبیدہ وھو ارحم الراحمین قال الراوی فبکی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقال ھکذا اوحی الیّ

جیسے کہ روایت کی گئی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے ایک راستہ مین چلے جا رہے تہے۔ اور آپکے ساتہہ آپکے بعض اصحاب بہی تہے رضی اللہ عنہم۔ آپ کو ایک عورت نے قسم دی۔ کہ میرے مکان مین آپ جملہ اصحاب تشریف لے چلین چنانچہ وہان گئے وہان جا کر دیکہا۔ کہ ایک آگ مشتعل ہے۔ اور اس عورت کی اولاد آگ کے گرد جمع ہے۔ عورت نے عرض کی یا رسول اللہ۔ اللہ جل شانہ اپنے بندون پر زیادہ رحیم ہے۔ یا اپنی اولاد پر مین۔ آپنے فرمایا نہین اللہ ہی زیادہ رحیم ہے۔ کہ وہ ارحم الراحمین ہے پہر اُس عورت نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ کیا آپ یہ کہہ سکتے ہین کہ مین اپنے کسی بچہ کو آگ مین ڈالنا گوارا کرون گی (اگر مین گوارا نہین کرونگی) تو اللہ جل شانہ اپنے غلامون کو کیسے آگ مین ڈالے گا کہ وہ تو ارحم الراحمین ہے راوی کہتا ہے۔ یہ سنکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روئے اور فرمایا۔ میرے پاس بہی وحی اسی مضمون کی آئی ہے۔

(تیسری) الحکمۃ المجھولۃ وھی ما خفی علینا وجہ الحکمۃ کایلام بعض العباد وموت الاطفال والخلود فی النار فیجب الایمان بھا والرضا بوقوعہ واعتقاد کونہ عدلا وحقا۔

حکمت مجہولہ وہ حکمت ہے جس کی وجہ ہم لوگون سے مخفی ہے جیسے بعض بندون کی تکلیفات اطفال کی موت۔ اور دوزخ مین ہمیشہ رہنا اس حکمت پر ایمان لانا۔ اس کے وقوع پر راضی ہونا اور اس کو عدل اور حق کر کے ماننا اور عقیدہ رکہنا واجب ہے۔

(چوتھی) الحکمۃ الجامعۃ وھی معرفۃ

حکمت جامعہ مین یہ باتین داخل ہین (۱) حق کی

الحق والعمل بہ ومعرفۃ الباطل والاجتناب عنہ۔ کما قال علیہ السلام اللھم ارنا الحق وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل وارزقنا اجتنابہ انک مجیب الدعوات

معرفت اور اوسپر عمل کرنا۔ (۲) باطل کی معرفت اور اُس سے اجتناب کرنا۔ جیساکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ہے۔ اے میرے اللہ ہم کو حق دکھا اور اُس کا اتباع نصیب کر اور ہمکو باطل پر علم اور اُس سے اجتناب روزی کر بیشک تو دعاؤں کا قبول فرمانے والا ہے

اب سنیئے مطلب اصلی اِس تمہید کا یہ ہے۔ کہ ہر دو مرتبہ کے حفظ کا ملکہ۔ اور چارون حکمتین حاصل ہونے کی بدولت۔ صوفی مذکور[۵۱] حجۃ الحق علی الخلق ہوجاتا ہے۔ جو عبارت انسان کامل سے ہے۔ اور خلافت کے مرتبہ کو پہونچکر حریت کا خلعت پہن لیتا ہے۔ حریۃ۔ اصطلاح صوفیہ مین یہ ہے[۵۲] ھی الانطلاق عن رق الاغیار اور یہ تین قسم پر ہے۔ (اولاً) حریۃ عامۃ۔ یہ رہائی پانا ہے زندان شہوت سے (ثانیاً) حریۃ خاصہ۔ یہ مرادات کی قید سے آزاد ہونا ہے[۵۳] بفناء ارادۃ العبد فی ارادۃ الحق (ثالثاً) حریۃ خاصۃ الخاصۃ۔ سالک کو جو نور الانوار کی تجلی مین اپنے تئین ہلاک کردینے کی آرزو۔ اور آرزو کی رسوم اور آثار کے ساتھہ دبستگی رہتی ہے۔ اِس دبستگی سے نجات پانا۔ یہ تیسری قسم حریۃ کی ہے۔ اسکے بعد جس شخص کو یہ مراتب حاصل ہین۔ اُس شخص کو جب ان حالات مین دوام اور قیام نصیب ہو۔ تو اُس کو احرار کہتے ہین۔

الحال فی اصطلاحھم مایرد علی القلب بمحض الموھبۃ من غیر تعمل واجتلاب کالرق والعتق والحزن والطرب والبسط والقبض ویزول بظھور صفات النفس سواء یعقبہ المیل اولا۔ فاذا دام صار ملکۃ فیسمی مقاماً۔

اب اصطلاح صوفیہ مین یہ بات ہے کہ جو شے محض آلہی بخشش سے بدون عمل اور کوشش کے قلب پر وارد ہوتی ہے جیسے غلامی۔ آزادی۔ غم۔ خوشی۔ بسط اور قبض اور وہ شے۔ نفسانی صفات کے ظہور سے زائل ہوجاتی ہے۔ خواہ اُس کے عقب مین میلان ہو۔ یا نہین یہ شے اگر دوام کے ساتھہ قایم رہے۔ تو اُسکو مقام کہتے ہین

بیان سے معلوم ہوسکتا ہے۔ کہ اصحاب ولایت کے القاب اُن کے مقامات کے اعتبار سے ہوا کرتے ہین۔ کیونکہ تعین القاب کی وجوہ مین سے یہ گزشتہ بیان ایک وجہ ہے۔

یاد برہان المحققین خواجہ ناصرالدین علیہ اللہ

آپ بلفظ خواجہ احرار کے ساتھہ نامزد تھے۔ خواجہ محمود ابن خواجہ شہاب الدین شاشی کے فرزند ہین خواجہ

---

[۵۱] خلقت کے اوپر حق کی حجت ۱۲ [۵۲] حریۃ۔ اغیار کی غلامی سے آزاد ہونا ہے۔ [۵۳] عبد کا ارادہ حق کے ارادہ مین فانی ہوجانے سے ۱۲

شہاب الدین خواجہ محمد نامی کے پوتے تھے۔ جو عالم متبحر ابوبکر محمد ابن اسمعیل قفال شافعی کے بزرگ دوستون مین سے ابن شیخ ابوبکر کشفی اور کسبی علم مین اپنا مثل نہین رکھتے تھے۔ احرار الاولیا کی والدہ ماجدہ۔ خواجہ داؤد ابن خواجہ خاوند طہور ابن شیخ عمر باغستانی کی بیٹی ہین۔ جن کا سلسلہ سترہ واسطون کے بعد امام عبداللہ ابن عمر ابن خطاب تک پہونچتا ہے رضی اللہ عنہم۔ آپ کے پیر ارادت مخدوم العرفا مولانا یعقوب چرخی سنزی تھے جو حضرت خواجہ بزرگ خواجہ بہاء الحق والدین نقشبند کے بزرگ ترین خلفا مین سے ہین۔

ایہا السامعون آپ کے حالات کے بیان مین بہت سے ابواب ہین۔ کتاب رشحات مین آپ کے حالات تھوڑے سے ہی لکھے گئے تھے۔ کہ کتاب مذکور کے تمام صفحے آپ ہی کے حالات سے بھر گئے۔ پھر اس صورت مین کتاب راقم جو محض نمونہ کے طور پر حامل الاختصار ہے سوائے اجمالی دو تین حرفون اور عنوانی چند کلمون کے کب گنجایش رکھ سکتی ہے۔ لہذا ہر ایک باب کا ایک نکتہ حوالہ قلم کرتا ہون۔

آپ کی ولادت ماہ رمضان ہجری سنہ آٹھ سو چھ مین ہوئی۔ اور آپ نے عمر اسی اور نو نواسی سال کی پائی چوتھے سال کے آغاز مین تعلیم کا تعلق قدس آہی کے جناب مین تھا۔ آپ فرماتے تھے۔ بارہ سال کی عمر مین اپنی حالت پر قیاس کر کے مین یہ عقیدہ رکھتا تھا۔ کہ اللہ جل شانہ نے کسی آدم زاد کو اس طور پر پیدا نہین کیا ہے۔ کہ وہ اپنے پیدا کرنے والے سے غافل ہو سکے۔ آخر الامر معلوم ہوا۔ کہ یہ میرا عقیدہ ازلی عنایت تھی۔ نیز آپ فرماتے تھے۔ جب مین مرزا شاہرخ کے زمانہ مین ہرات مین تھا۔ تو مجکو ایک کوڑی کے بھی صرف کرنے کی استطاعت نہین تھی ایک روز بازار مین ایک گدا نے گدائی کے طور پر سوال کیا۔ اُس وقت میرے پاس ایک پرانی دستار تھی جس مین کہ بچہ (زنگے) آویزان تھے وہ دستار مینے ایک طباخ کو دی۔ اور کہا۔ یہ پاک ہے۔ اور دیگ دھونے کے واسطے موزون ہے طباخ نے گدا کو ایک پیٹ کے لائق کھانا کھلا کر سیر کیا۔ اور دستار مجکو واپس دیتا تھا مینے نہین لی۔ اور راستہ مین چل نکلا۔

کہتے ہین آپ کی خاطر عاطر کو حمام کی طرف قطعی میلان نہین تھا۔ وجہ دریافت کی گئی۔ تو جواب دیا۔ کہ مین آغاز سلوک مین عوام کی خدمت کیا کرتا تھا۔ حمام کے اندر ایک روز مین پندرہ سولہ آدمیون کی کیسٹلی اور مالش جسم کر لیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ حمام کی حرارت سے طبیعت بیمار ہو گئی تھی۔ اس سبب سے دل حمام سے گریز کرتا ہے۔

ایک دفعہ آپ فرماتے تھے۔ طریقہ خواجگان مین قدس اللہ ارواحہم۔ ہمت اور خاطر مقتضاء وقت کے تابع اور اسی مین مصروف ہوتی ہے۔ پس اگر کسی وقت مین کسی خدمت گزاری کے ذریعہ سے کسی مسلمان بھائی کو کوئی راحت پہونچانا ممکن ہو۔ تو اس وقت مین ذکر اور مراقبہ کو۔ کسی دوسرے وقت پر منحصر رکھنا چاہیے۔ کیونکہ

خدمت کا فرو - دلون کے اندر مقبولیت پیدا ہوتا ہے - اور یہ مقبولیت ذکر و مراقبہ کے نتیجہ پر مقدم ہوتی ہے - اور وہ جو بعض اصحاب نے نفل عبادتون کو اخوان الصفا کی خدمات سے بہتر سمجھا ہے - یہ محض گمان ہی گمان ہے - ثمرات مذکورہ کی تفاوت کی نسبت آپکا فرمانا تھا - کہ مینے اس طریق کو کسی کی تلقین یا تحریر سے اخذ نہین کیا ہی بلکہ خدمات کے آثار سے تعلیم پائی ہے - کہ خدمت کی خاصیت کیا ہے - ہر ایک شخص کو بارگاہ قرب مین جداگانہ دروازہ سے لیجاتے ہین - اور مجکو جو اس بارگاہ مین پہونچنا نصیب ہوا ہے تو خدمت کے دروازہ سے ہوا ہے - اِس سبب سے محبوب کی خدمت مجھے محبوب ہے -

مصنف رشحات نے لکھا ہے - کہ آپ کا مال - منال - دیہات - اراضی - زراعت - گلہ مویشی - اسپ اور املاک یہ سب سامان شمار کے اندازہ سے باہر تھا - چنانچہ ایک روز آپ خود اپنی زبان صادق البیان سے فرماتے تے - سمرقند کے خاص مزرعون کی پیداوار سے سمرقندی سیر کے حساب سے اسّی ہزار من غلہ میرے حاصلات کے عشر (دسوین حصہ) کا سلطان احمد میرزا کی کچہری مین میرے کارندے داخل کرتے ہین - نیز فرماتے تھے - کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ازلی عنایت سے میرے نقد اور جنس مین ایسی برکت اور افزونی دی ہے - کبھی ایسا ہی ہوتا ہے - کہ خرچ غلہ کی میزان جمع کی میزان سے زیادہ آتی ہے - اور غلہ کے کوٹھون مین ایسا بہت سا غلہ ایسا ہے - کہ ترازو کی پلہ پر پہونچا ہی نہین ہے نیز فرماتے تھے - کہ مین ایک زمانہ مین شہر ہری مین تھا - ایک روز شیخ بہاء الدین عمر کے مکان پر گیا - آپنے حسب عادت دریافت کیا - کہ شہر مین کیا خبر ہے - مینے کہا - وہ خبرین ہین کہ شیخ زین الدین اور اُنکے یار دوست کہتے ہین ہمہ از دست اور سید قاسم اور اُن کے پیرو کہتے ہین - ہمہ اوست - فرمایا - اولین بات دوستی کی کسوٹی پر چڑھی ہوئی ہے - تھوڑی دیر بعد چند دلیلین اس راست گفتار کی تائید مین - اِس طرح بیان فرمائین - کہ اگر اُن کے مقدمات مین غور و تامل سے کام لیا جاوے - تو ہر ایک دلیل سے ثانی قول کے مدعا کا ثبوت پیدا ہو جاوے - آپنے مضامین دلائل کی حقیقت بھی ظاہر فرمائی - کہ اس طرح پر ہے - پھر دوسری چند دلیلین بیان کین - اُن کا بھی ایسا ہی حال تھا - یہ سب باتین سنکر بے تامل یہ بات ذہن مین آئی - کہ اولین قول کا اقرار - اور پچھلے قول کا حقیقۃً اعتقاد بہتر ہے -

نیز فرماتے تھے - جب مولانا یعقوب کے دیدار سے میری آنکھین منور ہوئین - تو مولانا کے سلوک سے مجکو اپنی نسبت ایسا کوئی خاص التفات معلوم نہین ہوا - جس کی وجہ سے دل کے اندر صورت شگفتگی پیدا ہو - بلکہ مولانا ترش روئی سے پیش آئے اور اپنا ہاتھ نہین بڑھایا - فرمایا - ہم سے بیعت نہ کرو - اتنے مین مولانا کی

پیشانی پر میری نظر جا پڑی - تو ایک سفید داغ نظر آیا جس سے طبیعت کو خلقۃً تنفر ہوتا ہے - یہ دیکھکر مینے لوازم بیعت ادا کرنے مین توقف کیا - مولانا نے جب میری صورت حال سے یہ معلوم کیا - کہ مجکو بیعت ہونے مین تامل ہے - تو فوراً **خلع لبس** کے ذریعہ سے اپنے تئین ایک جمیل صورت مین ظاہر فرمایا - جس کے دیکھنے سے بے قابو ہو گیا - اور اپنا ہاتھ آستین کے اندر سے نکال کر مراسم بیعت ادا کئے -

قرآن پاک کی ایک تفسیر ہے (**رشحات**) نام اُس کے ایک رشحہ مین لکھا ہے - ایک روز آیۃ کریمہ ۵۱ **قُلِ اللّٰہُ ثُمَّ ذَرْهُمْ** کی تاویل مین آپنے (خواجہ ۵۲) فرمایا - مراد یہ ہے - کہ صوفی ہمیشہ ذات مطلق کو واحد تصور کرتا رہے - اور انواع واقسام کی صفات جو بکثرت دیکھتا ہے - اُن سے گزر جاوے - **ثم کلامہ** حرف ثم جو تراخی کے واسطے موضوع ہے - اس آیۃ کریمہ مین دیکھکر راقم گلزار کے ذہن مین یہ بات آتی ہے - کہ صوفی تخلق اور تبدیل کے بعد ایک مدت پیچھے - اِس توحید کے مرتبہ کو پہونچتا ہے - اور ایسی تدریج سے مرتبہ توحید کو پہونچنا محقق سالکون کا طریقہ ہے - اور بلا توقف فوراً مرتبہ توحید کو پہونچنا - جذبہ کی علامت - اور مجذوبون کی عادت ہے - **لَا يَعْلَمُ تَاوِيلَهُ اِلَّا اللّٰهُ** -

احرار الاولیا کی بیماری کا آغاز یکم محرم ہجری سنہ آٹھ سو چانوے کو ہوا - اور آپ کی رحلت اسی سال کی یکم ربیع الاول کو ہوئی - یہ عجیب لطیفہ اور لطیف نکتہ ہے - کہ جس قدر آپ کی حیات کے سال تھے - یعنی اِنثی اور نوتواسی - شمار مین اُسی قدر آپ کے ایام مرض بھی آئے - یہ جو حدیث شریف ۵۳ ہے **حُمّٰی يَوْمٍ كَفَّارَةُ سَنَةٍ** اس سعادت سے آپ کو شرف حاصل ہوا - آپنے دو خلف اپنے قایم مقام چھوڑے - جو آثار سلف سے آراستہ - خلافت وہدایت کے واسطے شائستہ - اجازت وخدائی تقرب کے لائق تھے - سب سے بڑے **خواجہ محمد عبد اللہ** تھے - جو خواجہ کلان - اور خواجگان خواجہ کے نام سے مشہور ہین - دوسرے **خواجہ محمد یحییٰ** ہین - آپ اپنے پدر بزرگوار کے جانشین ہوئے - حضرت حقائق پناہی مولوی سے منقول ہے - کہ فرماتے تھے - جو بڑے ہین - وہ علم وفضیلت مین بہت بڑے ہین - اور جو سجادہ نشین ہین - وہ جذبہ حالت - اور ولایت کے جلال مین سب سے آگے ہین -

راقم رشحات لکھتے ہین جس زمانہ مین خواجہ محمد یحییٰ ہری مین تشریف لائے تھے - اُس زمانہ کا ذکر ہے - ایکبار

---

۵۱ - اے پیغمبر کہہ دو - کہ (وہ کتاب اللہ ہی نے اُتاری تھی) پھر اُن کو بیہودہ جھک مارنے دو ۱۲ ۵۲ اللہ کے سوا اس کا اصلی مطلب کسی کو معلوم نہین ۱۲ ۵۳ ایک یوم کا تپ ایک سال کا کفارہ ہوتی ہے ۱۲ -

خواجہ باتفاق حضرت حقائق پناہی - مولانا محمد روحی کی ملاقات کے واسطے گئے تھے - مین بھی ہمرکاب تھا - صاحب مکان (مولانا محمد روحی) نے نہایت ادب کا برتاؤ مہمان عزیز کے ساتھ کیا - اور تواضع وتعظیم سے بہت کچھ گرماگرمی ظاہر فرمائی - لیکن ہمنشینی کا تمام وقت - طرفین کی خاموشی مین گزرا - مین دوسرے روز تنہا مولانا کی خدمت مین گیا - تو ظاہر وباطن کی آراستگی کے متعلق حضرت خواجہ کی تعریف حد سے زیادہ فرمائی - جب لوٹ کر خواجہ کی خدمت مین آیا - تو سنی ہوئی باتین مجمل طور پر مینے ظاہر کین - خواجہ نے فرمایا کل کے روز مین آپ کی صحبت مین اپنی فنا اور مولانا کے اثبات مین مشغول تھا - میری تعریف جو مولانا فرماتے ہین - یہ درحقیقت مولانا کی ہی تعریف ہے - کیونکہ اُس وقت مجھہ مین مولانا کی ہی حقیقت جلوہ گر تھی -

سجادہ نشین احراریہ کے جملہ واقعات اور حالات کتاب رشحات مین مصنف نے جیسا جیسا موقع اور وقت پایا ہے - تفصیل کے ساتھ لکھے ہین - یہان پر مین صرف آپ کی شہادت کے متعلق مجملاً لکھتا ہون - احرار الاولیا اکثر خلوتون مین خواجہ محمد یحیی سے امیر المومنین ابی عبد اللہ الحسین رضی اللہ عنہ کے وقایع کا ذکر کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے - کہ تمھاری روح کو شہید دشت کربلا کی ولایت اور شہادت کے ساتھ کامل نسبت ہے - کہتے ہین جب آپ کے پدر بزرگوار حقیقی محبوب کے باغ کو چلے گئے - تو چند روز بعد شاہ بیگ خان نے پرگنہ سمرقند ضبط کرلیا اور ہجری سنہ نوسوچھ کے اولین عشرہ محرم مین جمعہ کے روز حضرت خواجہ محمد یحیی سے مواخذہ اور مطالبہ کرکے جو کچھہ نقد وجنس مکانات مین تھا سب سرکار مین خالصہ کیا - اور دیہات - اراضی - اور تمام مزرعے سرکاری نوکرون کے سپرد کئے - اور اُن کا قبضہ ہوگیا - خواجہ کو انتظار تھا - کہ شاید عاشورہ کے روز شہادت کا واقعہ بھی وقوع مین آکر دائمی آرام مل جاویگا - مگر ایسا نہین ہوا - اس درمیان مین خان نے حکم دیا - کہ آپ مع فرزندون - مریدون - اور متعلقین کے خراسان کو چلے جاوین - خلاصہ یہ ہے - کہ آپ ارمینہ کے راستہ سے خراسان کو روانہ ہوکے - جب آپ تاشقند سے نکل گئے - اور محرم کی تاریخ بھی دس سے آگے بڑھ گئی - تو خواجہ کو حیرت ہوئی - اور حیرت سے انقباض خاطر پیدا ہوا کہ حضرت والد ماجد کا کلام صادق تو یحیی کی شہادت پر دلالت کیا کرتا تھا - اور یہان تعویق نظر آرہی ہے - نہ معلوم - اس مین کیا حکمت ہے - اللہ اعلم[۵۱] اسی خیال مین تاشقند سے دو تین منزل آگے گئے - ناگاہ صحرا مین اوزبک کی ایک فوج نے آکر ظلم وزیادتی شروع کی تیغ وتبر چارون طرف سے پڑنے لگے - بالآخر فوج مذکور نے خواجہ محمد یحیی کو اور اُن کے دونون فرزندون خواجہ محمد زکریا - اور خواجہ عبد الباقی کو اُس صحرا مین شہادت اور مظلومی

۵۱ - اللہ جل شانہ خوب جانتا ہے ۱۲

کے درجہ کو پہونچایا۔تینون نسبی اور حسبی بزرگون کی نعش۔خواجہ کفشیر کے محلہ مین لاکر ملاّیون کے احاطہ کے اندر خواجہ احرار الاولیا کے جوار مین دفن کی گئی۔۔اور قبر بنادی گئی۔خواجہ شہید کا ایک لڑکا رہا ہے۔خواجہ محمد امین نام ہے خدا کرے۔اُس کی بزرگ اولاد جہان مین بہت سی ہو۔

انجمن خلفائے کامگار احراریہ قدست اسرارہم

مولانا سید حسن۔آپ خلفاے احراریہ مین سب سے زیادہ نیک۔سب سے زیادہ عالم۔اور سب سے زیادہ پیش رو ہین۔کہتے ہین۔ایک روز زمانہ طفولیت مین۔آپ کے پدر بزرگوار۔آپ کو۔قدم بوسی کے لیے۔خواجہ احرار الاولیا کی ملازمت مین لے گئے تھے۔اتفاقاً مجلس اقدس مین شہد کا پیالہ رکھا ہوا تھا۔مولانا از روے خواہش جو زمانہ طفولیت کو لازم ہے۔شہد کی طرف دیکھنے لگے۔اِس درمیان مین حضرت خواجہ نے دریافت فرمایا۔صاحب زادہ۔تمہارا کیا نام ہے۔جواب دیا۔شہد۔خواجہ نے تبسم فرما کر کہا۔چھوٹے سے عنصر مین کامل قابلیت اور صحیح قبولیت عطا کی گئی ہے۔صرف اتنی سی بات پر۔کہ اُس کے دہن نے شہد کا مزہ حاصل کیا ہے۔ایسا شہد کے خیال مین مشغول ہے۔کہ اپنا نام شہد مین گم کر کے۔شہد کے سوا کوئی نام زبان پر نہین لاتا ہے۔اگر اِس کی جان مین شہد سے زیادہ شیرین چیز کی چاشنی پہونچائی جاوے۔تو ضرور اِس کی توجہ اور استغراقی کیفیت اُس مین زیادہ ہوگی۔لامریۃ فیہ[۱]۔خواجہ احرار الاولیا نے اُس وقت آپ کو آپ کے پدر بزرگوار سے لیکر اپنی تربیت اور ہمت سے فیض بخشا۔اور درسی علوم اور معنوی نور کی تحصیل کے واسطے باعث ہوئے۔مصنف رشحات نے لکھا ہے۔خواجہ احرار الاولیا۔سلاطین زمانہ کے ساتھ اختلاط رکھا کرتے تھے۔اور اِس اختلاط کی وجہ سے درویش لوگ آپ کے فیض صحبت سے محروم رہتے تھے۔ایک روز اِس اختلاط کے بارہ مین اِس درویش کے دل پر گرانی کا اثر پیدا ہوا۔اور قریب انہین ایام مین مولانا کی خدمت مین جانے کا اتفاق پیش آیا۔آپ چند بزرگون کے ساتھ بیٹھے ہوئے۔احیاء العلوم کی تصحیح کر رہے تھے اُس کو چھوڑ کر درویش کی طرف متوجہ ہوئے۔اور تقریب پیدا کر کے فرمایا۔

"ایک دفعہ ایک عالم خواجہ احرار الاولیا کے حضور مین حاضر تھے۔خواجہ نے اُن کا اندرونی خدشہ معلوم کر کے" "دریافت کیا۔بادشاہون اور حاکمون سے جس شخص کے ملنے مین بہت سے بیکس غریبون کی آرزوئین پوری ہون اور بہت سے" "گرفتار مظلوم رہائی پادین۔اُس شخص کا کسی پہاڑ کے گوشہ مین بیٹھنا اور نفل عبادت مین اور طالبان علم کی" "تربیت مین مشغول ہونا کیسا ہے۔اور اُس کی حقیقت اور حالات کے اعتبار سے مذکورہ بالا دونون طریقون مین سے"

[۱] اِس مین کوئی شک نہین ہے ۱۲

کونسے طریقہ کا اختیار کرنا اولی اور اہم ہے۔ جواب دیا۔ ارباب دولت سے ملنا۔ اور عاجز غریبون کی حمایت کرنا،،
"اسپر خواجہ نے تبسم کر کے فرمایا۔ اگر آپ ظاہر مین ایسا فتویٰ دیتے ہین۔ تو اس حکم کے عامل کی نسبت"
باطن مین اعتراض نہین کرنا چاہیئے"۔
حضرت مولانا نے درویش کے مرکوز خاطر پر اطلاع پاکر صدر الذکر سرگزشت بیان فرمائی۔ اور پیدا شدہ
گرانی دل سے دور کردی۔

دیگر مولانا قاسم آپ کو سایہ احرار الاولیا کہا کرتے تھے۔ چونکہ پیر کی پیروی مین اور **فنافی الشیخ** ہونے
مین آپ نے کوشش بہت کچھ کی تھی۔ اسواسطے آپ کی ذات مین بشکل سایہ خودداری تھی ہی نہین سلوک
کے مقابلہ مین آپ کا توحیدی استغراق غالب تھا۔ جناب حقائق پناہی۔ خواجہ احرار الاولیا کے جملہ اصحاب
مین سے مولانا قاسم کی برابر کسی کے بھی معتقد نہ تھے۔ اور آپ کی تعریف خلا اور ملا مین بہت کچھ فرمایا
کرتے تھے۔ تاریخ چھٹی ذی حجہ ہجری سنہ آٹھ سو اکیانوین کو۔ غروب آفتاب کے وقت۔ آپ کے عنصری برج کا
آفتاب وصال کے افق مین غروب ہو گیا۔ لفظ **فیاض** تاریخ رحلت ہے۔

دیگر میر عبد الاول۔ آپ نیشاپور سے آکر ماوراءالنہر مین خواجہ احرار الاولیا کی خدمت سے
مشرف ہوئے تھے۔ اور خواجہ کی ملازمت مین رہکر رابطہ اور طریقت اِن دونون کو استوار کیا تھا۔ مولانا حسین
واعظ کاشفی تخلص۔ جن ایام مین کو درسی فنون کی تحصیل نیشاپور مین کر رہے تھے۔ میر کے ساتھ ہم سبق
اور ہم حجرہ تھے۔ مولانا حسین کے بیٹے مولانا فخر الدین علی صفی۔ لکھتے ہین۔ کہ آپ سابقہ پدری شناسائی
کا خیال کر کے میرے ساتھ کمال توجہ فرمایا کرتے تھے۔ نیز مولانا فخر الدین۔ میر سے نقل کرتے ہین کہ فرماتے
تھے۔ جب مین حضرت خواجہ کی ملازمت سے سرفراز ہوا۔ تو مینے سات برس کامل ریاضت طریقت مین صرف
کئے۔ اس مدت مین خواجہ بظاہر مطلق میرے حال پر متوجہ نہین ہوئے۔ بلکہ دُکھ درد جو صادق دردمندون کا
حصہ ہے۔ مین برداشت کیا کرتا تھا۔ اور صبر تحمل۔ اور توکل اختیار کر کے معتقدانہ اپنا اعتقاد درست رکھتا
تھا۔ جب برداشت کی طاقت نہین رہی۔ تو ایک روز حجرہ مین پائون پھیلا کر جا پڑا۔ سر اور منہ لنگی کے اندر
ڈھک لیا۔ اپنے تئین لعنت ملامت کرنے لگا۔ اور ناصحانہ اپنے تئین تسلی دیکر کہا۔ عبد الاول۔ اس دنیا کے
اندر بہت آدمی ایسے ہین۔ جو ولایت اور قرب کی دولت سے بے بہرہ ہین۔ تو بھی انہین مین شامل ہو جا۔
جفا اور محنت کے برداشت کرنے مین جس قدر انسانی طاقت تھی وہ تو کام مین لا چکا۔ مگر کوئی کشود کار نہین

ہوئی - اسی قسم کی پشیمانی کی باتین کرتے ہوئے - ایک لحظہ نہین گزرا تھا - کہ حجرہ مین پانون کی آہٹ معلوم ہوئی چونکہ مین دریائے غم کے اندر ڈوبا ہوا تھا آہٹ کی طرف ملتفت نہ ہو کر بدستور پڑا رہا - اتنے مین یکایک پیر بزرگوار کی یہ آواز آئی - عبدالاول آرام کے ساتھ سوؤ - تمہارے تمام کام کامل طور پر درست ہو گئے ہین - یہ سنکر مین مضطربانہ اٹھ کھڑا ہوا - کیا دیکھتا ہون حضرت خواجہ حجرہ سے باہر تشریف لئے جاتے ہین - مین محرم عاشقون کی طرح بیتاب ہونے لگا - اس کے بعد مجکو راہ طلب مین دوبارہ استقامت اور رسوخ حد سے زیادہ نصیب ہوا - یہان تک کہ ماہ ذی حجہ ہجری سنہ نوسو پانچ آگیا - اسی مہینے مین آپنے عالم شہادت سے کوچ فرمایا ہے - عالم شہادت سے کوچ - سفر وجود کی آخرین منزل - اور وحدت کے لامکان کا اولین مقام ہے - اور یہی اصلی وطن ہے - اسی کی طرف جانا ہوتا ہے -

دیگر مولانا جعفر - آپ عالم - عامل - عارف - عاشق - اور کامل تھے - بیخودی اور محویت - افاقہ وہوش پر - اور خاموشی - گویائی پر غالب تھی - ایک روز آپ کہتے تھے مین شروع شروع مین - رسمی علم کی تحصیل سے افسردہ خاطر تھا - اور طریقہ فقرا کی طرف - طبیعت کی کشش تھی - ایک رات خواب مین خواجہ احرار الاولیا کی ملازمت حاصل ہوئی - مینے دریافت کیا - کہ بندہ کب خدا کو پہونچتا ہے - فرمایا - جب اپنے تئین فنا کر دیوے - جب مین خواب سے جاگا - تو دل پر کمال اثر تھا - علی الصباح حجرہ سے نکلکر - آپ کی ملازمت کے ارادہ پر روانہ ہوا - جب قدم بوسی حاصل کی - تو فرمایا مولانا جعفر - بندہ خدا کو کب پہونچتا ہے - جب وہ بندگی مین اپنے تئین فنا کر دیوے - اور آپنے مولوی معنوی کی یہ بیت پڑھی - **بیت** -

چون تو بودی کہ بود - جملہ خدا بود وبس		چون تو نماندی کہ ماند جملہ خدا اے گدا	

القصہ آپ کا آخرین سفر ہجری سنہ آٹھ سو ترانوین کے کسی مہینے مین ہوا ہے - اُس وقت تک طریقت کے سلوک مین آپنے کوئی دقیقہ نا مرعی نہین چھوڑا - بالآخر فقر وفنا کے عنصری خرقہ کو خلد اور بقا کی خلعت سے تبدیل کر کے عالم علوی کو رحلت فرما گئے -

دیگر مولانا برہان الدین ختلانی آپ عالم متبحر تھے - آغاز جوانی مین مختلف علوم کی تحصیل کمال کو پہونچائی تھی - لوگ سمرقند مین دو شخصون کو مادرزاد عالم کہا کرتے تھے - ایک مولانا زادہ مولانا عثمان - دوسرے برہان الفضلا ختلانی - کہتے ہین - آپ علی الاتصال چالیس سال تک خواجہ احرار الاولیا کی ملازمت سے خدا شناسی کی تحصیل کرتے رہے - اور آپ کو ایک لحظہ بھر بھی جدائی کی طاقت نہین تھی - ہجری سنہ آٹھ سو ترانوے مین مولانا جعفر کی رحلت سے

آٹھہ روز بیشتر - آپ کے آخرین سفر کا سامان ہو گیا تہا -

دیگر مولانا لطف اللہ ختلانی - آپ مولانا برہان الملۃ ختلانی کی بہن کے بیٹے ہین - علوم شریعت اور طریقت کے گویا آپ مالک تہے - اور لسط و بشاشت کی اعلیٰ درجہ کی صفات آپ کی ذات مین پائی جاتی تہین آپکے دہان مبارک سے کلام لازمی طور پر تبسم آمیز نکلا کرتا تہا - آپ کہا کرتے تہے - خواجہ احرار الاولیا کی خدمت مین میری بیعت ہونے کا قوی ترین سبب یہ ہے - کہ مینے اپنے وطن مین ایک ذات حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک دل ربا صورت اور جان بخش ہیئت کے ساتہہ عالم مثال مین مشاہدہ کیا تہا - فوراً دل وجان سے اُس نورانی شکل کے جمال پر فریفتہ ہو گیا - چند روز جب مین نے ایزدی مشیت کے بموجب حضرت خواجہ کی ملازمت حاصل کی - تو ایک روز فرمایا - جو سعادت مند لوگ ہین - وہ حضرت سید المرسلین علیہ وعلیہم السلام کو خواب مین مختلف لطیف لطیف صورتون کے ساتہہ دیکہتے ہین - اثنائے کلام مین نگاہ میری طرف فرمائی جناب سرور عالم علیہ السلام کی اُسی مثالی صورت کا جلوہ میری نظر مین آگیا - جو مجکو عالم خواب مین نظر آیا تہا اور یہ تماشا میری گرفتاری کے لئے زنجیر بنا - اور خواجہ کی دوام حضوری کی بدولت علمی صورتون کے کمال کو پہونچا

دیگر مولانا شیخ - تزکیہ - تہذیب - تصفیہ - اور ترتیب یہ جملہ صفات آپ کی ذات مین موجود تہین پیر بزرگوار کی سرکار مین ملکی اور مالی کامون کے انتظام کا بہت کچہہ تعلق آپ کی رائے پر منحصر تہا - ایک روز سلسلہ احراریہ کے بہت سے با اعتقاد مرید - خواجہ کفشیر کے محلہ مین جمع تہے - اور باہم راز دنیاز کی باتین کر رہے تہے - شدہ شدہ سلسلہ کلام کا خواجہ احرار الاولیا کے عجیب وغریب تصرفات اور کرامات کے بیان مین جا پہونچا - چنانچہ ہر ایک مرید اس بارہ مین کوئی نقل یا کوئی روایت پیش کرتا تہا - مولانا شیخ - اس جلسہ مین خاموش - اور سب کی باتین سنتے مین سراپا گوش تہے - جب حاضرین کے دل مین مولانا کے کلام سننے کی بے انتہا آرزو ہوئی - تو آپنے فرمایا - کہ آپ لوگ خواجہ کے عالم اجسام کے تصرفات کا ماجرا بیان کرتے ہین - لیکن عالم ارواح کے تصرفات مین سے ایک حرف بہی زبان پر نہین لائے - جملہ حاضرین نے کہا - ہم لوگون کے کان - اس قسم کا کلام - مولانا کی فصیح البیان زبان سے ہی سننا چاہتے ہین - مولانا نے فرمایا جب شروع شروع مین کمال کوشش سے کسی قدر مجہہ پر ثمرات کوشش کا ظہور ہونے لگا - اور خواجہ کی پرورش سے روز بروز خیر وخوبی اپنا رنگ جمانے لگی - تو خواجہ نے مجکو زراعت کے کامون کا انصرام کرنے کے واسطے مقرر فرما دیا تہا اور یہ ظاہری کامون کی مصروفیت باطنی عمل مین فتور آنے کا باعث ہوئی - اس سبب سے مینے موقع تلاش کر کے - خلوت مین شرف حضوری حاصل کیا - اور چاہا

ہی تہا - کہ اپنی پریشانی اوقات کا حال کچہہ عرض کرون - کہ حضور نے میرے ضمیر پر علم پاکر ارشاد فرمایا - کہ اس خانوادہ کے کاروبار کی بنیاد اور اصل کلی **خلوت در انجمن** ہے - اور نیز غیرون سے طریقہ کو مخفی رکہنا - کیونکہ غیرت دار محب اپنے محبوب کا حجاب پسند کیا کرتا ہے - اور ظاہر کامون مین مشغول ہونے کے سوا - اخفائے طریقہ کے واسطے کوئی اور برقع نہین ہے - پہر مینے چاہا - کہ یہ عرض کرون - ان دونون عظیم الشان باتون کے جمع کرنے کا میرا حوصلہ نہین ہے - فرمایا - مردانہ قدم رکہو - حق تعالی امیدون کا پورا کرنے والا ہے - اس اثنا مین حضور نے میری کمزوری اور نایابی پر نظر عنایت فرمائی - ایسی توجہ ڈالی - کہ جو شے عمل اور تکلف کے ساتہہ گاہے ماہے میسر ہوتی تہی - وہ باطن پر حملہ کرکے آئی - اور ہمیشہ بنی رہی - چنانچہ اس کے بعد وہ شے کسی مکانی ضروری حالت مین بہی دل سے زائل نہین ہوئی -

دیگر مولانا ابوسعید اوبہی - آپنے اولیاء اللہ کی طرح - علم کی عروس کا عمل کے نوشہ کے ساتہہ عقد کیا تہا - اور اس سبب سے آپ بہت ثوابون کے امیدوار تہے - پینتیس سال کی عمر مین خواجہ احرار الاولیا کے حضور مین آمدو شد رکہتے تہے - کہتے تہے - حضور کی باعظمت خدمت مین تعلق پیدا ہونے کا سبب یہ ہوا - کہ مین مرزا الغ بیگ کے مدرسہ مین رسمی علوم کی تحصیل کمال کوشش سے کر رہا تہا - یکایک بلا سبب ظاہر - رسمی علوم کی طرف سے میرے دل پر ایک کدورت پیدا ہوئی - مینے بے اختیار ہو کر مدرسہ چہوڑنے کا عزم کر لیا - اتنے مین ایک آشنا ملا - مینے پوچہا - کہان سے آتے ہو - اُس نے جواب دیا - شیخ الیاس عشقی کی خدمت سے آتا ہون - جو کوہ نور مین رہتے ہین - مین اُسی وقت کوہ نور کی طرف سیدہا ہو لیا - راستہ مین خواجہ احرار الاولیا کے مدرسہ پر سے گذر ہوا - یہ وہ وقت تہا - کہ حضور سواری سے اُتر کر اپنے مدرسہ کے دروازہ پر کہڑے ہوئے تہے میرے دل مین آیا - کہ ان بزرگوار کی ملازمت حاصل کرکے کوہ نور کو چلنا چاہیے - جب مین حضور کی خدمت مین حاضر ہوا - تو خواجہ نے فی الفور یہ بیت پڑہی **بیت**

در کوہ چہ میروی بمن باش	امروز معاذ در جبل نیست

مضمون بیت سننے سے مجکو حیرت پر حیرت ہوئی - اپنے دل مین کہا - اگر اس بیت مین خواجہ نے میرے حسب حال خیال فرمایا ہے - تو ضرور ہے کہ خواجہ یہ بیت بار دیگر بہی پڑہینگے - ہنوز میرے دل مین یہ بات پوری آئی بہی نہین تہی - کہ خواجہ کی زبان مبارک پر میرا نام آیا - باوصفیکہ خواجہ کو پیشتر معلوم نہ تہا - اور فرمایا - تمنے یہ بیت جو سنی شیخ کمال کے اشعار مین سے ہے - اور پہر پڑہی - پس یہ کرامت میری گرفتاری کا اولین سبب ہے -

دیگر مولانا سلطان آپ خواجہ احرار الاولیا کے خاص خلیفہ ہین۔ اور عالم متبحر تھے۔ اہل ظاہر کے علوم اور اہل باطن کی بصیرت پر آپ کو کمال عبور عمل تھا۔ خواجہ احرار الاولیا کی اجازت سے سفر حجاز کا ارادہ فرمایا۔ اور حرمین شریفین زادھما اللہ تکریمًا کے طواف سے آپ مشرف ہو کر پھر اپنے مرشد کی خدمت مین لوٹ آئے۔ اور فیض حاصل کیا کرتے تھے۔ آپ کہتے تھے۔ ایک روز پیر کی خدمت مین حاضر ہونے کا ارادہ کر رہا تھا۔ اس واسطے۔ مینے یہ چاہا کہ توجہ۔ یا مراقبہ کے ذریعہ سے جمعیت خاطر حاصل کر کے پیر کے حضور مین حاضر ہون۔ مگر جمعیت میسر نہین ہوئی۔ بالآخر نفی و اثبات کے ذریعہ سے کسی قدر حضوری بہم پہونچائی۔ اُس کو محفوظ کر کے حاضر ملازمت ہوا تو تھوڑی دیر کے بعد حضور نے فرمایا۔ سلطان کبھی نفی و اثبات کا طریقہ بھی عمل مین لایا کرتے ہو۔ مینے عرض کیا۔ جی ہان۔ فرمایا اسی وقت ایک نسبت پیدا ہوئی۔ جو نفی و اثبات کا نتیجہ ہے۔ اور پھر فرمایا۔ کہ اگرچہ حضور مع اللہ ایک ہی شے ہے لیکن جو نسبتین توجہ یا مراقبہ۔ یا نفی و اثبات کے ذریعے سے پیدا ہوتی ہین۔ اُن کا ہر ایک کا رنگ جدا جدا ہوتا ہے البتہ اس فرق کا پہچاننا اُن بزرگون کا کام ہے۔ جو علم لدنی کے عالم ہوتے ہین۔

دیگر مولانا محمد قاضی قدس روحہ۔ آپ علوم شریعت کے عالم۔ اور سلوک طریقت کے واقف تھے چونکہ آپ کی طبیعت بلند۔ فہم ارجمند۔ عقیدت دل پسند۔ اور دل خورسند تھا۔ اسواسطے معرفت اور حقیقت بیان کرنے کے وقت۔ خواجہ احرار الاولیا کے مخاطب آپ ہی ہوا کرتے تھے۔ گو مستعد عالمین کی جماعت کی جماعت اُس محفل مین حاضر ہوا کرتی تھی۔ آپنے ایک کتاب سلسلۃ العارفین نام تالیف فرمائی ہے جس مین خواجہ احرار کے اوصاف حمیدہ۔ عادات پسندیدہ۔ فضیلتین اور خصوصیتین جمع کی ہین خواجہ احرار الاولیا کی عقیدت اور محبت کے مجال مین آپ کس طرح سے پہنچے تھے۔ پھر سرگزشت بھی تفصیل کے ساتھ اس کتاب مین لکھی ہے۔ اور مصنف رشحات نے بھی یہین سے اپنی کتاب مین نقل کیا ہے۔ اب اس بیان کے تکرار کی ضرورت معلوم نہین ہوتی سلسلہ احرار یہ کے بعض اصحاب حقیقت سے منقول ہے کہ کمان گردن کے موضع مین جس روز خواجہ احرار الاولیا نے آخرین سفر فرمایا ہے اُس روز عمومًا اور خصوصًا فرزندون کی اور نیز دیگر لوگون کی جماعت سرہانے حاضر تھی۔ اُس وقت خواجہ نے ارشاد فرمایا کہ حاضرین مین سے جس شخص کے مناسب مزاج فقر یا غنا جو کچھ بھی ہو۔ اُس کو چاہیئے۔ کہ آج مجھسے مانگ لیوے منجملہ حاضرین کے اولًا مولانا محمد قاضی سے بھی پوچھا۔ تم کو کیا پسند ہے۔ عرض کیا۔ جو کچھ حضور کو پسند ہے۔ جواب ملا میری پسند تو فقر ہے۔ مولانا نے کہا بشری لنا۔ اس کے بعد خواجہ نے ایک کام والا کو حکم دیا۔ کہ چار ہزار تنکہ (سکہ رائج الوقت) زر شاہرخی مولانا محمد قاضی کو دیدو۔ جنہون نے فقر اختیار کیا ہے۔ تاکہ مولانا اس رقم سے اُن درویشون کی معاش کا انتظام کر لیوین

جو آپ کے پاس رہتے ہیں۔ مولانا نے بنابر تعمیل حکم۔ اُس نقد کو لیکر اپنے اصحاب کی وجہ معاش کے انتظام میں خرچ کیا۔

دیگر مولانا خواجہ علی تاشقندی آپ درگاہ احراریہ کے خادمان قدیم اور کارپردازوں میں سے ہیں جب سلوک کا آغاز ہوا۔ تو مقبول ہوا قبال کا خلعت تاشقند میں ملا۔ آپ کہتے تھے جس زمانہ میں پیر بزرگوار نے خراسان سے اپنے وطن مالوف میں آکر زراعت کا کام شروع کیا تھا۔ اُس وقت میری عمر بیس سال کی تھی۔ کہ میں حاضر ملازمت ہوا۔ خواجہ احرار الاولیا میرے حال پر بہت کچھ عنایت اور التفات فرماتے تھے۔ اُن ایام میں طالبان علم نے جو ہوس میں ڈوبے ہوئے تھے۔ یہ کہکر مجکو فریفتہ کیا۔ کہ تحصیل علوم کے اسباب سب مہیا ہیں۔ منا علوم حاصل کرنا چاہیے۔ اور اُن کی ترغیب میں سمرقند کی طرف روانہ ہوگیا۔ مگر چونکہ آستانہ پیر سے صریح اجازت لیکر روانہ نہیں ہوا تھا۔ پہلی ہی منزل میں ایسا مرض پیش آیا جو مانع سفر ہوا۔ ایک قدم بھی آگے چلنے کی طاقت میرے پانوں میں نہیں رہی۔ بالآخر بازگشت کی نیت کی اور نیت بازگشت کے ساتھ عافیت نے بھی بازگشت کی۔ میں تاشقند سے جس قدر نزدیک ہوتا جاتا تھا اُسی قدر ضعف مجھسے دور بھاگتا جاتا تھا۔ **القصہ** اپنے معمولی حجرہ میں جب پہونچا ہون تو کمال تندرستی کی حالت میں تھا۔ نہایت انفعال کے ساتھ قدم بوس ہوا۔ پیر نے اول اول تو غصہ ہوکر چلے جانے اور لوٹ آنے کے تمام واقعات میرے سامنے بیان فرمائے۔ اور اظہار عتاب کیا۔ مگر آخرکار مرحمت اور عاطفت کے سایہ میں دونوں جہان کے رنج و غم سے مجکو نجات بخشی۔

دیگر شیخ حبیب تاجر تاشقندی۔ معرفت اور حقیقت بالکل آپ کا شعار تھی۔ اور آپ سرتاپا شائستہ خدمت۔ اور پسندیدہ کار تھے۔ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ[1] کے گروہ کے ساتھ آپ کو نسبت تھی۔ شہر تاشقند کے لنگر کا کھانا۔ اور نیز یہاں کے مخلصوں اور متعلقوں کے خوان کی ترتیب ان خدمات کا انصرام۔ آپ کے سپرد تھا۔ آپ کی کوشش اور تجربہ سے یہ مہمات انجام پاتے تھے۔ آخرین دم تک خواجہ احرار الاولیا کے خوان فیض سے معرفت اور قرب کا وظیفہ جاری رہا۔

دیگر مولانا نورالدین تاشقندی۔ آپ آغاز شباب سے۔ بلکہ خردسالی سے ہی۔ خواجہ احرار الاولیا کی محبت کا تصور اپنے دل میں رکھا کرتے تھے **شعر**

اتانی هواها قبل ان اعرف الهوى[2]	فصادف قلبی خالیا فتمکنا

[1] ایسے لوگ جن کو سوداگری اور خرید و فروخت خدا کے ذکر سے غافل نہین کرنے پاتی ۱۲۔

[2] میرے پاس اسکی محبت آئی قبل اسکے کہ مین محبت کو پہچانون اور چونکہ میرا قلب خالی تھا۔ اُس مین گھس گئی۔ اور قیام اختیار کرلیا ۱۲

بالکل آپ کے حسب حال ہے۔ وبا کے اولین سال میں کہ ہجری سنہ آٹھ سو چالیس تھا۔ نیلے رنگ کا دانہ جو علامت طاعون تھی۔ خواجہ احرار الاولیا کے بائیں پہلو پر برآمد ہوا۔ مولانا نور الدین نے اس دانہ کو اپنے اوپر لے لیا۔ اور اپنے تئیں خواجہ پر فدا کیا۔ اُسی وقت وہ دانہ مولانا کے پہلو پر منتقل ہو گیا۔ اور خواجہ کی صحت لوٹ آئی۔ تین روز بعد مولانا کوچ فرما گئے۔

دیگر مولانا زادہ اتراری نامی۔ آپ کا نام محمد عبداللہ ہے۔ آپ بیان کرتے تھے۔ بہت مدت تک ملازمت کرنے کے بعد میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ خواجہ دیگر لوگوں کی طرح مجھکو تلقین نہیں فرماتے ہیں۔ میری نیت پر خواجہ کو اشراف (علم) حاصل ہو گیا۔ تو فرمایا۔ ذکر کا سبق دوسروں کے مناسب ہے۔ اور تمہاری استعداد تو کمال لطافت میں اور نہایت بلندی پر ہے۔ تم تعلیم ذکر کے محتاج نہیں ہو۔ خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ آپنے خواجہ کی خدمت میں ظاہری اور باطنی کمالات حاصل کر کے سفر حجاز کی اجازت لی۔ اور حرمین شریفین زادھما اللّٰہ شرفًا کی زیارت کر کے سعادت دارین پائی۔ وہاں سے آپ صوبہ شام میں تشریف لائے۔ اور ان اطراف کی سیر کر کے۔ شہر دمشق میں اقامت فرمائی۔ اس ملک میں آپکے پاس جویندگان طریقت اور سالکان سلوک الی اللہ رجوعات رکھتے تھے۔ اور آپ اسی شہر میں عالم علوی کو رخصت ہوئے۔

دیگر مولانا ناصر الدین اتراری۔ آپ مولانا زادہ کے چھوٹے بھائی ہیں۔ ولایت احراریہ کا ستارہ طلوع ہوا ہی تھا۔ اور ہنوز اس ستارہ کی عالمگیر شعاعیں سمرقند والوں کی آنکھوں میں پہونچی نہیں تھیں۔ کہ خواجہ کی عجیب و غریب خبریں اور کرامتیں سنکر میں کمال اشتیاق دل کے ساتھ خواجہ کی طرف متوجہ ہوا۔ باوجودیکہ وطن میں ایک حسین منظر کے ساتھ میری آنکھ لڑی ہوئی تھی۔ اور دل تعلق عشق رکھتا تھا۔ مگر اسپر بھی تاشقند کو روانہ ہو ہی گیا ان ایام میں خواجہ احرار الاولیا باغستان میں تھے۔ جو تاشقند کا پہاڑ ہے۔ چند روز بعد موسم بہار آیا جو عشق و محبت کے سلسلہ کا محرک ہوتا ہے۔ ادہر جوان محبت کے شورش و ولولہ اور ادہر کے پہاڑ کی شادابی۔ ان باتوں نے دل کو پریشان کر دیا۔ مینے چاہا۔ کہ رخصت مانگوں۔ مگر میسر نہیں آئی۔ نہایت تنگ دل ہوا۔ ایک روز خواجہ کے ہم رکاب باوصفیکہ دل ٹھکانے نہ تھا۔ ایک صحرا کی سیر کو چلا گیا۔ وہاں پر ہم سب ایک کھیت میں پہونچے۔ جہاں لالہ زار کھلا ہوا تھا۔ حضرت نے ایک شاخ سے لالہ کا پھول توڑ کر میرے ہاتھ میں دیا۔ اور جو باتیں میرے دل میں مخفی تھیں۔ تمام کمال ابنی زبان مبارک سے میرے سامنے ظاہر فرما دیں۔ میں مذکورہ بالا نہانی راز سنکر سر سے پاؤں تک عرق خجالت میں غرق ہو گیا اسی وقت حضرت نے بنظر التفات میرے اوپر ایسی نوازش فرمائی۔ کہ اسی طرفۃ العین میں جوان منظر کا عشق پیر کی محبت سے تبدیل ہوا۔ اور بہ اطمینان خاطر خواجہ کی خدمت میں حاضر رہ کر دینوی اور اخروی سعادت حاصل کی۔

غرض جب خواجگان سلسلہ نقشبندیہ بالخصوص احراریہ کے وجد۔ معرفت۔ مقالات۔ اور کرامات کے حالات قدس اللہ اسرارہم مصنف رشحات تفصیل کے ساتھ لکھ چکے ہین۔ تو پھر اجمالی قلم سے تمہارا دوبارہ لکھنا بالکل بیکار ہے چونکہ اس اعتراض کا رفع کرنا مجھ مجمل نویس کی طاقت سے باہر ہے۔ لہذا عذر و معذرت کے طور پر اپنی حقیقت حال کے دو تین حرف سامعین کی خدمت مین عرض کرتا ہون اس لکھنے سے مقصود ان اصحاب کے ابرا کا بیان کرنا نہین ہے۔ بلکہ اُن کے ذکر شریف کو اپنی کتاب کی مقبولیت کا ذریعہ سمجھکر جرأت کی ہے **بیت**

شکر وصال و شکوہ ہجران نہ کار ماست	جان را بہ نام دوست سپردن شعار ماست

اس بنیاد پر مینے ان حضرات کے اسماء گرامی کو کتاب کا عنوان۔ اور اپنے تذکرہ کا طغرا۔ اور کتاب کو بجاے فہرست قرار دیا ہے۔ تاکہ شوقین اصحاب اس جماعت کے مبارک حالات۔ کتاب رشحات سے جو تفصیل کا سرچشمہ ہے۔ دیکھکر سیراب ہون۔ للہ الحمد دائما۔

یاد مولانا نور الدین عبد الرحمن جامی

آپ امام وقت محمد ابن حسن کے فرزند ہین۔ جو ہرمز شیبانی کی نسل سے ہین۔ اور ہرمز شیبانی زمانہ جاہلیت مین فرمان رواے وقت تھے۔ اور امیر المومنین عمر ابن الخطاب کے ہاتھ پر اسلام اور اعتقاد لائے تھے۔ بنی شیبان۔ بہت سے قبائل عرب مین شرافت اور اصالت نسل کے اندر مشہور ہین۔ بالخصوص مولانا کے دادا۔ پردادا۔ جو متقی اور عالم بھی تھے۔ ازلی تقدیر نے آپ کی حقیقت ذاتی کو ہجری سنہ آٹھ سو اٹھارہ مین پردہ علم سے نکال کر عنصری ترکیب مین ظاہر فرمایا۔ اور حاضرین بزم ولادت کو خوشی اور شادکامی کی شراب سے سرمست کیا۔ ذیل کا دل آویز قصیدہ اس روایت کی تائید کرتا ہے۔ **قصیدہ۔**

منم چو گوے بمیدان فسحت سہ و سال	بہ صولجان تقضا منتقل زحال بحال
ز اوج قلۂ پرواز گاہ لا ہوتی	بدین حضیض ہوا ست کردہ ام پر و بال
میان ہشتصد و ہژدہ ز ہجرت نبوی	کہ زد زمکہ بہ یثرب سرادقات جلال
بہ ہشتصد و نود و سہ کشیدہ ام امروز	زمام عزم درین تنگناے وہم و خیال

جام مین ایک مقام ہے زندہ فیل شیخ احمد۔ یہان کی زمین آپ کی زاد بوم ہے۔

آپ کے حالات لکھنے والے اس طرح بیان کرتے ہین۔ ایک روز آپ کی خدمت مین آپ کے اُستادون کی تحقیق کا ذکر تہا۔ تو آپنے فرمایا۔

"جب تک مجکو عقل و ہوش نہین آیا تھا۔ تب تک اپنے وطن مین ہی پدر بزرگوار کی شاگردی سے زباندانی کا قاعدہ و قانون سیکھتا رہا۔ پہر چند روز بعد وہین کے دوسرے مدرسون سے تحصیل علم کی۔ جب مینے وطن مین کوئی ایسا عالم نپایا جس کے سامنے تعلیم کے واسطے کتاب کہول سکون۔ تب ہرات مین آکر نظامیہ مدرسہ مین اُس حجرہ کے اندر ٹہیرا جس مین مولانا زین الدین تائبادی۔ اور مولانا سعد الدین انصاری رہتے تہے باوجودیکہ تمام عقلی و نقلی علوم۔ اور کل یقینی و کشفی معرفتین وَعَلَّمْنٰهُ مِن لَّدُنَّا عِلْمًا[۱] کے چشمہ سے دل پر فائز ہوتی تہین۔ تاہم فنون عربیہ کی کتابین تہوڑے عرصہ مین مولانا جنید کے درس سے نکال لین۔ جو فن معانی مین اُستادِ وقت تہے۔ نیز جامع العلوم مولانا خواجہ سمرقندی کے درس سے چالیس روز مین فارغ ہوکر اُنکے تمام علمی جواہر حاصل کرلئے۔ نیز مولانا محمد جاجرمی کی خدمت مین رہکر علم مناظرہ کے آداب اور طریقہ یاد کئے۔ اور نیز سمرقند مین قاضی زادہ رومی کی صحبت مین پہونچکر علم معقول تحصیل کیا"

خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ تہوڑی سی مدت مین اُس ملک کے تمام علما اور سالکون پر آپ کو اور آپ کے علم کو بڑا درجہ اور اونچا پایہ حاصل ہوگیا تہا۔

کہتے ہین۔ اُس زمانہ مین اور اُس وقت مین شیخ بہاء الدین عمر۔ مولانا بایزید پورانی۔ مولانا محمد اسد۔ اور نیز دیگر بزرگ اصحاب ایسے جمع ہوئے تہے۔ جن کی صحبت سے فقر و درویشی۔ اور تلقین و ارشاد کی خوشبو طالبون کے دماغ مین پہونچا کرتی تہی۔ ان اصحاب کی مصاحبت سے بہی آپ کو فیض و فائدہ پہونچا تہا۔ لیکن آغاز زباندانی سے انجام زندگانی تک نظم اور غزل گوئی کا ذوق آپ کی درویشی اور فقر کے چہرہ پر بدستور نقاب بنا رہا۔ البتہ جیسے جیسے عمر مین تفاوت ہوتا جاتا تہا۔ جیسے جیسے دل ربا مظاہر کا جمال دیکھنے سے نگاہ کی گرمی مین تفاوت ہوتا جاتا تہا۔ اور جیسے جیسے حسینون کے آئینہ صورت سے اسمائی کمالات نظر آنے مین تفاوت ہوتا جاتا تہا۔ ویسے ویسے نظم اور غزل گوئی کے ذوق مین بہی۔ تفاوت ضرور نمایان ہوتا جاتا تہا۔ یعنی آپ شعر و علم۔ خوش باشی۔ اور مردم آمیزی کے لباس مین حق شناسی کے اسرار کو دو وجہ سے پوشیدہ رکہتے تہے۔ ایک یہ کہ وہ بہائیہ سلسلہ مین۔ تلقین کی بسم اللہ۔ اخفاء طریقہ ہے دوسرے یہ۔ کہ سید فیاض سے انوار قدسی کا فیضان۔ ابتداء سلوک مین آپ پر عشق مجازی کی صورت مین ہوا کرتا تہا۔ تاکہ یہ ظاہری عشق آپ کی حقیقت کے چہرہ پر نقاب بنا رہے اور اغیار کی آنکہ سے آپ کے تصوف کے چہرہ کو نظر نہ لگے۔ غالباً عالم علوی سے آپ کی کامیابی اسی شکل مین معین کی گئی تہی۔

---

[۱] اور ہمنے اپنی طرف سے اُسکو ایک (خاص) علم سکہایا تہا ۱۲

تکملہ کے بیان سے اس مدعا کی تائید ہوتی ہے - کہ ایک روز مولانا فرماتے تھے - مین ایک انسانی منظر کے جمال پر عاشق تھا - ایک دفعہ وضو کرنے مین اپنا ہاتھ مینے بلاکسی تفاوت کے بالکل محبوب کا ہاتھ پایا - فوراً اُسی وقت اصلی حقیقت کے طرف رجوع کیا اور دل مین یہ خیال آیا - کہ یہ حالت بالکل حضرت خاتم النبوۃ علیہ السلام کی جیسی ہی - کہ ایک وقت آپنے فرمایا تھا ہٰذہ یداللہ اور مشار الیہ آپ کا دست مبارک تھا مذکورہ بالا حالت اس پردہ مین درویش پر ظہور کرنی ہے القصہ چونکہ کسی باکمال زندہ دل کے ساتھ مراسم بعیت کا ادا کرنا - خداشناسون کی سنت ہے - لہذا باوجود صدرالذکر کمالات کے مراسم بعیت کا ادا کرنا ضروری سمجھکر قطب طریقت اور غوث حقیقت مولانا سعدالدین کاشغری کی خدمت مین - دلی خواہش سے حاضر ہوا - جو نقشبندیہ خانوادہ مین اُس وقت مسند ہدایت پر صدرنشین تھے - اور علی الاعلان مراسم بعیت ادا کیئے -

مصنف تکملہ مولانا عبدالغفور آپکے مرید ہونے کی بنیاد اس طرح پر لکھتے ہین - ایک رات مجازی معشوق کی جدائی مین آپکے اوپر رنج و غم کا کثرت سے ہجوم ہوا - یہان تک - کہ ہوش - خرد - صبر - آرام - معرفت - ادراک - اور تمیز - بلکہ انسانی سرکار کے تمام نفیس نفیس مکانات تاخت و تاراج ہوگئے - ناگاہ غنودگی کی صورت مین بیہوشی پیدا ہوئی - اور بیہوشی نے دل و دماغ پر قبضہ کیا - عالم مثال مین کیا دیکھتے ہین - کہ مولانا سعدالملۃ والدین کے جمال باکمال سے آنکھین روشن ہین - اور مولانا نے اپنی زبان حقائق بیان سے یہ نصیحت فرمائی ہے جامی اپنا رخ ایسے یار کی طرف کر جس کی تم کو لازمی طور پر ضرورت ہے رباعیت

رَو سحر طائرِ قدسم زِ سرِ سدرہ صفیر		کہ درین دامگہ حادثہ آرام مگیر	

یہ بالکل سچ ہے - جب باری تعالیٰ کی پاک ذات چاہتی ہے - کہ کسی مظہر کو اُس مبدء کی طرف کھینچ لیوے - تو صرف ایک بہانہ سے علائق اور موانع کے تمام حجاب اُس شخص کے رخسارہ پر سے اٹھادیتی ہے - اور جو کمال اس کے حصہ کا ہوتا ہے - اُس کمال تک پہونچا دیتی ہے - جب آپنے سلوک اختیار کیا - اور ظاہری اصحاب کی روش چھوڑی اور ایک عمر گوشہ نشینی مین بسر کی - تو اس درجہ پر آپکا حال پہونچ گیا تھا - کہ کیا گفتار - کیا رفتار - اور کیا کردار - یہ جملہ امور جو طبیعت کو مانوس تھے - ایک دم آپ کی عقل و شعور سے پریشان ہوکر نکل گئے تھے - اور بیگانہ وار معلوم ہوتے تھے فرماتے تھے - جب ابتداء سلوک مین انوار کا ظہور ہوا کرتا تھا جس سے ستارہ ہستی چھپ جاتا تھا - اُس وقت بارہا یہ فرمایا کرتے تھے - کہ کشف اور کرامات پر کوئی اعتماد نہین کرنا چاہیئے - اس سے بہتر کوئی کرامت نہین ہے - کہ کسی صاحب تاثیر کی صحبت مین کسی سعادتمند کو کوئی اثر اور کوئی وجہ حاصل ہو - اور وہ خودی سے تھوڑی دیر کے واسطے رہائی پالیوے

رباعی

یارے کہ بدیدار وے از دست شوی	آن بہ کہ بزیر پائے او پست شوی
اگر مے نخوری ز جام وصلش یارے	از شیوہ چشم مست او مست شوی

بیت

زیادہ ہیبت اگر نیست این نہ بس کہ ترا	دمے ز وسوسہ عقل بے خبر دارد

مرزا سلطان حسین وزیر تھے۔ مولانا جامی نے عشقیہ مثنوی یوسف زلیخا۔ انہیں کے روشن نام پر مرصع کی ہے۔ اس مین لکھتے ہین۔ ۵

جہان یکسر چہ ارواح و چہ اجسام	بود شخص معین عالمش نام
بود انسان دران شخص معین	چو عین باصرہ بشناس روشن
جہان عین آن کہ چون انسان عین ست	جہان مردمی سلطان حسین ست

اس بے نظیر تعریف کے بارہ مین راقم کا خیال یہ ہے۔ کہ آج تاریخ سترہوین رجب ہجری سنہ ایک ہزار اکیس ہے ہرچند اکثر علم والون نے اپنے اپنے فرمان روا کی مدح مین ترکی اور تازی سخن آفرینی فرمائی ہے لیکن آجتک اس طرز کی رعنائی کے کوچہ مین کسی شاعر طبع فاضل اور کسی بافضیلت شاعر کا گزر نہین ہوا ہے۔ امیر علیشیر نوائی تخلص نے ایک ترکی رسالہ مولانا کے حالات مین لکھا ہے۔ اس مین لکھتے ہین کہ مولانا نے نفحات الانس۔ شواہد النبوۃ۔ اور لمعات شیخ فخر الدین ابراہیم عراقی کی شرح یہ کتابین مخلص کی التماس سے تصنیف فرمائی ہین۔

مصنف تکملہ نے لکھا ہے۔ مولانا فرماتے تھے۔ یہ جو بعض اکابر کہتے ہین۔ کہ باطنی شغل کے ساتھ تکلم جمع نہین ہوتا ہے یہ بات بالکل بعید معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ نفحات کی تصنیف کے وقت مین کبھی ایک منوکبھی زیادہ دو صفحہ تک لکھ لیا کرتا تھا۔ اور دل کو اُس کے لکھنے کی خبر ہی نہین ہوا کرتی تھی۔ اور تعلم عادت کے موافق بدستور جاری رہتا تھا۔

آپ کی تصنیفات کا شمار اس طرح پر ہے۔ نثر۔ فارسی مین شواہد النبوۃ۔ نفحات الانس۔ جو مشائخ طبقات وغیرہم کا تذکرہ ہے۔ لوائح جو مولانا کی ہی رباعیات کی شرح ہے۔ بہارستان جو بلبل شیراز (سعدی) کی گلستان کے رنگ مین ہے۔ دیگر سودہ رسالے بعض مین چند رسالے تو آیات قرآنی کی تفسیر۔ اور حدیث نبوی علیہ الصلوۃ کے ترجمہ مین ہین۔ بعض تصوف اور سلوک کے علم مین۔ اور بعض معما۔ عروض

انشا کے علم مین ہین ستیرہ نسخہ عربی اور فارسی جو اکابر کی کتب اور ابیات کی شرح مین ہین۔ نظم کلام آپ کا وہ نامہ ہے جس مین سات تو مثنوی ہین ہفت اورنگ نام ہے۔ اور تین دیوان غزل اور قصائد ہین۔ جملہ تینتالیس کتابین مشہور ہین۔ اِن کے سوا آپ کے قلم تصنیف کے لکھے ہوئے حاشیئے۔ تعلیقات۔ رقعات۔ اور دیگر متفرق ابیات ہر فن کے اندر موجود زمانہ ہین۔

کہتے ہین۔ جب آپ کی عمر عزیز کا شمار عدد کاس کے برابر ہوا تو تاریخ پندرہوین محرم الحرام ہجری سنہ آٹھ سو اٹھانوین کو جب کہ رات اور دن برابر ہونے کا موسم تہا۔ آپ بزم وصال مین پہونچ گئے۔ اور محبوب حقیقی کے جمال کا شربت نوش فرمایا۔ اور اوپر سے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ کا نقل تناول کیا۔ یہ دردناک واقعہ تجہیز وتکفین نعش۔ اور نماز کی کیفیت۔ اور عمارت قبر کا حال مفصل طور پر مولانا عبدالغفور کے تکملہ مین اور امیر علیشیر کے رسالہ تزکیہ مین لکہا ہوا ہے۔ شوقین صاحب چاہین۔ تو اُسکو مطالعہ کرکے صدر الذکر حالات پر مطلع ہو سکتے ہین۔

صاحب تکملہ لکھتے ہین۔ کہ آخر زمانہ مین جب کہ یوسف زلیخا کی نظم کا شغل آپنے کر رکہا تہا۔ فرماتے تہے۔ کہ دل کی عظیم کشش ایسی خیالی صورت کی طرف ہے۔ کہ خارج مین اُسکے وجود کا گمان ہی نہین ہوتا ہے۔ اور تصنیف کے وقت مین باطنی شورش۔ اور حرارت کے آثار۔ آپ سے ظاہر ہوا کرتے تہے۔ چنانچہ کئی کئی دفعہ حرکت دوریہ کے طور پر آپ سماع فرمانے لگتے تہے۔ اور اس مین مبالغہ کرتے تہے۔ یہان تک طول کو نوبت پہونچ جاتی تہی۔ کہ سازندہ اور مغنی بے طاقت ہوجاتے تہے۔ اور آپ اُس حال سے باز نہین آتے تہے۔ بالآخر جب پانون مین درد ہونے لگتا تہا۔ تو ضرورۃً بیٹھ جاتے تہے۔ حال آنکہ اس سے پہلے سماع کے بارہ مین آپ کو تردد تہا۔ اور فرمایا کرتے تہے کہ جب تک کوئی شخص اپنے تئین چہوڑے نہین۔ اور جو حال اُس کو حاصل ہے۔ اُس حال سے خالی نہ ہو۔ تب تک کیونکر سماع کر سکتا ہے۔ نیز یہ بہی فرمایا کرتے تہے۔ بیشک اول چراغ جلانا چاہیئے۔ پہر بعد مین مطالعہ کرنا چاہیئے۔ یہ اشارہ اِس طرف ہے کہ انسانی روح بنی آدم کے عنصری محل کا چراغ ہے۔ اس چراغ کو نفسانی پریشان خیالات اور آرزوؤن کی آندہی سے ریاضت کے فانوس مین محفوظ رکہنا چاہیئے۔ تاکہ وہ چراغ شمع کی طرح ہدایت کے نور سے روشن رہے۔ اور دلون کے اندر چہپے ہوئے جن معانی اور جن امور کے چہرہ پر موجودات کے الفاظ کا سیاہ پردہ پڑا ہوا ہے۔ وہ معانی اور امور۔ اعتباری نظر مین ظاہر ہوجاوین۔

یہ گزارش بہی اسی قبیل سے ہے۔ کہ مولانا عبدالغفور فرماتے ہین۔ جب مولانا جامی کی خاطر مین یہ خلش

ؐ ہم تو اللہ ہی کے ہین۔ (ہم کو جس حال مین چاہے رکہے) اور ہم اُسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہین ۱۲۔

پیدا ہوتی تھی کہ معانی مقصودہ کے ادا سے عبارت قاصر ہے۔ تو لکھنے سے پہلے آپ کی لطیف طبیعت اس خلجان کا اثر مانتی تھی۔ اس کی منشا پر غور کرتے تھے۔ مخاطب کی نور فراست سے بھی کچھ مفہوم معلوم کرتے تھے۔ اور نیز توجیہات کے ذریعہ سے دفعتاً اپنے متردد ذہن کا دور فرمایا کرتے تھے۔ نیز اکثر راست کردار اور راست گفتار لوگون کی زبانی سنا ہوا ہے۔ کہ ہم نشینان بزم کے مافی الضمیر پر آپ کو اطلاع ہوجایا کرتی تھی۔ اور بہت سی تصوف کی کتابین جو گزشتہ زمانہ کے مصنفین کی لکھی ہوئی تھین۔ جن کے معانی اور مضامین۔ دقیقہ شناس علم والون کی فہم وفکر مین نہین آتے تھے اُن کتابون کے مقاصد کو آپنے اپنے فارسی رسالون مین اس طرز سے لکھا ہے۔ کہ اُن کتابون کی تمام تعقیدات اور مشکلات حل ہوگئی ہین۔ اب تمام اشخاص متقدمین کی اُن کتابون سے فائدہ اُٹھا سکتے ہین۔ مرزا شاہرخ کا اوسط زمانہ تھا۔ کہ آپ جام سے آئے۔ اور اخیر زمانہ تک شہر ہری مین مقیم رہے جب زمانہ نے دولت اور سلطنت کا پیمانہ سلطان ابوسعید مرزا کے ہاتھ مین دیا۔ تو آپ شہر مذکور سے خیابان کی زمین مین اُٹھ آئے۔ جہان پیر بزرگوار کی خوابگاہ ہے۔ اور وہین قیام فرمایا۔ چند روز بعد ہی آپ کے آستانہ پر ان اطراف کے فاضل۔ فقیر۔ شاعر۔ اور ظریف گروہ کے گروہ جمع ہونے لگے۔ اور قاضی صدر۔ شاہ اور وزیر تمام آپ کی خدمت مین حاضر ہونے کو اپنی سعادت کا عمدہ ذریعہ سمجھتے تھے۔ اور آپ کو اپنے راز ونیاز کا قبلہ بنا لیا تھا۔ امیر علی شیر نے اپنی نسبت آپکے التفات اور اتفاق کی بابت اپنے رسالہ مین جس قدر لکھا ہے۔ بہت کچھ ہے۔ مگر چونکہ درویشون کے اس خلوت خانہ (کتاب گلزار) مین بوالہوسون کے ہجوم کی گنجایش نہین ہے۔ لہذا صرف نمونہ کے طور پر کچھ عرض کرکے اسی پر اکتفا کرتا ہون

ایک روز مظہر نامی ایک خوش گلو عود نواز نے جو گانا بھی بہت اچھا جانتا تھا۔ خواجہ حسن دہلوی کی ایک غزل گائی۔ جب اس بیت پر نوبت پہونچی **بیت**۔

مثال قطرہ باران سرشک من ہمہ دُر شد
چنین اثر ندہد آری طلوع چون تو سہیلے

تو حاضرین محفل سب غزل شناس اور اہل سخن تھے۔ سب نے جن مین صاحب مجلس امیر بھی شامل تھے مضمون بیت پر غور کرکے اعتراض کیا۔ اور قوال کو کہا "سرشک من ہمہ دُر شد" بے معنی ہے۔ یہ نہ کہو بجائے "ہمہ در شد کے" "دریا شد" کہو۔ چونکہ فقیر کو اس بیت کی نسبت کوئی تردد نہین تھا۔ اسواسطے اعتراض سے باز رہ کر خاموش تھا۔ معترضین نے کہا۔ آپ کیون کلام نہین کرتے ہین مینے عرض کیا۔ تقریر اعتراض قدرے درست نہین ہے

اور حسن دہلوی کا کہنا احسن ہے - حاضرین نے یہ بات سنکر نکتہ چینی اُس طرف سے تو چھوڑ دی - بجائے اس کے میرے اوپر حملہ کر بیٹھے - اور تشنیع کے تیرون کی بوچھار کرنے لگے - مینے التماس کیا جب حال اس طرح سے ہوگا - تو گفت وگو کا راستہ بند ہو جاویگا - البتہ اگر بیغرضی سے گفت وگو کی جاریگی - تو بات کی تحقیق ہو سکتی ہے - اور مناظرہ خوبصورتی کے ساتھ ختم ہوگا - جملہ معترضین نے بالاتفاق حضرت مخدومی حقائق پناہی کو حکم قرار دیا - فقیر نے اہل مجلس کے ساتھ مناقشہ ہونے کی کیفیت ادب کے ساتھ لکھکر خدمت مولانا مین بھیجی جو شخص فرستادہ تہا - وہ اس کے جواب مین مولانا کا دستخطی رقعہ لایا - جس مین اس مصرع کے سوا کوئی حرف نہین تہا -

مصرع "سخن درست وتعلق بگوش شہ دارد"

اعتراض والون نے اپنی معترض زبانون پر مہر سکوت لگاکر خیالات سے سر جھکا لیا - اور خود (امیر علی شیر) جواب کے نشہ مین مست ہو کر لکھتے ہین - جس روز سے سوال وجواب کی آمد ورفت تحریر وتقریر کے ذریعہ سے شروع ہوئی ہے - آج تک کوئی سوال یا کوئی جواب ایسا دل ربا پیش نہین آیا - اس دل آویز گفتار کی ہی قسم ہے - کہ تعریف نہایت ہی برمحل ہے -

جو خطوط مولانا حقائق پناہی نے امیر علی شیر کے جواب مین لکھے ہین - اُن کا نمونہ یہ ہے رباعی

زان دم کہ ترا واتفاق سفرست	تا بوکہ کنم گہے بخاطر گزرت
گر مرغ پر سوئے تو یابا د وزد	خواہم کہ وہم بنامۂ در دست

جب مینے قلم اُٹہایا اور غور وفکر سے کام لیا - تو ایک کے پیچھے دوسرا رقعہ جو ان چند روزون مین نہ بھیجنے کا اتفاق ہوا ہے - اس کے عذر کے سوا - کوئی اور بات ذہن مین نہین آئی - نہ کوئی اور صورت معلوم ہوئی - اگرچہ یہ بہی تکلیف دہی کے دغدغہ سے اور اوقات شریف کی تضیع سے خالی نہین ہے - بیت

گر بنالم پیش تو آن نالہ درد سر بود	ور بنجواہم عذر این ز درد سر دیگر بود

تحقیق احوال حلاوت بخش مولانا جامی

حضرت کا شبانہ روزی سلوک اس طرح پر تہا - جب آپ نماز عشا پڑھ لیتے تہے - تو ایک گہنٹہ ہر مجلس ہوا کرتی تہی - جس مین حقائق کا بیان ہوتا تہا - اس کے بعد اٹھ کھڑے ہوتے تہے - اور پہر خلوت کے اندر ایک گہنٹہ

طریقہ مشائخ مین مشغول رہتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے۔ کہ آرام کرنے سے پہلے اس طریق پر شغل کرنا لازم اور اہم بات ہے تاکہ اس کا فیضان تمام شب پہونچتا رہے۔ ابتدا ابتدا مین آپ کا زمانہ خواب بہت تھوڑا ہوتا تھا۔ لیکن اخیر مین رات کا صرف پچھلا تیسرا حصہ بیداری کے واسطے خاص کر دیا تھا۔ اور یہ حصہ نماز اور مراقبہ مین گزرتا تھا۔ اور فرماتے تھے سحر کے شغل کی برکت تمام دن بہرہتی ہے۔ پھر نماز صبح کے واسطے جدید وضو کرتے تھے۔ اور جب نماز پڑھ چکتے تھے تو مراقبہ مین بیٹھ جایا کرتے تھے۔ یہان تک کہ آفتاب اشراق کے درجہ پر پہونچ جاتا تھا اُس وقت نماز اشراق ادا کر کے۔ تصنیف اور مطالعہ مین مشغول ہوجاتے تھے۔ اس عرصہ مین کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ آیندگان بزم کی تفریح خاطر کی لئے تھوڑی دیر کو متوجہ ہوجاتے تھے۔ اور بیٹھنے کا طریقہ یہ تھا۔ کہ قبلہ کی برابر مین جلسہ تشہد کے طور پر بیٹھتے تھے **تعظیماً للحق ولخلقہ** اور جو قبا آپ پہنتے تھے وہ اکثر آستین کشادہ ہوتی تھی۔ اور بیشتر زمین پر بیٹھتے تھے۔ کبھی قبا کو جسم پر سے اُتار کر پاؤن کے نیچے ڈال لیا کرتے تھے اور مسکرا کر فرمایا کرتے تھے کہ فقیرون کا جامہ بچھانے کا ٹاٹ بھی ہوتا ہے۔ اور پہننے کا لباس بھی ہوتا ہے۔ لباس کی زیب و زینت سے گریزان رہتے تھے جیسا بھی مل جاتا تھا۔ اُس کو اچھا جانتے تھے۔ کبھی قبا ہوتی تھی۔ اور کبھی جبہ ہوتا تھا خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ اس ذات شریف کی جمیع حرکات اور سکنات کمال خوشنما اور پسندیدہ تہین۔ کلام کی لطافت۔ آپ کی فصیح البیان زبان کا خاصہ۔ شورش انگیزی آپ کے سخن کا خمیر اور شوق افزائی آپ کے بیان کا سرمایہ تہی۔ جو کوئی شخص شریف یا غیر شریف۔ آپ کی ملازمت مین پہونچ جاتا تھا۔ آپ اُس کے ساتھ کمال مہربانی سے پیش آکر بیٹھتے تھے۔ آنے والہ کو جو کچھ تکدر یا غم ہوتا تھا۔ وہ رفع ہوجاتا تھا۔ اُس کے بدلہ مین فیض اور خوشی ہمراہ لیجاتا تھا۔ اور پاس بیٹھنے مین از روے مروت اپنے اوپر جبر یہان تک گوارا کرتے تھے۔ کہ جب تک آنے والا اُٹھ نہین جاتا تھا۔ خود نہین اُٹھتے تھے۔ چنانچہ اس التزام سے آپ کو بعض امراض بھی پیدا ہوگیے تھے۔ مجلسون مین اس بات کی تلاش رہتی تہی۔ کہ نیچے بیٹھنے کا موقع ملے۔ اور چھوٹے درجہ کے آدمیون کے ساتھ کھانا کھانے مین ہم پیالہ ہونے کی صورت پیش آوے۔ کھانے کی چیزون مین نہایت بے تکلف تھے۔ اور درویشانہ کھانون کی طرف میلان خاطر زیادہ ہوتا تھا آپ کے افعال مین کوئی ایسا عمل داخل نہین ہوتا تھا۔ جس مین ریا کا شائبہ پایا جاوے۔ اگر کسی شخص کی نسبت یہ معلوم ہوجاتا تھا کہ کسی دنیاوی مال کا حاجت مند ہے۔ تو آپ خفیہ طور پر اُس کو پہونچاتے تھے۔ لوگون کے اعتقاد اور انکار سے آپ کی خاطر بالکل فارغ البال تہی۔ دنیاوی چیزین اصل حاجت سے جس قدر زیادہ بچ جاتی تہین۔ خیر کے کامون اور خیر کی جگہہ مین صرف کیا کرتے تھے۔ شہر ہرات مین مدرسہ تعمیر کرا کر بنا کیا۔ خیابان

مین مدرسہ اور خانقاہ دونون چیزون کا آغاز کیا - اور اُنہین اتمام کو پہونچایا - اور شہر جام مین جامع مسجد کی بنیاد ڈالی اور اُس کو مکمل کیا - اکثر ملکین مدرسہ خیابان کے نام سے وقف کین - جو آپ کی درگاہ کی اطراف مین ہین -

صاحب تکملا نے آپ کے خط مبارک مین سے چند سطرین - اور آپ کی دلکش باتون مین سے چند باتین نقل کی ہین - اور وہ یہ ہین -

کوئی شخص ایسا نہین ہے - جس کی خاطر کبھی حضرت حق سبحانہ کی طرف رجوع نہ ہوتی ہو حضور قلب حضرت باری تعالیٰ کے ساتھ ہونا - ذکر کی حقیقت اور نیز اُس کا مغز ہے - اگر کسی دولتمند شخص کو یہ سعادت حاصل ہو - کہ حضور قلب دائم رہے - اور نیز حضور قلب کا ملکہ دل مین راسخ ہوجاوے - تو اس کو اصطلاح صوفیہ مین "مشاہدہ" کہتے ہین - اور خواجگان ماوراالنہر کے عرف مین اس کو "یادداشت" کے نام سے تعبیر کرتے ہین - اور "یادکرد" جو اسم مبارک یا کلمہ طیبہ کی تکرار سے عبارت ہے اور "نگاہداشت" جو مراقبہ سے مراد ہے (اور یہ اسواسطے ہوتا ہے - کہ پراگندگی خاطر بڑھنے نہ پاوے) یہ تمام یادداشت کے حصول کے واسطے ہے - وفقنا اللہ[۱] لما یحب ویرضاہ

واضح ہو - کہ تمام اشخاص کی پیدایش اصل فطرت کے اعتبار سے چار مقدمات پر مبنی ہے

اوّل - یہ کہ انسان کی حقیقت عدم سے وجود مین آئی ہے -

دوم - یہ کہ بقا کا وجود انسان کی قدرت اور اختیار مین نہین ہے - کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا - تو انسان اپنے تئین باقی رکھہ سکتا - اور فانی ہونے دیتا -

سوم - یہ کہ تمام موجودات ممکنہ کا حال ایسا ہی ہے -

چہارم - یہ کہ جو کچھہ عدم سے وجود مین آتا ہے - اُس کے واسطے موجد کا ہونا ضروری بات ہے یہ چارون مقدمات ایسے صانع کے وجود کا اعتقاد پیدا کرنے کی بنیاد ہین جو بالذات موجود ہو - اُسکے موجود ہونے مین کسی غیر کو دخل نہ ہو -

علاوہ ان مقدمات کے انسان جانتا ہے - بلکہ مشاہدہ کرتا ہے - کہ اللہ پاک کے انعام سے اُس کو عمدہ عمدہ نعمتین ملتی ہین - جیسے خود انسان کا وجود نعمت ہاے الٰہی مین سے ہے - نیز عقلی قوتین - اور ظاہری و باطنی حسن وغیرہ وغیرہ اللہ جل شانہ کی غیر متناہی نعمتین - نعمت وجود

[۱] - اللہ تعالیٰ ہم کو اُس شے کی توفیق دیوے - جو اُس کو محبوب ہو - اور جس سے وہ راضی ہو ۱۲

کے تابع - اور اُس کے علاوہ ہین - اِس مرتبہ مین خاطر انسان کو بحکم الانسان عبید الاحسان اپنے مسدر کی طرف طبعًا جذب ہوتا ہے - اور یہ جذب کی ابتدا ہے - بعدہ اگر انسان خیال کرے کہ نفع یا ضرر جو کچھہ واقع ہوتا ہے - بحکم لافاعل فی الوجود الا اللہ تمام صانع کی ہی طرف منسوب ہوتا ہے - تعالیٰ شانہ اور ہمیشہ اس خیال مین رہے - تو اُس کا انجذاب وقتًا فوقتًا بڑہتا - اور لحظہ بہ لحظہ قوی ہوتا جاتا ہے - اور ممکنات کے ساتھہ جس قدر اُس کا تعلق ہوتا ہے اُس مین فتور پڑتا جاتا ہے - پھر پورا انقطاع ہو جاتا ہے -

ایک وجہ تو انجذاب خاطر کی یہ ہوئی - دوسری یہ - کہ انسان جب خیال کرتا ہے - کہ وہ انسانیت اور آدمیت کے اعتبار سے بے لذت نہین ہو سکتا ہے - اور لذت میلان خاطر کے تابع ہوتی ہے - اور میلان جس کی طرف ہو - وہ ایک امر کامل اور باقی ہونا چاہیے - کیونکہ ناقص یا فانی کی طرف میلان خاطر ہوگا - تو چونکہ اُسمین نقصان یا فنا کا عیب لگا ہوا ہے لہذا نتیجہ میلان غم ہوگا - اور ادہر انسان یہ بھی خیال کرتا ہے - کہ کامل مطلق لم یزل اور لایزال ذوالجلال والافضال کی ذات اقدس ہے - کیونکہ حسن وجمال اور احسان وکمال جو کچھہ ہے - یہ سب فی الحقیقۃ حق کے ہی واسطے ثابت ہے - اور جو حسن وجمال اور احسان وکمال ممکنات مین پایا جاتا ہے - یہ فی الحقیقۃ حضرت ذوالجلال کے حسن وجمال اور احسان و کمال کا پرتو ہے جل وعلا - اور ممکنات کے پاس مستعار ہے - کیونکہ ممکن خود اپنی ذات سے معدوم ہے - اور معدوم شے کا وصف کمال نہین ہو سکتا اور ممکن مین جو کچھہ نظر آتا ہی یہ معتدبہ نہین ہے - اسیواسطے معرض فنا اور محل زوال مین ہے - جب انسان کا علم ان مقدمات پر حاوی ہوگا - تو شک نہین ہے - کہ اُس کا انجذاب ایک مرتبہ اور قوت پکڑے گا - کیونکہ محبت پیدا ہونے کا باعث حسن ہوتا ہے یا احسان اور یہ دونون خوبیان اللہ جل شانہ کو ہی حاصل ہین - اور جب انسان حق کے کمال وبقا کا - اور خلق کے نقصان وفنا کا خیال مداومت کے ساتھہ کرے گا - اور کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کا (ترجمہ - مطلوبی اور محبوبی کے لائق کوئی نہین ہے مگر خدا جو ان مذکورہ بالا دونون خیالون کو لازم کرتا ہے) ورد کریگا - تو حضرت حق سبحانہ کی طرف اُس کی کشش اور غیر حق سے اُس کی بے تعلقی اس درجہ کو پہونچ جاویگی - کہ ممکنات سے

تعلق بالکل منقطع ہوجاوے گا بلکہ جو کچھ غیر خدا ہے۔ سب کو بھول جاوے گا۔

اگر کسی کو یہ حال حاصل نہو۔ تو یہ سمجھنا چاہیئے۔ کہ مذکورہ بالا عقائد مین سے کوئی عقیدہ اُسکو حاصل نہین ہے۔ یا خواہشات طبیعت مین انہماک اس درجہ بڑہا ہوا ہے۔ کہ اُس مین متاثر ہونے کی قابلیت ہی نہین رہی۔ اور وہ شخص گروہ انعام مین شامل ہو گیا اُولٰئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ یہ گروہ باوجودیکہ اہل ایمان ہین۔ مگر اُن حیوانات کی صورتون مین ہین جو اخلاق کے اعتبار سے اس گروہ سے ملتے جلتے ہین۔ جیسے کہ حدیث نبوی علی مصدرہ الصلوٰۃ والسلام اس بارہ مین ناطق ہے۔ ایک شخص مولانا کی مجلس مین علیہ الرحمۃ والرضوان آیا۔ اور کہا۔ مین ہرچند ذکر کرتا ہون۔ متاثر نہین ہوتا ہون۔ فرمایا۔ عقیدہ کو درست کرنا چاہیئے۔ فرماتے تھے۔ بعض مشائخ ذکر مین صرف اسم مبارک اللہ پر اکتفا کرتے ہین۔ لقولہ تعالیٰ قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ اگرچہ اسم مبارک حق سبحانہ کے کمال پر مشتمل ہے۔ اور اسواسطے یہ حق کے ساتھ یگانگی۔ اور خلق کے ساتھ بے تعلقی کا نتیجہ پیدا کرتا ہے۔ جو اصل مقصود ہے لیکن کلمہ متبرکہ کو اس بارہ مین دخل زیادہ ہے اس لئے اکثر مشائخ نے اسی کلمہ کو اختیار کیا ہے۔ اور نص نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام اس ذکر کی افضلیت مین شاہد موجود ہے۔ افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ اور نیز دیگر بہت سی احادیث اس کے افضل اور ارفع ہونے کے بارہ مین واقع ہین۔ اور مرتبہ کے اعتبار سے بھی اسکو تہلیل کہتے ہین۔ کیونکہ تہلیل کے معنی آواز کا بلند کرنا ہین۔ اللہ جل شانہ کے ساتھ حضور قلب اُس صفت سے اور اُس طرح پر پیدا کرنا۔ کہ جس صفت سے اور جس طرح پر یہ انسان اللہ جل شانہ کے ساتھ ایمان رکھتا ہو۔ مثل اس کے ہے۔ کہ جیسے یہ انسان حقیقت ذکر اور اس کی اصلیت کا موجد اور مظہر ہے۔ ذکر کی ایک صورت ہے ایک معنی ہے۔ اور ایک حقیقت ہے۔ صورت ذکر تو عبارت اس سے ہے۔ کہ ذاکر لفظ خاص کو جو حروف سے مرکب ہے تکلم کے طریق پر آہستہ یا بلند ادا کرے۔ یا تخیل کے طریق پر ذہن مین حاضر لاوے۔ معنی ذکر عبارت اس سے ہے۔ کہ ذاکر لفظ مذکور کے معنی اور مفہوم مین بھی فکر کرے۔ اور حقیقت ذکر عبارت اس سے ہے۔ کہ ذاکر صرف اس تصوری مفہوم کو شعور مین لاوے۔ جو ذکر کی توجہ کا قبلہ اور تیر کا نشانہ ہے۔ آہستہ طور پر تکلم بعض

---

۵۱ ۔۔ لوگ چارپایون کی مثل ہین۔ بلکہ اُن سے بھی گئے گزرے ہوئے۔ ۱۲

مشائخ کا طریقہ ہے۔ انہیں میں شیخ کبیر محی الدین عربی قدس سرہ العزیز اللہ ذکر کرنے میں اکثر مشائخ کا طریق۔ بتکلم بالجہر ہے۔ اور تخیل۔ ذکر خفی ہے۔ اور یہ طریق خواجگان ہے قدس اللہ اسرارہم

قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْیَۃً ط[۱]

یاد مولانا علاء الدین محمد مکتب دار

آپ اُس نبی کے علماے اُمت میں سے ہیں جنہوں نے انت منی کے ارشاد کو عام کر دیا ہے۔ مولانا سعد الدین کاشغری کے مرید تھے۔ لیکن راہ سلوک آپ کو طے ہوئی ہے شیخ عبد الکبیر یمنی کے فیض ملازمت سے جو ایک واسطے سے شیخ عبد الرحمن مصری کے خلیفہ ہیں۔ نیز شیخ عبد الکبیر کے فیض ملازمت سے ہی۔ آپ کی ہمّت علو مرتبہ کو پہونچی ہے سکتے ہیں۔ ایک روز آپ فرماتے تھے۔ شیخ یمنی نے حدیث قدسی کی تعریف دریافت فرمائی میں نے عرض کیا۔ جو خداوی کلام بے توسل فرشتہ پیغمبر کے نفس ناطقہ پر نزول فرماوے۔ وہ حدیث قدسی ہے۔ شیخ نے فرمایا۔ اس بنیاد پر تو اس گروہ کے ولادیز اقوال بھی حدیث قدسی ہیں۔ اس پر سامعین میں سے ایک شخص نے کہا۔ اگر آپ ایسا فرماوینگے۔ تو گروہ صوفیہ کی طبقہ انبیا کے ساتھ مساوات لازم آجاویگی۔ جواب دیا۔ مساوات اس سبب سے لازم نہیں آویگی۔ کہ نسبت مذکورہ انبیا میں بالاصالتہ۔ اور اولیا میں بالاتباع ہے راقم کی خاطر فاتر میں یہ بات آتی ہے۔ کہ جس حالت میں نفس الامر ایک جنس سے ہو۔ اور دو مختلف الکیفتہ افراد سے ظہور پذیر ہو۔ ایسی حالت میں اُس کو ایک نام سے نامزد کرنا ہی۔ دلیری کے میدان میں قدم رکھنا۔ اور ادب کے آباد شہر سے نکل کر گستاخی کے ویران صحرا میں جانا ہے۔ اور نام رکھنے میں۔ درجہ کا لحاظ بھی ضروری بات ہے۔ جیسے خرق عادت کی نمود و نمائش کہ جس شخص کے ذریعہ سے ظاہر ہوتی ہے۔ اُس کے اعتبار سے۔ اُس کا نام بھی جداگانہ ہوتا ہے۔ نبی سے معجزہ۔ ولی سے کرامت۔ مومن سے معونت۔ اور غیر مومن سے استدراج مصرع حفظ مراتب ست ہمین شیوہ در خطاب

یاد مولانا عبد اللہ فرنخوی

آپ عالم۔ عارف۔ کامل۔ عامل۔ اور اندر باہر سے یک رو تھے۔ فرماتے تھے۔ مولانا عبد الرحمن احمد جامی باطنی محل کے کنگرہ پر چڑھتے وقت پرزن کو کھول کر جاتے اور آتے ہیں۔ لیکن مولانا علاء الدین محمد کتب دار جانے اور آنے میں پر کھولتے ہی نہیں۔ کہتے ہیں اس بیان سے مراد یہ ہے۔ کہ مولانا عبد الرحمن سلوک طریقت میں اضطراب اور عجلت رکھتے ہیں۔ اور مولانا علاء الدین آرام اور آسائش کے ساتھ چلتے ہیں۔ راقم کے ذہن میں لکھتے وقت

---

[۱] اللہ تبارک تعالیٰ نے فرمایا ہی (لوگو) اپنے پروردگار سے گڑگڑا گڑگڑا کر اور چپکے (چپکے) دعا کر تے رہو ۱۲-

ایسا آیا۔ کہ پر کھول کر پرواز کرنا عبارت تعرج کے ظاہر کرنے سے ہے۔ اور بغیر پر کھلے ہوئے اُڑنا سِرا د تعرج کے مخفی رکھنے سے ہے۔ بیشک جامی قدس سرہ کے آثار کا ظاہر ہونا۔ اور مکتب دار رحمہ اللہ کی برکات کا مخفی رہنا۔ اِس توجیہ کے صحیح ہونے پر ایک روشن دلیل ہے۔

یاد درویش منصور سبزواری

آپ اندر اور باہر سے اس درجہ دُھلے اور منجھے تھے۔ کہ بیان میں نہیں آسکتا ہے۔ مولانا عبدالرحمٰن جامی کے ہم عصر ہیں۔ میر علیشیر نوائی کمال عقیدت رکھتے تھے۔ اور آپ کے ساتھ نہایت دلبستگی اور محبت تھی۔ اکثر آپ کی عمر روزہ وصال میں ہی گزرتی تھی۔

یاد مولانا محمد روحی

آپ کا لقب شمس الدین۔ اور کنیت ابو المکارم ہے۔ ہرات کے پرگنوں میں سے کسی پرگنہ کے رہنے والے ہیں استقامت اور کرامت میں آپ کو کمال تھا۔ مولانا سعد الدین کاشغری کے مرید ہیں۔ کہتے ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ۔ نہایت پرہیزگار اور صالحہ تھیں۔ ان کا رتبہ ریاضت اور بلند ہمتی میں بہت بڑا تھا۔ یہ فرماتی ہیں۔ مجھکو امید تھی۔ ایک رات مینے عالم مثال میں نبی مصطفی علیہ السلام کی زبان ؎ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى سے نوید پسر سنی۔ اِس کے بعد اُسی حمل سے یہ لڑکا پیدا ہوا۔ اس واقعہ کی بنیاد پر محمد نام رکھا گیا۔ کہتے ہیں آغاز زمانہ ہوش سے لیکر واپسیں نفس تک آپ کے سلوک میں کسی قسم کی لغزش نہیں آئی۔ آپنے اپنی تمام عمر راست روی اور اتباع شریعت میں گزاری۔ اور صاحب کرامات و مقامات تھے۔

یاد شیخ جھجو اساولی

آپ شیخ نظام عمر اکرم کے مرید ہیں۔ جو خلافت میں گیارہ واسطہ کے بعد سید احمد کبیر رفاعی قدس سرہ کو پہونچتے ہیں۔ مستقیم الطریق اور مستوی الحال تھے۔ پچیسویں ذی قعدہ کو عالم روحانی کی طرف کوچ فرما گئے۔ شیخ جمال نوساری کو ذکر کی سند شغل کی تلقین۔ ارشاد کی اجازت۔ اور خلافت کا خرقہ۔ یہ چیزیں آپ کی ہی ملازمت سے ملی ہیں مصرع جمالِ حق فروغِ چشم او باد۔

یاد شیخ فخر الدین گنج اسرار جونپوری

آپ میر گنجشکر کی نسل سے ہیں۔ قدس اللہ سرھما۔ ایزدی اسرار اور آلٰہی انوار کا آپ خزانہ تھے اور بزرگان

ؔ۵ ۔ اپنی خواہش نفسانی سے باتیں نہیں بناتے ہیں ۱۲

زمانہ کو آپ سے فخر تھا - آپ کا دلکش قول ہے - جو کمال مجکو حاصل ہوا - اُس کو مینے دور بین عقل کی بدولت سمجھا کیونکہ کسی شخص کی ہدایت کا احسان - اللہ احسان کا بار - راہ سلوک مین میرے اوپر نہین ہے - اور شیخ نظامی گنجوی قدس سرہ کے یہ اشعار پڑہا کرتے تھے - مثنوی

خرد شیخ الشیوخ راہِ تو بس	از و پرس انچہ می پرسی نہ از کس
بپرس از عقل دور اندیش گستاخ	کہ چون شاید شدن بر بام این کاخ
بپائے جان توانی شد بر افلاک	رہا کن شہر بند خاک با خاک
مگو بر بام گردون چون توان رفت	توان رفت از زنام خود توان رفت
برین زرین حصار آن شد برومند	اکہ از خود بر گرفت این آہنین بند
کہ ملک و مال و فرزند و زر و زور	ہمہ ہستند با تو تا لبِ گور
ازین مشتِ خیال کاروان زن	عنان بستان علم بر آسمان زن

یہ مثنوی خبر دیتی ہے - کہ نظم کرنے والا اور پڑہنے والا دونون اویسہ گروہ مین سے ہین - القصہ بہت سے خداشناس لوگ آپ کے صادق مرید تھے - اور اُن اطراف کے حکام اعلیٰ بہی نہایت نیازمندی اور اعتقاد کے ساتھہ آپ کی ملازمت کی آرزو رکہا کرتے تھے - اور ادب و اہتمام کے ساتھہ آپ کے آستانہ پر حاضر ہوا کرتے تھے - آپ کی قبر جونپور مین زیارت گاہ ہے - اور مشہور ہے - مصرع گنج اسرار ست خاکِ پاکِ او -

یاد شیخ بہاء الدین گنج روان

آپ اپنے پدر بزرگوار شیخ فخر الدین ثانی کے خلیفہ ہین - کہتے ہین - قادر شاہی عہد تہا - زمین کالپی کی تلائی مین ایک بہیانک جنگل تہا - اُس تلائی مین شیخ نے اور شیخ کے ساتھہ - دہلی کے چند خدا پرستون نے مخدوم جہانیان کی اجازت سے رہنے کو مکان بنالیا تھا - اور وہان پر خدائی پرستش کیا کرتے تھے - اور اس مین خوشی کے ساتھہ زندگی بسر ہوتی تہی - خوراک کا طریقہ یہ تہا - کہ دیگون کو پانی سے بہر کر چولہے پر رکہہ دیا کرتے تھے - اور ایک معتدبہ عرصہ کے بعد اُتار لیا کرتے تھے - گہی سے تر بتر کہچڑی اس قدر تیار ملتی تہی - کہ وہ کہانے والون کو مکتفی ہوا کرتی تہی - اس عجیب و غریب خرق عادت کے ذریعہ سے گنج روان آپ کا نام پڑگیا - کہتے ہین ایک روز شکار کرنے کرتے - حاکم وقت کا گزر شیخ کی عبادت گاہ کی طرف ہوا - وہان پہاڑی بکرہ کو شیر کے پیچھے پیچھے پہرتا ہوا دیکہا - اُسی وقت دل مین ٹہان لی - کہ یہان پر ایک شہر آباد اور قلعہ تعمیر ہونا چاہیے - لیکن جب قلعہ کی

دیوار پوری ہونے کو آتی تھی۔ کالپ نام ایک جن اُس کو گرا دیتا تھا۔ اس کام کے انتظام کے واسطے حاکم مذکور نے شیخ کے دیدار کے لئے نیازمندانہ رجوع کیا۔ آپ اندرونی سبب سمجھ گئے۔ ایک اینٹ اپنے ہاتھ سے دیوار مین لگا دی۔ اور محمد آباد نام رکھا۔ اور ہندیون کے نزدیک یہ بات ہے۔ چونکہ مذکورہ بالا بیابان کالپ جن کی رہنے کی جگہ ہے۔ لفظ کالپی کے ساتھ مشہور ہوگیا ہے۔ کہتے ہین۔ بادشاہ وقت یا دوسرے ذی استطاعت لوگ نقد۔ جنس۔ دیہ یا باغ غرض جو کچھ بھی شیخ کے حضور مین پیش کرتے تھے۔ قبول نہین ہوتا تھا۔ اس سبب سے متعلقین تکلیف پاتے تھے۔ ایک روز آپنے متعلقین کو غیر صابر دیکھکر فرمایا۔ کہ تم لوگون کی قوت کے واسطے آب جمنا سے ہم کسی قدر زمین لیتے ہین۔ جو لوگون کا احسان نہ ہوتے ہوئے خاص روزی رسان کے خزانہ سے ملے گی۔ پس جمنا کو ایک دفعہ اور ایک دفعہ کے بعد دوسری دفعہ فرمایا۔ اس کنارہ سے چند جریب زمین ہمارے فرمان برداروں کے لئے چھوڑ دے۔ اور پانی کا راستہ اوپر سے کرے۔ اِن دونون دفعہ حکم کی تعمیل نہین ہوئی۔ تیسری دفعہ عصا ہاتھ مین لیکر غصہ سے پانی پر مارا۔ فوراً پانی نے ہٹ کر موضع بھلا سے گجی کے ساتھ بہنا شروع کیا۔ اور کم و بیش تین سو جریب زمین پانی مین سے نکل آئی۔ کہتے ہین۔ اُسی زمین مین شیخ کی۔ اور شیخ کی تمام نسل والون کی کھیتی۔ گھر۔ باغ۔ اور خوابگاہ آج تک ہے۔ مصرع بادا نثار دُر سلامت ردی برو۔

یاد شیخ کمال الدین حسین

آپ خالد کے فرزند ہین۔ جو اجمیری ناگوری تھے قدس سرہما کمال دانش و بینش تھی۔ آپنے شیخ ابراہیم قدس سرہ کی خدمت سے ظاہری اور باطنی کمالات تحصیل کر کے۔ خرقہ خلافت لیا تھا۔ شیخ ابراہیم شیخ عبدالعزیز ناگوری کے خلیفہ ہین۔ شیخ عبدالعزیز شیخ فرید الدین ناگوری کے خلیفہ ہین۔ اور شیخ فرید الدین ناگوری شیخ حمید الدین سوالی کی بزرگ اولاد اور خلفا مین سے ہین۔ قدس اسرارہم بعض کا کہنا یہ ہے۔ کہ خالد۔ خواجہ بزرگ معین الدین کی نسل سے ہین قدس سرہ۔ تفسیر نور النبی جو بہت سے نکات اور وجوہ تفاسیر کو جامع ہے۔ اور اصول الانوار در باب تذکرہ ابرار یہ دونون کتابین آپ کی ہی تصنیف ہین۔ اصول الانوار مین خانوادہ چشت کے مشائخ کے حالات اور نسبون کا حال اصول کے طور پر لکھا گیا ہے۔ لیکن آپنے اپنے حالات کے بارہ مین صرف اتنا لکھا ہے کہ خالد کا بیٹا۔ مریدان معینیہ مین کمترین مرید ہے۔ اور اپنی نسب کے متعلق قطعی کوئی بات نہین لکھی۔ مولانا عالم کابلی نے اپنے تذکرہ مین لکھا ہے۔ مینے اجمیر مین شیخ عبدالقادر ابن شیخ ابوالفتح کی ملازمت حاصل کی تھی۔ جو خواجہ معروف ابن شیخ حسین خالد کے پوتے ہین۔ اور نیز مینے آپ سے تحقیق نسب بھی کی تھی۔ فرمایا۔ کہ ہمارے جرے یا چلے بردِ واسطہ

سے شیخ حمید الدین سوالی کو پہونچتے ہین قدس اسرارہم مصرع ہم نسب وہم حسب ہر دو حجاب دل ست -

یاد سید حامد حسنی چشتی

آپ سید حسین سہروالہ کے برادر زادہ (بھتیجہ) ہین محبت - معرفت - عشق اور آگاہی کے دریا تے - نوعمر لڑکے آپ کی خدمت مین رہا کرتے تے - اور انہین سے ایک لڑکے کی طرف میلان خاطر بہی تہا - آپنے کبوتر اُس لڑکے کے سپرد کردیا تھا - کہ وہ ہمیشہ ہاتہہ مین رکہے - غرض اس سے یہ تہی کہ کبوتر کا بظاہر دیکہنا - مطلوب کا جمال دیکہنے کے واسطے بہانہ ہو - اور نظر بازی کو علی الاعلان شہرت نہ ہو - ایک روز کسی عرس مین آپ تشریف لیجاتے تے منظور نظر کو کہا - اگر مجکو ایسی بے ہوشی لاحق ہو جس سے نماز غارت ہوتی ہو - تو آگاہ کردینا - جب مجلس سماع مین پہونچے - تو ایک گانون والہ کو فرمایا - کہ کوئی قصہ عشق کا بیان کرے - مجبوراً اُس نے بیان کرنا شروع کیا -

ہمارے گانون مین ایک کمہار تہا جس کو اپنی عورت کے ساتہہ عشق تہا - اُس کے بدون کسی وقت نہین رہتا تھا - اور نہ بدون اُس کے کہین جاتا تھا - اتفاقاً وہ عورت ایسی بیمار ہوئی - کہ بہت عرصہ تک بیمار ہی چلی گئی - اُس عورت نے ایک روز ازراہ مہربانی اپنے شوہر سے کہا - میری خوشی یہ ہے - کہ آپ دوسرا عقد کرلیوین - مرد نے انکار کیا - اسی قسم کی گفت وشنید اس درجہ تک بڑہی - کہ آخرکار مرد نے دوسری عورت کرلی - اور شہوت پرستی سے اُسپر عاشق ہوگیا - پہر یہان تک نوبت پہونچی - کہ پہلی عورت سے کبہی ہم بستر نہین ہوتا تہا - اس عرصہ مین گہر مین آگ لگی مرد اپنی نئی عورت کا ہاتہہ پکڑکر باہر نکل آیا - اور قدیمہ عورت کو بدستور حالت بیماری مین زمین پر پڑا ہوا چہوڑا اور پکار کر کہا - گدہا جو گہر مین بند ہا ہے - اس کی رسی کہول دے - اور باہر چلی آ - وہ عورت جفائے شوہر کا بہانہ تلاش کرتی ہی تہی - فوراً فرمان شوہر سنتے ہی اُٹہہ کہڑی ہوئی - اور افتان خیزان گدہے کے پاس گئی - کہ اُس کی رسی کہولے - یکایک وہان آگ کی لپٹ لگی - اور اُس نے جلاکر راکہہ کردیا -

یہ قصہ گانون والہ سے سنکر سید کے دل مین سخت شورش اور سوزش پیدا ہوئی - فرمایا - انسان کو فرمان برداری مین کمہار کی عورت سے کم نہین ہونا چاہیئے - اسکے بعد یہ بیت پڑہی - بیت

جہان در چشم مجنون بود از ویرانہ ست	درین ویرانہ نتوان بود از دیوانہ بکستہ

وجد کی حالت طاری ہوئی - ملک شیر مشائخ کا بیان ہے - کہ اندرونی حرارت سے سید کے بدن میں ہڈیاں پانی ہوگئی تھین - نماز عصر کا وقت ہوا تو اُس منظور نظر نے عرض کیا - کہ نماز کا وقت جاتا ہے - آپ ہوش مین آئے اور جماعت کے ساتھ نماز پڑہی - اور سلام کے ہمراہ زندگی کا سرمایہ بہی - الٰہی وصال کی بارگاہ مین بہیج دیا -

مصرع جان او مسند نشین پیشگاہ وصل باد -

یاد شیخ نورالدین احمد منڈوی

آپ حضرت گنجشکر کے پوتون مین سے ہین قدس سرہما سلاطین خلجی کے عہد مین پٹن ملتان سے مالوہ کی طرف آئے تہے - شہر منڈو (مانڈو) کے کوہستان مین ریاضت اور مجاہدہ مین مشغول ہوئے - اور نا ہنجار نفس کے ساتھ لڑائی ٹہان کر فتح حاصل کی - یہان تک آپ کا استغراق بڑہ گیا تھا - کہ سُکر کی حالت سے ہوش کی حالت مین کمتر آیا کرتے تہے - حتیٰ کہ وحشی اور پرند جانور ہمیشہ آپ کے گرداگرد جمع رہتے تہے - اور آپ کو ان بیابانی جانورون کے ہونے یا نہونے سے قطعی خبر نہین ہوتی تہی - چونکہ ایزدی نگہبانی آپ کی حافظ تہی - اسواسطے آپ کو درندون سے کچھ آزار نہین پہونچتا تھا - آپ کے زمانہ ہوش کی باتون مین سے یہ باتین بہی ہین - جس کسی کو حق کے ساتھ آرام ملتا ہے - تمام وحشی اُس کے رام ہوجاتے ہین مصرع جان او بامہرجانان رام باد - آپ کی خوابگاہ منڈو (مانڈو) مین ہے -

یاد شیخ داؤد اساولی

آپ سید برہان الدین قطب عالم بخاری سے مرید ہین - اللہ جل شانہ کی ہستی - اور مخلوق کی نیستی سے ہمیشہ باخبر تہے - کہتے ہین - ذکر کرنے کے وقت جب آپ لا الہ کہتے تہے - تو دیکھنے والون کو جاسوسی نگاہ کرنے پر بہی آپکے عنصری جسم سے سوا پیراہن کے کچھ معلوم نہین ہوتا تھا - پہر جب الا اللہ کا نعرہ مارتے تہے تو مکان کا اندرونی حصہ آپ کے عنصری کالبد اور اُسکے اقطار ثلثہ پر تنگ نظر آیا کرتا تھا - آٹہوین ذی حجہ کو دنیا سے کوچ کر کے حقیقی دیدار کا احرام باندہا - اور اپنے پیر بزرگوار کے مرقد کی برابر مین آرام فرمایا بیت -

اے خوش آن یادت کہ از خویشم فراموشی دہد	دل بدانش بسپر و لب را بہ خاموشی دہد

یاد شاہ ابدال

آپ عرب کے ملک سے دریاے اعظم کی سیر کرتے ہوئے - آچہے بندر کے راستہ سے صوبہ کو بنگالہ مین آئے تہے - وہان کے حاکم حسین شاہ نے اپنی لڑکی کا آپ کے ساتھ عقد کردیا - اُس لڑکی کے ساتھ ایک

کنیز بھی تھی - جو حُسن خدمت کی وجہ سے آپ کے دل مین گھر رکھتی تھی - ملکہ کنیز کے ساتھ اس قسم کی یک جہتی دیکھکر ہمیشہ غیرت کیا کرتی تھی - اور فرصت کی تلاش مین تھی - ایک روز شاہ ابدال بغرض تفریح - اپنے دوستون کے ساتھ گھر سے صحرا کو گئے تھے - ملکہ نے اِس موقع کو غنیمت جان کر کنیز کو مار ڈالا - اور اُس کی لاش ایک گھڑے مین بھر کر دریا مین بہادی اتفاق سے آپ سیر کنان دریا کے کنارہ جا پہونچے - وہان آپ کی زبان پر یہ بات آئی کہ دریا سے میری ریحانہ کی خوشبو آتی ہے - چارون طرف نگاہ دوڑائی - ایک گھڑا نظر آیا - تیراک لوگ وہ گھڑا نکال لائے دیکھا - تو اُس مین آپ کی منظورہ کا جسم تھا - یہ دل آشوب واقعہ دیکھکر آپ کے دل مین بہت کچھ شورش اور وجد پیدا ہوا - ناچار مقتولہ کو سپرد خاک کیا - اور خانہ خدا کا عزم مصمم کر کے صحرا کا راستہ لیا - سرگردان اور پریشان رنتھنبور[۱] کی زمین مین پہونچے - یہان پر ایک مستحکم قلعہ اور ایک بلند پہاڑ ہے - دار الخلافۃ آگرہ سے مالوہ کی طرف پانچ منزل کے فاصلہ پر واقع ہے - آپنے زمانہ جدائی اسی جگہہ بسر کیا - جب فرمان وصال پہونچا - تو یہین خوابگاہ اختیار کی مصرع خدا داردیہ مطلوبش ہم آغوش -

پادشاہ نعمان

آپ کی قبر قلعہ آسیر کے تحت مین ہے جو خاندیسی سلاطین کا تخت گاہ ہے - آپ حافظ کے بیٹے - حافظ نور الدین کے بیٹے نور الدین شرف الدین کے بیٹے - اور شرف الدین شیخ محمد زاہد کے بیٹے تھے - جنکی قبر دہلی مین ہے - اور زمانہ سابق دشت قبچاق سے ہند مین آئے تھے - شاہ نعمان نے رحلت غرہ ربیع الاول کو فرمائی ہے - لہذا پہلی تاریخ سے لیکر پانچوین تاریخ تک عرس ہوتا ہے اور ملک کے چارون طرف سے ہر ایک قسم کے آدمی اپنے کنبہ و قبیلہ کو ہمراہ لیکر عرس مین آتے ہین - اور برہان پور ایک بڑا شہر یہان سے پانچ کوس پر ہے - برہان پور کے باشندے چھوٹے بڑے - عورت مرد - نیک و بد - بوڑھے اور جوان - مومن اور کافر - غرض کہ سب اپنے گھرون کے دروازون پر قفل لگا دیتے ہین - اور اس مقام مین پہونچکر یہ پانچ روز سیر و سرور مین گزارتے ہین - انواع و اقسام کی نذرین اور نیازین چڑہتی ہین - ہزارون مشتاق باہم اپنی دیرینہ آرزوؤن مین کامیاب ہوتے ہین - بہت سے آزاد مزاج - عنبرین جال کے پیچ در پیچ پھندے مین پھنس جاتے ہین - بہت سے لوگ سامان کی خرید و فروخت کر کے اصل سے کئی حصہ زیادہ نفع اُٹھاتے ہین راقم نے دو دفعہ اس تماشا گاہ مین جا کر ہر قسم کے آدمیون مین گھُس

[۱] اس نام کے دو مواضع ہین - ایک بضلع شاہجہانپور مالوہ ہے - مگر اس موضع مین قلعہ اور پہاڑ نہین ہے - اور آگرہ سے تقریبا ڈیڑہ سو کوس کے فاصلہ پر واقع ہے - دوسرا موضع آگرہ اور جیپور کے درمیان مین ہے - یہان البتہ دیکھنے والے قلعہ اور پہاڑ ضرور بیان کرتے ہین - اور یہ موضع آگرہ سے تقریبا پانچ چھ منزل دور بھی ہے ۱۲ -

پوشہ کرکے حظ اُٹھایا ہے۔ بیت

ہر زمان عاشق و معشوق دگر کار	ہر سو صد متاع و صد خریدار

کہتے ہین شیخ نعمان شیخ محمد ضیا کے مریدین۔ اور شیخ محمد ضیا کر رہنمائے طریقت۔ سید نظام الدین ہین۔ جو شیخ نظام الاولیا کے خلیفہ تھے۔ اور سید نظام الدین کا مرقد مونگی پٹن دکن مین ہے۔ یہ ایک شہر ہے دریاے بان گنگا کے کنارہ پر۔ جہان مورتی پوجن والون کی بڑی پرستش گاہ (مندر) ہے اور یہان کے کپڑا بننے والے مندیل اور کمربند ایسے عمدہ بنتے ہین۔ جو دوسرے اچھے اچھے شہرون مین بھی یہان کے سوا نایاب ہین۔

یادشاہ عبداللہ

آپ شاہ یوسف بھائی قریشی کے بیٹے تھے۔ قدس سرھما۔ سلطان بہلول اور سلطان سکندر لودھی کے عہد مین ملتان سے آکر دہلی مین سکونت اختیار کی تھی۔ سلطان بہلول نے آپ کو اپنا داماد بنالیا۔ بزرگی کے آثار اور ولایت کی علامتین۔ بہت سی آپ کے افعال سے اور آپ کی پیشانی سے عیان تھین۔ بائیسوین صفر کے روز جہان مجازی کو رخصت کیا۔ آپ کے بیٹے شیخ رکن الدین جو تھے یہ سلطان کی لڑکی سے تھے اور اخیر مین دہلی کے شیخ الاسلام ہو گئے تھے شیخ ابوالفتح جو بمقام دہلی دسوین صدی کے آخرین نصف حصہ مین مرجع صغیر و کبیر ہو گئے ہین شیخ الاسلام ابن عبداللہ کے فرزند تھے۔

یادشاہ نعمت اللہ چشتی

سلطان سکندر لودھی کی اکثر فوج آپ کی معتقد تھی۔ اور سردار فوج بھی آپ کے ساتھ مریدانہ سلوک کیا کرتا تھا۔ القصہ آپ کی پیری اور بزرگی کا یہان تک شہرہ ہوا تھا۔ کہ سنتے سنتے اہل زمانہ کے کان بھر گئے تھے آپ کی قبر دارالسلطنت آگرہ مین ہے۔

یاد شیخ تاج الدین محمد دہلوی

آپ حضرت گنجشکر کی اولاد کبار مین سے ہین۔ باطن مین مخدوم۔ ظاہر مین خادم۔ دل سے آزاد۔ اور تن سے بندہ ہونا۔ یہ آپ کی عادت تھی شیخ نظام الاولیا کے روضہ مین اکثر خانقاہ نشین رہتے ہین۔ اُن کی خدمات اور اُن کے کامون کی دیکھ بھال۔ دہلی مین آپکے آباو اجداد کے تعلق تھی۔ آج کل آپکے فرزندون سے ان خدمات کا تعلق ہے۔ اُن کے نام شیخ زکریا۔ اور شیخ علاءالدین ہین۔

یاد میر ابوالنجیب شاہ طیب

آپ کو ظاہری و باطنی روشنی - اور کشف و عرفان کی سعادت حاصل تھی - اور ان امور مین آپ کافی طور پر کامیاب تھے - ایک ہفتہ کے بعد روزہ افطار کیا کرتے تھے - دنیا جمع کرنے والون کے سامنے احتیاج نہین لیجاتے تھے - آپکے اقوال اور افعال سے عجیب عجیب چیزین اہل زمانہ دیکھتے تھے - آپ کی طرز معاشرت سے کرامات کی خوشبو لوگون کو آیا کرتی تھی - آپ کے فرزند سلطان موحد نے پدر بزرگوار کی راہ و روش مین - اپنی پسندیدہ رفتار سے اور زیادہ رونق دیدی تھی - اور اہل طریقت کی شاہراہ پر چلتے تھے - کہتے ہین - ایک روز مولانا غیاث الدین احمد سلطان کی ملاقات کو آئے - جب آپ کی صحبت سے باہر نکلے تو فرمایا - لوگو - دیکھو تو سہی - اِس خداشناس نے بظاہر اس جہان مین - اور از روے معنی اُس عالم مین کیسا تماشہ کا بازار گرم کر رکھا ہے **مصرع** تن بصحبت دل بخلوت کار ما ست

یاد مولانا شمس الدین رحمہ اللہ

آپ اپنے زمانہ کے بزرگون مین سے تھے - روز بلوغ سے لب گور تک اپنی ہمت سے غیر کار آمد وقت کو ہاتھ تک نہین لگایا - اور افعال کے اعتبار سے بیہودگی کے ساتھ آدہا قدم بھی نہین اُٹھایا - ایک روز کا ذکر ہے آپنے ایک مرید کو نصیحت کے طور پر فرمایا تھا - جو دعوت اور جو مجلس تمہارے بدون فراہم ہوسکے - اور شائستگی کے ساتھ انجام کو پہونچ جاوے - وہان تم نہ جانا - کیونکہ ایسے موقع پر جانا بیہودہ بات اور لوگون کے واسطے جگہہ تنگ کرنا ہے **مصرع** انگشت آز در نمک ہیچ خوان مزن -

یاد مولانا زین الدین تائبادی

آپ نے ابواب سلوک کی کشائش - سنت اور کتاب کی پیروی سے کی تھی - اور نیز اس ذریعہ سے طریقت کی گھاٹیان بھی طے فرمائی تہین - آپ بزرگان عہد کے سرگروہ - اور سالکان تحقیق کے سردار تھے - ظاہری بیعت اور عرفی نسبت ذریعہ خلافت کسی سلسلہ کے پیرون سے نہ تھی - خواجہ بزرگ کے روحانی فیض سے اویسی شان آپ کے حالات سے نمایان تھی - جب آپنے سفر حجاز کیا تھا - تو بارسا اولیا کا ساتھہ ہوگیا تھا - جب تقلید پرستون کو نصیحت کرنا منظور ہوتا تھا - تو اس طرح پر رازدار بنایا کرتے تھے - کہ زبان حال سے بیان کیا جاوے - اور خاموشی کا فائدہ اور گویائی کا نقصان جتایا کرتے تھے - **قطعہ**

سرّ حق آن را سزد آموختن	کو زگفتن لب تواند دوختن
ہر کرا اسرار کار آموختند	مہر کردند و دہانش دوختند

یاد حاجی شیخ سلیمان بنی اسرائیل

آپ کو باحقیقت درویشون کے مقامات حاصل تھے - اور طریقت شناس سالکون کے حالات سے پوری واقفیت تھی - آپ کے زمانہ مین اُس شہر کے اندر کوئی شخص آپ کا مقابل نہ تھا - آپ کی زادبوم لاہور ہے - خانہ کعبہ (خدا کرے خداشناس دلون کی طرح آباد رہے -) سات بار اس کے طواف کا عزم کرکے لاہور سے کبھی پیادہ اور کبھی سوار روانہ ہوئے - اور ارکان حج بجالائے - گروہ گکھر جس کے آدمی شمار کے اعتبار سے ایک جہان کی برابر ہین آپ کے باعقیدت مرید اور دوست تھے - اور اپنے مال مین سے ہر سال ایک معین حصہ آپ کی نذر کرتے رہتے تھے - آج تک بھی کہ ہجری سنہ ایک ہزار آٹھ ہے - اپنے پیر کے فرزندون کو وہ حصہ پہونچاتے رہتے ہین - آپ کو خرقہ خلافت شیخ صدرالدین حلیم کی خدمت سے تھا شیخ صدرالدین کو اپنے پدر بزرگوار شیخ عمادالدین اسمعیل سے شیخ عمادالدین اسمعیل کو - اپنے والد ماجد شیخ رکن الدین الشہید یہ کلانور سے شیخ رکن الدین کو اپنے عم مکرم شیخ صدرالدین حاجی سے شیخ صدرالدین حاجی کو - اپنے عم مکرم شیخ رکن الدین ابوالفتح فیض اللہ سے - شیخ رکن الدین ابوالفتح کو - اپنے پدر بزرگوار شیخ صدرالدین ابوالمعالم محمد سے - اور شیخ صدرالدین ابوالمعالم کو - اپنے والد عزیز شیخ بہاء الدین زکریا سے تھا - **قدس اللہ ارواحہم وتتمۃ السلسلۃ مذکورۃ فی الکتاب** خلاصہ کلام یہ ہے - جب آپ ظاہری زندگانی چھوڑکر آنجہانی ملک کو کوچ فرماگئے - تو آپ کے لائق فرزند شیخ عبدالشکور - آپ کی جگہہ مسند نشین ہوئے - شیخ عبدالشکور خداشناسون کی متعدد نیک خصلتون سے آراستہ تھے - جب شیخ عبدالشکور نے بھی عالم خاک سے جان پاک کی ولایت کو معاودت فرمائی تو ان کے فرزند ارجمند شیخ عبدالمجید نے علم درویشی کھڑا کیا - اور سجادہ ولایت بچھایا - شیخ منور عالم انہین کے بیٹے ہین - باقی حال اِن کا جداگانہ لکھا جاوے گا -

آخرین ساغر دور نہم صدا از راح روح مزاج این فوائد لب ریز باد

سخن کی عروس - جو انسانی حقیقت کی ہمخوابہ ہے - مناسب نہین ہے - کہ خاموشی کی کھڑکی کا قفل توڑ کر نفس ناطقہ کے پردہ سے باہر نکل آوے - اور لایعنی بوالہوسون کی صحبت کا ارادہ کرکے - بہائم کی کریہ آواز کی ہمشیرہ بنے **بیت** -

دواب از تو بہ گرنہ گوئی صواب	منطق آدمی بہتر ست از دواب

۵؎ باقی سلسلہ کتابون مین مذکور ہے ۱۲ -

پس سب سے زیادہ بہتر یہ ہے - کہ بیان کی پردہ نشین جمیلہ ہمیشہ کے واسطے - آفریدگار ذوالجلال - اور منعم متعال کی یاد اور سپاس مین ہمدم اور محرم بن جاوے - اگر اسقدر پردہ نشینی اور گوشہ گزینی اُس کو میسر نہو - تو اُس وقت بہتر یہ ہے - کہ اصحاب ولایت - اور ارباب ہدایت کے حالات اور اوصاف کا لباس - عبرت کا زیور - اور حکمت کے جواہرات پہنکر معارف کے بیان کرنے مین - اپنے جمال باکمال کی آرایش دکہاوے - ان دو امرون کو چہوڑکر مذکورہ بالا جمیلہ کے لیے کوئی مہربان محرم - اور حُسن افزا خلعت نہین ہے -

وہ بندہ کمال سعادت مند ہے (۱) جس کی زبان اور لب کو کسی مسخرہ کا پنجہ - اور کسی بیہودہ کا ہاتہہ کوئی مضرت نہ پہونچاوے - (۲) نیز جو اپنے قیمتی انفاس کے جواہرات کا پاس کرکے - حق کے ذکر مین - اور اہل حق کی یاد مین - زبان ولب کو مصروف رکہے (۳) نیز جو قوت واہمہ اور قوت متخیلہ کی نگہبانی عقلی اور نقلی دلائل کے ذریعے سے اس طرح کرے کہ ناجی مذہب اسلامیہ کے بزرگون پر - اور اُن کے کسی حال پر وسوسہ اور انکار کے لیے - اِن دونون محل (واہمہ اور متخیلہ) مین راہ نہ ملے (۴) اور نیز جو اہل باطن کے معاملات کی اودہیڑبن ظاہر پرست عقل کے آلات سے نہ کرے - کیونکہ یہ مسلک عقول اور نفوس کے مدارج سے پرے ہے -

صحیح بے لوث بات یہ ہے - خدا تعالی ایسا کرے - کہ ظاہر بینی اور نکتہ چینی کا خان و مان ہی تباہ ہوجاوے - جو کوتہ نظر خرد کا آباد کیا ہوا ہے - تاکہ پہر آئندہ ہر خرق عادت کے نقد کو - اپنی مالوفات اور عادات کی کسوٹی پر نہ پرکہنے پاوے - کیونکہ دشوار نما کرامت کی صحت کو عقل کی ترازو سے تولنا - گویا ایسا ہے کہ شباب کو پہونچے ہوئے بالغ کے حال کا قیاس - کوئی نارسا لڑکا - اپنی حالت پر کرے - هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ[1] اور نیز خداوند تعالی ایسا کرے - کہ اعتقاد کا سازوسامان اور تسلیم کے محلات - خرابی اور تباہی سے محفوظ رہین - جو ایمان بالغیب کے آباد کیئے ہوئے ہین -

(۱) کہ جس سے حق شناسون کی عجیب وغریب باتون کی تمیز کرنے مین تامل پاس تک نہ آنے پاوے - تاکہ جو چیز عقل کی تیلسی ترازو پر کامل الوزن اُترے - اُس کو اعتقاد اور تسلیم - تصدیق کرکے اپنی جیب مین ڈال لیوین (۲) نیز جس سے اولیاء اللہ کی کرامات اور اُن کے تشخیص کرنے مین فکر پاس پہٹکنے نہ پاوے - تاکہ جو شے قوای مدرکہ کے سانچہ مین نہ ڈہل سکے - اُس شے سے اعتقاد اور تسلیم قطعی منکر ہوجاوین[2] أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِينَ[3] بلکہ اُس سعادت مند بندہ کو چاہیئے - کہ جو اصحاب ہوشیاری کے

---

[1] کہین جاننے والے اور نہ جاننے والے بھی برابر ہوسکتے ہین ۱۲ [3] مین اس بات سے تیری ہی پناہ مانگتا ہون - کہ نادانون کی سی م

[2] باہین کردن - ۱۲

سالتہ بلاغ توحید کی گلگشت کر رہے ہیں جن کا قدم شریعت کی صراط مستقیم پر مضبوطی کے ساتھ جما ہوا ہے۔ اور نیز جو لوگ شکنجہ ہوس سے نکل کر مرفوع القلم ہو گئے ہیں۔ جن کے حالات کا صفحہ۔ شرعی تکلیفات کی رقم سے بالکل سادہ ہے ان لوگوں سے جو عجیب و غریب بات دیکھے یا سنے سب کو راست سمجھکر۔ ایزد مطلق کی قدرتی ترازو میں وزن کرے۔ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰی اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ[۱] کو اپنے عقیدت کے نگینہ پر کندہ کر رکھے۔ فَالْقَلِيْلُ الَّذِيْنَ[۲] يعلمون ان الله على كل شيءٍ قدير يعترفون بانه قادر على خلق العجائب التى هى خلاف العادة الجارية ويسلمون ما اظهره على ايدى عباده من الخوارق ويقولون انه الحق من ربك فلا تكونن من الممترين۔

الله جل شانہ کا شکر اور احسان ہے۔ اگرچہ میں کوئی کام نہیں بنا سکا۔ اور نیز کسی جگہ نہیں پہونچ سکا ہوں مگر ہمت

از چہ کیشم کس نمی داند مرا آنکہ[۳] من — ہر چہ ہستم آشکارم ہیچ پنہان نیستم

بلکہ وہم اس درجہ بڑھ گیا ہے۔ کہ اپنے تئیں اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا[۴] کے گروہ میں شمار کرتا ہوں۔ لیکن شصت سالہ زندگی اس طرح سے گزری ہے۔ اولین پانچ برس نادانی میں نکلے۔ اس کے بعد سات برس مکتب کے اندر قرآن خوانی میں بسر ہوئے۔ اور اسکے بعد کچھ اوپر تیس سال ظاہری درسی علوم کی تحصیل میں۔ اور نیز شطاریہ مشرب وغیرہ کے ذی ہمت اصحاب کی ملازمت سے فیض پانے میں صرف ہوئے قدسنا الله باسرارہم جب دل میں مشائخ علیہم الرحمۃ کے سر حقائق۔ اطوار۔ اور حالات اچھی طرح سے بھر گئے۔ تو زبان کو میدان حشر بناکر جو خیالات۔ اندرونی خطیوں میں سوئے ہوئے تھے۔ سب کو بیدار کیا۔ اس وقت کم و بیش سات سال اس طرح گزرے۔ کہ ہر ایک ملک کے مشائخ کے حالات سفر و سیاحت کے ذریعہ سے فراہم کیے۔ اور نیز اہل اسلام با دیانت ثقہ لوگوں سے خط و کتابت کر کے بہم پہونچائے۔ تین سال کے اندر عبارت آرائی کی۔ اور اس کی ترتیب دی۔ اور ایک سال مسودہ کے صاف

[۱] اور الله اپنے ارادہ پر قادر ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے ہیں ۲۔ [۲] جو تھوڑے سے لوگ یہ جانتے ہیں۔ کہ الله ہر شے پر قادر ہے۔ وہ اعتراف کرتے ہیں۔ کہ الله اُن عجائبات کے پیدا کرنے پر بھی قادر ہے۔ جو عادت جاریہ کے خلاف ہیں۔ اور وہ لوگ یہ بھی تسلیم کرتے ہیں۔ کہ اُسنے خرق عادت کی قوت اپنے بندوں کے ہاتھوں میں رکھی ہے۔ اور وہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ اے مخاطب یہ خرق عادت تمہارے پروردگار کی طرف سے حق ہے۔ بس تم شک کرنے والوں میں شامل نہ ہو جانا۔ [۳] جن لوگوں کی دنیاوی زندگی کی کوشش گم گشتہ ہوئی۔ اور وہ یہی خیال کرتے ہیں۔ کہ وہ اچھا کام کر رہے ہیں

کرنے مین صرف ہوا- اور اسی ایک سال کے اندر دو گوہر صدف برخورداری- نیرین آسمان سخن گزاری عبدالاول اور حسن محمد کی امداد سے زاد ھما اللہ علمًا و عمرًا مذکورہ بالا حالات صحت اور ترتیب سے مکمل ہو گئے الحمید ہے- کہ اللہ تعالیٰ حضور مشائخ کی برکات سے جنہون نے فقیر کی استدعا قبول فرما کر قیل وقال کے دستارخوان پر ان ادوار اربعہ (چار صدی) کے دائرون مین تشریف ارزانی فرمائی ہے- اِن دونون امیدوارون کو اپنے اسم الحفیظ کے سایہ عنایت مین محفوظ رکھکر دونون جہان کے تمتعات سے کامیاب فرماوے- آمین اور اس گمنام سرگردان کی باقی ماندہ عمر بھی اپنی یاد مین گزارے- بحرمت[1] المذکورین فی ھذہ النسخۃ المترصدۃ للقبول-

[1] جن اصحاب کے حالات اِس کتاب مین مذکور ہین جو امیدوار قبول ہے- اُن کے طفیل مین ۱۲

ابتدائے چھارمی چمن

اِس چمن مین دسوین صدی کے مفصلۂ ذیل اصحاب کا طریقہ رفتار اور اُن کے حالات کی کیفیت مذکور ہے

(۱) مراتب وجود کی راہ و روش پہچاننے والے (۲) آلہی احکام کے پڑھنے والے۔

(۳)۔ رسمی علوم کے عالم۔ (۴) دریائے توحید کے تلاطم مین غوطہ لگانے والے

اے خرد۔ تو یہان سے جا۔ اور غور و خوض کو دریوزہ کرلا۔ دیکھہ۔ ہر ایک فرد کی حقیقت حال چشمہ حیات کی بدولت ایسے ثمر کی مانند ہے جس کے اطراف کے نوخیز سبزے ہر ایک کامیاب اور ناکام کی فطرتی نظر مین خدائی اسرار کے ایسے خطوط۔ اور موٹے موٹے حروف نمودار کرتے ہین۔ جن کے ہر ایک صفحہ کے نیچے سے ایک قرآن[۱] لَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ کے وصف کو ہمراہ لئے ہوئے نکلتا ہے۔ اور جس کی ہر ایک سطر کے ضمن مین اُوْتِيْتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ کی باریک حقیقتون سے بہرا ہوا ایک دفتر مخفی ہے۔

یاد شیخ محمد علا بنگالی

آپ شیخ قاضن شطاری کر کے مشہور ہین۔ اور شاہ عبداللہ شطاری کے خلیفہ ہین۔ ریاضت و مجاہدہ اور مراقبہ و مشاہدہ مین آپ کو کمال حاصل تہا۔ انسانی کمالات اور وجدانی حالات آپ کی ذات مین عیان تہے علماے باللہ مین سرگروہ۔ اور سالکان سیر فی اللہ مین آپ سردار تہے۔ نوین صدی کے اولین نصف حصہ مین جب شاہ عبداللہ شطاری ہندوستان مین آئے۔ تو گزر بنگالہ کی طرف بہی ہوا۔ اور مشائخ بنگالہ کے پاس

---

[۱] کوئی رطب اور کوئی یابس ایسا نہین ہے۔ جو واضح کتاب مین نہو [۲] مجکو جامع کلمہ عطا کئے گئے ہین ۱۲

کہلا بھیجا - کہ ایران و توران سے ایک درویش آیا ہے - وہ کہتا ہے - خواہ خلوت مین خواہ انجمن مین - جس کسی کو جس صورت میں آسان معلوم ہو ملاقات کرے - اور کلام توحید کی معلومات باہم بیان کی جائے - جس جانب مین کمی ہو - وہ جانب زیادہ والی جانب سے فائدہ اُٹھاکر کمال حاصل کرے - شاید اس طریقہ سے آہستہ آہستہ اُس کمال کے میدان مین پہونچنا نصیب ہو - جو اُس کے نام زد ہے - جب یہ خبر شیخ محمد علا کو پہونچی - تو اعتراض آمیز جواب دیا - اور مخلصانہ پیش نہین آئے - شاہ نے فرمایا - اخیر مین شیخ محمد علا کی بازگشت اسی فقیر کی طرف ہوگی - یہ بیان کسی قدر شطار الاولیا کے ذکر کے سلسلہ مین بھی تحریر ہو چکا ہے -

کہتے ہین - جب شیخ منڈو (مانڈو) مین بارادہ ملازمت شاہ آئے - تو شاہ نے التفات نہ فرمایا - ایک تو غربت تھی ہی - یہ شکستہ دل اور اُسپر زیادہ ہوئی - عرض کیا - ہر گاہ کہ پیری - ناتوانی - خواہش - اور غربت اتنی تمام چیزین یکسو ہو کر زبان حال سے رحمت و نوازش کے واسطے گدائی کرین - تو بہر عنایت عامہ کو یہ مناسب نہین ہے - کہ جزا اُس قسم کی دیجاوے - جو جنس عمل مین داخل ہے - بلکہ بہتر یہ ہے - کہ میری گوشہ تقصیر پر عفو فرمائی جاوے - یہ شکستہ دل کی تقریر سنکر شاہ کے دل سے مہربانی نے جوش کیا - فرمایا - اگر اپنے آبا و اجداد کی رسم - اسم اور سلسلہ چھوڑکر - خانوادہ درویش کی آئین اور نام پر اپنے تئین نام زد کرو - تو تمہاری التماس کے ساتھ ساتھ تلقین عمل مین آویگی - بالآخر شیخ نے آپ کا فرمانا قبول کیا - اور بہت تھوڑے عرصہ مین خلعت خلافت باکمال اور تکمیل کے اونچی سیڈھی پر پہونچ گئے - اور باجازت مرشد اپنے وطن کو بازگشت کی -

یاد شیخ رحمۃ اللہ

آپ شیخ عزیز اللہ متوکل قدس سرہ کے فرزند - مرید - اور نیز خلیفہ ہین - آپ نہایت عالی مقام پسندیدہ افعال حمیدہ و اقوال ضمیر شناس - اور باطن سے آگاہ تھے - جب بدر بزرگوار سے گجرات کی اجازت ملی - تو احمد آباد مین جاکر اُس کے ایک کنارہ قیام کیا تھا اور دست دانشمندون نے ہر طرف سے بہ ترک سکونت آکر آپ کی ہمسائگی مین حجرے بنائے - اور صوف پوشون سے خانقاہ آباد ہوئی - اور اس سبب سے وہ کوچہ شیخ پور کے نام سے مشہور ہوا کہتے ہین - جس زمانہ مین فرمان روائی گجرات کی نوبت - سلطان محمد کو پہونچی - تو خطبہ اور سکہ اُس کے نام سے تازہ جاری ہوا - اُسنے بھائیون کا رسم و دفتر ہستی سے مٹانا شروع کیا - زمانہ مدد گار تھا کہ محمود بیچارہ کو دیہہ سیجے[۵۱]

۵۱ - غالباً زمانہ قدیم مین سیجوالی نام اُس گاؤن کا ہو جس کو زمانہ حال مین سیج گاملی کہتے ہین ۱۲ - مترجم -

مین ڈالکر دربار سے باہر لے چلے - جانے کا راستہ شیخ کے ہی کوچہ مین ہو کر تھا - ناگاہ شیخ کی نظر سیجوالی پر پڑی -
ہنس کر فرمایا - آفتاب مٹی سے آلوہ اور آسمان ابر سے پوشیدہ نہین کیا جا سکتا ہے - یہ آواز جو دایہ کے کان مین
پڑی - تو اُس کو خوشی ہوئی - دل مین مضبوطی سے ٹھان لیا - کہ اگر اس شاہزادہ کو تاج شاہنشاہی مل جاویگا - تو
ان بشارت دینے والا درویش کا مرید کروں گی - آخر کار سلطان محمد کو اجل نے - سلطانی مرتبہ سے اُتار کر نیستی
کے غار مین دھکیل دیا - تو کوس دولت محمود کے نام سے بجنے لگا - اور دایہ نے جو دل مین قرار دیا تھا - وہ بھی ظہور
پذیر ہوا - بلکہ تھا شیخ کی خانقاہ کو رونق ہی کچھ اور ہو گئی - یہانتک کہ اس رونق پر بھائی کو رشک آیا آپنے فرمایا
غیرت چھوڑ دو - کیونکہ مین فرمودہ ہوں - اور تم مزدوری لینے والے ہو - چند روز بعد آپنے عنصری صورت ترک کر - جہان
معنی کو سیرگاہ بنایا - اور کوئی فرزند آپ کا نہین تھا - لہذا ظاہری قبضہ تمام شیخ سعد اللہ - اور شیخ سعد اللہ کے فرزندون
کی طرف منتقل ہوا - اور اس عمل نے آپ کی راست بیانی پر گواہی دی مصرع روح پاکش غریق رحمت باد -

یاد فرزندان شیخ عزیز اللہ المتوکل علی اللہ

آپکے پانچ بیٹے اور ایک دختر تھی - شیخ سعد اللہ - شیخ رحمت اللہ - شیخ حسن سرمست - شیخ نصر اللہ - شیخ شہر اللہ -
بی بی نور ملکہ اولین چار لڑکے پدر بزرگوار کی اجازت سے گجرات کو چلے گئے - پانچوین لڑکے آپ کی ملازمت مین رہے
اولین لڑکے شیخ سعد اللہ کا طریق مثل ولیا تھا جب انہوں نے اس جہان سے رخصت ہو کر احمد آباد کے شیخ واڑہ
مین ہمیشہ کے واسطے آرام فرمایا - تو ان کے بیٹے شیخ نعمۃ اللہ نے خرقہ خلافت زیب بدن کیا - اور شیخ نعمۃ اللہ
کے بعد - ان کے بیٹے شیخ بدیع اللہ سجادہ نشین ہوئے - جب شیخ بدیع اللہ عالم علوی کو کوچ فرمانے لگے - تو
انہوں نے اپنے بیٹے شیخ فرید کو اپنا جانشین کیا - شیخ فرید - نوشتہ تقدیر کے موافق گو ظاہری دولت کے اعتبار
رفیع الملکی رتبہ پہونچے - لیکن باطنی تجرید یہان تک بڑھی ہوئی تھی - کہ دنیاوی تعلق کو دل مین قطعی راہ نہین ملی
اور دونون جہان کی سعادت حاصل ہوئی - جب شیخ فرید گزر گئے - تو ایسا کوئی لڑکا نہین تھا - جو کبار کرام کی
پیروی ظاہر مین اور باطن مین دونون طرح سے کرتا جو تھے وہ دنیاوی روش تلاش کرنے لگے - پس سلسلہ ولیتی
جاتی رہی - دوسرے لڑکے شیخ رحمت اللہ کا حال جداگانہ لکھا جا چکا ہے - تیسرے لڑکے شیخ حسن سرمست دریائے وحدت
مین ڈوبے ہوئے - مجذوب اور حصور تھے - پانچون وقت صرف ہنگام نماز ہوش مین آتے تھے - سلام کے ہمراہ
وہ حالت بیہوشی ہی دعا کہہ جاتا تھا - آپ کی قبر بھڑوچ مین ہے - اور بھڑوچ ایک شہر گجرات کا ہے دریا نربدا
کے کنارہ پر تھے لڑکے شیخ نصر اللہ کا سامان قیام گجرات سے خاندیس مین چلا گیا تھا - جب شیخ نصر اللہ کو آخرین

سفر پیش آیا۔ تو قلعہ آسیر کے تحت مین۔ ان کا جسم گرامی سپرد خاک کر دیا گیا۔ قلعہ آسیر۔ اس صوبہ کے سلاطین کا دار السلطنۃ ہے۔ شیخ نصر اللہ کے بعد اِن کے بیٹے شیخ عزیز اللہ نے جو ہمنام جد تھے۔ بار خرقہ اپنے کندھے پر اُٹھایا۔ جب شیخ عزیز اللہ نے بھی رحلت فرمائی۔ تو اِن کے بیٹے شیخ بدیع اللہ ثانی دنیاوی طلسم مین منہمک ہو گئے تھے۔ لہذا اس ملک مین میر اعظم ہوئے۔ شیخ بدیع اللہ ثانی کے بعد شیخ کریم اللہ نے بڑی دولت کو قائم رکھا۔ شیخ کریم اللہ کے دو بیٹے تھے۔ شیخ رفیع اور شیخ خواجہ۔ دونون کے دونون جوان باپ کی زندگی مین ہی کوچ کر گئے۔ اور ہجری سنہ نو سو ستانوے مین باپ نے بھی عالم بقا کو رحلت فرمائی۔ اور اپنے سلسلہ کے واسطے آخرین حلقہ یہی ہوئے۔

یاد مولانا محمد تاباد کانی

آپ خوان اَدَّبَنِی رَبِّی[لہ] کے راتبہ خوار۔ اور خرمن وَعَلَّمْنَاهُ مِن لَّدُنَّا عِلْمًا[لہ] کے خوشہ چین تھے شیخ زین الدین محمد خوافی سے بیعت تھے۔ شیخ الاسلام زندہ پیل احمد جام کی تبر سے۔ حقائق پناہی مولانا عبد الرحمن جامی کی خدمت سے۔ اور نیز دیگر مشائخ سلسلہ کی صحبت سے نہایت کامیابی حاصل کی تھی۔ اور بزرگی کے اسباب جس قدر باکمال سالکون کے واسطے درکار ہین۔ یہ سب فراہم کرلئے تھے۔ آپ کے ہی حوالہ سے لوگ کہتے ہین کہ آپ فرماتے تھے۔ پیر کی نسبت ادب ملحوظ رکھتے ہین۔ مجھسے دو دفعہ کوتاہی ہوئی ہے۔ اول یہ۔ کہ نماز پڑھنے کے وقت امام کے پانون کے نیچے جانماز نہ تھی۔ اور میرے پانون کے نیچے تھی۔ پیر نے فرمایا۔ اِس جانماز کو ہٹادو۔ مینے عرض کیا۔ میرے مذہب مین کچھ حرج نہین ہے مین شافعی المذہب ہون۔ دوسرے یہ۔ کہ ایک روز پیر نے مجکو ایک کام کے واسطے ارشاد فرمایا۔ میرا وضو تھوڑا سا باقی رہا تھا۔ مین اُس کو پورا کر کے تعمیل حکم مین مشغول ہوا۔ اب اس شرمندگی کا علاج مین نہین جانتا۔ کس دروازہ سے تلاش کرون۔ کس سے پوچھون۔ اور کہان پاؤن۔ اس قسم کی حیرت افزا باتین کہہ کر پریشانی اور سرگردانی کے ساتھ زندہ تھے۔ کہتے ہین۔ ایک بار حقائق پناہی (مولانا جامی) آپ کی ملاقات کو گئے۔ حجرہ کے ایک طاق مین دو جلدین رکھی تھین۔ مولانا نے دریافت فرمایا۔ کون کون سی کتابین ہین۔ جواب دیا۔ ایک تو قرآن مجید ہے دوسرا میرا دیوان ہے۔ جو اہل زمانہ کی دست اندازی کے خوف سے بھاگ کر قرآن پاک کی پناہ مین جا گزین ہوا ہے۔ مولانا کی طبیعت یہ دل خوش کن بات سنکر بہت خوش ہوئی۔

لہ مجکو میرے رب نے ادب کھایا ہے ۱۲ لہ اللہ نے اُس کو اپنی طرف سے ایک خاص علم سکھایا ۱۲

یادِ شیخ داؤد ابن فیض اللہ قدس سرہما

آپ کی پیدائش شیر گڈہ کی ہے اور شیر گڈہ صوبہ لاہور کا ایک قلعہ ہے۔ آپ نے علمی اور عیانی جملہ کمالات کی تحصیل سید حامد ابن شیخ عبد الرزاق ابن شیخ عبد القادر حسنی جیلانی سے کی تھی۔ بعض کہتے ہین ظاہری بیعت سے قبل عمر کا بہت سا حصہ ریاضت مین گزرا تھا۔ جب مشائخ طریقت کی پیروی پختہ ہوگئی۔ تو الہام غیبی کے بموجب آپ سید حامد قادری کے مرید ہوئے قدس سرہ اور جب فضیلتین حاصل ہوگئین تو خرقہ خلافت مل گیا۔ آپ خانوادہ قادریہ کے بزرگ خلفا مین سے ہین۔ آپ کا دم موثر تھا۔ اور نفس مین قوت آئندہ تھی بہت سے قسی القلب سیاہ باطن لوگ آپ کی رہنمائی کی بدولت نفسانیت کے تیرہ و تاریک مکان سے نکل کر روحانی نور آباد مین پہونچ گئے۔ اور بہت سے سعید استعداد والے اصحاب آپ کی ملازمت مین رہ کر سفلی منازل سے علوی مقامات کو ترقی کر گئے۔

ان مین سے ایک آپ کے بھتیجے شیخ ابو المعالی محمدؒ ابن شیخ رحمۃ اللہ بھی تھے جن کا دل صاف طبیعت موزون۔ اور فہم رسا تھی شیخ ابو المعالی کے بہت سے قصیدے اور غزلین سید محی الدین عبد القادر جیلانی قدس سرہ کی تعریف مین ہین۔ رسالہ محمدیہ قادریہ بھی انہین کی تصنیف سے ہے شمائل قادریہ۔ بہجۃ الاسرار۔ خلاصۃ المفاخر۔ اور مفتاح الاخلاص گیلانی۔ ان کتب سے اقتباس اور انتخاب کر کے یہ رسالہ ترتیب دیا ہے۔ اور اس مین اپنے حسن بیان سے سوز و محبت کی چاشنی بلائی ہے جس سے تشنہ کامان صحرائے سلوک مستفید ہوتے ہین۔

دوسرے شیخ سیف الدین عبد الوہاب تھے۔ ان کی عادتین اور ان کے کام جملہ آراستہ اور پیراستہ تھے۔ واجب اور ممکن کا معاملہ جو مطلق وجود سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کے خیال کے بدون ایک سانس بھی نہین لیتے تھے۔ اور عدم و وجود سے جس کا سلسلہ ندی کے پانی کی طرح ممکنات پر متواتر پہونچ رہا ہے۔ ایک لحظہ بھی غفلت نہین کرتے تھے۔ اور بَلْ هُمْ فِي لَبْسٍ مِنْ خَلْقٍ جَدِيدٍ[۵۱] کے گروہ مین سے نہین تھے۔

شیخ داؤد ہجری سنہ نوسو بیاسی ہین عنصری خلعت اپنے جسم سے اتار کر عالم یکتائی کو کوچ فرما گئے۔ آپ کی قبر آپ کی زاد بوم مین ہے۔

---

۵۱ بلکہ یہ جدید پیدائش کے نئے لباس مین ہین ۱۲

یاد شیخ بدہن شطاری جونپوری

آپ شیخ عبداللہ شطاری کی نسل مین سے ہین شیخ حافظ جونپوری کی خدمت سے جو شیخ عبداللہ شطاری کے خلیفہ ہین - دونون طرح کے علم حاصل کئے تہے - اور دونون جہان کی سعادت کا سرمایہ تحصیل کر کے بہت سے کمالات فراہم کئے تہے - سلطان سکندر لودہی کے عہد مین رہنمونی - حقائق نمائی - اور خداشناسی کو فروغ دیا تھا - بہت سے طالبون کو شطاریہ طریقہ تعلیم کیا شیخ عبدالحق دہلوی جو اخبار الاخیار کے مولف - اور راقم گلزار کے دوست ہین - ان کے عم مکرم شیخ رزق اللہ نے ذکر کی تلقین آپ سے ہی پائی تہی -

مصرع حق رزق اوز مشرب شطار نیز داد

یاد مولانا عبدالرحمن کاردگر

آپ کشف - معرفت - اور کرامات کے عالم تہے - تصوف نامون کی نکتہ سنجی - اور مدارج توحید کی دقیقہ شناسی کو رونق صوفیون کی محفل مین آپ کے ہی شمول سے ہوا کرتی تہی - نیستی کی چہری سے آپ تمام علاقوں کو کاٹ کر حق کے ساتہ مل گئے تہے - اور مشائخ وقت کے دریافت سے اور نیز درویشون کی مصاحبت سے اسباب معرفت اور سرمایہ کمالات بہت کچہ فراہم کر لیا تھا -

یاد مولانا محمد حرانی[۱]

آپ ایک لاابالی درویش - اور سرمست فقیر تہے - ازلی توفیق کی رہنمائی سے آپ مولانا محمد تاباد کانی کی خدمت مین پہونچے اور مولانا کو اپنا پیر سلوک بنایا جس طرح پر کہ تلقین ہوئی - چند چلے کہینچ کر کامیابی حاصل کی اور وطن سے حجاز تک پیادہ پا اور روزہ رکہتے ہوئے جا کر حرمین محترمین کی طواف سے مشرف ہوئے -

یاد امیر سید علی قوام

آپ - سمانہ کے سادات مین سے ہین - خدا طلبی کی شورش کا ثمرہ یہ ہوا - کہ گہربار سے آوارہ ہو گئے جب شہر جونپور مین پہونچے تو شیخ بہاءالدین جونپوری سے بیعت ہوئے - اور ظاہری و باطنی کمالات حاصل کئے - آپ کی آمد شد جذبہ اور سلوک کے درمیان مین تہی - بعض تذکرہ نویس لکہتے ہین - کہ آپ شطاریہ سلسلہ مین شیخ قاضن شطاری کے مرید ہین - اور بعض کہتے ہین - کہ آپ کو تمام مشہور خانوادون سے نسبت صحیح ہے - اور تمام معاصرون سے اپنی استعداد کی بدولت گوناگون دانش و فیض حاصل کی ہے - آپ کسی معین

---

[۱] حران بجائے صحیح ... العصون ... تصحیح کا ... ہے ...

لباس کے پابند نہین تے کبھی خرقہ پہنتے تے اور کبھی قبا زیب بدن کرتے تے - آپ کا جذبہ سلوک پر غالب تھا - زیادہ تر زمانہ سکر مین گزرتا تھا - اور کمتر ہوشیاری مین - مگر ہوشیاری مین بھی عجیب حال ہوتا تھا - جب آپ تجلی کا تماشا کر کے خوش وقت ہوتے تے - تو اُس حالت کے جاتے رہنے سے ندامت ہوتی تھی - اور ندامت سے نالہ حیرت آسمان تک پہونچاتے تے - **القصہ** رونے اور سوز و گداز سے ایک لحظہ بھی رہائی نہین ملتی تھی ہجری نو سو پانچ مین آپ کی جان پاک جسمانی غار سے پانون نکال کر اعلی علم ارواح کو کوچ کر گئی - خوابگاہ جونپور -

یاد شیخ سماء الدین دھلوی

آپ شیخ فخر الدین کے بیٹے ہین - بڑے بلند ہمت تے اور ایثار کا درجہ روز افزون ترقی پر تھا - کم کھانے اور کم بولنے کی - اور سونا قطعی ترک کر دینے کی ہمیشہ کوشش کرتے تھے آپکے پدر بزرگوار آپسے بہت خوش تے - اور روز مرہ علی الصباح آپ کے واسطے برخورداری اور سعادت مندی کی دعا - جناب باری مین کیا کرتے تے - انہین کی دعا کی برکتون سے شروع آگاہی کے وقت آپ سید راجو کی خدمت مین جا پہونچے - اور سید راجو کی اندرونی و بیرونی توجہ سے اہل دانش و بینش ہو گئے - جب کاملین ولایت کے کمالات سے آپ سرفراز ہوئے - تو خرقہ خلافت شیخ کبیر الدین اسمعیل سے ملا - اور جب سفر حجاز کیا - تو احمد آباد مین شیخ احمد کھٹو مغربی کی ملازمت سے بہت کچھ فیض پایا شیخ جمالی دہلوی لکھتے ہین جس زمانہ مین شیخ نے رنت ہنور کے قلعہ کے نیچے گوشہ نشینی اختیار کی تھی - مین آپ کی خدمت مین کسب سعادت کیا کرتا تھا - ایک روز آپ عین القضاۃ ہمدانی قدس سرہ کی مکتوبات پڑھتے تے - اس درمیان مین فرمایا عین القضاۃ - ایک دفعہ آٹھ جگہ مدعو کئے گئے تے - چنانچہ ایک ہی وقت مین آپ آٹھون جگہہ پہونچ گئے - اور اپنے خلوتخانہ کے لوگون کے ساتھہ بھی بدستور حضوری رہی - اس بیان کو دل کے اندر میری عقل نے بعید سمجھا اُسی روز جب مین اپنے گھر پہونچا - تو شیخ کو اپنی آنکھون سے گھر کے ہر ایک گوشہ مین کھڑا ہوا دیکھا سمجھ گیا - کہ یہ نمائش شبہ مذکور دور کرنے کے واسطے ہے - فوراً اپنے خیال سے باز آیا - اور دل مین مضبوطی کے ساتھہ یقین کر لیا - کہ درویشون کو یہ طاقت ہے کہ ایک ہی وقت مین اکتسابی اور مثالی جسمون کے ساتھہ متعدد مکانون مین نمایان ہو سکتے ہین علمائے زمانہ آپکو تمام علوم مین اُستاد وقت شمار کر کے زانوی استفادہ آپ کے سامنے تہ کرتے تے - اور فرمان روایان عہد جیسے بہلول لودی - اور اُس کے نزدیک والے کیا خویش و بیگانے - اور کیا امیران اعظم تمام آپ کی آستانہ بوسی کو مریدانہ حاضر آیا کرتے تے - اور جو مال نذر کے واسطے لاتے تے - قبول نہین ہوتا تھا - اور اسی بے نیازی کے ساتھہ زندگانی آپ کی - خدائی ستایش

اور پرستش مین بسر ہوتی تھی - ہجری سنہ نوسونوین کوچ فرمایا - قبر دہلی مین ہے -

یاد شیخ جاراللہ مکی

شیخ قطب الدین پنواری[۵] کا بیان ہے - آپ کا حلیہ یہ تھا - ایک پیر تھے نورانی شکل کمر جھکی ہوئی - عمر اسّی سے متجاوز اور ریاضت کی وجہ سے لاغر اور نحیف ہوگئے تھے - حنفی المذہب تھے - اکثر آپ کے درس مین حنفی فقہ پڑھائی جاتی تھی - ایک روز آپ عمرہ لانے کے واسطے پیادہ پا جارہے تھے - اور رمضان کا مہینا تھا مینے راستہ مین دیکھا - تو کہا - یا شیخ لو تروح راجلا قال یا اخی ما سمعت ان اجرک علی قدر تعبک در راہ زاد بوم اور خوابگاہ دونون مکہ معظمہ مین ہین - مصرع اجراو باد القائے ذوالجلال -

یاد خواجہ مرتضی تابادی

آپ ایسے بلند ہمت اور عالی فطرت تھے - کہ نیستی اور بے نوائی مین بھی خوش دل رہتے تھے - مولانا زین الدین تابادی کی خدمت مین خویشی کا تعلق تھا - کہتے ہین - ایک سال جب کہ آپ کے سلوک کا آغاز ہی تھا - آپنے ملک عراق سے چالیس غلام ترک لیکر مسافرت اختیار کی تھی - تمام غلام خوبی اور عمر کے اعتبار سے زمانہ مین ایک دوسرے کا عکس تھے - جب آپ کی ہمت کو اور زیادہ صعود ہوا - تو تمام کو راہ خدا مین آزاد فرما دیا - اور غلامون کے سوا اور بھی جو کچھ مال تھا - درویشون کے سامنے رکھکر لوٹ کرادی - پھر ایک مدت دراز کے بعد جب تنگی اور سختی نے آگھیرا - تو ایک واقفکار شخص نے آپ سے کہا - آپ کا فلان غلام بڑا مالدار ہے - پھر یہ تمام تنگی اور سختی کیون ہے - آپنے اس طور پر جواب دیا - **بیت**

اگرچہ گرد آلود فقرم شرم باد از ہمتم	اگر بآب چشمہ خورشید دامن ترکنم

ہمت کا ہاتھ - قناعت کے دامن سے کبھی پیچھے نہین ہٹایا - اور لالچ کا پنجہ کسی دولتمند کی جیب مین کبھی نہین ڈالا -

یاد بابا حیدر ابدال

آپ تجرید کے میدان مین سبک رفتار - اور تفرید کے گوشہ مین گران بار تھے - یہ چند کلمات - آپ کے متقیانہ اور ناصحانہ بیانات مین سے ہین - یہ کلمات مولانا محمود کمانگر ہمدانی نے آپ کے حوالہ سے بیان کئے ہین (۱) اپنا ذہن فرو دار کسانون کا پابند کردینا خواری اور خواہش بڑھاتا ہے - (۲) دل دنیا کی محبت مین پھنسا

[۵] پنواری بیائے فارسی ونون ساکن وواو مفتوح والف ورائے مہملہ مکسورہ ویائے مثناۃ تحتانی ایک قصبہ کا نام ہے سرکار کالپی مین ۱۲ مؤلف شیخ

کیونکہ دنیا ایک عروس نما طرحیا ہے - اُسپر صرف ایک نگاہ کے سوا - دوسری نگاہ ڈالنا مباح نہین ہے - (۳) جن ضروریات کے سوا چارہ نہین ہے - صرف اُنہین پر اکتفا کرو - کیونکہ جو چیز ایسی ہے - وہ دنیا نہین ہے (۴) غفلت کے سایہ مین مت سوؤ - کیونکہ ایسی خواب دل مین تیرگی پیدا کرتی ہے - (۵) بیہودہ گوئی سے زبان اور دہن کو قفس بناؤ تاکہ حق کی یاد مین تم اُس کو گلستان بنا سکو - آپ کی باتین اکثر اسی قسم کی ہین - میر فروغی اشرف نے اپنے تذکرہ کے مسودہ مین لکھی تہین - جب میر فروغی کو ہجری سنہ ایک ہزار اٹھارہ مین عالم علوی سے فرمان طلب پہونچا - تو بتعمیل فرمان دنیا کے وحشت آباد سے نہایت اشتیاق کیساتھ عالم جاوید کو کوچ کر گئے - اسواسطے مسودہ مذکور بیاض مین نہ آسکا - مین اُس مسودہ کی تلاش مین کوتاہی نہین کرون گا - اور حاصل ہونا - ثمرہ جستجو ہی امیدوار ہون کہ بہم پہونچ جاوے گا - اور اصلاح سے درست ہوکر سننے والون کے واسطے عبرت کا باعث ہوگا -

یاد مولانا روح اللہ

آپ ایسے شیفتہ اور سوختۂ عشق تہے - کہ عرفان اور سنجیدہ اعتقاد آپ کے خمیر مین داخل تہا - آپکے پیر بیعت اور شیخ ارشاد کا نام کسی بیان کرنے والہ کی زبان سے - اور کسی لکھنے والہ کے قلم کے ذریعہ سے راقم گلزار کے گوش گزار نہین ہوا ہے - لیکن اس مین شک نہین - کہ آپ کے طبقہ مین جو اصحاب بزرگ نفس تہے - آپ اُن اصحاب کے بڑے دوستون مین سے تہے - جیسا کہ مولانا زین الدین محمود کمانگر نے فرمایا ہے ایک روز مینے آپ کی خدمت مین اپنی سیاہی باطن کی شکایت پیش کی - تو آپنے میری دلدہی کے واسطے دریافت فرمایا محمود - اِس آزاد گروہ کی صحبت مین تم کو ایک تاگہ کی برابر بہی دلبستگی ہوتی ہے یا نہین - مینے کہا جس قدر عبارت مین آسکتا ہے اس سے بہت زیادہ ہے - جواب دیا - تمہاری دائمی سعادت مندی کا نشان بس اسی قدر کافی ہے - اور اِن دو بیتون پر ناصحانہ بیان ختم کیا قطعہ -

مہر پاکان درمیان جان نشان	دل مدہ الا بمہر دلخوشان
کوی نومیدی مرو امیدہاست	سوی تاریکی مشو خورشیدہاست

یاد مولانا معین الدین واعظ ہروی

آپ تصوف اور توحید مین - شاہ قاسم انوار کے قدم پر قدم مارتے تہے - آپ کی پاک طینت مین

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۱۰ - آپ پیادہ پا کیون جاتے ہین - جوابدیا - بہائی - کیا آپنے یہ نہین سنا - کہ تمہارا اجر تمہاری تکالیف کی مقدار سے ملے گا - اور چلے گئے ۱۲

حقیقت کی آبدار باتین خمیر تہین - اور آپ کا با فروغ باطن معلومات کی تجلیات سے منور رہتا - آپ کی نصیحت کی مجلس بیماران شریعت کے واسطے دار الشفا اور آپ کی موحدانہ تقریر طریقت کے مجروح باطنون کے لئے باعث صحت تہی - اولاً آپنے رسمی علم کامل طور پر تحصیل کیا - پہر بہت کچہہ تصنیف اور تالیف بہی فرمایا منجملہ اِن کے سیر النبی تفسیر کامل - اور حدائق الحقائق - سورہ یوسف کی تفسیر - تاویلات کے رنگ مین علمائے زمانہ کے نزدیک مشہور اور معتبر ہے - اور ہر آیة کے بیان مین توجیہ اور تاویل کے طور پر - رنگین الفاظ کے ذریعہ سے بہت کچہہ عجیب وغریب معانی ادا کئے ہین - تلک جوذی نگاہ لوگ اہل دل ہین - اُنکا ہوش اڑ جاتا ہے - لکہتے ہین - جب مین تفسیر سیر لکہہ رہا تہا - تو بسم اللہ کی بے سے والناس کے سین تک نبی علیہ السلام کا حلیہ اقدس طرفۃ العین کے واسطے بہی ظاہری نگاہ سے دور نہین ہوا - اِس بارہ مین لبعض نو آموزانِ علم کا کہنا ہے - کہ ایسا لکہنے سے مراد یہ ہے - کہ لکہنے والا نے سنت نبوی علیہ السلام کی پیروی اور اُسکے قائم رکہنے مین کمال رعایت مدنظر رکہی ہے - اس تحریر کے بارہ مین راقم کی خاطر فاتر مین - یہ آیا - جس کسی کو یہ بات (اس درجہ پیروی نبوی) حاصل ہوگی - اُس کو وہ حالت فی الحقیقۃ کیون نہ ہوگی - کیونکہ اس کا ثمرہ وہ ہو سکتا ہے -

یاد شیخ بہاء الدین شاہ باجن

آپ ابن حاجی معز الدین ابن علاء الدین - ابن شہاب الدین ابن شیخ ملک - ابن مولانا احمد خطابی مدنی ہین - سہل بن خطاب کی نسل سے - جو امیر المومنین عمر کے بہائی تہے رضی اللہ عنہ آپ کی زاد بوم احمدآباد گجرات اور خوابگاہ برہان پور خاندیس ہے - شیخ رحمۃ اللہ ابن شیخ عزیز اللہ متوکل منتوی کے مرید تہے - آپکے جد تہے دادا مولانا احمد مدنی کے حالات لوگ اس طرح بیان کرتے ہین - کہ اُو مدین کے مریدون مین سے تہے - رسمی علم مین تبحر کامل تہا - علم حدیث کی اکثر مشکلات معلومہ مین صاحب حدیث علیہ السلام سے حل کرلیا کرتے تہے - ہمیشہ آدہی رات کے وقت جب روضہ منورہ کی آستانہ بوسی کے واسطے حاضر ہوا کرتے تہے - تو آپکے واسطے حرم محترم کے دروازے - کشادہ ہو جایا کرتے تہے - یکایک دل مین سیر و سیاحت کی آرزو پیدا ہوئی - تو اپنے فرزند شیخ ملک کو ہمراہ لیا کچہہ سفر دوست طلبا بہی ساتہہ ہوگئے - اور چل نکلے - عراقین - خراسان - ماوراء النہر - اور سندہ کی سیر کرتے ہوئے - دہلی مین پہونچے - یہان پر آپ سے بڑے بڑے لوگ محبت کرنے لگے - نیز نوشتہ تقدیر دامنگیر ہوا لہذا والی ملک نے کمال عجز و دلداری اور نہایت خواہش کے ساتہہ عروسی جشن ترتیب دیکر شیخ ملک کو اپنا داماد بنایا

چند روز اس شہر مین افادہ و استفادہ کا ہنگامہ - روز افزون ترقی پر رہا - بعدہ بموجب التماس ہمراہیان آپ شیخ ملک کو یہان چھوڑکر خود مدینہ منورہ کو معاودت فرما گئے - اور وہین کی خاک پاک مین آرام کیا -

اب مین حاجی معزالدین کے کسی قدر حالات بیان کرتا ہون شاہ باجن کے پدر بزرگوار حاجی معز الدین مخدوم جہانیان سید جلال بخاری کے برگزیدہ خلیفہ ہین - ایک سو چالیس سال کی عمر پائی تہی - سات دفعہ حرمین شریفین کی زیارت سے زادھما اللہ شرفا مشرف ہوئے تہے زادبوم دہلی ہے - کہتے ہین - آپ کو اپنے بزرگون کا وطن اور دیار دیکہنے کی تمنا - اور قوم سے ملنے کا شوق بیحد تہا جس نے سفر حجاز پر برانگیختہ کیا چنانچہ انتظام راہ کرکے - جو باتین ضمیر کے اندر مخفی تہین - وہ ظاہر کر دکہائین - سیاحی کے ذریعہ سے خوشی اور فرحت حاصل کرکے پہر اپنے دارالاقامتہ مین چلے آئے - جب گجرات مین پہونچے - تو اس ملک کی خاک نے آپ کے پانون کے ساتھہ دَلدَل کا کام کیا - اُس کے ساتھہ عیال داری جو ہوگئی - تو یہ کیچ مین پہنسے ہوئے پانون کے واسطے زنجیر بنی -

القصہ ہجری سنہ سات سو نو ے مین شاہ باجن کی روح پاک - عنصری مظہر کے ساتھہ پیوند پاکر عالم طلسم کی سیر کے واسطے آئی - اور وقتاً فوقتاً تہوڑا تہوڑا ہوش بڑہتا رہا - بالآخر ادراک کامل ہوگیا جب آپ کی عمر چار برس کی ہوئی - تو آپ کے پدر بزرگوار شہید ہوئے - اور جب آپ چودہ سال کی عمر کو پہونچے - تو عقل آئی - دست ارادت سے شیخ رحمتہ اللہ کا دامن پکڑا - اکیس برس تک شیخ کی گرامی صحبت سے فیض حاصل کیا - اور درجہ ولایت کو پہونچے - پہر اجازت لیکر سفر حجاز کو خشکی کے راستہ سے چل نکلے - جب خراسان مین پہونچے تو عالم مثال مین دیکہا - کہ حضور خاتم النبوۃ **علیہ السلام** آپ کے پیر کو ارشاد فرماتے ہین - کہ اپنے مرید سے کہدو عنیان حج جو کیا تہا - قبول ہوا - اب لوٹ جاوے - اور برہان پور خاندیس مین قیام کرکے - وہان کے طالبون کی رہنمائی کرے - اس کی تعبیر آپنے رحلت پیر سے کی چنانچہ نفس الامر مین بہی ایسا ہی ہوا چونکہ پیر کے کوئی فرزند نہ تہا - لہذا پیر نے اپنے بہتیجے شیخ احمد عطاء اللہ ابن شہر اللہ کو جانشین کیا - اور ایک خاص خرقہ سپرد کرکے فرمایا شیخ بہاء الدین باجن کو پہونچا دینا - جو خراسان سے لوٹ کر آوینگے - جب آپ اکیس برس بعد سفر سے لوٹ کر گجرات مین آئے - تو بتعمیل ارشاد پیر - امانتی خرقہ لیا - اور دوسرے روز مرقد پیر کی آستانہ بوسی کے واسطے گئے - خوش لہجہ گانے والون کو فرمایا - کہ گاؤن چنانچہ گانا سنکر خوش ہوئے - خلافت کی مبارکباد غیب کی طرف سے آپ کے کانون مین آئی - اطمینان خاطر روز بروز بڑہنے لگا - چند سال شیخ احمد عطاء اللہ کی

خدمت مین گزرے - پھر باطنی اشارہ کے بموجب دکن کی طرف روانہ ہوئے - دولت آباد مین پہونچکر برہان معرفت سلطان برہان الدین غریب کے مرقد مبارک کا طواف کیا - اور علو ہمت کی درخواست کی - یہان سے شہر بیدر مین پہونچے - بیدر مین شیخ منجھلے تھے - جو منصور زمان مسعود بک کے خلیفہ تھے - ان کی ملازمت مین آپنے چلہ کشی کی - ایسی مقبولیت پیدا ہوئی - کہ مسعود بک کی خرقہ عنایت ہوگیا - پھر آپ گجرات کو لوٹے - اور یہان پر آٹھ سال تک پھر حجرہ کے اندر خلوت اور ریاضت مین نفس کے ساتھ لڑائی ٹھانے رکھی - اس کے بعد دیرینہ فرمان کی تعمیل عمل مین آئی - جو برہان پور مین رہنے کی نسبت تھا - اور اس وقت پر منحصر تہا - خانا پور ایک موضع سواد برہان پور مین ہے - اس موضع مین آکر ایک مسجد مین چند مدت تک بسر کی - حاکم صوبہ کو اطلاع ہوئی - تو نہایت عذر و معذرت کے ساتھ آپ کو شہر مین لے آیا - آپ کے واسطے گھر - خانقاہ - جامع مسجد - اور خوابگاہ تعمیر کرائی - راقم گلزار اس عمارت مین چند بار گیا ہے - صاحب عمارت کے مرقد کا طواف کیا ہے - اور نماز جمعہ بھی پڑھی ہے - **القصہ** شاہ باجن نے اس عمارت مین رہکر بقیہ عمر تعمیر باطن مین گزاری - ہجری سنہ نوسو بارہ تہا - ایک رات آپنے شیخ افصح الدین کو جو آپ کے دل سوز دوستون مین سے تے - اپنے کوچ کی خبر دی - کہ علی الصباح باجن کے غسل اور نماز جنازہ کے لئے - آنے سے دریغ نہ کیجئے گا - چنانچہ آپ حسب فرمان ایزدی صبح کے وقت کوچ فرما گئے - اور تعمیل وصیت بھی عمل مین آئی - ایک سو دس سال کی عمر ہوئی مصرع زندگی بامعرفت ہم دوش داشت

یاد مولانا نظام الدین حسین

آپ مولانا علاء الدین محمد مکتب دار کے بیٹے ہین - جوانی مین پیرون کی سی معرفت - اور پیری مین جوانون کی سی ریاضت تہی - آغاز ہوش سے واپسین نفس تک روزافزون معرفت اور خداشناسی کے نشہ مین مست رہے - کہتے ہین - جہان گردی - اور بادیہ پیمائی کا شوق آپ کے دل مین حد سے زیادہ تہا - ایک بار روم کے راستہ مین ایک سید کے گھر مہمان ہوئے - میزبان سید کی لڑکی دائمی صداع مین مبتلا تہی - مگر اس رات دیرینہ الم سے تسکین رہی علی الصباح جب مہمان نے سفر کے واسطے کوچ کیا - تو روزمرہ کی تکلیف اور گریہ وزاری پھر پلٹ آئی - مالک مکان نے راہرو کو ایک بہانہ سے واپس بلوایا - اور اسی طرح دو تین بار رحلت اور معاودت عمل مین لائی گئی - آخرکار جو پردہ روی راز پر پڑا ہوا تھا - وہ اٹھ گیا - اور معلوم ہوا - کہ اس دختر کی صحت اس جوان کے قدوم کی برکت سے ہے - لہذا بے علاج یون ہی اس لڑکی کا آپ کے ساتھ عقد کردیا - میر علائی آبیزی اسی لڑکی کے پیٹ سے ہین -

یاد مولانا غیاث الدین احمد

آپ تمام عمر بیرونی شست و شو۔ اور اندرونی جہاڑ پونچھہ مین مصروف رہے۔ مولانا محمد مکتب دار کے فرزند اور نیز مرید ہین۔ اپنے کلام مین آپنے لکہا ہے۔ مینے مولانا جامی کی خدمت سے چند معرفتین اور آلہی حقیقتین حاصل کی ہین۔ مولانا محمد روجی از روے محبت چاہتے تہے۔ کہ مین اپنی طرف سے آپ کے نام اجازت نامہ لکہہ دون۔ مگر آپنے باظہار شرمندگی یہ کہا۔ کہ مین اپنے پدر بزرگوار کا خلیفہ ہون۔ اور مولانا محمد روجی کے خلافت نامہ کے لئے اپنے تئین لائق نہ جانکر عذر کے ساتھہ پیش آئے۔ مولانا نور اللہ فرماتے تہے۔ مکتب دار کے صاحبزادہ شیخ روجی سے زیادہ چالاک اور پیش رو ہین۔ بلکہ سلوک کے راستہ مین اِن کا قدم اپنے باپ سے بہی زیادہ استحکام کے ساتھہ بڑہا ہوا ہے۔

یاد میر علائی آبیزی

آپ مولانا نظام الدین حسین کے فرزند ہین۔ جو مکتب دار کے بیٹے تہے۔ آپکے دل پسند اقوال اور عجائب افعال۔ ربانی جلال و جمال کا نسخہ تہے۔ کہتے ہین جس زمانہ مین ترکمانون کا غلبہ ہوگیا تہا۔ تو قاضی محسن کے خدمت گزارون مین سے دو سیاہ باطن اشخاص میر کے گہر کا دروازہ کہول کر اندر گہسے۔ اُس وقت میر گہر پر موجود نہ تہے۔ میر کے لڑکے بچے۔ مارے خوف کے پریشان ہوکر بہاگ گئے۔ یہ دونون ظالم لوٹ پر اُتر پڑے۔ اور جو کچھہ ملا۔ لوٹ کر واپس چلے گئے۔ جب صاحب خانہ آئے۔ اور چہوٹے چہوٹے بچون کو ہراسان دیکہا۔ تو جس جانب وہ دونون نابکار گئے تہے۔ اُس جانب خشم آلود نگاہ سے نظر کی۔ اُسی دم جس نے دروازہ کہولا تہا۔ گر پڑا۔ اور اُس کا ہاتہہ ٹوٹ گیا۔ جس کے کئی چہوٹے چہوٹے ٹکڑے ہوئے۔ اور دوسرا شخص دیوانگی کے ساتہہ ایسا رسوا ہوا۔ کہ پہر ہوش آیا ہی نہین۔ قاضی محسن نے جب یہ عجیب کرامات دیکہی۔ تو سخت تعجب کیا۔ اور اُسی وقت شرمندگی اور عذر خواہی کے ساتہہ میر کے مکان کی طرف دوڑے۔ خانہ نشین لوگ پہر آنے والون کا ہجوم دیکہکر مارے ڈر کے کانپنے لگے میر نے فرمایا مت ڈرو۔ اور مت کانپو۔ یہ لوگ تمہاری دل جوئی اور عذر خواہی کے واسطے آتے ہین۔

یاد شیخ غیاث الدین انکور

آپ بعض روایت کی رو سے ہروی ہین۔ جذبہ اور سلوک دونون ساتہہ ساتہہ رکہتے تہے۔ بزرگان وقت کی ملازمت سے فیض کے آثار آپ کے حالات مین پائے جاتے تہے۔ مولانا نظام الدین حسین کی خدمت

مین رازداری کی باتین گرما گرمی کے ساتھ ہوا کرتی تھین - جلو نشین دشمن (نفس) پر جو آپ کو فتح حاصل ہوئی تھی - تو مولانا کی ہی امداد سے ہوئی تھی - آرزومندان طریقت کے حق مین آپ ایسی نصیحت اور تلقین فرمایا کرتے تھے - جو بالکل آئینہ کی طرح صاف - روشن - اور سراسر فائدہ مند ہوتی تھی - مغاک کی مسجد مین جب آپ مثنوی پڑہا کرتے تھے - تو اپنی زبان مبارک سے عمدہ عمدہ دلچسپ نکتے اور توجیہات لوگون کے سامنے بیان فرمایا کرتے تھے جن کو بعض لوگ لکھ بھی رکھتے تھے - جب جذبہ کا جوش سر سے اونچا نکل جاتا تھا - تو ایک شخص آپکے مرید تھے **حافظ اشتر** اُن کا نام تھا - اُن کے کندھون پر آپ سوار ہوکر چکر لگایا کرتے تھے - آپ کی دعا کا انجام - آغاز اجابت کے ساتھ ہمیشہ دوش بدوش ہوتا تھا - آپ کے لڑکے میر عبداللہ تھے - ان کو سالک باجذبہ - یا مجذوب باسلوک کہنا چاہئے - دارالاسلام بلخ مین تلقین فیض کیا کرتے تھے - اور آدمیون کو آدمیون کی عادت - اور راہ زدی اخلاق کے ساتھ موصوف ہونا تعلیم دیتے تھے - جس وقت جذبات کو تموج ہوتا تھا - اُس وقت **العیاذ باللہ** اگر کوئی شخص گستاخی کا خیال بھی دل مین لے آتا تھا - تو بے تامل ایسے سخت رنج و تکلیف مین مبتلا ہوتا تھا - کہ گویا اوپر پہاڑ ٹوٹ پڑا -

یاد مولانا محمود کمانگر ہمدانی

آپ کا لقب زین الدین ہے - مولانا نظام الدین حسین ابن مکتب دار کے فرزند ہین - آپ عالم - عامل عارف - عاشق - عالی ہمت - اور والا فطرت تھے - بہت برس خراسان مین رہکر گزارے - جب بدعت کی اشاعت اور امور ناگوار اسلام کا ظہور اندازہ سے اتنا زیادہ ہوا کہ لوگون کو برداشت کی طاقت نہین رہی تو تمواس کا ناخوشی ہوا - آپ بے تاب ہوکر قندہار کی طرف چلے آئے - کہتے ہین - جب آپ کا آغاز جوانی تھا تب رسمی علوم تحصیل کرنے کا خیال آپ کو پیدا ہوا - ایک روز مولانا نور اللہ کی خدمت مین سبق کی اجازت چاہی - مولانا نے فرمایا - کیا تمہاری یہ آرزو ہے - کہ صدر - مفتی - قاضی - محتسب - مدرس - خطیب - امام بقری یا متولی بنو - اور اس گروہ والون کے افعال - رفتار - احکام - اور آثار جیسے کچھ ہین - وہ کوئی ایسا شخص نہین ہے - جس پر مخفی ہون - پس بہتر یہ ہے - کہ ان عالی منصبون کے اسباب فراہم نہ کرو - اور اس جماعت کے کارنامہ سے عبرت حاصل کرکے خدائے پاک کی یاد سے اپنے دل کو منور کرو - مینے عرض کیا - نہین - بلکہ میری یہ آرزو ہے - کہ صرف - نحو - منطق - اور معانی کے ذریعہ سے قرآن پاک کے لطیف اور عجیب غریب رموز - اور حدیث نبوی **علیہ السلام** کے عمدہ عمدہ نکات - اور اشارات اپنی فطرت کے لائق معلوم کرون - اور نو چھنے

والون کے ادراک - اور حال کے موافق اُن کے معانی جواب مین بیان کیا کرون - مولانا نے فرمایا - تم جس قدر بھی زیادہ پڑھوگے - تم کو مبارک ہوگا - مقاصد کے ادراک مین تمہارا درجہ اونچا رہے گا - مین نے عرض کیا - کن کے درس مین کتاب کھولون - فرمایا - مولانا غیاث الدین احمد کی خدمت مین - کہتے ہین - تھوڑے ہی عرصہ کے اندر تمام فنون کی تمام کتابون مین دستگاہ پیدا ہوگئی - اور آپ مقاصد اور مبادی کے بیان کرنے مین گویا زبان وقت ہوئے - آپ کی مجلس مین بزرگان سلف کے سودمند اقوال بیان ہوا کرتے تھے - جس کے سبب سے آپ کی مجلس کیا تھی - ایک عجیب پندنامہ تھی - اور جو شخص آپ کے حلقہ مین داخل ہوگیا - وہ مستفید ہی ہوکر نکلا - مابعد کا فقرہ آپ کے پسندیدہ اقوال مین سے ہے - جس شخص کی مراد - خدا کے سوا ہوگی - وہ کبھی درویشون کی خدمت سے فائدہ نہین اُٹھاوے گا - رباعی

عاشق کہ ز ہجر دوست داد ے خواہد	یا بردر وصلش ایستادے خواہد
ناکس ترا زوکس نبود در عالم	گر دوست بجز دوست مرادے خواہد

یاد مولانا نور اللہ

آپ مولانا حسین واعظ کے فرزند اور مولانا سعد الدین کاشغری کے مرید ہین - آپ کا دل اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ[1] کے فروغ سے روشن - اور وَاِنْ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُہٗ[2] کے خزانہ سے تونگر تھا وہبی اور کسبی علوم مین - اور الہی اور دنیاوی مراتب کے شناخت مین آپ یکتا تھے - زیادہ تعجب کی یہ بات ہے کہ آغاز جوانی مین جب آپ داخل درس ہوئے ہین - تو نحو کا ایک رسالہ بھی نہین پڑھنے پائے تھے - کہ خدا طلبی کا شوق پیدا ہوا - جس کی بدولت کتابی نقوش کی تحصیل سے دل افسردہ ہوگیا - آپ لکھتے ہین - شیخ عبدالکریم یمنی میرے بارہ مین فرمایا کرتے تھے - کہ بہت جلد اس نوجوان کے علم اور صوفی گری کا شہرہ ایک جہان مین ہوجاویگا نیز بہت جلد تمام عقلا اس جوان کی پسندیدہ تقریر سے معلومات حاصل کرکے خوشیان مناوینگے - بالآخر جیسا شیخ نے فرمایا تھا - ویسا ہی وقوع مین بھی آیا - مجکو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میرے سر پر علوم کا مینہ چارون طرف سے پانی کی طرح برستا ہے - اور مجکو نصف قرآن نظماً اور معنیً ایک رات مین یاد ہوگیا تھا - اس کے بعد تحصیل علم اور حقائق شناسی کی استعداد دم بدم ترقی کرتی جاتی تھی - یہ بالکل سچ ہے - کہ شیخ یمنی کی موثر دعا - جو نور الہی راست روی کے ساتھ ہم آغوش ہوئی - تو اس خیر و خوبی کے ساتھ - الٰہی معرفت کا نتیجہ ظہور پذیر ہوا -

[1] اللہ (ہی کے نور سے) آسمان اور زمین کی روشنی ہے ۱۲ [2] اور جتنی چیزین ہین - ہمارے ہان سب کے خزانے (کے خزانے بھرے پڑے ہین ۱۲

یاد شیخ میر جان

آپ زینیہ خانوادہ مین شیخ علی صوفی کے مرید ہین - دارالاسلام بخارا مین آپ واعظ با عرفان یا عارف بامواعظ تے جب آپ پند و نصیحت شروع کرتے تے - تو حسب تقاضاے وقت زبان سے ایسی باتین فرمایا کرتے تھے - جو دلپسند اور خرد آفرین ہوا کرتی ہتین فنا اور آزادی کا نشہ شیخی اور بزرگی کی شان - ضرورت سے زیادہ آپ مین پائی جاتی تہی - ناموری کی خوشی کو پوچ اور ہیچ سمجھکر اس شعر کے ساتھ ترنم فرمایا کرتے تہے **بیت**

نام مشہورم کہ بیزارم ازان	در میان خلق آمد میر جان

یاد شیخ جلال متو

آپ شاہ شہباز کے خلیفہ ہین - اور خوابگاہ برہانپور مین ہے - تصوف و تحقیق اور تمکین و توحید کی آپ میزان تے - بہت سے سالکان طریقت - آپ کی ملازمت سے الٰہی معرفت اور بیدار دلی کے اعلیٰ درجہ کو پہونچ گئے - منجملہ ان کے

ایک سراپا محبت و درد اور مجسم سوز و گداز **سید ابراہیم بھکری** تے - جن کی رفتار مین عرفانی جھلک نظر آیا کرتی تہی - اور اقوال سے حقیقت تراوش کیا کرتی تہی - آپ کی رہنمائی سے بہت سے لوگ - سلوک کے راستہ پر بڑھکر اصلی مقصد کو پہونچ گئے -

دوسرے **شیخ زین الدین** شیشہ گر تے - عرفانی مقامات اور منازل کے گلزار مین بہار آپ ہی سے تہی استغراق اور توحید کی کیفیت بے انتہا بڑھی ہوئی تہی - عالم علوی اور مکان بہشت کو کہلی آنکھون سے دیکہا کرتے تے - صرف حقیقی جمال کو دل کا قبلہ گاہ بنا رکہا تہا - جس وقت آپ کو یاد حق مین گرمی آجاتی تہی تو آپ کی زبان سے آگ کے شعلے نکلا کرتے تہے - یہان تک کہ ہمسایون کو خیال ہوتا تہا - کہ آپ کے گہر مین آگ لگ گئی ہے - اور گہبرا کر بجہانے کے واسطے دوڑے آتے تہے - یہان آکر آگ کا نام و نشان بہی نہین ملتا تہا - اور اصلی حقیقت پر بہی آگاہی نہین ہوتی تہی - اس سبب سے حیران رہ جاتے تہے -

تیسرے **میان پیارجی** تے - آپ حقیقی وصال کی مجلس کے محرم - اور دریاے شہود و کشف کے تیراک تے - آپ کے رونے مین یہ اثر تہا - کہ جس سے دوزخ کی آگ بہی بجہ جاوے - اور آپ کے تبسم سے باغ ارم مین شگفتگی پیدا ہوتی تہی - تمام عمر درود و سلام بہیجنے مین گزار دی اور حضور اقدس سرور انبیا **علیہ و علیہم السلام** کا حلیہ مبارک آپنے انہین جسمانی آنکھون سے مشاہدہ کیا تہا - اور سلام اور جواب سلام کے

شرف سے بھی مشرف ہوئے تھے مصرع چشم او روشن ز نور احمدِ مختار باد۔

یاد شیخ کبیر

آپ شاہ شہباز کے خلیفہ ہین۔ تحقیق۔ توحید۔ مشاہدہ۔ اور معائنہ یہ تمام چیزین آپ کو حاصل تہین۔ عرفان اور وجدان کا فروغ آپ کی پیشانی سے عیان تہا۔ مرشد کے کل اسرار اور حالات۔ آپ کے علم مین تہے۔ خوابگاہ برہان پور رہے۔

یاد شاہ میان جی چشتی

آپ شیخ نجم الدین ابن شیخ بہار الدین صدیقی کے صاحبزادہ ہین۔ زاد بوم اور خوابگاہ دونون منڈو (مانڈو) مین ہین آپ چہوٹے ہی تہے۔ کہ آپ کی مان نے آپ کا عقد کردیا تہا۔ آغاز شباب تک آپ سالک رہے۔ ایک لڑکی بہی ہوئی تہی۔ مگر خردسالی مین ہی مرگئی۔ پہر آلہی جذبات پیدا ہوئے۔ اور شرعی تکلیفات دور ہوگیئن۔ جو کچہہ آپ کی زبان سے نکل جاتا تہا۔ یا آپکے دل مین آتا تہا۔ وہ ایزدی مشیت کے موافق ہی ہوا کرتا تہا۔ ایک روز کا ذکر ہے۔ ایک دہی بیچنے والی عورت آپ کے سامنے سے نکلی۔ دہی کا گہڑا اُس کے سر پر تہا آپنے اُس کو پاس بلاکر فرمایا۔ اپنے گہڑے کو اوندہا کردے اور اس مین جو کچہہ ہے۔ گرادے۔ اُسنے ایسا ہی کیا ایک مرا ہوا سانپ دہی مین سے نکلا۔ سلطان غیاث الدین۔ اور غیاث الدین کے بیٹے نصیر الدین خلجی کا زمانہ تہا۔ کہ آپ عنصری جسم مین رہکر حاجتمندون کو کامیابی کی خوشخبری سنایا کرتے تہے۔ سلطان محمود خرد کے عہد مین تیرہوین ذی حجہ اور ہجری سنہ تخمیناً نو سو اٹھارہ تہا۔ کہ آپنے جسمانی مکان سے رخصت ہوکر عالم ربانی کو کوچ فرمایا۔ مصرع نثار روح او نور ازل باد۔

آپ کے ایک بہائی تہے **شیخ جمن** نام۔ صاحب حالات و مقامات تہے۔ اعتبار اور مقبولیت بہی اچہی تہی شیخ جمن کی قبر۔ ان کے بہائی کے برابر مین ہے شیخ جمن کے ایک لڑکے تہے **شیخ نور اللہ** نام تہا۔ اپنے عم مکرم اور پدر بزرگوار کی جگہہ سجادہ نشین تہے۔ ہجری سنہ نو سو اکتالیس مین جسمانی جہان سے روحانی عالم کو کوچ فرماگئے۔ وارث۔ سواے ایک چار ماہہ دختر کے کوئی نہین چہوڑا۔ دختر کا نام **خدیجہ بی بی** تہا خدیجہ بی بی کی حقیقت حال بڑی لمبی چوڑی ہے۔ خلاصہ یہہ ہے۔ کہ ہجری سنہ ایک ہزار دو مین جب خدیجہ بی بی کے لڑکے شیخ قطب الدین نے عالم فنا سے گلزار بقا کو کوچ کیا۔ تو یہ رابعہ وقت اپنے آبا و اجداد کے روضہ کی یادگار کے شہر منڈو (مانڈو) مین چلی آئین۔ اور روضہ مذکورہ کی خبرگیری بقدر استطاعت کرنے لگین

آپ نے اُس تاریخ سے اس تاریخ تک کہ ہجری سنہ ایک ہزار اکیس ہے - اپنی اقامت اور عبادت کی برکات سے راقم کے مکان کو سعادت دارین سے مشرف کر رکھا ہے - اِس مین شک نہین - کہ عارفات کے گروہ مین اس طرح کی ثابت قدمی - جوانمردی - ایثار اور قناعت کے ساتھہ مثل خدیجہ بی بی کی دسوین صدی مین کوئی نہین ہے -

یاد شیخ ظہور حاجی حمید حضور گوالیاری

آپ مولانا ظہیر غزنوی کے بیٹے ہین - آپ کے عنصری جسم کی اقلیم - جو جسمانی اور روحانی حصون کو شامل ہے - شہنشاہ عشق کا تخت گاہ تہی - اور آپکے امکانی بدن کی کشور - جو ظاہری اور باطنی اجزا پر مشتمل ہے محمدی شریعت اور طریقت سے علیٰ صاحبہا افضل الصلوٰۃ والسلام پر رونق تہی - کہتے ہین - آپکے پدر بزرگوار غزنین سے سوداگری سلسلہ مین ہند کی طرف آمد و رفت رکہا کرتے تہے - ہجری سنہ آٹھہ سو نینتیس مین آپ علم الٰہی کے باطنی شہر سے - عالم وجود کے صحرا مین نزول فرمایا - ایک سال بعد نوزاد بچہ کے کرشمے ایسے دل ربا ہوگئے - کہ ہم خوابہ کو ہمراہ لانے کا باعث ہوئے - اتفاق کی بات ہے - کہ اُس صالحہ کے ایام زندگانی پورے ہوئے - بمجبوری دودہ نہ پہونچنے کے سبب سے نوزاد کے نازک ہونٹہ خشک شہد کی مانند ہو گئے - اور اُس کا ناز کے ساتھہ جو ہنسنا تہا - وہ اب گریہ نیاز کی تلخی سے تبدیل ہوا - باپنے اُس کی پرورش کے واسطے بہت جلد دودہ پلانے والی دایہ مقرر کر دی - دوش عاطفت پر اُٹھاکر سب جگہہ اور سب حال مین ہمراہ لئے پھرتا تھا - اور اُس کی جدائی کسی بہانہ سے بہی گوارا نہین کرتا تہا - اس اثنا مین ایک رات قافلہ مالون پر ڈاکوؤن کا گروہ آپڑا - اور مولانا ظہیر کو شمشیر کے جان گداز زخم سے شہید کر کے اُس لخت جگر کے دل کو داغ یتیمی دیا - ایسا سمجہنا چاہیے - کہ مان کی وفات کا رنج - باپکے مقتول ہونے کے درد سے حاملہ تہا -

القصہ - جس قصبہ کے متصل اور اُس کی حدود مین قافلہ اُترا ہوا تہا - علی الصباح اُس قصبہ کا مقدم اُس آفت رسیدہ زمین پر پہونچا - تاکہ قافلہ سالار کی حقیقت حال معلوم کرے - اور لُٹے ہوؤن کے واقعات کی تفتیش و تحقیق عمل مین لاوے - وہان جاکر دیکہا - ایک بچہ زمین پر پڑا ہوا - رو رہا ہے - کمال مہربانی اور آرزو کے ساتہہ گود مین اُٹہا لیا - اسی درمیان مین ایک گمنامی کے گوشہ سے ایک عورت نکل آئی - اُس سے پوچہا - تو کون ہی - جواب دیا مین اِس یتیم کی دایہ ہون - مقدم کے دل کو جو یہ فکر تہی - کہ اس شیر خوار بچہ کی غم خواری مین کیسے کرون گا - اِس سے اُسکو نجات ملی - اور خوشی پر خوشی ہوئی - بچہ اُسی دایہ کے سپرد کر کے اپنے گہر لے گیا

بیدرانہ پرورش اور روز افزون التفات کرنے لگا۔

اب غوثی تفصیل کا طومار۔ اجمال کے ہاتھ سے تہ کرکے مغز مقصد لکھتا ہے۔ جب اُس خردسال بچہ کو ہوش آنے لگا۔ تو رسمی علم اور درسی فضیلت کی تحصیل شروع کی۔ مقدم کے دل مین بھی آپ کا یہ عمدہ طریقہ کھب گیا۔ اور تحصیل کا بہت سا ضروری سامان ذمہ داری اور اہتمام سے بہم پہونچایا۔ جب تحصیل علم کے ذریعہ سے آپ کے دل مین پوری فراست پیدا ہوگئی۔ اور نیز آپ ماجرائے گزشتہ سے آگاہ ہوئے۔ تو اُس قصبہ کو چھوڑ کر گوالیار مین قیام فرمایا۔ تاکہ جو علوم اور فنون فراہم کیے ہین۔ اُن کا داد و ستد شروع کردیوین۔ اور علم کے بازار مین صرافی کی دوکان کھولین۔ یہ کاروبار جاری ہی تھا۔ کہ اس درمیان مین ازلی حکم سے آپ کے سینہ مین خداشناسی کا ولولہ اور طلب کا شعلہ پیدا ہوا۔ ڈھونڈتے ٹٹولتے آپ کو شاہ قاضن شطاری کی خدمت مین راہ ملی۔ اور یہان پر اپنے تئین آپ نے سلسلہ بیعت مین سلسل کیا۔ تھوڑے عرصہ مین کامگار مرشد کی باہمعرفت تلقین سے مرید کو دولت مراد حاصل ہوکر کمال خوشی ہوئی۔ جب پیر بزرگوار نے رحلت فرمائی۔ تو مخدوم زادہ حقیقی شاہ ابوالفتح ہدیۃ اللہ سرمست کی خدمت مین رہکر توفیق ازلی کا جس قدر فیض شاہ قاضن کی خدمت باقی رہا تھا۔ وہ شاہ سرمست کی خدمت گزاری سے حاصل کیا۔ جب آپ کی عمر مین سے چالیس برس کا چلہ پورا ہوگیا۔ اور ادہر توفیق کی شراب کا دور ختم ہوا۔ تو آپنے سفر حجاز کی اجازت چاہی شاہ ابوالفتح نے نامدار خانوادون کی خلافت کا خرقہ عطا فرماکر سفر مبارک کی اجازت دی۔ یہ واقعہ شاہ ابوالفتح کے ذکر مین کسی قدر تفصیل کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ وہان پر دیکھ لینا چاہیئے۔ جب رخصت حاصل ہوئی۔ اور ارادہ بھی مصمم ہوگیا تو آپنے سیاحی کی چادر کندھے پر ڈالی اور ہر سمت اور ہر شہر کے بزرگون اور عارفون سے راہ تصوف مین معنوی سلوک اور منزل شناسی کا توشہ حاصل کیا منجملہ ان سب کے۔

آپ کا اعلی درجہ کا ذخیرہ وہ ہے۔ جو اویسیہ سلسلہ مین شیخ علی شیرازی کی خدمت سے ملا تھا۔ شیخ علی شیرازی کا لقب علی ثانی ہے اور شیخ عزیزالدین عبداللہ مصری کے خاص مریدین۔ جو ایک روایت سے امام زمان ابوالوقت خواجہ اویس قرنی یمنی کے بے واسطہ مرید ہین۔ انواع واقسام کی اثربخش دعائین اور طریقہ صوفیہ کے اشغال۔ یہ چیزین امام زمان کی نسبت محکوم کا حکم رکھتی تھین۔ اور علی ثانی کو سلسلہ کے معین طریقہ سے تھوڑی تھوڑی کرکے عنایت ہوئی تھین۔ یہ سب علی ثانی کے ارشاد کی برکت سے حاجی حمید حضور کو بھی پہونچین۔

دوسرے چشتیہ سلسلہ مین شیخ محمد غیاث چشتی کی ملازمت سے سپردگی نامہ - اور اجازت کا خرقہ حاصل ہوا شیخ محمد غیاث چشتی - خواجہ معین الاسلام کے بزرگ خلیفہ ہین - اور خواجہ معین الاسلام - شیخ حسام الدین مانک پوری کے خلیفہ تھے -

خلاصہ اس تمام گزارش کا یہ ہے - کہ آپنے حج اور عمرہ کے تمام ارکان ادا کرکے مدینہ معظمہ کے طواف کا عزم فرمایا - اور وہان پر چالیس برس کا ایک چلہ نبی علیہ السلام کے روضہ اقدس کی جاروب کشی مین بے انتہا شوق کے ساتھہ پورا کیا جب عمارت بدن مین پیری کی سستی پیدا ہوئی - تو ایک روز مواجہہ مین ادب کے ساتھہ کھڑے ہوکر عرض کیا - حاجی حمید حضور کو پیری کی ناتوانی نے آدبایا - اور ظاہری فرزند کوئی ہے نہین - پس یہ اِن احمدیہ اور احدیہ اسرار کو کیا کرے - جو اس کی قوت ملکہ مین محفوظ ہین - اور نیز جو مکاشفہ مین بزرگان اُمت حضور کی پیروی سے فراہم ہوئے ہین - اور یہ اسرار کس کو سپرد کرے - جس طرح ارشاد ہو تعمیل کی جاوے کہتے ہین خواب کے پردہ مین دو خرد سال باکمال سعادت مندون کی دو مثالی اور خیالی صورتین آپ کی چشم بصیرت کے سامنے کردی گیئن - اور ارشاد ہوا - یہ فرشتہ نما صورتین جن اطفال کی ہین - وہ تمہارے باطنی خزانون کی خزانچی گری کے واسطے ازل سے نامزد ہین - اور ان کا دیدار ہند مین تم کو فکر تلاش سے رہائی بخشے گا - اس ارشاد کے مضمون سے آپنے یہ اخذ کیا - کہ زمین ہند کو بازگشت کی اجازت ہے - جب دریائے اعظم سے گزر کر اپنے مکان مالوف گوالیار مین واپس آئے - تو چند روز بعد جو حلیہ خواب مین دیکھا تھا - وہ شیخ بہول اور شیخ محمد کی صورتون مین بحالت بیداری جلوہ گر پایا - یہ دیکھکر بہت کچھہ شکر الٰہی بجالائے اس وقت مین شیخ محمد کی عمر سات برس سے متجاوز تھی - اور خداشناسی کے کوچہ مین ابھی یہ طفل نوخرام تھے - آپنے دونون کو موثر نفس کی امداد سے اپنی طرف کھینچ کر خدمت مین متوجہ کیا - اور ناسوت خانوادون کے مشائخ جو کمالات اور حالات رکھتے ہین - کن کے اطوار اور اسرار سیالخصوص شطاریہ مشرب کی رفتار - دعوت کا فن اذکار کی طرز - اور اشغال و تصورات کی سندین - غرض کہ کل چیزین دو سال کے اندر تعلیم و تلقین فرمادین شیخ بہول کو ہمراہ لیکر صوبہ بہار کی طرف سیر کو چلے - اور شیخ محمد کو چنار کے کوہستان مین حجرہ ریاضت کے اندر حصول معرفت کے واسطے مشغول فرمایا - پھر چند روز بعد شیخ بہول کی سفارش شیخ محمد سے کرکے حصول فیضان کے واسطے اُن کے پاس روانہ کیا - شیخ محمد نے تنہائی کی گرہ کشائی - پیر کی خدمت سے سمجھکر لوٹا دیا - اور اس بات کے آپکے حضور مین ایک عریضہ لکھا انشاء اللہ تعالیٰ یہ ماجرا ان دونون بزرگون کے ذکر مین ایک متوسط تفصیل

کے ساتھ لکھا جاوے گا۔

کہتے ہین۔ تیرہ سال اور چند مہینے بعد جناب حاجی صاحب نے معاودت فرمائی۔ مرید کو مراد کے ساتھ کامیاب پایا۔ اور مرید کی مشتاق آنکھین اپنے دیدار سے منور فرمائین۔ مرید نے بھی ایام ریاضت مین یہ کام کیا کہ اپنے اعمال کو پانچ طریقون پر ترتیب دیکر۔ ایک کتاب تصنیف فرمائی تھی۔ جس کا نام جواہر خمسہ رکھا تھا۔ یہ کتاب شریعت وسلوک کے اطوار۔ اور طریقت وتصوف کے اسرار پر مشتمل ہے۔ اور جمیع خدا شناس سالکون کے واسطے دستور العمل کا حکم رکھتی ہے۔ جب یہ کتاب مرید نے پیر کی خدمت مین پیش کی۔ جو حالات عرفان کو شامل ہے۔ اور اِس کا انجام بھی عرفان ہے۔ تو پیر نے خوش ہو کر فرمایا۔ اسرار اور اعمال کے جواہرات۔ جو میرے تصرف اور قدرت مین تھے۔ وہ قبل ازین تم کو حوالہ کر چکا ہون۔ اور مینے اپنے پاس نام کے سوا کچھ نہین رکھا تھا۔ اب نام کو بھی کتاب کے صلہ مین جو معلم افعال ہے۔ تمہارے اوپر تصدق کرتا ہون۔ اِس کے بعد اللہ تعالیٰ **جل شانہ** کا شکر بجا لا کر فرمایا۔ خدا کا احسان ہے۔ کہ اِس تنگ کوچہ (دنیا) مین آتے وقت جو رنگ رکھتا تھا۔ یہان سے جاتے وقت اُس وقت کے ہم رنگ ہون اس کے چند روز بعد فارغ البالی اور دل آسودگی کے ساتھ تاریخ بائیسوین ذی حجہ ہجری سنہ نوسو تیس کو فرق کی تفرقہ سرا۔ (عالم دنیا) سے جمع الجمع کی جمعیت آباد (عالم علوی) کو کوچ فرما گئے۔ آپ کی خوابگاہ بہار اور سارن کی زمین پاک مین ہے۔ جس کا طواف چھوٹے بڑے اب بھی کرتے ہین۔

مصرع طواف مرقد مردان نصیب بینان باد

یاد شیخ ابوالفتح ہدیۃ اللہ سرمست

آپ شیخ قاضن شطاری کے بیٹے ہین۔ **قدس سرہما** آپ کی کرامتین ظاہر اور مقامات عالی تھے بزرگان زمانہ کے تلقین محل مین دانش وبنیش کا چراغ جلا رکھا تھا۔ کہتے ہین۔ آغاز جوانی مین آپ پدر بزرگوار کی تلقین سے رہ گئے تھے۔ شیخ ظہور حاجی حضور آپ کے باپ کے خلیفہ ہین۔ اُنھون نے آپ کی رہنمائی مین پرستانہ ہمت اور عزم کو کام فرما کر وجدانی کمالات سے مستفید کیا۔ اور تصوف کی منزلین اور مقامات طے کرا دئے یہان تک کہ آپ مسند پر رونق بخش ہوئے۔ بالآخر جو خلافت کا خرقہ آپکے پدر بزرگوار سے حاجی حضور کو ملا تھا۔ وہ حاجی حضور نے آپ کو دیا۔ اور کہا شیخ **قدس سرہ** نے یہ خرقہ آپکے لیے میرے سپرد فرمایا تھا۔ اب آپ اس کو پہنین۔ اور طالبان خدا کی رہنمائی کرین۔ اس کے بعد چند روز اور حاجی حضور نے آپ کی خدمت مین

کوشش کی - خرقہ خلافت آپ سے لیا - اور اپنے تئین شیخ ابوالفتح کی خلافت سے مشہور کیا - کہتے ہین ہجری سنہ نوسو چھیالیس مین جنت آشیانی نصیرالدین ہمایون شاہ نے جب صوبہ بنگالہ فتح کیا تھا - تو شاہ آپ کی ملازمت مین حاضر ہوا - اور جب دارالسلطنۃ آگرہ کو واپس آنے لگا - تو نہایت ادب اور آرزو کے ساتھ آپ کو اپنے ہمراہ لیا - اثناے راہ مین شاہ کو دشمنون کی نظر لگ گئی - اور لشکر مین تشویش اور پراگندگی پیدا ہوئی مجبوراً شیخ ابوالفتح نے حاجی پور مین قیام فرمایا - اور واپسین نفس تک وہین رہے - جب زمانہ زندگی پورا ہوا تو اُسی جگہہ آپ کی قبر بھی بنی - آپ کے بیٹے شیخ رکن الدین تھے - صورت وسیرت - علم وعمل - اور حال و قال مین پدر بزرگوار کی مثل تھے - باپ کی جگہہ سجادہ نشین ہوکے - شیخ کمال الدین سلیمان قریشی جو - راقم کے معلم ہین - شیخ رکن الدین کے بڑے خلیفہ ہین -

یاد مولانا شمس الدین محمد زیرک

شیراز کے بزرگ علما مین آپ کا شمار ہے - عبارت آرائی - اور استعارات پیدا کرنے مین کمال کا درجہ حاصل تھا - سلطان محمود کلان کے عہد مین آپ نے وطن ترک کرکے - اپنے قدوم مبارک سے صوبہ گجرات کو رونق بخشی تھی - اور آپ کے التفات سے سلطان محمود العاقبۃ نے بہت کچھہ فائدہ اُٹھاے **ماثر محمود شاہی** آپ ہی کی تصنیف ہے - تشبیہ - توجیہ - تمثیل - اور استعارہ کے ذریعہ سے حکایت لکھنے مین شور انگیز شیرینی عبارت کے اندر بہت کچھہ پیدا کی ہے - اِس کتاب کے واقعات پڑھنے سے تاریخ پڑھنے والون کا دل خوش - اور عبرت و تجربہ اور حیرت و آگاہی سے مالامال ہوتا ہے -

یاد شیخ بخشو

آپ خداد دست ہین **فرق من اللہ** (ولادت) اور **وصل الی اللہ** (بعد وفات) کا آپ کا مکان دشنود (مندسور) مین تھا - کھجور کے درخت سے ایک شیرہ (دودہ) نکلتا ہے جس کو ہندی زبان مین تاڑی کہتے ہین اکثر لوگ نشہ اور کیف کے واسطے پیتے ہین - چونکہ آپ کا قدم - شریعت کے راستہ پر استوار تھا - اسواسطے آپنے ایک روز جاگیردار کی امداد سے تاڑی کے گھڑون کو توڑ ڈالا اور پینے والون کو پینے سے روکا - اس عداوت سے یہ لوگ ایک رات اس بات پر آمادہ ہوئے - کہ شیخ کو عالم ہستی سے ہی نیست ونابود کردینا چاہیے - جب فراہم ہوکر آپ کے حجرہ کے پاس پہونچے - یکایک اندھے ہوگئے - یہ کرامت دیکھکر ناچار تمام لوگ عذر ومعذرت کے واسطے روتے جھینکتے شیخ کے آستانہ پر حاضر ہوے - اور سر زمین پر رکھدیا - آپنے ازراہ مہربانی اندھون کی طرف نگاہ کی - جو رنج

جاتی رہی تھی - وہ بہر پلٹ آئی - قصہ کوتاہ یہ ہے - کہ ہجری سنہ نو سو سولہ مین - آپنے مکان ہستی سے کوچ فرمایا - تین بیٹے چھوڑے - شیخ بدہن - شیخ حسن اللہ - شیخ معین الدین - ان مین اولین صاحب زادہ - علوم متداولہ سے آراستہ اور حسن افعال کے ساتھہ پیراستہ باطن مین فارغ - اور ظاہر مین پاکیزہ تھے -

یاد شیخ عطن

آپ ترکی نسل سے ہین - آپ کے رسمی اور لدنی علوم کمال کے درجہ کو پہونچے ہوئے تھے - سلطان سکندر لودہی کا زمانہ تہا - جب آپ ترکستان سے ہند کی طرف آئے - اور ناگور کو اپنا وطن اور ابدی آرام کی جگہہ قرار دیا - ایک سو بیس ۱۲۰ سال زندگی اور زندہ دلی کے ساتھہ گزارے بہت سے لوگون نے آپ کی ملازمت سے نور معرفت حاصل کیا - بالخصوص حقائق آگاہ شیخ مبارک ابن جعفر نے آپ کے موثر اور فیض بخش دم سے تلقین پائی تہی - یہ حال کچھہ تہوڑا سا شیخ مبارک کی مبارک یادداشت مین بہی انشاء اللہ لکہا جاوے گا -

مصرع عطاہائے الٰہی روز بیش باد -

یاد شیخ عبداللہ بیابانی

آپ شیخ سماء الدین دہلوی کے بیٹے ہین - علم اور معرفت مین کمال رکہتے تھے - آبادی سے بہاگ کر بیابان مین بسر کرتے تھے جب بہوک کی آگ بہڑکتی تہی - تو خود رو گہاس کہا لیا کرتے تھے - چارون فصلین آسمان کے نیچے گزارتے تھے - ربانی کلام حفظ تہا - ایک بار روزمرہ ختم کیا کرتے تھے ہر روز صبح کے وقت صحرائی وحوش اور پرند آپ کے دیدار کے واسطے آکر چارون طرف گرد جمع ہوا کرتے تھے - جب آپ اشارہ فرماتے تھے - تب اپنا اپنا راستہ لیتے تھے - فرمان روایان خلجی کا زمانہ تہا - کہ منڈو (مانڈو) مین آئے - قلعہ کے نیچے کا جنگل آپ کو بہلا معلوم ہوا - ایک مدت تک آپنے وہین بسر کی - لوگون کی صحبت کم رکہتے تھے - جب فرمان طلب پہونچا - تو کشادہ پیشانی کے ساتھہ پیشگاہ قرب کو روانہ ہوئے - خوابگاہ موضع چہتری مین ہے قلعہ منڈو سے تین کوس کے فاصلہ پر جنوب اور مغرب کے گوشہ مین - آپ کے کوئی لڑکا نہ تہا - البتہ آپکے چچازاد بہائیون مین ایک ضعیف العمر شخص تھے شیخ حسین نام تہا - شیخ حسین کو سوختگی اور افروختگی غایت درجہ تہی - راقم گلزار کے ساتھہ ملاسم یک جہتی رکہتے تھے - شیخ جمالی کنبو مصنف سیر العارفین کے اشعار جو شیخ سماء الدین کی مدح مین ہین - وہ شیخ حسین کو یاد تھے - موقع اور محل پر پڑہا کرتے تھے - ہجری سنہ ایک ہزار سات مین کوچ فرمایا - ایک لڑکا چہوڑا نامبینا شیخ گہوڑن نام - بینائے علی الاطلاق اُس کو باطنی نور عطا فرماوے -

یاد شیخ چندن قریشی

آپ کی خوابگاہ آگرہ مین ہے - دینی علوم - پرہیزگاری - بلند ہمتی - ایثار - توکل - شان بزرگ - اور حال پسندیدہ یہ صفات آپ کو حاصل تہین - آپ افضل زمان شیخ ابوالفضل مبارک ابن خضر کے جد مادری ہوتے ہین - ایک روایت سے شیخ سماء الدین دہلوی کے مرید ہین - جو شیخ جمالی دہلوی کے پیر تہے - آپ فرمایا کرتے تہے مرد کے واسطے عین عنایت الٰہی سے کہ صور علمیہ اُسی سے مراد ہے - چار چیزین کافی ہین - علم وعمل - عمر - اور عافیت - اور یہ چارون چیزین - طینت بشری کے خمیر مین داخل ہین - ان کے حصول کے لئے دعا کے ذریعہ سے خواہش کرنی چاہیئے - جب عبودیت کا رتبہ کمال کو پہونچے گا -

یاد شیخ ابوبکر قریشی

آپنے سلطان سکندر لودہی کے زمانہ مین - اصلی وطن سے آکر دار السلطنۃ آگرہ مین اقامت اختیار کرلی تہی - رسمی علوم مین آپ کو تبحر حاصل تہا - اپنے وقت کے پرہیزگار تہے - وصایاے امام محمد رحمہ اللہ پر - اور اصول بزدوی پر ایک شرح لکہی ہے جو مشکلون کو حل کرنے والی - اور نکتہ آرا ہے - کہتے ہین - ایک رات عالم مثال مین - خاتم النبوۃ علیہ السلام کی ملازمت حاصل ہوئی - حضور سے ارشاد ہوا - جاؤ - وہ زمین - جس مین عصا گاڑا گیا ہے - اُس مین ایک کنوان کہدواؤ - علی الصباح اُس زمین کو جاکر جو دیکہا - تو ایک گڑہا نمناک پایا - جو گاڑے ہوئے عصا کے نوک کی مقدار سے تہا - آپنے حکم کی تعمیل نہایت کوشش کے ساتہہ کی اب اُس جگہہ ایک کنوان ہے - جو ہمیشہ شیرین پانی سے مالامال رہتا ہے - آخرین سفر کے بعد جوگی پورہ مین دفن کیے گئے جو آگرہ کی اطراف مین ہے -

یاد شیخ جلال محمد قادری

آپ کی پیدائیش دہلی کی ہے - ظاہری علم کی تحصیل کے واسطے گجرات کی طرف چلے گئے تہے - تمام فنون متداولہ - اور علوم درسیہ تحصیل کئے - اِس کے بعد خداشناسی کا ولولہ دل سے جوش کرا ٹہا - رہنما مرشد کی تلاش ہوئی - اُن ایام مین شیخ بہاء الدین انصاری ملتانی شہر منڈو (مانڈو) مین تہے اُن کی - فیض بخشی کا شہرہ آپنے سنا - کان کہڑے ہوئے - ناچار گجرات سے منڈو مین آکر بہائیہ مریدون کے زمرہ مین داخل ہوگئے - اور چند سال شیخ انصاری کی خدمت مین رہکر دانش دبینش کا حصہ لیا - جب آپکے پیر - حاکم مالوہ سلطان محمود خلجی سے رنجیدہ ہوئے - تو آپ نے بہی پیر کے ساتہہ دولت آباد دکن کا عزم کیا - یہان پر نالکار نفس کی

کی لڑائی مین کمال کوشش کر کے فتح حاصل کی - بعدہ لوگون کی ہدایت کے واسطے برہان پور مین رہنے کی اجازت مانگی - اور ملی - جب سفر حجاز کو گئے - تو دل مین یہ ٹھانی - کہ اگر زندہ واپس آؤن گا - تو جس شہر مین رہنے کا حکم ہوا ہے - اُسی شہر مین قیام کے واسطے بستر جما دون گا - اتفاقاً اثنائے راہ مین دستون کی بیماری لاحق ہوئی جس نے آپ کو ہمراہیون کے ساتھ چلنے سے باز رکھا - بے علاج قافلہ سے تنہا - اور آبادی سے دور ایک جنگل بیابان مین رہ گئے - اتنے مین کیا دیکھتے ہین - ایک شتر سوار - اوگھٹ راستہ سے آنکلا - اور بیمار کا مقصد پوچھنے لگا - کیفیت عرض کی گئی - پھر آپنے شتر سوار کے کہنے کے بموجب آنکھین بند کرلین - شتر سوار نے ہاتھ پکڑ کر اونٹ پر سوار کرالیا - اور جلدی سے اُتار دیا جب آنکھ کھولی - تو آپنے اپنے تیئن منا کے بازار مین پایا - نہایت خوشی ہوئی - اور کمال عجز و نیاز کا اظہار کیا چند روز بعد جو لوگ ہمراہی مین تھے - وہ بھی پہونچ گئے اور آپ کے پہونچنے کی سرگزشت سنکر کمال حیرت ہوئی - القصہ حج اور عمرہ کے ارکان ادا کر کے ہند کی طرف معاودت فرمائی - اور برہان پور مین آکر گھر ہی بنایا - اور خانقاہ بھی تعمیر کی بہت سے لوگون کو ہدایت کر کے الٰہی معرفت کے درجہ کو پہونچایا -

کہتے ہین - ایک رات پیر نے خواب مین فرمایا شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی **قدس سرہ** کا خرقہ جو مجکو پہونچا تھا اور وہ اب تمہارے پاس امانت ہے - اُس خرقہ کو بیدر مین فلان روز شیخ محمد ملتانی کو پہونچا دو - جو ہمارے خاص خلیفہ ہین - چونکہ تین شبانہ روز کی مدت مین تین سو کوس کی مسافت طے کرنے کی گنجایش نہین تھی - لہذا بجائے پانون کے بازوئے ہمت پر پرواز مین ڈالا اور **غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ**[۱] کی طاقت ظاہر فرمائی - پالکی والا کہار کہتے تھے - کہ کندھون پر پالکی کو - اور زمین پر پانون کو مس نہین ہوتا تھا سلیمانی تخت کی طرح ہوا مین نہایت سبک چلی جاتی تھی - وقت معینہ سے پہلے جہان پہونچنا تھا - جا پہونچے - اور تھوڑے عرصہ مین برہان پور کو لوٹ آئے -

شاہ شہباز کے خلیفہ شیخ جلال متو کو ایک رات ایسا معلوم ہوا - جوق جوق فرشتے آسمان سے زمین پر آرہے ہین - دریافت کیا - کس کام کے واسطے مامور ہوئی ہے - فرمایا شیخ جلال کی روح مقدس کے استقبال کے واسطے ہم بھیجے گئے ہین - شیخ جلال متو نے اپنے تیئن مطلوب سمجھکر علی الصباح واپسین سفر کی تیاریان شروع کردین - اِس اثنا مین ایک دوست آئے - اور بیان کیا - آج رات کو عالم قدس کے باشندون نے مجھے

۱؎ اُس کی صبح کی منزل ایک مہینے بھر کی (راہ) ہوتی اور (اسی طرح) اُس کی شام کی منزل مہینے بھر کی (راہ ہوتی) ۱۲

شیخ جلال محمد قادری کی رحلت کی اطلاع بخشی ہے۔ ہنوز کلام انجام کو نہین پہنچا تہا کہ ایک شخص مجلس مین ایا۔ اور شیخ جلال محمد قادری کے واصل حق ہونے کی خبر بیان کی۔ تاریخ تیئسوین ربیع الاول ۹۸۱ ہجری سنہ نوسو اٹہائیس تہا آپ کی قبر برہان پور کے بازار مین مقدر تہی۔ کہ بنائی گئی۔

یاد شیخ احمد نارنولی

آپ شاگرد اور نیز مرید شیخ حسین ناگوری کے۔ اور فرزند قاضی مجدالدین کے ہین۔ جو قاضی شمس الدین کے پوتے تہے۔ نسل مین امام محمد شیبانی کو پہونچتے ہین۔ جو امام اعظم ابی حنیفہ رحمۃ اللہ کے دوست تہے۔ کہتے ہین شیخ احمد سات بہائی تہے۔ جو تمام۔ علم۔ اور پرہیزگاری کا لباس رکہتے تہے۔ لیکن علم۔ عمل۔ عمر۔ اور عبادت کے اعتبار سے سب مین زیادہ بزرگ آپ ہی ہین۔ سولہ برس کی آپ کی عمر تہی۔ کہ زمانہ کے تمام علماء پر علمی بحث مین آپ غالب تہے اور دولت مندون کی محفل مین بالانشین تہے۔ اٹہارہوین سال مین رسمی طور پر بیعت کر کے مجلسون مین بیٹہنا۔ اور سیاحتے کرنا ترک کر دیا۔ اور گوشہ نشینی کے ارادہ پر اجمیر مین آپہونچے۔ روز مرہ آدہی رات کے وقت خواجہ معین الاولیا کے روضہ پر جایا کرتے تہے۔ یوسفی اعجاز سے دروازے کہل جاتے تہے۔ اور اُس وقت سے لیکر چاشت کے وقت تک سوائے ورد۔ دعا۔ نماز نفل۔ اور نماز فرض کے کوئی کام نہین کرتے تہے۔ نہ کوئی حرف زبان سے نکالتے تہے۔ اس کے بعد سونے کے وقت تک درس۔ قیلولہ۔ نماز فرض۔ اور مستحب۔ دعا خوانی۔ وعظ گوئی۔ اور تفسیر مین مشغول رہ کر ایک پلک مارنے کی فرصت بہی اپنے اوپر جائز نہین سمجہتے تہے۔

القصہ۔ اسی طرح پر ستر برس اُس جگہہ گزارے۔ ہجری سنہ نوسو بالیس مین جب کہ آپ کی عمر نوے کو پہنچی تو خواجہ معین الاولیا کی طرف سے اطلاع ملی۔ کہ اس شہر پر ایک عظیم آفت انے والی ہے۔ لہٰذا آپ اپنے مریدون کا گروہ ساتہہ لیکر رانا سانگا کے حادثہ سے سات روز پیشتر بہ ترک سکونت نارنول مین جا پہونچے۔ تین برس بعد الہ دین مجذوب سر راہ آپ سے مقابل ہوئے۔ اور کہا۔ احمد۔ دوڑو۔ عنقریب پیغام طلب آتا ہے۔ ناچار آپ سرگردان اور پریشان ناگور پہونچے۔ دوسرے سال چہبیسوین صفر ہجری سنہ نوسو تالیس مین عالم علوی کو کوچ فرما گئے۔

غوث الاولیا کی تصنیفات سے کچہہ اوراد ہین۔ اُن مین صاحب ممدوح تحریر فرماتے ہین جس زمانہ مین کوہستان چنار مین رہکر نفس کے ساتہہ مین بہاری لڑائی کر رہا تہا۔ اُس زمانہ کا ذکر ہے۔ مینے خواب مین دیکہا۔ شیخ شرف احمد یحیٰی منیری۔ بہار اور بنگالہ کے مشایخ کبار کا گروہ ساتہہ لیے ہوئے۔ دریائے گنگا کے کنارہ کہڑے ہوئے ہین۔ اور اِس درویش کو بلاتے ہین۔ جب خواب سے بیدار ہوا۔ تو ملازمت مین حاضر ہوا۔ ارشاد ہوا۔

ناگور تک تم ہماری ساتھ چلو میننے بہانہ کیا۔ تو قبول نہین ہوا۔ فرمایا۔ آج قطب زمان شیخ احمد مجد خلیفہ شیخ حسین ناگوری نے عالم علوی کو کوچ فرمایا ہے۔ اور حضرت خاتم النبوۃ علیہ السلام نماز جنازہ کے واسطے تشریف لائے ہین۔ مشایخ کے پہونچنے کا انتظار دیکھ رہے ہین۔ یہ تقریر سنکر مزید انکار کی گنجائیش نہین رہی۔ شرف الاولیا نے میرا ہاتھ پکڑا۔ اور ہو کہا۔ ہم فوراً دہلی مین پہونچ گئے۔ اس صوبہ کے مشائخ وہان منتظر تھے سب نے فراہم ہو کر ایک ساتھ ھُو جو کہا۔ تو اپنے تئین ناگور کی حدود مین پایا۔ ناگاہ حوض برتلے کے کنارہ ایک تابوت نظر آیا۔ جس کے نزدیک سرور انبیا علیہ السلام بیٹھے ہوئے تھے۔ اور بزرگان مشرق و مغرب گروہ کے گروہ کھڑے ہوئے تھے۔ اس درویش کو اولین صف مین بلایا۔ اور شیخ فریدالدین عطار کی طرف ارشاد ہوا۔ کہ اپنے فرزند سے کہو۔ کہ امام بنے۔ کمال ادب اور ڈر سے بدن پر رعشہ پیدا ہو گیا۔ عرض کیا گیا۔ یہ ڈرتا ہے اور اس کے سوا کوئی اور ذی جسم اس جگہہ سے بھی نہین۔ فرمایا۔ کہو۔ امامت کرے۔ مینے عرض کیا۔ نماز جنازہ کی نیت اور دعا مجکو اچھی طرح معلوم نہین ہے۔ یہ ناواقفیت کا عذر بھی حضور مین پیش کیا گیا۔ فرمایا۔ جنازہ کی نماز مین کسی خاص نیت اور دعا کی شرط نہین ہے۔ بس توجہ اور تکبیر کافی ہے۔ اس پر درویش نے ترکیب کی تعلیم کے لئے التماس کیا۔ فرمایا۔ کہو الصلوٰۃ للہ والثواب للمیت اللہ اکبر - اور ہر بار آنکھہ بندکرو۔ اور کھولو۔ اور اللہ اکبر کہو۔ یہان تک کہ چار تکبیرین پوری ہو جاوین۔ مینے حکم کی تعمیل کی۔ جب آپ کو سپرد گور کر دیا تو رسول خدا نے تحفہ سلام درویشان حاضر و غائب کو پہونچا کر۔ کوچ فرمایا شرف الاولیا نے میرا ہاتھ پکڑا۔ اور اپنے تکیہ مین لے آئے۔ جب آنکھہ کھلی تو اپنے تئین معمولی جگہہ پر پایا۔

خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ آپ کی بزرگی مین کسی شخص کو کلام نہین ہے۔ آپ اپنے پیر کی طرح خاندان نبوی علیہ السلام کی محبت مین گویا محو تھے۔ ربیع الاول مہینے کے اولین بارہ روز مین۔ اور محرم مہینے کے اولین دس روز مین ہاتھیون کی طرح بنیا اور دُھلا ہوا کپڑا نہین پہنا کرتے تھے۔ اور سوگوارون کی طرح زانو پر سر۔ اور سر پر ہاتھہ رکھے ہوئے۔ نوحہ اور نالہ کرتے رہتے تھے۔ اور کھانا اور شربت جو کچھہ ہاتھہ سے بن پڑتا تھا۔ درویشون کو اور یتیمون کو دیا کرتے تھے۔ اگر کوئی شخص کسی سید کے مقابلہ مین شرعی دعوی پیش کرتا تھا۔ تو آپ منت اور سماجت کے ساتھہ ایسی صورت پیدا کرتے تھے جس مین سید کی جانب داری نکلتی ہوتی تھی۔ اور کہا کرتے تھے۔ سادات کے ساتھہ از روئے مروت پیش آنا چاہیئے۔ نہ از راہ شریعت۔ آپ کی خوابگاہ سلطان التارکین حمیدالاولیا کے روضہ مین اپنے پیر بزرگوار کے مزار کے تحت مین ہے۔

یاد شیخ عبدالوہاب

آپ بخاری - ملتانی - اور سید جلال سُرخ کی نسل سے ہین - جو مخدوم جہانیان کے جدامجد تھے - کہتے ہین - سید جلال بزرگ کے دو بیٹے تھے - سید احمد - اور سید محمود - مخدوم جہانیان سید محمود کے بیٹے ہین - اور آپ اولین بیٹے (سید احمد) کے پوتون مین سے ہین آپ کو دو بار سفر حجاز کے ذریعہ سے ارکان حج ادا کرنے کا شرف حاصل ہوا تھا - اولاً ملتان سے - اور دوسری دفعہ دہلی سے - سلطان سکندر لودھی کے زمانہ مین اپنے وطن سے دہلی مین آکر - گھر بنالیا - اور گھر والی بھی بہم پہونچائی - آپ کے ایک لڑکا تھا مجذوب **ابوالغیث** نام - جو کچھ اُس کی زبان سے نکل جاتا تھا - فرمان روائے تقدیر اُسکو راستی کے قالب مین ڈہال دیتا تھا - پدر بزرگوار لودھی کی ترقی اور سلامتی کی خواہش رکھتے تھے - اور اس مین کوشش کیا کرتے تھے - ایک روز مجذوب لڑکے نے باپ سے کہا - بابا بے فائدہ کوشش - اور ناشکور سعی نہ کیجئے - کیونکہ اسال کیا سلطان - اور کیا مین اور آپ غرض کوئی بھی اس جگہہ رہنے والا نہین ہے - کہتے ہین - اسی سال ظہیرالدین بابر بادشاہ نے دہلی کی طرف چڑہائی کی - لودھی کے لشکر اور چغتائی سپاہ کے درمیان مین بڑی بھاری لڑائی ہوئی - اس مین سلطان سکندر مع بہت سی فوج کے میدان لڑائی مین مارا گیا - اور یہ دونو شخص بھی ایزدی حکم کے بموجب اسی سال مین - کہ ہجری سنہ نوسوتیس تھا - عالم صورت سے رخصت ہوئے اور مجذوب کا قول سچا ہوا - خوابگاہ شیخ عبداللہ قریشی کے مزار کے برابر مین ہے پرانی دہلی کی حدود مین -

یاد شیخ سالار ناگوری

آپنے بامداد توفیق - تحقیق کے واسطے جہان پیمائی کی - اور اِسی ذریعہ سے عبرت اور تجربہ حاصل کیا تھا ایران اور توران مین پہونچکر کتابی فنون - اور ضروری علوم - بزرگان وقت سے تحصیل کئے - لوگون کو بہت کچھ فیض پہونچایا - بالخصوص مخزن جواہر علوم و اسرار شیخ مبارک خضر نے آپ کی خدمت سے الٰہی معرفت مین اعلیٰ درجہ حاصل کیا تھا **مصرع** مقام روح قدسی جان او باد ؏ شیخ مبارک نے اپنی بعض تصنیفات مین آپکے حالات موقع موقع سے لکھے ہین - اِن تمام حالات کے واسطے یہ مختصر رسالہ گنجائش نہین رکھتا ہے -

یاد شیخ جمال بتھری

بتھری ایک موضع ہے احمدنگر دکن کا - آپ سید حسین حسینی قادری کے فرزند ہین - آپ کے بزرگانِ سلف غوث العرفا شیخ محی الدین جیلانی قدس سرہ کو پہونچتی ہین - آپ کے پدر بزرگوار ہرمز کے راستہ سے دکن مین آئے

تھے - اور بتھری کے اندر برسون کر قیام کیا یہان تک کہ رحلت فرما گئے - اُس وقت شیخ جمال خرد سال تھے - چونکہ اس موضع مین آپ چھوٹے سے بڑے ہوئے تھے - لہذا نام موضع کے ساتھ نامزد ہو گئے - سلطان بہادر گجراتی جس سال دکن مین آیا تھا - اُسی سال مین اُسنے شیخ سے ملاقات کا بھی ارادہ کیا تھا - مگر یہ چاہا - کہ شیخ مجکو تعظیم دین - شیخ کا حال یہ تہا - کہ دنیا کے ساتھ دلبستگی رکہنے والون کے لئے - تعظیم کو جگہہ سے اُٹھا نہین کرتے تھے - لہذا آپنے سلطان کے آنے پر تعظیم نہین دی - بدستور بیٹھے رہے - جب سلطان آپ کی خدمت سے لوٹا - تو ندیمون نے دریافت کیا - کہ خیال تو یہ تھا شیخ - شاہنشاہی تواضع کے واسطے اپنی جگہہ سے اُٹھین گے - اس اندرونی خیال کا ظہور کیون نہین ہوا سلطان نے جواب دیا - کہ داہنی اور بائین دونون طرف سے دو فقیر میرے اوپر حملہ کے واسطے نظر ڈال رہے تھے - اور نیز آپ کا فروغ دیدار میرے شعلہ غضب کو پست کرتا تھا - اس سبب سے میرے دل مین ایسا ڈر بیٹھا جس کا بیان نہین ہو سکتا ہے خلاصہ کلام یہ ہے - کہ سلطان واپس ہوتے وقت آپ کو کمال عجز و انکسار کے ساتھ گجرات مین لایا - اور احمد آباد مین گہر اور خانقاہ بنادی - آپکے پانچ بیٹے مشہور تھے - **امین اللہ - یتیم اللہ - صوفی - حسین اور بدر الدین** - یتیم اللہ کو سید غیاث الدین کی لڑکی کے ساتھ کدخدا کر دیا تہا - یتیم اللہ ایک عالم آدمی تھے - درس دیا کرتے تھے - اور باپ کے جانشین بھی ہوئے - راقم بھی ہجری سنہ ایک ہزار تین مین بمقام احمد آباد اُن کے ملازمت سے مشرف ہوا تھا - کم و بیش پانچ برس بعد سنا - کہ وہ عالم علوی کو کوچ فرما گئے

مصرع باد اجمال دوست ضیا بخش چشم او -

یاد سید حسینی

آپ عرب زادہ ہین - جس زمانہ مین راناسانکا نے چندیری کی لوٹ مار کی تھی - اُس زمانہ مین اہل اسلام کو آفت کا دن دیکھنا اور تکلیفات کی زمین پر بیٹھنا نصیب ہوا تھا - اور ہر ایک ملک مین دربدر دیوانہ پھرتے تھے - اس زمانہ مین آپ اپنے وطن سے گجرات مین آئے ہوئے تھے - چندیری کا حال سنکر شکستہ دلون کی امداد کے واسطے چندیری کی طرف روانہ ہوئے - جب دسور (مندسور) مین پہونچے - تو ایک مقام پر پانی کے کنارہ ایک راجپوت مسواک کر رہا تہا - اس حالت مین راجپوت کی نظر درویش پر پڑی - آپ کے ہمراہ دو شخص اور بھی تھے آپ نے راجپوت کی طرف رخ نہ کیا - پیکر پرست مذکور برہم ہو کر واہی تباہی الفاظ بکنے لگا - آپ کو سننے کی تاب نہین ہوئی اُس راجپوت کے سامنے ایک تلوار رکہی تھی - فوراً آپنے وہ تلوار اُٹھالی - اور راجپوت کا سرتن سے جدا کر دیا - جب

یہ کیفیت راے گنگو ٹرگوجر کو معلوم ہوئی - جو رانا کا امیر اعظم اور دسور (مندسور) کا جاگیردار تہا - غضبناک ہوا - اور لوگون کو مامور کیا - ملازمین نے آپ کو اور آپ کے ہمراہیون کو سنگسار کرکے شہید کردیا - اسی رات کو مذکورہ بالا گوجر کے ساتہہ یہ واقعہ پیش آیا - کہ کئی دفعہ اپنے تخت سے زمین پر اوندہا گرا - جب صبح ہوئی - تو اُس نے چند اشخاص اس غرض سے روانہ کئے - کہ مسلمانون کے آئین ومذہب کے بموجب مقتولون کو دفن کردین - چنانچہ تعمیل کی گئی - آپ کی خوابگاہ اُسی بہشت نما زمین مین ہے -

یاد شیخ علاء الدین عیسیٰ دہلوی

آپ حضرت گنجشکر کے پوتون مین سے ہین قدس اللہ تعالیٰ سرہما - تمام علوم متداولہ شیخ سماء الدین کنبو کے مدرسہ مین تحصیل کئے تہے - جو علماے وقت مین سب سے زیادہ عالم تہے - اور باطنی علم کی تحصیل شیخ ابوالفتح ہانسوی کی خدمت اور بیعت سے تہی شیخ ابوالفتح ہانسوی شیخ جمال ہانسوی کی نسل سے مشہور ہین - جب آپ بیان فرمایا کرتے تہے - تو مختلف مذاق ومختلف وجوہ کے ساتہہ قرآن پاک کی تفسیر فرمایا کرتے تہے القصہ آپ دو جہانی کمالات کے ساتہہ بغلگیر پایون کیئے - ہمدوش تہے - آپ کے فرزندون مین سے دو شخص درویشی مین مشہور ہین -

ایک **شیخ کمال الدین عجائب** ہین - انہون نے علم کے کئی عمدہ عمدہ متعارف رسالے قتلق خان کی خدمت مین پڑہے تہے - اور نیز علم باطن سے بہی مستفید تہے شیخ کمال الدین کے بہی دو بیٹے تہے **شیخ رکن الدین** اور **شیخ حاجی شطاری** دونون خداشناس اور باطناً فارغ البال سے اپنے عم مکرم شیخ زکریا کے ہمراہ شیخ ولی شطاری کی خدمت مین رہ کر اخروی کمالات حاصل کئے تہے -

دوسرے **شیخ بہاء الدین زکریا** - ہین - سلسلہ شطاریہ کے نامور بزرگون مین سے ہین - راہ تحقیق کے سلوک مین بہت کچہہ ریاضت اور مجاہدہ کیا تہا - شیخ عبد القدوس حنفی چشتی کی صحبت سے اور نیز دیگر مشائخ وقت کی صحبت سے فیض وفائدہ حاصل ہوا تہا - شیخ محمد مودود لاری کے درس مین تصوف کی کتابون اور حقائق کے مشہور رسالون کے پڑہنے مین آپ شیخ امان اللہ پانی پتی کے شریک تہے ہجری سنہ نوسو تر مین جہان فانی سے رخصت ہوئے - بیر محمد خان شروانی اُس زمانہ مین بڑے مقتدر عالم تہے - عرش آستانی اکبرشاہ کے دربار مین بہی امراے اعظم مین شمار رہتا - باوجودیکہ مولوی شروانی فقرا کے گروہ کو بیکار سمجہتے تہے - مگر شیخ زکریا کے ساتہہ مخلصانہ اعتقاد ضرور رہتا اور ان کے محفلین شیخ تکریا کی تعریف سے خالی نہین ہوا کرتی تہین -

یاد شیخ محمد ابن خواجہ تاج الدین محمد قدس سرہما

آپ علما اور عقلاے زمانہ مین سرآوردہ تھے۔ طریقت کے سلوک مین بھی ایسا عالی مرتبہ پایا تھا۔ کہ اپنے جد بزرگوار گنجشکر کے زمانہ کی روح روان شمار کئے جاتے تھے۔ احمد آباد مین سلطان مظفر گجراتی جمیع علوم مین کامل دخل رکہتا تہا۔ اُس کے آپ مصاحب تھے۔ تاج العلما کا لقب ملا تھا۔ ہجری سنہ نو سو اکتیس مین عالم قدس کو کوچ فرما گئے۔ قبر احمد آباد مین ہے۔

یاد شیخ محمد مودود لاری

آپ بابا نظام ابدال کے مرید۔ اور مولانا عبد الغفور لاری کے شاگرد ہین۔ قبر آپ کی شہر پانی پت مین شیخ امان کی قبر کے متصل ہے۔ شیخ امان علم تصوف مین آپکے شاگرد تھے۔ قدس اسرارہم۔ تجرید اور تفرید کے میدان مین آپ کا پانون استحکام کے ساتہہ جما ہوا تہا۔ وحدت اور توحید کے اقسام سے کلی واقفیت تہی۔ وجد اور اسرار وجد کے صحیفے آپکے مطالعہ سے نکل چکے تھے۔ کہتے ہین۔ باطنی پرورش آپ کو مولانا عبد الرحمن جامی سے تہی۔ ظہیر الدین بابر بادشاہ کے زمانہ مین طاب ثراہ آپ ہند مین آئے۔ اور دار السلطنۃ آگرہ مین گوشہ نشینی اختیار کر کے خوشی کے ساتہہ زندگی گزارتے تھے۔ پہر یہان سے آپ پانی پت چلے گئے تھے۔ اِس جنبش کے دو سبب تھے۔ (ایک) شیخ عبد الغفور پانی پتی کے فرزندون کی خواہش (دوسرا سبب) بالخصوص شیخ امان کی قبر کی محبت مخصوص۔ اور فتوحات کا درس بہت کچہہ دیا۔ اور اِن کتب کی مشکلات۔ تعلیقات اور حواشی کے ذریعہ سے حل فرمائین۔ خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ تمام عمر ظاہری اور باطنی علوم کے درس مین گزار دی۔ ہجری سنہ نو سو سینتیس تھا۔ کہ رمضان مہینے مین عالم وحدت کے کوچ کا عزم فرمایا۔ اور کثرت کی کہنہ سرا سے خیمہ اُٹہا کر باہر جا گاڑا۔

یاد خواجہ خانون علا تاج ناگوری

آپ کی قبر گوالیار مین ہے۔ آپنے ناگور سے نکل کر اس شہر کو اپنا وطن بنا لیا تہا۔ آپ کی مقدس روح عنصری جسم کے ساتہہ شامل ہو کر ہجری سنہ آٹہہ سو تریپن مین عالم دنیا مین آئی تہی۔ اسی اور سات ستاسی برس صورت خانۂ تقدیر کا نظارہ کیا۔ مگر پابندی علاقہ سے آزاد رہے۔ اور ہر ایک کا حفظ مراتب ملحوظ رکہکر۔ دل کو مصور حقیقی کے مشاہدہ سے منور رکہا۔ ہجری سنہ نو سو چالیس مین۔ نقش ہستی۔ چار دیوار عناصر سے مٹا کر۔ سلیم دل اور مطمئن خاطر کے ساتہہ حضور قدس کو روانہ ہو گئے۔ آپ شیخ اسمٰعیل کے خلیفہ ہین۔ جنہون نے طریقت کے تمام مقامات

اور سلوک کی کل منزلین طے کرکے - اپنے پدر بزرگوار خواجہ حسن سرمست سے خلافت پائی تہی - خواجہ حسن سرمست
توحید اور تصوف کی مجلس مین پرانے میگسار تہے - اجازت رہنمائی - اپنے والد ماجد شیخ سالار فاروقی سے
رکہتے تہے شیخ سالار - کعبۂ تحقیق کے مسافرون مین قافلہ سالار ہین - اجازت ہدایت خواجہ اختیار الدین عمر سے
ملی تہی - خواجہ اختیار الدین اپنے زمانہ کے اکثر مشائخ مین برگزیدہ تہے - خرقۂ خلافت - خواجہ محمد سعدی سے
پایا تہا - خواجہ محمد سعدی شیخ نصیر الدین چراغ دہلی کے بزرگ خلیفہ اور نائب اعظم ہین قدس اللہ اسرارہم -
شیخ معروف دہاروال نے اپنے شجرہ مین لکہا ہے - کہ خواجہ خانون کو خرقۂ خلافت شیخ حسین ناگوری سے
بہی ملا تہا - جو تین واسطہ سے سلطان التارکین شیخ حمید الدین سوالی ناگوری کو پہونچتے ہین -

کہتے ہین ضعیفی نے بہت ہی آدبایا تہا - اسواسطے آنے والون کی تعظیم کے لئے اٹہا نہین کرتے تہے جب
وجہ دریافت کی گئی - تو فرمایا ضعیفی کی سستی تعظیم سے بازرکہتی ہے - اور تکلیف کے ساتہ بعض کے لئے تعظیم
مخصوص کرنا - درویش کے مناسب حال نہین ہے مصرع فیض الشان بجان ما برسان -

یاد شیخ بہول

آپ کا لقب فرید الدین احمد - اور خطاب جہانگیر ہے غوث الاولیا کے بڑے بہائی - اور شیخ ظہور حاجی
حمید حضور کے خلیفہ ہین - بے نہایت لوگون کے دل آپ کے پنجہ تصرف مین تہے - شاہ سے درویش تک اور بڑے
سے چہوٹے تک ایک زمانہ آپ کی خدمت مین مریدانہ زانو تہ کرتا تہا - اقسام دعوت بہت کچہہ یاد تہین - آپ کی
ظاہری خواہشین - اور باطنی قوتین دوئی کے سنگ لاخ سے نکلی ہوئی تہین - اور وحدت کے سبزہ زار پر خرامان
خرامان پہرا کرتی تہین - دو جہانی کمالات آپ کو حاصل تہے - اُخروی اعمال اور دنیاوی مآل یہ دونون چیزین
آپ کے حصہ مین آئی تہین - جنت آشیانی ہمایون بادشاہ آپ کا مرید تہا - ان ایام مین مولانا جلال الدین
تتوی بڑے صاحب عقل عالم تہے - ہمایون بادشاہ کے اُستاد - اور ہمایونی سلطنت کے صدر الصدور تہے
نیز اُن کو سہروردیہ سلسلہ سے کافی حصہ ملا تہا - اور نیز انہین ایام مین ایک بزرگ مولانا محمد فرغلی تہے نقشبندیہ
خانوادہ مین بیعت و تلقین کا سلسلہ جاری کر رکہا تہا - ان دونون اصحاب نے مجبورانہ اتباع ہمایون
کے سبب سے اور نیز جہانگیری تصرف کا اثر مان کر از سر نو آپ سے بیعت کی تہی - اُس زمانہ مین بہت سے
علما اور فضلا آپ کے مرید ہوئے - ہجری سنہ نو سو سینتالیس مین شیر شاہ سور نے فتح پائی - اُس وقت صدر الصدور
دونون کامل اور اُستاد وقت نواح قنوج مین گمنام ہو گئے - آپ فرماتے تہے شیخ فضل اللہ بنگالی میرے

بھائی شیخ محمد - اور فقیر بہول - ہم تین آدمی چنار کے کوہستان مین ریاضت کے ارادہ پر آئے تھے - وہان کے باشندون نے بیان کیا - کہ دو سو برس ہوئے - ہم اپنے بزرگون سے مسلسل سنتے چلے آتے ہین - اس غار مین ایک درویش گوشہ گزین ہین - اور مشغول بخدا ہین - ہم مین سے کسی کو اندر جانے کی طاقت نہین ہے - جو اُن کے ہونے یا نہ ہونے کی خبر لاوے - یہ سنکر ہم تینون آدمیون نے تلاش کے واسطے اُس غار مین قدم رکھا - جب ہم دو منزل کی برابر راہ چل لئے - تو وہان پہنچے ایک پیر کو مراقب دیکھا - کہ اُسنے اپنی نورانی پیشانی سجادہ پر رکھ چھوڑی ہے وہ پیر ہمارے پہونچنے سے آگاہ ہوا - اُٹھا - اور نہایت ترحم کے ساتھ آگے بڑہا - بہت کچھ مرحبا اور التفات کے ساتھ پیش آیا - اور ہر ایک کو ایک جداگانہ خطاب سے سرفراز کیا - مجکو جہانگیر - بھائی کو غوث اور فضل اللہ کو اہل اللہ کہا - اسرار و حقائق اپنی تقریر مین ظاہر کر کے آنے والون کو آگاہ کیا - اور اصل حقیقت پر اطلاع بخشی - اس کے بعد جلدی سے خلوت مین گھس گیا - تھوڑی دیر بعد ہم لوگون نے واپس آنے کی اجازت مانگی - جواب کہان سے آتا - وہ تو واصل حق ہو چکا تھا - اس سفر کا سامان اُس غار مین مہیا کر رکھا تہا - ہمنے اس سامان کو کام مین لا کر نعش سپرد خاک کی - شیخ بہول کی خوابگاہ - قلعہ بیانہ کی حدود مین ہے - ایک بلند پہاڑ پر - ایک قبر ہے نشاط انگیز اور روح افزا -

یاد سید معظم

آپ ترمیذ کے سادات مین سے ہین - اور خوابگاہ کالپی ہے - سلطان سکندر لودہی کا زمانہ تہا - کہ آپ کے بزرگون نے ہند مین آکر کالپی مین بود و باش اختیار کی تہی - آپ کے وقت مین آپ سے زیادہ کوئی بزرگ شہر مین نہ تہا آغاز ہوش سے رسمی علوم پر کبھی دل نہاد نہین ہوئے - البتہ قرآن مجید کی تلاوت سے ضرور دلبستگی رہی - آپ کا ظاہر پرہیزگاری کے ساتھ آراستہ - اور باطن ایزدی تجلیات کے ساتھ منور تہا - آپ کا پانون - تلاش روزی کے راستہ مین کبھی نہین چلا - اور درہم کبھی آپ کے ہاتھ کا ناخن بن کر نہین رہا - اگر احیاناً ہم پہونچ گیا - تو آپنے اُس کو حاجت مندون کے نام زد کر دیا - دل توکل کو - اور تن تسلیم کو حوالہ کر کے - جو کچھ ضرورت ہوئی - وَاِن مِّن شَیۡءٍ[۱] اِلَّا عِندَنَا خَزَآئِنُهٗ کے خزانہ سے لیا - جو کچھ کہا - سوچ کر کہا - اور جو کچھ کہہ دیا - اُس کے بعد کہنے کے برخلاف بہت کم عمل کیا - باوصف اس قدر بے سببی کے دولتمندانہ خرچ تہا - دو بیٹے چھوڑے سید محمد اور سید احمد آخرین جوان کوچ کر گئے - اور اولین باپ کے جانشین ہوئے مصرع سیادت با تلاوت ہم قرین داشت

[۱] اور جتنی چیزین ہین - ہمارے ہان سب کے خزانے (کے خزانے بھرے پڑے) ہین ۱۲

یاد شیخ ابراہیم ابن عمر سندھی

آپ کی ابدی آسائش گاہ - برہان پور کی حدود مین قطب شمالی کی طرف بنائی گئی ہے - لوگون کے میل جول سے - اور دل لبھانے والی چیزون سے علیحدہ رہکر زندگی گزارتے تھے - بعض کہتے ہین - قاضی قاضن سندھی کے ہم نشینون مین سے ہین - جنہون نے وحدت وجود کے بیان مین بہت سے بیش بہا جواہر اپنی زبان سے نظم کے تاگے مین پروئے ہین - اور نیز اُس کی دلیلین قایم کی ہین - اور بعض کا یہ قول ہے - کہ سید محمد جونپوری کے معتقدین مین سے ہین قدس سرہٗ جن کو اُن کے پیرون کا ایک طبقہ مہدی کرکے مانتا ہے - اور کہتا ہے - کہ ختم ولایت اور مہدویت کے دعوی پر سید محمد کافی دلیل رکھتے تھے حاشا کہ اہل شناخت سے ایسا دعوی اور ایسی تصدیق - حالت سُکر کے سوا - صادر ہووے - اس قسم کی باتین کافی طور پر سید محمد صاحب کی یادداشت مین لکھی گئی ہین - اور نیز جہان کہین - تقریب آئی ہے - وہان ہر ایک جگہہ از روے عقل ونقل اُن کی بریت کی نسبت اشارہ کیا گیا ہے

یاد شیخ مبارک بالا دست

آپ کی زاد بوم اور خوابگاہ دونون جھنجانہ مین ہین - میر سید علی قوام سانہ کے مرید ہین - جو شیخ بہاء الدین جونپوری کے خلیفہ تھے قدس اسرار ہم - ظاہری کمالات اور معنوی فضائل - آپ کی استعداد کو لازم تھے - آپکی ملازمت سے بہت سے لوگ فیض یاب ہوئے - جیسے شاہ الہ بخش گڈہ مکتیسری - جو آپ کے بزرگ خلیفہ اور پیشرو ہین - آپ کے خرق عادات کی گرما گرمی کا حال لوگ بہت کچھہ بیان کرتے ہین -

یاد قاضی محمود ابن جا یلدہ

مرید میاں بہیر لودی

آپ کا نام شیخ حامد ہے - پیدایش احمد آباد گجرات کی ہے - وجد وعشق - اور سوز وگداز کے آپ مالک تھے سرود وسماع گویا آپ کی زندگی تھا - جس وقت اولیاء اللہ کے نزدیک اظہار کرامت مناسب اور ضروری ہوتا ہے - ایسے وقت مین طلسمی آثار کی نمایش آپ کے اقوال اور افعال سے بہت کچھہ وقوع مین آیا کرتی تھی - غلبہ عشق کے سبب سے ہمیشہ آپ کا یہ حال رہتا تھا - کہ اپنے حسب حال عاشقانہ مضمون باندھا کرتے تھے - ہندی عبارت مین اور ہندی مقامات مین دلپسند طرز ہوتی تھی - قوالون کی ایک جماعت آپ کی روش کو کمایچی کہتی ہے - اور یہ لوگ کمایچہ کی علامت سے اور نیز اپنے گانے کی خاص طرز سے ہند کے جملہ ارباب نشاط مین ممتاز ہین -

کسی قدر حالات آپ کے بیان کرتا ہون - بعض کے نزدیک آپ اپنے باپ کے مرید ہین - اور آپ کے پدر بزرگوار کو خرقہ خلافت شاہ عالم بخاری سے حاصل ہوا تھا - اور بعض اصحاب آپ کو بھی شاہ عالم بخاری کا خلیفہ

سمجھتے ہین - اور کہتے ہین - آغاز ہوش مین آپ کا قیام - شہر احمد آباد مین تہا - ہجری سنہ نوسو بیس مین بہ قصبہ بیرپور آئے - اور سکونت اختیار کرلی - یہ قصبہ بمضافات احمد آباد مین ہے - مگر اس مین آدمیون کی بساوت کم ہے - آپ کی عمر گیارہ برس کی تہی - کہ آپکی طلب کا شوق دل مین پیدا ہوا - اپنے پدر بزرگوار سے خلوت نشینی کی اجازت لیکر - ایک جنگل تہا عمارت سے دور - وہان پر عبادت اور ریاضت کے واسطے حجرہ تجویز کیا - ہمیشہ چند روز بعد باپ کی خدمت مین حاضر ہوتے رہتے تہے - اور باپ کی گرامی صحبت سے استفاضہ کرکے پہر اپنے مقررہ حجرہ کو چلے جایا کرتے تہے - اسی طریق پر پچاس اور چہہ برس گزار دئے - جب عمر سرسٹہہ سال کو پہونچی - تو تاریخ تیرہوین ربیع الثانی کو کہ ہجری سنہ کچہہ اوپر نوسو تہے - عالم علوی کا عزم کرکے سامان زندگی اس ملک فانی سے باندہ ے گئے -

روایت ہے - آپ کے جدامجد کا نام قاضی محمد تہا جب قاضی جی کی صالحہ بی بی کے علی الاتصال چہہ لڑکیان ہوئین - تو قاضی جی کو لڑکے کی خواہش ہوئی - تاکہ نسل محفوظ رہے - قاضی جی کی بی بی نے قبل اس کے - کہ یہ ذکر دوسرے شخص کی زبان سے سنے خود اپنی دلی خوشی کے ساتہہ بالمشافہ شوہر کو اجازت دی - کہ دوسری عورت کے ساتہہ نکاح کر لیجئے - اور یہ بہی پیغام دیا - کہ دوسری عورت بیٹے کی نیت سے - کرنا آپ کو ضرور ہے اور مین بہی راضی ہون - قاضی جی نے جواب دیا - آج رات کو مین اس بات کا استخارہ کرکے خاتم النبوۃ علیہ السلام کے حضور مین عرض کرون گا - اور پہر حضور کا جیسا حکم ہوگا - عمل مین لاؤن گا - مقصد کوتاہ یہ ہے کہ حضور خاتم النبیئین علیہ الصلوۃ والسلام نے خواب مین فرمایا - محمد - تم کو مبارک ہو - اسی پاک دامن بی بی سے تمہارے تین صاحب کمال لڑکے ہون گے - کسی عورت کرنے کی ضرورت نہین ہے - اور حرف (حا) علیحدہ علیحدہ تین جگہہ قاضی جی کے کف دست پر لکہدیا - اس بنیاد پر اولین لڑکے کا نام حامد دوسرے کا نام حماد - اور تیسرے کا نام حمید رکہا - اولین (حامد) قاضی محمود کے باپ ہین - رحمۃ اللہ علیہم

یاد مولانا عبدالکریم ابن عطاء اللہ نہم دہی

آپ نامی علماے شیراز مین سے تہے - سلطان محمود بزرگ کے زمانہ مین آپنے اپنی تشریف آوری سے احمد آباد مین شیراز کا ڈہنگ پیدا کردیا تہا - طبقات محمود شاہی آپ کی ہی فراہم کی ہوئی ہے - بہت سی عمدہ عمدہ تاریخون کو جیسے خلکانی اور یافعی ہے - نظر مین رکہکر طبقات کو لکہا ہے - آغاز کتاب آدم علیہ السلام کی آفرینش سے کیا ہے - اور سلطان محمود کے واپسین سفر تک کہ ہجری سنہ نوسو پندرہ ہے - انبیا

اولیا - علما - شعرا - سلاطین - وزرا - اورامرا ان سب کے حالات عمدہ طرز کے ساتھہ لکھے ہین - اُمید ہے
کہ جو اصحاب عقل وفہم کے ساتھہ واقعات کی تواریخ پڑہنے کے شائق ہین - اُن اصحاب کو یہ کتاب عبرت
پیدا کریگی - آپ کے ایک لڑکا تھا عطاءاللہ نام - ماجراے گذشتگان سلف کے تتبع مین اپنے پدر بزرگوار
کا پیرو تہا - نام اور نامہ نے آپ کو مشہور کردیا۔ **مصرع** بادا مقام او شان للہ در قائل -

یاد سید ھبتہ اللہ

آپ از نام شاہ میر مشہور ہین - ان بزرگ سادات مین سے ہین - جو حسنی حسینی ہین خطہ شیراز کے
بڑے علما مین تہے - امیر صدر الدین محمد شیرازی کے ہم نشین اور ہم درس - اور مولانا جلال الدین محمد دوانی
کے ہم عصر تہے - سلطان محمود بزرگ کا زمانہ تہا - کہ شیراز سے صوبہ گجرات مین آئے - اور چانپانیر مین - جو یہان
کے سلاطین کا پُرانا دارالخلافتہ ہے - قیام کیا - آپ سیادت اور فضیلت کے نیر اعظم تہے - اِس نیر اعظم کے
طلوع سے زمین گجرات برج شرف بن گئی - اور طلبا کے ہاتہون مین علم کے خزانون کی کنجیان آ گئین
آپکے کئی بیٹے تہے - جو فاضل اور اوصاف حمیدہ سے موصوف تہے - آپ نے علم ہیئت کے اندر ایک فارسی
شرح اثناے درس مین بیٹون کے واسطے ہی لکہی تہی - اِس کے سوا آپ کی تصنیفات اور بہی ہین جیسے
(۲) اسنی الکواشف فی شرح المواقف (۳) لوامع البرہان فی قدم القرآن - (۴) محاکمہ شرح شمسیہ (۵)
علم حدیث اور اصول حدیث مین ایک رسالہ سودمند لکہا ہے - جو مشکل کشا اور جمیع اقسام حدیث کو جامع
ہے - آپ کی جملہ تصنیفات کو علماے زمانہ نے پسند کیا ہے - خدا کرے - آپ کی تالیفات کے طفیل مین اِس
گلزار کو بہی مقبولیت کی شادابی نصیب ہو - آپ کے سب لڑکے سعادت مند تہے - اِن سب مین فرزند رشید
شاہ کمال الدین محمد ہین - جن کو دونون جہان کے کمالات حاصل تہے - ان کے بہی بیٹے اور بھتیجے
ہین - سب مین بڑے **شاہ ابو تراب** ہین - شاہ ابو تراب کو ہجری سنہ نوسو بیاسی مین شہنشاہ زمانہ اکبر شاہ
نے میر حاجی کا خلعت عطا فرمایا تہا - اور بہت سا سامان خیرات دیکر حرمین شریفین کو روانہ کیا تہا - شاہ
ابو تراب اِس اعلیٰ سعادت سے مشرف ہوگے - اور بعد زیارت حرمین لوٹ کر ہند مین آئے - ہجری سنہ
ایک ہزار پانچ تک زندہ رہے - خوابگاہ احمد آباد مین ہے - شاہ ابو تراب کے بہی ایک لڑکے ہین - شاہ
گدائی نام سپاہیانہ لباس مین سادات اور مشائخ کے طریقہ کی رعایت - بقدر امکان کرتے ہین - اور
اس کو غنیمت سمجہتے ہین - باوجودیکہ اِن تمام سادات کے آبا واجداد کی سیادت صحیح ہے - لیکن یہ تمام

سادات سلسلہ مغربیہ سے تعلق بیعت کا ضرور رکھتے ہین - اور گجرات مین خانوادہ مغربیہ کو رونق دینے والا مخدوم شیخ احمد کھٹو ہین - قدس سرہم -

یاد شیخ عبدالقدوس حنفی

آپ شیخ صفی الدین کی لڑکی کے فرزندون مین سے ہین - جو تمام علوم کے اصول اور فروع مین یکتائے وقت تے - بعض کی رائے ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ کوفی صوفی کی نسل سے ہین - اور بعض کا گمان یہ ہے حنفی اس سبب سے کہتے ہین - کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب رکھتے تے شیخ محمد ابن شیخ عارف - ابن شیخ عبد الحق کے مرید اور خلیفہ ہین - آپ کی تصنیفات مین سے ایک کتاب ہے - انوار العیون جس کی ترتیب کی بنا سات فن پر رکہی ہے - اس کتاب کے اولین فن مین لکہا ہے - کہ ظاہری بیعت مخدومی شیخ محمد سے ہے - لیکن مجکو زیادہ فیض اور ہدایت آپ کے جد امجد شیخ احمد قدس سرہ سے پہونچی ہے - ان کی تعریف بہی اس فن مین بہت کچہہ کی ہے نیز شیخ عبدالقدوس کو درویش قاسم اودہی سے بہی خلافت اور اجازت تہی - جو چشتیہ اور سہروردیہ خانوادہ مین بزرگ سلسلہ ہین - لوگون کی صحبت سے اپنا دامن کہینچکر بیابانون مین اکثر بسر کیا کرتے تے - اور غنودگی کو آنکہون مین آنے نہین دیتے تے کسبی علوم اور رسماً فنون - کہ عبارت کتابی تحصیل سے ہے - مدرسہ مین بہت کم پڑہے تے - لیکن علم لدنی کے دروازہ آپ پر کہل گئے تے - کتب صوفیہ کو جیسے فصوص الحکم - عوارف - اور اصطلاحات کاشی ہین - مطالعہ کے زور سے حل کرکے ہرایک کتاب پر ایک عمدہ شرح لکہی ہے -

کہتے ہین - ہجری سنہ نوسو چہیالیس مین سلطان نصیر الدین ہمایون شاہ - خراسان اور ہند کے عالمون اور عارفون کی ایک جماعت ساتہ لیکر - استفادہ کے ارادہ سے آپ کی ملازمت مین حاضر ہوا کرتا تہا - اِس جماعت مین مولانا محمد فرغلی اور مولانا جلال تتہ جیسے بلند لوگ ہوتے تے - اُس وقت روحانی اور ربانی انجمن گرم ہوا کرتی تہی - اور جو مشکلات کسی فن مین پیش آیا کرتی تہین - یا سلطان کے سوا جس کسی کو بہی تصوف کے حقائق - اور طریقت کے سلوک مین دشواریان ہوا کرتی تہین وہ سب آپ کی تقریر و تلقین سے صاف ہوجاتی تہین - اس اثنا مین بہت سی خرق عادات بہی ظاہر ہوا کرتی تہین -

آپنے ہجری سنہ نوسو پچاس مین عالم خاک سے عالم تقدس کو کوچ فرمایا خوابگاہ گنگوہہ مین ہے - جو سرکار دہلی سے متعلق ہے - تین لڑکے چہوڑے - سب سے بڑے شیخ حمید الدین تے - سب سے چہوٹے شیخ عبدالمجید

عبدالمجید حلم عارف سجادہ نشین - اور رہنما تھے - اور منجھلے لڑکے **شیخ رکن الدین محمد** بھی اکابر وقت مین تھے - باوجودیکہ عمر ضعیف ہوگئی تھی - مگر سماع کے بغیر صبر نہین کر سکتے تھے - مولانا عالم کابلی نے اپنے تذکرہ مین لکھا ہے - مین ایک روز آپ کی ملازمت مین ایسے وقت پہونچا - کہ ہنگامہ سماع گرمی پر تھا جب وجد کا اضطراب ذرا فرو ہوا - تو مینے سماع کے روا اور ناروا ہونے کی نسبت سوال کیا آپنے یہ بیت پڑھکر جواب دیا **بیت**

من گم شدہ ام مرا مجوئید	با گمشدگان سخن مگوئید

تمام سننے والون مین بالخصوص مجھ ناتمام مین ایک عظیم تغیر پیدا ہوا - اور مجلس سماع ازسرنو تازہ ہوگئی **شیخ رکن الدین** نے ہجری سنہ نوسوتراسی مین جہان فانی کو ترک کیا - ان کے فرزند **شیخ احمد** تھے - ایزد طلب خداشناس - اور رسمی علوم کے اچھے عالم تھے - کہتے ہین - آپ کا قول تھا - ہمارے خانوادہ کا پرانا قاعدہ ہے کہ اولاد لڑکون کو ظاہری کمالات سے آراستہ کرتے ہین - اس کے بعد مجاہدہ اور ریاضت کرا کر قطبیت اور غوثیت کے درجہ کو پہونچاتے ہین - شیخ احمد نے ہجری سنہ نوسو بتہر مین رحلت فرمائی - ان کے بیٹے **شیخ عبدالنبی** رسمی علوم سے آراستہ تھے - خاص کر علم حدیث مین اُستادان عرب سے سند صحیح حاصل کی تھی - اور عرش آستانی اکبر شاہ کی تمام قلمرو کے صدر الصدور رہتے - دوبار سفر حجاز کو گئے - اور آئے - پچھلی دفعہ جو لوٹ کر آئے - تو صدارت کے درجہ سے اُتار دئے گئے تھے - اور شاہنشاہی عتاب ہوا تھا - اس سبب سے چند روز ان پر تنگی کے ساتھ گزرے - بالآخر منگل کی رات تاریخ تیرہوین ربیع الاول ہجری سنہ نوسو اکیانوین کو بہ تعمیل حکم طلب رحلت فرمائی -

یاد شیخ فضل اللہ گجراتی

زمانہ سابق مین ترک وطن کر کے سفر کرتے ہوئے - جب رہتک مین آپ کا گزر ہوا - تو اس مقام سے آگے نہ بڑھ سکے - ناچار بودوباش اختیار کرلی - رہتک ایک قصبہ ہے مثل شہر کے - دہلی سے بیس کوس دور - آپ عالم متوکل - اور فانی فی اللہ تھے - کسی شخص سے کچھہ نہین لیتے تھے - کہتے ہین - ایک سوداگر - آپ کے خاص مریدون مین سے تھا - ایک روز سوداگر مذکور نے اپنا تمام سرمایہ نذر کے طور پر لا کر پیش کیا - آپنے عذر فرما کر اُس کے قبول کرنے سے انکار کر دیا - اور لانے والے کو بدستور واپس فرمایا - آپ کی رحلت - دسوین صدی کے اولین نصف حصہ مین ہوئی ہے - رحلت کے پیچھے چندروز تک کا رخانہ - جمعہ کی نماز کے بعد آپ کے مزار کے پاس حاضر ہو کر علمی مجلس کیا کرتے تھے - اور بہت سے دشوار مسائل آپ کے روحانی فیض سے آسان ہوجاتے تھے - اعتقاد صحیح - اس مشکل نما

مسئلہ کا حل کرنے والا ہے مصرع ع خوابگاہش مخزن اسرار دان۔

یاد شیخ نصیر الدین تمیمی انصاری

آپ کی زاد بوم ملتان ہے۔ آپ سپاہی و درویش۔ یا درویش سپاہی تھے۔ جب اُس ملک مین شورش ہوئی تو مع اہل و عیال آگرہ مین آکر قلعہ مین گھرے لیا بہت عرصہ تک سپاہیانہ طور پر رہے۔ لیکن ہمیشہ رات کے وقت نماز تہجد غسل کرکے پڑہا کرتے تھے۔ زیادہ تعجب کی یہ بات ہے۔ کہ کبھی کسی وقت کوئی دربان یا کوتوال آپ کے باہر جانے سے اور قلعہ کے اندر واپس آنے سے آگاہ نہین ہوا۔ اسی اثنا مین خدائی عنایت آپ کو ہم جنسون کی غلامی سے نکال کر خدا پرستی کے شہرستان مین سوکشان لے گئی۔ دنیاوی دولتمندون کی ہم نشینی سے جو نشاط ہوتا تھا۔ وہ جاتا رہا۔ دلگیر ہو گئے۔ اور گوشہ گزینی کا تکدر آپ کے دل پر سیر باغ کی بہار دینے لگا۔ روحانی کمالات تحصیل کرنے کی فرصت حاصل ہوئی۔ طلسمات دکھانے والے نفس کے ساتھ بہت سی لڑائیان کرنے کے بعد۔ ملک معنی مین آنے جانے لگے۔ کہتے ہین۔ ایک روز مراقبہ مین سر جھکائے بیٹھا تھا۔ اُس وقت یہ آواز آپکے کان مین آئی کہ اپنے چہرہ پر برقع رکھو۔ آپنے جواب دیا۔ برادران زمانہ سے دوکانداری کی تہمت سننے کی طاقت مجھہ مین نہین ہے دوسری بار پھر آواز آئی۔ کہ اگر برقع رکھنا منظور نہین ہے۔ تو گردن ٹوٹنے کی تکلیف گوارا کرو۔ مینے عرض کیا۔ مجکو پچھلی بات منظور ہے۔ اُسی وقت مہرہ گردن کی ایک ہڈی اپنی ترتیب سے ہٹ کر اُبھر آئی۔ اور سر سینہ پر جا پڑا۔ جس وقت دیکھنے کی ضرورت ہوتی تھی۔ تو آپ ٹھوڑی کے نیچے ہاتھہ رکھکر سر اُٹھایا کرتے تھے۔ تب کہین۔ اُس چیز کو دیکھہ سکتے تھے۔ اخیر دم تک یہی حالت رہی جب آپ کی زندگی کا سامان۔ اُس جہان کو روانہ ہوگیا۔ تو آپکے بیٹے **شیخ یعقوب** نے درویشی کے چہرہ پر سپاہیانہ وضع کا پردہ بدستور قایم رکھا۔ اور اُسی روش کے نقاب مین سالکان طریقت کی طرح یہان تک کوشش کی۔ کہ واجب اور ممکن کی شناخت مین ابنا رتبہ اولیاء اللہ کے عالی رتبہ کی برابر کردیا۔ شیخ یعقوب کے بعد۔ ان کے بیٹے **شیخ عبد اللہ** نے جو شیخ یوسف کے باپ تھے اثنائے چاکری مین بہت کچھہ تحصیل علم کی۔ کہتے ہین ہمیشہ بیان کیا کرتے تھے۔ چونکہ سپہ گری۔ گوشہ نشینی کے ساتھہ ممکن نہین ہے۔ جہان پیمائی کے ساتھہ تعلق رکھتی ہے۔ اسواسطے میرے اُستاد تشو شخصون سے زیادہ زیادہ ہون گے۔ جس وقت مین ہمّت کرکے تحصیل علم مین استحکام کے ساتھہ مشغول ہوا۔ اور عالم جوانی نے کوچ کیا۔ تو لوگون کی خدمت گزاری مجکو تلخ معلوم ہونے کی چار طریقہ سپہ گری چھوڑکر گوشہ خاموشی مین بیٹھہ گیا۔ واپسین دم تک کسی غلام اور کسی آقا کے سامنے حاجتمندانہ آرزو پیش نہین کی۔ اور متعلقین کے

کھانے پینے کا صرف کتابت کی مزدوری سے پہنچتا رہا۔ تاریخ چھٹی شوال ہجری سنہ نو سو تینتالیس کو صحرائے وحدت کی طرف چلے گئے۔ خوابگاہ آگرہ۔

یاد ملک چاندوال میاں جمو جی

آپ کی زاد بوم احمد آباد ہے۔ تن شریعت کا مظہر۔ دل طریقت کا منبع۔ جان حقیقت کا آئینہ۔ اور سر معرفت کا معدن تھا۔ آپ نے وطن سے سفر مجاز کے لئے کوچ کیا تھا۔ مکہ معظمہ کی خاک آپ کی دامنگیر ہوئی القصہ جس رات آپ نے جہان فانی کو رخصت کیا ہے۔ اُسی رات۔ احمد آباد کے اندر ایک اور شخص بھی مرا تھا۔ جو ستم اور آزار رسانی کے ساتھ بدنام تھا۔ چند روز بعد بزرگان شہر میں سے ایک شخص نے اُس ستمگار مردم آزار کو مرفہ الحال۔ اور مثل مغفورون کے خواب مین دیکھا متحیر ہو کر سبب دریافت کیا تو جواب ملا۔ جس رات کمترین نافرجام بندہ کے واسطے فرمان طلب پہونچا تھا۔ اتفاق سے وہی رات ملک چاند قدس سرہ کے آخرین سفر کی رات تھی۔ عاملان علوی کو حکم ملا۔ کہ جس کسی کو آج کی رات مین واپسین سفر پیش آوے۔ وہ خواہ فرمان بردار ہو۔ یا نافرمان۔ اُس ناشائستہ افعال کے اعمال نامہ پر۔ اس مقبول بارگاہ کے طفیل مین۔ بخشش کے قلم سے خط النسخ کھینچ دو۔ اس مین شک نہین۔ اس تاریخ کے مرنے والون کو اس سے بہتر نجات کا کوئی ذریعہ نہین تھا۔

صدر الذکر تقریب کے سلسلہ مین ایک اور گزرا ہوا واقعہ حوالۂ قلم کرتا ہون۔ ایک روز سلطان محمود بزرگ گجراتی نے بیان کیا۔ ایک شخص داود الملک ہماری فوج مین تھا۔ ایک لڑائی مین وہ شہید ہو گیا۔ بہت سے آدمی اسی طرح دنیا سے چلے جاتے ہین۔ لیکن اہل جہان کی توجہ اور رجوعات چارون طرف سے جس قدر داود الملک کے مزار کی طرف ہے۔ اس قدر کسی شہید کے مزار کی طرف نہین ہے۔ اس کی وجہ سمجھ مین نہین آتی تھی۔ بالآخر سوچتے سوچتے یہ بات خیال مین آئی۔ کہ جس طرح مبارک ساعت مین پیدا ہونا۔ بچہ کے حق مین روز افزون سعادت کا باعث ہوتا ہے۔ اسی طرح ساعت سعید مین مرنا بھی آخرین سفر کے مسافر کو مفید نتیجہ بخشتا ہے۔

یہان پر راقم کی خاطر فاتر مین یہ بات آئی۔ کہ ساعت سعید ہونے کے اسباب کو اس بات پر منحصر نہین سمجھنا چاہیئے۔ کہ زائچہ کسی طالع کا ایسا تھا۔ یا کواکب کسی مقام کے خوب تھے۔ ممکن ہے۔ کہ کسی بزرگ کا آنا کسی شخص کے جانے کے ساتھ۔ یا کسی سعادت مند کا جانا کسی شخص کے آنے کے ساتھ موافق آکر نتیجہ سعادت پیدا کرے

اور اس عالی رتبہ شخص کی برکت سے طفیلی کو بھی اُس کی شائستگی کا اثر پہونچے۔

مصرع - بادر فیتم چو او درسفر واپسین -

یاد شیخ سلیمان ابن عفان حاجی

آپ کی زاد بوم دہلی مین ہے - آپ کے آبا و اجداد سلطان ابراہیم ادہم کو پہونچتے ہین قدس سرہم آپ شیخ محمد عیسی چشتی جونپوری کے مرید ہین - خلع لبس کی قوت آپ کو خوب حاصل تھی - ظاہر اور باطن کے مالک تھے - نقل روح کا شغل اور ذکر قربان جانتے تھے - پچاس سال برابر مسجد اقصیٰ اور بیت الحرام مین اعتکاف کرکے گذارے تھے - بڑے بڑے قاریون سے علم تجوید - بلکہ معاملہ مین حضرت خاتم النبوۃ علیہ السلام سے اور نیز سرچشمہ ولایت علی کرم اللہ وجہہٗ کی خدمت سے علم قرأۃ یاد کیا تھا - تمام مشائخ زمانہ نے جیسے شیخ عبدالقدوس حنفی - اور شیخ جلال چشتی ہین - آپ کی تعلیم سے قرأۃ کی تصحیح کی ہے - اپنے ضرورت کے لائق علوم متداولہ تحصیل کرلئے تھے - تمام مشہور خانوادون کے پیرون سے خرقہ خلافت ملا تھا آپ جناب خضر علیہ السلام کی ملازمت مین بھی پہونچے تھے اور ہر ایک کی روش پر - اس کثرت سے ریاضت کی تھی - کہ ولایت کی جھلک آپ کے افعال سے ظاہر ہوتی تھی - ایک بزرگ کا بیان ہے - کہ مشائخ کبرویہ مین سے ایک صاحب فرماتے تھے - مین ہجری سنہ نوسو چھتیس مین - خداوند تاج بدخشان میرزا سلیمان شاہ ابن میرزا خان - کے ہم رکاب شیخ سلیمان کی ملازمت مین پہونچا - ایسی رازداری کی باتین ہوئین - کہ کان سے لیکر دل تک بلکہ تمام جسم معرفت کے جواہرات سے پُر ہوگیا - جب نوبت کلام اپنے گزرے ہوئے واقعات بیان کرنے کو پہونچی - تو فرمایا -

ہجری سنہ آٹھسو ایک مین صاحب قرانی امیر تیمور گورکانی نے دہلی فتح کی تھی - اُس وقت تمام باشندگان شہر ایک سمت کو جلا وطن ہوگئے - ہم مالوہ کی طرف چلے آئے - اور منڈو (مانڈو) مین قیام کیا - اس سبب سے ہم کو لوگ منڈووالہ کہتے ہین - منڈو سے گردش زمانہ ہم کو گجرات کی طرف کھینچ کرلے گئی - بالآخر وہان سے حسب فرمان تقدیر ملک عرب کی طرف سفر کا اتفاق ہوا - ملک عرب سے پچاس برس بعد ہند کو معاودت ہوئی - آہستہ آہستہ اپنی زاد بوم کا رخ کیا - مگر آج تک اس گرامی مکان کی دلدل مین آب ودانہ نے پاؤن پھنسا رکھا ہے -

اس بیان سے سمجھا گیا- کہ آپ کی عمر ڈیڑہ سو برس سے زیادہ تھی- اور بعض لوگون کے نزدیک چار سو برس کی عمر ہے- بعض لوگ اسی بنیاد پر آپ کو ابو الرضا حاجی رتن کی عمر کی مسند پر بیٹھا ہوا سمجھتے ہین- کہتے ہین- ہجری سنہ نو سو بیناسیس مین جسم کی پرانی سرا سے روح کی نشاۃ آباد کو کوچ فرما گئے- آپ کی قبر- جہان قطب الاولیا قدس سرہ کا مرقد مبارک ہے- اُسی ہمسایہ مین حوض شمسی کے آس پاس بزرگان مسافر و مقیم کی زیارت گاہ بنی ہوئی ہے آپ کے دو بیٹے تھے- شیخ داؤد اور شیخ محمود دونین صاحب زادہ کو ظاہری علم کامل طور پر حاصل تہا- انہون نے عالم شباب مین ہی دنیا سے سفر کیا- پچھلے صاحب زادہ پدر بزرگوار کے سجادہ نشین تھے- اب اُن کے ایک بیٹے ہین شیخ کمال نام- جو ظاہری اور باطنی دونون کمالات سے آراستہ ہین- آغاز جوانی مین گوشہ نشینی کی عادت تھی- چندروز ہوئے- کہ بناچاری سپاہیانہ طریقہ اختیار کر لیا ہے- لیکن باانیہمہ اندرونی صفائی- اور ایثار کی ہمت بدستور اپنی جگہہ قایم ہے- اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ۵

مصرع بیرون منہ ز دائرہ بندگی قدم

یاد شیخ احمد مدنی

ایک موضع نانوتہ ہے میان دوآب- وہان آپ گوشہ گزین تھے- شیخ سلیمان منڈو (مانڈو) والہ کے خاص خلیفہ ہین- آپ کو جذبہ و سلوک دونون مرتبہ تھے- مشہور سلسلون کے طریقون پر قدم استحکام کے ساتھہ جما ہوا تہا- اپنے پیر کو خضر علیہ السلام کی طرح زندہ سمجھتے تھے- ہمیشہ اپنے رازدارون سے کہا کرتے تھے- اگرچہ ہمارے شیخ کا عنصری بدن خاک مین چھپا دیا گیا ہے- لیکن خلاصہ (روح) مثالی بدن مین؛ اُسی حالت زندگی کی طرح- طالبون کا رہنما ہے- **مصرع** دل زندہ کن- کہ مردن تن شادی آورد-

یاد شیخ نصیر الدین ھنڈونی

آپ کی شہرت کیمیاگری کے ساتھہ ہے- شیخ سلیمان منڈو (مانڈو) والہ کے خلیفہ ہین- کیمیا بنانے مین اس صنعت کے جاننے والون سے پیش قدم تھے- بہت طرح کی اکسیرین بنانا جانتے تھے- اور بناتے تھے- جنت آشیانی نصیر الدین ہمایون شاہ اس فن مین اپنے تیئن آپکا شاگرد سمجھتا تہا- شیخ فرماتے تھے- ایک روز ایک بوڑہا بیمار ایک بیابان مین مجکو ملا- مین اپنے گہر لے آیا اور اُس کے علاج مین اپنے مقدور بہر کوشش کی- اللہ تعالیٰ نے شفا بخشی- یہ ہنر مینے اُس سے حاصل کیا ہے- بعض کا کہنا یہ ہے- کہ وہ بیمار جناب خضر علیہ السلام تھے کہتے ہین علم کیمیا

۵ - ہر طرح کی تعریف خدا ہی کو سزاوار ہے- (اے شخص) تجہ کو کوئی فائدہ پہونچے- تو سمجہ کہ اُسکی طرف سے ہے- ۱۲-

آسمانی علم ہے۔ توریت مین تھا جناب موسیٰ علیہ السلام ہی جانتے تھے۔ قارون نے آپ سے ہی سیکھ کر عمل اکسیر کے ذریعہ سے کئی گھر خزانہ کے جمع کر لئے تھے۔ مصرع کیمیائے ست قناعت کہ نظر بر زر از دست۔

یاد شیخ امین الدین

آپ بڑے پرہیزگار عالم تھے۔ سماع سے باز رکہنے۔ اور بدعت کے توڑنے مین ہزارہا آدمیون کی برابر طاقت کام مین لاتے تھے۔ اور سماع و سرود کی ممانعت اور حرمت کے بارہ مین بہت سی روایات فراہم کر رکھی تہین جن کو وہ بیان کیا کرتے تھے۔ جب آپ سلطان سکندر لودہی کی مجلس مین پہونچے۔ تو سلطان کو اس بات پر آمادہ کرنا چاہا۔ کہ سرود سماع کی رسم دہلی سے قطعی موقوف ہوجاوے۔ سلطان نے فرمایا۔ آپ ایک دفعہ شیخ سلیمان منڈو (مانڈو) والہ کی ملازمت مین جاکر اپنی روایتین بیان کرین۔ اور اُن کو سماع سے توبہ کرائین۔ پہر بلا کوشش کے شہر سے یہ طریقہ موقوف ہوجاوے گا۔ جب آپ شیخ کی خدمت مین پہونچے مجلس سماع گرم تھی۔ آپ بھی درویشون کے نعرہ کی تاثیر سے بیہوش ہو گئے اور ہاتھ پھینکنے لگے۔ جب افاقہ ہوا۔ تو شیخ کے مرید ہوئے۔ اور باطنی حالات غالب آ گئے۔ تو ظاہری آئین سے خود بخود فرو گذاشت ہو گئی۔ ایک روز ارادہ کرلیا۔ کہ کتب خانہ مین آگ لگا دی جاوے۔ پیر نے فرمایا[۵۱] الحق فی الکتاب والاسلام فی الدفاتر اگر یہ ورق نہ ہونگے تو نہ ولایت ظہور پذیر ہوگی۔ اور نہ نبوت کا جلوہ ہوگا[۵۲] نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ اَنْ نَّکُوْنَ مِنَ الْجَاھِلِیْنَ۔

مصرع دانش آمد مایہ بخشش دین و دولت مر ورا

یاد شیخ حسین

آپ ملتان سے خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ کی زیارت کے واسطے اجمیر مین آئے تھے۔ یہان پر آپنے صرف ایک حجرہ کے اندر۔ اپنے جسم کے گھلانے۔ اور جان کی پرورش کرنے مین بارہ سال گزار دئے۔ فرمانروا مالوہ خان جہان کے بیٹے۔ سلطان محمود کو آپ کے اجمیر مین ہونے سے آگاہی ہوئی۔ تو چشت خان کو بھیجکر منڈو (مانڈو) مین تشریف لانے کے لئے التماس کیا۔ جب آپ تشریف لائے۔ تو محمود کو صرف ایک دفعہ اتفاق دیدار پیش آیا۔ پہر اس کے بعد اُس کا عہد پورا ایک برس بھی نہین رہا۔ کہ اُس کے بیٹے غیاث الدین کی نوبت آئی۔ اور غیاث الدین کے نام سے کوس سلطنت بجنے لگا۔ سلطان غیاث الدین نے ایک روز چشت خان سے دریافت کیا۔ کہ شیخ کے رہنے سہنے کی کیا کیفیت ہے۔ اور کس طرح گزرتی ہے چشت خان

---

[۵۱] حق کتابون مین ہے۔ اور اسلام دفترون مین ۱۲ [۵۲] ہم اللہ ہی سے پناہ مانگتے ہین اس امر کی کہ نادانون کی باتین کرین۔

نے جواب مین مضمون شکرگزاری عرض کیا۔ اور شیخ کی لاعلمی مین شیخ کی طرف سے پتہر کی ایک تسبیح سلطان کے روبرو پیش کی۔ سلطان وقت نے کچہہ مال حشمت خان کے ہاتہہ بہیجا۔ آپنے اس مال مین سے کچہہ تو لانے والہ کو دیا۔ اور جو باقی رہا تہا۔ وہ حاجتمندون کو تقسیم کر دیا۔ دوسری بار پہر سلطان نے درمیانی شخص سے پوچہا کہ آپکے کہانے پینے کے اسباب کیا اور کہان سے ہین۔ عرض کیا گیا۔ روزی تو آسمانی ہے۔ اور اسباب نامعلوم کیونکہ سلطان محمود تو عوام بہشت جلدی سے زمانگ رہے۔ اور سلطان وقت نے آج تک شیخ کے حجرہ مین قدم رکہہ نہین فرمایا ہے جب سلطان کو یہ حال معلوم ہوا۔ تو آپ کے دیدار کے واسطے حاضر ہوا۔ دیدار سے نور باطنی حاصل کیا اور دو آباد گانون آپ کے فرزندون کے نام سے لکہکر سپرد کر دئے۔

کہتے ہین۔ نصیر الدین کے بیٹے شہاب الدین نے بہت سی فوج فراہم کرکے۔ اپنے باپ سے لڑائی شروع کر دی تہی۔ نصیر الدین اپنی فوج کی کمی سے اور بیٹے کی مخالفت سے دور دراز فکر مین تہا۔ اور ہمیشہ یہ راگ گایا کرتا تہا گذشتہ زمانہ مین دل کی چہپی ہوئی بات پہچاننے والے درویش بہت تہے۔ جب آسمان کسی کے ساتہہ کج ادائی کرتا تہا تو وہ بیچارہ درویشون سے استمداد کرکے اپنے نیک و بد کے انجام پر خبر پالیتا تہا۔ لیکن آج کل ایسے روشن ضمیر لوگ نہایت ہی نایاب ہین۔ یہ سنکر شمشیر خان نے جو شیخ کے عرفان اور وجدان سے باخبر تہا۔ عرض کیا۔ کہ اگر سلطان شیخ حسین کی گرامی صحبت مین پہونچ جاوین۔ تو غالباً یہ شکایت جو سلطان کو ہے۔ شکر و سپاس کے ساتہہ تبدیل ہو جاویگی۔

القصہ سلطان دہی کا پیالہ ہاتہہ مین لیکر دیہات کے شحنون کی طرح شیخ کی مجلس مین حاضر ہوا۔ آپ اندرونی راز سمجہہ گئے۔ اور آیہ کریمہ[۵] كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللّٰهِ پڑہکر فتحیابی کی خوشخبری سنائی۔ چنانچہ اسی آسمانی خوشخبری کے بموجب ظہور بہی ہوا۔ چند روز بعد نصیر الدین جہان فانی سے رخصت ہوا۔ اور زمانہ نے ہاتہہ پکڑ کر محمود کو شاہی تخت پر بٹہایا۔ سلطان محمود بہی شیخ کی خدمتگاری میں اچہی طرح گذارا۔ یہانتک کہ اُس کا عہد پورا ہوا۔ کہتے ہین سلطان بہادر مالوہ گجرات کو بہاگا۔ اور جنت آشیانی ہمایون شاہ عقب سے آپہونچا جب ہمایون شاہ نے قلعہ منڈو (مانڈو) فتح کرلیا۔ تو شیخ کے دیدار کے واسطے حاضر ہوا۔ شیخ نے شاہی ابریق (جہاگل) طلا اور جواہرات مین ملمع کی ہوئی دیکہی۔ تو آبدار کے ہاتہہ سے لیکر اُس سے طلا جدا کیا۔ اور کہا۔ کہ ایسے ستی بادشاہ کیواسطے آبخورہ شروع چاہئے۔ ملا محمد فرغلی عذرخواہی کے واسطے اُٹہے اور حسب حکم شاہنشاہی ابریق شیخ کے سامنے ندنکی۔ شیخ نے کمال آزادی سے اس کے دام کرکے۔ حاجتمندون کو تقسیم کر دیے

۵ل اکثر اللہ کے حکم سے تہوڑی جماعت بڑی جماعت پر غالب آگئی ۱۲

دوسرے روز علی الصباح جنت آشیانی اور میر فرغلی ۔ امتحانی مضمون دل میں قرار دیکر شیخ کے دیدار کے واسطے حاضر ہوئے شیخ کو ہرایک کے اندرونی قرارداد پر علم ہوگیا ۔ اتفاقاً آدہی رات کے وقت شاہ تاجو مجذوب نے اپنے بیٹے قطب الدین بکاری کے ہاتھہ دو سیخ کباب ۔ شیخ کے واسطے بھیجے تھے ۔ اُن کبابون مین سے شیخ نے تین بوٹیان اُٹھا کر میر فرغلی کو کہانے کے واسطے دین چنانچہ واقعہ کا ظہور ضمیر کے موافق ہوا ۔ اس کے بعد شیخ نے جنت آشیانی سے فرمایا ۔ کہ درویشون کو بازیگرون کی مثل قرار دینا ۔ آئین دوستی کے خلاف ہے ۔ اگرچہ آم اس غیر فصل مین پیدا ہو سکتا ہے ۔ لیکن قابل پسند نہین ہوتا ۔

آپ بارہون مہینے نماز طہارت کبریٰ (غسل) کے ساتھہ پڑہا کرتے تھے ۔ ایک روز غسل کے ارادہ پر باہر گئے تھے ۔ چورون کی ایک جماعت ملی ۔ وہ جماعت آپ کو تونگر سمجھکر اپنی مخفی جگہہ مین لے گئی ۔ اور پاؤن مین زنجیر ڈالکر ایک دروازہ کے گوشہ مین بٹہا دیا ۔ آپنے فرمایا گرفتار دل داؤن کی پابندی زنجیر سے ہوتی ہے اور جو لوگ آزاد ہین ۔ اُن کو پابند صرف محبت ا کر سکتی ہے ۔ سارقون نے اس بات کو بادہوائی سے زیادہ وقعت نہین دی ۔ اور زنجیر پر پہرہ سہ کر کے ۔ ہر ایک اپنے کام مین لگ گیا ۔ شیخ اُس جگہہ سے ایک پلک مارنے مین سلیمانی رفتار سے اپنے حجرہ کے اندر چلے آئے ۔ کہتے ہین شیخ کی عمر ایک سو اُنیس سال کی تہی ۔ خوابگاہ اور مین ہے ۔ یہ ایک دیہہ ہے منڈو (مانڈو) سے بارہ کوس کے فاصلہ پر ہجری سنہ نوسو بنیتالیس مین دنیا کے عدم آباد سے عقبیٰ کے شہرستان کو رحلت فرمائی ۔ مصرع ۔ آفرین خداے بروے باد ۔

یاد شیخ علاء الدین دہلوی

آپ شیخ نور الدین المعروف بہ فیل ست کے بیٹے ۔ اور گنجشکر کی نسل سے ہین ۔ قدس اسرارہم اپنے دادا شیخ تاج الدین محمد ابن شیخ عبد الصمد ابن شیخ منور اجودہنی کے مرید تھے شیخ منور اجودہنی کو اہل زمانہ گنجشکر ۔ اور شیخ فرید ثانی کہا کرتے تھے ۔ اور رہا اعتقاد مریدون کے خواب مین حضرت گنجشکر شیخ منور اجودہنی کی شکل مین نظر آیا کرتے تہے ۔ صاحب کشف علیسلی خان کہتے ہین ۔ جب میرے سلوک کا آغاز تہا ۔ تو مین اس ارادہ پر کہ مجکو کلاہ خلافت خواجہ قطب الاولیا سے مل جاوے ۔ خواجہ قطب الاولیا کے روضہ پر معتکف ہوا ۔ خواجہ قطب الاولیا نے مراقبہ مین مجکو شیخ علاء الدین کی خدمت مین حاضر ہونے کی ہدایت فرمائی ۔ مینے گستاخی کی ۔ جو اس امر کو قبول نہین کیا ۔ اسی طرح چند بار مینے اعتکاف کیا ۔ اور چند بار یہی اشارہ ہوا ۔ بالآخر میرے کان مین آواز آئی کہ "علاء الدین قطب الدین ہین" ناچار مجبور رہا ۔ اور بے تامل آپ کے پاس حلقہ بگوش

مسکراتے ہوئے کلاہ میرے سرپر رکھی - اور فرمایا "یہ کلاہ قطب الاولیا کی طرف سے ہی ہے" خوش وقت رہو -
پندرھوین ربیع الثانی ہجری سنہ نوسوسینتالیس مین فرمان وصال صادر ہوا - خوابگاہ قلعہ دہلی -

مصرع کلاہ عفو تو جوید سر برہنۂ من -

یاد شیخ علاء الدین ابن شیخ بدرالدین سلیمان

آپ کے پدر بزرگوار حضرت گنجشکر کے فرزند ہین - **قدس اسرارہم** کہتے ہین - آپکے نفس ناطقہ کا کالبد کے ساتھہ پیوند ہجری سنہ آٹھہ سوہتر مین ہوا تھا - زمانہ طفلی سے ہی - ولی ہونے کے آثار - آپ کی پیشانی سے عیان تھے جب آپ کا دل وحدت کی روشنی سے منور ہوا - تو ساٹھہ برس تک آپنے ہدایت فرمائی - چونکہ آپ کی ذات مین بخشش اور بخشایش کی صفت بکمال درجہ تھی اسواسطے لوگ آپ کو علاء الدین جوانمرد کہا کرتے تھے ہجری سنہ نوسو اڑتالیس مین دامن ہستی گرد علائق سے جھاڑ دیا - اور کوچ فرما گئے - اجودھن مین اپنے جد بزرگوار حظیرہ مین دفن کیے گئے - آپ کے دو بیٹے تھے - جن سے چاند سورج کی طرح - نسب وحسب کا زمین وآسمان منور تھا - ممکن اور واجب مین انہین دونون صاحبزادون کی خاص روش سے انتظام تھا - **القصہ** - سلطان محمد تغلق نے بہت سی تدبیرات کرکے دونون صاحبزادون کو اپنے سے مانوس کیا بڑے صاحبزادہ شیخ معزالدین کو معز الملکی کا خطاب دیکر ملکی اور مالی کاروبار اُن سے لیا اور بالآخر اُن کو صوبہ گجرات کا حاکم بنایا - ان کی ہستی کی کشتی اسی جگہہ دریاے نیستی مین غرق ہوئی - دوسرے شیخ علم الدین تھے اِن کو شیخ الاسلامی کا منصب دیا - شیخ علم الدین دنیا او عقبی دونون جہان کا کام بنانے مین مصروف رہتے تھے - ان سے بہت سے لوگون کو فیض پہونچا تھا - **مصرع** ساغر اسرار او پُر از مے توحید باد -

یاد شیخ عبدالرزاق جھنجھانوی

آپ خانوادہ قادریہ کے سرآوردون مین سے ہین - پیرشاہ حضرت سید محی الدین عبدالقادر جیلانی کی خدمت کی تھی - اور خدمت سے فائدہ بھی اُٹھایا تھا - لیکن دوام مشاہدہ کے مقام پر شیخ شاہ محمد حسن قادری کی ملازمت سے پہونچے تھے - اور محمدی ہدایت کے طریقہ پر ہمت کے ساتھہ قدم رکھکر دانش وبنیش حاصل کی تھی آغاز سے انجام تک جسم کے گھلانے - اور روحانی جوہر کے بڑھانے مین مصروف رہے - آخرکار یہ نتیجہ ہوا - کہ عالم ارواح کے چلنے پھرنے والون مین شامل ہوگئے - اور ہمیشہ نافرمان نفس کے ساتھہ لڑائی لڑکر بالآخر فتح پائی - آپ ہمیشہ آزمندان کے ساتھہ مروت سے پیش آیا کرتے تھے - اور ناتوانون کی خدمت کیا کرتے تھے - رسمی علم کی تحصیل کمال کے درجہ کو پہونچائی

تہی۔ یہان تک کہ سخن گوئی کا ملکہ حاصل تہا۔ کلام پسندیدہ ہوتا تہا سید محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کے مکتوبات پر ایک عمدہ شرح۔ اور سنجیدہ اور مفید حاشیئے لکھے ہین۔ ہجری سنہ نو سو پنچاس مین عالم دنیا سے رحلت فرمائی۔ اکثر سرکار دہلی کے بڑے بڑے لوگ آپ سے حسن عقیدت رکہتے ہین۔ منجملہ ان کے یہ اصحاب ہوئے ہین شیخ احمد مفتی اسفیدونی۔ شیخ حسین پانی پتی۔ شیخ عمر سوانی۔ میر سید علی لودیانی۔ اور یہ چار شخص۔ شیخ احمد شیخ معین الدین شیخ طیب اور شیخ صابر۔ قصبات میان دوآب کے باشندہ ہین۔ شیخ یوسف دہلوی جنہون نے اپنے پیر کے کلام کو فراہم کرکے۔ ایک مفید جلد بنائی تہی۔ شیخ حاجی جو شیخ یوسف کے پیرزادہ تہے۔ اور شیخ چاند مجذوب جو ہفتہ ہفتہ بہر روزہ رکہتے تہے۔ یہ اصحاب جس قدر شمار کرائے گئے ہین۔ سب کے سب طریقہ ولایت کے رازدار۔ اسرار طریقت کے مشکل کشا۔ خداشناسی کی انجمن کو رونق دینے والے۔ اور طالبان ہدایت کے رہنما تہے۔ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم۔ مصرع رہنمایان جہان را سند عالی بود۔

پادشاہ تاجو ابن شیخ کمال قدس سرہ

آپ قریشی النسل ہین۔ آپ کے پدر بزرگوار ملک عرب سے آکر ہند کی سیر سے عبرت حاصل کرتے پہرتے تہے اتفاقاً۔ قلعہ رنت بہنور[1] کے آس پاس کدخدا ہوئے۔ ہجری سنہ آٹھ سو پچاسی مین شاہ تاجو کی روحانی صورت شکم والدہ سے باہر آئی۔ اور اُس کے واسطے پشت زمین گہوارہ بنی۔ جب آپ کی عمر پانچ برس کی ہوئی۔ تو یتیم ہو گئے۔ اور آپ کی مان نے آپ کی دیوانگی مادرزاد سمجہکر خبرگیری چہوڑدی۔ سونے کی جگہہ اور کہانے پینے کے انتظام مین دوسری ہی شکل پیدا ہو گئی۔ آپ ایک دم۔ شیشہ فروشون کی ہمراہی مین۔ تن تنہا منڈو (مانڈو) مین چلے آئے۔ یہان پر چند روز بعد وَعَلَّمْنَاہُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا[2] کے مکتب مین تقدیری تختی یاد کی۔ اور آپ کے سینہ پر خدائی علم تحریر ہو گیا۔ سلطان وقت ناصرالدین خلجی تہا۔ اُسنے آپ کی خدمت اپنے ذمہ لی تہی۔ ایک روز تنہائی کے متعلق ذری سی شکایت آپ کی زبان پر آئی۔ اس کا انتظام سلطان نے اس طرح کیا۔ کہ ایک ضعیفہ تہی جو حرم سلطانی مین پردہ نشینون کو شرعی یجوز ولا یجوز تعلیم کیا کرتی تہی۔ اُس ضعیفہ کی ایک حسین وجمیل لڑکی تہی۔ راحۃ الحیات نام تہا۔ سلطان نے اُس لڑکی کے ساتہ آپ کا عقد کردیا۔ شادی کے مراسم۔ عروسی لوازم۔ اور خانہ داری کے سازوسامان کا کافی طور پر انتظام کردیا گیا۔ اسی اثنا مین سلطان ناصرالدین خلجی کا زمانہ حیات پورا ہوا۔ اور اب فرمان روائی کی نوبت سلطان ناصرالدین

[1] آگرہ اور جیپور کے درمیان مین ایک قصبہ ہے ۱۲ جسے آجکل رنتہ بہر بولتے ہیں۔

کے بیٹے۔ سلطان محمود کو پہونچی۔ پیکر پرستون کی ایک جماعت تھی۔ جس کا مذہب راجپوتون کا سا تھا۔ یہ لوگ پوربیہ کر کے مشہور تھے۔ اِس جماعت نے سلطان کو قید کیا۔ الغ خلجی حرم نشینوں مین عام پراگندگی پیدا ہونی شروع ہوئی۔ اسی اثنا مین کہ دسوین صدی کا آغاز تھا۔ راحتہ الحیات کے بطن سے اس ازلی مجذوب کے گھر مہمان نو کی آمد ہوئی **قطب الدین ہبکاری** نام رکھا۔ اِس کے بعد راحتہ الحیات کو مرض الموت ہوا۔ کہ وہ مر گئی۔ اور باپ چونکہ **فنافی اللہ** کے دریا مین غرق تھے۔ ہوش مین آکر بیٹے کی پرورش نہین کر سکتے تھے۔ دربانانِ شہر آپ کے ہمسایہ تھے۔ کارکنانِ قضا و قدر نے قطب الدین ہبکاری کی تربیت۔ اُن کے محلہ پر لکھدی۔ جب زمانہ ہوش آیا۔ تو خدمت والدین مین مشغول ہوئے۔ باپ کے خرق عادات۔ اہل زمانہ کے نزدیک شمار سے زیادہ ہین۔ ہجری سنہ نوسو پچاس تھا۔ کہ شاہ تاجو اپنے عنصری لباس سے جو عاریۃً تھا نکل کر شیخ ہبکاری کو اپنا جانشین چھوڑ گئے۔

شیخ ہبکاری۔ اپنے حسن خدمات اور باپ کی موثر دعاؤن کی بدولت۔ صاحب ولایت ہوئے آپ کا خلیلی دسترخوان مہمانون کے آگے ہے کیسی کسی وقت ایک طلوع سے دوسرے طلوع تک تہ ہوتا ہی نہین تھا۔ تونگرون کو اور درویشون کو یکسان طرح طرح کے کہانے کہلائے جاتے تھے۔ اور کہانا چننے کے اندر شاہ اور گدا کے درمیان کچھہ فرق نہین کیا جاتا تھا۔ بعض لوگ جو اصلی حقیقت سے ناواقف ہین ایسا کہتے ہین کہ شاہ **تاجو قدس سرہٗ** شیشہ فروش کے لڑکے ہین۔ مجذوب اور حضور رہتے تھے۔ اِن کے کوئی لڑکا نہین ہے۔ شیخ ہبکاری دربان کے لڑکے ہین۔ جو خوش قسمتی سے ایسے بزرگ کی خدمت مین پہونچکر عالی مرتبہ ہو گئے۔ یہ کہنا صرف گمان ہے۔ جو راستی اور درستی سے بعید ہے۔ **قطعہ**

شیخ ہبکاری کہ جہان را یکے ست	نیست درین عصر یکے ہم چو او
نہصد و دو آمد و رفت از جہان ۹۰۲	سوئے ارم نہصد و ہفتاد و دو ۹۷۲

شیخ ہبکاری نے پانچ لڑکے یادگار چھوڑے۔ سب سے بڑے **شیخ سعدی** تھے۔ جن کا ظاہر اور باطن سید ہے اور سچے لوگون کی طرح سنجیدہ افعال کے ساتھہ آراستہ تھا۔ باپ کی خلافت کا خرقہ زیب بدن کیا تھا۔ چند روز بزرگوار آبا و اجداد کے طریقہ پر اپنا سلسلۂ رفتار رکھا۔ بعدہ ہجری سنہ نوسو چھیاسی مین معنوی ملک کا عزم فرمایا۔

دوسرے فرزند **شیخ کمال** تھے۔ جنہون نے دل کی سلامتی۔ شکستگی کے ساتھہ جمع کی تھی

اور مولیٰ کے دیدار کا شوق کمال درجہ رکھتے تھے۔ اُنہوں نے ہجری سنہ ایک ہزار دو مین عاریتی سرائے چھوڑی۔ جو تھے لڑکے **شیخ جمال** تھے۔ جو اصحاب حضور الٰہی مین باریاب ہین۔ وہ آپ کو نظر قبول سے دیکھا کرتے تھے خاصۂ شہسوار میدان وحدت وحقیقت شیخ ضیاء اللہ ابن شیخ محمد غوث **قدس سرہما** سے پیراہن خلافت آپ نے ہجری سنہ نو سو پچاسی مین زیب بدن کیا تھا۔ اور سالک شاہراہ تجرید وتفرید شیخ محمود ابن شیخ جلال شطاری عشقی کی ملازمت مین چندسال رہکر خدمت کی بدولت فیض پایا تھا۔ اور اجازت نامہ لیا تھا۔ راقم گلزار کے پُرانے یکدل دوستون مین سے آزاد مزاج کشادہ پیشانی خلوت پسند۔ اور تپاک سے ملنے والا۔ آپ کے مانند کوئی نہین تھا۔ ہجری سنہ ایک ہزار چودہ کے رمضان مہینے مین آپ نے رحلت فرمائی۔ ایک لڑکا دوازدہ سالہ چھوڑا ہے۔ **شیخ شریف** نام ہے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ اُس کو شرف کمالات عطا فرماوے۔

یاد سید نظام منڈوی

آپ سید شرف کے فرزند ہین۔ جو سید غیاث کے بیٹے تھے۔ اور سید غیاث۔ سید محمد گیسو دراز کے پوتون مین سے ہین آپ جسم کو گھلاتے۔ اور روح کی پرورش کرتے تھے۔ اور نفس پر فتحیاب تھے۔ کہتے ہین آپکے پدر بزرگوار بہ ترک سکونت گلبرگہ دکن سے سلطان غیاث الدین خلجی کے عہد مین مالوہ کی طرف آئے تھے۔ اور قیام کے واسطے یہ مقام پسند کیا تھا جب سید شرف نے عالم علوی کو کوچ فرمایا۔ تو اُس وقت سید نظام چھوٹے تھے جب آپ کا زمانہ ہوش آیا۔ تو شیخ برہان چشتی کے مرید ہوئے۔ وجہ معاش پیشہ بیلداری سے بہم پہونچاتے تھے۔ ایک روز زر نقد سے بھرا ہوا ایک برتن۔ ایک دیوار کی جڑ مین سے نکلا۔ آپنے اُس کو مٹی مین چھپا کر گھر کے مالک کو آواز دی۔ کہ مال زمین مین دبا ہوا ہے۔ اُٹھا لے جائیے۔ تاکہ کھدائی کا کام جاری کیا جاوے۔ مالک مکان نے جواب دیا۔ جو شے نکلی ہے۔ اُس کا مستحق نکالنے والا ہی ہے۔ کیونکہ اُسی کی تقدیر سے اور اُسی کی سعی بازو سے نکلی ہے۔ ایک گھنٹہ بھر اسی طریق سے باہم گفت وگو رہی۔ آخر کار جب سید نے اس کشاکش سے نجات پائی تو اس اندیشہ سے۔ کہ مبادا آیندہ پھر ایسا ہی موقع پیش آوے۔ حرص کو حرکت۔ اور دل کو میلان ہو۔ اور ہاتھ اُس کی طرف بڑھے۔ اس پیشہ سے ہی درگزر کی۔ اور اس کے بعد ایندھن اور آٹا بیچنے کو اپنی قوت بہم پہونچانے کا ذریعہ بنایا۔

اس عرصہ مین ایک رہنما بزرگ آپ کے پاس آ پہونچے۔ کئی سیر آٹا لیا۔ اور اُسی ایندھن سے جو دوکان مین تھا روٹی پکا کر صرف اپنی ایک چاشت کی خوراک بنائی۔ آپ کو ذکر قربان کا طریقہ یاد کرایا۔ اور فرمایا۔ زاہدان خشک کی

رفتار چہرہ اور عاشقان عارف کے خوان کی چاشنی چکھو۔ کہتے ہین۔ اِس ذکر کی مشق آپنے یہان تک بڑہائی۔ کہ شغل کرتے وقت بدن کے اعضا ایک دوسرے سے جدا ہوجایا کرتے تھے اور جب آپ فارغ ہوتے تھے۔ تو وہ اعضا پہر مل جاتے تھے۔

سلطان بہادر گجراتی نے جب منڈو (مانڈو) کو فتح کیا تہا۔ تو سید کی ملازمت مین بہی گیا تہا۔ اور نذر مین بہت سامان پیش کیا تہا۔ آپنے قبول فرماکر سب کو عمارت کے کام مین لگادیا۔ اور ایک بہت بڑا گنبد پدر بزرگوار کی قبر پر تعمیر کرایا۔ اور پہر بعد مین جب جنت آشیانی کا ورود منڈو (مانڈو) مین ہوا۔ تو اُس نے بہی عزم دیدار کیا مجلس گرم ہوئی اور رازداری کی باتین ہونے لگین۔ بہت سی عمدہ عمدہ اور دلچسپ باتین ہوئین۔

کہتے ہین۔ آپ کے چوبیس بیٹے تہے۔ اِن سب مین سات بیٹے گویا پیش بہا موتی تہے۔ سید داؤد سید حمید۔ سید حسن۔ سید برہان الدین۔ سید کمال۔ سید سالار۔ اور سید فرید چند فرزندون کو رسمی علم حاصل تہا۔ اور چند الٰہی معرفت کے عالی مرتبہ کو پہونچ کر بہت سے لوگون کے پیشوا ہوگئے تہے۔ اور مریدون مین سے یہ چار شخص ممتاز تہے۔ اوّلاً آپکے پیر کے پوتے شیخ نصیر الدین ابن شیخ جلال ابن شیخ برہان چشتی۔ دوسرے شیخ جمال تیسرے شیخ چاند چوتہے شیخ شرف الدین۔ اِن چارون مین سے ہر ایک اہل عرفان۔ اہل ذوق۔ اور اہل وجد تہے۔

سید نظام نے تاریخ انیسوین ذی حجہ ہجری سنہ نوسو پچاس کو جہ دیدار کے واسطے کوچ فرمایا۔ خوابگاہ باپ کا گنبد جو ساگرتال سے نزدیک ہے۔ مصرع صفا دمردہ او کوی حق شناسی بود۔

یاد سید حسین

آپ سید محمد کے بیٹے تہے جو جلال ابن زہ سید کے فرزند تہے۔ آپ اصل مین سادات ترمذ سے ہین۔ آپ کے آٹہوین دادا سید جلال الدین ہند کی طرف ترمذ سے آئے تہے۔ اس وقت آٹہوین صدی کا آغاز تہا اور قصبہ سارن مین جو سرکار جونپور کی مضافات مین سے ہے گوشہ گزین ہوئے۔ اِن کے دو بیٹے تہے۔ سید علا۔ اور سید جلال۔ یہ سید حسین جو ہین۔ دوسرے بیٹے کے پوتون مین سے ہین۔ سید حسین کی زاد بوم گوالیار ہے آپکے والد ماجد سید محمد۔ سلطان ابراہیم لودہی کے عہد مین قصبہ سارن سے جو آپ کے آبائے کرام کا وطن تہا۔ گوالیار مین آئے تہے۔ اُنہین ایام مین حاکم قلعہ تتارخان سارنی تہا۔ اُس نے کمال محبت اور تعظیم کے ساتہہ آپ کا استقبال کرکے ضروری مفردیات نہایت عجلت کے ساتہہ بہم پہونچائین۔ اسی عرصہ مین چند روز بعد

قطب الاولیا غوث العرفا شیخ محمد غوث قدس سرہٗ بھی شرقی ملک سے جو ان کا قیام گاہ تہا۔ گوالیار میں آئے۔ القصہ جب جنت آشیانی ہمایون بادشاہ نے صوبہ بنگالہ کی فتح کے واسطے کوچ فرمایا۔ تو دار الخلافہ آگرہ میرزا ہندال کے سپرد کیا۔ ناتجربہ کار ندیمون نے یہ صدا متواتر میرزا کو سنائی **حافظ**۔

شہر خالی ست زعشاق بود کز طرفے		مردے از غیب برون آید و کارے بکند	

میرزا کو تہ اندیش تہا۔ کہ ہوائے فرمان روائی اُس کے کانون میں بہر گئی۔ اس بارہ مین دولت دوست نالائقون کے مشورہ سے یہ بات قرار پائی کہ شیخ بہول۔ ہمارے بادشاہ کے پیر ہین۔ اور شیخ محمد غوث پیر کے بھائی ہین۔ جب تک یہ دونون بزرگوار عالم ملکوت کو روانہ نہین کردئے جائینگے۔ میرزا کی آرزو پوری نہین ہوگی۔ شیخ بہول۔ دار الخلافہ آگرہ مین موجود تہے۔ ان کو دہین شہید کردیا۔ اور غوث زمان گوالیار مین تشریف رکھتے تہے۔ اسواسطے گوالیار کے حوالدار سلطان میرک کے نام حکم جاری کیا گیا۔ کہ جس طریق سے ممکن ہو شیخ محمد غوث کو دار الخلافہ مین روانہ کردو۔ اتفاق سے شیخ محمد غوث کو اس معاملہ کی حقیقت معلوم ہوگئی۔ لہذا راتون رات آفتاب کی طرح لوگون سے مخفی اور تن تنہا گوالیار سے نکل گئے۔ اور زمین مشرق مین جا پہونچے جہان ہمایون لشکر رہتا۔ لیکن گہر اور مافیہا لٹ گیا۔ اور بال بچون کو نہایت تنگی کی نوبت پہونچی۔ جب ہمایونی علم واپس ہوئے۔ اور وہ شورش فرو ہوئی۔ اور شیخ محمد غوث بھی اپنے وطن مین آپہونچے۔ تو یہ بات ذہن نشین کی گئی۔ کہ جو کچھ آفت اور مصیبت گہر پر اور بال بچون پر پہونچی تہی۔ یہ سب سید محمد سارنی کے کہنے سننے سے پہونچی تہی۔ اور پہر جن لوگون نے یہ چہچوندر چہوڑی تہی۔ انہین لوگون نے محض گمان ہی گمان پر سید محمد کے گہر والون سے مکر رسہ کر یہ جا کر جتایا کہ تمہاری اولاد کے واسطے شیخ محمد غوث جلالی نقش جلاتے ہین یہ متوحش خبر سنکر بچون کی مان نے اس طریق کے سوا نجات کی کوئی صورت نہین دیکھی۔ کہ اپنے بڑے بیٹے سید حسین کو جس کی حسین صورت دیکھکر یوسفی حسن یاد آتا ہے خدمت مین بہیجے۔ اور تو بہی تقصیر کی عذر و معذرت کرکے معافی کے لئے التماس کرے۔

جب یہ نوجوان سعادت مند قدم بوس ہوئے۔ تو شیخ محمد غوث نے نظر مہربانی سے دیکھا جس کی وجہ سے اِن کو کمال خوشی حاصل ہوئی۔ اور روز بروز گنجایش اور رسوخ کا درجہ بڑہتا چلا گیا۔ جب سترہ سال کی عمر ہوئی۔ تو مرید ہو گئے۔ اور سلوک کے طریقہ پر مقامات طے کرکے خداشناسی۔ حق دانی۔ اور حقیقت پرستی سے ممتاز ہوئے۔ اخیر مین وحدت وجود کے آثار زور و شور کے ساتھ غالب آئے۔ یہان تک کہ

سلوک سے بازرکھکر بیس سال کی عمر مین جذبہ کو نوبت پہونچی - جس زمانہ مین قطب الاولیا غوث زمان نے شیرخان سور کی شورش کے سبب سے گجرات کو ہجرت فرمائی ہے - اُس زمانہ مین آپ ہمرکاب تھے - ایک روز ایک جگہہ چند بوالہوسون کی مجلس ہورہی تھی - چلتے چلتے ان مجذوب صاحب کا بھی گزروہان سے ہوا سرودکر مجلس مین گہس گئے - اور پانی کا ایک برتن اُٹھایا - مجلس والون نے مجذوب تو جانا نہین - چور خیال کیا سمجھ کو کچھہ کام مین نہین لائے - غصہ سے کام لیا - اِس درمیان مین انجمن مین سے ایک ناعاقبت اندیش اُٹھا - اور تلوار کا ہاتھہ مارکر آپ کو شہید کردیا - خوابگاہ محمود آباد ہے جو احمد آباد سے دس کوس ہے -

مصرع بود سالے نہصد و پنجاہ و دو

یاد سید علاء الدین مجذوب المشہور بہ علاول بلاول

آپ کے پدربزرگوار کا نام سید سلیمان ہے - آپ کے جدامجد سید حسن حسینی ایام سابق مین - رسول علیہ السلام کے مدینہ سے ہند مین آئے تھے - جب ہند کی شرقی زمین مین پہونچے - تو قصبہ رودلی مین ایزدی مشیت کے بموجب سیاحی کی مسافت انجام کو پہونچی اور اسی قصبہ کے ایک گوشہ مین قیام کا بستر ابچھادیا - اور خدا سے لولگائی - چند روز بعد آپ کے دادا کی بیویان بھی ہوگئین مکان بھی بن گیا - خاندان بھی ہوگیا - فرزند - خویش متعلقین - درویش بہت سے فراہم ہوگئے - جب سید سلیمان کی زندگانی کا تخت برباد ہوا - تو اُنہون نے اپنا متروکہ نقد - کپڑا - دہیات - اور زراعتی زمین بہت کچھہ چھوڑا تھا - اس سبب سے فرزندون مین باہم جھگڑا تنازعہ پیدا ہوا شیخ علاول سب مین چھوٹے تھے - اور کریم الطرفین تھے - اِس سبب سے چند بھائیون نے اِن کے مارڈالنے کا قصد کرکے - آپ کے واسطے ولایت یوسفی ثابت کی - ان کی مان ان پر محبت کی نظر رکھتی ہی تھی جب اُس کو یہ حال معلوم ہوا - تو وہ سفر حجاز کا عزم کرکے آپ کو ہمراہ لیکر اُس قصبہ سے مخفی طور پر نکل آئی دن مین گرگ طینت بھائیون کے تعاقب کے خوف سے گوشہ تاریک مین چھپے رہتے تھے - اور رات مین جتنی طاقت کام دیتی تھی - راستہ چلتے تھے - **القصہ** - جب تک اس خوف سے امن حاصل نہین ہوا - اسی طرح جنگل بیابان قطع کرتے چلے گئے - چونکہ صادق نیت کا درخت - ہمیشہ مرادون کے پہل دیتا ہے اسواسطے حرمین شریفین کی زیارت سے شرف سعادت حاصل ہوا - ہرچند سال کے بعد آپ کی والدہ ماجدہ نے اپنی زندگی کی امانت موکل تقدیر کے سپرد کردی - ایک تو غربت کی محنت تھی اسپر درد فرقت اور بڑہ گیا بیت

مرہم لوام نیست میسر علاج چیست	بردرد عشق داغ جدائی فزودہ اند

ناچار شغل خاطر کے واسطے آپنے اُن اطراف مین ایک مدت تک رہ کر رسمی علوم تحصیل کیئے - اور شاگرد کتاب ہو گئے - پرکار کی طرح جہان کا گشت لگایا - اور چونکہ سفر کا آغاز نقطہ ہند سے ہوا تھا - اخیر مین پر اُسی نقطہ پر آگر ٹھیرے - مدت تک دہلی مین افادت دستگاہ شیخ لادن مفتی کے درس مین بیٹھکر تفسیرون کا مطالعہ کیا - اور اس درمیان مین ہمیشہ خواجہ بختیار کاکی کے مزار قطب المدار پر حاضر ہوکر آستانہ مین فروغ معنوی کی استدعا کیا کرتے تھے جب وقت آگیا - تو آپ کو جذبۂ مطلق نے اُچک لیا - جو حقیقی وحدت سے مقید تھا - اور دار الخلافہ آگرہ کے قیام کا حکم ہوا - آپنے شہر مذکور مین دریاے جمنا کے کنارہ حجرہ تجویز کر لیا تھا - اور اُس مین قرآن شریف کی تلاوت اور تفسیر قرآن کے مطالعہ مین مشغول رہتے تھے - اِن ایام مین فردوس مکانی بابر بادشاہ کی سلطنت کا زمانہ تھا - برد مضجعہ

آپ کے کشف وکرامات کے متعلق کسی قدر حالات ذیل مین بیان کرتا ہون -

شیخ منور چشتی لکھتے ہین - آپ مٹی گارہ کے کام مین پھنسے رہتے تھے - اور اس سبب سے مجکو حیرت دامنگیر ہوتی تھی - ایک روز آپنے فرمایا - منور - علاء الدین کا تو گل کاری کا شغل چندروزہ ہے - اِس سے زیادہ نہین ہے - لیکن تم اسی کام مین واپسین دم تک ہمیشہ مقید رہو گے - آخرکار جیسا آپنے فرمایا تھا - ویسا ہی وقوع مین بھی آیا -

شیخ حاتم سنبھلی اُس زمانہ کے باعمل علماءمین تھے - ایک دفعہ ایسا سننے مین آیا - کہ ایک درویش شرعی احکام کے دائرہ سے قدم باہر رکھکر کرامات اور مقامات کا دعویٰ کرتا ہے - جب مین شہر آگرہ مین آپ کے حضور مین گیا - تو تمام شرعی تانے بانے جو آپ کے متنبہ کرنے کے واسطے مینے اپنی قوت متخیلہ مین تن رکھے تھے - عقیدت اور اخلاص کے لباس سے تبدیل ہو گئے - اور اعتراضی مسائل کو مین عرض نہین کرنے پایا تھا - کہ شافی بیان کے ساتھ آپنے جواب دیدیا -

دانائے وقت شیخ مبارک خضر فرماتے تھے - جب مین گجرات سے دار الخلافہ آگرہ مین آیا - اور آپ کی ملازمت مین حاضر ہوکر - امیدوار بشارت ہوا - تو آپنے اس دلکش تقریر سے مجکو خوش خبری سنائی - کہ اسی سعید شہر مین تم کو قیام کرنا چاہیئے - تمہارے خاندان مین عالی درجہ فرزند - وافر علم - اور کثیر دولت - یہ نعمتین بہت جلد نصیب ہونے والی ہین - لیکن اس کے ساتھ یہ بھی ہے - کہ تمہارے سلسلہ مین ایک جان گزا آفت - اور مہلک فتنہ پیدا ہوگا - جو تہمت اور بدنامی کا باعث ہونے والا ہے - اندیشہ نہ کرنا کیونکہ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى[لہ]

لہ تمہارا پروردگار نہ تو تم سے دست بردار ہوا - اور نہ ناخوش ہوا ... [illegible]

وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰی انجام کار خیر ہے۔ شیخ مبارک نے فرمایا۔ آپکے دل خوش کن فرمانے کے بموجب آخر کار روز افزون آثار نظر آنے لگے۔

کہتے ہین شیخ نظام نارنولی۔ اپنے وقت کے قطب تھے۔ ان کو اِن کے پیر نے ان مجذوب الٰہی کی خدمت مین بھیجا تھا۔ اور فرمایا تھا۔ جس مقام مین قیام کے واسطے آپ اشارہ فرمادین۔ اسی مقام کو اپنا وطن سمجھنا چاہئے جب نظام العالم آپ کی خدمت مین پہونچے۔ تو آپ نے فرمایا۔ اے ثانی نظام تمہارے ظہور کی جگہہ نارنول ہی ہے۔ اور تمہارے کام کی رونق۔ اور اُس کا اجرا۔ اُسی مقام کے ساتھہ وابستہ ہے۔ جو اپنے وقت پر وقوع مین آویگا۔ آخر کار وقوع مین بھی۔ اُسی مطابق آیا۔ کہ جس طرح آپنے ظاہر فرمایا تھا۔

شیخ عبداللہ بخاری آپکے ہم عصر درویش تھے۔ چونکہ آپ دریاے وحدت مین نہایت مستغرق رہتے تھے۔ ربودگی کی موجین کی موجین آیا کرتی تھین۔ اور حالت سکر بالکل غالب رہتی تھی۔ اسواسطے ایک روز شیخ عبداللہ بخاری آپ کی ملازمت مین حاضر ہوئے تاکہ آپ کو ان حالات جذب سے ہوش مین لادین۔ اس عرصہ مین ایک کوزہ قند کا آپ کے سامنے آیا۔ آپ نے بخاری کے ہاتھہ مین دیدیا۔ بخاری نے دو ٹکڑے کر کے یہ کہا۔ کہ جو لذت دوئی مین ہے۔ وحدت مین نہین ہے۔ آپنے جواب مین معرفت توحید۔ اور ذوق فنا کے متعلق چند باتین اپنی زبان سے اِس طرح بیان کین۔ کہ ناصح کا دل قابو مین نہین رہا۔ دیوانگی اور ربودگی نے بخاری کی حالت مین وحدت کا مزہ پیدا کیا۔ اور جان لیا جو کچھہ نہین جانتے تھے۔

ایک شخص شیخ علاءالدین دہلوی کے خلیفہ کے بیٹے تھے۔ اِن کو اِن کے پیر نے دارالخلافہ آگرہ مین اِس غرض سے بھیجا تھا۔ کہ ہمارا سلسلہ جاری کرو۔ اور وہان کے لوگون کو ہدایت دو۔ جب ابن خلیفہ۔ سید علاءالدین مجذوب کی ملازمت مین بمقام آگرہ آئے۔ تو آپنے فرمایا تمہارے پیر نے تم کو اس شہر کی شیخی کے واسطے بھیجا ہے۔ یہ عمہ کا کوچہ۔ اور خالہ کا گھر نہین ہے۔ اِس جگہہ رہنا۔ شیرون کے ساتھہ پنجہ کرنا ہے۔ تم جیسی بکری سے یہ کام کیونکر ہوسکیگا کہتے ہین۔ دو تین روز نہین ہوئے تھے۔ کہ دستون کی بیماری ہوگئی۔ جتنا زیادہ علاج کیا گیا۔ اُتنی ہی زیادہ بیماری بڑہتی گئی۔ بالآخر۔ علاج چھوڑ کر آپ کی خدمت مین حاضر ہوئے۔ آپنے فرمایا۔ غم نہ کرو صحت ہوجاویگی اور تمہارے اجراے کار کی جگہہ قصبہ امروہہ ہے۔ ایک کمل پر آپ بیٹھے تھے۔ وہ ابن خلیفہ کو دیا۔ ابن خلیفہ نے اپنے سر پر باندہ کر وہیں کی اجازت لی۔ وہان پر اُن کو رونق حاصل ہوئی۔

شیخ راجو نام ایک جوان۔ بنی اسرائیل گروہ مین سے تھا۔ اُسنے آپ کی حضوری کو اپنے اوپر لازم کر لیا

تھا۔ رفتہ رفتہ بیان تک نوبت پہونچی۔ کہ آپ کے حالات اور عادات پر شیدا ہو گیا۔ آپ کی ایک لحظہ کی جدائی بھی اُس کو دشوار تھی۔ ایک روز آپ اوسپر مہربان ہوئے اُس کے واسطے ایک لقمہ زمین پر ڈال دیا۔ اُسنے کمال تواضع سے اور نہایت ادب کے ساتھ ہونٹوں سے اُٹھالیا۔ اور نگل گیا۔ جو نعمت وہ چاہتا تھا حاصل ہوئی آپنے اُس کو قصبہ آہار میں بھیجا۔ وہاں پر اُس کی شیخوخت رونق پکڑ گئی۔ اُس مقام پر ایک جادوگر جوگی تھا۔ وہ مباحثہ کرنے لگا۔ شیخ راجو نے موسوی ولایت کے ذریعہ سے اُس کا جادو باطل کر کے۔ اپنا گرویدہ بنالیا۔

اس قسم کی عمدہ عمدہ کرامتیں اور خرق عادات آپ کی بہت کچھ بیان کی گئی ہیں۔ لیکن چونکہ یہ مختصر کتاب اس قسم کی گفت وگو کے لئے کمتر گنجایش رکھتی ہے۔ لہذا حوالہ قلم نہیں کی گئیں۔ سید زین العابدین نام ایک عالم آپکے معتقدین میں سے ہیں۔ اُنہوں نے ہجری سنہ ایک ہزار نو میں ایک رسالہ لکھا ہے۔ جس میں آپ کے حالات تفصیل کے ساتھ تحریر کئے ہیں۔ خدا کرے۔ وہ شائقین کے مطالعہ میں آوے۔ اور جو بندہ یا بندہ بنے۔ **بیت**

من طلب کردم وصالش روز و شب	یافتم اینک بحکم من طلب

علاؤالدین مجذوب آپ کی تاریخ رحلت ہے۔
سنہ ۹۵۰ھ

یاد شیخ کمال الدین قریشی

آپ شاہ عبدالرزاق جھنجھانوی کے مرید ہیں۔ گجرات کے بنادر اعظم میں سے ایک بندر کو کہ نام بھی ہے اس بندر میں آپنے پیر کی اجازت سے قیام اختیار کیا تھا۔ اور طریقت کے اندر اہل حقیقت کے مقامات کو پہونچکر سلسلہ رہنمائی جاری کر رکھا تھا۔ بہت سے لوگوں نے آپ کی ہدایت کی بدولت کمالات اور حالات کا فرہ پایا ہے

مصرع نامستی شراب محبت نصیب کیست

یاد شیخ احمد پور نعمت اللہ

آپ کی زاد بوم چندیری ہے۔ قادر شاہ کے عہد میں مالوہ کے شیخ الاسلام تھے۔ آپ کے چوتھے دادا شیخ علاءالدین مقتول ملتان سے آئے تھے۔ اور مشیت ایزدی سے گوالیار میں قیام فرمایا۔ لیکن فرزندوں کو ہمیشہ یہ خوف دلاتے رہتے تھے۔ کہ بت پرستوں کا ایک غلبہ ہونے والا ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ جب فتنہ مذکور کا آغاز ہوا تو باشندگان گوالیار کے سر آفت آئی۔ شیخ الاسلام کے تیسرے دادا شیخ اسمعیل تھے۔ شیخ اسمعیل اہل تجرد کی جماعت ساتھ لیکر چندیری کو گئے۔ اور وہیں مکان بھی بنالیا۔ اسی جگہہ شیخ نصیرالدین ابن شیخ اسمعیل۔ اور شیخ نعمۃ اللہ ابن شیخ نصیرالدین کی علمی صورتیں اُن شرائط کے ساتھ جو وجود خارجی کو لازم ہیں۔ ظاہر وجود میں ظہور پذیر ہوئیں

اور اسی جگہ کمال استعداد کو پہونچکر عین (وجود) سے علم (عدم) کو روانہ ہوگئین - صوفیون کی اصطلاح مین اولین حالت کا نام وجود ممکن اور پچھلی حالت کا نام عدم اضافی ہے - اِن حالتون کو مبدء اور معاد بھی کہتے ہین - ان کے بعد شیخ الاسلام اپنے باپ کے جانشین ہوئے جب رانای چیتور نے چندیری کو شکست دی - تو آپ فرزندون اور عزیزون کو ساتھ لیکر دوسرے لوگون کے ہمراہ چھترہ مین چلے آئے چھترہ ایک قصبہ ہے سرکار کالپی کا - یہان کا حاکم احمد خان فیروز یہ نیک شخص تھا - اسنے آنے والون کو عزت اور تعظیم کے ساتھ لیا - اور حکم دیا - کہ یہان کے باشندون کو چاہیے - چندیری کے آفت زدون کے ساتھ برادرانہ سلوک کرین - اور اپنا ساسامان اور سرمایہ آدھون آدھ تقسیم کردین تاکہ اِن لوگون نے جو تکلیف اُٹھائی ہے - اُس کو بھول جائین **القصّہ** اہل اسلام کی خرابی جب سلطان بہادر گجراتی کے گوش گزار ہوئی - تو اُس کو غیرت آئی وہ بہت سی سپاہ لیکر روانہ ہوا - اور قلعہ چیتور کا محاصرہ کیا - جو رانا کا پرانا وطن ہے - اور بڑی بھاری لڑائی ہوئی - چونکہ لڑائی کے ذریعہ سے قلعہ کی فتح دشوار معلوم ہوئی - لہٰذا علما نے جمع ہوکر فتویٰ لکھدیا - کہ اسلام کا بول بالا ہونے کے لئے - سپہ سالار کو عقلاً اور شرعاً جائز ہے - کہ جو غیر مطیع اسلام ہین - اُن کو قسم اور صلح کے ساتھ قبضہ مین لاکر مار ڈالے - اور فریب بہانہ کے ذریعہ سے انپر فتحیاب ہووے - چنانچہ رانا کو صلح کے بہانہ سے پکڑکر تلوار سے ماردیا - اِس کے بعد سلطان شکار کھیلتا ہوا - رائسین کے قلعہ مین پہونچا - جو لوگ چندیری سے جلاوطن ہوکر چھترہ مین آئے ہوئے تھے - اُن کے بلانے کے واسطے حکم جاری فرمایا - وہ لوگ بتعمیل حکم رائسین مین آئے - سلطان اُس وقت میدان چوگان بازی مین تھا - فرمایا جلد پیش کئے جاوین - اور جلد ان کے اندرونی زخمون کا علاج کیا جاوے - چنانچہ کچھ لوگون کو تو اُن کا گیا ہوا دنیاوی اسباب جس کے مقدر مین جتنا لکھا تھا - مل گیا - اور کچھ لوگ جہان اُترے ہوئے تھے - وہین پڑے رہے - اور قناعت پر دل نہادہ ہو - انہین ایام کے قریب قریب سلطان تو گجرات کو روانہ ہوا - اور ملو خان کو جو قادر شاہ کے نام سے مشہور تھا - خبر پہونچی - کہ شیخ احمد اور نیز دیگر چند متوکل تنہائی پسند لوگ رائسین مین ہین - جن کی روزی آسمان مین ہے - یہ سنکر محبت اسلام جوش مین آئی - ایک دلسوز دانشمند کو بھیجا - اور وہ ان لوگون کو نہایت عزت اور حرمت کے ساتھ اُجین مین لے آیا آپنے بقیۃ العمر شیخ الاسلامی کی مسند پر بیٹھکر ہدایت جاری رکھی - اور جو لوگ سالک تھے اُن کو تیز روی سکھائی دسوین صدی کا آغاز تھا - کہ قلعہ اُجین مین خوابگاہ اختیار کی - دو لڑکے چھوڑے - شیخ جمال - اور شیخ عبد القادر

مصرع بادا دل سلیم نصیبش ز کردگار ؎

یاد مخدوم اعظم مولانا خواجگی احمد

آپ جلال الدین کے بیٹے ہین - جو دوست محمدؒ کاشانی قلیچی کے بیٹے تھے - اور دوست محمدؒ کاشانی
شیخ برہان الدین قلیچ کے پوتون مین سے ہین - جو عبد لیقی نسب حنفی مذہب تھے - اور کاشان فرغانہ مولد تھا -
آپ کی تلقین سے عقل کے آئینہ کو صیقل ہوتا تھا - اور نیز تلقین کے آئینہ مین شاہی حقیقتین نظر آتی تہین
مولانا محمدؒ قاضی کے مرید تھے - جو خواجہ احرار خواجہ عبید اللہ باغستانی کے بزرگ خلفا مین سے ہین - آپ
کے وصال کی تاریخ جس کو عوام وفات کہتے ہین - ہجری سنہ نوسو انچاس ہتا - اور ہجران کا زمانہ جس
کو لوگ زندگانی سے تعبیر کرتے ہین - اٹھتر سال بتاتے ہین - جن ایام مین والی ملک ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ
گرگانی تیموری نے ہندوستان فتح کرنے کا ارادہ کیا تہا - اُن ایام مین سلطان ابراہیم لودہی ملک
دہلی کا بادشاہ تہا - اُس کے ساتھہ بڑی بہاری لڑائی ہٹی - چونکہ گرگانی فوج نے لڑائی کی طاقت اپنے مین نہ دیکھی
تو سپہ سالار کا بیان ہے - کہ مینے حلیہ احراریہ کا تصور کیا - ایک سوار نظر آیا - جس کا گھوڑا اور لباس دونون سفید
تھے - اور اُس نے فوج دشمن کے ساتھہ تلوار سے مار دہاڑ شروع کردی - تھوڑے عرصہ مین وہ لڑائی فتح ہوگئی
اور لودہی کی فوج نے بہاگنے کو غنیمت بلکہ باعث زندگانی سمجہا - سپہ سالار کا بیان ہے - کہ مینے اُس حلیہ کو
عبارت مین لکھہ لیا - جب لڑائی کا شور و غوغا فرو ہوا - تو مینے یہ واقعہ دانشمندون کے روبرو بیان کیا - جو میرے
پاس تھے - اُس مجلس مین اس خانوادہ کے بزرگون مین سے بہی ایک صاحب تھے - اُنہون نے فرمایا - کہ یہ حلیہ
مولانا خواجگی احمد کا ہے - مینے اُسی روز میر قوزی کو جو میرے امیران اعظم مین سے تھے وہ حلیہ کا ورق اور اُس
کے ساتھہ بہت کچھہ تحفے اور ہدیے دیکر آپ کی خدمت مین روانہ کیا - اور یہ چند بیت نیاز نامہ مین لکھکر اپنا
ضمیر آپ پر ظاہر کیا - **قطعہ**

در ہوائے نفس گم رہ عمر ضائع کردہ ایم	پیش اہل اللہ از اطوار خود شرمندہ ایم
یک نظر بر مخلصانِ خستہ دل فرما - کہ ما	خواجگی را ماندہ اکنون خواجگی را بندہ ایم

رباعی

درویشان را اگرچہ نز خویشانیم	لیک از دل و جان معتقد ایشانیم
دور است نگوی شاہی از درویشی	شاہیم ولے بندہ درویشانیم

بہت سے بیدار مغز لوگ آپ سے بیعت تھے - کسی قدر آپ کی معرفت اور ہدایت کے حالات آپ کے بزرگوار

خلفا - اور فرزندون کی یادداشتون سے معلوم ہون گے۔ انشاء اللہ العزیز - خدا کرے - یہ حالات شائقین حکایات سے مخفی نہ رہین -

چونکہ راقم تعریف اور پسندیدہ عادات کے لکھنے مین شبدیز قلم کی باگ کھینچی ہوئی رکھتا ہے - لہذا اُس کو جولانی مین سرپٹ نہ کر کے - تمام تعریفات اور پسندیدہ عادات کو نہایت تنگی کے ساتھ ظاہر کرتا ہے - ورنہ اس صاحب ذکر کی سرشت مین بہت کچھہ بزرگیان - اور بزرگیون کی استعداد موجود ہے - راقم اِس صاحب ذکر کی تعریف مین نثر اور نظم کے بے انتہا پھول نثار کرتا - بلکہ ہر ایک کی یادداشت مین فصیح البیانی کام مین لا کر تحفہ پذیر آنے والون کے سرمایہ کے واسطے ایک عمدہ یادگار چھوڑتا - لیکن پھر بھی بحکم مصرع

باب و رنگ و خال و خط چہ حاجت روے زیبا را

تحریر سے کام معلومات کی ضروری باتین ضبط مین لانے کے علاوہ نہین لیا ہی مصرع مدح او از شمار بیرون ست

یاد مولانا محمد مجد

تمام علوم مین آپ کی طبیعت رسا تھی - سلطان محمود ابن مظفر ابن محمود کا زمانہ تھا - کہ آپ حجاز سے گجرات مین آئے تھے - سلطان آپ کا شاگرد ہوا - اور خدا کا شکر ادا کیا - اور آپ کا رتبہ بلند کرنے مین کوشش بیان تک کی - کہ آپ کی ٹال ٹول چنیاں نہ کر کے - جملۃ الملکی کا منصب اور خداوندخانی کا لقب عطا فرمایا - اسی طرح پر سلطان محمود کے بیٹے سلطان بہادر نے بھی آپ کی تعظیم مین باپ کے مراسم پر کچھہ زیادہ ہی کیا - جن ایام مین جنت آشیانی نصیر الدین ہمایون شاہ نے برد مضجعہ صوبہ گجرات فتح کیا - اور سلطان بہادر اپنی قلمرو کو فوج سے خالی چھوڑ کر دریا پار کے جزائر مین بھاگ گیا - تو اُس وقت آپ گجرات مین ہی تھے - جنت آشیانی سے ملاقات کی - تعظیم و تکریم کے مدارج ادا ہوئے - شاہی عنایت کی کشش آپ کو لشکر کے ہمراہ دہلی مین لے آئی - یہ دلکش مقام آپ کے دل کا دامن پکڑ بیٹھا - ناچار قیام کرنا پڑا - شیر شاہ سور کا زمانہ تھا - کہ آپ دار السرور کو روانہ ہو گئے - آپ طبقہ مغربیہ احمدیہ مین بیعت تھے - اور اُسی سلسلہ کے پیرون کی روش پر طریقت کا سلوک بھی رکھتے تھے -

یاد شیخ چندن دِسوری (مندسوری)

آپ شیخ بدہا کے بیٹے تھے - اور شیخ بدہا کے باپ کا نام شیخ جیجو تھا شیخ صدر الدین خاموش چشتی کے مرید تھے - موثر دم مسیحائی انفاس - اور ظاہر و باطن کی شست و شو کمال درجہ پر رکھتے تھے - ایزدی جذبات اور سلوک کے مقامات بھی آپ کو حاصل تھے - آسمانی خزانون کے دروازے آپ کے ہاتھہ پر کھلے ہوئے تھے - ہمیشہ کیا نقد اور

کیا جنس بقدر احتیاج - اور بقدر خواہش - خواستگارون کو بے تامل دیا کرتے تھے - ہر ایک فن کی کتابین فراہم کر کے - غیر ذی استطاعت علما اور طلبا کو بہونچایا کرتے تھے **القصہ** سائل کا محروم رہنا اپنے اوپر حرام جانتے تھے سلطان بہادر گجراتی - آپ کا معتقد باارادت تھا - اس سلطان کے زمانہ مین بہوپت راے رالیسینی کے ساتھ آپ کے اعزہ اور درویشون کی لڑائی ٹھنی ہوئی تھی - آپنے اعلاے کلمۃ اللہ کی غرض سے اِن لوگون کی امداد دین بڑی بہاری لڑائی کی - آپ کے قبیلہ کے بہت سے لوگ درجہ شہادت کو پہونچے -

کہتے ہین شیخ منجھو اجمیری - سفر حجاز سے ہند کی طرف واپس آئے - تو ایک بہاری زنجیر اپنے پانون مین اس شرط پر ڈال لی تھی کہ مشائخ مین سے جس کسی کے دیدار سے یہ بہاری زنجیر اُن کے پانون سے بآسانی نکل جاویگی اُسی کی بیعت کا طوق اپنی گردن مین پہنونگا - اسی طریق پر منزل در منزل طے کرتے ہوئے - دسور (مندسور) مین آئے - شیخ دان - اور شیخ سلطان شیخ چندن کے بزرگ خلفا مین سے تھے - اونکی شیخ منجھو نے اِن بزرگوان کی ملازمت حاصل کی - اور زنجیر ڈالنے - اور کھولنے کی شرط بھی بیان کی - اِن بزرگون نے فرمایا - بیشک پیر بزرگوار کے مشکل کشا جمال سے یہ عقدہ حل ہو جاوے گا - جب عہد پورا ہوا - اور جیسا کہا تھا - ویسا ہی وقوع مین بھی آیا - تو اُسی دم مرید ہو گئے - **بیت**

زبار ہستی خود گر کسے جریدہ شود	ببارگاہ وصالش سبک رسیدہ شود

اس قسم کی آپ کی باتین جو خارق عادات ہین - لوگ بہت کچھ بیان کرتے ہین - تیئیسوین رمضان ہجری سنہ نو سو ترپین مین آپ عالم علوی کو کوچ فرما گئے - خوابگاہ ٹوڈی جو ایک پشتہ ہے دسور (مندسور) کے کنارہ کہتے ہین - آپ کے جد امجد شیخ جھجو - راؤ کے سکندرہ مین قیام رکہتے تھے - تقدیر سے ترک وطن کر کے سیاحی کا ارادہ کیا تہا لیکن آخرکار آب و دانہ کی زنجیر آپ کے سیاح پانون مین پڑی - اور مندسور کے اطراف مین مقیم کیا - شیخ موسی اُجینی - شیخ لال گجراتی - اور شجاعت خان پدر باز بہادر خان افغان - جو چند سال حاکم مالوہ بھی رہ چکے ہین - آپ کے مریدون مین سے تھے - **رحمہم اللہ**

شیخ چندن کے بیٹے شیخ محمد ہین - ہجری سنہ ایک ہزار چودہ مین اسی برس کی عمر ہے - یہی سجادہ نشین ہین - صورت بالکل درویشون کی - تن صوفیون کا - دل سادہ - اور خدا دوست پیر ہین - اللہ تعالی انجام بخیر کرے - جو کچھ لکھا گیا ہے - یہ سب اُنہین کے بیانات پر سے لکھا گیا ہے -

یاد سید زاہد

آپ شاہ بدہا کے بیٹے تھے۔ شاہ بدہا کے باپ کا نام حمزہ ابن قطب ابن عمر ابن جلال تہا۔ قدس اللہ اسرارہم آپ کی زاد بوم اور خوابگاہ دونوں قصبہ سیارن ہین شیخ محمد عیسیٰ جونپوری کے خلیفہ ہین۔ جو دو واسطہ سے نصیر الاولیا چراغ دہلی کو پہونچتے ہین۔ کہتے ہین۔ آپ کا سر زانوے مراقبہ کے سوا۔ کچھہ جانتا ہی نہین تہا۔ اور آپ کی آنکہین گریہ شوق کی سوا۔ کوئی چیز پسند ہی نہین کرتی تہین۔ آپکے سینہ مین شورش عشق کی سوا کسی قسم کا خیال نہین تہا اور آپکے ضمیر مین یاد مولیٰ کے علاوہ کوئی بات نہین آتی تہی۔ آپنے زندگی کا تمام زمانہ۔ مراقبہ اور انتظار مین ہی گزار دیا شیخ قاضن شطاری۔ جو شاہ عبد اللہ شطاری کے بڑے خلیفہ تھے۔ آپکے داماد ہین۔ اور شاہ ابو الفتح ہدیۃ اللہ پسر شیخ قاضن شطاری در پیر بابا حاجی حمید الدین حصور آپ کی دختر سے ہین مصرع وفرزند خلاص باد انامہ اعمال او

یاد مولانا قاضی خان

آپ یوسف ناصحی کے بیٹے ہین۔ جلال الحق آپ کا لقب ہے۔ زاد بوم ظفر آباد جونپور ہے۔ بیعت کا شجرہ اور خلافت کا خرقہ۔ شیخ حسن طاہر کی خدمت سے پایا تہا۔ قدس سرہما کشفی اور لدنی علوم سے کافی طور پر حصہ آپ کو ملا تہا۔ والا فطرت اصحاب جو دوئی سے بالکل علیحدہ ہین۔ ان کی اصطلاحات سمجھنے مین آپ یکتاے زمانہ تھے۔ آپکے پیر اپنی حیات مین سالکان طریقت کو آپکے حوالہ کر دیا کرتے تھے۔ بلکہ اپنے فرزند شیخ عبد العزیز کو بھی آپکے سپرد کر دیا تہا۔ تاکہ آپ اُن کو خداشناسون کے پسندیدہ افعال تعلیم کر دین۔ اس قدر زیبایش جو پیرزادہ کے حالات مین پائی جاتی ہے۔ آپ کی ہی پرورش کی بدولت ہے۔ آپ کی رحلت کا سال دسوین صدی کا دوسرا نصف حصہ ہے۔

یاد شیخ محمد عینی

آپ کے بزرگ اسوۃ الاولیا عین القضاۃ ہمدانی قدس سرہ کو پہونچتے ہین۔ ہمدان سے آپ ہرمز ہوتے ہوئے گجرات مین آئے۔ اور احمد آباد مین بود و باش اختیار کی۔ یہان آپ کے فرزند ہوئے۔ جو دانشمند اور خداشناس تھے۔ سب مین بڑے شیخ شہاب الدین تھے۔ جو دینداری۔ طلب علم۔ اور تعلیم علم مین پوری دستگاہ رکہتے تھے۔ یہی باپ کے بعد جانشین بھی ہوئے۔ اور شیخ شہاب الدین کے بھی کئی بیٹے تھے۔ جن مین سے ایک شیخ حسن کو سجادہ نشینی کا درجہ ملا تہا۔ دوجہانی کمالات اِن کے گرداگرد گشت کرتے رہتے تھے۔ ان کے بعد اِن کے لڑکے شیخ خان نے خاندان کی رونق بڑہائی۔ ان کا جمال اور حال۔ صلاحیت۔ اور پرہیزگاری کے ساتھہ

آراستہ تھا۔ ان مذکورہ بالا چارون شخصون کی خوابگاہ احمد آباد ہے مصرع بادا لبالب ازمی دیدار جام شان

یادشاہ منصور

آپ شاہ بہکاری کے مرید ہین۔ جن کی خوابگاہ برہان پور متعلقہ دار الخلافہ صوبہ خاندیس مین ہے الٰہی جذبات مین بیخود تے۔ اور دریاے توحید مین ڈوبے ہوئے تھے۔ عالم جوانی مین سپاہیانہ رنگ اختیار کر رکہا تہا۔ اور وجہ معاش راہزنی کے ذریعہ سے تہی۔ ایک روز پیر کی خانقاہ مین عام دعوت تہی۔ آپ کندہے پر تلوار ٹھکائے ہوئے پہونچے۔ اور زور کے ساتہہ کہانا مانگا۔ پیر نے فرمایا۔ کیا درویشون کا سکبا کہانے کی تم کو طاقت ہے۔ جواب دیا۔ ہان۔ یہ سنکر پیر نے اپنے ہاتہہ سے ایک لقمہ آپ کے منہ مین دیا۔ لقمہ ہنوز حلق مین اُترنے نہین پایا تہا۔ کہ بیہوش ہو گئے۔ بہت دیر تک یون ہی خاک پر پڑے رہے۔ اس کے بعد چند روز تک کوچہ و بازار مین مجنونانہ برہنہ پہرتے رہے۔ جب کسی قدر سکون ہوا۔ تو قلعہ کے دربار کے سامنے بیٹہہ گئے۔ صبح سے لیکر شام تک آپ کے گرد آدمیون کا ہجوم بنا رہتا تہا۔ آپ جو کچہہ کہہ دیتے تے۔ اخیر مین ویسا ہی ہو جاتا تہا گجرات سے معاودت کے وقت جنت آشیانی ہمایون بادشاہ بہی آپ کے دیدار کے واسطے حاضر ہوا تہا۔ اور آپکے ارشاد کے بموجب صوبہ خاندیس سابقہ والی اور حکام کو سپرد کرکے کوچ کر گیا شیخ عثمان ابن لادن جو راقم کے ہمسایہ ہین۔ اُس مجمع مین حاضر تے۔ فرماتے تے۔ اولاً آپ نے جنت آشیانی کے ترکش سے ایک تیر نکالا اور اُس کے تین پر اُکہاڑ کر جب ایک پر باقی رہ گیا۔ تو اُس تیر کو پہر ترکش مین رکہہ دیا۔ اور ابریق خاص کو آبدار کے ہاتہہ سے غصہ ہو کر لیا۔ اور اُس کا پانی زمین پر گرایا جب اُس مین تہوڑا سا پانی رہا۔ تو ابریق پہر آبدار کے سپرد کر دی۔ اُس وقت چند رمز شناس بزرگ حاضر تے۔ اُنہون نے فرمایا۔ تیر کا ایک پر باقی رکہنا۔ علامت اس بات کی ہے۔ کہ فرزندان بادشاہ مین سے ایک فرزند عالمگیر ہوگا۔ اور ابریق مین تہوڑا سا پانی باقی رکہنا۔ خبر دیتا ہے۔ کہ بادشاہ کی عمر کم رہ گئی ہے۔ بالآخر جو تعبیر دی گئی تہی۔ وہی موافق تقدیر ہوئی۔

ملک زین الدین جنہانی فرمان رواے گجرات کے وزیر تے۔ ان کے علم کی عروس عمل کے زیور سے آراستہ تہی بیان کرتے تے۔ کہ بابا منصور ایک روز فرماتے تے۔ آغاز جوانی مین میرے یہان دنیادی رونق زیور اور سامان سلطنت بہت کچہہ تہا۔ ایک رات ایک مجذوب کی نظر میرے اوپر پڑی جو تاثیر کر گئی۔ یعنی اُس نظر سے سر مین شورش پیدا ہوئی۔ جب مین اپنے گہر آیا۔ تو مینے اپنی راز دار بیوی سے کہا۔ میرا دل دنیاوی خیالات سے سرد ہو گیا ہے۔ مین چاہتا ہون کہ کل کے روز جو کچہہ میری ملک مین ہے سب حاجتمندون کو اور فقراے ہمسایہ کو دیدون۔ اور جس قدر

خوراک اور لباس کے واسطے کفایت کرے۔ صرف اُسی پر قناعت کرون۔ بیوی بڑی بلند ہمت اور رابعہ وقت تھی۔ جواب دیا۔ کہ ایسے عزیز مہمان (خیال نیک) کی ضیافت صبح پر موقوف رکھنا جوانمردی اور مروت کی بات نہین ہے۔ یہ پاک خیال جو دل مین پیدا ہوا ہے۔ اس کو اسی وقت عمل مین لانا چاہیے۔ اور بے تامل اپنا زیور۔ بدن پر سے اُتار کر اور پتھر سے ٹکڑے ٹکڑے کر کر محتاج ہمسایون کو تقسیم کر دیا۔ سوا اُس قدر کے جو ستر عورت کو کافی ہو۔ گھر مین کچھ نہین رکھا۔ رفتہ رفتہ میری دیوانگی بڑھنی شروع ہوئی۔ یہان تک کہ مجکو ننگی کی بھی خبر نہ رہی۔

ملک زین الدین یہ بھی فرماتے تھے۔ کہ ایک روز چند بزرگانِ دین نماز کے واسطے تیار تھے۔ اتنے مین بابا منصور دور سے آتے ہوئے نظر آئے۔ اور آکر امام کی جگہہ جا کھڑے ہوئے۔ اور الفاظ اِیَّاکَ نَعْبُدُ بتکرار کہنا شروع کئے۔ میری عجیب حالت ہوئی یعنی الاحسان ان تعبد کانک متراہ [۵۵] کی تجلی مینے مشاہدہ کرلی۔ ایسا اثر ہوا۔ کہ میرے دل کی آنکھین روشن ہوگئین۔ اِس درمیان مین بابا نے پھر کر میری طرف دیکھا۔ اور فرمایا نماز ایسا ہی چاہیے۔ اور نہایت عجلت کے ساتھہ صف مین سے نکل کر چلے گئے اس وقت تک اُس ایک لحظہ اقتدا کی۔ اور ایک رکعت نماز کی لذت دل سے نہین جاتی ہے۔ اور مینے اپنی عبادت مین ویسی ربودگی پھر کبھی نہین دیکھی۔

یادِ شیخ عبدالملک قاری

آپ کے باپ شیخ عبداللہ ابن شیخ صالح ابن محمود غزنوی خالدی تھے۔ آغاز ہوش مین تحصیل علم کا شوق پیدا ہوا جس نے آپ کو مسافر بنایا۔ آپ اپنے شہر سے چل کر ہری مین پہونچے۔ اور جہان اب زیارت گاہ ہے۔ وہان بود و باش اختیار کی۔ سب سے اول یہ کام کیا۔ کہ حافظ محمود تابادگانی کی خدمت مین کلام ربانی حفظ کیا۔ ایک صاحب حافظ عثمان ہروی صاحب ولایت اور جامع انواع علوم تھے۔ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ مینے عالم مثال مین حضور خاتم النبوۃ **علیہ افضل التحیۃ** کی تعلیم سے کسبی اور وہبی علوم کی مشکلات حل کی ہین۔ اور چالیس برس کامل خواجہ خضر **علیہ السلام** کی صحبت سے اکتساب کمالات کیا ہے۔ آپ نے کلام مجید حفظ کرنے کے بعد ان حافظ صاحب کی ملازمت مین شاگردی کی۔ اور عثمانیہ فضیلتون سے مشرف ہوئے۔ آپ شیخ زین الدین خوافی کے مرید و خلیفہ ہین۔ آپکے اِس قسم کے اسباب بزرگی بہت سے ہین۔ جب سلطان سکندر لودھی نے متواتر منشین بھیجین۔ اور اُن مین آپ کی تشریف آوری کی خواہش ظاہر کی۔ تو چونکہ التماس کا قبول نہ کرنا۔ خانہ مروت کی عمارت

---

[۵۵] ہم تیری ہی عبادت کرتے ہین ۱۲ [۵۵] خوبی کی حقیقت یہ ہے کہ اے مخاطب تو اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرے۔ کہ گویا تو اُس کو دیکھتا ہے ۱۲

ڈہا دینا ہے۔ لہٰذا آپنے التماس سلطانی قبول فرماکر دارالخلافۃ آگرہ مین تشریف شریف ارزانی فرمائی۔ اور یہان پر بے شمار لوگون نے آپ کی خدمت سے بے انتہا فیض پایا۔ ایکسو تیس سال کی آپ کی عمر ہوئی۔ اِس تمام مدۃالعمر مین رندی آسمانی ہی رہی۔ کسی فرمان روا یا کسی حاکم سے معین طور پر کچھ نہین لیا۔ ماہ رجب ہجری سنہ نو سو چہبین مین ملک معنوی کو رخصت ہو گئے۔ خوابگاہ آگرہ۔

یاد شیخ عبدالحکیم ابن شاہ باجن

آپ اپنے باپ کے مرید بھی ہین۔ اور خلیفہ بھی ہین۔ اور آپکی خوابگاہ بھی اُنہین کے روضہ مین ہے۔

قدس سرہما شیخ احمد رئیس۔ اور ملک شیر خلوتی پسر ملک مشائخ۔ یہ دونون شخص آپکے بزرگ خلفا مین سے ہین ان دونون بزرگوارون کا بیان ہے۔ ایک روز آپ کی ملازمت مین اس قسم کی بات نکلی۔ کہ باوجودیکہ ضعیفی۔ لاغری۔ اور ریاضت۔ حد درجہ کی بڑہی ہوئی ہے۔ مگر مخدوم کا جوش و خروش۔ سماع کے وقت اِس قدر دیکھنے مین آتا ہے۔ کہ کسی دوسرے شخص کو آغاز شباب مین بھی میسر نہوگا۔ فرمایا۔ کم و بیش سات برس کی عمر تہی کہ مرض چیچک مین مبتلا ہوگیا تھا۔ اور اُس بیماری مین بدن سے جان نکل گئی تہی۔ پدر بزرگوار کی خدمت مین خبر پہونچی۔ کہ عبدالحکیم گزر گیا۔ فرمایا۔ جس طرح سے ممکن ہو۔ یہان تک لاؤ۔ جب مین حاضر کیا گیا تو آپنے رحمۃ اللّٰہی گودڑی اور مسعودی خرقہ مین مجھکو لپیٹ دیا۔ اور یہ بات زبان پر لائے۔ کہ اِس بیمار کی موت اور زندگی دونون میںنے اِن دونون بزرگوارون کے باطن کو سپرد کر دی ہین۔ اور خود بھی ازراہِ عجز و نیاز اپنا سر مراقبہ مین جہکا لیا ایک گھنٹہ بعد میرے بدن مین حس و حرکت پیدا ہوئی۔ اور صحت و تندرستی کا چشمہ اُبل نکلا۔ آج کے روز جو طاقت آپ لوگ درویش کے سماع مین دیکھتے ہین اس کو بالکل اُسی تفویض کا پرتو جاننا چاہئے ورنہ مجھکو عجز اور کمزوری نے بالکل توڑ مروڑ کر رکھ دیا ہے۔

آپ یہ بھی فرماتے تھے۔ شاہ باجن نے رحلت فرمائی کے روز مسعودی جبہ درویش کو عنایت فرمایا تھا اور تھوڑا سا پرہیزی شوربا مین سے بھی دیا تھا۔ اور انواع و اقسام کی مہربانیان فرماکر یہ خوشخبری سنائی تہی کہ جس قدر فیض و فضیلت بزرگانِ دین سے باجن کو ملی تہی۔ آج کے روز عبدالحکیم کے حوالہ کی گئی۔

مصرع

بادل گنج آلٰہی حکمتش

یاد شیخ حسن خطاط

آپ شیخ محمود انصاری شیرازی کے فرزند ہین۔ درسی کتابون کی تحصیل آپنے اپنی زاد بوم مین کر کے خوشنویسی

مین بھی ناموری حاصل کی تھی - کہتے ہین جن ایام مین ملک فارس ۔ شاہ طہماسپ ابن شاہ اسمٰعیل صفوی شاہ خراسان کی قلمرو مین شامل ہوا - اُس نے شاعرون کے گروہ کو قبول شیعی مذہب پر لوگون کو برانگیختہ کرنے کے واسطے مقرر کرنا شروع کیا - آپنے تمام خانہ نشینون سے علیحدہ اپنی والدہ ماجدہ کو ہمراہ لیکر خشکی کے راستہ سے حرمین شریفین کا قصد فرمایا - اور ان دونون مقدس بافیض مقامات مین ایک عمر تک رہ کر حدیث کی سند وہان کے علماے صحت کے ساتھ حاصل کی - اور پھر دریا پار کے راستہ سے گجرات مین آئے - اُس وقت سلطان مظفر گجراتی بزرگ کا عہد تھا - یہان پر چند روز بزرگون کی بلازمت مین رہ کر افاضہ و استفاضہ کا بازار گرم رکھا - جب سلطان سکندر لودھی کا زمانہ شروع ہوا - تو آپ گجرات سے آگرہ کی طرف روانہ ہوئے - لودھی نے آپ کی خدمت گذاری - دلجوئی - اور تعظیم کی - اور قیام آگرہ کے واسطے التماس کیا - چونکہ التماس کا قبول کرنا عمدہ عادات کی خصوصیات مین داخل ہے - لہذا آپنے کندھے سے کمل اُتار کر مکان بنانے کے ارادہ سے زمین پر بچھا دیا - اور سلطان کی خواہش کو قبول فرمایا - اس کے بعد لودھی اور نیز جو کوئی وہان کا فرمان روا ہوا - وہ آپ کی خدمت ضرور کرتا رہا - وہ ہمیشہ آپ کی خلوت اور انجمن کی حاضری کا طالب ہی رہتا تھا - روایت ہے کہ اکثر پرستاران خانہ - خوش خطی صحیفون کے سرورق کی صفائی - اور طلائی رنگ آمیزی کے کام مین کامل مہارت رکھتی تھین - اور لوگ اس پیشہ کا اس درجہ پر ہونا - آپ کی خرق عادات مین سے سمجھتے تھے - شیخ زین نے جو جنت آشیانی ہمایون شاہ کے صدر تھے - اپنے اشعار مین آپ کی فضیلت کی تعریف فرمائی ہے

مصرع ہست شعر من ز عقل و نقل خواہم شنود ؎ جامع المعقول و المنقول مولانا حسن نے تاریخ جو تھی - تو جب ہجری سنہ نوسو چھپین کو صفحۂ دنیا سے رقم ہستی مٹائی - اور قلم سے آخرین نامہ کا لکھنا شروع کر کے خط نسیخ ختم کیا

مصرع نام او برلوحِ دل مرقوم باد ؎ آپ آگرہ مین دفن ہین -

یاد شیخ امان اللہ پانی پتی

آپ کا نام عبد الملک ابن عبد الغفور ہے - قدس سرھما - شیخ محمد حسین قادری سے آپ بیعت بھی ہین - اور خلافت بھی رکھتے ہین - اور رسمی علم بالخصوص علم تصوف کی تحصیل مین شیخ محمود معروف دولاری کے شاگرد ہین جنکے کسی قدر حالات لکھے جا چکے ہین - وحدت وجود کے بارہ مین آپ کی تحقیقات سے شیخ محی الدین عربی کا زمانہ یاد آتا تھا - فصوص اور فتوحات وغیرہ کتب صوفیہ کی تمام مشکلات بآسانی بیان فرمایا کرتے تھے - ہمیشہ ہم رازدن سے کہا کرتے تھے - اگر اہل زمانہ - خودداری کی عادت چھوڑ کر انصاف سے کام لیوین - تو وحدت وجود کے

مقدمات عقلی ونقلی دلائل سے ادنیٰ واعلیٰ کے ذہن نشین کردئے جاوین - اور نیز فرمایا کرتے تھے - مینے سلوک کی بدولت رسمی علم کے تنگ وتاریک کوچہ سے نکل کرالٰہی معرفت کے میدان مین قدم رکھا ہے - اور کشف وکرامات کے بارہ مین دو تین میدان سب سے آگے ہی بڑہا رہا ہون - وحدت وجود کے مقام کو اہل تصوف طاقت عقل سے باہر سمجھکر کشف صحیح کے حوالہ کردیا کرتے ہین - آپنے عنایت ایزدی کی مدد سے عقل کو اس عالی مقام کی سرحد تک پہونچاکر سولہ معقول دلیلین باسپر قایم کی ہین - مولانا جامی قدس سرہ کی کتاب لوائح پر ایک شرح لکھی ہے - جو علم تصوف کی تمام ضروریات کو حاوی ہے - اور مذکورہ بالا سولہ معقول دلیلون مین سے بعض دلیلین اس شرح مین بھی لکھی ہین - جو شخص تلاش کرےگا - وہ اِن کلیات تصوف کے مطالعہ سے اپنی مقصد مین کامیاب ہوگا تاریخ بارہوین ربیع الآخر ہجری سنہ نوسوستاون کو عنصری عالم سے رخصت ہوکر دائمی خوابگاہ اُسی شہر مین ختیار کی جس مین بزمانہ حیات قیام تہا - مصرع با کشف اہل دل مقبول او -

یاد قاضی مینا

آپ کے پدر بزرگوار کا نام یوسف ابن حامد ابن ابوالمفاخر ابن یسین منڈو (مانڈو) والا تہا - آپ نقلی اور عقلی دونون علمون مین یکتائے زمانہ تھے - آپ کے حالات کسی قدر اس طرح پر ہین - الٰہی مشیت سے بہائیون کی مخالفت نے آپ کو صغر سنی مین ہی - وطن سے نکال کر چندیری کا مسافر بنایا - یہ سرگردانی اور پریشانی آپ کے کسب کمالات کا باعث ہوئی - یہ بالکل سچ ہے - جو یوسف منش ہوتے ہین - وہ قعر چاہ سے ہی مصر جاہ کو پہونچا کرتے ہین - **القصہ** - جس سال راناے چیتور نے فتح پاکر چندیری کو شکست دی - تو چندیری کے باشندے آوارہ ہوئے - آپنے بھی اسی حادثہ مین دوسرے بزرگون کے ساتہ ہجرت کرکے ایک مدت تک جتہرہ مین لبسر اوقات کی - جب آپنے ملوخان کی درویش دوستی اور آنے والون کے ساتہ عزت اور حرمت سے پیش آنے کا شہرہ سنا - تو جتہرہ سے دارالاسلام منڈو (مانڈو) مین آئے - ایک مدت تک ملوخان کے وزیر سیف خان نے جس کو آپ کے ساتہ نسبت خوشیی ہی تہی - ضروریات وقت مین آپ کی مدد کی - اور آپ کے آنے سے ملوخان کو آگاہی نہین دی - اِس سبب سے آپ بہت پریشان خاطر اور غمگین رہا کرتے تہے - اتفاقاً کسی تقریب سے ایک دوسرے وزیر نے ملوخان کے حضور مین آپ کی تشریف آوری کا حال عرض کردیا - کہ ایسا عالم شخص جتہرہ سے آیا ہے - اور سیف خان نے حضور سے چہپاکر اُس کو اپنے واسطے پسند کیا ہے - شاہ نے یہ خبر پاکر دونون کو مجلس خاص مین بلایا - اور آپکی مصاحبت سے بہت خوش ہوا - آپ کے خاندان وآپ کے بزرگون کے حالات دریافت

کرنے شروع کئے معلوم ہوا کہ آپ کے تیسرے دادا شیخ لیسین سلطان محمود خلجی کے زمانہ مین منڈو (مانڈو) کے قاضی تھے - یہ سنکر شاہ نے منصب قضا کا خلعت ارث اور استحقاق کے طور پر آپ کو عطا فرمایا - اور اپنا ہم نشین کیا - مصرع یاد روزی اور ضیا بہ قضا ؎

یادِ شیخ چکن کھندوتی

آپ کا باطن اخلاص و اخلاق کے ساتھ آراستہ - اور آپ کا ظاہر زہد اور صلاح کے ساتھ پیراستہ تھا - قصبہ کھندوت جلال پور سرکار کالپی مین ہے - یہی آپ کا وطن - مولد - اور مرقد ہے - آپ اہل دول کے ساتھ تونگرانہ پیش آیا کرتے تھے - ملوک زمانہ کے سامنے اپنی احتیاج ظاہر نہین کرتے تھے - یوسفی ولایت بھی رکھتے تھے آنے والے واقعات مثالی صورت مین آپ کو ظاہر ہوجایا کرتے تھے جس سال مین جنت آشیانی ہمایون بادشاہ نے شیر خان سور پر چڑہائی کی ہے - چونکہ کتابت کے ذریعہ سے شیخ کی بادشاہ سے ملاقات تھی - اسواسطے رقعہ لکھا - کہ اِن ایام مین درویش کو عالم مثال مین ظاہر ہوا ہے - کہ ایک پرند کا بچہ - ایک باز کے بازو پر بیٹھا ہوا باز کے سر پر ٹھونگین مار رہا ہے - میرے نزدیک یہ بہتر ہے - کہ لشکر کشی کسی دوسرے وقت پر منحصر رکھی جاے - اِس پیغام کو درجہ قبولیت نہین ملا - اور جو نامناسب حالت آسمانی کاغذ مین لکھی ہوئی تھی - اُس کا ظہور ہو گیا ہجری سنہ نوسو اکتالیس مین عنصری جسم چھوڑ کر مثالی عالم کو روانہ ہوئے - مصرع یاد وحدت سیر گاہِ جانِ او -

یادِ شیخ جلال

آپ شیخ عبد اللہ کے بیٹے - اور شیخ یوسف کے بھائی ہین قدس سرہم - عبارت آرائی - ادائے معانی اور کاغذی حروف کے سمجھنے مین اپنے وقت کے ایک ہی تھے - آپنے ہجری سنہ نوسو تیئس مین عالم غیب سے عالم دنیا مین ظہور فرمایا - سات برس کی عمر تھی - کہ کلام ربانی حفظ کر لیا جب بارہ برس کے ہوئے تو کتب متداولہ کی تحصیل پوری کر کے بیسوین سال مین اپنی درس دینے سے پدر بزرگوار کے مدرسہ مین ایک تازہ رونق پیدا کی اور مختلف خطوط مین خوش نویسان زمانہ کے اندر سرگردہ ہوئے - اُنتالیس سال نشاط زندگی حاصل کیا - پہر ہجری سنہ نوسو باسٹھ مین اسی عمدہ آراستگی و پیراستگی کے ساتھ جیسی بیان کی گئی ہے - الٰہی دیدار کی جلوہ گاہ کو چلے گئے - اس حیرت افزا واقعہ کا مجمل بیان اس طرح پر ہے - کہ صدر الذکر سال مین جب سلیم خان پسر شیر خان سور آنجہانی ہوا - جو فرمان روائے وقت تھا - تو تاریخ چودھوین ماہ ذی قعدہ کو دولت خان پسر غازی خان بیانہ سے دوش بلا کر دار الخلافہ آگرہ مین آ پہونچا - پندرہوین تاریخ گوشہ نشین محلات کی سیر کے واسطے قلعہ مین گیا - بن

کوٹھون کے دروازے بند تھے۔ اُن کو خزانہ کے مکانات سمجھا۔ قفل توڑے گئے۔ یہ توپخانہ تھا باروت سے بھرا ہوا۔ اتفاقاً یا ہمراہی توپچیون مین سے کسی توپچی نے جس کے توڑہ مین تارہ کی طرح آگ چمکتی تھی۔ ایک چنگاری گرادی۔ چنگاری کا گرنا تھا کہ وہ بہشت نما عمارتین دوزخ کی طرح بھڑک اُٹھین۔ یہانتک کہ سنگین دیوارین ہوائی پرندون کی طرح اُڑ گئین۔ اِن اُڑنے والی چیزون مین سے ایک پتھر کا ریزہ چنے کی برابر آسمان سے شیخ جلال کے سر پر آکر لگا۔ اِس کے بعد ایک رات دن زندہ رہے۔ لیکن زبان بات کرنے پر قادر نہ تھی۔ بعدہ سولھوین تاریخ کو پچھلے دن مین اعلی اعلیین کو جانے کے واسطے کجاوہ باندھ کر چلے گئے۔

یاد مبارک خان ہروی

آپ ہند مین ہرات سے آئے تھے۔ اور مہوبہ قصبہ مین جو سرکار کالپی مین ہے۔ بموجب حکم الٰہی۔ گوشہ گزین ہوئے گھر بنالیا۔ اور خانقاہ بھی بنالی۔ ہمیشہ حجرہ مین رہا کرتے تھے۔ اور قرآن پڑھتے رہتے تھے۔ لیکن نماز جماعت سے نہین پڑھا کرتے تھے۔ اور کسی شخص کے آنے پر تعظیم کے واسطے نہین اُٹھا کرتے تھے۔ اِس سبب سے قاضی ابراہیم ابن محمد منواری آپ کو بدی کے ساتھ یاد کیا کرتے تھے۔ ایک اور شخص تھے آزاد مزاج۔ قاضی حسین نام تھا۔ اتفاقاً اِن کے ہمراہ قاضی ابراہیم مہوبہ مین آنکلے۔ اور ہمراہی کے سبب سے خان کے پاس بھی گئے۔ آپنے فرمایا بعض لوگ مجھکو دو باتون مین معیوب جانتے ہین۔ اور چونکہ بُرائی اُن کے دل مین ہے۔ اِس سبب سے خود جواب اپنے دل مین سوچ کر مجھکو معذور نہین سمجھتے۔ پھر فرمایا۔ درویش مثل میت ہوتا ہے۔ اُس کا دیکھنا۔ زیارت گور کی مانند ہے۔ اور خاکی تودہ کے نہ اُٹھنے سے کوئی عیب پیدا نہین ہوتا اور نیز جس شخص نے اپنے تمام اوقات قرآن کے پڑھنے مین لگا دئے ہون۔ اُس کو تلاوت کے درمیان مین کسی غیر کی تعظیم روا نہین ہے۔ اِس کے بعد آپنے فرمایا؛

"مینے سنا ہے۔ کہ خداوند عرفان و وجدان شیخ شرف یحیٰی منیری جماعت مین نہین آیا کرتے تھے۔ ایک روز قاضی شہر کی کوشش سے مسجد مین گئے۔ امام کے گھر کے صحن مین ایک کنوان تھا۔ اور ایک گھوڑی کا بچہ بھی پال رکھا تھا جو کھلا رہتا تھا۔ اِس خوف سے کہ کہین کنوئین مین نہ جا پڑے۔ نماز کے اندر دل بچھیرو کے باندھنے کی طرف گیا۔ یہ حالت دیکھکر شرف اولیا نے نیت نماز توڑدی۔ اور کہا۔ امام تو بچھیرے کے انتظام کے واسطے چلا گیا۔ مجھہ مین اُس کی ہمراہی کی طاقت نہین ہے۔ سوائے اس کے جو غائب ہے وہ خود اقتدا کے لائق نہین ہے

ناچار نماز از سر نو پڑھی - امام نے بھی اُن کی اندرونی آگاہی پر اقرار کیا ہے
پھر فرمایا - اگرچہ عروس کا ناز - ماں کے حسن پر زیب نہین دیتا ہے - لیکن پھر بھی اُسی کی لڑکی ہے اور اکثر امام خانۂ خدا (دل) کو توبیل اور گدہے کی چراگاہ بناتے ہین - اور روے توجہ خانۂ خلیل (خانۂ مکہ) کی طرف کرتے ہین بیت

ده بُودنے دل ست آنکه درد		گاو و خر باشد و ضیاع و عقار	

کہتے ہین ہر روز آپ کے دروازہ پر نقارہ بغرض اعلان و طلب بجایا جاتا تھا - اور آواز نقارہ سنکر کیا غریب اور کیا مقیم مساکین فراہم ہوا کرتے تھے - اور آپ ہر ایک کو نقدی روزینہ دیا کرتے تھے - اِسی طرح جب کہ واپسین سفر کا وقت آیا - یعنی ہجری سنہ نو سو تریسٹھ تھا - تو ہر دم بیخود ہو جاتے تھے - اور نقارہ بجانے - فقرا کے جمع ہونے - اور معمولی روزینہ تقسیم کرنے کا حال دریافت فرماتے تھے - دریا نام ایک خادم تھا - وہ جواب دیدیا کرتا تھا - جب خادم نے کہا - ہنوز مینے کچھ نہین دیا ہے - تو فرمایا - اُس ظرف مین سے دیدو جو تخت کے نیچے ہے - چونکہ ظرف مین پیسہ بہت کم - اور حاجتمند بہت زیادہ تھے - تو خادم متحیر ہوا - کہ اب کیا کرون - پھر آپنے دریافت فرمایا - تو خادم نے عرض کیا - ہر ایک شخص کو کتنا کتنا دون - فرمایا پانچ پانچ رائج الوقت قرص دیدو خادم نے دیکھا کہ پیسے اتنے کم ہین کہ چار آدمیون کو بھی کفایت نہین کرینگے - لہذا اس حکم کی تعمیل مین تامل کیا - پھر آپنے فرمایا جلدی کرو - دیدو - خادم نے پھر عرض کیا کتنا دون - فرمایا - ہر ایک شخص کو ایک مٹھی - یہ سنکر اور بھی زیادہ حیران ہوا - فرمایا - سنو دریا - دینے والا معمار کی مثال ہوتا ہے - جو دیوار مین اینٹون سے چنائی کرتا ہے معمار جتنا زیادہ سبک دست ہوگا - صاحب عمارت اہتمام مین اُتنا ہی زیادہ سرگرم ہوگا - اور مزدور بھی گارا اور اینٹین پہونچانے مین اُتنے ہی زیادہ چالاک ہون گے - جب خادم کو یہ تازیانہ لگا - تو دلیر ہوا - اور پیر کے موثر دم کی برکت سے سب کو ایک ایک مٹھی پہونچ گیا - اور ابھی ظرف خالی نہین ہوا - جب آپ کو معلوم ہوا - کہ سبنے پالیا ہے - تب مُنہ کے اوپر چادر کھینچ لی - اور عالم علوی کو روانہ ہوئے - آپ کے بعد دریا جانشین ہوا چھبیس برس تک اُسنے پیر کا طریقہ قایم رکھا - اور جب وقت آیا - تو پیر کی خوابگاہ کے تحت مین زیر خاک سو رہا
مصرع مبارک باد وصل دوست او را -

یاد سید محمد ابن سید معظم

آپ اپنے باپ کے مرید - اور قاضی محمد ابن کدن کے شاگرد تھے - خوابگاہ کا یہی ہے - آپ کی عادت ایسی خوب تھی - جیسا آپ کا چہرہ - اور آپ کی طبیعت ایسی زیرک اور عمدہ تھی - جیسی آپ کی حسن تقریر - خط ثلث

عمدہ لکھا کرتے تھے - فنا کی چادر کندھے پر تھی اور اُستاد کے ساتھ اعتقاد حلقہ بگوشانہ رکھتے تھے - کہتے تھے اگر بالفرض قاضی پیراہن کے نیچے مخفی طور پر زنار باندھ لیوین - تو محمد طاہر ظہور زنار باندھ لیوے گا - زنار کے ساتھ پیشانی پر قشقہ بھی لگادے گا - اور برہمنانہ ناقوس بھونکے گا - اگر ایسا نہ کرے تو معظم کا بیٹا نہ ہوگا باپ اور اُستاد کے طریقہ کی پیروی مین گانٹھ ڈھونڈھتے تھے - **بیت**

نہصد و شصت و سہ ز عالم رفت	عالمے در لباس ماتم رفت

یاد شیخ دانشمند

آپ کا نام بیارہ - اور باپ کا نام کبیر ابن محمود چشتی ہے - شاہ فخر الدین ابن حامد چشتی کے مرید ہین - زاد بوم لکھنؤ اور خوابگاہ منڈو (مانڈو) ہے آپ رسمی علم کا خزانہ - اور صلاح و راست کرداری کی کان تھے - زمانہ کے لوگون کو آپ کی ذات سے رونق تھی سات بار سفر حجاز سے مشرف ہوئے تھے - ساتوین دفعہ اپنی والدہ ماجدہ کو کندھے پر اُٹھا کر ہمراہ لے گئے تھے - پھر مکہ معظمہ سے گجرات ہو کر معاودت فرمائی - اگرچہ نہروالہ مین جو آج پٹن کے نام سے نامزد ہے - وطن بنانے کی پیر سے اجازت لے لی تھی - لیکن منڈو کی خاک دامنگیر ہوئی - اور یہان کے لوگون کی محبت اور ربط ضبط نے بھی جنبش نہین کرنے دی - لہذا یہان پر گھر بنالیا - اور کدخدا بھی ہوئے سلطان ناصر الدین خلجی کے زمانہ سے سجاول خان افغان کے عہد تک تقریبًا پچاس سال منڈو مین رہکر ہر ایک قسم کے علوم پڑھائے بہت سے لوگ فیض یاب ہوئے - ایک سو بیس سال کی عمر پائی - بغیر عصا کے رات مین راستہ چل سکتے تھے - اور ہم نشینون مین کہا کرتے تھے مَنْ جَاوَزَ الاَرْبَعِینَ وَلَمْ یاخذ عصا فقد عصی اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے - کہ چالیس سے متجاوز ہونے کے ساتھ اکثر ضعف آتا ہے - یعنی تجاوز کو ناتوانی لازم ہے - اور بیارہ کو ایزدی عنایت طاقتور رکھتی ہے - اگر عصا ہاتھ مین نہ لیوے - تو تعجب نہین کرنا چاہیے ہجری سنہ نوسو تریسٹھ کے رمضان مہینے مین واپسین دم آگاہی کے ساتھ بسر کردیا - اور عنصری چادر جو جان کے کندھے پر پڑی ہوئی تھی - خاک پر چھٹکا دی - آپ کے ایک لڑکا تھا شیخ عثمان نام کسی قدر تحصیل کمالات باپ کے درس سے کی تھی - آپ کی رحلت فرمائی کے بعد شیخ عثمان جانشین ہوئے راقم گلزار کے مصاحب یک رنگ اور محرم با اخلاص تھے - کہتے تھے - کہ شیخ فرمایا کرتے تھے - مینے سید محمد جونپوری کو جو بعض کے زعم مین مہدی ہین - منڈو مین دیکھا ہے - مہدویت کے بارہ مین دریافت کیا تھا - تو سید محمد نے جواب دیا - کہ یہ بات

ط جس شخص نے چالیس سے متجاوز ہو کر عصا نہین تھاما - گویا اُس نے گناہ کیا ۱۲ -

مینے نہین کہی ہے۔ اور نہ مین کہتا ہون۔ یہ جاہل معتقدین کا بہتان ہے مصرع از خدا آفرین خطا بخش باد۔

یاد شیخ آدہو حصاری

آپ پیران سہرورد اور چشت کے سلسلہ کا دم بہرتے تہے۔ ذکر و شغل توکل و تسلیم۔ ہمت و ایثار۔ یہ جملہ صفات آپ کی ذات مین موجود تہین۔ کہتے ہین دعوت اور تسخیر کے بدون ایک جن۔ آپ کی فرمان برداری اور خدمت گزاری مین رہتا تہا۔ جب آپ کسی کام کے بنانے کے واسطے اُس کو لاتے تہے۔ تو دو تین شخص کا کام دو تین روز کا وہ جن تنہا تہوڑی دیر مین پورا کر دیتا تہا۔ لوگ جن کی محنت دیکہکر متعجب ہوا کرتے تہے۔ اور جن کو دیکہکر شیخ کی سلیمانی ولایت کی قائل ہوتے تہے۔ آپ کا سال وفات دسوین صدی کا آخرین نصف حصہ ہے۔ خوابگاہ قلعہ فیروزہ مصرع حصار نفس شکستن بکمال فیروزی ست۔

یاد شیخ ابراہیم کلہورا سندہی

آپ حضُوری تہے۔ شاہ منصور مجذوب کے ہم عصر ہین۔ تصرفات اور کرامات بہی رکہتے تہے۔ ہر روز پانسو مظفری سکہ فی اللہ[۱] عزیز فکر کے خزانہ سے آپ کو پہنچ جایا کرتے تہی اور آپ اُن کو محتاجون پر تقسیم کر دیا کرتے تہے ایک روز فرمان روائے وقت میران شاہ مبارک ایک بڑی بہاری نذر آپ کی خدمت مین لایا۔ آپنے قبول نہین فرمائی۔ اور کہا۔ یہ مال مخلوق کا ہے۔ ہماری تقدیر کا نہین ہے۔ چند روز بعد جنت آشیانی کے لشکر نے گجرات سے خاندیس کی طرف رخ کیا۔ کہتے ہین۔ اُس وقت کا ذکر ہے۔ کچہہ لوگ اہل زمانہ کی شکایت آپ کے سامنے لیکر آئے۔ کہ ہمارے زمانہ سے پہلے ایسے بزرگ تہے۔ جن کا کہنا گویا الٰہی تقدیر کا نوشتہ ہوتا تہا۔ اُن کا کہنا بے کم و کاست واقعات کے موافق ہو جایا کرتا تہا۔ آپنے فرمایا۔ اگر زمانہ سلف کے بزرگ اِس پتہر سے کہدیتے کہ زر ہو جا۔ تو کیا اُسی وقت یہ پتہر زر ہو جاتا بات ابہی تمام نہین ہوئی تہی کہ پتہر نے طلا کا رنگ بکڑنا شروع کیا۔ آپنے تبسم فرمایا۔ اور کہا۔ اے سنگ مین تجہہ سے طلا ہونے کو نہین کہتا ہون۔ مین تو نفسی مین ہمنشینون سے بات کرتا ہون۔ مصرع بادکش دبروے دریاے آسمانی۔

یاد سید ابو سعید ابن سید راجو

آپ متوکل۔ عالم۔ عارف۔ عاشق۔ اور شاعر تہے۔ جب رانا کا واقعہ پیش آیا تہا۔ اُس وقت مین آپکے پدر بزرگوار چندیری سے کالپی کو چلے گئے تہے۔ اور وہین مکان بنایا تہا۔ قدما کی غزلون کے دیوان کے دیوان آپ مخمس کیا کرتے تہے۔ کبہی کبہی قصیدہ بہی کہا کرتے تہے۔ آپ آزاد تہے مگر ساتہہ ہی عیال داری کا بار بہی

---

[۱] یہتمارا رزق آسمان مین ہے ۱۲۔

کندھے پر رکھا ہوا تھا - باایں ہمہ کبھی تنگ دل نہین ہوئے - پچاس برس تک فرمان روا ے وقت کی طرف احتیاج نہین لے گئے اور اپنے دل کو دفع الوقتی کے حوالہ کر رکھا تھا - جب آغاز شباب تھا - تو علاقہ خاطر سید جلال نامی ایک شخص کے یوسفی جمال سے پیدا ہو گیا تھا - مگر محبوب حقیقی کی غیرت نے اُس عنصری آئینہ کو توڑ کر نیست و نابود کر دیا ایک روز ایک نوجوان غلام ہاتھ پر پانی ڈال رہا تھا - کہ بجلی اُسپر گری - حال آنکہ بجلی گرنے کا کوئی سامان نہ تھا - سید بھی بجلی کی چمک سے تین روز تک بیجان جسم کی طرح پڑے رہے - بس ہاتھ کی ایک انگلی مین کسی قدر جنبش تھی - اس کے بعد زندگی از سر نو ہوئی - پھر آپنے رسمی علم کا درس شروع کر دیا تھا ہجری سنہ نو سو چھیاسٹھ مین حقیقی معشوق کے یہان حاضر ہونے کے واسطے چلے گئے - آپ کی خوابگاہ اور زاد بوم دونون کالپی ہین مصرع باد چشمش روشن از دیدار حق

یاد خطیب ابو الفضل شیرازی

آپ معقول اور منقول علوم بہت طرح کے جانتے تھے - اور فروع و اصول کی بہت سی کتابین - پڑھی ہوئی تھیں - سلطان محمود کے عہد مین شیراز سے گجرات مین آئے تھے تفسیر بیضاوی پر آپ کا ایک حاشیہ ہے جس مین شان نزول کے متعلق انواع و اقسام کے لطیفے - اور تفسیر کے متعلق بہت سے دقیقے لکھے ہین جو اصحاب علم دقیقہ شناس ہین - وہ اسکی خوبی کو پہچانتے ہین - جب تک زندہ رہے - تب تک دولتمندون کے ساتھ اس طرح سلوک اور برتاو رکھا - کہ دوسرے علم والون کی عظمت اور آبرو مین افزونی ہی ہوتی رہی - ا د آ ماد فر ن

مصرع بفضل او شیراز معنی ساختہ گجرات را ؎

یاد مولانا لطف اللہ

آپ مولانا خواجگی کاشانی کے مرید ہین - ریاضت اور مجاہدہ کی منزلین - اور مراقبہ کے مرحلے اچھے کر چکے تھے - ملا محمد قاضی کی تلقین اور خدمت سے بہت کچھ کمال اور تکمیل کا حصہ آپ کو ملا تھا - کہتے ہین - جب زمانہ سعید خان کا تھا - تو دار الاسلام سمرقند مین آپکے اور شیخ حسین خوارزمی کے درمیان مین کچھ عرصہ تک مناظرہ جاری رہا - اور یہ مناظرہ سلسلہ کے تعصب (حمایت) مین تھا - چونکہ مولانا نہایت شیرین زبان اور فصیح البیان تھے - لہذا مناظرہ مین کامیابی آپ کو ہی ہوئی - مگر فرمان روائے وقت کو حسن عقیدت شیخ خوارزمی سے تھی اس سبب سے نہایت غصہ آیا - جس سے اُس کی آنکھین بند ہو گئین - اور اندھیرا چھا گیا - اس اشتعال مین آکر مولانا کی زبان کاٹ لینے کا حکم دیا - اللہ تعالی اُن لوگون کو جو بظاہر اسباب ناتوان ہین - ناگہانی آفت سے اور اُن لوگون کو جو توانا ہین نشہ دنیا کی لغزش سے محفوظ رکھے -

یاد خواجہ بہاء الدین محمدؒ

آپ مولانا خواجگی کاشانی کے بیٹے ہیں - چونکہ اعیان ثابتہ (صور علمیہ) کی کچہری مین فہرست ایجاد کی اندر آپ کے نام سے ولایت اور عنایت کا ایک خاص حصہ لکھا ہوا تہا - لہذا جس وقت آپ کو اِس عالم مین آنے کی اجازت ہوئی - اُس وقت اُس تحریر کے بموجب فرمان تقدیرہ آفرینش کی قلم سے پیشانی کی تختی پر لکہا گیا - اور توحید کے طغرٰی اور تحقیق کی مہر سے مزین کیا گیا - اور پہر یہ فرمان آپ کے سپرد ہوا تاکہ اِس فرمان کے مطابق عالم شہادت (دنیا) مین تقدیر کا شحنہ - کرامت کا نقد - اور مقامات کی جنس - آپ کے اقوال اور افعال کے کارخانہ مین جو کار پرداز ہین - اُن کو سپرد کر دیوے - کہتے ہین - آپ اپنے پدر بزرگوار کے مرید تہے - اور ہدایت بہی انہین سے پائی تہی - اور نیز اپنے بڑے بہائی - خواجہ کلان سے بہی کچہہ حصہ کمالات کا پایا تہا -

یاد مولانا ولی میان کابلی

آپ مولانا خواجگی کاشانی کے مرید ہین - بخارا مین ایک مقام پر کسی قدر زمین نشیب مین واقع ہوئی ہے اور وہان پر ایک مسجد بہی ہے - جو مسجد مغاک کے نام سے نامزد ہے - اُس مسجد کے ایک گوشہ مین آپ کا قیام تہا - پاس انفاس اور شناخت ضمائر مین آپ مستغرق رہتے تہے - جس وقت آپ نفس ناطقہ کو کام مین لاتے تہے اور کلام کا دروازہ کہولتے تہے - تو ہم نشینون سے عقل و ہوش اور خودداری ہوا ہو جاتی تہی - اور مولوی معنوی کی مثنوی مین عارفانہ توجیہات بیان کیا کرتے تہے - کرامت اور تمکین (مقامی از سلوک) کا مقام آپ کو حاصل تہا -

یاد مولانا عماد طارمی

آپ - سماعی - (منقولی) علوم مین اہل زمانہ کے اُستاد اور علماء زمانہ مین سب سے زیادہ عالم تہے - جب سلطان محمود اور سلطان مظفر کا زمانہ تہا - تو گجرات مین آپ کا درس کمال رونق پر تہا شیخ وجیہ الدین علوی اور قاضی علاء الدین عیسیٰ احمد آبادی جیسے باعلم اصحاب نے بہی آپ کے روبرو کتاب کہولی تہی - اور آپ کے درس سے استفادہ کر کے مدرسی اور اعلم العلمائی کے درجہ کو پہونچے تہے قدس اسرارہم

مصرع ع طارم دانش فزائی راستون آمد عماد

یاد مولانا یونس لاکہ

لاکہ ایک قبیلہ کا نام ہے - آپ کو علم کی تعلیم دینے مین اور بصیرت کے حاصل کرنے مین شیخ وجیہ الدین علوی

اور قاضی عیسیٰ احمد آبادی کی برابر دستگاہ تھی - قاضی عبدالغنی - سید ابراہیم بھکری - شیخ نظام الدین ابن پیر ملا طیب سندہی - اور قاضی اسحٰق آسیری جن کے کسی قدر حالات ہرایک کی یادداشت مین لکھے گئے ہین آپکے شاگرد ہین - رحمہم اللہ مصرع بادا انیس جانش شوق خداشناسی -

یاد قاضی قاضن سندھی رحمہ اللہ

آپ تحصیل سے فراغت پانے کے بعد رسمی علوم سے برداشتہ خاطر ہو گئے تھے - اور تبدیل اخلاق کے ذریعہ سے عالم اجسام کا (دنیاوی) معماحل کرنے کی تلاش ہوئی - نفس کی لڑائی کے ذریعے سے اس معما کے حل کرنے مین کامیاب ہوئے - اور اشیا کی حقیقتنین آپ کی چشم شہود مین نظر آگئین یہ چند کلمہ آپ کی باتون کا ماحصل ہین جن کو سندہی زبان مین آپنے اپنے ملک کی طرز پر نظم کیا تھا - (۱) آپنے فرمایا ہے - کہ کنز اور قدوری پڑہنے سے معرفت کی مہک ذرہ برابر بھی میرے دماغ مین نہین آئی - اور حصول مطلب جو ہوا - تو اس عالم کے پرے ہوا (۲) تمام زبانون مین کلمہ لا سے تیری نفی کی گئی ہے - اور تو ہنوز اپنے اثبات کے درپے ہے (۳) لا کس کی نفی کرتا ہے جب ماسوائے حق ہستی ہی نہین رکہتا ہے (۴) ہم جس کے مشتاق ہین - اگر غور سے دیکھا جاوے - تو وہ ہم ہی ہین - اس قسم کی آپ کی باتین اُس سے زیادہ ہین - کہ لکھنے سے ختم ہون - اشعار کی لطافت - اُسی زبان کی طرز کے ساتھ مخصوص ہوتی ہے - کہ جس زبان کی وہ بات ہوتی ہے - ترجمہ کے قالب مین وہ لطافت قائم نہین رہ سکتی ہے - شیخ ابراہیم ابن عمر سندہی - جن کی قبر کا قبہ برہان پور سے قطب شمالی کی طرف ہے - آپکے باعقیدت دوستون مین سے تھے مصرع ذات حق باد گلشن روحش

یاد سید عبد الاول دولت آبادی

آپ - بڑے علم والے - اور بڑے باطن والے تھے - تمام فنون مین سب سے زیادہ عالم ہونے کا دعوی تھا - شیخ محی الدین عربی کی فتوحات مین خطبہ سے لیکر خاتمہ تک جو دشواریان تہین - اُن کو مطالعہ کے زور سے حل کیا تھا - اور حاشیے اور تعلیقات لگا کر صاحبان استعداد کے واسطے آسان کر دیا تھا صحیح بخاری پر ایک بسیط شرح لکھکر - فیض الباری نام رکھا ہے - یہ نام گویا آسمان سے نازل ہوا ہے - محقق تفتازانی کی مطول معانی پر ایک بڑا لمبا حاشیہ لکھا ہے - علی ہذا القیاس منطق اور حکمت کلام کی اکثر کتب متداولہ پر مفید حاشئے تحریر کئے ہین - طریقت مین قادریہ اور مغربیہ سلسلہ کے ساتھ تعلق رکھتے تھے - بلکہ متعدد طبقات کے اکثر مشائخ کی تلقین سے مستفید اور روشن ضمیر تھے - ہجری

سنہ نوسو سینتالیس تہا کہ غوث الاولیانے گوالیار سے گجرات کو ہجرت فرمائی تہی۔ اُن ایام مین میر جی گجرات مین ہی تشریف رکہتے تہے۔ غوث الاولیا نے کلید مخازن۔ جو انہین کی تصنیفات سے ہے۔ میر کی خدمت مین اصلاح کے بہانہ سے پیش کی شیخ صدرالدین ذاکر فرماتے تہے۔ کہ جناب میر نے ایک روز غوث الاولیا کی مجلس اقدس مین ایک تقریب سے ذکر کیا۔ کہ حیئۃ اور حکمت کے جو مشکل مسائل۔ سلف کے کئی علما اور حکما اپنی تقریرون اور مضمون سے حل نہین کرسکے تہے۔ کلید مخازن کے مطالعہ سے اُن مغلقات کے حل کرنے کے واسطے ایک کنجی ہاتہہ آگئی عجیب ایک نادر ہے۔ جس سے حقیقتین نظر آتی ہین خدا کرے۔ اس نادرہ کا سمجہنا۔ دوستون کو روزی ہو۔ کہتے ہین۔ چند سال بعد دکن کی طرف چلے گئے تہے۔ خوابگاہ دولت آباد دکن ہے۔ جس کا پرانا نام دیوگڈہ تہا۔

مصرع خانمان دولت آباد از طفیل دین اوست

یاد شیخ شاہ محمدؒ

آپ حسن طاہر قادری کے بیٹے ہین۔ جو عالی سلسلہ کے بزرگون مین سے ہین۔ صاحب کشف والہام تہے۔ اور ہر اقسام کے علوم وفنون جانتے تہے۔ آپ کے اشعار کا ایک دیوان بہی ہے۔ بہت برسون تک حرمین شریفین مین مجاور رہے تہے۔ اسی اثنا مین ایک روز سید عبدالوہاب بخاری نے جو حضرت مخدوم جہانیان کی نسل سے ہین قدس سرہما۔ آپ کو خوشخبری سنائی۔ کہ حضرت خاتم النبوۃ صلعم نے مجکو معاملہ مین ایسا فرمایا ہے کہ اس ہندی شیخ زادہ نے مسافرت کی تکلیفات مین بہت کچہہ صبر کیا ہے۔ لہذا اپنے ہمراہ ہند کی طرف لے جاؤ۔ آپنے جواب دیا۔ کہ جب تک مین اپنے کان سے یہ پیغام خاص حضور کی زبانی نہین سن لونگا۔ تب تک ملک ہند کو نہین جاؤنگا۔ جب آپ اپنی آرزو مین کامیاب ہوئے۔ تو جو کچہہ آپنے فرمایا تہا تعمیل کرنی پڑی۔ اور ہند مین ہی آخری سفر بہی اختیار کیا۔ کہتے ہین آپکے پدر بزرگوار سلسلہ چشتیہ کے مرید تہے۔ جب آپ خانوادہ قادریہ مین گہسے۔ تو امان اللہ بن شیخ عبدالغفور پانی پتی نے اور نیز اُس صوبہ کے دیگر بہت سے مشائخ نے آپ کی پیروی کی شیخ امان اللہ ہندوستان کے صوفی عالمون مین پیشوا ہین۔ مصرع سالار کاروان ولایت متاع بود۔

یاد پیر باجر مستؒ وو الہ محمدؒ

آپ کو الٰہی کشش نے اپنی طرف کہینچ لیا تہا۔ اور عمدہ عمدہ خارق عادات آپ سے صادر ہوا کرتی تہین اکثر برہنہ رہا کرتے تہے۔ ایک روز راقم گلزار کے ماموں صاحب سے ایک راستہ مین الجہہ گئے۔ تاکہ کچہہ ماموں صاحب سے لیوین۔ ماموں صاحب نے کہا میرے پاس کچہہ نہین ہے۔ مجذوب نے ماموں صاحب کی کمر مین ہاتہہ ڈالا۔

اور کرمین سے ہمیانی کھولی - اور اس مین سے دو مظفری سکے لیئے - ہر ایک مظفری ماموں صاحب کو واپس کر دیا کہ ہمیانی مین ڈال لو - ماموں صاحب کہتے تھے - کہ دادستد کے وقت مینے اُن کو شمار کیا - تو بے کم و کاست اولین شمار کی برابر ہوئے -

ایک ٹاٹ بیچنے والا ہندو تھا - جو آپ کے ساتھہ انس رکھتا تھا - وہ ایسا بیمار ہوا - کہ طبیبون کو علاج سے اور اعزہ کو زندگی سے مایوسی ہوگئی - ناچار کوچ کے ارادہ پر آمادہ ہوا - باجرا کو خبر لگی - تو آپ چلاتے ہوئے اُس بیمار کے پاس آئے - جو واپسین سفر پر مستعد بیٹھا ہوا تھا - اور کہا - کہ تمھاری بیٹہ مین پانچ فرزند ہین - جو سلامتی کے ساتھہ پیدا ہونگے - لہذا ابھی مرنا موقوف رکھو - کہتے ہین - اُسی دم تندرستی کی علامت پیدا ہوگئی - اور وہ شخص نہین مرا - جب تک پانچ بیٹے پیدا نہین ہوئے -

علی ہذا القیاس یہ واقعہ بھی ہے - باز بہادر پسر سجاول خان - شیر خان کے بیٹے سلیم خان کا سپہ سالار تھا - ہجری سنہ کم و بیش نو سو چھیاسٹہ مین اُس کے سر کے اندر سیالیخولیا پیدا ہوا - کہ خطبہ اور سکہ میرے نام سے جاری کیا جاوے - اسی خیال مین ہر باجر کے پاس آیا - اور خوشخبری سننے کا منتظر ہوا - آپنے ہاتھہ پر ہاتھہ مارا - اور کہا - یتاگا وہ مرا نہین ہے - اِس کو ہاتھہ مت لگاؤ جلد ٹوٹ جاوے گا - چنانچہ آپ کے فرمانے کے بموجب ہی آسمانی گردش بھی ہوئی -

اس قسم کی عجیب عجیب باتین آپکی بہت کچھہ لوگون کی زبان زد ہین - اِس مختصر رسالہ مین اُن کی گنجایش نہین ہے - سنڈو مین جو شمالی دروازہ ہے - اُس کے پایئن مین آپ کی خوابگاہ ہے - نعلچہ کے راستہ پر اُس دالان سے ملی ہوئی جو بہ زمان حیات آپ کا قرارگاہ تھا - اور قطب رو یہ ہے - اس مقام پر زمزم کی طرح ایک گڑھا سر دہانی سے بارہ مہینے بھرا رہتا ہے - آپ کی قبر کا مجاور آنے جانے والون کو اس پانی سے سیراب کرتا ہے -

مصرع باد اغریق قلزم وحدت مثال او -

یاد شیخ حسن بدلہ ....

آپ دہلی کے بزرگ زادون مین سے ہین - اور ماں کے پیٹ سے ہی مجذوب پیدا ہوئے تھے - ہمیشہ ننگے بدن رہتے تھے - اور اگر کوئی شخص مجبور کر کے کپڑے پہنا دیتا تھا - تو جلدی سے اُتار کر قوالون کو دیدیا کرتے تھے - عاشق صورت پر - اور حسنِ صورت پر فریفتہ اور جکڑی باندھے رہتے تھے - بعض بزرگون نے آپ کو خواب مین اس طرح پر دیکھا ہے - کہ حضور ختم پیغمبران علیہ السلام کی خدمت مین آپ کھڑے ہوئے دستِ مبارک

پر پانی ڈال رہے ہین - اور بعض نے آپ کو حرم مکہ مین طواف کرتے ہوئے پایا ہے - ایک روز سلیم خان سور نے یہ آرزو پیش کی - کہ آپ میری خسرو نشین بساط پر اپنا قدم رکھ دین - مگر آپ نے سر ہلایا - اور پکار کر کہا - بہت جلد یہ تمہارا قالین نشلوانہ ہو جاوے گا - آخر کار بہت تھوڑے عرصہ مین آپ کا فرمانا ظہور پذیر ہوا - کہتے ہین - آپ جس طرف جانے کا عزم فرمایا کرتے تھے اُس طرف والون کا دماغ پہلے سے معطر ہو جاتا تھا - اور اسی خوشبو کی علامت سے آپ کی تشریف آوری کی لوگون کو خبر مل جایا کرتی تھی - زیادہ تر تعجب کی یہ بات ہے - کہ آپ کے بول و براز مین بھی بد بو نہ تھی - ہجری سنہ کچھ اوپر نوسو ساٹھ تھا - کہ آپ نے عنصری لباس اُتار کر مثالی خلعت زیب بدن کیا - خوابگاہ دہلی کے بازار مین خواص خان کی قبر کے پاس ہے - خواص خان - شیر خان سور کے پرستارون مین سے اور اُس زمانہ کے عطیات لینے والون مین سے تھا - شیر شاہ کے بیٹے سلیم خان نے اُس کو ہجری سنہ نوسو ساٹھ مین شہید کیا تھا -

یاد شیخ جلال ابن طیب چانپانیری

آپ کے اتقا کا پلہ سلوک سے زیادہ وزنی تھا - آپ کے دور مین خدا شناسی کا پیمانہ بھرا ہوا تھا - آپ کی روزی حریر فروشی پر مقدر تھی - جس سال اور مہینے مین غوث الاولیا نے گوالیار سے گجرات کو ہجرت کی ہے - اُنہین ایام مین آپ نے اپنے بیٹے شیخ محمود کو آغاز ہوش ہی مین غوث الاولیا کا مرید کرا دیا تھا - خود بھی حاضر باش خدمت رہے - اور بہت کچھ سعادت اور عرفان کا حصہ لیا - کہتے ہین - کئی برس آپ نے ایک ہی پیراہن مین اس طرح گزارے - کہ اگر آستین پھٹ گئی - تو نئی آستین اُس مین لگادی - اور اگر پیراہن - سینہ یا بغل پر سے بوسیدہ ہو گیا - تو نئے کپڑے کا پیوند لگا دیا - غرض جو قطعہ بیکار رہا - اُسی جگہ دوسرا قطعہ لگا کر نیا کر لیا - القصہ جب تک زندہ رہے - اُسی پرونی دار جامہ مین بسر کی - کوئی ثابت نیا جامہ نہین سلوایا -

یاد شیخ محمود چشتی رنتبھوری

آپ مراتب وجود کے حافظ - اور کشف و شہود کے مالک تھے - اپنے پدر بزرگوار شیخ الہداد چشتی کے خلیفہ ہین - شیخ الہداد کو خرقہ خلافت اپنے والد ماجد شیخ سدوہ گنج روان سے ملا تھا - شیخ سدوہ معرفت اور خدا شناسی کے جواہر پر کامل تعرف رکھتے تھے - ان کا سلسلہ شیخ محمد سعدی کو پہونچتا ہے - جو چراغ دہلی کے بزرگ خلیفہ ہین - آپ حکومت نادر شاہ کے زمانہ مین جس کا نام ملوخان تھا - اپنے وطن سے دارالاسلام منڈو (مانڈو) مین آئے تھے - اور دریائے نربدا کے کنارہ موضع کہباون مین قیام فرمایا تھا - موضع کہباون منڈو سے

جنوبی سمت میں تین کوس پر ہے - اور وہاں پر زمین خالہ کے وسط میں ایک پشتہ واقع ہے - اُسی پشتہ پر ایک مدت دراز تک آپ ایک حجرہ کے اندر رہے - جو آپ نے خلوت اور ریاضت کے واسطے تجویز کیا تھا - اور ہمیشہ اپنی نفس کے ساتھ لڑائی رکھی - آخر کار فتح پائی - برسوں تک توکل تسلیم گوشہ نشینی اور خاموشی کے ساتھ اُسی جھونپڑہ میں بسر کی - جہانتک ممکن ہوا روزینہ خرچہ کے واسطے وجہ معاش اور اوقاف کے طور پر کچھ قبول نہیں کیا جب عیال داری کے تعلقات بڑھ گئے - تو اُس زمانہ کے حکام نے اراضی اور مواضع پیش کش کر دیئے تھے اور اس خدمت پذیری سے اپنے اوپر احسان مانا تھا - اس کے بعد آپنے کھماون میں گھر بنا لیا مسجد بھی بنائی اور مقبرہ بھی بنایا مسجد کے صحن میں اپنے ہمراہی فقرا اور آنے جانے والے درویشوں کے ساتھ خدائی صحبت رکھا کرتے تھے - اور درویشانہ خوان بچھا کر - دعوت خلیلی کی رسم ادا کیا کرتے تھے - اور حاضرین کے ساتھ خود بھی کھایا کرتے تھے - جب آپنے ہجری سنہ کچھ اوپر نو سو ساٹھ کے بعد عالم دنیا کو رخصت کیا - تو اپنے فرزند رشید شیخ میاں کو اپنا جانشین چھوڑا - شیخ میاں بھی فقر کے طریقہ پر درویشی کے راستہ میں کھڑے رہے اپنے والد ماجد کی رسمیں جاری رکھیں - اور ہجری سنہ نو سو پچاسی میں عالم صورت سے جہان معنی کو کوچ فرمایا - خوابگاہ کھماون میں پدر بزرگوار کی تربت کے پہلو میں ہے - شیخ میاں نے تین لڑکے چھوڑے ایک شیخ میراں جی - دوسرے شیخ منجھن تیسرے شیخ مبارک - پہلے لڑکے باپ کے مقام سے ترک سکونت کر کے - پرگنہ حاصل پور میں جا رہے ہیں یہ پرگنہ سرکار سنڈ میں ہی ہے - فقر و فاقہ کے عادی - اور خدا کے ساتھ لو لگائے ہوئے ہیں - دوسرے لڑکے اپنے باپ کی عبادت گاہ میں مشغول بحق ہیں - القصہ خدا کرے - عبادت کے ثمرے معرفت سب کو نصیب ہوں - آمین -

یاد امیر سید جلال

آپ سید صدرالدین حسنی متوکل کے فرزند ہیں - برسوں اسباب شکنی - اور حصول فقر کی مشق کر کے یہ بات حاصل کی تھی - کہ تہی دستی میں آرام پاتے تھے - آپ کے بزرگ گردیز سے ہند میں آئے تھے - چونکہ قصبہ اودہ کی آب و ہوا موافق آئی - اسواسطے اسی قصبہ کو وطن بھی کر لیا تھا ہجری سنہ آٹھ سو ستانویں میں جب کہ سلطان سکندر لودہی کا زمانہ تھا - آپ نے عالم غیب سے عالم شہادت میں نزول فرمایا - جس وقت ہوش کا زمانہ آیا تو آپ الٰہی معرفت کی ہوا لگی - شیخ راجے سید نور کے مرید ہو گئے - لیکن پدر بزرگوار کی پیروی مد نظر تھی - اسواسطے سپاہیانہ بسر کیا کرتے تھے اتنے میں وہ وقت آیا - کہ سلطان ابراہیم لودہی - قصبہ پانی پت کی حدود میں - فردوس مکانی بابر بادشاہ

کی جنگ مین مارا گیا - اسی جنگ مین آپکے پدر بزرگوار نے بھی - سامان ہستی - عالم ناسوت سے - باندھ کر عالم لاہوت مین جا کھولا - زخم ہائے کاری آپکے بھی آئے تھے - مگر مرہم پٹی سے اچھے ہوگئے - اس کے بعد آپ قصبہ سرہر پور مین آئے - جو جونپور کی مضافات مین ہے - اور شیخ اللہ داد احمد شریف جونپوری کی خدمت مین حاضر ہوئے شیخ اللہ لو شیخ دتین کے نام سے مشہور تھے - چار سال تک ایزدی کمالات اور الٰہی معرفت تحصیل کرتے رہے - چونکہ آپ کے بال بچہ دارالخلافہ آگرہ مین تھے - لہذا شیخ اللہ داد نے آپ کو فرمایا - کہ اگرچہ صوبہ آگرہ کی ولایت سید معین الدین کے تصرف مین ہے جو بیانہ مین خوابگاہ رکھتے ہین - لیکن ہمنے التماس کرکے دسوان حصہ تمھارے نام سے لیا ہے - بہتر ہے - کہ تم اپنے گھر کی طرف چلے جاؤ - آپ نے حکم کی تعمیل کی - چونکہ درویشی اور بھوکا رہنے کی عادت تھی - اسواسطے کسی فرمان روا سے زندگی کی خاطر - وجہ معاش ملکیت کے طور پر قبول نہین کی - اس بنیاد پر آپ نے متوکل خطاب پایا ہے -

کہتے ہین - ایک روز خانقاہ کے دروازہ پر دو قلندر آئے - اور زنجیر ہلائی - خادم باہر آیا - قلندرون نے کہا - ہمارا سلام صاحب خانہ سے کہدو - نام پوچھا - تو جواب دیا - خود جانتے ہین - خادم نے اندر آکر گذری ہوئی کیفیت بیان کی - آپنے تھوڑی دیر سر جھکا کر تامل فرمایا - اور پھر کہا - کہ جاؤ جمال - اور حسین کہہ کر بلالو - قلندر اپنا نام سنکر سخت متحیر ہوئے - جب حاضر ہو کر ہاتھ چوم چکے - تو بیعت کے واسطے التماس کیا - آپنے التماس قبول کرکے فرمایا - درویشون کی آزمایش کا کبھی خیال بھی دل مین نہ آنے دینا - کیونکہ ہر وقت اور ہر جگہ یکسان حال نہین رہتا ہے - لہذا اس گروہ کے ساتھ حسن عقیدت کو آزمایش پر منحصر نہین رکھنا چاہیے -

کہتے ہین - جب آخرین سفر کا وقت نزدیک آیا - تو ہجری سنہ نوسو اٹہتر کے ربیع الاول مہینے مین بڑے بیٹے سید بدرالدین کو پیرون کی خلافت کا خلعت عطا فرمایا - اس درمیان مین چند خادمون نے کھڑے ہوکر دوسرے فرزندون کی بھی یاد دلائی آپنے فرمایا میرے پاس ایک خرقہ تھا - سو ایک کو دیدیا - دوسرون کو اللہ تعالیٰ پہونچاوے گا اور اسی سال مین نماز عید الضحیٰ سے پیشتر عیدگاہ وصال کو روانہ ہوئے - ایک فاضل نے آپکی تاریخ رحلت شیخ جہان بانی ہے - خوابگاہ آگرہ -

۹۷۸ھ

یاد سید شاہ میر

آپ سید شریف جرجانی کی نسل سے ہین قدس سرہما طریقت کا حصہ آپکو شیخ امان پانی پتی کی طرف سے ملا تھا - رسمی اور ذوقی علوم کے ساتھ آراستہ تھے - دسوین صدی کے اواخر مین عاریتی جہان کو رخصت

کرکے۔ شہر آگرہ مین خوابگاہ اختیار کی۔

یاد شیخ فخر الدین

آپ کے پدر بزرگوار شیخ داؤد ابن شیخ شاہ صدیقی ہین۔ آگرہ خوابگاہ ہے۔ اگرچہ شیخ الہداد صالح سرہندی کے مرید ہین۔ لیکن اکثر علوم متداولہ حسام الاولیا شیخ حسام الدین متقی کے درس سے تحصیل کیے تھے۔ کہتے ہین جس زمانہ مین آپ بشکل سپاہیان رہتے تھے۔ اُس زمانہ کا ذکر ہے۔ کہ ایک روز آپ ملک پورب مین ایک حوض کے کنارہ وضو کرتے تھے۔ اتنے مین سیاہ نقاب چہرہ پر ڈالے ہوئے ایک سوار دوڑتا ہوا آیا جس کا گھوڑا مشکی تھا۔ اور آپ کی پشت پر ایک تازیانہ مارا۔ اور سامنے ادر دل مین رکھ لیا چند قدم چلے تھے۔ کہ سوار تو نظر سے غائب ہو گیا۔ اور آپ کو ایسا جذبہ کا سیلاب آیا جس کے اندر ہوش معاش بہ گیا۔ اور ایسی حیرت پیدا ہوئی جس نے زبان بند کر دی۔ یہان تک کہ کامل بارہ سال آپ کی زبان اداے حروف پر قادر نہین ہوئی۔ ایک روز پھر وہی سوار راستہ مین مل گیا اور تازیانہ دکھا کر ڈرایا۔ کہا۔ بات کیا کرو۔ یہ سنکر اسی دم بولنے کی طاقت اور بات کرنے کا خیال اپنے جی مین پایا۔ لیکن زبان مین کسی قدر گرفتگی باقی تھی۔ اس کے بعد آپ قصبہ چندوس مین جو سرکار سنبھل مین ہے۔ شیخ الہداد ابن ضیاء الدین کی خدمت مین گئے۔ ان دونون بزرگوارون کی صحبت گرم ہونے لگی۔ کیونکہ دونون سہروردیہ سلسلہ مین تھے۔ کم و بیش نو سال ایک دوسرے کے رازدار رہے۔ اور آپ درس علوم بھی دیتے رہتے تھے۔

اِس اثنا مین سید آدم پسر سید جمن۔ باجازت پدر بزرگوار سہلسہ سے فاتحہ کے واسطے شیخ الہداد کے پاس آئے تھے سید آدم ڈاڑھی منڈوایا کرتے تھے۔ جس کے سبب سے ان کا رخسارہ صاف رہتا تھا۔ آپ نے سید آدم سے فرمایا۔ سادات کو ترک سنت نہایت نامناسب ہے۔ سید آدم کو غرور جوانی تھا۔ جس کے سبب سے غصہ آیا۔ اور سہلسہ جا کر پدر بزرگوار کی خدمت مین عرض کیا کہ ایک درویش۔ شیخ الہداد کے ساتھ ہمراز ہے۔ میرے ساتھ اس طرح سختی سے پیش آیا۔ اور خانوادہ مداریہ کے معتقدین کی نسبت نامناسب اندیشہ ظاہر کیا۔ شیخ جمن نے فرمایا۔ صاحبزادہ۔ اُس درویش کا کہنا صحیح اور سچی نصیحت ہے۔ اور عمل کرنے کے لائق ہے۔ نوجوان سید آدم باپ کے تصدیق کرنے سے۔ آپ کی ہدایت کا گرویدہ ہوا۔ اس کے بعد سید جمن نے ایک خادم کو چند لونگین اور کسی قدر تبرک دیکر آپ کے پاس بھیجا اور آرزوے ملاقات ظاہر کرکے یہ عذر کیا۔ کہ مجھکو آنے سے پیری مانع ہے۔ خادم جس وقت پہونچا۔ درس جاری تھا۔ تبرک اور پیغام دونون پیش کیے۔ آپ نے طرز بیان سے حسن طلب سمجھا۔ اور بے درنگ بارادہ ملازمت اُٹھ کھڑے ہوئے۔ جب سید جمن کو اطلاع ہوئی۔ کہ قصبہ کے

کنارہ آپ پہونچ گئے ہین - توانسی اپنے لڑکے کو استقبال کے واسطے بیجکر اپنی ملازمت مین کھینچ بلایا - اولین دیدار کا تصرف یہ تہا - کہ کاغذی نقوش آپ کے صفحۂ خاطر سے بالکل صاف ہوگئے - پہر سید حمن نے فرمایا خانقاہ کے اندر ایک حجرہ آپ کو دیدو - چنانچہ دیدیا گیا - چند روز آپ وہان رہے - اور پہر التماس کیا - مین چاہتا ہون کہ باعقیدت غلامون مین شامل ہوجاؤن - سید حمن نے فرمایا - فخر عالم حمن جاہل کے مرید ہوجاوین یہ بات زیبا نہین ہے - جب آپنے مکرر التماس بہت کچھہ عجز و نیاز کے ساتھہ پیش کی - توسید حمن نے اپنے منہ مین کا پان آپ کو دیا - علمی چراغ جو گل ہوگیا تہا - وہ از سر نو روشن ہوا - اس کے بعد فرمایا - کہ بہار مین شیخ شرف الدین کے روضہ پر چند روز اعتکاف کرو - اور اُن کی روح سے ہدایت چاہو - چنانچہ اپنی تعمیل کی - خواب مین صاحب روضہ سے سنا - کہ تمہاری ہدایت سید حمن کی رہنمائی پر موقوف ہے - اُنہین کی خانقاہ مین لوٹ جاؤ - چنانچہ آپ لوٹ کر سید حمن کی خدمت مین آئے - اور عالم مثال کا گزرا ہوا ماجرا عرض کیا - سید حمن نے سنی ہوئی بات تو قبول کی مگر آپ کا رخ آگرہ کی طرف پہیر دیا - ساتہہ ہی یہ ہدایت بہی دی - کہ خواہ کسی قسم کی بات سننے مین آوے - راست سے مت لوٹانا - اور جب خوابگاہ بدیع الدین شاہ مدار کے آستانہ پر پہونچو - تو آگرہ کی اجازت مانگنا - سید حمن یہ بات راستہ مین کہکر بمقام جونپور چلے گئے - شیخ فخر الدین کو خبر لگی - کہ سید نے تماشا گاہ دنیا کو جو نمود بے بود ہے رخصت فرمایا - چونکہ بیشتر نصیحت آپ کو ہوچکی تہی - اسواسطے واپسی کا خیال خاطر مین آنے نہین دیا -

جب آپ قصبہ بانگرمؤ مین حوض کے کنارہ پہونچکر رات کو رہے - تو خواب مین مدار الاقطاب نے آگرہ رہنے کی اجازت دی - اور فرمایا - سیورغال (معین وجہ معاش) کے طریقہ پر کچھہ نہ لینا - اور جو درویش اُس جگہہ کا بزرگ ہو - اُس کی رضامندی لیکر مکان بنانا بالآخر آپ آگرہ مین آئے - اور اُس وقت مین شیخ جلیل زاہد زمانہ تہے - اُن کے دیدار کے واسطے گئے - اِس جگہہ آپ کا دل گرویدہ نہین ہوا - اِس کے بعد آپ شیخ علاء الدین مجذوب کی ملازمت مین حاضر ہوئے - شیخ مجذوب نے فرمایا - تم سلسلہ سے آتے ہو لیکن تمہاری جگہہ تو سرہند ہے آپ نے جواب مین لا یا نعم کچھہ نہین کہا - پہر شیخ مجذوب نے ایک روٹی کا ٹکڑا - کچکول سے نکال کر آپ کو دیا - اور فرمایا - پنجاب کو چلے جاؤ - وہان گیہون ارزان ہین - اس دفعہ بہی آپ جواب دینے سے خاموش رہے پہر شیخ مجذوب نے تیسری بار فرمایا - ایک سیر ہے آدہا تمہارا اور آدہا میرا - اس دفعہ بہی آپنے کچھہ نہین کہا - پہر شیخ مجذوب نے چوتہی دفعہ خطاب کیا - اس وقت تک یہان مین تہا - اب تم رہو - آپنے جواب دیا - اگر آپ کی یہ رائے ہے - تو آپ جگہہ میرے واسطے چہوڑ دین - اور خود دوسری جگہہ تجویز فرمائین - شیخ مجذوب نے ایسا ہی کیا

اور اب جس جگہہ اُن کی قبر ہے - وہان اپنا حجرہ بنالیا -

کہتے ہین شیخ فخر الدین کو جب بیماری پیش آتی تہی - تو خوش گلو قوالون کو بلاکر سرود و سماع کی مجلس کیا کرتے تہے - اور اسی سماع کے اندر بد مزگی مزاج کی تندرستی سے بدل جایا کرتی تہی - مگر جب مرض الموت عارض ہوا - تو سماع کی مجلس آپ نے نہین کی - ایک روز شیخ یوسف انصاری سید جلال قادری شیخ عبدالمومن چشتی - اور نیز دیگر چند اصحاب عیادت کے واسطے آئے تہے - سب اِس بات پر جمے ہوئے تہے کہ اس بیماری مین سرود نہ سننے کا سبب دریافت کرین لیکن قبل اس کے کہ لب ہلاوین - آپ نے رامی نام مطربہ کو بلوایا - اور فرمایا - یہ غزل گاؤ - بیت

ما قصہ نوشتیم بہ سلطان کہ رساند	جان ساختہ کردیم بہ جانان کہ رساند

جب غزل تخلص تک پہونچ گئی تو فرمایا - فرصت کم - اور شرع شریف کی رعایت واجب - گانے والی کو جانے کی اجازت دی - اور تین روز بعد جمعہ تاریخ انیسوین جمادی الثانی ہجری سنہ نوسوستر کو ایک سو پچیس سال زندہ رہکر - اپنی عمر دائمی خواب کے حوالہ کی - اور اپنا تن خاک قبر کے سپرد کیا - اور جان خلوتگاہ قدس کو چلی گئی قاسم ہندی نے آپکی تاریخ رحلت الفاظ کو فخر دین مین بائی ہے -

یاد شیخ سعد ابن بڈھن خیرآبادی ۹۲۲ھ

آپ صاحب دانش و بینش تہے - طریقت مین شیخ محمد قطب المعروف شیخ مینا لکہنوی کی ملازمت سے عقیدت اور خلافت رکہتے تہے - اور ظاہری علوم مین مولانا اعظم کے شاگرد تہے قدس سرہم کہتے ہین - آپ کے پیر کتاب عوارف آپ کے اُستاد سے پڑہتے تہے - ایک روز آپ نے پیر کی خدمت مین عرض کیا - اِس کتاب کی عبارت صحیح کرنے کے واسطے تو میری طبیعت کافی ہے - اور اس کے معانی اور لطائف کا ادراک جناب مخدوم کے ضمیر سے ممکن جو ذی کشف ہے - پہر معلوم نہین - کہ دوسرے کسی کے درس کی ملازمت کیون گوارا کی جاتی ہے - پیر نے فرمایا - سعد - تمنے جو کچہہ کہا - بجا ہے - لیکن عالمون کے ہوتے ہوئے - تعلیم کے راستہ سے پانون کہینچ لینا - اور اپنے ادراک اور عرفان پر بہروسہ کرنا ارباب دیانت اور اصحاب ہوش کا شیوہ - اور خوبان معنوی کی عادت نہین ہے - بیت

بخیر آباد شد سعد آنجہانی	سعادت خیر باد این جہان کرد

یاد شیخ بدھا

آپکا نام عبدالوہاب تھا۔ شیخ ابوالفتح کی کے بڑے بیٹے ہین۔ عمدہ صورت اور سیرت سے آراستہ اور دانش وبینش سے پیراستہ تھے درسی فنون کی تحصیل کمال کے درجہ پر پہونچادی تھی۔ بالخصوص حدیث اور تفسیر کامل طور پر یاد تھی۔ وعظ اور تلقین سے اس طرح گریزان رہتے تھے۔ کہ جس طرح درس سے۔ آپ کی مجلس مین خدا کی یاد۔ اور فرستادگان خدا کے حالات کے سوا صلوات اللہ علیہم دوسری باتین بہت ہی کم ہوا کرتی تھین علم سیر اور تاریخ کے بہت کچھہ عبرت افزا واقعات یاد تھے۔ جوانمردی اور سخاوت آپ کے خمیر مین داخل تھی۔ اگرچہ کچھہ پاس نہین ہوتا تھا۔ اور ایسے وقت مین احیاناً کوئی حاجتمند آجاتا تھا۔ تو گھر کے اسباب مین سے جو کچھہ ہاتھہ پڑجاتا تھا۔ اہل خانہ سے چھپاکر اُس کو دیدیتے تھے۔ کہتے ہین۔ ایک سال آپ کی ہمت کا امتحان کرنے کے واسطے حاکم شہر نے لوگون کو روک دیا تھا۔ کہ اِس درویش کو کوئی شخص ایک کوڑی بھی قرض نہ دیوے مگر باینہمہ آپ کے مہمان خانہ کا خوان روزمرہ پہلے سے زیادہ اور بہتر بچھایا جاتا تھا۔ اور کوئی سائل اپنے مطلب سے ناکام آپ کی خدمت سے نہین لوٹا۔ شاہ محمد خیالی نے آپ کی دوستی کے سبب سے آپ کے محلہ مین ایک حجرہ بنالیا تھا۔ اور اسی مین واپسین دم تک رہے۔ ہجری سنہ ایک ہزار سولہ تک وہ مکان قایم تھا شیخ عبداللہ کو ذکر وشغل کی تلقین۔ اور حقائق وتصوف کی تعلیم۔ انہین شاہ صاحب سے حاصل ہوئی ہے۔ شعبان کی چاندرات کا دن اور ہجری سنہ کم وبیش نوسوستر تھا۔ کہ دوئی کی سراے سے وحدت کے دارالسرور کو آپ روانہ ہوئے۔ خوابگاہ آگرہ۔

انجمن اصحاب شہود وارباب حضور سلسلۂ عشقیہ شطاریہ

تاریخ نگار پیرون اور ذی معرفت ہادیون نے ایسا لکھا ہے۔ کہ اِس خانوادہ کے سرفتر راس الواصلین رئیس المحققین۔ شیخ عہد۔ قطب عصر مرشد زمان۔ عارف جہان۔ ابویزید طیفور ابن عیسیٰ ابن آدم ابن سروشان بسطامی ہین۔ اور جو اصحاب مشرب عشقیہ رکھتے ہین۔ یہ دوسرے مشہور مشربون کی بہ نسبت فنا اور بقا کے درجات۔ صدق اور صفا کی منازل۔ مبدء اور معاد کے ابتدائی مقامات پر نظر کر کے ۵۱ اَلسَّابِقُوْنَ السَّابِقُوْنَ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ کے زمرہ مین داخل ہین چنانچہ تلوین ۵۲ وتمکین۔ حجاب ومکشوفات

۵۱ جو اعلےٰ آگے (سامنے بٹھائے گئے) ہین (سو) یہ آگے ہی (بٹھانے کے قابل) ہین (کہ) یہ درگاہ خداوندی کے مقرب ہین ۱۲

۵۲ تلوین وتمکین وغیرہ تمام الفاظ۔ مقامات سلوک کے اسما ہین ۱۲

قبض وبسط منع وعطا ہست ونیست - تنہائی وہمراہی کنج ومیدان خموشی وگویائی - غرض کہ تمام حالات اور اوصاف جو باہم متقابل اور ضدیک دیگر ہین - ان کو پہونچنا داخل کمال اسمائی ہے جس کو کمال ذاتی کہنا ناموزون نہین ہے - یہ حالات اور اوصاف اس گروہ کی موحدانہ نظر مین یکسان معلوم ہوتے ہین اور اس طریق کے سالک اور وابستگان حلقہ شمار سے زیادہ ہیں - کسی حال مین اور کسی مقام مین وہ آن بھی علی الاتصال پابند ہوکر نہین رہتے ہین - بلکہ ہر لحظہ اور ہر دم جدید شان کے ساتھ اوقات کا زندہ رکھنا - اور اوس کے ذریعہ سے شہر زندگی کو آرایش دینا - یہ خاصہ اس طریقہ کے پیرون کا ہے - عراق - عرب - عجم - ایران - اور توران مین جو فروغ محمدی پہونچا ہوا ہے - یہ اسی سلسلہ کے مشائخ کی برکات سے پہونچا ہے علی الخصوص ہجری سنہ کچھہ اوپر نوسو تیس مین اس گروہ کے سرآوردہ - محمد صادق شیخ نے - ماوراءالنہر کے شہرون مین علم ہدایت نصب کیا تھا - اور اس نواح مین تمام مشائخ اور فضلا کے قبلہ گاہ بن گئے تھے - تمام ذی استعداد معتقدین ان کی ملازمت سے ولایت اور کمال حاصل کرتے تھے - ان بزرگوار عزیزون مین سے جس شخص نے اپنی ہدایت سے ہندوستان کے تیرہ وتاریک مکان کو اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ [a] کا نور آباد بنایا - وہ شاہ عبداللہ شطاری پسر حسام الدین عبداللہ ابن رشیدالدین ابن ضیاءالدین ابن نجم الدین ابن جمال الدین عماد ابن عمر المعروف بہ شیخ الشیوخ شیخ شہاب الحق والدین سہروردی کے ذات خورشید صفات ہے جنہے نوین صدی کے اخیر مین ایران سے ہندوستان کے لوگون کی رہنمائی کے واسطے نزول فرمایا - اور عالم قدس کو روانہ ہونے کے وقت تک ہر ایک طرح کے اذکار واشغال - اعمال ابرار واخیار - اور ادعیہ ماثورہ وغیرہ کی دعوت کے طریقہ سے عموماً اور نیز خصوصاً طالبون کو اون کی استعداد کے موافق تلقین فرمائی -

شطار کی وجہ تسمیہ کے متعلق کسی قلم نے کوئی صریح حرف اور رقم نہین لکھی ہے - لیکن ایک رسالہ ہے لطیفہ غیبیہ نام - جو آپ کے قلم تصنیف کا نتیجہ ہے - اس رسالہ کی فصل ثانی مین کسی قدر وجہ تسمیہ کی نسبت آگاہی دی گئی ہے - خلاصہ اُس کا یہ ہے - کہ خداشناسان اُمت محمدی اور پیروان مذہب احمدی عَلٰی صَاحِبِھَا مِنَ الصَّلٰوۃِ اَفْضَلُھَا وَمِنَ التَّحِیَّاتِ اَکْمَلُھَا سلوک مین تین مشرب پر منقسم ہین - (۱) اخیار (۲) ابرار (۳) اور شطار - اور ان تینون گروہون مین سے ہر ایک گروہ ورد - ذکر - شغل - فکر - کشف

---

[a] اللہ ہی کے نور سے آسمان اور زمین کی روشنی ہے ۱۲

اور قرب جدا جدا رکھتا ہے۔ اور اپنے اپنے خاص طریقہ کے بموجب۔ صاحب استعداد کامل ہے۔ لہذا مناسب یہ ہے۔ کہ ؏ عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ كَاَنْبِيَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِيْلَ کے مضمون پر نظر کر کے فرق اور عدم فرق کی رعایت اس گروہ کے بارہ مین بھی اسی موافق کیجاوے کہ جس موافق انبیاء علیہم السلام کے بارہ مین فرق و عدم فرق کی نسبت قرآن شریف کے اندر ارشاد ہے یعنی اُن کی نسبت اعتقاد اور ولایت کے اقرار مین تفاوت اور اختلاف کو دخل نہ دیا جاوے۔ اور جو حکم رسولون کے ایمان کی نسبت ؏ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِه ہے اس پر قیاس کیا جاوے۔ تاکہ شریعت کا ایسا ایمان حاصل ہو جو طریقت کے وصف کے ساتھ موصوف ہو۔ اور جس طرح کہ انبیاء علیہم السلام کے زمرہ مین قرب۔ وحی کتاب۔ معجزات نسخ۔ عدم نسخ۔ اولو العزمی۔ اُمت کی کثرت و قلت اور نیز ان امور کے سوا۔ دیگر امور کے اعتبار سے فرق سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح چونکہ یہ گروہ مشابہ بانبیاء بنی اسرائیل ہے۔ لہذا اسی طرح اس گروہ کے اندر بھی افضلیت۔ سرعت سیر۔ بطوء سیر۔ ریاضت اور عبادت کے اعتبار سے سلوک مین عالم آخرت کی طرف سے سمجھی جاوے۔ اور احوال۔ درجات۔ مقامات۔ اور خطابات کے اعتبار سے اعیان ثابتہ (صور علمیہ) کے بموجب منجانب مبدء سمجھی جاوے۔ آیہ کریمہ ؏ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ کے اشارہ سے جو معنی ذہن مین آتے ہین۔ اس موافق اس مقام سے یہ بات خیال مین آتی ہے۔ کہ اس لقب کی خصوصیت۔ منازل طریقت کے طے کرنے مین تیز روی کے اعتبار سے ہے اَلْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ اور اس سلسلہ کے بعض اصحاب اور نیز دوسرے لوگ۔ نعت کی ومنع پر نظر کر کے۔ مذکورہ بالا طریقہ سے جو اس لقب کی وجہ پیدا کرتے ہین۔ بیا قرب بصواب ہے۔ نیز اس مشرب کے بعض اکابر یہ بھی فرماتے ہین۔ کہ جو اولیاء اللہ بار جسم سے سبکدوش ہو چکے ہین۔ ان کی ارواح سے یہ گروہ فیض حاصل کرتا ہے۔ اور پرورش پاتا ہے بدون اس کے کہ جسمانی ملازمت اور مصاحبت کرے۔ پس چونکہ یہ گروہ عالم مرکبات کو طے کر کے مجردات کے عالم مین معنوی سرعت کے ساتھ جاتا ہے۔ اس سبب سے اس گروہ کو شطار لقب دیا گیا ہے۔ یہ بھی ایک وجہ ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ تمام مشائخ شطار کو ہند مین شاہ عبداللہ شطاری کی خدمت سے اس مشرب کا

؏ میری اُمت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیا کی مثل ہین ۱۲ ؏ ہم خدا کے پیغمبرون مین سے کسی ایک کو (بھی) جدا نہین سمجھتے (یعنی سب کو مانتے ہین) ۱۲ ؏ یہ پیغمبر جو بھیجے ہین۔ ان میں سے بعض کو بعض پر برتری دی ۱۲۔

حصہ ملا ہے منجملہ اِن کے شیخ حافظ جونپوری ہین - جو سلوک اور تصوف کے مراتب طے کرنے مین مثل قمر سریع السیر تہے - اور اِن کے نامور خلفا ہر ملک مین ہین - جونپور مین شیخ بدہن ہین - اِن کی قبر پانی پت مین ہے شیخ بدہن کے بہی ایک خلیفہ تہے قصبہ بدولی مین شیخ ولی شطاری - ظاہری اور باطنی کل فضیلتین - امکانی اور آلہی جملہ معرفتین - اِن کی ذات مین جمع تہین - اُنہون نے ہجری سنہ نوسو چہبین مین عالم بقا کو کوچ کیا - اور خلفاے کامگار دنیا مین چہوڑے - اِن مین سے ایک شیخ فدن تہے - بڑے پرہیزگار تہے - اور حقائق و معارف بیان کیا کرتے تہے - اپنے زمانہ مین اپنا مثل نہین رکہتے تہے - امیر سید علی قوام کے بہی پیر ہین - شیخ ولی شطاری کے دوسرے خلیفہ شیخ بہاء الدین زکریا تہے - جو خواجہ گنجشکر کی نسل سے ہین - اور تیسرے خلیفہ شیخ حاجی ابن شیخ علم الدین عجائب برادر زادہ شیخ زکریا تہے یہ سلسلہ شیخ حافظ تک منتہی ہوتا ہے -

جب شاہ عبداللہ شطاری نے عالم قدس کو کوچ فرمایا - تو چند سال اور چند واسطہ کے بعد خرقہ خلافت درجہ بدرجہ شیخ محمد غوث کو پہونچا - اگرچہ واسطین کی ترتیب اس خانوادہ کے شجرہ مین بالتفصیل مذکور ہے - اور شجرہ کا وصف خاص یہ ہے [۵۱] اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ لیکن مختصر طور پر یہان بہی تحریر کرتا ہون - یعنی شاہ عبداللہ شطاری سے اولاً خرقہ خلافت شیخ محمد علا کو عنایت ہوا - جو شیخ قاضن کرکے مشہور ہین - شیخ محمد علا سے اُن کے بیٹے شیخ ابوالفتح ہدیۃ اللہ سرمست کو پہونچا - شیخ ابوالفتح ہدیۃ اللہ سرمست سے شیخ ظہور حاجی حمید حضور کی خدمت مین منتقل ہو کر آیا - چنانچہ اس کی تفصیل ہر ایک صاحب کی یادداشت مین حسب مقتضاے وقت لکہی گئی ہے - اور نیز لکہی جاوے گی - اور ملازمان حاجی حضور کی خدمت سے منصب ہدایت و اجازت اور فردہ قطب الاقطابی - وحدت مآب حضرت شیخ محمد غوث کو پہونچا - جنہون نے اِس بہشت نما انجمن کو طرح طرح کی معرفتین اور حقیقتین بیان کرکے نئی وضع کی انجمن بنایا - شطاری خیر خوار بچون کو نوزادگی کی پستی سے اُبہار کر مشایخ کی باطنی پرورش کے ذریعہ سے نوجوان کیا - اور توحید و ایمان کے درخت کو تقلید اور استدلال کی خزان سے بذریعہ نوبہار تحقیق رہائی دیکر دائمی سرسبزی بخشی - تاکہ درخت مذکور افراد انسانی کے باغ مین ازلی توفیق کی بانی پیکر باردار ہو - اس مین شک نہین - جس نے آپ کی خدمت مین چند روز منافقانہ بہی عمر گزاری - وہ بہی محبوب حقیقی کی جلوہ گاہ مین پہونچ گیا پہر مخلص کا تو ذکر ہی کیا ہے

[۵۱] - اُس کی جڑ مضبوط ہے - اور اُس کی ٹہنیان آسمان مین ہین ۱۲ -

یہ مدعا تحت الذکر کرامت کی شہادت سے پایہ ثبوت کو پہونچتا ہے -

چونکہ گجرات کے کوتہ نظر لوگ اپنے اعتبار ہی حسن پر عاشق تھے - اسواسطے حسد اور ناتوان بینی کی راہ سے غوث الاولیا کے ساتھ دشمنی کرنے لگے - منجملہ ان کے شیخ عبد المقتدر مینائی نے اپنے چھوٹے بھائی کو نوشیرہ خانقاہ مین معتقدانہ طور پر اس غرض سے بھیجا - کہ ہمیشہ حاضر حضور رہ کر غوث الاولیا کے اقوال اور افعال سے ایسے معاملات اخذ کرے - جن پر انگشت اعتراض رکھی جا سکے - اور وہ معاملات اپنے بزرگون کو پہونچاوے تاکہ اس جماعت کو نکتہ چینی کا سرمایہ فراہم ہو - کہتے ہین - اُس متجسس نے ایک روز عرض کیا - کہ یہ کمترین مریدان چند مدت سے تلقین کا امیدوار ہے - جواب ملا - کہ مقصود سلوک کی ترقی ہے - انشاء اللہ جو سکبا[۵] فقرا کے لنگر سے تم کھاتے ہو - یہی تلقین کا اثر پیدا کرے گا - بالآخر چند روز بعد اُس کو قوی جذبہ پیدا ہوا - اور اس کی آنکھ حقیقت بین ہوگئی - چنانچہ تمام حالات مین اور تمام مقامات مین یہ بات اُس کے ورد زبان تھی - کہ جب منافق کا یہ حال ہے تو اُس شخص کا کیا کہنا ہے جو اخلاص کے ساتھ اپنا سر اُس کامل بزرگوار کے آستانہ پر رکھے - بیت

دعوی زہد تو آن رند مسلم دارم	کہ روی بر سر آن کوچہ و ہشیار آئی

آپ نے جس کسی کو قبول کر لیا - اُس کے سر کی - اور نیز دل کی آنکھون کو مشاہدہ اور معائنہ کا نور حاصل ہوگیا - اور اُن مین حقیقت بینی کی قوت آگئی - یہان تک آپ کا بے انتہا فیض پہونچا - کہ کیا ہند اور کیا سندھ سب شہرون مین آپ کی عارف اور فاضل اولاد - اور رہنما خلفا جا بجا ہو بیٹھے - اور اُن کے قدم کی برکات سے خلا محال ہوگیا - جن کی فہرست یہ ہے -

گوالیار مین جہان آپ کا مرقد مبارک ہے - جانشینی اور سجادگی کے مراسم آپ کے مسند نشین صاحبزادہ شیخ عبد اللہ المعروف بہ شیخ بدہا - عمدہ طور پر انجام دیتے ہین - نیز شیخ مبارک عالم جو اطراف بانگرمئو کے باشندہ ہین - یہ بھی یہین تھے - جامع علوم تھے اور ظاہری و باطنی صفائی بھی رکھتے تھے - کم و بیش چالیس سال اصحاب خانقاہ کو کتابی علوم کا درس دیا - نیز شیخ بدیع الدین جیلانی سمرقندی غوث الاولیا کے بزرگ خلفا مین سے ہین - یہ بھی گوالیار مین ہی تھے - اُنہون نے کلید مخازن - اور کنز الوحدۃ پر جو غوث الرحمن کی مصنفہ کتب ہین عمدہ اور مفید حاشیے لکھے ہین - اور تعلیقات لگائی ہین -

دار السلطنۃ آگرہ مین شیخ نور الدین ضیاء اللہ زندگی بخش نے اپنے پدر بزرگوار کے رہنے سہنے کی جگہہ

[۵] کھانے کی ایک قسم ہے ۱۲

سنبھالی تھی - اور شیخ عبداللہ صوفی مرید غوث الاولیا بھی یہین تھے - روشن ضمیر پیر سے کامل طور پر عرفانی اور وجدانی مقامات حاصل کئے تھے -

برھان پور خاندیس مین شیخ اکمل الدین برہان تھے - ان کے پدر بزرگوار کے ظاہری اور معنوی فرزند اور بھی تھے - لیکن پدر بزرگوار کی ہدایت سے اقتباس نور کرنے مین - یہ معنوی فرزند سب مین پیش دست اور مقدم تھے - اور اخیر عمر مین بالکل استغراق ہوگیا تھا - اور ان کی زبان مین موحدانہ کلام اور تقریر کے سوا - کوئی گویائی باقی نہین رہی تھی - نیز شیخ لشکر محمد نے بھی یہین برہان پور مین سلسلہ ہدایت جاری کر رکھا تھا - نیز اسی شہر مین قاضی سراج محمد بنبانی تھے - معرفت کا چراغ - اور علمی و عینی جزئیات کی شمع انہین کی ذات سے روشن تھی - شیخ نظامی گنجوی کی ایک کتاب مخزن اسرار ہے - اس کی مشکل عبارتین اور مضامین آپنے حل کر کے - اہل جہان کو فیض پہونچایا ہے

برودرہ (بڑودہ) گجرات مین شیخ صدرالدین محمد شمس ذاکر تھے - آفتاب تلقین سمت الراس پر انہین بزرگوار کی بدولت پہونچا تھا - اور شیخ حبیب شعاری بھی اسی شہر مین سلوک کے اندر اپنے مریدون کو تیز روی تعلیم کیا کرتے تھے -

احمد آباد گجرات مین آپ کے فرزندون مین سے شیخ اویس اور شیخ اسمٰعیل ہین **مدظلہما** ان کے نانا - سلامی سادات مین سے ہین - اور سید ابوتراب کے عم مکرم ہین - ان دونون عالی مقدار گوہرون مین سے اولین (شیخ اویس) اوراد - دعوات - اذکار - اشغال - اور جواہر خمسہ کے رموز - ان علوم کے عامل ہین - **کما ھو الحق** - اور دوسرے بھی مشائخ طریقت کے عادات اور صفات سے ظاہر اور باطن دونون مین آراستہ - اور پیراستہ ہین - خدا کرے حال مین - کمال مین - اور آل مین روز افزون ترقی ہو - یہان احمد آباد مین آپ کے خلفا مین سے دو صاحب ہین (ایک) شیخ وجیہ الدین احمد علوی - جن کے فیضان سے طالبان علم و عرفان کے دل زندہ - اور زبانین گویا ہوئی ہین (دوسرے) شیخ علی شیر بنگالی ہین - انہون نے جواہر خمسہ کا انتخاب کیا - اور عمل مین لائے - اکثر علوم مین بڑے صاحب دستگاہ تھے - خاصکر علم ہیئت - نجوم - حکمت - اور ہندسہ اچھی طرح جانتے تھے - اور مسائل علوم کے مغز کو پہونچتے تھے - آپنے جام جہان نما کی ایک شرح مفید اور مبسوط لکھکر اُس کو شرب معارف سے لبالب کیا ہے سوانح امام احمد غزالی پر بھی حسب ارشاد غوث الاولیا - ایک محققانہ شرح لکھی ہے -

سنبھل مین شیخ محمد عاشق - طالبان حق کا کام انجام دیتے ہین -

اجمیر - مین مولانا عبدالفتاح ناگوری - لوگون کی حل مشکلات کیا کرتے تھے -

سرھند مین شیخ محمد جمالی نے مسند ارشاد کو حسن دے رکھا تھا۔

کالپی مین شیخ جلال واصل۔ سالکان راہ کو منزل مقصود پر پہونچا دیتے تھے۔

بدولی مین شیخ جیو اعبدالحی نام تھے۔ یہ ایک مدت تک گوالیار مین ہی خدا پرستی کا طریقہ عمل مین لاچکے ہین۔

بیجاپور دکن مین شیخ شمس الدین شیرازی نے دانش وبنیش کو رونق دی تھی۔

اجین مالوہ مین شیخ احمد متوکل۔ اور شیخ عالم نے اپنے تئین سپرد خدا کر رکھا تھا۔ اور رضا بہ قضا کا ماستہ ہمت اور اخلاص کے قدم سے طے کرتے تھے۔

سارنگپور مالوہ مین شیخ منجھن تھے۔ کتابی علم اور قلبی وجدان کی بنیاد شہر والون کے دل مین اول انہین نے رکھی تھی۔ دوسرے شیخ عمر ہین۔ علوم۔ عرفان۔ طریقت۔ اور توحید کے جواہرات کی آپکو کان سمجھنا چاہیے۔ اپنے وقت کے اُستاد۔ اور مرشد تھے سلمہ اللہ تعالیٰ

یاد شیخ ابوالمؤید محمد الملقب بن عبداللہ بالغوث

آپ خطیرالدین کے فرزند ہین۔ جو شیخ فریدالدین عطار نیشاپوری کی نسل سے ہین۔ اس ترتیب کے ساتھ خطیرالدین ابن عبداللطیف ابن معین الدین قتال ابن خطیرالدین ابن بایزید۔ اور بایزید شیخ عطار کے فرزند ارجمند ہین قدسنا اللہ باسرارہم۔ آپ ولایت محمدی کے جانشین تھے۔ انوار صمدی کا نزول اور اسرار ربانی کا ظہور۔ آپ کی بابرکات ذات پر تھا۔ دونون قسم کے یزدانی کمال آپ مین پائے جاتے تھے۔ ظاہری و باطنی ہردونو سلسلہ کے پیرون کی خلافت۔ اور شہادت وغیب دونون عالم کے مشایخ کی اجازت آپ کو حاصل تھی۔ ایک رسالہ جواہر خمسہ آپ کی تصنیفات سے ہے۔ اُس کے دیباچہ مین آپ نے اپنے کسی قدر حالات اور گزرے ہوئے واقعات بمضمون ذیل درج کیے ہین۔

زمانہ ہوش کا آغاز ہی تھا۔ کہ مجکو درد خدا طلبی پیدا ہوا۔ اور وہ میرے تمام دل پر حاوی ہوگیا۔ اس آیۂ کریمہ وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا[۱] کے مفہوم نے اُمید بندھائی۔ بس اسی پر دل نہاد ہوکر مینے ریاضت کرنی شروع کردی۔ اس ریاضت کی بدولت جواہر کائنات کی شناخت اگرچہ ہوئی۔ مگر اُس قدر نہین ہوئی۔ کہ جس قدر خواہش تھی

---

[۱] اور جن لوگون نے ہمارے دین (کے کام) مین کوششین کین۔ ہم (بھی) اُن کو ضرور اپنے رستے دکھا دینگے۔

سعی کسی کی بیکار نہین جاتی ہے - بحکم آیۃ کریمہ ۵۱ اِنَّ سَعْیَکُمْ سَوْفَ یُرٰی کئی دفعہ عالم خواب مین مجکو آگاہی دی گئی - کہ تم کو سلطان الموحدین شیخ ظہور حاجی حمید حضور کی ملازمت سے اپنی کامیابی چاہنی چاہیئے - کیونکہ تمہارے مقاصد کے دروازے - حاجی حمید کی تلقین کی کنجی سے ہی کہلین گے - اِس غیبی خوشخبری پر بہروسہ کرکے - مینے اپنا تمام ملک وملکوت (جسم وجان) حقیقی رہنما حاجی حمید کی تلاش مین وقف کردیا - اللہ تعالیٰ **جل شانہ** کا شکر اور احسان ہے - کہ مجکو نگرانی کا رنج نہین اُٹھانا پڑا - اور میری مشکور سعی کا درخت وجدان مطلوب کے ثمر سے بارور ہوا - اور حاجی حمید کے سایہ تکمیل مین - حرمان اور نقصان کے اثرات سے رہائی مل گئی - اُسی دم خواجہ احمد کی خدمت مین - جو حاجی صاحب کے محرم خاص - اور رفیق با اخلاص تھے - حاجی صاحب نے فرمایا - کہ یہ شخص جو ہشیاری کے باغ کا - نیا سیاح - طلب کے باغیچہ کا نونہال - اور شوق کے جنگل کا نیا مسافر ہے - وہ باکمال نوجوان ہے - جس کی نسبت حضرت خاتم النبوۃ **علیہ السلام والصلوٰۃ** نے حسب ارشاد ملک علام اِس حضور کا فرزند بناکر احسان کیا ہے - اور اس تقریر کے اخیر مین ۵۲ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ الخ پڑھ کر اپنی بیعت اور عقیدت کے شرف سے مجکو سرفراز فرمایا - چندروز بعد باطنی علوم کے جواہر ۵۳ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِہٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ کے دریا سے میرے منتظر دل مین انڈیل دئے - اور ظاہری عنایات کے موتی ۵۴ وَیُؤْتِ کُلَّ ذِیْ فَضْلٍ فَضْلَہٗ ط کی کان سے میرے حوصلہ پر اثیار کئے - تیرہ سال اور چند مہینے - کوہستان جنار مین گوشہ گزینی اور چلہ کشی کرنے کے واسطے اجازت دی - مینے قبول کرکے - ازلی توفیق کی مدد سے مقررہ مدت کو اُس طریقہ پر جو جواہر پنجگانہ مین مذکور ہے - عمل کرکے پورا کیا - اکثر باطنی اسرار اور ظاہری اطوار کو تحریر مین لاکر مسودہ سے صاف کرلیا - اور اُس کا نام جواہر خمسہ رکہکر فہرست اور فوائد کے ساتھ سب طرح سے مرتب اور مکمل بنایا - اب اس وقت مین فقیر کی عمر بائیس سال کی تہی - کہ ظاہری مرشد اور معنوی باپ کا سایہ عاطفت مجھ سوختہ آتش ریاضت پر پڑا - مینے اُسی پانچ گوہر کے کاغذی ڈبہ کو دست آویز

---

۵۱ بیشک تمہاری کوشش آگے چل کر دیکھی جائے گی ۱۲ ۵۲ جو لوگ تمہارے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہین - وہ تم سے نہین بلکہ خدا سے بیعت کر رہے ہین ۱۲ ۵۳ اور لوگ اُس کی معلومات مین سے کسی چیز پر دسترس نہین رکھتے مگر جتنی وہ چاہے ۱۲ ۵۴ اور جس نے قدر واجب سے زیادہ کام کیا ہے - اُس کو اُس کا زیادہ ثواب دے گا ۱۲ -

بناکر اپنے نماد خلوت کی کیفیت عرض کی - پیر نے حد سے زیادہ عنایت اور التفات فرماکر اپنے پیرہن خاص کو درویش کا خلعت خلافت بنایا - اور بیان کیا - یہ رسالہ ایسا مخزن ہے - کہ جس روز لہ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ کی ندا ہوگی - اُس روز تک تمام اہل ولایت کو وجدان اور عرفان کا سرمایہ حاصل کرنے کے واسطے دستور العمل بن کر مددگار رہے گا -

کہتے ہیں - ہجری سنہ نو سو سینتالیس میں افغانان سور کا غلبہ ہوگیا تھا - جو شیر خان سور کے سرداروں میں سے تھے - اور اس سبب سے جنت آشیانی نصیر الدین ہمایوں شاہ تیموری نے صوبہ دہلی سے یکسوئی اختیار کرلی تھی - اُس وقت میں غوث الاولیا بھی گجرات کی طرف ہجرت فرما گئے تھے - یہاں پر بہت کچھ صاحبان استعداد آپ کی خدمت سے انسانی کمالات کو پہونچ گئے - جو **فنا فی اللہ** اور **بقا باللہ** ہیں - بڑا مکان - اور بڑی خانقاہ تیار ہوگئی - یہ مقام آج کل دولت خانہ کے نام سے مشہور ہے - **بیت** -

دولتے را کہ نباشد غم از آسیبِ زوال		بے تکلف بشنو دولت درویشان ست	

مسعود الآثار شیخ محمود جلال فرماتے تھے - جب غوث الاولیا گجرات میں آ پہونچے تو جنت آشیانی کی طرف سے اس مضمون کا صحیفہ پہونچا -

(اصل خط)

بعد از عرض آداب دست بوس معروض آنکہ عنایت قدیر لم یزل از کروہ دشواری تقدیر بہ صدقہ توجہ و دعاے ایشان و جمیع درویشان بآسانی برآوردہ - و از سوانح روزگار فتنہ انگیز انچہ پیش آمد - بجز محرومی ملازمت باعث آزار خاطر و سبب تیرگی دل نہ گردید - و در ہر نفس و ہر گام خیال درگرد این اندیشہ بود - کہ آن دیو سرشت مردم بآن ذات ملکوت صفات چہ سلوک کردہ باشند - چون شنید - کہ درہمان نزدیکی ایشان نیز ہجرت بدیار گجرات فرمودند - دل از ان اندوہ گرفتاری بقدرے رہائی یافت - و پیوستہ از صدق عقیدت امید وار ست کہ فیض فضل کردگار - ہمچنان کہ ازین تنگناے آفت بیرون آوردہ

(ترجمہ)

آداب دستبوسی کے بعد عرض یہ ہے - کہ قدیر لایزال کی عنایت نے تقدیری دشواریوں سے حضور کی اور جمیع درویشوں کی توجہ اور دعا کی بدولت بآسانی نکال لیا - اور فتنہ انگیز زمانہ کے واقعات سے جو کچھ پیش آیا - وہ کوئی بھی آزار خاطر کا باعث اور تیرگی دل کا سبب نہیں ہوا - بجز محرومی ملازمت کے - ہر دم اور ہر قدم پر یہ اندیشہ تھا - کہ دیکھا چاہیے وہ دیوزاد لوگ حضور کی ذات ملکوت صفات کے ساتھ کس قسم کے برتاؤ سے پیش آئے ہوں گے - جب سنا - کہ اُسی اثنا میں حضور بھی ملک گجرات کو ہجرت فرما گئے - تو اُس فکر سے دل نے کسی قدر رہائی پائی - اور ہمیشہ از راہ صدق اعتقاد امیدوار ہوں - کہ جس طرح

ل٥ آج کس کی حکومت ہے ۱۲

(اصل خط)

ازبنما ندہتا کی مذکور آنا دساخت - از محنت مفارقت صوری نیز خلاص بخشد -

سبحان اللہ چہ گونہ سپاس وشکر گزاری تلقین با ملن نشین آن رہنماے حقیقی بتقدیم رساند - کہ باکثرت اسباب پریشانی کہ بظاہر قالب فرو پیچیدہ ست در جمعیت ووحدت سویداے قلب باندازہ یک ذرہ قصورے دفتورے راہ نیافتہ - راہ آمد ورفت قافلہ دعاے خیر پیوستہ مسلوک باد -

(ترجمہ)

خدائی فضل کے فیض نے آفت کے تنگ و تاریک کوچے سے نکال کر اندہ ذکر کا سے آزاد کیا ہے - اسی طرح ظاہری مفارقت سے بھی نجات بخشیگا -

سبحان اللہ - اُس حقیقی رہنما کی دلنشین تلقین کا شکر کس طرح ادا کرون - باوجودیکہ اسباب پریشانی بہی کثرت کے ساتھ ہین - کہ ظاہر جسم کو چارون طرف سے جکڑ لیا ہے مگر سویداے قلب کی جمعیت اور وحدت مین - ایک ذرہ برابر قصور اور فتور پیدا نہین ہوا ہے - قافلہ دعاے خیر کی آمد ورفت اور راہ آمد ورفت ہمیشہ جاری رہنی چاہیے -

نیز فرماتے تھے - اس خط خوشی کے آنے سے آپ نے آشناؤن کے غمگین دلون مین ایسا ایک حال پیدا کر دیا کہ ارباب تصوف کسی مشترک اسم کے آثار تجلی ظاہر ہونے سے اس حال کو تعبیر نہین کر سکتے ہین - اور خط کا جواب تلقین اور تسلی کی شان مین تحریر فرما کر حوالۂ قاصد کیا - اُس کا مضمون یہ تھا -

(اصل جواب)

وصول نامہ نامی سلطانی ومطالعہ صحیفہ گرامی ہمایونی مبارک باد زندگانی بہ مخلصان این حدود رسانید ونوید سعادت صحت وعافیت ملازمان رکاب دولت برداد - آنچہ بکلک وقایع نگار قلمی بود مطابق نفس الامر ست - ہیچ گونہ تکلفی دران واقع نیست

مصرع سخن کز دل برون آید - نشیند لاجرم در دل ؎ تمام المرام سر خداوند افسر از اندوہ ہای سرگذشت شوریدہ باد -

مصرع در طریقت ہرچہ پیش سالک آید خیر اوست ؎ ہرگاہ حق سبحانہ وتعالی بندہ سعادت مند خود را میخواہد بدرجہ کمال رساند - پرورش باسماے جمال وجلال ہر دو میفرماید -

(ترجمہ)

سلطانی نامہ نامی اور ہمایونی صحیفہ گرامی پہونچا - یہان کے مخلصون کو زندگانی کی مبارک بادوی - اور جو اصحاب ملازم رکاب دولت ہین اُن کی خیر وعافیت بہی معلوم ہوئی - جو کچھ اخبار نویس قلم سے لکھا ہے - فی نفسہ ایسا ہی ہے - اس مین کسی طرح کا تکلف نہین -

مصرع سخن کز دل برون آید - نشیند لاجرم در دل ؎ خلاصہ کلام یہ ہے کہ خداوند افسر کو واقعات کے غم واندوہ سے خدا کرے پریشانی نہ ہو مصرع در طریقت ہرچہ پیش سالک آید خیر اوست جب اللہ تعالی کو یہ منظور ہوتا ہے - کہ کسی اپنے سعادت مند بندہ کو درجہ کمال پر پہونچاوے - تو جمالی اور جلالی دونون قسم کے اسماے

ایک دور جمالی گزشت - اکنون چند روز نوبت جلالی ست بحکم [1] فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا بزودی باز نوبت جمال خواہد رسید زیرا کہ بقانون عربیہ یک عسر میان دو یسر واقع شدہ - و نیز بجہت آنکہ سطح محاط بحسب مسافت کمتر از دائرہ محیط ست پس عنقریب ہمہ مراد در منصہ ظہور جلوہ گر خواہد شد انشاء اللہ تعالے

للہ الحمد من قبل ومن بعد -

اُس کی پرورش فرماتا ہے - یہ ایک دور جو گزر گیا جمالی تھا - اب چند روز دور جلالی کی باری ہے بحکم [1] فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا بہت جلد پھر جمال کی نوبت آئی جاتی ہے - کیونکہ قاعدہ عربی سے ایک عسر دو یسر کے درمیان واقع ہوا ہے - اور چونکہ محاط کا سطح مسافت کے اعتبار سے محیط کے دائرہ سے کمتر ہوتا ہی - لہذا عنقریب کل مراد ظہور پذیر ہوگی انشاء اللہ تعالی - اللہ تعالی کا شکر ہو اول ہی اور آخر بھی

ہجری سنہ نو سو چھپن تھا - چند ہجم چار خلفا اور با اخلاص اصحاب نے جواہر خمسہ کے اُن بعض مقامات کے متعلق جو تفصیل اور تنقیح کے محتاج تھے - عرض کیا - اگر اس عبارت کو اجمال سے نکال کر واضح اور بسیط کر دیا جاوے تو ضرور ارباب استفادہ کو - حصول مراد مین سہولت ہو جاوے گی - آپنے التماس کرنے والون کی درخواست قبول فرماکر - جس طریقہ سے وہ چاہتے تھے - اُس سے زیادہ واضح اور روشن طور پر عبارت کے لباس مین کر دیا - اس ترتیب سے کہ

پہلا جوہر - اقسام عبادت کے بیان مین ہے - نماز - روزہ - دعائین - نیز سوائے اس کے اور جو کچھ بھی ہر مہینے - اور ہر سنیچر کے روز سے اور اُس کی راتون سے تعلق رکھتا ہے - یہ سب اس جوہر مین مذکور ہین - ان کا عمل مین لانا - تمام طالبون کو اولیاے کرام کے مرتبہ پر پہونچا کر ظاہر مین آراستگی اور صفائی بخشتا ہے - اور باطن کو فیض طریقت کے واسطے مہیا کرتا ہے - ان چیزون کے عاملون کو ابرار کہتے ہین -

دوسرا جوہر - زہد اور پرہیزگاری کے اطوار کے بیان مین ہے - ان پر عمل کرنے سے عابد کامل کو بیگانہ خطرات کی پہچان اور خطرات کے دور ہونے کی پہچان پیدا ہو جاتی ہے - خطرات کا پہچاننا مرشد کے بتانے سے تعلق رکھتا ہے - نیز اس جوہر پر عمل کرنے سے بھی خطرات کی پہچان ہو جاتی ہے - لیکن خطرات کے رفع ہونے کی علامت یہ ہے - کہ خطرات

اگر شیطانی ہین - تو کلمہ تمجید بکثرت پڑھنے سے زائل ہو جاتے ہین -

اگر نفسانی ہین - تو بہت استغفار پڑھنے سے دور ہو جاتے ہین -

[1] بے شک تنگی کے ساتھ آسانی ہے بے شک تنگی کے ساتھ آسانی ہے ۱۲

اگر فلکی ہیں۔ تو تسبیح سبحان ذی الملک والملکوت الخ گیارہ بار بتکرار پڑھنے سے

دفع ہوجاتے ہیں۔

اگر روحی ہیں۔ تو کلمہ طیب بہت پڑھنے سے دفع ہوجاتے ہیں۔

اگر دفع نہ ہوں۔ تو جاننا چاہیے۔ کہ خطرات رحمانی ہیں۔ پس خدا کا فکر بہت زیادہ کرنا چاہیے۔ تاکہ خطرات

مذکورہ سالک کے دل میں ثابت اور قایم ہوجاویں یَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهُ أُمُّ الْكِتَابِ

جن صاحب کو یہ حالت پیش آتی ہے۔ ان کو اخیار کہتے ہیں۔

تیسرا جوہر میں۔ اسماے اعظم۔ ادعیہ ماثورہ۔ اور احزاب مشہورہ کی دعوت کے اعمال اور ان کی

شرطیں لکھی ہیں جب سالک اپنے اشغال کو مذکورہ بالا دو جوہروں سے مزین کرلیتا ہے۔ تو یہ تیسرا جوہر بھی اُس پر

اضافہ کرتا ہے۔ تاکہ عالم الٰہی کے۔ اور نیز دیگر عظیم الشان حالات۔ سالک پر منکشف ہوکر۔ اس کے دل کی آنکھ

میں نور بصیرت پیدا کریں۔ اور تاکہ صوری اور معنوی تصرف کی قوت اور ظاہری و باطنی دولت اُس کو حاصل ہو۔ یہ

جوہر پندرہ فصلوں پر مشتمل ہے۔

اولین چودہ فصلوں میں۔ بتفصیل مابعد۔ چودہ قسم کی دعوت کا بیان ہے۔ (۱) دعوت حروف تہجی۔ (۲)

مقطعات (۳) حرفی (۴) لفظی (۵) کلیات جزئیات۔ (۶) سفر الادم (۷) صراط مستقیم (۸) حقی (۹) الیسع

(۱۰) مجموعہ (۱۱) خمس (۱۲) کبیرہ (۱۳) صغیرہ (۱۴) دعوت سیفی اور نیز دیگر احزاب

چودھویں فصل میں رد دعوت اور دفع سحر کا بیان ہے۔ اور

پندرھویں فصل میں چلہ کشی کے آداب اور طریق کا ذکر ہے۔

دنیا اور آخرت کے اعتبار سے ان دعوتوں کے فوائد اور ثمرے ہر ایک فصل میں لکھے گئے ہیں۔ اس فن کا جو

شخص طالب ہو وہ وہاں سے معلوم کرسکتا ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ جوہر طالب حقیقت صوفی کے حالات

کی تکمیل کے واسطے بہت بڑی بے بہا چیز ہے۔ اکثر الٰہی حقائق کے اسرار اس جوہر کے ضمن میں اس طرح پنہاں ہیں

کہ جس طرح جرم آفتاب ابر میں پنہاں ہوتا ہے۔ یعنی دعوت کا شغل رکھنا۔ کثرت امکانی کے بادل کو ہوا سے

فضائی کے کرہ سے بالکل دور کردیتا ہے۔ اور وحدت وجود کا علم الیقین۔ عین الیقین کے درجہ کو پہونچا دیتا ہے

چوتھے جوہر میں مشرب شطار کا بیان ہے۔ جب صوفی ان مذکورہ بالا تین جوہروں کے عمل اور کسب

لے خدا جس کو چاہتا ہے منسوخ کردیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے قایم رکھتا ہے۔ اور اُس کے پاس اصل کتاب (یعنی لوح محفوظ) موجود ہے ۲۴

پر قادر ہوجاتا ہے - تو اُس وقت مین اُس کو شرب شطار کی جاقنی چکھنے کی قابلیت پیدا ہوجاتی ہے - اور نیز اس سلسلہ خاص کی محرمیت کے واسطے مہیا ہوجاتا ہے - کیونکہ یہ شرب دوسرے مشربون کی بہ نسبت دو ممتاز وجہون کے اعتبار سے اعلیٰ اور اخص ہے - (اولاً) یہ کہ اس طریقہ والون کے واسطے نہ فنا ہے - نہ فنا والفنا - بلکہ یہ لوگ ہر ایک مرتبہ مین غیر سے مفقود (گم) اپنی ذات کے ساتھ مشہود - اور بقاء البقا کے ساتھ باقی ہوتے ہین (ثانیاً) یہ کہ اس مشرب کی تلقین اولاد نبوی علیہ السلام والصلوٰۃ کے واسطے خاص ہے - جب حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی نوبت پہونچی - تو جب تک آپ جسمانی ترکیب مین رہے - تب تک اپنے عالی شان فرزندون کے سوا - اور کسی کو تلقین نہین فرماتے تھے - لیکن جب آپ ناسوتی سرا سے انتقال فرما گئے - تو سلطان العارفین ابویزید بسطامی کے ساتھ فرزندی روحانیت کی مناسبت تھی ہی - اسواسطے اپنے عالم روحانی مین اس مشرب شطار کا افاضہ سلطان العارفین کو فرمایا اس کے بعد پیر بسطام سے اس مشرب کا ارشاد مشائخ طریقت کے سلسلہ مین آیا -

واضح ہو کہ اس جوہر کا مقدمہ اذکار ہین - اور اذکار کی دو جنسین اعلیٰ ہین - جہر اور خفی - اول جنس ذکر جہر کی چند نوعین ہین (۱) نفی اور اثبات کا ذکر ہے اور نفی واثبات کے افراد جو دہ ہین (۲) تنہا اثبات کا ذکر ہے - اس کی دس قسمین ہین - (۳) اسم ذات کا ذکر ہے - اس کے دس افراد ہین (۴) اسم ہو کا ذکر ہے - یہ سات افراد مین منحصر ہے (۵) کچھ اذکار ہین - جن کے نام مرشدان کامگار نے ان کے آثار اور نتائج کی مناسبت دیکھکر رکھی ہین جیسے ذکر لاہوتی - ذکر ملکوتی - ذکر جبروتی - اور ذکر ناسوتی - جس کے قرات اسی عالم کے حقائق کا کشف ہے وقس علیٰ ہذا مابقی من افراد ہذا النوع کہ وہ بیس ہین - اور یہ چار مل کر تیس فرد ہوجاتے ہین (۶) وہ اذکار ہین - جن کو مشائخ نے بزور کشف پرندون کی آواز سے معلوم کیا ہے - یہ چار فرد ہین - اور ان کے اسما ان پرندون کی طرف منسوب ہین جن کی وہ آوازین ہین - ذکر ہُدہُد - ذکر عنقا - ذکر فاختہ - اور ذکر شکر خوارہ -

دوسری جنس ذکر خفی کی تین نوعین ہین (۱) پاس انفاس - اس کی سات قسمین ہین - (۲) ذکر قلب - اس کے تین افراد ہین (۳) ذکر استیلا - اس کی دو قسمین ہین - اگر یہ ذکر ضرب کے ساتھ ہے - تو اس کو استیلاے عشقیہ کہتے ہین - اور اگر بے ضرب ہے تو اس کا نام استیلاے نقشبندیہ ہے -

ذکر کی دو جنسین جو اوپر مذکور ہوچکی ہین - جلسہ - ضرب - کشش - کوب - تصور - الفاظ - اور ثمرات کے

اعتبار سے اِن جوہرون کی دو قسمین اور شناسی فردین ہوتی ہین - اِن کو مشرب شطار کے جوہر سے مطالعہ کر کے یاد کر لینا چاہیئے - جہان ایک مخزن تفصیل کے ساتھ لکھی ہوئی ہین - اِس مختصر رسالہ مین تو صرف دو قسمون کے ظاہری حالات اور ماجرا کا بیان نمونہ کے طور پر کیا گیا ہے - دوسرے علوم اور فنون کے مقاصد اور مسائل کا جہان کہین تقریبا ذکر آجاتا ہے - وہان فقط مقدار ضروری پر اکتفا کیا جاتا ہے -

جب تحصیل اذکار کی بدولت صوفی کا قلب کمال کے درجہ کو پہونچ جاتا ہے - نیز صوفی اشغال اور مراقبون کی ریاضت مین کوشش کر کے کمالات اسمائی کا منظر ہو جاتا ہے - اور تمام کو اپنی ذات مین اور اپنی ذات کو تمام مین مشاہدہ فرماتا ہے - تو پھر پانچوین جوہر کا عمل آغاز کرتا ہے -

پانچوین جوہر مین اشغال ورثۃ الحق کا بیان ہے - واضح ہو کہ سالک کس وقت ارث کو پہونچتا ہے اور کونسی وجوہ ہین - جن کی بنیاد پر سالک وارث حق ہو سکتا ہے - تاکہ ۱؎ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْوَارِثُوْنَ کی خوش خبری وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ کی بشارت فرما رہا ہے اُس سالک کے بارہ مین بالخصوص سمجھی جاوے اب معلوم کرنا چاہیئے - وارث کی دو قسمین ہین - صوری اور معنوی - صوری وارث کو ارث کا پہونچنا مورث کی موت کے ساتھ شروط اور موقوف ہے - اور معنوی ارث مین یہ صورت محال ہے - پس دونون قسم کی ارثون مین جو مناسبت ہے - وہ یہ ہے - بدون محنت اور بدون کسب کے شئے کا حاصل ہونا اور آثار مین تصرف کرنا - صوری ارث کے واسطے ظاہری قبضہ اور استفادہ ہونا لازم ہے - اور معنوی ارث منجملہ عطیات باطن کے ایک عطیہ ہے جس کا ادراک سوائے ارباب دانش و عرفان کے اور کسی کو نہین ہو سکتا ہے ۲؎ اَعْطٰی کُلَّ ذِیْ حَقٍّ حَقَّہٗ اور ۳؎ اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ ایسے ہی وقت مین اور ایسے ہی مقام پر ظہور پذیر ہوتا ہے - اشغال ورثۃ الحق کی شمار اِس طرح پر ہے (۱) صورت بند کے بیان مین (۲) مشاہدہ کے بیان مین (۳) دل کو مدور تصور کرنے کے بیان مین (۴) روحانی تصور کرنے کے بیان مین (۵) حقائق خیالی معرفت کے بیان مین (۶) فنائے شہود کے بیان مین (۷) صفات سبعہ کے بیان مین (۸) وحدانیت ذات کے بیان مین (۹) تصور عالم خفی کے بیان مین (۱۰) سبعہ مواد کے بیان مین (۱۱) حضرات خمس کے بیان مین - اشغال کا بیان تمام کرنے کے بعد آپنے اِس جوہر کو ایک موحدانہ - محققانہ - عارفانہ - اور عاشقانہ مناجات پر ختم فرمایا ہے اُس کے چند

۱؎ وہی لوگ اصلی وارث ہین ۱۲ ۲؎ اور اے پیغمبر ایمان والون کو خوش خبری سنادو ۱۲ ۳؎ ہر ایک حقدار کو اُس کا حق عطا فرمایا ۴؎ بیٹا اپنے باپ کا راز ہے -

چند فقرے بطور نمونہ بیان لکھتا ہوں -

احدا - توحید صرف وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ
ما بصورت ما و من با معنا - کہ تجلیات صفات تست
این ہمہ نشو و نما -

صمدا - انچہ از غفلت بر سر گذشت - بہشیاری مگیر
از خود عذر فَهُمُ الْغَافِلُوْنَ بپذیر - و بتائید وَلَا تَكُنْ
مِنَ الْغَافِلِیْنَ دست گیر -

علیما - ہشیاری وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِیْتَ
با بفراموشی نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ -
مبدل مساز -

قدیرا - انچہ در نہاد ما نہادہ ازان اندیشہ ما باز دار
و انچہ در استعداد ماست کہ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا
اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ بے شفقت بشرسار

احدا - صرف ۵۱ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ کی توحید
کو ما اور من کی صورت میں ہم پر ظاہر نہ کر کیونکہ یہ تمام
نشو و نما جو کچھ بھی ہے - تیری ہی صفات کی تجلیات ہیں -

صمدا - غفلت کے سبب جو کچھ ہمارے سر پر گذر گیا - اُس کو
ہوشیاری میں قرار دیکر گرفت نہ کر خود ہی ۵۲ فَهُمْ غَافِلُوْنَ کر کے
عذر قبول کر اور ۵۳ لَا تَكُنْ مِّنَ الْغَافِلِیْنَ فرما کر ہماری دستگیری کر

علیما - جب ہم بھول جاویں تو بحکم ۵۴ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِیْتَ
ہوشیاری میں آنے کی توفیق دے - اور ہوشیاری کو بعوض ۵۵ نَسُوا اللّٰهَ
فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ فراموشی سے تبدیل کر کے ہم کو بھول نہ جا -

قدیرا - تو نے جو چیز ہماری سرشت میں رکھی ہوئی ہے اُس
چیز تک ہمارے اندیشہ کو پہنچنے ہی نہ دے اور جو چیز ہماری استعداد میں ۵۶
فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ [illegible]

ز لطف انچہ مطلوب است و مقصود - مہیا کن بوجہ احسنش زود

ز لطف انچہ مطلوب است و مقصود - مہیا کن بوجہ احسنش زود

القصہ جب بڑے بڑے لوگوں کی التماس کے بموجب دوسرا نسخہ تیار ہو گیا - تو آپ نے فرمایا - کہ پہلا نسخہ جہاں کہیں بھی ہو - اس نسخہ ثانی سے تصحیح کر کے مطابق کر لیا جاوے - کہتے ہیں - اس کے بعد کم و بیش چھ برس اور گجرات میں قیام فرما کر فیض ہدایت عام طور پر جاری رکھا جب ہجری سنہ نو سو ترسٹھ آیا - اور جہانبانی علم ملک ہند میں پھر آ نصب ہوئے - اور ہمایوں کے فرزند رشید ابو الفتح اکبر شاہ نے شاہی تاج اپنے سر پر رکھ کر تخت سلطنت پر جلوس فرمایا - تو غوث الاولیاء نے بھی اللہ جل شانہ کا شکر بجا لا کر ملک گجرات سے گوالیار اور گوالیار سے دہلی کی طرف معاودت فرمائی - بادشاہ نے بہت کچھ مراسم تعظیم ادا کر کے استقبال کیا - اس کے

۵۱ ایک خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ۱۲ ۵۲ یہ لوگ غافل ہیں ۱۲ ۵۳ تم غافل نہ بنو ۱۲ ۵۴ اگر کبھی بھول جایا کرو تو اپنے پروردگار کو یاد کر لیا کرو ۱۲ ۵۵ جنہوں نے خدا کو بھلایا - اُن کی ایسی مت خدا نے ماری - کہ اپنے آپ کو بھی بھول گئے ۱۲ ۵۶ کوئی شخص بھی نہیں جانتا - کہ کیسی کیسی آنکھوں کی ٹھنڈک اُن کے لئے پردہ غیب میں موجود ہے ۱۲ -

بعد آپنے سات سال اور بھی جسم کے ساتھ تعلق رکھا - پھر ہجری سنہ نو سو ستر مین - حیات کی کشتی - کثرت کی امواج سے اور نفسانی ہوا کے طوفان سے صحیح وسالم لیجاکر وحدت کے جزیرہ مین لنگر کر دیا - اور عالم قیود کی سیر وسیاحت سے فارغ ہوکر عالم اطلاق کی جنت کو روانہ ہوئے -

اور اوغوث الاولیا مین لکھا ہے - جب حضرت شیخ ظہور حاجی حضور نے تلقین اور تعلیم کے واسطے اِس درویش کو قبول فرماکر خلعت خلافت عطا فرمایا - اور کوہستان چنار مین رہکر چلہ کشی کرنے کی اجازت دی - گنگا کے کنارہ ایک درہ مین حسب الارشاد مینے ایک سالہ چلہ کی نیت کی - جب سال پورا ہونے کو ہوا - تو ایک شخص میرے پاس آیا - اور اُس نے بہت کچھ منت وسماجت کی - کہ مجکو اپنا مرید فرما لیجے - مینے ہرچند ممانعت کی اور انکار کیا - لیکن میرا انکار اُس کے مستحکم خیال اور اصرار کو روک نہ سکا مجبوراً مرید کیا - اس کا نتیجہ ہوا کہ کامل تین مہینے مہلک بیماری مین مبتلا رہا - جس کی وجہ سے بہت سے اعمال اور اشغال انجام نہ دے سکا اسی طرح تین بار گرفتار بلا ہوا - یہ حال دیکھکر یقین ہوگیا - کہ ابھی مین حقیقی خلافت کے تخت پر بیٹھنے کے لائق نہین ہوا ہون لہٰذا کسی کو مرید نہین کرنا چاہیے - مگر یہ خلش دل مین ضرور رہتی تھی - کہ دنیا کے اندر بے شمار مشائخ - سلسلہ بیعت جاری رکھتے ہین - مگر کسی قسم کا آزار اُن کو نہین پہونچتا ہے - مجھ کو جو یہ تمام آزار بیعت کے سبب سے پہونچتا ہے اِس کا کیا سبب ہے - جب یہ خلجان حد سے زیادہ بڑھا - تو ایک ہاتف نے مجکو مطلع کیا - کہ تم رسمی پیر نہین ہو اس عمل سے چندروز صبر کرو - تاکہ حقیقۃً پیر طریقت ہو جاؤ - بیشک جب مین سب طرح کی ریاضتین کرچکا - اور عالم باطن مین مشائخ سلف کی ارواح سے **قدسنا اللہ باسرارہم** بشیر حقیقی اور بھی آخرالزمان **صلی اللہ علیہ** وسلم کے اشارہ سے مفتخر ہوا - اجازت پہن چکا - اور مرید کرنے سے جو آزار اور آفت پاتا تھا - اُس سے رہائی مل گئی - تو اب یہ بات سمجھ مین آئی - کہ رسمی اور معمولی اصحاب کے علاوہ جو لوگ اہل حقیقت ہوتے ہین - اُن کو تاوقتیکہ پیران ظاہر وباطن سے اجازت نہین ملتی ہے - اُس وقت تک وہ حقیقی بیعت لینے کے قابل نہین ہوتے ہین - اس خلافت کی تفصیل شایقین اُن چند مکاشفون سے معلوم کرسکتے ہین - جو نسخہ مذکورہ کے خاتمہ مین لکھے گئے ہین -

مذکورہ بالا دو نسخون کے سلاوہ آپ کے حالات اور مقامات کے متعلق چند کتابین اور بھی آپ کے قلم کی لکھی ہوئی ہین - جن کے نام یہ ہین -

(۳) کلید مخازن عجیب وغریب رسالہ ہے مبدء ومعاد کے متعلق - اس مین علوی اور سفلی اشیا کی

حقیقتین - توحید صوفیہ کے مشرب اور کشفی تحقیق کے اصول پر بتائی گئی ہین - اور نیز ارباب فنا و بقا کے مذاق کے لئے - عینی اور علمی موجودات کی شناخت - کشف اور معائنے کے ذریعہ سے ظاہر کی گئی ہے - کہتے ہین احمد آباد گجرات مین یہ کتاب میر عبدالاول کے ہاتھ آگئی تھی - میر عبدالاول بڑے ذی معرفت عالم تھے جب میر نے اس رسالہ کو صفحہ صفحہ کر کے دیکھا - اور رسالہ کے مغز کا اور خلاصہ ما فیہا کا مزہ لیا - تو رسالہ کی سنجیدگی کی نسبت اس طرح بر غوث الاولیا کی خدمت مین عرض کیا کہ حکمت اور ہیئت کے چند مسئلے جن کی دشواریان عدم دسترسی ذہن کے سبب سے بآسانی حل نہین ہوتی تھین - اس مشکل کشا رسالہ کی بدولت آسان ہوگئین -

(۴ و ۵) دو صحیفے ضمائر اور بصائر بھی آپ کے قلم تحقیق کے لکھے ہوئے ہین - ان مین علم تصوف کے موضوع مبادی - مسائل - اور مقاصد کا بیان ہے - اور نیز اس علم کے حقائق اور معاملات ظاہر کئے گئے ہین -

(۶) ایک کتاب بحر الحیوۃ - جریدہ دستور العمل طائفہ جوگی و سنیاسی کا ترجمہ - اس مین باطنی اعمال - تصوری اشغال پاس انفاس کا ذکر - اور نیز ان امور کے سوا اور بھی اقسام ریاضت بیان کئے گئے ہین - جن کی بدولت روحی لشکر کو جسمانی سپاہ پر فتح ملتی ہے - جوگیون اور سنیاسیون کی دو جماعتین - ہنود کے ریاضت مندون - گوشہ نشینون - اور رہبانون کی سرگروہ ہین - اور انہین اشغال و اذکار کے برکات سے استدراج اور خرق عادات کے درجہ کو پہونچکر - سالکون کے ضمیرون کی چیستان پر اطلاع حاصل کرتی ہین - آپ نے ان تمام معانی کو سنسکرت عبارت سے جو کتب ہنود کی زبان ہے - اخذ کر کے - فارسی لباس پہنایا ہے - اس کتاب کے مفہومات سے زنار توڑ کر بجاے اُس کے توحید اور اسلام کی تسبیح گردن مین ڈال دی ہے - نیز حقیقی ایمان کی قوت سے ان مفہومات کو تقلید کی قید سے نکال کر صاحب تحقیق صوفیون کے اذکار اور اشغال سے تطبیق دی ہے یہ بالکل سچ ہے - کہ بیش بہا شاہوار جواہرات - بڑی بہایم کے تاجون مین لگے ہوے تھے - جو[1] اولئک کالانعام بل ہم اضل کے مصداق ہین - وہ جواہرات آپ نے اکھاڑ لئے اور اُن کا گچھا بنا کر - اُن خداوندان عزت و تکریم - کے تاجون مین ٹکا دیا - جو[2] ان الدین عند اللہ الاسلام مین داخل ہین للہ الحمد دائما امید ہے کہ اس کتاب کے حالات سننے والون کو جو گمان - اس کا وصف سننے سے پیدا ہوگا - اُس کے شکنجہ سے کتاب مذکور کا دیکھنا - اور غور کرنا - جلد اور خوبی کے ساتھ رہائی دیگر یقین کے

---

[1] یہ لوگ چار پایون کے مثل ہین بلکہ اُن سے بھی گئے گزرے ۱۲ [2] دین (حق) تو خدا کے نزدیک ہی اسلام ہے اور بس) ۱۲

درجہ کو پہونچا دیوے گا -

(۷) ایک کتاب کنز الوحدۃ ہے - اور یہ کتاب غوث الاولیا کی آخرین تصنیف ہے اس کتاب کے ضمن مین توحید کشفی اور ایمان حقیقی کا یہ بیان ہے -

قیل اقسام الایمان عند اھل الذوق خمسۃ

کہتے ہین - ایمان کے اقسام اہل ذوق کے نزدیک پانچ ہین -

الاول تکلیفی اعم من الکل و یشتمل کل فرد من نوع الانسان مومنًا کان او کافرًا

اول - ایمان تکلیفی ہے - جو کل کو عام ہوتا ہے اور جو نوع انسان کے جمیع افراد کو شامل ہے خواہ وہ مومن ہو یا کافر -

والثانی - تقلیدی عام یعم کل مومن مقلدًا کان او محققًا -

دوسری - ایمان تقلیدی عام ہے - جو ہر مومن کو شامل ہے خواہ وہ مقلد ہو یا محقق -

والثالث - استدلالی خاص تختص بہ العلماء من المومنین -

تیسری - ایمان استدلالی خاص ہے جس کے ساتھ علماے مومنین خصوصیت رکھتے ہین -

والرابع - حقیقی اخص منہ و یتصف بہ الاولیاء منھم -

چوتھی - ایمان حقیقی ہے - جس مین تیسری قسم کے ایمان سے زیادہ خصوصیت ہے - اور اس ایمان کے ساتھ اولیا مومنین متصف ہین -

والخامس عینی ذاتی صاحبہ مختص بالولایۃ المحمدیۃ وجالس علی سریرۃ الخلافۃ الحقیقیۃ ناظر بعین البصیرۃ الی الاحدیۃ المطلقۃ و بعین الباصرۃ الی الکثرۃ بملاحظۃ الوحدانیۃ المختصۃ

پانچوین - ایمان عینی ذاتی ہے اس قسم کا صاحب ایمان ولایت محمدیہ کے ساتھ خاص اور خلافت حقیقیہ کے تخت پر جلیس ہوتا ہے - بصیرت کی آنکھ سے احدیۃ مطلقہ کو اور سر کی آنکھ سے وحدانیۃ خاصہ کا لحاظ رکھکر کثرت کو دیکھتا ہے -

فاعلم ان صاحب ھذہ المنزلۃ الجامعۃ کان فی کل قرن علی بسیط الارض واحدا ففی القرون التی صرفت عنا کان سلطان

واضح ہو - کہ یہ جامع مقام جس شخص کو حاصل ہوتا ہے - وہ شخص ہر ایک قرن مین تمام روے زمین پر ایک ہی ہوتا ہے - پس جو قرون ہم سے پہلے گزر گئے اُن

المحققين و برهان العارفين الشيخ محمد
المخاطب بالغوث العطاري نسباً والشطاري
مشرباً قدس الله اسراره هو ثم كان رئيس
المحدثين الشيخ محمد ابن ابی الحسن البکری
الشافعي المصري قدس الله روحهما وافاض
علینا برکات انفاسهما۔ و فی القرن الذی
کنا فیه هو عین الزمان مسیح العاشقین
الشیخ عیسیٰ ابن قاسم مد الله ظلال
ارشاده علی رؤس المشتاقین الی
جمال هذه الولایة المذکورة والی
صاحبها علیه التحیة والسلام و علیٰ
تابعیه بالکشف فی ادراک
عالم الجمع والفرق علیٰ
حکم الفرقان المجید المحفوظ المحیط
بماله و علیه۔

قرنون مین سلطان المحققین برہان العارفین شیخ محمد
المخاطب بغوث تھے جو عطاری نسب اور شطاری مشرب تھے
اللہ تعالیٰ آپکے اسرار مین تقدس عطا فرماوے۔ پھر آپ کے
بعد رئیس المحدثین شیخ محمد ابن ابی الحسن بکری شافعی
مصری ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ان دونون باپ بیٹے کی روحون کو
مقدس فرماوے اور ان دونون اصحاب کے انفاسہا کی برکات
کو ہمارے اوپر بنذیل دیوے۔ اور جس قرن مین ہم ہین۔
اس مین عین الزمان مسیح العاشقین شیخ عیسیٰ ابن قاسم
ہین۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ ان کی ہدایت کا سایہ اُن
اصحاب کے سرون پر مبسوط رکھے۔ جو اس مذکورہ بالا
ولایت جامع اور صاحب ولایت جامع (محمد مصطفیٰ)
کے جمال کے مشتاق ہین۔ آپ پر۔ اور نیز اُن صاحبان
پر درود وسلام الٰہی نازل ہو جنہون نے مع متعلقات
قرآن کے حکم کے بموجب عالم جمع اور عالم فرق کے ادراک
مین کشف کے ذریعہ سے آپ کا اتباع کیا ہے۔

یاد شیخ عبد المومن

آپ شیخ محمد ابن شیخ خلیل چشتی کے فرزند ہین۔ ظاہری اور معنوی دونون ملکون کی سیر آپ نے کی تھی مقام خلیل۔ اور خانہ جلیل دونون گھرون کے آپ حاجی تھے۔ کہتے ہین۔ آپ کے جد امجد نے شہر سندھ ٹھٹھہ سے دہلی مین جا کر وطن اختیار کیا تھا۔ شیخ عبد المومن کو خرقہ خلافت اپنے پدر بزرگوار سے ملا تھا۔ آپ کو بارہ سال کی عمر مین خدا شناسی اور خدا پرستون کے دیدار کی آرزو۔ گھر سے نکال کر اجمیر کی طرف لے گئی تھی یہان سے آپ مکہ معظمہ کے طواف کا احرام باندہ کر حج کو چلے گئے۔ اور ارکان حج ادا کئے۔ اس کے بعد بارہ سال تک جا بجا ملکون کی سیر و سیاحت کرکے پھر اجمیر مین لوٹ آئے۔ اور قمری چھ مہینے۔ خواجہ معین الدین کے روضہ کے آستانہ مین اعتکاف کے طریقہ پر گذارے۔ اور اپنی آرزو مین کامیاب ہوئے۔ یہان سے آگرہ مین

رہنے کی ہدایت ہوئی۔ چنانچہ اس بنیاد پر آپنے اُسی فرمائی ہوئی جگہہ (آگرہ) میں قیام کی بنیاد قایم کی اس اس وقت سلطان سکندر لودی کی سلطنت کا زمانہ تھا۔ آپ کی عمر بھی نوسے سال کی ہو ئی ہے اس نوے سال میں جس قدر حصہ عمر کا باقی رہا تھا۔ وہ کل حصہ اگرہ مین رہکر درویشی۔ تن گدازی اور ہمہ دانی پرستش مین گزارا۔ دوسری شوال ہجری سنہ نوسو ستر کو عنصری ویران سراے سے نورانی آبادبستی کی طرف کوچ فرمایا۔

یاد شیخ سراج

آپ شیخ عبدالملک کے بڑے بیٹے تھے۔ علم۔ عرفان۔ اور معانی آپ کی ذات مین کوٹ کر بھرے تھے۔ جوان موت مرے۔ جب سپرد خاک کیے گئے۔ تو آپ کے باپ نے فرمایا۔ آج علمی پیکر خاک مین مل گئی۔

مصرع از وصل دوست خاطر او باد شادمان

یاد قاضی قطب مجذوب

آپ قاضی کسن ابن قاضی سعد اللہ شرف جہانی کے قرشی الفضل بیٹے ہین۔ آپ کی پیدائش کی جگہہ چندیری ہے۔ عیسوی ملک اور اودیسی ولایت پر آپ کا قبضہ تھا۔ جس سال چتور کے رانا نے چندیری فتح کی تھی۔ اُسی سال آپنے کالپی مین آکر سکان بنالیا تھا۔ آغاز شباب مین تمام اوقات مصروف نماز رہتے تھے۔ ہمیشہ نصیحت کرنے۔ اور حق کہنے مین سخت اور تلخ بات کہا کرتے تھے اور اُن کے منانے کے واسطے پتھر اور لکڑی سے کام لیا کرتے تھے۔ آپ کی اس قسم کی روش و رفتار سے لوگون کی طبیعتون مین نفرت پیدا ہو گئی تھی۔ ایک روز آپنے کچھ حلوا باہر سے گھر کے اندر بھیجا۔ جب گھر مین جا کر اپنا حصہ مانگا۔ تو جواب ملا۔ کہ وہ تو کہا لیا گیا۔ آپنے فرمایا۔ جس نے کہایا ہے۔ وہ مر جاوے۔ تین روز کے اندر تمام گھر والے مر گئے۔ اخیر مین آپ کا حال یہ ہو گیا تھا کہ ہوش جذبہ کو۔ اور شباب پیری کو سپرد کر دیا تھا۔ اور خاموشی کے عوض مین گویائی بیچ دی تھی۔ لیکن۔ نماز پڑہنے کی آپ کی عادت نہین گئی تھی۔ اگرچہ وقت کا اور شمار رکعات کا ہوش نہین رہا تھا۔ روزمرہ صبح کے وقت گھر سے نکل کر جنگل کو چلے جایا کرتے تھے اور پانی گرم کرنے کے واسطے لکڑیان لایا کرتے تھے۔ ایک روز صبح کو دربان نے قفل نہین کھولا۔ تو آپنے قلعہ کی دیوار پر چڑھکر۔ اپنے تئین نیچے گرا دیا۔ دربان نے خیال کیا۔ کہ ایسا کم زور بڈھا ایسے اونچے قلعہ سے ایسی عمیق خندق مین گرے گا۔ تو کیسے زندہ رہ سکتا ہے۔ خیر۔ اوپر چڑھ کر دیکھا

تو آپ آرام کے خیال سے - اور روزون سے زیادہ تیز راستہ چل رہے ہین - کہتے ہین - ایک بار بہت کچھ جستجو سے تین روز بعد ایک جنگل مین ملے - کیا دیکھتے ہین - آپ ایک پتھر کے پاٹے پر نماز پڑھ رہے ہین دریافت کیا گیا کہ آپ کہان سے کہاتے تھے - جواب دیا - وہی کنیز کہانا دیا کرتی تھی - جو روزانہ دیا کرتی ہے - ایک دن مین اگر کئی دفعہ کہانا دیا جاتا تھا - تو کہا لیتے تھے - اور اگر بہت روز تک کہانا نہین ملتا تھا - تو خواہش نہین کرتے تھے - صاحب تجرید حقیقی مبارک خان ہروی کے مصاحب تھے - ہجری سنہ نو سو ستہ مین لوگون کی نظر سے خفتہ کی طرح مخفی ہو گئے - ہر چند تلاش کی گئی - پتہ نہین لگا مصرع بادر دیش عیسیٰ ہمنشین باد -

یاد قاضی قطب مجرد

آپ کو زمان ومکان طے کرنے کی قدرت حاصل تھی - قصبہ مہوبہ آپ کی دائمی آرامگاہ ہے - قاضی بہلی مجرد چشتی کے مرید - اور قاضی سعد اللہ شرف جہانی کے پیر ہین - ایک روز قاضی قطب کے پیر نے - مرید کا لنگی باندہنا دور سے دیکھ لیا - فرمایا بہت مضبوط باندہنا چاہیئے - آپ نے جواب دیا - اگر پیر کا حکم ہو - تو دونون جہان کے واسطے باندہ لون - پیر نے فرمایا - نہین - صرف اسی عالم مین جس مین ہم اور تم دونون وصف تجرد کے ساتھ مشہور ہین - بہتر یہ ہے کہ عیسوی تجرد کی ردا کو مجرد کے کندہے پر ناز ہو اور احمدی ولایت کا نگینہ اُس کی اونگلی مین درخشان ہو سکتے ہین - ہر روز پنجگانہ نماز - کعبہ معظمہ کے حرم مین ادا کیا کرتے تھے بہت لوگون کی یہ خواہش رہتی تھی کہ آپ کے ساتھ نماز پڑہین - جب مقام معین کا نام پوچھا جاتا تھا - تو فرما دیتے تھے مجکو معذور رکیئے - مین بہی دعا دونگا - جس مسجد مین کچہ جماعت ہوتی ہے - پہونچ جاتا ہون - ایک بڑہیا قصبہ مہوبہ کی تھی حج کرنے کو گئی تھی - مکہ سے قافلہ چلا آیا - اور موسم گذر گیا - اِس سبب سے مکہ مین رہ گئی - ایک روز بہت تنگ دل ہوئی - اور چیخنے پکارنے لگی - کہ کیونکر اپنے وطن کو پہونچون گی - ایک بزرگ نے ازراہ مہربانی اُس سے کہا - غم نہ کر - مہوبہ کے قاضی پانچون وقت حرم محترم مین آتے ہین - تم کو پہونچا دینگے - جب بڑہیا کی نظر قاضی جی پر پڑی - تو اُس نے قاضی جی کا دامن پکڑ لیا - اور طرح طرح سے آنکھون سے آنسو بہانا - اور لبون سے فریاد کرنا شروع کیا - یہان تک کہ قاضی جی کو انکار اور بہانہ کی گنجائش نہین رہی - کہا آنکھ بند کر - آنکھ بند کرنا تھا کہ مہوبہ مین تھا - اور کھولنا اپنے گھر مین - القصہ یہ گزری ہوئی کیفیت بڑہیا ضبط نہ کر سکی - اور لوگون کی زبان زد ہو گئی -

ایک بزرگ سید مینا تھے - رتبہ فنا فی اللہ حاصل تھا - اُنہون نے جب جسمانی حرکت روحانی آرام کے سپرد کی - تو عام لوگون کی زبان مین کچہ کا کچہ کہنے لگین - کہ ایسا بزرگ ہو کر اپنا واپسین نفس کلمہ طیبہ پر سپرد نہ کرے -

سید مینا کے بھائی کو لوگوں کا ملامت کرنا سخت ناگوار گذرا لہذا دل مین استحکام کے ساتھ ٹھان لیا۔ کہ ایسے بھائی کو جلا دونگا۔ لوگوں نے منع بھی کیا۔ مگر اسنے کچھ خیال نہ کرکے۔ جلانے کا سامان فراہم کیا۔ اس اثنا مین سید مینا نے کفن سے سر نکالا۔ اور بلند آواز سے کلمہ پڑھا۔ ملامت کرنے والے حیرت مین رہ گئے اور خجالت مین ڈوب گئے۔ سید مینا نے یہی کہا تہا کہ زمانہ بلوغ سے نماز عصر کی سنتین پڑہنے کی جس شخص نے مداومت رکھی ہو۔ اُس شخص کو مینا کے جنازہ کی نماز پڑہنی چاہیے۔ مجبوراً قاضی قطب نے اور ایک اور شخص نے نماز پڑہی۔ اس کے بعد قاضی نے کہا۔ اب کہ راز بازارون مین اور گہرون مین عام طور پر مشتہر ہوگیا۔ لہذا لوگون کی نظر سے پنہان ہوجانا ہی اولیٰ ہے۔ اسی عرصہ مین آپ عالم خاک سے روضہ قدس کو روانہ ہوئے **مصرع** بادو عالم دست در آغوش باد۔

یاد شیخ برہان انصاری

آپ کالپی کے رہنے والے ہین۔ آغاز شباب مین ہمیشہ شیخ عبد الملک کی شاگردی مین حاضر رہا کرتے تہے۔ اس غرض سے۔ کہ اُستاد دوسرون کی بہ نسبت آپ کو زیادہ پسند کرین۔ ایک روز صبح کو اٹھکر۔ مدرسہ کی طرف جاتے تہے۔ راستہ مین ایک پیرمرد سامنے سے آتے ہوئے ملے۔ کہا۔ برہان۔ کہان جاتے ہو۔ تمہارا نہ یہ کام ہے۔ اور نہ یہ راستہ ہے۔ لوٹو۔ گوشہ نشین ہوجاؤ۔ اور زانو پر سر رکہو۔ کیونکہ جو لوگ کشائش چاہتے ہین۔ وہ گریبان کے راستہ سے جاتے ہین آپ پیرمرد کے کہنے پر دل شاد نہین ہوئے۔ اور چلے گئے۔ دوسری بار پہر اسی طرح پیرمرد نے آپ کو روکا۔ یہ بہی کارگر نہین ہوا۔ تیسری بار جب دہلیز سے قدم باہر رکہا۔ تو اُس پیرمرد نے آپ کا گریبان پکڑکر زمین پر دے پٹکا۔ کہ آپ کا پانون ٹوٹ گیا۔ اور کہا۔ جب تک اس طرح نہ توڑینگے۔ پانون جانے سے باز نہین رہیگا اس کے بعد ہوش پیدا ہوا۔ اور ایسے تنگ حجرہ مین گہس بیٹھے۔ جس مین پانون پہیلانے کی بہی گنجایش نہین تہی۔ تن گدازی۔ اور نفس کے ساتھ لڑائی کرنے مین بہت کچھ کوشش کی۔ پکا ہوا کہانا بالکل ترک کردیا۔ کسی قدر دودہ۔ اور کسی قدر دہی پر گذر تہی۔ آپ کے بدن کی رگین اور ہڈیان ایک ایک شمار مین آتی تہین۔ چونکہ سجدہ مین اسر بہت پڑا رہتا تہا۔ تو آپ کی پیشانی کے داغ کو ۱؎ سِیمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ کا درجہ حاصل ہوگیا تہا۔ رحلت کے بعد وہی حجرہ آپ کی گور بنا۔ دل آویز تقریر اور شور انگیز کلام کے دوست تہے لیکن اکثر اشعار ہندی زبان مین کہا کرتے تہے۔ آپ کے فراق نامہ مین ایک ایک حرف درد اور سوز سے بہرا ہوا ہے۔ بعض لوگ آپ کو مہدویہ جانتے ہین۔ لیکن یہ بات تحقیق نہین ہوئی **مصرع** با دہم نیفتد تا کہ جان نو

۱؎ اُنکی شناخت یہ ہے۔ کہ سجدے کے نشان اُن کی پیشانیون پر ہین ۱۲

یاد مخدوم عباس

آپ جلال سندھی کے بیٹے ہین - آپنے بلند ہمتی کی طاقت سے شیوہ بیخودی کو کرسی پر - اور سارے سلاطین خواہشات کو خاک پر بٹھایا تھا - آپ کی ولادت اور نشو و نما دونون موضع پاترمین ہین - جب زمانہ شورش کی پریشانی نے آپکو زاد بوم سے دور نکال پھینکا - تو تقدیری زمان کے بموجب آپنے موضع ہنکووجہ مین اقامت اختیار کی - جو مضافات بھکر مین سے ہے - بہت برسون تک ہنگامۂ درس گرم رکھا - اور آپ کی ہدایت کے خوان پر اذن عام تہا - قاضی عبد السلام سندھی - دار الاسلام برہان پور مین - فرمان روا سے خاندیس علی عادل شاہ فاروقی کے حکم سے قضا کے عالی منصب پر سرفراز تھے - قاضی صاحب حکیم عثمان بوبکانی کے شاگردون مین سے ہین - جب قاضی جی سند بار مین تے - تب تحصیل علوم مخدوم کی خدمت سے کیا کرتے تھے - قاضی جی کا بیان ہے دین - دیانت - دانش - بینش - طبیعت مین نرمی - اور اختلاط مین گرمی یہ اوصاف یقیناً مخدوم کی سرشت مین داخل تھے - آغاز ہوش سے واپسین دم تک طلب کے واسطے کسی کے گھر - اور کسی کے سامنے احتیاج مین آپنے قدم کو گرد آلود نہین کیا - اب باستحقاق جانشین اُس مسجد مین اور عالی کے مدرسہ مین شیخ العقوب شیخ حبیب اللہ ہین جو ظاہری فضیلت مین سب سے زیادہ کامیاب اور سرسبز - اور پرہیز گاری مین وہان کے جملہ فضلا سے زیادہ مشہور اور با استحکام ہین - مصرع دیدہ او منظر دیدار باد -

یاد شیخ شاہ علی احمد آبادی (ما ن معه)

آپ کی زبان سے حرف توحید کے سوا - اور آپ کی قلم سے موحدانہ اشعار کے سوا - کوئی حرف نہین نکلتا تھا آپ کا ایک دیوان ہے ہندی زبان مین - روش اور معنی کے اعتبار سے شیخ محمد مغربی کے دیوان کا بھائی ہے آپ سیدی احمد کبیر رفاعی کی نسل سے ہین - قدس سرھما - ملک محمود بیارا - جن کے عرفانی حالات اُن کی یادداشت مین لکھے گئے ہین - اور ملک الشرق گجراتی جنہون نے اس جہان کی دولت کے سرمایہ کو اپنی جزائی اعمال کی کھیتی کا تخم بنایا تھا - ان دونون اصحاب نے عالم علوی کو آپ کے کوچ فرما جانے کے بعد آپ کو قطب عالم بتوہ کے بائین مزار دیکھا ہے - اور نیز احمد آباد اور بتوہ کے دوسرے بزرگون نے بھی اس خرق عادت کے متعلق گواہی دی ہے - ہجری سنہ نوسو ستر مین روحانی گلشن کی سیر کا عزم فرما کر جسمانی مسکن کو رخصت کیا تھا کبیر خامی بڑے بزرگ شخص تھے شافعی مذہب ہین - ہجری سنہ پانسو اٹھاسی مین آپ کا وصال ہے - اور خوابگاہ معبودیہ مین ہے - اُن کے کوئی فرزند نہ تھا - اور جو فرزند آپ کی طرف منسوب ہے آپ کے بھائی کی

اولاد میں سے ہے -

یاد شیخ شکر

آپ نائتہ قوم میں سے ہیں - نادبوم اور خوابگاہ دونوں بھیمڑی میں ہیں - دابہول بندر کی طرف احمد نگر دکن سے تین منزل دور - جو نظام الملک کا دارالسلطنت تھا - کہتے ہیں - کہ آپ بہت برسوں تک دوسروں کے درس میں بیٹھے - اور تحصیل فضائل کی - اسی طرح دوسرے لوگ بھی آپ کے مدرسہ میں گئے - اور آپنے تعلیم دیکر فیض پہونچایا - اخیر میں تمام قیل وقال - زہد طلبی کی عوض - ترک کرکے پیر طریقت کی رہنمائی کی بدولت سلوک میں آگئے - چند روز بعد وحدت الٰہی کے جذبہ کی آگ - ایسی بھڑک اٹھی - کہ جس نے دم میں عقل کا خرمن جلا کر راکھ کر دیا - اور اسی سوختگی اور بیخودی کے عالم میں ہجری سنہ کچھ اوپر نوسو ستر تھا - کہ اس عالم ہستی کو خیرباد کہا -

یاد شیخ وہبان سندہی

آپ شیخ ابراہیم کلہوڑا کے مرید ہیں - حقیقی وحدت اور ایزدی غیرت کا بہت بڑا جلوہ ور بہت بڑا ظہور - آپ کی ذات میں تھا - ایک روز چلتے چلتے سرراہ ایک حور سرشت کے چہرہ پر نظر جا پڑی - فوراً گوش دل میں ندا آئی - ابھی آنکھ غیر کے حسن پر نظر ڈالنے کی طرف مائل ہے - اسی دم آنکھوں سے قوت بینائی زائل ہو گئی - اسی طرح آپ دل کو محنت و سوز سے - اور جان کو شوق و غیرت سے مالامال لئے ہوئے گھومتے پھرا کرتے تھے یہ عادت ہے - کہ چلنے میں ہاتھوں کو آمد و رفت رہتی ہے - آپ کا ہاتھ زیادہ ہلتا تھا - فرمایا - اے ہاتھ - تو ہم سے پیشتر پہونچنے کا خیال بھی نہیں کر سکتا ہے یہ کہنا تھا کہ اسی وقت ہاتھ خشک ہو گیا اور جنبش بھی جاتی رہی - خوابگاہ برہان پور میں ہے مصرع سینہ اش مخزن حقائق باد -

یاد شیخ کمال الدین

آپ سلیمان ترخینی کے فرزند تھے - اور زادبوم کالپی تھی - تقوی - توکل - تسلیم - اور رضا کا مقام آپ کے حالات کی چہل قدمی کا میدان تھا - آپ شاہ ارغون ملاری کے مرید ہیں - آپکو اسمائے الٰہی اور اذکار کی اجازت شیخ ابوالفتح ہدیۃ اللہ سرمست کے فرزند اور خلیفہ شیخ رکن الدین شطاری سے تھی بازبہادر افغان پسر شجاول خان کا زمانہ تھا جب آپ منڈو (مانڈو) میں آئے تھے - راقم کے پدر بزرگوار سے دوستی ہو گئی - دور شہر سے ہوئے تھے ہمسایہ میں لے آئے - پانچ سال کی عمر تھی - کہ راقم - تعلیم قرآن

کے واسطے آپ کی خدمت مین بسر کیا گیا - دو سال کے عرصہ مین آپ کی توجہ سے قرآن مجید ختم کرلیا - خلاصہ کلام یہ ہے - کہ سو برس کی عمر توکل مین گزاری - کسی شخص کے ساتھ اپنا راز و نیاز نہین کہا - کسی آشنا یا بیگانہ کے روبرو حرص اور خواہش پیش نہین کی - ہجری سنہ نوسو تہتر تہا - کہ واپسین سفر اختیار کیا - خوابگاہ منڈو (مانڈو) ہے - پدر راقم کے مزار کے آس پاس دونون جہان کے رفیق مل گئے -

یاد شیخ فضل اللہ

آپ شیخ حسین چشتی ملتانی کے صاحب زادہ ہین - باوجودیکہ آپ صاحب تعلقات تہے - آزادون ہی سے تہے اور اپنی ہمت سے - تونگری کو درویشی کے ساتھ دست بدست رکہتے تہے - تمام چیزون کو وقتی ضرورت کے موافق ہی اپنے قبضہ مین نہ رکہکر اہل احتیاج پر نثار کرنے کے واسطے ہاتہ کے سامنے لے آتے تہے - بقدر ضرورت رسمی علم حاصل کرکے ہوش کے ذریعہ سے عالم ارواح اور عالم اجسام کے درمیان موافقت پیدا کی تہی - جب آپ کے پدر بزرگوار نے ہجری سنہ نوسو پینتالیس مین معنوی سفر اختیار کیا - نوسنہ چہیالیس مین آپ کو شوق حج - راہ حجاز کی طرف لے گیا - وہان حج اکبر کیا اور مدینہ نبی صلعم کا طواف کرکے اس شرف سے بہی مشرف ہوئے - پہر مدینہ منورہ سے لوٹ کر مقدس خانہ خلیل کی خاکبوسی - اور اوس کی بدولت بیدار دلی حاصل کی ہجری سنہ نوسو پچاس تہا - کہ ہند مین معاودت ہوئی - اور اپنے مکان پر پہونچکر کم و بیش بیس سال اپنے بزرگون کے طریقہ پر رفتار رکہی - ہجری سنہ نوسو بہتر مین الٰہی وصال کا پیغام آپہونچا ظاہری دوری سے رہائی پاکر نعلچہ مین جو منڈو (مانڈو) کے پائین مین ہے - خوابگاہ قبول کی مصرع فضل بیچون قرین جانش باد -

یاد شیخ علی شیر بنگالی

آپ - تمام رسمی علوم سے مستفید - اور کل عقلی فنون سے صاحب سرمایہ تہے - نور الہدیٰ ابوالکرامات کی نسل سے ہین - جو شیخ جلال الدین مجرد کے بزرگ خلیفہ تہے - اور شیخ جلال الدین مجرد وہ ہین - جو جریون کا ملک فتح کرنے کے واسطے ترکستان سے ہند مین آئے تہے - اور جنہون نے راجا گرہ گونڈ کے مار ڈالنے بعد قصبہ سرہٹ جو صوبہ بنگالہ مین ہے - نورالہدیٰ کے حوالہ کیا تہا - یہ حالات کسی قدر شیخ مجرد کی یادداشت مین بہی لکہے گئے ہین ایک کتاب شرح نزہۃ الارواح شیخ علی شیر کی تصنیف ہے - راقم شیخ علی شیر کے کسی قدر حالات اس کتاب کے خطبہ سے اخذ کرکے لکہتا ہے -

یہ درویش جب آغاز شباب کو پہونچا - تو خدا طلبی - حق پرستی - اور خداشناسی کے درد نے دل کا

گریبان ہاتھ سے پکڑ کر ایسے دانائی جست وجو مین وطن سے آوارہ کیا - جو رہنمائی کے ذریعہ سے علاج کرے - اتفاق کی بات ہے - جس شناسا کے سامنے اندرونی درد بیان کیا - اُس کی تلقین نے کوئی درستی دل کی نہین کی - القصہ - ایک رات قصیدہ بردہ مین اسی اندیشہ کے اندر غنودگی پیدا ہوئی - اور اس حالت مین غوث الاولیا قدس سرہ کی مثالی صورت - مشاہدہ کی - اس مشاہدہ نے مجکو فریفتہ کردیا - اب ان آرزوؤن کا ہجوم ہوا - کہ بیداری مین دولت ملازمت حاصل کی جاوے - اسی اثنا مین خبر ملی - کہ غوث الاولیا آسودگانِ دہلی کی زیارت کے واسطے تشریف لائے ہین - مین بے تامل - شہر دہلی کی طرف روانہ ہوا - جب موضع کیلوکہری مین پہونچا - تو یہان پر عالم بیداری مین - وہی صورت نظر آئی - جو مین عالم مثال مین دیکھ چکا تھا - جب مدارج بیعت طے ہوئے - تو مل گیا جس کی تلاش تھی - اور دیکھ لیا جو ملتا نہ تھا - اس کے بعد مینے چند سال آپکے خدمت گزارون مین کھڑا ہوکر بہت کچھ فیض حاصل کیا - اتنے مین پیر بزرگوار نے - افغانان سور کی بدباطنی دیکھکر گجرات کی طرف ہجرت فرمائی - درویش بھی آپ کے ہمرکاب بھڑوچ تک گیا تھا - چند روز بعد احمد آباد رہنے کی اجازت ہوئی - چنانچہ مین اُس شہر اسلام مین پہونچا - اور ملک عماد الملک رومی کی مسجد مین ایک گوشہ اختیار کیا - چونکہ عالم باطن سے سفر حجاز کا اجازت نامہ نہین ملا - لہذا چند روز بعد پیر بزرگوار بھی بھڑوچ سے واپس ہوکر احمد آباد مین تشریف لے آئے - یہان پر بعض کوتہ اندیش عالم - اور چھوٹی نظر والے خرقہ پوش - آپ کے ساتھ دشمنی کا بہانہ ڈہونڈنے لگے - اور ناشائستہ اور نافہمیدہ باتین آپ کی نسبت کہکر اس ذریعہ سے آپ کے صاف اور شفاف دل کو اور زیادہ روشن کیا - اُس جگہ کا رہنا آپ کو ناگوار ہوا - ایکبارگی آسمان سے خوشخبری آئی - کہ ہجرت کا جو سبب تھا - وہ دور ہوا اور سعادت کا باعث پیدا ہوگیا - یہ سنکر آپنے گوالیار کی طرف کوچ فرمایا مگر درویش کو اُسی جگہ چھوڑا اور آپ کے ارشاد کے بموجب شرح نزہتہ کا تتمہ قلم تصنیف سے مرتب کیا گیا"

کہتے ہین - ہجری سنہ کچھ اوپر نو سو ستر مین شیخ علی شیر ناسوتی تنگ وتاریک کوچہ سے لاہوتی نزہت آباد کو روانہ ہوئے - خوابگاہ احمد آباد -

یادشیخ حسین پور ملک محمدؒ

جب آپ کا آغاز سلوک تھا۔ تو بہت برسوں تک بیخودی رہی۔ اور پرندون کی طرح ایک درخت پر رات دن چڑھے رہتے تھے۔ اسی جذبہ کی حالت مین خشکی کے راستہ سے حجاز کی طرف گئے۔ ایک رات کا ذکر ہے۔ حرم محترم مین خواب کے اندر خاتم پیغمبران علیہ الصلوٰۃ نے جانب ہندجانے کی اجازت دی۔ اور فرمایا سرکار قنوج مین جو سائی پور مقام ہے۔ وہان جاکر شیخ زمان صفی الدین چشتی سے بیعت ہوجاؤ۔ آپ کہتے تھے۔ جب مین سائی پور مین پہونچا۔ تو میرے جی مین یہ بات آئی۔ جب مین خانقاہ مین پہونچونگا۔ تو شیخ مجکو خلوت کے اندر بلالین گے۔ اور جو کلاہ آپ کے سر پر ہوگی۔ بغیر میری التماس کے مجکو اوڑھا وینگے۔ اور میری عبادت کے واسطے حجرہ عنایت فرماوینگے۔ خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ جب مین خانقاہ کے دروازہ پر آیا۔ تو شیخ نے خادم کو فرمایا۔ کہ شیخ حسین جو دروازہ پر کھڑا ہے۔ اُس کو اندر آنے کی اجازت ہے۔ خادم چلایا شیخ حسین کون ہین۔ اندر آوین۔ مین نے چونکہ قلندرانہ پوست باندہ رکھا تھا۔ اسواسطے کہا۔ مین شیخ نہین ہون۔ لیکن نام میرا حسین ضرور ہے۔ خادم لوٹ گیا۔ اور جو کچھ دیکھا اور سنا تھا۔ عرض کیا۔ ارشاد ہوا یہی شخص مطلوب ہے۔ اندر آجاوے۔ چنانچہ مین اندر چلا گیا۔ اور جو باتین میرے ضمیر کے اندر تھین۔ وہ سب کی سب ظہور مین آئین۔ مینے اُس خانقاہ مین دو چلّے کھینچے۔ اس کے بعد اجازت ہوئی۔ کہ عماد الملک کا سکندرہ دہلی سے دور وزدراہ کے ناصلہ پر ہے۔ اُس مین جاکر رہنا چاہیے۔ اور طالبان خدا کی ہدایت کرنا چاہیے چنانچہ تعمیل حکم کی گئی۔

کہتے ہین شیخ عبدالعزیز یحییٰ مندری نے جب ظاہری عالم سے سفر کرکے معنوی ملک کا راستہ اختیار کیا۔ تو آپ شیخ عبدالعزیز کی فاتحہ کے واسطے دہلی گئے۔ اور شیخ علیہ الرحمتہ کے فرزندون کی طرف متوجہ ہوکر کی تلقین فرمائی۔ چونکہ نوحہ و زاری کرنا۔ شان درویشی سے بعید ہے۔ اسواسطے آپ کے کلام سے سوائے تسلیم اور سکون کے کوئی بات نظر نہین آئی۔ جو لوگ گرفتاران رسوم تھے۔ وہ بڑہ بڑہ کر باتین مارنے لگے آپنے جواب دیا۔ رونا اُن لوگون کو زیب دیتا ہے۔ جو دور رہین۔ اور مجکو تو بہت جلد شیخ علیہ الرحمتہ سے ملنے کا موقع درپیش ہے۔ دو روز کے اندر آسودگان دہلی کی زیارت سے فراغت ہوئی۔ اس کے بعد آپنے سکندرہ کا راستہ لیا۔ جب سکندرہ مین پہونچے۔ تو ایک گلکار کو بلایا۔ اور اپنی مسجد کے صحن مین جگہ تجویز کرکے۔ اُس سے کہا۔ کہ ایک بڑی لمبی چوڑی گور کھود دو اور اُس کے واسطے صندوق

عمارت لازم ہے - وہ بھی تیار کردو- گورکن کو اس کام پر مامور کرکے اپنے دوستون سے اور عزیزون سے

آخرین الوداع کرنے لگے - سب کو حیرت ہوئی - جب گور تیار ہو چکی - اور وداع سے بھی فراغت ہوئی - تو

فراغ خاطر اور کشادہ پیشانی کے ساتھ ہجری سنہ نو سو چھبیس مین وصال دوست کا راستہ لیا - ایک شخص

ہین آزادون کے عاشق شیخ محمد یوسف کاتب باشندہ کول جو خداشناس بھی ہین - اور شیخ حسین کی

خدمت مین پہونچ چکے ہین - انہون نے صدرالذکر کیفیت - راقم یادگار کے نزدیک لکھکر بھیجی ہے

یاد شیخ عبدالملک بنبانی عباسی

آپ کی زاد بوم اور خوابگاہ دونون احمد آباد ہین - اپنے بڑے بھائی شیخ قطب الدین کے شاگرد ہین

جنہون نے حدیث کی سند شیخ سخاوی مصری شاگرد شیخ ابن حجر عسقلانی سے لی تھی - علم حدیث اور تفسیر مین

ترقی پاکر عام اہل زمانہ کے اُستاد ہو گئے تھے - صحیح بخاری اور قرآن مجید - لفظاً اور معنیً حفظ تھے - ہمیشہ

حجرہ اور مسجد کے اندر درود اور نماز مین مشغول رہتے تھے - گھر مین کمتر جایا کرتے تھے - ضعیفی کے سبب سے

آنکھون کی روشنی جاتی رہی تھی - اور بجاے اس کے دل مین روشنی بڑھ گئی تھی - تمام علوم کا درس حفظ

دیا کرتے تھے توکل اور تجرید مین آپ کی مثل اُس زمانہ مین کوئی نہ تھا - مولانا کمال محمد عباسی گجراتی جو اوجین

مالوہ کے مفتی تھے - حدیث مین آپ کے شاگرد ہین - ہجری سنہ کچھ اوپر نو سو ستر تھا - کہ ملک تقدس کو

کوچ فرمایا - **مصرع** مرقدش از نور مالا مال باد -

یاد شیخ عبدالعزیز

آپ کا لقب عزیز الحق - اور پدر بزرگوار کا نام شیخ کمال الحق حسن ابن طاہر تھا - آپ جونپوری ہین

قدس سرہم ہجری سنہ آٹھ سو چھیانوے کا آغاز تھا - کہ آپ کا قدسی نفس - عنصری جسم کے ساتھ وابستہ

ہوکر - انجام سال مین بعالم ظہور آیا - دو سال بعد آپکے پدر بزرگوار زاد بوم سے بترک سکونت دہلی کو روانہ ہوئے

وہان پر چند روز زندہ رہے - پھر اُخروی سفر پیش آیا - اسواسطے انہون نے اپنے لڑکے کو مرید رشید

مولانا قاضی خان یوسف ناصحی ظفر آبادی کے سپرد کیا - ظاہری اور باطنی پرورش کی بدولت وہ کمالات

پیدا ہو گئے - جو آپ کی استعداد مین نہان تھے - ستر اور سات - ستتر سال تخمیناً آپ رہنمائی کی کرسی پر

بیٹھے رہے - ذوق - وجد - اخلاق - اور اشراف - یہ صفات آپ مین موجود تھین - فصوص الحکم اور

نیز دیگر کتب حقیقت اچھی طرح جانتے تھے - اور عمدہ درس دیتے تھے - ہجری سنہ نو سو چھتر مین - اور

ایک بیان کے بموجب جبھیتر مین عالم قدس کو روانہ ہوئے - خوابگاہ دہلی مین ہے - آپ کے خلیفہ شیخ محمود حمید نے رحلت پیر کی تاریخ مین ایک قطعہ لکھا ہے - **قطعہ**

عزیز الحق کہ چون عزم سفر کرد	منازل در مقام لامکان یافت
چو تاریخ وفاتش باز جستند	خرد گفتا حیاتِ جاودان یافت

زیادہ تر تعجب کی یہ بات ہے - کہ آپ خطوط مین اپنا نام ذرہ ناچیز عبدالعزیز لکھا کرتے تھے - تقدیر سے **ذرہ ناچیز** کی اعداد آپ کی تاریخ وصال کے برابر ہوئے - ایک روز حسین ابن خانون دہلوی نے جن کی پیشانی سے مقبولیت کے آثار نمایان ہین - بیان فرمایا -

"ایک بزرگ نے عالم مثال مین شیخ نظام الاولیا **قدس سرہ** کی خدمت مین التماس کیا - کہ عرس گاہ مین جو کثرت کے ساتھہ ہجوم ہوتا ہے - اس سے مخدوم کو کوئی حظ اور حضوری نہین ہے جواب ملا - البتہ جس عرس مین عزیز آتے ہین - ہم بھی آجاتے ہیں - اور اُن کی صحبت سے خوش ہوتے ہین"

یاد مولانا پایندہ قلتی

اپنی نا پایندگی کو حقیقی پایندگی سے ہار کر ایسے زندہ ہوئے - کہ پایندہ رہے - عقیدت مین نسبت مولانا خواجگی کی خدمت سے رکھتے تھے - نقلی اور نفسی تمام علوم آپ کے حالات سے عیان تھے - بہت طرح کے فن فراہم کئے تھے - اور کاغذی نقوش کو نفوس قدسی کے فیض کا پردہ بنایا تھا - ظاہری درس دینے کی شان مین - آپ باطنی معرفتین لوگون کو تعلیم کیا کرتے تھے - اور دریا کے گرداب سے صحیح و سالم نکل کر سلوک کی آفات سے آسودہ زندگی بسر کرتے تھے - اِس شکل کے ساتھہ لوگون کو آپ کی فیض رسانی عام ہو گئی تھی - سخاوت اور ایثار کا پسندیدہ شیوہ آپ کے خمیر مین داخل تھا - کہتے ہین - آپ کی روح کرامات کی منزل سے نہایت سبکی کے ساتھہ اوپر کی طرف خرامان چلی گئی -

یاد شیخ ادھن

آپ شیخ بہاءالدین جونپوری کے بیٹے ہین - **مِنَ اللہ** آپ کا خطاب ہے - اپنے پدر بزرگوار کے مرید اور تلقین یافتہ ہین - بہت سے چشتیہ - سہروردیہ - اور قادریہ مشائخ کی ملازمت سے فائدہ حاصل کیا تھا - آپ کے دل کو انواع و اقسام کے کسبی علوم سے فروغ تھا - یکبارگی الٰہی محبت کے جذبات ایسے پیدا ہوئے

کو علمی گھر بار سب لٹ گیا - اور اخیر مین ہواے نفسانی کی مخالفت اور دیو سرشت نفس کی لڑائی کی بدولت بصیرت کے حضور مین باریابی ہوئی - گفتار کی قسم مین سے یاد مولیٰ کے سوا - اور خاموشی کی قسم مین سے عالم اسرار کے اندر استغراق کے سوا - کچھہ باقی نہین رہا - ضعیفی کے زمانہ مین سماع کا ولولہ پیدا ہوگیا تھا باوجودیکہ ظاہری پیری عارض حال تھی - مگر رقص طاقتور جوانون سے زیادہ طاقت کے ساتھہ کیا کرتے تھے - اور بہت سے لوگون کو رولایا کرتے تھے - ہجری سنہ نوسو میں عالم قدس کو کوچ فرمایا - خانگاہ جونپور -

مصرع سیمیاے عشق پیران راجوانی میدہد

یاد شیخ حسین بغدادی

آپ امام ابو حنیفہ کوفی کی نسل سے ہین رحمہما اللہ بہت طرح کے عقلی اور نقلی علوم مین اجتہاد اور بیجا و سخن کا رتبہ حاصل تھا - نیک عادت منکسر المزاج - بردبار - اور ذی محبت تھے - جب آپ کی تحصیل تمام ہوئی تو افضل روزگار میر غیاث الدین منصور کی ملازمت کا خیال پیدا ہوا - اور یہ خیال آپ کو بغداد سے شیراز مین کھینچ لایا - ایک روز شیراز کے حاکم ابراہیم خان نے مقیم اور مسافر جملہ علما کو بلا کر ایک بڑی مجلس کی - میر قوی کو تجرید کی شرح پر علت و معلول کی بحث مین ایک اعتراض تہا جس کے حل کرنے مین تمام اہل سخن عاجز تھے - اور اس سبب سے خاموشی اختیار کر رکھی تھی - سوائے شیخ حسین کے جو نووارد تھے آپنے فرمایا - دو روز کے واسطے شرح تجرید مجھکو دیدی جائے - تاکہ اس بحث کے اندر تامل کرون - اور پہر جو کچھہ خیال مین آوے - گزارش کرون - خیر خلاصہ کلام یہ ہے کہ آپنے چند طرح سے اس مسئلہ کی الجھنون کو کھولا - صاحب اعتراض کو یہ بات ناگوار گزری - اس سبب سے مشکل کشا نووارد کو خارجیت کے ساتھہ متہم کر کے حاکم سے عرض کیا - کہ ایسی فتنہ روزگار کا اس شہر مین رہنا مناسب نہین ہے - حاکم نے دل مین انصاف کر کے جواب دیا کہ جو شخص حصول سعادت کی نیت ہمارے افادت دستگاہی کی ملازمت مین آیا ہو - اُس کو شہر بدر کرنا - بہتر معلوم نہین ہوتا ہے اور اس مشکل کے حل کرنے کی تعریف تو مخدوم کی ہی ہے - اس طریقہ سے حاکم نے رنج خاطر دور کیا - چند روز بعد دونون بزرگون کی صحبت مین ایسی گرما گرمی پیدا ہوئی - کہ بغدادی کا سینہ - معلومات شیرازی کے جواہر سے لبالب ہوگیا اور سیر و سفر کی باتین موقوف ہوئین - اخیر مین آپ کو سفر حجاز کا سودا ہوا - اور اس شورش نے دوستی کا اور بود و باش شیراز کا پیوند توڑ دیا - جب طواف حرمین شریفین سے فراغت حاصل ہوئی - تو سیاحت ہند کا خیال آیا - جب دہلی اور دیگر بلاد ہند کی سیر فرماتے ہوئے آپ احمد آباد مین پہونچے - تو اساول کی گلی محلہ

شاہ ابوتراب سلامی مین اُترے - اس شہر کی محبت انگیز خاک دامن گیر ہوئی - جس کے سبب سے پیمایش زمین کی ہوس دل سے نکل گئی - نیز یہان کے بزرگون کی خواہش - آپ کے مقید کرنے کے واسطے کمند بنی بمجبوری آپ اقامت فرماکر درس دینے لگے - بہت سے طالبون کا سینہ - آپ کے انفاس کی برکات سے علوم کا گھر بنا - بالخصوص حکیم عثمان بولکانی سندھی - اور مولانا عبدالقادر بغدادی کو حکمت اور ریاضی کے فنون مین - آپ کی شاگردی سے - استادی کی سند ملی - جب آپ کی عمر حیات نے میزان مین آئی - تو ہجری سن نوسو ستتر مین آپ کو اسہال کی بیماری ہوئی اور اس بیماری مین زمانہ زندگانی انجام کو پہونچا - رسول آباد مین دفن کئے گئے تقدیر کے طلسمات اور قضا کی گلکاریان عجیب ہین - اولاً سیر حجاز کا خیال ضمیر مین پیدا کیا - بعدہ سیاحی کی شورش سر مین بھری - اس کے بعد جب شہر خوابگاہ مین پہونچایا - تو جہان گردی کی ہوس دل سے دور کردی لہ حَتّٰی یَاْتِیَہُ الْیَقِیْن ؕ مصرع علم او سباب بزم وصل باد -

یاد شیخ بہاءالدین مفتی

آپ شیخ شمس الدین محبوب ملتانی - قریشی - اسدی - ہاشمی کے بیٹے ہین قدس سرہ آپ رسمی علم سے ظاہر کی آراستگی اور حقیقی وجدان سے باطن کا فروغ بڑھاتے تھے - غوث العرفا شیخ بہاءالدین کی نسل سے ہین - سعادت - عقیدت - اور خلافت اپنے پدر بزرگوار سے پائی تھی - اور انھین کے جانشین تھے - اپنی بزرگی کا لحاظ نظر انداز کر کے - بیچارون کا کام بنانے کے واسطے اہل دنیا کے دولت خانون پر چلے جایا کرتے تھے - جس زمانہ مین سلطان حسین نے بکر سے ملتان کی زمین مین آکر فتنہ وفساد برپا کیا ہے - تو اُس ملک کے بڑے بڑے لوگون مین جلاوطنی کا خیال پیدا ہوگیا تھا - آپنے بھی اپنا وطن چھوڑ دیا - اور ظہیرالدین بابر بادشاہ کا زمانہ تھا - کہ شہر آگرہ مین آکر بود وباش اختیار کی - بہت سی چھپی ہوئی ضمیر کی باتین - آپ کے آئینۂ دل کو ظاہر ہو جایا کرتی تھین -

کہتے ہین - اسحق نامی ایک حافظ تھا - آپ کا سفارش نامہ سلیمان کرانی کے نام لے گیا - جو بنگالہ ملک کا فرمان روا تھا - اس سادہ لوح کی زبان پر یہ بات آئی - کہ تورانی اور ایرانی قلمرو کے باشندون کو ہمارے نام رقعہ لکھنے کا کوئی حق نہین ہے حافظ کا دل یہ تقریر سنکر ناامیدی سے مکدر ہوا - رات کے وقت سفارش لکھنے والے شیخ کی مثالی صورت نے عالم خواب مین زبان نصیحت سے اُس طعنہ زن شخص کو

لہ یہان تک کہ آپ کو امر یقینی (یعنی موت) پیش آئی ۱۲

متنبہ کیا - چنانچہ اُس نے صبح کی سفیدی نمودار ہونے سے پہلے ہی اپنے نوکرون کو حکم دیا - کہ جو حافظ رقعہ لایا ہے - اُس کی اچھی طرح سے دل جوئی کی جاوے - اور بے تامل اُس کو دربار مین لاکر کامیاب کیا جاوے چنانچہ تعمیلِ حکم کی گئی -

کہتے ہین - عبدالرزاق نامی ایک سوداگر ملتان کا تہا - اُس کا بیان ہے - شیخ کی رحلت گیارہوین شوال ہجری سنہ نوسو اٹہتر مین ہوئی ہے - آپ کی رحلت کے بعد مین ہندوستان مین بذریعہ خرید و فروخت آتا جاتا تہا - ایک بار ایسا ہوا - کہ تمام سامان فروخت کر کے مینے نقد روپیہ کر لیا تہا - اور سامان سفر باندہ رہا تہا - کہ ایک بدنیت غلام جو خدمت مین تھا - تمام نقد جو سامان کی بکری کا جمع شدہ رکہا تہا - اُٹہا کر فرار ہو گیا - ایک تو دل کے اندر نقصان کا غم تہا - دوسرے ہوشیاری اور احتیاط کام مین نہ لانے سے طعن و تشنیع کے تیر اوپر سے پڑنے لگے - اسواسطے ہمت اور عاطفت فرمانے کی غرض سے شیخ کی روح پاک کی طرف متوجہ ہوا - رات کو خواب مین دیکہا - کہ آپ سجادہ کندہے پر ڈالے ہوئے مسجد کی طرف جارہے ہین مینے جلدی سے دوڑ کر اپنا سر گستاخانہ - آپ کے پاے مبارک پر رکہہ دیا - فرمایا - اتنی خوشامد نہ کرو - اطمینان رکہو - کہ بہاگے ہوئے شخص اور بے گئی ہوئی شے - دونون کا پانون تمہاری روزی کی زنجیر مین پہنسا ہوا ہے - لہذا جلد پہونچا ہوا سمجہنا - عبدالرزاق کا بیان ہے - کہ دو روز بعد اس خوشخبری کا ظہور ہو گیا - آدہی کوڑی کی برابر بہی اُس مال مین خیانت نہین ہوئی -

آپ کی خوابگاہ آگرہ کی شمالی سمت کے حدود مین ہے -

یادِ شیخ مبارک سندہی

آپ کی زاد بوم موضع پاتر ہے - جس کی آبادی کی بنیاد قایم کرنے مین آپ کے جدامجد مسیح القلوب کے آباے کرام - اور شیخ طاہر کے پدر بزرگوار کے ساتہہ متفق تہے - آپ رسمی علم مین مخدوم عباس ابن جلال کے شاگرد ہین - نوشتۂ تقدیر نے آپ کو وطن سے احمد آباد مین لا ڈالا - اور چند سال آپ اس شہر مین ناصر الملک کی مسجد مین مسند درس پر بیٹہے رہے - اخیر مین سیاحی کا کام پیش آگیا جو سفر کا باعث ہوا - جب برہان پور پہونچے تو اُس صوبہ کے حاکم نے قصبہ جوبرہ کے منصب قضا پر آپ کو مامور کیا - ناچار آپنے قبول فرما کر قضا کی چادر سے اپنی اندرونی حالت کو چہپایا اُس وقت مین فرمان رواے صوبہ بہار کا وزیر اعظم تفادل خان تہا - اُس کی التماس قبول فرما کر چند روز

بعد آپ روانہ ایلچپور ہوئے - وزیر اعظم نے کمال عزت اور حرمت کے ساتھ استقبال کیا - اور شہر میں لاکر اُسی پایہ تخت کا مدرس کر دیا گئے ہیں - آپ کانی گانے پر - اور شیخ لادجی سندھی کی نغمہ پردازی پر بہت خوش ہوا کرتے تھے - ہمیشہ انکھوں میں پانی بھرا رہتا تھا - بیداری آپ کی ایسی عادت ہو گئی تھی کہ رات دن کے ساتھ ہم رنگ رہتی تھی - بالآخر آپ وہاں سے شیخ طاہر یوسف کی دوستی کے خیال سے برہان پور کو پھر لوٹ آئے اور تمام چیزوں سے دل ہٹا کر شیخ شکر محمد عارف کی ملازمت میں لگایا شرح قیصری کا مقدمہ پڑھنا شروع کیا - اور انجام کو پہونچایا اس فرصت کے اندر مسیح القلوب نے چند علوم متداولہ آپ سے حاصل کئے - **القصہ** روز جمعہ ہجری سنہ نوسو اٹھتر کو ملک تقدس کی طرف روانہ ہوئے - خوابگاہ برہان پور شیخ ابراہیم ابن عمر سندھی کے حظیرہ مقدس میں **قدس سرہم** -

مصرع مبارک بر مبارک باد دیدار :

یاد سید مرشد الدین ولد میر رفیع الدین محدث صفوی

آپ کو عقلی و نقلی علوم - اور ظاہری و باطنی تصرفات کمال کے درجہ پر حاصل تھے - تمام صوفیانہ اوصاف و اخلاق کے ساتھ بالخصوص سیرت - سخاوت - اور ایثار کے ساتھ موصوف تھے - ایک روز کا ذکر ہے ایک اہل ضرورت کو اس قدر نقد دیا - کہ ایسے آدمی کو اس قدر مال دینا عقل ہرگز تجویز نہیں کرتی تھی - اس سبب سے خزانچی اور دیگر کارپردازوں نے اُس بخشش کی رقم کو مکان کے صحن میں سید کی آمد و رفت کے راستہ پر لاکر انبار کیا - جب آپ کی نگاہ اُس ڈھیر پر پڑی - دریافت فرمایا - یہ مال کس غرض سے اس طرح ڈال رکھا ہے - عرض کیا گیا - کہ یہ بخشش کا زر ہے جس کی نسبت فلاں شخص کے لئے حکم ہوا ہے میاں - اس خیال سے فراہم کیا گیا ہے - کہ ملاحظہ سے گزر جاوے - فرمایا - ہم تو سمجھتے تھے - کہ جو کچھ ہمنے دیا ہے کافی ہوگا - مگر یہ تو بہت کم ہے - اسی قدر - اور اس پر زیادہ کر دیا جاوے - تاکہ ہمت اور بیخودی کے ناموس ہاتھ سے نہ جائے - **بیت** .

غلام ہمت آنم کہ زیر چرخ کبود	زہر چہ رنگ تعلق پذیرد آزاد است

آپ کی خوابگاہ اپنے بزرگوار باپ کے مرقد کی برابر آگرہ میں ہے -

یاد مولانا ناصر مفتی

آپ جمال سادات ہروی میں سے ہیں - آپ کا مرتبہ عشق اور عرفان میں اونچا تھا - اور آپ کی سنہ

حدیث اور فقہ مین بلند تھی - ایک روز مشکوۃ کے اندر ایک حدیث نظر سے گزری - جس کا حاصل ترجمہ یہ ہے - کہ اللہ تعالی جل شانہ اولاً اپنا بے مثل دیدار - قیامت کے روز اُس شخص کو دکھاوے گا جس کی ظاہری آنکھہ بُری اور ناجائز چیز کے دیکھنے سے آلودہ نہ ہوئی ہوگی - پاک ہوگی - آپنے اُسی مجلس مین دعا کے لئے ہاتھہ اُٹھایا - کہ آنکھہ کی ضرورت نہین ہے - فوراً نابینا ہوگئے - اِس کے بعد تیس سال تک درس دینے سے طلبا کو فیض پہونچایا - ہجری سنہ نوسو اسی مین آپ کی تدریس آسمانی ہوئی - آپکے فرزند رشید مولانا میر آپ کے جانشین ہوئے - میر فروغی اشرف کہتے ہین جس وقت مین ہدایہ فقہ آپ کی خدمت مین پڑہا کرتا تھا - تو آپنے فرمایا تھا - اگر معاملات فقہ پڑہنے کی غایت فتوی - قضا - نذر ستانی ہے - تو تم کو اِس سے کوئی نتیجہ نہین ملے گا - اور میری تعلیم توکل پر نہین ہوگی - ہجری سنہ کچھہ اوپر نوسو نوے تھا کہ وصال کی نوید آئی - چنانچہ بے تامل حقیقی محبوب کے حضور مین روانہ ہوگئے -

مصرع ناصر میرا د نصرت حق -

یاد شیخ عبدالحکیم گوشہ نشین کالپی

اولاً آپ سپاہیانہ زندگی بسر کیا کرتے تے - جب حاجی عبدالوہاب کی خدمت مین بیعت ہوئے - تو چند روز بعد خلعت خلافت سے بھی سرفرازی ہوئی - شمسی تین دور تک ستارہ کی طرح آپ کی موہوم ہستی - آفتاب احدیت کی تجلیات مین منتشر رہی - اور مجذوبون کا سا حال رہا - اخیر مین ایک گنبد تھا - محمود خان کی مسجد کی برابر تلاہی مین - وہان کے حاکم نے اپنے آباے کرام کے واسطے تعمیر کرایا تھا - مگر اُن کو نصیب نہین ہوا - اِس گنبد مین آپ چالیس برس تک گوشہ نشین رہے - اسی مسجد مین خواجہ خضر **علیہ السلام** کی ملازمت سے فیض پایا - جب آپنے رحلت فرمائی تو لفظ **حکم خدا شدہ** جس کے اعداد نوسو بیاسی ہوتے ہین - تاریخ ہوئی - آپ کے ایک لڑکا ہے - شیخ عبدالشکور نام - فضیلت اور پرہیزگاری مین مشہور اور گوشہ نشینی مین باپ کی طرح نامور - کسی حاکم اور کسی مالدار سے نذر کے طریقہ پر کبھی کچھہ نہین لیا - اور محض توکل اور آسمانی روزی پر گزر اوقات رکھی - اللہ تعالی **جل شانہ** شیخ عبدالشکور کی توفیق مین دوام اور عمر مین درازی بخشے **بیت** -

ہرچہ بر من میرسد از نیک و بد	حکمت بے علت او باعث است

یاد شیخ قصاب

آپ میرزا شاہ کے باکمال مرید اور صاحب حال خلیفہ ہین - شہر بخارا مین صاحب خانقاہ اور صاحب خانوادہ تھے - آپ کا اکثر زمانہ جذبہ اور جلال مین گزرتا تھا - آپ کی عجیب عجیب خوارق عادات بہت سی تہین - رفتار مین اور نیز قیام مین تنہائی کو پسند کیا کرتے تھے - اگرچہ دوست اور مرید - سیر کے واسطے آپ کے جانے کے وقت پیچھے سے ہیونچ جاتے تھے - تو دور سے ہی لوٹ کر غصہ سے پکارتے تھے "تم لوگ واہی تباہی آوارہ گرد ہو - اس شکل رفتار سے تم یہ بات جتاتے ہو - کہ جو کچھہ تمہاری آرزو ہے - وہ مجھہ مین نہین ہے - اور جو کچھہ تم چاہتے ہو - وہ مجھکو نہین ملا ہے" کہتے ہین ہجری سنہ نوسواسی مین نمود کا حرف موہوم ہستی کی تختی سے دھوڈالا بیت

اگرچہ او در مقصد گشتاد رفت	لیکن از قید جہان آزاد رفت

یاد شیخ راجی محمد عینی

آپ شیخ خان کے بیٹے تھے - جو دو پشت سے شیخ محمد ہمدانی کو پہونچتے ہین - رسمی اور حقیقی دونون طرح کے علوم آپ مین جمع تھے - اندرونی فروغ - آزادگی - بیخودی - فیض رسانی - سلامت روی - بردباری نہان دانی - او مشکل کشائی - یہ صفات حد بیان سے زیادہ آپ مین پائی جاتی تہین - کہتے ہین - گیارہ سال کی آپ کی عمر تہی - کہ وطن سے پیر اور اُستاد کی تلاش مین حیران اور سرگردان نکل بھاگے - تلاش کرتے کرتے برہان پور خاندیس مین آپہونچے - دو سال تک رسمی علم کی تحصیل مین مشغول رہے - اندرونی جوش فرونہین ہوا - لہذا وہان سے دکن کی جانب سفر اختیار کرکے شہر بیدر مین پہونچے اور وہان شیخ محمد ملتانی کی خدمت مین شرف یاب اور مرید ہو گئے - بارہ سال ایک حجرہ مین اپنے مخدوم زادہ شیخ مخدوم کے ساتھہ - اشغال صوفیہ مین گزارے - اور پیر کی پرورش اور حضوری سے - کسبی دانش - اور وہبی بنیش مین کمال اور تکمیل کے درجہ کو پہونچے مصرع خوب رو را گر بیارا یند زیبا تر شود -

آپ فرماتے تھے - ایک رات مجکو مکاشفہ مین معلوم ہوا - کہ اکمل الاولیا شیخ محی الدین جیلانی قدس سرہ مصلی پر بیٹھے ہوئے ہین اور بے انتہا آدمی اور بے شمار وحوش وطیور آپ کے گرد محو جمال ہین - ان سب مین سے آپنے میرا نام لیکر بلایا - اور مصلے کے نیچے جو خس وخاشاک تھا اُس کو اپنے دست مبارک

سے جھاڑ دیا - اور فرمایا جو دوئی کی زنگ - عنصری آثار سے تمہارے آئینہ دل پر تھی وہ صاف ہوگئی اب مصلے پر بیٹھو - اور یکتا ئے بے نیاز کی نماز پڑھو - اور قطبی ولایت کی خوشخبری بے منت اُس ہجوم مین مجکو دی - اس کے بعد پیر نے بھی خرقہ خلافت عطا فرماکر اُجین مین رہنے - اور لوگون کی رہنمائی اور تعلیم کرنے کی اجازت فرمائی -

ہجری سنہ نوسو تیس تھا - کہ آپ اُجین مین آئے - چندروز چہرہ پر برقع رکھا - اِس خیال سے کہ کسی جگہہ چشم ہوس نہ جا پڑے اور کسی جال مین نہ پھنسا دیوے - اخیر مین ایک صاحب سید صفی سلاطین خلج کے امرائے اعظم مین سے تھے - اور اُن کو شریف خانی خطاب بھی تھا - سید صاحب نے دانشمند لوگون کو درمیان مین ڈال کر اپنی لڑکی کا نکاح شیخ سے کردیا - اِس کے بعد خانہ داری کے ساز و سامان کی فکر کا آغاز ہوا - خانقاہ - جامع مسجد - اور مقبرہ تینون چیزین تیار ہوگئین - پچاس برس تک درس دیا - اور طریقت کی تلقین کرکے بہت سے درویشون کو - رسیدہ لوگون کے عالی درجہ پر پہونچایا اور پھر ستائیسوین رمضان ہجری سنہ نوسو بیاسی کو ملکوتی ملک کی فتح کے واسطے عنصری ملک سے کوچ کا نقارہ بجا دیا - قطعہ -

شیخ رامی از محمد آنکہ بود	شاہد و شہود در چشم شہود
رفت از کوئے ہوا در ملک ہو	در شمار مقصد و ہشتاد و دو ۹۸۲ھ

آپ کے چھ بیٹے تھے - عبدالرحمن - عبدالرحیم - عبدالکریم - یہ تین ایک مان سے - اور عبدالحلیم - عبدالحمید - عبدالمجید - یہ تین دوسری منکوحہ سے تھے -

عبدالرحمن باپ سے پہلے ہی کوچ کرگئے - ان کے دو بیٹے رہے - محمد - اور محمود پچھلے بیٹے محمود کو ہجری سنہ ایکہزار دس مین جذبہ ہوگیا - اور مفقود الخبر ہوگئے - بھائیون کو دھوکہ دیکر ایک روز رات کو نکل گئے مصرع یوسف از برادران گم شد ۔ آنے والے حجاز مین بتلاتے ہین -

شیخ عبدالکریم پدر بزرگوار کے بعد اُن کی جگہہ سجادہ نشین ہوئے - اپنے صاحب ولایت بزرگون کی روش کو زندہ کیا - اخلاق مین پسندیدگی اور اوصاف مین سنجیدگی بہت تھی - جوان مرد - پرہیزگار حق شناس صفا پرست - پاکیزہ باطن - مہمان دوست - زندہ دل - اور فارغ البال یہ جملہ صفات آپ مین موجود تھین - ہجری سنہ ایکہزار پانچ مین عالم دنیا کو رخصت کیا - پدر بزرگوار کے گنبد کے

باہر جنوبی سمت مین دفن کئے گئے - دو فرزند چھوڑے - ایک شیخ عبد العزیز - جو علوم متداولہ سے آراستہ ہین - انھون نے اولاً رسمی علوم کا اکتساب شیخ عبد الکریم نہروالہ کی خدمت سے کیا تھا - پھر بعد مین وجیہ الملۃ والدین علوی احمد آبادی کے درس مین بالالتزام بیٹھکر کتب مبسوطہ کی تصحیح کی - آپ بحکم الہ کو مِنْ بَنِيْ مَخْدُوْمِ الْمُلُوْكِ اس غرض سے کہ مستحق بیکسون کی مہمات بآسانی انجام پا دین - بظاہر نواب کامگار سپہ سالار عبد الرحیم خان خانخانان ابن بیرم خان خانخانان کے جاگیری ملک کی صدارت کا منصب - اور نیز نواب کی مجلس کی مصاحبت قبول کر لی ہے - مگر باطن مین سر مو دابستگی خاطر کو پاس پھٹکنے نہین دیا ہے - راقم زمانہ ہوش سے ان کے حالات کا محرم ہے - شیخ عبد الکریم کے دوسرے فرزند عبد القادر ہین - جو اپنے آبائے کرام کے وطن مین خانہ اور خانقاہ کا چراغ جلاتے ہین سلمہما اللہ

یاد حافظ عبد الکریم بصیر

آپ شیخ عبد الملک قاری کے شاگرد ہین - قدس سرہما ساتون قرأۃ مع چودہ روایتون کے ازبر تھین اور قصیدہ شاطبیہ مع معنی اور اُس اشکال کے جو اُس پر وارد ہے - بالکل حفظ تھا - آپ کی قرآن خوانی مین بہت کچھ تاثیر اور دل ربائی پائی جاتی تھی - آپ کی بینائی - آنکھون کی سیاہی سے کم کر کے سویداے دل مین زیادہ کر دی گئی تھی - آپ کا باطن - قرآنی نور سے ایسا منور تھا کہ ہمیشہ ہم نشینون کے ضمیر کی باتین آیات کے پردہ مین ظاہر کر دیا کرتے تھے - آپ کی خوابگاہ آگرہ مین ہے -

حافظ جی کے حالات کا بیان کرتے ہوئے - یہ خرق عادت یاد آگئی - کہ ہجری سنہ ایک ہزار چودہ تھا شاہزادہ شاہ مراد اکبر شاہ نے دکن فتح کرنے کے واسطے چڑھائی کی تھی - راقم کو بھی اس یورش کی سیر کا خیال ہوا - جب قلعہ احمد نگر کا محاصرہ ہو گیا - تو معلوم ہوا - کہ اُس زمین مین شریف نامی ایک مجذوب اس طرح پر مشہور ہین - کہ زائرین کے حالات - آیات قرآن کے مضامین مین ظاہر کرتے ہین - ایک روز فقیر - مولانا محمد رضا شکیبی تخلص - اور فصیح البیان انیسی جن کا نام یوقلی بیگ تھا - ہم تینون شخص ملکر مجذوب صاحب کی خدمت مین گئے - جواب سلام کے بعد آپنے آیہ اِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا پڑھی - جب آپ کے نزدیک سے ہم لوگ اُٹھ آئے تو یوقلی بیگ نے فرمایا - کہ مجکو احتیاج غسل تھی آپ لوگون کے مضطربانہ آنے سے فرصت نہ ملی - وگرنہ غسل کے واسطے تیار تھا -

---

ا؎ اکثر نبی - ایسے ہین جو ملوک کی خدمت کرتے ہین ۱۲ ؎ اگر تم ناپاک ہو - تو پاک ہو جاؤ ۱۲

یاد میرزا شاہ نقشبندی

آپ کے پیر بیعت مولانا خواجگی ہین - آپ اپنی بخشش سے مال کی گوشمالی کرتے تہے - اور دل ریش درویش کے ریش پر مرہم رکہتے تہے - سخاوت کو فقر کا سرمایہ کیا تہا - اور الفقر فخری کی سیڑہی سے وحدت کے عالی شان محل پر چڑہ گئے تہے - آپ فرماتے تہے - مین پانچوین پشت مین حضرت خواجہ بزرگ سے جاملتا ہون اور اُن کے باطن سے مینے فیض وکمال پایا ہے - البتہ ظاہر مین ارادت مولانا سے ضرور رکہتا ہون - ہجری سنہ کچھ اوپر نوسواسی تہا - کہ منزل خاک کے سقیمون کو خیرباد کہکر روحانیون کے پاک مقام کو روانہ ہوگئے -

یاد شیخ حسن محمد

آپ میان جی احمد کے بیٹے ہین - عالم - عارف - عاشق - عابد - اور اپنے عم مکرم شیخ جمال چشتی کے مرید تہے - شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی قدس سرہ کی نسل سے ہین - زاد بوم اور خوابگاہ دونون احمد آباد ہین - آپ کے حالات کے روزنامچہ کی فہرست اس طور پر ہے - اولاً نماز صبح کے فرض پڑہنے کے بعد سے بلا فصل دوپہر تک تلاوت اور رسمی درس مین مشغول رہتے تہے - اس کے بعد درویشان خانقاہ کے ساتہ کسی قدر کہانا کہاتے تہے قیلولہ کے بعد نماز ظہر ادا کرتے تہے - اس کے بعد وعظ ونصیحت کی مجلس شروع ہوجاتی تہی - تو وہ عصر تک رہتی تہی - عصر کے بعد درود اور دعا مین شام تک مشغول رہتے تہے - پہر نماز مغرب پڑہتے تہے - ذکر جہر شروع کرکے وقت عشا تک جاری رکہتے تہے پہر نماز عشا ادا کرکے - حجرہ کے اندر چلے جاتے تہے - نماز کمال نیاز کے ساتہ ادا کرتے تہے - رات بہر تنہا بیدار رہتے تہے - جب صبح کی سفیدی نمودار ہوجاتی تہی - تو پہر وہی معمولی کام ازسرنو شروع کردیتے تہے - القصہ ایک پلک مارنے کی برابر بہی زندگی کو بیکار نہین جانے دیتے تہے ہجری سنہ نوسو بیاسی کے شوال مہینے مین رحلت کے وقت وصیت کی - کہ عبادت کی زمین درویش کے کالبد سے آشنا ہے - مجکو اسی خاک کے سپرد کردینا - آپ کے بڑے بیٹے شیخ محمد - جن مین زیادہ تر بزرگوار باپ کی خوبو پائی جاتی ہے - آج کے روز آپ کے جانشین ہین مصرع نور ایمان باد شمع تربتش

یاد شیخ جوئباری

خواجہ جوئباری جوئبار وحدت کے سروتہے - اور خضر صورت تشنہ لبون کے واسطے حکم چشمہ کا رکہتے تہے - کان مین حلقہ مولانا خواجگی کی بیعت کا تہا - قاسم شیخ کے ہم عصر ہین - کہتے ہین - جو شخص قاسم شیخ کی ملازمت مین جاتا تہا - تو قاسم شیخ اولاً اُس کی ازلی استعداد پر نظر ڈالتے تہے - اگر وہ شخص سعادتمند ہن

مین ست ہوتا تہا - توخواجہ جوئباری کی خدمت کی طرف متوجہ کر دیتے تھے - اور فرمایا کرتے تھے - طالبانِ خدا کی کشائش کی کنجی - خواجہ جوئباری کے ہاتہہ مین دیدی گئی ہے - اور اگر طالب ایسا نہین ہوتا تھا - تو دعا دیکر رخصت کر دیتے تھے - ایک ناظم نے یہ بیت لکہی ہے جو آپ کے ہم عہد تہا -

مرید خواجہ جوبار باش و شاہی کن	بر دولت شہر بخارا و ہر حسب خواہی کن

ہجری سنہ نوسو اسی مین ناسوتی سراے سے ملکوتی گلشن آباد کو کوچ فرما گئے -

یاد شیخ لہرہ

آپ کا نام عبدالرزاق تہا - شیخ عبدالفتح مکی کے چہوٹے بیٹے ہین - صاحب کمالات اور بخشایش شعار تھے - نان دہی - آپ کے ہاتہہ مین تہی - کہتے ہین - ایک شخص سے ایک کام مین ایک خیانت ہوگئی تہی - آپنے ازروے نصیحت خائن سے کہا - ایسے نالائق کام کی تہمت تمنے کیون گوارا کی - اُس نے آپ کے بابرکت سر پر جہوٹا ہاتہہ رکہکر قسم کہائی - کہ اگر مینے یہ کام کیا ہو - تو کرنے والہ کی آنکہین کور ہوجاوین دو ہفتہ سے زیادہ عرصہ نہین گزرا تہا - کہ بدون بہانہ کسی تکلیف کے آفت نابینائی اُس کی آنکہون کو پہونچ گئی - شب جمعہ بیسوین جمادی الاخری ہجری سنہ نوسو چوراسی مین منزل فنا سے مقام بقا کو رحلت فرمائی - ایک اہل سخن نے یہ قطعہ آپ کی وفات کی تاریخ مین لکہا ہے **قطعہ**

بزرگِ دین و دنیا شیخ لہرہ	کہ سوے جنۃ الماوی گزر کرد
شب جمعہ سفر چون کرد تاریخ	ازان روشد شب جمعہ سفر کرد سنہ ۹۸۴ھ

یاد شیخ محمد ابن طاہر نہر والہ

آپ کی ذات سے ورع اور تقوی کی محفلون کی مسند کو زینت تہی - اور کتاب وسنت کے نقد کا امتحان ہوجاتا تھا - حدیث مین شیخ علی متقی کے شاگرد ہین - اس فن مین ایک بے نظیر کمال حاصل کیا تہا - مجمع البحار نام ایک مشکل کشا شرح - احادیث کی صحاح ستہ پر جو ہے - وہ آپ ہی کے قلم تالیف کی لکہی ہوئی ہے - کہتے ہین - آپ فرمایا کرتے تھے - میرے اُستاد اپنے وقت کے افضل البشر - اور خداوند ولایت صدیق اکبر تھے - وہ فرماتے تھے - میرے بعد تم ہی اس رفیع الشان درجہ کو پہونچو گے - مہدویہ گروہ جو سید محمد جونپوری کا پیرو ہے - اس گروہ کی شکست دینے مین آپ اپنے اُستاد کی طرح ہمیشہ کوشش کیا کرتے تھے - ہجری سنہ نوسو چہیاسی مین اُجین اور سارنگ پور مالوہ کے درمیان ایک جماعت

اثنائے راہ مین آپ پر آگری - اور شہید کردیا۔

اِس واقعہ کا آغاز اور انجام اِس طور پر ہے - بوہرون کا گروہ آپ کے ہم قوم تھا - آپنے عہد کیا تھا - کہ جب تک بوہرہ قوم کی پیشانی اور دل سے تشیع اور بدعت کی سیاہی - تلقین سنت کے آب زمزم سے دہونہ ڈالون گا - سر پر دستار نہین باندہون گا - جب ہجری سنہ نوسو اسی مین بادشاہ زمانہ اکبر شاہ نے ملک گجرات فتح کیا - اور بہرو الہ مین شیخ سے ملاقات ہوئی - تو بادشاہ نے اپنے ہاتھ سے آپ کے سر پر پگڑی باندہی - اور کہا - مینے آپکے پگڑی چھوڑ دینے کا سبب سُن لیا ہے - اور اِس ذہنی صورت کا خارج مین ظہور - والی زمانہ کی امداد اور دستگیری پر موقوف ہے - اب اس سراپا خیر نیت پر عمل کرنا - میرے ذمہ لازم ہے - چونکہ صوبہ گجرات اور دار الخلافہ احمد آباد کی حکومت - اُن ایام مین نواب مستطاب خان اعظم میرزا عزیز کوکہ کے نام نامی پر نامزد تہی - اِس سبب سے نواب صاحب کی امداد کی بدولت - اِس قوم کی گمراہی اور کج رفتاری کی بہت سی رسمین بیخ و بنیاد سے اُکھڑ گیئن - لیکن صاحب تاج کو اپنی محفل سے خان اعظم کی جدائی بہت کم پسند تہی - لہذا شہنشاہ نے نواب صاحب کو اپنے حضور مین طلب فرمالیا - اور امراے اعظم مین سے ایک اور صاحب ایران زمین کے باشندہ تھے صوبہ مذکور ان کی جاگیر مین دیدیا - بس اب کیا تہا - اِس جماعت نے بے تامل - جدید جاگیردار کے ساتھ مخفی طور پر موافقت پیدا کرکے - سنت کی راہ راست سے انحراف کیا - یہ حالت دیکھکر شیخ نے سر سے دستار کہول دی - اور دار السلطنت آگرہ کو جانے کا عزم کیا - اِس خیال سے کہ پیشگاہ حضور مین جاکر پیش آمدہ واقعات عرض کرون گا - اُستادی شیخ وجیہ الدین احمد آبادی کی ملازمت مین پہونچکر - وداعی مراسم ادا کئے اُستادی شیخ وجیہ الدین اِس عزم سے مانع تھے اور فسخ عزم کے واسطے تحریک فرماتے تھے - مگر جو شخص سفر کے واسطے بالکل مہیا ہو - چونکہ اس کو صریح طور پر باز رکہنا عوام کے نزدیک مبارک نہین ہوتا ہے - لہذا اس قاعدہ کے موافق اُنہون نے اس طرح پر یہ بات کان مین ڈالی -

"گرامی برادر کے حقیقت شناس ضمیر کو اچھی طرح معلوم ہے - کہ اِس نظم و نسق کے ساتھ جو کارخانہ عالم کی آفرینش ہوئی ہے - اِس کا باعث یہ ہے - کہ اسمائی کمالات کہلا رہو - اور یہ اظہار جمالی اور جلالی مظاہر کے ساتھ وابستہ ہے - اور اپنے عربی کے آثار و احکام کی طرز پر ہر ایک اسم کے مظہر کی جو کچھ رفتار ہے - یہی

رفتار اس کے واسطے صراط مستقیم ہے۔ گو اس کے تقابل پر نظر کر کے وہ رفتار مخالف اور منحرف معلوم ہوتی ہو۔ اور اس مقام پر ہر موسیٰ کو اپنے فرعون کے ساتھ آشتی رکھنی چاہیے۔

واضح ہو۔ کہ صراط مستقیم۔ حقیقت شناس مفسرین کے نزدیک دو طرح پر ہے۔ (ایک) ایجابی (دوسرے) ایجادی۔ قرآن مجید میں صراط مستقیم کا ذکر جہاں کہیں بہ لفظ نکرہ نازل ہوا ہے۔ وہاں پر اکثر ایجادی ہے۔ اور جس آیت میں بہ لفظ معرفہ وارد ہوا ہے۔ وہاں پر زیادہ تر مقصود ایجابی ہے۔ **فافہم**۔

دوسری یہ بات ہے کہ انسان جو عالم کبیر کا نمونہ ہے اس کی عنصری پیکر ہے۔ دقیقہ شناس شخص یہ عبرت کیوں حاصل نہیں کرتا ہے۔ کہ اس کی ہستی۔ اس بندوبست اور ستارت اعتدال کے ساتھ چند لطیف اور کثیف اعضا پر موقوف ہے۔ چنانچہ اگر اصحاب جیسے کثیف عضو کو بھی کوئی تکلیف پہونچ جاوے تو باغچہ بدن کی شگفتگی میں سراسر آشفتگی اور پژمردگی نمایاں ہو جاوے اب برادر من۔ سیاست فراست کی بات نہیں ہے۔ اور مشغول حق کے ساتھ ہی ہونا زیبا ہے نہ خلق کے ساتھ[۱] ھٰذِہٖ اٰدَابُ السُّکُوْتِ وَ اِلْتِزَامِ الْبُیُوْتِ"

استادی شیخ وجیہ الدین نے گو آپ کو فہمائش کی۔ لیکن بنیاد تعصب بہت استحکام کے ساتھ قائم تھی۔ اسواسطے اس نصیحت کو آپ کے گوش قبول میں جگہ نہیں ملی۔ اور جو سفر دل میں قرار دے رکھا تھا۔ اس کے راستہ پر چل نکلے۔ پھر راستہ میں پیش آیا جو کچھ پیش آیا۔ خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ آپ کی بہن کے بیٹے شیخ نور محمد آپ کے تابوت کو مالوہ سے نہروالہ میں لے گئے۔ اور آباے کرام کے تکیہ میں سپرد زمین کر دیا۔

یاد سید عبد اللہ اندھی ملتانی

آپ کو ایزدی توفیق کی بدولت۔ تعلقات کے بار سے سبکدوشی ہو کر آزادی اور فارغ البالی کے حضور میں باریابی حاصل ہوئی تھی۔ آپ کے حالات کا کسی قدر بیان اس طرح پر ہے۔ کہ آپ کو آب و خورش کی کشش سلطان محمود خورد کے زمانہ میں زاد و بوم سے گجرات کی طرف کھینچ لائی۔ چند روز بعد آپنے مناسب سمجھکر سید مبارک بخاری کی ملازمت اختیار کر لی۔ اور نوکری کے طور پر بسر کرنے لگے۔ سید مبارک بخاری جلال الاولیا مخدوم جہانیاں کی نسل سے ہیں۔ جو حاکم صوبہ مالوہ کے امراے اعظم میں سے تھے جب آپ کے مخدوم سید مبارک

---

[۱] یہ زمانہ سکوت اور مکانوں میں بیٹھنے کا ہے۔

کی عمر کا زمانہ آخر ہوا - تو نوکری اور سپاہگری کا خیال - آپنے خاطر عاطر سے قطعی باہر نکال پھینکا - اور آپ کی چشم اعتبار مین - دوسرے امیرون کی ملازمت پوچ اور بے حقیقت معلوم ہوئی - ایک روز آپ ایک دور و دراز غم مین پڑے ہوئے تھے اپنی مزاج دان ہمخوابہ سے بطریق استصواب دریافت کیا - کہ معاش کی ضروریات اب کون سے سبب اور کون سے حیلہ سے ہم پہونچانی چاہئین - ہمخوابہ نے یہ رائے دی - کہ سپاہیانہ وضع ترک کرکے - جنود الدرویشون کے حلقہ مین شامل ہو جانا چاہیے - اس کو دوسرے الفاظ مین اس طرح کہ سکتے ہین - کہ ہمت کے ہاتھ سے فقر اختیار کرنے کا ٹپکا (دوپٹہ) سید کی کمر مین باندھ دیا - اور آپ کے بیقرار دل کو تسلی دیکر شاد کام کیا - اس کے بعد دونون کی رائے یہ ہوئی - کہ اس ملک سے کسی دوسرے ملک کو چل دینا چاہیے - کہین ایسا نہ ہو - کہ اس جگہ کا رہنا دل مین ننگ و ناموس کا خیال پیدا کرے - اور فقر کی نئی قایم کی ہوئی بنیاد کو جڑ سے کھود پھینکے - پس گجرات سے مالوہ کی طرف روانہ ہوئے - اور ایک موضع بنتر یہ نام ہے جس کو مقامات مالوہ کا بہشت کہنا زیبا ہے - اس موضع کے تالاب کے کنارہ بود و باش کے واسطے ایک گوشہ اختیار کیا - اور توکل و تسلیم کا عادی ہو کر بہت برسون تک خوش وقتی کے ساتھ زندگی بسر کی - چونکہ موضع مذکور آنے جانے والون کے عین راستہ پر واقع ہے - اسواسطے آپ کا گھر بدون مہمان کے نہین رہتا تھا - **راقم حروف** جب کبھی مندو (مانڈو) سے عزیزان اُجین کے دیدار کے واسطے جایا کرتا تھا - تو ایک روز آپ کی بافیض صحبت مین بھی قیام کیا کرتا تھا - بہت کچھ محبت اور مہمان دوستی کے مراسم ادا ہوا کرتے تھے - اور ایزدی معرفت کی مشعلون اور وجدان حقیقت کی روشنی سے معنوی ضیافت بھی فرمایا کرتے تھے - **القصہ** جب تک آپ کی زندگی رہی - تب تک جاگیردارون سے وظیفہ کے طور پر کبھی ایک درم بھی قبول نہین کیا - اور آسمانی روزی پر شاکر و قانع رہے آپ کو **آنندی** اس بنیاد پر کہا کرتے تھے کہ ہمیشہ شگفتہ رو - اور خوش دل رہتے تھے **آنند** ہندی زبان مین خوشی کو کہتے ہین - ہجری سنہ نوسو نوے مین عالم قدس کو رحلت فرما کر اسی مقام مین خوابگاہ اختیار کی جہان زندگی مین رہتے تھے -

یاد فقیہ علی

آپ کی زاد بوم - ملہم کیلی - اور خوابگاہ بندر سورت ہے - جو گجرات کے پرگنات مین سے ہے - کہتے ہین درسی کتابین کما ینبغی تحصیل کی تھین - اور کما حقہ پڑھاتے تھے - اکثر کنار ہائے دریا کے رہنے والے آپ کی شاگردی سے علمی حصہ رکھتے ہین - دسوین صدی کے چوتھے ربع مین عالم صورت سے جہان معنی کو روانہ ہو گئے

یاد قاضی عبد القادر بن علی

آپ میاں بجی چشتی منڈوی کے روضہ مین مجاور تھے - رسمی علوم سے کسی قدر آشنا تھے - قرآن کو اچھا جانتے تھے - اور تلاوت بہت کیا کرتے تھے چند جریب کی کھیتی - موضع کاتھا مین کر رکھی تھی - جو مضافات دیپال پور مین ہے - اور دیپال پور منڈو (مانڈو) سے اُجین کے عین راستہ پر واقع ہے - مکان بھی اُس موضع مین بنالیا تہا - کہیتی سے جو کچھ حاصل ہوتا تھا - اُس کو آنے جانے والون کی میزبانی مین صرف کیا کرتے تھے واپسین سفر کے وقت سے چودہ روز پیشتر آگاہ ہو گئے تھے - کوچ کا سامان کرلیا - اور کہا - بس اسی قدر زندگی اب باقی رہی ہے - آٹھوین شعبان ہجری سنہ نوسو چوراسی کو گزر گئے - آپ کے پانچ بیٹے - اور ایک لڑکی رہی - قطب الدین - عزیز اللہ - موسیٰ - حسن - عائشہ - اور شرف جہان - اولین صاحب زادہ اپنا دل لوگون سے توڑ کر اور خدا سے جوڑ کر درویشی مین پدر بزرگوار کے جانشین تھے - اور دوسرے صاحبزادہ قضا کے کام مین باپ کی طرح مشہور تھے - وہ جوان مرے - اور انھون نے کچھ اوپر تیس سال منصب قضا کی نگہداشت اچھی کی - تاریخ بیسوین شعبان ہجری سنہ ایک ہزار نو کو اجل کی گہری نیند مین سو رہے - اب موسیٰ ہاتھہ پاون مارتے ہین - اور حسن حسرت کرتے ہین - عائشہ جوانی مین بیوہ ہو گیئن - بیوہ ہونے کے بعد انھون نے اپنی زندگی مین شوہر کی خدمت کو آفریدگار کی بندگی کے ساتھہ شریک نہین کیا - اور مردانہ زندگانی گزارتی ہین **مصرع** دلاورانگی زین زن بیاموز - ہجری سنہ ایک ہزار بیس مین یہ بہی انجہانی ہو گئے

یاد شیخ نجم الحق

آپ کا نام جایلدہ ہے - عزیز الحق کے بڑے خلیفہ ہین - قصبہ سہنہ مین جو مضافات دہلی مین سے ہے - مکان تہا - آپ - ریاضت کے دریا مین ڈوبے ہوئے - اور مجاہدہ کی آگ مین پکہلے ہوئے تھے -

بہت سے ریاضت والون نے آپ کی خدمت سے فائدہ اٹھایا تہا -

یاد خواجہ محمد عبد اللہ

آپ - خواجہ کا خواجہ کر کے مشہور ہین - آپ کے بزرگوار باپ کا نام خواجہ ناصر الدین عبید اللہ ہے جو خواجہ احرار کے لقب سے مشہور ہین - ظاہری علم اور معنوی کشف سے آپ کا ظاہر و باطن دونون آراستہ اور پیراستہ تھے - باوجود کمالات کے جو آپ کو حاصل تھے - اپنی حقیقت شناس نظر سے - آداب شریعت و طریقت کے ہر ایک دقیقہ کا لحاظ مد نظر رکھتے تھے - اور اپنے جسم و جان کو فروگزاشت کی اجازت

نہین دیتے تھے۔ آپ کے دادا چار واسطہ سے حضرت بابا ماچین کو پہونچتے ہین۔ کہتے ہین۔ خواجہ احرار الاولیا کے ساتھ سلطان ابوسعید مرزا کو حسن عقیدت تھی۔ لہذا اُس نے ان کو نہایت خواہش۔ آداب۔ اور خدمت گذاری کے ساتھ تاشقند سے باستدعاے اقامت سمرقند طلب کیا تھا۔ خواجہ احرار الاولیا نے قبول التماس کو داخل مروت سمجھکر ۔۔۔ سنہ عہ سمرقند مین آکر بساط اقامت بچھادی۔ اِس قصہ کی تفصیل مع تقریبات کے کتاب رشحات مین لکھی ہوئی ہے۔ خدا کرے۔ شایقین کو دیکھنا نصیب ہو۔

لکھتے ہین۔ اس عرصہ مین سیادت ونقابت دستگاہ میر تقی الدین محمد کے ساتھ خسر اور داماد ہونے کی نسبت طرفین سے ہوگئی۔ یعنی خواجہ احرار الاولیا نے اپنی صبیہ عزیزہ کی نسبت میر کے فرزند کلان امیر عبداللہ امام کے ساتھ کی۔ اور میر کی صبیہ کا عقد اپنے بڑے بیٹے کے ساتھ کیا۔ کہتے ہین۔ میر کی لڑکی سے تین لڑکے اور دو لڑکیان ہوئین۔ جن کے نامی نام یہ ہین۔ خواجہ عبدالہادی۔ خواجہ خاوند محمود خواجہ عبدالحق۔ محبوبہ سلطان بیگم۔ زینت سلطان بیگم۔ جب دختر میر کی ہستی کے چہرہ کو فنا کے برقع نے چھپا لیا۔ تو خواجہ احرار الاولیا نے اپنے پسر کلان کا عقد خواجہ نظام الدین کی لڑکی کے ساتھ کیا خواجہ نظام الدین۔ خواجہ عصام الدین شیخ الاسلام کے بھائی۔ اور صاحب ہدایہ فقہ کی اولاد سے ہین ان کا کرسی نامہ اس طرح پر ہے۔ نظام الدین ابن خواجہ عبدالملک۔ ابن خواجہ عماد الدین۔ ابن خواجہ جلال الدین محمد۔ ابن مولانا زین الدین عبدالرحیم ابن مولانا برہان الدین علی مصنف ہدایہ۔ اس دختر سے بھی تین فرزند اور دو لڑکیان پیدا ہوئین۔ خواجہ عبدالعلیم۔ خواجہ عبدالشہید۔ خواجہ ابوالفیض مہ کلان بیگم۔ خانزادہ بیگم۔ سواے اس کے ایک اور ہمخوابہ تھی۔ جس سے ایک لڑکا تھا خواجہ محمد یوسف۔

چونکہ خواجہ کے خواجہ نے اپنی والدہ ماجدہ کی وفات کے بعد پدر بزرگوار کی اجازت اور خوشی سے محلہ درسین مین عبادت خانہ اور بود وباش کا مکان تجویز کرلیا تھا۔ لہذا خواجہ احرار الاولیا کی خدمت مین وہان سے مقررہ اوقات مین ہی آنا ہوتا تھا۔ خواجہ احرار الاولیا آپ کے ساتھ کمال مہربانی کے ساتھ بلکہ اعزاز کے طریقہ پر سلوک فرماتے تھے۔ باپ او بیٹے کے برتاؤ کی طرح پیش نہین آتے تھے یعنی بیٹے کی عزت بہت زیادہ کرتے تھے۔ مولانا علی صفی مصنف رشحات لکھتے ہین۔

"ایک روز مین آپ کی خدمت مین بمحلہ درسین بیٹھا تھا۔ ایک تقریب سے آیۃ کریمہ

یَا نَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ کی تفسیر کا ذکر نکلا - تو آپ نے علماے ظاہر و باطن کے بہت سے اقوال عمدہ تقریرین بیان کئے - اور حکما نے جو یہ تاویل کی ہے - کہ نار سے مراد - نمرود کی آتش غضب - اور برد سے مراد شعلۂ غضب کا فرو ہونا ہے - اس تاویل کے رد مین معقول، اور حکمی دلائل سے ثابت کر دیا - کہ وہ نار عنصری نار تھی - اور برودت اُس کی ماہیت پر عارض ہوئی تھی -

ایک ہدایتی فرمان جس مین یہ بزرگوار نے آپ کو تلقین فرمائی ہے - یہ ہے -

فرزند نور چشم - تم کو ایسی ہمت رکھنی چاہیے - کہ جن باتون کا جاننا تمہارے اوپر فرض ہے - اور جن کے بدون قطعاً ممکن ہی نہین ہے - جیسے اعتقاد صحیح رکھنا - اور علم کا اور احکام آلہی کا جاننا - ان باتون سے تم جلد اپنے تئین فارغ کر لو اور ظاہری و باطنی دائمی عبادت مین مشغول ہو جاؤ - اس امید پر - کہ حق سبحانہ وتعالیٰ تمہارے دل سے اپنے غیر کا اعتبار تعظیم اور دید دور کر کے - تم کو ہمہ تن اُنہین تمام امور مین مشغول کر دیوے - جو تم سے مقصود ہین خداوندا جن اصحاب کو تو نے محض اپنی عنایت سے اپنی غیر کے اعتبار تعظیم - اور دید سے نجات دی ہے - اُن اصحاب کے قرب کے طفیل مین - حقیر اور ضعیف بندہ زادہ کو جس کے لیے تیری عنایت - معافت - اور رحمت کے سوا - کوئی امید کی جگہہ نہین ہے - تمام گرفتاریون سے رہائی عطا فرما بمنہ و کرمہ - بیت -

غیر حق ہر ذرہ کان مقصود تست	تیغ لا بر کش کہ آن معبود تست

آپ کے حالات کا بیان مجملاً اس طرح پر ہے - جب شاہ بیگ خان کا تسلط اور ظہور ہو گیا تھا - تو آپ لوگون کے آثار اور اطوار سے زمانہ کی تباہی معلوم کر کے - اپنے وطن سے بحکم ⁵¹ الفرار مما لا یطاق من سنن المرسلین اندجان کی طرف ہجرت فرما گئے - اور اُس جگہہ کو بھی آپ کی طبیعت نے پسند نہین کیا - اسواسطے جلدی سے عالم فردوس کو جانے کے لئے - آخرین سفر کا سامان باندھ لیا - آپ کی نعش کو لوگون نے اوس ملک سے شہر تاشقند مین لاکر - آپ کی والدہ ماجدہ کے مرقد کے پہلو مین دفن کیا -

⁵¹ - جن تکالیف کی برداشت کی طاقت نہ ہو - اون سے بھاگنا - رسولون کی سنت ہے - ۱۲

انجمن فرزندان خواجہ محمد عبد اللہ

خواجہ عبد الہادی آپ ہمت اور فطرت مین دریا کی طرح فیاض - اور بخشش و بخشائش مین ابر کی طرح باہمت تھے - فقر و تجرید مین خزان دیدہ شاخ کی شکل - اور حقائق و معارف کا بیان کرنے مین پر بہار نوجوان درخت کی صورت رکھتے تھے - جد امجد یعنی خواجہ احرار الاولیا کی زندگی مین ہی - آپ کو سفر حجاز کی توفیق ہوئی تھی - حرمین شریفین زادہما اللہ شرفًا کے ارکان سے فارغ ہونے کے بعد روم اور شام کی زمین مین بحکم سِیْرُوا فِی الْاَرْضِ چلے گئے - جو قدم رکھا - آگاہی اور عبرت کے ساتھ رکھا - اور ان اطراف کے سلاطین اور حکام کے ساتھ صحبت اور مجالست کا کئی دفعہ اتفاق ہوا - ہمیشہ خواجہ کی طرف سے برتاو مین اور کلام کرنے مین بہت کچھہ بے نیازی اور وقار پایا گیا - اور کسی بڑے دولت والہ کی طرف سے تھوڑا سا نقد و جنس ہی نذر اور سوغات کے طور پر آپنے قبول نہین کیا - بلکہ جو لوگ ملازمت مین آتے جاتے تھے - ہر ایک کے ساتھہ طرفین کی مناسبت دیکھکر مردمی کا برتاؤ فرمایا - روم کی قلمرو کا ٹیکس تمام تاجرون پر معاف کرا دیا - اور بزرگانِ دین اور امتیان ملت اسلامیہ سے ملاقات کرکے فیض یابی کے بوجھہ سے گران بار ہوئے - کہتے ہین - حقائق پناہی مولانا نور الدین عبد الرحمن جامی نے آپ کی سیر و سلوک کی روش اور سفر و حضر کا طریق بہت پسند کیا تھا - اور جب تقریب ہوتی تھی - تو تعریف کیا کرتے تھے - جب آپنے سفر مذکور سے بازگشت فرما کر اپنے وطن مین خواجہ احرار الاولیا کی قدم بوسی کی - تو خواجہ احرار الاولیا نے کاربردازون کو حکم دیا - کہ دو لاکھہ اسی ہزار مثقال جو مدت سفر مین خواجہ عبد الہادی نے لوگون سے بطور قرض لیکر ضروری اور شرعی مصارف مین صرف کر دئیے ہین - قرض خواہون کو فورًا ادا کر دئے جاوین - کیونکہ اس فرزند نے دور و دراز ملکون مین ہماری درویشی اور خواجگی کی ننگ و ناموس کی نگہبانی کامل طور پر کی ہے - خواجہ عبد الہادی کے دو بیٹے تھے خواجہ عبد الکافی اور خواجہ قاسم اولین فرزند عالی ہمت - بلند فطرت - صاحب شجاعت - اور اہل کرم تھے - جنت آشیانی ہمایون شاہ تیموری کی ملازمت مین تھے - جنگ خوشاب مین تیر کھا کر پانی مین ڈوب گئے - دوسرے فرزند کو زیارت حرمین کی توفیق ہوئی جس قدر عمر باقی رہی تھی - اوسی جگہہ ریاضت اور عبادت مین گزار دی - اور یمن اور روم کی زمین مین چل پھر کر ان شہرون مین جو اولیا اللہ زندہ یا آسودہ تھے - ان کے قلوب کی اور قبور کی زیارت سے مشرف ہوئے - مولوی اسمٰعیل شروانی - خواجہ احرار الاولیا کے بزرگ خلیفہ صاحب کرامات و مقامات - اور اہل علم و معاملات تھے - ان کی خدمت مین آپنے رسم بیعت ادا کرکے طریقہ رابطہ

کی تلقین سے اپنے باطن مین صفائی بہم پہونچائی لیکن اپنی نسبت اور نسل کی حقیقت مولانا کی ملازمت مین مخفی رکھی۔ مدت کے بعد اور مبالغہ کرنے سے آپ نے فرمایا۔ مین خواجہ عبدالہادی کا فرزند ہون۔ جب مولانا اسمعیل عالم ارواح کو کوچ فرما گئے۔ اور مخدوم خواجہ محی الدین عبدالحق۔ مکہ معظمہ مین تشریف لائے۔ تو خواجہ قاسم نے اپنے عم مکرم کی خدمت مین تجدید بیعت کی۔ ان کی اولاد کرام مکہ معظمہ مین تھی۔

خواجہ خاوند محمود۔ آپ خواجہ محمد عبداللہ کے دوسرے صاحبزادہ تھے۔ شہاب الدین آپ کا لقب ہے ظاہری علم اور معنوی بصیرت سے آراستہ اور صاحب منازل و مقامات تھے۔ آپ کا جذبہ سلوک کے ساتھ ملا ہوا تھا۔ آپ کو طریقت کی تلقین سے۔ اور نیز اپنے جد بزرگوار کی دعا سے بہت کچھ فیض حاصل ہوا تھا۔ سفر حجاز کی سعادت۔ اور حج وعمرہ کی دولت سے دو دفعہ مشرف ہوئے تھے۔ اصحاب حجاز کی قبور کی زیارت سے۔ اور اُن کے قلوب کے قبول سے اپنا باطن منور کیا تھا۔ حقائق پناہی مولانا عبدالرحمن جامی اور جلال وقائق وکشاف حقائق۔ مولانا جلال دوانی کی خدمت سے درسی علوم تحصیل کیے تھے۔ علم طب کے اندر رئیس الاطبا مولانا عمادالدین محمود کے شاگرد ہین۔ اِس باب مین مسیحائی اعجاز۔ آپ کی حذاقت سے نمایان تھا۔ اہل تصوف کے اقوال کی شرح کرنے مین۔ آپ کی زبان۔ اہل زمانہ کے نفس ناطقہ کو حقیقت گوئی سکھاتی تھی۔ ہند کی فتح کے بعد۔ آپ دہلی مین تشریف لائے۔ جنت آشیانی نے لائق وفائق ارادت اور عزت کے ساتھ پیش آکر اظہار اخلاص کیا۔ آپ کے تین فرزند تھے خواجہ نورالدین۔ خواجہ جلال الدین قاسم۔ خواجہ معین الدین۔ اولین فرزند درویش سیرت۔ فقیر دوست۔ غریب پرور۔ اور شکستہ نواز تھے۔ دوسرے فرزند کو جذبہ۔ استغراق۔ خرق عادات۔ اور سنجیدہ حالات حاصل تھے۔ اس گروہ کے باعرفان اقوال کی حقیقت کو اچھی طرح سمجھتے تھے۔ جب آپ کے بیان سے گوہر فشانی ہوتی تھی۔ تو اہل زمانہ کے کان۔ حقائق اور معارف کے موتیون سے بھر جاتے تھے۔ گو آپنے عالم قدس کو رحلت ہندوستان مین فرمائی تھی۔ مگر آپ کی نعش مبارک آباے کرام کے مزار مین سمرقند کو پہونچائی گئی۔ تیسرے فرزند کو جاہ وجلال۔ مال وحال۔ اور بخشش وبخشائش یہ سب کچھ حاصل تھا۔ باپ اور بیٹے کے درمیان مین یعقوبی اور یوسفی معاملہ رہتا تھا۔ ہمیشہ سفر وحضر مین باہم شریک رہتے تھے۔ آپ کو تلقین طریقت باپ سے ہی تھی۔ میرزا شرف الدین حسین آپ کے ہی بیٹے ہین۔ ہند کے اندر خلافت پناہی اکبر شاہ ابن ہمایون شاہ تیموری کی ملازمت مین میرزا کے طالع کا ستارہ۔ شہنشاہی عنایت کے آفتاب سے شرف

سعادت کو پہونچا تھا - اِن کے حق مین رعایت کی گئی - کہ دولت کے بڑے درجہ کو پہونچے - ان ایام مین میرزا کے پدر بزرگوار نے کاشغر سے خانۂ مبارک کے طواف کا ارادہ کرکے - عبدالرشید خان والی نواح کاشغر سے رخصت لی تھی - رخصت لیکر ہند مین تشریف لائے - خلافت دستگاہ - خلائق پناہ نوش آستانی نے پدر میرزا کی تشریف آوری کو غنیمت سمجھا - اس عرصہ مین حاسد کوتاہ نظرون کی افترا پردازی سے سلطان کے دل مین میرزا کی طرف سے غبار کدورت پیدا ہو گیا - جب میرزا کو اس کارسازی پر آگاہی ہوئی - تو پانون اُکھڑ گئے - اور راے مین استحکام نہین رہا - اپنی جاگیر کو جانے کے نام سے رخصت لی - اور یہ بہانہ کرکے دارالسلطنت سے علیحدگی اختیار کی - میرزا کی جاگیر کا محال گجرات کے آس پاس تھا - لہذا گجرات کی سرحد مین آپہونچے - باایںہمہ خلافت پناہ نے خواجہ کے ادب اور رعایت سے اپنے تیئن باز نہین رکھا - خواجہ نے چندروز تو خجالت دانفعال کے ساتھ اوقات گزاری کی - لیکن بعد مین سفر حجاز کے لئے رخصت لی جب خواجہ بندر کنبایت کے نزدیک پہونچے - تو زمان طلب حضرت رب العزۃ سے صادر ہوا - خواجہ قبول کرکے اخروی سفر کا سامان باندھ روانہ ہو گئے - لوگون نے آپ کی نعش کو انواع واقسام کے بیش بہا عطرون سے معطر کرکے ایک صندوق مین رکھا اور صندوق کو کشتی جہاز مین روانہ کیا - جہاز مذکور ہنوز تھوڑا سا راستہ بھی طے کرنے نہین پایا تھا کہ ڈوب گیا فَوَقَعَ اَجْرُہٗ عَلَی اللّٰہِ یہ بالکل سچ ہے - **مصرع** بحر معنی را بود دریاے صورت خوابگاہ -

خواجہ عبدالحق - آپ کا لقب محی الدین ہے - آپ خواجہ محمد عبداللہ کے تیسرے فرزند ہین قدس اللہ اسرارہما - آپ کا ظاہر بہت سے کمالی اطوار اور پسندیدہ آثار کے ساتھ آراستہ - اور آپ کا باطن معرفت اور آلہی تجلیات کے انوار سے پیراستہ تھا - آپ نے خواجہ احرار الاولیا سے بلاتوسط احدے باطنی سبق لیا تھا - اور طریقت کی تلقین پائی تھی - اور اس ذریعہ سے کمال وتکمیل کے درجہ کو پہونچے تھے - اس اجمال کی تفصیل یہ ہے ایک روز خواجہ احرار الاولیا نے سمرقند سے باغ بایزید کی سیر کا عزم فرمایا - آپ سے کہا - تم ہمارے ہمراہ باغ مین چلو - آپ نے عرض کیا کہ مینے ہنوز سبق نہین پڑھا ہے - خواجہ نے فرمایا - آج سبق ہم تم کو پڑھا دینگے - خلاصہ کلام یہ ہے کہ اُس روز سبق کے عوض - اس مضمون کا تفویض نامہ لکھکر حوالہ کردیا -

فرزند نورچشم - (۱) اپنی تمام ہمت اس طرح پر رکھنا - کہ تمہارے دل مین حق سبحانہ کے سوا دوسری کوئی خواہش نہ ہو - (۲) حق سبحانہ کے سوا جو چیز تمہارے دل کو اپنی طرف متوجہ کرے لا الٰہ الا اللہ کہنے سے اُس چیز کو دل سے دور کردینا - اور ایسا کرنا - کہ تم اُس چیز کو

اپنا دشمن جانو (۳) ہمیشہ حق سبحانہ سے نہایت نیاز اور انکسار کے ساتھ یہ طلب کرنا - کہ وہ اپنے سوا - کسی چیز مین تم کو نہ پھنساوے (۴) پاکی کے ساتھ طہارت کرنا - اور خلوت مین نماز پڑھنا - زمین پر سر رکھکر حق سبحانہ سے یہ دعا مانگنا - کہ وہ اپنے خاص بندون کے دل مین تمہاری محبت پیدا کرے - اور اس کے سوا کسی اور چیز مین سعادت نہ سمجھنا - کہ حق سبحانہ کے خاص بندے اپنے دل مین تمہاری جگہہ دیکر حق سبحانہ سے یہ چاہین - کہ اُس کی محبت تمہارے دل مین جگہہ کرے قطعہ -

تراز یک بندبس در ہر دو عالم	کہ بر ناید ز جانت بے خدا دم
اگر تو پاس داری پاسِ انفاس	بسلطانی رسانندت ازین پاس

آپ بھی فتح ہند کے بعد جنت آشیانی کی ملازمت مین تشریف لائے تھے - میرزا کامران آپ کے ہی مریدین - خطوط کے اندر جو سوال و جواب جنت آشیانی سے ہوا ہے - یہ کسی قدر میر عبدالحی کی کتاب حمیع مین لکھا ہوا ہے - اکثر آپ کی عمر کا حصہ ضعف - رمد - درد سر اور کھانسی کے مرض مین گزرا ہے - باوجود اس قدر ناتوانی کے جمیع عبادات نفل کے ادا کرنے مین خواہ سفر ہو - یا حضر ہو - کمال چستی - چالاکی اور توانائی کام مین لاتے تھے حتیٰ کہ آپ کے افعال مین - کسی مستحب کا بھی ترک نظر نہین آیا - کہتے ہین - جس وقت آپ کو واپسین غسل دیا جاتا تھا اُس وقت مولانا اسمٰعیل اردمی فرماتے تھے - کہ اس سے زیادہ بزرگ اور کونسی کرامت ہوگی - کہ جسم کی ایسی لاغری اور کمزوری پر بھی آخرین سفر کے وقت تک اپنی کسی عبادت اور ریاضت مین مسامحت نہین کی .. حرمین شریفین کی زیارت کی توفیق ہوئی - اور از راہ مردمی دونون شریف مقامات کے اکابر و موالی - اور فقرا کی عمدہ خدمت اور نذر و نیاز کا انتظام کیا - فرماتے تھے - جب مین مکہ کے اندر طواف کے واسطے حرم شریف مین جایا کرتا تھا جس کو آٹھون بہشت کی صورتون کا ہیولیٰ کہنا زیبا ہے - تو وہان کے خادمون کی طرف سے ناہمواریان اور بے ادبیان دیکھنے مین آیا کرتی تھین - یہ دیکھکر دل مین خلش ہوتی تھی - کہ ایسے مقدس مکانون کے اہل - ان خادمون سے زیادہ شائستہ ہونے چاہئین - اور یہ کانٹے کی سی کھٹک ہمیشہ دل کے پاؤن کو زخمی رکھتی تھی - ایک روز رات کے وقت طواف مین کسی قدر خلوت اور فرصت نصیب ہوگئی - تو یکایک کان مین ایک آواز آئی - اور کندھے پر ہاتھ کے رکھے جانے کا احساس ہوا - آواز کا مضمون یہ تھا - کہ اس جماعت کے لوگ ہماری درگاہ کے خانہ زاد ہین - اعتراض کرنے سے احتراز کرنا بہتر ہے - یہ مضمون سنتے ہی خاطر فاتر کی تشویش بالکل رفع ہوگئی - اور تمام

اعضا اور حواس - تواضع اور فرمان برداری کی طرف متوجہ ہو گئے۔

غوثی - اس واقعہ سے یہ سند ہاتھ آئی - کہ خوبان روزگار کی بارگاہ مین جو خدام حاضر رہتے ہین - اُن کے ساتھ اپنے معاملات اور حقوق مین - مروت کو کام مین لانا چاہیئے - قاضی کے حکم اور مفتی کے فتوی پر نظر نہین ڈالنی چاہیئے - کیونکہ جرم معاف - اور اپنا حق ساقط کر دینا جائز ہے -

خواجہ عبدالعلیم - آپ خواجہ محمد عبداللہ کے چوتھے فرزند تھے - آپ کی صورت اور سیرت بالکل اپنے بزرگ باپ کی مانند تھی - والدین شریفین اور برادران مکرم کی خدمت گزاری مین اور ذوی الارحام کے حقوق ادا کرنے مین بہت کچھ کوشش اور اہتمام رکھتے تھے - ضرور اپنے کامون کو پس انداز کر کے دوسرون کی مہمات انجام دینے مین مصروف ہو جایا کرتے تھے - بیکسون کی حاجتین پوری کرنے مین جاتا - گرمی سفر - اور حضر کو خیال مین نہ لا کر رات دن مشغول رہتے تھے - خواجہ محی الدین عبدالحق فرمایا کرتے تھے - برادر عبدالعلیم خواجون کے خاندان مین راسخ پہاڑ اور ثابت قطب کی مثل ہین اِن کے کامون مین تردد اور تزلزل کو دخل نہین ہے - اور ان کی صلفات حمیدہ - شمار حساب سے زیادہ ہین - جب شاہ بیگ خان کی لڑائی کے سبب سے اس خانوادہ کے درویشون اور فقرا کو فقر اور درماندگی کی تکالیف اُٹھانی پڑین - تو آپ کو آشناؤن کے حالات دیکھنے کی برداشت نہین ہوئی - ناچار سفر کاشغر کا ارادہ کیا - جو دو تین سال عمر کے باقی تھے - وہ وہان بسر کر کے - عالم ملکوت کی منزل کو روانہ ہوئے -

یاد خواجہ عبدالشہید

آپ خواجہ محمد عبداللہ کے بیٹے ہین - جو خواجہ کے خواجہ کر کے مشہور تھے - اخلاق الٰہی کے ساتھ آراستگی اور حقائق اشیا کی تحقیق جیسی چاہیئے - رکھتے تھے - کسبی اور لدنی علم حقیقی اور ظاہری بصیرت سلوک مین یہ دونون آپ کے رفیق تھے - جب آپ کی ولادت سے محلہ درسین ہین بلکہ تمام سمرقند مین خوشی مانی گئی - تو خواجہ احرار الاولیا نے بھی یہ خوشخبری سنی - اور اُس محلہ مین تشریف لے گئے - پدر بزرگوار نے نوزاد بچہ کو اپنے والد ماجد (خواجہ احرار الاولیا) کی خدمت مین پیش کیا - دین اور دُنیا کی دولت خواجہ احرار الاولیا کی آستین مین تھی انھون نے اُس بلغ ولایت کے پودہ کو اپنے دونون ہاتھون سے از روئے محبت اُٹھا لیا - اور اُس گوہر عرفان کے کان مین اذان کہی - اور منہ مین شہد چٹایا اور نام رکھا - جب دوسری بار خواجہ کی نظر اُس عالی فطرت لڑکے کے چہرہ پر پڑی - تو فرمایا - اِس فرزند کے گوشہ چشم مین عرفان کا فیض اور حضور الٰہی کا نور عیان ہے

لوگون کا بیان ہے - کہ حضرت خواجہ عبدالشہید کے کمالات جب ترقی پر تھے - تو یہ فرمایا کرتے تھے - کہ جس حضور اور شہود کی خوشخبری جد بزرگوار نے دی تھی - اُس کا کچھہ اثر ابھی تک تو فقیر کے ادراک مین آیا نہین ہے - لیکن چونکہ خواجہ احرار الاولیا کی بشارت ہے - اسواسطے واپسین سفر تک بھی اُس کی امیدواری ضرور باقی رہے گی - لراسمہ

ہر آرزو کہ دلم داشت خیمہ بیرون زد	جز آرزوے وصالت کہ پاے او لنگ ست	

بیشک یہی امیدواری تو ہے جس سے بہت کچھہ کشایش اور کامگاری ہوتی ہے کہتے ہین - آپ کے اوقات چار قسمون پر تقسیم تھے (ایک حصہ) قرآن مجید کی تلاوت اور احادیث نبوی **علیہ السلام** کے ذکر مین گزرتا تھا (دوسرا حصہ) کتب فنون کے مطالعہ مین (تیسرا حصہ) فوائد اور رسالون کی کتابت مین (اور چوتھا حصہ) شب کی نماز اور شغل باطنی مین - اور باقی وقت اگر کچھہ رہ جاتا تھا - تو وہ مراقبہ مین گزرتا تھا - خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہجری سنہ نوسو چہیاسٹھہ مین تقدیری کرشمہ - اور ہندوالے ارباب سعادت کا جذبہ - آپ کو ہندوستان کی طرف کھینچ لایا - اُن ایام مین فرمان روائے زمانہ اکبر شاہ دارالسلطنۃ آگرہ مین سلطنت اور کامرانی کا حظ اُٹھا رہا تھا - بہت کچھہ عجز و نیاز اور کمال تعظیم و تکریم کا اظہار آپ کے استقبال مین کیا - اور اس طریقہ سے سلوک کے ساتھہ پیش آیا - کہ با اعتقاد مرید بھی اپنے روشن ضمیر پیر کے ساتھہ اس طرح پیش نہین آسکتا ہے - آپنے کم و بیش پندرہ سال تک اپنی نکیس سے اِس ملک کے لوگون کو رہنمائی کا فیض بخشا - کہتے ہین - ایک رات آپ کے جد بزرگوار نے معاملہ کی حالت مین ایک جزدان آپ کے سپرد کیا - جو رقعون سے بہرا ہوا تھا - تعبیر اس واقعہ کی اس طرح پر ظاہر ہوئی - کہ اخیر مین صاحب قیاس اور خدا شناس لوگون نے جو تعداد مین دس ہزار سے زیادہ تھے - بیعت کے ذریعہ سے آپ کی کلاہ قبول اپنے سرون پر رکھی - اور توبہ و دعا کی توفیق پا کر سلوک مین داخل ہوئے - معلوم ہوا - کہ وہ پرچہائے کاغذ اس جماعت کے نامہ ہاے طریق تھے - قصہ کوتاہ چونکہ پیری عالم روحانی کی بازگشت کا مقدمہ ہے - لہذا پیری نے آکر آباے کرام کا اُخروی وطن یاد دلایا ہجری سنہ نوسو بیاسی مین واپسی کا عزم - اور سفر کی تیاری کر کے ہند سے روانہ سمرقند ہوئے - منزلون پر قیام کرنے - اور سامان و اسباب کہولنے مین دیر پر دیر پیدا ہوتی تھی - اور سواری اور سفر کا اہتمام فرمانے مین - آپ رفتار اور گفتار سے نہایت عجلت ظاہر فرماتے تھے - خاصکر جب قافلہ دریاے آمو کے کنارہ پہونچا - تو آپ خلاف عادت سب لوگون سے پہلے اُتر گئے - جس سے پایا گیا کہ کوئی اندرونی

سرعت باعث اس کا ہے - جو خادم اور ہمراہی محرم خاص تھے - انہون نے بیتابانہ کئی دفعہ اس صورت کا باعث دریافت کیا - اور اصلی حقیقت معلوم کرنے کے واسطے آپ کا جواب چاہا - لیکن آپنے سواے اس کے کوئی جواب نہین دیا - کہ مجکو ان ایام مین ہر لحظہ شوق کے سبب سے ایسی حالت پیش آتی ہے - جس کا مخاطب کو سمجھانا ناطقہ اور زبان کے امکان مین نہین ہے - اور منجملہ اُس کے جو کچھ بیان کیا جا سکتا ہے - یہ بھی سنکر سننے والون کو حیرت ہوگی - لراقمہ

زبانِ حال وار ونالہ اس فہم سے باید	چہ شد گر آرزو ہا راز بان گفتن نمی داند

اور نیز فرمایا - کہ واپسین سفر کا آغاز اس ظاہری سفر کے انجام کے ساتھ مجکو ملا ہوا معلوم ہوتا ہے - اور غالب گمان یہ ہے کہ ان دونون سفرون کے درمیان مین مدت اقامت سے تخلل پیدا نہین ہوگا - اور باایں ہمہ چند روز سے میرے کان مین طلب کا مضمون میرے بزرگون کی طرف سے پہونچ رہا ہے - بلکہ ابھی انہین ایام مین حضرت قطب الواصلین خواجہ بزرگ نے ایک شب عالم مثال مین صریح طور پر فرمایا ہے - صاحبزادہ - اب آیندہ سستی اور درنگ نہ کرو - اور اپنے تیئن نہایت تیزی کے ساتھ ہمارے مقام مین پہونچاؤ - اس سبب سے مین چاہتا ہون - کہ جہان تک ہو سکے - اپنے تیئن بہت ہی جلد اپنے آباے کرام کے بافیض فرار کے قدمون مین پہونچا دون - اور ان اصحاب کی ہمسائگی مین اُخروی آسائش گاہ اختیار کردون - کہتے ہین - جب سمرقند کی سرحد مین پہونچے - تو فرمایا - اسی جگہہ اپنے سر کے بال دور کر دینے چاہیں شاید سمرقند مین سر منڈوانے کی بلکہ سر کہجانے کی بھی فرصت نہ ملے - القصہ اپنے وطن مین پہونچنے کے بعد ایک مہینے سے کچھ کم زندہ رہے - اور یہ وقت کوچ کے انتظام مین گزرا - میر عبدالحی اپنی کتاب جمع مین لکھتے ہین - جمعہ کا دن تاریخ ساتوین رمضان کی تھی جامع مسجد سے لوٹ کر لوگ حضرت خواجہ کی خدمت مین آئے - تمام فرزند - خویش - متعلقین اور اندرونی وبیرونی خدام باری باری سے رخصت ہوکر آپ کی خوشنودی طلب کرتے تھے - یہان تک کہ شام کا وقت آیا - آپنے تیمم فرماکر مغرب کی نماز اشارون سے ادا کی - اور مجکو اپنے نزدیک بلا کر اپنا دست مبارک کمال مہربانی کے ساتھ میرے سر منہ - اور کندھے پر پھیرا - اسی اثنا مین طبیعت شریف پر ضعف غالب ہوا - خواجہ ہاشم سرہانے کی طرف تشریف رکھتے تھے - حافظون کو فرمایا - یٰسین ختم کیجیے - آپ نے آنکھین کھول کر فرمایا - جب وقت آجاوے گا - تو اُس کی طرف اشارہ کردیا جاوے گا - اس پر ایک لحظہ نہین گزرا تھا - کہ فرمایا - وقت ہوگیا ہے - خواجہ ہاشم سمجھے - کہ نماز عشا کا وقت دریافت فرماتے ہین - جواب دیا - کہ ہنوز شام ہے

پہر فرمایا نہیں - وقت ہو گیا - اُس وقت ذہن مین آیا - کہ آپ کیا فرماتے ہین - حافظون نے تلاوت لیٰسین شروع کی - اور حاضرین اللہ اللہ کے ذکر مین مشغول ہوئے - تھوڑی دیر اِس حالت پر گزری تہی - کہ احساس حرکت موقوف ہوا - مینے خواجہ ہاشم سے عرض کیا کہ شاید حضرت نے جہان فانی کو رخصت فرمایا - جب ہمنے تحقیق کیا - تو ایسا ہی تہا - یعنی سنیچر کی رات تاریخ آٹھوین رمضان المبارک ہجری سنہ نو سو تراسی مین آپنے اپنا ظاہری نقش - زمانہ کے نمائشی صفحہ سے مٹا کر - علم الٰہی کے صورت خانہ مین باطنی نقش جا جمایا ۹۸ - کما کان قبل ذالک کہتے ہین - جمعہ کے روز صبح کے وقت آپنے خواجہ ہاشم کو فرمایا - قلمدان منگا کر میری چند باتین لکہ لو - جو وصیت کے طور پر ہین -

(اول یہ) کہ جو میرا جانشین میری پیروی کرنا چاہے - اُس کو چاہیئے - کہ میرے طریقہ کو اپنا پیشوا بنا دے - اور لوگون کو چاہیئے - کہ وہ بہی اُس کے ساتہ اُسی طرح آداب اور خدمت سے پیش آوین - کہ جس طرح بالخصوص میرے ساتہ پیش آتے ہین - (دوسرے یہ) کہ تجہیز و تکفین مین تکلف نہ کیا جاوے - اُس پوست کو جو حرم شریف مین بچہایا جا چکا ہے - تہ مین بچہا دین - اور اگر کسی جگہہ سے کملا رہ جاوے - تو اُس کو کسی ہم رنگ کپڑے سے ڈہک دیدین - اور میزان کے دالان مین مجکو دفن کرین - تا کہ روضہ احرار الاولیا کے زائرین کا پہلا قدم فقیر کی خاک پر پڑے میری یاد اُن کے دل مین آوے - اور میری روح پر فاتحہ پڑہکر آگے بڑہین - (تیسرے یہ) کہ دل کتاب خانہ کے وقف کرنے مین لگا ہوا ہے - مناسب ہے - کہ بلا تامل کتاب خانہ وقف کر دین (چوتہے یہ) کہ حفاظ کو تین دفعہ ختم قرآن کرنا چاہیئے (پانچوین یہ) کہ فرزندون - دوستون - اور آشناؤن کو چاہیئے - کہ صبر اور رضا کو پیشوا بنا کر قطعاً نوحہ اور نالہ نہ کرین - جو ماتم داری کی بنیاد ہے کیونکہ اس سفر مین بہت سے مطالب اور مرادین میری رفیق ہین "

جس وقت آپنے یہ فرمایا - کہ دالان میزان کے پائین مین درویش کی جگہہ ہے - تو فرزندون اور دوستون و دلسوزون نے عرض کیا - کہ خواجہ احرار الاولیا کے دالان مین ایک قبر کی جگہہ اور خالی ہے - جس بزرگ کی اس جگہہ قبر بن سکتی ہے - حضور کی بابرکات ذات کے سوا ایسا اور کوئی نہین ہے - چونکہ التماس کا قبول کرنا - مروت کا جزو ہے لہٰذا آپنے قبول کر کے فرمایا - کہ دالان کے اوپر کے حصہ مین قبر اس طریق سے رکہنا - کہ اِس خاکسار کا سر بڑے بہائی خواجہ عبد الحق کے قدمون کی برابر مین آجاوے - چنانچہ اس طرز کے ساتہ آپ کی قبر کا صندوق تیار کیا گیا - اِس

درمیان میں بڑے بھائی کی لحد کی دیوار میں سے ایک اینٹ جدا ہوگئی - حاضرین نے ماھوالمطلوب کا تماشا کر کے اینٹ کو پھر اپنی جگہہ پر استوار کر دیا -

جناب خواجہ عبدالشہید کے دو فرزند تھے - ایک تو خردسالی میں ہی رضوانی بارگاہ کو رخصت ہوئے دوسرے فرزند سعید خواجہ عبدالرشید تھے - جنہوں نے پدر بزرگوار کی رحلت کے بعد خاندان کا چراغ جلایا تھا - خواجہ عبدالرحمن عرف بادشاہ خواجہ - خواجہ عبدالرشید کے ہی فرزند رشید ہیں - بہت کچھ آرام واطمینان کی علامتیں، اور درویشانہ اخلاق آپ کی عادات میں نمایاں ہیں - امید ہے - کہ اپنے آباواجداد کے درجات پر پہونچکر دونوں جہان کی سرفرازی حاصل کرینگے -

یاد شیخ محمد بن شیخ عبدالملک قاری خالدی

کہتے ہیں - کتب متداولہ آپنے عبورا اپنے بزرگوار باپ کے درس میں کیا تھا - اور علم قرأۃ میں اُستاد زمانہ تھے - آپ فرماتے تھے میں اپنے پدر بزرگوار کے خرقہ خلافت پر دل شاد ہو کر نہیں رہا - اور ہمیشہ غوث العرفا جیلانی قدس سرہ کے باطن سے پرورش کی تلاش رکھی - خانوادہ قادریہ کے ساتھ بہت کچھ دلبستگی پیدا ہوگئی تھی - اپنے پیر باطن کا نام مینے کبھی بے وضو نہیں لیا - جب غوث العرفا کی روح مبارک کی طرف میں نصف توجہ بھی کرتا تھا - تو تمام دشواریاں آسان ہو جایا کرتی تھیں - ہمیشہ پاس انفاس میں دل پہنسا ہوا رہتا تھا - اپنی تمام عمر میں کسی قسم کی کشودکار - اہل دنیا سے نہیں چاہی - مولانا محمد بیان کرتے ہیں - جو کوتوال کی مسجد میں گوشہ نشین تھے - مینے ایک روز نماز کے اندر آپ کو شاہباز کی طرح اڑتا ہوا - اور سلام کے بعد بدستور صف میں بیٹھا ہوا پایا - باوجودیکہ تو - نو روز کا علی الاتصال روزہ ہوتا تھا - مگر عبادت گزاری کی طاقت میں کمی نہیں آتی تھی - اور تیراندازی کے بغیر ایک روز بھی نہیں گزرتا تھا - چادر اور تہمد کے سوا دوخت کئے ہوئے لباس کی طرف کبھی ہوس نہیں ہوتی تھی - کھانا کھانے میں آپ کا ہاتھ اپنے سامنے سے آگے نہیں بڑہتا تھا - گو دسترخوان پر طرح طرح کے کھانے برابر والوں کے سامنے ہوتے تھے - اگر گھر والوں میں سے کوئی پوچھتا تھا آپنے آج کیا کمایا - تو جواب پاتا تھا جو کچھ تم لوگوں نے دیدیا - ایکروز آپ کی ہمخوابہ نے کہا - وظیفہ بادشاہ سے آپ لیتے نہیں ہیں - اور جو کچھ فتوح کے طور پر آتا ہے - وہ تقسیم ہو جاتا ہے - پھر ضرورت کے وقت سوائے تکلیفات کے اور کیا پیش آویگا - آپ نے تبسم کر کے فرمایا - اس وقت میں کیا ضرورت ہے - جواب میں کسی قدر روپیہ کی ضرورت ظاہر کی گئی - ہنوز بات ختم نہیں ہونے پائی تھی کہ دستک کی آواز

کان مین آئی ایک خردسال لڑکا دروازہ پر گیا - ایک شخص کھڑا ہوا تھا جس مقدار کی ضرورت ظاہر کی تھی - وہی مقدار لڑکے کے ہاتھ مین دیکر خود جلدی سے چلا گیا - جب مطلوبہ شے بی بی کے سامنے آئی تو آپنے فرمایا - تونگری سے درویشی زیادہ نشاط افزا ہے - خدا کی آمرزش کی طرف بازگشت کرنی چاہیئے - جب واپسین سفر کا وقت نزدیک ہوا - تو کہا کہ محمد کو ایک جگہہ مقرر کردیا تھا - لیکن اب کہان جاؤنگا - یہ اطلاع نہین ہے - آٹھہ روز بعد - کہ چودھوین ماہ رجب کی اور ہجری سنہ نوسو چھاسی تھا - رحلت فرمائی - خوابگاہ آگرہ -

یاد شیخ محمد ابن ابی اللطف

آپ - شافعی المذہب - قدس خلیل کے شیخ الاسلام - اور جامع علوم عقلی و نقلی ہین - انوار شافعی پر ایک مبسوط شرح لکھی ہے شیخ قطب الدین بنواری کہتے ہین - مین نے ایک روز شیخ کے نزدیک دردول کی شکایت کی - کہ مین نے ہرچند دعا کی - وظیفہ پڑھا - طومار اور تعویذ لکھے اس امید پر - کہ صاحب ختم نبوت علیہ السلام کو ایک بار خواب مین دیکھون - مگر نصیب نہین ہوا - جواب ملا کہ یہ سعادت اُس جانب کی عنایت سے وابستہ ہے - نہ اس جانب کی افسون پردازی سے - **بیت**

چو سرنوشت نباشد وصال دوست چہ سود	اگر دل ہزار دعا خواند و صد نوشتہ بسوخت

پھر مین نے دریافت کیا - کہ یا شیخ کیا آپ اس دولت سے مشرف ہوئے ہین - فرمایا - کئی دفعہ - اور بیان کیا - ایک رات خواب مین مجکو خبر ملی - کہ نورانی شکل پیغمبر علیہ السلام نے مسجد اقصی کو اپنے قدمون سے منور فرمایا ہے - مین دوڑکر حاضر ہوا - تو بیٹھے ہوئے دیکھا - صلوۃ وسلام کا مجکو جواب ملا - فرمایا[۱] یا شیخ محمد طبت قلت الان برؤیتك جب مین نے حضور کے ہاتھہ کا بوسہ لیا تو حضور نے دعا کی[۲] بارك الله فی علمك واولادك اور دوسری دفعہ جو مینے دیکھا - تو حضور نے شناسا جان کر فرمایا[۳] یا شیخ محمد حملنی الی هناك فحملته علیه السلام الی تلك الموضع فقمت بین یدیه فقال سل ما شئت فتاملت لحظة وقلت

---

[۱] شیخ محمد تم خوش ہو؟ مینے عرض کیا - ہان اب جو حضور کا دیدار دیکھ لیا - ۱۲ [۲] اللہ تعالی تمہارے علم اور اولاد مین برکت دیوے ۱۲
[۳] اے شیخ محمد ہم کو اُس مقام پر اُٹھا لے چلو - چنانچہ مین آنحضرت صلعم کو اُس مقام پر اُٹھا لیگیا - اور اُن کے سامنے باادب کھڑا ہوا حضور نے ارشاد فرمایا - تم جو چاہو - دریافت کرو - مینے ایک لحظہ تامل کیا - اور کہا یا رسول اللہ - قیامت کب آئیگی - حضور نے فرمایا میرے نزدیک آؤ - چنانچہ مین حضور کے قریب گیا - آنحضرت علیہ السلام نے اپنا دہن مبارک میرے کان کے قریب کیا - اور کہا جو کچھ کہا ۱۲

یا رسول اللہ متی تقوم الساعۃ فقال تعال فقربتہ فوضع فمہ علیہ السلام الی اذنی فقال ما قال آپ کی زاد بوم اور خوابگاہ قدس خلیل ہین۔

مصرع خدایش با نبی مشتاق دارد۔

یاد شیخ ابو النصر طبلاوی مصری

آپ شافعی المذہب۔ اور اپنے وقت کے دانشمند تھے۔ آپ کی ذات سے علما کو جمال حاصل تھا۔ ازلی علم کی جھلک آپ مین پائی جاتی تھی۔ مہذب الاخلاق۔ خندہ رو۔ کشادہ پیشانی تھے۔ اور نیز دیگر بہت سے آثار بزرگی آپ مین موجود تھے۔ شیخ قطب الدین نہرواری کہتے ہین۔ تاریخ ستائیسوین رجب شب معراج کو۔ مصر کی جامع الازہر مین شمالی حصہ کے اندر جہان آپ کی درگاہ ہے۔ آیۃ معراج کا بیان۔ نماز عشا کے بعد سے صبح تک طرح طرح کے معانی۔ اور عمدہ عمدہ تفسیر کے ساتھ کیا۔ اور ہر ایک سننے والے کو اُس کی سمجھ کے موافق تعلیم دی۔ اور بیان مذکور تمام کرنے کا وعدہ دوسرے وقت پر موقوف رکھا۔ عجب علمی تبحر تھا۔ آپ کی خوابگاہ مصر مین ہے۔

مصرع بمعراج معانی جاے اوباد

یاد شیخ علی مقدسی

آپ حنفی المذہب تھے۔ مقدس سے مصر مین جا کر وطن کر لیا تھا۔ آپ کا درس کتب متداولہ کا بہت رونق پر تھا۔ علم سیمیا کا قانون بھی جانتے تھے۔ شیخ محمد ابن ابی اللطف مقدسی نے شیخ قطب الدین نہرواری سے روایت کی۔ میرے بھائی ابو البرکات آپ کے درس مین جایا کرتے تھے۔ اُس درمیان مین آپ کی کسی قدر سیمیائی نمایش دیکھی تھی۔ شیخ قطب الدین نے اس قسم کی ایک بات لکھکر شیخ علی کے سامنے پیش کی آپ نے قسم کھائی۔ اور کہا جس روز سیمیا کی مذمت میں امام ابو یوسف رح کی ایک روایت میری نظر سے گذری۔ اُسی روز اوراق نیرنجات آگ مین جلا دے۔ اور اُس کی یاد بالکل بھول گیا۔ ورنہ آج اُس کے بتلانے سے کوئی امر مانع نہین ہے۔

اس علم کے جاننے والون کو واضح ہو۔ علم سیمیا دو طرح پر ہوتا ہے۔ (ایک مجازی ہے) یعنی ایک ممکن کی صورت۔ دوسرے ممکن کی شکل مین نمایان کی جاوے۔ اور یہ بات عزیمتون اور افسونون کے ذریعہ سے پیدا ہو جاتی ہے۔ (دوسرے حقیقی) یعنی ممکنات کی صورت مین ایزدی صفات کا جلوہ دکھایا جاوے۔ اور یہ بات اشغال۔ اذکار۔ اور تصورات کے ذریعہ سے جو علم طریقت کے مبادی ہین۔ ہاتھ آتی ہے۔ القصہ عالم جو

جوہر واحد مین چند فراہم آمدہ اعراض سے عبارت ہے ایک سیمیائی صورت ہے اُس شخص کی نظر مین جو اہل بصیرت ہے۔ مصرع نیش اہل دل نصیبش باد۔

یاد شیخ معروف و شیخ عثمان

یہ دونون اصحاب ذوق و وجدان کے خزانہ اور علوم و عرفان کے جواہر کی کان تھے - نیز دونون مسیح القلوب کی مان کے چچا اور شیخ طاہر یوسف کے چچازاد بھائی ہین - ان کی زاد بوم موضع باتر ہے - لیکن کرشمہ تقدیر ان کو وطن سے نکال لایا - اور ایک مقام صیت پور ملتان اور بھکر کی سرحد پر واقع ہے - اُس سرزمین کے درویشون کی رہنمائی کے واسطے وہان پر ان دونون کو لے گیا - اُس مقام کے باشندون نے ان دونون بزرگ اشخاص کی تشریف آوری کو گنج باد آورد سمجھکر بہت غنیمت جانا - اور نیک اعتقادی کے ساتھہ پیش آئے - یہ دونون بزرگ سب چھوٹون بڑون کے پشت پناہ اور مرشد ہوگئے - قاضی قاضن سندھی کے مصاحبون مین سے تھے شیخ طاہر یوسف فرمایا کرتے تھے مین ان دونون صاحبون سے سندہ مین وحدت وجود کی باتین سنا کرتا تھا - اور مرصاد العباد پڑہا کرتا تھا اور نہین سمجھتا تھا - جب تک غوث الاولیا کی ملازمت مین بمقام گجرات نہ پہونچ گیا - دونون بزرگون کی خوابگاہ صیت پور مین ہے - جہان نیازمند اور صاحب ارادت لوگون کی بازگشت ہے -

مصرع سواد باغ رضوان خاک شان باد۔

یاد شیخ محمد فقیہ تصغیہ

فقیہ - تعرکہ مین ایک قصبہ ہے - جو دار الملک یمن مین داخل ہے - صلاحیت - صدق - صفا - بذل اور ضیافت یہ جملہ صفات حمیدہ آپ کامل درجہ رکھتے تھے - باوجودیکہ تنگی مین والون سے کبھی جدا نہین ہوتی ہے۔ مگر آپ - ہر روز دوپہر کو اور شام کو طرح طرح کے کھانے کھلواتے تھے - اور ایک معلم کو کچھہ حق دیتے تھے - تاکہ وہ لوگون کے لڑکون کو قرآن اور نماز یاد کراوے - دیکھنے والون کو یہ حال دیکھکر حیرت ہوا کرتی تھی - ایک بزرگ نے دریافت کیا - ایسی دستگاہ اس پرانے گانون مین کس طرح حاصل ہوئی - آپ نے فرمایا - ایک ہندی النسل آدمی یہان آپہونچا - اور مجھکو علم تکسیر سکھایا - اُس بزرگ نے پھر پوچھا - کونسا اسم - کس شکل مین - اور کس طرح ثبت کرتے ہو - بیت

صیاد سیکے مرا بیا سوز	دولت بکدام دام گیرند

آپ نے فرمایا - بیت

لیس تکسری مثل ما عرفتہ[1]	بل ھو کسر الاشکال و محو الاشیاء

[1] میرا تکسیر ویسا نہین ہے - جیسا تم سمجھے ہو - بلکہ میرا تکسیر - کسر اشکال اور محو اشیا ہے -

مصرع محو باد نام او در نام حق ؎

یاد شیخ زائراللہ

آپ شیخ عمر منڈو (مانڈو) والہ کے بیٹے ہین - آپکے دادا کے یہان قالین بُننے کی کارگاہ تہی - سلاطین خلج کا زمانہ تہا - کہ منڈو مین آملے تہے - القصہ شیخ عمر نے بزرگون کا پیشہ ترک کرکے درویشی لباس اختیار کرلیا - بہت کچہہ کمالات حاصل کرکے - عالم دنیا سے رحلت فرمائی - شیخ عمر کے فرزند (آپ) نے بہی باپ کے مراسم باپ سے زیادہ ادا کئے - پرہیز - توکل - خوشنودی - کوشش - سپاس - استغنا یہ صفات آپکے خمیر مین داخل تہین - اسی رفتار سے اپنی عمر اسی سال تک پہونچائی - ماہ رمضان ہجری سنہ نوسو پچاسی مین اکثر رات کو راقم کی مسجد مین قرآن سننے - اور تراویح پڑہنے کے واسطے آیا کرتے تہے - چونکہ آپ کا گہر دور فاصلہ پہ تہا - اسواسطے رات اسی جگہہ بسر کیا کرتے تہے - اور فرمایا کرتے تہے - کہ یہ ہماری آخرین تراویح ہین - اگلے سال ماہ رمضان سے پہلے عید وصال نصیب ہوگئی - خوابگاہ منڈو (مانڈو) ہے

یاد میان سیانجی بن داؤد

آپ راقم گلزار کے ماموں ہین - آپ کی زاد بوم منڈو ہے - آپ کے پدر بزرگوار - سلطان ناصرالدین خلج کے زمانہ مین نہروالہ سے منڈو مین آئے تہے - جب آپ کی عمر بارہ سال کی ہوئی - تو باپ عالم دنیا سے کوچ کرگئے - خلاصہ کلام یہ - کہ آپ بہت سے مشائخ کے مقبول ہوئے - خاصکر کلاہ ارادت سید جلال ابن سید احمد جعفر سے حاصل تہی - جو سیدی احمد کبیر رفاعی کی نسل سے ہین - آپ کی قبر احمد آباد مین ہے - اور خلعت خلافت شیخ سعدالدین ذاکر سے ملا تہا - جن کی خوابگاہ برودرہ (بڑودہ) مین ہے - ہمیشہ تجارت کے ذریعہ سے قوت حاصل کیا کرتے تہے اور ہمسایہ درویشون کو تقسیم کرکے - اُس کو مقبولیت کے درجہ پر پہونچاتے تہے - اسّی سال کی عمر ہوئی منجملہ اس کے تیس سال سے زیادہ آپ کی نیم شبی نماز اور سحری نالہ مین فروگذاشت نہین ہوئی ہجری سنہ نوسو پچاسی مین خاکی کالبد کا بے اعتبار سرمایہ - منزل گور کے سپرد کرکے - امر ربانی کی لطیف جنس - دارالملک علیین مین پہونچائی - آپ کے دو فرزند ہین - بڑے تاج محمد - اُنہون نے تو عروس عمر کے مہر معجل مین اپنے تئین دیدیا تہا - اور سپاہگری اختیار کرلی تہی بہت کچہہ ثروت حاصل ہوئی چہوٹے شیخ حسین - صاحب حال وقال اہل رضا و تسلیم ہین - تصوف اور وحدت کی شان آپ کی ذات سے عیان ہے - نیاز و شکستگی - اور بردباری و فروتنی یہ اوصاف سرتاپا آپ مین بہرے ہوئے ہین - باپ کی

طرح رہتے ہین - اور مکان کو ظاہری و باطنی چراغ سے روشن رکھتے ہین - خدا کرے - عمر مین ترقی ہو -

یاد شیخ برہان

آپکی زاد بوم احمد آباد گجرات ہے - ہجری سنہ نوسو بیاسی مین اپنے وطن سے شیخ صدر الدین محمد ذاکر کی ملازمت مین بمقام گوالیار گئے تھے - اور واپسی کے وقت شیخ ذاکر کے ہمراہ منڈو مین آئے - تصوف کا طریقہ اور ذکر و شغل کی سند شیخ ذاکر کی تلقین سے حاصل کی تھی - عقلی اور نقلی علوم مین قوت استعداد روان تھی - راقم کی دوستی کے سبب سے کہ نحو مین آپ کا شاگرد ہے - مرشد کی اجازت سے اور شیخ محمود جلال کی مصاحبت کے خیال سے منڈو مین اقامت اختیار کرلی تھی - جب مالک ملک اکبر شاہ - سیر و شکار کے طریقہ پر رعایا اور سپاہ کے حالات کو مخفی تلاش کرتا ہوا ہجری سنہ نوسو بچاسی مین بطرف مالوہ آیا - تو قطب الاقطاب غوث الاولیا کے فرزند مخدوم زادہ گرامی دانائے رموز آزمینش شیخ ضیاء اللہ بھی شاہی لشکر مین تھے - شیخ محمود جلال - شیخ برہان حافظ صالح - اور فقیر غوثی حسن یہ چار اشخاص مخدوم زادہ کی ملازمت کا ارادہ کر کے منڈو سے دیپال پور کو روانہ ہوئے جہان شاہی خیمے نصب کئے گئے تھے - **القصہ** جب لشکر بیدار السلطنت آگرہ کو لوٹا - تو شیخ برہان اور حافظ صالح - مخدوم زادہ کے ہم رکاب چلے گئے - راستہ اجمیر پر جا نکلا - وہان پر شیخ برہان نے جہان صورت کو رخصت کیا رحمہ اللہ آپ کی خوابگاہ اُسی مقام بزرگ مین ہے -

مصرع باد ہم آغوش بابرہان وحدت جان او

یاد شیخ الوجیو

آپ مخفر کے بیٹے ہین - **قدس سرہما** زاد بوم گجرات اور خوابگاہ آسیر جو برہان پور کا قلعہ ہے صاحب توکل اور صاحب ہمت تھے - پسندیدہ اخلاق کے ساتھ آپکی زندگی گزرتی تھی - جو اصحاب گونا گون موجودات مین وحدت وجود کے ماننے والے اور بے شمار مظاہر مین واحد مطلق کے دیکھنے والے ہین - اُن احباب مین آپ بھی داخل تھے - شیخ فضل اللہ گجراتی کے مرید ہین - اور شیخ نعمان آسیری کے ساتھ خویشی کا بھی پیوند تھا - کلام کی بندش مین صوفیون کی طرز پر چلتے تھے - اور غزل قدما کی روش پر کہتے تھے - جیسے پیر ہری شیخ مغربی - اور شاہ انوار ہین - آپ کی نظم اکثر دردمندون کے حق مین حکم علاج رکھتی تھی -

مصرع زیور گوش دل او حلقۂ السلام باد

یاد شیخ ناہر بیابانی

آپ کی زاد بوم دھار ہے - جو منڈو (مانڈو) سے سات کوس کے فاصلہ پر ہے - آپ کے بزرگ سہروردی کے ہین - اس قصبہ مین آکر گوشہ گزین ہو گئے تھے - آپ کی چند کرسیان اُسی جگہہ ہوئین - کہتے ہین - خردسالی مین آپ کو الٰہی جذبہ ہو گیا تھا - لیکن بعینہ فرائض اور نوافل کے آپ کے اوقات محفوظ تھے - بالآخر سترہ سال کی عمر مین آپ وطن سے پیر طریقت کی جست وجو مین اجمیر کی طرف روانہ ہوئے - اور وہان جاکر خواجہ حسین کی خدمت مین مرید ہو گئے - جن کو لوگ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کی نسل سے سمجھتے ہین قدس سرہما

پیر کی خدمت مین ایک چلہ کھینچا - اور ڈسور (مندسور) مین رہنے کی اجازت حاصل کی - قصہ کوتاہ ڈسور کے کنارہ ایک بہت بڑا درخت ہے - اُس کا تنہ اندر سے خالی کر کے مکان بنا لیا - درخت کا خشک نہ ہونا - آپ کی کرامت ہے -

القصہ گیارہ چلے اُسی حجرہ مین پہلو نشین دشمن (نفس) کے ساتھ لڑائی کرنے مین کھینچ کر فتح حاصل کی متواتر سترہ سال ریاضت مند درویشون کی طرح وہان گزارے - چونتیس سال کی عمر مین ہجری سنہ نو سو پچاسی تھا - کہ جہان فانی سے بوریا بہ بنا باندھ گئے - اور اُسی درخت کے تحت مین خوابگاہ اختیار کی - ہجری سنہ ایک ہزار چودہ کے ختم پر شیخ ابوالخیر مبارک بارک اللہ فی علمہ وعملہ مالک اقلیم خداوند ماں نور الدین جہانگیر شاہ ابن اکبر شاہ کے حکم سے سلطان بخشان میرزا شاہرخ کے پاس مالوہ مین آئے تھے - تاکہ میرزا شاہرخ کو حسب الارشاد جیتور کے قلعہ کی طرف رانا پرسنراول بنا کر بھجوا دین - جب لشکر تیار ہو کر ڈسور مین پہونچا - تو ایک روز شیخ نے بیابانی کی قبر پر بھی جاکر زیارت کی تھی - اور درخت کے مکان مین بھی گھسے تھے - شیخ کے فرمانے سے اُس مکان کو اندر سے اور باہر سے پیمایش کیا - تو باہر سے تنہ کا دور شرعی چونتیس گز - اور اندر سے اِس مقدار کا نصف ہوا - بیس آدمی اس کے اندر بآسودگی بیٹھ سکتے تھے -

یاد شیخ فتح اللہ راج گڈھی

آپ یگانہ وقت شیخ نظام امیٹھی کے مرید ہین - جب سماع مین آپ گرم ہو جاتے تھے تو حیرت اس قدر غالب ہوتی تھی - کہ زمین پر گر پڑتے تھے - یہان تک کہ ہاتھ پاؤن مارنے کی بھی طاقت نہین رہتی تھی - ایک بار راج گڈھ سے سیر کے واسطے فتح پور کو آئے تھے - جو آگرہ سے بارہ کوس فاصلہ پر ہے اور انہین ایام مین قاضی ابراہیم بھی بنواری سے وہان جا پہونچے - اور آپ کے دیدار کے واسطے بھی

گئے کہ اندر گھسنے سے پہلے ہی گانے والوں کو شیخ نے گانے سے روک دیا خود زرنگار جامہ پہنا جس پر بہت ساعطر چھڑکا تھا۔ اور کہا۔ اے جمال شریعت اپنی خواہشیں چھوڑ دینا۔ اور بخودانہ مشیت آلہی مین رہنا یہ بندگی ہے کبھی خسروانہ لباس سے آراستہ کرکے عزت کے صدر مقام پر بٹھاتا ہے۔ اور کبھی پرانے بالون کی میلی کچیلی۔ بے آستین وگریبان کی کفنی۔ گردن مین ڈال کر خاک ذلت پر لٹاتا ہے۔ ہم تماشائی ہونے اور حیرت کرنے کے سوا کیا فائدہ اٹھا سکتے ہین۔ اس کے بعد آیہ لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ[1] پڑہی۔ اور آنکھون سے آنسو نکالے۔ اِسی دفعہ آپ شیخ عبد النبی صدر کی ملاقات کے واسطے بہی گئے تھے شیخ عبد النبی درس حدیث مین مشغول تھے آپ کی طرف متوجہ نہین ہوئے۔ فارغ ہونے کے بعد فرمایا۔ درس نے رسمی تواضع سے مجکو باز رکہا۔ آپ نے جواب دیا۔ کہ درویش مخدوم سے باعتبار حالات چہوٹا ہے مخدوم کی طرف سے بس مہربانی ہی کافی ہے۔ اور یہ حدیث پڑہی۔ مَن لم يرحم صغيرنا[2] صدر الصدور یہ سنکر خوش ہوئے۔ اور دعا کی۔

مصرع خدائے مہربانش مہربان باد؛

یادِ شیخ موسیٰ

آپ باشندہ اُجین ہین شیخ چندن مندسوری کے مرید اور بڑے خلیفہ ہین۔ ریاضت۔ تن گدازی۔ اور نفس کے ساتھ لڑائی کرنے مین۔ تمام اہل زمانہ مین فرد تھے۔ کم کہاتے کہاتے یہ حال ہو گیا تھا۔ کہ آپ کے بدن کا پوست رگون اور ہڈیون کے شمار کرنے اور دیکھنے سے پردہ داری نہین کرتا تھا۔ سانس لیتے وقت آپ کی پسلیون کی ہڈیان۔ دو چہریون کی رگڑ کی طرح آواز دیتی تہین۔ جس سال دار السلطنت آگرہ سے مالک اقلیم اکبر شاہ نے مالوہ کو کوچ فرمایا تھا۔ اور دیپالپور سے ہی واپسی ہو گئی۔ اُس وقت مین خداشناسان لشکر کی ملاقات کا خیال آپ کو سیر و سیاحت مین کہینچ لایا۔ شیخ ضیاء اللہ غوثی۔ قاضی صدر الدین لاہوری۔ قاضی جلال الدین۔ اور صدر الصدور شیخ عبد النبی ان اصحاب کی ملاقات سے نشاط اخلاص حاصل ہوا۔ صدر الصدور نے آپ کو متوکل اور مستحق سمجھکر۔ ایک مناسب وظیفہ مقرر کیا۔ لیکن آپنے اُسکو عذر کرکے قبول نہین فرمایا۔ اور واپسین نفس تک کہ ہجری سنہ نو سو چہیاسی تہا۔ زمانہ زندگی۔ مولی کے کام مین گذارا۔ بیت

---

[1] اللہ تعالی جو کچھ کرتا ہے۔ اُسکی بابت وہ پوچھا نہین جاسکتا ہے ۱۲

[2] یہ اختصار حدیث ہے۔ پوری حدیث یہ ہے۔ من لم یرحم صغیرنا۔ ولم یوقر کبیرنا۔ فلیس منا۔ ترجمہ جس شخص نے ہمارے چھوٹون پر رحم نہین کہایا اور ہمارے بڑون کا وقار نہین کیا۔ وہ ہم مین سے نہین ہے ۱۲۔

هست ما محبوب زبان سان نسبت مولا کمن	رب ارنی گر بگوید - لن ترانی بشنود

یاد شیخ ولی محمد[۲]

آپ شیخ لشکر محمد عارف کے ماموں تھے - زاد بوم قلعہ جانپانیر تھا - جو سابق فرمان روایان گجرات کا دار الخلافہ ہے - وحدت وجود کا جوش بہت کچھ تھا جس کے سبب سے آپ کائنات کے تمام ذرون مین - ذات کا مشاہدہ - صفات کے نقاب مین کیا کرتے تھے - آپ کے اولین پیر طریقت شیخ قطب جہان ذاکر نہر والہ ہین بعد مین آپنے قطب الاولیا شیخ محمد غوث قدس اسرارہم کی خدمت سے ظاہری وباطنی کمالات کا حصہ لیا تھا - ہجری سنہ نوسو بیاسی تھا - کہ احمد آباد سے برہان پور مین آئے - کم وبیش پانچ برس اجل نے لوگون کی رہنمائی کی فرصت دی - پہر ہجری سنہ ستاسی مین فرمان طلب صادر ہوا - نہایت تازگی چہرہ کے ساتھہ قبول فرماکر حضور قرب کو روانہ ہو گئے - سید حسین قدس سرہ کی نزہتہ الارواح پر آپنے ایک شرح لکھی ہے جس مین متن کی تمام عبارتون کو توجیہ اور تاویل کے ذریعہ سے وحدت وجود کی طرف پہیر دیا ہے - شرح نہایت دقیق لکھی ہے - حقیقت دان عالم کی نگاہ نہایت غور اور خوض کے ساتھہ اس کے مقاصد کی تہ کو شاید دور سے پہونچیگی - شیخ لشکر محمد عارف کہتے ہین - آپنے ایک دفعہ رات کو مجھے اپنے مجازی معشوق کے بلانے کے لئے بہیجا - اُس نے آنے سے انکار کیا - مینے واپس آکر خدمت مین اطلاع کی - آپ رو پڑے - مین اپنی دستار کے کونہ سے آپ کے رخسارہ پر جو آنسو بہ رہے تھے - پونچہنے لگا - یکایک میری نظر جو گوشہ دستار پر جا پڑی - تو کیا دیکھتا ہون - سب جگہہ خون کے داغ لگے ہوئے ہین - شیخ ابراہیم قاری جو غوث الاولیا کے امام تھے - کہتے ہین - آپ کے بارہ مین مجکو کمال حیرت تہی - کہ مظاہر جمیلہ کے ساتھہ اس قدر تعلق خاطر ہوتے ہوئے - آپکا ایک مستحب بہی ضائع نہین ہوتا تہا - مصرع ہمیشہ حفظ ایزد روز لیش باد -

یاد شیخ حمید لار

جو شخص بہ زمانہ خردسالی مکتب مین - بہ زمانہ جوانی مدرسہ مین - اور بہ زمانہ پیری خانقاہ مین عمر گزاری کرکے مالک ہر دو جہان ہو گیا - وہ غوث الاولیا کے خلیفہ ہین - جن کے باپ کا نام لار ہے - جن ایام مین علماے احمد آباد نے غوث الاولیا کی وجدانی باتون پر زبان اعتراض کہولی تہی - تو آپ نے اور شیخ وجیہ الدین علوی احمد آبادی نے - اعتراضون کے رد مین منقولی اور معقولی جوابات دیکر ظاہر بینون کی دراز نفسیان روکی تہین - آپ کی زاد بوم گجرات ہے - لیکن تقدیری کرشمہ گجرات سے آپ کو برہان پور مین

کھینچ لایا۔ حاکم برہان پور نے آپ کو عزت وتوقیر کے ساتھ لیکر ضروریات کے بہم پہونچانے مین بہت عجلت کی۔ آپ کی عمر اسّی سے متجاوز ہو گئی تھی۔ بے سہارہ عصا کے آپ چلتے پہرتے تھے۔ یسیح القلوب کہتے ہین۔ ایک عرس مین اپنے پیر کے ہمراہ مین شیخ حمید کی ملازمت مین گیا تھا۔ مجلس سماع ختم ہونے کے بعد رخصت کے وقت میرے پیر نے شیخ کے قدمون پر سر رکھکر بہت کچھ عجز و نیاز کا اظہار کیا۔ مریدان ہمراہ نے بھی پیر کی پیروی کی۔ مگر عرض کیا۔ کہ اتنی زیادہ تواضع کا کیا سبب ہے۔ پیر نے فرمایا۔ ایسا درویش جس نے طفولیت سے لیکر زمانہ پیری تک حقیقی محبوب کے خیال مین دل۔ اور اُس کی یاد مین زبان معروف رکھی ہو۔ اور اُس کے سوا کسی کے طرف متوجہ نہ ہوا ہو۔ آپ کی مانند نایاب ہے جواب سننے والون کو ایک بڑا وجد ہوا۔ اور رقت پیدا ہوئی۔ آپ کی خوابگاہ۔ اسی اسلامی شہر مین ہے۔ مصرع عاقبۃ محمود باد شیخ بو د چون اول حمید۔

یاد شیخ جمال ابن شیخ الاسلام

آپ کی زاد بوم چندیری ہے۔ باپ کے ہمراہ رائسین سے اُجین آئے تھے۔ تصوف کے فارسی رسالون کا درس محققانہ دیتے تھے۔ بالخصوص سید حسین کی نزہۃ الارواح پر شیرین اور تازہ تاویلات سے بہت کچھ لطیفے۔ اور رموز بیان کیا کرتے تھے۔ آپ کا باطن گوناگون الہی معرفتون سے آراستہ۔ اور ظاہر بالکلیہ جسمانی کاروبار سے معطل تھا۔ یہان تک کہ سوئی کے اندر تاگا۔ بدون کسی بتانے والے کے آپ کے ہاتھ سے پڑ نہین سکتا تھا۔ سائل آپ کے سامنے سے خالی ہاتھ نہین پہرتا تھا۔ اور مہمانون کے ساتھ دوستی کرنے مین حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی عادت کام مین لاتے تھے۔ ایک روز گہر کی خادمہ کچھ کھانا آپ کے پاس لائی۔ آپنے ہول سے چند لقمہ کہا لئے۔ خوش مزہ کہانا تنہا کہایا۔ اس خیال نے آپ کے دل مین تکدر پیدا کیا۔ ناچار باقی ماندہ کہانا۔ ہاتھ پر رکھکر۔ باہر آئے۔ اور باہر والون سے کہا۔ اس کہانے مین ایسی لذت معلوم ہوئی ہے۔ کہ قیامت کے روز اس کی شکر گزاری یا عذر سوائے اسکے خیال مین نہین آتا ہے۔ کہ یہ کہانا آپ لوگون کے ساتھ کہایا جاوے۔ بیت

مرا گوکہ حرام از حلال نشناسم	شراب با تو حلال ست و آب بے تو حرام

شیخ تقی الدین محمد۔ آپ کی بہن کے بیٹے تھے۔ کہتے تھے۔ کہ ہجری سنہ نوسو چہیاسی مین شہنشاہ زمان کی طرف سے شیخ منور صدر مالوہ تھے۔ ان کی خواہش پر اور عزیزان کی رفاقت مین شیخ جمال مندو (مانڈو) کی سیر کے واسطے گئے تھے۔ وہان پر ایک روز صبح کے وقت آپنے فرمایا۔ تھی۔ انسان کو بیمار کی طرح صحت کا عاشق نہین

ہونا چاہیئے - تاکہ واپسین نفس کے وقت ناروا علاج اور کام مین لائی ہوئی تلخ دوا - بیمار کے حق مین زہر ہلاہل کا حکم نہ رکھے - بلکہ تسلیم کی عادت اچھی ہے - کہ ایزدی ثنا اور دعا کو توشہ اور تعویذ جانے اور کسی علاج کو صحت کی دست آویز نہ سمجھے - اس نصیحت کے ذریعہ سے آپنے اپنے جلد جانے کی خبر دی - اور نیز یہ طریقہ بھی تبلایا - کہ بیمارداری کس طرح کی جاوے -

نیز شیخ تقی الدین محمد کہتے تھے - کہ جب آپ منڈوے پر اُجین مین آئے - تو غرہ رمضان کی صبح کو خانقاہ کے صحن مین سر زانو پر رکھے ہوئے - عالم استغراق مین تھے - میرے پانون کی آہٹ پاکر آگاہ ہوئے فرمایا - تم کون ہو - مینے عرض کیا - آپ کا فرزند تقی ارشاد فرمایا - بابا تقی - اس کہنے مین بھی میری جانشینی کی طرف اشارہ کیا - اس کے بعد وہان سے اُٹھہ کھڑے ہوئے - اور ایک پتھر کا پاٹ پڑا ہوا تھا - وہ مجھکو دکھایا کہ اس پتھر کا نصف حصہ پیشتر چھوٹے بھائی عبد القادر کی قبر کی لوح ہو چکا ہے - یہ دوسرا نصف حصہ منتظر ہے کہ مزار جمال کی لوح بنے - اور قبر کی جگہہ بھی تجویز کی - اُس جگہہ انار کا ایک درخت تھا - اس کے سینچنے مین اہتمام فرمایا - اور اُسی روز مزاج مین دوسرا رنگ ہو گیا - شیخ منور صدر نے فرزدہ سمجھکر پیغام دیا - مینے ایک خواب دیکھا ہے - کہ شیخ کا مزاج بہت جلد مائل بہ تن درستی ہو جاوے گا - آپنے سنا متعجب ہوے - اور فرمایا - بیشک - صدر کی خبر درگاہ کی ہے - اور درویش کی بات بازاری ہے - یہ بھی فرمایا - زیادہ تر تعجب کی یہ بات ہے - کہ صوفی - اُخروی سفر کے وقت کو نہ پہچانے - اور اس سے بھی زیادہ تر تعجب کی یہ بات ہے کہ آگاہ ہو جاوے - اور خوشحالی کے ساتھہ آمادہ نہ ہو - اور اس کو وصال نہ سمجھے - تاریخ ستائیسوین رمضان کی صبح کو ہجری سنہ نو سو ستاسی مین یہ مصرع پڑہا مصرع پردہ بردار - کہ من عارض زیبا نگرم ؎ اور فرمایا - کہ دوسرے مصرع کی گنجایش کیونکر ہو سکتی ہے - کہ وقت مین ہی گنجایش باقی نہین رہی جلدی سے دوسرا مصرع بھی پڑہا - مصرع ورنہ از آہ جگر پردۂ عالم بدرم ؎ حسرت کا ہاتھہ زمین پر دے پٹکا - اور آنکھہ جہان سے بندکرلی -

مصرع گوارا باد جام وصل اورا -

یاد شیخ اولیا

آپ شیخ سراج کے بیٹے ہین - دنیا سے محویت - آپ کی عادت تھی - مالی فربہی کو ورم سمجھتے تھے - اور سخاوت کے سبب مال و منال کو لاغر رکھتے تھے - اور جو شے ہاتھہ پڑجاتی تھی - وہ حاجتمندون کو دیدیا کرتے تھے - گردش زمانہ آپ کو کالپی سے اُجین مین لے آئی - خاندان اور فرزند پیدا ہو گئے - ستر سال کی عمر مین

سفر حجاز کی توفیق ہوئی۔ اور آسودگانِ خاک مکہ کے ساتھہ ہم خواب ہوئے۔ آپ نے تین لڑکے چھوڑے۔ شیخ قطب الدین شیخ مودود۔ اور شیخ نظام۔ درمیانی صاحب زادہ کو ظاہری فضیلت اور معنوی سعادت حاصل ہے حاجی الحرمین ہین۔ شیخ علی متقی کے خلیفہ شیخ عبدالوہاب کی خدمت مین التزام کرکے۔ حدیث کی تصحیح کی۔ اور تلقین پائی۔ خدا کرے عمر دراز ہو۔ مصرع باد اشمار وصف گرامی بنام او۔ (رحمہ اللہ)

ہروند یاد شیخ احمد ابن شیخ جلال جانپانیری

آپ شیخ محمود کے بڑے بھائی۔ اور شیخ صدر الدین ذاکر کے مرید ہین۔ کلام ربانی مسلسل مع معانی حفظ تھا جب آپ تلاوت کیا کرتے تھے۔ تو سننے والون کو ہوش نہین رہتا تھا۔ اور مستانہ سماع کرنے لگتے تھے۔ آپکے چھوٹے بھائی (شیخ محمود) منڈو (مانڈو) مین تھے۔ اتفاقاً دونون طرف شوق دیدار کا ہجوم ہوا۔ اور دونون طرف طاقتِ ضبط نہین رہی۔ ایکبارگی منڈوی بھائی بعزم گجرات اور گجراتی بھائی بارادہ منڈو سفر کو نکل کھڑے ہوئے چونکہ آنے والے اور جانے والے کا راستہ جداگانہ واقع ہوا۔ اِس وجہ سے اس جگہہ والے اُس جگہہ جا پہونچے۔ اور اُس جگہہ والے اِس جگہہ آ پہونچے۔ کمال منت اور خدمت کرکے گجراتی بھائی کو جلدی لوٹ جانے سے ایک مہینے تک باز رکھا غوثی اس لطیفہ کو اپنی ازلی سعادت کا تم کرشمہ جانو۔ اور سمجھو۔ کہ خداوند تعالیٰ جل شانہ نے تمہارا خالی رہنا پسند نہین کیا۔ ایک کو یہان سے روانہ کردیا۔ تو دوسرے کو یہان بھیج دیا۔ تاکہ کمالات کی تحصیل مین تم بیکار نہ رہو۔ القصہ ایک ہلالی دور کے بعد محمود العاقبۃ گجرات سے لوٹ کر آئے۔ اور دونون بھائیون نے ایک دوسرے کا دیدار دیکھکر۔ ایزدی شکر ادا کیا۔ چند روز بعد شیخ احمد کو اسہال کی بیماری ہوئی۔ حتیٰ کہ زیست کی اُمید کو موت کا ڈر پامال کئے دیتا تھا۔ اِس اثنا مین شیخ شمس الدین زندہ دل شیرازی گوالیار سے مراجعت کرکے منڈو مین آپہونچے۔ یہ شیخ شمس الدین غوث الاولیا کے بزرگ خلیفہ ہین۔ اور بیجاپور دکن مین مکان بنا لیا ہے۔ اِن کے قدوم کی برکت سے بیمار کو کسی قدر افاقہ ہوا شیخ شمس الدین نے فرمایا۔ محمود۔ اب بھائی احمد کو اُن کے فرزندون مین پہونچا دینا چاہیئے۔ مین بھی اپنی راہ مقصد چھوڑکر ان کا راہبر۔ اور تمہارے سفر کا رفیق ہون۔ چونکہ امسال مینے غوث الاولیا کے باطن سے اجازت لے لی ہے۔ کہ اب تم ادھر جاؤ۔ مجکو پیری باز رکھتی ہے۔ یہ زیارت۔ درویش کی آخرین زیارت ہے۔ اور بہت روز ہوئے ہین کہ بھائی شیخ صدر الدین ذاکر سے نہین ملا ہون۔ اور شیخ وجیہ الدین علوی کو بھی نہین دیکھا ہے۔ عمر دیری ہوئے کو آئی۔ لہذا اس بہانہ سے گجرات جانا چاہتا ہون۔ تاکہ ہم ایک دوسرے کو باہم وداع کرین۔ تینون عزیز بالاتفاق

گجرات ہوئے۔ لیکن شیخ احمد کو کامل تندرستی کی صورت پیدا نہین ہوئی۔ دو سال کے اندر کسی قدر بیماری جسم مین باقی رہ ہی گئی۔ یہانتک کہ آپ موت کی خطرناک منزل سے۔ دائمی زندگی کے ایمن آباد شہر کو ہجری سنہ نوسو اٹھاسی مین روانہ ہوگئے۔ خوابگاہ برودرہ (بڑودہ)

یاد شیخ زکریا

آپ شیخ عبدالرزاق جھنجھانوی کے مرید ہین۔ نورانی باطن۔ اور روحانی شکل تھی۔ ہجری سنہ نوسو چوراسی مین دہلی سے صوبہ مالوہ کا عزم کرکے چلے۔ جب قصبہ دہار مین ورود ہوا۔ تو یہان کی ہوا کی لطافت۔ لوگون کی ملنساری۔ اور عارف وقت شیخ معروف سعد اللہ کی صحبت آپ کی دامنگیر ہوئی۔ شیخ صدر جہان کہتے ہین جب آغاز سلوک مین مجکو صرف ایک کرشمہ دکھا کر فیض کا دروازہ بند کرلیا۔ تو مجکو ایک عجب انقباض پیدا ہوگیا۔ جس کے بعد انبساط کی کوئی صورت تھی ہی نہین۔ **القصہ** جمعہ کے روز جامع مسجد مین آپ کی ملازمت مین حاضر ہوا۔ آپنے میری فردلتنگی معلوم کرلی۔ ازراہ مہربانی۔ انقباض طبیعت مین کسی قدر کشایش فرمائی۔ اور کہا غمگین نہین ہونا چاہیے۔ کیونکہ معشوقی مذہب کا ڈھنگ اس طرح پر ہے۔ کہ اولاً ایک جھلک دکھا کر کسی مبتلا کو مزہ چکھا دیتے ہین۔ اور پھر بے نیازی کرکے اُس کے سینہ مین شوق کی پرورش کرتے ہین۔ اس وقت مین عاشق زبان حال سے یہ گاتا ہے **بیت**۔

بیک کرشمہ دلم را شکار خود کردی	اکنون کنارہ گرفتی چہ کار خود کردی

آپ کی اس ہنا دانی اور دلدہی پر مین سلوک سے باز نہین رہا۔ اور پہلے سے زیادہ گرم ہوگیا۔ کہتے ہین تمام عمر مجرد رہے۔ البتہ پیری کے زمانہ مین ایک مریدنے ایک کنیز پیش کی تھی۔ اُس کو چند روز خدمت مین رکھا تھا ہجری سنہ نوسو اٹھاسی مین آپ بہشت نشینون کے ہمنشین ہوئے۔ خوابگاہ دہار ہے مولانا غیاث کی تربت کے پہلو مین۔ **مصرع** بہشت جاودان ماوائے او باد۔

یاد شیخ صدرالدین ذاکر

آپ شیخ شمس کے بیٹے ہین۔ اور نام محمد ہے۔ زادبوم چانپانیر۔ اور خوابگاہ برودرہ (بڑودہ) آپ کے آباے کرام سوداگری کے ذریعہ سے گزرادقات کیا کرتے تھے پچیس سال کی عمر تھی۔ کہ آپ کو ترک اور تجرید کی توفیق ہوئی۔ ہجری سنہ نوسو باون تھا۔ کہ قطب الاقطاب غوث الاولیا کی خدمت مین پہنچکر مرید ہوکے ہمیشہ ملازمت مین رہنا اختیار کیا۔ جب آپ کے پیر بزرگوار نے گجرات سے گوالیار کو معاودت فرمائی

تو آپ ہمراہ گئے۔ اور وہاں پر جواہر خمسہ کو تمام و کمال عمل مین لائے۔ نفس کے ساتھ جنگ کر کے۔ تقویٰ کو لڑائی مین غلبہ دیا۔ اور نفس نا فرجام کو ہموار اور فرمان بردار بنایا۔ بعدہٗ خلافت کا خرقہ۔ اور تمام مشہور سلسلون کا اجازت نامہ حاصل کر کے اپنے وطن مین رہنے کی اجازت لی۔ علیٰ ہذا القیاس تین دفعہ گجرات سے گوالیار کو گئے اور آئے۔ ایک بار پیر کی حیات مین اور دو بار پیر کی رحلت کے بعد قدس سرہ ہر دفعہ کی بازگشت مین منڈو (مانڈو) پر ہو کر گزر ہوا کرتا تھا۔ پچھلی مرتبہ کم و بیش ایک سال رہکر چلے کھنچے تھے۔ اور بہت سے صاحب استعداد منڈو والون کو اپنی بیعت اور تلقین کے حلقہ مین لاکر عرفانی اور وجدانی کمالات کو پہونچایا تھا منجملہ اُن کے شیخ امان اللہ ابن شیخ کمال الدین کالپوی ہین۔ جو پرہیزگاران جہان کے سرگروہ تھے۔ نیز شیخ عثمان ابن لادن قریشی۔ نیز سر دفتر متوکلان زمانہ شیخ کمنہ مجرو۔ جو بہت مدت تک شاہ میان جی مجذوب کے روضہ مین حجرہ کے اندر رہے۔ نیز شیخ جمال ابن شیخ بھکماری۔ اور راقم گلزار کی عمر بھی اُس وقت مین پندرہ سال تھی۔ مینے آپ کی ملازمت مین اہل زمانہ کے اسباب متعارفہ سے ہاتھ دھو کر بالکل بیکارون کا سا طریقہ اختیار کر لیا تھا جب آپ اپنے وطن کو تشریف لے گئے۔ تو خلفا مین سے شیخ محمود ابن جلال کو یہان والون کی پرورش اور رہنمائی کے واسطے قیام کی اجازت ہوئی۔ شیخ محمود سلوک اور تصوف کی منزلین طے کرنے مین یگانہ روزگار رہتے۔ تمام گجرات آپ کے خلفا اور مریدون سے بھرا ہوا ہے۔ چند اشخاص کے حالات یادداشت مین لکھون گا۔ جو صحیح صحیح معلوم ہوئے ہین۔ انشاء اللہ العزیز۔

القصہ آپ کی نظر مین کیمیائی اثر۔ اور بات مین مقبولیت کی تاثیر تھی۔ آپ کا باطن شوق اور ولولے سے لبریز اور ظاہر اتقا اور پرستش سے آراستہ تھا۔ آپ کے کرنے کے کام اتنے زیادہ تھے کہ رات دن مین بیکار ایک سانس بھی نہین گزرتا تھا آپ کی ریاضت داخل سلسلہ ہونے کے اولین روز سے واپسین نفس تک دم بدم زیادہ ہی ہوتی جاتی تھی۔ جس دن آپ کا حبس قدر زیادہ ہوا۔ اسی قدر خاموشی بڑھتی چلی گئی۔ **خوش** خاموش ہو آپ کی تعریف انجام پذیر نہین ہے۔ آگے چلو۔ تاکہ بات ختم ہو۔ بالآخر جانپانیر کے ویران ہونے کے بعد آپنے گھر اور خانقاہ۔ بڑودرہ (بڑودہ) مین بنالی۔ جو جانپانیر سے تین منزل دور ہے۔ آپ بہت سے ارباب بصیرت کے پیشوا ہوئے ہین۔ ہجری سنہ نوسو نواسی مین حقیقی وصال کی تماشاگاہ کو رخصت ہو گئے۔

مصرع درجہان بے او نماند صدر شیخی رونقے۔

یادِ شیخ چاون ابن عمر چشتی

آپ کی زاد بوم اجمیر ہے۔ ہجری سنہ کچھ اوپر نوسو پچاس مین اپنے وطن سے مالوہ کی سیر کے واسطے آئے تھے۔ چند روز قصبہ نعلچہ مین قلعہ منڈو (مانڈو) کے نیچے بسر اوقات کی۔ پھر منڈو کی بڑی جامع مسجد مین جو ایک طاق ہے۔ اُس مین سکونت اختیار کر لی تھی۔ ایک ٹوکرہ بھر ریتی زمین پر پھیلائے رکھا کرتے تھے۔ اسی پر دن مین بیٹھتے تھے۔ اور اسی پر رات مین سویا کرتے تھے۔ ایک پرانی کملی پیوندون سے بھری ہوئی ہمراہ رکھا کرتے تھے۔ موسم سرما کے سوا اُس کو کبھی نہین اوڑھتے تھے۔ نہ کسی کے گھر جایا کرتے تھے۔ نہ کسی سے کچھ مانگا کرتے تھے۔ اسی طریقہ پر تقریباً تیس سال اُس جگہ توکل مین زندگانی گزاری۔ ہجری سنہ نوسو اڑسٹھ مین جب کہ صوبہ مالوہ باز بہادر پسر سجاول خان افغان کے قبضہ سے نکل کر فرمان روائے اقلیم اکبر شاہ کے قبضہ مین آیا۔ اور وہ بدنصیب کوہستان بگلانہ مین بھاگ کر جا چھپا۔ تو بخشیان صوبہ نے سرکار منڈو کو پیر محمد خان کے نام سے جاگیر مین دیدیا۔ اور اُس کے متعلق تین ہزار سوار کی تنخواہ کر دی۔ اس کے دوسرے سال صاحب جاگیر نے شیخ کی ملازمت مین حاضر ہوا اور یہ کہ ملک خاندیس۔ ساتوین صدی کے نصف سے فاروقی طبقہ کے قبضہ مین ہے۔ اس کی فتح کے ارادہ کے متعلق کچھ گزارش حال کیا۔ آپنے اجازت نہین دی۔ بلکہ فسخ ارادہ کے لئے اشارہ فرمایا۔ اُس نے گوشِ قبول سے نہین سنا۔ اور لشکر کشی کا اہتمام کیا۔ خلاصہ کلام یہ کہ شکست کھا کر لوٹا۔ خاندیس کی فوج نے تعاقب کنان اس طرح آملایا۔ کہ اتنی گنجایش اور فرصت بھی نہین رہی۔ کہ کشتی کو ملاح لوگ اُس کنارہ سے اس کنارے لے آوین ناچار گھوڑا دریائے نربدا مین ڈال دیا۔ پانی ڈباؤ تھا بہت سے سوارون کے ساتھ ڈوب گیا[۱]

فَغَشِيَهُمْ مِنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ۔

مذکورہ بالا خرق عادت دیکھنے کے بعد۔ اکبرشاہی اولیائے دولت۔ جو ملک مالوہ مین جاگیردار ہوئے آپ کے ساتھ نہایت نیک اعتقادی سے پیش آتے تھے اور آپ کی باتون سے انجام حالات کا تفاول کیا کرتے تھے۔ ہجری سنہ نوسو نواسی تھا۔ کہ آپنے دریدہ اور بوسیدہ ناسوتی چادر جس کو کون و مکان کے نساجون نے[۲] خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ کے عنصری تانے بانے سے بنا تھا جان کے کاندھے پر سے اُتار دی۔ اور بجائے اسکے بیش بہا لاہوتی چادر جس کو اسما و صفات کے ریشم بافون نے[۳] فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ

---

[۱] - پیدا کیا جیسا کچھ (ریلا) اُن پر آیا سو آیا ۱۲ [۲] وہ پیدا کیا گیا ہے پانی (یعنی قطرہ منی) سے جو اُچھل کر نکلتا ہے ۱۲ [۳] پھر جب اُس کا پروردگار پہاڑ پر جلوہ فرما ہوا ۱۲ -

کی تجلیات کے زرین تارون سے بُنا ہے - بغل مین داب لی - اور حضور رحمت کو روانہ ہو گئے - سلطان ہوشنگ غوری کے گنبد کے باہر جو صحن ہے - اس مین آپ کی قبر تیار ہوئی - مصرع سیر گاہش گلشن دیدار باد -

یاد مولانا روح الدین

آپ کی زاد بوم لار - اور خوابگاہ برہان پور خاندیس ہے - مولانا عماد طارمی کی بہن کے بیٹے ہین - لار سے براہ ہرمز آئے - اور دکن کے بندرون مین سے کسی ایک بندر مین ظہور فرمایا - احمد نگر کا فرمان روا برہان نظام الملک تھا - اُس نے شائستگی کے ساتھ آپ کو نہین لیا - لہذا آپنے وہان سے برہان پور کا عزم کیا - یہان کے سپالار نے نہایت دل توجہ سے آپ کی آؤبھگت کی - اولاً آپ کے واسطے گھر اور مدرسہ قرار دیا - پھر چند روز بعد حاکم صوبہ نے کمال آرزو - اور عاجزی کے ساتھ آپ کو اپنے علاقہ کا قاضی القضاۃ بنایا - آپ کئی برس تک عقلی و نقلی علوم کا درس دیتے رہے - بہت سے لوگون نے آپ کی ملازمت سے فضیلتین حاصل کین -

مصرع اوج روحش ذروۂ اعلیٰ بدان

یاد شیخ حسن محمدؒ

آپ شیخ صدرالدین محمد ذاکر کی بہن کے بیٹے ہین - زاد بوم اور خوابگاہ دونون جانپانیر مین ہین - توکل اور تسلیم نے آپ کے باطن مین گھر بنالیا تھا - گدڑی اور پیراہن کو اپنی درویشی کا نشان نہین سمجھا - آپ قبا وغیرہ لباس پہنا کرتے تھے - جس سے فقر کا چہرہ چھپ جاتا تھا - احوال کے چھپانے مین آپ اس قدر کوشش کرتے تھے کہ برسون تک دوستان محرم کو آپ کی تہی دستی اور فاقہ کشی پر اطلاع نہین ہوتی تھی - جب آپ کے قطع اسباب کی حقیقت ظاہر ہو گئی تو ایک روز آپ کے ماموں نے آپ سے کہا - کہ ظاہری اسباب کو ہاتھ لگانا - کچھ حقیقی توکل کے منافی نہین ہے - آپ نے جواب دیا - کہ اسباب متعارفہ سے جو توسل قطع کیا گیا ہے - یہ توکل کی راہ سے نہین ہے - بلکہ ہمت کے سامنے دنیا اور مافیہا کی حیثیت دور بین نظر مین ایک رائی کے دانہ سے بھی کم معلوم ہوتی ہے - اور بے شمار شرکا اس مین دل الجھا کر تلاش مین پڑے ہوئے ہین - ناچار غیرت اور شرم نے مجھکو اس بات پر مجبور کیا کہ اپنے تئین چند فرمان برداران ہوس کا شریک نہ بناؤن - اور ممتاز حیثیت سے زندگی بسر کرون **بیت**

با لشکرے شریک شدن ہست خرد نی	در خرد مے کہ نیستی دہنش یکے ست

مصرع دوستان را باد روزی شمۂ از ہمتش ؎

یاد مولانا عبد الجلیل جونپوری

آپ عزیز الحق کے خلیفہ ہین - صاحب فضیلت اہل کمال - ریاضت شعار - اور با عرفان تھے - کتب متداولہ کا محققانہ درس دیا کرتے تھے - اکثر گرسنگی کا روزہ رکھا کرتے تھے - جب وجد ہوتا تھا - یا رقت ہوتی تھی تو فرمایا کرتے تھے - کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ میرے اوپر علیہ سالک کی صورت مین تجلی فرماتا ہے - ہجری سنہ نوسو نواسی مین حجاز کے مبارک سفر کا عزم کیا تھا - ناگاہ آپ کے پیر کی خانقاہ مین بے باک بدمعاشون کی ایک جماعت گھس آئی اور آپ کو شہید کر دیا - اُسی جگہ قبر بنائی گئی - مصرع

شہید خنجر تسلیم عبد الجلیل دوان دارد

یاد شیخ حسن پور شیخ عبد اللہ قریشی

آپ کی زاد بوم اور خوابگاہ دونون کالپی مین ہین - شیخ برہان انصاری کے مریدہین فارسی شعر کا مذاق اور نظم کا رنگ قدیمانہ تھا - رسمی علوم سنجیدگی کے ساتھہ تحصیل کئے تھے - گروہ وحدت کی اصطلاح پر عاقلانہ گفت وگو کیا کرتے تھے - اور سنا کرتے تھے - سماع کی مجلس مین کم ترجایا کرتے تھے - اور جو بطلا استفیادہ ہوتی تھی اُس مین ہمیشہ بیٹھا کرتے تھے - ملک الشعرا شیخ ابو الفیض فیضی فیاضی نے آپ کی رحلت کا سال کان فضائل پناہی سے نکالا ہے - جو ہجری سنہ نوسو نواسی ہے مصرع باد از نزول او بمقام وحدان ٭

یاد راجی سید مصطفیٰ

آپ کے پدر بزرگوار کا نام سید مبارک ابن سید محمود ابن سید نور ابن سید حامد شاہ ہے - اور سید حامد شاہ شیخ حسام الدین مانک پوری کے بڑے خلیفہ تھے - آپ کے درویشانہ اخلاق اور صوفیانہ اطوار تھے - آپ کی طبیعت - ناموافق چیزون کی برداشت نہین کر سکتی تھی - زندگی کمال ظریفانہ طور پر بسر کیا کرتے تھے - بیرونی پاکیزگی - اور اندرونی صفائی - آپ کے خمیر مین داخل تھی - سرود اور سماع کو بہت دوست رکھتے تھے - لیکن ہر ایک نغمہ پر آپ کا دل بے قابو نہین ہوتا تھا - جب تک گانے والا - اور بجانے والا - ایسے کامل نہر سے آراستہ نہین ہوتا تھا - جو علم موسیقی مین درکار ہے - تب تک آپ کو نہ وجد اور رقت کی حالت پیدا ہوتی تھی - اور نہ تقیید کی پستی سے اطلاق کے اوج کو پہونچتے تھے - اس صورت مین آپ کا معنوی سکر طول کھینچ جاتا تھا - غوث الاولیا کی خدمت مین دامادی کی نسبت تھی - اور قطب الاقطاب کی لڑکی سے کئی فرزند ہین - منجملہ اُن کے ایک راجے سید محمد ہین - جو اپنے بزرگوار باپ کے جانشین ہین - اللہ تعالیٰ جل شانہ سب کی

اجداد کے کمالات پر پہونچاوے - جب ہجری سنہ نوسو چوراسی مین عرش آستانی اکبر شاہ کا لشکر دارالخلافہ آگرہ سے مالوہ کی طرف کوچ کرکے آیا - تو تمام شائخ - فقرا - فضلا - قضات - اور شعرا لشکر کے ہمراہ تھے - راقم بزرگون کی ملازمت کا تشنہ ہی ہے - جب یہ خبر سنی - تو بیتاب ہوکر گھر مین نہ بیٹھ سکا - جو بزرگانِ شہر - سیر لشکر کے واسطے روانہ ہوئے تھے - اُن کے ہمراہ مینے بھی عزم کیا - اِس سلسلہ مین راجہ سید مصطفیٰ کے دیدار سے ظاہری اور باطنی آنکھین منور ہوئین - اور الٰہیات والون کی بزرگ انجمن مین - بارہا شامل ہوا یہ انجمنین ایسی بافیض تھین - کہ ایک چلہ ریاضت کا فیضان ہر ایک مجلس مین شرکاے مجلس پر نثار ہوتا تھا - بالخصوص اُس مجمع مین جو شیخ ضیاء اللہ ابن غوث الاولیا **قدس اللہ اسرارہم** کے خیمہ مین فراہم ہوتا تھا - ہر ایک طرف سے **الحوصلہ الحوصلہ** کی آواز اور **الاستعداد - الاستعداد** کی فریاد - بلند ہوتی تھی - وہ شخص عجب سعادت مند مدہوش ہے - جس کی طلب کا پیالا اس وحدت کی شراب سے مالامال ہوجاوے -

یاد شیخ شمس الدین

آپ کا لقب اور تخلص زندہ دل تھا - اور آپ شیرازی ہین - مرقد آپ کا بیجاپور دکن مین ہے - کسی قدر حالات آپ کے اس طرح پر ہین - چودہ سال کی عمر تھی - کہ آپنے علوم متداولہ تحصیل کرکے تفسیر بیضاوی شریف پر حاشیہ لکھا تھا - فرمان روایان پارس کی نسل سے ہین - جب سلطنت بنی اعمام (چچازاد بھائیون) کے ہاتھ مین پہونچی - تو آپ کے ساتھ بداخلاقی اور کوتہ نظری کا برتاؤ ہوا آپ کی والدہ ماجدہ نے فرزند کی سلامتی کے واسطے یہ رائے قائم کی - کہ تم کو اس ملک سے سفر کرجانے کے سوا - چارہ نہین ہے - جب حکومت زمین ہی نہین رہی - تو درویشون کے ساتھ توسل اختیار کرنے سے درویشی اچھی ہے - آپ نے مان کا فرمانا قبول کیا - مادر مہربان نے وقت روانگی دو نصیحتون کو آپ کی راہ کا توشہ بنالیا (اول یہ) کہ اپنے دست بیعت سے ایسے بزرگ کا دامن پکڑنا جو زمانہ کا قطب اور نیز غوث ہو (دوسرے یہ) کہ جب تک زندہ رہو - اِس ملک مین واپس آنے کی خواہش نہ کرنا آپنے والدہ کی رائے کے بموجب قلندری لباس مین آکر - عراق عرب کے راستہ سے ہر ایک شہر مین گذر کیا - اس سیر و سیاحت کے سلسلہ مین جہان کہین پہونچے - پیر کی تلاش نہین چھوڑی - لیکن تقدیر نے آپ کی خاطر مین یہ بات نہین آنے دی - کہ کسی بزرگ کے آمنے سامنے ہوکر بیعت ہوجاوین - یہان سے آپ جزیرہ دیو مین آئے - وہان پر ایک درویش صاحب سے ملاقات ہوئی - جن کا دیدار دیکھکر ایک قسم کا انجذاب پیدا ہوا - لہٰذا

آپ چندے زمان کی صحبت مین رہ کر آزمایش دل کے درپے رہے - اس شناسائی خبر ملی - کہ شیخ محمد غوث قدس سرہ جوانِ درویش صاحب کے پیر ہین - گوالیار کی طرف سے ہجرت فرما کر احمد آباد مین آئے ہین اور میدان مین سب سے سبقت لے گئے ہین - آپنے یہ الہامی پیام سنکر خوشی کے ساتھ آنکھون سے احمد آباد کا راستہ طے کیا - اور خانقاہ کا پتہ لگا کر حاضر دربار ہوئے - ایک اخروٹ ہاتھ مین لیکر قلندرانہ سامنے گئے عقل اور خواہش جس قدر بھی تھی - تمام وکمال ایک ہی دیدار کے نذر ہو گئی - خیالات اور سوالات جو ضمیر مین بھر رہے تھے سب فراموش ہو گئے - اِس عالم بیہوشی مین قطب الاقطاب نے آپ کا ہاتھ مع اخروٹ کے پکڑ لیا - اور فرمایا - تم میرے مرید ہوئے - آپنے جواب دیا - ہان بالآخر - چند سالہ خدمت اور ریاضت کی بدولت اپنے اخلاق اور اوصاف کی تہذیب و تبدیل کرکے مالک ہر دو عالم ہو گئے - باشندگان صوبہ دکن کی رہنمائی کی اجازت ملی - آپ فرمایا کرتے تھے - جب مین مالوہ سے چلا تھا - تو کئی سیر گیہون زنبیل مین رہ گئے تھے - جب بیجاپور مین پہونچا - تو آبادی سے پانچ کوس دور ایک خوش ہوا ٹیلہ تھا - وہان پر رہنے کا ٹھکانا کر لیا - اور وہ باقی ماندہ گیہون بلندی کے دامن مین بکھیر دئے - ہر سال اُگ آتے تھے - مین بقدر صرفہ اُٹھا لیا کرتا تھا - اور باقی ماندہ زمین پر گر پڑتے تھے - پھر فصل پر اُگ آتے تھے - اُسی طرح ھلمّ جرّا جب گزر اوقات کے لائق قوت اس طور پر مقرر ہو گئی - تو مین کسی سے کچھ نہین لیتا تھا - اور باوجودیکہ تمام مشہور خانوادون مین مجکو اجازت تھی - لیکن جب تک پیر نے اپنی صورت ظاہر بینون کی آنکھ سے نہین چھپائی - کبھی مرید کرنے کا خیال بھی نہین ہوا - بعد مین شیخ عبد الغفور نام ایک جوان صاحب استعداد تھے - ان کو اپنی خدمت مین قبول کیا - اور نیز ان کی تربیت مین ہمت بھی کام مین لائے - شیخ عبد الغفور کو اپنے مکان مین چھوڑ کر - ایک سال درمیان آپ اپنے پیر کے روضہ کی زیارت کو گوالیار - جایا کرتے تھے - اور جانے مین اور آنے مین دونون دفعہ منڈو (مانڈو) پر سے گذرا کرتے تھے اور راقم کے محلہ مین اُترا کرتے تھے - راقم علم تکسیر اور جفر جامع مین آپ کا شاگرد ہے - خلاصہ کلام یہ - کہ ایزدی اسرار کے ہنگامہ مین عجب رونق آئی تھی - ہجری سنہ نوسو چھیاسی مین زیارت کرنا چھوڑ کر تین سال تک اپنے مکان مین حق پرستی کرتے رہے - پھر ہجری سنہ نوسو نوے مین اخروی سفر پیش آگیا - وہی مرید شیخ عبد الغفور تکیہ مین پیر بزرگوار کا طریقہ جاری رکھتے ہین - خدا اور زیادہ توفیق دیوے - مصرع

زندہ دل رفت و برو زندہ دلی ؛

یاد شیخ عبدالوہاب افغان

آپ شیخ فضل احمد ۔ ابن حسین ملتانی چشتی کے مریدین ۔ خوانگاہ اور زاد بوم دونون منڈو مین ہین جہان سپاہی تھے ۔ یکایک آلہی جذبہ پیدا ہو گیا ۔ اور اُس کی جہالو نے آپ کے باطن کو انانیت کے غس و خاشاک سے جھاڑ بہار کر پاک و صاف کر دیا ۔ اپنی وضع اور طرز چھوڑ دی اس خیال سے کہ جبہ مین معنی مردانگی نہین ہے اور بظاہر عورت بھی نہین ہون ۔ پس بہتر ہے کہ اپنے تئین عورت اور مرد دونون کی لباس اور زیور مین تقسیم کر دون اس بنیاد پہ آپ اپنے نصف حصہ جسم کو زنانہ لباس اور زیور سے آراستہ رکھتے تھے ۔ اور دوسرے نصف حصہ کو مردانہ لباس اور روش مین رکھتے تھے ۔ مدتون تک اسی طرز کے ساتھ بسر کی ۔ بالآخر جب جذبہ کا جوش فرو ہوا ۔ گدڑی پہن کر سیر و سلوک مین داخل ہوئے ۔ کشود کار کی شعاعین آپ کی پیشانی سے نمایان تھین ۔ کسی آدمی سے تمام فقر کے اوقات مین فتوحات کے طور پر کچھ نہین لیا ۔ لیکن لکڑیون کا گٹھا جنگل سے لا کر بازار مین بیچ آیا کرتے تھے ۔ اُس کی قیمت کے تین حصے کرتے تھے ۔ ایک حصہ عیال پر صرف کیا کرتے تھے ۔ دوسرا حصہ اپنی خوراک کے خرچ مین رکھا کرتے تھے ۔ اور تیسرا حصہ بیچارون اور یتیمون کو تقسیم کر دیا کرتے تھے ۔ اس طریقہ سے وجہ معاش بہم پہونچایا کرتے تھے ۔ اور کمایا کرتے تھے ۔ ہجری سن نو سو نوے مین اپنا ظاہری چہرہ عالم خاکی سے چھپا کر روحانیون کی بزم مین جا کھولا ۔

یاد شیخ منور

آپ شیخ نور الصمد بن قاضی معز الدین ابن قاضی الہداد ۔ ابن قاضی محمد شرعی کے فرزند ہین ۔ قریع گروہ مین سے ہین ۔ آپ کے چوتھے باپ کا وطن زمین توران مین تھا ۔ اُن کو حادثات زمانہ سے ویرانی نے آگھیرا ۔ ناچار ہند کی طرف آنے کا اتفاق ہوا ۔ سرکار میوات مین ایک قصبہ جھرادت نامی ہے ۔ صاحب موصوف سیر کنان ۔ اس قصبہ مین آ پہونچے ۔ اور رسمی علم کی تحصیل پر دل نہاد ہوئے ۔ بالآخر انہین اطراف کے کوہستان مین کمین گوشہ اختیار کر لیا ۔ اور اندرونی آلائش اور بیرونی لوث کی شست و شو مین مصروف ہوئے ۔ چند روز نہین گذرنے پائے تھے ۔ کہ اُس ملک کے چھوٹون بڑون کی اُنگلیان قاضی محمد کی طرف اُٹھنے لگین ۔ اور نیک کرداری مین نامور ہوئے ۔ اتنے مین قاضی قصبہ کی قضا آگئی ۔ گاؤن کے مقدم اور نیز دیگر بڑے بڑے لوگون کے ذہن نشین یہ بات ہوئی ۔ کہ قصبہ کے قضیون کے تصفیہ کا اختیار قاضی محمد کے قبضہ اقتدار مین دیا جاوے ۔ اس تجویز پر سب کا قرارداد ہو کر قاضی محمد کی خدمت مین حاضر ہوئے ۔ اور

اس قرارداد کے متعلق گزارش کا منت اور سماجت کے ساتھ شامل کر کے بہت کچھ کوشش کی ۔ مگر قبولیت کا جواب نہین ملا ۔ باایں ہمہ بہت مدت تک اس گفت وگو کا سلسلہ منقطع نہین ہوا ۔ یہان تک کہ ایک رات عالم مثال مین حضور خاتم النبوۃ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ۔ محمد ۔ تمہاری نشست شریعت کی مسند پر ازل مین پسند کی گئی ۔ اور فرعی لقب عنایت ہوا ہے ۔ اس سبب سے قاضی محمد فرعی کر کے شہرت ہوئی ۔ جب ایسا واقعہ پیش آیا ۔ تو مجبور ہو کر اس بزرگ منصب کا بار اٹھانا قبول کیا ۔ وہ فرزندون تک یک کے بعد دیگرے اس مبارک مسند پر جانشین ہوتے رہے ۔

جب شیخ منور کی باری آئی ۔ تو منصب قضا اختیار کرنے سے پہلے ۔ آلہی جذبہ نے آپ کی ہستی کو سر سے بالون تک ایسا جکڑ بند کیا ۔ کہ وطن سے نکلکر ۔ رہنما پیر کی جستجو مین پاے تلاش آبلہ ناک ہوا ۔ جہان کہین کسی درویش کا نام سنا ۔ ضرور ملازمت مین پہونچکر فیض حاصل کیا ۔ کہتے ہین ۔ ایک رات عالم خواب مین ایک دلکشا میدان کے اندر ایک مزار نظر آیا ۔ چاہتے تھے ۔ کہ اُس عنبرین خاک کو بوسہ دین ۔ یکایک اُس قبر کے اندر سے ایک ہاتھ نکلا ۔ آپنے مریدون کے طریقہ پر مصافحہ کیا ۔ اور مجاورون سے دریافت کیا کہ یہ قبر کن خداشناس بزرگ کی ہے ۔ جواب پایا ۔ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کی ۔ یہ خوشخبری پاکر دل باغ باغ ہوا ۔ صبح ہوتے ہی شادان اور فرحان ناگور کی طرف چل نکلے ۔ یہان پر خواجہ خانون کی خدمت مین آپ کو فیض ہدایت حاصل ہوا ۔ پہلا ہی دیدار کرنے پائے تھے ۔ کہ تن تمام و کمال دل ہو کر گرویدہ اعتقاد ہوا اور ارادہ بیعت خاطر مین استحکام کے ساتھ جما ۔ ہنوز اس مصمم عزم کو خانہ خیال سے میدان گفتار مین نہین لائے تھے ۔ کہ ضمیر شناس خواجہ نے فرمایا ۔ منور ۔ ہمنے تم کو اپنی بیعت کے فروغ سے درجہ سعادت دیا ۔ زیادہ تر تعجب کی یہ بات ہے ۔ کہ صرف اسی قدر بیان پر اکتفا کر کے بیعت کے طور پر خواجہ نے ہاتھ نہین پکڑا ۔ اور فرمایا ۔ تم پیشتر ہی ۔ دست بوسی کی دولت سے کامیاب ہو چکے ہو ۔ عالم خواب کا واقعہ یاد کر کے ۔ اور زیادہ اعتقاد بڑھا ۔ کیا سفر مین اور کیا حضر مین آپنے بہت مدت پیر کی ملازمت مین گذرانی اور ناگور سے ساتھ ہو کر چندیری مین ۔ اور چندیری سے گوالیار مین آئے ۔ پیر نے چند روز بعد گوالیار مین خرقہ خلافت آپ کو عطا فرمایا ۔ اور اپنے ہمراہ آپ کو آگرہ مین لے گئے ۔ اور جگہہ دکھلائی ۔ کہ اس جگہ اپنا تکیہ بنالو چنانچہ حسب ارشاد مرشد ۔ واپسین سفر تک کہ تاریخ ستائیسوین ذی قعدہ ہجری سنہ نوسو نوے تھا ۔ اُسی قیام کی زمین مین رہے جب تک جیے ۔ اور اسی مین مر گئے ۔

کہتے ہین شیخ جنید ابن شیخ بہاء الدین مفتی - ایک روز ادہم خان کو شیخ منور کی خدمت مین لے کر آئے - ادہم خان دیر تک کھڑا رہا - جب عرض کیا گیا - کہ فلان خان کھڑا ہے - فرمایا - کیون نہین بیٹھتا ہے - اُسنے نذر پیش کی - آپنے قبول نہین فرمائی - اور فرمایا - شہر مین جو لوگ اِس کی خواہش رکھتے ہین - ان کو تقسیم کردو - اس کے بعد ادہم خان نے دعا کے واسطے عرض کیا - تو آپ خاموش ہو رہے - آنے والا پریشان حالی کے ساتھ خدمت سے اُٹھا - جب ہم نشینون نے دعا نہ کرنے کا سبب دریافت کیا - تو آپنے جواب دیا کہ اس کے سر مین فرمان روائی کی آرزو بھری ہوئی ہے - حالانکہ اس کے تن پر سر نہین ہے - پھر ہمت کیونکر امداد کرے - کہتے ہین انہین ایام مین اتکہ خان نے اُس کو قلعہ آگرہ کے اوپر سے ڈال کر نیستی کے مکان کو روانہ کردیا -

یاد شیخ یوسف بنگالی رحمہ اللہ

قرطاس علوم کے واسطے آپ کا دل - کتابون کا صندوق تھا - اور آپ کی زبان مجلد کتابون کی دوکان تھی - آپ نے آغاز جوانی مین عرفی علم کی تحصیل کے واسطے اپنی نادبوم سے غربت اختیار کی تھی - مہربان تعلیم دہندہ اُستاد کی تلاش مین ایک شہر سے دوسرے شہر کو - اور ایک دیہ سے دوسرے دیہ کو چلے پھرے - بالآخر ازلی ہدایت نے آپ کو احمد آباد گجرات مین خدیو نشاتین قطب مدار علمین شیخ وجیہ الدین احمد علوی کی ملازمت مین پہونچایا - جب تمام نقلی اور عقلی فنون کو تحصیل کرلیا - تو شیخ علوی کی خدمت سے برہان پور کی اجازت ملی - آپنے اُس جگہہ پہونچکر - شیخ سالم کی ہمسائگی مین گوشہ اختیار کیا - علم طب مین شیخ سالم کے بیان کو جالینوسی حکم اور نفس کو مسیحائی حکم حاصل تھا - چند روز بعد شیخ سالم نے اپنی لڑکی آپ کو دیدی - گھر اور سامان دونون ہم پہونچ گئے - بہت مدت تک آپنے درس دیا - لیکن تصوف کی تعلیم سے ہمیشہ احتراز کیا کرتے تھے اور اگر کوئی آرزو مند ضد کر بیٹھتا تھا - تو آپ اُسکو حقیقت آگاہ شیخ طاہر یوسف سندھی کے درس مین بھیج دیا کرتے تھے مسیح القلوب - بعض علوم مین - اور دریائے فضیلت و کمال شیخ پیر محمد حلیم - اکثر علوم مین آپ کے شاگرد ہین شیخ پیر محمد حلیم - آج کے روز اس درجہ کے آدمی ہین - کہ چھوٹے بڑے - اور مسافر و مقیم ان کے درس سے فیض حاصل کرتے ہین - ایک روز شیخ یوسف کے داماد شیخ سکھجی نے جو حکیم عثمان بولکانی کے شاگرد ہین - مسیح القلوب کی خدمت مین عرض کیا - میرے خسر نے واپسین سفر کے وقت وصیت کی تھی - کہ میرے فرزندون کو حقائق شعار حقیقت آگاہ شیخ طاہر ابن یوسف کے درس مین تبرکاً جاکر دو تین حرف پڑھ لینا چاہئے - اس پڑھنے کی برکت کا اثر اخیر مین ظاہر ہوگا - اب آپ کے دو فرزند عبد اللہ اور عبد الرحمن نے چونکہ پدر بزرگوار کی وصیت پر عمل کیا -

اسواسطے اُن کو علم - فضیلت - حق شناسی - اور خدا پرستی یہ جملہ صفات حاصل ہو گئے ہین - یوسفی خوابگاہ

مصر برہانپور مین ہے - **مصرع** علومش رہنمائے مین حق باد -

یاد شیخ ابراھیم قاری شطاری

آپ کی زاد بوم سندھ ہی شیخ لشکر محمد عارف کے مرید ہین - آپ کے افعال کا دامن رعونت کی گرد سے غبار آلودہ نہین ہوا تھا - اور آپ کے مراقبہ کا گریبان خود فروشی کے تکمہ سے خالی تھا - آپ کئی نوع کے خطوط اُستادانہ لکھنا جانتے تھے - علم قرأۃ مین اہل زمانہ کو جو عملی لہجہ سکھایا کرتے تھے - چنانچہ آپ کے پیر - اور مسیح القلوب دونون تجوید قرآنی مین آپ کے شاگرد ہین - آپ کے پیر نے چند روز فتوحات کی آمد اپنے اوپر حرام کرلی تھی - آپ پچیس سال تک لکڑیان جنگل سے لاکر فروخت کرتے رہے - اور اُس کی قیمت جو کچھ آتی تھی وہ خوراک پیر مین صرف ہوا کرتی تھی - **القصہ** جب آپ نے اپنے پیر کے ہمراہ احمد آباد مین غوث الاولیا **قدس سرہ** کی ملازمت کی - تو غوث الاولیا نے بہت کچھ توجہ فرماکر آپکو نماز مین اپنا امام بنایا - اس کے بعد آپنے گیارہ سال تک خاص غوث الاولیا کی امامت کی - اور لاہوتی مرغ لقب پایا - مسیح القلوب کے بحوالہ بیان پیر روایت ہے - کہ فرماتے تھے - آپ فرض عشا سے فارغ ہونے کے بعد آٹھ رکن کا **شغل** شروع کردیا کرتے تھے اور صبح کی سفیدی نمودار ہونے تک جاری رکھتے تھے - اور استیلاے عشقیہ کے شغل کو ایک سانس مین چوبیس بار پورا کرتے تھے - لیکن آزادگی اور بیخودی کو زمانہ کی نیرنگیون کے ہاتھ بیچتے نہین تھے - اس قول کی تصدیق اس طرح پر ہے - کہ ایک روز مولانا حافظ صدر سندی نے آپ کی خدمت مین عرض کیا - ہمارے حاکم محمد شاہ فاروقی نے فرمایا ہے - ایک دیرینہ سال ضعیف شخص قرآن پڑھانے والا جو اصول قرأۃ جانتا ہو - پیدا کرو - تاکہ ہم اُس کو پردہ نشینان حرم کی تعلیم پر مقرر کرین - اب بہت کچھ تلاش کے بعد مذکورہ بالا صفات کے ساتھ موصوف آپ کو پایا ہے - اگر اجازت ہو - تو اس کی تجویز عمدگی کے ساتھ کیجاوے - آپنے فرمایا مین نظر باز پیر ہون - میری سال خوردہ صورت پر نگاہ نہین کرنی چاہیئے - **لراقمہ**

بر ظاہر من نگہ روا نیست	گاہے کف پا و گہ عذاریم
بگمار نظر اگر توانی	بر باطن ما کہ حسن ساریم

کیونکہ میری آنکھ اور میرا دل ہنوز میرے قابو مین نہین ہین - لہذا بہتر یہی ہے - کہ اس خیال کو بھی چھوڑ دو مجکو اور نیز خود کو خطرناک گرداب مین نہ ڈالو - تاکہ مین ہم عمرون کی تخجالت کا باعث نہ بنون - اِس طرح کی بے قید

گفت وگو سے اپنی وضع داری کو آپ نے تبدیل نہیں فرمایا - اور آزادی کا دامن سبز باغ دکھانے والے کے ہاتھ میں جانے نہیں دیا - توکل اور تواضع میں استحکام کے ساتھ قدم جمائے رکھا لباس درویش نما رکھتے تھے - ہر ایک طرح کے ساتھ خواہ سلا ہوا ہوتا - یا بے سلا ہوا ہوتا - برہنگی کا علاج کر لیتے تھے - ایک روز آپ نے سنا کہ ایک شخص ایسا کہتا ہے - کھانا کھانے کے وقت - روزی دینے والے خدا کا نام یاد کرنا چاہیئے - اس کا جواب آپ نے دیا - آفرین ہے - تم کو - لیکن ابراہیم کے نزدیک توصوفی وہ ہے - جو حقیقی رازق کے مشاہدہ کے بدون کھانے پر ہاتھ ہی نہ بڑھاوے - ہجری سنہ نوسو اکیانوے میں آپ کی زندگی کی صبح - کوچ کی شام سے جا ملی - خوابگاہ برہان پور - مصرع صبح وشامش باد لطف ورودی حور -

یاد شیخ قطب جہان ذاکر نہروالہ قدس سرہ

آپ نے تجرید کا پانون ہمت کے کاندھے پر رکھ چھوڑا تھا - اور تعلقات کی پابندی اور خواہشات کی دوستی سے انکاری سرہلاتے تھے - ایسی حالت کے ساتھ اللہ تعالیٰ اجل شانہ کی یاد - اور بندگی میں آپ کا ظاہر و باطن آراستہ تھا - آپ کے فرزند شیخ عابد کہتے ہیں - میرے بزرگوار باپ کے گھر میں - پرانی چٹائی کے سوا - دیگر اساس البیت میں سے کچھ نہیں تھا - مگر ہمیشہ دہلیز کے کواڑون میں زنجیر لگی رہتی تھی - جب کوئی شخص آپ کی ملاقات کے واسطے دروازہ پر آتا تھا - اور آپ چاہتے - کہ اندر بلایا جاوے - تو خود باہر نکلکر دروازہ کھول دیا کرتے تھے - اور حجرہ تک ہمراہ آتے تھے - جب وہ شخص لوٹ کر جاتا تھا - تو مشایعت کے واسطے دروازہ تک جاتے تھے اور پھر بدستور زنجیر لگا کر خلوت خانہ میں چلے آتے تھے - الغرض ہمیشہ اسی طرح سے لوگون کے ساتھ سلوک کیا کرتے تھے شیخ احمد یحییٰ منیری قدس سرہ کے مکتوبات کے مقابلہ میں آپ نے مکتوبات لکھے ہیں - جداگانہ ہر ایک مکتوب کے اندر الٰہی اسرار اور معرفتیں بہت کچھ بھری ہیں اُن کے دیکھنے سے اُن کی حقیقت معلوم ہوتی ہے - ورنہ بیان کے ذریعہ سے کوئی ہاتھ اُن کے کمال کے چہرہ سے نقاب کا ایک کونہ بھی نہیں ہٹا سکتا ہے شیخ لشکر محمد عارف - اور اُن کے ماموں شیخ ولی محمد نے اول تلقین ذکر انہیں موحد بزرگوار کی ملازمت سے لی تھی - پھر اسکے بعد ان اصحاب نے قطب الاولیا شیخ محمد غوث کی خدمت میں اپنی استعداد کو ترقی دیکر - گروہ کے گروہ لوگون کو ہدایت اور ولایت کے درجہ پر پہونچایا -

مصرع کمل جشمش راحت دیدار باد

یاد شیخ بایزید شروانی

آپ سید ولی چرتھا ولی کے مرید ہین - آزادہ ولی کے ساتھ زندگی گزارتے تھے - آپ کے شور وغاق سے مجلس سماع مین نمکینی پیدا ہوجاتی تھی - اور آپ کے رونے سے ہم نفس اور نظارہ کرنے والے اصحاب رقت دلگیری مین آکر اس طرح کا نغمہ گایا کرتے تھے - **بیت** -

کاش غوثی رامی دیدم درین آزردگی	رفتم از آسودگی تا دیدم این ازردہ را

دسوین صدی کے آخیر مین دارالحضور کو روانہ ہو گئے - خوابگاہ پایہ تخت آگرہ -

یاد شیخ لشکر محمد عارف قدس سرہ

آپ ملک راجن - ابن ملک بیر - ابن ملک رکن قریشی کے فرزند رشید ہین - زمانہ معنی کے اعتبار سے آپ کی نظیر الٰہی علم کے عالم مین بتلاتا تھا - اور نظارہ کرنے والا - صورت کے اعتبار سے - آپ کی شبیہ - آئینہ فروش کی دوکان مین ظاہر کرتا تھا - چونکہ عبارت کا گھوڑا حقیقت گزاری کے میدان مین بالکل لنگڑا ہے - لہذا بہتر یہ ہے - کہ کسی قدر آپ کے پسندیدہ حالات بیان کر کے سرمایہ سعادت حاصل کرون - مضافات گجرات مین ایک قصبہ مہلاسہ نام ہے - اس قصبہ مین آپ کا قدسی نفس - دسوین صدی کے آغاز مین علم (عدم) سے عیان (وجود) مین بھیجا گیا - آپ کی والدہ نے تیرہ روز بعد - اور پدر بزرگوار نے چھ برس بعد فرمان طلب قبول کیا - لہذا آپ کی پرورش کی نوبت آپ کے دادا کو پہونچی - آپ کے آباے کرام سپاہی شعار تھے آپنے ابتداے زمانہ ہوش مین قاضی محمود بیرپوری کا دامن رہنمائی - اپنے دست ارادت سے پکڑا تھا -

ایک روز آپنے فرمایا - قاضی محمود کو پیٹ کی بیماری تھی - ایک میدان مین پردہ کی ضرورت پیش آئی اسی اثنا مین میرے دادا کا اونٹ آپہونچا - مینے اُس کو بٹھایا - اور اسباب مین سے خیمہ نکال کر کھڑا کر دیا - میرے اس عمل سے پیر بہت خوش ہوئے اور اُن کی خوشی سے میرے حالات کی بہت کچھ درستی ہوئی - اور نیز یہی خوشی - میری صلاحیت - اور راست کرداری کی بنیاد ہوئی - شیوہ سپاہ گری - آبا و اجداد کا طریقہ تھا یہ طریقہ مینے سولہ برس کی عمر مین توفیق کی بدولت ترک کر دیا - اور حقیقی رہنمائی کی تلاش کرنے لگا - طلب صادق تھی - اِس نے مجھکو بحر المعارف شیخ قطب جہان ذاکر نہروالہ کی خدمت مین پہونچایا - شیخ نے اولاً مجھکو ذکر کا شغل تلقین فرمایا - تلقین کے بعد میرے باطن پر وہ ذکر کامل طرح سے غالب ہو گیا - یہان تک کہ دو سال تک میرے دل پر تمام اشیا کی آمد و رفت کا راستہ ہی بند رہا - مین رسالہ منہاج العابدین

پڑھا کرتا تھا۔ جب تک پڑھے ہوئے سبق کے مفہوم کے ساتھ متصف نہین ہو جاتا تھا سبق آگے نہین بڑھتا تھا۔ اس کے بعد ہجری سنہ نوسو اکیاون تھا۔ کہ احمد آباد گجرات مین غوث الاولیا قدس سرہ کی خدمت مین ہو کر حق شناسی کے پسندیدہ اسباب بہم پہونچائے۔ جب غوث الاولیا نے گوالیار کو معاودت فرمائی تو مینے بھی ہمراہی کا عزم کیا۔ ارشاد ہوا۔ عارف۔ ہم تم کو اپنی جگہ طالبان معرفت کی ہدایت کے واسطے اسی صوبہ مین چھوڑتے ہین۔ چنانچہ بتعمیل حکم مرشد کم وبیش تیس سال تک احمد آباد مین رہنے کی توفیق ہوئی۔ آخر کار ہجری سنہ نوسو بیاسی مین برہان پور خاندیس کی طرف ارادہ کر کے روانہ ہو گیا۔

ہجری سنہ نوسو ترانوین تک طالبان خدا کے چہرہ پر آپ کی ہدایت کا دروازہ کھلا رہا۔ بہت سے لوگون نے آپ کے موثر انفاس کے فیض سے امکان کے تیرہ و تاریک گھر کو۔ شہود کے فروغ سے الٰہی نور کا محل بنایا۔ اور حقیقت کے ستارہ کو قید کے حضیض سے نکال کر اطلاق کے اوج پر پہونچایا۔ جو اصحاب آپ کے ساتھ نسبت رکھتے ہین۔ اُن کے اذکار سے یہ حالات ناظرین کو معلوم ہونگے۔ انشاء اللہ العزیز۔ دوسری شوال سال مذکور کو عالم شہادت کے تنگ کوچہ سے چل کر عالم غیب کی وسیع آبادی مین جا پہونچے۔ آپ کا اسم شریف جو لشکر محمد عارف ہے۔ یہ سال رحلت بتاتا ہے۔
سنہ ۹۹۳ھ

مسیح الاولیا سے روایت ہے۔ ایک روز آپنے فرمایا۔ عیسیٰ۔ اب کثرت اعتباری نے حقیقی لباس پہن لیا ہے اور حقیقی وحدت پردۂ اعتبار مین چھپ گئی ہے۔ کیونکہ عالم (بحیثیت موجودہ) ظاہر ہونے سے پہلے عین حق تھا۔ اور ظاہر ہونے کے بعد حق عین عالم ہو گیا ہے۔ اور جب یہ حالت طاری ہوتی تھی۔ تو یہ جنیدی زمزمہ گایا کرتے تھے ؎

وَغَنّٰى لِي مِنِّي قَلْبِي   وَغَنَّيْتُ كَمَا غَنّٰى
وَكُنَّا حَيْثُمَا كَانُوا   وَكَانُوا حَيْثُمَا كُنَّا

نیز مسیح الاولیا سے روایت ہے۔ آپ فرماتے تھے۔ خدا کو پہونچنا آسان ہے۔ لیکن حضور خاتم النبوۃ علیہ السلام کو پہونچنا دشوار بلکہ سخت دشوار ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ جل شانہ تمام اشیا پر جداگانہ خاص خاص طریقون کے ساتھ متجلّی ہے۔ اور اپنے اپنے خاص طریقہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ جل شانہ کی طرف ہر ایک کا راستہ لگا ہوا ہے۔ پس اُس خاص طریقہ کے ساتھ وجود مطلق کے تعین اور تشخص کا ادراک یہی خدا کا پالینا ہے۔ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت جمیع الٰہی اور امکانی کمالات کی جامع ہے۔ اس

حقیقت کی شناخت تمام اسمائی اور صفاتی کمالات کے ساتھ متصف ہونے پر موقوف ہے - متفرق تعینات کے ساتھ جو طریقے مخصوص ہین - جب تک اُن تمام طریقون کے ساتھ - وجود کی معرفت اجمالاً اور تفصیلاً حاصل نہ ہو - تب تک طالب ذات با برکات احمدی علیہ السلام کا عارف نہین ہو سکتا ہے -

نیز مسیح الاولیا سے روایت ہے - سید عبد الغفور سنہی نے - جب آپ کے حضور مین رسم بیعت ادا کی - تو آپنے فرمایا - عیسیٰ شیخ ابو العباس قصاب کہتے تھے - میرے باپ مجکو بزکشی کے سوا دوسرا کام سکہاتے ہی نہ تھے - اور استعداد کی تعلیم نے ولایت کے اس عالی مرتبہ کو پہونچایا - اور خود میرے آباو اجداد کا شعار مردم کشی وسپاہیانہ نوکری اتھا - دیکھو - استعداد نے مجکو کسان سے امان لاکر کاروبار سلامت کی رہنمائی کے واسطے مامور کیا ہے -

نیز مسیح الاولیا سے روایت ہے - ایک روز رابعہ وقت بو بو راستی فرماتی تہین - ایک روز صبح کے وقت پدر بزرگوار نے مجھسے اور برادرم ملک محمد سے اولاً راز مخفی رکہنے کا عہد لیا - اور اس کے بعد یہ الہامی لطیفہ بیان کیا - کہ آج کی رات تاریک مکان مین مراقبہ کے واسطے مینے سر جہکا رکہا تہا - یا عبد الرحمن کی آواز تین دفعہ مینے سنی - تیسری دفعہ مینے لبیک کہا - آواز آئی - تم تاریکی مین بیٹھے ہوئے ہو - مین چراغ بہیجتا ہون ایکا یک ایسی روشنی پہیلی - کہ اُس کی کیفیت کے خطا سے سر ہلاتے تھے - اور بو بو راستی نے یہ بہی کہا - کہ تیس سال بعد آپ کے دریافت کرنے پر مینے اس راز کی مہر کہولی ہے - اور نیز آپ فرمایا کرتے تھے - پہنی قطبیت کا خطاب مین بہت برسون تک پوشیدہ رکہتا رہا - ایک روز قوال آیا - اور اُس نے وہ غزل گائی - جو درجہ قطبیت کی خبر دیتی تہی - مسکراتے ہوئے فرمایا - عیسیٰ - اس قوال کو میرے راز کی آگاہی کس نے دیدی - بیت -

سر خدا کہ سالک عارف بہ کس نہ گفت	در حیرتم کہ بادہ فروش از کجا شنید		

نیز مسیح الاولیا سے روایت ہے - شعبان کا مہینا اور ہلال سنہ ایک ہزار تیرہ تہا - کہ ضیاء نشان - خداوند دولت دارین خانخانان سپہ سالار اکبر شاہ - والد سنجیدہ اطوار - پسندیدہ اخلاق شیخ ابو الخیر مبارک - رکن فضیلت وعرفان مولانا صالح سندہی - اور صدر آرائے شریعت وعدالت قاضی عبد العزیز عیسیٰ قادری احمینی - یہ چارون اصحاب اس درویش کے مکان مین راز کی باتین کر رہے تہے - اسی اثنا مین بحر العلوم قاضی نصیر ابن شیخ سراج محمد مینانی دروازہ کے باہر سے جہومتے ہوئے آپہونچے - اور جو چند - باتین بیان کین - منجملہ اُن کے ایک یہ بہی ہے - کہ رابعہ وقت بو بو راستی دختر شیخ لشکر محمد عارف ایک روز فرماتی تہین - بابا کے اوپر ایک عجیب حالت طاری تہی - جو تعبیر اور تحریر مین نہین آسکتی ہے - جب وہ

حالت موقوف ہوئی- تو اُس کی کیفیت دریافت کی گئی- فرمایا- بایزیدی مقام پر یحکوے گئے تھے- اللہ تعالیٰ جل شانہ کا احسان ہے- کہ میری زبان سبحانی کہنے سے محفوظ رہی- اس کے بعد مسیح الاولیا سے روایت ہے- کہ اس مین شک نہین ایسا ہی ہے- مجکو بھی اُس وقت مین بلایا تھا- اور فرمایا- عیسی **سبحان ربی الاعلیٰ** بہتر ہے یا **سبحانی الاعلیٰ** اور **سبحانہ** کہنا اچھا ہے- یا **سبحانی** کہنا- مینے عرض کیا- نہین- سبحانہ ہی کہنا اچھا ہے-

راقم- گلزار کے ذہن مین یہ بات آتی ہے- جب صوفی فنا کی امداد سے- عروجی سیر مین- امکانی خلعت جسم سے اُتار کر الٰہی لباس مین آگیا- اور اُسکی مراد اپنی تنزیہ ہوئی- تو اُس وقت مین **سبحانہ** کی آواز کا منہ سے نکلنا تاویل اور توجیہ کا محتاج ہے- اور **سبحانی** کی آواز اگر نکلے- تو بے محل نہین- کیونکہ یہی اُسکی مراد ہے- اِس بنیاد پر **سبحانہ** کے بہتر ہونے کے واسطے دو توجیہین درکار ہونگی- البتہ اُس وقت مین توجیہ کی ضرورت نہین ہے- جب مراد یہ ہو- کہ بایزیدی مرتبہ کو پہونچنے والا شخص اگر سبحانہ کہے گا- تو ظاہر ہوگا- کہ امکان اور وجوب کے دونون دریاؤن کو جذبات کی موجون نے درہم برہم نہین کردیا ہے- اور شریعت کا برزخ کہ اسی کی رعایت کے اندر حفظ مراتب ہے- درمیان مین حائل ہے اور اس مقام کا کمال بھی اس کے سوا نہین ہے- یعنی بایزیدی مرتبہ کو پہونچکر **سبحانی** نہ کہے- بلکہ سبحانہ کہے- جیسے کہ نزولی سیر مین جب ذات مطلق- انسانی مظہر سے ظہور کرتی ہے- تو سبحانہ کہتی ہے نہ **سبحانی**-

جو اصحاب مبدء اور معاد کا راستہ چلنے والے ہین- اور نیز جن صاحبون پر عروج اور نزول کی منزلون کے حالات منکشف ہین- اُن روشن ضمیر اصحاب کو اچھی طرح معلوم ہے- کہ عنوان سوال یہ ہے- سبحانی کہنا بہتر ہے- یا سبحانہ- اس عنوان سے یہ بات مفہوم ہوتی ہے- کہ جب سالک امکانی مراتب طے کرکے وجوب کے مرتبہ کو پہونچتا ہے- تو اُس وقت اِن دونون صیغون مین سے کون سے صیغہ کا کہنا بہتر ہے- ظاہر مین تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سبحانی کہنا مناسب ہے نہ سبحانہ- پس اس حالت پر نظر کرلے اس اعتراض کو گنجائش ہے- کہ مجیب نے کس اعتبار سے سبحانہ کو اولیٰ کہا- لیکن جب سوال وجواب کی عبارت سے مراد یہ مفہوم نہ ہو جس کا ذکر اوپر کیا گیا- بلکہ مراد یہ ہو- کہ مقام سبحانی مقام سبحانہ سے بہتر ہے- یا سبحانی کہنے والا سبحانہ کہنے والے سے افضل ہے- یا اس کے خلاف ہے- تو اس صورت

مین جواب بہرگز اعتراض وارد نہین ہوتا ہے - کیونکہ اس تقدیر پر جواب کے معنی یہ ہو جاتے ہین - کہ سبحانہ کا مقام - اور سبحانہ کہنے والا - افضل اور اعلیٰ ہے -

ولا ریب فیہ خصوصًا لمن کان لہ قلب او القی السمع وھو شھید لان القائل بقولہ سبحانہ متصف بالکون بعد الاتصاف بالالوھیۃ کما انصف الحق بہ بعد ما کان واجبًا والقائل بکلمۃ سبحانی ھو المتصف بالوجوب بلا اعتبار انصافہ بالکون فالاول محقق والثانی مجذوب ومقام التحقیق اسنی من مقام الجذبۃ

اس مین کچھ شک نہین ہے بالخصوص اُس شخص کے واسطے جو صاحب دل ہے یا کان لگا کر حضور قلب سے بات کو سنتا ہے - کیونکہ سبحانہ کہنے والا الوہیت کے ساتھ متصف ہونے کے بعد امکان کے ساتھ متصف ہے جیسے کہ حق بعد اسکے کہ واجب تھا اب امکان کے ساتھ متصف ہو گیا - اور کلمہ سبحانی کہنے والا - وجوب کے ساتھ متصف ہوتا ہے جس کے اندر امکان کے ساتھ متصف ہونے کے اعتبار کو دخل نہین - پس سبحانہ کہنے والا محقق ہے - اور سبحانی کہنے والا مجذوب ہے اور مقام تحقیق مقام جذبہ سے روشن تر ہوتا ہے -

اور اسی توجیہ پر شیخ الاولیا کے خط کی بھی نظر ثانی ہے - جو راقم کے عریضہ کے جواب مین صادر ہوا ہے - راقم کے عریضہ مین اسی قسم کا اعتراض تھا - حاصل خط یہ ہے - کہ جب سلطان العارفین ابو یزید بسطامی نے مقام سبحانی سے ترقی فرمائی - اور اپنے تئین - جس طرح الٰہیات کے ساتھ متجلی پایا تھا اُسی طرح ممکنات کے ساتھ متلبس پایا - تو بول اُٹھے -

ان قلت یوما سبحانی ما اعظم شانی فانا مجوسی وانا کافر واقطع زناری واقول اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ واشھد ان محمدًا رسول اللّٰہ

اگر مینے کسی روز سبحانی ما اعظم شانی کہا - تو مین مجوسی اور کافر ہو گیا - اور اب مین زنار قطع کر کے کہتا ہون - اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدًا رسول اللہ

کیونکہ انسان وجود مطلق کا خلیفہ ہے مرتبہ واحدیۃ کے اعتبار سے - اسواسطے کہ اُسنے مرتبہ واحدیۃ کے اندر ظاہر وجود مین بھی ظہور کیا ہے - جس کا خاص وصف وجوب ہے اور ظاہر علم مین بھی ظہور کیا ہے جس کے لوازم مین امکان داخل ہے -

ولذلک یقال فی حق ابن منصور لوکان

اسی واسطے ابن منصور کے حق کہا جاتا ہے - اگر ہمارے

فی زماننا لرقیناہ عما کان علیہ و ما ذلک الترقی الا الاتصاف بالکائنات بعد الاتصاف بالالٰہیات کما اتصف الحق بالکون بعد ما کان واجبا۔

زمانہ میں ہوتے تو ہم اُن کو اُس حالت سے ترقی دیدیتے جو اُن کو حاصل تھی۔ اور یہ ترقی سوائے اسکے نہیں ہے کہ کائنات کے ساتھ اتصاف پیدا کیا جاوے۔ بعد اسکے کہ الٰہیات کے ساتھ اتصاف پیدا ہو چکا ہے۔ جیسے کہ حق۔ امکان کے ساتھ متصف ہوا ہے۔ بعد اسکے کہ واجب تھا۔

پس سبحانہ۔ عبارت ترقی مراتب سے ہے۔ نہ سبحانی۔ پس اسی کو سمجھ لینا چاہیے۔

واضح ہو۔ کہ اس مقدمہ کا قائل۔ صاحب فصوص الحکم کا کلام ہے۔ جس کو مصنف نے فص نوحی میں وارد فرمایا ہے۔ یعنی یہ کہ قوم کا نوح علیہ السلام سے بھاگنا اسواسطے تھا۔ کہ آپ کی دعوت میں تنزیہ اور تشبیہ کے درمیان میں جامعیت نہیں تھی۔

قال دعوت قومی لیلا من حیث حقایقھم الباطنۃ الی التنزیہ و نہارا من حیث حقایقھم الظاہرۃ الی التشبیہ۔ فلم یزدھم دعائی الا فرارا۔ ای نفورا۔ مما دعوتھم الیہ

نوح علیہ السلام نے عرض کیا۔ مینے اپنی قوم کو بلایا راتون مین اُن کی باطنی حقیقتون کے اعتبار سے تنزیہ کی طرف اور دنون مین اُن کی ظاہری حقیقتون کے اعتبار سے تشبیہ کی طرف۔ مگر میری دعا نے فرار کے سوا کوئی فرق نہین کیا یعنی قوم کو جس امر کی طرف مین بلاتا تھا اُس سے نفرت ہوئی۔

ثم قال انما لم یجیبوا دعوتہ لما فیہ من الفرقان بین التنزیہ والتشبیہ و فی الامر ای فی نفسہ قرآنٌ و جمع بینھما لا فرقان وتمیز بینھما۔

پھر مصنف فصوص لکھتے ہین۔ قوم نے جو نوح علیہ السلام کی دعوت کو قبول نہین کیا۔ تو اس کا سبب سوا اس کے نہین ہے کہ اس دعوت کے اندر تنزیہ اور تشبیہ کے درمیان مین۔ فرقان (افتراق) ہے اور نفس الامر مین تنزیہ اور تشبیہ کے درمیان قران (قرب) اور جمع چاہیے۔ نہ کہ ان دونون کے درمیان فرقان (افتراق) اور امتیاز۔

ثم قال فان القران يتضمن الفرقان تضمن الكل لاجزائه والفرقان لا يتضمن القرآن فان الجزء لا يتضمن الكل فالقران اكمل من الفرقان۔

پھر مصنف فصوص لکھتے ہین۔ کہ قرآن شامل ہے فرقان کو جیسے کہ کل اپنی اجزا کو شامل ہوتا ہے۔ اور فرقان قرآن کو شامل نہین ہے۔ کیونکہ جزء کل کو شامل نہین ہوتا ہے لہذا قرآن بہ نسبت فرقان کے زیادہ کامل ہے۔

ثم قال وهذا ای لکون القران اكمل من الفرقان ما اختص بالقران الا محمد صلى الله عليه وسلم بالاصالة وهذه امة التی هی خير امة اخرجت للناس بالمتابعة والمراد بالقران الذی اختص به النبی صلى الله عليه وسلم وامته انما هو بالحقيقة السوائية الاعتدالية الجامعة بين التنزيه والتشبيه وسائر المتقابلات بحيث لا يغلب احد المتقابلين على الأخر فی مرتبة من المراتب فليس كمثله شیء ای فقوله تعالى ليس كمثله شیء فجمع الامرين امر التنزيه والتشبيه فی امر واحد ای آية واحدة وهی مجموع تلك الاية او كلام واحد وهو كل من نصفيها۔

پھر مصنف فصوص لکھتے ہین چونکہ قرآن۔ فرقان کی بہ نسبت زیادہ کامل ہے۔ لہذا قرآن کے ساتھ جس کو خصوصیت دی گئی۔ وہ اصالۃً محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہے۔ اور اتباعًا یا اُمت ہے جو بہترین امم ہے۔ وہ امم جو لوگون کی رہنمائی کے لئے پیدا کی گئی ہین اور جس قرآن کے ساتھ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک اور آپ کی امت خاص کی گئی ہے۔ اُس سے مراد وہ قرآن ہے۔ جو ایسی حقیقت کو شامل ہے۔ جو مساوات اور اعتدال کا درجہ رکھتی ہے۔ اور نیز تنزیہ و تشبیہ اور تمام متقابلات کو اس طور پر جامع ہے۔ کہ دونون متقابلون مین سے کوئی کسی پر کسی مرتبہ مین غالب نہ ہو۔ لہذا مثل اس قرآن کے کوئی شے نہین ہے یعنی خود قول اللہ تعالے جل شانہ کا ہے **لیس کمثلہ شیء** پس تنزیہ و تشبیہ دونون آیۃ واحدہ مین جمع ہین۔ اور آیۃ سے مراد ساری یہ آیۃ ہے۔ یا تنزیہ و تشبیہ دونون کلام واحد مین جمع ہین اور کلام سے عبارت منجملہ آیۃ کے دو نصفون کے کوئی سا بھی ایک نصف ہے۔

ثم قال فلو ان نوحا اتى بمثل هذه الاية اجابوه۔

پھر مصنف فصوص لکھتے ہین۔ اگر نوح علیہ السلام اس آیۃ کی ہدایت کے بموجب تعلیم فرماتے تو قوم اس کو

ضرور قبول کرتی -

اور اسی طرز پر مسیح الاولیا کا بھی بیان ہے - جس کو صاحب موصوف انوار الاسرار کے دیباچہ مین جہان اقسام تفسیر لکھے ہین - لکھتے ہین -

قوله ومن فسره واوله على الباطن ولم يلتفت الى ظاهره اصلا كاذهب الى فرعون انه طغى يراد بها ان موسى روحه وفرعون نفسه من غير ملاحظة معنى الاصلى الذى نزل لاجله فهو باطنى البطونة فى احد معانيه ومن فسره على الظاهر الصرف من غير ايمان واقرار بالاشارات والنكت التى هى عين البلاغة الى ربه ومحض الفصاحة من نفسه فهو حشوى خارجى ما راى من جلال قرائته الاس اوقات عزته ولم يظفر بدخوله فى مجلس وقوف على جماله المندرج فيه والمندمج تحته ومن جمع بينهما فهو العارف الكامل الواقف بالكتاب وبمراد نزوله -

مسیح الاولیا کا بیان ہے - جس شخص نے قرآن کی تفسیر کی اور صرف باطن کی طرف تاویل کر کے کھینچ لے گیا - اور ظاہر کی طرف قطعی ملتفت نہین ہوا - جیسے اذہب الی فرعون انہ طغی سے یہ ارادہ کیا کہ موسیٰ اُسکی روح ہے اور فرعون اُس کا نفس ہے - بغیر اُن اصلی معنی کے لحاظ کے - جن کے واسطے خاص کر قرآن نازل ہوا ہے وہ شخص باطنی ہے - کیونکہ قرآن کے دونون معانی مین سے ایک کو چھوڑ کر ایک کے اندر گھس گیا ہے - اور جس شخص نے قرآن کی تفسیر صرف ظاہر پر کی - اور جو اشارات اور نکات اللہ تعالیٰ جل شانہ کی نسبت کر کے عین بلاغت ہین - اور تفسیر کنندہ کی نسبت کر کے محض فصاحت ہین ان اشارات اور نکات کا یہ مفسر نہ ایمان رکھتا ہے - اور نہ اقرار کرتا ہے - وہ شخص حشوی خارجی ہے جس کو جلال قرأۃ مین سے بیرونی پردہای عزت کے سوا - کچھہ نظر نہین آیا - اور اُسکو محل قیام مین داخل ہوکر اس جمال کا دیکھنا نصیب نہین ہوا جو اس کے اندر مندرج اور پوشیدہ ہے - اور جس شخص نے ظاہری اور باطنی دونون معانی کو جمع کیا - وہ شخص عارف کامل ہے اور کتاب سے اور مراد نزول سے واقف ہے -

اور انہین ظاہری باتون کے طور پر وہ تحقیق بھی ہے - جو لفظ انفس کے متعلق مسیح الاولیا نے لکھی ہے

یعنی انسان کی عنصری ترکیب مین روح واجب کے مرتبہ مین ہے - کالبد ممکن کے درجہ مین ہے - اور دل اُس مقام پر ہے جو دونون کو جامع ہے [۱] عبارا تنا شتی وحسنک واحد بیت -

یک نکتہ بیش نیست غم عشق وین عجب	از ہر کسے کہ مے شنوم نا مکرر ست

خلاصہ اس طول وطویل منقولات کا سوائے اس کے نہین ہے - کہ جامعیۃ کا مرتبہ افضل ہے سبحانہ تنزیہ جامع ہے - اور سبحانی صرف تنزیہ واجب ہے [۲] فظہر المراد وزال الاعتراض :

یاد قاضی محمود موربی

مورب ایک موضع ہے مضافات گجرات مین - آپ شیخ لشکر محمد عارف قدس سرہ کے مرید مین - رسمی علوم کی تحصیل نے آپ کو فضیلت کے درجہ پر پہونچایا تہا - حکیم عثمان بوبکانی اور مولانا موسیٰ بوبکانی جو عادل پور برہان پور کے مدرس تہے - بعض علوم مین مثل عربی اور نحو کے آپ کے شاگرد مین آپ کے پیر سے روایت ہے - جن ایام مین راوی (مین) ہدایہ فقہ قاضی محمود سے اور قاضی محمود نقد نصوص اندمراۃ العارفین - اس درویش سے پڑہتے تہے - تو آپ کو ایک مسئلہ کلام مین سخت دشواری پیش آئی - کہ یہ جلیل القدر صفت اللہ تعالیٰ جل شانہ کی نسبت اس طرح کیون کر ثابت کی جاوے جو اعتراض سے سالم رہے - القصہ مسئلہ مذکور اس طرز سے دلنشین کیا گیا - کہ تردد کی خلش آپ کے ذہن مین باقی نہین رہی - اور عبارت والون کے جہگڑے سے آپ کے ضمیر کو نجات مل کر سکون حاصل ہوا - اُس وقت آپنے کہا - مردون کے واسطے یہ بڑی لغزش گاہ ہے - اس موقع کے واسطے ایک عصا ہاتہہ آیا - اور نیز آپ فرماتے تہے - جس روز سے شیخ عارف کے ہاتہہ پر مینے بیعت کی ہے - اُس روز سے علوم اور فنون کی بہت سی مشکل اور مخفی باتین میری طبیعت پر ملازمت پیر کے فیض سے بآسانی حل ہوجاتی ہین - اور بہت مدت سے ایسا ہوتا ہے - کہ حقائق پناہی مولانا عبدالرحمن جامی قدس سرہ عالم خواب مین میری دشواریان حل کردیتے ہین -

مصرع باد آسان در طریقت انچہ دشوارش بود -

یاد شیخ اولیا

آپ نے قدم فرسائی کی - تو صدق وصفا کے میدان مین - اور خانہ نشین ہوئے - تو فقر وفنا

---

[۱] ہماری عبارتین متعدد مین اور تیرا حسن صرف ایک ہے ۱۲ [۲] مراد ظاہر ہوگئی اور اعتراض رفع ہوگیا - ۱۲

کے کوچہ مین شیخ لشکر محمد عارف کے خلیفہ تھے - اور شیخ الاسلام خواجہ عبداللہ انصاری سے نسبت تھی - قدس اسرارہم - ایک روز آپ کے پاس خبر آئی - کہ آپ کا بیٹا اور داماد دونون - جان فرسا لڑائی کے معرکہ مین مارے گئے اس خبر کو آپنے کشادہ پیشانی کے ساتھہ سنا - ماتم اور تعزیت کا رنگ ڈھنگ آپ کے اوضاع اور اطوار سے قطعی پیدا نہین ہوا - اور اِن دونون عزیزون کی خبر کا جان گزا خط اپنی بیوی کے پاس لیجاکر اس عنوان سے سنایا - کہ تمہارے واسطے ایزدی بارگاہ کا ہدیہ لایا ہون مصرع خدا بر صبر او پاداش بخشاد -

یاد شیخ رکن الدین ابن محمود

آپ کی زاد بوم بیانہ ہے - جو دار السلطنت آگرہ سے دو منزل دور ہے - یہان کا نیل اور مہندی دونون چیزین بے مثل ہوتی ہین - اہل جہان سوغات سمجھکر ہر ایک ملک کو لیجاتے ہین - آپ فرماتے تھے - ہم تین شخص جو باہم برادر تھے - مراغہ تبریز سے ہند کی طرف آئے تھے - شرف الدین - داؤد - اور عبد المجید - پہلے بھائی نے بیانہ مین عقد کر لیا - اور دوسرے ڈجور ہے - یہ مجرد اور حصوری مرے - شیخ رکن الدین چودھوین پشت مین شرف الدین کو پہونچتے ہین - جس سال ہمون نام بیکرپرست - جنت آشیانی کے لشکر سے بھڑ گیا تھا - آپ بیانہ سے چل کر دار الامان منڈو مالوہ مین چلے آئے تھے - صناعت خان کی بے ستون مسجد بادشاہان خلج کا جہان گنبد ہے - اوسکی جنوبی سمت مین واقع ہے - اسی مسجد مین آپ نے قیام فرمایا - اور خدا پرستی - اور بیدار دلی کے ساتھہ متوکلون کی طرح گزران کی - نحو اور فقہ کی کتابون سے آگاہ تھے - پرہیزگاری اور کم آزاری مین استحکام کے ساتھہ قدم جمائے ہوئے تھے کامل بائیس سال تک درویش زادون کو - بدون اجرت لینے اور احسان رکھنے کے قرآن پڑھایا - اور عربی زبان مین استعداد پیدا کراتے رہے - اپنے حجرہ سے جامع مسجد اور جنازہ کی نماز کے سوا - کہین نہین گئے - تاریخ چوبیسوین جمادی الاول ہجری سنہ نوسو بانوین کو روانہ مکان قدس ہوئے - ایک لڑکے کو بیانہ سے ہمراہ لائے تھے - جس کا نام عبد الغفار ہے - یہ آج تک اُسی مسجد مین زندگی گزار رہے ہین - خوابگاہ منڈو - سید محمود کی مسجد کے صحن مین مصرع بادرگہی از ارم ماوائے او -

یاد شیخ یوسف قادری

آپ سید اسمعیل کے مرید ہین - جو شیخ کمال الدین قریشی کے خلفا مین سے ہین - آگرہ کے نئے قلعہ مین سکونت رکھتے تھے - سرگشتہ طالبان خدا کی رہنمائی کے بارہ مین بہت کچھہ دلسوزی اور کوشش سے کام لیتے تھے - بالآخر پیر بزرگوار نے اپنی دامادی سے آپ کو سرفراز فرمایا - اس ظاہری رشتہ کے ساتھہ معنوی نسبت کا رشتہ

اور پیدا ہوگیا - ان دونون صدفون کے شاہوار موتی دار السلطنۃ مین موجود ہین - خدا کرے - خدا شناسی کا شرف نصیب ہو مصرع کو درخت سعی تا از وصل جانان برخوریم ؎

یاد شیخ حسن چشتی

آپ کی زادبوم قصبہ تھانیسر ہے - جو سلطان پور نذربار کے پرگنات مین سے ہے - آپ بہت پرانے ضعیف العمر مگر زندہ دل شخص تھے - ہمیشہ نم ناک آنکھون کے ساتھہ زانو پر سر کیے ہوئے بیٹھے رہا کرتے تھے آپ کی صحبت مین دل ربائی کی صفت تھی جو شخص ایکبار آپ کو دیکھہ لیتا تھا - اُس کو پھر دوبارہ آپ کے دیکھے بدون آرام پانا ممکن نہین ہوتا تھا مسیح القلوب سے روایت ہے باوجودیکہ آپ کے پانچ لڑکے تھے - جو دینداری اور علم سے آراستہ تھے - اور با ارادت معتقدین کی ایک جماعت کی جماعت تھی - لیکن درویشون اور عالمون کی ملازمت مین جب جایا کرتے تھے - تو تنہا جایا کرتے تھے - جب اس بارہ مین آپ سے دریافت کیا گیا - تو فرمایا کہ مجکو یہ خیال ہوتا ہے - کہین ایسا نہ ہو کہ بزرگان دین کی ملاقات کے وقت ہمراہیون کے دل - کسی اندیشہ باطل مین مبتلا ہوجاوین - یا میرے دل مین اپنے ہمراہی فرزندون اور مریدون کے واسطے کوئی ایسی خواہش پیدا ہووے جس مین مشائخ طریقت کی خوشنودی نہ ہو - اس سبب سے خداشناس گروہ کی خدمت مین تنہا جانا بہتر معلوم ہوا بیت

چراغ مہر و خورشید محبت		شب تنہائیش را در کمین باد	

یاد شیخ محمد[۲]

آپ علوم غریبہ بالخصوص اقسام جفر اور دفق اعداد اچھی طرح جانتے تھے - علم کو عمل کے ساتھہ رفیق بناکر اپنی مصاحبت سے لوگون کو فیض پہونچاتے تھے - قرآنی تلاوت کے وقت بہت کچھہ تاثیر اور ترتیل کام مین لاکر سننے والون کو خدائی پیغام پہونچایا کرتے تھے - ہمیشہ مہمان خانہ مین مقیم اور مسافر ہم نشینون کے ساتھہ کھانا کھایا کرتے تھے - محبت کا دلولہ - اور عشق کا شعشہ - ہمیشہ اور ہر وقت آپ کا حریف تھا - اور دائمی شگفتگی آپ کے مزاج کا جزو تھی - امام فضلا آپ کی رحلت کی تاریخ ہے - سنہ ۹۹۳ھ

یاد شاہ منجھن

آپ عبد اللہ ابن قاضی خیر الدین کے فرزند ہین - شریف اور نجیب الطرفین تھے - آپ کے پدری دادا - خلاصۃ العلما قاضی تاج الدین نحوی - اور مادری دادا - زبدۃ السادات قاضی سما الدین دہلوی ہین - جو

فتوی نویسی کے عالی منصب پر سرفراز اور قتلغ خانی کے پاک خطاب کے ساتھہ مشہور تھے - آپ کے پیر بیعت تاج العرفا سید تاج الدین بخاری ہین - یہ سید صاحب - بہت کچھہ معرفت اور سیاحی کے ساتھہ روشناس ہین - اور ہر ایک ملک کے مشائخ سے ان کو خلافت حاصل ہے - جب سید صاحب ہند مین آئے - تو غوث الاولیا کی ملازمت حاصل کر کے خلعت اجازت پایا - پھر اس کے بعد - اسی شطاریہ سلسلہ مین اپنے تئین مشہور کیا - اپنے مرید شاہ منجھن کی سفارش - حضور غوث الاولیا مین کر کے - خدمت مین چھوڑا - آپ اُس فرصت مین مرشد کی جملہ تصانیف مین سے جواہر خمسہ کو پیر کی خدمت مین پڑھ کر - اپنے عمل مین لائے - جواہر خمسہ ایک کتاب ہے - جو زاہد کے اشغال - سالک کی رفتار - اور صوفی کے اعتقاد پر شامل ہے - خرقہ خاص جو کوہستان چنار کی ریاضت کے وقت غوث الاولیا پہنے رہتے تھے - آپ کو عطا ہوا ہجری سنہ ایک ہزار چودہ مین آپ کے فرزند ارجمند شیخ عثمان کے ہاتھون - راقم نے بھی اُس خرقہ کی زیارت کی تھی -

اب مین کسی قدر حالات لکھتا ہون - شاہ منجھن - خلاصہ علماے زمانہ شیخ احمدی کے ہمدرس تھے - تمام علوم متداولہ کا محققانہ درس فرمایا کرتے تھے - شرعی حدود اور اُس کے آداب کا لحاظ رکھنے مین - بہت کچھہ کوشش اور اہتمام کام مین لاتے تھے - آپ کے ایام زندگانی - درس - مطالعہ - مراقبہ - اور محاسبہ مین وقف تھی جس سال مین شیر خان سور نے قلعہ راے سین فتح کر کے اسلام آباد نام رکھا - اس سال مین آپ اپنے وطن لکھنوتی سے چل کر اُس قلعہ مین آئے تھے - ایک عمر تک اُس قلعہ کی شیخ الاسلامی اور خانقاہ داری کا منصب آپ کے نام سے رہا - جب قلعہ مذکور کی سرداری کی نوبت ہنود کو پہونچی - تو آپ وہان سے بہ ترک سکونت سارنگپور مالوہ مین چلے آئے - اور یہین مکان بنا لیا - ایسا عالم جو علوم کی فیض رسانی کا دروازہ لوگون پر کشادہ کرے - اُس زمانہ مین اور اُن اطراف مین نہین تھا - اور کتابین بھی حادثہ کے سبب سے لوٹ مین جاتی رہین تھین - ناچار آپ نے ہر ایک فن مین اپنی یاد سے ایک ایک رسالہ مرتب اور تحریر کر لیا - اور طالبان علم کو اُس وقت تک کہ معتبر مبسوط کتابین ہاتھہ آوین - اُن مرتبہ رسالون کے ذریعہ سے فیض بخشی فرماتے رہے - بعدہ آپ کے گرامی قدوم کی برکت سے سارنگپور شہر - شیراز کی طرح دار العلوم بن گیا - اور بہت سے اہل کمال آدمیون کے واسطے وہان کی دامنگیر خاک سکونت کا باعث ہوئی -

جب آپ کا وقت پیری آ پہونچا - تو آپ نے دل کو فرزندون اور عزیزون کی محبت سے پاک کیا اور قصبہ ہرشٹہ مین جو سارنگپور سے دو منزل دور ہے - گوشہ نشینی کے واسطے مکان اختیار فرمایا - پھر چند سال بعد ہجری

سنہ ایک ہزار ایک کے ماہ ربیع الاول مین آپ بمقام سارنگ پور گئے - اور تمام چہوٹون بڑون سے خوشنودی حاصل کی - اور رخصت ہوکر وہان سے پہر اپنے گوشہ نشینی کے حجرہ مین واپس چلے آئے - اب اس وقت مین عمر شریف کا سال اسّی کے خانہ مین آگیا تہا - اس مہینے مین آپنے ایک روز اُن اصحاب کے ساتہہ جو ذکر جہر کے ہنگامہ مین حاضر تہے - جہان فانی کے وداعی مراسم ادا کئے -

آپ کے جد بزرگوار قاضی تاج الدین نحوی شیخ محمود زندہ پوش قرشی عشقی کی نسل سے ہین جن کی خانقاہ اسلامی شہر بلخ مین تہی - جس زمانہ مین اشرف دانشوران قاضی شہاب الدین صاحب بحر مواج اور قاضی فخر الدین کی ذات مبارک سے ہندمین مجلس فیض عین رونق پر تہی - اُس زمانہ مین قاضی تاج الدین نحوی بلخ سے ہندوستان مین آئے تہے - اور شہر لکہنوتی مین قیام کی تجویز کی تہی - بہت سے طالبان علوم کو علوم اور فضیلت سے آشنا کردیا - جب ہجری سنہ نوسو چہیاسی مین مالک اقلیم اکبر شاہ نے مالوہ کی طرف کوچ فرمایا - توصوبہ مالوہ کے تمام مشائخ ایک وجہ خاص سے لشکر مین فراہم کئے گئے - اس مجمع مین راقم کو شاہ جی کی خدمت مین حاضری کا موقع ملا تہا - دیدار اور دست بوسی سے فیض پایا تہا - خدا کرے - آپ کی برکات دوام کے ساتہہ ہم آغوش رہین -

یاد خواجہ کلان پور خواجہ جوئباری

آپ - دینی سعادت مین - موحدان سابق کے ہم پایہ - اور دنیاوی تصرفات مین فرمان روایان زمانہ کے ہمسر تہے - بااینہمہ طریقت - آزادگی بے تعلقی - اور درویشی کے قانون اور آئین مین ایک شمہ بہی فروگزاشت نہین کرتے تہے - کہتے ہین - حاجتمندون کی معروضات اور ارباب ہوس کی خواہشات سننے کے بعد - اُسی حجرہ مین گہس جایا کرتے تہے - جو بنا رکہا تہا اور تن گدازی - اور روح پروری کے کام مین مشغول ہوجاتے تہے - اسی طریقہ سے تمام عمر گزاردی - جب ہجری سنہ نوسو بانوین مین - اپنے اعضاو جوارح ملک عدم کے سپرد کرکے عنصری مکان سے اصلی مقام کو کوچ فرمایا - تو گہر مین سے سوائے ایک شکستہ خشت اور ایک پرانی چٹائی کے کچہہ نہین نکلا -

یاد شیخ یوسف بن شیخ عبداللہ تمیمی انصاری

آپ نے کتابی علم کی تحصیل - اپنے پدر بزرگوار کی تعلیم سے کی تہی - جب آپ امیر سید اسمٰعیل ابن سید ابدال تاذری کی صحبت مین پہونچے - تو یہان نسبت دامادی پیدا ہوگئی - اور نیز ان کا دامن پکڑ کر آتشی

معرفت کا سامان فراہم کیا۔ چند روز بعد سید اسمٰعیل نے خرقہ خلافت عطا فرماکر اپنا جانشین بنایا۔ دنیاوی داد وستد۔ ہر ایک کی ضرورت اور عدم ضرورت کے اعتبار سے لازمہ بشریت ہے۔ اس داد وستد کے اندر مکروفریب کو آپ کے افعال مین اور ناراستی کو آپ کے اقوال مین دخل نہ تھا۔ ہجری سنہ نوسو چورانوین مین شوال مہینا گزر کرچاند رات کے دن نماز عصر مسجد مین پڑھنے کے بعد معمولی وظیفہ مین مشغول تھے۔ آفتاب ڈوب جانے کے بعد بعض مسجد نشینون نے ہلال ذی قعدہ کی رویت کے واسطے اٹھکر باہم مبارکبادکہی آپ کی آنکھون سے آنسو ٹپک پڑے۔ اور رو کر کہا۔ اگر چاند نظر آگیا ہے۔ تو درویش کو عنصری تعلقات کے بار سے سبک دوش کرکے۔ اپنے حضور مین کیون طلب نہین فرمالیا۔ شاید خداوندی بارگاہ کے لائق نہین جانا ہوگا۔ اسی قسم کی باتین کر رہے تھے کہ اتنے مین نماز مغرب کی تکبیر ہوئی۔ آپ نماز پڑھکر اپنے مکان کی طرف چلے آئے۔ اسی دم۔ تکیہ پر سر رکھکر۔ اپنی جان کو کلمہ شہادت کے ساتھ۔ اصلی وطن مین پہونچادیا۔ خوابگاہ اگرہ

یاد مولانا کاسکراتی ابن امیر امین الدین خراسانی

آپ اپنے ماموں مولانا فخرالدین علی واعظ کے مرید ہین۔ آپ کے دل مین عشق اور عرفان کے جواہرات بھرے ہوے تھے۔ اور آپ کی زبان کی کنجی سے عقل ونقل کے خزانے کھلتے تھے۔ کسی مقام مین بلکہ اپنے مکان کرامات مین بھی رہنا پسند نہین تھا۔ ہمیشہ آزروے فقار رہتی تھی۔ کہتے ہین۔ بہتیرے لوگ آپ کے درس سے اُستادی اور مدرسی کے درجہ کو پہونچ گئے۔ نیز آپ فرماتے تھے۔ میرے ماموں ہمیشہ باغ مین تنہا جایا کرتے تھے۔ ایک روز مین نے عرض کیا۔ مجکو بھی اپنے ہمرکاب لے چلیے۔ فرمایا۔ تم کو باغ دیکھنے کی تاب نہین ہے۔ لیکن اس لحاظ سے کہ مین دل شکستہ نہ ہوں مجکو ہمراہ لے گئے۔ جب باغ کے اندر قدم رکھا۔ تو اُس کے درخت تمام وکمال قیام سے رکوع مین جھک گئے۔ مجکو حیرت اور حیرت کی وجہ سے بیہوشی ہونے لگی۔ آپ نے میری پیٹھ پر ہاتھ پھیرا۔ تب میرے دل مین اس حالت کے دیکھنے اور برداشت کرنے کی طاقت پیدا ہوئی۔ ہجری سنہ نوسو چوالیس مین جہان فانی کو وداع کیا۔

یاد مخدوم جعفر

آپ کی زادبوم اور خوابگاہ سدونون بوبک گانون مین ہین۔ جو سیہوان کے نزدیک ہے۔ سیہوان کو سیستان سندہ بھی کہتے ہین۔ زبان کو رسمی فضیلت اور دل کو حقیقی معرفت حاصل تھی۔ آپ ضمیر کی باتون سے آگاہ۔ غمگین دلون کے دوست۔ اور نیز رموز انفس وآفاق سے واقف تھے۔ شیخ طاہر ابن یوسف سندہی

کے اُستاذزادہ ہین - جو مجمع البحار طاہری - اور ریاض الصالحین کے مصنف تے مسیح زمان شیخ عیسیٰ قاسم مظلہ سے روایت ہے - حکیم عثمان بوبکانی سے مینے سنا ہے - اُنھون نے فرمایا - مخدوم نے آخر عمر مین منطق کی کتابین دریا مین بہادی تہین - اور احیاء العلوم - عوارف - فصل الخطاب - اور نیز ان کتابون کی شل جو دیگر کتب ہوتی تہین - اُن کے مطالعہ کے سوا کوئی شغل نہین تہا مصرع باد بر روحش مقام جنت فصل الخطاب -

یاد مخدوم بایزید لاکھہ

لاکہ - ایک قبیلہ ہے سندمین - عزت آماے دارین - بہرہ مند نشاتین - مرزا عبدالرحیم خانخانان - امد دولتہ نے مسیح زمان کی خدمت مین بیان کیاتہا - کہ جب مین صوبہ تتہ فتح کرنے کے زمانہ مین - مخدوم کی خانقاہ مین پہونچا - تو صوفیون کی ایک جماعت دیکہنے مین آئی - کہ اُن کے ہاتہ تو لازمی ضروریات بہم پہونچانے کے کام مین معروف تہے - اُن کی زبانین تلاوت قرآن کے ساتہہ - ذکر الٰہی مین لگی ہوئی تہین - اور اُن کے قلوب - نفسانی خطرات دور کرنے کی فکر مین مشغول تہے - آپ کی گرامی صحبت سے بہت کچھہ باطنی فروغ حاصل ہوا -

مصرع آیۂ نور باد شمع شبش ؎

یاد مخدوم بلال سندھی

آپ - حق کے عارف - اور خلق کے معروف تہے - ہدایت سندہی سے روایت ہے - ایک رات کا ذکر ہے - مخدوم خلوتخانہ کے اندر - مطالعہ اور مشاہدہ مین مشغول تہے - پیاس کا زور یہان تک ہوا - کہ پانی کے واسطے باہر آناپڑا - ناگاہ خواجہ خضر علیہ السلام موجود ملے - دیا - جو کچھہ دیا - اور پایا جو کچھہ پایا بیت

آنچہ حق بہر بندگان آراست	آرزو آنچنان ندانند خواست

یاد مولانا خرد دیوانہ

آپ کے ہاتہ نے دامن مولانا خواجگی کاشانی کے ارشاد کا پکڑا تھا - آپ آگاہ دل - خداشناسون مین سے تے ہمیشہ فیض رسانی کی مسند پر معرفت الٰہی کا بیان کرنے کے وقت جذبہ کی وجہ سے چہرہ سرخ ہوجایا کرتا تھا - اور معانی کا نشہ سر سے جوش مارا کرتا تھا - ایسی اونچی اونچی باتین بیان کیا کرتے تہے - کہ اندیشہ بہی اُن کے ادراک سے قاصر رہتا تہا - اور کوئی دانشمند - آپ کے بیان کی توجیہ نہین کر سکتا تھا - کہتے ہین - دارالاسلام بلخ کے فرمان روا پیر محمد خان اوزبک نے اپنے زمانہ حکمرانی مین ایسے خلیفہ کی درخواست کی تہی - جو نقشبندیہ سلسلہ پر لوگون کو تالیف قلوب کرکے کہینچ لاوے - چنانچہ مولانا نے اپنے

یارون سے استفسار فرمایا۔ ہرایک نے اس کام کے لئے۔ اپنے تئین تجویز کیا۔ اُس وقت مجلس مین مولانا خرد موجود نہین تھے۔ پیر بزرگوار نے سب کی راے کو نظر سے گرادیا۔ کیونکہ لوسے پسند آ رہی تھی۔ اور قلبی توجہ سے مولانا خرد کو مجمع کی طرف کھینچ بلایا۔ اور فرمایا۔ دلوانہ تم درویشان بلخ کے پیشوا کئے گئے ہو۔ اُٹھو۔ اور روانگی کا سامان کرو۔ جب وہان پہونچ جاؤ تو طریقہ رہنمائی اختیار کرنا۔ اور طالبون کو اپنے مطلوب مین کامیاب کرنا۔ آپنے تعمیل حکم کی۔ اور رہنمائی کا کام سنجیدہ روش کے ساتھ انجام دیا۔ ہجری سنہ کچھ اوپر نوسو نوے تھا۔ کہ آپ کی طلب۔ روحانی عالم مین ہوئی۔ آپ نے قبول فرماکر بلخ مین خوابگاہ اختیار کی۔

یاد شیخ صدیق برودرہ (بڑودہ)

آپ عطار کے لڑکے تھے۔ جب توفیق کی بزم سے آپ کو کیف حاصل ہوا۔ تو باپ کی عطاری کی دوکان چھوڑکر۔ پیر کا شطاری طریقہ اختیار کیا۔ تھوڑے عرصہ مین ذاکر۔ شاغل۔ عابد۔ عارف۔ فانی۔ متوکل۔ اور نیز گوشہ نشین ہوگئے۔ خلافت کا خرقہ۔ اور بیعت کی کلاہ شیخ صدرالدین ذاکر سے ملی تھی۔ ہمیشہ جان توڑ کر کوشش کیا کرتے تھے۔ کہ پیر کی ہی ملازمت مین رہین۔ پیر کی اُخروی رحلت کے بعد ناچار ہوکر ایک مسجد کا گوشہ اختیار کرلیا تھا۔ اور اُسی مین رہے۔ جب تک کہ ناسوتی تلچھٹ کا پیالہ توڑ کر لاہوتی شراباً طہورا کا پیمانہ منہ سے نہین لگالیا۔ اور بزم وحدت مین صاحب دور نہین ہوگئے۔ ہجری سنہ نوسو بانوین مین جو مظفر گجراتی کے خارج ہونے کا اور خانخانان کی فتح کا سال ہے۔ راقم رسمی علوم کی تحصیل کے ارادہ پر اپنے وطن سے احمدآباد گجرات کو جارہا تھا۔ جب شہر برودرہ (بڑودہ) ہوکر گزرہوا تو اپنے مرشد شیخ صدرالدین ذاکر کے روضہ کی زیارت کے واسطے۔ اور نیز اُس شہر کے مشایخ کی ملازمت کے قصد سے دو تین روز وہان پر مقام کیا۔ اور اپنی مشتاق آنکھین ان اصحاب کے دیدار سے منور کین۔ اس درمیان مین شیخ صدیق کی خدمت مین کئی دفعہ رازداری کی باتین ہوئین۔ پھر جب ہجری سنہ ایک ہزار تین مین استادی شیخ وجیہ الدین علوی کے روضہ مقدس کی خاک بوسی کے واسطے گجرات کو گیا۔ تو اس دفعہ آپ کو برودرہ (بڑودہ) کی اُس مسجد مین نہ پایا۔ مسجد کے ہمسایون سے آپ کے حالات تحقیق کئے۔ تو انہون نے بیان کیا۔ کہ ہجری سنہ نوسو ستانوین مین آپ آنجہانی ہوگئے۔ بعض نے سنہ چھیانوین بیان کیا۔ العلم عند اللہ الملک العلام

یاد شیخ عبدالرحمن صوفی سرہندی

آپ ترین گروہ مین سے ہین۔ عاشق منش۔ مبتلا سرشت۔ سوختہ دل۔ حسن پرست۔ فراخ مشرب

بہرہ وجوبلند ہمت - ستودہ خو - گوشہ نشین - گرسنگی پرور - نیاز گزار - آرزو دشمن - قناعت دوست اور اہل کشف تھے - آپ کو سید بدہا بلگرامی کی خدمت مین ارادت تھی - جب اپنی زادبوم سے آپ دارالسلطنت آگرہ مین آئے - تو غوث الاولیا کے صاحب زادہ مخدومی شیخ ضیاء اللہ کی خانقاہ مین حجرہ تجویز کرلیا قدس سرہم اور چند روز مین ضیائی صحبتون نے زندگانی کا باغ پُربہار کردیا عایشہ نامی ایک عورت حسینہ اور جمیلہ تھی یکایک آپ اُسپر عاشق ہوئے - زیادہ تر تعجب کی یہ بات ہے - کہ عورت مذکورہ نے بھی - درویش اور نیز درویشی پر دل دیدیا تھا - **القصہ** دونون طرف کی اجازت - اور خوشنودی سے عقد کی رسم ادا ہوئی - بہت برسون تک دونون ہم راز رہے - سید احمد قادری آپ کے ہم رازون مین سے ہین - ہمیشہ کہا کرتے تھے - کہ شیخ اس عورت کے ساتھہ ایسا گہرا مراقبہ کیا کرتے تھے - کہ رات کو صبح کردیا کرتے تھے - اور ۵۱ زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ کے برگزیدہ لوگون سے مستثنیٰ تھے - کیونکہ آپ کی نظر بساط زمانہ کی رنگ آمیزی کو دیکھکر کبھی اپنی جگہہ سے نہین سرکتی تھی - اور آپ کا دل - روزگار کے طلسمی ہنگامہ سے کبھی دہوکہ نہین کہاتا تہا - بلکہ نہایت کم درجہ کی خورش اور پوشش سے بہوک کی دفع الوقتی - اور برہنگی کی دلاسا کشادہ پیشانی کے ساتھہ فرمایا کرتے تھے - ہجری سنہ نوسوپچانوین مین اپنی عنصری صورت - سپرد خاک کرکے - اصلی وطن کو رخصت ہوئے -

یاد شیخ طیب طاب ثراہ

آپ - حافظ - عالم - قاری - بے تکلف - شکستہ دل - اور نمناک چشم تھے - اپنے گہر کی ضروریات خریدنے کے واسطے بازار کو جایا کرتے تھے - ایک روز آپنے ایک حسین کو جو معشوقی کے ساتھہ اُس ملک مین مشہور تہا مسیح القلوب کے ہمراہ دیکہا ہے - اور مذاق کے طور پر کہا ۵۲ اَهٰذَا الَّذِي يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ اور یہ کہکر چل دئے - مخدوم ہارون ایک بزرگ تھے - سندہ کی تمام زمین ان کے وجود سے روشن تھی - اور تتہ کی تمام اطراف ان کی باعلم اولاد اور شاگردون سے منور ہین کہتے ہین شیخ طیب انہین مخدوم کے فرزندون مین سے ہین ظاہری علم مین آپ کے اُستاد - ملا یونس مفتی سندہی ہین - تقدیر کے کرشمہ سے ناچار ہوکر آپ اپنے وطن سے دل برداشتہ ہوئے - اور ایلچ پور برار کی طرف سفر اختیار کیا - اس زمانہ مین شیخ طاہر یوسف بیان

۵۱ لوگون کو (دنیا کی) مرغوب چیزون کے ساتھہ دل لستگی بھلی معلوم ہوتی ہے ۵۲ کیا یہی ہین - جو تمہارے معبودون کو (بُری طرح) یاد کرتے ہین ۱۲-

تشریف رکھتے تھے - ایک دوسرے کا دیدار دیکھکر خوش ہوئے - اور شکر آلہی بجلائے - ان دونوں صاحبوں کے درمیان مین بیان تک محبت ٹھری - کہ شہر کے لوگ دونوں بزرگواروں کو باہم بہائی بہائی سمجھتے تھے لیکن یہ شیخ طیب - وہ شیخ طیب نہین ہین جو اُن کے بہائی تھے - اُن کا پیمانہ زندگی - ہجری سنہ نوسو پچاس مین لب ریز ہوچکا ہے - القصہ - آپنے ایک مفید شرح رسالہ غوثیہ پر لکھی ہے - اور آپ کے عمدہ عمدہ حاشیہ مشکوۃ حدیث پر بہی ہین - مسیح القلوب اصول فقہ اور کلام مین آپ کے شاگرد ہین - برار کے حاوۂ معلوم ہین شیخ طاہر کے ہمراہ آپ بہی حاکم کی التماس قبول کر کے برہان پور مین آ گئے تھے - بہت کچھہ فیض بیان کے لوگون کو پہونچایا اور دسوین صدی کے دسوین حصہ مین آپ نے اُس جہان کا عزم فرمایا - خوابگاہ - شیخ ابراہیم عمر سندھی کے حظیرہ مین ہے - مصرع باد طیب ہمچو نامش خاک او -

یاد شیخ عربی دیانہ سندھی

آپ کی ایسی عجیب وغریب ہوش رُبا خارق عادات - زمانہ کے لوگ بیان کرتے ہین - کہ اُن کو تحریر اپنے آغوش مین نہین لاسکتی ہے - منجملہ خارق عادات کے ذکر قربان کو کمال کے درجہ پر پہونچایا تہا جب آپ اُس کا شغل کیا کرتے تھے - تو تمام جسمانی اعضا بند بند کر کے جدا ہو جایا کرتے تھے - اور پہر مل جایا کرتے تھے - بعض کا یہ گمان ہے - کہ مخدوم نوح آپ کے مریدون مین سے ہین واللہ اعلم -

مصرع مظہر معجزات احمد بود ؎

یاد شیخ سعد اللہ دھلوی چشتی

آپکا روزمرہ کا خرچ - دہقانی - سوداگری - یا سپاہگری پر منحصر نہین تہا - بلکہ [له] فی السماء رزقکم کے جاگیرداروں کے نام دیوان ازل سے فرمان وظیفہ جاری ہوگیا تہا - اس سبب سے آپنے زندگی - اُسی آسمانی روزی پر بسر کی - کسی متعارف سبب کو ہاتھہ نہین لگایا - اور آزادگی اور گوشہ نشینی کا دامن ہمت کے ہاتھہ سے پکڑکر واصلان حق کی ملازمت سے فیض اُٹھایا - آپ اپنے تئین شیخ جاپلدہ دہلوی قدس سرہ کے خانقاہ نشینون مین سے بیان فرمایا کرتے تھے شیخ عبدالعزیز یحیی مندری دہلوی کے ساتھہ نسبت خویشی رکھتے تھے - شیخ محی الدین ملیخ الملک کو - عادل شاہ برہان پوری کے حضور مین عرض بیگی کا منصب حاصل تھا - یہ آپ کے ہی فرزند ہین - اور عادل شاہ کی التماس پر آپ براہ مہربانی - دہلی سے بہ ترک سکونت برہان پور چلے آئے تھے - چند سال بعد - اسی شہر کی

[له] تمہارا رزق آسمان مین ہے ۱۲

صدر دین شمالی سمت پر شیخ ابراہیم سنبھی کی تربت کی ہمسائگی مین خوابگاہ اختیار کی۔

مصرع ہمسایہ اش رسول خدا باد و بہشت تو

یاد سید حسین قدس سرہ

آپ کا آغاز سلوک تھا۔ کہ شیخ بلال کی ملازمت مین پہونچے۔ اور ان کے موثر انفاس سے تلقین چاہی شیخ بلال نے فرمایا۔ سیادت خود فی نفسہ بڑا عالی شان درجہ ہے۔ جو آپ کو حاصل ہے۔ آپ کا رہنا مجھ جیسا گوڑ یا فقیر جو کچھ نہین سمجھتا ہے۔ زیبا نہین ہے۔ لہذا بہتر ہے۔ کہ کسی ایسے بزرگ کی تلاش مین ہمت کا پانون غبار آلود کر کے اپنی مراد مین کامیابی حاصل کیجئے۔ جو آپ کی نسبت کے ہم پلہ ہو۔ قصہ کوتاہ آپ نے جہان پیما قدم سے قید اُٹھائی۔ اور سیاحی شروع کی۔ آپ فرماتے تھے۔ ایام سیاحی مین۔ جس صاحب کی خدمت مین پہونچتا تھا اُمید پوری نہین ہوتی تھی۔ جواب ملتا تھا۔ کہ تمہاری ہدایت شیخ بلال کے حصہ مین آچکی ہے۔ ناچار پھر پھرا کر شیخ بلال کے آستانہ پر حاضر آیا۔ اور بیعت ہو گیا۔ نیز فرمایا کرتے تھے۔ جب مین چھ روز کا تھا اُس وقت کے حالات مجھے یاد ہین۔ کہ مین کس طرح اور کہان تھا مصرع بصارت با بصیرت روزیش باد۔

یاد شیخ کتین لاکہ

آپ کے پیر طریقت شیخ بلال ہین۔ کہتے ہین۔ آپ صاحب دولت اور صاحب سامان تھے حتی اکہ چند گروہ آپ کے زیر فرمان رہتے تھے۔ یکایک اس ساز و سامان کے ترک کا خیال آپ کے دل مین پیدا ہوا سب کو چھوڑ چھاڑ کر کس کی کفنی گلے مین ڈال لی۔ اور پیر کی خدمت کا شغل اختیار کیا۔ ایک روز آپ سے دریافت کیا گیا۔ عز و جاہ کو چھوڑ کر۔ فقر و نیاز کی دوستی اور سوختگی کے ساتھ آشنائی کس حد تک پہونچ گئی ہے۔ آپنے فرمایا۔ گدائی۔ اور ظاہری خواری کے ساتھ مجکو اس قدر آرام معلوم ہوتا ہے۔ کہ اگر مین فرمان بردارون کے مکانون پر جا کر روٹی کا ٹکڑا بھیک مانگون۔ تو میری طبیعت پر گرانی پیدا نہ ہو۔ بلکہ آسودگی بڑھے۔ جب آپ قبر مین رکھے جاتے تھے۔ تب ذکر کی آواز سننے مین آئی تھی۔ مصرع جز بہ ذکر حق زبان گویا مباد؛

یاد شیخ محسن کھانہ

کھانہ ایک قصبہ ہے دہلی سے شرقی سمت مین چالیس کوس دور۔ توکل اور خاموشی یہ دو گواہ آپ کی ولایت کے تھے۔ ایک بزرگ روہتک سے لکھتے ہین۔ آپ اپنے گانون سے کہین نہین جایا کرتے تھے البتہ چند روز بعد درویشون کے دیدار کے واسطے ہمارے قصبہ مین آیا کرتے تھے۔ یہان کے باشندے

چھوٹے سے لیکر بڑے تک تمام آپ کی پیشوائی کے واسطے جاتے تھے - اور عمدہ طرح سے آپ کو شہر مین لاکر ہر ایک شخص اپنے گھر مین اُترنے کی التماس کیا کرتا تھا - آپ سب سے عذر معذرت کر کے - جہان آپ کا دل چاہتا تھا وہان اُتر پڑتے تھے - سواے ضروری بات کے زبان نہین کھولتے تھے - اور ایک شکم کی مقدار کے سوا کسی روپیہ پیسہ کو ہاتھ نہین لگاتے تھے - اسی طرز کے ساتھ ایک دو ہفتہ وہان رہکر اپنے وطن کو لوٹ جایا کرتے تھے - بہت برسون تک اسی طرح گزاری - خوابگاہ کہان نہ -

یاد شیخ ظہور الدین محمود بن جلال

آپ - گجرات کے فرزند - قطب الاقطاب غوث الاولیا کے مرید شیخ صدر الدین ذاکر کے خلیفہ راقم گلزار کے مربی - ربانی کلام کے حافظ - بے یارون کے یار - اور کم زورون کے قوت بازو تھے - ہر ایک خانوادہ کے پیرون مین دعوت کا علم - اور اذکار کا طریقہ مختلف ہوتا ہے - اور علی ہذا مشہور سلسلون کے مشائخ مین اشغال اور اسرار کی طرزین گوناگون ہوتی ہین - ان سب امور مین آپ کو کمال فیض حاصل تھا مرشد کے ساتھ بہت مدت تک سیر و سفر مین ہم قدم - اور خلا و ملا مین ہمدم رہے تھے - خلاصہ یہ ہے کہ پیر کے اسرار اور افعال کا آپ آئینہ تھے - یعنی پیر کی صورت سے رنگ اور پیر کے معنی سے بو بہم پہونچائی تھی جب مرشد کو گجرات جانے کا خیال پیدا ہوا - تو آپ کو اُنہون نے منڈو (مانڈو) والون کی ہدایت کے واسطے یہین چھوڑا - کم و بیش دس برس باشندگان شہر کی فیض رسانی کی بعدہٗ تاریخ اٹھارہوین شعبان کو ہجری سنہ نوسو چھیانوین مین منزل قدس کی طرف روانہ ہو گئے - خانقاہ مین ہی قبر بنائی گئی - شہر والے آپ کی عمر جو کو تاہ بتاتے تھے - اس کی وجہ اپنی کم واقفیت سمجھتے تھے - رنج و افسوس کی زیادتی کا حال کیا لکھون - کہ اس علامہ دہر کے نہ لکھے ہوئے واقعات کا ایک انبار ایسا ہے جسپر علم حاصل نہین ہے - رحلت کے وقت آپ کے چند کامگار خلفا حاضر تھے - آپ نے حاضرین مین سے شیخ داود کو منتخب کر کے اپنی جانشینی کے واسطے اجازت فرمائی - شیخ داود جیسے ظاہر مین برگزیدہ تھے ویسے ہی معنی مین بھی برگزیدہ تھے اُنہون نے شیخ عبداللہ اور شیخ ضیاء اللہ مخدوم زادون کی خدمت مین رہ کر فضیلتین اور صفائی وقت حاصل کی - اب اُن دونون صاحب زادون کے بجانب گوالیار چلے جانے کے بعد - آپ ہجری سنہ ایک ہزار بیس مین منڈو کی طرف لوٹ آئے ہین - اللہ تعالیٰ جل شانہ ان کو قیام اور راستمعی کی توفیق عطا فرمادے - مصرع ع ہمچو ما انجام کار ما تو محمود باد ؛

یاد شیخ محبت

آپ بنی اسرائیل گروہ مین سے ہین - زاد بوم دہلی - اور خوابگاہ سارنگ پور مالوہ ہے - سپاہیانہ روش تھی نستعلیق خط اُستادانہ لکھتے تھے - ہجری سنہ نوسو پچاسی تھا - کہ قصبہ دہار مالوہ مین ایک حسین منظر پر عاشق ہو گئے - خلعت کو گدڑی کی عوض - اور عقل کو دیوانگی کی عوض فروخت کر دیا - اس درمیان مین سفر حجاز کا ولولہ اندرون باطن سے جوش کر اُٹھا - تو حرمین شریفین **زادھما اللہ شرفاً** کے طواف سے سرفراز ہوئے - بحر اعظم کے کنارون کی سیر کرتے ہوئے - مالوہ کو لوٹ آئے - ایک مدت دراز تک **راقم گلزار** کے ساتھ مصاحبت رہی - انہین ایام مین ایک دوست کے گھر خوشی کا جلسہ تھا دو قوال آپس مین بگڑ گئے آپ نے صفائی کرانی چاہی - تقدیر ناموافق تھی - آپ کی صلح کنان باتین - اُن دونون مین سے ایک کو ناگوار گزرین - اُس نے کمر مین سے خنجر نکال کر آپ کے پہلو مین مارا - حاضرین محفل کو انصاف اور حمایت حق نے اُس بد کردار کے مار ڈالنے پر آمادہ کیا - مگر آپ نے پکار کر کہا - کہ درویش کا خون سلسبیل ہے - دیت اور قصاص لئے جانے کے لائق نہین ہے - جو اصحاب میری خوشنودی چاہتے ہین - اُن کو چاہیئے - کہ اپنی تکلیف اور دشمن کا آزار گوارا نہ کرین - کیونکہ ازلی دفتر مین خنجر مارنے والا - اور زخم کھانے والا دونون ایک ہی اصل کی فرع ہین - اور کسی کو تقدیر کا لکھا ہوا دگرگون کرنے کی طاقت نہین ہے - **القصہ** ہجوم غوغا کو شگفتگی کے ساتھ منتشر کیا - چند روز بعد زخم اچھا ہو گیا - تو آپ اُجین سے سارنگ پور مین چلے گئے اس جگہ ایک سانپ کے کاٹنے سے آپ کی عنصری عمارت کے اندر - ہجری سنہ نوسو چھیانوے مین خرابی پیدا ہو گئی - عارف وقت محی قلوب سید محی الدین پسر سید چاند سارنگ پوری - جن کا ظاہر اور باطن دونون آراستہ ہین - بیان کرتے ہین ایک روز مین امیر سید علاء الدین کے روضہ مین شیخ محبت سے رازداری کی باتین کر رہا تھا - اتنے مین ایک طرف سے ایک نعش آتی ہوئی معلوم ہوئی - اور دوسری طرف ایک جمیل منظر نمایان ہوا - میری نظر تابوت پر پڑی جس سے مجکو حیرت اور عبرت زیادہ ہوئی - اور آپ کی نگاہ اُس محبوب کے چہرہ پر پڑی - جس سے آپ مشاہدہ مین مستغرق ہو گئے - مین نے کہا - تابوت کی طرف نگاہ کرنا عبرت پیدا کرتا ہے - اور جمیل صورت پر نظر ڈالنا - نفسانی خواہش بڑھاتا ہے - آپنے فرمایا - درویش کی نظر مین یہ دونون باتین ہم پلہ ہین - اور جو شخص فنا ہو گیا ہو - موت اور زیست اُس کے اختیار مین ہے - چنانچہ اُسی شب کو آپنے ہم نشینون کو یہ دھوکر دیا - کہ مجھکو

سانپ نے کاٹا ہے - جب علاج اور جنتر منتر کرنا شروع ہوا - تو آپ نے مسکرا کر فرمایا - درویش کو اس عمل کی ضرورت نہین ہے - پس یہی بہتر ہے کہ اپنے تئین خدا کے سپرد کر کے بالکل خواب راحت مین سو جاؤن - صبح کے وقت لوگون نے آپ کو رحمت حق مین آسودہ پایا - اور آپ کے کسی عضو پر سانپ کے کاٹنے کا نشان نہین تھا - اور آپ کے مراقبہ کے مکان مین ایک شرعی تہمد کے سوا - کوئی روپیہ پیسہ نہین نکلا - اس بیان سے معلوم ہوا کہ سانپ کاٹنے کی روایت عام خلائق کی شہرت ہے درحاصل آپ کی رحلت فرمائی کی حقیقت اس طرح پر ہے - کہ جیسے بیان کی گئی - اس کے بعد آپ کے دیرینہ رازدار اور غمگسار شیخ صدر جہان نے آپ کو خواب مین دیکھا - تو آپ سے آنجہانی عالم کا ماجرا دریافت کیا - آپ ہنسے - اور فرمایا - **المومن مرآۃ المومن** اور منہ بند کر لیا - **مصرع** آئینۂ خداے نما بود جان او -

یاد سید بدرالدین ابن سید جلال متوکل

آپ کی تمام و کمال ہمت - حدود شریعت کی نگاہبانی مین - اور تمام و کمال نیت - اسرار حقیقت کی پاسبانی مین مصروف تھی - آپ ہمیشہ رہنمائی اور نصیحت کے وقت - معرفت - اور کشف کے انوار شریعت کے لباس مین - پوشیدہ عبارت کے ذریعہ سے بیان کیا کرتے تھے - تصوف کی برہنہ باتین - بہت کم کیا کرتے تھے حقائق اور اسرار بیان کرتے وقت - دلچسپ اشارون - اور دل آویز نکتون کے جواہرات - نظم اور نثر کے تاگے مین پرو کر - سننے والون کے کان اور گردن کا ہار بناتے تھے - ظاہری علم کی تحصیل - شیخ ابوالفتح تھانیسری - اور شیخ جلال انصاری کی فیض بخشی سے - اور باطن کی پرورش - اپنے پدر بزرگوار کی توجہ سے کر کے ان کمالات اور حالات کو پہونچے تھے - آپ کی ولادت کا سال نوسو تینتالیس ہے - آغاز جوانی کے بعد فرائض سنن - اور نوافل کے ادا کرنے مین جان توڑ کر کوشش کرتے تھے شیخ محمد صوفی سے روایت ہے - ایک روز مین جنگل مین جا رہا تھا - دو مرد عرب سامنے آئے - اور سلام کیا - مینے سلام کا جواب دیا - اُنھون نے دریافت کیا - سید بدرالدین ابن سید جلال متوکل کو آپ جانتے ہین - مینے کہا - مین آپ کے خانوادہ کا غلام ہون - اُنھون نے کہا - ہم کو اُن سے ملنا ہے - مین اُن دونون شخصون کو سید کے نزدیک لے گیا - اُنھون نے قدم بوسی کے بعد عرض کیا - فرزند رسول اللہ **علیہ الصلوۃ والسلام** سے بیعت ہونے کی آرزو ہمارے دل مین تھی - معاملہ مین حضور نبوی نے ہم کو اجازت دی ہے - کہ ہندوستان مین جا کر آگرہ مین سید بدرالدین کے مرید ہو جاؤ - اگرچہ ہمارے فرزند اس ملک مین بہی ہین - لیکن - تمہارا حصہ ازل مین اُنہین کی تحویل سے ملنا

معین ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ اس شہر مین اس نام کا شخص شاید کوئی اور ہو۔ تشخیص و تحقیق کے بعد بیعت کرنا۔ اُنھون نے عرض کیا۔ جن دل ربا خصلتون کے ذریعہ سے علامتین ہم کو بتائی گئی ہین۔ وہ تو آپ مین ہی پائی جاتی ہین۔ خیر۔ رسم بیعت بجالاکر۔ اُسی رات کو اجازت معاودت حاصل کی۔ راوی بھی دہلیز کے باہر تک اُنھون کی متابعت مین گیا تھا۔ اُنھون نے فرمایا جس سال مین کہ لمعان الشیب فی الاسلام نوری سید کی ڈاڑھی مین فروغ پیدا کرے گا۔ وہی سال سید کے کمال کا ہوگا۔ کہتے ہین۔ جب آپ کی عمر پچپن کو پہونچی۔ تو پیری کی سفیدی نمودار ہوئی۔ اور اسی سال کی پچھلی ماہ صفر کو استسقا کی بیماری آپ کو عارض ہوکر۔ کامل دو مہینے لگاتار رہی۔ لیکن عبادات کے وظیفون مین کسی قسم کا فتور واقع نہین ہوا۔ تاریخ چھبیسوین ربیع الاول ہجری سنہ نوسو اٹھانوین کو آپ نے بزرگان شہر کو بلا کر اُن کے روبرو خرقہ اور سجادہ اپنے فرزند سید بہاری کے حوالہ کیا۔ حاضرین نے دعا کے واسطے ہاتھ اُٹھا کر کہا۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ اس وصیت کو مبارک کرے۔ آپنے فرمایا ہر ایک طرح سے مبارک ہے۔ بالآخر۔ اسی ربیع کی چاندرات کے دن دنیا کی ویرانہ جگہہ کو رخصت فرماکر عالم غیب کی آباد عمارت کی طرف سفر کرگئے۔ خوابگاہ آگرہ۔

یاد شیخ راجی محمد برودرہ (بڑودہ)

آپ رند تھے۔ مگر سادہ نما۔ آزاد تھے۔ مگر سونے کی زنجیرین پانون مین پڑی ہوئین دیوانہ تھے۔ مگر کام سب عاقلانہ فنا فی الشیخ کو فنا فی اللہ سے زیادہ دوست رکھتے تھے۔ اور ترجیح کی وجوہ بیان کیا کرتے تھے۔ تمام کردار گفتار۔ اور رفتار مین اپنا نقش خاکی لوح سے مٹاکر تمام کو شیخ کی طرف منسوب پاتے تھے اسی اندیشہ مین اُنکی آمد ورفت رہتی تھی۔ اور بدون مستانہ نعرہ مارنے کے کوئی قدم راستہ مین نہین رکھتے تھے ہجری سنہ کچھہ اوپر نوسو نوے تھا۔ کہ آپ کے نام الٰہی طلب کا پیغام پہونچا۔ آپ قبول کرکے۔ عِنْدَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ کے حضور مین روانہ ہوگئے۔ آپ نے ایک بیٹا چھوڑا۔ شیخ ولی محمد نام تھا ان کو سلوک سے پہلے آغاز ہوش مین ہی۔ توحید کے قوی جذبہ نے آلیا۔ زیادہ تر تعجب کی یہ بات ہے۔ کہ توحید کی بات کے سوا۔ آپ کی زبان۔ دوسرے حرف کے واسطے حقیقۃً گونگی تھی۔ ہجری سنہ ایک ہزار ایک مین احمد نگر دکن کے مقام پر نظر آئے تھے۔ پھر آپ کی کوئی خبر نہین آئی۔ آپ کے برگزیدہ مریدون مین سے شیخ صدرالدین ذاکر ہین۔ یہ اپنے پیر کے ساتھہ ہمیشہ واپسین نفس تک سفر اور

حضر مین رفیق رہے۔

یاد شیخ میان آبا

آپ کا نام ابراہیم ہے۔ صاحب حال و قال۔ اور اہل مقامات و کرامات تھے۔ زاد بوم قلعہ بہروچ گجرات اور خوابگاہ برہان پور محمد شاہ فاروقی کے حظیرہ مین۔ کہتے ہین۔ یون تو آپ نے بہت سے مشایخ زمانہ کی نظر دیکھی اور ملازمت کر کے فیض پایا تہا۔ لیکن خرقۂ خلافت آپ کو غوث الاولیا قدس سرہ کی خدمت عالی سے ہی حاصل ہوا ہے۔ القصہ جب گجرات سے برہانپور مین آئے۔ اُس وقت مین محمد شاہ وہان کا حاکم تہا۔ اور سید زین الدین اُس کا وزیر اعظم تہا۔ جس نے غوث الاولیا کی خانقاہ مین ایک مدت تک رہ کر کام کیا تہا۔ یہ دونون اصحاب صفائی قلب سے آپ کے مرید ہوئے۔ جب حاکم اور وزیر مرید ہو گئے۔ تو آپ نے مرید کرنا ترک کر دیا۔ اِس کی وجہ دریافت کی گئی۔ تو جواب دیا۔ کہ مین ایسا نہ ہو۔ کہ اب جو لوگ میری طرف اظہار ارادت کرتے ہین۔ اس مین لوگون کا خیال یہ ہو۔ کہ اِس صوبہ کے حاکم کا مین پیر ہون پس یہی بہتر ہے کہ مین اپنے تیئن اس خطرناک شیوہ سے باز رکھون۔ تاکہ جو لوگ ارادت کی استعداد رکہتے ہین مین اُن کی گمراہی کا سبب نہ بنون اور کسی کے خالص عمل کو ریا کی آلائش سے آلودہ نہ کرون۔ ہجری سنہ نوسو اٹہانوین یا ننانوین مین اعلیٰ عالم ارواح کو رحلت فرمائی۔ خلیل الرحمن آپ کی تاریخ وفات ہے۔

۹۹۹

مصرع ملا را علے یاد جاے یاد او ؛

یاد حاجی ابراہیم سرہندی

آپ کی رنگین طبیعت کا شاہد۔ علوم اور معرفتون کے زیور سے آراستہ تہا۔ شیخ المحدثین شیخ ابن حجر ہیمی کی خدمت مین آپ نے حرم محترم مین رہکر احادیث کی تصحیح کی تہی۔ حدیث اور تفسیر کی سندمین آپ کو نسبت عالی حاصل تہی۔ آپ کی قوت ناطقہ موثر اور واعظانہ اشعار کی زبان سے آشنا تھی۔ جس زمانہ مین تمام ملک ہندوستان کو شہنشاہ زمانہ اکبر شاہ نے فتح کر لیا تہا۔ تو اُس کے دل مین یہ خواہش پیدا ہوئی کہ یہ تمام علما۔ جو گروہ کے گروہ پائے تخت کے شہر مین فراہم ہین۔ ایک ایک کر کے تمام قلمرو کے ایک ایک حصہ مین مقرر کئے جاوین جس طرح ظاہری فوج اور امرا سے ملک مین امن و امان اور آرایش ہے۔ اسی طرح اس باطنی گروہ کے بابرکت انفاس کی برکات سے بہی۔ ہر ایک ملک کے باشندون کو اپنی اپنی استعداد کے موافق فیض پہونچے اور نیز ہر ایک شخص بقدر حوصلہ۔ اِس جماعت کی ملازمت سے فروغ معرفت حاصل کرے۔ اِس

خیال کی بنیاد پر ایک شخص - ایک جداگانہ سمت مین نامزد کیا گیا - جس ملک مین آپ مامور تھے وہان سے آپ بدون حصول اجازت - دارالسلطنۃ مین لوٹ آئے - یہ بات شہنشاہ کو ناگوار گزری - اس ناخوشی کے سبب سے آپ کو قلعہ رنتھبور[۵۱] مین بھیج دیا - یہان پر تنہائی اور اپنی حالت مین سختی دیکھکر بہت پریشان ہوئے - ایک مدت تک تو یہ انتظار کیا - کہ کوئی سبب رہائی کا پیدا ہو - مگر پیدا نہین ہوا - پھر ایک رات رسّی بہم پہونچاکر دیوار قلعہ پر لٹکائی - تاکہ اُس عالی شان قلعہ سے نیچے اُتر جاوین - اور فرار ہوکر چند روز گمنامی کے طریقہ پر بسر کرین آدہی دور تک اُتر آئے تھے - کہ یکایک رسی ٹوٹی - جس نے عمر کا بھی پیوند قطع کیا - جو ایک بال کے تار سے بندھا ہوا ہے - آپ کی روح نے درمیان مین سے ہی آسمان کا راستہ لیا - اور کالبد نے اپنا اسباب زمین کے حوالہ کیا - بیت

پیوند عمر بستہ بموئے ست ہوش دار	غمخوار خویش باش غم روزگار چیست

یہ واقعہ پیش آنے سے خردشناس حقیقت بین نظر کے سامنے آیۃ کریمہ[۵۲] اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ کی حکمت ظاہر ہوئی اور سرکشی طبیعتون کو اوامر و نواہی کے بارہ مین یقین پیدا ہوگیا -

یاد شیخ ودود اللہ شطاری

آپ شیخ معروف صدیقی کے بیٹے ہین - اور نام شیخ لاد ہے - ہمیشہ درویشی اور فقر مین زمانہ گزارا - آپ کے آبائے کرام مُعنعن شیخ عبدالرحمن کو پہونچتے ہین - جو حضرت صدیق اکبر کے پوتے ہین رضی اللہ عنہ غوث الاولیا کے مرید اور نیز خلیفہ ہین - کم و بیش بارہ سال برابر اپنے پیر بزرگوار کی خدمت مین رہ کر شطاری مشرب کے اشغال اور اذکار کا طریقہ اور دعوت کی سند حاصل کی - اور سب کو عمل مین بھی لائے - حضرت غوث الاولیا نے جب گوالیار سے گجرات کی طرف ہجرت فرمائی تھی - اور اس کا سبب ابھی ابھی اوپر گزارش ہوچکا ہے - تو آپ کو ایک مانع نے ہمراہی سے باز رکھا - اور آیۃ کریمہ[۵۳] وَلَا عَلَی الَّذِیْنَ اِذَا مَا اَتَوْکَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَا اَجِدُ مَا اَحْمِلُکُمْ عَلَیْهِ تَوَلَّوْا وَّاَعْیُنُهُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا یَجِدُوْا مَا یُنْفِقُوْنَ

---

[۵۱] رنتھبور مقام - آگرہ اور جھیپور کے درمیان مین واقع ہے ۱۲ [۵۲] اللہ کا حکم مانو - اور رسول کا حکم مانو - اور جو تم مین سے صاحب حکومت ہین اُنکا بھی ۱۲ [۵۳] نہ ان لوگون پر کسی طرح کا الزام ہے) کہ جس وقت تمہارے پاس آئے - کہ تم اُن کے لئے سواری بہم پہونچاؤ - تو تم نے جواب دیا - کہ میرے پاس تو کوئی سواری آپکے دینے نہین - کہ تم کو اوسپر سوار کردون - وہ لوگ لوٹ گئے - اور خرچ میسر آنے کے غم کے مارے ان کی آنکھون سے آنسو جاری تھے -

کے مصداق معذوروں مین سے ہوئے - ناچار آپ چند سال تک قصبہ آشٹہ مین گوشہ نشین رہے - یہ قصبہ مضافات مالوہ مین ہے - پہر جب باز بہادر افغان - اکبرشاہ کی افواج سے بہاگ کر بگلانہ کے اطراف مین آیا - اور ملک مالوہ کو دولت اکبری نے فتح کیا - اور افغانون کی جو جماعت ازراہ اعتقاد آپ کی خدمت مین آمد ورفت رکہتی تہی - موقوف ہوئی - تو آپ ہجری سنہ نوسو چوہتر مین - اس قصبہ سے بترک سکونت ملک خاندیس کو چلے گئے - اور قصبہ جامود مین اقامت کا سامان کیا اُس زمانہ مین یہ قصبہ اُس صوبہ کے حاکم میران محمد شاہ فاروقی کے حکم سے سید میران شکر کو ہی کی جاگیر مین تہا - اس سال مین شیخ وددو اللہ کی عمر شریف نسو سے تجاوز کر گئی تہی - مسیح الاولیا فرماتے ہین - ایک دفعہ مجکو کسی تقریب سے اپنے مرشد شیخ لشکر محمد عارف کے ہمرکاب جامود کے میدان مین جانے کا اتفاق ہوا تہا - وہان پر شیخ ددو اللہ کی ملازمت بہی میسر ہوئی تہی - ہمنے ایک نورانی پیر دیکہا - جس کی پیشانی سے ولایت اور کرامت کے انوار دیکہنے والون کی نظر کے سامنے عیان تہے - ہجری سنہ نوسو ترانوبن مین عالم خاک سے ملک پاک کو کوچ فرمایا - خوابگاہ جامود - آپنے ایک لڑکا چہوڑا ہے شیخ اسمٰعیل نام - اُنہون نے بیس سال تک مسیح الاولیا کی خدمت بن رہ کر اندرونی اور بیرونی شست وشو کی تہی - اور فقر وفاقہ کے ساتہہ اس طرح یگانگت پیدا کی تہی - کہ اگر تمام اہل جہان کی دولت مندیان ان کی بے نیازی کے سر پر قربان ہو جاوین - تو زیبا ہے - ہجری سنہ ایک ہزار بیس مین مرشد کی اجازت سے پدر بزرگوار کے پرانے مقام کو جارہے تہے جو قصبہ آشٹہ ہے - چونکہ آشٹہ جانے والہ کا گزر منڈو (مانڈو) مین ہونا ضرور ہے - لہذا شیخ اسمٰعیل کو منڈو مین آنا پڑا - اور راقم گلزار کے غریب خانہ پر چند روز مہمان رہے بہت کچہہ تسلی دلاسا دی گئی - کہ فقراے باب اللہ کی گوشہ گزینی کے واسطے آشٹہ سے منڈو بہتر ہے - تو آپنے یہ عذر کیا - کہ مرشد کی اجازت آشٹہ مین ہی رہنے کے واسطے ہوئی ہے - اور راقم کی التماس کو قبول نہین فرمایا - تاریخ بند رہوین ربیع الثانی سنہ صدر کو روانہ آشٹہ ہوئے - مصرع

ہر کجا ہست خدایا بسلامت دارش

یاد میان وجیہ سندہی

آپ کی ولادت ایک گانون مین ہے تتہ سے نزدیک - ایک روز مسیح زمان کہتے تہے - ہجری سنہ ایک ہزار ساٹہ مین برگزیدہ صاحب دلان - مردم چشم کیمیا نظران - خانخانان ابد دولتہ نے جب برہان پور خاندیس مین نزول فرمایا تو اولاً خانخانان خیمہ گاہ مین نہ اُترے - براہ راست جلو کے ساز وسامان کے ساتہہ فقیر

کی مسجد مین چلے آئے - سب سے پہلے آپ کی بات یہ تھی - کہ جب میان وجیہ کے گانون کی حدود مین لشکر کے خیمے نصب ہوئے - تو باوجودیکہ میان کے ساتھ میرا اعتقاد درست تھا - مگر نیند کا ایسا غلبہ ہوا کہ نا وقت غنودگی پیدا ہوئی - اس عرصہ مین میان کا گانون لوٹ مین آگیا - اس سبب سے میرا دل ہر وقت ایک عجیب انقباض مین ہے - اور اسی خیال اور خوف سے خیمہ گاہ مین نہ اتر کر آپ کے دیدار کے واسطے آیا ہون - اور میان وجیہ کے کچھہ حالات بیان کیے - جس کا اجمال یہ ہے - بیان کیا کہ ایک شخص تھے جن کا دل ہمیشہ درد طلب سے مالامال تہا - آنکھین اشک پشیمانی سے بھری ہوئی تھین - اور زبان یاد حق سے لبالب تھی - مصرع ؏ چشم و زبان و دل شان باد پر از معرفت ؎

یاد شیخ احمد متوکل اُجینی

اُجین - صوبہ مالوہ کا ایک شہر ہے - آپ کو خرقۂ خلافت غوث الاولیا سے حاصل ہے قدس سرہما آپ ہمیشہ زبانی اور نہانی ذکر کے ساتھہ پاس انفاس رکہتے تہے - امور کی باریک باریک تدابیر کو آپنے کبھی ایک جو کی برابر بھی نہین سمجھا - پیدائش ہندمین کسی مشرقی شہر کی ہے - شیر شاہ سور کا زمانہ تہا - کہ آپ وطن سے چل کر اجین مین آئے - اور سامان قیام کیا - کسی شخص سے روپیہ پیسہ - ایک روز کے خرچہ سے زیادہ کبھی نہین لیا - ہمیشہ واپسین نفس تک آپ کی روزی آسمان پر رہی - اہل روزگار کی دانائی پر نادانی کو ترجیح دیتے رہے - راقم کو آپ کی ذات ستودہ صفات کے ساتھہ نہایت محرمیت اور دلبستگی تھی اور وہ بھی استمرار کے ساتھہ - ہجری سنہ نوسو اٹھانوین مین آپ کی نوبت زندگانی انجام کو پہونچی - خوابگاہ اُس حوض کے کنارہ ہے - جو قلعہ اجین کے باہر کی طرف سے ملا ہوا ہے - ایک جانشین چھوڑا تہا شیخ عبداللطیف نام تہا - انہون نے ریاضت کے ذریعہ سے خلافت کے چراغ مین بہت کچھہ روشنی بڑہائی تھی اور مسیح القلوب کی خدمت مین برہانپور جاکر حقیقت اور معرفت کا سرمایہ بہم پہونچایا تہا - ہجری سنہ ایک ہزار سات مین عاریتی عالم کو ترک کیا - مصرع ؏ شدہ وزیش اَللّٰہُ لَطِیْفٌ بِعِبَادِہٖ

یاد شیخ معروف ابن قاضی سعد اللہ

آپ صدیقی النسل ہین - شیخ نظام نارنولی کے خلیفہ تہے - زاد بوم دہار - خوابگاہ خاک مدینہ - آپ کے اجداد بغداد سے آئے تہے اور شرقی دیار ہند مین صوبہ جونپور کے متعلق ایک شہر بہار نام ہے - اُس کو اپنا وطن بنالیا تہا بہار سے آپ کے دادا شیخ محمود - سلاطین خلیج کے عہد مین منڈو (مانڈو) مین آئے - اور یہین سامان

اقامت کیا چند روز بعد قصبہ انجیرہ کے قاضی ہو گئے - جو منڈو سے بارہ کوس - اور دہار سے پانچ کوس ہے اور
اس قصبہ کے پان ایسے خوشبو - اور عمدہ مزہ دار ہوتے ہین - کہ دوسرے صوبون مین لوگ سوغات
لیجاتے ہین - جب شیخ محمود کو اسانی قضا آئی - تو اُن کے بیٹے شیخ سعد اللہ مسند شریعت پر بیٹھے جب
انھون نے بھی عالم دنیا کو چھوڑا - تو اُس وقت مین شیخ معروف چھوٹے تھے - جب شیخ معروف کا
زمانہ ہوش آیا - تو پیر طریقت کی جستجو مین بھاگ دوڑ کرنے لگے - اس اثنا مین شیخ نظام نارنولی کی فیض رسانی
کا شہرہ سنا - دل سے صبر جاتا رہا - ناچار نارنول جاکر مرید ہوئے - اور چند سال خدمت حضور سے فیض پایا
فرماتے تھے - پیر کے ہم رکاب نارنول سے دہلی کو جاتا تھا - ایک سیاح شیخ عبداللہ تھے - ان کو عالم
ارواح کی رموز اور عالم شہود کے حقائق مین اچھی واقفیت تھی - اثناے راہ مین ایک گانون کے نزد
ان کی ملازمت ہمنے حاصل کی - ہر ایک قسم کی باتین کین - بالآخر مین اور وہ دونون ایک دوسرے کے بغل گیر
نکلے - بہت کچھ دلجوئی اور نوازش عمل مین آئی - اور مجکو ہر ایک خانوادہ کے پیرون کی خلافت کا خرقہ مرحمت
فرمایا - سوائے اجازت سلسلہ چشتیہ قدسیہ کے - جو مجکو پیر سے حاصل تھی - چند سال بعد قصبہ دہار
مین لوٹ آئے - اور اُسی قصبہ کی حدود مین ایک کوٹھری پسند کی - جہان پر نفس کے ساتھ لڑائی مین
مشغول ہوئے - اور اس خانگی چور اور ہم نشین قزاق کی درآمد برآمد کے راستون پر چوکیدار مامور کئے -
تھوڑی تھوڑی غذا گھٹانے سے - نفس فربہ ہونے سے باز رہا اور اس طریقہ پر سونے اور کھانے کی
پابندیون سے رہائی پائی - سبحان اللہ اگر پانی یا شربت آپ پیتے نہ ہوتے تو لہ وَمَا جَعَلْنٰهُمْ
جَسَدًا لَّا يَأْكُلُوْنَ الطَّعَامَ کی نفی مین شامل ہونے سے - آپ مستثنی ہو جاتے - با این ہمہ
آہنی خار - ایک پرانی گودڑی کے اندر لپیٹا ہوا - پیراہن کے اندر ہمیشہ رکھتے تھے - اور تمام عمر نماز
معکوس مین راتون کو دن کرتے رہے -

ہجری سنہ نو سو بیانوین مین صوبہ مالوہ کے حاکم نواب خان اعظم میرزا عزیز بزرگ کوکہ اکبر شاہ تھے
ابدہ دولتہ اس سال مین شیخ نے اجین سے احرام عمرہ باندھا - اور راہ حجاز اس شکل کے ساتھ طے
کرنے کا عزم دل مین مصمم کیا - کہ سر کو نیچے لٹکائے ہوئے جاؤن گا - لیکن نواب سے دوستی تھی - نواب
نے آپ کو روکا - اور نیز دوستون اور عقیدت مندون نے بھی اسی طرح پر التماس کیا - لہذا آپ نے
مہربانی فرماکر اس سال مین توقف کیا - جب زیارت کعبہ کے شوق کا غلبہ ہوا - تو آپنے آنکھون پر

پٹی باندہ لی تاکہ دوسری دیکھنے کی چیزین دیکھنے مین نہ آوین - اور اپنے اوپر لازم کیا - کہ جب تک جمال کعبہ نین دیکھہ لون گا - پٹی نہین کھولون گا دوسرے سال قرارداد کے موافق زاد راہ اور سفر خرچ کے واسطے جس قدر ضرورت تھی - اور وہ بھی صرف اس قدر - کہ درویشی مین بھی خلل انداز نہ ہو - نواب عزیزہ کے خزانہ سے لیکر انتظام سفر کیا - ایک آدمی کے قد کی برابر ایک حجرہ تیار کرا کر دو اونٹون پر بند ہوایا - اور اُس حجرہ کے اندر آپنے اپنے تئین اوٹا لٹکایا - اسی طریقہ سے سمندر کے کنارے پہونچے - بعدہ حجرہ کو جہاز مین کھڑا کر دیا - اور آپ اُس مین بدستور آویزان تھے - کہتے ہین - کہ راستہ کے اندر آپ بہت روئے - آنسوؤن کی حرارت سے پٹی کے اوپر جلنے کا داغ لوگون نے دیکھا ہے - القصہ بیت الحرام کا دیدار آپ کو ہوا - جس کے سبب سے آپ کی آنکھون پر لذت نظارہ حلال ہوئی - عمرہ اور حج کے ارکان ادا کئے - اور مدینہ مقدسہ کا طواف کر کے روشن ضمیری حاصل کی پانچ مہینے کی فرصت ملی - جب تاریخ تیسری ربیع الاول ہجری سن نوسو اٹھانوین کو فرمان طلب صادر ہوا - تو کمال آرزو شگفتگی خاطر - اور خندہ پیشانی کے ساتھ عالم قدس کو روانہ ہوئے -

مصرع بیشگاہ قرب بادا جاے او -

یاد مولانا اسمٰعیل سومرہ

سومرہ - سندہ مین ایک گروہ کا نام ہے - آپ اُس ملک کے نامور مشائخ مین سے ہین - آپ کی خانقاہ کیا تھی - ایک زاہدستان تہا - کئی ہزار گون غلہ - زراعتی تخم کا ہوتا تہا - جس کا حاصل خانقاہ نشینون کے مایحتاج مین صرف ہوا کرتا تھا - آپ کا خاص طریقہ - درویشون کی خدمتگاری کرنا تہا - ہجری سنہ نوسو اٹھانوین مین یا ننیانوین مین رحمت حق سے جا ملے - مصرع یاد دوش غنچۂ باغ صفا -

یاد شیخ عبداللہ کتھواسن

آپ کے پیر بیعت اور مرشد طریقت کیمن بیان مین نہین آئے ہین - غالباً آپ کا مشرب اویسیہ تہا - آپنے - توکل اور آزادگی کے محل کی بنیاد نہایت گہری اور مستحکم رکھی تھی - کبھی اہل زمانہ کے روبرو احتیاج کا منہ لیکر نہین گئے خوابگاہ دارالخلافہ آگرہ -

یاد ملا دوست صحاف

جو محرم ہم نشین تھے - وہ آپ کو کاکا کہا کرتے تھے - آپ مولانا خواجگی کاشانی کے خاص عقیدتمندون مین سے ہین - آپ کے دریا جیسے ضمیر کے عرفانی ڈبہ مین - الٰہی اسرار اور تصوف کے بے شمار جواہرات اور

سوتی بھرے ہوئے تھے - ایک مدت تک بلخ مین لوگون کی رہنمائی کی - بہت سے طالب آپ کی ملازمت سے اپنے مطلوب کو پہونچے - ایک روز پرانے رازدار صوفی شادی آپکے عبادت خانہ مین آئے - اور کہا - کاکا - آپ کو یاد ہوگا - جب تلاش مقصود مین آپ کی کوشش بڑہی ہوئی تہی - اور جلد سازی کی دوکان کیا کرتے تھے - اُن ایام مین آپ کیسے خوش وقت اور خوش دل رہا کرتے تھے - اب مجھے معلوم ہوگیا - کہ جو لوگ خانقاہ مین رہتے ہین - اُنہون نے آپ کو خلوت قرب سے دور پھینک دیا ہے - اور آپ کو پریشان خاطر رکھتے ہین آپ نے یہ بات سنی - آنکھون مین آنسو بھر آئے - اور جواب دیا - بیشک ایسا ہی ہے - جیسا آپنے فرمایا - کہتے ہین ہجری سنہ کچھہ اوپر نوسو نوے مین عنصری منزل چھوڑ کر علوی وطن کا عزم کیا - خوابگاہ بلخ -

یاد شیخ جنید مفتی

آپ شیخ بہار الدین قریشی اسدی ہاشمی کے فرزند ہین - صاحب علم - درست احوال - پاکیزہ اخلاق ستودہ صفات اور زاہدانہ افعال تھے - علم کی تحصیل اپنے پدر بزرگوار کی خدمت سے کی تہی - بے مہانون کے کہانا نہین کہایا کرتے تھے - اس طریقہ سے آپ نے خلیلی رسم زندہ کر رکہی تہی - صاحبان احتیاج کے حق مین آپ کی سفارش موثر ہوا کرتی تہی - اہل ضرورت کی ضرورت کا تعلق جہان ہوتا تہا وہ خواہ کتنا ہی نامہربان اور سیہ دل ہوتا تہا مگر کام بے تامل حسب دلخواہ انجام کو پہونچ جاتا تھا - علی ہذا القیاس آپ کی دعاؤن کا حال تہا - کہ آشنا اور بیگانہ کی مشکلات مین مقبول ہوا کرتی تہین - خلاصہ کلام یہ ہے - کہ آپ کی گفتار کی پیشانی ناکامی کے داغ دہبے سے پاک صاف تہی - تاریخ چوتہی شعبان ہجری سنہ نوسو اٹھانوین کو آپ روحانی باغ کی سیر کو چلے گئے آگرہ مین مدفون ہین -

یاد شیخ نظام ابن عبدالکریم نارنولی

آپ - حضرت فاروق اعظم کی نسل سے ہین - اور الہداد نام ہے - مولد اور مرقد دونون نارنول مین ہین آغاز شباب مین آپ محقق رہنما کی تلاش کے واسطے وطن سے غربت مین نکل کھڑے ہوئے - اور ہمدرد یار سید فیروز کی ہمراہی مین بہت کچھہ نشیب و فراز طے کیا - بہت سی آبادیان اور جنگل دیکھہ ڈالے - اور بہت سے سالکون اور مجذوبون کی ملازمت کی لیکن قفل کشا کنجی کوئی ہاتھہ نہین لگی - اس اثنا مین آپ گوالیار پہونچے اور چند روز غوث الاولیا قدس سرہ کی خانقاہ مین دیگر خانقاہ نشین صوفیون کے ساتھہ رہے - تقدیر مین لکہا تہا جس کے بموجب خواجہ خانون علاتاج ناگوری کی ملازمت سے

اپنی مراد مین کامیاب ہوئے - اور نور خلافت سے - روشنی قلب حاصل کی - خواجہ کی صحبت اقدس کی برکات سے کمال اور تکمیل کے درجہ پر پہونچے - اور پیر کی اجازت سے اپنے وطن مین آکر رہنمائی کی مسند پر جلوس فرمایا - پاک ذات اور صاحب استعداد لوگ گروہ کے گروہ آپ کی پرورش اور فیض سے الٰہی معرفت کے عالی درجہ پر سرفراز ہوئے - اور ہر ایک صوبہ اور سرکار مین بڑے چھوٹے کی ہدایت کے واسطے آپ کے فیض یافتہ باخبر اصحاب مین سے ایک ایک صاحب نامزد کیے گئے - آپ کے صاحب ولایت خلفا کی فہرست بڑی لمبی چوڑی ہے اس کتاب مین نہین آسکتی ہے -

القصہ آپ کی فیض رسانی - نور پاشی - رہبری - اور رہنمائی کا شہرہ اس قدر ہوا کہ تمام اطراف ہندوستان مین پہیل گیا - آپ کے زمانہ مین بالکل سلطان مشائخ نظام الاولیا **قدس سرہ** کا عہد مبارک حاصل ہوگیا تھا - اور نارنول کی زمین سے مثل دہلی اشاعت فیض ہوئی تہی - تاریخ اٹھائیسوین صفر ہجری سنہ نوسو ستانوین کو عالم ناسوت سے عالم ملکوت کی سیر کو روانہ ہوگئے - **مصرع**

سیرگاہش منزل لاہوت باد

یاد شیخ بیارہ نور ظہور رحمہ اللہ

آپ ایک مجذوب تھے جمالی مظاہر سے عشق رکھتے تھے چند سال دیوانگی کا عیش اٹھایا - اندرونی بے آرامی بہت کچھ رہتی تہی - اس سبب سے ایک ساعت بہی ایک جگہہ نہین بیٹھتے تھے - اور زبان حال سے لوگون کو سناتے تھے - **بیت** -

	بانگ حسن از جا میبرد دل	بحسن از بس کہ بسیاریم مائل	

اس مین شک نہین - کہ عشق اور دیوانگی یہ دونون جب دل مین جمع ہوجاتے ہین تو نظر بازی کا شوق ابہر آتا ہے - اور دور اندیشی اور عقل و فہم - ملک باطن سے کوچ کرجاتے ہین - اس سبب سے آپ کا پردہ فاش ہوا - اور آپ ہر ایک شمع پر - پروانہ کی طرح گرگر - تکلیف اور مصیبت جہیلا کرتے تھے - ایک روز راقم گلزار آپ کے ساتھہ ایک راستہ مین کہڑا ہوا باتین کررہا تہا - اتنے مین عماری دار ہاتہی آپہونچا - آپ نے اچہل کر ہاتہی کے دانت پر قدم جاجمایا - اور عماری کے پردہ سے لٹک کر ایک پردہ کشا نغمہ کی تان لی - عماری کے اندر جو عورتین بیٹھی ہوئی تہین - اُنہون نے بیتاب ہوکر پردہ اٹھادیا - اور دیوانہ کو اپنے ناز و کرشمہ کا نشانہ بناکر خود بہی اُس کے راز و نیاز پر فریفتہ ہوئین - **القصہ** طرفین کی حیرت یہان تک بڑہی - کہ

اُس حیرت کی بیہوشی نے ہاتھی مین بھی سرایت کی۔ بے اختیار ہوکر فیلبان نے پردہ عماری کا چھوڑا۔ اور غصہ سے آنکس مارکر ہاتھی کو راستہ پر لایا۔

مختصر یہ ہے۔ کہ چند روز بعد آپ لوگون کی نظر سے مخفی ہوگئے۔ **مصرع** نمی یابم نشانِ او کجا رفت یہان تک کہ ہجری سنہ ایک ہزار سولہ مین شیخ دولت کی زبانی جو نہٹر یہ ویاپور کے تالاب کے کنارہ ایک کوٹھری مین رہتے ہین۔ کچھ حال سننے مین آیا۔ اُنھون نے بیان کیا۔ کہ ہجری سنہ نوسوستانوین تھا۔ فقیر اُس وقت اُجین مین شیخ عبد الغفور داؤد کی مسجد نور نام کے اندر رہتا تھا۔ شیخ بیارہ بھی اُس مسجد مین آکر گوشہ نشین ہوئے۔ چند روز بعد آپ کو اسہال کی بیماری ہوئی۔ یہی بیماری اِس عالم سے آپ کے چلے جانے کا سبب ہوئی۔ اور اُسی مسجد کے صحن مین دفن کیئے گئے۔

یاد سید ابراہیم بھکری

آپ شیخ جلال ہتو کے خلیفہ ہین۔ جو شاہ شاہباز کے بزرگ جانشین تے۔ **قدس سرہم** پیر کی دوستی اور مہربانی۔ اور حاکم وقت کا آرزو اور نیاز کے ساتھ پیش آنا۔ آپ کے برہان پور رہنے کا سبب ہوا بہت برسون تک اس دار السلام مین آپنے قیام فرمایا۔ اور بہت سے لوگ جو صحراے تلاش مین بھٹکتے پہرتے تے۔ عرفان اور وجدان کی آبادی مین پہونچ گئے بسیخ القلوب سے روایت ہے۔ ایکدن مین سید کی ملازمت مین بیٹھا تھا۔ آپنے فرمایا۔ شیخ شکر محمد عارف **قدس سرہ** سے مینے سنا ہے جس وقت دوام ایجادی کا تماشا کرکے زبان حال سے یہ ترانہ گایا کرتے تے[۱] اطاعك العاصی فی عصیانك وذکرك الناسی فی نسیانك حال آنکہ اس بات کے سننے کو ایک زمانہ گزر گیا۔ لیکن ابھی تک دل کے اندر۔ اُس بات کا جو ذوق باقی ہے۔ یہ ذوق شکل فوارگی نہین چھوڑتا ہے۔ ایک روز ایک سپاہیانہ وضع کا آدمی عرس کی مجلس مین ایک گوشہ سے اُٹھا۔ اور دونون ہاتھ ادب کے ساتھ باندہ کر سامنے آکھڑا ہوا۔ اور روکر فاتحہ اور دعاے خیر کی التماس کی۔ جواب پایا۔ ابراہیم کا باطن آتش نمرود سے بھی زیادہ پر دود ہے۔ اگر تم کو اسپر اطلاع ہوجاوے۔ تو سو دفعہ لاحول پڑھکر۔ اس کی صحبت سے گریز کرو۔ اور ہزارون مہربانی اور دلسوزی کے ساتھ۔ اُس کی بخشش کے واسطے دعا مانگو۔ یہ جواب سنکر انجمن مین جو لوگ بیٹھے ہوئے تے اُن مین ایک جوش وخروش پیدا ہوا ہجری سنہ نوسواٹھانوین مین آپ بخشش حق

---

[۱] نافرمان نے تیری نافرمانی مین گویا فرمان برداری کی۔ اور بھولنے والے نے تیری نسیان مین گویا تجھ کو یاد کیا ۱۲

قید خانہ سے رہا ہو کر ہشت بہشت کی سیر کے واسطے ناز کے ساتھ چلے گئے۔ خوابگاہ برہان پور۔ تین لڑکے خلف۔ اور بہت سے خلفا چھوڑے جو روش سلف کے ساتھ متصف ہیں۔

یاد شیخ عبد اللہ

آپ کا قدیمی نام بیکہ جی ہے۔ آپ کے باپ قطب خان ضراب خانہ کے داروغہ اور سکہ کن تھے۔ آپ بھی باپ کے کارخانہ کا پیشہ کرتے تھے۔ شروع جوانی میں کدخدا ہو گئے۔ عروس کے ساتھ کمال وابستگی ہوئی۔ جب ناز و نیاز نے ایک دوسرے سے باہم کیف پایا۔ تو شوق اور کرشمہ ایک دوسرے کی مصاحبت سے کامیاب ہوئے۔ یہاں تک کہ اجل کی جان گزا تلخی۔ نو عروس کے سلونے میں ملا کر پلا دی گئی۔ فراق کے داغ نے آپ کے شکستہ دل پر دیوانگی کا سکہ جمایا۔ پریشان ہو کر اپنا کام چھوڑ دیا۔ اہل زمانہ کا لباس اُتار کر کمل کی کفنی پہن لی۔ چند روز بعد پیر طریقت کی ہدایت سے آپ کی مجازی محبت حقیقی عشق کے لباس میں نمایاں ہوئی۔ بہت برسوں تک گھر کے اندر دیوانہ تنہائی میں بسر کی۔ اور خدا شناسی کا راستہ سلوک کی پامردی سے طے کیا۔ آپ ایک خزانہ تھے۔ جس میں دل آویز گفتار کے جواہرات بھرے ہوئے تھے۔ ہجری سنہ نو سو نناوے میں آپ نے چشم عبرت کو نمایش گاہ دنیا کے تماشا سے بند کر لیا خوابگاہ شہر مندو۔ مصرع

باما نزول او بمقام موحدان

یاد شیخ ابو یزید

آپ شیخ لشکر محمد عارف کے فرزند ہیں۔ قدس سرہما۔ جو اصحاب آپ کے پدر بزرگوار کی دعوت ہستی کو قبول کر کے آئے ہوئے تھے۔ جب وہ ضیافت زندگانی ختم ہو جانیکے سبب سے ایک ایک کر کے اپنے اپنے مقام کو لوٹ گئے۔ اور باپ کی جگہہ آپ جانشین ہوئے۔ تو حاکم نے نوجوان بیٹے کا استحقاق مسافر باپ سے کمتر سمجھکر وظیفوں کے مواضعات کو ضبط کر لیا۔ چونکہ تسلیم اور توکل آپ کی سرشت میں داخل تھے۔ تو آپنے پیشانی پر چین تک نہیں آنے دی۔ اور خانگی روزی کمانے والوں کے واسطے آپ کے دل پر مطلق فکر کا غبار پیدا نہیں ہوا۔ باوجودیکہ ایک ایک ہفتہ تک بدل ما یتحلل نہیں پہنچتا تھا۔ مگر عبادت کی طاقت زائل نہیں ہوتی تھی۔ اور آپ کے خاندان پر ہر طرف سے فقر خواہ کتنی ہی چڑھائی کر کے آیا۔ لیکن آپنے پائے تردد خلوتخانہ کی دہلیز سے باہر نہیں نکالا۔ البتہ آپ وصیت کے بموجب مسیح القلوب کے درس میں آفتاب طلوع ہونے سے پہلے روزانہ پہونچکر عیسوی فیض حاصل کیا

کرتے تے - **القصہ** راستی اور سلامت روی آپ کا حصہ تہا - ایک روز کا ذکر ہے کہ آپ مسیح القلوب کے ہمراہ سید ابراہیم بہکری **قدس سرہ** کی ملازمت کے ارادہ پر جا رہے تھے - اثنائے راہ مین ایک خدمتگار نے یکایک گہر سے ایک دل آزار خبر لاکر آپ کو دی - اور بازگشت کے واسطے جلدی کی - آپنے فرمایا - ایک بزرگ کی ملاقات کے ارادہ پر - درست نیت کے ساتھہ چلا ہون - لہذا معاودت نہین کرون گا - کیونکہ شروع کیا ہوا کام - انجام کو نہ پہونچا کر - نفس کے بہکانے سے کسی دوسرے کام مین مشغول ہوجانا صوفی کے واسطے زیبا نہین ہے - تہوڑی سی زندگی مین بہت سارا باقی عرفان آپ نے حاصل کر لیا تہا - ہجری سنہ نوسو ننیانوین مین آپنے اہل جہان سے دل اٹہا لیا -

یاد مخدوم نوح مالاکندی

آپ - سندہ کے بزرگ مشائخ مین سے ہین مسیح القلوب سے روایت ہے شیخ یوسف - رسمی علوم کے آغاز تحصیل مین آپ کے ہم درس تہے - یہ کہتے تہے - آپ کو جذبہ نے ایک بارگی آلیا تہا - ہرچند روز بعد آپ کی زبان مین قوت بیانیہ پیدا ہو گئی - باوجودیکہ علم نحو کی استعداد نہین تہی - مگر قرآن کی تفسیر آپ کئی کئی طرح سے بیان کیا کرتے تہے - کیا سندہ کے - اور کیا تتہ کے اکثر اہل علم لوگ امتحان کے واسطے آکر ہر ایک فن کی مشکلات آپ کے سامنے پیش کیا کرتے تہے - آپ بے تامل ایک روشن جواب کے ساتہہ خدشات کی شورش وبا دیتے تہے - اور معترضون کو معتقد کر لیا کرتے تہے حکیم عثمان بوبکانی سے روایت ہے - مین ایک روز مخدوم کی خدمت مین گیا - اور چاہا کہ علمی کمالات حاصل ہونے کے واسطے دعا کے لئے - التماس کرون - ہنوز ضمیر کی مخفی بات عبارت مین نہین آنے پائی تہی - کہ آپنے فرمایا[۱] واتقوا اللہ یعلمکم اُس وقت سے میرا اتقا اور علم روز افزون ہے - بعض کہتے ہین - کہ قرآن کے معانی کی تعلیم آپ کو من عند اللہ ہے - اور بعض کا یہ بیان ہے کہ خضر علیہ السلام سے ہے - اور بعض روایت کرتے ہین ایک بزرگ خراسان سے اس قصبہ مین آئے تہے - اُن کی تلقین سے پہونچا جو کچہہ پہونچا -

یاد شیخ مبارک مجذوب

آپ کی حالت دل فریب - اور صحبت خوش گوار تہی - آگرہ مین ڈہولی کہال دروازہ - خس پوش گہر کے اندر مدتون تک جگر گدازی کے ساتہہ بسر کی - چونکہ دل کی تعمیر کا کام درپیش تہا - اسواسطے آپ

---

[۱] اتقا کرو - اللہ تعالیٰ اجل شانہ تم کو علم نصیب کریگا ۱۲ -

اگلی بنیاد کی طرف متوجہ نہین ہوئے - واپسین سفر کے بعد - اس زمانہ مین آپ کی قبر پر پختہ اینٹون کی ایک عمارت بنادی گئی ہے - لراسمہ

چرا بکار رو گردل ہند بہشت طلب	بنائے قصر بہشت ست بر عمارتِ دل

یاد سید حبیب رحمہ اللہ

آپ کا جذبہ سلوک کے ساتھہ شامل تھا - اور مستی ہوشیاری کے ساتھہ ملی جلی تھی - پوشیدہ واقعات اور پنہانی حالات کا آپ کی بصیرت کے آئینہ مین عکس پڑتا تھا دارالسلطنۃ آگرہ مین شاہ قلی خان محرم کا ایک باغ ہے - جو دولت - اور فقرا کی صحبت مین مشہور ہین - اس باغ کے پہلو مین آپ کا گھر تہا - لراسمہ

ذرہ از مئی بمن نہ گذاشت	اند کے سکر برد و بختی صحو

یاد شیخ نظام مجذوب

آپ نے اہل زمانہ کی طرح لکڑی اور رسی سے ایک لمبا چوڑا مچان بنا رکہا تہا - جس پر دس آدمی آسودگی کے ساتھہ لیٹے لیٹ سکتے تھے - آپ ہمیشہ اُسی پر بیٹھے رہا کرتے تھے - اور اُس پر سے بہت کم نیچے اُترتے تھے - جو کچھہ آپ کی زبان سے نکل جاتا تہا دیر سے یا جلدی سے - وہی وقوع مین بھی آجاتا تھا کہتے ہین - جس زمانہ مین شیخ ابو الفضل مبارک کے ہوش اور عقل کو روز افزون ترقی ہوتی جاتی تھی - عقلی و نقلی علوم کی تحصیل مین نمایان افزایش تھی - اور خلوت نشینان صورۃ و معنی کے آستانہ کی حاضر باشی مین - کمال کوشش تھی - اُس زمانہ مین جب مشار الیہ شیخ کی ملازمت مین حاضر ہوتا تہا - تو آپ بلند آواز کے ساتھہ فرمایا کرتے تھے - آو - وزیر چغتائی آو - بالآخر شیخ ابو الفضل مبارک تھوڑے ہی عرصہ مین شہنشاہ زمان اکبر شاہ کی خدمت سے بڑی دولت پر سرفراز ہوئے - اور سلطان کی مصاحبت اور ہمدمی کا خلعت پایا - نیز کئی صوبون کی جاگیر دار ہوئے - شیخ ابو الفضل مبارک کے چھوٹے بہائی شیخ ابو البرکات مبارک نے آگرہ مین آپ کی قبر پر ایک گنبد تعمیر کرادیا ہے - خداے تعالی اُسکو جزاے خیر عطا فرماوے -

مصرع از جیب نیستی طلبان دوست سر کشد

یاد شیخ عبد الجلیل ناگوری

آپ کو ارادت اور نیز خلافت چشتیہ معینیہ سلسلہ سے تہی - آپ کا سکر - آپ کے ہوش پر غالب تہا جب آپ ہوش مین آتے تھے تو اپنے ہمدمون کو قیل و قال کے گرفتار علما - اور دانش کے

خریدار طلبا کی ہم نشینی اور ہمدمی سے منع فرمایا کرتے تھے - جب حالت ہوش کے بعد پھر استغراقی حالت کا عود کر آنا - دوسری قسم کی باتون کی گنجایش نہین دیتا تھا - تو سوا اسکے - کہ آپ سب کو دعا دیکر بیخودی مین محو ہوجاوین اور اپنے تئین حوالہ مستی کردین - کوئی چارہ کار نہ تھا -

یاد ملک محمود بیارہ

آپ سلک خاندیس کے وزیر زادہ تھے - اور آپ کے سبب سے فضلاے زمانہ کو اعتبار حاصل تھا ربانی کلام کا حفظ - عربی زبان اور فارسی عبارت کا علم - اسماے رجال کی یادداشت طبیعت کی موزونی سنجیدہ کاری - انفاس کی پاسبانی - جوہر شناسی - اور اندرونی صفائی - یہ تمام صفات - آپ کی ذات مین کمال کے درجہ پر حاصل تھین - فرماتے تھے - جب بدر بزرگوار کو واپسین سفر کی اجازت آئی - تو نوبت وزارت میرے نام پر پہونچی - یہ کام شروع سے ہی مجکو دشوار معلوم ہوا - اور ترک کا خیال بالکل دل مین سمایا - اس اثنا مین ایک روز شاہ منصور مجذوب کی خدمت مین گیا - تو شاہ صاحب نے فرمایا - محمود فارسی قرآن جو تمنے ان ایام مین بہم پہونچایا ہے لاؤ - آپ کہتے تھے - مینے مولوی کی مثنوی خریدی تھی وہ شاہ صاحب کی خدمت مین لے گیا - فرمایا کھولو - اور پڑھو - جب چند بیتین پڑھی گئین - تو فرمایا کہ ہمیشہ اسی کتاب کے مصاحب رہنا - بہت سہل طریقہ کے ساتھ آزادی منصب گرفتاری سے حاصل ہوجاویگی - مینے شاہ صاحب کے فرمانے پر کمال کوشش کے ساتھ عمل کیا - اور عجلت کے ساتھ ظاہری منصب سے دل ہٹاکر بیکاری اختیار کرلی - اس کے بعد مین شاہ صاحب کے ارشاد سے سید عبد شاہ بخاری کی خدمت مین احمد آباد گیا اور ان کی ملازمت سے بہت کچھ فیض حاصل کیا - سید عبد شاہ تعلب عالم بخاری کے پوتے - اور سجادہ نشین ہین - انہیں ایام مین سفر حجاز کی بھی توفیق ہوئی - اور حرمین شریفین زادھما اللہ شرفاً کی زیارت سے مشرف ہوا - اس مبارک سفر سے سعادت کرنے کے بعد چند روز اجمیر مین مقیم رہا - اور نیز اُس وقت مین روضہ معین الاولیا کا متولی بھی ہوگیا - یہان سے ہجری سنہ نوسو پچاسی مین احمد آباد کی طرف منڈو (مانڈو) کے راستہ سے گیا - اس وقت مین راقم نے بھی آپ کی دست بوسی سے برکت حاصل کی تھی - کہتے ہین - آپ کو جملہ نامور خانوادون سے خلافت اور نسبت تھی بالخصوص مغربی مشائخ اور بخاری سادات کے سلسلہ سے استحکام کے ساتھ وابستگی رکھتے تھے - ہجری سنہ ایکہزار مین سامان زندگی - آلہی عالم کی سیر کے واسطے باندہ گئے - خوابگاہ احمد آباد

مصرع جملہ کارش را بنا بر عاقبت محمود باد -

یاد سید مصطفیٰ محبوب اللہ

آپ سید حسین چشتی کے پوتون مین سے ہین - ہمیشہ بیش بہا خلعت پہنا کرتے تے - اور معشوقانہ وضع رکھا کرتے تھے شیخ مشائخ کے بیٹے ملک شیر کہتے ہین - ایک رات عرس تہا - اُس رات مین یہ حسین نے مجاو قطب زمان شیخ عبد الملک کے بلانے کے واسطے بہیجا تہا - چونکہ شیخ عبد الملک سلس البول کے مرض مین گرفتار تے - اور رات تہی - اسواسطے نہین آئے - کہ معلوم العذر بیمارون کا بلانا دن مین بہتر ہے اور اگر رات مین بلانے کا موقع آوے - تو بلانے والے مین مردانگی چاہیئے - ملک نے پیغام سید کے نزدیک پیش کیا - تو سید - تامل کے بعد فرمایا - ملک شیر جاؤ - اور کہو - جس طرح اشارہ فرمایا گیا ہے اُسی طرح بلانا چاہتا ہون جب شیخ عبد الملک - نے یہ جواب سنا - تو بے تامل مجلس عرس مین چلے آئے - صبح تک وجد اور سماع مین معروف رہے - اور استنجا کی ضرورت نہیں ہوئی - اور سید کو فقیر نے کچہہ اوپر ایک سو کلہ نخ دیے - اور جب مین نہین ہوتا تھا - تو دوسرے خادم پہونچاتے تے القصہ آپنے مذکورہ بالا بیماری شیخ عبد الملک سے سلب کر لی - اور اسے اوپر لے لی - مسیحائی تصرف کو آپنے ایوبی ولایت کے ساتہہ ملا دیا - آپ کی خوابگاہ احمد آباد گجرات مین ہے - مصرع وصل حق تا ابد بکامش باد ؎

یاد شیخ محمد نابلوسی

نابلوس - شام کا ایک قصبہ ہے - یہان کی آب و ہوا خوش گوار ہے - سیاح لوگ اس کی زمین کو بہشت کی زمین بتلاتے ہین - اس قصبہ کے باشندے - نقد بہشت سمجہتے ہین - آفاق کے مسافر عاریتی بہشت جانتے ہین - اور جو لوگ دور ہونے کے سبب سے محروم ہین - وہ بہشت موعود کی طرح ادہار کر کے ملتے ہین آپ اپنی زاد بوم سے چل کر مصر مین آئے - اور یہان پر سعادت مند اولیاء اللہ کی دوستی اور کشش کے سبب سے وطن اختیار کر لیا آپ اپنی زندگی کے ہر سال کو از روے عبادت تین حصون پر تقسیم کرتے تھے - چار مہینے درس مین صرف کیا کرتے تہی دوسرے چار مہینے سفر حجاز مین گذارتے تے - اور تیسرے چار مہینے جہاد کے واسطے اسکندریہ مین جاکر رہا کرتے تہی اس طور پر آپ زمانہ ہوش ہی وا پسین نفس تک اپنے اعمال کے روز نامچہ کی خانہ پری کرتے رہے - خوابگاہ مصر مصرع روح اور کنار راحت باد ؎

یاد شیخ قاسم

آپ شیخ یوسف سندہی کے صاحب زادہ شیخ طاہر محدث کے چہوٹے بہائی - اور شیخ الغلوب کے باپ ہین - تقوی - توکل - اور تصرف یہ جملہ اوصاف حمیدہ آپ کی ذات مین موجود تے - آپ کے پیر بیعت

شیخ بہاء الدین پدر شیخ کبیر ہین - جو دسوین صدی کے اخیر مین شیخ الاسلام شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کے جانشین تھے -

مسیح القلوب بیان کرتے ہین - ہنوز میرا زمانہ ہوش نہین آیا تھا - کہ آپ کا سایہ عاطفت میرے سر پر سے اٹھا لیا گیا - اُس وقت مین پدر بزرگوار کے بعض ہم نشینون سے مینے سنا ہے - کہ توحید دانی - خداشناسی - اور وحدت وجود کے اعتراف کے بارہ مین لوگ آپ کی تعریف کیا کرتے تھے - اور آپ کی بہت کچھ خارق عادات - اور بے تعینی و آزادی کی باتین - بیان کیا کرتے تھے - منجملہ اون کے ایک واقعہ مجھے یاد ہے -

"ایک روز میری ماں بچون کو ہمراہ لیکر میرے عم مکرم شیخ طاہر رحمۃ اللہ کے گھر گئی تہین - عم مکرم کا گھر دو - تین گلی کے فاصلہ پر تہا - پدر بزرگوار کا ارادہ ہوا - کہ آپ بہی وہان جاوین - لہذا مینے چاہا کہ مکان کو مقفل کردون - مگر آپنے اجازت نہین دی - اور فرمایا - اہل حقیقت کا یہ شیوہ نہین ہے - یہ سنکر مین اسی طرح غیر مقفل دروازہ چھوڑ کر چلا گیا - راقمہ

در این خانہ بے لوح ست غوتی از خرد نبود	بپاس متاعش رخنۂ دیوار بربستن

اللہ تعالی جل شانہ کا احسان ہے - کہ واپس آکر تمام چیزون کو اپنی مقامات پر بدستور پایا - اور آپ کے توکل کی بدولت کسی چور کا ہاتہ کسی شے کو نہ لگا"

" اور اب اس زمانہ مین اپنے عم اُستاد سے مینے سنا - کہ فرماتے تھے - میرے چہوٹے بہائی شیخ قاسم کا مشرب صوفیہ تہا - اور اُن کی دل آویز گفتار - اور پسندیدہ افعال سے اخیار اور ابرار کی علامتین ظاہر تہین"

نیز مسیح القلوب کہتے تھے - جب شہنشاہ زمانہ اکبر شاہ مجکو بدون میری خواہش کے - ازلی مشیت کے بموجب برہان پور سے دار السلطنۃ آگرہ کو لے گئے - تو چند روز بعد مینے اپنے پدر بزرگوار کو خواب مین دیکہا آپنے ایک سندہی زبان کی بیت اس مضمون کی پڑہی - اے فرزند - تجہ کو ہر چند لفظ لا کے ساتہ درمیان مین سے ہٹا کر نیست کر دیا - مگر تو ابہی تک اپنی ذات مین زعم ہستی رکہتا ہی ہے کہ جب مین بیدار ہوا - تو اس اشارہ سے دل مین یہ خیال پیدا ہوا - کہ اپنی رہائی کے واسطے تفکر کے ذریعہ سے تدابیر نکال کر زبان سے بیان کرنا - اس سے مطلب فنا حاصل نہین ہوتا ہے - بلکہ ایسا کرنا دراصل اپنے تئین تسلیم اور رضا کے مرتبہ سے شکوہ اور فکر کی پستی مین ڈالنا ہے - لہذا یہ شیوہ چہوڑ دینا چاہیے - اس خیال کی بنیاد پر انواع و اقسام

کے تخیلات کا تموج دل سے دور کر دیا۔ اور آسودگی حاصل ہوئی۔ اور ایک ہفتہ سے کم مدت مین وطن آنے کی اجازت مل گئی۔ یہ بیشک سچ ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے جو غیر سے استمداد کی تھی۔ تو یہ استمداد زندان مین بِضعَ سِنِین ؎ تک قیام کرنے کا باعث ہوئی تھی۔

یاد شیخ بہول مجذوب

آپ کی ذات سے خرابات کا مکان زیادہ رونق پاتا تھا۔ خرق عادات کی قوت حاصل تھی۔ اور الٰہی جذبات بھی آپ مین موجود تھے۔ چند سال تک ٹنٹیا محل مین زیر زمین غار کھود کر اور اوپر سے خس پوش کر کے بسر کی (ٹنٹیا محل دار السلطنۃ آگرہ مین ایک مشہور جگہہ ہے) اس وقت مین خس پوش مکان کی جگہہ ایک بڑا عالی شان محل ہے۔ بیت

جائے دیدار دلبر دو جہان	قصر فردوس وکاخ دل باشد

یاد سید جمال

آپ شیخ ابراہیم میان آبا کی مسجد مین مدرس تھے۔ نیز عابد وقت۔ اور زاہد زمانہ تھے۔ احیاء العلوم اور عین العلم کے مطالعہ سے ایک خاص تعلق رکھتے تھے شیخ محی الدین عربی کی تصنیفات پر آپ کا دل مائل نہین ہوتا تھا۔ لیکن انصاف کو کام مین لاکر باطن سے انکار نہین کرتے تھے۔ علم حدیث پر بہت کچھہ آپ کا دل تھا جب شیخ طاہر یوسف نے برار سے نکل کر برہان پور کو نورانی فرمایا۔ تو سید اپنی بزرگی کو چھوڑ کر چند سال تک جب تک کہ زندگی باقی رہی۔ اپنی مسجد سے روزمرہ شیخ کے درس مین پہونچا کرتے تھے شیخ کا قیام سندھی پورہ مین تھا۔ جو سید کی مسجد سے ایک میل کی مسافت سے کچھہ زیادہ ہی زیادہ ہے اس مسافت کا کچھہ خیال نہین ہوتا تھا۔ چارون فصلون مین برابر جایا کرتے تھے صحیح بخاری آغاز سے انجام تک پڑہی۔ مولانا حافظ سندہی جو معنوی خوب رو ہین۔ آپ کے شریک اور سامع تھے۔ جب آپ کی زندگی کا ورق لوٹ دیا گیا۔ تو خوابگاہ شیخ ابراہیم عمر سندہی کے مقبرہ مین بنائی گئی مصرع جمالِ حق فروغ دیدہ اش باد۔

یاد شیخ الہداد مارہرہ

آپ کو ہمیشہ تلاوت کے ساتھہ ایک خاص تعلق تھا۔ آپ نے ہمیشہ زمانہ توکل۔ تسلیم۔ اور رضامندی حق مین گزارا۔ قرآن کا ترجمہ یاد تھا۔ کہتے ہین۔ آغاز جوانی مین ایک حسینہ وجمیلہ عورت کے ساتھہ دلبستگی ہوگئی تھی۔

؎ چند سال ۱۲۔

چند سال نظر بازی مین گورے - بعدہ دل کی اجازت لیکر عقد کر لیا - القصہ ہمیشہ حسین مظاہر پر نظر بازی کے ساتھہ زندگی گزاری - لیکن مظاہر مین جو ظاہری مشاہدہ کا ذوق حاصل ہوا تھا - یہ بصیرت کے ذریعہ سے حاصل ہوا تہا ہوا اس بیت کا مضمون زبان حال سے پڑہا کرتے تہے **بیت**

حُسن خویش از روئے خوبان آشکارا کردہ	پس بہ چشم عاشقان آنرا تماشا کردہ

یاد شیخ محمود بنجارہ

آپ خوبان سکنہ آگرہ میں سے تہے - مبدء اور معاد کی شناخت مین آپ کا مرتبہ عالی تہا - آپ کے خارق عادت کامون مین سے ایک یہ بہی تہا - کہ دیو سے یا پری سے - جس کسی کو آسیب ہوتا تھا جب آپ کا نام اُس کے سامنے لیا جاتا تہا - یا آپ کے ہاتہہ سے پہول لیکر ماؤف شخص کو سونگہایا جاتا تھا - تو وہ بہت جلد ہوشیار اور تن درست ہوجایا کرتا تھا گویا سلیمانی ولایت آپ کو حاصل تہی لراسمہ -

کسی کہ نقش ترا بر نگین دل دارد	بکار خلق کند معجزہ سلیمانی

یاد شیخ عبدی ساکن آگرہ

آپ - عابد متوکل - اور عارف زمان تہے - سردار پیغمبران علیہ السلام کی محفل میلاد ترتیب ہونے مین استطاعت سے زیادہ کوشش کیا کرتے تھے - اور عمدہ عمدہ طریقہ کے ساتھہ انجام دیتے تہے غالبًا آپ کو اُخروی کشود کار - اسی پسندیدہ کام کی بدولت ہاتہہ آئی تہی - اور یہی خدمت - آپ کی مخدومی اور بزرگی کا سرمایہ ہوئی تہی - اس مین شک نہین - کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ذرہ برابر محبت بہی آخرت مین تمام اہل عالم کی نجات کے واسطے بس ہے **مصرع** محبت کیمیا ئے اہل درد ست -

یاد شیخ شہاب الدین واصل

آپ - باعمل عالم اور باحضور کامل تہے - شیخ طاہر یوسف اور ان کے بہائی شیخ طیب نے جب اُن کے احوال کا متوسط زمانہ تھا - منہاج العابدین آپ کے درس مین گزرانی تہی - اور نیز آپکی ملازمت سے بہت کچھہ فیض پایا تھا - مسیح القلوب نے اپنے عم مکرم شیخ طاہر کے حوالہ سے بیان کیا ہے - کہ کہتے تہے - مین ایک بار دسترخوان پر شیخ سے دور بیٹہا تھا - اُس وقت میرے دل مین آیا - کیا اچہا ہوتا - جو مین شیخ کے پیالہ میں شریک ہوتا - فوراً اُسی وقت آپ کے آئینہ خاطر مین عکس پڑگیا - مجکو وہان سے بلایا - اور اپنے برابر مین جگہہ دی - پہر میری یہ آرزو ہوئی - کہ شیخ ایک لقمہ اپنے ہاتہہ سے مجکو دیوین - آپنے ایسا ہی

کیا - اور تبسم فرمایا - اس قسم کی بہت سی عجیب و غریب روایتین آپ کی گجرات اور سندہ والون کی زبان زد ہین - آپ کی اولاد بھی بزرگی کے اعتبار سے اپنے آبائے کرام کی خانقاہ کو آباد رکہتی ہے - خدا کرے آباد رہے -

یاد شیخ عبد الملک

آپ - علامہ وقت - اور شیخ ابراہیم کے صاحب زادہ تہے - بہت برسون تک رسمی علوم کا درس دیا جنت آشیانی ہمایون بادشاہ کے زمانہ مین تہے - واپسین سفر کے روز بہی حسب معمول درس دیا - لیکن فرزندون کو اوٹھا دیا ان علم کو فرمایا - جلد نماز کے واسطے آجاؤ - چنانچہ تعمیل حکم کی گئی - فرض سے فارغ ہونے کے بعد سر سجدہ مین رکہہ دیا - اور وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ؎ پڑہا - اور ترجمہ کا خاتمہ - آخرین سانس کے ساتہہ دوش بدوش ہوا - خوابگاہ کالپی مین پدر بزرگوار کے گنبد کے باہر مصرع

بادا نصیب سینۂ او نور معرفت

یاد شیخ الہ بخش چشتی

آپ کے آباؤ اجداد کا سلوک چشتیہ سلسلہ کی بیعت او خلافت پر تہا - الٰہی مشیت نے آپ کے اعتقاد کی چوٹی خانوادہ شطاریہ کی طرف کہینچ کر غوث الرحمن کے دست تصرف مین دیدی تہی صاحب موصوف کے فیض ارشاد سے قطع منازل مین تیز روی - اور سیر مقامات مین استغراق اس درجہ بہم پہونچا - کہ مناظرہ کے آداب - اور درسیہ قیل و قال کے مقاصد سے دل سرد ہوا - اور تحقیق کی طرف التفات کرنے سے یہ نتیجہ نکلا - کہ زمانہ اور اہل زمانہ کی رسوم سے آزادی مل گئی -

کہتے ہین جس وقت آپ سماع مین محو ہوجاتے تہے - تو غوث الرحمن آپ کا ہاتہہ اپنے ہاتہہ پر رکہکر گہوما کرتے تہے سینکڑون طرح کی نوازشین اور اکرام کام مین لاتے تہے - چونکہ آپ مغلوب الحال زیادہ تہے آپ کے اوقات اور حالات اکثر وجد و تواجد - اور سکر و بیخودی مین گزرا کرتے تہے - اگرچہ اختلاف ممالک کے سبب نقش اور صورت کی بندش مین ہر جگہہ راگ کا رنگ جداگانہ ہوتا ہے اور صوفیون مین بہی اکثر ایسے ہین - کہ جو روش اُن کے ملک کی معمولی ہوتی ہے - اُسی ایک روش کے عادی ہوکر دوسری وضع کی طرف مائل کمتر ہوا کرتے ہین - لیکن آپ کو سرود کی ہر ایک روش - رقت اور شورش پیدا کر کے خوش وقت

؎ اور اپنے پروردگار کی عبادت مین لگے رہو - یہان تک کہ تم کو امر یقینی (یعنی موت) پیش آئے ۱۲ -

کرتی تھی - آپ کا سماع کسی طرز کو چھوڑ کر - کسی خاص طرز کے ساتھ خصوصیت نہین رکھتا تھا - آپ کی فہم اور ہمت - سماع و سرود کی تمام روشون پر پہونچ جاتی تھی - اور سماع کے عین جوش مین - جو بات - بشارت یا ڈراسنے کی شان مین آپ کی زبان مبارک سے جدا ہو کر ہونٹون تک آجاتی تھی - وہ بہت جلد وقوع پذیر ہو کر عجائبات کے عالم مین مشہور ہو جاتی تھی -

نقل ہے - گوالیار مین ایک روز شیخ نظام نارنولی نے آپ کی مجلس مین کہا تھا - ہرچند ریاضت اور مجاہدہ کیا - لیکن غیب کے خزانچی نے اُس دروازہ کی کنجی - ہمارے ہاتھ مین نہین دی - جس کا کھولنا مقصود درویشی ہے - آپ نے فرمایا **ایہا الشیخ** اس مدعا کے دروازہ کا کُھلنا کیا خاص درکیا عام تمام عالم کا عالم تمہاری بیعت کا طوق اپنی عقیدت کی گردنون مین ڈال لیوے اِس بات پر موقوف ہے کہ گرفت مذکور کی صورت گوشہ قلب مین محصور کی جاوے -

کہتے ہین - جب شیخ الہ بخش کا زمانہ پیری آیا - تو آپ نے قرآن کی حقیقت آمیز تفسیر - اور صحاح احادیث کی لطافت انگیز شرح کی طرف کامل طور پر متوجہ ہو کر شغل اختیار کر لیا تھا - یہان تک کہ خاک نمناک کے دائرہ سے نکل کر عالم پاک کے کنگورہ پر عروج فرما گئے لہ کان ذلک فی اثنا عشر من ربیع الثانی من سنہ نیف وسبعین وتسعمائۃ **مصرع** سخن او حدیث تقدیر ست -

یادِ شیخ علی متقی

آپ حسام الدین جونپوری کے فرزند ہین - خدا پرستی - پرہیزگاری - تن گدازی - اور نیکوکاری - ان جملہ صفات مین آپ کی ذات سے فروغ تھا - آپ کسبی علوم - اور کشفی معارف مین صاحب ولایت علما کا درجہ رکھتے تھے - ہجری سنہ نوسو ترپیپن مین ہند سے حرمین شریفین کی طرف کوچ کیا وہان پر شیخ ابوالحسن بکری شافعی مصری - اور نیز دیگر اعجاز بیان محدثون کی ملازمت مین رہکر جملہ صحاح احادیث کی کامل طور پر تصحیح کی - بہت سے ذی استعداد لوگون کو اپنے فیض اور فائدہ سے اُستادی کی مسند پر بٹھایا - اور فن حدیث مین لوگون کی رہنمائی کے واسطے بہت سی سودمند تالیفات چھوڑی ہین - منجملہ اُن کے ایک کتاب آپ کی ہے - جس مین ایک لاکھ حدیث لکھی ہے - اور شیخ جلال سیوطی کی کتاب جامع الصغیر پر ایک عمدہ فہرست ابواب کے ذریعہ سے بنائی ہے - نیز سلوک اور تصوف مین بھی چند رسالے تحریر فرما کر اہل جہان کے

لہ واقعہ تاریخ بارھوین ربیع الثانی ہجری سنہ کچھ اوپر نوسو ستر مین ہوا ہے - ۱۲

واسطے اپنے کمالات کا نمونہ چھوڑا ہے۔ پدر بزرگوار فرماتے تھے۔ جب آپ سفر حجاز کو تشریف لیئے جاتے تھے۔ تو منڈو (مانڈو) کو بھی آپکے عبور سے شرف حاصل ہوا تھا۔ اپنی والدہ کی بیماری کے سبب سے چند روز بے ارادہ قیام کرنا پڑا۔ آپ کی فیض بخش ملازمت مین معرفت کی باتون کے بیان سے فائدہ کا بہت کچھ حصہ لوگون کو ملا۔ جب پاک دامن مریضہ نے جہان فانی کو رخصت فرمایا۔ تو آپنے حوالہ خاک کر کے دوسرے روز کوچ کردیا۔ اور وداع کے وقت مجھہ سے کہا۔ کہ پتھر ایسی جگہہ سے نہ اُٹھائے جاوین۔ جس مین دوسرے کی ملک کا وہم ہو۔ بلکہ سر راہ سے جس طرح کا اینٹ پتھر بہم پہونچ جاوے۔ اُٹھاکر مقبرہ مین صرف کرنا۔ چنانچہ ایساہی کیا گیا آپ ذکر۔ فکر۔ شغل۔ مراقبہ۔ اور نیز دیگر نفل عبادات مین پوشیدگی کو کمال درجہ کام فرماتے تھے۔ اِس بنیاد پر لوگون نے آپ کی نسبت قیاس نقشبندیہ شرب کا کیا ہے۔ ہجری سنہ نوسو پچھتر مین جب آپ مکہ معظمہ مین تھے۔ فرمان طلب صادر ہوا۔ آپنے قبول فرماکر عالم ترکیب کی قید سے آزادی پائی۔ زیادہ تر تعجب کی یہ بات ہے۔ کہ آپ کو سنت نبوی علیہ السلام کی پیروی مین اہتمام بہت کچھ تھا۔ اِس سبب سے الفاظ **متابعۃ نبی** شمار مین آپ کے سال رحلت کی برابر آگئے۔ ۹۷۵ھ اور چونکہ اُس مقام کے شرفا و علما۔ اپنے شہر کا شیخ جانتے تھے۔ اسواسطے الفاظ **شیخ مکہ** بھی آپکے سال انتقال کی برابر ہوئے ۹۷۵ھ **مصرع** پیرو خاص مصطفی است علی۔

یادِ شیخ خواجہ عالم

آپ۔ باپ کی طرف سے خواجہ مودود چشتی کو۔ اور مان کی طرف سے مخدوم شیخ جلال پانی پتی کو پہونچتے ہین۔ غوث الرحمٰن کے بااخلاص مرید۔ اور خاص خلیفہ تھے۔ آپ کے حالات کا کسی قدر بیان۔ اس طرح ہے کہ جب سینہ کے عنصری طاق مین (جو قندیل قلب کے رکھنے کی جگہہ ہے) استعداد اور قابلیت کے نور کا عکس۔ چراغ کی طرح پڑا۔ تو آپنے دینی علوم۔ اور یقینی معارف کی شاہراہ مین ہمت کا قدم استحکام کے ساتھہ رکھکر۔ علوم کے چمک دار جواہر بہم پہونچائے۔ اور ان کو طبیعت کے خزانچی کی تحویل مین رکھا۔ باقی زمانہ زندگی جو رہا۔ یہ طالبانِ علم کی فیض رسانی مین صرف کیا۔ خاتم نبوت علیہ السلام کی سنت کی پیروی مین تیر اندازی کی مشق اِس درجہ کی۔ کہ خطا قبضہ امکان سے باہر ہوئی۔ اور ہمیشہ **ابتغاءً لوجہ اللہ** لشکر اسلام کے ہمراہ۔ حرب کفار کے مقام پر پہونچکر درست تیراندازی کا امتحان مقبولیت کے ساتھ دیا۔ جب ملک علام کی طرف سے فرمان طلب آیا۔ تو آپنے عارف وقت شیخ عبدالملک شطاری

اور قاضی عبدالقادر کو اپنی عیادت کے بہانہ سے طلب فرمایا۔ اور کہا۔ کہ سرور انبیا علیہم السلام باصحابہ کرام رضی اللہ عنہم تشریف ارزانی فرماکر مجکو بلاتے ہین۔ آپ دونون بزرگ اصحاب آگاہ اور گواہ رہین کہ مین اپنے اسلام کی جنس اور ایمان کا نقد صحراے ناسوت کے لٹیرون کی لوٹ سے صحیح وسالم ملکوت کے دارالاسلام کو لئے جاتا ہون۔ اور حکم ہے کہ میری قبر بیر پور مین بنائی جاوے۔ مصرع

خواجہ عالم شد ندیم خواجہ عالم در بہشت

یاد شیخ جیوہ

آپ کا نام عبدالحی ہے۔ حضرت غوث الرحمن کے بڑے خلیفہ ہین۔ ہمیشہ ریاضت کے گریبان مین سر جھکا ہوا اور قناعت کے دامن مین پانون سمٹا ہوا رہتا تھا۔ کنج توکل۔ گوشہ تسلیم۔ زاویہ فقر۔ کلبہ تنہائی۔ صحرائی آزادی۔ ویرانہ بیخودی۔ اور حجرہ شکیبائی۔ یہ سات مقامات آپ کی دنیاوی تجرید کی سات اقلیمین تہین۔ جس وقت تک آپ کے نورانی جسم پر زندگی کا خلعت رہا۔ اوس وقت تک آپنے فتوحات قبول کرنے کے واسطے ہاتھ آستین سے باہر نہین نکالا۔ نہ دینے کی عادت سے استغنا کی پیشانی کو داغ دار نہین بنایا۔ اور نہ اپنی ہمت کو اس عادت کے رنگ سے رنگین فرمایا۔

شیخ داؤد شطاری سے روایت ہے۔ ایک روز حضرت غوث الرحمن نے چاول اور نیز دیگر غلہ سے بار کئے ہوئے۔ چند نرگاؤ۔ آپ کے گہر والون کی قوت کے واسطے بہیجے۔ آپنے اُن کو نہین لیا۔ حضرت غوث الرحمن نے فرمایا۔ پہر لیجاؤ۔ اور یہ کہو۔ پیر کی بہیجی ہوئی شے نہ لینا۔ ادب کی عمارت کا ڈھا دینا ہے۔ آپنے جواب مین کہلا بہیجا۔ بہیجی ہوئی شے کسی کی بہی ہو۔ مرید جیوہ معذور ہے۔ نہین لیوے گا۔ پہر حضرت غوث الرحمن نے فرمایا۔ ایک بار اور لیجاؤ۔ اگر نہ لین۔ تو سرزنش کرنا۔ کہ تمہارے پیر فرماتے ہین۔ دفتر خلافت سے تمہارا نام کاٹ دون گا۔ آپنے جواب دیا۔ پیر کی رہنمائی کی بدولت۔ رد کے خوف کا۔ اور قبول کی اُمید کا نقش۔ خاطر درویش سے بالکل دہو دیا گیا ہے۔ یہ تہدیدی پیغام بہی نقش برآب ہے۔ جب یہ جواب حضرت غوث الرحمن کی خدمت مین عرض کیا گیا۔ تو مزید رقت اور افزونی توجہ کا باعث ہوا۔ حضرت غوث الرحمن بے اختیار اپنے خلوتخانہ سے نکل کر مرید کے تکیہ مین آئے۔ بہت کچھہ نوازش اور مہربانی کام مین لائے۔ اور نہایت گرمجوشی کے ساتھہ ہم آغوش ہوکر یہ خوشخبری سنائی۔ عبدالحی استقامت اور ثابت قدمی کے منصب کا فرمان۔ آج تمہارے نامی نام پر مہر اور دستخط سے مکمل ہوگیا۔ اب تم الاستقامۃ فوق الکرامۃ

کا علم طریقت کی معرکہ آرائی مین نصب کرو۔ اور لہ فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ کا تاج - افعال کے سر پر - اور فقر کی
ہفت کشور کی سلطنت اپنے اوپر مسلم سمجھو۔
کہتے ہین - جب گوالیار مین لوگون کے ہجوم سے آپ کے اوقات مین خرابی کا نقصان پیدا ہوا -
تو آپ یہان سے بہت جلد دہلی کی طرف چلے گئے - چند روز بعد اس جگہ بھی ایسی ہی صورت پیش آئی
اسواسطے اس شہر سے بھی عجلت کے ساتھ اُٹھ کھڑے ہوئے - اور پانی پت مقام کو روانہ ہو گئے - یہان بھی بدستور
آپ کے اوقات مین آفت پیش آئی - لہذا یہان کی اقامت سے بھی دل اُٹھانا پڑا - اور قصبہ بدولی مین جاکر
دریاے جمنا کے کنارہ - خدا پرستی کے واسطے ایک حجرہ اختیار کیا - اور جس قدر آب حیات زمانہ کی
ابریق مین رہا تھا - اُس کو ظاہری اور باطنی طہارت مین صرف فرماکر خاک پاک کے خلوتخانہ مین گوشہ گزین
ہو گئے - اور دائمی خوابگاہ بنالی - مصرع بادخاک پاک اور شک بہشت -

یاد شیخ وجیہ الدین احمد

آپ شیخ نصراللہ علوی کے بیٹے تھے - مولد اور مرقد دونون احمد آباد گجرات مین ہین - آپ دونون جہان
کے قطب - دونون جہان کے حقائق کے مرکز - حصولی اور حضوری علوم کے مالک - اکتسابی اور وہبی فنون کے خداوند -
کتابی منقوش اشیا کے رموزدان - اور اسرار لوح محفوظ کے رازدار تھے - کہتے ہین - آپنے علمی صورت سے - نقل کر
ہجری سنہ نوسو دو مین عنصری پیکر کے وطن کو اپنی ولادت کے جلوہ سے منور فرمایا - اور ولادت کے بعد پانچوین
سال کے آغاز سے اخیر تینتیس سال تک آپ طرح طرح کے علوم متداولہ اور غریبہ کی تحصیل مین مشغول
رہے - یہان تک کہ ساٹھ علم سے زیادہ ہی زیادہ آپ کو حاصل ہو گئے - جب مجازی کثرت آباد سے
حقیقی وحدت گاہ کو آخرین سفر ہوا - تو تاریخ اُنتیسوین صفر تھی - اور ہجری سنہ نوسو ستانوین تھا - اُس
وقت تک آپ تمام علوم کے درس دینے مین مشغول رہے - اور اللہ تعالی جل شانہ کی بخششین آپ
کے اوقات عزیز کے شامل حال رہین - اس باسٹھ سال کی مدت مین آپ کی فیض رسانی کی بدولت
بہت سے ذی استعداد لوگون نے آپ کی شاگردی سے خلعت اُستادی پایا - اور بہت سے بلند ہمت
صوفیون نے آپ کی دلنشین تلقین سے خرقہ خلافت حاصل کیا -
مولانا عالم گلبہاری اپنے تذکرہ مین لکھتے ہین - کہ ہجری سنہ نوسو تراسی تھا جبکہ وجیہ الحق کی

لہ کھڑے ہو جاؤ جیسے حکم کئے گئے ہو ۱۲

خانقاہ مین آکر مریدون کے طریقہ پر فیض یابی کے لئے التماس کیا تھا۔ آپنے فرمایا۔ تم کو ظاہری علم کامل طور پر حاصل ہے۔ تم دوسرے لوگون کی تکمیل کے محتاج نہین ہو۔ اپنی معلومات کو کام مین اور تکرار مین لانا چاہیئے۔ مینے عرض کیا۔ ان مقاصد کے سوا۔ کسی شغل کی آرزو رکھتا ہون۔ آپنے فرمایا۔ اس سے زیادہ کیا بہتر ہے۔ کہ باطنی سعادت کے اسباب بھی ہاتھ آجاوین۔ حملا عمدہ کلام یہ ہے۔ کہ آپنے تقریب کا موقع نکال کر یہ ماجرا بیان فرمایا۔ جن مقدمات پر آلہی حقائق کا دریافت۔ اور کشف موقوف ہے۔ اُن مقدمات کی تحصیل کا شوق میرے دل مین بھی اُس وقت پیدا ہوا تھا۔ کہ جب مین درس اور تدریس مین مشغول تھا۔ ناگاہ ایزدی مشیت جس کی ہر ایک مقدر شے مین سوسو نکتے اور نیرنگیان ہین۔ حضرت غوث الرحمن کو گوالیار سے گجرات کی طرف کھینچ لائی۔ یہ صورت وجیہ الدین کو (مجکو) حضرت غوث الرحمن کی شرف پابوسی سے مشرف ہونے کا باعث ہوئی۔ اور بہت تھوڑے عرصہ مین صاحب ممدوح کی کیمیائی پرورش کے ذریعہ سے میرا اسلام تانبے کی طرح کندن سونا بن گیا۔ رسمی عقائد کی قید سے نکل کر حقیقی ایمان کی بہشت مین چہل قدمی کرنا نصیب ہوا۔ اور چند روز بعد خلافت مطلق کا خلعت پاکر سرفراز ہوگیا۔ اور پالیا جو کچھ پاس نہ تھا۔ اور جو کچھ پاس تھا۔ پھر دہ نہ ملا۔ **بیت**

انچہ حق بہر بندگان آراست		آرزو آنچنان ندانند خواست	

خاص مسیح الاولیا کے خدا کے مضمون سے ہی ایک شکل آپ کے خرق عادت کی ظاہر ہوتی ہے مجملاً واقعہ ہذا کا بیان اس طور پر ہے۔ کہ ایک روز خواجہ عبدالشہید کے ایک مریدنے وجیہ الحق کی خدمت مین یہ ماجرا عرض کیا۔ فقیر اپنے وطن مین ایک سخت مرض کے اندر مبتلا ہوگیا تھا۔ یہان تک کہ لوگون کو صحت ہونے سے مایوسی ہوگئی تھی۔ خیر۔ مین پیر کی اجازت سے۔ پیر کے آستانہ پر جا پڑا۔ اس خیال سے کہ اس جگہہ کا موجود ہونا بشرط حیات یقیناً جلد تن درست ہوجانے کا سبب ہے۔ اور بشرط موت بلاشک حصول آسائش کا باعث ہوگا۔ گو دیر سے سہی۔ ایک روز پیر نے مراقبہ کے واسطے زانو پر سر رکھا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک نورانی شخص ایسے لباس مین جو ہمارے ملک کے اعتبار سے غیر متعارف ہے۔ حجرہ مین آئے۔ کچھ دیر کے بعد پیر نے فقیر کو بھی حجرہ کے اندر بلالیا۔ آنے والہ نورانی شخص نے پانی کے اوپر دم کرکے بیمار کے لئے گویا شربت شفا بنایا۔ فی الفور مجکو آثار صحت اپنے جسم مین معلوم ہونے لگے اُسی وقت وہ خضر رفتار مسیحا حجرہ سے نکلے۔ اور میری آنکھون سے اُن کا مبارک حلیہ پوشیدہ ہوگیا۔ مینے پیر

سے دریافت کیا۔ کہ ان بزرگ کا نام کیا ہے۔ جو مسیحا مشرب اور محیی مظہر ہین۔ اور ان کا مقام کہان ہے فرمایا نام شیخ وجیہ الدین احمد۔ اور مسکن احمد آباد گجرات ہے اسم المحیی کے مظہر اس زمانہ مین آپ ہی ہین۔ جب میری نظر تمہاری دشوار بیماری پر پڑی۔ تو نا امیدی کا اثر دل مین محسوس ہوا علاج کے واسطے محبت اُٹھہ کھڑی ہوئی۔ لہذا ضرورۃً مینے آپ سے استمداد کی۔ اس کے بعد تمنے دیکھا ہی جو کچھہ گزرا۔ اور معلوم ہی کیا جو کچھہ پیش آیا۔ جب پیر کی زبانی مینے یہ ماجرا سنا۔ تو اس ملک کے سفر کی اجازت لیکر روانہ ہوا۔ طلب اور ارادت صادق تھی کہ اُس کی برکت سے قدمبوسی کی سعادت کو پہونچ گیا۔ الحمد للہ مینے پالیا جو کچھہ چاہتا تھا۔

شاہ شیخ جی کے ایک مرید شیخو نام قصبہ کپڑبنج[لہ] مین رہتے تھے۔ اور احمد آباد کی سیر کے واسطے کبھی کبھی آیا کرتے تھے ایک دفعہ اُن کے دل مین یہ بات آئی کہ اس شہر مین آنا۔ اور وجیہ الحق کی ملازمت بدون حاصل کیے ہوئے لوٹ جانا۔ نا سعادت مندی کی نشانی ہے۔ اس بنا پر بعزم ملاقات کرکے ایسے وقت مین پہونچے۔ کہ شیخ طالبان علم کے درس سے فارغ ہوکر گھر مین تشریف لے گئے تھے۔ جب آپ کو اطلاع پہونچی۔ کہ فلان درویش دروازہ پر کھڑا ہوا قدمبوسی چاہتا ہے۔ تو گھر سے باہر نکل آئے۔ مصافحہ کے بعد زائر نے آرزو کی۔ کہ ملاقات کا ثمرہ ظاہر ہونا چاہیے۔ آپنے فرمایا شیخو۔ روبرو دیکھو۔ پھر دریافت کیا۔ فقیر کی صورت سے کس کی صورت تم کو نظر آتی ہے۔ عرض کیا۔ حضرت غوث الرحمن کا حلیہ شریف نظر آتا ہے۔ پھر فرمایا۔ اور نظر کرو۔ جب دیکھنے والے کی نظر آپ کے چہرہ پر پڑی۔ تو دریافت فرمایا۔ اب کس کی شکل ہے۔ جو درویش کی صورت سے ظاہر ہو رہی ہے۔ عرض کیا۔ خاتم النبیین علیہ الصلوۃ والسلام کا کمال جمال ظاہر ہے۔ تیسری بار فرمایا۔ اور زیادہ تامل کرکے دیکھو۔ اور معلوم کرو۔ کہ اس دفعہ کس کی تجلی ہے۔ اور کیا ہے زائر نے سبحان اللہ کہکر اسی وقت سر سجدہ مین رکھہ دیا اور بہت سے کلمات تنزیہ زبان سے نکالے اور کہا۔ جامی۔

ہرچہ اسباب جمال ست رخ خوب ترا	ہمہ بر وجہ کمال ست کما لا یخفی

سید خواجہ عالم کی گزارش بھی بالکل اسی گزشتہ بیان کی مثل ہے۔ اِس کی کیفیت مجملاً اس طور پر ہے کہ سید خواجہ عالم۔ عرش آستانی اکبر شاہ کے امرائے اعظم مین سے تھے۔ بالآخر تمام سامان دولت پر از راہ ہمت

[لہ] احمد آباد سے پانچ کوس پر یہ قصبہ واقع ہے ۱۲

لات مار کر فقر کے توکل آباد مین آگئے - اور رہنما پیر کی تلاش مین سیاحی شروع کی - جب آپ احمد آباد گجرات مین آئے - تو وجیہ الحق کی خدمت مین حاضر ہو کر شغل اور ذکر کی تلقین کے لئے عرض کیا - آپ ارشاد کے ہر ایک باب کے متعلق جو فصل بیان فرماتے تھے اُس کے جواب مین سید خواجہ عرض کرتے تھے - کوئی اور بات فرمائے - کیونکہ جو کچھ بیان ہوا ہے - یہ سب مرشدان کامگار کی امداد سے عمل مین لا چکا ہون جب آپنے صورتِ حال سے ایسا معلوم کیا کہ اِس قسم کی کوئی بات کارگر نہین ہوگی - تو فرمایا - کل کے روز درویش کو درس دیتے وقت تشریف لا کر مشاہدہ کرنا - خیر - تعمیل حکم کی گئی - وہی دیکھا جو اولین شخص نے دیکھا تھا - کہتے ہین یہ دونون اشخاص اِسی مشاہدہ کی بدولت اپنے مقصد کو پہونچے -

شیخ عثمان ابن شاہ منجھن سارنگ پوری مالوی سے روایت ہے - ایک روز شیخ منور ابن شیخ عبد المجید لاہوری نے بیان کیا - کہ وجیہ الملۃ کے حاشئے دور اندیش اور بلند نظر نکتہ سنجون کی نظر مین کمال علمیت کا کوئی رنگ نہین رکھتے ہین - راوی نے جواب دیا کہ بزرگوار محشی کا انداز تعلیقات کے لکھنے مین - اِس طرف ہمت کا صرف کرنا نہین ہے - کہ دقت اور عمیق نظری سے کوئی کام لیکر سخن کا پایہ اونچا کیا جاوے - بلکہ آپ کی طبیعت اور ہمت کو جو منظور ہے - وہ یہ بات ہے کہ جب عبارت کی دشواری شرحون اور متنون کے اندر طالب کی نظر مین مراد کے چہرہ پر نقاب ہو جاوے - تو آپ آسان تحریر اور سہل ترکیب کے ساتھ وہ نقاب طلبا کی نظر کے سامنے سے اُٹھا دیوین - حال آنکہ یہ جواب موافق واقعہ ہے لیکن معترض نے اس کو سست توجیہ سمجھا - اتفاقاً چند روز بعد درس کے وقت مختصر عضدی کی شرح مین ایک عبارت پر نظر پڑی - کہ اُس کی گرہ کشائی کی طاقت شیخ منور نے اپنے اندیشہ مین بلکہ کسی حاشیہ نویس کے حل مین نہین پائی - ناچار وجیہ الملۃ کے حاشیہ کی طرف استمداد کا رُخ کیا - تھوڑی سی توجیہ سے وہ عقدہ حل ہو گیا اور اس واقعہ کی صورت کو شیخ منور نے محشی کی کرامات سمجھا - راقم گلزار نے توجیہ کرنے والے کو بھی اہل کرامات ہی سے سمجھا ہے -

شیخ عبد القادر بغدادی کہتے ہین - کہ آپ عقد کی شب مین اپنی عروس کے گھر ایک مجمع کے ساتھ گئے تھے جیسی کہ رسم ہے - صبح کے وقت اہل ہند کا دستور ہے کہ داماد اور عروس کو بنا سنوار کر ایک امانت کئے ہوئے تخت پر بٹھاتے ہین اور کچھ تکلفات اور تجلیات کام مین لاتے ہین - آپ اِس معینہ وقت پر مدرسہ مین چلے گئے - لوگ اس غرض سے کہ مقررہ رسم پوری کی جاوے - آپ کی تلاش کے در پے ہوئے

آپکے پدر بزرگوار نے فرمایا - کہ وجیہ الدین کو تحصیل علم کا شوق - اُس سے زیادہ ہے - کہ بیان مین آسکے - مدت مین ہونگے - وہان سے بلالیا جاوے - کیونکہ آپ کا پانون کسی منزل اور کسی محفل سے آشنا نہین ہے اس قصہ کو وجیہ الحق - علوم کے مطالعہ اور تحصیل کی ترغیب کے واسطے فرزندون اور شاگردون کے سامنے بارہا بیان فرمایا کرتے تھے -

ایک روز اثناے درس مین ایک طالب علم نے اُس وقت کے ایک جاگیردار کا حال بیان کرنا شروع کیا اور شیرین عبارت سے اُس کی تنگ دلی - کوتہ دستی - امساک - اور بخل ظاہر کیا - آپنے فرمایا - یہ اُس کی صفت سب لوگون کے واسطے عموماً اور خدا پرستون کے واسطے خصوصاً اچھی ہے - کیونکہ وہ اس صفت کے ذریعہ سے دلون کی محافظت طمع - طلب - خواہش - اور نیز آرزو پیدا ہونے سے کرتا ہے - یہ بالکل سچ ہے - **مصرع** نازنین جملہ نازنین مینر -

یہ تفصیل آپ کی مصنفات کی ہے - جو از قبیل حواشی و شروح وغیرہا ہین - حاشیہ فوائد ضیائیہ شرح ارشاد قاضی - شرح ابیات منہل و امینی علم نحو مین - حاشیہ مطول و مختصر تلخیص علم معانی مین - حاشیہ عضدی و تلویح و بزدوی اصول فقہ مین - حاشیہ شرح تجرید و اصفہانی - محقق دوانی کے قدیم حاشیہ پر حاشیہ علم کلام مین - حاشیہ بیضاوی علم تفسیر مین - حاشیہ شرح وقایہ و ہدایہ فروع فقہ مین - حاشیہ قطبی شرح شمسیہ فن منطق مین - حاشیہ شرح کلمۃ العین مرگ چنگی فن حکمت مین - شرح نخبۃ الفکر اصول حدیث مین - شرح جام جہان نما و کلید مخازن غوث الاولیا و رسالہ حقیقۃ محمدیہ بیان تصوف مین **علی صاحبہا افضل الصلوۃ والتحیا** -

یاد قاضی جلال الدین ملتانی

آپ - ہندوستان کے نامور علما مین سے ہین - چند روز تک اُستادی شیخ وجیہ الدین احمد علوی احمدآبادی کے درس مین بیٹھکر دینی علوم تحصیل کیے تھے - اور نیز فقر و تصوف کی چاشنی چکھی تھی - پھر کئی برس تک دار السلطنۃ آگرہ مین گوشۂ خاموشی مین بیٹھکر توکل کے طور پر رہے - اس کے بعد چند روز چھوٹے سی سوداگری کرکے روزمرہ کی ضروریات بہم پہونچاتے رہے - پھر علوم کی برکت سے درس دینا شروع کیا - گروہ کے گروہ عجمی اور ہندی لوگون نے آپ کی ملازمت سے فنون اور علوم سکھہ کر عقل و فہم کا سرمایہ بہم پہونچایا - قاضی کمال الدین یعقوب کروی - فقہ کے اصول اور فروع کے اندر - اُس

زمانہ مین اپنا مثل نہین رکھتے تھے - اور بہت برسون تک عرش آستانی اکبرشاہ کے لشکر کے قاضی رہے تھے جب وہ معزول کردئے گئے - تو لشکر کی قضا کا منصب آپ کے نام سے نامزد ہوا - ایک مدت تک زمانہ کی گروش شریعت کے طریقہ پر رہی - جب ظاہری علما اور فضلا خودنمائی کے واسطے نہ کہ تنقیح حق کے واسطے آپس مین ایک دوسرے سے لڑانے لگے - تو کچھ اور ہی طرح کی باتین ہونے لگین - فقہ اور اجتہاد کے اختلاف اور باہمی نزاع علی الاعلان پیدا ہوئے صاحب اقلیم نے اختلافات اور باہمی نزاعات کی اصلیت کی طرف توجہ نہ فرمائی - اور شک کی طرف اپنا خیال دوڑا کر گفت وشنید کے درمیان مین صلح کل کا طریقہ اختیار کیا - جو اہل فنا کے نزدیک سلطان الطرائق ہے - لیکن اس طریقہ کو کرسی پر بیٹھنا نصیب نہ ہوا - اِس سبب سے چند متعصب علما کو صحبت کی بے لطفی کا شربت پینا پڑا - یعنی سلطان نے خودرائی سے اوس گروہ کو جدا جدا ہر طرف بہیجکر اپنی ملازمت سے منتشر کیا - اس مین شک نہین سلطنت کی نوعروس کے گلہ مین موتیون کا ایک ہار تہا - جس کو غصہ کی حالت مین نادانی کے ہاتہہ نے توڑکر موتیون کا ایک ایک دانہ الگ الگ کر کے بکہیر دیا - القصہ اس سلسلہ مین آپ کی روانگی بیجاپور دکن کی طرف ہوئی - آپنے ایک مدت تک اُس جگہہ بسر کی - اُس صوبہ کا حاکم آپ کی تعظیم وتوقیر حد سے زیادہ عمل مین لایا ہجری سنہ نوسو ننانوین مین آپ کی زندگی کا زمانہ ختم ہوا - خوابگاہ اُسی جگہہ ہے -

یاد قاضی صدرالدین لاہوری

آپ اپنے وقت کے فقیہون مین سے اور اُس ملک کے بزرگ عالمون مین سے تھے - نقلی علوم کے دقیقے - اور کشفی علم کی حقیقتین آپ کو بہت کچھ یاد تہین - صوفیہ گروہ کے ساتہہ محبت اور اخلاص کے ساتہہ رہتے تھے بالخصوص شیخ موسیٰ حدّاد (لوہار) لاہوری کی صحبت مین بیٹہکر - بہت سا فیض حاصل کیا تہا اور طریقت کا سلوک رکہا تہا - شیخ موسیٰ حداد - ذی ہوش مجنون - اور اپنے وقت مین مرجع خاص وعام تھے - بزرگان شہر بعض تو آپ کے بارہ مین نیکی اور راستی کا گمان رکہتے تھے - اور بعض ناروا بہتان بندیان کرتے تھے - لیکن اولین گروہ - نظر بظاہر راست معلوم ہوتا ہے - اور دوسرے گروہ کی راستی کا پتہ لگانا دشوار بات ہے - القصہ سلطان وقت اکبرشاہ کے حکم سے ہجری سنہ نوسو چیاسی مین لاہور کے عہدہ قضا سے حصار بروچ کے عہدہ قضا پر جو مضافات گجرات مین سے ہے آپ کی خدمات منتقل کی گئین - آپ جائے تقرر کو جا رہے تھے - کہ منڈو (مانڈو) کے راستہ سے گزر ہوا - راقم نے بہی آپ کے دیدار سے

استفادہ کیا تھا - ایکروز قاضی صدر الدین - عارف سید احمد قادری ابن سید اسمٰعیل کی ملازمت میں شیخ محمود ابن جلال شطاری شیخ امان اللہ قریشی - اور فقیر غوثی حسن کے ساتھ رازکی باتین کر رہے تھے - اِس اثنا مین ایکبارگی قاضی جی رونے لگے - اور آنکھون سے آنسو روان ہوئے - اُس جلسہ مین جو لوگ بیٹھے ہوئے تھے - اُنھون نے اس رونے کو الٰہی جذبات سے تصور کیا - جب جوش فرو ہوا تو آپنے فرمایا - وطن کی الفت - اور اُس کی خوبیون کی یاد نے آنسو نکال دئے - یہ سنکر سننے والون کو حیرت ہوئی - چونکہ آپ باوقار اور فضیلت شعار پیر - اور معزز مہمان تھے - لہذا زبانی نصیحت کا موقع نہین تھا - اور طرح دنیا طبیعت کو گوارا نہین ہوا - ناچار صبح کے وقت بحکم لہ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ - منڈو کی عالی شان عمارات اور محلات کے دیکھنے کے واسطے راقم نے آپ سے قدم رنجہ فرمانے کے لئے التماس کیا - منڈو شہر - عمارت کی پسندیدگی - اور فراوانی کے اندر تمام ہند مین فرد ہے - جب آپ کی نظر - بلند اور منقش محلات - اور اُونچے اور روشن والانون پر پڑی - تو دل کے اوپر ایک عبرت کی روشنی کا اثر پڑا - اور اپنے گھرون کی وابستگی نکل گئی - مسکراکر فرمایا - اس قسم کی جو چیزین ہمنے چھوڑی ہین - وہ اِن محلات کے کمترین ستون کی ایک سنگین کرسی کی قیمت کی بھی نہین ہین - پھر کہا یہ بات بالکل سچ ہے - جو نکتہ آفرین دانشمند ہوتے ہین - وہ غمگین دوستون کا دل ایسی ہی نصیحتون کے ذریعہ سے ملکا دیکر ٹھکانے لایا کرتے ہین - دوسرے روز جہان کو جانے والے تھے - روانہ ہوئے - تین سال تک بروج مین عہدہ قضا کا کام انجام دیا - جب آپ کی عمر ستر سال سے متجاوز ہوگئی - تو تاریخ پندرہوین رمضان المبارک ہجری سنہ نوسو نوے کو غروب آفتاب کے وقت - آسمانی قضا آپہونچی اور آپ کی زندگی کا آفتاب - نیستی کی مغرب مین جا چھپا - کہتے ہین غسل کے وقت جب غسال کو جسم شریف کے پلٹنے کی احتیاج ہوتی تھی - تو آپ خود اس پہلو سے اُس پہلو کو پھر جاتے تھے - اور شرمگاہ کو اپنے ہاتھ سے چھپا لیتے تھے - یہ حال آپ کے فرزند قاضی محمد کی زبانی لوگون کے زبان زد ہے - قاضی محمد - تمام علوم اور فنون مین - فقر و فنا کی تمام باتون مین - اور سلوک و تصوف کے طریقہ مین فرد کامل ہین مصرع

مسکن او قصر جنت باد و بس

یاد ملک شہر خلوتی

آپ شیخ مشائخ کے بیٹے - اور شیخ بہاء الدین زکریا کے پوتون مین سے ہین - سید مصطفٰی احمدی کے

مرید تھے - زاد بوم احمد آباد گجرات اور خوابگاہ موضع بُودر ہے جو علاقہ خاندیس مین ہے - آپ درویشی کی وضع کو سپاہیانہ وضع مین چھپائے رکھا کرتے تھے - لیکن اولاً معاہدہ کرلیا کرتے تھے کہ تمام رسوم سے آزاد رہونگا - اور دوسرے سپاہیون کی طرح سلام کے واسطے ہرروز نہین آؤنگا - بلکہ جس وقت سردار لشکر شکار کے واسطے - یا لڑائی کے واسطے - یا دیہات اور ملک کے دیکھنے کے واسطے سوار ہوتا تھا - اُس وقت آپ بھی رکاب مین ہوتے تھے - اور ان اوقات کے سوا - دیگر اوقات کے اندر باطن کی صفائی - اور ظاہر کی شست وشو مین مشغول رہتے تھے مشائخ زمانہ کے رحمانی انفاس کی برکات سے - معرفت پر معرفت بڑہاتے چلے جاتے تھے - اور سالکان طریقت کو منزلون کی رسمین اور علامتین تعلیم دیا کرتے تھے - اس طریقہ پر اپنے گرامی اوقات کو معمور رکہتے تھے - اور تمام دن اور رات کو نفل نمازون کے پڑہنے مین اور نبی علیہ السلام پر درود بھیجنے مین صرف کیا کرتے تھے - دسوین صدی کے بہت سے مشائخ کی صحبت سے فیض حاصل ہوا تہا اور شیخ بدہا چشتی کی ملازمت سے بالخصوص علم طریقت یاد کیا تھا - اور اُن کے ارشاد سے مقامات اور منازل پر فائز ہوئے تھے - ہجری سنہ نوسو بیاسی مین گجرات سے خاندیس مین آئے - چندروز اس ملک کے امراے اعظم کی نوکری مین بسر کئے - جب آپ کی بزرگی اور آزادی کا شہرہ عادل شاہ فاروقی کے کان مین پہونچا - جو اُس ولایت کا فرمان روا تھا - تو اُس نے حکم جاری کیا - کہ سردار لشکر کو آپ کی اس نسبت کے شرف سے سعادت حاصل کرنی چاہئی - ملک نے بھی سردار لشکر کی التماس کو قبول فرمایا - ہجری سنہ ایک ہزار چار مین جب عادل شاہ - شاہزادہ شاہ مراد کی کمک کے واسطے دکن کی لڑائی پر گیا - تو آپ ہمراہی مین نہین جاسکے - نوکری ترک کردی اور ظاہری چاکری سے دل بالکل ہٹا لیا - قصبہ بُودر کے ایک گوشہ مین ہو بیٹھے - اور ہجری سنہ ایک ہزار پانچ کے نصف مین ملک علاّم کا فرمان طلب صادر ہوا جس کے بموجب ملک معانی کی طرف روانہ ہوئے - مصرع زہے ت کہ وصل با د جانش ؏

یاد شیخ عبد الغفور

آپ داؤد ابن خان قادری کے فرزند تھے - اور شیخ راجی محمد قادری اُجینی کے بھتیجے ہین - زاد بوم بیاس ہے - جو ایک قصبہ ہے - سرکار سلطان پور ندر بار کا - آپنے ظاہری اور باطنی دونون طرح کے علوم کی تحصیل اپنے عم مکرم سے کی تہی - اور بہت سے مشائخ وقت کی ملازمت سے فیض پایا تھا - قرآن حفظ یاد تھا - قرآنی مشکلات کو تفسیرون کے ذریعہ سے حل کیا تھا - بیان کی وجوہ نوک زبان پرتہین - ہرسال

رمضان مہینے مین ایک قرآن خود لکھکر قرآن خوان درویش کو دیا کرتے تھے - لوگون کے کامون مین دلسوزی کرکے انجام کو پہونچا دیا کرتے تھے - بیت

سعی من از برائے فرو ماندگان بود		در خدمتِ کسے نشانم بہائے خویش	

اکثر اوقات بے چارون کے کامون کی درستی مین صرف کیا کرتے تھے - ایک دفعہ حرمین شریفین زادھما اللہ شرفًا کا طواف کرکے لوٹ آئے - لوٹ آنے سے پشیمان رہتے تھے - پھر دوبارہ جانے کی آرزو - آپ کے دل سے باہر نہین نکلی - ہرچند سفر مبارک کا سامان بہم پہونچانے کے درپے ہوئے - لیکن میسر نہین ہوا - ہجری سنہ ایک ہزار پانچ یا چھ مین ظاہری کعبہ سے معنیٰ قبلہ کی طرف متوجہ ہوئے - بیت

اگر سال از کعبہ رفتی بردر یار		ہزارت آفرین مردانہ رفتی	

خوابگاہ کنوئین کے کنارہ مسجد کے صحن مین جو جمعین کی مشرقی سمت مین آپ کی ہی بنوائی ہوئی ہے - اور نور مسجد کرکے مشہور ہے -

یاد شیخ زین الدین پور شیخ منور

پدر بزرگوار کی پیروی کا خیال بالکل آپ کے سر مین بھرا ہوا تھا - ظاہرًا و معنیً باپ کے قدم بہ قدم چلنے کے سوا کبھی ایک قدم - نہین رکھا - رسمی علم کی تحصیل زیادہ تر قاضی جلال الدین ملتانی کی خدمت سے اور کتر ملا مقیم کے درس سے کی تھی - القصہ آپ کی ظاہری رائش کامل طور پر تھی اپنے تنگ گوشہ کو چھوڑکر کسی دولت مند یکو سیع دولت خانہ پر آپ کو بہت ہی کم جانے کا اتفاق ہوا تھا - علی العموم درویشون کی خدمت کی عادت رکھی اور غبار آگین ہونے سے دلون کو محفوظ رکھنے کے لئے بہت سے طریقہ کام مین لایا کرتے تھے - غالبًا اِس لحاظ سے کسی دل کو نہین ستاتے تھے - بیت

نیازارم ز خود ہر گز دلے را		کہ می ترسم درو جائے تو باشد	

تاریخ سترہوین رمضان ہجری سنہ ایک ہزار پانچ کو معنوی سفر کے واسطے سامان کوچ کا باندہ کر چلے گئے - خوابگاہ آگرہ -

یاد شیخ عبدالرحیم کیہنجی گجراتی

یہ موضع احمد آباد سے پانچ کوس دور ہے - آپنے اس مقام سے چل کر برہان پور سے ایک کوس کے فاصلہ پر دریا کے کنارہ حجرہ پسند کیا تھا - چند روز بعد علی عادل شاہ فاروقی فرمان روائے صوبہ خاندیس

نے اُس جگہہ جامع مسجد اور ایک بڑی سراے تعمیر کرا کر ایک شہر آباد کر دیا - اور عادل پور نام رکہا - اور آپ کا حجرہ جامع مسجد کے متصل واقع ہوا - اس مین شک نہین - آپ ایک شخص تہے - فارغ البالی اور آزادی مین ہمت اور توکل کے ساتہہ آشنا - آپ کے پیر ارادت کا نام معلوم نہین ہوا - لیکن آپ کے مرشد طریقت شیخ ابراہیم قاری سندہی ہین - جن کا لقب مرغ لاہوتی ہے - ایک روز آپنے مسیح القلوب کی قطبیت کی خوشخبری لوگون کو سنائی - اور کہا - مجکو عالم خواب مین اس مضمون کی آگاہی دی گئی ہے - آپ کی رحلت ہجری سنہ ایک ہزار پانچ مین ہوئی ہے - اُسی حجرہ کے اندر آپ کی قبر بنائی گئی - جس مین بزمانہ حیات رہا کرتے تہے -

یاد سید حسین

آپ کی زاد بوم سون پت مین ہے - آپ کی زبان رسمی علم سے - اور آپ کا دل خدا طلبی کے شوق سے تونگر تہا - رہنما پیر کی تلاش مین - اپنے وطن سے دل برداشتہ ہوکر جنگلون جنگلون قدم فرسائی شروع کی - تقدیر الٰہی - اجمیر کی طرف آپ کو کہینچ لائی - اور خواجہ عمر بالحشی کی ملازمت سے مشرف کیا - خواجہ غالبًا آپ کے آنے کے منتظر ہی تہے - فرمایا مین حضور ہون - تم کو میری فرزندی کے واسطے بہیجا ہے - آنے والے نے اِس بات کو سو دل سے قبول کیا - قصہ کوتاہ خواجہ نے مرید کر کے اپنے ایک عزیز کی لڑکی کے ساتہہ کدخدا کر دیا اور خرقۂ خلافت دیکر سجادۂ طریقت پر بٹہایا - شیخ گدائی پانی پتی سے روایت ہے - خواجہ کا زمانہ عمر تہوڑے روز بعد پورا ہوگیا - اور میرے پیر اُن کے جانشین ہوئے **مصرع** پیر و خوش بہ فرزند بست -

یاد شیخ یوسف لنک

آپ شیخ داؤد ملتانی کے فرزند ہین - جن کے آباے کرام کو ایزدی تقدیر اِس طرف کی رہنما ہوکر دار السلطنہ آگرہ مین باعث قیام ہوئی - باوجودیکہ آپ کا باطن توحید کے زیور سے آراستہ اور آپ کا دل تحقیق کے نور سے منور تہا - آپ شیخ جلال تہانیسری کے مرید ہوگئے علم تصوف کی مشکلات - اس طرح فصیح البیانی کے ساتہہ حل کیا کرتے تھے کہ اشکال کی وجوہ کو سننے والے کے دل مین راہ ہی نہین ملتی تہی - **القصہ** آپ کا ضمیر الٰہی اسرار کا خزانہ تھا - باایہمہ بے تعینی اور خاکساری کو نہایت خوبی کے ساتہہ فراہم کر رکہا تھا - اپنے گہر کی ضروریات خریدنے کے واسطے بازار کو جایا کرتے تھے - کبہی ایسا ہوتا تھا - کہ لڑکے راستہ مین شوخی سے پیش آکر تمسخر سے چہیڑا کرتے تہے - آپ پیشانی پر چین تک نہین آنے دیتے تہے - اور مسکراتے ہوئے نکل جایا کرتے تہے - میر رفیع الدین محدث صفوی نے لکہا ہے - آپ کی ملازمت بہت کچہہ تاثیر

پیدا کرتی تھی۔ کسی تخت کے اولیا دولت مین سے ایک آپ ہی ہین۔ عام طریقہ آپ کا برتاؤ۔ آپ کی درویشانہ حالت کی چہرہ پر نقاب تھا۔ آپ کی رحلت کے وقت جو اصحاب حاضر تھے۔ اُن میں سے بعض نے آپ کے معتقدین کے حالات کی نسبت دریافت کیا۔ تو ہر ایک کے بارہ مین ایک جداگانہ عنایت فرمائی۔ جب رفیع الدین کی (میری) نوبت آئی۔ تو فرمایا ؎ اَلسَّابِقُوْنَ السَّابِقُوْنَ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ مینے ابھی اس التفات کے اسرار پر آگاہی نہین پائی ہے۔ لیکن امید وار ہون۔ کہ آپ کے موثر بیان۔ اور فیض بخش ملازمت کی برکت سے دینوی اور اخروی فلاح کو پہونچون گا۔ خدا کرے۔ پہونچ جادین۔ خوابگاہ آگرہ میر محدث صفوی کے روضہ کے پہلو مین مصرع لنگ خور درا رہگر اسے وصل کن۔

یاد شیخ آدم صوفی

آپ تصوف کے جمال کو سپاہ گری کے لباس مین پوشیدہ رکھتے تھے۔ ناگاہ آپ کا تعلق خاطر ایک دھوبن کے ساتھ پیدا ہوا۔ اُس کے حُسن کی تر و تازگی نے صابون کا کام کیا۔ دنیاوی تعلقات کے میل سے اچھی طرح پاکیزگی کے ساتھ شوب دیا۔ نوکری کا دماغ سوخت ہوگیا ناچار نوکری ترک کرکے خرقہ پوشی مین آرام دل کی جست وجو ہوئی۔ اور مجازی عشق کو حقیقی مشاہدہ کا آئینہ بنا کر کائنات کے صحرا سے الٰہیات کے باغ مین جا پہونچے۔ بیت

را ہے بصفا خانہ مطلق ہمنا		از قید حقیقت و مجازش برہان	

یاد شیخ محمد

آپ شیخ ابو الحسن۔ بکری شافعی مصری کے بیٹے ہین۔ آپ کی ذات مین دونون جہان کی فضیلتین اور دونون جہان کے اسرار موجود تھے۔ جب تک زندگی باقی رہی۔ تب تک اپنے پدر بزرگوار کی طرح ہمیشہ ایک سال بیچ۔ مصر سے حرم محترم مکہ معظمہ کے طواف کو جایا کرتے تھے کہتے ہین جب آپ کی عمر اٹھارہ سال کی ہوئی۔ تو پدر بزرگوار کی حیات مین ہی۔ اُن کے درس کی مسند پر صورۃً اور معنیً جانشین ہوگئے۔ مورخین نے اس واقعہ کی کیفیت مجمل طور پر۔ اس طرح لکھی ہے۔ کہ شیخ ابو الحسن ایک سال بابی کی قرارداد کے بموجب مکہ معظمہ مین تشریف رکھتے تھے۔ وہان سے اکابر مصر کے نام اس مضمون کے خطوط بھیجے کہ جس ہفتہ مین یہ خطوط پہونچین۔ اُسی ہفتہ کے جمعہ کے روز نور چشم شیخ محمد کو درویش کے درس کی مسند پر بٹھلایا

ﻪ جو (سبقت) آگے (ساتھ بڑھانے گئے) ہین (سو) یہ آگہی اٹھانے کے قابل ہین (کہ یہ بارگاہ خداوندی کے) مقرب ہین

جاوے - جب آئی ہوئی تحریرات کا مضمون پڑھا گیا - تو تمام ارباب فضیلت اور اصحاب مناصب کو حیرت ہوئی - کہ شیخ محمد کا حوصلہ ابھی ایسا نہین ہے - کہ قانون عبارت فہمی کے اصول کو ضبط مین لاسکے جس مدرسہ مین شیخ ناصر طبلاوی شیخ ابوالقاسم مفتی - اور شیخ یوسف کرو - جو آپ کے پدر بزرگوار کے درس مین نائب ہین - حاضر ہوتے ہین - اُس مدرسہ مین شیخ محمد - ہرایک فن کے مقدمات اور مقاصد کی تقریر - اور ہرایک علم کے مسائل اور مبادی کی صورت اور تمہید کیونکر بیان کرسکین گے - کیونکہ جس بچہ نے میدان علم مین ابھی ابھی قدم رکھنا سیکھا ہے - اُس کو اُن اصحاب کے برابر چلنے کی طاقت نہین ہوسکتی ہے - جو گونا گون علوم کے دقیقون اور حقیقتون کی مسافت طے کرچکے ہین - اِس سبب سے اِس عجیب وغریب حکم کے قبول کرنے مین بہت کچھہ بہانہ اور تاخیر کی آوازین اندرون دل سے زبان پر آئین - قصہ کوتاہ یہ ہے چونکہ کل کامون کا انجام لاعلمی کے پردہ مین چھپا ہوا ہوتا ہے - لہذا تمام دور اندیش ارباب مجلس نے **رجماً بالغیب** اطاعت حکم کی راے دی - اور کہا - کہ یہ حکم ایسے شخص نے صادر فرمایا ہے - جو عالم ارواح اور عالم شہادت کی رموز کا جاننے والا ہے - اور ہم کو اِس عجیب وغریب فرمان کی اصلیت پر پوری پوری آگاہی نہین ہے - اگر حکم کی بجا آوری کے بعد کوئی نامناسب بات ظہور پذیر ہوگی - تو ماموز معذور مانا جاوے گا - لیکن با اینہمہ ایسا مناسب معلوم ہوتا ہے - کہ قرآن مجید مین سے کوئی آیت پہلے سے ہم تجویز کرلین - جس کی تفسیر کی وجوہ اور اُس کے لطائف سجادہ نشین صاحب آیندہ جمعہ تک حفظ کرلیوین - اور قرارداد کے بموجب منبر پر وہی آیۃ پڑہے -

جب اس مشورہ کی کیفیت شیخ محمد کی خدمت مین عرض کی گئی - تو آپ نے جواب دیا - یہ فرصت میرے ظاہر حال کے اعتبار سے ہرگز کافی معلوم نہین ہوتی ہے - اِس فرصت مین چند در چند غور وفکر کی گنجایش نہین - اور ایسے عجیب وغریب حکم کے بجا لانے کی بنیاد حیلہ وحوالہ پر نہین رکھنی چاہیے - اِس سے بہتر کوئی بات نہین ہے - کہ ہمت کا قدم توکل کے راستہ مین استحکام کے ساتھہ رکھکر یہ دشوار کام مسبب الاسباب کی گرہ کشائی کے سپرد کردی جاوے ؎۱ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ کے عقیدہ پر - اور ؎۲ اِنَّهٗ عَلٰى مَا يَشَآءُ قَدِيْرٌ کے یقین پر بھروسہ کیا جاوے - اور تردد کا گرد وغبار - ضمیر کے خلوتخانہ سے جھاڑکر تسلیم کی صفائی یہان جلوہ گری جاوے - **القصہ** جو بات قرار پاچکی تھی - وہ جمعہ کے روز

؎۱ بیشک یہ بات اللہ جل شانہٗ پر آسان ہے ۱۲ ؎۲ بیشک اللہ جل شانہٗ جس پر چاہے قادر ہے ۱۲

عمل مین لائی گئی۔

جب شیخ محمد منبر پر چڑھے۔ تو مقری نے آیۃ الکرسی شروع کی۔ شیخ نے اولاً ایک ایسا خطبہ روشن پڑھا جس کی فصاحت اور بلاغت کی برابر کوئی عبارت کبھی غواصان دریائے معانی کے گوش زد نہین ہوئی تھی۔ اور اس طرح کے مفہوم کبھی شناوران ملک سخنوری کے خیال مین ہی نہین آئے تھے۔ اس کے بعد اہل تحقیق عالمون کو ایہا السامعون اسمعوا کی ندا سے خطاب فرماکر کہا۔ قرآنی کلمات کے معانی۔ لغت اور عبارت کے اعتبار سے حاضرین کے علم مین۔ اور ارباب بصیرت کی تفسیرون کے خزانون مین موجود ہین۔ اس بنیاد پر نوسوار منبر تدریس کے خیال مین ایسا آتا ہے۔ کہ جو کنجی اسرار مقطعات کے خزانچیون نے زبان مترجم کو سپرد کی ہے۔ اُس کنجی سے مفرد حروف کے خزانون کے دروازے کھولے۔ اور حقائق کے مخفی جواہرات کو ہوش طلب سامعین کے کانون کا زیور بنادے کہتے ہین۔ اسم اللہ کے الف سے شروع کرکے ایسے معانی اور ایسی معرفتین بیان کین۔ کہ محقق سامعین کو اپنی نادانی کا اقرار کرنا پڑا۔ ہر طرف سے عذر اور معذرت کا اظہار ہوا۔ القصہ آپ کی دل آویز تقریر کے سننے مین یہانتک سرگرمی ہوئی کہ نماز عصر کا وقت اخیر ہوگیا۔ آپ نے فرمایا۔ الفاظ اور معانی کے قافلے کے قافلے لدنی علم اور وہبی فیض سے برگزیدہ دلون پر علی الاتصال آتے ہین۔ ۵۱ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا لیکن زبان کے راستہ سے بیان کے لباس مین سننے والون کی استعداد کے موافق کانون مین پہونچائے جاتے ہین ۵۲ وان من شئ الا عندنا خزائنہ وما ننزلہ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ بس بہتر ہے۔ کہ باقی ماندہ ذکر کو دوسری مجلس پر موقوف رکھکر وقیتہ فرض کے ادا کرنے مین توجہ کی جاوے۔

کہتے ہین۔ اٹھارہوین سال سے شروع کرکے۔ واپسین نفس تک کہ پینتالیسوان سال تھا ہر جمعہ کے روز اسی ایک الف کے معانی منبر پر بیٹھکر بیان کئے جاتے تھے۔ ایک روز ایک شخص نے دریافت کیا۔ شاہ دوران شیر یزدان حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے۔ کہ فرماتے تھے

---

۵۱ اگر تم خدا کی نعمتون کو گنتا چاہو۔ تو (اتنی بہت ہین۔ کہ تم لوگ) اُن کو پورا پورا نہ گن سکو ۱۲ ۵۲ جتنی چیزین ہین ہمارے ہان سب کے خزانے (کے خزانے بھرے پڑے) ہین مگر ہم ایک اندازہ معلوم (ومقرر) کے ساتھ اُن کو (مخلوقات کے لئے) بھیجتے رہتے ہین ۱۲۔

اگر مین چاہون - کہ سورہ فاتحہ کی تفسیر قلم سے لکہون - تو سات اونٹون کا بوجہ ہوجاوے - اور جناب نے ایک الف اللہ کی تفسیر اس مدت مین اس قدر فرمائی ہے - کہ اگر لکھنے مین آتی - تو بہت سے اُونٹون کا بوجہ ہوجاتا - پس جناب کا علم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے علم سے شاید زیادہ ہے - آپنے جواب دیا - سلطان الخلفا برہان الاولیا نےجو تفسیر فاتحہ کا حصر اس اندازہ مین کیا ہے - تو یہ مخاطب کے حوصلہ - اور متکلم کی فرصت پر نظر کرکے کیا ہے - کیونکہ اُس وقت مین اسلام کی ابتدائی حالت تہی - اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو باوجودیکہ آپ الٰہی علوم کا خزانہ تہے - مگر کفار کے ساتہہ جہاد کرنے سے اور اعلاے کلمۃ الحق سے فرصت بہت کم تہی - اور یہ درویش - اس زمانہ مین باتین بنانے کے سوا - کوئی کام ہی نہین رکہتا ہے - اور نیز معلومات فقیر کی حقیقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے وجدانی انوار سے ہی اخذ کی ہوئی ہے - جو گوناگون علوم کے قواعد کے بانی ہین -

غوثی صدر الذکر عبارت لکھنے کا سبب یہ ہے - کہ اس ذکر کے پڑہنے والے - آپ کے حُسن - ادب اور جمال علم کو استعداد کی نظر سے مشاہدہ کرکے اپنے اعتقاد کی درستی کرین - اور دل مین استحکام کے ساتہہ سمجہین کہ مشت خاک انسان کے ساتہہ خداے پاک کے کیسے کیسے راز ہین **سبحان اللہ** یہ چند کلمہ آپ کی حقائق بیانی اور رہنمائی کا نمونہ ہین - ورنہ آپ کے حالات لکھنے کی قلم کو - اور بیان کرنے کی زبان کو طاقت کہان ہے -

آپ کی تصنیفات تمام فنون مین ہین - بالخصوص آپ علم حدیث مین اُستاد تہے - اور حال کے مضامین کو قال کی زبان سے تشبیہ اور تاویل کے پیرایہ مین اس طرح سے بیان فرمایا کرتے تہے - کہ بے تامل لوگون کی سمجہہ مین آجاتے تہے - دسوین صدی کے اخیر عشرہ مین عالم علوی کو کوچ فرمایا - اس زمانہ مین آپ کی باکمال اور ہدایت کنندہ اولاد بہت سی ہے - منجملہ اُس کے پیشواے ارباب ارشاد - آپ کے فرزند رشید تاج العارفین نام ظاہراً اور معنیً آپ کے خاص جانشین ہین - یہ بزرگ - عقلی - کشفی - اور کسبی علوم مین اپنے پدر بزرگوار کی مثل بے نظیر ہین [۱] اَللّٰھُمَّ مَتِّع المسلمین الطالبین بطول بقائہٖ

سید احمد قادری فرماتے تہے - مینے شیخ محمد بکری کی خدمت مین رہ کر اپنی عمر کے چند سال صرف کئے ہین - اُس مدت مین دیکہا گیا ہے - کہ ہر ایک ملک کے قسم قسم کے آدمی - آپ کی محفل مین حاضر ہو

[۱] یا اللہ مسلمان طالبون کو تمتع یاب کر آپ کی درازی عمر سے ۱۲

کرتے تھے - اور چونکہ عربی زبان پر قدرت نہین ہوتی تھی - اسواسطے ہرایک شخص اپنے مقاصد اور مسائل کو اپنی خاص زبان مین عرض کیا کرتا تھا - اور آپ سب کے جوابات عربی زبان مین دیا کرتے تھے اور سائل کو نیز مجیب کو - سوال اور جواب کا مدعا سمجھنے مین ہرگز ترجمہ کی احتیاج نہین ہوا کرتی تھی - یہ عجیب صورت دیکھکر تعجب اور حیرت ہوئی - اسواسطے مین ایک روز بے اختیار ہوکر عرض کربیٹھا - مینے عرض کیا - کہ جناب مختلف لغات اور ہرایک طرح کی زبان جانتے ہین - لیکن عجمی لوگ اکثر عربی زبان نہین جانتے ہین - کس طرح اُن کو مدعاے جواب پر اطلاع ہوکر تسلی ہوجاتی ہے - آپنے فرمایا: بیشک - اگر مین چاہون کہ ہرایک زبان مین بیان مقاصد کرون - تو کرسکتا ہون - لیکن جب مراد کے معانی - عربی محاورہ اور روزمرہ مین محمد بکری کی زبان سے - عوام کے ذہن مین آجاتے ہین - تو ہر زبان مخصوص مین جواب کیون دیا جاے - اور بدون ضرورت کے محبوب اللہ خاتم النبوۃ **علیہ افضل الصلوٰۃ** کی زبان کیون ترک کی جاوے - اور پہر اسی تقریر کے ضمن مین چونکہ تقریب تھی - فرمایا - کہ بیان کے افہام وتفہیم - اور عدم افہام وتفہیم کی قوت محمد بکری کے اختیار مین سپرد کردی گئی ہے - اگر محمد بکری چاہے - کہ الفاظ کے معانی کو روک لیوے - تو **حاشَ للہ** بیان کسی سننے والے کے ادراک مین بہی آسکے - خواہ مخاطب کتنا ہی بڑا مدعا فہم عالم - اور کلام نہایت درجہ سادگی مین ہو - اور اگر چاہے - کہ سننے والے کے ذہن مین معانی آوین - تو عبارت خواہ کتنی ہی زیادہ دقیق - اور سننے والا بازاری عجمی ہو - مگر بہت جلد ادراک مقصود کرلیوے گا -

مولد اور مرقد **یوسف علیہ السلام** کے مصر مین - اور ایام رحلت نوسو اٹھانوین - اور اور ستانوین بہی کہتے ہین -

یاد شیخ ہالنسا بخاری

آپ مخدوم جہانیان کی نسل سے ہین - آپ آغاز جوانی مین سلوک اور شریعت کے پابند تھے اوسط عمر مین الٰہی جذبہ پیدا ہوا - اور تمام حواس اور قوی اپنے اصلی مرکز کو بازگشت کرگئے - یہان تک کہ آپ مین ہستی موہوم کا خیال اور گمان بہی نہین رہا تہا - ڈیڑہ سو برس کی عمر پائی - بات کرتے وقت ہرایک نیک وبد کی نسبت ہمیشہ اپنے نفس کی طرف کیا کرتے تھے - لیکن مخاطب مین اُس بات کے آثار بہت جلد ظاہر ہوجاتے تھے - آپ کی زبان سے ایسی بات جو وقوع پذیر نہ ہو - نکلتی ہی نہین

تھی۔ سید قاسم پسر سید محمود بارہہ عرش آستانی اکبرشاہ کے امرائے اعظم مین سے تھے۔ یہ سید صاحب ہجری سنہ ایک ہزار تین مین آپ کو اپنے ہمراہ شہر پٹن سے احمد آباد کو لے گئے تھے۔ ایک روز ایک کنوئین کے کنارہ بیٹھے ہوئے تھے۔ سید نے ایک روپیہ آپ کے ہاتھہ پر رکھا آپنے اُسی ہاتھہ سے کنوئین مین ڈال دیا۔ لوگون نے کہا۔ آپنے ایسا کیون کیا۔ فرمایا۔ مینے کچھہ بُرا نہین کیا۔ ایک برہمن کے ہاتھہ جنت کو بھیج دیا۔ چند روز بعد آپ کی والدہ کے پاس سے اس مضمون کا خط آیا۔ کہ تم نے جو کچھہ ایک برہمن کے ہاتھہ بھیجا تھا۔ پہونچ گیا ہے۔ کہتے ہین۔ جنت آپ کی مان کا نام تھا۔ اور یہ بھی عجب نہین ہے کہ الجنۃ تحت اقدام امھاتکم کے اعتبار سے کہا ہو۔ جب آپ لوٹ کر پٹن مین آئے تو ہجری سنہ ایک ہزار پانچ یا چھہ مین علوی عالم کو کوچ فرمایا۔ قبر صحن مکان مین بنائی گئی۔ آپ کی ایک ہمشیرہ بزرگ نام ہین۔ جو آپ کی قبر پر مجاور ہین۔ اور ذکر و فکر مین زندگی بسر کر رہی ہین بہت سے آثار ولایت اِن کے اندر موجود ہین۔ مصرع رونقِ آرامگاہش دولتِ دیدار باد؛

یاد شیخ حمزہ پور شیخ سدا قریشی

آپ کی زاد بوم قصبہ دیپالپور مالوہ ہے۔ اور مخدوم شیخ بہاء الدین زکریا کی نسل سے ہین قدس سرہ پرہیزگار۔ نیکوکار۔ اور خجستہ افعال تھے۔ آپ ہرت کے کارخانہ مین جام اور طاس وغیرہ ظروف بنانے سے اپنی وجہ قوت بہم پہونچایا کرتے تھے۔ نذر کے طور پر کوئی روپیہ پیسہ کسی سے نہین لیا کرتے تھے۔ بلکہ ضرورت مند دوستون کی امداد اپنی محنت کے پیسے سے کیا کرتے تھے۔ تلقین طریقت بشیخ ضیاء الدین ابن غوث الاولیا قدس سرھما کی خدمت سے تھی اور راقم کے مربی شیخ محمود جلال کی ملازمت سے بھی بہت کچھہ فائدہ اُٹھایا تھا۔ عبادت اور عادت مین عجب راستی بہم پہونچائی تھی۔ ہجری سنہ ایک ہزار پانچ مین آپ کی زندگی کی باری پوری ہوئی۔ قبر زاد بوم مین ہی ہے۔ دو لڑکے چھوڑے ہین۔ دونون پدر بزرگوار کے طریقہ پر چلتے ہین۔ اللہ جل شانہ ان کو توفیق معرفت نصیب کرے مصرع

بادا دائم ازمی وحدت لبالب جامِ او

یاد شیخ امان اللہ

آپ شیخ کمال الدین سلیمانی قریشی کابی وال کے فرزند ہین۔ آغاز ہوش سے انجام زندگی تک زہد فقر۔ ایثار۔ توکل۔ اور راستی مین عمر گزاری۔ آپ کا پائے سلوک۔ شریعت کی شاہراہ کے سوا۔

ا؎ جنت تمہاری ماؤن کے قدمو کے نیچے ہے۔

ایک قدم بھی نہین چلا اور آپ کا دست ہمت۔ دامن نیستی کے سوا۔ کسی شے کو چھو تک نہین۔ شیخ صدر الدین ذاکر شطاری کے مرید ہین۔ ترسٹھہ سال کی عمر پائی۔ چالیس سال تک راقم کو اپنی ہمسائگی سے سرفراز کیا۔ ہجری سنہ ایک ہزار پانچ مین عنصری تیرہ و تاریک کوچہ سے عالم قدس کی وسیع آبادی کو روانہ ہوئے۔ آپ کے دو لڑکے تھے۔ بڑے شیخ منصور۔ حمیدہ اوصاف اور پسندیدہ اخلاق سے آراستہ تھے۔ باپ سے پانچ مہینے پیشتر سامان ہستی باندہ کر چلے گئے۔ دوسرے شیخ عبد الشکور ہین۔ ان کی طینت مین تمام فضیلتین جمع ہین۔ خمول۔ خموشی۔ اور خوش دلی ان کے خمیر مین داخل ہین۔ خدا کرے ان کو عمر طبعی روزی ہو۔ **مصرع** شکر خدا کہ ہم دم و ہمسایۂ من ست۔

یاد شیخ نور الدین ضیاء اللہ

آپ غوث الاولیا کے صاحب زادہ ہین۔ **قدس سرہما** اطوار شریعت کے سلوک مین آپ کی رفتار دل پسند تھی خوان معرفت کی بھی اچھی چاشنی چکھی تھی۔ وجدان طریقت کے بیان مین آپ کی تقریر دلنواز تقریر تھی۔ اور اسرار حقیقت کی شراب کا ایسا سکر حاصل تھا جس مین چون و چند کی کیفیت کو دخل نہ تھا۔ آپ کی عقدہ کشا زبان صاف عبارت مین رموز حقیقت کے بہرہ کا نقاب اٹھاتی تھی۔ آپ کا طریقہ اور آئین۔ عالم وحدت کے چلنے والون کو کثرت کی گھاٹیون سے سلامتی کے ساتھ نکال لیجاتا تھا۔ آپ کی عطا پیشہ نظر سنگ دلون کو موم کرتی تھی۔ اور شکستہ دلون کے حق مین مومیائی کا حکم رکھتی تھی۔ آپ کی سلیم فکر۔ لوگون کے سقیم افعال کو صحت کی طرف پھیر لاتی تھی۔ آپ اپنی حسن معاشرت اور مصاحبت سے مسافرت کا اندوہ۔ غم ناک مسافر کے دل سے دور کر دیتے تھے اور نیز مقصود و مطلوب مین کامیاب کر کے۔ ذی احتیاج مقیم کے دوش سے نا امیدی اور بیچارگی کا بھاری وزن اٹھا لیتے تھے۔ اس قدر کمالات کا سرمایہ ہوتے ہوئے۔ آپ فقراے باب اللہ کے ساتھ طالبانہ پیش آتے تھے۔

القصہ مذکورہ بالا تفصیل کے ساتھ آپ کا زندگانی کرنا۔ واپسین سفر تک کہ رمضان کی تاریخ تیسری اور ہجری سنہ ایک ہزار چھہ تھا۔ یکسان استقامت کے ساتھ رہا۔ یعنی آپنے نوافل اور زوائد خیرات اور عبادات جس قدر اپنے اوپر لازم فرمالی تھین۔ اُن مین فرو گزاشت کا دخل کبھی نہین ہونے دیا۔ ہجری سنہ نوسو ستر تھا۔ کہ پدر بزرگوار کی رحلت کے بعد آپ گوالیار مین آئے۔ یہان برچند روز مجاور روضہ رہکر دار السلطنت آگرہ کو چلے گئے۔ اور اس جگہہ سامان اقامت رکھکر گھر اور نیز خانقاہ تعمیر کرائی۔ کم و بیش پینتیس سال

ازروے باطن خداشناسی کے حجرہ مین چلہ نشین رہے - اور ازروے ظاہر لوگون سے میل ملاقات اور جلسون کی نشست برخاست کو اپنی خلوت کے جمال کا نقاب بنائے رکہا - علم حدیث کے اندر نہروالہ شہر مین کامل دس سال تک شیخ محمد طاہر محدث نہروالہ کی شاگردی کرکے اور نیز شیخ وجیہ الملة علوی احمدآبادی کے درس سے تمام فنون کی تحصیل کرکے کل علوم مین اُستاد وقت ہوئے - اگرچہ ظاہر مین ظاہری سجادہ نشینی کا شرف حاصل نہین ہوا - لیکن الولد سر لابیہ کا فروغ آپ کی پیشانی سے درخشان تہا - جس زمانہ مین آپ احادیث کی تصحیح نہروالہ مین کر رہے تہے - اس زمانہ مین احمدآباد سے غوث الاولیا نے شیخ نور محمد کو خرقہ خلافت اور اجازت نامہ دیکر آپ کی خدمت مین بہیجا تہا - اور اجازت عطا فرمائی تہی -

آپ کی رحلت فرمائی کا واقعہ اس طرح پر ہے - جن ایام مین عرش آستانی اکبرشاہ دارالخلافہ لاہور مین تشریف رکہتے تہے اُن ایام مین ایک روز ہرنون کی لڑائی کے ہنگامہ مین ایک ہرن کے سینگ کا ایک کاری زخم شہنشاہ کی ران مبارک مین آیا تہا - شہنشاہ نے چند روز بعد فرمایا - کہ اس واقعہ کے اندر دور و نزدیک کے جمیع اکابر اور امرا کے آنے سے ہمنے شیخ ضیاء اللہ کی یاد کی - لیکن شیخ نے ہماری یاد نہین کی - شیخ ابوالفضل مبارک نے اِس تقریر کی نقل لکہکر آپ کی خدمت مین بہیجی - جب یہ اطلاع آپ کو پہونچی تو آپنے بے تامل اپنے تئین لاہور مین پہونچا کر سلطانی دیدار حاصل کیا - اور شہنشاہ نے بہی آپ کی تشریف آوری سے اپنی عافیت اور تن درستی کی فال لی - چند روز بعد فرمایا - کہ شاہزادہ دانیال کی ایک حرم امیدوار ہے - بادشاہ کو منظور یہ ہے - کہ حرم مذکور شیخ ضیاء اللہ کے مکان مین رہے تاکہ وضع حمل اُسی جگہہ ہو - آپنے اس حکم کی تعمیل مین دو تین مرتبہ عذر کیا - مگر قبول نہین ہوا - اور حرم مذکور نے آپکے مکان مین آکر وضع حمل کیا - چونکہ شیخ اس واقعہ کی اصلیت سے بالکل محترز تہے - لہذا اپنی زندگانی سے ہی تنگ دل ہوئے - ایک ہفتہ بعد مرض الموت پیش آیا - اور صدر الذکر تاریخ مین اپنی جان حوالہ جانان کی -

ہجری سنہ نوسو بیاسی مین راقم اپنے وطن سے چل کر دارالسلطنة آگرہ مین گیا تہا - اُس وقت مین راقم کے چچازاد بہائی شیخ علی شمس آپ کی ملازمت مین استفادہ کر رہے تہے - اُنہون نے فقیر کو آپ کی آستانہ بوسی اور خدمت کے شرف سے مشرف کیا تہا پانچ مہینے اُس جگہہ رہکر آپ کی فیض بخشی کا حصہ

لیا - اُسی سال مین احرار الاولیا کے پوتے مشہود العرفا خواجہ عبدالشہید قدس سرھما شہر آگرہ کے قلعہ مین اکبر شاہ کے بنگالی محل کے اندر اُترے ہوئے تھے - اور شہنشاہ فتح پور مین داد سلطنت دے رہا تھا فقیر بھی خواجہ کی قدم بوسی کے واسطے اس محل مین گیا تھا اور شرف دیدار سے اپنے حوصلہ کے موافق فروغ حاصل کیا تھا - مصرع خوشہ ہائے خرمن ہن خوشہ ہر خرمن ست ؛

یاد حاجی ابراہیم محدث قادری

آپ شیخ داؤد کے بیٹے ہین - کنیت ابوالمکارم - تخلص وصالی - زاد بوم مانک پور - اور خوابگاہ آگرہ ہے آپ کے افعال سے شریعت عیان تھی - اور اسرار مین طریقت کا خزانہ نہان تھا - عقلی اور نقلی علوم کی تحصیل اپنے وطن مین کر کے سیر و سیاحت کا ارادہ کر لیا تھا - بالآخر بغداد مین ڈہائی سال رہکر تفسیر اور حدیث کا علم تحصیل کے ذریعہ سے درجہ کمال کو پہونچایا - اور پہر وہان سے خانہ مبارک کے طواف کے واسطے روانہ ہوئے - پہر مناسک اور حج کے ارکان بجالاکر مصر کو چلے گئے - یہان پر شیخ شمس الدین علقمی کے نزدیک احادیث کی تصحیح کی - شیخ شمس الدین علقمی شیخ جلال الدین سیوطی کے بالواسطہ شاگرد ہین - اور اسی جگہہ آپنے شیخ العرفا شیخ محمد بکری شافعی سے سند اور اجازت لی - اس قدر کمالات فراہم ہونے کے بعد - پہر مکہ معظمہ کی طرف لوٹے - اور شیخ عبدالرحمن ابن الفہد مغربی شیخ مسعود مغربی - اور بدر الاتقیا شیخ علی متقی کی صحبت سے از سرنو کتب احادیث کی تکرار کی - اور صحت و شناخت کا بڑا مرتبہ حاصل کیا - اس کے بعد پہر دوبارہ مصر مین گئے - اور چوبیس سال تک تمام علوم کا درس دیا - باایہمہ کسی سال مین حج کو جانے آنے کا سلسلہ بھی منقطع نہین ہوا - ملک شام مین شہری اور صحرائی بزرگون کی صحبت مین بیٹھکر فیض پایا - اِس کے بعد وطن کی محبت نے جوش کیا - تو آپ نے ہندوستان کو اپنے قدوم کی سعادت سے سرفراز فرمایا - جب دارالسلطنت آگرہ مین گذر ہوا تو تقدیری کرشمہ - اور آب و دانہ کی کشش نے یہان کے قیام کا خیال آپ کے دل مین پیدا کیا - لہذا گھر اختیار کر کے تفسیر - حدیث - اور فقہ کے درس مین - اور نیز وعظ مین آپ مشغول ہوئے اور بہت سے اشخاص کو فیض اور علم کی منزل پر پہونچایا - تاریخ اونیسوین ذی حجہ ہجری سنہ ایک ہزار ایک مین چہیاسی برس کی عمر کے بعد جسمانی محنت آباد کے تنگ و تاریک کوچہ سے روحانی راحت افزا اقلیم کو روانہ ہو گئے - مصرع پیری و علم و ہمت و آزادگی طلب -

یادِ شیخ امان اللہ افغان

آپ سید ابراہیم بھکری کے مرید ہین - خود بینی سے گزر کر ارادت اور شریعت کی مشکلات کے تماشے مین محو تھے - کہتے ہین آتش دیدار کی آرزو - ہمیشہ آپ کے دل کو بے آرام - اور آنکھون کو اشکبار رکھتی تھی - اور پیر کی ملازمت مین اسی خواہش کا ورد بار بار بیان کیا کرتے تھے - اور کہا کرتے تھے - کہ زیادہ نہین - صرف ایک ہی دفعہ اس آرزو مین کامیابی ہو جاوے - آپ کے پیر وعدہ دیکر تسلی اور تسکین دیا کرتے تھے - بالآخر اس اندیشہ نے آپ کو آلیا - یہان تک کہ جس جنبش کرنے والے اور اُڑنے والے پر نظر پڑتی تھی - اُس پر آپ مطلوب کا گمان کرتے تھے - کہتے تھے - مین ایک رات پیر کے ہاتھ پاؤن داب رہا تھا - یکایک اُٹھ بیٹھے - اور مجھسے بغلگیر ہوئے - فرمایا - امان - تمنے دیکھا جس کی تم کو تلاش تھی - ؟ مینے عرض کیا - ہان دیکھا - اس کے بعد وحدت وجود کا دروازہ صورۃً اور معنیً کشادہ کر دیا - چنانچہ ایک روز کا ذکر ہے - ایک سوار نے اپنے گھوڑے کو کوڑا مارا - آپنے آہ کھینچی - جب گدڑی اُٹھا کر دیکھا گیا - تو آپ کے بدن پر تازیانہ کا نشان پایا گیا - **القصہ** پیر کی اجازت سے براہ خشکی - سفر حجاز کو روانہ ہوئے - ماوراء النہر - خراسان - پارس - اور عراقین کے اکثر مشایخ کی ملازمت کی - اور اُس سے فیض و فائدہ بھی اُٹھایا - جب مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کو گئے - تو ایک دختر کے حسن پر فریفتہ ہو گئے - ایک روز سخت بیتاب ہوئے اور حالت بیتابی مین اُس کے باپ سے کہا - کہ اپنی لڑکی کا میرے ساتھ عقد کر دیجئے - اُس نے جو جواب دیا - اُس سے مہر کی خواہش پائی گئی - آپ نے فرمایا امان اللہ - وہ بندہ نہین ہے جو اپنے پاس پیسہ رکھے - پھر لڑکی کے باپ نے کہا - کہ اگر آپ اس رعنائی کے ساتھ درویشی کا بھی دم بھرتے ہین - تو یہ ہو سکتا ہے - کہ پیغمبر آخر الزمان **علیہ السلام** مجھکو اس بارہ مین خواب کے اندر اجازت فرما دین - آپ نے کہا - اگر آپ تمام مال و دولت - جو آپکے ملک مین ہے - محتاجون کو تقسیم کر دین - اور دنیاوی آلایش سے پاک ہو جاوین - تو اس شرط پر شاید ایسے خواب سے آپ کو سعادت حاصل ہو جاوے - لڑکی کے باپ نے کہا - اس مال و منال کے ساتھ مجھکو بہت ہی دلبستگی ہے - اگر آپ کا تصرف مجھکو آزاد - اور بے میل کر دیوے - تو آپ کا فرمانا ظہور پذیر ہو سکتا ہے - آپنے جواب دیا کہ مجھ سے اور نیز تمام مقبولون سے جو بہتر ہین - اُنھون نے آرزو فرمائی تھی - کہ ابوجہل کا دل کفر سے ہٹ جاوے - تو یہ وقوع مین نہین آیا - اور[1] اِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ اَحْبَبْتَ کا عتاب سنا - اسی طریقہ چندے

---

[1] (اے پیغمبر اپنی خواہش کے مطابق تم جس کو چاہو - ہدایت نہین دے سکتے ۱۲-

ان دونون اصحاب کے درمیان مین گفت وشنید کا سلسلہ جاری رہا کرتے ہین - اولاً مدینہ مقدسہ کے حرم مین ایک حجرہ کے اندر رہتے تھے - پھر بعد مین بقیع کے اندر قبہ عثمانیہ کے نزدیک خلوت اختیار کرلی تھی - اِس انتقال مکانی کا سبب دریافت کیا گیا - تو فرمایا - روزمرہ آدھی رات کو مدینہ کا دروازہ کہولا جاتا ہے - اور سرورانبیا علیہ السلام اس قبہ مین تشریف لاتے ہین - اور حضور کے ساتھ خلفاے اربعہ مین سے تین اصحاب بھی ہوتے ہین - اور اس قبہ کا دروازہ بھی کہلتا تھا - اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ استقبال کے واسطے دروازہ کے باہر آتے تھے اور امان دروازہ پر کہڑا رہتا تہا - اور اپنے تئین اس مقام کے نامناسب شرمندہ پاتا تھا - لہذا ازراہ ادب سابقہ جگہہ چہوڑکر اس جگہہ حجرہ تجویز کرلیا ہے - چند روز بعد عنصری قفس ٹوٹ گیا - اور مرغ حقیقت روضہ جاوید کی طرف اُڑ گیا - مصرع جان او ہم نشین جانان باد -

یاد شیخ اسحٰق قلندر سندھی

جہان پیمائی کرتے تہکرتے - آپ کے پائون گہس گئے تھے - ہر ایک ویران اور آباد گوشہ اور کنارہ مین پہنچکر ہر ایک ملک کی خصوصیات سے آگاہ ہوئے تھے - لیکن ہجری سنہ نوسو اٹھاون کے آغاز سے سیاحی ترک کرکے - قدوۃ المحدثین شیخ طاہر یوسف سندھی کی مصاحبت اختیار کرلی تھی - ہجری سنہ ایکہزار تین - ان روحانی مصاحب (شیخ طاہر یوسف) کا سال رحلت ہے - اس سال تک آپنے شیخ کی ملازمت سے کبھی جدائی پسند نہین کی - راقم گلزار نے ہجری سنہ ایک ہزار مین برہان پور مقام پر ان دونون بزرگون کی ہمسائگی سے بہت کچھ حصہ فیض کا لیا تہا - آپ کا سلوک استقامت کے طریق پر تہا - ہجری سنہ ایک ہزار دس مین آپ کی اقامت اس جہان کی انجام کو پہونچ گئی - مصرع روح او ہم نشین رضوان باد ؎

یاد شیخ افضل محمد

آپ شیخ یوسف تمیمی کے بیٹے - مرید - اور خلیفہ ہین - اپنے پدر بزرگوار کی زندگی مین ہی - جانشین ہوگئے تھے - رسمی علم کی کسی قدر تحصیل اپنے عم مکرم شیخ جلال کی خدمت سے - اور ان کی رحلت کے بعد یقینی علوم کی تحصیل شیخ ابوالفتح مفتی کی درس سے فرمائی تھی ہمیشہ اہل تجرید فقرا - اور صاحب عرفان درویشون کے ساتھہ ہم نشینی رکہا کرتے تھے - کبھی زمانہ کے دولت مندون اور امیرون کے دیدار کی آرزو نہین کی - خاتم النبوۃ علیہ السلام کے حلیہ اقدس کی زیارت سے عالم خواب مین کئی بار مشرف ہوئے تھے - اور حزب البحر پڑھنے کی اجازت ملی تہی - تاریخ اکیسوین صفر کو ہجری سنہ ایک ہزار تین مین

عنصری صورت - خاک آگرہ کے سپرد کر کے - الٰہی دیدار کے جلوہ گاہ کو روانہ ہو گئے - لفظ افضل انام ۳ ۹۹۱ھ اور آپ کا نام واپسین سال کے ساتھ ہم عدد ہین -

یاد شیخ طاہر

آپ یوسف ابن رکن الدین ابن معروف - ابن شہاب الدین سندہی کے بیٹے ہین - آپ میخانہ تحقیق کے پرانے میگساروں کے حریف - اور منزل توحید کے دیرینہ سیاحون کے ہم قدم تھے - جب آپ فیض رسانی کی مجلس مین علمی مسائل بیان کرنے کی طرف متوجہ ہوتے تھے - تو دل پذیر نکتون کی گل افشانی سے فصیح البیانی کام مین لاتے تھے - اور جب تصنیفات جمہور کے معانی اور مطالب ذریعہ - مطالعہ حل فرماتے تھے - تو آپ کی پربہار فطرت - رنگ برنگ کے پہول کہلاتی تھی - آپ کا بیان رسمی علوم کی نوعروسون کے چہرہ کا نقاب دور کرتا تہا - اور آپ کا قلم حقیقی علوم کے خلوت خانہ مین رہنے والی پردہ نشینون کی چہرہ کشائی عمل مین لاتا تھا - تاکہ علمی اور عینی کمالات کے تلاش کرنے والے - نظارہ کی امداد سے - اندرونی فروغ حاصل کرین -

غوثی آپ کی تعریف - کوتاہی کی آشنا - اور اتمام کو پہونچنے والی نہین ہے - لہذا تم کسی قدر حالات لکہنے کے واسطے قلم اٹھاؤ - اور وہ جو تمنے اختصار کا عہد کیا ہے - اُس کا لحاظ نظر رکھکر سخن کا آغاز کرو - کہتے ہین - دسوین صدی کی دوسری دہائی کے کسی سال مین قصبہ پاتری کے اندر کارپردازان قضا وقدر نے آپ کے نفس ناطقہ کو عنصری جسم کے ساتہ وابستہ کیا تھا - قصبہ پاتری آپ کے جد بزرگوار کا آباد کیا ہوا قصبہ ہے -

القصہ جب آپ کا آغاز ہوش ہوا تو آپ کو اور آپ کے بڑے بہائی شیخ طیب کو باپ کے ہمراہ سفر کا اتفاق پیش آیا - تینون اشخاص - دانائے حقیقت آگاہ شناسائے فضیلت دستگاہ شیخ شہاب الدین سندہی کی ملازمت مین ایک گانون کے اندر پہونچے - جو شیخ سندہی کے نامزد تہا - آپ نے شرح شمسیہ پڑہنے کی التماس کی - چونکہ شیخ شہاب الدین نے منطق کا درس - اپنے مناسب حال نہین سمجہا - اسواسطے حجۃ الاسلام امام محمد غزالی کی منہاج العابدین پڑہنے کی طرف اشارہ فرمایا - کم وبیش دو ہفتہ کے اندر کتاب مذکور کو ان تینون شخصون نے لکھکر سبق شروع کر دیا - اس کے بعد ہجری سنہ نو پچاس مین آپ کو یہان سے خیال سفر ہوا - چنانچہ آپ گجرات کی طرف تشریف لے گئے - شہر

سہروردیہ مین پہونچکر غوث العالم شیخ محمد غوث قدس سرہ کی بابرکت صحبت سے بہت کچھ حصہ لیا۔ پہراس صوبہ سے ملک دکن کی طرف روانہ ہوئے۔ یہان پہونچکر شیخ وقت پیر عہد۔ میان مخدوم جی پسر شیخ محمد ملتانی کے حلقہ ارادت مین داخل ہوئے۔ شیخ محمد ملتانی۔ شیخ بہاء الدین قادری کے بزرگ خلیفہ ہین۔ بعدہٗ ایرج پور برار مین قیام فرمایا۔ اور خرقہ خلافت آپ کو پیر سے اسی شہر مین عنایت ہوا۔ بہت مدت تک آپ اس جگہہ رہے۔ اور لوگون کو درس وتلقین کے ذریعہ سے فیض پہونچاتے رہے۔ جس سال حاکم احمد نگر مرتضیٰ نظام الملک ایرج پور پر قابض ہوا تھا۔ اور نرنالہ کے قلعہ پر فتح پائی۔ ملک برار کی آبادی بساط فتنہ وفساد کے سبب سے تہ ہوگئی اور وہان کے باشندون کو مجبوراً جلاوطن ہونا پڑا۔ اِس اثنا مین آپنے والی خاندیس کی التماس سے برہان پور مین پہونچکر سامان قیام فرمایا۔ ہجری سنہ ایک ہزار چار تک اس شہر کے اندر آپ ظاہر وباطن کی صفائی اور آرائش مین ثابت قدمی کے ساتھہ مقیم رہے۔ اور بہت سی تصانیف صفحہٴ روزگار پر یادگار چہوڑکر ملک تقدس کو روانہ ہوئے۔

منجملہ تصانیف مذکورہ کے ایک تفسیر مجمع البحار ہے۔ جو بالکل لطائف قشیری کے اسلوب پر طائفہ صوفیہ قدس سرہم کے نکات اور اشارات کو حاوی ہے۔ اُس مین سے تہوڑی سی عبارت نقل کرکے نمونہ کتاب کے طور پر پیش کرتا ہون۔

فی تفسیر قولہ تعالیٰ۔ فی قلوبھم مرض الخ المرض حقیقۃ فی مایعرض للبدن فیخرجہ عن الاعتدال الخاص۔ ویوجب الخلل فی افعالہ ومجاز فی الاعراض النفسانیۃ التی یخل بکمالھا کالجہل وسوٓ العقیدۃ والزیغۃ وحب المعاصی لانھا مانعۃ عن نیل الفضائل ومودیۃ الیٰ زوال الحیوٰۃ الحقیقیۃ لابدیۃ والایۃ تحتملھا فان قلوبھم کانت متالمۃ تحزنا علیٰ

اللہ جل شانہ کا جو قول ہے فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ الخ اس کی تفسیر مین لکہتے ہین۔ مرض۔ ایک تو حقیقی ہوتا ہے اس اعتبار سے کہ جب وہ جسم کو عارض ہوتا ہے تو اُس کو اُسکے خاص اعتدال سے خارج کردیتا ہے۔ اور اُس کے افعال مین لازمی خلل ڈالتا ہے۔ دوسرے مجازی ہوتا ہے۔ جو حالت اعراض نفسانی کو عارض ہوکر اُن کے (اعراض نفسانی کے) کمال مین خلل انداز ہوتی ہے۔ اُس حالت پر مرض مجازی کا اطلاق آتا ہے۔ جیسے جہل۔ سوء عقیدہ۔ کجی۔ اور گناہون کی رغبت یہ تمام امراض مجازی ہین۔ کیونکہ یا تو یہ

مافات عنهم من الرياسة وحسدًا على
ما يرون من اثبات امر الرسول واستعلاء
شانه يومًا فيومًا فزاد الله عنهم بما
زاد في اعلاء امره واشادة ذكره
ونفوسهم كانت ماؤفة بالكفر و
سوء الاعتقاد ومعاداة النبي صلى الله
عليه وسلم ونحوها - فزاد الله ذلك
بالطبع او بازدياد التكاليف وتكرير
الوحي وتضاعيف النصر -

چیزین انسان کو حد فضائل تک پہونچنے سے مانع
ہوتی ہین - یا یہ چیزین انسان کو حقیقی اور ابدی حیات
کے زائل ہونے کی طرف کھینچ لیجاتی ہین - اور قرآنی آیۃ
سے یہی مجازی معانی مراد ہین - کیونکہ منافقین کے ہاتھون
سے جو ریاست نکل گئی تھی - تو اسکے غم ہن وہ مبتلا تھے
یہ گویا اُن کے قلوب مین مرض تہا - اور یوماً فیوماً جو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ثابت اور آپ کی شان ارفع ہوتی ہوئی
دیکھتے تھے - تو اسپر وہ حسد کرتے تھے اور ان وجوہ سے
اُن کے قلوب سخت الم پا رہے تھے - گویا کہ ان کا مرض
یا الم اللہ تعالیٰ جل شانہ نے زیادہ کیا - کیونکہ حکم رسول صلی اللہ
علیہ وسلم اور آپکے ذکر کی شان ارفع کرنے مین زیادہ تر حصۃ
اللہ جل شانہ نے ہی تو لیا - اور منافقین کے نفوس پہلے
ہی سے کفر - سوء اعتقاد - اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی
عداوت وغیرہ وغیرہ کی وجہ سے ماؤف تھے تو اللہ جل شانہ
نے منافقین کا الم یا تو بالطبع زیادہ کیا - یا اس طور پر زیادہ
کیا کہ الم کی تکلیفات بڑہائین - متواتر وحیان بھیجین - اور
فتوحات پر فتوحات عطا فرمائین -

وفي الرحماني في قلوبهم مرض هو نقصهم
في القوة الحكمية وافراطهم في
الشهوانية -

اور تفسیر رحمانی مین لکھا ہے - فی قلوبہم مرض - یعنی
منافقین کے قلوب مین قوت حکمیہ کی کمی اور قوت شہوانیہ
کی زیادتی ہے -

في الاحياء اعلم ان جندي الغضب
والشهوة قد ينقادان للقلب انقيادًا
تامًا فيعينانه على طريقه الذي يسلكه

احیاء مین لکھا ہے - واضح ہو - کہ غضب اور شہوۃ
کے دو لشکر کبھی تو قلب کے مطیع ہوتے ہین کامل اطاعت
کے ساتھ - اور اس صورت مین وہ قلب کو اُس طریقہ پر

وقد يستعصيان عليه استعصاء بغي و
تمرد حتى يملكاه ويستعبداه وفيه
هلاكه وانقطاعه عن سفره الذى
به وصوله الى سعادة الابد وللقلب
جند آخر وهو العلم والحكمة والتفكر
وحقه ان يستعين بهذا الجند فانه
حزب الله تعالى على الجندين الآخرين
فانهما قد يلحقان بحزب الشيطان فان
من ترك الاستعانة وتسلط على نفسه
جندى الغضب والشهوة هلك - هلاكا
يقينا وخسر خسرانا مبينا وذلك
حال اكثر الخلق فان عقولهم صارت
مسخرة لشهواتهم فى استنباط الحيل
لقضاء الشهوة وكان ينبغى ان يكون
الشهوة مسخرة لعقولهم -

چلنے مین مدد دیتے ہین - کہ جس طریقہ پر قلب چلتا ہے
اور کبھی قلب کی نافرمانی کرتے ہین ازروے بغاوت
اور تمرد کے - یہان تک کہ قلب کے مالک بن جاتے
ہین - اور قلب سے اطاعت چاہتے ہین - اور اس صورت
مین قلب کی ہلاکت متصور ہے - اور نیز جس سفر کے
ذریعہ سے قلب ابدی سعادت کو پہونچ سکتا ہے
اُس سفر سے بوجہ تبعیت غضب اور شہوۃ کے انقطاع
ہوجاتا ہے - اور قلب کا ایک لشکر اور ہے - جس کے
افراد علم حکمت - اور تفکر ہین - اور قلب کو یہ حق حاصل
ہے - کہ اس لشکر سے مدد مانگے - کیونکہ یہ لشکر صدر بالذکر
دونون لشکرون کے مقابلہ مین - خدا کی گروہ ہے - یہ
دونون لشکر شیطانی گروہ سے مل جاتے ہین - تو جس
شخص نے اس لشکر سے مدد نہین مانگی - اور اُس کے
نفس پر غضب اور شہوۃ کے دونون لشکر مسلط ہوگئے
وہ شخص یقینًا ہلاک ہوگیا - اور اُس نے صریح نقصان
اٹھایا - اور اکثر مخلوقات کا حال ایسا ہی دیکھا جاتا ہے
یعنی شہوات پوری کرنے کے واسطے حیلے اور بہانے
سوچ سوچ کر نکالتے ہین - اکثر مخلوقات کی عقلین
اُن کی شہوات کی تابع ہورہی ہین - حالانکہ ہونا یہ
چاہیئے - کہ شہوۃ اُن کی عقلون کے تابع ہو -

اما بيان علامات مرض القلب
فكما ان كل عضو من اعضاء البدن خلق
لفعل خاص به ومرضه ان يتعذر عليه فعله

مرض قلب کی علامات کا بیان اس طرح پر ہے
جیسے جسمانی اعضا مین سے ہر ایک عضو اپنے خاص
فعل کے واسطے پیدا کیا گیا ہے - اور اُس کا مرض

الذی خلق لاجله کذلک مرض القلب
ان یتعذر علیه فعله الذی خلق لاجله وهو
العلم والحکمة والمعرفة وحب الله تعالی وعبادته
والتلذذ به وایثار ذلک علی کل شهوة سواه
وخاصیة النفس التی للادمی ما یتمیز
به عن البهائم ولم یتمیز بها بقوة الاکل
والوقاع بل بمعرفة الاشیاء علی ما هی علیه
اصل الاشیاء موجدها ومخترعها الذی جعلها
شیئا هو الله تعالی فلو عرف کل شیء ولم یعرف
الله تعالی فکانه لم یعرف شیئا فان الناس کلهم
قد هجروا هذه السادة واندرست فی هذه الاعصار
واشتغلوا بتوسیط الخلق فی الخصومات
الناشئة من اتباع الشهوات فقالوا هو
الفقه واخرجوا هذا العلم الذی هو فقه الدین
من جملة العلوم وتجرد الفقه الدنیاوی الذی
ما قصد به الا دفع الشواغل لیتفرغ لفقه
الدین فکان فقه الدنیا من فقه الدین
بواسطة هذا الفقه

یہ ہے - کہ جس فعل کے واسطے وہ عضو پیدا کیا گیا ہے - اُس فعل کا
عضو مذکور سے صدور متعذر ہو جاوے - اسی طرح قلب کا مرض یہ ہے
کہ جس فعل کے واسطے قلب پیدا کیا گیا ہے - اُس فعل کا قلب سے صدور
متعذر ہو جاوے - اور افعال قلب یہ ہین - علم حکمت - معرفت
اللہ تعالی جل شانہ کی محبت - اُس کی عبادت - اُس کے ساتھ لذت پانا
اور کامل اتقضا کے موافق ان چیزون کو کام مین لانا - اور نفس آدمی کی خاصیت
ایسا امر ہونا چاہیے - کہ جس کے سبب سے آدمی بہائم سے الگ متمیز ہو سکے
آدمی بہائم سے قوت اکل اور قوت جنگ کے سبب سے متمیز نہین ہو سکتا ہے
بلکہ اشیا کو اُن کی اصلی ماہیت کے موافق پہچاننا یہ وجہ تمیز ہے - اصل اشیاء اُن
کے موجد اور مخترع کو سمجھنا چاہیے - جس نے اشیا کو اشیا کر کے بنایا - اور وہ اللہ
تعالی جل شانہ ہے - اسواسطے اگر انسان نے بالفرض تمام اشیا کو پہچانا مگر اللہ
تعالی کو نہین پہچانا - تو گویا اُس نے کچھ بھی نہین پہچانا - تمام لوگون نے ان علوم کو
چھوڑ دیا ہے - اس زمانہ مین یہ علوم پُرانے پڑ گئے ہین - اور جو خصومات
اتباع شہوات سے پیدا ہوتی ہین - اُن کے تصفیہ کے اندر اپنے اخلاق کو
واسطہ بنانے مین لوگ مصروف ہو گئے ہین - کہتے ہین - کہ فقہ یہی ہے اور
اس علم کو جو خاص فقہ دین ہے - تمام علوم مین سے خارج کر دیا ہے -
دنیاوی فقہ سے مقصد یہ تھا - کہ اس ذریعہ سے دوسرے موانعات اٹھا دے جاوین
تا کہ فقہ دین کے واسطے فراغت حاصل ہو - مگر اب مجرد اسی دنیاوی فقہ کی طرف
رخ کر بیٹھے ہین - گویا دنیاوی فقہ ہی دراصل دینی فقہ ہے - اس فقہ کے
ذریعہ سے -

وفی بعض الکتب - اعلم ان القلب فی الحقیقة بمنزلة
القالب فی الشریعة ولا معول الا علی القلب لانه موضع
نظر الله تعالی کما قال علیه السلام ان الله

بعض کتب مین لکھا ہے - واضح ہو - کہ قلب حقیقۃ مین زروے شریعت
بمنزلہ قالب ہے - اور قلب کے سوا کسی اور شے پر اعتماد نہین کیا گیا - کیونکہ اللہ تعالی
کی نظر کا مقام قلب ہی ہے - جیسا کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا ہے

لا ینظر الی صورکم الخ - فللقلب علل کما
مثل امراض الاشخاص فان القلب انسان
حقیقی ولہ من الاعضاء حقائق فللقلب ایضاً
راس بہ یحیی کما یحیی البدن براسہ فاذا اخذ من
البدن لا یحیی فکذلک القلب وراس القلب
ادراکہ لطائف الغیب وھذا الادراک
ینقسم مثل انقسام حواس الراس اقساما
البصیرۃ والتذکر والمراقبۃ والتمیز والتفکر
فالبصیرۃ عین القلب والتذکر لسان القلب
والمراقبۃ سمع القلب والتفکر خیال القلب
والتمیز تجاربہ وفعلہ فاذا اراد اللہ تعالے
بعبد خیرا فتح عین قلبہ وشرح لسانہ وسمع اذنہ
واذا اراد اللہ تعالی بعبد شرا ختم علی سمعہ
وبصرہ ومنعہ عن ادراکاتہ وذلک المنع من مرض
روحانی یکون صداع القلب منہ ومہما
زاد المنع تولدت الغفلۃ والغفلۃ للقلب
بمنزلۃ الصرع وغلبۃ الظنون الفاسدۃ
مثل المالیخولیا للراس فان الراس اذا ابتلی
بہ یتخبط اعمالہ والقلب اذا انفعل بالظنون
الفاسدۃ تظہر فیہ تخبطات کثیرۃ و
یصیر کالمجنون المتحیر الممنوع من معرفۃ
اللہ تعالی وحسن الظن بہ وامتلاء
القلب لفضول الطمع والطمع بہ

کہ اللہ تعالی تمہاری صورتوں کی طرف نہین دیکھتا ہے الخ جس طرح انسانوں کو
امراض لاحق ہوتے ہین - اسی طرح قلب کو بھی علتین اور امراض لاحق ہوتے
ہین - کیونکہ قلب ہی فی نفسہ انسان حقیقی ہے - اور اس کے اعضا بھی حقیقی ہین
چنانچہ قلب کا ایک سر ہے جس کے سبب سے وہ زندہ رہتا ہے جس
طرح بدن اپنے سر کے سبب سے زندہ رہتا ہے - اگر بدن کا سر کاٹ لیا جاوے
تو جس طرح بدن زندہ نہین رہ سکتا ہے اسی طرح قلب بھی زندہ نہین
رہ سکتا ہے - اور قلب کا سر غیبی لطائف کا ادراک کرنا ہے - اور
جس طرح سر کے حواس کی تقسیم ہے - اسی طرح اس ادراک کی بھی تقسیم ہے
اور اقسام ادراک یہ ہین - بصیرۃ - تذکر - مراقبہ - تمیز - اور تفکر - بصیرۃ
قلب کی آنکھ ہے - تذکر قلب کی زبان ہے - مراقبہ قلب کے کان ہین
تفکر قلب کا خیال ہے - اور تمیز قلب کے تجربہ اور افعال ہین - پس جب
اللہ تعالی جل شانہ کسی بندہ کو خیر پہونچانا چاہتا ہے تو اس کے دل کی
دونون آنکھین کھول دیتا ہے - زبان رواں کر دیتا ہے - اور کان کو قوت
سماعت دیدیتا ہے - اور جب اللہ تعالی جل شانہ کسی بندہ کو شر پہونچانا چاہتا
ہے - تو اس کے کان پر اور آنکھ پر مہر لگا دیتا ہے - اور اس بندہ کو ادراکات
سے باز رکھتا ہے - اور یہ باز داشت - روحانی مرض ہے جس کو صداع قلب
عارض ہوتا ہے - اور باز داشت جس قدر زیادہ ہوتی جاتی ہے - اسی قدر
غفلت زیادہ بڑھتی جاتی ہے - اور قلب کی غفلت بمنزلہ صرع کے ہے -
اور فاسد تخیلات کا غلبہ سر کے واسطے مثل مالیخولیا کے ہے - جب سر مرض
مالیخولیا مین مبتلا ہوتا ہے - تو اس کے اعمال متخبط ہو جاتے ہین - اور جب
قلب تخیلات فاسدہ سے منفعل ہوتا ہے - تو اس مین بہت سی
خبط باتین پیدا ہو جاتی ہین - اور ایسے مجنون کی طرح ہو جاتا ہے
کہ جیسے کوئی متحیر ہو - اور اللہ تعالی جل شانہ کی معرفت سے باز رکھا گیا ہو

یورث الاستسقاء فی القلب حتی انہ لا یروی من المال والجاہ والدخان الغفلۃ یورث العمی البصیرۃ فان البصیرۃ تظلم وتقل نورھا بدخان الھوی کما یظلم البصر ببخار الھوی فی عالم الدنیا	اور نیز اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن نہ رکھتا ہو۔ اور طمع کی فضول سے قلب کا ممتلی ہونا۔ اور نیز طمع اس کو لاحق ہونا۔ قلب کے اندر استسقا پیدا کرتا ہے۔ یہان تک کہ مال سے اور جاہ سے سیر نہین ہوتا ہے۔ اور غفلت دہوان ہے۔ جو بصیرۃ کی نابینائی پیدا کرتا ہے۔ یعنی البصیرۃ مین تاریکی آجاتی ہے۔ اور اُس کا نور۔ نفسانی خواہشات کے دہوئین سے کم پڑجاتا ہے جس طرح آنکھون کی نظر بیرونی بخارات سے عالم دنیا مین تیرہ و تاریک ہوجاتی ہے

وہ شخص بڑا خوش قسمت ہے جو اس دریاے معانی کی تہ کو پہونچکر اسرار کے موتی عبارات کے ذریعہ سے نذر ناظرین کرے۔ ایک روز اس تفسیر کے اجزا۔ دریاے کشف و شہود کے مستغرق شیخ لشکر محمد عارف شطاری قدس سرہ کی نظر سے گزرے تو بہت خوش ہوئے۔ فرمایا۔ اس رنگین کتاب کا مصنف اپنی حسنات کی جزا کا اندازہ شاید قیامت کے روز ہی کر سکیگا۔ کیونکہ یہ اندازہ آج کے روز ان حسنات کی کیفیت بیان کرنے سے نہین ہوسکتا ہے۔

فرمان رواے صوبہ علی عادل شاہ فاروقی نے مولانا حسین شیرازی کو جو حکمت کے فنون اور عقلی علوم مین اپنا نظیر نہین رکھتے تہے۔ اور ندیم خاص جلال خان بابری کو جن کو رسمی علوم مین دستگاہ تہی۔ ان دونون اصحاب کو مصنف کی خدمت مین بہیجا تھا اور التماس کی تہی۔ اگر اس پاسبان خلائق کا عہد اس کتاب کی تصنیف کی تاریخ مین درج کردیا جاوے۔ تو غایت درجہ عنایت ہوگی آپنے التماس قبول فرمائی اس وجہ سے کتاب ہذا کا خطبہ دو طرح پر واقع ہوا ہے۔

آپ کی دوسری تصنیف مختصر قوۃ القلوب ہے۔ تیسری منتخب مواہب لدنیہ۔ چوتہی ملتقط جمع الجوامع سیوطی۔ پانچوین موجز قسطلانی جس سے بڑی کوئی شرح بخاری پر نہین ہے۔ بڑے بڑے بارہ دفتر دو لاکہ بیت مین مختصر کئے ہین۔ چہٹی تفسیر مدارک اپنے دونون بیٹون عبد اللہ اور رحمۃ اللہ کے واسطے۔ مختصر کی تہی۔ اور اُس کا آغاز اس طرح سے کیا ہے۔ **قال ابو عبد اللہ طاہر بن یوسف علیہ رحمۃ اللہ۔**

ساتوین اسامی رجال صحیح بخاری۔ ایک شرح ہے کرمانی کے طور پر۔

آپ کی آٹھوین تصنیف ریاض الصالحین ہے۔ جس کی فہرست کی ترتیب تین روضون پر رکہی گئی ہے دپہلا روضہ) اُن احادیث صحیحہ اور حسنہ کے بیان مین ہے۔ جن کے اندر اُمت کی بخشش۔ اور اُمیدون کی

کامیابی کی نوید دارو ہے۔ اور دوسرا روضہ بڑے بڑے مشایخ طریقت کی ناصحانہ باتون سے سرسبز ہے۔ جیسے قطب الاقطاب شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی حجۃ الاسلام امام محمد غزالی۔ قدوۃ العرفا ابوطالب مکی۔ شیخ الاولیا شہاب الدین سہروردی۔ تاج السالکین زین الدین خوافی۔ اور اکرم الاتقیا۔ شیخ علی متقی ہندی وغیرہم من الاکابر قدس سرہم (تیسرا روضہ) ارباب توحید و وجدان اور اصحاب عشق و عرفان کی عمدہ عمدہ عبارتون اور نمکین اشارون سے ترو تازہ ہے۔ جیسے قافلہ سالار شاہراہ تحقیق شیخ محی الدین عربی منبع عین فاتی چشمہ سار آثار اسمائی۔ عین القضاۃ ہمدانی۔ صدر آرائے طائفہ توحید شیخ صدر الدین قونوی۔ اور نیز دیگر معتقدین وحدت وجود۔ **نفعنا اللہ و جمیع الطالبین بانفاسہم** اس طرح پر تینون روضہ سر سبز و شاداب ہین۔ وہ شخص نیک بخت ہے جو مطالعہ کے ذریعہ سے ہر ایک روضہ کے بیل بوٹے اور رنگ آمیزی کو دیکھکر بموجب اُسکے کاربند ہو۔

یاد شیخ محمود بن عبد اللہ گجراتی

آپ کی زاد بوم گجرات۔ اور خوابگاہ برہان پور ہے۔ جس وقت سماع مین آپ کو جوش آتا تھا۔ تو آپ کی آہ سے دریائے عشق مین طوفان پیدا ہوتا تھا۔ اور آپ کے آنسوؤن سے فنا کے گرداب مین موجون پر موجین آتی تھین۔ آپ شیخ شکر محمد عارف کے خلیفہ ہین۔ قرآن حفظ تھا۔ دل آویز لہجہ اور داؤدی الحان سے تلاوت کیا کرتے تھے۔ اُس زمانہ مین میان مجوجی محدث تھے اور ملک پیر محمد حسن کی درویشی۔ فرمان روائے نواح گجرات کی وزارت سے ملی ہوئی تھی۔ آپ ان دونون اصحاب کی مصاحبت مین برہان پور سے سفر حجاز کو روانہ ہوئے۔ اور لوٹ آئے۔ مسیح القلوب کہتے ہین۔ ایک روز مین آپ کی عیادت کے واسطے گیا تھا۔ آپنے فرمایا۔ اے فلان۔ میرے واپسین سفر کا وقت آگیا ہے۔ آپ ایسی دعا سے میری مدد کرین۔ کہ ارباب شہود کے طریقہ پر مین دفن کیا جاؤن۔

القصہ فقیر اور نیز دیگر چند دوست رحلت فرمائی کے روز آپ کے سرہانے موجود تھے۔ حلقہ چشم مین آنکھین اس طرح عاشقانہ گردش کرتی تھین۔ کہ جیسے کوئی محبوب جان نشانی اور نظر بازی کرتا ہے۔ نیز مسیح القلوب کہتے تھے۔ ہنگام رحلت اسی طرح دو شخص اور بھی میری نظر سے گزرے ہین۔ میرے عم مکرم شیخ طاہر ابن یوسف اور شیخ الاولیا۔ آپ کا سال رحلت ہجری سنہ ایک ہزار چار ہے۔ کہتے ہین۔ ایک مطرب کا لڑکا مہر سین نام تھا۔ مدتون تک آپ کی نظر اُسکو دیکھتی رہی۔ چند روز مین محمودی عشق کے کشش نے اُس

لڑکے کو پیکر پرستی کی قید سے نکال کر۔ تاج ایمان سے سرفراز کیا۔ اور ایازی کے درجہ کو پہونچادیا بیت

معشوق در لباس ایاز ست جلوہ گر	غوث مگر بدولت محمود میرسد

یاد قاضی ابراہیم ابن قاضی محمدؒ

آپ اپنے باپ کے شاگرد اور مرید ہین۔ اور قاضی قطب مجذوب آپ کے عم مکرم ہین۔ عالم خوشنویس فصیح البیان اور محبوب القلوب تھے۔ ایک عمر تک قصبہ بہاری مین جو سرکار کالپی مین ہے۔ رسمی علوم کا درس دیتے رہے۔ اور مدرسی کو جمال درویشی کا برقع بنا رکھا تھا۔ بہت سے لوگ آپکے فیض پاکر عربی زبان سے واقف ہو گئے۔ پُرانی بغیر پڑھی ہوئی کتابون کو آپ کی برزور طبیعت پڑھی ہوئی کتابون سے زیادہ آسانی کے ساتھ پڑھتی تھی۔ ہدایہ فقہ کو اُستاد شہر شیخ عبدالملک کے درس مین نکالا تھا۔ اور اُستاد کے موثر دم کی بدولت سب جگہہ سب قسم کی گفت وشنید مین سب لوگون سے آپ سبقت لے گئے تھے۔ نسب الانساب نام ایک بڑی کتاب آپنے مادری و پدری آبا و اجداد کی نسل کے بیان مین بزبان فارسی تصنیف کی تہی۔ اس کتاب مین دولتمندان صورت ومعنی کے کسی قدر حالات درج کیے ہین۔ چوہتر سال کی عمر پائی۔ ماہ رمضان ہجری سنہ ایک ہزار چار مین اس جہان سے دل اُٹھا لیا۔ خوابگاہ بہاری ہے۔

مصرع ارم باخاک پاکش ہم نشین باد ؎

یاد سید ھبتہ اللہ

آپ کے آبائے کرام رضوی سادات مین سے ہین۔ امام رضا رضی اللہ عنہ کے مشہد سے ہند مین آئے تھے۔ ماں اور باپ دونون آپ کو خردسال چھوڑکر آنجہانی ہوئے۔ دایہ کی مہربانی اور قسمت کی خوبی نے آپ کو خواجہ حسن کی خدمت مین پہونچایا۔ خواجہ حسن کو لوگ معین الدین ثانی کہا کرتے تھے۔ اور نیز خواجہ حسن خواجہ معین الاولیا چشتی اجمیری کی نسل سے تھے۔ خواجہ حسن نے فرزند کی طرح آپ کی پرورش فرمائی۔ جب عقل آئی۔ تو اپنا مرید کیا۔ جب پیر کی رہنمائی سے تزکیہ اور تصفیہ ہوگیا۔ تو خرقہ خلافت مل گیا۔ اور ملکوتی سیر کا درجہ حاصل ہوا۔ ہمیشہ گزرے ہوؤن کی روح سے گفتار اور دیدار کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ آپ کی عمر بہت زیادہ ہو گئی تہی۔ یہان تک کہ آپ کے سفید بال دوبارہ مائل بہ سیاہی ہو چلے تھے۔ جس طرح سیاہ بال سفید ہوتے ہین۔ اور دانت بہی دوبارہ نکلنے شروع ہو گئے تھے۔ کسی قدر آپ کے حالات کا بیان اس طرح پر ہے۔ جب زمانہ شیرخان سور کا تھا۔ تو آپ نے اجمیر سے گوالیار مین آکر حجرہ اختیار کر لیا تھا

پھر یہان سے گردش روزگار کی وجہ سے مالوہ کی طرف سفر فرمایا - قصبہ جولی مہیسر منڈو سے جنوبی سمت مین تین کوس کے فاصلہ پر واقع ہے - یہان آکر بستر اجمایا - پرگنہ کے بہت سے باشندے مرید ہوئے - آپکے پیر کا سلسلہ نو بطن سے خواجہ فخر الدین محمد کو پہونچتا ہے - جو خواجہ معین الاولیاء اجمیری کے صاحبزادہ ہین اس طرح پر خواجہ معین الدین ثانی - خواجہ بایزید ثانی - خواجہ طاہر - خواجہ بایزید کبیر - خواجہ شہاب الدین خواجہ احمد - خواجہ نجم الدین - خواجہ حسام الدین - خواجہ فخر الدین محمد **قدسنا اللہ باسرارہم** آپ کا سال رحلت ہجری سنہ ایک ہزار چار ہے - آپ کے ایک بیٹے ہین شاہ محمد - پرگنہ جولی مہیسر کے - یہ قاضی ہین جہان آپ کے باپ کی قبر ہے -

یاد شیخ ولی پور ملوک شاہ صدیقی

آپ سید ولی بدایونی کے مرید ہین - وطن اور مرقد دونون چرتھاولی مین ہین - چرتھاولی سرکار دہلی مین ایک قصبہ ہے سہارنپور کے پہلو مین - ایک روز آپ ایام طفلی مین ہم عمرون کے ساتھ کھیل رہے تھے - سید ولی بدایونی کی پالکی دور سے آتی ہوئی دیکھی - آپ کھیل چھوڑکر - ایک طرف ہوگئے - اتفاقاً اس وقت سید کی نظر خردسال لڑکے کے ہوش کی طرف گئی - سید نے دریافت فرمایا - کھیل سے تم نے کیون کنارہ کیا - آپ نے عرض کیا - آپ کے دیدار کی آب وتاب نے مجکو کھیل سے بازرکھا - پھر پوچھا تمھارا نام کیا ہے آپ نے **کہا ولی** - فرمایا - ہمارا اور تمھارا دونون کا نام ولی ہے - آپنے عرض کیا - لیکن ایک فرق ہے - میرا نام باپ کا رکھا ہوا ہے - اور جھوٹا ہے - اور آپ کا نام فرستادہ حق ہے - اور سچا ہے - سید اس بات کو سن کر خوش ہوئے دعا کی - مرید کیا نعلین خاص عنایت فرمائین - اور کہا - تمھارے پاؤن مین بھی آتی ہین - اس کے بعد آپ کو سلوک کی توفیق ہوئی حقیقی اور مجازی کمالات حاصل کئے - اور عالم محقق بنے -

مصرع ایزد بہمال یارشس باد :

یاد شیخ فتح اللہ بھروچی فتح اللہ علیہ الواب ما اراد

بھروچ ایک قلعہ ہے صوبہ گجرات کا - دریائے نربدا کے کنارہ آغاز جوانی مین رسمی علوم کے ساتھ دائمی استغراق تھا - اور آپ کے کلام مین نہایت سنجیدگی پائی جاتی تھی - بالآخر خدا طلبی - اور حق شناسی کی آندھی جو چلی - تو رسوم کی پابندی اور حروف کی وابستگی کا خس وخاشاک آپ کے سینہ کے میدان سے صاف ہوگیا - اور اسپر طرفہ یہ ہوا کہ ازلی سعادت نے آپ کو شیخ لشکر محمد عارف کی فیض بخش خدمت مین

پہونچایا۔ ظاہری بیعت کی رسوم ادا کر گئے سا... ...ن دائمی حاضر باشی اختیار کی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ بہت جلد بے انتہا کشائشہ... ...یر معارف فتوح حاصل ہوئین۔ آپ اپنے ہمرازون سے کہا کرتے تھے مجکو نماز کے وقت کئی دفعہ روحی عروجی سیر حاصل ہو کر نماز میری معراج بن چکی ہے۔ صلوۃ التسبیح روزانہ آپ کا ورد تھا۔ جس وقت سماع کی مجلس مین نعرہ مارتے تھے۔ تو بہت سے ہم نشینون کے دلون مین درد پیدا ہو جایا کرتا تھا۔ چونکہ شیخ محمود عبد اللہ گجراتی کی جدائی کی تاب نہین تھی۔ لہذا اُن کے بعد تیسرے روز ہی ہجری سنہ ایک ہزار چار مین عالم علوی کو روانہ ہو گئے۔ مصرع بادا یزد آرزو بخشِ دلش؛

یاد شیخ کرم اللہ

آپ قصبہ سوئی سوپر کے بیٹے ہین۔ روایت ہے۔ اُس قصبہ مین ایک بیکر پرست بقال بڑا صاحب دولت تھا۔ لیکن بیٹا نہین رکھتا تھا۔ وہ بقال ایک روز بدیع الدین شاہ مدار کے خلیفہ سید حسن حبتی کی خدمت مین آیا قدس سرھما دل مین درد تھا۔ رو پڑا۔ اور اپنی خواہش پیش کی۔ آپ نے فرمایا۔ روز اول کی تحریر سے تمہاری تقدیری فرد تعلیقہ مین سات بیٹے مقرر ہین۔ لیکن ایک شرط ہے کہ ساتوان لڑکا اس درویش کے حوالہ کرو۔ جب خوشخبری کا ظہور ہوا۔ تو بقال مذکور بجائے ساتوین لڑکے کے کوئی اور لڑکا اُٹھا لایا۔ اس کو سید نے قبول نہین فرمایا۔ اور کہا۔ لایا ہوا لڑکا تمہارا ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ اس اثنا مین اُس کو مصیبت اور سختی پیش آئی۔ بقال نے اس مصیبت کو ایفائے نذر مین تاخیر ہونے کے سبب سے سمجھا۔ پشیمان ہوا اور اصلی ساتوین لڑکے کو سید کی بارگاہ مین پیش کیا۔ سید نے نہایت خوشی سے لیکر فرمایا۔ میرے نام زد ہی لڑکا ہے کرم اللہ نام رکھکر تعلیم و تربیت مین مشغول ہوئے۔ جب آپ نے عقل و ہوش کی سیڑھی پر قدم رکھا۔ تو آپ کے مذاق مین درویشی شیرین کر کے دکھائی گئی۔ اپنے مربی کے مرید ہو گئے۔ اور سلوک و تصوف کے راستہ مین قدم استحکام کے ساتھ رکھا۔ آپ کی عبادت تلاوت تھی۔ نفس پر کامیابی نصیب ہوئی۔ خرقہ خلافت پہنا۔ ہجری سنہ نو سو چونسٹھہ مین گانون اور خاندان ترک کر کے۔ منڈو مین چلے آئے۔ اور یہین بود و باش اختیار کر لی۔ کم و بیش شمسی چالیس سال اس شہر مین آپنے قیام فرمایا۔ سو سال سے زیادہ عمر پائی۔ پھر ہجری سنہ ایک ہزار چار مین سفر کر گئے۔ خوابگاہ آپ کے فرمانے کے بموجب صحن مکان مین بنائی گئی۔

یاد شیخ عبد الکریم

آپ شاہ نہبار کے فرزند۔ اور نیز خلیفہ ہین۔ قدس سرھما پیدائش اور مرقد دونون برہانپور مین ہین

ہجری سنہ نوسو آٹھ مین نقاش تقدیر نے آپ کی علمی صورت کو بشری شکل مین نمایان کیا۔ دیکھنے والون نے یہ ترانہ گایا بیت۔

نخل قدش کہ از چمن جان بر آمدہ	شاخ گلے بصورت انسان بر آمدہ

اور تاریخ بارہوین شعبان ہجری سنہ ایک ہزار چار کو ناسوت کے تیرہ و تاریک کوچہ سے نکل کر ملکوت کی آباد نمایش گاہ کو چلے گئے۔ ماتمیون نے اس طرح نوحہ کیا ؎

آبے سیہ از زمین بر آمد	مرگ از در آہنین بر آمد
بارید بباغ ما تگرگے	واز گلبن ما نماند برگے

چھیانوین سالہ زندگی کو شریعت غرا کے طریقہ پر اللہ تعالیٰ اجل شانہ کی پرستش مین اس طرح گزارا۔ کہ زمانہ کا ہاتھ آپ کے ایک مستحب کو بھی غارت نہ کرسکا۔ اور بے تعلقی اور آزادی کی بنیاد اس طور پر استحکام کے ساتھ رکھی تھی۔ کہ روزانہ آ گئے۔ جو نقد اور جنس کو جب تک ضرورت مندون کے گھر نہین پہونچا دیتے تے۔ شام کو آرام نہین پاتے تھے۔ اور رات کے آئے ہوئے مال ومنال کو جب تک تنگ دستون کے مکان مین دست بدست نہین بھیج دیتے تھے صبح کے وقت خوش نہین ہوتے تھے۔

ایک روز ایام طفلی مین آپ ایک درخت پر چڑھ کر ہاتھیون کی لڑائی دیکھتے تے۔ پانون پھسلا تو سر کے بل زمین پر آئے۔ بال برابر بھی صدمہ نہین پہونچا۔ خدائی حفاظت کا شکر بجالا کر عرض کیا۔ ازلی عنایت نے نگہبانی کی۔ ورنہ جان کا نقصان تھا۔ آپ کے پدر بزرگوار نے فرمایا۔ اس مین شک نہین۔ مگر ازلی نسبتون کا ظہور بے سبب نہین ہوتا ہے۔ یقیناً سبب یہ تھا۔ کہ بینے ہاتھ کا کام آنکھ سے لیکر تم کو درخت کے اوپر سے آہستگی اور نرمی کے ساتھ اُتار لیا۔ اس قسم کا تصرف وہ شخص کرسکتا ہے جو الٰہی اسم باسط اور جامع کے ساتھ متصف ہو کر حواس اور اعضا سے ایک دوسرے کی جگہہ کام لے سکے۔ اور الکل فی الکل کا لطیفہ حاصل کرے۔ یہ عالی شان مقام تم کو بھی عنقریب عطا ہوجاوے گا۔

ایک سال ایسا اتفاق ہوا کہ زمانہ کی ناموافقت سے آپ مع سامان خانہ داری وطن سے ہجرت کرکے قصبہ بہار کو چلے آئے تھے جو خاندیس اور دکن کے درمیان مین ہے۔ آپ کے ہمراہیون مین سے ایک شخص کو کسی چھوٹی سی بات پر وہان کے باشندون نے شکنجہ مین پھنسادیا۔ شخص مذکور

موقع پاکر درویشون کی پناہ مین آگیا - وہ نالائق گروہ سراغ لگاتا ہوا چلا آیا - اور اس بہانہ سے صوفیون کے گہرون کو لوٹ کر جہاڑو پہیر دی - اور چند آدمیون کو مجروح کرکے - آپ کے اوپر بہی کہ مجسم روح تہے خنجر اور تلوار کے بے شمار وار کئے - لیکن کاٹ پیراہن سے آگے متجاوز نہین ہوا - **الحاصل** جب شورش فرو ہوئی - اور بے تمیزی کی تاریکی درمیان مین سے اُٹہہ گئی - تو شقہ دار پرگانون والون کی زیادتیان مخفی نہین رہین - اُس نے تمام مفسدون کی مشکین بندہوا کر اور غارت کی ہوئی تمام اشیا کو (جو لازمہ سفر ہے) فراہم کرکے شیخ کی ملازمت مین بہیجا - یہان پر شیخ کے حکم سے مشکین کہول دی گئین - اور واپس لائی ہوئی کل چیزین اُسی گروہ کو بخش دین -

ہجری سنہ نوسو اسی تہا - کہ آپنے کسی قدر روپیہ جمع کیا - ایک محرم نے جو آپ کی عادت سے آگاہ تہا - اس کی وجہ دریافت کی - جواب ملا - یہ آرزو ہے - کہ فرض زکوۃ اور فرض حج بہی ادا کرکے استفادہ کرون - اور نیز اس کے سوا ایک پوشیدہ فائدہ اور بہی ہو سکتا ہے - اتفاقاً ہجری سنہ نوسو بیاسی مین اکبر شاہ نے صوبہ گجرات فتح کیا - اور اس ہنگامہ مین بہت سے مصیبت زدہ لوگ وہان سے خاندیس مین آئے آپنے اُن چیزون سے جو جمع کر رکہی تہین - اس مصیبت زدہ گروہ کی بے سامانی کا علاج کیا -

آغاز سلوک سے وقت وصال تک جو الٓہی اسرار اور کشفی اطوار وقتاً فوقتاً آپ کے اوپر نزول کرتے تہے اُن مین سے آپ ایک شمہ بہی زبان پر نہین لاتے تہے - آغاز ہوش سے ختم زندگی تک خضر **علیہ السلام** کے ساتہہ ملاقات رہی - یہ حال واپسین نفس کے وقت صرف ایک محرم سے ظاہر کیا - باقی کسی سے کبہی نہین کہا مصرع گلشن دیدار باد آرامگاہ جان او ؎

یاد میان جموجی پور ملک چاند

آپ کا نام جمال محمد - اور زادبوم احمد آباد گجرات ہے - خوابگاہ عادل پور برہانپور مین - دریاخان رومی کے باغیچہ کے اندر جو آپ کے با اعتقاد مریدون مین سے تہا - آفتاب طلوع ہونے کے وقت سے نماز عشا تک مدتون تفسیر اور حدیث درس دینے کا شغل رکہا - اور ایسا نہین کیا - کہ فیض کا دروازہ دشمن کے واسطے بند کرکے صرف دوست کے واسطے کہولا ہو - تعلیم دینے مین کبہی آشنا کو بیگانہ پر ترجیح نہین دی - ہجری سنہ نوسو ستانوین تہا - کہ سفر حجاز کے واسطے روانہ ہوئے - شیخ محمود عبد اللہ - شیخ عبد القادر اور دہ ملک پیر محمد حسن - جنہون نے اولیا اللہ کے حالات کا تذکرہ لکہا ہے - یہ تینون اصحاب آپ کے ہمراہ

تھے۔ ایک روز آپنے مسیح زمان شیخ عیسی قاسم سے دریافت کیا۔ سنبھیون کے محلہ مین کتنے مدرس ہین
جواب دیا۔ دو شخص تھے۔ لیکن شیخ طاہر یوسف قدس سرہ دنیا سے کوچ کر گئے۔ اب حکیم
عثمان بوبکانی کو جو معنی کے اعتبار سے یکتائے زمانہ ہین۔ ظاہری تنہائی بھی ہوگئی۔ فرمایا نہین نہین۔
قاسم بھی اُن کے عمدہ مد مقابل ہین اِس کے بعد انسانی جواہرات سے زمانہ کا ڈور اخالی ہونے کے
متعلق کچھہ بیان کرکے موتیون کی طرح آنسو آنکھون سے نکالے۔ مسیح زمان کہتے ہین۔ شیخ طاہر یوسف
نے جب سنا۔ غوث الثقلین شیخ محی الدین جیلانی کا پیراہن شیخ جموجی کے نزدیک ہے تو شیخ
طاہر آپ کے نزدیک گئے۔ فقیر اور دیگر چند مشائخ وقت بھی ہمراہ تھے۔ قمیص کی دامن بوسی سب
کو نصیب ہوئی۔ مصرع باد ارواے جانش تشریف لی مع اللہ۔

یاد سید پیر سیدی تخلص

آپ کے پدر بزرگوار کا نام سید علی ہے۔ آپ کے باپ قطب السادات سید محمد گیسو دراز کی نسل سے
اور آپ کی مان۔ قدوۃ المشائخ شاہ باجن کی نسل سے ہین۔ قدس اسرارہم آپ کی زاد بوم برہان پور۔ اور ابدی
آرامگاہ آسیر خاندیس کا قلعہ ہے۔ آپ کو سپاہیانہ وضع مین ارادت مسیح زمان شیخ عیسی قاسم مدظلہ سے تھی
آپ کی طبیعت نظم کے ساتھہ مناسب تھی۔ ہمیشہ صوفیانہ باتون کو نظم کے پیرایہ مین ادا کیا کرتے تھے
مشائخ شطاریہ کا شجرہ، اپنے پیر سے شروع کرکے۔ حضرت خاتم النبوۃ علیہ السلام تک فصیح عبارت
مین موزون کیا تھا۔ کہتے ہین۔ آپ اپنے پیر ارادت کو اتنا دوست رکھتے تھے۔ کہ دوسرے صوفی آپ کو
دیکھکر حرص کیا کرتے تھے۔ کہتے ہین۔ آپ کونی و مکانی مظاہر کے تبدیل شدہ حالات سے الٰہی صفات
کی تجلیات کا نظارہ کیا کرتے تھے۔ ہجری سنہ ایکہزار کے بعد اولین عشرہ مین کوچ فرمایا۔

مصرع باد روحش غریق بحر کرم؛

یاد خواجہ کلان خواجہ دعبیدی

آپ مولانا خواجگی کاشانی کے فرزند رشید ہین۔ آپ کو لوگون کے دلون پر تصرف اور ضمیرون
کی باتون پر وقوف حاصل تھا جس سال مین براق خان۔ سمرقند کا قبضہ چھوڑکر بخارا کو گیا۔ اُس زمانہ
مین بہت سے علما۔ خان کے ہمراہ ہوگئے تھے۔ اور خواجہ کو انواع و اقسام کی خواہش سے

اوکمال عجز وانکسار کے ساتھ خان بخارا مین لایا - آپ کے طلسماتی سلوک کے کرشمون کو دیکھکر تھوڑے زمانہ مین ازراہ عقیدت بہت سے نیک منش اور درست عقیدت آدمی - خداپرستی او حق شناسی کی راہ راست پر آئے - اور صورۃً اور معنیً سعادت حاصل کی - بالآخر ہجری سنہ ایک ہزار چہ مین فرمان طلب صادر ہونے پر - آپ ملک تقدس کو روانہ ہوگئے - خوابگاہ بخارا - مصرع

باد وھبید جای ہشت بہشت

یاد شیخ الہ بخش بیتھوری

یہ ایک گانون ہے سارنگ پور مالوہ کا - آپ کی کرامتین بالکل عیان تہین - ایک شخص شیخ فرید نامی لاد محمد باسر سرکینچی گجراتی کے بیٹے ہین - اُنہون نے گجرات سے آکر اُجین مالوہ مین گھر بنالیا ہے - شیخ فرید نے ایک روز راقم کے سامنے بیان کیا ایک سال پانی برسنے مین دیر ہوئی - باشندگان دیہ - شیخ کے پاس آئے - ابر کی طرح زار زار روئے - اور رعد کی طرح نالہ وفغان کیا - اور مینہ کی خواہش کی - شمار مین جتنے آدمی آپ کے پاس گئے تہے - ہر ایک سے آپنے مٹھائی چاہی - لوگون نے قبول کرکے فرمایش پوری کی دو روز خد انتظار مین گذرے - پانی نہ برسا - آپنے ایک خادم سے کہا - مجرم کی طرح رسی پانون مین باندہ کر مجکو گانون کے گردا گرد گشت کراؤ - دو روز ایسا ہی کیا گیا - مگر آسمان کو آپ کے حال پر رونا نہین آیا - پہر آپنے فرمایا - نہین - مینے غلط کہا - مین سنگساری کے لائق ہوگیا ہون - مقصہ کوتاہ کمر برابر ایک گڈہا کہودا گیا - آپ ہاک کے اندر اُس گڈہے مین کہڑے ہوئے - او لوگون کو پکار کر فرمایا - کہ چہوٹے بڑے سب مجکو سنگسار کریں - اہتمام سنگساری ہو ہی رہاتھا - کہ آپ کے دل مین یہ بات آئی - جو نادان اللہ تعالیٰ جل شانہ کے کرم کی امید پر تکیہ کرکے لوگون کو دشوامی کے وقت مین بہتری اور آسانی کے وعدہ سے تسلی دیوے اُس کا سنگسار کرنا زیادہ آسان ہے - یا مینہ برسادینا - یہ بات ہنوز دل ہی مین ختم نہین ہوئی تھی - کہ آسمان نے ابر سے پانی برسایا - اور کہیتون کو شادابی کی خوشخبری پہونچی - کہتے ہین - اس واقعہ کے بعد آپنے پگڑی اسکو نہین باندہی - اور عورتون کے لباس مین زندگی گزاری - جب تک زندہ رہے - آپ کی خوابگاہ وہی گانون ہے جس مین رہتے تہے - مصرع بکام او سبز و باران رحمت باد

یاد شیخ علاء الدین ثانی مجذوب

آپ کی گفتار - غیبی علوم کا رسالہ - اور آپ کی زبان لوح محفوظ کی مترجم تہی - زاد بوم تہا سرہ ہے جو

احمد آباد گجرات کے قوال یہین سے ہے۔ کہتے ہین۔ آپ کو آلہی جذبہ نے ایکبارگی آلیا۔ اپنے وطن سے اجمیر مین آئے۔ اور چند سال اُس شہر کے اندر حالت جبر مین گزار کر گوالیار پہونچے۔ چند روز بیان کا بہی تماشا کرکے دارالخلافہ آگرہ کو چلے گئے۔ جو ذی احتیاج لوگ آپ کی خدمت مین حاضر آتے تھے۔ اُن کے ضمیرون پر آپ کو علم ہوجاتا تھا۔ چنانچہ بغیر عرض حال کئے ہوئے۔ ہر ایک شخص اپنے مدعا کا جواب آپ کی تقریر سے پالیتا تھا۔

آپ کے خادم شیخ نظام کا بیان ہے۔ تاریخ ساتوین جمادی الآخر۔ اور ہجری سنہ ایک ہزار ایک تھا۔ کہ جب ہمارے زمانہ کے سپہ سالار میرزا عبدالرحیم خانخانان ابن بیرم خان خانخانان مظلہ گجرات سے چل کر خداوند اقلیم اکبر شاہ کی ملازمت مین بمقام دارالسلطنت لاہور حاضر ہوئے تو حکم ہوا۔ کہ ایک کثیر لشکر اپنے ہمراہ لیکر صوبہ تتہ کی فتح کے واسطے کوچ کرین۔ یہ حال سنکر میرے دل مین آیا۔ کہ صوبہ تتہ مین بہت سے خداشناس حق پرست اور ایزد دوست لوگ ہتے۔ اور نیز آب ہین۔ کیونکر فتح کی صورت پیدا ہوگی۔ ہنوز اِس خیال کی تصویر ذہن مین پورے طور پر منعکس ہونے بہی نہین پائی تہی۔ کہ آپنے خشم آلود نگاہ سے مجکو دیکہا اور بہت سی نئی نئی وضع کی تصنیف کی ہوئی گالیون کا خلعت عطا کیا۔ اور فرمایا۔ تو کون ہے جو تجکو بزرگون کے قرارداد مین صواب اور خطا کے ساتہہ رائے زنی کا منصب حاصل ہو۔ مالک تتہ علاءالدین ہے۔ اور سپاہ لیجانے والا اُس کا برگزیدہ دوست ہے۔ ایسی خوبصورتی کے ساتہہ فتح کا چہرہ نمایان ہوگا۔ کہ اس سے بہتر شکل کسی کے جی تصور مین نہین آسکتی ہے۔ چنانچہ آپنے جیسا فرمایا تھا۔ ویسا ہی ظہور پذیر ہوا۔ اسی طرح جب سپہ سالار نے دکن کی فتح کے واسطے عزم کیا تہا۔ تو آپنے خوشخبری دی تہی۔ کہ کارآمد قلعہ اس دفعہ مین ہمنے تمہارے واسطے فتح کردیا ہے۔ اُس قلعہ کو تم بے تامل دیکہ لوگے۔ بالآخر ایسا ہی ہوا۔ قلعہ سے مراد احمد نگر پایتخت دکن ہے۔ اس قسم کی باتین شیخ نظام کے نزدیک بہت سی ہین۔ مگر اُس نے چند بیان کین ہجری سنہ ایک ہزار آٹھ کے بعد آپ آسمان کی جانب تیاری کرگئے۔ حدود آگرہ مین قبر ہے۔

مصرع علم حق جو ہر زبانش بود ؛

یاد شیخ بابو جیوا ابن شیخ جیو

آپ کی زاد بوم پٹن ہے۔ اور مخدوم جہانیان سید جلال بخاری کی نسل سے ہین قدس سرہم کتابی علوم اور ایزدی عرفان آپ کو کمال کے درجہ پر حاصل تھا۔ شہر پٹن کے اکثر طالبانِ علم نے آپ کے

مدرس مین تحصیل کی ہے - آغاز جوانی مین آپ شیخ یعقوب چشتی نہروالہ کے روضہ پر متولی تے جو شیخ برہان الدین دولت آبادی کے بزرگ خلیفہ ہین - بعض کے نزدیک آپ کو خرقہ خلافت شیخ نظام الاولیا قدس سرہ سے ملا ہے - شیخ برہان غریب اللہ کے ساتھ بہت کچھ یگانگت اور ہمدمی تہی - اور اسی شہر مین خوابگاہ بہی ہے - عرس گاہ کے اندر مشائخ گجرات کا طریقہ ہے - کہ زنبیلین ریشمین اور زرین کپڑے سے منڈہ کر اور انواع و اقسام کے حلوے اُن مین بہر کر سربمہر کرتے ہین - اور وہ زنبیلین بزرگان دین درویشون مین تقسیم کرتے ہین - مگر آپ نے اُن ظروف کو بینوا درویشون پر تقسیم کیا - دوسرے مجاورون کو جن کو دولتمندون سے اس کے بدل مین نذرین ملتی تہین - یہ بات ناگوار گذری - اور خشم آلودہ گفتگوئین کین - آپ ان لوگون کی ناموزون تقریر سے دل تنگ ہوئے - تمام تصرف اور تولیت انہین ارباب غرض پر چہوڑدی اور خود گوشہ اختیار کر کے باقی ماندہ عمر توکل اور تسلیم مین گزاری - ہجری سنہ ایک ہزار چہ مین عالم صورت سے ملک معنی کو سامان زندگی باندہا اور چلے گئے - مصرع از خود گسستن و بتو پیوستنم یکیست

یاد سید تاج الدین قادری نہروالہ

آپ سید محی الدین عبد القادر جیلانی کی نسل سے ہین قدس سرہما آپ ایک برس خورد - اور صحاح ستہ حدیث کے حافظ تے - کہتے ہین - اُن ایام مین جاگیردار سرکار سید محمود بارہ کے بیٹے - سید قاسم تے - بڑے عارف پرست اور درویش سیرت آدمی تے آپ نے سید قاسم کو ہجری سنہ ایک ہزار سات مین کہلا بہیجا تہا - کہ اِن دو تین روزون مین تاج الدین واپسین سفر کر جاوے گا معلوم رہے جب تیسرے روز شام کے بعد آپ نے عالم بقا کا عزم کر کے جہان فانی کو رخصت کیا - تو جن صاحبون نے پیغام سنا تہا - اُن کو حیرت ہوئی اور روئے - آپ کے چار لڑکے تہے - جمال - احمد - اسحٰق - اور ابراہیم سب سے چہوٹے کو خرقہ اور سجادہ سپرد کر دیا تہا - اور فرمایا تہا کہ یہ میرا جانشین ہے خوابگاہ پٹن -

مصرع تحت رحمت باد خاک تاج دین

یاد خواجہ کلان ابن مولانا خواجگی

آپ کے بیان کی اکسیر مین معانی کا رنج اور حیثیت بڑہانے کے خواص - اور آپ کی صورت کے دیدار مین ربانی مشاہدہ کے احکام پائے جاتے تہے - طالبان خدا کی رہنمائی کے واسطے بلخ مین خوش وقتی کے ساتھ آباد تہے - کہتے ہین - جب عبد اللہ خان نے بلخ کو اپنے بیٹے عبد المومن سلطان کو

جاگیرمین نامزد کیا - تو عبدالمومن سلطان کا یہ حال تھا - کہ دولت جوانی - اور جوانی دولت سے مدہوش تھا - گوشہ گزینون اور خاک نشینون کے ساتھہ مستانہ سلوک سے پیش آتا تھا - اور امتیازی منش کو معزول کر کے - سب سے اپنی تعظیم اور تسلیم کراتا تھا - اس عام بلوے مین خواجہ سے بھی مثل دیگران فروتنی چاہی آپنے تعمیل نہین کی - اس سبب سے غصہ ہو کر حکم دیا - کہ فلان شخص سلطانی قلمرو سے باہر چلا جاوے - آپنے بلا ارادہ تاشقند مین جا کر سامانِ اقامت رکھہ دیا - جب عبدالمومن سلطان نے تاشقند بھی فتح کر لیا - تو خواجہ باجازت سلطان پھر بلخ مین چلے آئے - میر فروغی اشرف کہتے ہین - مین اس دفعہ کی بازگشت مین آپ کی خدمت سے مستفید ہوا تھا - ریاضت کی جان گدازی سے تن بالکل گھلا ہوا - اور صورت مطلق لاغر ہو گئی تھی - جب کسی طرف کا ارادہ ہوتا تھا - تو ڈولی مین بیٹھکر جایا کرتے تھے - جو شخص چند روز آپ کی صحبت مین بیٹھہ گیا - اُس کا کام خیر وخوبی کے ساتھہ انجام پا گیا - آپ کے دیدار سے بہت کچھہ الٰہی فیض لوگون کی آنکھون کو نصیب ہوتا تھا - ہجری سنہ ایک ہزار سات تھی - کہ روحانی عالم قدس کو روانہ ہو گئے - مین نعش پر حاضر ہوا - اور تعمیل وصیت آپ کی قبر بلخ کے شوقیا محلہ مین آپ کی خانقاہ کے اندر تیار کی گئی -

مصرع معبد او روضہ جاوید شد

یاد شیخ لادجیو سندھی

آپ باعتبار صورت مقید - اور باعتبار معنی آزاد تھے - چونکہ آپ کا حجرہ برہان پور مین مسیح القلوب کی جامع مسجد کی شمالی دیوار سے ملا ہوا تھا لہذا راقم گلزار کا گزر اُس طرف وقتاً فوقتاً ہوا کرتا تھا - سامان خانہ داری مین سے کوئی چیز اُس گھر مین مطلق نہین پاتا تھا - کبھی پُرانا بوریا ہی بچھا کر رات کو اُس پر سو جایا کرتے تھے - آپ حسن فروش معشوقون کی محبت سے دل باز نہین رکھہ سکتے تھے - ہمیشہ نظر بازی کا بازار گرم رکھتے تھے - کافی سندہ کے مقبول راگون مین سے ہر - آپ ہمیشہ گانا سنا کر سننے والون کا دل چھین لیا کرتے تھے - کم وبیش ستر سال کی عمر پائی - اور اپنے تئین اسی طرز کے ساتھہ کم وبیش ہجری سنہ ایک ہزار سات تک پہونچا کر آنجہانی ہونے کا ارادہ کر دیا - خوابگاہ حدود برہان پور کے اندر شیخ ابراہیم سندھی کے روضہ منورہ کی ہمسائگی مین - عادل پور کے راستہ پر مصرع

روضہ اش بزمگاہ رضوان باد

یاد بابا بہرنک

آپ ایک شیرین مجذوب اور رنگین دیوانہ تھے۔ آپ کے حرف اور حرکات کی ہوا سے خوشی پیدا ہوا کرتی تھی۔ اور آپ کے شگفتہ دیدار کو دیکھکر غمگینی سامان باندھ جاتی تھی۔ آپ کی تعریف کی شرح ختم نہین ہوسکتی ہے۔ لہذا کسی قدر حالات لکھتا ہون۔ پرگنہ دہار کے ایک گانون مین آپ ایک مقدم کے بیٹے تھے ایکبارگی آپ کو عقل کھو دینے والا ایک جذبہ پیدا ہوا جس نے خان ومان سے آوارہ کردیا۔ آپ منڈو (مانڈو) مین آئے۔ قلعہ کی ہوا کچھ ایسی خوش گوار معلوم ہوئی۔ کہ آپ کی رفتار کے پانون مین زنجیر پڑگئی تمام دن کوچہ و بازار مین سیر کرتے۔ اور گاتے پھرا کرتے تھے۔ اور تمام رات ایک حلوائی کی دوکان کے گوشہ مین سرزانو سے حیرت پر رکھے ہوئے۔ دن کردیا کرتے تھے۔ آپ کی ایسی برکت تھی۔ کہ دنیا دی دولتمندی حلوا فروش کے حق مین۔ شیرین کام ہوئی۔ ایک مدت تک اسی طریقہ پر بسر کی۔ منڈو (مانڈو) سے بیس کوس فاصلہ پر شرقی سمت مین کوہستان جیت پور ہے۔ اس کوہستان سے حمیر نام ایک زمیندار نے ہجری سنہ نو سو پچانوین مین حوالی شہر کو شاہی لشکر سے خالی دیکھکر لوٹنے کا موقع پایا۔ ایک رات اُس نے کیا کیا۔ دو سو سوار۔ اور ہزار پیادے قلعہ کے اوپر چڑہا دئے۔ اور خود ایک اور جماعت لیکر کمک کے طور پر نیچے قلعہ کے کھڑا ہوگیا۔ کوچہ مین گھسنے اور ہمراہیون کے مقابل ہونے کے وقت بابا کو چھیڑ دیا۔ بابا نے پکار کر کہا۔ شہر والو۔ آرام سے رہو۔ صحرائی لوگ۔ لاتون مین رُل گئے۔ یہ بات اُن جناتیون کو ناگوار معلوم ہوئی۔ اِن مین سے ایک سگ طینت شخص نے تلوار نکال کر چند زخم بابا کو لگادئے۔ آپ نے کشادہ پیشانی سے اِن زخمون کو برداشت کیا۔ جب قدم آگے بڑہایا۔ یکایک تیرون کی شپاشپ۔ اور تلوارون کی چاکاچاک کی آواز ایسی کثرت سے سننے مین آئی۔ کہ کان بہر گئے ناچار یہ لوگ بھاگ کر پریشان ہوئے۔ اکثر اُن اجل رسیدون کو صبح کے وقت پہاڑون مین اور ویرانون مین بدون زخم تلوار اور تیر کے مُردہ پایا۔ کمتر لوگ پائین قلعہ تک نیم جان گئے۔ اور یہ گوشمالی دیکھکر خود حمیر زمیندار کے ہاتھ مین باگ اور رکاب مین پانون نہ تہا۔ بلکہ کئی آدمی اُس کو داہنے بائین سے گھوڑے کے اوپر تہامے ہوئے تھے۔ بالآخر چند روز زندہ رہا۔ لیکن ہوش مین نہین آیا۔ اور بابا نے بھی یہ اجازت نہین دی۔ کہ زخم پر پٹی باندھی جاوے۔ یا مرہم کا پھایہ رکھا جاوے۔ اس سبب سے

چندروز مین زخمون کے اندر کیڑے پڑ گئے۔ جب کوئی کیڑا زمین کے اوپر گر پڑتا تھا۔ تو آپ اُس کو اُٹھا کر بدستور اُس کی جگہہ رکھدیتے تھے اور ایوبی طریقہ لوگون کو دکھاتے تھے۔ القصہ اسی طرح پر زندگی گزارتے تھے۔ ایک سال بعد وہ زخم مندمل ہوئے۔ اور تندرستی حاصل ہوگئی۔ آپ کی اس قسم کی بہت سی خرق عادات راقم کے علم مین موجود ہین۔ لیکن اس گلزار مین گنجایش نہین ہے۔ کیونکہ اِس کے تختہ ہاے چمن تنگ ہین۔ ہجری سنہ ایک ہزار سات مین آپ طبیعت کے تنگ و تاریک کوچہ سے۔ حقیقت کی نزہت گاہ کو روانہ ہوئے منڈو مین قبر بنائی گئی مصرع

عقل کل ہم درِم جنبش باد

یاد حکیم عثمان

آپ کے پدر بزرگوار کا نام شیخ عیسیٰ ابن شیخ ابراہیم صدیقی ہے رحمہم اللہ زاد بوم مفتح بو بکان جو سیوستان سندہ کے مضافات مین سے ہے۔ خوابگاہ علاقہ خاندیس کا ایک گانون آپ متداولہ علوم۔ اور حکمیہ فنون کے اندر اُستاد وقت تھے۔ آپ کے علوم نقلی مین طراوت اور تازگی۔ اسوۃ العلما قدوۃ الاولیا۔ شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی اور قاضی محمود موربی کی شاگردی سے پیدا ہوئی تھی۔ اور آپ کے علوم عقلی کے خزانون مین بہت سے جواہرات۔ خلاصہ خرد پژوہان شیخ حسین بغدادی کی شاگردی سے جمع ہوئے تھے علماے زمانہ مین سے کوئی عالم ہر ایک فن کے مبادی اور مسائل کی تحقیق اور دقیقہ شناسی مین آپ کے رتبہ کو نہین پہونچا راقم گلزار چند ہیئۃ اور حکمت کی کتابون مین آپ کا شاگرد ہے۔ شیخ سراج محمد بنبانی کے بیٹے قاضی نصیر الدین شیخ صالح سندہی جو اُستاد کے داماد کرکے مشہور ہین قاضی عبد السلام سندہی جنہون نے مختصر وقایہ پر ایک شرح لکھی ہے۔ جو تمام جزئیات رعایت کو شامل ہے۔ اور شیخ یوسف بنگالی کے داماد میان سکہ جی۔ یہ بھی سب آپ کے شاگرد ہین۔

آپ کے حالات اس طرح پر ہین۔ ہجری سنہ نو سو تراسی کا آغاز۔ اور محمد شاہ ابن مبارک شاہ فاروقی خاندیسی کا زمانہ تھا۔ کہ آپ گجرات سے برہانپور مین آئے۔ حاکم نے آپ کی تشریف آوری کو مبارک سمجھکر عزت و توقیر سے رکہا۔ اور درس و فتوے کے عالی منصب کی رونق آپ کے نام زد کرنے سے دوچند کی۔ ستائیس سال تک آپ نے درس دینے اور فتوے لکھنے سے لوگون کو فیض و فائدہ پہونچایا۔ القصہ ہجری سنہ ایک ہزار آٹھ کی فصل خریف مین اپنے وظیفہ کے موضع مین۔ جو خاندیس کی سرحد پر تھا۔

بترک سکونت چلے گئے۔ جب گانون مین پہونچے۔ توخداوند اقلیم اکبرشاہ کا لشکر آنے کی خبر سننے مین آئی۔ برہان پور کو لوٹنا مصلحت نہ دیکھا۔ بلکہ چند روز جنگل کی ہی بود و باش بھلی معلوم ہوئی۔ ناگاہ اُسی سال کے ماہ شعبان مین چورون کا ایک گروہ جن کو ہندوستان والے کولی کہتے ہین۔ صبح کے وقت ننگی تلوارین کھینچے ہوئے اور نیزے ہلاتا ہوا۔ آپڑا۔ آپ مع سترہ کس قریب ترین عزیزون کے۔ جو حسب و نسب سے آراستہ اور میدان علوم کے پہلوان تے۔ شہید ہوئے۔ اور خون مین بھری ہوئی جانمازین اُن کے کفن ہوئین شیخ لشکر محمد عارف فرمایا کرتے تھے۔ حکیم کی مثل سکون وآرام کے ساتھہ نماز گزار۔ مجکو بس حکیم ہی نظر آئے۔ اور حکیم ہی فرمایا کرتے تے کہ مین اعتقاد اً شیخ لشکر محمد عارف کا گرویدہ اس سبب سے ہوا ہون۔ کہ میرے اُستاد قاضی سور پی اُن کے مرید ہین مسیح القلوب کہتے ہین۔ میرے عم مکرم شیخ طاہر یوسف ہمیشہ کہا کرتے تھے جیسی شکستگی خاطر۔ خوشی۔ عاجزی۔ اور گمنامی۔ نامی حکیم کی ہے۔ ایسی مینے عالمون مین سے کسی کی بھی نہین دیکھی ہے۔ کیونکہ علم کی مدہوشی ایک بڑا امتحان ہے۔ دیکھا چاہیے۔ علوم کی مجلس کے بیٹھنے والون مین سے کس کو ہوشیاری قلب نصیب ہو۔ چالیس سال کے اندر کسی کے گہر کا لقمہ نہین کہایا۔ کمال پرہیزگاری کے ساتھہ زندگی بسر کی۔ آپ کی تصنیفات بہت سی ہین منجملہ اُن کے تفسیر قاضی بیضاوی کا حاشیہ۔ اور بخاری کی شرح۔ یہ دو کتابین۔ نہایت مشکل نما۔ اور دشوار کشا ہین مصرع

شربت دیدار خواہم بشکند پرہیز راد

یاد خواجہ اسحٰق ابن مولانا خواجگی

آپ مسیحائی معجزات مین جان ڈالنے والے۔ اور ظاہر و باطن دونون عالمون کے علم سے واقف تے۔ خرقہ خلافت اور نامہ اجازت پدر بزرگوار سے ملا تھا۔ اور بزرگ داماد مولانا لطف اللہ کے فیض ہم نشینی سے گویا معرفت کا خزانہ حاصل ہوگیا تھا۔ جو شخص آپ کے پاس ایک دم کو بھی بیٹھہ گیا کامیاب ہوکر اُٹھا۔ آپ کی کام بخشی کی چادر۔ ایسی موزون قطع کی گئی تھی۔ کہ ہر ایک شخص کی استعداد کے قد پر ٹہیک آجاتی تھی۔ کہتے ہین۔ آپ کی رہنمائی کے زمانہ مین چند روز بعد جب آپ دشت قبچاق کا گشت اور تماشا فرما رہے تے۔ اُس وقت اُس جنگل کے باشندے۔ اور پرگنات کے ترک خبگل کے جنگل۔ کفر کی گھاٹیون سے نکل کر اسلام کے دار السلام مین داخل ہوتے جاتے تے۔ اور بہت سی خرق عادات آپ کے اقوال اور افعال سے ظہور پذیر ہوتی تہین۔ جیسے بیمار کی تندرستی۔ نابینا کی بینائی۔ جذام

اور برص سے صحت پائی - خلاصہ کلام یہ - کہ آپ کے موثر دم سے عیسوی معاملات اُن شہرون کے لوگون پر ظاہر ہوتے تھے - چونکہ انسان اس شیوہ پر فطرۃً دل دادہ ہوتا ہے - لہٰذا آپ کی بزرگی کا اعتراف کر کے رونق اسلام کے واسطے کوشش کام مین لائے - اور خواجہ سے پیشوا اور معلم کے لیئے التماس کیا - اِس بنیاد پر آپنے صوفیون کی ایک جماعت کو اُس ملک مین مقرر کیا - جب رہنمائی اور تعلیم اسلام کی رونق دن دونی بڑھتی گئی تو فرمان روا ے کاشغر محمد خان ابن عبدالکریم خان ابن عبدالرشید خان ابن تغلق تیمور خان آپکا مرید ہوا - اور کانی اور آبی سنگ یشب کا حاصل مع دیگر فتوحات کے آپکے خانقاہ نشینون کے نام سے سال درسال نامزد کر دیا - خواجہ نے بہی خان کی آرزو قبول فرما کر دیوانہ اختر نامی شخص کو جس کو مستی اور مستوری دونون حاصل تہین - کاشغر مین بہیجا کہتے ہین جب دیوانہ اختر کو جذبہ کا جوش اور دیوانگی کا تموج ہوتا تھا - تو اُس وقت مین اُس ملک کے باشندون مین سے اگر کوئی شخص انکار کا خیال بہی ضمیر مین لاتا تھا - فوراً زمانے سے اُس کو گوشمالی ملتی تہی - عبدالمومن خان فرمان روا ے ایران و توران عبداللہ خان اوزبک کا بیٹا تھا ہجری سنہ ایک ہزار چھہ مین بلا وجہ - تحکم کی تیرگی نے اُسکی آنکھون کو اندھا کر دیا - کہ اس نے خواجہ کو سمرقند سے نکال کر بلخ مین جانے کی اجازت دی - آپ آہستگی سے کام لیکر تہوڑا تہوڑا چلتے تہے - ہمراہیون نے سستی رفتار کی مصلحت دریافت کی - جواب دیا ہماری معاودت سمرقند کو عنقریب ہے - لہٰذا دور کیون جانا چاہیئے - ہنوز باقی راستہ قطع نہین ہونے پایا تھا - کہ عبدالمومن خان کے مارے جانے کی خبر پہونچی - اُسی منزل سے آپنے وطن کا رخ کیا - اور دو سال بعد ہجری سنہ ایک ہزار آٹھہ مین عالم شہادت کے سمرقند سے غیب کے مصر کو معاودت فرمائی مصرع سیرت جان بخش عیسیٰ صورت اسحٰق ماست ؎

یاد شیخ عثمان ابن لادن قریشی

آپ راقم گلزار کے ہمسایہ - اور شیخ فضل اللہ حسین چشتی کے مرید تھے - آپ کے آبا ے کرام سپاہی تھے آپ تیس سال کی عمر کے بعد - اسباب سے ہاتھ دھو کر گہر کے ایک گوشہ مین بیٹھہ گئے - سوال نہین کیا - وظیفہ نہین لیا - بدون مہمان درویش کے لقمہ نہین اُٹھایا - ہر روز کوشش کر کے کسی نامراد کو پیدا کیا کرتے تھے - راتون مین نہایت سوز و گداز کے ساتھہ بہت سی نمازین پڑہا کرتے تھے - جمعہ کی رات کو ایک دامن بہر غلہ خریدا کرتے تھے اور چارون طرف درود پڑہتے ہوئے لوگون کو

تقسیم کردیا کرتے تھے - جب غلہ تمام ہوجاتا تھا - تو اپنے گھر کو لوٹ آیا کرتے تھے - اور یاد حق مین مشغول ہوجاتے تھے - جب تک گوشہ گزین نہین ہوئے تھے تب تک بہت سے مجذوبون اور سالکون سے ملتے تھے جیسے شاہ منصور مجذوب برہانپوری - شاہ تاجو - اور پیر باجر منڈوی جب کیفیات کا بیان شروع کرتے تھے تو صدر اللہ کر اصحاب مین سے ہرایک کی دل ربا نقلین سنایا کرتے تھے - ہندی طرز کا گانا خوب جانتے تھے - آدہی رات کے وقت اپنے حجرہ مین تنہا - دل آویز راگ سے دردناک چیزین گایا کرتے تھے - سننے والون کو گویا داؤدی ولایت کا پیغام ہونچتا تھا - جب پیری آ پہونچی - تو گانا چھوڑ دیا تھا - لیکن مجلس سماع مین جانے سے پانون نہین روکا - اسی طرح پچاس سال تک عملدرآمد رکھا کم و بیش اسی سال کی عمر پائی - ہجری سنہ ایک ہزار آٹھ مین عالم صورت سے ملک معنی کو روانہ ہوئے - منڈو (مانڈو) مین قبر بنائی گئی مصرع رحمت حق نثار روحش باد

یاد شیخ ابو الفتح ابن جمال الدین

آپ مکی - عباسی - اور قادری ہین - ہرایک قسم کے فضائل اور کمالات سے خود بھی مستفید تھے اور لوگون کو بھی فائدہ پہونچاتے تھے - غوث العرفا گیلانی کا خرقہ خاص آپ کو پہونچا تھا - وہ ہمیشہ اپنے ساتھ رکھا کرتے تھے - زاد بوم شروان ہے - مکہ معظمہ مین بہت رہے تھے - اسوسطے مکی کرکے مشہور ہوئے - سیاحی اور اطراف زمین کی کیفیات معلوم کرنے کا شوق آپ کو پیدا ہوا - اس نے آپ کو وطن سے نکال کر براہ خشکی - ہند کی طرف متوجہ کیا - جب آپ سندھ کے کنارہ پہونچے - تو ایک بیکر پرست کو سیر بحر پایا - یہ بات ناگوار معلوم ہوئی - اور کہا جس ملک مین اسلام والون کی عنان اختیار - دوسری قوم کے ہاتھ مین ہو - ابو الفتح کا اُس ملک مین رہنا موزون نہین ہے - لہذا قندہار کو لوٹ جانے کا عزم فرمایا - اُن ایام مین فرمان روائے اقلیم - سلطان سکندر لودی - ملتان کے اطراف مین تھا اُس کو خبر ملی - کہ ایک پرہیزگار دانشمند آدمی - سندھ کے ملک مین آیا تھا - اور وہ فلان سبب سے لوٹا جاتا ہے - ایک عریضہ آپ کی خدمت مین بھیجا - جس مین طرح طرح کی خوشامدین اور آرزوئین - درج کی تھین اور دار الخلافہ آگرہ کی طرف آنے کے لئے عرض کیا - شیخ نے نصیحت کی نیت کرکے معاودت فرمائی جب آپ کی ملاقات ہوئی - تو سلطان نے جو کچھ لکھکر بھیجا تھا - اُس سے دوچند زیادہ عاجزی اور محبت کے ساتھ پیش آیا - آپنے فرمان روا کی دوستی کے سبب سے قیام کا ارادہ کرلیا - کہتے ہین

ایک دولتمند شخص نے اپنی بدباطنی سے آپ کے خط کے مشابہ حروف سے ایک خط - ایک دشمن سلطان کے نام لکھکر اس طرح بہیجا کہ راہ ہارون کے ہاتہ جا پڑا - جب وہ نوشتہ - سلطان کے حضور مین پیش ہوا - تو سلطان نے شیخ کے پاس بہیجکر - کسی قدر گلہ کیا - آپ نے جواب دیا - ابوالفتح الیاس نہین ہے - کہ ایسی نالائق تحریر سے اپنے قلم کو ملوث کر کے دل آزاری روا رکہے - حکم خداوند تعالیٰ سے مفتری شخص جلد اپنے کیفر کردار کو پہونچ جاوے گا - کہتے ہین - ایک ہفتہ نہین ہونے پایا تھا - کہ اُس نابکار کا ہاتہ ایک مست اونٹ نے اس طرح چاب ڈالا - کہ بیکار اور خشک ہوگیا - نیز یہہ بہی کہتے ہین - جس وقت ظہیرالدین بابر شاہ ہند مین آیا - تو سلطان ابراہیم نے اُس سے لڑنے کے واسطے فوج میدان مین نکالی - اور یہہ بہی حکم دیا - کہ تمام قلمرو کے فقرا اور فضلا بہی - جو خیمۂ لشکر مین ہمرکاب ہین - سید رفیع الدین صفوی اور نیز دیگر بزرگون نے کوچ کیا - آپ بہی بادل ناخواستہ ہمراہ لشکر ہوئے - جب دہلی مین پہونچے ایک روز پچہلی دو نمازون کے درمیان ایک صحن کے اندر آپ ٹہل رہے تہے - ایک بارگی مغرب کی سمت سے آپ عجلت کے ساتھ لوٹے ایک شخص نے جو وہان کھڑا ہوا تھا - یہ لوٹنا بے سبب سمجھکر دریافت حال کیا - فرمایا اس طرف سے خدائی آفت اور ازلی آشوب اس لشکر کے اوپر نامزد ہے - لہذا بھاگنا واجب ہوا - دوسرے روز صبح کے وقت یارون کو آگاہ کر کے خود آگرہ کی طرف چلے آئے - جب لشکر پانی پت مین پہونچا - تو بڑی بہاری لڑائی ہوئی - سلطان ابراہیم مارا گیا - اور بہت سی فوج - اور فوج کے سوا دوسری مخلوقات بہی ضایع ہوئی آپنے واپسین نفس تک ایک سو چونتیس سال - طالبان خدا کی رہنمائی کی - تاریخ بائیسوین شعبان ہجری سنہ نو سو تر مین کو آپ خاک آگرہ کے سپرد کردیے گئے - سید رفیع الدین محدث نے آپ کے جنازہ کی نماز پڑہائی - مصرع رحمت حق باد بر درویش و شاہ ؛

یاد شیخ داؤد براری

آپ کی زاد بوم موضع پورکام مین ہے - جو خاندیس سے سات کوس شمالی سمت مین قلعہ آسیر کی طرف واقع ہے - سپاہی کے لڑکے تہے - جوانی مین توفیق ہوئی - سپاہگری اور اسباب نوکری ترک کردیے - سوائے نیزہ کے - کہ عصا کی جگہہ ہاتہ مین رکہا کرتے تہے - اور تیر و کمان اپنے پاس سے جدا نہین ہونے دیتے تہے - رسمی ارادت کسی رہنما کے ساتہ نہین تہی - اویسیہ فیض - آپ کے حالات سے عیان تہا - جذبہ اور سلوک کے درمیان مین ایک حالت بنی رہتی تہی - آغاز سخن -

ہوش کے ساتھ ہوتا تھا۔ اور اخیر مین کلام کے اندر انتشار پیدا ہوجاتا تھا۔ لیکن خشم آلود باتون سے جلد پچھتایا کرتے تھے۔ اور مہربانی کرنے لگتے تھے۔ لوگون کے ملنے سے اور آبادی سے بھاگتے تھے اور عمر تنہائی کے ساتھ صحرا مین گزارتے تھے راقم تذکرہ کے اُستاد سید شاہ محمد کے ساتھ دوستانہ پیش آتے تھے۔ اور شیخ بھکاری کے بیٹے شیخ جمال سے بہت ملتے رہتے۔ کیونکہ شیخ کا گھر آپ کے جنگل سے نزدیک تھا۔ راقم کی مصاحبت سے بھی خوش ہوتے تھے۔ اور خدمتون کی فرمائش کرکے۔ راقم کو احسان مند فرماتے تھے ہجری سنہ ایک ہزار آٹھ مین جسمانی جاگیر آپ کی تبدیل کردی گئی۔ اور روحانی پرگنہ جاگیر مین دیاگیا۔ منڈو (مانڈو) کے اندر بابا بہرنگ کی ہمسائگی مین خوابگاہ ہے۔ مصرع بادجانش بلبلِ باغ ارم۔

یاد شیخ کمال

آپ شیخ ابراہیم ابن شیخ جمال کے بیٹے ہین۔ انکے شیخ جمال سرغزل دیوان ولایت۔ اور سردفتر اہل ہدایت شیخ نعمان آسیری کے پوتون مین سے تھے۔ ابتدا ابتدا مین مسیح القلوب مدظلہ کے ساتھ اویسیہ نسبت رکھتے تھے۔ جب ہجری سنہ ایک ہزار نو مین عرش آستانی اکبرشاہ نے خاندیس پر لشکرکشی کی تھی۔ اور فرمان روا ے خاندیس مسیح القلوب کو برہان پور سے قلعہ آسیر کے اندر لے آیا تھا۔ تو اُس اثنا مین اویس منزلت (شیخ کمال) ملازمت مین حاضر ہوئے تھے۔ اور بظاہر ظہور بھی تلقین سے حصہ پایا۔ اسی سال کے اندر آپ کی روح قدسی کالبد کے عنصری حصار سے نکل کر لامکان کی نزہت آباد کو کشادہ پیشانی کے ساتھ چلی گئی۔ اور ایسی خوش دلی کے ساتھ دوش بدوش گزر گئے۔ کہ جیسی خوش دلی قیدیون کو آزادی کے بعد ہوتی ہے۔ خوابگاہ۔ قلعہ آسیر کے دامن مین مصرع زندان جہان بشکن وبکشا درِ جنت

یاد شیخ ضیاءالدین چشتی

آپ کا نام اسمعیل۔ اور زاد بوم قلعہ گوالیار ہے۔ قصبہ دسور (مندسور) مین گوشہ نشین تھے۔ آپنے سلطان ابراہیم لودھی کا زمانہ لڑکپن مین پایا تھا پندرہ برس کی عمر تھی کہ سید رضی ابن صفی حسینی سوانیہ کی خدمت مین ہوپنچکر آداب ارادت بجالائے۔ سید رضی حضرت غوث الاولیا کے خلفا مین سے تھے۔ بہت تھوڑے عرصہ مین خلعت خلافت پاکر کامیاب ہوئے۔ آپ کے مکان کے پہلو مین ایک مسجد تھی۔ خلعت خلافت پانے کے بعد۔ اسی مسجد کی زمین مین حجرہ کے اندر حجرہ کھود کر۔ کم وبیش دس سال خداپرستی۔ تن گدازی اور جان پروری مین گزارے ایکسو پانچ برس کی عمر تھی۔ کہ زمان طلب

پہونچا۔ نہایت خوشی کے ساتھہ تاریخ پندرہوین جمادی الثانی ہجری سنہ ایک ہزار نو کو سامان باندہ کر اللہ تعالیٰ جل شانہ کے دیدار کے واسطے کوچ فرمایا۔ اسی مسجد کے صحن مین قبر بنائی گئی۔ آپ کے چار لڑکے تھے۔ منجملہ اُن کے شیخ حبیب نے جانشینی کا جھنڈا کھڑا کیا مصرع پیرانہ وصل و دست جوانی دیگر ست

یاد قاضی عبد الغنی رحمتہ اللہ علیہ

آپ۔ صوبہ خاندیس کے قاضی القضاۃ۔ اور کتابی نقوش اللہ لدنی علوم کے عالم تھے۔ جب جوانی تھی۔ تو کتب متداولہ کا درس بہت دیا کرتے تھے بالخصوص علم قراۃ مین بہت سے حافظون کو فیض پہونچایا۔ جب ضعیفی نے آدبایا۔ تو تمام قیل وقال۔ اللہ لم ولا نسلم کو خاطر سے نکال پھینکا۔ صرف پیر سہروردی کی عوارف۔ گلشن راز لاہیجی کی شرح اور بخاری کی شرح۔ ان کتب کے مطالعہ کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ ہجری سنہ ایک ہزار نومین عالم قدس کا سامان کر کے۔ جہان خاکی کو رخصت فرمایا۔ اور برہان پور مین ابدی خوابگاہ کے اندر آسایش کے تکیہ پر سر رکہا۔ بیت

رحمتِ حق ومنت احمد	باد بر جان پاک جوہر او

یاد شیخ نظام رحمہ اللہ

آپ کو خرقہ خلافت سید ابراہیم بھکری سے ملا تہا۔ باوجودیکہ پیر کے دو بیٹے تھے۔ مگر اُنہون نے اپنا جانشین آپ ہی کو کیا تھا۔ آپ متداولہ علوم۔ اور صوفیون کی اصطلاحات خوب جانتے تھے تمام سال کتابت کیا کرتے تھے۔ اور جو کچھہ اُس کا حاصل آتا تھا۔ وہ اپنے پیر کے عرس مین صرف کرتے تھے۔ شرح مواقف اور مطول معانی پر حاشیہ سیرامی یہ دونون کتابین اپنی قلم کی لکھی ہوئی راقم گلزار کو ہجری سنہ ایک ہزار مین عنایت فرمائی تہین ہجری سنہ ایک ہزار نومین سپنجی سرائے کو رخصت کر دیا خوابگاہ برہان پور مصرع نظام ہر دو عالم روزیش باد؛

یاد شیخ عبد الرزاق طائی

آپ کی زاد بوم پٹن ہے۔ نور باف تھے۔ زہد وتقوی کا خلعت زیب بدن تھا۔ ناگاہ الٓہی جذبہ پیدا ہوا۔ اور ایکبارگی خودداری جاتی رہی۔ جو لباس کہ بدن پر تھا۔ پارہ پارہ کر دیا۔ اس کے بعد لوگ آپ کا ستر عورت سوائے کفن کے نہ کر سکے۔ جب کوئی شخص عبد الرزاق کہکر پکارتا تھا تو آپ غصہ ہوتے تھے۔ گالیان دیتے تھے۔ اور کہتے تھے۔ رزاق کہو۔ کیونکہ مین کسی کا بندہ نہین ہون۔

اور ہمیشہ فرمایا کرتے تھے - رزاق - تم جب تک دو الہ کے ساتھہ گرویدہ نہو گے حقیقی ایمان کی سرحد پر نہین پہونچو گے - اور آلہی معرفت کے کمال کا راستہ نہین ملیگا - غالباً آپ کا مقصود دو الہ سے یہ ہے کہ بعض اصحاب الہ کو منزہ جانتے ہین - اور بعض تشبیہ کے ساتھہ کہتے ہین - لہذا جو شخص جامع بین التشبیہ والتنزیہ نہوگا - کامل مومن نہوگا - اس بنیاد پر خدا پرستون کی تین قسمین ہین - مشبہ - منزہ - اور جامع اہل تشبیہ کافر ہین - ارباب تنزیہ مومن ہین - اور اصحاب جمع صوفی ہین - یہ بحث فصوص الحکم مین - اور فتوحات مین ایک دلپسند وسعت کے ساتھہ لکھی گئی ہے - اِس صحرا کے پیاسون کو اُس عبارت کے چشمہ سے سیراب ہونا چاہیئے - ہجری سنہ کچھہ اوپر ہزار مین آپ کی عمر کا زمانہ انجام کو پہونچ گیا - خوابگاہ زاد بوم ہے -

یاد شیخ تاج الدین

آپ شیخ بہاء الدین زکریا ابن علیی دہلوی کے فرزند ہین - بہت سے کمالات اور حالات حاصل تھے علم التصوف کچھہ تو اپنے پدر بزرگوار کے نزدیک - اور کچھہ شیخ امان اللہ پانی پتی کی خدمت مین پڑہا تھا - شاہراہ طریقت کی روش مین کوئی دقیقہ باقی نہین چھوڑا تھا - بالآخر یہ آرزو ہوئی - کہ عاجزون کے مہمات انجام پہونچانے مین تگ ودو کرنی چاہیئے - اسواسطے عبا کا پہننا چھوڑ دیا - اور قبا زیب بدن کر کے عرش آستانی اکبر شاہ کی چاکری کے واسطے کمر باندھ لی - اور عمدہ طور پر خدمات انجام دیکر مقبول مقربون مین داخل ہوئے - یہ بالکل سچ ہے - بہت سے لوگ آپ کی ہمت اور دلسوزی کی بدولت تکلیفات کی پستی سے نکل کر توانگری کی اونچی سیڑھی پر چڑھ گئے - حدیث شریف مین آیا ہے - شریعت والے - اور نیز جلی وخفی وحی والے بہت سے پیغمبر - اپنے زمانہ کے بادشاہون کے ساتھہ چاکرانہ سلوک کیا کرتے تھے - اِس نیت سے - کہ عاجزون کا کام شاہنشاہ کے حضور مین یاد دلا کر اچھی طرح انجام کرا دین - اور ظلم کا دوہتڑ کھائے ہوئے - اور ٹھوکر کھا کر گرے ہوئے لوگون کی شکستہ دلی کو دادرس کی خدمت مین عرض کر کے دستگیری کرین - ایک روز راقم کے مرشد بھی فرماتے تھے کہ درویش صورت مرد کو دنیاوی دولتمندون کی ملازمت اِس نیت کے ساتھہ روا ہے کہ ارباب احتیاج کی مہم انجام دیوے - **قطعہ**

سعی من از برائے فرد ماندگان بود	در خدمتِ کسے نشتابم برائی خویش
ہر کس کہ با کسان بنماید نیاز وناز	غوثی کہ ہست خسرو وقت وگدای خویش

یادشیخ فیضی فیاضی

آپ کا نام ابوالفیض - اور باپ کا نام شیخ مبارک خضر ہے - زاد بوم تو آگرہ ہے - لیکن آپ کے عقیق کی کان یمنی ہے ہندی الاصل نہین ہے علوم متداولہ اور غریبہ کی تحصیل پدر بزرگوار کی شاگردی سے کرکے چودہ سال کی عمر مین کمال کے درجہ کو پہونچے تھے - فارسی شعر گوئی مین خسرو کا سوز - سعدی کی ملاحت اور حسن کا حُسن - تمام اہل زمانہ کے اوپر دنغف کر رکہا تہا - اور ملک الشعرا ہو گئے تھے - آپ کی ہمت نے دنیاوی طمطراق کو لوگون کی فیض رسانی کے واسطے بہم پہونچا کر لوگون کے کام مین ٹرکا کو باقی نہین رکہا تہا - آپ کی طبیعت فطرۃً ایسی زکی تہی کہ رسمی علم کے لم ولا نسلم کو حاصل کرکے کسی فن مین کوئی بات مشکل سمجہی ہی نہین - آپ کی مٹہی تہیدستون کا خزانہ تہی - اور آپ کی زبان عاجزون کو سرمایہ دینے والی تہی - آپ اُن صوفیون مین سے ہین - جو وحدت وجود کے مقر ہین - زمانہ کے ورق پر آپ کی بہت سی تصنیفات یادگار رہین - یہ تصنیفات اِس میرے بیان کی مستحکم دلیل ہین -

منجملہ تصنیفات (۱) سواطع الالہام - ایک بے نقط تفسیر عربی زبان مین ہے - زیادہ تر تعجب کی یہ بات ہے - کہ ایسے مشکل کام کو مدت دو سال مین الحمد کے الف سے والناس کے سین تک انجام کو پہونچایا - اندازہ شناس طبیعت آپ کی دانش و بنیش کے درجہ کا قیاس تفسیر موصوفہ کے مطالعہ سے کسی قدر کر سکتی ہے (۲) موارد الکلم ایک رسالہ ہے غیر منقوط عربی مین بہت کچہہ عجیب وغریب باتین اس رسالہ مین درج ہین (۳) دیوان غزلون اور قصیدون کا بارہ ہزار بیت سے زیادہ ہی زیادہ ہے (۴) خمسہ مین سے چار کتابین تو یہ ہین - (الف) مرکز ادوار (ب) نل دمن (ج) سلیمان بلقیس (د) زرم نامہ اور پانچوین کتاب رسالہ ہزار رباعی ہے (۵) لیلاوتی کا فارسی ترجمہ ہے - لیلاوتی ایک رسالہ ہے ہندی لغۃ کے اندر علم حساب مین جو بہت کچہہ غرائب اور عجائب کو شامل ہے -

چونکہ مدت سے اپنی طرف متوجہ ہونا - اور بوقلمون نفس کی معرفت کے واسطے سرگریبان مین جہکائے رکہنا آپ کو پسند تہا - اور خاموش رہنے کو اور نیز ایزدی صفات کے اندر تفکر کام مین لانے کو گویائی اور باتین کرنے پر ترجیح دیتے تہے - اِس سبب سے منجملہ خمسہ کے

پچھلی دو کتابین باوجود شہنشاہی کوشش اور اہتمام کے انجام کو نہین پہونچین - شروع بیماری مین جو بازگشت اور تدارک مافات کا وقت ہے یہ رباعی کہی تھی - **رباعی**

دیدی کہ فلک چہ زہرہ نیرنگی کرد	مرغ دلم از قفس شب آہنگی کرد
آن سینہ کہ عالمے در ومی گنجید	تانیم نفس برآورم تنگی کرد

اور اثناے بیماری مین یہ بیت اکثر پڑہا کرتے تے - **بیت**

اگر ہمہ عالم بہم آیند تنگ	بہ نشود پاے سیکے مور لنگ

القصہ راقم گلزار نے آپ کے کسی قدر حالات جو لکھے ہین - سنے ہوئے نہین ہین - بلکہ اُن حالات مین سے لکھے ہین - جو معائنہ کر کر اور پاس بیٹھکر معلوم کئے ہین - اور نیز جو تحقیق ہوئے ہین -

یاد شیخ برہان علوی

آپ شیخ وجیہ الدین احمد آبادی کے بہائی ہین **قدس سرہما** گجرات سے برہانپور مین آکر توطن اختیار کیا تھا آپ کی ہمت کی اُنگلیان مٹھی باندہنے سے دور رہین - دوسرون کے ساتھ سلوک کرنا اور نیز دوسرون کی منفعت کو اپنی مصلحت پر مقدم رکہنا - یہ امور آپ کے ہاتھ کے ساتھ آشنا تھے - آپ کے کارخانہ کا نقد وجنس بے دریغ تہا اور کسی شے کے ساتھ دلبستگی آپ کے نہ افعال سے ظاہر تہی نہ اقوال سے - اس طریقہ سے زندگی بسر کردی - اور وہ کمال آزادی کے ساتھ گزر گئی - خوابگاہ برہانپور

مصرع ہمانش از آزاد رفتن شاد باد ؎

یاد شیخ عبداللہ صوفی شطاری آگرہ

آپ کمال الدین ہیلول ابن چاند - ابن جلینید - ابن محمد - ابن برہان الدین - ابن عز الدین محمود ابن نجم الدین احمد - ابن مولانا شمس الدین ہروی عثمانی کے فرزند رشید ہین - آپ کے کسی قدر حالات اس طرح پر ہین - نماز عصر کے وقت دوشنبہ کے روز تاریخ بارہوین ربیع الثانی ہجری سنہ نوسوچار کو آپ کی ولادت سے قصبہ سندیلہ مین بیحد خوشی ہوئی - چونکہ خدا طلبی کا جوہر آپ کے ساتھ ساتھ تھا لہذا نوسال کی عمر مین آپ کو پیر ارادت کا شوق پیدا ہوا - مخدوم شیخ صفی ساتی پوری کے مرید ہوگئے اور سولہ برس کی عمر مین کتابی علوم کی تحصیل کے ارادہ پر گہر سے نکل کہڑے ہوئے - اور قصبہ گوپامو مین شیخ الہداد ابن سعداللہ عثمانی کی خدمت مین پہونچے - جو ان کی طرف سے اپنے ہوتے تھے -

اور صرف و نحو کا پڑہنا شروع کر دیا۔

شیخ بدرالدین بدایونی اپنے وقت کے قطب تہے۔ اُنہون نے اثنائے تعلیم مین خواب کے اندر تشریف لاکر آپ کو فرمایا۔ عبداللہ تم چند روز ہماری خدمت سے حصہ لو۔ جب آپ بیدار ہوئے۔ تو بے تامل بدایون کی طرف چل کہڑے ہوئے۔ بدایون مین پہونچنے کے بعد شیخ بدرالدین کا سراغ نلگایا۔ کسی نے پتہ نہین دیا۔ رات کے وقت نا امید ہوکر جامع مسجد مین اندیشناک سو گئے۔ پہر شیخ نے خواب مین فرمایا کہ فلان جگہہ ہمارا روضہ ہے۔ وہان آکر مجاور رہو۔ پس آپ ہلالی چہہ دورکامل اعتکاف کے طور پر اُس مزار پاک پر رہے۔ اور بہرہ یاب ہوئے۔

اِس اعتکاف کا انجام ہی تہا کہ خواجہ قطب الدین اوشی چشتی دہلوی نے خواب مین فرمایا۔ تم کو ایک سال ہمارے حظیرہ مین رہنا چاہیے۔ صبح ہوتے ہی۔ دہلی کو روانہ ہوئے۔ چاشت کا وقت تہا۔ کہ قلعہ دہلی کے دروازہ پر پہونچے۔ شیخ معزالدین بخاری سے ملاقات ہوئی۔ وہ آپ کو اپنے گہر لے گئے جب مکان مین پہونچے تو مہمان کے ساتہہ بہت کچہہ مہربانی سے پیش آئے۔ اور فرمایا۔ اس شہر کے قطب نے تم کو میرے سپرد کیا ہے۔ تم اسی جگہہ ٹہیرو۔ روضہ کی خدمت کرتے رہو۔ اور اِس خانقاہ کے مدرس سے سبق پڑہا کرو۔ نحو کا کافیہ۔ لب۔ اور ارشاد۔ یہ تینون کتابین۔ اسی جگہہ پڑہین اور ہمیشہ نماز عشا سے فارغ ہوکر روضہ متبرکہ پر جایا کرتے تہے۔ اور رات کو دن کر دیا کرتے تہے۔ فیض روحانیت سے روشنی قلب حاصل ہوئی۔ اور ایک سال بہی ختم ہونے کو آیا۔

حضور خاتم الانبیا صلوات اللہ علیہ عالم مثال مین تشریف لائے۔ اور فرمایا۔ کہ مولانا برہان الدین ملتانی حصار مین تمہارے پہونچنے کے منتظر ہین۔ اُن کی درس مین جاکر تحصیل کمالات کرو۔ آپ نے تعمیل حکم کی۔ چند روز بعد جناب مولانا نے احمد آباد گجرات کا عزم فرمایا۔ آپ بہی ہمراہ گئے اکثر علوم غریبہ کی کتابین اور تفسیر مولانا کی ملازمت مین رہکر پڑہین۔ اور شرح مواقف۔ شرح مقاصد کلیات۔ اور نیز بعض دیگر ریاضی کے رسالے شیخ وجیہ الدین احمد علوی شطاری کی درس مین نکالے۔ بزودی۔ ہدایہ فقہ۔ اور عضدی یہ کتابین شیخ مبارک دانشمند شطاری گوالیاری کے سامنے حل کین علم حدیث اور اصول حدیث میر عبدالاول دولت آبادی کی تعلیم سے حاصل کیا۔ اور فصوص کی اجازت مولانا مصطفی اردمی سے لی۔

بالآخر چوبیس برس کی عمر مین جب یہ تمام کمالات فراہم ہو گئے۔ تو ایک عجیب جذبہ پیدا ہوا تمام کتابین لوگون کو تقسیم کر کے باغ ارم کے ایک گوشہ مین نفس بوقلمون کی اصلاح مین مصروف ہوئے۔ چند عرصہ کے بعد الہی طلب اور ایزدی معرفت کا ایسا ہجوم ہوا۔ کہ تمام حواس اور قوی کو جکڑ بند کر لیا۔ اور ہر ایک کو اُس کے کام سے معطل کر دیا۔ حضور خاتم النبوۃ کی طرف توجہ ہوئی علیہ من الصلوۃ اکملہا کہ کسی مرشد کا پتہ بتا دین۔ جو نایابی کے درد کا علاج کرے۔ اور جس کے فیض ہدایت سے طالب عرفان کے اعلی مطلب کو پہونچکر۔ صاحب بصیرت ہو جاوے۔ آخر کار حضور نے غوث الاولیا کی خدمت کا راستہ دکھایا۔ حضرت غوث الاولیا نے دو مہینے کے اندر۔ مشرب عشقیہ کے تمام اذکار۔ اور اشغال سکھا کر۔ انوار اور اسرار سے بہرہ یاب کیا۔ اور ہجری سنہ نوسو پچاس مین عید الضحیٰ کے عرفہ کے روز آپ کو تمام خانقاہ نشینون کا سر حلقہ بنایا۔ تمام صوفیون کی تلقین آپ کے سپرد ہوئی۔ کامل دس سال تک ہمیشہ مبتدی درویشون کی تربیت آپ کرتے رہے۔ مبتدی درویشون مین سے جو شخص کمال کے درجہ پر پہونچ جاتا تھا۔ غوث الاولیا کی خدمت مین عرض کر کے سند ارشاد لیکر اُس کو دیدیتے تھے۔ اور کسی سمت کی رہنمائی کے واسطے اجازت ہو جاتی تھی۔

اس اثنا مین غیب سے بیت الحرام کے طواف۔ اور حرم سید الانام علیہ الصلوۃ والسلام کی زیارت کے واسطے مامور ہوئے۔ مدینہ منورہ مین پانچ سال قیام کر کے کمال ریاضت مین منہمک رہے۔ اور ہر سال حج کے واسطے بھی آمد و رفت رکھی۔ پھر حکم عالی کے بموجب احمد آباد مین بازگشت فرما کر متاہل ہوئے۔ کم و بیش پندرہ سال اس شہر مین گزارے۔ ہجری سنہ نوسو اکیاسی مین پیر کی زیارت کے واسطے گوالیار مین آئے۔ یہان دو سال روضہ منورہ کی خدمت کی۔ بعدہٗ بفرمان پیر ہجری سنہ نوسو تراسی کے آغاز مین دار الخلافہ آگرہ کو جا کر مٹیا محل گلی مین حجرہ تجویز کیا۔ اور نماز عصر کے وقت دوشنبہ کے روز۔ تاریخ تیئسوین جمادی الاول ہجری سنہ ایک ہزار دس مین عنصری منزل سے قدسی مقام کو عروج فرمایا۔ آپ گوشہ نشین تھے۔ آشنا اور بیگانہ کے دروازہ پر مطلق نہین گئے۔ اور اسی عبادت خانہ مین اپنی خواہش کے موافق خوابگاہ اختیار کی۔

آپ کی تصنیفات یہ ہین۔ (۱) سراج السالکین بر سنن جواہر خمسہ (۲) اوراد صوفیہ (۳) رسالہ

صوفیہ (۴) انیس المسافرین (۵) اسرار الدعوۃ (۶) شرح رسالہ غوثیہ (۷) رسالہ کنز الاسرار فی حال اشغال الشطار
آپ کے بابرکت کلمات مین سے نمونہ کے طور پر چند کلمہ لکھے جاتے ہین۔ صوفی ایسا درخت ہے جس کو واردات
کی آندھی جنبش نہین دے سکتی۔ اور ایسا بادہ نوش ہے۔ جس کو شراب محبت کے پیمانے کے پیمانے متواتر
چڑھا جانا مست نہین کر سکتا۔ دریا کو نوش کر جاوے۔ اور اس پر بھی ھَلْ مِنْ مَزِیْد کا نعرہ لگاوے۔ اور
اوس کی گرمی سے پسینہ کی نمی تک اُس کی پیشانی پر نہ آوے (دیگر) فقیر کو چاہیے۔ کہ تونگرون کی ہم نشینی
سے ہمیشہ گریز کرتا رہے۔ مینے مانا۔ کہ دنیا پرست کا مصاحب خواہ ایسا شخص ہو۔ جس کے افعال
حضرت بایزید کے جیسے ہون۔ مگر یہ خوف ضرور ہے۔ کہ مرتبہ مین عام لوگون سے نیچے ہو جاوے گا۔
اور اگر اغنیا سے گریز کرنے والا خواہ فاسق ہی ہو۔ مگر یہ امید ہے۔ کہ بایزید وقت ہو جاوے گا۔ (دیگر)
صوفی کو چاہیے کہ بے آرام اور ترقی طلب ہو۔ کسی وارد شے کے سامنے سر نہ جھکاوے اور کسی منزل اور کسی
مقام پر آرام نہ لیوے (دیگر) راستہ چلنے مین جب یہ تین چیزین فراہم ہو جاوین گی۔ بے شک سالک
ولایت کے کمال کو پہونچ جاوے گا۔ (۱) فردوسیون کا سا تزکیہ اور تصفیہ۔ (۲) سہروردیون کی سی غذا
(۳) شطاریون کی سی مشغولی۔ (دیگر) نفسانی کدورتون کی شست وشو کرنے کے بدون صرف ریاضت
سے کشف وکرامت حاصل نہین ہو سکتی ہے۔ اور مراقبات اور تفکر کے بدون فنا اور بقا کا چہرہ نظر نہین آسکتا
ہے (دیگر) جب تک سالک اپنی قید سے رہائی نہین پاوے۔ تب تک واصلون کے درجہ کو نہین
پہونچ سکتا ہے (دیگر) صوفی کا کام صرف اندیشہ کا تبدیل کر دینا ہے۔ اور بس۔ (دیگر) مبتدی کو چاہیے
کہ خطرات کی آمد کو روکے تاکہ عرفان کے دروازے اُس پر کشادہ ہون۔ اور متوسط کو تخلف (خلافت الٰہی
اور اتصاف) مزدوری بلت ہے۔ تاکہ وسط سے نکل کر منتہی ہو جاوے۔ اور منتہی کی سیر غیر منتہی ہے۔ (دیگر)
شریعت اور طریقت بمنزلہ صغریٰ وکبریٰ کے ہین۔ اور حقیقت بجائے نتیجہ کے۔ جب تک سالک شریعت
اور طریقت کے آداب کے ساتھ آراستہ نہین ہوتا ہے۔ تب تک حقیقت کے انوار اس پر جلوہ گر نہین ہوتے
ہین۔ (دیگر) لاحظہ کے ساتھ اور مفہوم ملاحظہ کے ساتھ ذکر موجب کشایش ہوتا ہے۔ اور بدون اس کے
سبب ثواب کا۔ بس یہ باتین سمجھ لی چاہئین۔ آپ کے فرزند رشید شیخ عبدالنبی ہین۔ مدظلہ بہت سے علوم
مین آپ کو کافی دستگاہ ہے۔ انہون نے اپنے پدر بزرگوار کے حالات۔ رسالہ جوامع کلم الصوفی مین جو انہین
کی تصنیف ہے۔ مفصل لکھے ہین۔ ناظرین کو چاہیے۔ کہ کتاب مذکور مطالعہ فرماوین مصرع ۔ مطالعہ حال خود نصیب تو باد

یادِ شیخ ولی محمدؒ

آپ قاضی زادہ احمد آباد گجرات کے بیٹے ہین۔ کہتے ہین۔ ہجری سنہ نوسو اکیاسی مین جب شیخ صدر الدین ذاکر جانپانیر سے غوث الاولیا قدس سرہ کے مرقد کا طواف کرنے کے واسطے احمد آباد کے راستہ سے گوالیار کو روانہ ہوئے تھے۔ تب آپ کی عمر اٹھارہ سال کی تھی۔ اُس وقت مین سلوک طریقت کی آرزو۔ آپکے سر کے بال پکڑ کر شیخ ذاکر کی خدمت مین لے گئی۔ گھربار کو چھوڑ کر اُس سفر مین آپ بھی ہمراہ ہو لیئے۔ واپسی کے وقت منڈو (مانڈو) ہو کر شیخ ذاکر کا گزر ہوا تھا۔ یہان کے لوگون کی صحبت اور اس مقام کی سرسبزی اور شادابی زیادہ دیکھکر چلہ نشینی کا شوق دل مین پیدا ہوا۔ چنانچہ تین چلے پورے کئے۔ جب وطن کا ارادہ کیا۔ تو شیخ محمود جلال کو راقم گلزار کی پرورش کے واسطے۔ اور شیخ ولی محمد کو محمود العاقبۃ کا رنج تنہائی مٹانے کے واسطے یہان رہنے کی اجازت دی۔ آپنے چند سال اس شہر مین خدائے یکتا کی پرستش۔ اور اسباب کمال کی تحصیل کی۔ بعدہٗ ان رہنما (شیخ محمود جلال) کی اجازت سے روانہ ہو کر برہان پور خاندیس مین قیام فرمایا۔ ہجری سنہ ایک ہزار دس مین تبسم کنان لب کے ساتھ۔ جانِ گرامی کو رخصت کیا۔ راقم اور حافظ صالح اُس وقت برہان پور مین موجود تھے۔ اور آپ کے جنازہ کی نماز مین بہت سے ولایت شعار اصحاب شامل تھے۔

مصرع جمع کن جمع در نماز و نیاز؛

یادِ شیخ ماکھو علیہ الرحمتہ

آپ حضرت غوث الاولیا کے مرید ہین۔ متاہل ہونے پر دل نہادہ نہ ہو کر مسیح **علیہ السلام** کی طرح بعالم تجرد کوچ کیا۔ زاد بوم گجرات۔ اور خوابگاہ برہانپور رہے۔ کسی سبب کو ہاتھ نہین لگایا۔ اور مدتون تک توکل پر بسر کی۔ سرود سماع کے جلسہ مین عارفانہ سلوک کیا کرتے تھے۔ خوش گلو اور داؤدی لہجہ قوالون کو مناسبت استعداد دیکھکر جدا جدا اُن سامعین کے نام زد فرمایا کرتے تھے جن مین رقت اور وجد کی استعداد پاتے تھے۔ اور آپ کی تجویز اور تدبیر سے حال پرورش پاتا جاتا تھا۔ جو صوفیان ابن الوقت کا نوزاد ہے۔ اِس بنیاد پر مذاق دوست اصحاب نے آپ کا نام وجد مین آنے والا درویشون کی دایہ رکھ چھوڑا تھا۔ آپ کی عمر چالیس سال کی تھی کہ ایک حسینہ عورت لاہنو نام پر آپ عاشق ہو کے آپ کی توجہ کی برکت

اور باطنی کشش سے محبوب کو توبہ کی توفیق ہوئی - اُس نے درویشی کے لباس مین آکر عاشق کی خدمت دل و جان سے اختیار کی - اور آپ کی ہدایت - اور ارشاد کے بموجب راہِ صفا چلنا شروع کیا - آپ کے گلے مین داؤدی لحجہ تہا - والی خاندیس علی عادل شاہ - درویش دوست اور ولی سرشت تھا - زین آباد مین جامع مسجد اسی کی تعمیر کرائی ہوئی ہے - اس مسجد کی خطابت کا عہدہ والی خاندیس کی التماس کے بموجب چندروز کے واسطے آپنے قبول فرمالیا تھا ہجری سنہ ایکہزار دس مین جب کہ عرش آستانی اکبر شاہ کے لشکر نے خاندیس سے دار الخلافہ آگرہ کی طرف مراجعت کی - تو آپنے بہی واپسین سفر کا سامان باندہا - اور روانہ ہوئے - مصرع متاعش راخدا باداخریدار -

یاد شیخ سراج محمد بنبانی

آپ کسبی اور وہبی علم سے آگاہ - اور متداولہ و غریبہ علوم سے بہرہ یاب تہے - خرقہ خلافت حضرت غوث الاولیا سے حاصل ہوا تھا شیخ نظام گنجہ کے مخزن پر ایک حقیقت آمیز شرح لکھی ہے - بلکہ یون کہنا ناموزون نہ ہوگا - کہ اس خزانہ کے ناپید دروازہ کی مشکل کشا کنجی ارباب زمانہ کے حوالہ کردی ہے - ہجری سنہ نوسو بیاسی تہا - کہ آپنے احمد آباد سے خاندیس مین آکر زین آباد مین گہر تجویز کرلیا تہا - تقریبًا تیس سال تک درس اور تلقین کی راہ سے ارباب استعداد کو فیض پہونچایا - ایک روز راقم گلزار سید احمد قادری کے ہمراہ بیت

آنکہ گرداند تونگر پیشگی راغازہ کار	تا نماید فقر گاہی روی خود را گل عذار

واپسین سفر کی بیماری مین آپ کی عیادت کے واسطے گیا تہا - رازگوئی کا جلسہ گرم ہوا - اور فرمایا اللہ معبود کا تصور بہتر ہے - یا اللہ موجود کا مینے عرض کیا - اللہ موجود کے معنی کا تصور کرنا بہتر معلوم ہوتا ہے کیونکہ اِس کے معنی مین احاطہ اور شمول زیادہ ہے - اِس جواب کو آپنے گوش قبول سے سنا - اور خوش ہوکر فرمایا - تمہارے نہ آنے اور نہ پوچہنے سے مجکو کسی قدر گلہ تھا - اب آیندہ ایسا مناسب ہے - کہ ان دو تین روز دن مین میرے حال کے خبرگیران رہنا - اِس گفت و شنید کے بعد تیسرے روز ماہ شعبان ہجری سنہ ایکہزار دس مین عالم قدس کو روانہ ہوئے - مصرع بعالم نیست جز اللہ موجود -

یاد سید حسین

آپ شیخ جلال بہتری کے چوتہے فرزند ہین - حافظ - زاہد - عارف - اور درویش تہے - اکثر وقت

ورد اور تلاوت مین گذرتا تھا۔ گجرات سے ہجری سنہ نوسو بیاسی مین خاندیس آگے تھے۔ یہان کے حاکم نے موضع جوکامہ مین وظیفہ مقرر کر دیا۔ جوکامہ۔ پرگنہ جوبرہ مین ایک گانون ہے۔ آپنے اسی جگہہ گوشہ نشینی اختیار کی۔ تیس سال خداپرستی اور تن گدازی مین گزارے۔ پھر ماہ رجب ہجری سنہ ایک ہزار گیارہ مین محمد پور کو چلے آئے۔ موضع محمدپور سرکار سارنگ پور مین ہے۔ محمدپور کا جاگیردار اپنے وقت مین یکتاے روزگار تھا ناہرخان نام تھا۔ آپ سے سابقہ شناسائی تھی۔ اور طبیعت بھی درویش دوست واقع ہوئی تھی۔ ان بزرگوار کی تشریف آوری سے جاگیردار نے بہت خوشی مانی۔

ناہرخان راے سلہدی کی نسل سے ہے۔ جو شمشیر بازی۔ جان بازی۔ سپہداری۔ دلیری۔ اور دلاوری مین اپنے زمانہ کا ایک ہی تھا۔ رائسین کے قلعہ پر مع اُس کے مضافات کے قابض تھا۔ چنانچہ اس کا قصہ ہندوستان مین کہانی کے طور پر گاتے ہین۔ اور ترانہ مین بجاتے ہین تقدیری کرشمہ آپکے باپ جہان خان کو بزرگون کی سرزمین سے خاندیس کی طرف کھینچ لایا۔ ناچار یہان پر قیام کی بساط بچھا دی۔ اور اس ملک کے امیرانِ اعظم مین سے ہوا۔ ہجری سنہ نوسو تراسی تھا۔ کہ یہان کے فرمان رواکو جہان خان کی نسبت ناراستی کا وہم پیدا ہوا۔ جس کی وجہ سے غصہ آیا۔ جہان خان کو سننے کی تاب نہ ہوئی۔ اپنے صاحب۔ کے روبرو میان سے تلوار نکالی۔ اور چند لوگون کو خاک و خون مین ملایا۔ پہرہ والون اور حاشیہ نشینون نے جہان خان کو گھیرا۔ اور کام تمام کیا۔ جہان خان کے بڑے لڑکے نے یہ دنگہ اور فساد دیکھکر تمام خانہ نشینون کو۔ اور چھوٹی بڑی پردہ والی عورتون کو گھر مین بند کر کے آگ لگادی۔ اُس وقت مین ناہرخان کی عمر کم و بیش دو سال کی تھی۔ ناہرخان کو دایہ اٹھاکر باہر نکال لے گئی۔ بالآخر لوگون نے پالیا۔ اور اُس کو حاکم کے نزدیک لے گئے۔ ان ایام مین ایک حبشی بھی جہان خان نامی تھا۔ ایسا بامروت اور مروم شناس شخص تھا۔ کہ اُس کی مثل حبش کے ملک کا کوئی آدمی ہندوستان کی نظر مین نہین آیا۔ باپ کی مناسبت ہمنامی کے لحاظ سے ناہرخان۔ حبشی جہان خان کے سپرد کر دیا گیا۔ اُس نے اپنی فرزندی مین لے کر پرورش مین پورا اہتمام کیا۔ جب زمانہ ہوش آیا۔ تو دانش مند اُستاد کے سپرد کیا۔ چند روز مین ناہرخان خوبصورتی اور نیک منشی سے آراستہ اور پیراستہ ہوگیا۔ **سبحان اللہ** عجب یوسف نما صورت کی نقاشی تھی۔ اگر بالفرض یعقوبی یا زلیخائی نظر عالم ملکوت سے عاریت لاکر نظر بازون کی آنکھون کو بخشش دی جاوے۔ تو یہ لوگ پہلے ہی نظارہ مین محو ہوکر ایسے بے خود ہوجاوین۔ کہ دوبارہ خوبی دیدار دیکھنے

کی تاب اپنی دور مین عقل مین نپاوین - اور عجب عودسانہ مزاج کا بناؤ سنگہار تھا - اگر ہزارون تماشائی دل اور آنکھین - عالم وحدت کے دانشمندون کی راے سے روشنی مانگ کر اس کی شائستگی کو عمیق نظر سے دیکھین - تو بے انتہا اخلاق مین سے معمولی دریافت اور شناخت کے ایک شمہ کو بھی نہ پہونچ سکین - غوثی تعریف کا دروازہ مت کھولو - اور مجمل واقعات نگاری کا دامن ہاتھہ سے مت چھوڑو -

القصّہ ناہرخان کے روشن ضمیر پیر شاہ لطیف محمد جو قطب عالم بخاری قدس سرہ کے پوتون مین سے ہین - مرید کے جمال پر فریفتہ ہوگئے - اور مرید ایک حسین اور خوش گلو مطرب تحفہ نامی کی حسین آواز اور حسین صورت پر عاشق تھا - یہ عجیب بندہ ہے - جو یوسفی پیکر مین یعقوبی روح رکھتا ہے - اور ظاہر مین محبوب اور باطن مین محب ہے - اور راقم گلزار نے اِن دونون معشوق آسمان کے شمس وقمر کی خوبصورتی پر آنکھہ اور دل دے رکھا تہا - یہ تماشائی داستان بڑی لمبی چوڑی ہے - اِس کے جواہر جدا گانہ نظم ونثر کے تاگے مین پروئے جارہے ہین - خدا کرے انجام کو پہونچ جاوے - ہجری سنہ ایک ہزار دس مین جب عرش آستانی اکبر شاہ کا لشکر برہان پور گیا - تو اُس صوبہ کے جاگیردارون کو دوسری جاگیرین دیدی گئین اس سلسلہ مین ناہرخان کو محمد پور من مضافات سارنگ پور مالوہ دیا گیا -

نوجوان اور سعید ناہرخان نے سید کی تشریف آوری کو مبارک سمجھکر جیسا کہ اوپر لکھا گیا - تمام مراسم ادا کئے - اور مسافر سید نے دنیا سے دل ہٹا کر ایک مہینے دس روز بعد تاریخ بارہوین شعبان مین نہاوی سفر کو آنجہانی سفر کے ساتھہ دوش بدوش کیا - اور قصبہ کے کنارہ قبر بنائی گئی -

مصرع باد ا باسم سامی او حسن اختتام ؎

یاد قاضی عبد القادر

آپ شاہ عبد الرزاق جہنجہانہ کے مرید - اور خلیفہ - اور قاضی محمود کے بیٹے ہین - قاضی محمود حاجی عبد الصمد اور شیخ عبد الغفور ہبولہ کے پوتے - اور شیخ امان اللہ پانی پتی کے چچا کے بیٹے بھائی تھے قاضی عبد القادر نے علم تصوف کی تحصیل شیخ امان اللہ کی خدمت سے کی تہی - جوانی شروع ہوتے ہی سیاحی کی ہوا - سر مین بھری - ہر ایک لباس بدل کر - ہر ایک ملک مین سیر وسیاحت کی - تین دفعہ حرمین شریفین اور بیت المقدس کی زیارت کر کے سعادت پر سعادت سے بہرہ یاب ہوئے - اثنائے سفر مین پیکر پرستون کی وضع بنا کر اُنھون کی بڑی بڑی پرستش گاہون مین پہونچے - اور یہان بھی دریافت

حقیقت کام مین لائے - اور سفر مین کسی جگہہ توشہ اور زادراہ کو ہاتھہ نہین لگایا - راستہ مین قدم عاشقانہ رکھکر تمام دریاؤن اور جنگلون کو چھان مارا - اس کے بعد اُجین مالوہ مین آکر چند سال گوشہ مین بیٹھے - بالآخر عزیزون کی عاجزی اور خواہش سارنگ پور مالوہ مین آپ کی اقامت کا سبب ہوئی - آپ کے عم مکرم سارنگ پور کے قاضی تھے - اُن کی رحلت کے بعد منصب قضا آپ کے نام ہوگیا تھا - لیکن آپ کے دل سے بدستور وارستگی اور آزادی جوش کرتی رہی - اس سبب سے کئی دفعہ مسند قضا چھوڑکر آپ آوارہ ہوگئے تھے - ایک بار ایسا ہوا - کہ دس سال بعد دوست اور احباب بہت کچھہ جبت وجوکر کے دور دراز ملک سے گوناگون فریب دیکر پھیر لائے تھے - القصہ کسی چیز کے ساتھہ ذرہ برابر بھی نشان دلبستگی پایا نہین جاتا تھا - اللہ تعالیٰ اجل شانہ کی ذات کے سوا - کسی شے کی طرف آپ کی ہمت کا رُخ نہین تھا - قدما کے عربی اور فارسی اشعار جو صوفیہ عبارتون کے ساتھہ آراستہ اور آشنا ہوتے تھے - فصیح البیانی کے ساتھہ اُن کی ایسی توجیہ کیا کرتے تھے کہ سننے والے وجد اور سلوک مین گرم ہوجایا کرتے تھے - کہتے ہین - جس طرح آنے کے وقت آپ ہمہ نوع مجرد آئے تھے - اسی طرح بازگشت کے وقت بھی بدن لباس اور احساس سے - اور دل تعلق اور خیال سے سبکدوش کرکے - عالم قدس کو روانہ ہوگئے - **قاضی زندہ دل** آپ کی رحلت کی تاریخ ہے - جس مین ایک ہزار گیارہ عدد نکلتے ہین - شیخ عثمان پسر شاہ منجھن بیان کرتے تھے - کہ تفسیر کا علم حفظ تھا - متشابہات کی تاویلات - ناسخ ومنسوخ کی تقدیم وتاخیر - مشکلات کا حل - مجملات کا بیان اعراب کی تخصیص - تعمیم - اور وجوہ حقیقت ومجاز کی شانِ نزول - اور قرآن کی عبارات اور استعارات کو خوب جانتے تھے - اور ہر جمعہ کے روز جامع مسجد مین تفسیر قرآن بیان فرمایا کرتے تھے - جس مین مفسرون کے بہت سے قوانین کی رعایت رکھتے تھے - رحلت کے روز بھی حسب عادت مقررہ سورہ مزمل کی تفسیر بیان کی - آپ کے بدن مین لرزہ پیدا ہوا - تھوڑی دیر وصیت فرمائی - بعدہ جس طرح کہ لکھا گیا - اس فانی جہان سے ملک بقا کو کوچ فرمایا - **مصرع** شکر ایزد کز جہان آزاد رفت ؎

یاد شیخ مبارک صدیقی شطاری

آپ مرید تو شیخ جلال لوہانگی کے تھے - مگر خرقہ خلافت شیخ عبد الملک شطاری سارنگپوری مالوی سے حاصل تھا - شیخ عبد الملک خلیفہ وجیہ الملۃ احمد آبادی کے ہین - آپ تصوف مین والی ملک

اور عرفان مین صاحب حشم تھے - ہجری سنہ نوسوا کیاسی تھا - کہ منڈو مین آئے - راقم کے رہنما شیخ محمود جلال شطاری کی خدمت مین جوہر دعوت سیکھا - اور اجازت لی - چند چلے بھی کئے تھے - دعوت کے جزئیات اور کلیات کو عمل مین لائے - استغنا کی بنیاد بہت استحکام کے ساتھ رکھی تھی - کسی اہل حکومت سے روزمرہ نقد - یا کھیتی کی زمین قبول نہین کی - تیس سال تک منڈو (مانڈو) مین رہ کر توکل کی نوشدارو سے بیماری احتیاج کا معالجہ کیا اور ہجری سنہ ایک ہزار دس مین عنصری گودڑی جسم کے اوپر سے اوتار پھینکی - خوابگاہ منڈو - مصرع مبارک باد ملک جاودانش ؎

یاد شیخ علم الدین مجذوب

آپ رہتک کے باشندہ ہین - آپ کی بات ایزدی تقدیر کا نسخہ تھی - ایک روز مولانا منکن مفتی مہم کے دو راس گھوڑے گم ہو گئے تھے - مہم ایک گانون ہے رہتک سے بارہ کوس دور - چند روز بعد مفتی کے ہم نشینون نے کہا - اس مجذوب سے گم شدہ مال کی حقیقت پوچھنی چاہیے - چونکہ گم ہونے کو ایک زمانہ گزر گیا تھا - لہذا مالک مال کی راے اجازت نہین دیتی تھی - تاہم مفتی مجذوب کی ملازمت مین گئے - مجذوب جلدی سے پکار اٹھا - فلان دروازہ پر تلاش کرو - چنانچہ تعمیل حکم کی گئی - اور یہان سے گم گشتہ مال مل گیا - خوابگاہ رہتک - رحلت دسوین صدی کے اواخر مین - مصرع

خرد قربان این دیوانگی باد ؎

یاد شیخ علی افغان

آپ اویسیہ مشرب مین چشتیہ سلسلہ کے مرید تھے - آپ کے پیر ارادت معلوم نہین ہین - کم و بیش پچاس برس تک مولانا مغیث اُجینی کے روضہ کی مجاور رہے - سو برس کی عمر پائی - حسین مظاہر سے تعلق خاطر رکھا کرتے تھے - قلندرون کی طرح تجرد مین زندگی گزاری - کسی مخلوق کی طرف احتیاج لیکر نہین گئے - اپنے گوشہ سے بہت کم کہین جانے کا اتفاق ہوا - ہجری سنہ ایک ہزار بارہ مین راقم اُجین کو گیا تھا - تو آپنے کہلا بھیجا - کہ مجکو پیری جنبش سے باز رکھتی ہے - لیکن شوق اور آرزو دل سے جوش مار رہے ہین - ازراہ ترحم اگر آپ چند قدم چل کر فقیر کے حجرہ مین آوین - اور آرزو کا شعلہ فرد کرین - تو نامناسب نہین ہے - کہین ایسا نہ ہو کہ اُخروی سفر پیش آکر گرانی - آزادی کو اذیت پہونچادے - حسب اشارہ ملازمت مین حاضر ہوا - تو بے انتہا شگفتگی اور خوشی دونون طرف پیدا ہوئی - رخصت

کے وقت فرمایا - یہ درویش کی آخرین ملاقات ہے - چند روز بعد آپ کی رحلت کی خبر سننے مین آگئی -

خوابگاہ روضہ مغیثیہ قدس سرھما مصرع باد جانش روشن از انوارِ عشق ؛

یادِ شیخ کمال محمد عباسی

آپ کی ولادت احمد آباد گجرات مین ہوئی - شیخ وجیہ الدین احمد علوی احمد آبادی کے شاگرد - اور نیز خلیفہ ہین - عالم - عارف - عابد - حافظ - اور محدث تھے - حدیث کی سند شیخ عبد الملک بنبانی سے حاصل کی تھی ہجری سنہ نوسو بیاسی مین وطن سے خاندیس کے راستہ اُجین مالوہ مین آئے تھے - یہین گھر تجویز کرلیا - اور شیخ اولیا کالپوی کی لڑکی سے کدخدا ہوئے - فتویٰ نویسی کا منصب ملا - کامل تیس سال اس مقام پر شرعی اور حکمی علوم کا درس دیا - اور مفتی بہ روایات پر فتوے لکھے - بیکاری کبھی آپ کے گرد پھٹک ہی نہین سکتی تھی - کیونکہ رات اور دن کی تقسیم آپنے اس طرح پر کر رکھی تھی - رات کا ایک ثلث حصہ باقی رہتا تھا - کہ اُٹھکر غسل کرتے تھے اور نماز تہجد کے اندر کبھی چھ اور کبھی سات پارہ قرآن پڑھتے تھے - یہان تک کہ صبح کی سفیدی نمودار ہو جاتی تھی - پھر دعاؤن اور ذکر جہر سے فارغ ہوکر نماز صبح ادا کرتے تھے - پھر وقت اشراق تک تلاوت کرتے رہتے تھے - نفل اشراق پڑھنے کے بعد زوال تک برابر درس دیتے رہتے تھے - پھر اہل سبق کے ساتھ کھانا کھاتے تھے - پھر ایک گھڑی کے انداز سے قیلولہ کرکے نماز ظہر کے واسطے اُٹھ بیٹھتے تھے - نماز ظہر کے بعد نماز عصر تک لوگون کی مشکلات - فتویٰ نویسی سے حل کیا کرتے تھے - پھر شام کے بعد درویش دوستون کے ساتھ راز تصوف اور تحقیق کی باتین کرتے رہتے تھے - نماز عشا پڑھکر اندر گھر مین چلے جاتے تھے - شب کے اولین ثلث تک آیندہ روز کے سبقون کے مطالعہ مین مشغول اور منہمک رہتے تھے - اور شب کے درمیانی ثلث مین سے کچھ حصہ تو خانہ نشینون کے ساتھ - اور کچھ حصہ سونے مین صرف کرتے تھے - گیارہ سال کے آغاز سے چوّن سال تک اسی طریقہ پر زمانہ گزرا - ہجری سنہ ایک ہزار تیرہ مین ایک خط فقیر غوثی حسن کے نام اس مضمون کا بھیجا تھا - کہ بنیاد عمر نہایت ناپایدار ہے - اعتماد کے لائق نہین ہے - شوق اس بات کو چاہتا تھا - کہ دوستانِ منڈو کے دیدار کے واسطے مین وہان آؤن - لیکن موانع حارج ہوئے - اگر منڈو والون کو کوئی عذر مانع نہ ہو - تو سیر اُجین کرنی چاہیئے - تاکہ باہم ایک دوسرے کا دیدار غنیمت سمجھکر تھوڑی دیر مل بیٹھین - مین حسب الحکم آپ کی ملازمت مین گیا - چند روز حقائق کی عید - اور معارف کا تحفہ

رہا۔ بالآخر اسی سال کی دسویں شعبان کو دوشنبہ کی شب میں ہر شب کے معمول کے موافق جس قدر طاقت میں گنجایش ملی۔ معینہ معتاد میں مشغول رہے۔ راقم بھی اُس وقت حاضر تھا۔ دو کلموں پر وصیت تمام کی اور شب کے اخیر حصہ میں ناسوتی مجلس سے مُنہ پھیر کر ملاء اعلیٰ کی طرف روانہ ہوئے۔ خوابگاہ اُسی دالان میں اختیار کی۔ جس میں درس دیا کرتے تھے۔ مصرع یقین میدان کمال از ملک معرفت۔

یاد شیخ تاج العاشقین پور عبداللہ سندھی

آپ کا نام محمد ہے۔ زاد بوم برہانپور۔ اور شیخ شکر محمد عارف کے خلیفہ ہیں قدس سرہم حُسن آواز پر۔ اور حُسن سیرت پر شیدا رہتے تھے۔ ہجری سنہ ایک ہزار ایک کے آغاز سے چار سال تک راقم گلزار آپ کی۔ اور مسیح زمان کی ہمسائگی سے سعادت حاصل کرتا رہا۔ اس درمیان میں بارہا فرمایا کرتے تھے میں ایام طفلی میں مسیح زمان کا ہم مکتب۔ اور آغاز ہوش میں علوم عربی زبان کی تحصیل کے اندر اُن کا شریک تھا۔ عین شباب میں ایک آنکھ کی مردم فریب نگاہ نے میرا قدم راستہ سے ڈگا دیا۔ اور مسیح زمان کی ثابت قدمی گوناگون علوم کے دروازوں کی کنجی ہوئی۔ بالآخر عقلی علوم میں حکیم عثمان بوبکانی کی شاگردی۔ اور نقلی اصطلاحات میں شیخ طاہر یوسف سندھی کی شاگردی کی۔ اور شرح منازل السائرین۔ نقد نصوص۔ شرح گلشن راز۔ اور کسی قدر شرح مواقف مسیح زمان کے درس میں بھی نکالیں۔ ایک حسین مظہر کے حُسن پر عاشق تھا۔ کہ اس درمیان میں چلہ نشین ہو گیا۔ اور نفس نافرجام کی لڑائی کے واسطے کوشش کے لئے کمر باندھی۔ ایک رات خواب کے اندر حقیقی معشوق کو مجازی محبوب کی صورت میں دیکھا۔

جس سال میں عرش آستانی اکبر شاہ نے اپنے خاص نزول سے صوبہ خاندیس کو مزین فرمایا تھا اُس وقت میں دیرینہ حاکم خاندیس کی دوستی کی تہمت لگا کر آپ قید میں بھیج دئے گئے تھے۔ پھر چند روز بعد دوستوں کی صائب تدبیر کی بدولت اِس تیرگی سے نجات ملی۔ اِس کے بعد دار الخلافہ آگرہ کو روانہ ہوئے۔ قلیج خان نامی سردار۔ شاہنشاہ کے امرائے اعظم میں سے تھا۔ اور عقلی و نقلی علوم سے آراستہ تھا۔ یہ سردار تعظیم و توقیر کے ساتھ پیش آیا۔ اور آپ کی خدمت کا بار از راہ ہمت اپنے ذمہ لیا۔ ہجری سنہ ایک ہزار گیارہ میں خان کا کوچ لاہور کو ہوا۔ اور ہجری سنہ ایک ہزار تیرہ میں غرہ جمادی الاول کو آپ پنجاب میں پیکر پرست راجپوتوں کی لڑائی کے اندر شہید ہو گئے۔

مصرع شہید و عاشق و درویش و دانا رفت از دنیا۔

یاد شیخ ابوسعید پور شیخ جگن کھند وتی

آپ کی رسمی علوم کی تحصیل کمال کو ہوپنچی ہوئی تھی - ہجری سنہ ایک ہزار چودہ مین عالم ناسوت کو رخصت کیا - ملا کلامی کالپی کے فصیح شاعرون مین سے ہین انھون نے آپ کے واپسین سفر کا سال مصرع - فریاد ز بوسعید ثانی سے نکالا - اور کہا - ابوسعید جو صحابہ کبار مین سے ہین رضی اللہ عنہ ان کی نسل سے آپ کے ہونے نے لفظ ثانی کو معنی بھی برابر کردیا ہے - خوابگاہ کالپی اپنے پدر بزرگوار کے مرقد کے پائین مین اختیار کی رحمہا اللہ تعالیٰ -

یاد شیخ کبیر برہنہ مالوی دیپالپوری

آپ کے باپ درزی - اور پیکر پرست تھے - آپ مان کے پیٹ سے ہی مجذوب پیدا ہوئے تھے خرد سالی مین یتیم ہو گئے مان پرورش کے زمانہ مین تنگ رکھتی تھی - اسواسطے قصبہ دیپالپور کے قاضی شیخ عبدالقادر نے آپ کی کفالت اپنے ذمہ لے کر کبیر نام رکھا - کم وبیش پچیس سال اپنی زاد بوم مین رہے - پھر ہجری سنہ ایک ہزار بارہ مین یہان سے چل کر دولت آباد مین جا رہے - جو دیپالپور سے چار کوس دور ہے - لوگ آپ کی خرق عادات بہت کچھ بیان کرتے ہین - راقم نے بھی بارہا آپ کا دیدار دیکھا ہے - اس مین شک نہین - آپ کی بیخودی مین آثار انبساط پاکر بہرہ یاب ہوا ہے - لیکن کوئی حرف یا کوئی حرکت ایسی ظاہر نہین ہوئی - جو آپ کی خرق عادت پر محمول کیجا سکتی - یا راقم کے ہی علم مین نہ آئی ہو - ہجری سنہ ایک ہزار سولہ مین دنیا سے گزر گئے - مصرع وے پوشیدہ در تحت قبا بست -

یاد شیخ مرتضیٰ

آپ سید محی الدین ابن سید یحییٰ گجراتی کے فرزند ہین - زاد بوم برودرہ (بڑودہ) جو ایک بڑا شہر ہے احمد آباد اور بھروچ کے درمیان مین - آپ والا ہمت - نیک نیت - درست عقیدہ - شیفتہ دل تجرید دوست اور پیر پرست تھے - آپ کے پیر بیعت سید کالے شطاری برودرہ والے تھے - جو غوث الاولیاء کے خلفائے کرام مین سے ہین -

القصہ آپ نے حقیقی رہنما کی جست وجو مین وطن سے سفر اختیار کیا - اور دوران سفر مین گزر برہان پور پر بھی ہوا - تقدیر مین لکھا تھا - جس کے بموجب شیخ لشکر محمد عارف کی ملازمت سے فیض

حاصل کیا۔ شیخ لشکر محمد عارف کی رحلت کے بعد سادات کی تلقین مسیح القلوب کے ہاتھ مین آئی۔ مولیٰ کے عشق مین بے انتہا آرام پاتے تھے۔ اور نیز حقیقۃً زلیفتگی تھی۔ چند چلے کئے۔ اور خلوت مین بھی بیٹھے اِس آرزو مین کہ کیا چھوٹے اور کیا بڑے جملہ سادات کو ایزدی محبت نصیب ہو۔ چونکہ فنافی الشیخ کے مقام مین کمال استغراق تھا۔ اسواسطے آپنے پیغمبر آخرالزمان علیہ السلام کو اپنے مرشد کے حلیہ مین عالم خواب کے اندر مشاہدہ کیا۔ ہجری سنہ ایک ہزار دو مین عنصری عالم سے ملکوت آباد کو کوچ فرما گئے۔ خوابگاہ برہان پور مین شیخ بہکاری قدس سرہ کے حظیرہ کے روبرو اختیار کی۔ ملا یونس سنبہی کہتے ہین پچھلے لوگون مین تو سلطان ابراہیم ادہم نے دائرہ ترک مین قدم رکھا تھا۔ اور اس زمانہ مین سید یحییٰ بردورہ والہ بیخودی کا راستہ چلے ہین۔ مصرع خسرو ملک بے نیازی بود۔

یاد شیخ نصیر خان

آپ ترش خان کے بیٹے۔ اور میان جمبوجی کے داماد ہین۔ آپ کے آباد اجداد۔ سپہداری ضلع کے اندر پرگنہ گجرات مین رہتے تھے۔ جس سال مین فرمان روائے اقلیم اکبر شاہ۔ گجرات فتح کرنے مین کامیاب ہوا۔ اسی سال آپ خاندیس کی طرف چلے گئے۔ اور آہستگی کے ساتھہ ترک اور تجرید مین کمال پیدا کر کے توکل اختیار کیا۔ یہان تک ہوا۔ کہ کسی کام کو ہاتھہ نہین لگاتے تھے۔ اور کسی سبب پر دل نہاد نہین ہوتے تھے۔ نیستی اور گرسنگی کے ذریعہ سے دل کے اندر فروغ بڑہاتے تھے۔ آرزو اور حرص کا دروازہ آشنا اور بیگانہ دونون کے لئے مقفل رکہتے تھے۔ بہت کچھہ بھاگ دوڑ کے بعد خوش قسمتی نے میان جمبوجی کی ملازمت کی طرف آپ کی رہنمائی کی تہی۔ احیاءالعلوم کے مطالعہ پر عاشق تھے۔ اور اسی پیمانہ پر اپنے اندرونی اعتقاد اور بیرونی اعمال کو جانچ لیا کرتے تھے ایک روز آپنے مسیح زمان کی خدمت مین عرض کیا دنیا کا ترک کرنا۔ حقیقت فہمی کی رو سے نہین ہے۔ بلکہ اس کا سبب یہ ہے۔ کہ مین گجرات مقام پر مغلون مین پہنس گیا تہا۔ تو سپاہیانہ وضع ترک کر کے رہائی پائی تہی۔ اب درویشی کا سبب اُس نذر کا ایفا ہے۔ جس روز آپ نے اُخروی سفر اختیار کیا ہے اُس روز خداوند ہردوعالم شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی کے بہائی کے بیٹے شیخ محمد بہاءالدین فرماتے تھے۔ آج کے روز شیخ علی متقی دنیا سے جمال تقویٰ گور مین اپنے ساتہہ لے گئے۔

مصرع گور را او پر نور تقویٰ باد تا روزِ جزا!

یاد شیخ عبداللطیف پور ملک شاہ گوری

معرفت - حقیقت - صفا - اور صلاح ان جملہ صفات کے آپ مالک تھے - آپ کے حالات اصلح الناس حافظ صالح محمد نے بہت کچھ بیان فرمائے تھے - اُن مین سے کسی قدر حالات جو یاد ہین وہ یہ ہین - آپ کی زادبوم نہروالہ ہے - ہنوز آپ کا زمانہ ہوش ہنین آیا تھا - کہ پدر بزرگوار کوچ فرما گئے - چندروز بعد خدا طلبی کی شورش آپ کے سر مین پیدا ہوئی - اور اسی اثنا مین شیخ صدرالدین محمد شمس ذاکر جاپانیری کی ہدایت کا شہرہ سننے مین آیا - لہذا قلعہ جانپانیر مین آکر خواہان ہدایت ہوئے - شیخ صدرالدین کی ملازمت سے درویشی اور صفا کا طریقہ حاصل کیا - اور ریاضت کے ذریعہ سے نفس کی گوشمالی کر کے - مرتبہ کمال کو پہونچے - ہجری سنہ نوسو ستر مین اجازت ملی - کہ حضرت غوث الرحمن کے مقدس روضہ کی آستانہ بوسی کے واسطے آپ گوالیار کو جاوین - اثناے راہ مین جب نارنول پہونچے - تو شیخ نظام ابن شیخ عبدالکریم نارنولی کی خدمت مین بہی حاضر ہوئے - جب بیان ماجرا ہوا - تو سفر کا مقصد بہی دریافت کیا گیا - جواب دیا - حضرت غوث الرحمن کے مرقد مبارک کی زیارت کا شوق سر مین بہرا ہوا ہے - بہ تقریب یاد صاحب مکان نے کسی قدر اپنی کیفیت بیان کی جو آغاز سیر و سلوک مین پیش آئی تہی - اس ضمن مین تقریر شروع کی کہ ”فقیر نظام چند مدت تک غوثیہ خانقاہ مین کلبہ نشین رہا تھا - حضرت غوث الرحمن کی عنایت سے عجب ظاہر و باطن بہت کچھ فیض پایا - اور آپ کے بار احسان کے نیچے میری گردن ہمیشہ دبی رہے گی“

القصہ شیخ نظام سے رخصت ہو کر دہلی مین پہونچے - اس شہر ولایت کے مشائخ کی ملاقات اور مقابر کی زیارات کو قدس اللہ اسرارہم اپنے حُسن نیت کی علامت سمجہکر غنیمت جانا - پہر دہلی سے دارالخلافہ آگرہ مین آئے - یہان پر حضرت غوث الرحمن کے صاحب زادہ شیخ ضیاء اللہ تشریف رکہتے تھے - ان کی مشکل کشا خدمت کے فیض سے بہت کچھ شرف اور سعادت کا حصہ لیا - جب مخدوم زادہ کی اجازت لیکر گوالیار مین پہونچے - تو اپنے گرد آلودہ رخسارہ روضۂ پاک کے آستانہ کی خاک پر رگڑ کر اُس مین آفتاب کی سی روشنی پیدا کی - اور حظیرہ کے گرداگرد رہنے والون کی مصاحبت سے کامیاب ہو کر مقام سنیچرا مین ذکر اور فکر کے ساتھ متواتر دو چلے کہینچے - سنیچرا پہاڑ کے دامن مین ایک

غار ہے - گوالیار کی عمارتون سے سات کوس دور - اور حضرت غوث الرحمن بھی ابتداے سلوک مین اُسی جگہہ چلہ نشین ہوئے تھے - اُس مقام پر چند حجرہ - چھجہ - نہر - حوض - اور سایہ دار درخت ہین - جب چلہ سے فراغت ہوئی تو باحقیقت سجادہ نشین شیخ عبداللہ پسر غوث الاولیا کی ملازمت سے اور نیز دیگر باعظمت مخدوم زادون اور خلفا کی خدمت سے واپسی کی اجازت لی - آپ کی ہمت کا منتہی یہ تھا - کہ مرشد کی قدم بوسی حاصل کی جاوے - چنانچہ جانپانیر مین پہونچکر کامیاب ہوئے - جب شہر جانپانیر ویران ہونا شروع ہوا - تو آپ شہر بروده (بڑوده) مین چلے گئے - یہان پر صاحب مکان اور کدخدا ہوئے - ایک دفعہ اور ہجری سنہ نوسو چوراسی مین مالوہ کے راستہ سے گوالیار کی طرف کا احرام باندہا تھا - جب منڈو (مانڈو) مین پہونچے - تو آپ کے قدمون سے راقم کے مہمانخانہ کو بھی شرف صفا حاصل ہوا تھا - اِس کے بعد بقیۃ العمر اپنے حجرہ سے سیر وسفر کا عزم آپ کی خاطر مین کبھی آیا ہی نہین - اور توکل وتسلیم مین خوش رہکر کشادہ پیشانی کے ساتھہ اوقات گذاری کی - مگر مسیح الاولیا کے دیدار کا شوق آپ کو ایک دفعہ برہانپور کی طرف دامن کشان لے گیا تھا - اور حُسن اتفاق تہا - کہ ان ایام مین فقیر بھی اُسی جگہہ موجود تہا - چند روز دوستانہ گفت وشنید کر کے - اپنے وطن کو لوٹ آئے - یہ آپ کا محققانہ کلام ہے - فرماتے تھے - سلوک کے جنگل مین سفر کرنے والون کو مرشد کی جنت ذرہ مین بھاگ دوڑ کرنا سیر الی اللہ کی منزلین طے کرنے مین داخل ہے - اور مرشد کامل کا جاننا سیر مذکور کا واسطہ ہے - ہجری سنہ ایک ہزار سات مین جسمانی تنگ کوچہ سے روحانی وسعت آباد کو روانہ ہوئے خوابگاہ بروده (بڑوده) مصرع

سالکِ مالکِ طریقت بود

یاد شیخ پیر محمد

آپ عبدالحکیم ابن شیخ جلال محمد قادری برہانپوری کے بیٹے ہین - فضیلت ودانش مندی اور صلاح وپرہیزگاری کے چشمہ تھے - شیخ یوسف مفتی بنگالی - استادی شیخ وجیہ الدین احمد علوی احمد آبادی کے تمام شاگردون مین مقدم اور پیش رو تھے - اِن کے درس مین آپ نے التزام کے رسمی علوم تحصیل کئے تھے - جب تحصیل تمام ہوگئی - تب سے لیکر واپسین نفس تک سلسلہ درس کا - اس روش کے ساتھہ جاری رکہا - کہ نماز صبح سے فارغ ہونے کے بعد شام تک طالبعلم

سے درس دینے مین مشغول رہتے تھے - آپ کے مدرسہ مین کبھی تعطیل نہین ہوتی تھی - بہت سے لوگ آپ کی خدمت سے عالم ہوئے - ایک روز والی ملک خاندیس نے آپ کو بے انتہا تعظیم کے ساتھ اپنی مجلس مین تشریف آوری کی تکلیف دیکر - یہ بات درمیان مین لایا - کہ بادشاہی خواہش یہ ہے آپ جیسے لوگ ملازم حضور ہون - آپ نے جواب دیا - مین ایسے گروہ کی خدمت سے جو علم کا حاجت مند ہے - اپنی اوقات مین فرصت نہین پاتا ہون - جس سے فرصت کے وقت پیشگاہ خداوندی مین اپنے تئین پہونچا سکون - لہذا جس طریق سے تمام عمر گزری ہے - اسی طریق سے اگر مجکو حکم آزادی رہے - تو مراحم خسروی سے بعید نہین ہے - پھر فرمایا - ہم ہر روز آپ کو بلانا نہین چاہتے ہین - نہ فقرا کے افادہ سے باز رکھتے ہین - لیکن یہ ضرور ہے - کہ جب کبھی موقع سے طلب کی نوبت پہونچے - تو حاضر ہونا چاہیئے آپ نے اس فرمانے کا جواب خاموشی مین دیکر گفت وگو کا سلسلہ ختم کیا مسیح القلوب کہتے ہین - کہ آپ دوسری بار - والی ملک کے دولت خانہ پر نہین گئے - اور میرے پاس آکر ظاہر کیا - اس شرم سے کہ مین بادشاہون کے دربار مین ہو آیا ہون - دینی دوستون کے روبرو نہین ہو سکتا ہون - کہتے ہین - بہت مدت نہین گزری تھی - کہ والی ملک اور نیز آپ دونون فانی جہان سے - جاودانی سرائے کو چلے گئے ارباب عبرت وقیاس کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے - کہ سعید دولت مندون کو - اگر خلوت آشنا درویشون کی صحبت کی آرزو پیدا ہو - تو اجازت مانگ کر خود اُن کے گھر جانا چاہیئے - اپنے گھر قدم رنجہ فرمانے کی اُن کو تکلیف نہین دینا چاہیئے - نعم الامیر علی باب الفقیر ہجری سنہ ایک ہزار تیرہ مین دنیا سے چلے گئے - خوابگاہ برہان پور -

یاد شیخ عبد اللہ ابن شیخ وجیہ الدین احمد آبادی

آپ کی ذات مین تمام عقلی ونقلی علوم جمع تھے - کسبی اور کشفی دقیقے آپ سے حل ہو جایا کرتے تھے - ملک وملکوت (عالم شہادت اور عالم غیب) کے حقائق کا جلوہ آپ کے اوپر ہوتا تھا - عالم صوری اور عالم معنوی کی معرفت حاصل تھی - اور نیز اپنے پدر بزرگوار کے ظاہری کمالات اور باطنی خزانون کے وارث تھے - کم وبیش دو قرن آپ کے والد ماجد کے درس کا زمانہ ہے - اس مدت مین ایک گھڑی بھی خدمت اور حضور سے جدا نہین ہوئے - ہمیشہ باپ کی کام بخش دانش وبینش سے فائدہ اٹھایا

اور ہر دو جہان کی فلاح اور معرفت حاصل کی۔ کہتے ہین۔ جب امکان کی عاریتی چادر اوتار پھینکنے کا وقت وجیہ الملۃ کا نزدیک آپہونچا۔ تو اُنہون نے خرقہ خلافت اور فرمان اجازت آپ کو عنایت فرماکر ظاہراً اور معنیً اپنا جانشین کیا۔ جب آپ مسند پر جلوس فرما ہوئے۔ تو عنصری پیکر کو یہان تک گُھلایا۔ اور روحانی لطیفہ کی پرورش اس حد تک پہونچائی۔ کہ آپ کے قوت یومیہ کے واسطے صرف شربت کا ایک پیالہ۔ اور مصری کی ایک ڈلی کفایت کرتی تھی۔ سبحان اللہ ان دونون بزرگون مین عجب یکتائی اور یگانگی تھی۔ کہ کوئی مقیم یا کوئی مسافر یہ معلوم نہین کرسکا کہ مقام دوسرے جانشین کے سپرد ہو گیا ہے۔ وہی سابقہ روش جاری تھی۔ ایک شخص تاش بیگ نام۔ سعادت مند دوستی نواب کامیاب اعظم خان کے پرانے ملازمون مین سے ہے۔ اور وہ آج کل آپ کی خدمت کی برکت سے سرداری کے درجہ کو پہونچ کر شہنشاہی منصب دارون مین داخل ہو گیا ہے۔ اُس کا بیان ہے جس سال نواب نے اطراف سورت کی فتح کے واسطے لشکرکشی فرمائی تھی۔ تو وہان پر ایک عظیم جنگ ہوئی۔ لشکرون کے مقابلہ مین مجھپر وقت تنگ ہوا۔ تو مینے درست اعتقاد اور صادق نیت سے شیخ عبداللہ کی یاد اپنے دل مین کی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ہنگامہ فرو ہونے کے وقت تک آپ کی صورت شریف کو مین اپنے گرداگرد ہر وقت دیکھتا رہا۔ خلاصہ کلام یہ۔ کہ آپ کی نگہبانی کی برکت سے مین میدان جنگ سے جہان سو جانین ایک جو کی برابر بھی حیثیت نہین رکھتی تھین سالم اور غانم نکل آیا۔ اور مقابل لڑنے والہ پر فتح پائی۔ روایت ہے۔ کہ صادق محمد خان کا ایک عمل والا تھا وہ خیانت کی تہمت مین ماخوذ ہوا۔ اور قیدخانہ مین بھیج دیا گیا۔ اُس کا ایک بھائی تھا۔ جو ہمیشہ شیخ کی خدمت مین آتا جاتا تھا۔ وہ اپنے بھائی کی رہائی کے واسطے فاتحہ کی التماس کیا کرتا تھا۔ چونکہ تمام کامون کا ہونا اپنی اوقات پر منحصر ہے۔ اسواسطے آپنے کوئی دعا نہین کی۔ اسی طرح ایک مدت گزر گئی۔ ایک روز بے موسم کا ایک سیب شیخ کے ہاتھ مین تھا۔ وہ سیب شیخ نے قیدی کے بھائیون کو دیا۔ اور فرمایا۔ جاؤ اس قیدی کے پاس پہونچادو۔ ہنوز اُس نجات بخش میوہ کی خوشبو قیدی کے دماغ مین نہین پہونچی تھی۔ کہ صادق محمد خان نے کمال نرمی اور مہربانی سے اُس کو یاد فرمایا۔ اور کہا یہ بیچارہ یون ہی ناحق قیدخانہ مین پڑا ہوا ہے۔ چنانچہ اسی وقت بیڑیان پاؤن سے کاٹ کر حاضر کیا گیا۔ اور ایک عمدہ خدمت اُس کو دی گئی۔ مصرع آفتاب معرفت یک لمعۂ رخسار اوست ؎

یاد شیخ منور

آپ عبدالمجید ابن عبدالشکور ابن حاجی سلیمان - ابن اسرائیل کے بیٹے ہین - اپنے جد بزرگوار کے مرید تھے - صورت اور سیرت مین دل فریبی - اور بیان مین اور نظر مین دلربائی بہت کچھ تھی - اکثر علماے زمانہ کے جلسہ مین اپنی حسن تقریر سے امر مناظرہ کو تردد کے الجھاؤ سے نکال کر تحقیق کے درجہ کو ہونچا دیتے تھے - جب میر فتح اللہ شیرازی بیجاپور دکن سے عرش آستانی اکبر شاہ کے فرمان کے بموجب دارالسلطنۃ آگرہ مین آئے - تو ایک روز شیخ منور سے بھی عقل و دانش کی باتین ہوئین - بہت سی پرانی لاینحل باتین آپ کی موشگافی سے راہ راست پر آگئین - شیرازی عالم نے آپ کی تعریف مین فرمایا - سیر ہند کرتے ہوئے ایک مدت گزر گئی - اس مدت مین آج شیراز کی مہک آرزومند دماغ مین پہونچی ہے - کہتے ہین - قبل اس کے - کہ فرمان رواے اقلیم کی ملازمت مین آپ داخل ہون - چوالیس سال برابر تمام کتب متداولہ کے درس کو اپنے جوہر بیان سے - آرایش بخشتے رہے - باوجودیکہ فتوی نگاری کا بڑا بھاری وزن آپ کی گردن پر تھا - لیکن درس کے واسطے جمعہ کے روز بھی تعطیل نہین کرتے تھے -

کہتے ہین - عزیزالحق شیخ عبدالعزیز دہلوی کے بڑے بیٹے شیخ قطب عالم کو سیاحی کا بڑا شوق تھا - اور اس شوق نے ان کو قلندرانہ لباس پہنا کر سفر کے سلسلہ مین ڈال دیا تھا - جب شیخ قطب عالم لاہور مین آئے - تو ایک روز تماشائیون کے طور پر منوری درس گاہ مین بھی گزر ہوا - چونکہ علم کا مزہ چکھا ہوا تھا - آپ کی شیرین بیانی پر فریفتہ ہو گئے - قصہ کوتاہ - وہ ایک لحظہ کا عبور - دل دادگی کا سبب ہوا - اور تلویح اصول فقہ کا سبق شروع کر دیا - چند سال کے اندر ظاہری فیض و فضل کا سرمایہ بہت سا جمع کر لیا - اور کمال کے معیت مین اپنے وطن کو معاودت فرما کر آباے کرام کے طریقہ کو رونق بخشی - اور سجادگی کا چراغ روشن کر کے روز افزون اس کی روشنی بڑھائی -

شیخ منور کے بیٹے شیخ کبیر کہتے ہین - شمس الدین علی گیلانی کو اکبر شاہی عنایات سے حکیم الملکی کا خطاب تھا - مولانا شاہ محمد شاہ آبادی کی طرف اپنی شاگردی کی نسبت کرتے تھے - ایک روز موقع آگیا - تو حضور شاہنشاہی مین عرض کیا کہ تفسیر بیضاوی پر - اور نیز دیگر متہیانہ کتب پر - شاہ آبادی استاد کے لاینحل اعتراضات ہین - اکثر علماے زمانہ نے حل اعتراضات کے میدان مین جواب کی

ڈہال، اور تلوار۔ کمر سے کہول کر رکہہ دی ہے۔ اِس طرح سے شاہ آبادی اُستاد سب پر غالب آئے ہین۔ خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ شاہنشاہ کو اس بات پر آمادہ کیا۔ کہ علما کا جلسہ فراہم کر کے اس تقریر کو درست اور صاف کرنا چاہیے چنانچہ عقلون کے امتحان کا جلسہ قایم کیا گیا۔ گیلانی نے کہا۔ اِذِ ابتلیٰ اِبراھیمَ ربُّہٗ بِکلماتٍ فاتمّھنّ۔ اس آیہ کی تفسیر پر اعتراض ہے۔ شیخ منور نے معترض سے اعتراض کی صورت دریافت کی۔ اور اثناے بیان مین جواب دیا۔ کہ ضمیر کے راجع اور مرجع کے متعین کرنے مین تساہل ہوا ہے۔ اگر ایسا کیا جاوے گا۔ تو اعتراض پیدا نہین ہوگا۔ اور مراد مین بہی خلل واقع نہ ہوگا۔ حکیم الملک نے نامنصفانہ جانب داری کی۔ اور تقریب پر نظر کر کے ایسی گفت وگو کی جو حد ادب سے متجاوز تہی۔ شیخ منور نے شہنشاہ سے بذریعہ قرعہ حکم کے واسطے التماس کیا۔ قرعہ قاضی صدرالدین لاہوری کے نام سے نکلا۔ قاضی نے بیضاوی کی عبارت۔ اعتراض۔ اور جواب۔ اِن تمام باتون کو منصفانہ نظر سے دیکہکر فرمایا۔ آج کے روز اگر قاضی ناصرالدین بیضاوی موجود ہوتے۔ تو شیخ منور کی دوربین طبیعت کی داد دیتے۔ یہ معما کی مثل نمایش کی بات بدون تعین اسم کے اس واسطے لکہی گئی ہے۔ تاکہ فنون اور علوم کے اندر شیخ منور کی دقیقہ شناسی اور سخن آفرینی ظاہر ہو جاوے۔ کہ مجلس علم کی ہم نشینون کے مقابلہ مین کس درجہ پر تہی۔

ہجری سنہ نوسو پچاسی مین آپ کو صدارت صوبہ مالوہ کا عالی قدر منصب عطا ہوا۔ علماء ارباب ریاضت۔ اور عاشق مزاجون کے ساتھ اس عمدگی سے پیش آے۔ کہ تمام لوگ اوقات اجابت مین۔ آپ کے لیئے دعاے خیر کے واسطے آسمان کے سامنے ہاتہ پہیلاتے تہے۔ اور چند سال تک سارنگ پور مالوہ مین قیام فرما کر اِس صوبہ کے طالبان علم کو فیض پہونچایا۔ ہجری سنہ نوسو پچانوین مین عضد الدولہ علامہ عصر میر فتح اللہ شیرازی کو جو صاحب دانش ملا میرزا جان کے ہمدرس۔ اور میر غیاث الدین منصور کے بالواسطہ شاگرد مشہور تہے۔ صوبہ مالوہ کا منصب صدارت ملا۔ جب میر فتح اللہ سارنگ پور مین پہونچے۔ تو شیخ منور نے مقدمہ طوالع کی شرح علامہ کے سامنے پیش کی جس کو خود عقیم اور منتج اشکال کے مطالب مین لکہا ہے۔ اور جس کو وہ اپنی سخن آفرین طبیعت کا نتیجہ فکر سمجہتے ہین۔ دوسرے روز علامہ نے فرمایا۔ مینے اس باب مین چند باتون کا مسودہ کیا ہے جن سے جواب پر اعتراضات واقع ہوتے ہین۔ کسی شخص کو میرے ہمراہ کر دیجئے۔ مین اُن کو

صاف کرکے ۔ اُس شخص کے ہاتھ خدمت مین بھیج دون گا۔ شیخ کا بھیجا ہوا شخص ۔ دو تین منزل گیا ۔ اور بے جواب واپس آیا ۔

تحصیل علوم مین آپ کے پاس سند عالی تھی ۔ آپ کے خالو شیخ سعد اللہ ۔ اپنے وقت کے عالم اور خدا شناس تھے ۔ آپ اُنہین کے شاگرد ہین ۔ شیخ سعد اللہ کے حالات کسی قدر اس گلزار مین تحریر ہو چکے ہین ۔ دیگر یہ ہین کہ شیخ سعد اللہ نے تحصیل علم کا آغاز ہی کیا تھا ۔ کہ اپنے پدر بزرگوار شیخ ابراہیم جامع کی شاگردی مین داخل ہوئے ۔ پھر جب پدر بزرگوار کو اُخروی سفر پیش آیا ۔ تو بقیہ تحصیل دارالسلطنۃ لاہور مین آکر مولانا عبد الرحمن ملتانی کے درس مین تمام کی جن کو ثانی امام اعظم کہتے ہین مولانا عبد الرحمن ۔ اپنے والد ماجد شیخ عزیز اللہ کے شاگرد ہین ۔ اور شیخ عزیز اللہ نے باتفاق شیخ ابراہیم جامع ۔ جامع کے پدر بزرگوار مولانا فتح اللہ کی خدمت سے تحصیل علوم کی تھی ۔

شیخ جمالی کنبو نے سیر العارفین مین مولانا فتح اللہ کی بہت کچھ تعریف لکھکر تحریر کیا ہے ۔ کہ مینے مولانا کو ۔ اور مولانا کے بیٹے جامع کو دیکھا ہے ۔ اور ان کے درس کے جلسہ مین آمد و رفت رکھی ہے ۔ اُس زمانہ کے تمام فضلا مولانا کے ساتھ مستفیدانہ تحصیل علم کا سلسلہ جاری رکھتے تھے اور مولانا فتح اللہ ۔ مولانا سناء الدین شیرازی کے شاگردون مین سرگروہ تھے ۔ مولانا سناء الدین ۔ میر سید شریف جرجانی کے شاگرد ہین شیخ سعد اللہ کی تحقیقات یہ ہے ۔ کہ مولانا فتح اللہ نے دہلی مین بھی مولانا موسی جبیری سے بہت سے علوم اور فنون حاصل کئے ۔ اور اُنہین کی اجازت سے درس کی مسند کو اپنے جلوس سے آرائش بخشی تھی ۔ مولانا موسی جبیری ۔ علامہ تفتازانی کے بزرگ شاگردون مین سے ہین ۔

مصنفات منوری کی تفصیل یہ ہے ۔ (۱) شرح طوالع (۲) شرح بدیع البیان مسمی بحدائق البیان (۳) رسالہ موسوم بہ حق صریح یہ رسالہ سب کنندگان رسول علیہ السلام کی توبہ قبول نہ ہونے کے بارہ مین ہے ۔ العیاذ باللہ اور رسالہ مذکور ۔ رسالہ مخدوم الملک مولانا عبد اللہ لاہوری کی رد مین لکھا گیا ہے ۔ جس مین مذکورہ بالا سیاہ باطن جماعت کی توبہ کا قبول ہونا ثابت کیا گیا ہے (۴) شرح قصیدہ بردہ ۔ (۵) تفسیر درر النظیم فی ترتیب آلاے والسور الکریم (۶) تعریب بحر المواج تفسیر قاضی شہاب الدین ۔ پانچ برس گوالیار کے قلعہ مین آپ قید رہے تھے ۔ اس مدت مین ان عدون

تفسیرون کا مسودہ کرلیا تھا - چاہتے تھے کہ نظر ثانی سے تصحیح کرکے صاف کرلیا جاوے - مگر اس درمیان مین فرمان رواے زمانہ کا دل آپ پر سخت نامہربان ہوا - اور آپ کی تمام کتابین جو کم و بیش ڈیڑہ ہزار جلدین تہین - ورق ورق کرکے - بادشاہی کتب خانہ مین لی گیئن - آپ کی تمام تصنیفات اِس اس درمیان مین دریاے نیستی کا لقمہ بن گیئن - مگر ایک کتاب دُرر النظیم بچ گئی - جو قید خانہ مین مصنف کے پاس رہ گئی تہی -

القصہ - اُسی سلطانی قہر کے جوش مین حکم صادر ہوا - چنانچہ آپ کو قلعہ گوالیار سے دار الخلافہ آگرہ مین لے گئے - جو چند روز زندگی کے باقی رہے تہے - نہایت تنگی اور تاریکی مین آپنے بسر کرکے تاریخ بارہوین ذی قعدہ ہجری سنہ ایکہزار گیارہ مین کون و فساد کے جہان کو رخصت کیا - غربا اور فقرا کے مزعون مین خاک کے اندر سپرد کردئے گئے - مگر آخر کار ماہ محرم ہجری سنہ ایک ہزار پندرہ مین آپکے فرزندان کرام ایک مناسب تدبیر سے آپ کی نعش خاک آگرہ سے نکال کر دار الاسلام لاہور مین لائے اور اپنے آبا و اجداد کے روضہ مین دفن کیا **مصرع** رخ خمار بادۂ دانش چنین بود ؀

یاد شیخ داؤد جہنی وال

آپ کا وطن عماد پور ہے - جو احمد آباد گجرات کا ایک کوچہ ہے - آپ کے چہوٹے بہائی شیخ خلیل کا بیان ہے - کہ پیشہ وری چہوڑنے کا اولین باعث یہ ہوا - کہ ایک روز آپ کے ساتھہ دوسرے ہم عمر اطفال ایک گلی مین کہیل رہے تہے - اُس گلی مین شیخ برہمن گوڈریہ کا گزر ہوا - آواز دی - کہ جس کسی کے پاس کچہہ ہو - اِس گدا کو دو - تمام لڑکے بہاگ گئے - آپنے دلیری کرکے ایک تانبے کا پیسا ہاتہہ پر رکہکر نہایت ادب کے ساتہہ پیش کیا - شیخ برہمن نے وہ پیسہ لے لیا - اور اپنے منہ کا لعاب اُس نوجوان کے منہ مین ڈالا - بس اسی مین ہوپنچ گیا - جو کچہہ نصیب مین تہا - اُس وقت سے خدا طلبی کی چنگاری دل کے صحن مین جا پڑی - دنیا پرستی کی عادت اور خیال کو اُس کا آئینہ بنایا - اور خدا شناسی کی شورش دماغ مین پیدا ہوئی - دنیاوی محبت کی رسم و عادت کو تہوڑا تہوڑا کم کرکے خدا شناسی مین زیادہ کیا - یہان تک نوبت پہونچی کہ اُس چنگاری مین شعلہ پیدا ہوا - اور شورش جنون سے جا ملی - جو ہندی اشعار عشق اور شیفتگی اور تجرید و توحید کی یاد دلاتے تہے - اُن کے پڑہنے - سنے - اور کہنے کا ہمیشہ ولولہ تہا اِس سبب سے آپ کا غریب خانہ کیا تہا - گویا سرود و سماع اور رقص و رقت کا معرکہ تہا - جب یہ شہرہ - فرمان رواے زمانہ

اکبر شاہ کے کان مین پہونچا۔ تو آپ کی ملاقات کی آرزو۔ روز بروز بڑھنے لگی۔ بیت۔

چو آید جلوۂ حسن از رہ گوش	زجان آرام بربا ید ز دل ہوش

ایک روز بادشاہ نے فرمایا۔ کون سے ایسے طریقے سے مین آپ کو طلب کرون۔ جو آپ کا دل آزار نہ مانے۔ ایک مزاج شناس کارپرداز نے عرض کیا۔ شاہنشاہی اقبال سے یہ مہم اس خوبصورتی سے سر کی جاسکتی ہے۔ کہ ہر وقت شگفتگی۔ آپ کی خاطر کے آس پاس ہی بنی رہے گی۔ فوراً حکم ہوا۔ کہ بہت جلد اپنے تئین آپ کی خدمت مین پہونچا کر قول کو فعل کے سانچہ مین ڈھال دکھاؤ۔ جب بھیجے ہوئے شخص نے آپ کے دیدار سے اپنی آنکھون کو منور کیا۔ تو دو روز تک ہمت سے آپ کے مزاج اور طبیعت کی جاسوسی کا کام لیکر آپ کی ہم زبانی کا طریقہ پہچانا۔ تیسرے روز آپ سے کہا۔ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ اس ملک سے چل کر راہ آگرہ۔ اختیار کرو۔ آپ بے تامل سیر و تماشا سمجھکر روانہ ہوئے۔ چند روز بعد دار الخلافہ مین آپہونچے۔ جب درویش کی تشریف آوری کی خبر۔ بادشاہ کے حضور مین ہوئی۔ تو بادشاہ نے شیخ ابو الفضل مبارک کو فرمایا۔ کہ آنے والے کی خدمت مین حاضر ہو۔ اگر تمہاری رائے ہوگی تو مین خود حاضر ہو کر ملاقات کرونگا۔ ورنہ درویش کو اپنے ہمراہ نہایت عزت و حرمت کے ساتھ۔ شاہنشاہی حضور مین لے آؤ۔ جب شیخ ابو الفضل درویش کی خدمت مین حاضر ہوئے۔ تو معرفت اور حقیقت کی باتین بہت کچھ ہوئین شیخ ابو الفضل نے دریافت کیا۔ آپ نے خدا کو کیسے پہچانا۔ جواب دیا۔ اللہ تعالیٰ **جل شانہ** کی ذات۔ شناخت کے درجہ سے ارفع اور اعلیٰ ہے۔ عرفان کا ہاتھ صرف مبادی صفات کے دامن تک پہونچ سکتا ہے۔ متاثر جس اثر کا ظہور۔ موثر کی طرف سے اپنے مین نہین پاتا ہے۔ اُسی کے مناسب کوئی اسم۔ اللہ تعالیٰ کی ذات **جلت عن الادراک** کے واسطے قرار دیتا ہے۔ اور اُسی اسم کے ساتھ دعوت اور عبادت کرتا ہے لیکن جس جگہہ اُس کی ہویّۃ ہی ہویّۃ ہے۔ وہان پر اسم اور مسمی دونون کا راستہ بند کر دیا گیا ہے ابو الفضل۔ اس کو تم اس طرح سمجھو۔ شیرین میوون کو شکر کے ساتھ تعبیر کرتے ہین۔ یہ بات یقینی ہے۔ کہ حقیقت مین اُن میوون کی نہ ذات شکر ہے۔ اور نہ نام شکر ہے۔ شیخ ابو الفضل نے گزارش کیا۔ سلطان کی خواہش یہ ہے۔ کہ مجکو سعادت ملازمت اسی جگہہ حاصل ہو۔ تو بہتر ہے جواب دیا جس شخص نے عزم کر کے تین سو کوس قدم فرسائی کی ہوگی۔ وہ شخص دیگر چند قدم ہی دریغ نہ کریگا

اور اپنی جگہہ سے اُٹھکر شیخ کے ہمراہ شاہنشاہ کے حضور مین چلے آئے - جب بادشاہ نے آپ کو دیکھا - تو درویش دوستی اور محبت کے مراسم نہایت شوق سے بجالایا - اور فرمایا - کوئی بات کیجے درویش نے جواب دیا - کوئی بات پوچھئے جس کا جواب دیا جاوے - پہر فرمایا جو گنج معرفت آپ کے پاس ہے - اس مین سے کچھہ ہم کو بہی دیجئے - اور اللہ تعالیٰ جل شانہ کے عطا کئے ہوئے جو خزانے ہم کو سپرد کئے گئے ہین - اُن مین سے کچھہ آپ طلب فرمائیے - درویش نے جواب دیا - کہ نہ مین کچھہ رکہتا ہون - جو آپ کو دون - اور نہ آپ کچھہ رکہتے ہین - جو مین طلب کرون - پہر چند روز دار السلطنۃ کا تماشا کرتے رہے - جب وطن کو واپس جاتے تہے تو راستہ چلتے چلتے قصبہ سانبہر مین پہونچے - جو ہندوستان کا نمک زار ہے - مقام اچہا معلوم ہوا - اسی جگہہ ٹہیر گئے - ہجری سنہ ایک ہزار بارہ مین اُخروی سفر کو روانہ ہوئے - خوابگاہ سانبہر - جو راجہ مان سنگہ کچھواہہ کے جاگیر مین قدیم الایام سے مقرر ہے راجہ مان سنگہ - اکبر شاہی بزرگ امرا مین سے ہین - جن کو شاہنشاہ کی عالی توجہ اور عنایت نے صوبہ مالوہ کے شرقی حصہ کا افیسر بنا دیا تہا - ایک لاکہہ سوار کی جاگیر ہے - **مصرع**

نگین با دنقش گفتار ش ؛

یا دمولانا خواجہ محمد باقی

آپ قاضی عبد السلام کے بیٹے - اور مولانا خواجگی آمکنگی کے مرید ہین - جو اصحاب ¹ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ کے استثنا مین داخل ہین - اور نیز جو ارباب ² عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا کی صفت سے موصوف ہین - ان کے زمرہ مین آپ داخل تہے - زادبوم کابل ہے - ماوراء النہر کے شہرون مین - کتابی علم تحصیل کرنے کے بعد ہندوستان کی ہوا - راہ غربت مین آپ کی قدم فرسائی کا باعث ہوئی - جب آپ دار السلطنۃ لاہور مین پہونچے - تو شیخ فرید بخاری اکبر شاہ کی بخشی بیگی - جو نہایت غریب دوست شخص تہے - انہون نے آپ کے روزینہ مصارف کی ذمہ داری اپنے اوپر لازم کرلی - یہان پر سابق برگزیدگان خدائی بارگاہ کے پُرانے تذکرے مطالعہ مین آئے - جس کے سبب سے سلوک کی شورش آپ کے باطن مین اُٹہہ کہڑی ہوئی - چنانچہ ان اطراف

---

¹ مگر ہان اُسی کی نجات ہوگی جو پاک دل لے کر خدا کے حضور مین حاضر ہوگا ۱۲ ² (خدای رحمن کے (خاص) بندے تو وہ ہین - جو زمین پر فروتنی کے ساتہہ چلین ۱۲ -

کے بزرگون کی خدمات مین چل پہر کر اپنے حوصلہ اور وقت کے موافق فروغ معرفت حاصل کیا۔ اور دوسرون سے پوشیدہ۔ نقشبندیہ نسبت پیدا کرنے مین بہت کچھہ مشق کی۔ بزرگوار خواجون کی پاک روحون نے معنوی امداد دیکر کرامت اور کرامت کے اوپر سعادت عطا فرمائی۔ یہان تک ہوا۔ کہ نقشبندیہ نسبت کے گرامی آثار نے آپ کے باطن کو سر سے پانون تک جکڑ بند کر لیا تہا۔ بالخصوص خواجہ بزرگ اور خواجہ احرار۔ آپ کی ہر ایک مشکل کو جو پیش آجاتی۔ فوراً حل کر دیا کرتے تہے۔ یہان تک کہ آپ کا سلوک اویسیہ طریقہ پر انجام کو پہونچا۔ مگر طریقہ کے مقاصد مین سے دو مسئلون کی تنقیح نہین ہوسکی۔ لراسمہ

از طفیل عشق آسان گشت ہر مشکل کہ بود	مشکلے کاسان نشد بر دل غم ہجران اوست

ہر چند توجہ کی گئی۔ لیکن مذکورہ بالا دونون مسئلے۔ حل نہین ہوئے۔ اِس نگرانی مین بے شمار مدت گزر گئی۔ بہر اس طور پر آگاہی دی گئی کہ ارباب طریقت کی عادت خاص کر اس طرح پر ہے۔ کہ بجسب ظاہر پیر سے بیعت کرتے ہین۔ اسی سبب سے یہ دو مسئلے لاینحل پڑے ہوئے ہین۔ شرط یہ ہے۔ کہ جو رہنما اس انقباض کو دریافت سے پہلے دور کر دیوے۔ اُسی کے دستِ قبول پر بیعت کے واسطے اپنا ہاتہہ رکہدینا چاہیئے۔ ناچار آپ ایسے انفسی و آفاقی رموز کے جاننے والے بزرگ کی ملازمت حاصل کرنے کے ارادہ پر چلے۔ اور ہند کے اکثر شہرون کو تلاش کے پانون سے کہوندا ما۔ لیکن کسی برگزیدہ بارگاہ سے حصول مطلب مین کامیابی نہین ہوئی۔ جب طلب کی پریشانی سے رہائی نہین ملی۔ تو ماوراء النہر کے سفر پر کمر باندہی۔ اور وہان پہونچکر بہی بہت سے بزرگون کی ملازمت کی کسی شخص سے معہودہ ضمیر شناسی کا ظہور نہین ہوا۔ اتفاقاً قصبہ اٰنکنہ مین گزر ہوا۔ یہان پر مولانا خواجگی کے سعادت دیدار سے آنکھون مین روشنی حاصل ہوئی۔ بدون اسکے کہ بات کی تمہید کی جاوے مولانا نے مذکورہ بالا دشواری واضح عبارت کے ساتہہ حل فرمائی۔ اُسی وقت مراسم بیعت بہی ادا ہوئے۔ چند روز خدمت مین رکہکر ہندوستان جانے کے واسطے اجازت دی۔ اور فرمایا۔ کہ ہندوستان مین ایک شاہباز تمہارے ہاتہہ لگے گا۔ جو ظاہر مین تو تم سے فیض پاوے گا۔ مگر باطن مین وہ تم کو منزل مقصود کی رہنمائی کرے گا۔ چنانچہ آج رات مین موعود واقعہ۔ اور اپنا طفیلی ہونا تم کو عالم خواب مین ظاہر ہو جاوے گا۔ کہتے ہین۔ اُسی رات آپنے عالم خواب مین دیکہا۔ کہ ایک طوطی ہاتہہ پر بیٹہی ہوئی ہے۔ اور آپ اپنے

منہ کالعاب اُس کی چونچ مین ڈالتے ہین - اور طوطی اپنی چونچ کا قند آپ کے دہن مبارک مین ڈالتی ہے - جب عالم بیداری مین بازگشت ہوئی - اور تعبیر کو نوید مذکور کے موافق پایا - تو آپ عرض کر کے راہی ہند ہوئے - چند مدت لاہور مین بسر کی - پہر دہلی کے ارادہ پر چل نکلے - جب شہر سرہند کی حدود مین پہونچے - تو آفتاب کی سی روشنی اس شہر کے گرداگرد پہیلی ہوئی دیکھی - یہ حال مشاہدہ کر کے کمال حیرت ہوئی - رجال الغیب مین سے ایک نے آواز دی - پیر بزرگوار نے جس مرد کی بشارت فرمائی ہے - وہ اسی سرزمین مین مشغول خدا پرستی ہے - لیکن ازلی فرمان کا مضمون یہ ہے - کہ اُس کو دہلی مقام پر آپ کی مصاحبت مین داخل کرینگے - اب مزید جستجو کرنے کی اجازت نہین ہے -

القصہ - آپنے کچہہ عرصہ دہلی مین رہ کر انتظار کیا - ناگاہ شیخ احمد کو حرمین شریفین کے طواف کا شوق پیدا ہوا - یہ شوق اُن کو پریشان کر کے وطن سے سفر مین کہینچ لایا - جب شہر دہلی مین پہونچے - اور خواجہ کی ملازمت حاصل ہوئی - تو خواجہ کو پہلے ہی دیدار مین معرفت کا چہرہ نظر آگیا - اور سمجہہ لیا - کہ شخص معہود یہی شخص ہے - اس مین شک نہین - کہ ایک ہفتہ کی صحبت مین ہی آنے والے کا کام انجام کو پہونچ گیا تھا - مگر اس اثنا مین مقیم کو ایک عزیز کے کار خیر کے لیئے قصبہ سنبہل کا سفر پیش آیا - مجبوراً واپس آنے تک شیخ احمد کو دہلی مین توقف کرنا پڑا - چند روز بعد جب خواجہ نے خانقاہ مین معاودت فرمائی اور کمال عروج کی حالت مین شیخ کا نظارہ کیا - تو از روے خواہش یہ فرمایا - وہ وقت آگیا ہے - کہ یہ وحدت کی شکر خا طوطی درویش کے منہ مین - ایک مصری کی ڈلی ڈال دیوے - چند مدت تک اسی طریقہ پر رازداری کی باتین گرما گرمی کے ساتہہ ہوتی رہین - ان واقعات کے بعد ایک محرم عزیز نے دریافت کیا - کہ حضرت خواجہ کے مشرب کا رنگ اس سے قبل کچہہ اور تھا - اور اب ان ایام مین بیان معارف کے متعلق جو کچہہ فرمایا جاتا ہے - وہ سابقہ روش کے بالکل برخلاف ہے - فرمایا - کہ توحید کوچہ تنگ تہا - اب شیخ احمد کی مصاحبت کی برکات سے ایک شاہراہ مل گئی ہے - امید ہے - کہ تمام حقیقت طلب حقیقی دوستون کو یہ شاہراہ نصیب ہوگی -

کہتے ہین - ہجری سنہ ایک ہزار بارہ مین خواجہ نے اپنی والدہ ماجدہ سے دریافت کیا - کہ فقیر کی عمر کے چالیس سال ہونے مین کس قدر باقی ہے - فرمایا - بارہ روز پوچہنے سے دو روز نہین گزرے تہے

کہ بیماری کا اثر عنصری ترکیب مین پیدا ہوا - جس روز کہ چالیسوان سال ختم ہوا - اُسی روز منزل قدس مین جا اُترے - خوابگاہ دہلی - آپ کے مرید صوفی محمد صدیق ہدائی تخلص تھے - انھون نے تاریخ رحلت اِن الفاظ مین نکالی ہے - ہادی شریعت بود - اور یہ تمام بیان صوفی کی تحریر سے نقل کیا گیا ہے -

وہو اعلم بحقیقۃ الحال فمنہ الیہ ما فی ہذا المقال -

مصرع گفت وگوئی طوطی من حرف اُستاد من ست

یاد شیخ دولت گجراتی

گمنامی و خاموشی آپ کے افعال کی پیشانی کے نقش تھے اور بیخودی و انکسار آپ کے حالات کے کف دست مین خطوط تھے - شیخ کبور مجذوب مداری گوالیاری کے آپ مرید ہین - اور شیخ کا جامجذوب سارنگ پوری کی ملازمت مین بھی پہونچ چکے ہین - شیخ بھکاری گوالیاری جو سارنگ پور مین مقیم تھے اُن کے منور باطن سے بہت کچھ حصہ آپ کو ملا تھا - آپ کا پانون پرکار کی طرح چکر مین ہی رہتا تھا - اِس سیاحی کی بدولت تمام سطح زمین آپنے ناپ ڈالا - اور جہان کا نشیب و فراز خوب دیکھا - ہجری سنہ نوسو ستاسی مین قصبہ دسور (مندسور) کے اندر آکر ایک حجرہ اختیار کرلیا - اور ہجری سنہ ایک ہزار بندرہ تک زندگی کی گودڑی جسم پر پہنے رہے - اور پہلو نشین دشمن (نفس) کے ساتھ لڑائی رکھی -

مصرع خدایش روی فیروزی نمایاد

یاد شیخ صدر جہان ابن ابوالفتح

آپ کا مولد موضع مواں ہے - جو مانک پور کے مضافات اور ہند کے شرقی حصہ مین ہے - ظاہری انجمن کی آرائش - آپ کی باطنی خلوت مین مانع نہین ہوئی - اور دنیا جیسی وسعت آبادی کی پیمایش نے آپ کی معنوی گوشہ نشینی مین ہرجہ نہین ڈالا - ہمیشہ ہنگامہ مین گوشہ گزین اور سیر و سیاحت مین چلہ نشین رہے - جب تک آپنے امانت حیات واپس سپرد نہین کی - تب تک آپ کے عیال و اطفال کی روزی مین حیث لا یحتسب ہ پہونچی - اہل جہان مین جو اسباب متعارف ہین - اُن مین سے کسی سبب کو کسی وقت آپنے خواہش کا ہاتھ نہین لگایا - باایمنہمہ جو کچھ خشک و تر - دوپہر کے وقت یا شام کے وقت نصیب ہوجاتا تھا کسی بینوا مہمان کو تقسیم کرنے کے بدون کام مین نہین لائے - اور اپنے وطن مین جہان کہین ہوکے کی خبر ملی - اُس کی غم خواری کو اپنی دلسوزی کے ذمہ لازمی سمجھا -

ایثار - (دوسرے کی منفعت اپنی مصلحت پر مقدم رکھنا) از خود رفتگی - اور خیر فراموشی کا شیوہ - آپ کی خاص عادت اور خمیر مین داخل تھا - ایک عجیب و غریب حالت - آپ کے وجدان کے ساتھ ساتھ رہتی تھی - راقم نے ہر چند فکر کی - زبان کو آراستہ - اور قلم کو روان کیا - لیکن ایسا حرف جو آپ کے سلوک سے آشنا ہو صفحہ پر تحریر نہ کر سکا - بیت

چہ بتایم بہ حسن زلف درویش	کہ حسن او ورای این و آن ست

آپ فرماتے تھے -

آغاز جوانی تھا - طواف حرمین شریفین کے واسطے شرفنا اللہ وایاکم بزیارتھما - جہان پیمائی کا شوق اپنے وطن سے دریا کے کنارہ کی طرف موکشان لے گیا - اتفاقاً اس سال دریا کے اندر ایسی شورش تھی - کہ کوئی جہاز اس بندر سے مقام مقصود کو نہین پہونچ سکا - خوف دہندہ بیماری بھی عارض ہوئی - جس نے درستی عزم مین تباہی پیدا کی اور سہولت دہندہ اسباب مفقود ہوئے - جو علامت ازلی اجازت کی ہے ان امور کے جمع ہونے سے معلوم ہوا - کہ اسسال غیب کی طرف سے رخصت نہین ہے ناکام لوٹکر ملک مالوہ مین آیا - اور قصبہ دہار مین گزر ہوا -

ایک تو زمین دہار کی تر و تازگی دامنگیر تھی - دوسرے بہت سے خداشناس بزرگ یہان پر مقبرون کے اندر آسودگی کے ساتھ سوئے ہوئے ہین - جیسے شیخ کمال مالوہ مولانا غیاث برادر مولانا مغیث جن کی آرامگاہ دریاے اُجین کے کنارہ ہے - شیخ عبد اللہ چنگال - اور شیخ جوہران صدر الذکر بزرگون کے کسی قدر حالات ہر ایک کی یادداشت مین لکھے بھی گئے ہین) - ان کی معیت نے مجکو جنبش نہین کرنے دی - یہ دونون باتین باقامت اور تاہل کا سبب ہوئین - القصہ شیخ معروف غریب اللہ کی خدمت مین آمد و رفت بہت زیادہ ہوئی - جس نے مجکو درویشی اور بینوائی کی روش سے آشنا کیا - اور استعداد کے موافق الٰہی تجلیات نے خودی سے کھو دیا - چند روز بعد شیخ معروف کو ازلی توفیق اور خاک گور کی کشش حرمین شریفین کی طرف کھینچ لے گئی - اور اُن کے لڑکے شیخ تاج الدین عنایۃ اللہ کی نسبت یہ راے قرار پائی کہ چونکہ شیخ تاج الدین خردسال ہین

لہذا ان کی پرورش میرے (شیخ صدر جہان کے) سپرد کرنی چاہیئے - اس سبب سے میری کوشش نے سفر مبارک کی رفاقت کا ثمرہ پیدا نہین کیا - اور خطاب مین مغلوب ہو بالآخر شیخ معروف مجکو اپنی خانقاہ مین جانشین کرکے روانہ ہوئے"

چنانچہ شیخ معروف کا تحت الذکر خط جو مکہ معظمہ سے شیخ صدر جہان کے نام آیا تھا - یہ بھی صدر الذکر مضمون کو ظاہر کرتا ہے -

محب جان یار دو جہانی بالصدق والایقان شیخ صدر جہان - معروف غریب اللہ کی طرف سے عارفانہ دعا اور سلام قبول فرماکر خدا کرے - ہمیشہ خیر کے ساتھ مع العشق والعرفان رہین - والسلام بالسد - ایک دم اور ایک قدم بھی آپ کے بدون نہین گزرتا ہے - اگرچہ بظاہر مصاحبت اور قربت سے جدائی ہے - لیکن معنیً ہمیشہ اس طریق عظمیٰ مین رفاقت بنی ہوئی ہے - مدعاے ضروری یہ ہے - کہ فرزند ارجمند شیخ تاج الدین عطاء اللہ کو مینے آپ کی سپردگی مین دیا ہے - اور آپ کو اپنی جگہہ چھوڑ آیا ہون - جو شخص میری طرف ارادت لیکر آوے - اُس کو بیعت اور حق سبحانہ تعالیٰ کی رو نمائی کرنا - اور با بشارت خلافت نامہ - عالی مقام البیت الحرام سے روانہ کیا گیا ہے - مشایخ رحمہم اللہ تعالیٰ کے طریق مین ثابت قدم رہنا - اس حج و عمرہ کا ثواب آپ کو اُس مقدار سے زیادہ نصیب ہوگا - کہ جس قدر ہمراہیون نے پایا ہے - والسلام -

جب آپ کے پاس خبر آئی - کہ شیخ معروف کی خاک پاک مدینہ منورہ مین مدفون ہوگئی - نیز اُس جگہہ اُن کے فرزند رشید کو بھی علمی کتابون کے پڑھنے کی استعداد ہو چلی - تو شیخ صدر جہان کی نیازمندی جو معنوی رہنما کے ساتھ تھی - جوش مین آئی - جست و جو کے راستہ مین قدم رکھنا تیزی کے ساتھ شروع کیا - تقدیری سعادت کا جذبہ آپ کو مسیح الاولیا کی خدمت مین لے پہونچا - قصہ کوتاہ - تھوڑے عرصہ مین نایافت کے درد کا مسیح الاولیا کی ہادیانہ تلقین سے علاج ہوگیا - اس کے بعد جب تک کالبد کے عنصر آباد سے آپ کی رحلت نہین ہوئی - تب تک ہر سال اپنے وطن سے ایک دفعہ مسیح الاولیا کی خدمت مین برہان پور جاتے رہے - برہان پور وطن سے ساٹھہ کوس دور ہے - وہان پر ایک اعتکاف کرکے بازگشت فرمایا کرتے تھے - آپ کی تاریخ رحلت سترہوین ربیع الاول ہجری سنہ ایک ہزار چودہ ہے

آپ کے وطن سے جو راستہ برہان پور کو جاتا ہے - منڈو (مانڈو) اُس راستہ کے عین خط پر واقع ہے اور راقم کا اقامت کدہ ہے - آپ جب اس طرف سے اور نیز اُس طرف سے جاتے آتے تھے - تو چند روز اِس عبرت افزا شہر مین بھی ٹہیرا کرتے تھے - اور نیز بدون اِس سلسلہ آمد و رفت کے بھی راقم کی دوستی اور آرزو کا لحاظ کر کے سال مین دو - تین دفعہ اپنے سعادت بخش قدوم سے غریب خانہ کو منور فرمایا کرتے تھے - اور رازداری کی باتین کرنے مین باہم ایک کے حالات دوسرے کو معلوم ہوجایا کرتے تھے - نیز ایک دوسرے کے عیب و ہنر پر بہت کچھہ تنبہ کرنے والی نگاہین پڑجایا کرتی تھین - آپ کی مصاحبت کا مزہ بس ذوق ہی پاتا ہے - گویائی مین نہین آسکتا - جس کو زبان حوالہ قلم اور قلم حوالہ کاغذ کرے -

یاد شیخ حمید تپا

آپ کے پیر ارادت شیخ نظام نارنولی ہین - آپ کی چشم ہمت مین زمانہ کا قیمت پانے والا نقد و جنس - کچھہ قدر نہین رکہتا تھا - آپ کا ہاتھ اموال کے حق مین - گویا چھلنی تہا - اسی دم دو حصہ اِس طرح کر دیتا تہا - ادہر لینا - اور ادہر بخشنا کمال چابک دستی سے ایک چیز کو پلک مارنے مین ایک ملک سے دوسری ملک مین پہونچا دیتے تھے - توقف کو داد و دہش کے مقام پر ننگ جوانمردی - اور نشان دلبستگی سمجھتے تھے - جب جذبہ پیدا ہوا - تو دار السلطنۃ آگرہ مین آکر ایک درخت کے نیچے نشستگاہ اختیار کر لی تہی - چند روز بعد اُس درخت کی شاخین - چارون طرف سے ایسی بڑھین - کہ آفتاب کی دہوپ آپ تک نہین پہونچتی تہی - ہمیشہ اپنے سامنے ایک بڑی اونچی آگ مشتعل رکھتے تھے - اس سبب سے ہند کی زبان مین آپ کو تپا کہتے ہین - ہجری سنہ ایک ہزار انیس تہا - کہ عنصری پیکر کا آتش خانہ ترک کر کے - جاوید بہار باغ کی سیر کے واسطے روانہ ہوئے -

مصرع رخت ہستی آتش افروز شائے عشق باد

یاد شیخ امین ابن احمد نہروالہ

آپ علوم متداولہ کو اچھی طرح جانتے تھے - مولانا محمد طاہر محدث نہروالہ کے بزرگ شاگردون مین سے ہین - ہجری سنہ نوسو تراسی مین گجرات سے مالوہ کی طرف تشریف لائے تھے - ایک سال سے کچھہ زیادہ دار الفقر منڈو (مانڈو) مین رہے - بعدہٗ اُجین کی طرف چلے آئے - یہان پر شیخ راجے محمد

قادری شیخ عبدالغفور۔ شیخ الاسلام شیخ جمال ابن احمد۔ قاضی بابا خواجہ میان کالے میان امین ماوی اور نیز اس سرزمین کے دیگر مشائخ کی مصاحبت ہوئی۔ **نفعنا اللہ وجمیع الطالبین برکاتہم** یہ مصاحبت کچھہ ایسی دل چسپ معلوم ہوئی۔ کہ جہان گردی کی ہوا۔ اور گھر کی تجویز کی فکر دل سے نکل کر اُجین کی اقامت کا سبب ہوئی۔ اس یادداشت کی نگارش کا آغاز ہجری سنہ ایک ہزار چودہ سے ہوا ہے۔ اس سال تک آپ زندگانی کی مسند پر بیٹھے رہے۔ اور درس دیتے رہے ہمیشہ وضو آب روان سے کیا کرتے تھے۔ بارش کی کثرت۔ تمازت آفتاب کی شدت۔ سرما کی فراوانی۔ اور گھر سے ندی کا دور ہونا ان چیزون مین سے کوئی چیز آپ کو مانع نہین ہوتی تھی۔ قاضی عبدالعزیز۔ ابن شیخ عبدالکریم۔ ابن شیخ راجی محمد قادری برہان پورین ظاہری اور معنوی کمالات سے آراستہ اور پیراستہ تھے۔ آپ ان کے دیدار کے واسطے ہجری سنہ ایک ہزار سترہ مین برہان پور کو گئے تھے۔ اتفاق سے چونکہ آپ کی خاکِ پاک وہین کی تھی اسواسطے تاریخ یکم ربیع الاول سنہ مذکور کو اُسی جگہہ سپردِ خاک کردئے گئے۔

مصرع چون امین بود شد ظلوم وجہول ؎

یاد شیخ محمود ابن سید ملک

آپ کی زادبوم قلعہ سورت ہے۔ جو دارالملک گجرات کے بندرون مین سے ایک بندر ہے۔ ہجری سنہ نو سو اسی مین اپنے وطن سے بتلاش پیر جہان پیمائی کا آغاز کیا۔ چند روز سید احمد بخاری کی خدمت مین دل نہاد ہوکر رہے۔ اور آرزوے ارادت ظاہر کی۔ سید احمد بخاری نے مراقبہ اور تامل کے بعد جواب دیا۔ تمہارا نام میرے یارون کے دفتر مین نہین ہے۔ لیکن صبر کرنا چاہیئے۔ مین جس کی طرف اشارہ کرون۔ اُسی سے تم ارادت لانا۔ یہان سے آپ چلے۔ اور اثناے سیاحت مین دولت آباد دکن کے قلعہ پر گزر ہوا۔ اور یہان پر آپ باجازت سید احمد بخاری۔ شیخ عبداللطیف سجاد رکے مرید ہوئے۔ شیخ عبداللطیف چند واسطہ سے سلطان برہان الدین غریب قدس سرہٗ کو پہونچتے ہین۔ آپ کو پیر کی خدمت مین رہنے کی توفیق نہین ہوئی خوشی کے ساتھہ سفر کی اجازت لی۔ اور مالوہ کے راستہ سے نارنول کو گئے۔ وہان پر قطب الاولیا شیخ نظام نارنولی کی ملازمت حاصل کی۔ اور شیخ جمال کو بھی دیکھا۔ خلاصہ یہ ہے۔ کہ ہر ایک مقام کے زندہ دلون اور مدفونون کے آستانون پر ناک رگڑی۔ اور فروغ باطن چاہا۔ قلعہ منڈو (مانڈو) کے پائین مین دو کوس کے فاصلہ پر ایک قصبہ نعلچہ نام ہے۔ اُس قصبہ کے اطراف مین

ہجری سنہ نوسو چھیاسی تھا۔ کہ دالان اور مسجد کی بنیاد رکھی۔ اونیس سال سے برابر آج تک آپ سرراہ سردپانی سے بھرے ہوئے گھڑے موجود رکھتے ہین۔ اور آنے جانے والون کو اُن مین سے پانی پلاکر تازگی بخشتے ہین۔ حرص سے اور آزادہی سے آزاد زندگی بسر کرتے ہین۔ اور طبیعت کو ہوس سے دور رکھتے ہین۔ فرماتے تھے۔ ایک روز ایک شخص ایک تیتر ذبح کرکے درویش کے کھانے کے واسطے پکالایا۔ ہونہی لقمہ کی لذت ایسی ملی کہ ہوس نے بیدار ہوکر یہ بات دل مین جمائی۔ کہ کبھی پھر ہی تیتر کا شوربا کھانا چاہیے پھر یہ خیال آیا۔ کہ ذبح کون کریگا۔ خود ہی مینے کہا کہ فلان شخص ذبح کرہوے گا۔ فوراً سمجھ مین آیا۔ کہ نفس چاہتا تھا لذت کا فریب دیکر۔ دل کو ہوس کے جال مین پھنسا دے۔ اس کشاکش سے پشیمان ہوا۔ غیب سے ندا آئی۔ کہ زندہ کو بیجان کرنا۔ اور اپنے تن کو پالنا۔ درویشون کا طریقہ نہین ہے۔ بس وہی فرہ دال چاول کے پانی کا پسند آیا۔ مین گہری خواب غفلت سے بیدار ہوا۔ اور وہ کھانا دوسرے کو دیدیا۔ خشک روٹی کھاکر بھوک کو رخصت کیا۔

سال کے اندر ایک دو مرتبہ منڈو (مانڈو) کے قلعہ مین آتے تھے۔ اور اپنے مبارک قدوم سے راقم گلزار کے مکان کو منور فرمایا کرتے تھے۔ ہجری سنہ ایک ہزار انیس مین ظاہری بیماری کو ترک کرکے قصبہ نعلچہ کے میدان مین ابدی خوابگاہ اختیار کی۔ مصرع ظل رحمت برسرش ممدود باد۔

یادبھائی اسحٰق حضور

آپ۔ حافظ اسمٰعیل سندہی کے لڑکے ہین۔ جوانی کا کسی قدر زمانہ سپاہگری مین گزارا۔ جب تیس ۳۰ سال کی عمر ہوئی۔ تو آتھی جذبہ بیدا ہوا۔ یہ جذبہ ہستی کا سامان۔ درویشی کی منزل مین کھینچ لایا۔ اور بنیوائی کا آشنا بنایا۔ متفرق طور پر جابجا سے قرآنی سورتین اور آیتین یاد تہین۔ اُن کو ہمیشہ حزین آواز کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ اور سننے والے کو ہلا دیتے تھے۔ اور جہان کہین پنجگانہ اوقات نماز مین سے کوئی وقت آجاتا تھا۔ وہین بلند آواز سے اذان دیا کرتے تھے۔ مسجد اور بت خانہ مین کوئی تفاوت نہین کرتے تھے۔ قصبہ ھیسر مین شیخ عبداللہ چشتی قدس سرہ کے روضہ کی چہار دیواری کے اندر رہا کرتے تھے۔ ہجری سنہ ایک ہزار بارہ کے ذی حجہ مہینے مین راقم کے یہان برخوردار شیخ عبدالاول زاد عمرہ کی شادی کا آغاز تھا۔ شہر منڈو (مانڈو) کے اطراف کے قصبات اور مواضع سے بہت سے دہست اور درویش۔ مہمانخانہ مین تشریف لائے تھے۔ طبیعت بڑے بڑے

کامون مین مشغول تہی - اس وجہ سے آپ کا بلانا بہول گیا - لیکن نگرانی دل مین ضرور تہی - جس کا سبب ظاہرا نظر نہین آتا تہا - کہ مبادا دوستون مین طلبی سے کوئی صاحب باقی نہ رہ گئے ہون - آپ کے دل مین وہی سابقہ دوستی کا خیال آیا - اور بے تکلف اپنے مکان سے چلکر ایک گلدستہ تہنیت کے طور پر ساتہ لیتے آئے - مجلس شادی کو رونق بخشی - فرمایا - جس کی طلب دل کے اندر کہٹکتی تہی - وہ اسحق ہے - کم وبیش تین مہینے مہمان رہے - ایک روز بدون رخصت ہوئے - اپنے گہر کو چلے گئے - سید شاہ محمد ولد سید ہبتہ اللہ بہیسری سے روایت ہے - آپ کا مرض الموت مرض اسہال تہا جب ہاتہ پانون کی طاقت سفر کر گئی - تو تنہائی سے دل تنگ ہو کر اپنا حجرہ چہوڑ دیا تہا - اور راوی کے مکان پر چلے آئے تہے - بعدہ چند روز تک دانہ پانی سے حلق کو آشنا نہ کرکے ہجری سنہ ایک ہزار چودہ کے رمضان مہینے مین حقیقی محبوب کی دیدار سے روزہ افطار کیا - مصرع شام افطارش بہ صبح وصل باد

یاد شیخ محمد حی برہنہ

آپ کی زاد بوم احمد آباد گجرات ہے - شیخ صدر الدین ذاکر کے فارغ البال صوفیون مین سے ہین آپ کا سلوک جذبہ کے ساتہ ملا ہوا تہا - لیکن آپ کے اکثر حالت جذبہ مین گزرا کرتی تہی - زیادہ تعجب کی یہ بات ہے - کہ آپ کے فرض نماز اور روزہ کے تمام اوقات - درنگ اور تعطیل کی غارت گری سے ازلی حفاظت مین محفوظ رہتے تہے - آپ کے پیر بزرگوار حضرت غوث الاولیا کے روضہ مقدس کے طواف کے واسطے - ہجری سنہ نوسو تراسی مین برودرہ (بڑودہ) گجرات سے گوالیار کو گئے تہے - اُس وقت آپنے پیر کی خدمت سے رخصت ہو کر شیخ حبیب شطاری کے ہمراہ - مالوہ کے راستہ سے اپنے وطن کو معاودت کی شیخ حبیب شطاری - حضرت غوث الاولیا کے بزرگ خلیفہ ہین - اس سلسلہ مین آپ کا گزر منڈو (مانڈو) پر بہی ہوا تہا - جو راقم کی زاد بوم ہے - چند روز باہم ایک دوسرے کی صحبت غنیمت شمار کی گئی - جب آپ اپنے وطن مین پہونچے - تو تہوڑے ہی روز کے اندر آپ کی زندگانی کا آفتاب واپسین نفس کی اُفق مین غروب ہو گیا - جس گفت وگو سے کہ ایک شمہ انانیت یا علامت ہستی پائی جاوے ایسے مضمون سے آپ کی زبان روزمرہ کے محاورون مین بہی قطعی آشنا نہ تہی - ہمیشہ اپنے عرفی اور عرفانی مقاصد کو موحدانہ عبارت

سے بیان کیا کرتے تھے۔ سخت افسوس ہے۔ کہ اِس روزمرہ روش کی خصوصیات تحریر کے ذریعہ سے ادا نہیں ہوسکتی ہیں۔ اور تقریر کا عصا ان خصوصیات کو دل سے باہر نہیں کھینچ لا سکتا ہے۔ ورنہ آشناؤں کے کانوں کو اُس لذت میں شریک کرلیتا۔ جو ابھی تک فقیر کا دل۔ آپ کی دل آویز تقریر کے اثر سے لے رہا ہے۔ واہ عجب تعبیر اور تصویر کی نارسائی ہے۔

یاد شیخ عبدالواحد تارک الماء

آپ کے باپ کا نام شیخ محمد ہے۔ جو تحت الذکر چار واسطہ سے شیخ وجیہہ الدین یوسف چندیری کو پہونچتی ہیں۔ یعنی شیخ عبدالکریم۔ شیخ ابراہیم شیخ نعمت اللہ۔ شیخ سالار۔ پدر بزرگوار نے آپ کو خواجہ حسین چشتی اجمیری کا مرید کرا دیا تھا جب آپ کا زمانہ ہوش آیا۔ تو کسی قدر علم آپنے شیخ محمد کی شاگردی سے تحصیل کیا۔ جو میر عبدالاول شیرازی کے شاگرد تھے۔ اور پھر چند روز بعد شیخ عبداللہ صوفی شطاری اکبر آبادی اور شیخ مبارک دانشمند گوالیاری کی ملازمت میں پہونچکر شطاری طریقہ پر تلقین طریقت لی۔ صدر الذکر دونوں اصحاب حضرت غوث الاولیا قدس سرہ کے بزرگ خلفا میں سے ہیں۔ آپ کو دونوں سلسلوں کے خلعت خلافت سے سرفرازی ہوئی اور اگرچہ آخرالذکر شیخ کے درس سے آپ کو تمام علوم کے کمالات حاصل ہوچکے تھے۔ لیکن اس زمانہ میں تمام علوم سے درگذر کر صرف نقہ اور تکسیر کے علم میں منہمک تھے ہجری سنہ ایک ہزار چودہ کے آخری حصہ میں راقم بھی دسور (مندسور) مقام پر آپ کی خدمت میں پہونچا تھا ایک رات رازداری کی باتیں ہوئیں۔ بہت سی پرمعانی باتیں دونوں طرف سے کہی سنی گئیں۔ اس درمیان میں آپنے فرمایا۔ جب میری عمر تیس سال کی تھی۔ اُس زمانہ میں دو تین سال تک مجکو جذبہ رہا تھا۔ اب کہ آپ ستر کے قریب ہوگئے ہیں۔ ابھی تک اُسی ازخود رفتگی۔ جنون۔ بے تعینی۔ اور بیخودی کا رنگ آپ کی پیشانی اور کاروبار سے عیاں ہے مصرع آب حیوان رالبسان بادہ میداند حرام؛ کم وبیش ستائیس برس تک آپنے پانی قطعی نہیں پیا۔ خواہ کیسا ہی سخت آب طلب کھانا معدہ میں پہونچا۔ ہجری سنہ ایک ہزار سترہ میں آپنے آب وخاک کی اس سرا سے جان پاک کے جہان کو جا کر سیر فرمائی۔

مصرع خشک لب سیراب دیدہ زندگانی کرد ورفت؛

یاد شیخ بڈھا

آپ کا نام عبداللہ ہے۔ حضرت غوث الاولیا کے فرزند رشید اور سجادہ نشین ہیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ

حضرت گنجشکر کی پاک نسل سے ہیں۔ کُنتُ کَنزاً مَخفِیاً کی رموزدانی کی عبا۔ اور وَاِن مِّن شَیءٍ اِلّا
عِندَنَا خَزَائِنُہٗ کی قبا آپ کے زیب بدن تھی۔ دنیا اور آخرت کی سعادت مندی۔ آپ کے دامن ہمت
پر سنجاف تھی۔ اور آپ کی نسبت کی آستین پر ذاتی شرافت کا ٹپہ لگا ہوا تھا۔ وجیہ الملۃ احمد آبادی۔ اور
مولانا مبارک دانش مند گوالیاری کی شاگردی سے بہت سے رسمی علوم کا سرمایہ آپ کی جیب مین فراہم ہوگیا تھا
اور نیز اُستادی کے درجہ کو پہونچے تھے۔ تمام فنون مین درس دیکر آپنے طلبا کی استعداد کے موافق فیض اور
فائدہ پہونچایا تھا۔ جب حضرت غوث الاولیا عالم قدس کو روانہ ہوئے۔ تو آپ نے پدر بزرگوار کی مسند رہنمائی کو
اپنے جلوس سے رونق بخشی۔ اُس زمانہ مین شہنشاہ زمان اکبر شاہ کو یہ منظور ہوا۔ کہ روضہ غوثیہ کی عمارت
دولت کی طرف سے تیار کی جاوے۔ شیخ بدھانے عرض کیا۔ کہ یہ خدمت اپنے فقیرزادہ کو سپرد فرمائی جاوے
تو اچھا ہے۔ تاکہ شاہنشاہی بارگاہ سے جو کچھ میرے نام مقرر ہو۔ اُس مین سے درویشانہ معاش
کے موافق صرفہ معاش مین اُٹھا کر باقی جو کچھ بچے۔ حظیرہ کی تعمیر کے مصالح مین صرف کرون۔ اور اسپر بھی
اگر کچھ ضرورت باقی رہے۔ تو حضور خسروی سے مدد دون۔ بادشاہ انصاف پسند اور ہمت آفرین تھا۔ اُسنے
آپ کی ہمت کی داد دیکر بہت کچھ عنایتین اور التفات فرمایا۔ چونکہ شہنشاہ کو یہ منظور نہ تھا۔ کہ آپ گوشہ نشین۔
درویش ہوکر رہین۔ لہٰذا حکم دیا۔ کہ مخدوم زادہ چند روز بسبب ظاہر کمر مین تلوار باندھ کر اولیاے دولت مین شامل
رہین۔ تاکہ آپ کی باطنی توجہ پر ظاہری امداد اضافہ ہوکر۔ یہ دونون امدادین شاید حضرت غوث الاولیا کی
باطنی پرورش کے ثمرات کی برابر ہو جاوین۔ اور سب جگہ۔ اور ہر حال مین آپ کی ہمراہی میرے قلبی سکون کا باعث
ہوکر مجکو شاد کام اور کامیاب کرے۔

القصہ چونکہ دو امرون کے درمیان مین تعارض کی ادنیٰ شرط۔ مساوات مانی گئی ہے۔ اِس
بنیاد پر اگرچہ اختیار دنیا کے تمام باعث بوجہ معارضت (بارح ہوتے) موانع کے درجہ اعتبار سے
ساقط تھے۔ مگر فقدان شرط کے سبب سے موانع موجودہ معارض نہین ہوسکتے تھے۔ اسواسطے یہ باعث
اختیار دنیا۔ جس کے آثار۔ سپاہگری کا قبول کرنا ہے۔ وقوع پذیر ہوا۔ یعنی آپنے منصب عالی کے
ساتھ سرفرازی پائی۔ اور چالیس سال تک صورت مین سپاہی اور معنی مین درویش رہے۔ کہتے ہین
جب شہنشاہ زمانہ اکبر شاہ نے آپ کو وکالت کے نام سے میرزا شاہرخ کے پاس بدخشان کو روانہ
فرمایا تھا۔ تو میرزا نے ایک منزل کی مسافت سے آپ کا استقبال کیا۔ اپنے دولت خانہ پر کمال عزت دا

اکرام کے ساتھ لے گیا۔ اور شاہانہ مہمانداری کی۔ اس ملک کے امرا اور علما۔ آپ کی سپاہیانہ شکل۔ اور سبزا کی اس قدر تواضع و تعظیم کو دیکھکر حیرت اور تعجب مین ہوئے۔ اور آپ کے حوصلہ کی آزمائش کے واسطے علمی گفت وگو کے پھندون سے مشکلات علوم کا جال بناکر پھیلایا بالآخر جب بات کی نوبت آپ تک پہونچی۔ تو پھیلائے ہوئے جال کو آپنے ایک ہی اڑان مین توڑ تاڑ کر درہم برہم کردیا۔ اس واقعہ سے آپ کی شاہبازی کی حقیقت ارباب امتحان پر روز روشن کی طرح ظاہر ہوگئی۔ اور اس نواح کے طلبا نے جیسی جیسی فرصت پائی۔ آپ کی خدمت سے مختلف فنون کا استفادہ کیا۔

خلاصہ کلام یہ ہے۔ کہ جب ملک وملت کا تخت وتاج ہجری سنہ ایک ہزار چودہ مین جہانگیر شاہی جلوس سے زینت یاب ہوا۔ تو نشاط۔ کامرانی۔ خواہش پذیری۔ اور آرزو شکنی کا ہنگامہ گرم ہوا۔ اور آپ کو سپاہگری کے منافی جو پیری ہے اُس نے آگھیرا۔ ترک اور تجرید کا شوق آپ کی جبلی بات تھی اس کو ترقی ہوئی۔ لہذا آپنے اپنی ناتوانی کو شفیع بناکر حضور شاہی مین التماس کیا۔ کہ زندگانی کے دن مین نماز عصر کا وقت آگیا۔ اگر سلطانی اجازت دستگیری فرماوے۔ تو مین اپنی صورت کو معنی کے ہم رنگ بناون اور یک رنگی و یک جہتی کے ساتھ۔ اپنی عمر کی نماز مغرب ادا کرون۔ آپنے مشایخ کے طریقہ پر دو تین گھڑی گوشہ نشینی کو غنیمت سمجھون۔ اور ایک دلی اور یکتائی کے ساتھ دنیا سے نکل جاؤن۔ تاکہ سابقہ عمر کا تدارک اور تلافی کرسکون۔ کیونکہ **العبرۃ للخواتیم** واقع ہے شہنشاہ نے آپ کی حقیقت نما رائے کی آفرین کی۔ اور التماس کو شرف قبول بخشا۔ سال جلوس کے آغاز سے ہجری سنہ ایک ہزار اکیس تک کہ یہی سال رحلت ہے۔ آپ حسب اجازت سلطانی اپنے وطن مین فارغ البال۔ عبادت ذوالجلال کے اندر مشغول رہے۔ اور اپنے پدر بزرگوار کے مرقد مبارک کی مجاورت سے عزت حاصل کی۔ شیخ ظہور الدین محمود جلال شطاری کے خلیفہ شیخ داؤد جو ارباب طریقت مین نظر کے قابل ہین روایت کرتے ہین۔ کہ آپنے رحلت سے چھ مہینے پہلے تمام ماکولات اور مشروبات کو ترک کردیا تھا۔ صرف ایک کٹورہ پانی پی کر وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا لَّا يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوا خَالِدِينَ[1] کی تصدیق فرماتے تھے۔ جب تاریخ اٹھارہوین محرم سنہ مذکور اور شب بعد آئی۔ تو حاضرین

[1] اور ہم نے اُن کے ایسے جثّے نہین بنائے تھے۔ کہ کھانا نہ کھاتے ہون۔ اور نہ وہ لوگ (دنیا مین) ہمیشہ رہنے والے ہی تھے ۱۲۔

خدمت کو رخصت کر کے عالم محسوس سے ملک معقول کو روانہ ہوئے - اور حضرت غوث الاولیا کی نورانی آسایش گاہ کے پہلو مین خوابگاہ اختیار کی - آپ کی معنوی درویشی کا یہ بڑا شاہد عدل ہے - کہ آخری سفر کے بعد آپ کا نقد متروکہ تجہیز و تکفین کو کافی نہین ہوا - اور متاع - اساس البیت اور آبادی کے مکان کی قیمت میزان قرض کی برابر نہین آئی جو آپ کے ذمہ تھا - حال آنکہ چند سال آباد سرکارین اور معمور پرگنات بھی آپ کی جاگیر مین رہے - ہمیشہ فرمایا کرتے تھے - کہ حقیقی نقر والہ کا دل صاف ہوتا ہے اور معنوی تجرید والہ کا ہاتھ چلنی کا حکم رکھتا ہے - اگر بالفرض مشرق و مغرب کی سلطنت کی دستگاہ اُس کو مل جاوے - تب ہی وہ ظاہری تعلقات مین مبتلا نہ ہو - اسی بنیاد پر کہا ہے - جس کسی نے کہا ہے

مصرع گدا اگر ہمہ عالم بدو دہند گداست -

یاد شیخ نور محمد خلیل جانپانیری

آپ بوہرہ قوم مین سے ہین - مدت ساٹھ سال تک خوردہ فروشی کی بساط سے قناعت - توکل - اور رضا یہ قضا کے ساتھ نعمت حاصل کرتے رہے بازار نشینی کے شیوہ کو اپنے مقام خلوت در انجمن کے چہرہ کا نقاب بنا رکھتے تھے جب حضرت غوث الاولیا نے گوالیار سے ہجرت فرما کر اپنا جہان افروز جمال گجرات نشینون کو دکھایا - تو ایک روز بازار جانپانیر کے راستہ مین حضرت غوث الاولیا کی کیمیا اثر نگاہ شیخ کے استغراق پر جا پڑی - فرمایا - اے شیخ - کہان تک فطری نور مخفی رکھو گے - بہت مدت ہوئی ہے کہ لوح محفوظ سے تمہارا خطاب شیخ نور الله ہو گیا ہے - یہ کہکر حضرت غوث الاولیا نے آپ کا ہاتھ اپنے ولایت بخش ہاتھ سے پکڑ کر دوکان سے اُٹھا لیا - اور وہ دوکان کو فقرا پر لٹا کر - آپ کو خانقاہ مین لے آئے - اسی وقت خلعت خلافت پہنا کر رہنمائی اور شیخوخت کی مسند پر بٹھایا - پھر اخیر زندگانی تک آپ سوائے عزم مسجد کے حجرہ سے باہر نہین نکلے - اور اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ[1] کا منظر بن گئے - خوابگاہ احمد آباد -

تمہید عذر گزاری

چونکہ کتاب گلزار ابرار - طوالت سے مطلق خالی - اور اختصار سے بالکل مالا مال - چار چمن

[1] اللہ ہی کے نور سے آسمان اور زمین کی روشنی ہے - ۲۰

کی چار چھوٹی طنابوں مین بندھی ہوئی ہے - اس سبب سے بہت سے دانش و بینش والے اصحاب کے حالات کے سبزہ زار کو تفصیل نگار قلم کے سینچنے سے نہین - بلکہ مجمل نویس قلم کی ہواداری سے ہی سرسبز نہ کر سکا - اور اس نہ لکھہ سکنے کی خلش ہمیشہ دل کے اندر خراش پیدا کرتی رہتی - اگرا پنے اپنے وقت کے تذکرہ نویسون نے صدر الذکر اصحاب کے بابرکت حالات لکھنے سے کدورت خاطر کی جھاڑ پونچھہ کر کے صفائی نہ بخشی ہوتی - باایںہمہ دل اور جان کو تسلی اور تسکین نہین ہوئی - ناچار ہرایک ملک کے چند اصحاب جو اس چار چمن کی انجمن مین رونق بخش نہین ہوئے تھے - اُن کے نام آخر مین لکھا جس طرح فرمانون کو تمام کرنے کے بعد مہر اور سکہ سے مزین اور مسجل کرتے ہین - اسی طرح راقم نے بھی اس رسالہ کو مکمل اور مرتب کیا بیت

تام ہر یک کہ درد خانۂ ماست	رونق خانقاہ نامۂ ماست

یاد شیخ ابوالفتح دھلوی

آپ - سید محمد گیسو دراز کے خلیفہ ہین - آپ کے مراتب اور مقامات نہایت عالی تھے - گلبرگہ شہر سے باجازت پیر بزرگوار گجرات مین تشریف لائے - بہت سے اصحاب معرفت کے کمالات آپ کی رہنمائی کی بدولت - قوہ سے فعل مین آئے - جیسے (۱) شیخ علی خطیب احمد آبادی - اور (۲) شیخ سراج الدین - شروع شروع مین یہ دونون صاحب - سلطان السادات قطب عالم بخاری کے مرید تھے - مگر اخیر مین شیخ ابوالفتح کی صحبت سے فیض پایا - (۳) شیخ محمد پیارا - ان کی پرورش سید محمد گیسو دراز نے اپنے عزیز پوتے شاہ ید اللہ حسینی کے حوالہ فرمائی تھی - خرق عادات مین اِن کو پورا کمال تھا اور (۴) شاہ جلال گجراتی - جو شیخ منکن کے پیر تھے - اور جو سنبھل کے ملادہ مین مدفون ہین - یہ چارون اصحاب آپ کے مرید تھے -

یاد مولانا مسعود بیگ

آپ - ترکان عراق و تبریز کی قوم مین سے ہین - کہتے ہین - آپ کے ہاتھہ مین معرفت کا میوہ کتابی علم کے باغیچہ مین کمال کی شاخ سے آیا تھا - لیکن صحیح روایت یہ ہے - کہ مسعود بیگ - شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی کے مرید ہین - ترکمانی تھے - سپاہیانہ وضع تھی - ظاہری علم اور فضیلت کی تحصیل سے کوئی حصہ نہین ملا تھا - چراغ دہلی کی خدمت سے آپ کی دانش و بینش کی شمع روشن ہوئی تھی

اور آپ کاملون کے درجہ پر پہونچے - بہت سے رسالے عربی اور فارسی زبان مین آپ کی طرف منسوب ہین - آپ کی تصنیفات جو زیادہ تر مشہور ہین مراۃ العارفین - اور غزلون کا دیوان ہے - جس کو آپنے پیر تبریزی کی طرز پر فراہم کیا ہے -

(۱) شیخ شہاب الدین لکھنوی - حاجی الحرمین - اور محرم اسرار کونین تھے - (۲) مولانا حجۃ الدین ملتانی آپ کی پرستش اور پرہیزگاری طرح کا تھا - اور اقوال و افعال مین شوق انگیزی کی شان عیان تھی - چشتیہ بڑے بڑے سلسلون کو عربی زبان مین نظم کیا ہے - (۳) مولانا بدرالدین تولہ (۴) مولانا رکن الدین (۵) خواجہ عبدالرحمن سارنگ پوری (۶) خواجہ احمد بدایونی (۷) خواجہ لطیف الدین کندسالی - (۸) مولانا نجم الدین محبوب عرف شکرخای تھانیسری (۹) خواجہ شمس الدین دہاری جنہون نے اپنے پیر کے ملفوظات کو صحیفون کی شان مین محفوظ کیا ہے (۱۰) مولانا سراج الدین حافظ بدایونی (۱۱) مولانا قاضی شاہ بائلی (۱۲) مولانا قوام الدین یکدانہ اودھی جن کی نسبت شیخ کلام کرنے مین ہمیشہ نیک مرد کر کے خطاب کیا کرتے تھے (۱۳) مولانا برہان الدین ساوی (۱۴) خواجہ عبدالعزیز بانگرسوی (۱۵) مولانا جمال الدین اودھی جو تحصیل علم اور تعلیم فنون مین بڑی دستگاہ رکھتے تھے (۱۶) مولانا بحاث جو دہلی کے تمام علما مین مناظرہ کے اندر سبقت کیا کرتے تھے -

القصہ صدر الذکر تمام بزرگان نام آفرین جو آلہی حقائق کے نمونے اور ایزدی تجلیات کے مظاہر ہین ان مین سے اکثر کو خرقہ خلافت شیخ نصیرالدین محمود چراغ دہلی کی خدمت سے حاصل ہے - اور ہر ایک نے اپنے اپنے مقام پر گروہ کے گروہ لوگون کو جن کی جیب حسن عمل کے نقد سے بری ہوئی تھی - اپنی ہدایت بخش تلقین سے سلوک اور رہنمائی کے خزانہ کا مالک بنا دیا ہے - غرض اس سے ہے کہ طریقت کا سلسلہ اس نمود بے بود کا رشتہ ٹوٹنے کے وقت تک مسلسل جاری رکھین - اور نیز انہون نے غول کے غول بنی آدم کو جہالت کے غار سے اپنے فیض تعلیم کی بدولت علم اور دانائی کے بالاخانہ پر چڑہا دیا ہے - اس نیت سے کہ عنصری اور فلکی صحیفون سے - موجودات کے نقوش مٹنے کے روز تک کتابی تصویر خانہ مین رنگ آمیزی کرتے ہین -

یاد مولانا عالم دہلوی

آپ کا لقب فریدالدین ہے - سلطان فیروز ابن رجب خلجی کے زمانہ مین - اُن کے داماد ملک

ته بازخان نامی کے مصاحب تے - کئی قسم کے علوم اور فنون مین تبحر حاصل تہا - بالخصوص فقہ کے اصول اور فروع مین آپ کی یکتائی کا ڈنکا بجتا تھا - فتاوی تاتارخانی آپ کی ہی تالیف ہے - عجب کتاب ہے فقہ کی تمام جزئی روایتین - جو فتوی لکہنے والون اور لکہوانے والون کو درکار ہوتی ہین اس فتوی کے بابون درج ہین - کہتے ہین سلطان نے بہت کچہ کوشش کی تہی کہ فتاوی تاتارخانی فتاوی فیروزشاہی کے ساتہ نامزد ہو جاوے - لیکن مصنف نے اس کو قبول نہین کیا - اور اپنے محسن مصاحب کے نام پر معنون اور مزین کردیا - اس کتاب کی تالیف اسی سال مین ہے - کہ سب کی اکائیان - دہائیان اور صدیان سات سات ہین -

اس مین شک نہین - اگر ایسے لوگ - لوازم آشنائی کے بارہ مین حقیقت کا لحاظ نہ کر کے تمنا کے تیز مزاج گہوڑے کو سابقہ معرفت کی شاہراہ سے لوٹا لیجائین - اور اس باب ہوا و ہوس کی تحصیل کے میدان - اور نفس پروری کے کوچہ مین اُس کو جولانی دین - تو بہر یہ مناسب ہوگا کہ حق شناسی اور حق گزاری کی امید کا قافلہ - دلون کی سراے سے کوچ کر جاوے -

یاد مولانا سماء الدین جونپوری

آپ قاضی شہاب الدین زاولی کے بالواسطہ شاگرد ہین - سلطان حسین - ابن سلطان ابراہیم شرقی آپ کا ہی شاگرد ہے - چونکہ سماء الملۃ کی راے امور ملکی مین بیش بہا ہوتی تہی - لہذا سلطان نے خواہی نخواہی مسند وزارت پر بٹہا کر قتلق خانی خطاب عطا فرمایا تہا - جب سلطان بہلول لودی نے سلطان حسین شرقی پر لشکرکشی کی - تو قتلق خان گرفتار کر لئے گئے - اور شہر دہلی مین لاکر مثل یوسف قیدخانہ مین محبوس رکہے گئے - دہلی کے بہت سے بااستعداد لوگون نے آپ کے دیدار اور گفتار سے قلبی فروغ اور فراغ بہم پہونچایا - بالخصوص شیخ عیسی ابن شیخ بدہا آپ کی صحبت مین بہت جایا کرتے تہے - اور فرمایا کرتے تہے - کہ خان - ظاہری و باطنی علم مین ایسا کمال رکہتے ہین - جس مین نقصان نہین ہے -

(۱) مولانا شمس الدین (۲) شیخ رکن الدین (۳) بابو تاج الدین (۴) شیخ مردان (۵) شیخ جہانگیر (۶) اور شیخ کبیر - ان محقق بزرگون نے شہر جونپور مین نشو ونما پائی تہی - اور اسی شہر مین ان کی خوابگاہین بہی ہین - چشتیہ اور سہروردیہ سلسلہ مین منسلک تہے - اور اس باکمال جماعت مین سے ہر فرد - تن گدازی - جان نوازی - تحصیل علوم - اور عمل کے ساتہ تکمیل علوم مین - استوار پہاڑون کی مانند

راسخ مستقیم - اور مستقل تھا۔

یاد (۱) شیخ حاجی چراغ ہند (۲) و سید اسد الدین

یہ دونون صاحب ظفر آباد کے باشندے - اور شیخ رکن الدین جونپوری کے خلفا مین سے ہین دن اور رات - بتقلون نفس کے ساتھ روزہ داری کا معمار بہ رہتا تھا - اور بیداری کی صف آرائی رہتی تھی جہاد اکبر کے میدان مین شہسوار تھے -

یاد شیخ الہداد صالح

آپ شیخ عبدالواحد کے خلفا مین سے ہین - ظاہری اور باطنی علوم آپ مین جمع تھے - لیکن کتابی علم کو اپنے باصفا باطن کے جمال کا برقع بنا کر ہمیشہ درس دینے مین مشغول رہتے تھے - اکثر اُس زمانہ کے طالبان علم - آپ کی خدمت مین فضیلت اور مولویت کی اونچی سیڑھی پر چڑھ گئے ہین -

منجملہ اُن کے ایک **مولانا مجد الدین محمد** ہین - تمام علوم اور فنون مین آپ کی مشکل کشا تصانیف اور لطیف تالیفات ہین - اور ہندوستان کے بہت سے متبحر علما آپ کے شاگرد ہین - اور مشہور سلسلون کے اکثر مشائخ آپ سے کامل طور پر بہرہ یاب تھے - ہجری سنہ نوسو تیس مین فرمان روائے سلطنت ظہیر الدین بابر شاہ نے ملک ہند کو فتح کیا تھا اُس زمانہ مین آپ مسند حیات پر ارباب فضل کی فیض رسانی کر رہے تھے - اس بزرگ دولت اور بزرگ دوست بادشاہ کی طرف سے آپ کے بارہ مین بہت کچھ تعظیم اور توقیر ظہور مین آتی تھی -

اُنھین مین سے ایک **مولانا عبد القادر** صابونی ہین - شہر دہلی کے تمام درس دینے والون مین آپ افضل تھے - کہتے ہین - مولانا عصام الدین ابراہیم اسفرائنی کے شاگردون مین سے ایک شاگرد بیان کرتا تھا -

"مَین ہجری سنہ نوسو چالیس مین شرح کافیہ مولانا الہداد کی جو میان اللہ دیا کر کے لوگون مین مشہور ہین - دہلی مین لایا تھا مولانا کے تمام شاگردون نے اور نیز دیگر علما نے اُس شرح کو مطالعہ کر کے تعلیقات اور حاشئے چڑھا دئے - جب مین دار العلوم بخارا کو لوٹ کر گیا اور اُستاد کی نظر سے وہ حاشئے گزرے تو تمام تعلیق نویسون مین سے مولانا عبد القادر کی علم نحو مین زیادہ تعریف فرمائی"

یاد مولانا عبد اللہ

آپ مولانا شمس الدین انصاری لاہوری کے فرزند ہین - آغاز جوانی سے آپ کو مخدوم الملکی - اور شیخ الاسلامی کا خطاب تہا - آپ کی تقریر کی زبان اور تحریر کا قلم - فصاحت اور بلاغت کی عروسون کو زیور پہنا کر حسن دوبالا کرتا تہا - آپ کے قلم کی لکہی ہوئی تالیفات اور تعلیقات تو بہت کچہ ہین - لیکن عصمۃ الانبیا - منہاج الوصول - اور رسالہ تفضیل عقل بر علم - جو عقلی اور نقلی دلائل سے استوار کیا گیا ہے - یہ تین کتب باتمیز ظریفون کے نزدیک آپ کی جملہ تصنیفات مین زیادہ مقبول ہین - ہجری سنہ نوسو چونتیس مین جب میر ابو البقا ابن میر عبد الباقی ابن میر تقی الدین محمد جو ایران اور توران کے تمام علما اور فضلا مین افضل تہے - ہند مین آئے - اور یہان کے علما کے ساتہ علم آزمائی کی مجلسین ہوئین تو انہون نے مخدوم الملک کو سب پر ترجیح دی - اور فرمایا - اس نوجوان کی معنوی فطرت - پختگی کی راہ سے کمال پیری مین - اور استحکام کے اعتبار سے آغاز شباب مین ہے زیادہ تر تعجب کی یہ بات ہے کہ حج کی فرضیت ساقط ہونے کے بارہ مین انہین معمولی کتب فقہ مین سے آپنے روایتین سو سے زیادہ ہی زیادہ نکالی ہتین اکثر روایتون کی بنا - راستہ کے غیر مامون ہونے پر رکہی تہی - لیکن اخیر مین تقدیری کرشمہ - عرش آستانی اکبر شاہ کی سلطنت کے صدر الصدور شیخ عبد النبی کی رفاقت مین - آپ کے گردن اختیار - اکراہ (ناخوشی) کی رسی مین باندہ کر دریا کے راستہ سے سفر حجاز کو لے گیا - ایک مدت تک اُس اسلامی مقام مین رہے - اور مدرسانہ گفت و گو کے ذریعہ سے مختلف علوم کے آئینون کی زنگ دور کر کے صیقل پر چڑہایا - جب آپنے قدیمی وطن کو معاودت کی - تو اثناے راہ مین احمد آباد گجرات ہی پڑاییان پر آپ کا زمانہ حیات جو تقریبا سو سال تہا - پورا ہوا - اور صدر عالی قدر عرش آستانی کے دربار معلی مین آ پہونچے - اور جس طرح سے مقدر مین تہا - روز زندگی کی شام لے لی -

یاد مولانا عبد الرحمن لاہوری

آپ شہر لاہور کے بڑے عالمون مین سے ہین - خواجہ عبد الحق احراری کی خدمت مین ارادت لائے ہوئے تہے - ہجری سنہ نوسو پچاس مین جہان فانی کو رخصت فرمایا - خوابگاہ لاہور -

یاد (۱) مولانا حسام الدین سنور (۲) مولانا حسام الدین سرخ

یہ دونون صاحب شہر لاہور مین مختلف فنون کے اندر ملکہ رکھتے تھے - اور اِن کے اخلاق بہی پسندیدہ تھے - خواجگان سلسلۂ نقشبندیہ کی خدمت مین ارادت مندانہ برتاؤ سے پیش آتے تھے - ہجری سنہ نوسوستر مین اِس عنصری ملک سے بار نیستی باندہ کر چلے گئے - خوابگاہ لاہور -

یاد مولانا بدرالدین اسحٰق

آپ - علم اور پرہیز کے خزانہ تھے - احراریہ سلسلہ کے حضرات سے مریدانہ اعتقاد رکھتے تھے اور اِس خانوادہ کے بزرگ اصحاب بہی آپ کے فطرت فروش اور بافیض درس مین کتاب کہول کر شاگردی کرتے تھے - اور اپنے حوصلہ کے انداز کے موافق جنس علم لے جاتے تھے -

یاد مولانا عبدالسلام لاہوری

آپ علماے زمانہ مین افضل تھے - ہجری سنہ نوسوسرسٹھ مین مولانا سعید ترکستانی سفر حجاز کے ارادہ پر ہند کی طرف آئے تھے مگر کچھ آسمانی واقعات پیش آجانے کے سبب سے مقصد کو نہ پہونچ سکے اور ناچار ولایت ماوراءالنہر کی طرف لوٹ جانا پڑا - کہتے تے ہند کے عالمون مین مولانا عبدالسلام ایک ہی سرآمدہ وقت مین - ہجری سنہ نوسوتراسی مین آپ کے نفس مطمئنہ نے اِرْجِعِیۡ اِلٰی رَبِّکَ کی ندا قبول کر کے سامان باندہا - اور دارالسلام کی طرف چلا گیا - خوابگاہ لاہور -

لهم دار السلام عند ربهم يقال السلام ههنا بمعنى السلامة ومن كان في رق شئ من العوارض والمكونات لم يجد مشام رائحة السلامة وانما يجدها من تحرر رقبته من رق المخلوقات عرضا كانت او جوهرا - ظاهرة كانت	ان کے لئے اِن کے پروردگار کے ہان سے دار السلام مقرر ہے - بعض کہتے ہین سلام کے معنی اس مقام پر سلامتی کے ہین - اور جو شخص عوارض کی یا کون ومکان کی کسی شے کی قید مین مقید ہوگا - اُس کے دماغ مین سلامتی کی خوشبو نہین پہونچے گی - یہ خوشبو اوسی شخص کے دماغ کو پہونچیگی جس کی گردن مخلوقات کی قید سے محفوظ (آزاد) ہوگی یہ حفظ عارضی ہو یا اصلی ہو ظاہری ہو - یا باطنی ہو - اور قرآنی آیۃ اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ اسلامی قوم جنت مین رہنے والی ہے - لیکن

او بالمنة ولاية تشير الى ان القوم في الجنة
لكنهم ليسوا في اسر التخيل تحرروا من رق
كل كون لقوله تعالى لا يستوي اصحب النار
واصحب الجنة اصحب الجنة هم الفائزون
الفوز النجاة من كل ما يمكن فيه شائبة
علاقة او ملاحظة رتبة ويقال شرف تلك
الدار لكونها في محل الكرامة واختصاصها
بعد بنية الزلفة والا فالاقطار كلها دار
لكن قيمة الدار ما يجاورها في معنا ما انشد

قطعه

انی لا حسد جارکم لجوارکم
طوبی لمن اضحی لدارک جارا
یا لیت جارک باعنی من داره
شبرا لاعطیه لشبر دارا

يقال الحقيقة وان كانت منزهة من قبول
الجوار وليس القرب منه بتداني الاقطار
فاطلاق هذا اللفظ لقلوب الاحباب مونس
بل لو جاز القرب في وصفه من جنبة المسافة
لم يكن لهذا كثير اثر وانما حيوة القلوب
بهذا لان حقيقته مقدسة عن
هذه الصفات ثم لاجل قلوب احبابه
يطلق هذا ولو وقع العلماء في كد التاويل
بل هو هذا امارة الحب انا من اجلك

یہ لوگ صرف جنت کے پردہ مین بیٹھنے والے نہیں ہین - بلکہ کل کونی و مکانی قید سے نجات پاوینگے جیساکہ اللہ تعالی جل شانہ کا ارشاد ہے - اصحب نار - (دوزخی) اور اصحاب جنت (جنتی) باہم برابر نہین ہو سکتے ہین - کیونکہ اصحاب جنت ہی نجات پانے والے ہین -

فوز کے معنی ہین نجات پانا - اُن تمام چیزون سے جن مین شائبہ کسی علاقہ کا یا رعایت کسی قید کی پائی جاوے - اور کہتے ہین - اس دار السلام کے مرتبہ کا شرف اس سبب سے ہے - کہ یہ محل کرامت مین واقع ہوا ہے - اور قرب قربی کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہے ورنہ کل اقطار دار اگر ہین لیکن قدر و قیمت گھر کی باعتبار ہمسائگی ہوتی ہے اسی معنی مین کسی شاعر نے اچھا کہا ہے

ترجمہ

مین آپ کے ہمسایہ پر آپ کی ہمسائگی کے سبب سے حسد کرتا ہون
جو شخص آپکے گھر کا ہمسایہ ہو کر رہا - اُس کو بڑی خوشی کا موقع ہے
اے کاش آپ کا ہمسایہ اپنے گھر مین سے مجکو فروخت کر دیوے
ایک بالشت بھر زمین - مین اوسکو بالشت بھر زمین کے عوض ایک پورا مکان دیدونگا

کہتے ہین - اگرچہ حقیقت ایزدی ہمسائگی قبول کرنے سے بالکل پاک ہے - اور حقیقت کا قرب - قرب اقطار کے ذریعہ سے نہین ہوتا ہے بانیہمہ اس لفظ قرب کا جو اطلاق کیا گیا ہے - تو اس کا سبب یہی کہ لفظ قرب کا اطلاق قلوب احباب مین اُنس پیدا کرنے والا ہے - بلکہ اگر قرب کا وصف مسافت کے اعتبار سے جائز مانا جاوے تو بہی اس کا کچھ مزید اثر نہین ہے - اور اسی قرب سے قلوب کی حیات ہے کیونکہ حقیقت ایزدی ان صفات سے پاک ہے - پس قلوب احباب کے لحاظ سے قرب کا لفظ بولا جاتا ہے اور البتہ علما تاویلات کے جھگڑے مین پڑے ہوے ہین بلکہ یہی تو محبت کی علامت ہے - کہ مینے آپکے سبب سے ایسی شے کو اپنے

حملت الذی لا استطیع	اوپر اٹھا لیا جس کی استطاعت نہین رکہتا تہا۔

یاد (۱) شیخ نور الدین و (۲) شیخ شمس الدین

یہ دونون اصحاب شیخ یعقوب ابن شیخ رکن الدین کے فرزندان رشید ہین - اولین صاحب زادہ ظاہری علم سے بہت کچھ بہرہ یاب تہے - تکمیل علم کی سیڑہی پر چڑہ کر اخیر مین دریاے لاہور کے کنارہ موضع میانی مین چلے گئے تہے - اور وہین گوشہ درویشی اختیار کر لیا تہا - اور بقیۃ العمر اُسی گوشہ مین اور اُسی کنارہ دریا پر گزار دی - دوسرے صاحب زادہ کو بہی بقدر حاجت رسمی علم کا سرمایہ حاصل تہا - سلوک اور طریقت کے اندر اپنے بڑے بہائی کی برابر تہے - دونون صاحب زادے اپنے پدر بزرگوار کی راست روی کے راستہ پر ثابت قدم تہے -

مولانا قاضی شاہ لاہوری - شریعت اور طریقت کی شاہراہ کے سوا - قدم نہین رکہتے تہے - اور مجاز وحقیقت کے اصول سے بہی پوری معرفت حاصل تہی - بیخودی کے گوشہ مین قناعت پسند قوت سے عمر گزاری - اور مرتبہ تلوین (ایک مقام ہے تصوف کا) کی رنگ آمیزی سے رہائی پا کر بے رنگی کے مقام مین آسودہ رہتے تہے -

یاد مولانا اسمعیل لاہوری

آپ ارباب حدیث کی بڑی سند دینے والون مین سے ہین - فقہ اور سنت کی کتابین ایران مین شیخ الاسلام مولانا سیف الدین احمد شہید ہروی - اور حضرت امیر سید جمال الدین عطاء اللہ محدث کی خدمت مین تصحیح اور مطالعہ فرمائی تہین - نقشبندیہ سلسلہ مین ارادت رکہتے تہے - امیر عبداللہ ہروی جو میر قطبی کر کے مشہور ہین شیخ جلال واعظ ہروی بخاری کے مرید تہے - امیر عبداللہ کی ملازمت مین آپ مریدانہ سلوک سے پیش آتے تہے - ہجری سنہ نوسو اسی مین فرمان طلب قبول فرما کر لاہور مین خوابگاہ اختیار کی -

یاد (۱) مولانا الہداد و (۲) مولانا شمس الدین

آپ دونون صاحب شیخ احمد ابن شیخ شمس الدین ملتانی سلطانپوری کے بیٹے ہین - بڑے باکمال عالمون مین سے ہین - اِن کے پدر بزرگوار - ملتان کے بزرگان ولایت مین سے تہے - اور

اِن کے جدامجد جناب مولانا کمال الدین داؤد ہین - جو تمام علوم مین فاضلان عہد کے اُستاد تھے فنون حکمیہ کی زیادہ تر تحصیل - سید شریف جرجانی کی خدمت مین بمقام شیراز کی تہی - **القصہ** ان اصحاب کے طبقہ مین - دین - دانش - دیانت - درویشی - پرہیز - پرستش - پند - اور پذیرائی یہ جملہ اوصاف موروثی اور نیز کسبی ہین -

خواجہ قطب الدین سہرندی - زمان کے شرف - مکان کی سعادت - علم کے کمال - اور عمل کے جمال ہین شیخ الہداد صالح کے سہیم وشریک تہے - اور مولانا مجد الدین محمد کی خدمت مین لوجہ اللہ محبت اور دوستی رکہا کرتے تہے - سراے مجد کے دروازہ پر آپ کی قبر اس مدعا کی شاہد ہے -

یاد شیخ بدر الدین سہرندی[۵]

آپ شیخ یحییٰ کے خلیفہ ہین - جو مقام سندیلہ مین قیام رکہتے تہے - اور نہایت بزرگ تہے - اُس نواح کے بہت سے عالی قدر لوگون نے استنباط انوار بدر الملۃ سے کیا - اور آپ کی تلقین کی روشنی مین طریقت کی منزلین طے کی ہین - منجملہ ان کے

ایک میان امان اللہ ابن میان غازی سہرندی ہین - جو مقاصد فنون کے عالم مخفی اسرار کے عارف - کلام مجید کے حافظ - اچہے شاعر - رنگین نگار منشی - موسیقی دان - مختلف قلمون کے خوشنویس اور فقراے باب اللہ کے خادم تہے -

دوسرے مولانا میر علی کنبو ہین - صاحب حکمت وصفا تہے - اور آپ کا ظاہر ہمیشہ باطن کا مغلوب رہتا تہا - درویشون کے ساتہہ ہمیشہ پرستارانہ بسر کیا کرتے تہے - اُس زمانہ مین سہرند کے اکثر فضلا - آپ کے ساتہہ نسبت شاگردی رکہتے تہے - آپ کے تمام شاگردون مین افضل - جامع کمالات صوری ومعنوی شیخ عبد الحی ہین - جو شیخ جوہر کر کے مشہور تہے -

یاد میان علی شیر سہرندی

آپ ایک عالم تہے - جن کو تمام مشہور سلسلون سے بالخصوص قادریہ خانوادہ سے استحکام کے ساتہہ نسبت تہی آپ نے عمر عزیز مشائخ طریقت کی خدمت مین صرف کر کے ہجری سنہ نوسو پچاسی مین عالم علوی کو کوچ فرمایا -

---

[۵] سرہند کو سہرند بہی کہتے ہین ایک شہر کا نام ہے ۱۲ -

یاد شیخ احمد سہرندی

آپ فقہ کے اصول اور فروغ کو اُستادانہ جانتے تھے - اور اکثر اہل تجرید - اور صاحب فنا مشائخ کے ساتھ اعتقاد صحیح رکھتے تھے - اُس مقام کے تمام چھوٹے بڑے ہنگام ضرورت فتوی - آپ کے محکمہ مین آکر اپنی مشکلات حل کیا کرتے تھے - ہجری سنہ نوسو چیاسی مین مفتی قضا کے حکم سے آپ نے نقد حیات ملک الموت کے سپرد کر دیا -

یاد شیخ عبدالاحد سہرندی

آپ شیخ عبدالقدوس چشتی کے دلی ارادتمندون مین سے ہین - آپ کو مولویت کا شرف - اور تصنیف وتالیف کا سلیقہ حاصل تھا - بہت سے مفید رسالے آپ کے قلم کے لکھے ہوئے ہین - باطنی شعلہ - پردہ سوز برق تھا - اس کی روشنی مین آپ نے مجاہدہ کے ہنگامہ سے نکل کر مشاہدہ کے خلوتخانہ مین راہ پائی تھی - بڑی عمر تک خوشحال زندہ رہے - مگر وَمِنۡكُمۡ مَّنۡ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرۡذَلِ الۡعُمُرِ لِكَيۡلَا يَعۡلَمَ بَعۡدَ عِلۡمٍ شَيۡـًٔا ؕ[1] کے قبیلہ مین داخل نہین ہوئے -

قال بعض المحققین ارذل العمر زمان الفترۃ بعد المجاهدۃ وحال الحجبۃ عقیب المشاهدۃ ویقال ارذل العمر تخلس المرء بحیث لا یعرف قدرہ ویقال ارذل العمر التطوع فی ادوینۃ الحسبان ان شیئا بغیر اللہ -

بعض محققین نے فرمایا ہے - رذیل ترین حصہ عمر کا وہ زمانہ ہے جس مین مجاہدہ کے بعد فترہ واقع ہو جاوے یا وہ حالت ہے جس مین مشاہدہ کے بعد حجاب واقع ہو جاوے - بعض کہتے ہین رذیل ترین حصہ عمر کا وہ وقت ہے جس مین انسان ایسا پھنس جاوے کہ اپنی عمر کی قدر نہ پہچان سکے - بعض کہتے ہین رذیل ترین حصہ عمر کا وہ زمانہ ہے جس کے اندر انسان اس خیال کے وادی مین خوشی خاطر سے چلے کہ کوئی شے اللہ جل شانہ کے سوا بھی ہے -

یاد (۱) شیخ علاء الدین سارنی و (۲) شیخ خیر الدین سارنی

یہ دونون صاحب - الٰہی تجلیات کے مظہر تھے - پرہیز اور صبر کا مرقع - توکل اور محویت کی چادر

---

[1] اور تم مین سے کوئی کوئی سب سے زیادہ نکمی عمر (یعنی بڑھاپے) کی طرف لوٹا کر لایا جاتا ہے - کہ (سب کچھ) جاننے پیچھے (آخر مین ستر استرا ہو کر) کچھ بھی (بوجھ خاک) نہین - ۱۲

دانش اور بینش کا خرقہ اور فقر و فاقہ کی گودڑی - اپنے مشرب کے قد پر پہنے ہوئے تھے - تمام تعلقات سے آزاد خاطر اور آزادانہ رہتے تھے -

یاد شیخ اختیار الدین سارنی

آپ کو تمام اشیا کے روحی تصرفات مین - اور جانداروں کے ضمائر معلوم کرنے مین کامل اختیار تھا - روایت ہے کہ عنفوان قصبہ سارن چشتیہ اور سہروردیہ سلسلہ مین مراسم ارادت و خلافت ادا کیا کرتے تھے - موحدانہ ولایت احمدی کی چادر اور فقر محمدی کی عبا علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ اپنی دوش ہمت پر رکھتے تھے - اور انفسی و آفاقی (عالم ارواح اور عالم شہادت) کی رموز سے واقف تھے - کما فہم من مضمون لبعض مکتوبات لبعضہم الی لبعضہا منہا -

عزیز من - ارباب بصیرت کو تحقیق طور سے دریافت ہوا ہے - کہ آدم علیہ السلام اور اُن کے بنی نوع کی پیدائش - ذات اور صفات جلت عن احاطتہ کی معرفت کے واسطے ہے - اور یہ معرفت اس مقدمہ پر موقوف ہے - کہ شناخت نتیجہ اس امر کا ہے - کہ عارف اور معروف کے درمیان مین اشتراک اور اتحاد - صورت اور معنی کے اندر پیدا ہو جاوے - نظیر اس کی یہ ہے کہ جب تک کوئی شخص بادشاہ نہین ہو جاتا ہے - وہ دوسرے بادشاہ کے حالات اور اوصاف کا نی الحقیقت عارف نہین ہو سکتا ہے - پس انسان بدون اس مرتبہ کے حقیقی مالک الملک - اور اصلی ملک الملوک کو کیسے پہچان سکتا ہے - اسواسطے اللہ تعالیٰ جل شانہ نے جو انسان کو پیدا کیا - تو اپنی سلطنت کی صورت اور ملکیت کی صفت پر پیدا کیا - تاکہ انسان - انسانی سلطنت کی مطابقت - الٰہی سلطنت کے ساتھ اس ترتیب سے دیوے - کہ دل عرش - دماغ کرسی - قوۃ خیال لوح محفوظ روح حیوانی اسرافیل - دوسرے ظاہری حواس اور باطنی قوی ملائک - قبہ دماغ جو اعصاب کا منبت - اور قوت نامیہ کا منبع ہے آسمان اور کواکب - اخلاط اربعہ اور کیفیات ممتزجہ عناصر اور قوت ہائے ہاضمہ و مدبرہ - سپاہ اور اہل کچہری - یکے با دیگرے جڑے ہوئے اعضا وغیرہ رعیت - اور انسانی روح جو یگانگی - بیچونی - اور بیچگونگی کے عالم سے اصل خلقت مین حصہ اپنے ساتھ لیکر آئی ہے - سب پر بادشاہ اور حکمران ہے -

القصہ عالم ارواح پر عالم شہادت کے قیاس کی شرطین انسان کو حاصل کرنا چاہیئے - اور

اور معلوم کرنا چاہیئے کہ جو شخص ازلی عنایت کی مدد سے جس کا ہیولی۔ پیر کا ارشاد اور مرید کا شغل ہے اپنی سرداری کے اسباب درہم برہم کر کے ناشناسا ویران جنگل مین جاکر مقیم نہ ہوگا۔ اور نیز جو ۵۱ مَنْ كَانَ فِي هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى کے گروہ مین داخل نہ ہوگا۔ وہ شخص اس معرفت کے فروغ سے ان معانی کی اصل صفائی دیکھ سکے گا۔ وہی شخص الہی معرفت کی سعادت سے سرفراز ہوگا۔ اور وہی شخص ۵۲ مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ کے دائرہ مین داخل ہوگا۔ لیکن اس معرفت کا چہرہ بدون فکر کے نظر نہین آسکتا ہے۔ اور فکر۔ ذکر سے۔ اور ذکر محبت سے پیدا ہوتا ہے۔ اور سالک طالب جب تک دنیا کی خرابی خواری۔ تباہی۔ اور تناہی (انتہا) معلوم کر کے۔ اُس کو دشمن قرار نہین دیتا ہے۔ اور اس کی محبت کو جو بغض۔ حسد۔ کینہ۔ اور نیز دیگر خسیس عادتون اور ناقص سیرتون کا سرمایہ ہے۔ بالکل سینہ کے اندر سے جھاڑ بہار کر جگہہ پاک صاف نہین کرتا ہے۔ تب تک اُس کی گردن اس مکار دنیا کی محبت کے طوق سے آزادی نہین پاتی ہے۔ اور ایزدی محبت جل ذکرہ اُس کی انسانی سلطنت مین پیدا نہین ہوتی ہے وھذا مما اتفق علیہ خاتم النبیین والانبیاء السابقون والاصحاب والاولیاء اللاحقون۔ امید ہے کہ توحید کی توفیق بخشنے والا اللہ جل شانہ اپنے تمام دوستون کو انفس و آفاق (عالم ارواح اور عالم شہادت) کی یگانگی اور اصل کے اندر سایہ کی فنا کا مکاشفہ روزی فرماویگا۔ اس انفاس فروشی کی غرض۔ اس امر کا ظاہر کرنا ہے۔ کہ اس مقبول جماعت کے کچھہ لوگ تو ظاہر و باطن سے آراستہ اور بیرونی و اندرونی گرفتگی سے پیراستہ تھے۔ جو فنا اور بقا کے مرحلے۔ اور جمع و تفرقہ کی منزلین طے کر کے اہل کشف و کرامات ہو گئے۔ کچھہ لوگون نے کاغذی نقوش کی شناخت اور تحصیل کی سیر مین سخن آفرینی کا منصب پاکر علم کا دروازہ اہل جہان کے سامنے کھول دیا۔ اور بعض لوگ درویشی۔ قناعت۔ گوشہ نشینی۔ اور تن گدازی کے طریقہ مین مشغول ہوکر تجرید اور تفرید کی شاہراہ پر پڑے۔

یاد شیخ یحیی کبیر بختیار

آپ مخدوم جہانیان کے خاص مرید۔ اور بزرگ خلیفہ ہین۔ جو کوہستان ملتان اور قندہار کے درمیان ہے۔ اُس مین رہتے تھے۔ سیادت اور شرافت کے نسب کے ساتھہ خلافت اور شیخت کا شرف آپنے

---

۵۱ جو شخص اس (دنیا) مین (دیدہ و دانستہ) اندھا (بنا) رہا۔ وہ آخرت مین بھی اندھا ہوگا۔ ۱۲ ۵۲ جس شخص نے اپنے نفس کو پہچانا۔ اُس نے اپنے رب کو بھی پہچانا۔

حاصل کرلیا تھا - تمام صحرا کے رہنے والے افغان آپ کے ساتھ اعتقاد اور ارادت سے پیش آتے تھے - اب آپ کی نسل کے تمام افراد بختیار کے لقب کے ساتھ مشہور ہین - منجملہ اِن کے ایک شیخ محمد بختیار ہین - تمام ہند کے رہنے والے افغانون کی گردنون مین آپ کی بیعت کا طوق پڑا ہوا ہے - جیسے شیر خان سور اپنے تئین آپ کے مریدون مین سے شمار کیا کرتا تھا - اور اپنی ظاہری سلطنت اور اُس کا تسلط آپ کی باسعادت دعا کا ثمرہ سمجھتا تھا - شیر خان سور ہجری سنہ نوسو سینتالیس مین ہند کے تمام صوبون کا فرمان روا - ہو چکا ہے - شیخ محمد کے فرزند خواجہ خضر دار السلطنۃ آگرہ مین گوشہ گزین تھے انہون نے اپنے آبا و اجداد کا طریقہ اور مشرب تعلیم کرتے کرتے زندگی کی شام کو اجل کی صبح کر دیا تھا - منجملہ پرہیزگاران سلسلہ بختیاریہ کے دوسرے شیخ حسن محمد - اور تیسرے شیخ ابابکر تھے - جنہون نے آغاز جوانی مین ترک و تجرید کی توفیق پا کر اپنے بابرکت اوقات خدا پرستی مین گزارے -

یاد سید حسین مشہدی

آپ کے آبائے کرام نجف کے ہین - اور خوابگاہ بہروچ گجرات ہے - مخدوم جہانیان کے سعید خلیفہ تھے - اکثر سفرون مین ہمرکاب اور ہم عنان رہنے کا شرف حاصل تھا - آپ کی باحقیقت باتین بالکل سید محمد گیسو دراز کے ہم رنگ تھین - غالباً اِن دونون بزرگون کا باطنی باغ - ایک ہی ندی کے پانی سے سینچا گیا - اور شاداب ہوا ہے -

القصہ - یہ دونون والا فطرت نامور اپنے وقت مین کمالات اسمائی کے عیش محل کی رونق سنے - اور رہنمائی کی صفائی سے فروغ معرفت کی متلاشی اپنی آنکھون مین خدا شناسی اور حق بینی کا سرمہ لگا کر نورانی رکھتے تھے - **نفعنا اللہ والمسلمین ببرکات آثارہم اجمعین** -

یاد سید شیخ ابن شیخ عبداللہ عندروسی صادقی یمنی حضرموتی

آپ عالی نسب سادات مین سے ہین - نسب مین حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو پہونچتے ہین - حدیث - اسمار رجال - اور انساب کے علم مین - سیر و تاریخ مین - اصطلاحات تصوف مین - اور بیان عرفان مین کامل طور پر تبحر اور رسائی رکھتے تھے - داد و دہش کی ہمت کی - اور اخذ و جر سے درگزر کرنے کی مشق اعلیٰ درجہ کو پہونچائی تھی - اپنی مدۃ العمر مین کسی امیر و وزیر کے دروازہ پر نہین گئے

اپنے عالی خاندان آباواجداد کا سلسلہ صحیح ہوتے ہوئے۔ قادریہ خانوادہ اور مغربیہ خاندان میں اپنی ارادت اور خلافت کی نسبت قایم کرتے تھے۔

یاد شریف شیخ

ذاتی اور اکتسابی دونون طرح کی شرافت آپ کو حاصل تھی۔ دسوین دور کے اخیر حصہ تک حیات کی مسند پر بیٹھے رہے۔ راقم گلزار بھی شریف کی شریف ملازمت سے بہرہ یاب ہو چکا ہے۔ احمد آباد کے محلون مین سے ایک محلہ جوہری واڑہ ہے۔ اُسی مین آپ کی خوابگاہ ہے۔

یاد شیخ عبد المعطی

آپ اپنے وقت کے بزرگ محدثین مین سے ہین۔ حدیث کی تصحیح اور سند آپ کی ایک واسطہ سے امام سخاوی مصری کی خدمت مین پہنچتی ہے۔ احمد آباد مین رہتے تھے۔ قادریہ اور مغربیہ خانوادہ مین اعتقاد ارادت رکھتے تھے۔ ہجری سنہ نوسو چوراسی مین عالم علوی کو کوچ فرمایا۔

یاد شیخ عبد اللہ و شیخ رحمت اللہ

ان دونون بزرگوارون کی زادبوم سیوستان سندھ ہے۔ ایک تو انھون نے شہر مدینہ مین رہکر زادھا اللہ شرفاً علم حدیث کی تحصیل بہت کچھہ کی تھی۔ دوسرے شیخ علی متقی کے ساتھہ شیخ ابوالحسن بکری شافعی مصری کی ملازمت مین اور نیز دیگر والا سند محدثین کی ملازمت مین حاضر ہوکر احادیث کی تصحیح کی۔ اور عالی درجہ کی سندین لی تھین۔ لہذا یہ دونون بزرگوار شیخین مدنی کے لقب سے مشہور تھے۔ بالآخر گجرات مین آکر دونون نے احمداباد مین مکان قیام تجویز کرلیا تھا۔ لیکن شیخ عبد اللہ کو حجاز کی طرف پھر لوٹ جانے کی توفیق ہوئی۔ اور ہجری سنہ نوسو چوراسی مین مدینہ معظمہ کے اندر اُخروی خوابگاہ اختیار کی۔

یاد سید عطا محمدؒ

آپ کا لقب علاء الدین ہے۔ صحیح النسب سادات۔ اور سلسلہ قادریہ کے عالی مرتبہ مشائخ مین سے ہین۔ احمدآباد گجرات مین ریاضت اور عبادت کے لئے۔ ایک حجرہ تجویز کرلیا تھا۔ ہجری سنہ نوسو اکتالیس تھا۔ کہ جنت آشیانی ہمایون شاہ نے جب صوبہ گجرات فتح فرمایا۔ تو سلطان بہادر ابن مظفر گجراتی شکست کھاکر جزائر کے سواحل کی طرف بھاگا۔ اُس وقت سید نے بھی بہادر کے لشکر کے ہمراہ ہجرت کی تقدیری کرشمہ سے۔ دریا کے ایک ساحل پر اسیر فرنگ ہوگئے۔ اور جب وہان سے رہائی ملی۔ تو حرمین محترمین

زادھا اللہ شرفاً کے طواف سے سعادت حاصل کی - پھر وہان سے تھوڑی سی ہی مدت مین قدیمی وطن کی طرف بازگشت فرمائی - آپ کے حالات کا بیان کسی قدر اس طرح پر ہے کہ ایام سال کا اکثر حصہ روزہ مین گزرتا تھا - روزہ کے اندر افطار کا سبب ضیافت کے سوا اور کوئی نہین ہوتا تھا - آپ کا رات کا کھانا صرف ایک پیالہ شوربا سے باقلا - اور ایک پیالہ دودھ ملا ہوا قہوہ تھا - دونون پیالون کا وزن پانچ چھ چمچہ سے زیادہ نہین ہوتا تھا چشتیہ - سہروردیہ - مغربیہ - اور بخاریہ خانوادہ سے بھی اجازت - خلافت اور ارشاد کا خرقہ ملا تھا - عربی شعر شیخ ابن فارض مصری کی روش پر کہا کرتے تھے - اعجوبۃ الزمان - اور نادرۃ الدوران - یہ دو دیوان آپ کے - ارباب سخن مین مشہور ہین - ماہ ربیع الاول ہجری سنہ نوسوچھیاسی مین اُخروی سفر فرمایا - آپ کی قبر اوسی خانقاہ مین بنائی گئی - جس مین رہتے تھے - پانچ بیٹے اور تین خلیفہ چھوڑے - سب رشید تھے - اولین فرزند سجادہ نشین تھے - سید عبدالرزاق نام اور ابوبکر کنیت تھی دوسرے فرزند سید نصیر نام اور ابو صالح کنیت تھی - تیسرے فرزند سید محمد - چوتھے فرزند سید علی - اور پانچوین سید احمد تھے - اولین خلیفہ شیخ بہاء الدین - دوسرے خلیفہ شیخ محمد - اور تیسرے خلیفہ شیخ ابراہیم تھے - یہ تمام اولاد اور خلفا - رہنمائی کی مسند پر ظاہری و باطنی کمالات - دینی و دنیوی سعادت - اور علمی وعملی شرف سے آراستہ اور پیراستہ تھے - اور زمانہ کے مشائخ اور اولیا کے حلقہ مین کامل طور پر امتیاز رکھتے تھے -

یاد شیخ کلیم الدین موسی گجراتی

آپ نامور علما مین سے ہین - تقریر اور تحریر مین فصیح زبان اور شیرین قلم تھے - کئی طرح کی عبادات مین اپنی اوقات منضبط رکھتے تھے - شمس عالم اور قمر عالم آپ کے فرزندان رشید ہین - یہ دونون صاحب آراے حقانی انوار اور ربانی تجلیات کے مظہر تھے - ان تینون اصحاب کی خوابگاہ احمد آباد مین ہے -

یاد شیخ نصیر جمال

آپ کی خوابگاہ نوساری مین ہے - جو گجرات کے پرگنات مین سے ہے - آپ شیخ الشیوخ سہروردی کی پاک نسل سے ہین اپنے زمانہ کے قطب تھے - بہت سے لوگ آپ کی ہدایت سے کمال کے درجہ کو پہونچے -

یادشیخ شریف محمد

آپ ہجری سنہ نوسو چوراسی مین منڈو (مانڈو) مین تھے۔ تصوف کا آغاز۔ علم کی تحصیل۔ جواہر خمسہ کا عمل۔ دعوات کی استجازہ۔ اذکار کی سند۔ اور اشغال ورشتہ الحق کی تعلیم۔ یہ تمام کام آپنے۔ شیخ محمود جلال شطاری کی خدمت مین کئے تھے۔ جو راقم گلزار کے مربی ہین شیخ نصیر جمال کی نسل مین سے ہین۔ کشائش (کشف ہونے) کے بعد چند روز آپنے قصبہ دیواس مالوہ کے کوہسار مین ریاضت کی۔ اور یہان سے حضرت غوث الاولیا کی زیارت کے واسطے گوالیار کو گئے۔ گوالیار ہونچکر شیخ عبداللہ سجادہ نشین کی خدمت سے اور شیخ ضیاء اللہ۔ اور نیز یہان کے دیگر مشایخ کی خدمت سے فیض حاصل کیا۔ پھر یہان سے دہلی کی سیر کے واسطے روانہ ہوئے۔ دہلی مین اہل دہلی کے قلوب اور قبور کی زیارت کی۔ پھر گجرات کو لوٹ آئے۔ اب اپنے آبائے کرام کے وطن مین۔ چراغ معرفت روشن کرکے۔ گوشہ گزین ہین۔ ہجری سنہ ایک ہزار اٹھارہ تک خبر ملی ہے۔ کہ مسند حیات پر بیٹھے ہوے تھے۔ خدا کرے۔ عمر دراز ہو۔

این ترانہ در پردہ شکرگزاری ست

الحمد للہ المعین علی اتمام ما اراد ظهورہ فی الازل منا کہ چارون صدیون کے بیدار دل اصحاب جو اخروی خوابگاہ کے تہخانون مین آسودہ ہین۔ اِن کے موحدانہ حالات کے لکھنے سے فراغت ہوئی اور جو شب زندہ داران خلافت ظاہری زندگانی کے دالان مین تلقین وارشاد کی انجمن۔ ان ایام مین گرم رکھتے ہین۔ اُن کے بابرکت حالات لکھنے کے واسطے ایزدی تجلیات کے دربار سے مجکو شروع کرنے کی توفیق ملی اعلموا ایہا الجالسون علی بساط القرب والحجوکہ یہ بات کسی اہل دانش کے یقین مین نہین آتی ہے۔ کہ ارباب سیر و تاریخ۔ اصحاب تذکرہ و تبصرہ۔ اور اہل انساب واسماء رجال۔ اس امر کا شکر کیونکر ادا کرین کہ محیی علی الاطلاق نے اُن کے خامہ تصنیف کے ذریعہ نفس کتابت مین کرامت کے طور پر عادۃً احیائے اموات اور ابقائے نسل انسانی کی وہ خاصیت عطا فرمائی ہے۔ جو نطق کے ذریعہ سے انفاس مسیحائی کو بطور معجزہ عطا فرمائی تھی۔ یا یون کہئے۔ وہ خاصیت رعایت و شفقت کے طور پر نفس رحمانی کے ساتھ

مخصوص ہو اور ؎ من احیاھا فکانما احیٰ الناس جمیعا کے ثواب کا خلعت مصنفین کو پہنا کر کافی امتیاز بخشا ہے۔

اس مین شک نہین۔ کہ طبیعت اور فطرت کے اہل حقیقت اور صاحب طریقت گروہ نے عالم ارواح اور عالم اجسام کی رموز دانی کے دریا مین جو اپنے ادراک کا جال ڈالا ہے۔ اِس تلاش سے اُن کی غرض سوائے اس کے نہین ہے۔ کہ عالم شہادت اور عالم ترکیب کے بیابانی شکار کے بارہ مین تو حلال و حرام۔ اور منع و اجازت کی نسبت کہین اختلاف اور کہین اتفاق ہے۔ لہذا اپنی فرصت کا وقت اس شکار کے کام مین صرف نہین کرنا چاہئیے۔ تاکہ روز پرسش کی کشاکش سے۔ جواب دہی کی کش مکش مین گرفتار نہ ہونا پڑے۔ بلکہ بجائے اِس کے فنا اور استغراق کے دریا مین مراقبہ کو شکار کا موقع دیا جاوے۔ اور کشف اور عین الیقین کے ذریعہ سے مرکبات اور مجردات کے حقائق کو شکار کر کے حقیقۃ الحقائق کے دستارخوان پر الاکل علی ملک المبیح کے فتوی کے بموجب اپنے لئے مباح کیا جاوے۔ تاکہ فرقانی بطون کی عرفانی مجلس مین آیۃ ؎ اُحِلّ لکم صَیدُ البحرِ کے مخاطب ہونے کا شرف حاصل ہو۔

قیل المراد من البحر الفناء فی اللہ ومن الصید حقائق الموجودات ومراکز الکائنات۔ کما قال بعض المحققین فی تفسیرہ حکم البحر خلاف حکم البر فاذا غرق العبد فی بحر الحقائق سقط حکمہ فصید البحر مباح لہ لانہ اذا غرق صار محوا فما الیہ ولیس بہ ولا منہ اذ ھو محو واللہ غالب علی امرہ۔

کہا گیا ہے۔ کہ بحر سے مراد فنا فی اللہ اور صید سے مراد موجودات کی حقیقتین اور کائنات کے مرکز ہین۔ جیسا کہ بعض محققین نے اِس آیۃ کی تفسیر مین فرمایا ہے بحر کا حکم بر (جنگل) کے حکم کے خلاف ہوتا ہے۔ جب بندہ حقائق کے دریاؤن مین غرق ہوا۔ تو حکم بری اُس پر سے ساقط ہوگیا۔ اور اس وقت مین دریا کا صید اُس کے واسطے مباح ہو جاتا ہے۔ کیونکہ بندہ جب غرق ہوگیا تو وہ محو ہوگیا۔ بس کوئی بات نہ اُس کی طرف ہے نہ اس کے ساتھ ہے۔ اور نہ اُس کی طرف سے ہی کیونکہ وہ تو محو ہو اور اللہ جل شانہ اپنے حکم پر غالب اور قادر ہے۔

؎ جس نے مرتے کو بچایا۔ تو گویا اس نے تمام آدمیون کو بچا لیا ۱۲ ؎ دریائی شکار تمہارے لیے حلال کیا گیا ہے ۱۲

اس بنیاد پر اعتقاد اور اخلاص کی منزلون کے رہنے والون اور چلنے والون کے حال وقال
کے مناسب یہ ہے - کہ اس جماعت کے جس حال اور قال کو اپنے ادراک کی ترازو سے صحیح صحیح وزن
نہ کر سکین - یا جس حال وقال کو اپنے حوصلہ کے ظرف مین نہ لا سکین - اُس حال وقال کی تحقیق
اور تصحیح سے متعرض نہ ہون - کیونکہ جس شے کو اس جماعت نے آفتاب کشف کی روشنی مین پایا ہے
اُس کو یہ لوگ چراغ عقل کے پرتو سے نہین دیکھہ سکتے ہین - لراسمہ

از خرد جان را جہان افروز نتوان ساختن	از فروغ شمع شب را روز نتوان ساختن

یاایہا الذین آمنوا لاتسئلوا عن اشیاء ان تبد لکم تسؤکم قال بعض المحققین فی تفسیرہ اذا اسبل علیکم ستر اللطف فلا تتعرضوا للعلم بما اخفی علیکم فیتنغص بالتجسس علیکم عیشکم ویقال لاتتعرضوا للوقوف علی محل الاکابر فلا یستوجبون ذلک فیسوءکم تقاصر رتبتکم -

مسلمانو! بہت باتین (کرید کرید کر) نہ پوچھا کرو - کہ اگر تم پر ظاہر کردی جائین تو تم کو بُری لگین - اس آیۃ کی تفسیر مین بعض محققین نے فرمایا ہے - جب تمہاری آنکھون پر (مصلحۃً کسی امر کے مخفی رکھنے کے واسطے) مہربانی کا پردہ ڈال دیا جاوے تو جو امر تمہارے اوپر مخفی رکھا گیا ہے - اُس پر علم حاصل کرنے کے درپے نہ ہو - کیونکہ اس تلاش سے تمہارے اوپر تمہارا عیش منغص ہوجاوے گا - اور بعض کا قول یہ ہی کہ تم اکابر کے مقامات پر وقوف حاصل کرنے کے درپے نہ ہو - کیونکہ اکابر یہ علم تم کو دنیا (اپنے اوپر) واجب نہین سمجھین گے - اور پھر تم کو اپنے مراتب کی کمی بڑی معلوم ہوگی -

پس یہی بہتر ہے - کہ اصحاب دعوت اس کتابی کہف (غار) کے اندر عبارت کی قیلولہ گاہ مین بے اعتبار اغیار کی نظر سے اپنے تئین پوشیدہ رکھین - اور حقائق ومعارف بیان کرنے کے مقام پر بظاہر تحت رحمت کے سونے والون کی طرح سے خاموشی - اور باطن مین محفل زندگانی کے مسند نشینون کی مانند گویائی اختیار کرین - تاکہ ان کی رہنمائی کی ہمیشہ رہنے والی بہار - طالب افسردہ دلون کی زمین استعداد سے مل کر اُس زمین کو الرضوان عنہم وعنہ کا باغ بنا دیوے - الی یوم الوقت المعلوم -

یاد شیخ عیسی ابن شیخ قاسم سندہی

جب آپ کی عقیدت کے آفتاب سے وحدت کی شعاعین نکلین - مقبولیت کے چاندین معائنہ

کا اقتباس ہو۔ مراقبہ مشاہدہ کے جہان کو حاوی ہو۔ ہمت کا سایہ دار درخت۔ بدنصیب درویشون کے سرون پر چتر کا کام کرے۔ ہنگام ارادت آپ کی دست بوسی۔ ایزدی عرفان کا سرمایہ بخشنے۔ تلقین کی گوہرفشان زبان۔ آلہی وجدان کے خزانہ کا راستہ دکھا دے۔ ایک لحظ کی باطنی توجہ ملک وملکوت (عالم شہادت اور عالم ارواح) کے کام بناوے۔ اور آپ کی کشادہ پیشانی کا شیوہ۔ ربانی لوگون کی دل ربائی کرے۔ تو کیونکر کہا جاسکتا ہے۔ کہ آپ کے وجود کا باغ صرف علوم اور فضائل کی بہار سے سرسبز ہے۔ بلکہ یون کہنا نہایت موزون ہے کہ آپ کا فیض رسان وجود تمام عقول اور کل علوم کے چمنستان کا نوروز ہے۔ مدظلہ العالی آپ شیخ لشکر محمد عارف کے مرید اور خلیفہ ہین۔ اگر تصوف کے شہرستان کو شیخ لشکر محمد عارف کی بصیرت کا قدم فرسودہ کوچہ اور سلوک کے سنسان جنگل کو صاحب ممدوح کی دانش کے قدمون سے کہندی ہوئی گھاٹی کہا جاوے تو ناموزون نہ ہوگا قدس سرہٗ۔

شیخ علیسی کی زادبوم ایرج پور دارالسلطنۃ صوبہ برار رہے۔ ایک روز آپ نے فرمایا۔

جن ایام مین میری مان مجھسے امیدوار تہین۔ اُن ایام مین پدر بزرگوار کے اُستاد نے خواب دیکھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام میرے گھر تشریف لائے ہین۔ انہین ایام کے قریب قریب میری مان نے یہ خواب دیکھا۔ کہ مولانا یونس ہمارے گھر آئے ہوئے ہین جو ایک عالم متبحر اور درویش مستغرق تہے۔ ان ایام مین پدر بزرگوار ایک گانون کو گئے ہوئے تہے۔ جو ایرج پور کے نزدیک ہی ہے۔ والدہ ماجدہ نے علی الصباح عمی واستادی شیخ طاہر محدث کی خدمت مین حاضر ہوکر یہ واقعہ خواب کا عرض کیا۔ عم مکرم نے فرمایا۔ تمہارے اس شکم سے ایک فرزند پیدا ہوگا۔ جس کو دونون جہان کی ریاستین نصیب ہونگی بالآخر عم مکرم کے موثر انفاس کے فیض سے روز یکشنبہ تاریخ پانچوین ذی حجہ ہجری سنہ نوسو باسٹھ یا ترسیٹھ کو عنصری تصویرخانہ مین میرا نقش نمودار ہوا۔ عم مکرم نے تمنّاً اپنے عم کے ہم نام میرا نام علیسی رکھا۔ عم مکرم کے عم محترم۔ دونون جہان کے فضائل اور کمالات سے آراستہ۔ قرآن کے حفظ اور قراۃ کے ساتھ نامور۔ اور سخاوت ودولت مین شہرہ روزگار رہتے۔ اس کے بعد پدر بزرگوار۔ اُس موضع سے لوٹ کر آئے کہ جس موضع کو گئے ہوئے تہے۔ تو انہون نے اپنے اُستاد کی خواب کی بنیاد پر یہ چاہا۔

کہ میرا نام سلیمان رکھیں لیکن بڑے بھائی کی بزرگی اور ادب کے لحاظ نے باز رکھا۔ بہر تاریخ پانچویں محرم ہجری سنہ نوسو اکیاسی کو پدر بزرگوار کا سایہ میرے سر پر سے اُٹھ گیا۔ اسی سال اپنے عم مکرم رحمہ اللہ کے ہمراہ سامان اقامت اٹھا کر برہان پور خاندیس میں چلا آیا۔ اور ہم دونوں نے یہیں مکان تجویز کر لیا۔ ہجری سنہ نوسو پچاسی تھا۔ کہ رہنما پیر کی تلاش کے واسطے۔ جو معرفت کی آباد اور با فروغ بستی میں پہونچا دیوے۔ سیاحی کی شورش نے دل کے اندر سے پانوں باہر نکالا جب مکان سے نکل کر مسافرت کے راستہ میں چل کھڑا ہوا۔ تو دوسری منزل پر قصبہ کولہ واقع ہوا۔ اِس کے قریب پہونچکر یہ تلاش ہوئی۔ کہ منزل پر جلد پہونچکر کسی عزیز آشنا کا مہمان ہونا چاہیے۔ یہ خیال دل میں استحکام کے ساتھ قایم ہوا۔ اور اس اندیشہ سے خاطر میں ایک قسم کی شگفتگی تھی۔ ایکبارگی ایک گھاٹی میں راہ بھول گیا۔ کوہستان اور بیابان میں بہت کچھ سرگردانی اُٹھائی۔ اتنے میں دور سے ایک ویران دیہ نظر آیا۔ میں سمجھا۔ کہ پھٹے پُرانے کپڑے جو پاس ہیں۔ یہ بھی لُٹ جاوینگے۔ یہ خیال کرتے ہوئے فقیر اور رفیق دونوں شکستہ دل اور دعا کنان پانی کی تلاش میں گانوں کے کنارہ پہونچے ویرانہ کے گوشہ میں جو لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ اُنھوں نے ہم درویشوں کو دیکھا۔ اور دوستی دلجوئی۔ فروتنی۔ اور خوش دلی کے ساتھ گانوں کے اندر لے گئے۔ اور جو کچھ اُن سے ہو سکا۔ پرستاری میں کوتاہی نہیں کی۔ اس کے بعد آیندہ منزل کے واقعات بھی اسی روز کی طرح پیش آئے۔ یہ دو قوی ثبوت دیکھکر توکل کا خیال دل میں پیدا ہو گیا۔

القصہ جب میں اجین مالوہ میں پہونچا۔ تو شیخ عبد الکریم ابن شیخ راجے محمد قادری علیہ کی خانقاہ میں اُترا۔ اُن ایام میں مالوہ کی جاگیر دار اور امیران اعظم ایک اہم کام کے واسطے شہر کی حدود میں خیمے لگا لگا کر ایک جگہ جمع ہوئے تھے۔ شہر کے مشائخ اور عالموں نے چاہا کہ میری ملاقات اِن اصحاب سے کرا دیں اور مینے علم۔ پرہیز۔ فقر۔ اور قناعت غرض کہ جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ جل **شانہ** کی خوشنودی کے واسطے عرق پیشانی سے فراہم کیا ہے۔ اوسکو قلیل المقدار تنخواہ کے عوض بیچ دیں۔ سبحان اللہ۔

راقم گلزار بھی اُن ایام میں وہاں موجود تھا۔ آپ کے دیدار سے بہرہ یاب ہوا تھا۔ اور بیچنے والوں کے

خلاف راے دی تھی - چونکہ لوگون کے قرارداد کو آپ کے الہام پذیر ضمیر نے پسند نہین کیا - لہذا دوسرے روز پیغام کے ذریعہ سے سب کو رخصت کرکے - سارنگ پور کا راستہ لیا - آپ کہتے تھے -

ؒجب مین سارنگ پور پہونچا - تو شیخ عبدالملک شطاری کی ملازمت مین حاضر ہوا شیخ عبدالملک شطاری شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی کے خلیفہ تھے - اور سالک تھے - مگر اہل توحید و تحقیق - بہت کچھہ مہربانی فرمائی - اور معرفت کی باتین تعلیم کین - میرا ایک رفیق تھا - جس کا دست راست کارآمد نہ تھا - کج تھا جب کھانا سامنے آیا - تو اُسنے بایان ہاتھہ خرقہ کے اندر سے نکالا - اور مذاق سے کہا - روایت کے بموجب عیسیٰ کے ساتھہ اندھا شخص ہونا چاہیے - نہ کج ہاتھہ والا - تھوڑی دیر اسی قسم کی باتون سے دل بہلتا رہا - پھر جب مین گوالیار کو گیا - تو یہ چاہا - کہ آلہی مجذوب سید کپور حسینی کی قبر پر جاؤن - فوراً دل مین یہ بات آئی - کہ جب تک حضرت غوث الاولیا کے روضہ کی آستانہ بوسی سے سعادت حاصل نہ کرلون گا - تب تک کسی دوسری جگہہ نہین جاؤن گا - جب مین قبلہ خدا پرستان حضرت غوث الاولیا کے حظیرہ مین پہونچا - تو دل مین آرام اور بصیرت پیدا ہوکر کچھہ ایسا جما - کہ ہمیشہ فاتحہ کو حضرت غوث الاولیا کی روح پر فتوح کا تحفہ کرتا رہتا ہون - پھر گوالیار سے روانہ ہوکر دارالسلطنتہ آگرہ مین آیا - یہان پر قاضی جلال الدین ملتانی علمی مدرسہ کے اُستاد اور خانقاہ کے صوفی تھے - اِن سے ملا - انہون نے اول ہی - رئیس المحدثین عمی شیخ طاہر کے حالات دریافت فرمائے - مینے جواب مین مانڈو کی کیفیت بیان کی - اُس وقت مولانا ابوبکر عطاراللہ - اور حکیم اسحٰق لاہوری بیٹھے تھے - اُنہون نے کہا - یہ مہمان شیخ طاہر کے بھائی کا بیٹا ہے - بہت خوش ہوئے - اور بہت دلجوئی کی - مینے چند روز ٹران کمائی پر چند تارکان دنیا کے ساتھہ بسر کئے - ہر روز کسی قدر نقد ہاتھہ آجاتا تھا - اور شکم پروری کے شامل ہوجاتا تھا - یہ دیکھکر دل مین خدشہ پیدا ہوا - شاید میری درویشی - ایزدی درگاہ مین قبول نہین ہوئی - جو ہر روز تونگرانہ - سیری کے ساتھہ گزرتی ہے - اس اندیشہ پر مین ولیانہ آزمایا گیا - اس آزمایش مین ظاہر ہوا - کہ اس طرح کا توکل بھی شرک خفی ہے - اور قوت القلوب مین جو التوکل ھو الفراد عن التوکل[1] کا بیان ہے - وہ یہین سے ہے - جب اس تفیہ

[1] ترجمہ - توکل سے ساگنا ہے ۱۲

من بھی خوب اندیشہ کیا گیا - تو تسلسل کی صورت معلوم ہوئی - پس حیرت ہوئی - کہ توکل کیا چیز ہے - بحکم الٰہی - نفس ملہم نے آگاہ کیا - کہ اسم قوی اور متین کی اُس تجلی کو توکل کہتے ہین - جو سالک کے دل پر پڑے - یعنی جب تک درویش کا دل اِن دونون بزرگوار اسمون کا تجلی گاہ نہین ہو جاتا ہے - تب تک اوسکو متوکل نہین کہتے ہین - اور یہ توکل - توحید حق اور فناے خلق کے معنی مین ہے - قصہ کوتاہ مینے برہان پور کو بازگشت کی - یہان آکر ایک حسین منظر کے حُسن پر دل مائل ہوا - اور محویت کی نوبت یہان تک پہونچی - کہ کتاب پڑہنے کے وقت صحیفون کے حروف اور خطوط سے - نام محبوب کے نقش کے سوا - کچھہ نظر مین یا اندیشہ مین نہین آتا تھا - اور نماز کی محراب مین محبوب کی صورت نے صنم ہونے کی شان اختیار کی - بلکہ اوراکات اور حواس اپنے مدرکات سے بیکار ہو کر محبوب کے سوا کچھہ معلوم نہین کر سکتے تھے - قوۃ ذائقہ - پانی کو دودہ سے جدا نہین کر سکتی تہی - اور کان - نغمہ کو نوحہ سے علیحدہ نہین پہچانتے تھے - میرے سودا کی کسی قدر کیفیت استادی عم مکرم کو معلوم ہوئی - تو فرمایا - ایسی استعداد والا اگر رسمی علم کی طلب چہوڑ کر ایزد شناسی کے دامن سے لٹک جاوے - تو بہت زیادہ جلدی مقصد مین کامیاب ہو جاوے - بالجملہ چونکہ محبوب کی صورت نظر کے سامنے سے بالخصوص نماز کے اندر - تغافل کرنے اور لاحول پڑہنے پر بہی دور نہین ہوئی - اور مینے اِس بات کو ازروے شریعت ناروا جانا - لہذا شیخ لشکر محمد عارف شطاری قدس سرہ کی خدمت مین حاضر ہو کر اصلیت گراہی بیان کی - اِن ایام مین طالبان ہدایت کی عنان شیخ لشکر محمد عارف کے دست رہنمائی مین تہی - شیخ لشکر محمد عارف نے فرمایا - تین روز روزہ رکہو - اور چوتہے روز تلقین ذکر لو - ذکر کے نور سے - یہ وسواس نیستی کی طرف کوچ کر جاوینگے - چنانچہ مینے ایسا ہی کیا - ہنوز تیسرا روزہ افطار نہین کرنے پایا تہا - کہ میرا دل اُس تعلق سے یکبارگی ہٹا - اور تلقین کے روز دل کے اوپر ذکر نے ایسی جگہہ پکڑی کہ گھر کی طرف واپس آنے کے وقت بازار کے چراغون سے اللہ جل شانہ کے نام کے سوا کچھہ بہی نظر نہین آیا - اور اِس چلہ کے آغاز مین تمام بدنی اعضا سے بلکہ ہر ایک بال کی جڑ سے

ذکر مذکور مینے گوشِ خیال سے سن لیا - اِسی چلہ کے انجام مین توحید کا تخم - زمین دل پر بکھیرا گیا - اور دوسرے چلہ کی بہار سے گلستان بنا دیا گیا - اب مین اُسی گلستان سے بے شمار پھول - تصنیف اور تلقین کے ذریعہ سے - دوستان حال واستقبال کے واسطے ذخیرہ کرتا ہون"

ایک روز یاد کر کے آپ فرماتے تھے -

"رمضان کا مہینا اور ہجری سنہ ایک ہزار تیرہ تھا - ایک رات اعتکاف کے اندر مجھ بہ معتکف سراپا عبودیت کی خاطر مین یہ بات آئی - کہ اِس وقت مین تمام اصحاب کو جمعیت اور حضور حاصل ہے - اور حصن حصین کی حدیث مین لکھا ہے - کہ رقت قلب کا وقت دعا کی قبولیت کا محل ہے - لہذا مجکو دعا کا ہاتہ قبولیت کی امید پر اُٹھانا چاہیئے - ہنوز یہ خیال نفس ناطقہ سے آگے بڑھکر زبان تک نہین آنے پایا تھا کہ مینے حق سبحانہ تعالی کو اُن تمام مظاہر سے آشکارا دیکھ لیا جو نظر آتے تھے مع ذلک سوال کا خیال اِس بنیاد پر دل سے دور نہین ہوا - کہ مرتبہ عبودیۃ اسی صورت مین ثابت ہوتا ہے -

انما یسال العبد امتثالا للامر الذی وقع فی قوله تعالےٰ [1] اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ فالعبد المحض لله سبحانہ من ہو لیس فیہ شوب ربوبیۃ وشائبۃ رفینہ لامر سواہ ولیس لهذا الداعی ہمۃ ورم متعلقۃ فیما سال فیہ من مسئول معین وغیر معین وانما ہمتہ مصروفۃ الی الامتثال فقط غیر متجاوزۃ

بندہ دعا صرف تعمیل حکم کے واسطے کرتا ہے جو اللہ جل شانہ کے قول ادعونی استجب لکم مین واقع ہوا ہے - کیونکہ خالص اللہ جل شانہ کا بندہ وہی ہوسکتا ہے - جس مین ربوبیتہ کا لگاؤ - اور اللہ تعالی جل شانہ کے سوا کسی اور شے کے ساتھ پھنساؤ نہ ہو - مذکورہ بالا سائل کا قصد اور ارادہ اُس شے کے متعلق نہین ہوتا ہے - کہ جس کے بارہ مین اُس کا سوال ہوتا ہے - خواہ وہ مسئول معین ہو - یا غیر معین ہو بلکہ سائل کا قصد تمام و کمال صرف تعمیل حکم کی طرف متوجہ

[1] - ہم سے دعا مانگتے رہو - ہم تمہاری دعا قبول کرینگے -

الی مطلوب سواه فانه لا یجوز
ان یکون مطلوبا لان من شان المطلوب
ان یکون موجودا فی نفس الامر
ومفقودا عند الطالب باعتباره
والغیر وما سواه معدوم فی
نفسه فلا یکون من شانه
ان یطلب فلا ینبغی ان یطلب احد احدا
سواه فاذا اقتضی الحال السوال اللفظی سال
عبودیة واذا اقتضی التفویض و
السکوت عن الدعاء سکت عنه

فسنح هذا المرجو فی صورة التمیز
علی خاطری عند تخیل السوال معًا
الیست الموجودات یمکن ان تتصف
بالرحمة الرحیمیة کما اتصفت بالرحمة
الرحمانیة علی مقتضی رحمتی وسعت
کل شیء لان الشیء اذا اتصف بالرحمة
الرحمانیة التی هی عبارة عن نفس الرحمن
وهو تجلی الوجود الواجب تعالی
فلا یلیق ابتلاءه بالقهر والعذاب
لان صفة الرحمة ثابتة للحق
سبحانه بالذات وبالقصد
وصفة القهر بالعرض وبالتبع

ہوتا ہے - اور اللہ جل شانہ کے سوا کسی دیگر مطلوب کی طرف
متجاوز نہین ہوتا کیونکہ غیر اللہ کا مطلوب بنانا جائز نہین ہے
کس واسطے کہ شان مطلوب یہ ہے - کہ وہ نفس الامر مین ضرور
موجود ہو - مگر طالب کے نزدیک اُس کے اعتبار سے مفقود ہو
اور غیر اللہ اور ماسوائے اللہ فی نفسہ
معدوم ہین - لہذا اُن کی شان مین یہ بات داخل نہین ہے
کہ مطلوب بنائے جاوین - پس ہرگز یہ بات سزاوار نہین ہے - کہ
کوئی شخص بھی اللہ جل شانہ کے سوا کسی اور شے کو مطلوب بناوے
اس صورت مین اگر حال - لفظی سوال کا مقتضی ہو - تو
عبودیة کی راہ سے سوال کرے - اور اگر حال تفویض اور سکوت
عن الدعاء کا مقتضی ہو - تو دعا سے سکوت کرے -

پھر معًا خیال سوال کے ساتھہ ہی تمیز و
تفریق کے طور پر میرے دل مین یہ سوال پیدا ہوا
کہ اگرچہ تمام موجودات بمقتضائے رحمتی وسعت کل شئے
رحمة رحمانیہ کے ساتھہ متصف ہین - اور دلیل اس کی
یہ ہے - کہ جب کوئی شے رحمة رحمانیہ کے ساتھہ متصف ہو چکی
جو عبارت نفس رحمن سے ہے - اور نفس رحمانی بعینہ وجود واجب
تعالی کی تجلی ہے - تو پھر یہ بات کب موزون ہے کہ وہی شے قہر اور
عذاب مین مبتلا ہو - لیکن کیا یہ ممکن نہین ہے - کہ موجودات جس طرح
رحمة رحمانیہ کے ساتھہ متصف ہوئی ہین - اسی طرح وہ
رحمة رحیمیہ کے ساتھہ بھی متصف ہوئی ہون - کیونکہ
حق سبحانہ کے واسطے صفة رحمة بالذات اور بالقصد
ثابت ہے اور صفت قہر بالعرض اور بالتبع -

۵۸ ہماری رحمت داہل وناہل سب چیزون کو شامل ہے ۱۲ ؎

وعلی هذا اما قال البیضاوی فی قوله تعالی اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۵[1] وعدم غفران الشرك مقتضی الوعید فلا امتناع فیه لذاته لیمتنع الترديد[2] والتعلیق بان تمت[3] کلمة ربك بالحسنی

اور اسی اصول پر مبنی ہے۔ جو قاضی بیضاوی نے فرمایا ہے الله جل شانہ کے قول پاک ان تعذبہم فانہم عبادک وان تغفرلهم فانك انت العزیز الحکیم کی تفسیر میں وعدم غفران الشرک مقتضی الوعید (ترجمہ) یعنی شرک کا نہ بخشنا مقتضائے وعید ہے۔ اس بیان میں بذاتہ کوئی تناقض نہیں ہے۔ کہ جس کی وجہ سے تردید اور کلمات تمت کلمة ربک بالحسنی کے ساتھ تعلیق ممتنع ہو

آپ کی تصنیفات کا شمار یہ ہے (۱) روضۃ الحسنی (۲) اور عین المعانی یہ دونوں رسالے تو اسماء الٰہی کی شرح ہیں۔ اول اول ہے۔ اور ثانی کا ثانی نہیں ہے۔ (۳) انوار الاسرار۔ قرآنی تاویلات کے بارہ میں دوسری ذی تاویل اور حقائق نما تفسیروں پر نظر کر کے ثانی نقش ہے جس کو آپ کی فطرت کے نقاش نے معانی کے بدیع نگار قلم سے لکھکر اہل زمانہ کے سامنے پیش کیا ہے۔ (۴) رسالہ حواس پنجگانہ۔ جس میں آپ نے حضرات خمس کے ساتھ مطابقت دی ہے کہ شیخ صدر جہان دہاروال۔ آپ کے برگزیدہ خلفا میں سے ہیں۔ ان کی التماس قبول فرماکر لکھا تھا۔ (۵) حاشیہ بر اشارۂ غریبہ کتاب انسان کامل جو شیخ عبدالکریم جیلی قدس سرہ کی تصنیفات میں سے ہے۔ یہ حاشیہ آپ نے اُس وقت تحریر فرمایا تھا۔ کہ جب آپ شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی کے خلیفہ سید احمد دکنی کی شاگردی میں داخل تھے۔ (۶) شرح فارسی بر قصیدہ بردہ (۷) رسالہ قبلۃ المذاہب الاربعہ مع اشارات اہل التصوف (۸) حاشیہ بر شرح ضیائیہ۔ ایک شرح ہے جس کو حقائق آگاہ مولانا عبدالرحمن جامی نے کافیہ پر لکھا تھا۔ اس شرح پر آپ نے حاشیہ چڑہایا ہے۔ یہ اُس وقت کی بات ہے۔ کہ جب آپ اپنے بڑے صاحبزادہ شیخ عبدالستار کو درس دیتے تھے۔ مولانا عبدالغفور اور مولانا عصام الدین کے حاشیوں کے مقابلہ میں بڑی میٹھی میٹھی باتیں لکھی ہیں۔ (۹) فتح محمدی در علوم ما یتعلق بہ التفسیر۔ یہ کتاب شیخ فتح محمد کے واسطے تالیف فرمائی تھی۔ جو آپ کے چھوٹے فرزند

[1] اگر تو ان کو عذاب دے۔ تو تجھکو اختیار ہے۔ یہ تیرے بندے ہیں۔ اور اگر تو ان کو معاف کرے۔ تو کوئی تیرا ہاتھ نہیں پکڑ سکتا کیونکہ بیشک تو ہی سب پر غالب (اور) حکمت والا ہے ۱۲ [2] الترديد دائر بین النفی والاثبات ۱۲ [3] (اے پیغمبر) تمہارے پروردگار کے کلمات سب کے سب خوبیوں پر ہی تمام ہوئے ہیں ۱۲۔

ہین (۱۰) تتمیم شرح ماتہ عامل جسکو میر فتح اللہ شیرازی نے آغاز فرمایا تہا - مگر زمانہ کی بیوفائی کے سبب سے انجام کو نہین پہونچی تہی - اس کتاب کو آپنے میر سید علی ابن عم قاضی نور اللہ کی آرزو پر التفات فرماکر آغاز کی طرح انجام کو پہونچایا ہے - قاضی نور اللہ - عرش آستانی اکبر شاہ کے لشکر کے قاضی تہے -

(۱۱) رسالہ عقود جس کو سب سے زیادہ مختصر عبارت مین لکہا ہے - ارباب حدیث گنیتون کا شمار اپنے ہاتہ کی انگلیون پر کرتے ہین - اس کو عقود کہتے ہین - (۱۲) دو رباعی کی دو شرح (۱۳) ترجمہ اسرار الوحی بہی آپ ہی کا ترتیب دیا ہوا ہے - تقدیری کرشمون سے امید ہے - کہ ان سرتاپا کشف سے بہرے ہوئے رسالون کے نام سننے والے کو اگر ان کے مطالعہ کا شرف حاصل ہوگا - تو میرے ستایش نما بیان کو لاف و گزاف نہ سمجہے گا -

اس مین شک نہین - اگر تمام معاملہ ذی انصاف گروہ کے ساتہ ہی ہوتا - تو کوئی اندیشہ کی بات نہین تہی - لیکن کیا کیا جاوے - چند غربال منش اور صافی طینت لوگون سے بہی کام پڑنے والا ہے - اسواسطے ہر ایک رسالہ مین سے نمونہ کے طور پر ایک ایک نقل تحریر کرتا ہون - تاکہ جن اصحاب نے دعوت قبول کرلی ہے - وہ میری ستایش نمائی کے خوان پر سے صرف چاشنی چکہہ کر نہار منہ نہ اٹہہ جاوین -

یہ انوار الاسرار کے دیباچہ کی نقل ہے -

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم	بسم اللہ الرحمن الرحیم - اے مقدس اور بابرکت خداوند کہ تمام اقسام
لك الحمد یا من دعوته لطالبیه	اور اشکال تیرے ہی لئے شایان اور موزون ہین جس ذات والا صفات
الی جمال عزّته فاتحة لابواب	کی دعوت (طلب) اُس کے جمال عزت کے طالبین کے واسطے
خزائنه وکان دعوته موفورا	اُس کے خزانون کے دروازون کی کنجی ہوسکتی ہے - نیز جس کی
	دعوت (طلب) نہایت زیادہ ہے وہ تو ہی ہے -
ولك الشكر یا من لاوسیلة	اور اے کثیر النعم منعم - شکر کے جملہ افراد اور انواع تیرے
الی اظهار نعمه الا السعی	ہی لئے زیبا اور سزاوار ہین جس منعم کی نعمتون کے اظہار کے
بقلبه ومن کان ساعیا بقلبه	واسطے سوائے قلبی سعی کے کوئی وسیلہ نہین ہوسکتا ہے بس وہ
یری کان سعیه مشکورا	منعم تو ہی ہے - اور یہ مسلم ہے - کہ جو شخص دل کے ساتہ ساعی
	ہوتا ہے - وہ دیکہہ لیتا ہے - کہ اس کی سعی مشکور ہوتی ہے -

وعليك الصلوة والسلام يا من حقيقته مجمع حقائق جميع المراتب والمجالي وروحه منبع العوالم والمعالي ووجوده لحضرة العوالم رحمة الله المتعالي وكان كتابه منشورا

اور نامی رو صلوۃ وسلام آلہی نازل ہو آپ پر اے ذات پاک محمدی۔ جس شخص کی حقیقت جملہ مراتب اور مجالی کی حقیقتون کا مجمع۔ جس کی روح پر فتوح۔ عوالم اور معالی کا چشمہ جس کا وجود باجود۔ ظہور عوالم کے واسطے۔ اللہ جل شانہ کی رحمت اور جس کی کتاب۔ منشور (واضح) ہے وہ آپ ہی کی ذات عالی درجات ہے۔

وعلى الذين فضلوا بالصحبة الرفيعة الصورية والمعنوية وكان صحبتهم به صلعم وعلى آله مسرورا

اور اُن اصحاب پر بھی صلوۃ وسلام نازل ہو۔ جو صوری اور معنوی رفیع الشان صحبت کے ساتھ فضیلت دئے گئے ہین۔ جن کی صحبت رسول مقبول صلعم کے ساتھ رہتی تھی۔ اور رسول مقبول صلعم کی اولاد امجاد پر بھی صلوۃ وسلام نازل ہو۔ اور یہ نزول صلوۃ وسلام جملہ آل واصحاب کے مسرور الوقت ہونے کا باعث بنے۔

وبعد فهذه مشاعل انوار الاسرار في المشاهد الابكار التي برعون الفحول الاحرار عن رقبة التقليد والاكدار قد لاحت من حضرة القدير على المذنب الفقير من غير تامل وكسب بل الهمه الله بعين عنايته عند الكتابة ومرارا يقول لنفسه ايها الفضول الى اين تذهب اتدري الكتاب وما الايمان بظاهره وباطنه فتقف عنده وتقول ما ادري ما يفعل

بعد حمد وصلوۃ التماس یہ ہے۔ کہ یہ مضامین گویا انوار اسرار کی مشعلین ہین جو دست نارسیدہ محلون ہین اُن جوان مردون کی آنکھین منور کرنے کے واسطے رکھی ہوئی ہین۔ جو تقلید اور کدورتون کی قید سے آزاد ہین مذکورہ بالا اسرار جناب باری عزاسمہ کی طرف سے۔ فقیر مذنب پر بغیر تامل اور کوشش کے وارد ہوئے ہین۔ بلکہ یہ کہنا بے محل نہین ہے۔ کہ اللہ تعالی جل شانہ نے اپنی عین عنایت سے کتابت کے وقت سدر الذکر اسرار کو الہام فرمایا اور ایسی حالت مین الہام فرمایا۔ کہ فقیر مذنب (مین) اپنے نفس سے بار بار کہتا تھا کہ اے بوالفضول کدھر جاتا ہے۔ کیا تو جانتا ہے۔ کہ کتاب کیا ہے۔ اور ظاہر آ و باطناً ایمان کیا ہے۔ کہ اس تک

بی فالھمنی اللہ تعالیٰ فنودیت من
سری ۔ مَا کُنْتَ تَدْرِیْ مَا
الْکِتٰبُ وَلَا الْاِیْمَانُ وَلٰکِنْ جَعَلْنٰہُ
نُوْرًا نَّھْدِیْ بِہٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ
عِبَادِنَا وَاِنَّکَ لَتَھْدِیْ اِلٰی
صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۔ صِرَاطِ اللّٰہِ الَّذِیْ
لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ
اَلَآ اِلَی اللّٰہِ تَصِیْرُ الْاُمُوْرُ ؕ لبیان
بعض اسرار الکتاب البشیر النذیر
غیر مبینۃ فیھا اسرار الفصاحۃ و
انوار البلاغۃ ولا مشرحۃ فیھا غرائب
اللغۃ والعربیۃ لما فقنت لوطر
من تنبیہ العلماء الراسخون فی الظاھر
ومن قرءہ واولہ علی الباطن ولم
یلتفت الی ظاھرہ اصلا کاذھب
اِلٰی فِرْعَوْنَ اِنَّہٗ طَغٰی یراد بھا
ان موسی روحہ وفرعون نفسہ
من غیر ملاحظۃ المعنی الاصلی
الذی لاجلہ نزل فھو باطنی
لبطونہ فی احد معانیہ ومن فسر
علی الظاھر الصرف من غیر ایمان واقرار
بالاشارات والنکت التی ھی
عین البلاغۃ الی ربہ و محض

پہونچ کر مجکو وقوف حاصل ہوئے" اور نفس مجکو جواب دیتا تھا۔
کہ میں "نہین جانتا میرے ساتھ کیا کیا جاوے گا" ایسی
حالت مین اللہ تعالیٰ جل شانہ نے مجکو الہام فرمایا۔ یعنی
میرے باطن سے آیۃ کریمہ ماکنت تدری ما الکتاب
ولا الایمان ولکن جعلناہ نورا نھدی بہ من
نشاء من عبادنا وانک لتھدی الی
صراط مستقیم ۔ صراط اللہ الذی لہ ما فی
السموٰت وما فی الارض الا الی اللہ تصیر الامور
کی ندا مجکو ہوئی ۔ اور یہ ندا اسواسطے ہوئی کہ مین بشارت دینے
والی اور نیز ڈرانے والی کتاب (قرآن کریم) کے ایسے بعض
اسرار بیان کرون جن کے اندر فصاحت کے اسرار اور بلاغت
کے انوار بیان نہ ہون نہ غریبہ اور عربیہ لغات کی تشریح
کی جاوے ۔ کیونکہ یہ ضرورت بڑے بڑے علماء ظاہر
کی کوشش سے پوری ہوچکی ہے ۔ نیز جس شخص نے قرآن
پڑھ کر اس کی تاویل صرف باطن پر کی ۔ اور ظاہر کی جانب قطعی
ملتفت نہین ہوا ۔ جیسے آیۃ کریمہ اذھب الی فرعون انہ طغی
مین بغیر لحاظ اصلی معنی کے ۔ جس کے واسطے یہ آیۃ کریمہ نازل
ہوئی ہے ۔ یہ معنی مراد لئے جاتے ہین ۔ کہ موسیٰ ۔ روح
انسان ہے ۔ اور فرعون نفس انسان ہے ایسی تاویل
کرنے والا شخص باطنی ہے ۔ کیونکہ وہ منجملہ دو معانی کے
صرف ایک معنی کے اندر گھسا ہے اور جس شخص نے
تفسیر قرآن صرف ظاہر پر کی ۔ اور جو اشارات اور نکات اللہ
جل شانہ کی طرف نگاہ کر کے عین بلاغت ۔ اور نفس انسانی

الفصاحة من نفسه فهو حشوی
خارجی لا یری من جلال قرءته
الا سرادقات عزته ولم یظفر
بدخوله فی مجلس وقوفه علی
جماله المندرج فیه والمندمج
تحته ومن جمع بینهما فهو العارف
الکامل الواقف بالکتاب وبمراد
نزوله ولهذا اکثر ما یذکر
من الاشارات بلعل ویحتمل
لادب ادب الله سبحانه العلماء
الواقفین بجمیع مراتب التنزیه
والتشبیه واسال الله ان
یجعلنی ومن سلک طریقی
من الذین لیس للشیطان
علیهم سبیل

کی طرف نظر کرکے محض فصاحت ہین- ان اشارات اور
نکات پر وہ شخص نہ ایمان لایا- نہ اقرار کیا- وہ حشوی خارجی
ہے- کہ جلال قراۃ مین سے صرف پردہائے عزت کے
سوا- کچھہ نہین دیکھہ سکا ہے- اور جو خوبیان قرآن مجید کے
اندر یا اُس کے ذیل مین درج ہین- اُن کی واقفیت کی
مجلس مین داخل نہین ہوسکا ہے اور جس شخص نے
ظاہری اور باطنی دونون معانی جمع کئے- وہی عارف
کامل ہے جو کتاب سے- اور نزول کتاب کی مراد سے
واقف ہے- اسی واسطے جہان کہین اشارات کا ذکر
کیا گیا ہے- لفظ "لعل" کے ساتھہ کیا گیا ہے- اور یہ بھی
ممکن ہے کہ لفظ "لعل" کے ساتھہ ذکر- ادب کے خیال سے
کیا گیا ہو جس کی تعلیم اللہ سبحانہ نے اُن علما کو فرمائی ہے
جو تنزیہ اور تشبیہ کے جمیع مراتب سے واقف ہین-
اور مین اللہ جل شانہ سے دعا کرتا ہون- کہ وہ مجکو اور میرے
پیرو اصحاب کو اُن لوگون کے گروہ مین داخل کردے-
جن پر شیطان کا زور نہین چل سکتا ہے-

اعوذ بالله المتجلی بصفتی
الجمال والجلال من الشیطان
البعد وهو البعد الذی وقع بین
العبد وربه وهما ولیس فی
الحقیقة او البعد الموهوم
والخلاء المتوهم فی محل وجود العالم
یعنی العالم الظاهر خارج عن حضرة

اعوذ باللہ- مین اللہ تعالیٰ جل شانہ کی پناہ چاہتا ہون
جو جمال اور جلال کی صفت کے ساتھہ آراستہ ہے- من الشیطان
شیطان سے یعنی بعد سے- بُعد سے مراد وہ بُعد ہے جو عبد
اور اُس کے رب کے درمیان مین وہمًا واقع ہے- مگر فی الحقیقۃ
کچھہ نہین ہے- یا بعد سے مراد وہ موہوم بعد- اور متوہم
خلا ہے- جو وجود عالم کے محل مین پایا جاتا ہے- یعنی عالم
وہ ظاہری مقام ہے- جو حضرت غیب سے خارج- اور

الغيب المتجلي في الخلاء المتوهم - الرحيم المردود عن حد الوجود الاصلي في الحقيقة وان ظهر بالاعتبارات الوجودية -	متوہم خلا میں نمایاں ہے - الرحیم کون یعد جو مردود یعنی وجود اصلی کی حد سے حقیقۃً باہر ہے - اگرچہ اعتبارات وجودیہ کی رو سے ظاہر ہے -
بسم الله ملتبسا باسم الله الذی تجلی بالاسماء والصفات المقتضیة لحقائق الاسماء الکونیة بعلم الیقین یعنی شرعت فی حال التحاق علمی باسماء الله بالذوق والوجدان اوقل متحققا باسم الله الذی تجلی بالاسماء الالوهیة والصفات الربانیة بعین الیقین یعنی شرعت فی حال تحققی بالاسماء والصفات بعینی معها - اوقل متلبسا باسم الله الذی تجلی بالنسب الوجوبیة والاوصاف الفعلیة بحق الیقین یعنی شرعت بحال اظهاری وتحققی الاسماء الالهیة الفعلیة علی الحقائق الکونیة الانفعالیة بالخلافة لا بالاصالة فان لا قدم للممکن کائنا ما کان فی الوجوب الذاتی ولا یکون هذه الا للمکمل والتی فوقها للکامل والتی فوقها للواصل المبتدی	بسم اللہ - مین اللہ تعالی شانہ کے نام پر شروع کرتا ہون درانحالیکہ مین علم الیقین کے ساتھ اللہ پاک کے نام سے متلبس ہوتا ہون جنے ایسے اسماء اور صفات کے ساتھ تجلی فرمائی ہے - جو اسماے کونیہ کی حقیقتون کے مقتضی ہین - یعنی مینے ایسی حالت مین شروع کیا ہے - کہ جس حالت مین میرا علم - آلہی اسماء کے ساتھ ذوق اور وجدان سے ملحق ہوا ہے - یا یون کہئے - مین اللہ جل شانہ کے نام پر شروع کرتا ہون - درانحالیکہ مین عین الیقین کے ساتھ اللہ پاک کے نام سے متحقق ہوتا ہون - جسنے اسماے الوہیہ اور صفات ربانیہ کے ساتھ تجلی فرمائی ہے - یعنی مینے ایسی حالت مین شروع کیا ہے کہ جس حالت مین میرا عینی (ذاتی) تحقق اسماے الوہیہ اور صفات ربانیہ کے ساتھ ہوا ہے - یا یون کہئے - مین اللہ جل شانہ کے نام پر شروع کرتا ہون درانحالیکہ مین حق الیقین کے ساتھ اللہ پاک کے نام سے ملتبس ہوتا ہون جسنے وجوبی نسبتون اور فعلی اوصاف کے ساتھ تجلی فرمائی ہے - یعنی مینے ایسی حالت مین شروع کیا ہے - کہ جس حالت مین اسماے آلہیہ فعلیہ کا فعل - حقائق - کونیہ انفعالیہ پر بالخلافۃ ظاہر اور تحقیق کرتا ہون نہ بالاصالۃ کیونکہ ممکن کو خواہ وہ کسی وقت تک رہے وجوب ذاتی کے اندر قدم نہین ہوسکتا ہے - اور یہ تلبس بس مکمل کو ہی حاصل ہوتا ہے - اور جو تلبس اس سے

فی العرفان بالاحدیۃ الذاتیۃ

بالاتر ہے - وہ کامل کو حاصل ہوتا ہے - اور جو تلبس اس سے بھی بالاتر ہے - وہ اُس شخص کو حاصل ہوتا ہے - جو واصل ہے - اور اوس نے احدیۃ ذاتیہ کے عرفانی مقام مین قدم رکھنا ابھی ابھی آغاز کیا ہے -

والاسم باصطلاحهم اعنی اهل التصوف لیس هو اللفظ بل هو الذات المسمی باعتبار صفۃ وجودیۃ کالعلیم والقدیر او عدمیۃ کالقدوس والسلام واقحام الاسم بین الباء والله لرفع الالتباس بالقسم عند اهل الظاهر ولامر آخر وهو المشهور فی کتبهم اما عندی فوجه الاقحام ان التحقق والتلبس والالتباس والتبرك انما هی بمرتبۃ الالوهیۃ المقتضیۃ بذاتها حقائق العالم المعبر عنها باسم الله فاذا لم یقحم توهم ان التحقق وغیرها بذات الله سبحانه وذات الله متعالیۃ من ان ینسب الیه وصف او یلحقه حد او یقیده رسم فانه هو الوجود المطلق والعین البحت ومتبریۃ من ان یحیط به علم

اسم - اُن کی یعنی اہل تصوف کی اصطلاح مین صرف لفظ نہین ہے - بلکہ ذات سے ہے - جو وجودی صفت کے اعتبار سے مثل علیم اور قدیر کے اور عدمی صفتہ کے اعتبار سے مثل قدوس اور سلام کے نام زد کی جاتی ہے حرف (ب) اور لفظ (اللہ) کے درمیان مین لفظ (اسم) داخل کرنا اہل ظاہر کے نزدیک تو واسطے رفع التباس کے ہے جو بائے قسم کے ساتھ ہوتا اور نیز ایک اور وجہ سے بھی ہے - جو کتب صوفیہ مین شہرت کے ساتھ مذکور ہے لیکن میرے نزدیک لفظ (اسم) داخل کرنے کی وجہ یہ ہے کہ تحقق - تلبس - التباس اور تبرک جو کچھ بھی ہوتا ہے محض مرتبہ الوہیۃ کے ساتھ ہوتا ہے - جو بذاتہ - حقائق عالم کا مقتضی ہے - اسی کی تعبیر اسم سے کی جاتی ہے - پس اگر لفظ (اسم) داخل نہین کیا جاوے گا - تو وہم پیدا ہوگا - کہ تحقق اور تلبس وغیرہ وغیرہ اللہ سبحانہ کی ذات کے ساتھ ہے - حال آنکہ اللہ جل شانہ کی ذات اِس امر سے عالی ہے کہ اُس کی جانب کسی وصف کی نسبت کی جاوے یا اُس کو کوئی حد لاحق ہو - یا اُس کو کوئی رسم مقید کرے کیونکہ اللہ پاک کی ذات - وجود مطلق اور عین بحت ہے اور حال آنکہ اللہ جل شانہ کی ذات اس امر سے بالاتر ہے - کہ اُس کو

او عقل او كشف ومنزه من ان
ينزهه منزه بالاطلاق والاقتضا
والتعين او يجد ده مشبه في جهة
من الجهات تعالى الله عن ذلك
علوا كبيرا وهو اخفى من كل شئ هويته
وحقيقة واظهر من كل شئ انية
وتحققا وله مراتب باعتبار انبساطه
على اعيان الممكنات وظهوره بمراتب
الالهيات والكائنات فاول تعين
يتعين منه بذاته في ذاته هو الوحدة
ثم الوحدة تنقسم بقوسين قوس
الاحدية وقوس الواحدية ثم
الواحدية تتشعب بسهمين ظاهر
الوجود وظاهر العلم والحقيقة
الجامعة بينهما والحد الفاصل
بينهما حقيقة الانسان لاغير و
من واجبات الاول الوجوب
الذاتي والتاثير والفعل وغيرها
المسمى بالله وبالاشتراك اللفظي يطلق
لفظة الله على هذه المرتبة وعلى الوجود
المطلق ايضا من غير ملاحظة مفهوم
من المفهومات ومن لوازم الثاني
الاستعداد والقابلية والانفعال

کوئی علم یا عقل یا کشف احاطہ کر سکے - اور حال آنکہ اللہ جل شانہ
کی ذات اس امر سے پاکیزہ تر ہے - کہ کوئی تنزیہ بیان کرنے والا
شخص - اطلاق اقتضا - اور تعین کے ساتھ اُس کی تنزیہ کرے
یا کوئی تشبیہ بیان کرنے والا شخص منجملہ جہات کے کسی جہت مین
اُس کو محدود کرے اللہ تعالیٰ جل شانہ ان تمام باتون سے بالاتر ہے
نیز وہ ہر ایک شے سے ہُویّۃ اور حقیقۃ کے اعتبار سے
مخفی تر - اور انّیّۃ اور تحقق کے اعتبار سے ظاہر تر ہے
اور نیز چونکہ ذات باری عزاسمہ کو اعیان ممکنات پر انبساط
اور مراتب الہیات وکائنات پر ظہور حاصل ہے - اس
اعتبار سے اُس کے کئی درجے ہین - پس اول تعین جس کے
ذریعے سے اللہ عزاسمہ بذاتہ اپنی ذات کے اندر متعین ہوتا ہے
وہ وحدۃ ہے - پھر اس کے بعد وحدۃ دو قوسون پر منقسم ہوتی
ہے - ایک قوس احدیۃ ہے - اور دوسری قوس واحدیۃ -
اس کے بعد واحدیۃ کی دو شاخین ہوتی ہین - ایک ظاہر الوجود
اور دوسری ظاہر العلم - ان دونون شاخون کے درمیان مین
حقیقۃ جامعہ یا یون کہیے - ان دونون کے درمیان مین حد فاصل
انسانی حقیقۃ ہے - نہ کچھ اور - اولین قسم کے واجبات
مین وجوب ذاتی - تاثیر - اور فعل وغیرہ وغیرہ داخل ہین - اسی
کا نام اللہ ہے - لفظ اللہ کا اطلاق اس مرتبہ پر تو آتا ہی ہے
مگر لفظی اشتراک کی وجہ سے یہ لفظ وجود مطلق پر بھی بولا جاتا
ہے - بدون ملاحظہ کسی مفہوم کے اور دوسری قسم
کے لوازم مین استعداد - قابلیت - انفعال - اور
تاثر وغیرہ وغیرہ شامل ہین - اسی کا نام اصطلاحاً عین غیر اللہ

والتاثر وغيرها المسمى بالغير والسوى في الاصطلاح ثم المرتبة المؤثرة اذا ظهرت تفصيلا تسمى ربا۔

الرحمن الذي تعين بمراتبه وكمالاته في جميع ممكناته ثم اذا تجلى الواحدية بالاحكام والآثار بالفيض المقدس والنفس الرحماني يسمى رحمانا والنفس الرحماني عبارة عن انبساط وجوده تعالى وامتداده على مراتب ممكناته فكما ان كلمات الانسان عبارة عن انبساط نفسه على مخارجه ويظهر من كل مخرجه بحسب استعداده حروف ثم اذا اجتمعت الحروف يسمى كلمات كذلك النفس الرحماني بسبب مروره وظهوره على مراتب يظهر من كل مرتبة بحسب استعدادها تعينات كلية وجزئية ثم باجتماعها يسمى مرتبة كلية اولية روحا ومثالا وشهادة وشخصا جامعا وليس لها في الخارج وجود يتميز عن تعيناتها خارجا كالسلطنة مثلا فان تعين كل سلطان متعين في السلطنة وليس للسلطنة وجود ممتاز عنه

الرحيم الذي تجلى على المؤمنين

اور سوی الشر رکھا گیا ہے۔ پھر جب موثر درجہ تفصیلاً ظاہر ہوا۔ تو اُس کا نام رب ہوا۔

الرحمٰن جو رحمٰن ہے۔ یعنی جس نے اپنے مراتب اور کمالات کے ساتھ اپنی جمیع ممکنات مین تعین فرمایا۔ جاننا چاہیئے کہ جب واحدیۃ نے احکام و آثار کے ذریعہ سے فیض مقدس اور نفس رحمانی کے ساتھ تجلی فرمائی۔ تو اس وقت مین اُس کا نام رحمٰن رکھا گیا۔ وجود باری تعالیٰ نے اپنے مراتب ممکنات پر جو انبساط اور امتداد فرمایا ہے۔ نفس رحمانی اسی سے عبارت ہے جس طرح کلمات انسانی عبارت ہے مخارج حروف پر نفس کے انبساط سے۔ اور ہر مخرج سے اُس کی استعداد کے موافق حروف ظاہر ہوتے ہین اور پھر جب حروف جمع ہو جاتے ہین۔ تو اُن کا نام کلمات ہوتا ہے۔ اسی طرح نفس رحمانی کا حال ہے کہ مراتب ممکنات پر اُس کے مرور اور ظہور سے حسب استعداد ہر ایک مرتبہ سے کلی اور جزئی تعینات ظاہر ہوتے ہین۔ پھر اِن کلی و جزئی تعینات کے جمع ہونے سے مرتبہ کلیہ اولیہ کا نام روح۔ مثال۔ شہادۃ یا شخص جامع رکھا جاتا ہے۔ اور اس مرتبہ کلیہ کا وجود خارج مین نہین ہوتا ہے۔ جو اپنے تعینات سے باعتبار خارجی وجود ہونے کے متمیز ہو سکے۔ جیسے مثلاً سلطنتہ۔ کہ ہر ایک سلطان کا تعین سلطنت کے اندر ہوتا ہے۔ اور باایں ہمہ سلطنتہ کا اُس سے کوئی علیحدہ وجود نہین۔

الرحیم۔ جو رحیم ہے۔ یعنی جس نے مومنین پر اپنی

برحمته الخاصة

(الف) باعلامه اياهم هذه المراتب والمجالي التي ظهرت من كمال الاسماء الالهية المقتضية للظهور بانه هو سار بكليته في جميع مراتبه ومراياه۔

(ب) او باعلام علم الرجوع عن النفسانية المذمومة الى الحقيقة في مقام العبودية

(ج) او باعلام ان هذه المراتب باسرها كلها وجزءها سارية بالوجود على الكل باعتبار كل شئ في كل شئ او ظاهرة على الشهود ذي حقيقة الانسان الكامل الممتاز بكماليته عن سائر المكونات۔

(د) او باعلام ان الانسان الكامل اذا بلغ غاية الكمال الممكن في حق البشر يرى ذاته مدبرة لجميع العوالم والمراتب ويرى اوصافه سبحانه اوصاف نفسه سوى الوجوب الذاتي بمرتبة جمع الجمع + وهذا سر لا يجوز كشفه الا لاهل الكمال البالغ مرتبة الرجال

الحمد لله الذي نور وجود

خاص رحمت سے تجلی فرمائی۔

(الف) یا تو اس طرح پر کہ رحیم نے مومنین کو اُن مراتب اور مجالی سے آگاہ کیا۔ جو اسماے الہیہ کے کمال سے ظہور پذیر ہوئے ہین اور اسماے الہیہ خود مقتضی ظہور ہین باین طور کہ ذات باری تعالی اپنے تمام مراتب اور مرایا مین کلیۃ ساری ہے

(ب) یا اس طرح پر تجلی فرمائی کہ رحیم نے مومنین کو مذموم نفسانیت سے مقام عبودیۃ مین حقیقۃ کی طرف رجوع کرنے کا علم تعلیم کیا۔

(ج) یا اس طرح پر تجلی فرمائی۔ کہ رحیم نے مومنین کو آگاہ کر دیا کہ کلیۃً اور جزئیۃً یہ تمام مراتب وجود کے ساتھ کل کے اندر ساری ہین۔ اس طور پر کہ ہر ایک شے ہر ایک شے مین ساری ہے یا کلیۃً اور جزئیۃً یہ تمام مراتب انسان کامل کی حقیقۃ بین مشاہدہ کے اندر ظاہر ہین۔ اور انسان کامل اپنی کمالیتہ کے اعتبار پر تمام کونی اشیا سے ممتاز ہے۔

(د) یا اس طرح پر تجلی فرمائی۔ کہ رحیم نے مومنین کو آگاہ فرمایا۔ کہ جب انسان کامل۔ غایت کمال کو پہونچ جاتا ہے۔ جو حق بشر مین ممکن ہے۔ تو اپنی ذات کو جمیع عوالم اور مراتب کا مدبر دیکھتا ہے۔ نیز اللہ سبحانہ کے اوصاف کو سوائے وجوب ذاتی کے اپنے ذاتی اوصاف دیکھتا ہے مرتبہ جمع الجمع مین۔ اور یہ ایک ایسا راز ہے جس کا کشف اہل کمال کے سوا۔ دوسرے پر جائز نہین۔ اہل کمال بھی وہ ہونا چاہیے جو مرتبہ رجال کو پہونچا ہوا ہو۔

الحمد للہ کے جمیع افراد حضرت باری و ہمہ کی بھی پاکنو

الممكنات بنور ذاته وتلالا في لوح
وجوده اسرار سو رتبه ولما كان
الحمد والثناء مترتبا على الكمال و
الكمال الحقيقي ليس الا لله
سبحانه كان الحمد كله
لله خاصة

فعند اهل الظواهر تعريفه
هو الثناء باللسان على قصد التعظيم و
له مراتب اربع عندهم اما ان يكون
ثناءه لعبده على حسن اقواله وافعاله
او يكون ثناء العبد له سبحانه على
كمالاته الواصلة اليه من الوجود
والبقاء او يكون ثناءه له كقوله تعالى
الحمد لله رب العالمين
او يكون ثناء العبد للعبد
على كمالاته الظاهرة فيه
باذن الله سبحانه فكل المحامد
راجعة اليه

اما عند اهل السلوك فستة اقسام
فعلي وقولي وحالي من كلا الجانبين فاما
القولي من العبد فبان يقول الحمد لله موافقا
للقلب عند القول به واما الفعلي فهو
الاتيان بالاعمال البدنية من العبادات

کے لئے شایان ہین۔ جس نے ممکنات کے وجود کو اپنی ذات
کے نور سے منور فرمایا۔ اور اپنے وجود کی لوح مین اپنے
شرف و منزلت کے اسرار مطالعہ کئے۔ اور ہرگاہ کہ حمد
اور ثنا کمال کے اوپر مترتب ہوتی ہے۔ اور حقیقی
کمال سوائے اللہ سبحانہ کے کسی فرد کو حاصل نہین ہے
لہذا حمد محض خصوصیات الٰہیہ مین سے ہے۔

پس حمد کی تعریف اہل ظاہر کے نزدیک یہ ہے۔ کہ
زبان کے ساتھ بارادہ تعظیم ثنا کی جاوے۔ اور انکے
نزدیک اس کے چار مرتبہ ہین (۱) ایک یہ کہ اللہ سبحانہ
کی ثنا اپنے بندہ کے لئے ہو اُس کے حسن اقوال اور حسن
افعال پر۔ (۲) دوسرے یہ کہ بندہ کی ثنا۔ اللہ سبحانہ کے
لئے ہو۔ اُس کے کمالات پر جو بندہ کی طرف واصل ہوتے ہین
جیسے وجود اور بقا۔ (۳) تیسرے یہ۔ کہ اللہ سبحانہ کی ثنا
خود اپنے لئے ہو۔ جس طرح خود اللہ تعالی شانہ فرماتا ہے
الحمد للہ رب العلمین۔ (۴) چوتھے یہ کہ بندہ کی ثنا بندہ کے
لئے ہو۔ اُس کے اُن کمالات پر جو اُس کی ذات مین اللہ
سبحانہ کے حکم سے ظاہر ہین۔ اس مذکورہ بالا بنیاد پر
کل محامد راجع اللہ سبحانہ کی ہی طرف ہین۔

تعریف حمد اہل سلوک کے نزدیک چھ قسم پر ہے
فعلی۔ قولی۔ اور حالی۔ اور یہی تین قسمین طرفین کے اعتبار سے
چھ قسمین ہوجاتی ہین۔ (۱) بندہ کی طرف سے قولی حمد اس
طرح پر ہے۔ کہ بندہ "الحمد للہ" ایسی حالت مین کہے کہ الحمد للہ
کہتے وقت اس کا قلب اس کے موافق ہو۔ (۲) بندہ کی

والخيرات ابتغاء لوجه الله وتوجها
الى جنابه الكريم لان الحمد كما
يجب على العبد باللسان يجب بحسب
كل عضو وذلك لا يمكن الا باستعمال
كل عضو لما خلق لاجله على الوجه
المشروع عبادة للحق سبحانه و
انقيادا لامره لا طلبا للحظوظ
النفسانية من اللذة العجيبة
فى الدنيا ومن الجنة والنعيم فى الآخرة
واما الحالى فهو الذى يكون بحسب
الروح والقلب كالاتصاف
بالكمالات العلمية والتخلق
بالاخلاق الملكية والربانية
من الرضا فى الطاعات والجود
عند العطيات اما القولى منه
سبحانه بان حمد نفسه فى كتبه لانبيائه
انى منزه عن النقائص والفعلى منه
سبحانه بان يسلم افعاله من الشر المحض
فعسى ان تكرهوا شيئا وهو خير لكم
وعسى ان تحبوا شيئا وهو شر لكم
والحالى منه سبحانه بان يظهر
فى الكل من الممكنات بالكل
من المحامد والخيرات

طرف سے فعلی حمد اس طرح پر ہے کہ وہ عبادات اور خیرات
وغیرہ بدنی اعمال محض لوجہ اللہ اور اُس کی جناب کریم کی طرف
متوجہ ہو کر عمل میں لاوے - کیونکہ بندہ پر حمد جس طرح زبان کے
ساتھ واجب ہے - اسی طرح ہر ایک عضو کے ساتھ واجب
ہے اور ہر ایک عضو کے ساتھ حمد کرنا ممکن نہیں ہے جب
تک بندہ ہر ایک عضو کو جس کام کے واسطے وہ پیدا
کیا گیا ہے - اُس کام میں مشروع طور پر استعمال نہ کرے - یہ
استعمال محض حق سبحانہ کی عبادت کے واسطے - اور احکام
الٰہی کی بجا آوری کے واسطے ہونا چاہیئے - نہ نفسانی حظ
کی غرض سے - جس سے مراد دنیا میں عجیب و غریب لذتیں
اور آخرۃ میں جنۃ اور نعیم جنۃ ہیں - (۳) بندہ کی طرف
سے حالی حمد اس طرح پر ہے - کہ وہ روح اور قلب کے
ذریعہ سے ہو - جیسے کہ علمی کمالات کے ساتھ موصوف
ہونا - اور ملکی اور ربانی اخلاق سے مزین ہونا ہے
طاعات کے اندر رضا - اور عطیات ملنے پر جود کام میں لانا
اس اتصاف میں داخل ہے (۴) اللہ سبحانہ کی طرف
سے قولی حمد اس طرح پر ہے - کہ اُس نے خود اپنی کتب
میں اپنے انبیا کو مخاطب کر کے اپنی ذات کی تعریف کی ہے
کہ میں نقائص سے منزہ (پاک) ہوں - (۵) اللہ سبحانہ
کی طرف سے فعلی حمد اس طرح پر ہے کہ وہ اپنے افعال
شر محض سے منزہ قرار دیتا ہے - فعسی ان تکرھوا شیئا
وھو خیر لکم وعسی ان تحبوا شیئا
وھو شر لکم (۶) اور اللہ سبحانہ کی طرف سے

واما عند اهل المعرفة الذی
سفره وسیره من نفسه الی ربه
فایضا ستة اقسام وتعریف الحمد
عندهم ظهور الکمالات لله
تعالی فهو قولی وفعلی وحالی
فاما القولی من العبد فبان یعلم
عند المنطق ای نطق کان من
النفس او من غیره ان هذه
کمالات ظاهرة من الحق بصفة
الکلام بعلم الیقین واما الفعلی
منه فبان یتمکن عن نفسه بحرکات
کل عضو من اعضائه عند التصرف
والتعریف ای فعل کان سواء
من نفسه او من غیره ان هذه
کمالات ظاهرة بحواس السالك
وبجوارحه بحسب قرب النوافل بعین
الیقین کما ورد فی الصحیح بی یسمع وبی یبصر
وبی ینطق (الحدیث) واما الحالی منه فان
یتحول عن نفسه بالکلیة ویکل التصرف الی ربه
لان یتصرف فیه بجمیع حواسه وقواه و
جوارحه بحسب قرب الفرائض بحق الیقین

حالی حمد اس طرح پر ہے۔ کہ وہ کل ممکنات مین کل محامد اور خوبیون
خیرات کے ساتھ ظہور کر رہا ہے۔

حمد کی تعریف اہل معرفت کے نزدیک بھی چھہ قسم پر
ہے۔ قولی۔ فعلی۔ اور حالی۔ کون اہل معرفت جس کا سفر
اور سیر اُس کے نفس سے اُس کے رب کی طرف ہو۔ اور
حمد کی تعریف ارباب معرفت کے نزدیک کمالات خداوندی
کا ظہور ہے۔ (۱) عبد کی طرف سے قولی حمد اس طرح پر ہے
کہ عبد ہنگام نطق خواہ وہ نطق اُسی کے نفس سے ہو۔ یا
اُس کے غیر سے۔ علم الیقین کے ساتھ یہ سمجھے۔ کہ یہ تمام
کمالات صفت کلام کے ذریعہ سے منجانب حق ظاہر ہوتے
ہین (۲) عبد کی طرف سے فعلی حمد اس طرح پر ہے۔ کہ جب
ہنگام تصرف وتعریف (کام مین لاتے وقت) اعضا حرکت
کرین تو یہ صدور فعل خواہ عبد کے خود نفس سے ہو۔ یا
اُس کے غیر سے عبد اپنی ذات سے عین الیقین کے ساتھ
بالجزم یہ سمجھے۔ کہ یہ تمام کمالات سالک کے حواس اور جوارح
کے ذریعہ سے حسب حصول قرب نوافل منجانب حق
ظاہر ہوتے ہین جیسا کہ حدیث صحیح مین وارد ہے۔
بی یسمع وبی ینطق الحدیث (الحدیث) (۳) عبد کی طرف سے
حالی حمد اس طرح پر ہے کہ بندہ کلیۃً اور کامل توجہ سے حق
الیقین کے ساتھ اپنی ذات کو اس طور پر اپنے رب کی
طرف پلٹ دیوے۔ کہ عبد کی ذات مین جمیع حواس۔ قوی
اور جوارح کے ذریعہ سے حسب حصول قرب فرائض
اللہ سبحانہ ہی متصرف ہے جیسے خود اللہ جل شانہ کا

كقوله تعالى وما رميت اذ رميت ولكن الله رمى[ا] واما القولى من الله سبحانه فبان يظهر كمالاته الوجودية عن نفسه بقوله[ب] هو الاول والاخر والظاهر والباطن وهو بكل شئ عليم واما الفعلى منه سبحانه فبان ينسب اليه كل فعل والله خلقكم[ج] وما تعملون ما كان لهم[د] الخيرة سبحان الله وتعالى عما يشركون من نسبة الفعل الى الغير واما الحالى منه سبحانه فبان يلتذ بكل لذة يجدها الممكن بظهوره في مرتبة التفرقة ولعلك تقول ان الحق منزه واللذة من لوازم الممكنات المحدثات فكيف يضاف اليه فجوابه الشافى انه من المتشابهات ستقف عليه قريبا فى اول البقرة انشاء الله تعالى ولعلك لم تجد احدا اسبق لبيان هذه الاقسام الستة الاخيرة عبارة وان سبق وجدانا

کا قول پاک ہے۔ وما رميت اذ رميت ولكن الله رمى (۴) اللہ سبحانہ کی طرف سے قولی حمد اس طرح پر ہے کہ وہ اپنے وجودی کمالات خود بہ نفس نفیس ظاہر فرماتا ہے اور کہتا ہے هو الاول والاخر والظاهر والباطن وهو بكل شئ عليم (۵) اللہ سبحانہ کی طرف سے فعلی حمد اس طرح پر ہے۔ کہ وہ کل افعال اپنی طرف منسوب کرتا ہے (قرآن کریم مین اس قسم کی متعدد آیتین موجود ہین ۔ والله خلقكم وما تعملون - ما كان لهم الخيرة - سبحان الله وتعالى عما يشركون - من نسبة الفعل الى الغير (۶) اور اللہ سبحانہ کی طرف سے حالی حمد اس طرح پر ہے۔ کہ حق سبحانہ ہر اُس لذت سے لذت پاتا ہے جس کے ظہور سے مرتبہ تفرقہ مین ممکن پاتا ہے۔ اور اے مخاطب غالبًا تو یہ کہے گا۔ کہ حق سبحانہ منزہ (پاک) ہے ۔ اور اور لذت ممکنات محدثات کے لوازم مین سے ہے۔ پھر لذت حق سبحانہ کی طرف کیونکر منسوب کی جاسکتی ہے۔ اس کا شافی جواب یہ ہے۔ کہ یہ بات متشابہات مین سے ہے انشاء اللہ العزیز تو عنقریب سورہ بقرہ کے اول مین ہی اس رمز پر آگاہ ہوجاوے گا۔ اور اے مخاطب تو غالبًا کسی ایک کو بھی ایسا نہ پاوے گا۔ کہ جس نے ان اقسام ستہ اخیرہ کے بیان کی طرف قبل ازین عبارۃ سبقت

[ا] (ترجمہ) اور اے پیغمبر! جب تم نے تیر چلائے۔ تو تم نے تیر نہین چلائے۔ بلکہ اللہ نے تیر چلائے ۱۲ [ب] (ترجمہ) وہی شروع سے ہے اور وہی آخر تک رہے گا۔ اور وہ (قدرتون سے) ظاہر اور (ذات صفات سے) پوشیدہ ہے۔ اور وہ ہر چیز سے واقف ہے ۱۲ [ج] (ترجمہ) تم کو اور جن چیزون کو تم بناتے ہو (سب کو) اللہ ہی نے پیدا کیا ہے ۱۲ [د] (ترجمہ) لوگون کو کوئی اختیار نہین ہے۔ لوگ جیسے جیسے شرک کرتے ہین اس سے یعنی فعل کی نسبت غیر کی طرف کرنے سے اللہ (کی ذات) پاک اور (اس کی شان بہت) بلند ہے۔

واشارة

وههنا سر اٰخر كما لا يجوز كشفه لا يجوز كتمه من اهله و هو ان في الحمد القولي والفعلي والحالي معنى اٰخر اما في القولي فبان يتكلم العارف الخليفة بكل من يتكلم بالكلام الازلي وغيره وفي الفعلي بان يفعل ويسمع ويبصر بكل من يفعل ويسمع ويبصر وفي الحالي بان يتلذذ بكل من يتلذذ من اللذات الملائمة للطبع ولعله لم يسبق ببيان هذه الاقسام الثلاثة من الحمد ايضا احد من قبلي او سبق ولم يبلغ لنا والله اعلم بالصواب

وللجمهور من الصوفية رضي الله عنهم في بيان معنى الحمد اربع معاني جمع بجمع وتفرقة بتفرقة وجمع بتفرقة وتفرقة بجمع فاما الجمع على الجمع فبان يتعين ويتجلى بالتعين والتجلي الاول والثاني وما اشتملا عليه من الشيون

کی ہو - اگرچہ وحیاناً اور اشارةً سبقت کی ہے -

اس مقام پر ایک راز اور ہے - جس طرح اُس کا کشف جائز نہین ہے - اسی طرح اُس کے اہل سے اُس کا اخفا بھی جائز نہین ہے - اور وہ یہ ہے - کہ قولی - فعلی - اور حالی حمد مین ایک اور معنی نکلتے ہین - یعنی (۱) قولی حمد اس طرح پر سمجھی جاوے - کہ عارف خلیفہ ہر اُس شخص کے ذریعہ سے تکلم کرتا ہے - جو کلام ازلی وغیرہ کے ساتھ تکلم کرے (۲) فعلی حمد اس طور پر سمجھی جاوے - کہ عارف خلیفہ ہر اُس شخص کے ذریعہ سے فعل کرتا - سنتا - اور دیکھتا ہے جو فعل کرے - سنے - اور دیکھے - (۳) اور حالی حمد اس طرح پر سمجھی جاوے - کہ عارف خلیفہ ہر اُس شخص کے ذریعہ سے لذت پاتا ہے - جو لذات ملایم طبع سے لذت پا سکتا ہے اور غالب یہ ہے - کہ حمد کے ان اقسام ثلثہ کے بیان کی طرف بھی مجھ سے قبل کسی نے سبقت نہین کی - یا سبقت کی ہو - تو وہ بیان مجھ تک نہین پہونچا - واللہ اعلم بالصواب -

جمہور صوفیہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک معانی حمد کے بیان مین چار صورتین ہین - جمع بجمع تفرقہ بتفرقہ جمع بتفرقہ - اور تفرقہ بجمع - (۱) حمد جمع علی الجمع - اس طرح پر ہے - کہ حق سبحانہ کی ذات پاک اولین اور ثانوی تعین وتجلی کے ساتھ متعین اور متجلی ہوتی ہے - اور نیز یہ تعین وتجلی فیض اقدس کے ذریعہ سے جن شیون اور اعتبارات پر اولاً - اور جن حقائق

والاعتبارات اولاً والحقائق الالهية
والكونية ثانيا- بالفيض الاقدس
والتفرقة على التفرقة كاظهار الخلق
بكمالات الخلق وتبيين الاحد
بجمال الآخر بعلمه بان هذا الجمال ظل
من جمال الله تعالى بل عينه والجمع على
التفرقة بان يفيض نور وجوده
على حقائق الممكنات واعيان الموجودات
بالفيض المقدس والتفرقة على الجمع بان يكون
جميع مراتب الوجود روحاً ومثالاً وشخصاً
جمعاً حامدة لحضرة الحق سبحانه قولاً وفعلاً و
حالاً بحسب استعدادهم

وعندي حمد الجمع على التفرقة
بان يرى الحق سبحانه ذاته وصفاته
مفصلاً من رتبة الغيب في مرايا جميع
العوالم والمراتب جمعاً وفرادى في عالم الشهادة
وحمد التفرقة على الجمع بان يرى التفرقة الجمع في
المراتب والمجالي

وههنا وجوه اخر القيت من
القديم القدير على العديم الفقير
بمحض العناية والتقدير احدها
حمد الجمع في تفرقة الكل على
نفسه بان يرى الحق سبحانه كمالاته

الٰہیہ اور کونیہ پر ثانیاً شامل ہین۔ اُن کے ساتھ تعین اور
تجلی فرماتی ہے (۲) حمد تفرقہ علی التفرقہ اس طرح پر ہے کہ مخلوقات
کا اظہار کمال خلقت کے ساتھ اور ایک کا ظہور۔ دوسرے
کے جمال مین حق سبحانہ کے علم سے ہے باین طور کہ یہ جمال
اللہ تعالیٰ جل شانہ کے جمال پاک کا ظل ہے۔ بلکہ
عین وہی ہے (۳) حمد جمع علی التفرقہ اس طرح پر ہے۔ کہ
وجود باری تعالیٰ کا نور۔ حقائق ممکنات اور اعیان
موجودات پر فیض مقدس کے ذریعہ سے فائض ہوتا
ہے (۴) اور حمد تفرقہ علی الجمع اس طرح پر ہے۔ کہ وجود
کے جمیع مراتب کیا روح۔ کیا مثال۔ اور کیا شخص۔ قولاً
فعلاً۔ اور حالاً۔ حسب استعداد خود ہا۔ حضرت حق
سبحانہ کے ثناخوان جسم ہین۔

اور میرے نزدیک حمد جمع علی التفرقہ اس طرح پر
ہے۔ کہ حضرت حق سبحانہ اپنی ذات اور صفات کو
مرتبہ غیب سے جمیع عوالم اور مراتب کے آئینون مین
بالتفصیل مجموعی طور پر۔ اور فرداً فرداً عالم شہادۃ کے اندر
دیکھے۔ اور حمد تفرقہ علی الجمع اس طرح پر ہے کہ تفرقہ
مراتب اور مجالی مین جمع کا مشاہدہ کرے۔

اس مقام پر کچھ وجوہ اور بھی ہین جو
قدیم اور قدیر حق سبحانہ کی طرف سے
عدیم اور فقیر (مصنف) کے دل مین محض
عنایت اور تقدیر سے القا ہوئے ہین منجملہ اُن کے
(۱) حمد الجمع فی تفرقۃ الکل علی نفسہ اس طور پر ہے

مع ذاته فی حقیقة جمعیة
مظهریة تفرقیة کلیة انسانیة
وثانیها حمد تفرقة الکل
علی عین الجمع بان یری الانسان
الکامل جمیع التعینات مع النفس
عین الواحد وثالثها حمد
تفرقة الکل علی التفرقة المطلقة
بان یری الانسان الکامل کل
الکمال ذاته مدبرة لجمیع
التعینات والاعتبارات جامعة
بکلیة لجمیعها بحسب استعدادتها
ورابعها حمد التفرقة
المطلقة علی عین تفرقة الکل بان یمحی جمیع
الممکنات والموجودات فی ذات الانسان
الکامل لسالك فافهم انت

تنبیه

الحمد مصدر الحامد والمحمود بالمعروف
والمجهول فالحمد قد یکون من مرتبة الجمع
علی عین التفرقة فیکون الله سبحانه حامدا
لمرتبة الجمع ومحمودا لمرتبة التفرقة وقد یکون
بالعکس فهو الحامد والمحمود فی الحقیقة
فحصلت تسعة وعشرون قسما من الحمد
فان ضربت هذه الاقسام فی الاسماء

کہ حق سبحانہ اپنے کمالات کو مع اپنی
ذات کے ایسی حقیقة کے اندر دیکھے
جو صفات جمعیہ - مظہریہ - تفرقیہ - کلیہ
اور انسانیہ کو شامل ہو - (۲) حمد تفرقة
الکل علی عین الجمع اس طور پر ہے کہ انسان
کامل جمیع تعینات کو مع نفس کے عین واحد
کر کے دیکھے (۳) حمد تفرقة الکل علی التفرقة
المطلقة اس طور پر ہے - کہ انسان جو کل کمال کا کامل
ہے - اپنی ذات کو جملہ تعینات اور اعتبارات
کا مدبر - اور نیز ان تعینات اور اعتبارات کی استعداد
کے موافق - ان تمام کا بالکلیہ جامع سمجھے
(۴) اور حمد التفرقة المطلقة علی عین تفرقة الکل اس
طرح پر ہے - کہ جمیع ممکنات اور موجودات
انسان کی ذات مین جو کامل اور سالک ہے محو ہو جائین
بس اے مخاطب تو اس کو سمجھ لے -

تبنیہ

الحمد حامد اور محمود کا مصدر ہے معروف اور
مجہول دونون صیغون پر - اس بنیاد پر حمد کبھی تو مرتبہ جمع سے
عین تفرقہ کی نسبت ہوتی ہے - اس صورت مین اللہ سبحانہ
مرتبہ جمع کا حامد اور مرتبہ تفرقہ کا محمود ہوگا - اور کبھی اس کے
برعکس ہوتا ہے - اس صورت مین فی الحقیقة حق سبحانہ ہی حامد اور حق
سبحانہ ہی محمود ہوتا ہے بس حمد کی انتیس قسمین ہوئین - اور
اگر یہ انتیس قسمین ننیانوے نامون مین ضرب دی جائین

التسعة والتسعين حصلت احدى سبعون بت وثمان مائة والفاقسم من المحامد وان ضرب فى الاسماء الالف والواحد حصلت تسعة وعشرون احادا وتسعة وعشرون الفا ومعنى الاسم ما ذكرت انفا لاتغفل عنه حتى لم يشكل عليك فى الضرب لصفات علا سينية كالسلام والقدوس

تو دو ہزار آٹھ سو اکسٹھ قسمین حمد کی حاصل ہوجاوین اور اگر ایک ہزار ایک اسماین ضرب دی جائین - تو انتیس ہزار انتیس قسمین ہوجاوین - اور اسم کے معنی وہی ہین - جو مین ابھی ابھی ذکر کر آیا ہون اس سے مخاطب کہین تو اُس سے غافل نہ ہوجانا - تاکہ ضرب دینے مین سلام اور قدوس جیسی حدمیہ صفات کی وجہ سے تیرے اوپر اشکال واقع نہ ہو -

ان دو - تین نقلون کے بعد ایک نقل عین المعانی مین سے ہدیۂ ناظرین ہے - اسم الولی کی شرح مین آپ لکھتے ہین -

عالیشان امام اسوۃ المحدثین شیخ محی الدین عربی کے کلام سے ایسا مفہوم ہوتا ہے - کہ ہمارے نبی کو جو خاتم الانبیا علیہ وعلیہم السلام کہتے ہین - یہ اس معنی کر کے ہے - کہ آنحضرت صلعم کی بعثت کے وقت تک انسانی نوع کے افراد مین سے جو کوئی شخص کمال کے درجہ کو پہونچ جاتا تھا اُس کو نبی کہا کرتے تھے - کہ یہ نام اسمائے آلہی کے مغائر ہے - مگر آپ کی بعثت کے بعد آپ کی اُمت مین سے جو اصحاب کمالات کے درجات کو پہونچتے ہین اُن کو اس نام کے ساتھ نامزد نہین کرتے - کیونکہ آنحضرت صلعم کی بعثت نے خاتمیت کی مہر اس نام کی گویائی کے منہ پر لگا کر مذکر نام کی تجویز جو اسم آلہی کے موافق ہے - فرمائی ہے - اور وہ ولی ہے - یعنی آنحضرت صلعم کی بعثت کے بعد کامل کو ولی کہتے ہین"

جو اصحاب انفس و آفاق (عالم ارواح اور عالم اجسام) کے رموز فہم اور موشگاف ہین - وہ صدر الذکر کلام کی اصل اور خلاصہ کو اچھی طرح جانتے ہین - کہ آنحضرت صلعم کی بعثت کے زمانہ تک کاملون کو نبی یا رسول کے نام کے ساتھ نامزد کرنے مین اسمی اور رسمی مغائرت باقی تھی - لیکن جب سے نور معرفت کا اولین چراغ روشن ہوا ہے - جس سے مراد حقیقت محمدیہ ہے علیہ السلام تب سے اس چراغ کی روشنی کی بدولت - مغائرت اور منافات کی تمام تیرگیان اور تاریکیان دنیائی اعتباری سرائے سے عالم عدم کو بستر باندھ گیئن - یہان تک کہ اسمی مغائرت بھی باقی نہین رہی - جس سے اعتبار دوئی کا

وہم ہوتا ہے۔ یعنی جب سے آپ کے عنصری وجود کے نیر اعظم نے جمال وجلال کے افق سے آلٰہی اسما کے آسمان اور کون ومکان کی منزل مین طلوع فرمایا ہے۔ تب سے آپ کی اُمت اور ملت کے خاص بزرگون کو لہ عند ومو لھو الی درجۃ الکمال ولی کہتے ہین۔ جوایزدی اسم اقدس کے مطابق ہے۔ اور خلیفہ اور خلیفہ کرنے والے کی درمیانی مغائرت دور کرنے کا واجب التعمیل فرمان اسنا اور رسنا خاتم النبوۃ علیہ السلام کی مہر اور نام ولایت کے نگینہ سے مکمل کرکے عطا فرمایا گیا ہے۔ کہ آج سے پیچھے۔ کسی شخص کے واسطے مغائرت کا کاغذ نہین لکھا جاوے گا۔

اللہ۔ رحمٰن۔ اور رحیم یہ تین جلیل الشان اسمار۔ تمام امور کے دروازون کی کنجی ہین۔ ان کی شرح جہان بر ختم کی ہے۔ اُس مقام پر آپ لکھتے ہین۔

حدیث ابتدا کے بموجب کہ کل امر ذی بال الخ ہے[۵۲]۔ ان تینون اسما کی تقدیم کے بدون اقوال اور افعال مین شروع کرنا۔ حسن ادب سے دور ہے۔ اور تمام ارباب تصوف خواہ عروجی ہون یا نزولی۔ دریائے توحید کے غواص ہوتے ہین۔ ان کی اصطلاحات کے جواہر ان تینون اسما کے ڈبہ مین رکھے ہوئے ہین۔ واضح ہو۔ کہ اسم اللہ کا جیسا اطلاق مرتبہ الوہیت پر آتا ہے۔ اسی طرح مرتبہ لاتعین پر بھی آتا ہے اور لاتعین سے۔ تعین اول پیدا ہوتا ہے۔ اور جب تعین اول کی تعیین ہوگئی۔ تو یہی فیض اقدس ہے۔ اور فیض اقدس کی دو طرفین ہوتی ہین۔ ایک احدیۃ دوسری واحدیۃ۔ انہین دونون طرفون کے اعتبار سے فیض اقدس۔ وحدت ذاتی کے ساتھ موصوف ہوتا ہے۔ احدیۃ جو وحدت کی باطنی طرف ہے۔ یہاولین درجہ اور باطنی سمت قبول کر کے اسما اور صفات کے علاقہ سے بالکل مجرد ہوگئی اور واحدیۃ جو وحدت کی ظاہری طرف ہے۔ یہ دوسرے درجہ مین ہے۔ اور یہی ظاہری سمت کے میدان مین سیر وسلوک کرتی ہے۔ اور نیز الٰہی کمالات کو اپنی پرورش کا مقدمہ بناتی ہے۔ کیونکہ صفات فعلیہ کا تعلق اسی مقام سے ہے۔ ہر جب صفات فعلیہ کو یہ منظور ہوتا ہے۔ کہ سلطنت کے لوازم اور اپنی مقتضیات کو ظاہر کرین۔

لہ درجہ کمال پر اُن کے فائز ہونے کے وقت ۱۲ [۵۲] پوری حدیث یہ ہے۔ کل امر ذی بال لم یبدا بسم اللہ فھو اخرع وابتر (ترجمہ) جو مہتم بالشان کام بسم اللہ کے ساتھ شروع نہ کیا جاوے۔ سو وہ ناقص اور ابتر ہوتا ہے ۱۲

تو وہ فیض مقدس کی امداد سے نفس رحمانی کے درمیانی حصہ لشکر کو ترتیب دیکر آگے روانہ کرتی ہین۔ اور عدم کی فوجون کو درہم برہم کردیتی ہین۔ تاکہ سلطان وجود کا علم فیروزی نصب ہو۔ یعنی صفات فعلیہ باہیاتہٗ کو وجود خارجی کی شان مین لاتی ہین۔ اور اسماے متقابلہ کو جلوہ گر کرتی ہین۔ جب صورت فتح نمایان ہوجاتی ہے تو لوازم اور مقتضیات جو اسماء کے زبردست لشکر کا پچھلا حصہ ہے ہر طرف سے سر اٹھا کر ظہور کرتے ہین۔ اور جس راستہ سے منزل بمنزل آئے تھے۔ اُسی راستہ سے وحدت کی دار السلطنۃ کو بازگشت کرجاتے ہین۔ کیونکہ رحیمی تجلی۔ اِس گروہ کے حال کی پاسبان ہے۔ اس وقت مین کسی شخص کو غنیمت۔ اموال۔ انفال۔ خودرائی۔ اور خودداری مین مشغول نہین ہونا چاہیے کیونکہ ایسے امور مین مشغول ہوجانے سے عظیم شکست پیدا ہوجاتی ہے۔ جیسے جنگ احد مین بعض اصحاب کو خودرائی کی وجہ سے پیش آیا جو کچھ پیش آیا۔ لہذا مناسب یہ ہے کہ نبی **علیہ السلام** یا نائب نبی (ولی) کے قرارداد کے جو صراط مستقیم ہے۔ اور بسر استحکام کے ساتھ قدم جما کر اپنے مقام سے تجاوز نہ کرین۔ اور نیز اُن کے حکم سے ایک قدم بھی آگے پیچھے نہ رکھین۔ کام کی حقیقت ان اشعار کے مضمون سے معلوم کرنے چاہیے

اشعار

تامل سطور الکائنات فانہا[۵۱]	من الملک الاعلی الیک رسائل
وخط فیہا لو تاملت خطہا	الا کل شیٔ ما خلا اللہ باطل

اور پروانہ وار اُڑکر اپنے تئین اُس بزم مین پہونچا دینا چاہیے۔ جس مین اسما اور صفات کے اجتماع کی شمع روشن ہے شاید[۵۲] لیس فی جبتی سوی اللہ کا ہی نغمہ تحت الذکر پردہ مین گایا جاتا ہے ؎

ہم ازین رو گفت آن بحر صفا	نیست اندر دلق من غیر از خدا

۵۱ اے مخاطب تو کائنات کی سطور پر تامل کی نظر ڈال یہ سطرین ملک اعلی کی طرف سے تیرے نام رسالے ہین۔ اور ان مین ایک خط ہے اگر تو اوس خط مین تامل کرکے دیکھے۔ تو معلوم ہوجاوے کہ اللہ جل شانہ کے سوا تمام اشیا باطل ہین۔ ۱۲ ۵۲ میرے جبہ کے اندر اللہ کے سوا کچھہ نہین ہے ۱۲

آپ کے حالات کا کسی قدر بیان اس طرح پر ہے - کہ جن پردون کے سبب سے اخفا اور امتیاز تھا -
اُن پردون کے اٹھہ جانے سے جب آپ کے وجود شریف پر ذات احمدی علیہ السلام کی حقیقت
جامعہ کا عکس پڑا - تو قرآن مجید جس شان کے ساتھہ لوح محفوظ پر عالم غیب مین تھا - اُسی شان کے ساتھہ
آپ کے یاد کرنے سے پہر عالم شہادت مین آپ کے دل کی لوح محفوظ پر جاگزین ہوا - بلکہ ایزدی اسما اور
آلہی صفات کے سبب سے آثار و احکام جو کمالات اسمائی کے حصول کے واسطے عالم امکان مین آئے
تہے - اور اُن آثار و احکام کو ما یتوقف علیہ المعاد کے نہ ملنے کی وجہ سے اپنے وطن کی طرف بازگشت میسر
نہین ہوتی تھی - وہ آپ کے وجود عزیز مین عالم قید سے نکل گئے اور اپنے مدعا کو پہونچ کر عالم
اطلاق کی طرف رجوع ہونے کی استعداد اُن مین پیدا ہوئی - جس کے سبب سے وجوبی اور امکانی مراتب
مین اتصال نمایان ہوا - اس سخن سرائی کا ماحصل یہ ہے کہ جو اہل سفر - آلہی علم کی آبادبستی سے نکل کر
امکانی مخلوق آباد کی قید مین مقید تہے - یہ تمام اصحاب - آپ کی ولایت و ارشاد اور ہدایت و تلقین
کے زمانہ مین ازروے دانش و بنیش عروجی اور نزولی سیر و سلوک کا سرمایہ فراہم کر کے فرق کے صحرا
سے جمع کے شہر مین آمد و رفت کرنے لگے - یہ عجیب و غریب لطیفہ ہے - کہ مذکورہ بالا واقعہ لکھتے وقت
جب مین یہ بات کہ "آپ کا دل قرآن مجید کے نور سے لوح محفوظ ہو گیا - اور قرآن بہی اپنے
اصلی وطن مین پہونچ گیا - جو عالم صورت مین مسافر تہا" لکھہ ہی رہا تہا - کہ یکایک شیخ صدر جہان زہاروال
کے بیٹے شیخ فرید برہان پور سے راقم کے دالان مین آکر اُترے اور مسیح الاولیا کا گرامی نامہ مجکو دیا
جب مینے خط کی تہ کہولی تو اُس کے عنوان مین یہ بیت لکھی تہی - **بیت**

لوح محفوظ ست پیشانی یار	ہست درروے سر جانان آشکار

اور خاتمہ مین نسخہ گلزار ابرار کی خواہش کا مضمون تہا - امید ہے کہ آپ کے ساتھہ میری یکجہتی اور اتحاد
کا راز اور[1] المؤمن مرآۃ المومن کی رموز اس سرگزشت کے پڑہنے سے ارباب دانش کو روشن ہو جاوینگے

تم کلامہ -

جو اصحاب - تاویل - اور توجیہ کے جوہر شناس ہین - اُن کو واضح ہو - کہ[2] الولایۃ افضل من النبوۃ
اس قول کے معنی اگرچہ تاویل نگارون نے بہت کچھہ وجوہ کے ساتھہ دائرہ اشکال سے نکال کر

[1] مومن کا آئینہ مومن ہے ۱۲ [2] نبوت سے ولایت افضل ہے ۱۲

جواز و صحت کے درجہ کو پہونچائے ہیں۔ لیکن منجملہ توجیہات کے اِس توجیہ سے زیادہ کوئی توجیہ اقرب بعقل اور شاداب نہیں ہے۔ کہ نبی کی نبوت پر نبی کی ہی ولایت کی تفضیل مراد ہے۔ کیونکہ ارباب تحقیق کے لطیف دماغوں کو تمام توجیہات میں متبوع پر تابع کی۔ اور اصل پر فرع کی ترجیح کی بوآتی ہے۔

کمال خجند

طبیم چنان بہ نکہتِ زلفِ تو شد لطیف	اگر باد مشکبوے تو ہم دردِ سر شود

اور تمام وجوہ سے ولی کی ولایت نبی کی ولایت کے تابع پائی جاتی ہے۔ البتہ نبوت پر ولایت کی افضلیت کی وجہ یہ ہے۔ کہ ولایت عبارت قرب حق سے ہے۔ اور نبوت حکم رسانی ہے معجزہ۔ قدرت مطلق کا اثر ہے۔ اور نبی۔ حق سبحانہ اور خلق کے درمیان میں برزخ ہے۔ پس یہ بات ظاہر ہوگئی کہ جب تک بندہ کو قرب نہیں ہوتا ہے۔ تب تک قدرۃ مطلق کے مقتضیات کا اُس پر ظہور نہیں ہوسکتا ہے۔ وہ اُس وقت تک فیض مطلق مقید کو نہیں پہونچا سکتا ہے۔ اور مقید کو ہدایت کی امداد سے عالم مطلق کا راستہ نہیں دکھا سکتا ہے۔ نیز قوم کی اصطلاح میں نبوت ایک واسطہ ہے رسالت اور ولایت کے درمیان میں اس معنی کر کے۔ کہ نبوت صرف حقائق آلہی کی خبریں اُمت کی طرف پہونچانا ہے۔ یعنی ذات صفات۔ اور اسما کی معرفت سے بہرہ یاب کرنا ہے۔ یہ خبر رسانی دو طرح پر ہوتی ہے۔ (۱) صرف علم دیدینا۔ اور معرفت مذکور کے طریق سے محض خبر دار کردینا۔ اور یہ قسم۔ ولایت مطلق کے ساتھ مخصوص ہے۔ (۲) تمام خبریں دینا جن کے ساتھ احکام شرعیہ پہونچانا۔ اخلاق سکھانا۔ اور حکمت تعلیم کرنا وغیرہ وغیرہ امور بھی شامل ہیں۔ اور یہ خاصہ رسالت کا ہے۔ اس دوسری قسم کو نبوت تشریعی کہتے ہیں اور پہلی قسم کا نام نبوت تعریفی ہے۔ چونکہ تشریعی نبوت بعثت احمدی علیہ السلام والصلوٰۃ کے سبب سے ختم ہوگئی۔ تو حضور نے فرمایا ؎[۵۱] لانبی بعدی اور تعریفی نبوت جو مطلق ولایت کو لازم ہے۔ باوجود خاتم الانبیا ہونے حضور کے باقی رہی۔ کیونکہ حضور نے فرمایا ہے۔ ؎[۵۲] علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل اس تمہید سے یہ بات مفہوم ہوئی۔ کہ ولایت تو رسالت اور نبوت سے عام ہے۔ اور نبوت۔ رسالت سے عام اور ولایت سے خاص ہے۔ کیونکہ ہر ایک رسول نبی ہے۔ اور ہر نبی ولی ہے۔ اور یہ لازم نہیں ہے کہ ہر ولی

---

۵۱ میرے بعد نبی نہیں ہے ۱۲ ۵۲ میری امت کے علما۔ بنی اسرائیل کے نبیوں کے مثل ہیں ۱۲

نبی ہو - پس لفظ نبی کا اطلاق انسان کامل پر ہونا منسوخ ہوا - اور نبوت کا دعویٰ - کفر شریعت قرار دیا گیا اور اسم ولی کا اطلاق - حق سبحانہ کے بندگان خاص پر ہوا کرتا ہے - کیونکہ بندگان خاص - اخلاق الٰہی کے ساتھ تہذیب یافتہ - فنا فی اللہ کے بعد بقا باللہ کے مرتبہ کو پہونچے ہوئے - اور محو کے بعد صحو کے درجہ مین ہوتے ہین - اور ولایت عبارت ہے حق کے ساتھ بندہ کا قائم ہونا - اور یہ ایک عظیم نعمت اور بڑی سعادت ہے دیکھا چاہئیے کس دردمند کو نصیب ہو -

بیدرد را شراب محبت کجا دہند		کیفیتے ست عشق بتان تا کرا دہند	

نیز ولی کا اطلاق قوم کی اصطلاح مین اُس فرد پر آتا ہے - جس کو حق سبحانہ کی حفاظت - عصیان اور مخالفت کے ارتکاب سے باز رکھے - تاکہ وہ اُس فرد کو ہستی موہوم کی جنگ سے بچا کر ولایت کے انتہائی درجہ کو پہونچا دیوے - جو حق سبحانہ تک پہونچتا ہے - اِس اعتبار سے ولی فعیل مفعول کے معنی مین ہوتا ہے - اور اس اعتبار سے کہ ولی ایک بندہ قایم بحق ہوتا ہے - فعیل فاعل کی معنی مین ہے اس بنیاد پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ولی قرب فرائض کے اندر اولین معنی مین سمجھا جاوے - اور قرب نوافل کے اندر دوسرے معنی مین تصور کیا جاوے - دوسرے یہ کہ نبی کے تصرفات کا مرجع اور ماخذ اپنی ولایت کے اندازہ پر ہوا کرتا ہے - نبی کا قرب حق کے ساتھ ہی نبی کی ولایت ہے [۵۱] هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ اور ولی کا تصرف اس مقدار پر ہوا کرتا ہے کہ جس مقدار پر اُس کو اپنے نبی کے ساتھ قرب ہو - اور یہی اُس کا قرب اپنے نبی کے ساتھ اُس کے اُس قرب کی میزان ہے - جو حق کے ساتھ ہے [۵۲] قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ پس آفتاب کو مانند نبی سمجھنا چاہئیے - جو اپنے ذاتی نور سے منور ہے - اور ماہ کو مانند ولی تصور کرنا چاہئیے - جو آفتاب کے فروغ سے نور کا اقتباس کر کے روشن ہوتا ہے والعلم عند اللہ -

یاد شیخ احمد ابن شیخ عبدالاحد

یعنی - حضرت مجدد الف ثانی

آپ فاروقی سرہندی ہین - محبوبیت - وحدانیت - اور فردیت کی محفلون مین بالانشینی کا مرتبہ آپ کو حاصل ہے صوفی محمد صدیق ہدایت تخلص - ظہیر الدین حسن کسمی کے فرزند - اور مولانا خواجہ باقی نقشبندی

---

۵۱ - یہین سے معلوم ہوا - کہ سب اختیار خدائے برحق کو ہی ہے - ۵۲ اے پیغمبر کہدو کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو - تو میری پیروی کرو - کہ اللہ بھی تم کو دوست رکھے - ۱۲

اویسی کے مرید ہین - انہون نے ہجری سنہ ایک ہزار اٹھارہ مین دہلی سے سیاحی کے اندر قدم اُٹھایا - تاکہ خیر بلاد ملتہ شد خدا اللہ دا بابکہ بعلی فہ کی زیارت سے - اور ہر ایک سرزمین کے مشائخ کی صحبت سے فیض حاصل کیا جاوے - جب صوفی صاحب ملک خاندیس مین پہونچے - تو آگے بڑہنے کی توفیق ہمراہ نہین ہوئی - بازگشت کے وقت منڈو (مانڈو) کے عبرت کدہ مین جہان غوثی کی زاد بوم ہے - چند روز توقف فرمایا - ایک روز شیخ احمد کے باکمال حالات سننے دریافت کئے - تو صوفی صاحب نے آپ کی تصنیف کا ایک رسالہ جس کے اندر مصنف نے اپنی خاص واردات اور مکاشفات کو درج کیا ہے - راقم کے مطالعہ کے واسطے دیا - رسالہ کا اصل خلاصہ یہ ہے - کہ

"درویش کے دل مین جب خداشناسی کے سلوک کا شوق پیدا ہوا - تو ایزدی عنایت نے سلسلہ نقشبندیہ کے ایک خلیفہ کی خدمت مین مجکو پہونچایا - اور اُن کی دلنشین تقریر سے اس خانوادہ کے بزرگون کا طریقہ اختیار کر کے چند روز اُن کی خدمت مین بسر کئے - اُن کے انفاس اور توجہ کی برکت سے - ان بزرگوار خواجون کے جذبہ سے جو قیومیت کے وصف مین اپنے تئین فنا کرنے سے پیدا ہوتا ہے - طالب کا حال پلٹ گیا - اور اندراج النہایۃ فی البدایۃ کی بہی چاشنی چکہی - جب صدر الذکر جذبہ متحقق ہوگیا - تو نوبت بہ سلوک پہونچی - سلطان ولایت محمدی امیر مردان علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کی روحانی پرورش سے مجہے اُس اسم کے مرتبہ کو پہونچایا - جو اُن بزرگوار خلیفہ کا رب تہا - اور اُس اسم سے خواجہ بہاء الدین نقشبند کی روحانی امداد اور رہنمائی کی بدولت قابلیت اولیٰ کو عروج کیا - جس سے مراد حقیقت محمدی ہے علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ اور حضرت فاروق اعظم رض کی روحانی امداد ہونے پر اس قابلیت اولیٰ سے بہی ترقی میسر ہوئی - پہر حضور خاتم النبوۃ علیہ السلام کی روحانی پرورش کا فیض ہوا - تو سابقہ قابلیت اور مرتبہ سے ایسے مقام کی طرف صعود ہوا - جو اقطاب محمدی کے واسطے مخصوص ہے - سابق کا مقام گویا اس مقام کی تفصیل ہے - اور جس وقت اس مقام پر ورود ہوا تہا - تو اس وقت مین کسی قدر امداد خواجہ علاء الدین عطار کی روحی حقیقت سے بہی اس درویش کو پہونچی تہی - خواجہ علاء الدین عطار خواجہ بزرگ

لہ اور ہا نشاد ہی کہ ہوا کرا ہ ... کے خلاف ... وقت ... نہ

نقشبند سے کے بڑے خلیفہ ہین - اور اپنے وقت کے قطب ہدایت تھے - اقطاب کے
عروج کی نہایت اِسی مقام تک ہے - اور ظلیت کا دائرہ بھی اسی جگہہ منتہی اور تمام
ہوجاتا ہے - اِس کے آگے یا تو اصل خالص ہے - یا ممتزج بہ ظل ہے - افراد کی جماعت
کو اس مرتبہ پر پہونچنے کا شرف حاصل ہوتا ہے - اور افراد کی صحبت کے ذریعہ سے
بعض اقطاب کو بھی مقام ممتزج تک عروج میسر ہوتا ہے - اور امتزاج کے مرتبہ سے
اصل پر بھی نظر پڑتی ہے - لیکن اصل خالص کو پہونچنا - یا اُس پر نظر کرنا - باعتبار تفاوت
درجات - افراد کا ہی خاصہ ہے[1] ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاۗءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ
الْعَظِيْمِ پہر اقطاب کے مقام پر پہونچنے کے بعد اس درویش کو دین و دنیا کے
سردار علیہ السلام نے قطبیت ارشاد کا خلعت عنایت فرماکر اس مبارک
منصب سے سرفراز کیا - اِس کے بعد ازلی عنایت نے دستگیری فرمائی - کہ اس مقام
سے ایک دفعہ ترقی اصل ممتزج تک عطا کی - فنا و بقا جیسی اور جس طرح سے ہر ایک
سابقہ مقام پر پیش آتی تہی - اس جگہہ بھی پیش آئی - اور یہان سے اصل کے مقام پر
صعود حاصل ہوا - حتی کہ اصل الاصل تک پہونچ گیا - اس آخرین عروج مین جو اصل
کے مقامات مین واقع ہوا - اسوۃ العرفا غوث الثقلین شیخ محی الدین عبد القادر جیلی
کی روحانیت سے مدد ملی - اُنہون نے کامل تصرف کی طاقت کام مین لاکر ان مقامات
سے عبور کرادیا - اور اصل الاصل سے آگاہ کرکے یہان سے عالم شہادت کی طرف
مراجعت کا حکم فرمایا - اِس طرح سے - کہ مین ہر ایک مقام سے دوسرے مقام کو نزول
کے طور پر بازگشت کرون - اگرچہ اس درویش کو فردیت کی نسبت جو عروج اخیر سے
مخصوص ہے - اپنے پدر بزرگوار سے ارثاً تہی - اور پدر بزرگوار کو ایک قوی الجذبہ
عزیز سے - اور نیز ایک بزرگ سے جو خرق عادات مین نامور تھے حاصل ہوئی
تہی - لیکن منازل سلوک قطع کرنے سے پیشتر اپنی ضعف بصیرت کے سبب یا قلت احسان
کے سبب سے اس نسبت کا اپنی ذات مین قطعاً ظہور نہین پایا تھا - اور نیز عبادت نافلہ خصوصاً

[1] یہ اللہ جل شانہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے - اور اللہ بڑے فضل والا ہے ۱۲

تا زنفل کی توفیق - پدر بزرگوار کی امداد سے ہے - اور پدر بزرگوار کو اپنے شیخ سے تھی - چشتیہ
سلسلہ میں تھے - اس درویش کو علم لدنی خضر علیہ السلام کی روحانیت کے فیض سے
حاصل ہوتا رہا اُس وقت تک کہ قطاب کے مرتبہ سے آگے نہیں بڑھا - لیکن جن عالی مقامات
کا حال صدر میں لکھا گیا ہے - ان مقامات سے عروج اور عبور کے بعد تمام وہبی اور کسبی علوم
یہ درویش ہمیشہ اپنی حقیقت سے اخذ کر لیتا ہے - یعنی تمام علوم اپنی ذات میں خود بخود پاتا ہے
کسی غیر کو کوئی دخل نہیں ہے - نیز اس درویش کو نزول کے وقت جو عبارت السیر من الله
بالله سے ہی تمام دوسرے سلسلوں کے مشائخ کے مقامات پر عبور حاصل ہوا - اور ہر ایک
مقام سے کچھ نہ کچھ حصہ ہاتھ آیا - اور ہر مقام اور سلسلہ کے مشائخ سے بے شمار امداد ملی - اور
ہر ایک صاحب نے اپنی نسبتوں کے خلاصہ سے مجکو آگاہ اور محرم فرمایا - اولی بزرگان خانوادہ
چشتیہ قدسنا الله تعالیٰ بذکرہم - کے مقام پر گزر ہوا - اور اُس مقام سے اور اصحاب
مقام سے بہت کچھ فائدہ اُٹھایا اور منجملہ ان کے خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کی روحانیت
نے سب سے زیادہ التفات فرمایا - یہ بالکل سچ ہے - کہ خواجہ کی ذات شریف کی شان
اس مرتبہ میں نہایت رفیع ہے - جب یہاں سے آگے بڑھا - تو اکابر سلسلہ کبرویہ کے
مقام کی طرف روحنا الله تعالیٰ بریاحین اسرارہم راستہ ملا - یہ دونوں مقام
عروج کے اعتبار سے برابر ہیں - لیکن مقامات مذکورہ بالا سے نزول کے وقت - اولین
مقام - اس صراط مستقیم کے بائیں جانب اور دوسرا مقام داہنی جانب رہتا ہے - اور
یہ شاہراہ ایسا راستہ ہے کہ بعض اکابرین یعنی اقطاب ارشاد - فردیت کے مقام کو اسی
راستہ سے جاتے ہیں - اور نہایۃ النہایۃ کو پہونچتے ہیں - تنہا افراد کا راستہ دوسرا ہے -
بدون قطبیت کے اس شاہراہ پر ہو کر گزر نہیں ہوسکتا - اور یہ مقام ایک قسم کا برزخ ہے
اس شاہراہ کے اور مرتبہ صفات کے درمیان میں - یعنی دونوں طرف سے بہرہ یاب ہے
اور اولین مقام - اس مبارک راستہ کی دوسری جانب میں واقع ہوا ہے - جس کو مرتبہ صفات
سے آمیزش اور مناسبت بہت کم ہے - سلسلہ کبرویہ کے مقام سے آگے بڑھکر ان مشائخ
کبار سہروردیہ کے مقام پر نفعنا الله ببرکات حقائقہم عبور ہوا - بجز شیخ الشیوخ

شہاب الملۃ والدین شیخ شہاب الدین عمر سہروردی سے اس جانب ہین۔ یہ مقام پیروی سنت نبوی علیہ السلام کے فروغ سے آراستہ۔ اور جمال فوق الفوق کے مشاہدہ سے پیراستہ ہے۔ عبادات کی توفیق۔ اور خدا پرستی کی طاقت اس مقام کے ساتھ ساتھ ہے بعض نارسیدہ سالک جو عبادات نافلہ مین سخت منہمک ہین۔ اور اسی خشک پرستش سے آرام پارہے ہین۔ ان کو بھی الجملہ حصہ بحسب مناسبت اسی مقام سے ملتا ہے۔ غرض یہ ہے کہ نفل عبادت سے یہ مقام حاصل ہوتا ہے۔ **القصہ** یہ ایک بے نظیر مقام ہے۔ ایزدی فروغ جو اس مقام پر نظر آتا ہے۔ دوسرے مقامات پر نظر نہین آتا۔ اور اس مقام کے لوگ کمال متابعت اور پیروی سنت کی وجہ سے۔ دوسرے عالی مقام خدا شناسون سے قدر اور شان مین اعظم اور ارفع ہین۔ اگرچہ عروج اور فوقیت کے اعتبار سے دوسرے مقامات بلند زیادہ ہین۔ لیکن جو کچھ اِس مقام والون کو حاصل ہے دوسرے مقامات والون کو میسر نہین ہے۔ سہروردیہ مقام کے بعد۔ جذبہ کے مرتبہ پر اوترآیا۔ یہ مقام بے شمار جذبات کے مقامات کو جامع ہے پھر مجکو اِس مقام سے بھی اوترنا پڑا۔ مراتب نزول کی نہایت۔ مقام قلب تک ہے۔ جو حقیقتِ جامع ہے۔ اور ارشاد و تکمیل اسی مقام پر اوترنے سے وابستہ ہے۔ اِس مقام پر تمکین حاصل ہونے کے بعد پھر ایک دفعہ عروج واقع ہوا۔ اس دفعہ اصل کو بھی ظل کی طرح سے چھوڑنا پڑا جب پھر نزول ہوا۔ تو اس دوسری دفعہ مین مقام قلب پر تمکین حاصل ہوگئی۔ **الحمد للہ علی کل حال و مقال**۔

ایک کتاب معارف لدنیہ آپ کی تصنیفات سے ہے۔ اس مین آپ تحریر فرماتے ہین۔

"خداشناسون کی جماعت کو کامل توجہ اور خاص حضور کے اعتبار سے بحکم [1] فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا ایسا عالی درجہ حاصل ہے۔ کہ جس مین سالکون مین سے کسی سالک کا نہ گزر ہے۔ اور نہ نظر ہے۔ اِس تفرقہ کا اصلی راز یہ ہے۔ کہ جب تک ارواح کا تعلق اور تعشق بدن کے ساتھ نہین ہوا تھا۔ تب تک ارواح کو حق سبحانہ کے ساتھ حضوری حاصل تھی۔ پھر جب حسب قولِ اعیان ثابتہ ارواح کا تعلق اور تعشق۔ ابدان کے ساتھ ہوا۔ تو وہ حضور جن سے پیدا ہوئین (۱) بعض کا وہ حضور

بالکل موقوف ہوگیا - اور توجہ تو دو - اور اُس کے لوازم - صرف پیکر کے ساتھ رہ گئے (۲)
اور بعض کی سابقہ توجہ جو مبدء کے ساتھ تھی - بالکل فراموش نہین ہوئی - یعنی عالم
اجسام کے ساتھ وابستگی ہونے کے بعد بھی اُس نسبت کا اثر باقی رہا - اِس بنیاد پر
جب قدیمی توجہ کا فراموش کرنے والا اولین گروہ - بہ مبدء کی طرف عروج کرتا ہے - تو
اُس کو حق کے ساتھ ایسی خاص نسبت اور قرب حاصل ہوتا ہے - کہ پچھلے گروہ کو عروج
اور سلوک کے ذریعے سے اگرچہ ترقی حاصل ہوجاتی ہے - لیکن اُس خاص مرتبہ کی ہوا تک
اُن کے دماغ مین نہین پہونچتی - کیونکہ صدرالذکر معاملہ اور مقولہ سے ایسا مفہوم ہوا - کہ اولین
فرقہ کا طریقہ استعداد اِس طور پر ہے - کہ جس شے کی طرف توجہ کرتا ہے - اُسی کا رنگ
پکڑ لیتا ہے - اور احوال سابق کا کوئی اثر اُس کے ساتھ باقی نہین رہتا ہے - اور
دوسرے فرقہ کی صور علمیہ کا اقتضا اس طرح پر نہین ہے - بلکہ جس امر کی طرف رخ کرتا ہے -
حالت سابقہ سے کچھہ حصہ اپنے ساتھہ محفوظ رکھکر لائق لباس مین ظہور کرتا ہے - اِس
عقلی دلیل کا خلاصہ یہ ہے - کہ اس گروہ کی سرشت - قصور توجہ پر - اور دوسری جماعت
کی خلقت کمال تعشق پر واقع ہے - بای معشوق کان -

ارباب معرفت جو دور بین نظر رکھتے ہین - وہ اچھی طرح جانتے ہین - کہ اِس تفرقہ کے
راز کی بنیاد - کشفی شہادت کے بدون - صرف عقلی دلائل پر قایم کرنا - کوئی استحکام کی بات
نہین ہے - دران حالیکہ عقل اس مدعا کے خلاف اس قضیہ اور تفرقہ مین اس طور پر
دلیل قایم کرتی ہے - کہ مبدء کو بالکل فراموش کرنے سے - اور عنصری ابدان کے لوازم کی
طرف بہمہ نوع متوجہ ہونے سے - ایسا پایا جاتا ہے - کہ عالم وجوب کے ساتھہ مناسبت
قلیل - اور عالم کون و مکان کے ساتھہ خصوصیت زیادہ ہے اور جہان امکان کی طرف نزول
کرنے کے بعد - حضرت باری تعالی کے ساتھہ فی الجملہ تعلق باقی رہنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے
کہ ذات باری عز اسمہ کے ساتھہ حد درجہ پر اتصال - اور عالم امکان کی طرف سے بالکل
بے تعلقی ہے - لیکن اِس گروہ کے حقائق کا عالم امکان مین نزول بمقتضائے حکمت
آلہی ہے پس اِس تقدیر پر عقل کی رو سے عروج اور صعود کے بعد بمقام خاص کو دوسری

وجہ والا شخص پہونچ سکتا ہے۔ نہ پہلی وجہ والا[۵۱] واللہ اعلم بحقیقۃ الحال

خلاصہ کلام یہ۔ کہ دونون توجیہین باہم ایک دوسرے کو ہٹاتی ہین۔ لہذا ان دونون فرقون مین سے کسی فرقہ کو عقلیہ دلائل کی روسے۔ صدر الذکر وجہ وحدت کے ساتھ مخصوص نہین کرسکتے ہین۔ اس مین شک نہین کہ تخصیص کی پچھلی وجہ مین ازروے تحقیق۔ علم ازلی کی شان پیدا ہے[۵۲] وھو اعلم بمن ضلّ عن سبیلہ وھو اعلم بالمھتدین اور دونون گروہون کی افراد مین مذکورہ بالا خاص مرتبہ کے عام کرنے اور دائر رکھنے کے ساتھ اعتقاد رکھنا۔ اقرب بہ صواب ہے۔

دوسرے ظاہر حال پر۔ اور[۵۳] مایشاھد من الافراد پر قیاس کرکے ایسا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تمام نوع انسان چار قسم پر منقسم سمجھی جاوے اس طور پر۔ کہ مذکورۃ الصدر دوگروہون مین سے جو گروہ ابدان کے ساتھ تعلق پیدا ہونے کے بعد اپنے تئین مع تمام گزشتہ حالات کے بھول جاتا ہے وہ منجملہ چار قسم کے قسم اول مین شمار کیا جاوے۔ اور اس مقام والے عام لوگ اور اہل تقلید ہین۔ اور ترکیبی صورت کے ساتھ تعلق پیدا ہونے کے بعد جن اصحاب کا حضور اپنے مبدء کے ساتھ باقی رہتا ہے۔ یہ اصحاب مقدار تعلق کے اعتبار سے تین اقسام پر منقسم ہین۔ یعنی ان لوگون کا تعلق دونون طرف برابر ہے یا نہین ہے۔ جن لوگون کا تعلق طرفین کے ساتھ برابر نہین ہے۔ ان کی دوقسمین ہین۔ کیونکہ راجح تعلق یا تو قدم کی طرف ہوگا یا حدوث کی طرف ہوگا۔ پس جو لوگ حدوث کی طرف تعلق راجح رکھتے ہین۔ وہ اصحاب استدلال۔ اور ارباب براہین علمیہ وعقلیہ ہین۔ اور جو لوگ قدم کی جانب زیادہ تعلق رکھتے ہین۔ وہ ذاتی احدیۃ کے اندر مستغرق اور اہل جذبہ ہین۔ اور جو لوگ دونون طرف برابر تعلق رکھتے ہین وہ صاحبان کشف وتحقیق ہین۔ اور

---

۵۱ حقیقت حال کو اللہ جل شانہ ہی خوب جانتا ہے ۱۲۔

۵۲۔ جو شخص خدا کے راستہ سے بھٹکا۔ اُس کو وہ خوب جانتا ہے۔ اور نیز وہ اون کو بھی خوب جانتا ہے جو راہِ راست پر ہین ۱۲ ۵۳ افراد مین سے جو نظر آتے ہین ۱۲

اسی شکل کی تقسیم آیہ کریمہ[۵] ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتٰبَ سے بھی مفہوم ہوتی ہے - اس طور پر کہ اولاً اصطفیٰ کے لفظ سے جمہور انام کی دو قسمین کین - ایک جماعت غیر مختار - دوسری جماعت مختار - اور پھر مختار جماعت کو تین اقسام پر منقسم کیا لقولہ فَمِنْھُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِہٖ وَمِنْھُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْھُمْ سَابِقٌ بِالْخَیْرَاتِ پس غیر مختار قسم اول ہے کہ وہ گرفتاران تقلید ہین - ظالم لنفسہ وہ اصحاب ہین جو جذب اور استہلاک کے دریا مین مستغرق ہین - اور مقتصد وہ لوگ ہین جو اعتقاد اور استدلال کے پر فضا محل مین آسودہ ہین - اور سابق بالخیرات وہ جماعت ہے - جو مشاہدہ اور معائنہ کے گلزار کی تماشائی ہے -

اس مین شک نہین - نقل کی مکڑی - نظر اور عقل کی امداد سے جس قدر تانا تن کر بانا بن سکتی ہے - اُس بُنے ہوئے کپڑے کا طول اور عرض اس سے زیادہ نہین ہوگا - اگر کسی شخص کے دل مین اس مقام کی تحقیق کا درد ہو - اور وہ چاہے - کہ مجرب علاج سے کامل شفا پاکر تن درست ہو جاوے - تو اُس کو شیخ الاولیا کی خدمت اور ارشاد سے چارہ جوئی کرنی چاہیئے - کیونکہ آج کل دراصل ایسے دردمندون کے حاذق طبیب یہی ہین اور خلفائے حضرت غوث الاولیا مین سے ایک اور جماعت بھی اس شطاریہ سلسلہ مین ہو چکی ہے - جس کی ولایت اور ہدایت کے آثار باقی ہین - جیسے وجیہ الملۃ والدین علوی گجراتی شیخ لشکر محمد عارف شیخ شمس الدین شیرازی - شیخ صدرالدین محمد شمس بردودرہ (بڑودہ) گجرات - شیخ عبدالحی جو شیخ جیوہ کر کے مشہور ہین - اور نیز دیگر بزرگوار اصحاب ان ارباب شہود اور اصحاب یقین کے کسی قدر حالات اس مختصر کتاب کی گنجایش کے موافق ہر ایک بزرگوار کے ذکر خیر مین لکھے گئے ہین - حافظ

نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند	ہزار نکتہ باریک تر ز مو اینجاست

۵؎ - پوری آیۃ اس طور پر ہے - ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْھُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِہٖ وَمِنْھُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْھُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَیْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰہِ

ترجمہ - پھر ہم نے اپنے بندون مین سے اُن لوگون کو اس کتاب کا وارث ٹھیرایا - جنکو ہم نے (اہل سمجھکر اُس کی خدمت کے لیئے) منتخب فرمایا - (یعنی مسلمانون کو پھر اُن مین سے بعض تو (اس پر عمل نہ کر کے) اپنی جانون پر ستم کر رہے ہین) - اور (بعض) ان مین سے بیچ کی چال چلے جاتے ہین - اور (بعض) اُن مین سے (ایسے بھی ہین جو) خدا کے حکم سے نیکیون مین (اوروں سے) آگے بڑھ رہے ہین ۳۲:-

یاد شیخ خدا بخش منڈوی

آپ کے آباد اجداد ہجری آٹھوین صدی کے سنوات مین عربستان سے ہندمین آئے تھے۔ آپ کے پیربیعت شیخ فضل اللہ ابن شیخ حسین ملتانی چشتی ہین۔ آپ تنہائی اور گمنامی کے محب۔ گوشہ نشینی اور خلوت کے مشتاق۔ مراقبہ اور محاسبہ کے دریا مین مستغرق اور آثار سوز وگداز کے مجموعہ ہین۔ سلمہ اللہ تعالیٰ اگرچہ علوم متداولہ کی مختلف فروع اور اصول کے میدان یا گلستان مین آپ کی عندلیب طبع پرواز نہین کرتی ہے لیکن اعتقادات کے معانی اور عبادات کے ارکان کی اصلاح کے واسطے جیسے کہ ان مین نمک اس قدر علم فقہ سے آگاہی ضرور ہے۔ آپ کی تجرید کا بیان۔ تفرید کا اظہار۔ مخلوق کے ساتھہ بیگانگی اور حق کے ساتھہ یگانگی کی تحریر ان مین سے کوئی چیز۔ عبارت۔ اشارت۔ بیان۔ یا زبان مین نہین آسکتی۔ محض معانی اور معقول ہین۔ لہذا ان کا ادراک اہل حال وعرفان اور اصحاب ذوق ووجدان کے حوالہ کرکے آپ کے ماجرا مین سے چند باتین لکہتا ہون اور یہ چند باتین وہی ہین۔ جو راقم کو بلا واسطہ معلوم ہوئی ہین۔

ابتدا ابتدا مین آپ کا پیشہ ندبافی تہا۔ حریر فروشی کی بہی دوکان کررکہی تہی۔ اور الکاسب حبیب اللہ کے لباس مین یکتا درویش تھے۔ سرمایہ مین سے روزانہ محنت کا فائدہ حاصل کرکے ایک حصہ تو مستحق فقرا کی نذر کردیتے تھے۔ ایک حصہ عیال واطفال کی معاش کے نامزد کرتے تھے۔ اور ایک حصہ اپنی قوت اور مہمانون کی ضیافت کے نام سے اٹہا لیتے تھے۔ اس درویشانہ انتظام کے ساتھہ پندرہ سال کی عمر سے چالیس سال تک بسر کی۔ اور ترک خانہ نشینی اور اختیار گوشہ گزینی کی آرزو کو اپنے دل کے اندر پرورش دیتے تھے۔ اسی کشاکش مین جب آپکی عمر چالیس سال کی ہوگئی۔ تو تجرد گزینی کا نشہ ابہرا۔ ایکبارگی خداطلبی کا جوش۔ اور حق شناسی کی خواہش کا سیلاب آیا۔ اور اوسنے آپکے صنوبری دل کو شوق کا فوارہ بنایا۔ جو کچہہ گزراوقات کے واسطے بساط مین تھا۔ وہ تمام وکمال آپنے بے اختیار ہوکر عام محتاجون پر لٹادیا۔ اور خود خاص درویشی کا جامہ پہن کر مقصود اور آلہی معرفت کی یافت کے واسطے ہرایک دل سے اور ہرایک دروازہ سے گدائی کرنے لگے ایک مدت تک اس طریق مین بہی عمر گزاری۔ بہر آخر کار ہجری سنہ نوسو اکیاسی مین خضر سیرت مرشد کی بابرکات صحبت سے کسی قدر گوناگون اضطراب کا جوش بتسکین اور تمکین کے ساتھہ دل مین فرو ہوا۔ ساگر تالاب کے کنارہ ایک پشتہ پر ایک کہنہ مسجد تہی۔ اوس کی مرمت فرماکر قبر کی طرح ایک چہوٹا سا حجرہ اوس کی چہت کے

پیچھے بنایا - یہ حجرہ آبادی سے ایک کوس دور ہے - اس تاریخ سے ہجری سنہ ایک ہزار بائیس تک
ایزدی عنایت سے حجرہ مذکور مین استقامت کے ساتھ تنہا بیٹھے رہے - اور آخرکار فقر وبینوائی کے
بارہ مین جس درجہ کے آپ متلاشی تھے - وہ درجہ آپ کی استعداد کے موافق حاصل ہوا یافت اور
شناخت کی بخیہ جو آپ کی گدڑی پر لگی - تو گدڑی مذکور شاہی سوزنی بن گئی - اب آپ کی زبان حال نے
لیس فی جبتی سوی اللہ کا ترانہ گانا شروع کیا - گو چند سال سے آپ کا آستانہ اکابر اور اصاغر
کا مرجع ہو گیا ہے - لیکن آپ کی ملازمت حاصل ہو جانا - عالی شان سلاطین اور سپہ سالار امراے اعظم
کے بھی اختیار اور قبضہ قدرت مین نہین ہے - بلکہ آپ کی عنایت اور ارادت کے متعلق ہے - تنہا بیٹھے
رہنے - اور لوگون سے نہ ملنے کی عادت جو ابتداے زمانہ ترک سے تھی - وہی عادت آج تک روز افزون ترقی
پر ہے - یعنی ملاقات چاہنے والون سے ایک لحظہ کا بھی ملنا آپ اپنے اوپر جائز نہین رکھتے ہین - ضرورۃً صرف
بمقدار ایک فاتحہ پڑہنے کے - با اخلاص آنے والون کے نزدیک بیٹھ جاتے ہین - بلکہ اکثر اوقات کھڑے
ہی رہتے ہین - اور جو کچھ خشک وتر اس وقت ہاتھ مین موجود ہوتا ہے - پیش کر کے رخصت کر دیتے ہین
زیادہ تعجب کی یہ بات ہے کہ آپ مخلوقات سے علیحدہ رہنے کو تنہائی اور گمنامی کا جز جانتے ہین - بالآخر یہی
شیوہ آپ کی ناموری اور شہرہ کا باعث ہوا - اس مین شک نہین - کہ یہ ظاہری اور باطنی موجودات کا مبدء
ہی ہے - جو تنور سے طوفان کا نکالنے والا ہے - اور ہمیشہ تقدیر سے تدبیر منفعل رہتی ہے [۵۱] عسی ان
تکرہوا شیئا وہو خیر لکم وعسی ان تحبوا شیئا وہو شر لکم -
الحمد للہ والمنۃ کہ با اینہمہ - ازلی محافظت - مصاحبت چاہنے والے اور خدمت کرنے والے لٹیرون
کی لوٹ سے آپ کی اوقات شریف کی نگہداشت فرماتی ہے - اور آپ کو صرف یاد حق کی طرف متوجہ اور مشغول
رکھتی ہے - سبحان اللہ سواے گوشہ نشینی کے - مرید کرنا - خانقاہ بنانا - خادم رکھنا - ہنگامہ عرس کو رونق دینا - اور
سرود وسماع کی مجلس گرم کرنا وغیرہ وغیرہ سلسلہ دست مشائخ کے کسی طور اور طریقہ سے آپ کی آزاد اور
تنہائی پسند طبیعت مقید نہین ہے - اس پر بھی آپ اپنے نفس مطمئنہ سے خطاب کر کے اس مضمون
کے ساتھ مترنم رہتے ہین سنرہت

رہروان طریقت جماعتے دگر اند	باین صفت کہ تو داری بدان صفت نبرند

[۵۱] عجب نہین کہ ایک چیز تم کو بری لگے - اور وہ تمہارے حق مین بہتر ہو - اور عجب نہین کہ ایک چیز تم کو بھلی لگے - اور وہ تمہارے حق مین بری ہو

ان تمام حقائق کے بیان کا خلاصہ یہی ہے۔ کہ آپ مشیخت کا بناؤ سنگہار بے تعینی کی سادگی کے عوض فروخت کرکے میدان فنا کے شہسوار اور رسوم شکنی کے معرکہ مین صف شکن ہین[۵۱] ولا تقولوا لمن هو فاني في الله وعائش في المزاج انه حي على مثال انفسكم بل هو غريق في بحر الفنا وانتم لا تشعرون

آپ کی سعید اولاد تین لڑکے اور دو لڑکیان ہین۔ بڑے شیخ عبدالرحیم ہین۔ جنہون نے اپنے تئین عین جوانی مین پیری کے کمالات سے آراستہ کیا ہے۔ اور جو مشائخ اور طبقہ صوفیہ علیہم الرحمۃ کی اصطلاحات مین فہم درست اور استعداد روشن رکہتے ہین منجہلے لڑکے عبداللطیف ہین۔ حسن سیرت۔ اور حسن صورت دونون مین متوسط ہین۔ سب سے چہوٹے تیسرے محمد لطیف ہین۔ باادب جوان ہین۔ اپنے پدر بزرگوار کی خدمت باعظمت مین تبولیت کا مرتبہ پائے ہوئے ہین۔ چہوٹی لڑکی مریم نام راقم کے فرزند۔ برخوردار عبدالاول کے حبالہ نکاح مین ہے۔ قائل[۵۲] اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ نے ہجری سنہ ایک ہزار تیرہ مین بہ شب غرہ صفر[۵۳] ختم الله بالخير والظفر ایک لڑکا برخوردار عبدالاول مد عمرہ کے گہر عطا فرمایا۔ اودہر آپ کی بے پروائی۔ اور ادہر ولادت کی خوشی۔ اس مین راقم کی غفلت سے کچہہ ایسا ہوا۔ کہ جد مادری کے اتفاق کے بدون اُس مبارک نوزاد کا نام شیخ ملاہ رکہدیا بدین وجہ شیخ کی خدمت سے کمال خجالت ہوئی۔ پہر جب واجب العطایا کی عنایت سے تاریخ بیسوین رمضان المبارک ہجری سنہ ایک ہزار اکیس کو دوسرے فرزند کی علیہ صورت۔ عینی وجود کے لباس مین ظہور پذیر ہوئی۔ تو شیخ کی ملازمت مین راقم نے حاضر ہوکر مبارک باد کے مراسم ادا کئے۔ اور تجویز نام کے واسطے التماس کیا۔ آپ نے فرمایا نام رکہنا آپ کو ہی مبارک ہے۔ اور تصدیق کرنا۔ اور مبارک باد دینا ہمارا حق ہے۔ حسب الارشاد مینے عیسیٰ نام تجویز کیا۔ آپنے مسکرا کر دعا دی اور فرمایا[۵۴] الاسماء ینزل من السماء بہت ہی مناسب اور خوب واقع ہوا۔ کیونکہ اس کی مان کا نام بہی مریم ہے

[۵۱] جو شخص اللہ کی ذات مین فنا اور از روے مزاج زندہ ہو۔ اُس کو یہ نہ کہو۔ کہ وہ تم لوگون کی طرح قید حیات سے ہے۔ بلکہ وہ دریاے فنا مین مستغرق ہے۔ مگر تم نہین سمجہ سکتے ہو ۱۲ [۵۲] مین مٹی سے ایک انسان بنانے والا ہون ۱۲ [۵۳] اللہ تعالےٰ اوسکو خیر اور ظفر کے ساتھہ ختم کرے ۱۲ [۵۴] اسماء آسمان سے اوترتے ہین ۱۲۔

بہ فرمایا - کہ شیخ ماہ آپ کا ہے - اور شیخ عیسی ہمارا - اور یہ کہکر دونوں کو سعادت بخش دعاؤں کے ساتھ سربلند فرمایا - خدا کرے سب کو علم سے اور عمر سے بہرہ وری نصیب ہو[ل] بحرمتہ النبی وآلہ الامجاد صلوات اللہ علیہ وعلیہم اجمعین الی یوم الرشاد -

یاد شیخ عبد القادر

آپ - ابی محمد - ابن ابی احمد - ابن ولی ہامون بغدادی کے فرزند رشید - اور سید جمال ستہری کے مرید ہیں زاد بوم باب اللزج - جس کو اہل زمانہ بغداد جدید کہتے ہیں - اسی میں قطب الاقطاب سید محی الدین عبد القادر جیلانی کی خوابگاہ ہے - رحمۃ اللہ علیہ اور پل کی اُس طرف والی آبادی کا نام بغداد قدیم ہے اس میں امام موسی کاظم کی آسایش گاہ ہے رضی اللہ عنہ اور اہل بغداد اسی کو برج اولیا کہتے ہیں جس کے اندر ایک روایت سے چوبیس ہزار نامدار مشایخ سوئے ہوئے ہیں - اس میں شک نہیں - جب باحقیقت خداشناس لوگ - چاند سورج کی طرح سالک درویشوں کے رہنما ہیں تو اس بافروغ گروہ کی آسایش گاہ کا نام برج قرار دینا اہل مذاق سخن آفرینوں کو بہت کچھ مزہ دیتا ہے - عُوثی اگرچہ اس نغمہ میں دل ربائی کی طرز ضرور ہے - لیکن یہ نغمہ - پردہ آغاز کے ہم آواز نہیں ہے - لہذا ایسی لَے اُٹھاؤ جس کا راستہ اصل مقام کی طرف پلٹ جاوے - ایک روز آپ کے حالات راقم نے دریافت کیے تو فرمایا -

ایزدی مشیت کے سبب میں اپنی زادبوم میں ڈھائی برس کی عمر کو پہونچکر بے باپ ہوگیا - لہذا عم مکرم نے میری پرورش اپنے ذمہ لی - نو برس کی عمر میں کلام ربانی حفظ کرلیا - جب گیارھویں سال کا آغاز ہوا - تو عم مکرم مجکو اپنے ہمراہ بندر گوہ کو لے گئے - وہان سے عم مکرم سامان سفر باندھ کر اُس جہان کو روانہ ہوئے - میں جب تک سولہ برس کا نہیں ہولیا تب تک اُس بندر سے باہر نکلنا نہیں ہوا - القصہ ہجری سنہ نو سو چہیاسٹھ میں کہ یہی سال سلطان مظفر ابن محمود کے جلوس کا ہے احمد آباد گجرات میں آیا - یہان پر چند روز سرکہیچ کے مدرسہ میں فقیہ حسن عرب کی ملازمت میں علوم ادب کی تحصیل کی فقیہ صاحب - داہولی کر کے مشہور ہیں - اس کے بعد

[ل] - نبی - اور نبی کے بزرگ اولاد کی عزت کے طفیل میں - اللہ تعالی کی رحمت نبی پر اور اولاد نبی پر غرض کہ سب پر یوم قیامت تک رہے ۱۲ -

شیخ حسین بغدادی کی شاگردی سے عقلی علم حاصل کیا۔ اِسی اثنا مین قاضی علاء الدین عیسی احمد آبادی کی خدمت مین علم کلام کی کتابین نکالین۔ بالآخر اپنی جملہ تحصیل کو شیخ وجیہ الدین علوی شطاری کی خانقاہ مین رہکر کمال کے درجہ پر پہونچایا ہجری سنہ نوسوہ اسی مین جب کہ عرش آستانی اکبرشاہ نے گجرات فتح کیا ہے۔ مینے تحصیل علم کے واسطے دار السلطنۃ آگرہ کی طرف سامان باندھا۔ چند روز بعد شرح تجرید کا قدیم حاشیہ تحریر اقلیدس مجسطی۔ شرح تذکرہ مولانا نظام اعرج۔ اور نیز دیگر بعض عربی علوم۔ علامی میر فتح اللہ شیرازی کے درس مین سنکر شہرستان خاطر کی آئینہ بندی کی۔ پورے ایک ہزار سال ہجری مین ملک الشعرا شیخ فیضی فیاضی ابن شیخ مبارک عفی عنہ نہایت خواہش کر کے مجھے اپنے ہمراہ دکن کو لیگئے راقم بھی اپنے وطن سے جو دکن کے عین راست پر واقع ہے۔ طوعاً و کرہاً ہمراہ ہوکر اس جانے مین شریک تھا۔ جب بازگشت ہوئی تو آپ اُجین کے اندر ملک الشعرا کی ہمراہی سے رہ گئے تھے۔ یہان پر اس شہر کے طالبان علم کی فیض رسانی شروع کی ہجری سنہ ایک ہزار اکیس تک آپ کے وجود سے مسند افیض رسانی رونق پر ہے۔ اسی جگہ متاہل بھی کرلیا ہے۔ دو لڑکے۔ اور ایک لڑکی اس بیوی سے ہین۔ ابوالمعالی عیاض اور ابا حسن فیاض نام بھی ہین۔ اور نیز ان دونون تاج دانش کے گوہرون کی تاریخ ہائے ولادت بھی ہین۔ او بین فرزند نے ہجری سنہ ایک ہزار انیس ہین عالم روحانی کو کوچ کیا۔ دوسرے فرزند بقید حیات ہین۔ اللہ جل شانہ عمر طبعی کو پہونچاوے۔ قصائد عربی کا ایک دیوان متبنیانہ طرز پر۔ ہر ایک فن کی کتابون پر جستہ جستہ حاشئے۔ عربی عبارت کا ایک رسالہ جو نہایت سنجیدگی اور تازگی کے ساتھ ملک الشعرا کے بعض حالات کے بیان مین ہے۔ اور ایک رسالہ علم کی تعریف مین متکلم اور حکیم کی طرز پر جو شیخ ابوالفضل مبارک کے نام سے معنون ہے۔ اس قدر آپ کی تصنیفات ہین۔ ناظرین پر مخفی نہ رہے۔ کہ صدر الذکر نمائشی حالات بعض تو خود صاحب حالات کے بیان پر۔ اور بعض راقم کی معلومات پر لکھے گئے ہین۔

مصرع آب حیوان تو امان علم اوست

حضرت یاد سید احمد افغان اویسی بجواروی

پنجاب کے پرگنات مین ایک بستی قصبہ بجوارہ ہے۔ اُس مین آپ گوشہ نشین تھے۔ شیخ محمد ابن الیاس

شیون غوشتی کے فرزند ہین۔ صوری اور معنوی فضیلت کی تحصیل مین آپنے اپنی استعداد پوری کرلی تھی۔ جب آپ کے پدربزرگوار ہجری سنہ ایک ہزارایک مین فرق کے ویران گوشہ سے جمع کے آباد صحن مین چلے گئے۔ تو جانشینی کی مسند کو آپ کے وجود سے شرف حاصل ہوا۔ آپنے آباؤ اجداد کے مراسم سلوک کو اپنا دستورالعمل بنایا۔ کہتے ہین۔ آپنے دانش دبینش زیادہ تر۔ اپنے پدربزرگوار کی خدمت سے۔ اور کمتر شیخ الہداد لاہوری کی شاگردی سے حاصل کی تھی۔ جب ہجری سنہ ایک ہزار پندرہ مین شہنشاہ کشورستان اکبرشاہ نے اقلیم زندگانی کے تصرفات۔ اور عنصری کشور کے تمتعات رخصت فرمائے۔ تو اُس کے پور پر نور نورالدین جہانگیرشاہ سے تاج وتخت سلطنت کو رونق ہوئی۔ جس کے گرامی نام پر اس کتاب کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ اِس اثنا مین شہنشاہ نورالدین کے بیٹے سلطان خسرو کو چند امرا جو عقل مین جوان مگر بے توت تھے۔ دارالسلطنت سے نکال کر لاہور کی طرف چلے گئے۔ پیچھے سے ہوشیار فرمان روا بھی تعاقب کنان جا پہونچا۔ اس غرض سے کہ نصیحت کو کام فرما کر اُس کو ناہموار بے راہی سے باز رکھے۔ اور ادب اور فرمان برداری کے راستہ مین لے آوے۔ مگر سلطان خسرو نے حقوق کا کچھ لحاظ نہ کرکے جنگ کی طرح ڈالی۔ بالآخر اُس کی سپاہ نے شکست کھائی۔ **القصہ** اِس فتنہ انگیز سال مین ہر ایک تقریب سے شہنشاہ کی محفل مین باوجود کمال ارزانی کے اسی قسم کی گفت وگو کا نرخ بڑھ گیا تھا۔ ایک روز ایک ندیم نے سادات صفویہ کے سلسلہ مین سلطنت ایران کے انتقال کا باعث عرض کیا۔ اس اثنا مین ایک اور شخص بول اٹھا۔ کہ اِس وقت مین بھی چند درویش صورت اشخاص ایسے ہین۔ جو ایک ولایت کی فوج کی برابر اپنے فرمان بردار معتقدین رکھتے ہین۔ انہین مین سے اُس جماعت کے سرگروہ سید احمد افغان ہین۔ جو بجوارہ کی افغان قوم کے اندر جنگ وشورش کا باعث ہوتی ہے۔ اور تمام جماعت آپ کے حکم سے سرتابی نہین کرتی ہے۔ فرمان صادر ہوا۔ کہ جناب سید احمد افغان دربار معلی مین حاضر کئے جاوین۔ **قصہ کوتاہ** جب آپ شاہی حضور مین پہونچے۔ تو ملازمت شاہی کے آداب بجا نہین لائے۔ بادشاہ نے فرمایا۔ اِس دیوانہ کو چند روز قلعہ گوالیار کے اوبستان مین محفوظ رکھو۔ یہان تک کہ حُسن سلوک کے گلوبند مین اپنی گردن دینا گوارا کرے۔ تین برس تک آپ اُس عالی شان قیدخانہ مین کشادہ پیشانی سے خدا کے ساتھ مشغول رہکر زندہ رہے۔ اور ولایت کے متعلق بہت سی فتوحات اور پہلو نشین دشمن پر فیروزی حاصل کی۔ اتفاقاً ہجری سنہ ایک ہزار اُنیس مین خان جہان جن کا قدیمی نام پیرخان ابن دولت خان لودی ہے۔ صوبہ خاندیس اور دکن کے حاکم مقرر کئے

گئے - اور انہیں حدود کی لشکر کشی ان کے ذمہ کی گئی جب خان جہان قلعہ گوالیار کے نیچے پہونچے - تو واجب العرض بحضور شاہ ملکمر التماس کیا - کہ سید احمد اس یورش مین فدوی کے ہمراہ دئے جاوین - یہ گزارش حضور شاہنشاہی مین قبول ہوئی - اِس سبب سے آپ خان جہان کے ہمراہ خاندیس تک گئے - اور چند روز برہان پور مین رہے - آخر کار یہ ہوا - کہ خان جہان کے واسطے دار السلطنت سے فرمان طلب صادر ہوا - اور وہ برہان پور سے دار السلطنت آگرہ کو روانہ ہوئے - آپ بھی ہمراہ تھے - جب تاریخ چھبیسوین ۲۶ شعبان ہجری سنہ ایک ہزار بیس مین آپ نے اپنی قدوم کی برکات سے منڈو (مانڈو) کو سرفراز کیا - تو راقم حروف بھی آپ کی ملاقات سے بہرہ یاب ہوا تھا - جب راز کی باتین ہونے لگین - تو آپ کی گفت و گو کا سلسلہ اس تقریب پر مائل ہوا -

" ایک روز خان جہان پسر دولت خان لودھی احمد کے مکان مین آئے - اور شیخ علاء الدولہ سمنانی کی چہل مجلس اُن کے ہاتھ مین تھی - اِس کتاب مین شیخ محی الدین عربی کی یہ روایت درج تھی [۱] رایت ربی جالسًا علی الکرسی وقام بین یدی واجلسنی وقال انت ربی وانا عبدك - یہ روایت مجکو دکھائی - اور میرا دامن پکڑ لیا اس متشابہ قول کے معنی ذہن نشین کئے جاوین - لاچار احمد نے جواب دیا کہ رب اول سے مراد نفس امارہ ہے - جب یہ - عالم کالبد پر قبضہ پالیتا ہے - تو قوی - حواس - اعضا - اور جوارح کا ملک وملکوت اوس کے زیر حکم آجاتا ہے - دل کی کرسی پر نشست کرتا ہے - جو روح کی نشستگاہ ہے - اور علی الاعلان ربوبیت کا دعویٰ کرتا ہے - اور عنصری اقلیم کے دیگر باشندون کی طرح روح کو بھی اپنی عبودیت مین لینا چاہتا ہے - پھر جب صوفی مجاہدہ اور ریاضت کی بدولت نفس پر فتح پاتا ہے - تو ناچار کرسی نشینی روح کی طرف عود کر آتی ہے - اور نفس اطاعت اور پرستش کے مقام پر کھڑا ہوکر انت ربی وانا عبدك کہکر اسم بندگی بجالاتا ہے اور روح کے اوپر نفس کی طرف سے رب کا اطلاق اور اقرار یہی شیطان رجیم کا فریب ہے "

---

[۱] مینے اپنے رب کو دیکھا - کہ کرسی پر بیٹھا ہے (مجھکو دیکھکر) میرے سامنے اُٹھ کھڑا ہوا - اور مجکو بٹھایا - اور کہا - تو میرا رب ہے - اور مین تیرا بندہ ہون ۱۲ -

یہ تاویل بیان کرنے کے بعد فرمایا۔

"میںنے مکاشفہ ابن عربی کی عبارت شیخ عیسیٰ کی خدمت میں بھیجی تھی۔ شیخ عیسیٰ نے بھی اپنا مافی الضمیر کئی طرح کی توجیہ اور تاویل کے ساتھ لکھکر میرے پاس روانہ فرمایا۔ چونکہ اُن تاویلات کی نامقبولیت کا حرف میری زبان سے نکلا۔ اور یہ حال شیخ عیسیٰ کو معلوم ہوا تو اُنہوں نے اپنا نوشتہ مکرر واپس طلب فرمایا۔ اور پیغام طلب کے ساتھ اُس کے چاک کر دینے کی بھی التماس کرکے آزردگی ظاہر فرمائی ۔ لیکن باوصف چند تلاش کے اُس نوشتہ نے واپسی کی راحت یا چاک ہونے کا رنج نہیں دیکھا۔ اب وہ نوشتہ میرے ہمراہ ہے۔ اگر آپ کہیں تو منگاؤں"

مینے جواب دیا۔ آپ کو اختیار ہے۔ خلاصہ کلام یہ۔ کہ مسیح القلوب کا نوشتہ مینے پڑھا۔ اِس مین شک نہین مسیح القلوب کا جامع دل۔ وحدت وجود کے فروغ سے منور ہے۔ جس کے کمال کا شاہد عدل یہ توجیہ نامہ ہے۔ اس توجیہ نامہ کے مطالعہ نے خوانندہ کے حسن اعتقاد کی بنیاد مین گویا استحکام کا سیسہ پلا دیا۔ اور جو اعتراضات تاویل کی ہوئی ظاہر روایت پر از روے شریعت و طریقت وارد ہوتے تھے۔ اِن اعتراضات کو عقلی و نقلی دلائل۔ اور کشفی و یقینی براہین کے ساتھ دفع کرنے سے ابن عربی کے کشف کی صحت پر ایک حجت قاطع اور اکابر سلف کے ساتھ مشار الیہ کی پیروی پر ایک دلیل واضح ہاتھ آئی۔

الحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ۔ اعلم ان توجیہ للسید احمد ناظر الی ان قائل ھذا القول المتشابہ! مر مبتدی فی السلوک فارغ عن تزکیۃ النفس متصف بتصفیۃ القلب شارع فی تجلیۃ الروح وتخلیۃ السر وتاویل مسیح قلوبنا ناطق بان من صدر منہ ھذہ العبارۃ ھو رجل کامل واصل	جمیع اقسام وانواع حمد اُسی اللہ جل شانہ کو سزاوار ہین جس نے ہم کو یہ ہدایت دی۔ اگر اللہ ہم کو ہدایت نہ دیتا تو ہم ہدایت پانے والے نہین تھے۔ واضح ہو۔ کہ سید احمد کی توجیہ سے یہ بات پائی جاتی ہے۔ کہ اس متشابہ قول کا کہنے والا۔ ایسا شخص ہے۔ جو راہ سلوک مین مبتدی ہے۔ تزکیہ نفس سے فارغ ہے۔ تصفیہ قلب کے ساتھ متصف ہے اور جس نے روح کی جلا۔ اور اسرار کے چھپانے کا کام شروع کیا ہے اور ہمارے مسیح القلوب کی تاویل یہ کہتی ہے۔ کہ جس شخص سے یہ عبارت صادر ہوئی ہے۔ وہ شخص کامل ہے۔ اور درجہ کمال کو پہونچا ہوا ہے

بدرجة الكمال فى الفناء من
لوازم الامكان وفى البقاء
بحقيقة الربوبية فى مقام
الجمع وفى التخلق باخلاق الرحمن
الذى على العرش استوى ثم لا يخفى
على ذائق عسيلة اتراب الكلام فى
خلوات التشابه بفحولية التاويل
مافى هذا التعيين والتفريق من
نكتة وهى ان الكلام المتشابه
سواء نزل من الله المرسل الى العبد
المرسل اليه- او وصل زمننا الى الصحابة
او وقع منهم بالتابعين - او وصل
منهم الى مشائخنا ومنهم الينا مرآة
ينطبع فيها حقائق مراتب المترجمين
بفهومهما- ومحك يظهر عيار معارج
المترجمين بمعانيها لا ما يراد به من تكلم
الكلام لان مراده لا يعلمه الا هو بدليل
قوله تعالى فى حق الآيات المتشابهات
لا يعلم تاويله الا الله فظهر بهذين
التاويلين ما ظهر من حقيقة مرتبتهما
سلمهما الله تعالى وفهمها من له انصفه
رحم الله من انصف-

فنا کے اندر درجہ کمال کو پہونچا ہوا ہے امکانی لوازم چھوڑ کر بقا کے اندر درجہ کمال کو پہونچا ہوا ہے حقیقت ربوبیت کے ساتھ جمع کے مقام پر- اور تہذیب اخلاق مین درجہ کمال کو پہونچا ہوا ہے - اخلاق رحمن کے ساتھ- جو عرش پر براجمان ہے جو اصحاب متشابہات کی خلوت مین- تاویل کی جوانمردی کے ساتھ- دوشیزگان کلام سے لذت پانے والے ہین - اُن پر وہ نکتہ مخفی نہین ہے - جو اس تعین اور تفریق کے اندر ہے- اور وہ یہ ہے - کہ کلام متشابہ خواہ بھیجنے والے اللہ تعالیٰ جل شانہ کی طرف سے مرسل الیہ بندہ پر نازل ہوا ہو- یا مرسل الیہ بندہ سے صحابہؓ کو پہونچا ہو - یا صحابہ سے یا تابعین کو پہونچا ہو- تابعین سے ہمارے مشائخ کو اور مشائخ سے ہم کو پہونچا ہو- غرض کہ متشابہ کلام ایک آئینہ ہے جس کے اندر مترجمون کے درجات کی حقیقتین مفہومات کلام کے ذریعہ سے منعکس ہوتی ہین- اور نیز متشابہ کلام ایک کسوٹی ہے جس سے طبع آزمائی کرنے والون کی انتہائی پرواز کی مقدار- معانی کلام کی رو سے ظاہر ہوجاتی ہے - متشابہ کلام سے وہ مراد نہین ہے - جو ایسے کلام کے ساتھ تکلم کرنے سے ارادہ کیا جاتا ہے - کیونکہ متشابہ کلام کی مراد اللہ تعالیٰ جل شانہ کے سوا کوئی نہین جانتا ہے اِس کی دلیل خود اللہ جل شانہ کا ارشاد آیات متشابہات کے بارہ مین ہے لا یعلم تاویلہ الا اللہ پس اِن دونون تاویلون سے جو کچھ ظاہر ہوا - وہ صدر الذکر دونون اصحاب کے درجات کی حقیقت ہے اللہ تعالیٰ ان دونون صاحبون کو سلامت رکھے - اور اس بات کو سمجھا بھی وہی شخص ہے - جو منصف ہے- جس نے انصاف کیا - اللہ تعالیٰ اسپر رحم فرمائے -

معذرت- پذیر اصحاب کو واضح ہو کہ مسیح القلوب کے خط کی نقل اس واسطے جزو گذارش

کی گئی - کہ یہ ماجرا سید احمد کی خدمت مین اخیر صحبت کے وقت پیش آیا تھا - اور رات زیادہ گزر جانے کے سبب سے برخاست مجلس کے مقدمات کا آغاز ہوگیا - تکلیف دہی کا خیال بھی دامنگیر ہوا - اگرچہ نقل کر لینا ممکن تھا - لیکن دوبارہ مجلس کی نوبت پہونچنے کا بھی گمان تھا - اس گمان نے کوشش کے چہرہ پر یون ہی سستی کا نقاب ڈالا - اور مسافر عزیز کا کوچ علی الصباح ہی ہوگیا - اس سبب سے یہ اندیشہ جو دل کے اندر تھا - پورا نہ ہو سکا - ایک مدت تک یہ دور اندیشی دل کے اندر کھٹکتی رہی - (۱) ایک سیح القلوب کے خط کی نقل نہ لینے کی پشیمانی (۲) دوسرے اُس خط پر سید احمد کا اعتراض الحمد للہ کہ غیبی صفائی اور ارادت کی برکت سے مذکورہ بالا خس و خاشاک - سلوک کے راستہ سے دور ہوا - بلکہ اس تجربہ کے سبب سے یہ ہوش اول سے بھی زیادہ ہوا - کہ جو شخص - زمانہ حال کی قدر نہ جانے - شک مین رہ کر نیک کام کرنے کو زمانہ استقبال پر موقوف رکھے - اور آج کا کام کل پر چھوڑے - وہ شخص جلد عظیم نقصان کی پشیمانی اٹھاوے گا - بقیۃ العمر اس کو نایابی کی حسرت مین گزارنا پڑے گی - اور [۵۱] الوقت سیف قاطع کا زخم کھا کر - مرہم نہ ملنے کے سبب سے اُس کے التیام کی آرزو مین - ہمیشہ گرفتار رہے گا - اور وقتاً فوقتاً ہمیشہ آگاہی ملنے سے یہ ہدایت ہوئی کہ جب کسی کے قول و فعل کا مضمون تجھکو ناگوار گزرے - اُس کو مبدء کی طرف سے تصور کر کے - نکتہ چینی اور اعتراض کا ذریعہ نہ بنانا - اور عقیدے کے بازار مین جو فروش گندم نما نہ بننا - کیونکہ [۵۲] ما یدب علی الارض تمام - الٰہی تقدیر کے قبضہ قدرت مین ہین - حرکات اور سکنات مین خود کوئی اختیار نہین رکھتے ہین بالخصوص آدمی زاد - جو کمال اسمائی کا مظہر ہے - پھر جو بزرگوار اصحاب ایزدی اخلاق کے ساتھ تہذیب یافتہ ہین اُن کے حالات اور افعال کو الٰہی شان اور الٰہی اوامر سمجھکر دل کے اندر روگردانی کا خیال نہ آنے دینا - کیونکہ باحقیقت خدا شناسون کے اقوال اور افعال - مخاطبین کے مختلف ادراکات اور استعدادات پر لحاظ کر کے بعض کی نسبت جان گزا - اور بعض کے حق مین جان بخش کا حکم رکھتے ہین - اِن کی مثال قرآن مجید کی سی ہے - جس کے منصوص احکام بعض کے اعتبار سے نافع - اور بعض کے اعتبار سے ضار واقع ہوئے ہین - يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا پس اس جگہ کسی قدر دوربینی کو کام فرمانا چاہیے - تا کہ جلد معلوم ہو جاوے - کہ جس قدر اوراق فرقانی کے اندر وعدہ اور وعید کی آیتین آج کے روز موجود ہین یہ تمام خاتم النبوۃ علیہ السلام پر جبریل علیہ السلام کے ذریعہ سے پروردگار جل اسمہ کی بھیجی

---

[۵۱] وقت شمشیر بُران کا حکم رکھتا ہے - ۱۲ [۵۲] جو متحرک زمین پر چلتا ہے ۱۲

ہو ئی ہین - اب انصاف کے گریبان مین سر جھکا کر معلوم کرنا چاہیئے - کہان لکھے ہوئے قرآنون کے دشمن مانتے سے - اور ان کا جلانا - اور دہونا دل مین لانے سے کس قدر کفر اور ضلالت کا نتیجہ پیدا ہوگا - اور اس کا ثمرہ کیا ہے - اسی طرح سمجھنا چاہئے - کہ ہر ایک شخص کے حالات کی حقیقتین - اوس کی صورِ علمیہ کے موافق ہوتی ہین - باایہمہ لوگون کے اقوال اور افعال کی عیب گیری کی جاتی ہے - پس ظاہر ہے کہ اس سے کس قدر گمراہی اور سیاہ دلی پیدا ہوگی - اور اس کا نتیجہ کیا ہوگا - کیونکہ صاحبان نبوت کی آیات اور معجزات کا نزول - ظاہری اور باطنی دونون طرح کی وحی سے ہوا ہے - اور اصحاب ولایت کے معاملات اور مکاشفات کا ورود صرف باطنی وحی سے ہوتا ہے -

	آن نیست کہ کلک صنع کرد خطا کشد		بر حرف ہیچکس منہ انگشتِ اعتراض

کہتے ہین - سلطان سادات - اور برہان مشائخ شاہ محمد بخاری - جن کی اخروی خوابگاہ دار الاسلام لاہور مین ہے ایک دفعہ شیخ محمد افغان کی ملاقات کے واسطے قصبہ بجوارہ مین آئے تھے - جب معرفتون کے بیانات کا ہنگامہ گرم ہوا - تو ایک تقریب سے اس قسم کی بات نکلی - کہ باوجود شرف سیادت حاصل ہونے کے اپنے تئین قوم غرغشتی سے ظاہر کرنا - کس غرض سے ہے - اور یہ بھی دریافت کیا کہ یہ نویداس جانب کی ہے - یا اُس جانب کی - جواب دیا - کہ فقیر دو جانب جاننے سے ایک طرف ہے - کل امور جانب حق سے جان کر کبھی کا بول ہوتا ہے - اور آج کے بعد جو لڑکا پیدا ہو - اُس کا نام سید احمد رکھا جاوے - یہی وجہ ہے - کہ یہ خدا پرست بزرگوار اس لقب کے ساتھ مخصوص ہین - کسی قدر اجمالی بیان آپ کے حالات کے متعلق یہ ہے - کہ آپ وحدت وجود کے باغ کی فضا سے اپنے عقیدہ کے گھوڑے کی باگ کشیدہ رکھتے ہین آپ کے سلوک کا طریقہ شیخ علاء الدولہ سمنانی کی پیروی ہے - اور اپنے تئین اویسیہ سلسلہ مین سے شمار کرتے ہین -

یاد سید ابراہیم نوری

آپ کا سابقہ نام شیخو ہے - زاد بوم غیاث پور - جو کیہانہ کر کے مشہور ہے - حویلی حصار کے تعلق ہے - ہجری سنہ ایک ہزار سولہ مین بماہ ربیع الثانی ایک روز راقم نے آپ کے مکان پر جا کر آپ کے حالات کی حقیقت دریافت کی تھی - تو فرمایا -

"ابراہیم کی بارہ سال کی عمر تھی - کہ مکتب کے اندر کلام ربانی کی تصحیح کرتا تھا - ناگاہ سیاحی کی شورش اور الہی طلب کی خلش - سودائی دل مین پیدا ہوئی - لہذا وطن چھوڑکر دیوانون کی طرح چل کھڑا ہوا - دہلی مین پہونچکر بہاء الاولیا بخاری کے صوفیون کی ایک جماعت کے ساتھہ لاہور چلا گیا - یہان پر مولانا اسحق کاکو کے درس مین کسی قدر فقہ سیکھی - یہان سے ملتان کو گیا - شیخ کبیر بخاری کی خدمت مین مراسم ارادت بجا لاکر پھر دہلی چلا آیا - اور حضرت غوث الاولیا کی ملازمت سے شرف یاب ہوا - حضرت غوث الاولیا نے مجھکو شیخ مبارک مفتش مند کے حوالہ فرمایا - جو اون کے بڑے خلیفہ ہین - شیخ مبارک کے نزدیک جواہر خمسہ پڑھکر کمالات طریقت حاصل کئے - پھر حجاز کے ارادہ پر لاہور - ملتان - ایران توران - اندتیراز ہوتا ہوا - لار کے راستہ سے بغداد کو چلا گیا اس جگہہ سید زین العابدین امام اور متولی روضہ محی الملۃ غوث العرفا جیلانی کے دیدار سے بہت کچھہ فیض حاصل کیا - یہان سے موصل مین ہونچکر یونس **علیہ السلام** کے روضہ کی زیارت کی اور شام کے اندر جنۃ النسا مین شیخ حسن چشتی کے دیدار سے باطنی فروغ لیا - مدین مین حضرت شعیب **علیہ السلام** کے روضہ کی زیارت کرکے تخت رب العالمین کی طرف نکل گیا - یہان سے قدس خلیل کی طرف جاکر مسجد اقصی مین نماز پڑھی - اس کے بعد تمام حصہ جات زمین کی سیاحی کرتا ہوا اسکندریہ کے راستہ سے مصر مین جا پہونچا - یہان پر چند روز رئیس المحدثین شیخ محمد بکری کی ملازمت سے حدیث اور تفسیر کا استفادہ کیا - پھر مصر سے دریاے شور مین نارم رکھا - اثناے راہ مین شیخ ابو الحسن شاذلی کی خاک پاک کی زیارت کی اس کے بعد دریاے شیرین پر سے عبور کرکے - مدینہ مکرمہ مین حضور کے آستانہ کی خاک پر ناک رگڑی پھر یہان سے قافلہ کے ہمراہ مکہ معظمہ کو روانہ ہوکر ارکان حج ادا کئے - شیخ علی متقی کی ملازمت سے بھی یہان مشرف ہوا - چونکہ کوہ نور مین بارہ سال خلوت کے اندر رہ چکا تھا - لہذا شیخ نے جلدی ہی خرقہ خلافت پہنادیا - اور ابراہیم نوری خطاب ملا - بعدہ جدہ کے راستہ سے روپاربل جہاز پر سوار ہوکر باب مندب کے جزیرہ مین جا اوترا - بن دیکھنے کا شوق ہوا - تو اس سرزمین کی بھی سیر کرکے عدن کے جہاز مین سوار ہوا اور اکیس روز کے اندر دیو بندر مین جا پہونچا چند روز

سورت کی سیر کی اس سیر کے اندر شیخ جمال نوری اور سید حبیب کی ملازمت سے جونگڈہ
مین فیض پایا - قصبہ لاٹھی مین ایک بزرگ سید کی قبر پر فاتحہ پڑھ کر سلطان خواجہ احمد دانش مند
سے بھی ملاقات کی - جو سید محمد گیسودراز کے بالواسطہ خلفاے اعظم مین سے ہین - یہان
غیبی اشارہ ہوا - تو ان کی تلقین مین داخل ہوکر بہت کچھہ فائدہ حاصل کیا - پھر ڈونگرپور
کے راستہ سے بانسواڑہ ہوکر مندسور کو گیا - اور ہجری سنہ نوسو اٹھتر مین اجین مالوہ
کے اندر آگیا - اور مین پوربا پچھا کا قیام کرلیا - اس کے بعد تین دفعہ یہان سے اپنے قدیمی
وطن کو قدم بڑہایا ہے - ایک دفعہ والدین کی پابوسی کے واسطے - دوسری دفعہ مان کی
رحلت کے بعد فاتحہ کے واسطے - تیسری دفعہ پدر بزرگوار کی وفات کے بعد - اُن کی خاک
پاک کی زیارت کے واسطے - ان تین سفرون کے سوا پھر کبھی اپنے خلوت کدہ سے
نکل کر کسی شخص کے گھر جانے سے پانون خاک آلود نہین کیا -

اللہ تعالیٰ **جل شانہ** کا شکر ہے - کہ دل اور پانون دونون شکستہ ہین - اور سیورغال
(معین وجہ معاش) کے طور پر حاکم صوبہ اور گماشتگان حاکم کی طرف سے کوئی چیز قبول نہ کرکے - روزی
کی طرف سے تمام عمر آسانی کے ساتھہ پوری کردی - آپ کی دل افروز باتون مین سے یہ بات بھی ہے -
خُداوندا قبلہ کی طرف یا قبیلہ (پدری خاندان) کی طرف قدم فرسائی کی توفیق عطا فرما - اور اس کے
سوا دوسری جگہہ جانے سے بندہ کے پانون مین لنگ پیدا کردے " آپ نسب کے اندر سید شاہ
اجملی سامانی ترمیذی کو پہونچتے ہین - اور یہ بات تحقیق ہے - کہ سید شاہ سادات ترمیذین سے ہین
آپ کے بزرگوار آبا و اجداد کے انساب اور حالات کی تفصیل تاریخ اشتر دشتی مین لکھی ہے -
خدا عمر دراز کرے -

یاد شیخ عبداللطیف

آپ شیخ نور محمد احمد آبادی کے بیٹے ہین - جب پانچ چھہ سال کی عمر تھی اوس وقت مین حضرت
غوث الاولیا نے شیخ نور محمد کو خدمت کے طور پر - اپنے فرزند شیخ ضیاء اللہ کی پرورش کے لئے - شہر
نہروالہ مین بھیج دیا تھا - کہتے ہین - شیخ عبداللطیف کی ولادت - فقر و فاقہ کے زمانہ مین ہوئی تھی -

جب آپ کے ہوش کا زمانہ آیا - تو وہ ایام طفولیت مین فقر وفاقہ کے اندر پائی ہوئی پرورش آپ کے سلوک کے واسطے - اختیاری فقر مین معین ہوئی - اور یادس نے آپ کے پانون مین ثابت قدمی پیدا کی - ایام کی گردش اور نفس نافرجام کی رنگ آمیزی بھی اپنے فریب اور افسون سے آپ کے استقامت پسند پانون کے لئے سنگ راہ یا باعث لغزش نہ ہوسکی - الحمد للہ علی نعمۃ جمال صورتہ العلمیۃ ہوش اور اختیار درویشی کے وقت سے ہجری سنہ ایک ہزار اٹھارہ تک کہ اس وقت مین آپ کی عمر لطیف چونسٹھ سال کی منزل کو پہونچی ہے - اپنے حجرہ سے وجہ معاش کی تجویز کے لئے - باہر نکل کر نصف قدم بھی تردد کے راستہ مین نہین چلے - اور معین وجہ معاش کے طور پر - اُس نواح کے والی اور امرا سے کوئی روپیہ قبول نہین کیا - کہتے ہین - آپ کے عیال اور اطفال کی یومیہ قوت جب تک شیخ ضیاء اللہ مسند حیات پر جلوس فرما رہے - تب تک فتوحات ضیائیہ سے متعلق تھی یعنی دار السلطنتہ آگرہ سے دار الاسلام احمد آباد مین پہونچتی تھی - اس کے بعد کے چند سال کا حال معلوم نہین ہے -

شیخ داؤد شطاری بیان کرتے ہین - ایک روز شیخ عبد اللطیف نے فرمایا - چونکہ قوت بہم پہونچانے کے راستہ مین ظاہری بے سببی کی گھاٹی کے اندر نشیب وفراز بہت سے ہین - اس وجہ سے چند روز تک آزمائش کا پلہ بھاری ہوگیا تھا - اور مین بدستور اپنی ہمت کا پانون صبر وشکیبائی کے دامن مین سمیٹے ہوئے تھا - لیکن متعلقین کی بے طاقتی پر رحم آتا تھا - ایک رات عالم خواب مین حضرت غوث الاولیا نے فرمایا - عبد اللطیف - فلان طاق مین ایک سکہ دار شے ہے - وہ لے لو - جب عبادت صبح کے وظیفون سے فارغ ہوا - تو اس طاق کو جا کر دیکھا - نقرہ ایک درم ملا - جس سے دو تین روز کی قوت نکل آئی - اس تاریخ کے بعد پھر کبھی آزمائش نہین کی گئی - اور روزمرہ خرچ مین تنگی نہین آئی پس معلوم ہوا کہ روزی آسمان مین ہے - وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِى الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا كُلٌّ فِىْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ روے زمین پر کوئی جنبش کرنے والا ایسا نہین ہے - جس کی روزی پروردگار کی جامع الکمالات ذات پر اس کے فضل سے اور اُس کے وعدہ کے بموجب نہ ہو - وہ ہر جنبش کرنے والے کی قرارگاہ کو جانتا ہے - کہ زمین مین کہان پیدا ہوا ہے - اور کہان آرام کرتا ہے جب مرتا ہے - تو کہان مرتا ہے - کس صورت سے اور کس حالت سے اس کی پیکر تبدیل ہوجاتی ہے - نیز جانتا ہے - کہ استقرار سے پہلے کہان رکھا گیا تھا - آیا دواب کے صلب مین - رحم مین - یا انڈے مین

اور رزق - استقرار - اور استیداع یہ تمام چیزین لوح محفوظ کے اندر لکھی ہوئی ہین -

واضح ہو - کہ لفظ علیٰ لانے سے کچھ تفضیل کی منافاۃ نہین ہوتی ہے - کیونکہ وعدہ کی ایفاء اور فضل کی ایصال مین مبالغہ ہے - اِس کی نظیر یہ ہے کَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ اور ایسے لفظ کا لانا جس سے وجوب کا مفہوم پیدا ہو - اس غرض سے ہے - کہ بندون کو اعتماد ہو - وصول رزق کا یقین ہو - اور اُن کے قلوب کو اطمینان حاصل ہو - اور اس مین اشارہ توکل کی طرف ہے - استقرار اور استیداع کے علم کا جو ذکر ہے - اس مین یہ اشارہ ہے کہ ایصال رزق یقینی طور پر ہوگا - اور کتاب مبین مین ان تمام امور کے لکھے ہونے کا جو ذکر ہے - اس مین یہ اشارہ ہے کہ بڑھنے - گھٹنے اور کم وبیش ہوجانے کا وہم نہین آنے پاوے گا - کیونکہ ایک تو وَمَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ واقع ہے دوسرے جف القلم بما ہو کائن موجود ہے بیت

جامی مکن اندیشہ کہ تغییر نیابد		در روز ازل انچہ مقدر شدہ باشد

قال بعض المحققين اراح القلوب عن تعب التقسيم والافكار عن نصب التحكم فی باب الرزق حيث قال الا على الله رزقها فسكنت القلوب لما تحققت ان الرزق على الله ويقال اذا كان الرزق على الله فمن المحال طلبه من غير الله ويقال اذا كان الرزق على الله فصاحب الحانوت فی غلط من حسبانه - ثم ان الله سبحانه بين الرزق الذی عليه ما حاله فقال وفی السماء رزقكم وما كان فی السماء لا يوجد فی السوق

بعض عارفین نے فرمایا ہے - اللہ تعالیٰ جل شانہ نے رزق کے بارہ مین رحم کو کام فرما کر تقسیم اور افکار کی تکلیفات سے قلوب کو راحت دی ہے جب کہ ارشاد فرمایا ہے الا على الله رزقها یعنی مخلوقات کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے اس واسطے قلوب نے تسکین پائی - جب کہ تحقیق کرلیا - کہ رزق بے شک اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے - اور بعض کا کہنا ہے - کہ جب رزق اللہ جل شانہ کے ذمہ قرار پایا - تو غیر اللہ سے اوس کا طلب کرنا محال ہے - اور بعض کا کہنا یہ ہے جب رزق اللہ جل شانہ کے ذمہ قرار پایا ہے تو دوکاندار رزق کے حساب کی وجہ سے غلطی مین پڑا ہوا ہے - پھر جو رزق اللہ سبحانہ کے ذمہ ہے اوس کا کیا حال ہے - یہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ فی السماء رزقكم یعنی تمہارا رزق آسمان مین ہے - اور جو شے آسمان مین ہوگی وہ بازار مین نہین پائی جا سکتی ہے - اور نہ مشرق ومغرب کے اندر گشت لگانے سے مل سکتی ہے - اور بعض کا کہنا یہ ہے

ﻪ اگستی اور بنو ماہ وگمان ہیر مہر طرفی گہنی کو اپنے اوپر لازم کرلیا ہے ۱۲ سٓ ۵۲ جلد - ان وجوہ ایک بات قرار پا جکی وہ چیز نہین بدل سکتی ۱۲

ولا فی للتطواف فی الغرب و
المشرق ویقال الارزاق
مختلفة فرزق کل حیوان
علے ما یلیق بصفته ویقال
للنفوس رزق وهو غذاء
طریقه الحلق وللقلوب
رزق موجده الحق - و
لم نقل ما یشتهیه ومقدار
ما یکفیه بل هو موکول الی مشیته
فمن وسع علیه ومن یقتر علیه

ارزاق مختلف ہین - پس ہر ایک حیوان کا رزق اُس طور پر ہے جو اُس
کی شان کے مناسب ہے - اور بعض کا کنایہ ہے - نفوس کا رزق علیحدہ
معین ہے اور یہ ایک غذا ہے جس کا راستہ حلق ہے - اور قلوب کا رزق
علیحدہ ہے - جس کا موجد حق سبحانہ ہے - اور ہم نے وہ شے بیان نہین کی
ہے جس کی خواہش رزق کہانے والا کرے - اور نہ وہ مقدار بیان
کی ہے جو رزق کہانے والے کو کفایت کرے - بلکہ یہ دونون باتین
مشیت الٰہی کے سپرد ہین - پس ذی مقدور کا رزق اُس کی مقدار
کے موافق اور غیر ذی مقدور کا رزق اُس کی مقدار کے موافق اللہ تعالیٰ
کے ذمہ ہے -

یاد شیخ عبد الستار

آپ علم و عمر سے برخوردار - ربانی دانش کے حاکم پسندیدہ افعال - اور مسیح القلوب کے بڑے بیٹے ہین - امر ایجادی کی رہنمائی سے عالم جوانی مین ہی ترک اور توبہ کی توفیق ہوئی تہی - آپ کا طریقہ سلوک خدا طلب ریاضت مندون کے واسطے دستور العمل ہوا ہے آپ کے چہوٹے بہائی شیخ فتح محمد ہین - فتح الله علیه ابواب کل خیر کما فتح علے اولیائه برخورداری - کامیابی - ادراک - اور فراست کے آثار و احکام ان کی پیشانی سے بہت کچہہ نمایان ہین - مصرع باد عمرش عمر شیخ المرسلین -

ایک شخص صوفی کرو علی عرب مسیح الاولیا کے برگزیدہ درویشون مین سے ہین - ایک روز کہتے تہے ایک مدت تک شیخ عبد الستار نے - ریاضت کی غرض سے کہانے پینے کا راستہ اپنے اوپر روک دیا تہا - جب یہ خبر آپ کے والد ماجد کو پہونچی - تو ایک پیالہ شوربا کا دیکر مجہکو ان کے پاس بہیجا - اور وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا[۵] لَّا يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ کے مضمون سے متنبہ کیا - اور مسنون ریاضت کے واسطے پیغام فرمایا - جو افراط اور تفریط کے درمیان مین ہے - ناچار ہوکر آپ نے یہ ارشاد قبول کیا - اور تہوڑا تہوڑا کہانا شروع کردیا تاکہ تن گدازی کی مشق بہی قایم رہے - جو خاص آپ کی نیت تہی - آپ نے ظاہری علوم - اور معنوی معارف کی اکثر تحصیل تو اپنے پدر بزرگوار کی خدمت سے کی ہے - اور ریاضی کے بعض فنون مین میرزا شکر اللہ

۵ اور ہمنے اُن کے ایسے جثے نہین بنائے - کہ کہانا نہ کہاتے ہون ۱۲-

شیرازی کے شاگرد ہین - جب میرزا شکراللہ ملک فارس سے ہندوستان مین آئے تھے - تو چندسال برہان پور مین افاضہ اور افادہ کی انجمن گرم رکھی تھی - عبدالرحیم خان خانخانان ان ایام مین صوبہ دکن کے حاکم - اور چارون ارکان فضیلت کے مالک تھے - ادھر مسیح الاولیا - ولایت معرفت کے والی - اور رسوم کثرت کے مٹانے والے موجود تھے - ان دونون اصحاب کی محبت اور ہمسائگی کے ذوق نے میرزا کو قیام برہان پور پر مجبور کیا - ہجری سنہ ایک ہزار بیس مین سپہ سالار کے ہمرکاب دارالسلطنۃ آگرہ کو چلے گئے اور یہان فرمان روائے زمانہ کی ملازمت مین پہونچکر ان کے اقبال کا درجہ - ترقی پاگیا - خدا عمر کرے -

یاد شیخ فیض اللہ نارنولی

آپ نے جب تک ترک وتجرید اختیار نہین کی تھی - تب تک آپ خوراک حمالی کے ذریعہ سے بہم پہونچاتے تھے - ایکبارگی - آپ کو توفیق شیخ نظام نارنولی چشتی کے دربار مین موکشان لے گئی - یہان پر آپ لوازم ارادت بجالاکر شیوۂ درویشی مین سرگرم ہوئے - اور پیر کی روشن تلقین کی امداد سے اپنے آبا و اجداد کا پیشہ ترک کرکے توکل کا خرقہ پہن لیا - ناگاہ ایک کسبی کے جمال سے دلبستگی پیدا ہوئی اور بڑھتے بڑھتے آخرکار اوس کے سودا مین بے خودی - گرفتاری - اور عاشقی کی نوبت یہان تک پہونچی - کہ ننگ وناموس کا خیال بہی پس پشت ڈال دیا - کسبی کا طبلہ اور سارنگی کندھے پر اٹھاکر ہمراہ رہنا لازم کرلیا - **القصہ** اسی شکل کے ساتھہ آپ ایک روز پیر بزرگوار کی خدمت مین بہی پہونچے - چونکہ آپ عشق کی شورش مین محو - اور حسن کے تلاطم مین مضطرب تھے مجلس کی کیفیت معلوم نہ ہوئی - اور یہ نہ جانا - کہ مین کون ہون - کہان آیا ہون کس کے ہمراہ ہون - کس کے سامنے کھڑا ہون - میرا کیا طریقہ تھا اور اب کیا حال ہوگیا ہے - پیر بزرگوار یہ محویت دیکھکر حیرت مین ہوئے - اور کہا - فیض اللہ - تم دور چلے گئے - اندیر کردی - اور بہول گئے لوٹ آؤ - ہماری یاد تم کو - اب تمہارے اوپر نہین رہنے دیگی - یہ دل آویز گفتار سنکر معنوی دلدار کے قدمون پر سر رکہا - اور ایک عرصہ دراز تک بیخودی سے گزرے رہے - جب پہر ہوش آیا - تو سر اٹھاکر ارشاد پیر کے گرویدہ ہوئے - اور سلوک کا قدم بزرگون کے راستہ مین استحکام کے ساتھہ رکھکر فریبی نفس کی لڑائی اور ہوسناک تن کے گھلانے مین مشغول ہوئے - رہنما پیر نے ان الفاظ کے ساتھہ آپ کی دلاسا فرمائی جس گروہ والے معشوق کے ساتھہ تم کو دلبستگی تہی - وہ گروہ والپسین نفس تک تمہارا مطیع فرمان رہیگا -

چنانچہ آج کے روز تک کہ ہجری سنہ کچھہ اوپر ایک ہزار ہین - گروہ مذکور آپ کی پرستاری مین اپنا مال و منال صرف کر کے آپ کی خوشنودی کا جویان رہتا ہے - خدا عمر کرے -

یاد شیخ نعمۃ اللہ شیخپوری

آپ - وحید العصر شیخ فرید گنجشکر کی نسل سے ہین - نیز قرآن مجید کے حافظ - ارباب توحید مین منتخب اور ظاہری و معنوی مسالک کے واقف کار ہین - آغاز جوانی مین حرمین شریفین کی زیارت کا شوق آپ کی آئینہ نما صاف طبیعت مین پیدا ہوا - تو والدین کی اجازت سے توکل اور تسلیم کو زاد راہ بناکر دریا کے راستہ سے روانہ ہوئے - اور طواف حرمین سے **زادھما اللہ شرفا** سعادت حاصل کر کے قبول اور اقبال دونون پائے - چند سال بعد جزیرہ داہول کے جہاز مین سوار ہوکر ہند کی طرف لوٹ آئے - مذکورۃ الصدر بندر مین مسیح الاولیا کے خلیفہ شیخ محمد نامی اُس نواح کے لوگون کی رہنمائی کے واسطے ناظم تھے اون کے دیدار سے آنکھون کو منور کیا - جب مرشد کے اوصاف کا حُسن شیخ محمد خلیفہ کی پراثر تقریر سے ازراہ گوش - مہمان کے دل مین جاگزین ہوا - تو دولت ملازمت اور سعادت پابوسی حاصل کرنے کا ولولہ شورش مین آیا - بے اختیار صاحب خانقاہ سے - سفر برہانپور کی اجازت چاہی - جہان مسیح الاولیا کا ہدایت خانہ ہے - مقیم نے اس خیال سے - کہ چند روز کا توشہ ضرور ہونا چاہیئے - کچھہ نقد مسافر کی خدمت مین پیش کش کیا - آپ کی ہمت نے اِس کو منظور نہ کیا - اور کہا مجکو آپ درویشی کے باسعادت گھر کی طرف رہنمائی فرماتے ہین - جہان سب چیزون سے زیادہ پسند چیز فقر اور نیستی ہے - لہذا یہی بہتر ہے کہ آپ میرے ہمراہ جو کرین - وہ قناعت کا توشہ اور توفیق کا نقد ہونا چاہیئے - نہ کہ چند پتھر کمر مین باندھ کر دل کو دنیا کا صنم خانہ بناوین -

القصہ - وارستگی اور آزادی کی رفاقت مین آپ چل کر مسیح الاولیا کی خدمت مین پہونچے اور نشاط دیدار پایا - چند روز گرامی صحبت مین رہکر اذکار اور اشغال کی مشق کی - اور دانش و بنیش ظاہری و باطنی صفائی کا سرمایہ فراہم کر کے اپنے وطن کی اجازت لی - بالآخر حسب اجازت پیر - اپنا کمالاتی سامان بے شمار لیکر قافلہ معرفت کی معیت مین اپنے ملک کو چلے **الحمد للہ والمنۃ** کہ ایسی آراستگی اور پیراستگی کے ساتھہ ایک عمر کے انتظار کے بعد پدر بزرگوار کی قدم بوسی حاصل کر کے بہرہ یاب

ہوئے - اور اُسی قدیمی باپ دادون کے گھر مین ایک حجرہ تجویز کرلیا - کہتے ہین - بہت سے ذی استعداد
اور صاحب حوصلہ لوگ آپ کے مرید ہوئے - چونکہ لوگون نے آپ کی ذات مین آثار گنجشکری مشاہدہ کئے
اس واسطے اس نواح کے تمام چھوٹے بڑے آپ کی ولایت کے گرویدہ ہوئے اور فرید ثانی لقب دیا -
خدا کرے - مبارک ہو -

یاد شیخ صالح حافظ

آپ خان محمد ابن تاج کے بیٹے - اور شیخ نور الدین ضیاء اللہ ابن حضرت غوث الاولیا کے
مرید ہین - زاد بوم جانپانیر گجرات صلاح اور صلح - نگہداشت اور برگزیدگی - طریقت کی طلب - اور
طبیعت کی طرب - یہ تمام خوبیان آپ کے خمیر مین داخل - اور سرشت کے اعتبار سے نمک کا حکم
رکھتی ہین - ملک علام کے کلام کی عبارت حفظ یاد ہے - اوراد - اذکار - اشغال - اور مراقبہ کی مداومت
رکھکر اپنے اوقات عمر زندہ رکھتے ہین - ہمیشہ ربانی کلام کی تلاوت کرتے ہین - جس کے سبب سے موسیٰؑ
کی طرح کلیم اللہی خلعت زیب بدن ہے - روایت ہے - آپ کلمات عیسوی کے حافظ لافظ - اور ولایت
موسوی کے والی ثانی ہین - جب سے آپنے عاقل بالغ ہوکر خداطلبی کے راستہ مین قدم رکھا ہے - تب
سے ہمیشہ سفر اور حضر مین شریعت کی صراط مستقیم پر چلتے رہے ہین - اور ہمیشہ استقامت کے ساتھ
توکل - اور قناعت کے ساتھ تسلیم - مدنظر رکھی ہے - چالیس سال تک عالم تجرد کا تماشا کیا - اس کے بعد
محمود العاقبتہ شیخ محمود جلال شطاری کی خدمت مین رہ کر منڈو - (مانڈو) مین تاہل اختیار کرلیا - لڑکے
ہوگئے - اور سامان خانہ داری بھی بہم پہونچ گیا - تقریبًا پندرہ سال تک دار السلطنتہ آگرہ کے اندر اپنے
پیر کی ملازمت مین رہکر فقر و درویشی کے اسباب تحصیل کئے - جب پیر بزرگوار کا وصال ہوا تو روح
پُرفتوح سے اجازت لیکر منڈو (مانڈو) مین چلے آئے - یہان پر مسافرت کا خیال دل سے نکال دیا اللہ
گوشہ نامرادی اختیار کیا - آپ کو چند اولیاء اللہ سے خرقہ ہائے خلافت حاصل ہین انہین مین تین
خرقے حضرت غوث الاولیا کے فرزندون سے ہین -

(۱) اپنے پیر سے (۲) شیخ اکمل الدین برہان سے (۳) شیخ اویس سے (۴) شیخ محمود جلال سے -
(۵) مسیح القلوب کی خدمت سے ان اصحاب کے علاوہ دوسرے مشائخ کی طرف سے بھی درجہ مقبولیت

حاصل ہے۔ ہجری سنہ ایک ہزار بائیس مین چالیس سال سے زیادہ عرصہ گذرا کہ آپ راقم گلزار کے ساتھ سفر مین رفیق شفیق۔ اور وطن مین ہمسایہ مہربان ہین۔

مصرع بمن تا عمر باشد ہمچنین باد۔

یاد سید احمد قادری

آپ سید الاولیا جیلانی کی نسل سے ہین قدس سرھما آپ اپنے وقت کے پیشوا اور رہنما ہین ظاہری علم سے بقدر ضرورت حصہ ملا ہے۔ شہر ٹانڈہ مین وطن اختیار کر لیا ہے۔ اور یہان والے آپ کے فیض پرورش سے روشن ضمیری حاصل کرتے ہین۔ آپ کے درویشون کے رہنے کی خانقاہ عرفان اور عبادت کا خزانہ ہے۔ خدا کرے۔ عمر ہو۔

یاد حسین حسینی منڈوی

آپ الہ بخش چشتی کے بیٹے۔ اور سید علی چشتی کے مرید ہین۔ جو چھہ واسطے سے سید محمد گیسو دراز کو پہونچتے ہین۔ زاد بوم منڈو (مانڈو) ہجری سنہ نو سو اڑسٹھ مین پیر خان نے جو اکبر شاہی امراء اعظم مین سے ہین۔ اور ۵۱ مالوہ کو۔ اور پھر دار الخلافہ منڈو (مانڈو) کو فتح کیا۔ یہ دستور ہے۔ اِنَّ الْمُلُوْکَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْیَۃً اَفْسَدُوْھَا شہر کے باشندے۔ مغلون کے ڈر سے پریشان ہو کر بھاگے اس شورش مین سید کے پدر بزرگوار بھی اپنے فرزندون سے کہین علیحدہ جا پڑے۔ اور باوصف کوشش کے بھی ایک دوسرے کو نہ پا سکا۔ اس وقت آپ کی عمر دس برس کی تھی۔ اس کے بعد آپ کے بہنوئی شیخ فیروز نامی نے آپ کی پرورش کی۔ اس سبب سے رسمی فضیلتین آپ تحصیل نہ کر سکے۔ جب زمانہ عقل و ہوش آیا۔ تو آپ کی بہن نے آپ کو کدخدا کر دیا۔ اس اثنا مین خداجوئی کا ولولہ آپ کو پیدا ہوا۔ مرید ہو گئے۔ مگر آپ کے پیر نے دنیا سے جلد کوچ فرمایا۔ آپ کو پیاس نہ بجھی۔ لہذا جمال الاولیا شیخ محمود جلال شطاری کی خدمت مین پہونچے علم طریقت حاصل کیا۔ جب پچیس سال کی عمر ہوئی۔ تو لوگون سے کنارہ کر لیا حدود شہر کے کنارہ حجرہ بنایا

۵۱۔ بادشاہ جب کسی شہر (کو بزور فتح کر کے اُس) مین داخل ہوا کرتے ہین۔ تو (اُن کا دستور ہے کہ) اُس کو خراب کر دیا کرتے ہین ۱۲

آج کے روز تک کہ اٹھائیس سال ہوئے - توکل پر گزران کی امیر یا فقیر جو کوئی آپ کی ملازمت مین جاتا ہے
ایک پیالہ چھاچ پیش کرتے ہین - اس مدت مین کبھی دولتمندون کے دروازہ پر نہین گئے - لکڑی اور گھاس
جنگل سے لاکر فروخت کرتے ہین - اور اس سے اپنے عیال و اطفال کا صرفہ نکالتے ہین - تمام سال روزہ رکھتے ہین
اور افطار کے وقت خشک روٹی کے ٹکڑہ سے روزہ کو وصل سے جدا کرتے ہین - اس طریقہ سے زندگی بسر
کر رہے ہین - بہت سے آثار ولایت آپ مین موجود ہین - راقم اذکار مشائخ کے ہم عمر اور ہمدم ہین -

مصرع خدا بر عمرش افزودنی فرستاد ؎

یاد شیخ بابو ابن جیون ابن بھائی خان بھلیم

آپ سید راجن ابن شاہو کے مرید ہین - نیز شاہ عالم بخاری گجراتی کے پوتون مین سے ہین - عقیق
فروش کے لڑکے ہین برہان پور مین چند روز اسی پیشہ سے زندگی گزاری - اس کے بعد ایزدی جذبات
کے سبب سے فقیری لباس پہن لیا - جوگیہ رنگ کے کپڑے رکھتے تھے - کہانے کی قسم کی کوئی چیز اپنے کچکول
مین بچا کر نہین رکھتے تھے - نیستی کا کمبل یان - تواضع کے بارسے دبا رہتا ہے از روے تعظیم کتے سے
بھی لفظ جمع کے ساتھہ ہی خطاب کیا کرتے تھے - ذرات کائنات کے ساتھہ ادب سے رہتے تھے -
ایک روز آپ سے ایک محرم نے اعتراض کیا - جب آپ گفت وگو مین کتے اور آدمی دونون کو لفظ جمع
کے ساتھہ بولتے ہین - تو بس ان دونون کے مرتبہ مین آپ کے نزدیک کوئی فرق نہین ٹھیرا - اس طرح سے
حفظ مراتب کی رعایت نہ رکھنے کی بو - سننے والون کو آتی ہے فرمایا جمع کے مقام پر کوئی فرق نہین ہے
حفظ مراتب کی رعایت جو کچھہ ہے فرق کے ہی مقام پر ہے **بیت** -

محقق ہمان بیند اندر ابل	کہ در نقش خوبان چین و چگل

اور یہ اعتراض صرف لفظ جمع پر وارد ہوتا ہے - اور اگر دونون کلام کے مجموعہ پر - اور ان کے مقاصد
پر نظر کی جاوے - تو لامحالہ کوئی فرق نہین ہے - حسین مظاہر کے نظارہ مین آپ کو فرو آیا کرتا تھا - اور حسن
صورت پر آپ کا دل ٹھکانے نہین رہتا تھا چند سال تک آپ سفر مین اور حضر مین راقم کے ہمدم رہے
تھے - عرس وسماع کے ہنگامہ سے - رقص وجشن کے معرکہ سے اور حسینون کی مجلس سے آپ کو
بڑا ابلا کہکر یا زنجیرون مین باندہ کر بھی ہم باز نہین رکھہ سکتے تھے - اور ہمیشہ آپ کی صحبت سے دست

خوش وقت رہتے تھے۔ مصرع وقت او خوش باد وقت ما خوش ست۔

یاد زندہ حاجی

آپ ذی عقل مجذوب۔ شیخ معروف دہاروال کے مرید۔ اور پایک رام راج کے بیٹے ہین جو بیجانگر کا راجہ تھا۔ بیجانگر ایک بڑا شہر ہے اخیر حد دکن پر ملک سراندیب سے ملا ہوا۔ جس سال مین شاہ احمد نگر حسین نظام الملک نے رام راج کو مار ڈالا۔ اور ملک لوٹ لیا تھا اس سال مین آپ خرد سال تھے قید مین جا پڑے۔ اور مشیت ایزدی نے آپ کی پرورش چند گہرون کے ذریعے سے مقرر کی جب آپ حد بلوغ کو پہونچے۔ تو بندوقچیون مین نوکر ہو گئے۔ یہان محنت معلوم ہوئی تو فقر کی پناہ مین بہاگ کر گہس بیٹھے۔ دار الملک گجراتی کی آستانہ بوسی سے شرف پایا۔ قصبہ دہار مالوہ مین آئے شیخ معروف سعد اللہ چشتی کے مرید ہوئے۔ پھر پیر سے آسودگان ہند کی زیارت کے واسطے اجازت لی۔ اور اس شرف سے مشرف ہو کر لوٹ آئے۔ ہجری سنہ نوسو ستانوین مین پیر کے ساتھ سفر حجاز مین جانے سے معذور رہے۔ لہذا پیر کی اجازت سے راقم کی ہمراہی قبول کی۔ ایک عجیب مزہ دار آدمی ہے۔ اپنے تئین ساتون ولایت کا بادشاہ سمجھتا ہے۔ اور اس سمجھنے پر ناز کرتا ہے۔ کسی شخص کو مرتبہ مین اپنے سے بڑا تصور نہین کرتا۔ سب کو پست نظر سے دیکھتا ہے دنیادی سر آوردہ لوگون کے سامنے سر نہین جہکاتا ہے۔ کسی طرح سے بہی لقمہ بہم پہونچاتا ہے۔ گفتار کبہی وحشت اور کبہی نشاط پیدا کرتی ہے۔ پریشان گوئی مین بہی نفس الامر کی خبر ملتی ہے۔ بے نیازی مین بناوٹ نہین ہے۔ جب راقم آپ کے حالات قلم بند کر رہا تھا۔ تو آپ نے فرمایا۔ لکھے جانے کے قابل بزرگون کے حالات ہوتے ہین۔ حالات لکھے جانے سے ہم بزرگ نہین ہو سکتے۔ اور کاغذ پر سوار ہو کر شہسوارون کے ہم رکاب نہین ہو جاوینگے۔

مصرع نصیبش باد پندارے کہ دارد ؎

یاد شیخ عبد اللہ مجذوب قادری بغدادی

آپ کے اقوال اور افعال۔ ہوش اور دیوانگی کے ہاتہون کشاکش مین رہتے ہین اور آپ کا دماغ مستی اور ہوشیاری کی آمد و رفت کے لئے سرائے ہے۔ آپ دولت پرست زمانہ ساز لوگون سے کوئی لقمہ لیکر

بار احسان نہین اوٹہاتے - اور اپنی نیاز و آرزو کے چہرہ سے نقاب نہین اوٹہنے دیتے - کلام مجید کی تلاوت مین خوشی کے ساتھ وقت گذارتے ہین - قرآن کا ترجمہ کبھی تو ایسی عبارات مین جو نظم قرآنی سے نزدیک ہین - اور کسی قدر ایسے اشارون مین جو فہم سے بالکل دور ہین - بیان کرتے ہین شیخ محمد برقع پوش کے مرید ہین - جو سید محی الدین جیلانی قدس سرہ کی نسل سے تہے - جب بغداد سے ہند کی طرف آئے - تو ایک مدت تک سیالکوٹ مین - اور چند روز فتح پور مین بسر کی - سخن کوتاہ ہجری سنہ نوسو پچاسی کے اندر قصبہ دسور (مندسور) مین پہونچکر حجرہ اقامت تجویز کیا - کہتے ہین - ایک رات ایک حسین و جمیل عورت اس ارادہ پر - آپ کے مکان کے صحن مین پہونچی - کہ شیخ کی خلوت مین جاوے - اور ہوا و ہوس کا پیمانہ - شہوت کی شراب سے لبریز کرکے کام دل حاصل کرے - کیا دیکھتی ہے - ہر ایک سمت سے کچھ لوگ بالکل کشتہ اور چند اشخاص نیم کشتہ - خون فشان زخم کہائے ہوئے پڑے ہین - سر سے پانون تک لرزہ پیدا ہوا - یہان تک کہ ٹہوکر کے بدون صحن کے اندر ایک قدم بہی نہ رکہ سکی - پہر دوسرے روز آئینہ سے زنگ صاف کرکے - پاک دل کے ساتہ آپ کی ملازمت مین گئی کسی قسم کی زحمت نہ دیکہکر مجلس مین جا پہونچی - آپنے فرمایا - کل کی رات جو وحشت اور آشوب کا سامنا تہا - یہ نفسانی وسواس کا عکس تہا - اور آج کے روز جو دیدار کی حلاوت - اور خاطر کا آرام حاصل ہے یہ توبہ اور پشیمانی کی صورت ہے - الحمدللہ ہجری سنہ ایک ہزار پندرہ تک آپ کے وجود سے شہر والون کے دل سعادت کے ساتہ آباد ہین آرزو یہ ہے - کہ اَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْکُثُ فِی الْاَرْضِ[۱] آپ کی حیات مین اثر بخشے - بیت

خوش قسمت است ہستی اورا بدورِ عشق	نیمی بدست مستی و نیمی بدست ہوش

یاد شیخ چندن

آپ کی زاد و بوم لاہور ہے - شروع شروع مین صابون فروشی سے آپ اپنی قوت ہم پہونچاتے تہے - جب خدا طلبی کی روشنی روز افزون بڑہتی گئی اور اوس نے بالآخر دل کو سر سے پانون تک گہیر لیا - تو آپنے صابون فروشی سے قطعی ہاتہ اٹہاکر درویشی اور بے سببی کا گریبان پکڑا - لیکایک

[۱] لیکن جو لوگون کے کام آتا ہے وہ زمین مین ٹہیرا رہتا ہے ۱۲

ایسا اتفاق پیش آیا - کہ ازلی ہدایت اور آسمانی کرشمہ کے موجب آپ وطن سے کوچ کرکے شہر بردوان
مین چلے آئے - جو صوبہ بنگالہ کا باعث رونق گویا نگینہ ہے - اور شیخ بہرام سقا کے روضہ کے برابر مین ایک
صحن کے اندر عبادت کے واسطے مقیمانہ بیٹھ گئے - لیکن ہمیشہ دل مین یہ آرزو آیا کرتی تھی - کہ یہان پر
کوئی درخت ہوتا - جس کے سایہ کے اندر کبھی آفتاب کی گرمی سے بچنے کا موقع ملتا - چند روز بعد
اس سرزمین مین ایک پودہ اُگا - اور وہ زمانہ کی پرورش سے سایہ دار درخت ہوگیا - آپنے اُس کی جڑ
مین ایک دالان بنایا - پھر اسی طرح ایک ایک درجہ کے دالان کی عمارت بلند ہوتی چلی گئی - چنانچہ
اب بتیس سیڈھیان چڑھ کر اوپر پہونچتے ہین - آپ نے اُس جگہہ اپنی قبر بنالی ہے - اور
ہر شب جمعہ کو اوس کے اندر گھستے ہین اِس اُمید پر - کہ اسی شب کے اندر جانا نصیب
ہو جاوے -

رفیق دلہاے راست روان - عزیز خاطرہاے خداجویان میر فروغی کا بیان ہے - ایک روز مین آپ
کی ملازمت مین پہونچا زیادہ تر تعجب کی یہ بات ہے - کہ دوسرے روز وہان جانے سے مین اپنے تئین ضبط نہین
کرسکا - لہذا بے ارادہ اُس جگہہ گیا - چونکہ صدر الذکر مقام منظر جمیلہ اور شاہدان دل ربا کا گزرگاہ ہے - لہذا
نظر مین گرمی پیدا ہوئی - اس اثنا مین آپنے فرمایا - شروع زمانہ مین جب مینے یہ گوشہ اختیار کیا تھا - تو بہت
سے نظر باز بوالہوس لوگون کو درویش کے موجود ہونے سے اِس چمنستان مین آنے کا بہانہ ہوجاتا تھا
اور بندہ کو ہمیشہ اس سبب سے خجالت ہوتی تھی - کہین ایسا نہ ہو - تماشائی آنے والون سے کوئی نامناسب
حرکت سرزد ہوجاوے - جو اُخروی حساب گاہ کے اندر جواب دہی اور گرفتاری کا سبب ہو - چونکہ مبدء
کے ساتھ خیرگی ہوئی ہے - نسبتی شرکو بازرکھکر مجازی نظر بازون کو توبہ اور نیکی کی توفیق نے شرف سعادت
بخشا - راوی کا بیان ہے - یہ تقریر سنکر انفعال کے سبب سے میرے چہرہ پر آثار پشیمانی ظاہر ہوئے جب میری
صورت حال سے آپنے اندرونی مخفی بات معلوم کی - تو فرمایا - سخن معترضانہ نہین کہی گئی ہے - اور دیکھنے
دیکھنے مین بہت فرق ہے **مصرع** نازنین جملہ نازنین مبیند ؎

القصہ اس طرز کے ساتھ تسلی بخشی -

کم وبیش چالیس سال اسی گوشہ مین توکل تسلیم - طاعت - اور طہارت کے ساتھ گزارے -
کسی شخص سے کسی قسم کا نقد - اپنے اختیار سے نہین لیا - اس سبب سے لوگ نذر کا نقد اور جنس

دالان کے صحن مین ڈال آیا کرتے تھے - اُس کو اگر کوئی اُٹھا لیتا تھا تو کچھ پوچھ گچھ نہین ہوا کرتی تھی اگر اتفاقاً آپ کو بھی کوئی ضروری احتیاج پیش آجاتی تھی - تو دالان پر نظر ڈالتے تھے - اور وہان کی پڑی ہوئی چیز سے مایحتاج رفع کر لیا کرتے تھے - خدا عمر کرے -

یاد شیخ تاج

آپ کی زاد بوم فتح آباد ہے - تقدیری کرشمہ سے آپ شہر ٹانٹہ مین سامان اقامت سے گئے سلطان محمود فتح آبادی کی نسل سے اور سلطان غیاث بنگالہ کے ہم عصر ہین - اور سلطان غیاث وہ ہین - جن کے نام خداوند لسان الغیب شیرازی نے ایک غزل بھیجی تھی یہ دو بیت اوسی غزل کی ہین

این چشم جادوانہ عابد فریب بین	کش کاروان سحر بدنبالہ میرود
شکر شکن شوند ہمہ طوطیانِ ہند	زین قند فارسی کہ بہ بنگالہ میرود

آپ کے کسی قدر حالات اس طرح پر ہین راہ و روش سنجیدہ - اور مانند بود پسندیدہ ہے - مشائخ زمانہ کی بازگشت آپ کی تلقین و رہنمائی کی طرف - اور دلدادگی - آپ کی مصاحبت اور ملازمت پر بہت کچھہ ہے - توکل کو ایثار کے ساتھہ اس طرح فراہم کیا ہے کہ آپ کا تمام زمانہ ان دونون طریقون کے بارہ مین غرق حلاوت سے منسوب ہے - خدا عمر کرے - مصرع توکل ہر چند تاج سرش باد ؛

یاد شیخ ہمایون مجذوب بہاری

آپ - افغانان سور کے گروہ مین سے ہین - عمر اسّی سے اوپر نکل گئی ہے - آپ کی بودگی مین بہت ہی شیرینی ہے - گفتار تقدیری نسخہ ہے - اور بیشتر انفاس مین اثرات اُس سے زیادہ ہین جو تحریر مین آسکین - ہجری سنہ ایک ہزار پندرہ مین افصح روزگار مقبول دلہائے کامگار میر محمد اشرف فروغی ابن نظیر الدین علی اشرف بلخی کا گزر منڈو (مانڈو) کی طرف ہوا تہا - ایک روز بیان کیا - فروغی - شہر بہار مین اُنکی مجذوب کی خدمت مین گیا تہا - آپ ایسی مہربانی اور عطوفت سے پیش آئے - جس کی امید مجذوبون سے نہین ہوسکتی ہے - میرے دل مین سفر کا ارادہ مصمم تہا - آپنے صراحت کے ساتھہ منع فرمایا - آپ کے بیر بعیت لوگون کی زبان زد نہین ہین - اکثر حالات مین آپ صدناک نغمہ کرتے رہتے ہین - جس کے

عالم سننے والون کے ہوش جاتے رہتے ہین - اور محویت پیدا ہوجاتی ہے - خدا عمر کرے -

یادشاہ عمر خوشت[له] گری

آپ چشتیہ سلسلہ مین مرید - اور اصلی و رسمی علوم کی کوٹھی ہین - خانقاہ و مدرسہ بھی رکھتے ہین بس صوبہ کے اکثر لوگ علمی اور عملی معاملات مین آپ کے فرمانے پر کام کرتے ہین - آپ کے جاذبہ کے زور سے شہوالون کے دل کی کشش ہمیشہ آپ کی مجلس کی طرف رہتی ہے - جو لوگ آپ کی خدمت مین کھڑے رہتے ہین وہ آپ کی بزرگی اور خرق عادت کی بہت سی باتین بیان کرتے ہین - دریوزہ گرزادہ ملان میر فرغی اشرف کہتے تھے - مولانا مغیث کاکوکی نسل کا ایک جوان میرے ہمراہ تھا جب شاہ کی خدمت مین پہونچا تو آپ کی ملازمت سے اُس کو ایسا ذوق حاصل ہوا - کہ وہ میری ہمراہی سے رہ گیا - تھوڑے عرصہ مین آپ کی فیض رہنمائی سے انسانی کمالات حاصل کر کے بہرہ یاب ہوا - خدا عمر کرے -

یادشیخ جمال بیابانی

آپ اعلی پور بنگالہ مین گوشہ گزین ہین - دنیا کے علم اور زبانی محاورات سے اس قدر وقفیت ہے - کہ دینی مطالب اور دنیاوی مقاصد صحیح صورت کے ساتھ ذہن مین آجاتے ہین - بہت مدت تک آبادی سے علیحدہ ہوکر صحرائی جانداروں کے ساتھ نشست برخاست رکھی - یہان تک کہ ہر ایک کے ساتھ باہم آرام کا داد و ستد تھا - اور نیز وہ آپ کے رام تھے - جب ایزدی اسماکی تجلیات سے حسب فرمان صورت علمیہ - یہ جذبہ ہوشیاری کے ساتھ تبدیل ہوگیا - تو آپنے سلوک کے راستہ مین قدم رکھا - اور لوگون کے ساتھ صحبت رکھنے سے جو ناگوارائی تھی - وہ دور ہوئی - اس سبب سے شہر کے کنارہ آپنے مکان تجویز کیا - میر فرغی اللہ جل شانہ اپنا فروغ ان کے راستہ کی شمع بنادے - ہجری سنہ ایک ہزار پندرہ مین راقم گلزار سے ملاقی ہوئے تھے - جب یہ خبر میر صاحب کو ملی - کہ مین خدا پرستان کے حالات لکھ رہا ہون - تو جن چند باصفا درویشون کی ملازمت سے میر صاحب اثنائے سیاحی مین بہرہ یاب ہوئے تھے - ان کے حالات بیان کرنے کی تحریک میر صاحب کو ہوئی - بیان کیا - شیخ جمال نے ایک خوش رنگ بلی مجکو دی تھی جس کو مین سفر و حضر کے اندر اپنے ساتھ رکھا کرتا تھا ایک سال مجکو

له - خوشت گر - ڈنگا کر لہ کے مضافات اور شانڈہ کے حدود وطن سے ہے ۔

غازی کہتہ کی طرف جانے کا اتفاق ہوا - اس راستہ مین شیر کا خوف بہت تھا - پشیمان ہوا - رات کو خواب مین دیکھا شیخ نے مجکو چند نصیحتین ایسی نصیح البیانی سے فرمائین - جس کو فصحاے زمانہ کی عبارت آرائی نہین پہونچ سکتی ہے - پہر فرمایا - آزمودہ کار قافلہ والون سے یہ بات کان مین پڑی ہوئی ہے کہتے ہین - جس راستہ مین شیر کا خوف ہو - اُس راستہ مین بلی کو ہمراہ رکہنا چاہیئے - جب تم کو یہ افسون حاصل ہے - تو شیر کی طرف سے خوف نہین کرنا چاہیئے - آخرکار مین اُس کے دوسرے روز دہ راستہ امن کے ساتہ طے کر کے خیر و عافیت سے مقصد کو پہونچ گیا -

یاد شیخ الہداد ساکن ٹانڈہ

آپ چشتیہ سلسلہ مین سے ہین - کتابی علوم کی سمجہہ آپ کو اُس قدر حاصل ہے - جس سے اعتقاد اور عبادت کی درستی ہوجاوے - ابتداے حالات مین آپ کو جذبہ تھا - اب سلوک مین آکر شریعت اور طریقت کے عقائد سے آراستگی ہوگئی ہے - لوگون کو آپ کی صحبت مین دلبستگی - اور آپ کو لوگون کے اوپر مہربانی بہت کچہہ ہے - خدا عمر کرے -

یاد شیخ کرم اللہ ملتانی

آپ سہروردیہ سلسلہ مین شیخ داؤد ملتانی کے مرید ہین - شروع شروع مین آپ کا سلوک جذبہ کے لگاؤ سے خالی نہ تہا حسین مظاہر پر نظر رہتی تہی - صورت داردون کی خوشی یہان تک مد نظر ہوتی تہی - کہ اپنی شیخی کی طرف قطعی نظر نہین کرتے تہے - بالآخر آپ اپنی زاد بوم سے شہر ٹانڈہ کی طرف چلے گئے - یہان کے لوگون کی دوستی دامنگیر ہوئی - ناچار سامان اقامت کہول دیا - اس صوبہ کا جاگیردار راجہ مان سنگہہ کچھواہہ تھا - اِس نے آپ کی بہت کچہہ عزت اور تعظیم کی - اس وقت آپ کے پاس شہر مذکور مین اکابر و اصاغر کی رجوعات ہے - آپ کے شیرین حالات بہت سے ہین قلم ان کے بیان سے عہدہ برا نہین ہوسکتا ہے - خدا عمر کرے -

یاد شیخ گدائی پانی پتی

آپ کو آغاز جوانی مین خداطلبی کی شورش - اور دریافت پیر کا شوق ہوا جس نے آپ کو وطن سے

جہان بیابان کے جنگل مین نکال کھڑا کیا - جب آپ کا گزر اجمیر مین ہوا - تو جس کسی کے منہ مین زبان گویا تھی - اُس سے آپکے کان مین یہی آواز پہونچی - کہ آج کے روز رہنمائی اور خداشناسی کی روشنی سید حسین کے حالات سے عیان ہے جو خواجہ عمر بال بتی کے جانشین ہین - رحمہما اللہ ٥

بدیدن میلش افتاد از شنیدن	سبلے باشد شنیدن تخم دیدن

آپ نے نہایت خواہش کے ساتھہ ملازمت مین پہونچکر اولین دیدار مین ہی رسم ارادت ادا کی - چند روز پیر کی خدمت مین رہے آخر کار پیر کی اجازت سے سفر کے واسطے کمر باندھی - کم و بیش بیس سال ہوتے ہین کہ قصبہ برادرہ کی مسجد مین آکر گوشہ گزین ہین - قصبہ برادرہ دسور (مندسور) کے پرگنات مین ہے راقم نے ہجری سنہ ایک ہزار چودہ کے آخرین حصہ مین آپ سے ملاقات کی تھی - اور حالات بھی ٹٹولے تھے ایک مجذوب پایا محفوظ الاوقات لیکن گانون والے آپ کی خرق عادات بہت کچھہ بیان کرتے ہین منجملہ اُن کے یہہ بھی بیان کیا - ہمارے آمون کے باغ مین ایک درخت ہے جس نے چالیس سال کے اندر ایک پھل بھی نہین دیا تھا - ایک روز ہم لوگ نمبردار کی کہنے سے اُس کے کاٹنے کے واسطے گئے شیخ کو جو خبر لگی - کہلا بھیجا - کہ اس سال کاٹنا ملتوی رکھو - اگر اللہ تعالیٰ جل شانہ کے حکم سے یہ درخت امسال پھل نہ لاوے - تو آیندہ سال کاٹ ڈالنا کہتے تھے - اس درخت نے اُسی فصل مین دوسرے درختون سے زیادہ پھل دئے - اُس تاریخ سے اس درخت کے آم فقرا کے واسطے وقف ہین **القصہ** جو بات باشندگان دیہہ کی زبانی سنی تھی الکہہ دی - **بیت**

نخل وجدان و نہال طلب و شاخ بقا	از نسیم نفسش تا با بد خرم باد

یاد شیخ برخوردار گجراتی

آپ - صاحب تجرید و تفرید ہین - ہمیشہ سیاحی مین زمانہ گزارتے ہین - اکثر مختلف ادیان کے اصول اور فروع سے واقف ہین اور دیگر مذاہب والون کی تحقیقات کے اندر سوجھ سمجھہ کے ساتھہ آمدورفت رکھتے ہین - ہجری سنہ نوسو بانوین کے آغاز سے راقم کے دل مین اس باصفا ذات کی آشنائی کی بنیاد استحکام کے ساتھہ رکھی گئی ہے - اتفاقاً ہجری سنہ ایک ہزار بیس مین آپ حاجی پور پٹنہ سے سیر کرتے ہوئے شہر برہان پور کی طرف جاتے تھے - اس سلسلہ مین ماہ صفر کی چاندرات کے روز آپ کا گزر

منڈو (مانڈو) مین ہوا۔ قدیمی یگانگی کے سبب سے فقیر کی مسجد مین اُترے۔ محبوب القلوب شیخ داود شطاری بھی ان ایام مین اوسی حجرہ کے اندر عبادت اور ریاضت مین مشغول تھے۔ ایک رات چند تونگر اور درویش حجرہ مذکور مین حاضر تھے۔ چونکہ شیخ برخوردار پنجگانہ فرائض ادا کرنے کے پابند نہین تھے۔ لہذا حاضرین مین سے ایک شخص نے نصیحت آغاز کر کے بہت کچھ بیوقتی باتین کہین۔ آپنے جواب دیا۔ کہ مجکو اپنی حالت معقول بنانے کی طاقت نہین ہے۔ اور تم کو بھی اُن مقدمات کی قابلیت کی قوت اور طاقت نہین ہے۔ لہذا یہی بہتر ہے۔ کہ اس قسم کی گفت و گو کا دروازہ مقفل رہے میرے گناہ پر تمہاری گرفت نہین ہوگی۔ اور آیہ کریمہ[۵۱] وَلَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی کا ترجمہ اس ذیل کے مطلع مین پڑھکر سنایا حافظ۔

عیبِ رندان مکن ای زاہدِ پاکیزہ سرشت	کہ گناہِ دگران بر تو نہ خواہند نوشت

فقیر بھی اس باب مین زبان حکمت بیان سے بمعترضِ ناصح کی تقویت کرتا تھا۔ **القصہ** اگرچہ ظاہری صفائی اور شگفتگی کی نگہبانی بہ تکلف کی گئی۔ لیکن حاضرینِ انجمن کے دل مین دوسرا ہی رنگ پیدا ہوگیا تھا۔ بقیہ شب شورش مین گزری۔ علی الصباح اس ارادہ پر کہ دل کا میل صاف کیا جاوے۔ راقم نے تذکرہ مشائخ **علیہم الرحمۃ** کھولکر پڑہنا شروع کیا۔ اولین صفحہ کے آغاز مین شیخ شرف الدین بوعلی قلندر کا ماجرا نکلا جس کو شیخ شرف نے اپنے مقامات کے بارہ مین اس طرح پر لکھا ہے۔

ایک روز شیخ نظام الاولیا سے میری ملاقات ہوئی۔ اتفاقاً اُس روز شیخ کی ایک نماز فرض قضا ہوگئی تھی۔ اور اس سبب سے شیخ کے مزاج مین غصہ اور غم کی موجین کی موجین آتی تھین۔ یہ آگاہی دینے کے واسطے۔ کہ میری فرض نماز قضا ہوگئی ہے۔ شیخ نظام الاولیا نے ایک ہندی بیت اس مضمون کی پڑھی کہ مجکو محبوب کے ساتھ ایک لحظہ کی بھی جدائی بے انتہا بے آرامی کے شکنجہ مین دباتی ہے۔ افسوس ہے اُن لوگون کی جان پر۔ جو ہمیشہ دوری مین خاک خواری پر پڑے ہوئے ہین۔ اور جنہون نے بیکاری کو اپنا شغل بنا لیا ہے۔ چونکہ ہمدرد آشنا کی طرف سے رخ پھیر لینا دشوار معلوم ہوتا ہے۔ لہذا شورش عشق سے مجبور ہوکر مینے بھی ہندی عبارت مین ایک بیت کہی۔ جس کا مضمون

[۵۱] اور کوئی شخص کسی دوسرے کا بارا اپنے اوپر نہین لے گا۔ ۱۲

یہ ہے - کہ تمہاری انگشت - خوانِ وصال کے نمک سے آشنا نہین ہے - نہ تمہاری نگاہ کا آئینہ اُس جمال سے انعکاس قبول کرتا ہے - کیونکہ ایسے صاحبِ کمالات کی باتون کا رنگ ڈھنگ کچھہ اور ہی ہوتا ہے - دوئی کی بو وجدان والون کے دماغ مین نہین آتی ہے - مین اُمیدوار ہون کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ تم کو ذرہ برابر اپنی محبت کا سوز عطا فرماوے - اُسی رات آتش عشق مشتعل ہوئی - یہان تک کہ سوختگی کے آثار شیخ کے جسم اقدس پر دیکھے گئے - اور کسی تدبیر سے دل مین صبر نہین آیا - میر خسرو یہ حال دیکھکر سخت بیتاب ہوئے - معذرت کے طور پر ایک رنگین غزل کہی - اور اس بیچارہ کو سنا کر دعا کے لئے عرض کیا - بالآخر اُسی دم ایزدی بخشش نے شیخ کے باطن مین تمکین اور ظاہر مین تسکین بخشی "

باقی شیخ شرف کے حالات شریف اُن کے ذکر مین لکھے گئے ہین مطالعہ مین آوین گے -

اس ہوش آفرین بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کو چاہیئے - اولاً اپنی آنکھون کو دوسرون کی عیب بینی سے بند کرے - ہنر بینی کی عینک اُن آنکھون پر لگا کر چھوٹا سا ہنر بھی - جو خط غبار کی طرح افعال کے ورقون پر لکھا ہوتا ہے - خط جلی کی مانند بڑا کر کے دیکھے - بالخصوص اُس گروہ کے حالات کا مشاہدہ جو پشمینہ پوش اور از خود رفتہ معلوم ہوتا ہے تجسس کی نظر سے نہ کرے بلکہ اعتقاد اور حسن ظن کی نظر سے دیکھے - اور دکھاوے - امید ہے - کہ ایسی نظر برادران طریقت کی اندرونی اور بیرونی شستشو کا سرمایہ ہو کر عقل اور اعتبار کی جلا اور رونق کا باعث ہوگی - اور جو شخص سوختگان ایزدی محبت کے اسرار کی نسبت حسن عقیدت اپنے دل کے اندر استواری کے ساتھہ قایم کرے گا - وہ شخص توفیق کی برکت سے - اپنی دوجہان کی مرادات مین کامیاب ہوگا جس کسی کے دل مین اُلجھے ہوے بالون والے درویشون کی نسبت ناقص اندیشہ پیدا ہو - اُس کو چاہیئے - کہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ جل شانہ سے پناہ مانگتا رہے - اور اپنا باطن اس تیرگی سے توبہ کے پانی اور پشیمانی کے آنسوؤن سے دھوتا رہے تاکہ یہ فعل سوء خاتمہ سے اُس کی نجات کا سبب ہو - اور اس عذر پذیر گروہ کے مقابلہ مین - قیامت کے روز عذر گوئی کے دست آویز ہاتھہ آوے -

طالبانِ صحبت کو واضح ہو - کہ گدڑی پوشون کی مصاحبت مین سلامتی کے ساتھہ رہنے والون کو

شاہراہ یہ ہے کہ اگر خاکساران نیستی کے ساتھہ نشست و برخاست کی خواہش کسی شخص کے دل مین استحکام کے ساتھہ قایم ہو۔ تو اُس کو چاہیے۔ کہ اولاً صحبت کی فوج کو عقل اور خیال کے لشکر پر غالب اور فتح مند کرے۔ جس کو حقیقی تمیز پر مطلق نگاہ نہین ہے۔ اِس فوج کشی مین خیر اندیشی کے لشکر سے کمک مانگے اور اس فوج پر نگرانی بھی درکار ہوگی۔ سو یہ کام۔ لوگون کے اخفائے حالات سے ہوے دوسرے حُبُّكَ الشَّيئَ يُعْمِيْ وَ يُصِمُّ کے دریا مین غریق ہوکر دوست ہم نشینون کے عیب دیکھنے اور سننے سے اپنی آنکھون اور کانون کو بینائی اور شنوائی کے فعل سے معزول کرے۔ کیونکہ یہ جماعت باطن مین جلال۔ اور ظاہر مین جمال رکھتی ہے اور ایسے مظاہر مین جلال ظہور کو۔ اور جمال بطون کو چاہتا ہے۔ دراصل ان کی صحبت کی مثال۔ پتھر اور لوہے کی مانند ہے۔ کہ اگر کوئی رگڑ یا ٹکر۔ درمیان مین نہ لگے۔ تو شعلہ نہ اُٹھے۔ اور العیاذ باللہ اگر صورت صحبت برعکس پیدا ہوئی تو جل جانے کے خوف کے سوا۔ کوئی فائدہ کسی قسم کا نہین ہے۔ حافظ

خاکساران جہان را بحقارت منگر		توچہ دانی کہ درین گرد سوارے باشد	

پس مصاحبت کے اندر صحیح و سالم رہنے کی صورت اگر ہے۔ تو اصحاب مجلس کی رضا اور تسلیم مین ہی ہے ؎

آتشے را کند گہے تسلیم	داغ نمرود و باغ ابراہیم
دل قوی کے کند ز زحمت و بیم	جز شراب و مفرح تسلیم

آن شرابے کہ اولیا سازند
از شفاخانۂ رضا سازند

القصہ اگر دو مصاحب باہم موافق ہو جاوین تو الحمد للہ والمنۃ اور اگر مقابل ہون۔ تو اس صورت مین نجات کی شکل یہ ہے۔ کہ انصاف کرکے اپنی حقیقت حال پر واقف ہون۔ اِس درمیان مین جو زشت ہے۔ اُس کو شکر خدا بجانا چاہیے۔ کہ ایسے پسندیدہ ہمدم کی نعمت سے مشرف ہے۔ اور جو خوب ہے۔ اُس کو صبر کرنا چاہیے۔ کہ وہ الٰہی مشیت سے ہم نشین کی بلا مین مبتلا ہے۔ اس طریقہ سے دونون مصاحب۔ ایک دوسرے کی صحبت سے خوش اور نیز سودمند رہین گے۔ اسی قسم کی ایک حکایت جو مناسب مقام ہے۔ مدارک سے نقل کی جاتی ہے۔

كان عمران الخارجي من أدم بني أدم وزوجته من اجملهم فلما نظرت اليه فقالت اني وانك من اهل الجنة قال فكيف قالت انك رزقت مثلي وشكرت واني رزقت مثلك وصبرت والجنة موعودة للشاكرين والصابرين -	عمران خارجی گندمی رنگ والا نبی آدم تہا - اور اوس کی عورت جمیل ترین نبی آدم تہی - جب اُس عورت نے اپنے شوہر کو دیکہا - تو کہا - مین اور تم دونون اہل جنت ہین - عمران نے کہا - یہ کیونکر عورت نے کہا - مجہہ جیسی حسینہ تم کو دی گئی اور تم نے شکر کیا - اور تم جیسا گندمی رنگ والا شوہر مجکو دیا گیا اور مین نے صبر کیا اور جنت کا وعدہ شاکرین اور صابرین کے واسطے کیا گیا ہے -

شعر

او جزت فكري وفي الايجاز فائدة		وللكرام من التطويل تصديع

ضمیمہ

ضمیمہ - جس کو اس کتاب کا خاتمہ - تکملہ - نیز تتمہ کہہ سکتے ہین - اس طور پر ہے - کہ حمد و ستایش کے پہول صور علمیہ کی چمن بندی کرنے والا کی حکمت اور قدرت پر نثار ہین - جس نے اِس خاکسار کی طبیعت کی نوبہار مین - کتاب گلزار کے آغاز کا گلدستہ - مقامات مشائخ کے باغی پہولون سے - ازلی عنایت کے تاگہ مین پرو کر - ترتیب دیا - جن کو عالم شہادت کی سیر کے وقت - یہ خاکسار تلاش کے ہاتہہ سے چن کر - دامن ادراک مین فراہم لایا تہا اور اسی طرح جس سے صورت بنانے والے قلم کو جو درویشون کے حالات کے چار چمنون کا انجمن آرا ہے - عنصری عالم مین روان کیا - تب کہین قلم - غیبی تصویر خانہ مین بہشتی نا علمی گلدستہ کی نقاشی کر سکا ہے - اور نیز عالم عبرت و عبارت کا تماشا کرنے والون - اور عالم غیب و شہادت کے سیاحون کی چشم شہود کو **ما لا عین رات** کا ہنگامہ دکہا سکا ہے - اب یہ خاکسار ایزدی تقدیر اور آلہی توفیق سے یہ اُمید رکہتا ہے کہ اس گلدستہ کے انجام مین اپنے احوال کے تصویر - بقدر گنجایش - اور باندازہ فرصت آغاز کے رنگ مین - کہینچکر دکہا سکے - اور پہر فارغ البالی اور آزادی کی نعمت ملنے کی شکر گزاری - ابدالآباد تک کرتا رہے -

چونکہ دفتر کا تتمہ - بجاے خود - ایک جداگانہ رسالہ ہوتا ہے - لہذا اس خوف سے - کہ کہین ایسا نہ ہو - کوئی انتخاب دوست نکتہ سنج - گل کی طرح - اس تتمہ کو گلزار سے جدا کر کے - جمہور اہل ولایت اولیا کی نیم رکابی سے محروم کردیوے اور اس سبب سے یہ تتمہ تنہائی کے ہولناک جنگل مین - بے رہبر بے سروسامان - اور بے دانہ پانی رہ جاوے - اسواسطے مینے اپنے حالات کی تحریر کو - ایسے چند سو حد بزرگان ومشائخ کے اذکار کے تابع کیا ہے - جو بعض تو عالم عنصری سے بہشتی جہان کی سیرگاہ کو چلے گئے ہین - اور بعض زمانہ کے خلوت خانہ مین - شاہد زندگانی کے ساتھہ ہم آغوش ہین - خدا کرے - تابع ہی رہین -

یاد شیخ نظام انبیٹھی

آپ - عالم - عامل - عابد - عاشق - اور عارف تھے - خواجہ مودود چشتی کی پاک نسل سے اور شیخ معروف کے بامراد مریدون مین سے ہین - آپ ہمیشہ اخلاق کی درستی مین ایزدی حفاظت اور اخلاق کی جلا مین مصطفائی بصیرت کام مین لاتے تھے - اور نیز ہمیشہ تمام حرکات وسکنات کے آغاز مین بسم اللہ خیر الاسماء بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑہا کرتے تھے - ہمیشہ اس طرح مستعد اور مہیا رہتے تھے - کہ جیسے کوئی سفر پر بہمہ وجوہ تیار ہو - مہمان کی خدمت گزاری اپنی ذات خاص سے کرنا - یہ آپ کی تواضع کا طریقہ تہا - بلکہ تمام اہل دنیا کے ساتھہ - آپ مشفقانہ عام مہربانی - اور مرشدانہ خاص عنایت فرماتے تھے - امر معروف مرحمت کی شان مین - اور نہی منکر مروت کے لباس مین کیا کرتے تھے - القصہ آپ کی صحبت کی چاشنی مین برلودگی کا بے شمار ذوق ہوتا تہا - اور آپ کی خدمت کی حلاوت مین اکسیر کی جیسی بے انتہا تاثیر ہوتی تہی - آپ کے باصفا حالات کی شرح - عبارت کے حوصلہ مین نہین آسکتی ہے - آپ کے اوصاف کی حقیقت دانستنی ہے - گفتنی اور نوشتنی نہین ہے - بیت

چو من یارائے دانستن ندارم	بہ گفتن یا نوشتن چون سپارم

امیر سید شاہ محمد ایک بزرگ تھے - اکثر کتب متداولہ محقق استادون کے درس مین پڑہی تہین اور کیا عرب کیا عجم - کیا ہند - دسوین صدی کے تمام مشائخ کی فیض بخش صحبت سے پورا حصہ لیا تہا - ظاہر اور باطن دونون آراستہ تھے - جب حرمین شریفین کی زیارت سے لوٹ کر آئے - تو چند روز ملک گجرات

مین افادہ اور استفادہ کے طور پر گزراوقات کی انہین ایام مین اطراف ہند کی سیر و سیاحت کر کے منڈو (مانڈو) مین آئے۔ دل کے اندر قیام کا شوق جاگزین ہوا میر جمال الدین ترکستانی پیر عراک کر کے مشہور۔ اور شہر منڈو (مانڈو) کے قاضی ہین۔ ان کی لڑکی کے ساتھ عقد کر لیا۔ کم و بیش سات سال راقم کی مسجد مین درس دیا۔ فقیر نے بھی کشف منار اور تلویح اصول فقہ یہ کتابین اس عرصہ مین سید کی باعظمت خدمت مین نکالی ہین۔ سید صاحب ایک روز فرماتے تھے۔

"مسافرت کے زمانہ مین قصبہ انبیٹھی مین گزر ہوا تھا جو شیخ نظام کا وطن ہے۔ مین آپ کی خدمت مین گیا۔ جب شام ہوئی۔ تو نماز مین خود امام ہو گئے۔ پہلی رکعت مین سورہ کافرون ملائی میرے دل مین یہ خیال آیا۔ کہ جو دوسری صورتین نسخ سے سالم ہین۔ ان مین سے اگر کوئی سورۃ ملاتے۔ تو اولیٰ ہوتا آپ نے نماز سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا۔ سید۔ اگرچہ یہ سورۃ نسخ کو شامل ہے۔ لیکن قرأۃ کی رو سے چوتھائی قرآن کا ثواب اس کے پڑھنے مین ہوتا ہے۔ اگر اس نظر سے یہ سورۃ نماز مین پڑھی جاوے۔ تو اولیٰ معلوم ہوتا ہے۔ نیز فرماتے تھے۔ کہ آپ کی پیشانی مین ایمانی فراست کا نور۔ اور مصطفائی کرامت کی صفائی پائی جاتی تھی **تخلقوا باخلاق اللہ** کا دروازہ آپ کے چہرہ پر کشادہ تھا۔"

ہجری سنہ نوسو نوے مین اس عالم سے اخروی سفر اختیار کیا۔ قبر اسی قصبہ مین بنائی گئی۔ اس سے زیادہ آپ کے باصفا حالات پر اطلاع نہین ملی ہے۔ اور طبیعت ہمیشہ آپ کے مفصل حالات معلوم کرنے کی تشنہ ہے۔ ناچار یہ خدمت خیال کے سپرد کی۔ کہ کسی آشنا یا بیگانہ کو پیدا کرے۔ جو دل کی یہ پیاس بجھا کر حصول آرزو سے سیراب فرماوے۔ بہت سے غور کرنے کے بعد یہ بات خیال مین آئی کہ شیخ علم اللہ سلمہ اللہ جو ظاہری و باطنی علم کے عالم عبد الرزاق کے فرزند۔ اور شیخ نظام کے سالے ہین۔ شاید شیخ نظام کے حالات سے واقف ہون۔ ان کی خدمت مین دو کلمہ لکھکر تحقیق احوال کرنی چاہیے۔ جب نامہ التماس شیخ علم اللہ کے مطالعہ مین پہونچا۔ تو جواب دیا کہ اس درویش کو ابتداے زمانہ ہوش سے کتاب دانی کا شوق۔ اور خدا شناسی کا جوش تھا جس نے مجھکو اپنے وطن سے نکال کر جہان پیمائی کی سرگردانی گوارا کر دی تھی۔ بالآخر کامل اٹھارہ سال عربستان مین رہ کر دینی علوم اور یقینی معرفتین تحصیل کرنے مین افادہ و استفادہ و مطلوب طرح پر گزارے۔ جب وہان سے معاودت نصیب ہوئی۔ تو گجرات کے راستہ سے

خاندیس مین آیا۔ اوس وقت مین علی عادل شاہ فاروقی والی برہان پور تہا بیت

چو نسبت دار فاروق ست باداجداد دان عدلش	ملاہل خوردکان ظلم را تریاک فاروقی

اوس کی ملاقات کی گرمی اور اخلاق کی شیرینی نے دارالاسلام برہانپور کے قیام کے لئے پانون مین زنجیر ڈالی۔ جب بہت کچہہ حیلہ وحوالہ سے وطن کی اجازت لیکر جس حالت سے وطن مین پہونچا۔ اوس حالت مین ایسی تلاش کا خیال ہی نہین آیا۔ اِس مین شک نہین کہ زبانون پر رسمی حکایتون کے سوا۔ کوئی حرف نہین ملا۔ اور بہت سی ضروری باتین ناگفتہ رہ گئین۔ اب کہ آپ کو اِس قسم کا خیال دامنگیر ہے۔ تو اس نواح کے آنے والون سے جو اِس قسم کے حالات سے واقف ہین تحقیق کر کے خدمت مین لکہون گا" سبحانہ اللہ یہ وعدہ بہی پورا نہین ہوا۔ کیونکہ اِن سنوات مین سفر حجاز کا خیال شیخ علم اللہ کے دل مین پیدا ہوا۔ اور اُس کی تیاری مین بالکل اپنے تئین منہمک کر کے جس طرح سے ممکن ہوا۔ بند رہا ے دکن کی طرف متوجہ ہوئے۔ امسال ہجری سنہ ایک ہزار بائیس ہے چونکہ جہاز کا موسم گزر گیا تہا۔ لہذا بیجاپور دکن مین قیام فرمایا۔ یہان کا حاکم آپ کی تشریف آوری کو اپنے پرگنہ کی سعادت سمجہکر معتقدانہ پیش آتا ہے **مصرع** در طریقت ہرچہ پیش سالک آید خیر اوست

یاد شیخ جلال محمد تھانیسری

آپ۔ عالمانہ کمالات۔ اور درویشانہ مقامات کے جامع۔ دریاے توحید کے غواص۔ اور کشتی تحقیق کے معلم تہے۔ شیخ عبدالقدوس حنفی کے مرید ہین۔ رسمی علم کی فروع واصول مین آپ کے مطالعہ کو ید بیضا حاصل تہا۔ اکثر کتب متداولہ پر مشکل کشا حاشیے لکہے ہین۔ اور تعلیقات لگائی ہین۔ روز۔ روزہ مین گزرتا تہا۔ اور شب نماز مین گزرتی تہی۔ نماز تہجد ادا کرنے کے بعد کہانا کہایا کرتے تہے۔ ہر روز رات دن مین خانقاہ کے حافظون کے ساتہہ دو دفعہ قرآن ختم کیا کرتے تہے۔ نماز ظہر سے فارغ ہونے کے بعد درس مین مشغول ہوجاتے تہے۔ آپ کی صحبت باطنی فروغ۔ اور ظاہری فیض زیادہ کرتی تہی۔ آپ درویشانہ سماع کے حریص تہے۔ آپ کے تواجد مین آپ کی سوزناک حالت سے حاضرین کے دل کو بہی حصہ ہونچتا تہا۔ جب دور عمر ضعیفی کو پہونچا۔ استغراق اور استہلاک کی حالت آپ کے تمام اوقات پر حاوی ہوگئی۔ لیکن جب نماز کا وقت آتا تھا۔ تو جو

پرستا حاضر ہوتا تھا وہ بلند آواز سے حق حق کہتا تھا۔ اُس وقت آپ عالم استغراق سے سر ہو نچا کر کے نماز کی تیاری کیا کرتے تھے۔ جماعت کے ساتھ فرض ادا کر کے۔ پہر سابقہ حالت کی طرف پلٹ جاتے تھے۔ کہتے ہین۔ کم و بیش ایک سو دس سال کی عمر پائی ہجری سنہ کچھہ اوپر نو سو مین عالم صورت سے معنوی روضہ کی سیر کو چلے گئے۔

آپ کے پیر بزرگوار۔ حضرت شیخ الاسلام بہاء الاولیا ملتانی کو یہ پہونچتے ہین اس ترتیب کے ساتھہ شیخ عبدالقدوس شیخہ درویش قاسم بن شیخ برہان الدین اودہی شیخہ۔ شیخ بدہن بہرائچی شیخہ۔ شیخ سید اجمل شیخہ۔ مخدوم جہانیان سید جلال بخاری شیخہ۔ شیخ رکن الدین ابوالفتح شیخہ۔ ابوہ شیخ صدرالدین عارف شیخہ۔ ابوہ بہاء الاولیا۔ قدست اسرارہم شیخ عبدالبصیر شیخ جلال کے فرزند رشید ہین۔ والد ماجد کے سجادہ نشین یہی ہین۔ اور آپ کے مریدان کامل مین سے شیخ بہاء الدین احمد سہرندی ہین جو ارامتہ دون مین اقدم تھے۔

یاد شیخ نظام تھانیسری

آپ۔ صاحب توکل و تسلیم ہین۔ علم لدنی سے تعلیم پائی ہے۔ ہجری سنہ ایک ہزار سات مین اپنے وطن سے سفر حجاز کو دریا کے راستہ سے گئے تھے۔ ا ور مین محترمین کا طواف کر کے سعادت دارین حاصل کی تہی۔ پہر ہجری سنہ ایک ہزار بیس مین بندر دکن کے جہاز پر سوار ہوکر شہر بیجاپور مین پلٹ آئے۔ یہان کے حاکم نے۔ اور نیز دیگر بزرگان دین و دولت نے آپ کی تشریف آوری کو مبارک سمجھکر۔ نہایت تعظیم اور تواضع کی۔ جب یہان سے روانہ ہوئے۔ تو اپنے وطن مالوف مین پہونچے۔ پہر ملک عجم اور بلاد شمال کی سیر و سیاحت کا شوق دل سے اُٹھہ کھڑا ہوا۔ بے اختیار بلخ اور بدخشان کی طرف روانہ ہو گئے۔

مصرع ہر کجا ہست خدایا سلامت دارش

یاد شیخ درویش قاسم

کہتے ہین۔ آپ چشتیہ سلسلہ مین شیخ سعدالدین بدایونی کے مرید تھے۔ نیز اپنے پدر بزرگوار اور ان کے پیر شیخ فتح اللہ مایونی سے بھی فیض یاب ہوئے تھے۔ شیخ فتح اللہ کو خلافت کا خلعت شیخ صدرالدین احمد شہاب قریشی ناگوری سے حاصل ہوا تہا۔ اور نیز شیخ صدرالدین احمد کے پیر شیخ نصیرالدین محمود چراغ دہلی

کی صحبت سے بھی باطنؔ روشن کرکے فروغ خاطر پایا تھا۔

القصہؔ درویش قاسم تین واسطہ سے حضرت چراغ دہلی کو پہونچتے ہین قدست اسرارہم درویش خانوادہ چشتیہ اور سہروردیہ ہر دو مین ایک بلند اور بیش بہا شان رکھتے تھے۔

یاد شیخ کمال الدین کمال مالوہ

آپ شیخ بایزید ابن شیخ نصیر الدین نصر اللہ کے بیٹے ہین۔ معرفت مشیخت۔ کشف وکرامت فضیلت۔ اور فراست۔ یہ جملہ صفات آپ کی ذات مین موجود تھین۔ آپ کے جد امجد حضرت گنجشکر کے بڑے بیٹے ہین۔ آپ کو شیخ نظام الاولیا نے خلعت خلافت عطا فرماکر۔ مردمان مالوہ کی رہنمائی کے واسطے دہلی سے بھیجا تہا ہجری سنہ کچھہ اوپر نوسو نوے مین جب کہ بیکر پرست راجہ پورنمل نامی حاکم صوبہ مالوہ تہا شیخ قصبہ دہار مین تشریف لائے۔ عبادت اور ریاضت کے واسطے حجرہ تجویز کرکے۔ اقامت کا بستر بچھایا مجاہدہ اور مراقبہ کا سلسلہ شروع کیا۔ ہمیشہ مناجات مین رہتے تھے۔ بحکم[1] وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔ غیبی فیض اور فتوح کے دروازے آپ کے چہرہ پر کشادہ ہوئے۔ بالآخر گمنامی کا نقاب۔ شہرت کے ہاتہہ نے۔ آپ کے حالات کے چہرہ پر سے حیات مین اور نیز رحلت کے بعد ایک مدت تک نہین اٹھایا جب ملک مالوہ کی حکومت غوری اور خلجی سلاطین کے قبضہ مین آئی۔ نوبت اچھے اچھے لوگ فراہم ہوئے۔ اسلام نے قوت اور رونق پکڑی۔ چہوٹے اور بڑے سب نے آپکے مرقد اقدس کی طرف توجہ کی آپ کے فرزندان کرام کے اعزاز اور تعظیم کا درجہ ترقی پاچلا۔ اور نذرات وفتوحات کے بازار مین گرمی پیدا ہوئی۔ یہان تک کہ حکومت کی نوبت سلطان محمود ابن ناصر الدین خلجی کو پہونچی۔ اور پہر سلطنت خلجیہ کا زمانہ اخیر ہوگیا۔ اپنے زمانہ مین سلطان محمود نے شیخ کی قبر پر ایک گنبد۔ ایک خانقاہ۔ اور صوفیون اور فرزندون کے واسطے ایک بڑا دالان بنوا دیا بیت

درین رواق زبرجد نوشتہ اند بزر	کہ جز نکوئی اہل کرم نخواہد ماند

آپکی نسل مین سے کچھہ لوگ تو مرحوم ہین۔ اور کچھہ لوگ مالوف قصبہ دہار مین اپنے آبا کرام کے قبہ خوابگاہ پر سجادہ ہین۔ مشروع نذرات اور نفقات کے مصرف اور محل مقبول ہین۔ دیکھین۔ توفیق کون سے دولتمند کو

---

[1] اور جن لوگون نے ہمارے دین (کے کام) مین کوششین کی ہین ہم (بھی) اون کو ضرور اپنے رستے دکھا دینگے ۱۲

رہنمائی کے ذریعہ سے اِن تک پہونچا کر سعادت کونین بخشے۔

یاد شیخ محمد ابن شیخ عارف چشتی

آپ معروف و محمود۔ اور احمد و عارف تھے۔ آپ کی صورت اور سیرت سے خرق عادات کی چمک۔ اور برق حالات کی دمک عیاں تھی۔ مسند جانشینی کا منصب اپنے والد ماجد کی خدمت کی برکت سے پایا تھا۔ احوال اور مراقبات ایسے مشابہ اور مناسب تھے کہ ان کے اعتبار سے آپ اپنے باپ کے بھائی ہو گئے تھے۔ ہجری سنہ آٹھ سو اٹھاسی میں معنوی ولایت اور خلافت کا ڈنکا بجاتے تھے۔ اِن ایام میں سلطان بہلول لودی۔ دار الخلافتہ دہلی کے شہروں میں ظاہری سلطنت کر رہا تھا۔ آپ کے کلمات میں عیسوی معجزات کا اثر تھا۔ تحت الارز چند جملے آپ کے مکتوب میں سے ہیں۔

"اے عزیز۔ ارادہ۔ سالک کی سواری ہے۔ یہ ارادہ جس قدر زیادہ قوی اور مستحکم ہو گا۔ اسی قدر طریقت اور طریق شریعت کا سلوک اور اس کے پیچھے پیچھے۔ منزل حقیقت کو وصول زیادہ آسان اور جلد ہو گا۔ سالک کو چاہیئے کہ کشش کے بعد کوشش کرے۔ اپنے تئیں۔ مرشد دانا کے پاس پہونچا دے جس کو انسان کامل کہہ سکیں اور جو حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال۔ افعال۔ اور احوال سے آگاہ۔ اور ان کے ساتھ متحقق ہو۔ سالک ایسے مرشد کے تحت فرمان ہو جاوے۔ اپنی ظاہر و باطن کو مرشد سے پوشیدہ نہ رکھے۔ اور تقوی۔ بھوک۔ بیداری۔ قلبی خاموشی۔ اور باطنی تنہائی کو عمل میں رکھے۔ تاکہ ابرار کے مقام اور احرار کے درجہ کو واصل ہو جاوے۔"

اللہ تعالیٰ جل شانہ کے فضل و عنایت سے شیخ عارف کو خرقہ خلافت اپنے پدر بزرگوار شیخ احمد عبد الحق ردولی سے ہے۔ جن کا علم اور معرفت میں پایہ۔ اور استقامت و کرامت میں سرمایہ بہت بڑا تھا۔ ہمیشہ اپنا سر۔ مراقبہ فنا کے گریبان میں رکھا کرتے تھے۔ جب نماز کا وقت آتا تھا۔ تو خدمت گزار صوفی لوگ کا حق حق کہکر ان کو آگاہ کیا کرتے تھے۔ جب نماز سے فارغ ہو جاتے تھے۔ تو پھر بدستور وحدت کے قعر عمیق میں غرق ہو جاتے تھے۔ شیخ احمد خلیفہ شیخ جلال پانی پتی کے ہیں جو ایسے آفتاب تھے۔ جس کی شعاع۔ کمالات تھے۔ اوج۔ الٰہی جمال۔ اور شرف۔ ایزدی جلال تھا۔ نیز اپنے وقت میں

عالیشان درویشون مرکز تھے - خوابگاہ پانی پت مین ہے - کہتے ہین - خوابگاہ کے طواف سے اس قدر فیض اور فتوح دلون کو پہونچتا ہے - کہ بیان نہین ہوسکتا - لراسمہ

بعد از وفات تربت من از زمین مجو	در سینہ ہائے مردم دانا مزار ماست

شیخ جلال کے مفید کلام مین سے کسی قدر نمونہ یہ ہے - فرماتے تھے -

”طریقت مین منزلین اور مقامات ہین - اور ہر منزل اور مقام کی ایک ابتدا اور ایک انتہا ہے نہایت کو پہونچنا ممکن نہین ہے - جب تک ابتدا صحیح نہ ہو - اگر اصول ضائع ہو جاوینگے - تو وصول سے بھی محروم ہو جاوے گا - اور اصول بعض کے نزدیک پانچ ہین - اور بعض کے نزدیک سات ہین“

فی العوارف - فالمرید ینبغی ان یخرج الی طریق القوم فانہ ان وصل الی نھایات القوم لحق بالمنزل وان ادرکہ الموت قبل الوصول الی المنزل فاجرہ علی اللہ وکل من کانت بدایتہ احکم - کانت نھایتہ اتم	عوارف مین لکھا ہے - مرید کو چاہئے کہ اللہ کے واسطے قومی طریق اختیار کرے - اس کے اندر اگر مرید قومی طریق کی غایت کو پہونچ جاویگا - تو منزل کو پہونچ گیا - اور اگر اوس کو منزل پر پہونچنے سے پہلے موت نے آلیا تو اس کا اجر اللہ عزوجل کے نزدیک بڑا ہے اور جس شخص کی ابتدا زیادہ محکم ہے - اوس کی انتہا تمام ہو جاوے گی -
اخبرنا ابو زرعۃ اجازۃ عن ابن خلف عن ابی عبد الرحمن عن ابی العباس البغدادی عن جعفر الخلدی قال سمعت الجنید یقول اکثر العوائق والعلائق والحوائل والموانع من فساد الابتداء فالمرید فی اول سلوک ھذا الطریق یحتاج الی احکام النیۃ واحکام النیۃ تنزیھا من دواعی الھوی وکل ما کان فیہ للنفس حظ عاجل حتی یکون خروجہ خالصاً للہ تعالیٰ -	ابو زرعہ سے روایت ہے - جن کو اجازت ابن خلف سے ابن خلف کو ابی عبد الرحمن سے ابو عبد الرحمن کو ابی العباس بغدادی سے - اور ابو العباس کو جعفر خلدی سے ہے - وہ کہتے ہین - مینے جنید رضی اللہ عنہ سے سنا ہے - وہ فرماتے تھے - اکثر عوائق - علائق حوائل - اور موانع - فساد ابتدا سے ہوتے ہین - لہذا مرید کو اس طریق کی ابتدائی حالت مین استواری نیت کی احتیاج ہے - اور نیت کی استواری -

ہوا و ہوس کی مقتضیات سے۔ اور ہر اُس شے سے اُچکا دیتی ہے جس کے اندر نفس کے لئے فوری حظ ہو۔ اس قدر اُچکا دیتی ہے کہ مرید کو خالص للہ تعالیٰ کے واسطے خروج حاصل ہو جاتا ہے۔

وكتب سالم ابن عبد الله الى عمر ابن عبد العزيز اعلم يا عمر ان عون الله للعبد بقدر النية فمن همت نيته تم عون الله له۔ ومن قصرت عنه نيته قصر عنه عون الله بقدر ذلك

سالم ابن عبد اللہ نے عمر ابن عبد العزیز کے پاس ایک دفعہ اس مضمون کی تحریر بھیجی تھی۔ سنو عمر۔ بندہ کو اللہ جل شانہ کی مدد بقدر نیت ہوتی ہے جس شخص کی نیت کام کا قصد کرے گی۔ اس کو آلٰہی مدد پوری ہوگی۔ اور جس شخص کی نیت کام مین قصور کر گی۔ اُس کی طرف سے اللہ تعالیٰ کی مدد بھی کوتاہی کرے گی بقدر قصور نیت

وكتب بعض الصالحين الى اخيه خلص النية في اعمالك يكفيك قليل من العمل ومن لم يهتد الى النية بنفسه ليصحب من تعلمه حسن النية

ایک صالح شخص نے اپنے بھائی کو لکھا تھا تم اپنے اعمال مین خلوص نیت سے کام لو۔ تم کو خلوص نیت کا تھوڑا سا عمل بھی کفایت کرے گا۔ اور جو شخص خلوص نیت کی طرف خود ہدایت نہ پاوے۔ اس کو چاہیے کہ اُس شخص کی صحبت اختیار کرے جو حسن نیت کی تعلیم کر دیوے۔

قال سهل ابن عبد الله التستري اول مايؤمر به المريد المبتدي التبري من الحركات المذمومة ثم النقل الى الحركات المحمودة۔ ثم التفرد لامر الله تعالى ثم التوقف في الرشاد لم الثبات۔ ثم القرب الحاصل متى تمسك المريد بالصدق والاخلاص بلغ مبلغ الرجال ولا يتحقق صدقه واخلاصه الا بشيئين متابعة امر الشرع وقطع النظر من الخلق وكل الآفات دخلت

سہل ابن عبد اللہ تستری کا قول ہے۔ مبتدی مرید کو جن باتون کی نسبت امر کیا جاتا ہے ان مین اولین بات یہ ہے۔ کہ مذمومہ حرکات سے بچے۔ پھر محمودہ حرکات کی طرف انتقال کرے پھر صرف ایک اللہ تعالیٰ کے حکم کا ہی ہو جاوے۔ پھر راہ راست پر توقف کرے۔ پھر اس پر ثابت قدم ہو جاوے۔ پھر اس کے بعد قرب حاصل ہے جب مرید صدق اور اخلاق کو مضبوط پکڑے گا ضرور درجہ رجال کو پہونچے گا اور صدق و اخلاص کے ساتھ تحقق مرید کو دو ہی چیزون سے حاصل ہوتا ہے۔ (۱) شرعی امور کی متابعت (۲) خلق کی طرف سے قطع نظر کرنا۔ اور جس قدر آفتیں مبتدیون کو عارض ہوتی ہین سب خلق کی طرف توجہ رکھنے سے عارض

على اهل البلايات لموضع نظرهم
الى الخلق وبلغنا عن رسول الله
صلى الله عليه وسلم حديث انه
قال لا يكمل ايمان المرء حتى يكون
الناس عنده كالاباعر اشارة الى
قطع النظر عن الخلق والخروج منهم
وترك التقيد بعاداتهم ونقل فى معنى
الصدق ان عابدا من بنى اسرائيل
راودته ملكة من نفسه فقال
اجعلوا الى ماء فى الخلاء تنظف
به ثم صعد عن موضع فى القصر
فرمى بنفسه فاوحى الله تعالى
الى ملك الهواء الزم عبدي
قال فلزم ووضع على الارض
وصار نيقا فقيل لابليس الا
اغويته فقال ليس لى سلطان على
من خالف هواه وبذل نفسه لله
عز وجل - تم

ہوتی ہین - اور ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پہونچی ہے - وہ یہ ہے - کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے - انسان کا ایمان کامل نہین ہوتا ہے - جب تک اُس کے نزدیک تمام لوگ اونٹون کی مثل معلوم نہ ہون - اس مین اشارہ ہی اس طرف کہ مخلوقات سے قطع نظر کی جاوے - مخلوقات مین سے اپنے تئین خارج کرے - عادات مخلوقات کی پابندی سے آزاد ہو جاوے - اور رسول اللہ صلعم نے صدق کے بارہ مین ایک نقل فرمائی - کہ بنی اسرائیل مین ایک عابد تھا جس پر ایک ملکہ عاشق تھی - اُس عابد نے کہا میرے واسطے خالی مکان مین پانی رکھ دو تاکہ مین اُس سے صفائی جسم کرون - پھر عابد مذکور محل کے اندر ایک مقام سے دیوار پر چڑھ گیا - اور وہان سے نیچے کودا - تو اللہ تعالیٰ نے ہوا کے فرشتہ کو حکم فرمایا - میرے بندہ کو تھام لے رسول اللہ صلعم فرماتے ہین - اُس فرشتہ نے اُس کو تھام لیا اور اُس کو زمین پر نہایت سہولت کے ساتھ لاکر کھڑا کیا - پھر ابلیس کو کہا گیا - کیا تو اس کو گمراہ نہین کر سکا - اُس نے جواب دیا - میرا کوئی زور اُس شخص پر نہین چل سکتا ہے جو اپنی خواہش نفسانی کی مخالفت کرے اور جس نے اپنا نفس اللہ عزوجل کے واسطے وقف کر دیا ہو -

یہ چند باتین بھی شیخ جلال کے اقوال مین سے ہین عمل بے علم سقیم ہے - علم بے عمل عقیم ہے - اور علم باعمل صراط مستقیم ہے "اللھم[54] اھدنا الصراط المستقیم" شیخ جلال - خلیفہ شیخ شمس الدین ترک پانی پتی کے ہین - حالات کے شغلون کو مخفی رکھنا - اور ظہور کے اسباب کو برہم کرنا شیخ شمس الدین کا مشرب تھا - شیخ شمس الدین سلطان شمس الدین التمش کے زمانہ مین مفقود الخبر ہو کر شہر دہلی مین سرمایہ معرفت

۵۴ یا اللہ ہم کو راہ راست دکھا ۱۲

جمع کرتے تھے - چونکہ اِن کی خدمت مین سلطان وقت کی آمد ورفت زیادہ ہوئی - تو لوگون کے ہجوم سے ان کی گمنامی اور خاموشی مین خلل واقع ہوا - **بیت**

ہیچ کنجے بے دو وبے دام نیست	جز بہ خلوت گاہِ حق آرام نیست

بالآخر اپنے مرشد شیخ علی صابر کی اجازت لیکر دہلی سے قصبہ پانی پت مین چلے گئے - اور وہان پر گوشہ گمنامی اختیار کیا - باقی ماجرا شیخ شمس الدین کا جیسے سرزمین پانی پت کے مشائخ - علما - اور حکما کا حلقہ بگوش ہونا - ایام زندگی ختم ہونا - اُس جگہہ خوابگاہ ہونا - اور نیز دیگر سوانح کسی قدر مولانا علی کابلی گلبہاری کے تذکرہ مین لکھے ہوئے ہین - وہان سے مطالعہ کریئے جاوین -

شیخ علی صابر - خلیفہ - اور بہن کے بیٹے حضرت گنجشکر کے ہین - وصال شیخ علی صابر کا ہجری سنہ چھہ سو نوے کے کسی مہینے مین ہے - خوابگاہ کوہپایہ کے توابع مین سے کسی مقام پر ہے -

یاد سید عبد الواحد

آپ - سید ابراہیم قنوجی اور بلگرامی کے بیٹے ہین - صاحب مجاہدہ ومشاہدہ تھے صحت حال اور فصاحت مقال بھی رکھتے تھے سید حسینی کی نزہتہ الارواح پر ایک شرح لکھی ہے - جو قابل تن ہے - بہت سی توجیہات اور تاویلات کام مین لاکر عبارت کے تمام مقاصد کو حقیقت کی طرف متوجہ کیا ہے -

آپ شیخ حسین اسکندر آبادی کے مرید ہین - جب ایکبار گی ترک وتوبہ کی توفیق نے مال ومنال اور عزوجاہ کا کروفر شیخ حسین اسکندر آبادی کے اعتقاد کے نذر کیا - تو آپ کسی عالی مرتبہ صاحب معرفت کی تلاش کرتے ہوئے شیخ صفی الدین عبد الصمد کی خدمت مین حاضر ہوئے - اور مراسم ارادت بجالا کر ذکر وفکر - مراقبہ - اور تصور مین مشغول ہو گئے اور اپنے مطلوب پر کامیابی جاہی شیخ صفی - شیخ محمد قطب لکھنوی کے بزرگ خلیفہ ہین - جو اس وقت کے لوگون کی زبانون پر شیخ مینا کر کے مشہور تھے - سہروردیہ اور چشتیہ سلسلہ مین لوگون کو کلاہ ارادت - اور مریدون کو خلعت خلافت بخشا کرتے تھے اور طالبون کو ایزدی وصول کے کمالات پر پہونچا دیا کرتے تھے -

یاد امیر سید صبغۃ اللہ

آپ بطروچی مولد - شطاری مشرب - اور وجیہ الملۃ احمد آبادی کے حالی فطرت شاگرد اور صاحب

ولایت خلیفہ ہین - فضیلت اور فصاحت کے قرآن کا آغاز - کشف و کرامت کی کتاب کا خاتمہ - انس وقرب کی نفحات کا تکملہ - اور صدق وصفا کی رشحات کا سرچشمہ تھے - چند سال تک مرشد کی اجازت سے اپنے وطن مین رہکر امر معروف اور نہی منکر کی ہدایت اور علوم کی تعلیم مین مشغول رہے - حجاز کے مبارک سفر کی توفیق - حرمین شریفین کی زیارت کا سبب ہوئی - جب آپ کو حرمین کی بہشت نما زمین سے آب دانہ کی کشش - صلہ رحم کی رعایت اور فرزندون کی اور وطن کی محبت کے پردہ مین آکر ہند کی طرف لوٹا لائی - تو اس پر آپ ہمیشہ دل ہی دل مین رویا کرتے تھے - **بیت**

کے بود یارب کہ رو در یثرب وبطحا کنم	گہ بمکہ منزل وگہ در مدینہ جا کنم

اتفاقاً ہجری سنہ نوسو ننیانوین مین اپنے وطن سے تمام چیزون کو اور تمام لوگون کو خیر باد کہکر بے اختیار تن تنہا حسب مشیت ایزدی ملک مالوہ مین چلے آئے - اسی اثنا مین ایکبارگی - مدینہ مصطفویہ کی زمین بوسی کا شوق **علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ** آپ کی آرزو سند خاطر سے جوش کرا ٹھا - عنان اختیار ہاتھ سے نکل گئی - لہذا یورش کر کے ہجری سنہ ایک ہزار مین خاندیس کے راستہ سے احمدنگر دکن مین پہونچے - اِس ملک کے فرمان روا برہان الملک نے عرض کیا تو کچھ کم ایک سال تک یہان پر توقف فرمایا زمانہ کے حسن اتفاق سے یہ بات ہے - کہ **راقم** ماجراے درویشان ان ایام مین اس مقام پر فقرا اور فضلا کی خدمت سے **فیض حاصل** کررہا تھا - نیز شعرا اور ظرفا کی صحبت مین بہی شامل نشاط وطرب ہوا کرتا تھا - **القصہ** آپ کے تشریف لانے - اور درویش کے موجود ہونے نے دونون کو غریبی اور تنہائی کے اندوہ سے نجات بخشی - اور چند روز مصاحبت غنیمت سمجھی گئی **بیت**

چند روزے کہ غمت مونس جان بود مرا	خاطر جمع ودل شاد ہمان بود مرا

دوسرے سال جزیرہاے دریا کے عزم پر سامان باندہ کر تیار ہو گئے - جب بیجاپور پہونچے - تو یہان کے حاکم نے نہایت تواضع کے ساتھ دل ہاتھ مین لے کر اور تعظیم مالاکلام سے پیش آکر کچھ مدت تک ٹہرایا - پھر سفر مبارک کا سامان کر دیا - اور جہاز خاصہ پیش کیا - تاکہ صوفیون اور درویشون کی جماعت فراغ خاطر کے ساتھ حج کر کے - وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا[۵] کی بشارت سے کامیاب

[۵] جو شخص اس مین داخل ہوگیا - وہ امن مین آگیا ۱۲

بموجب حسب دلخواہ مشتاق آنکھین مدینۃ الحرام کے دیدار سے منور ہوئین - تو آپنے بقیۃ العمر یہین رہنے کی نیت کرکے اسی نبوت کے شہر مین گھر اور خانقاہ بنالی - ہرچند سلطان روم کی جانب سے نامہ وپیام آیا اور منت ومعذرت کی گئی - مگر آپنے سیورغال (معاش کی وجہ معین) قبول نہ فرمائی - اور بقیۃ العمر توکل اور تسلیم مین گزاردی -

کہتے ہین - آپ کی زیادہ خواہش پر نظر کرکے ایک رات خاتم الانبیا علیہ التحیۃ والسلام نے اپنے خدام حرم کو اجازت فرمائی - کہ سید صبغۃ اللہ - ہمارا فرزند ارجمند ہے - عرب اور عجم کے دیگر تمام زائرون کی طرح نہ سمجھکر اس کو ہمارے حرم سے باہر نہ کرنا - چھوڑ دینا کہ شب جمعہ کو ہماری خدمت مین رہکر صلوٰۃ اور صلوات صبح کی سفیدی نمودار ہونے تک ادا کرتا رہے - یہ بھی ہمنے اجازت دی ہے - کہ اپنے یارون مین سے جس کسی کو چاہے اپنے ہمراہ حرم شریف مین رکھے - جس روز سے کہ حضور نبوی نے خاکیون کی نظر سے عنصری پیکر کا ظاہری چہرہ حجاب اور عزت کے برقع مین چھپاکر مدینہ وحدت مین خوابگاہ اختیار فرمائی ہے - اُس روز سے آج تک کسی فرد بشر کو ایسی خاص عنایت کا خلعت عطا فرماکر سرفراز نہین فرمایا ہے - الحمد للہ علیٰ ذٰلک -

آپ کے کمالات - حالات - اور خرق عادات کتابت کی امداد سے انجام پذیر نہین ہین - اور اس کتاب کا اختصار مفصل حالات کی برداشت کرہی نہین سکتا - اس وجہ سے اِن معانی کا ادا - ایما - اشارات اور اجمال کے سپرد کیا جاتا ہے - بالآخر اسی تفویض اور توکل پر استقامت اختیار کرکے ہجری سنہ ایک ہزار پندرہ کے کسی مہینے مین مدینہ معظمہ کی زمین امین کے اندر دفن کیے گئے رحمہ اللہ تعالیٰ -

یاد شیخ شمس الدین جالندری

آپ ہندوستان کے اندر مشائخ نامدار کے سر دفتر - اولیاے کامگار کے سرگروہ - دانشمندان روزگار کے سر حلقہ - اور صلحاے تقویٰ شعار کے سردار تھے - جس وقت انسانی مظہر - مراتب الٰہی کے ساتھ متصف ہوتا ہے - تو باعتبار کمال اس کے مدارج مختلف ہوتے ہین اس کمال کے جامعیت کے بارہ مین آپ فرماتے ہین -

الصوفی مختص ببعض الصفات دالاسماء | صوفی کچھ اسما اور صفات کے ساتھ تو خصوصیت رکھتا ہے

فانها لا يليق بجناب العزة تعالى وتقدس
ومتخلق بالاسماء والصفات الالهية
فان الصوفى من كان حزينا فى القلب
عليلا فى البدن وامعا فى العين
خالصا فى العمل جاهدا فى الدعاء
خلقا فى الثوب بائتا فى المسجد رفيقا
مع الفقراء باكيا من الذنوب مونسا
بالرب مزينا بالزهد اكلا للغضب هاديا
لطالب قاريا للقرآن كريما على الخلق
عالما باحكام الشرع ودقائقها
راحما على الناس رحيما عليهم بستر
عيوبهم مالكا على النفس الامارة
متكبرا عن المسئلة خالقا للاخلاق
الحميدة بادئا لها بالرتبة خلاقا
للاخلاق الحسنة الكلية مصورا
لافعاله واقواله فى باطنه غفارا
لذنوب رعيته من عبيده واماته
وهابا على الناس رزاقا لاولاده
ولمن كان فى عياله فتاحا على الخلق مغاليقهم
عليما لعيوب نفسه قابضا على الظلمة
باسطا على الطلبة خافضا للجهلة
رافعا لارباب العلم معزا لاصحاب الحقوق مذلا
للكفرة والملاحدة سميعا لذكر الله بصيرا

کروه جناب باری تقدس وتعالی شانہ کی شان کے لائق
نہین ہین اور باقی اسماء و صفات آلہی کے ساتھ تہذیب
یافتہ ہوتا ہے - پس صوفی وہ ہے جو دل کے اندر حزین
ہو - بدن کے اعتبار سے علیل ہو - آنکھون کے اعتبار سے
روتا ہوا ہو - عمل کی رو سے خالص ہو - دعا کے اندر کوشش
کرنے والا ہو - کپڑے پھٹے پرانے رکھتا ہو - رات کو مسجد مین
رہتا ہو فقرا کا رفیق ہو - گناہون کے خیال سے روتا ہو
رب کا مونس ہو - زہد کے ساتھ زینت یافتہ ہو - غصہ کھاتا ہو
طالب کا ہادی ہو - قرآن کا پڑھنے والا ہو - مخلوق پر کریم ہو -
احکام شرع اور ان کے دقائق کا عالم ہو - لوگون پر رحم
کرنے والا ہو - اور ان پر اُن کے عیوب کے چھپانے سے
رحیم ہو - نفس امارہ پر مالک ہو - سوال کرنے سے تکبر کرتا ہو -
اخلاق حمیدہ کا خالق ہو - نیز رتبہ کے اعتبار سے اُن کا
آفرینندہ ہو - تمام اخلاق حسنہ کا خلاق ہو - اپنے باطن کے
اندر اپنے افعال اور اقوال کی تصویر کھینچنے والا ہو - اُس کے
لونڈی غلام جو اُس کی رعیت ہین اُن کے گناہون کو معاف
کرتا ہو - لوگون کے اوپر بخشش کرتا ہو - اپنی اولاد کا - اور جو
اُس کے عیال مین ہے - اس کا رزاق ہو - خلقت پر
اُس کی مشکلات کا حل کرنے والا ہو - اپنے نفس کے عیبون
کو جانتا ہو - ظالمون کے حق مین قابض اور طالبون کے
حق مین باسط ہو جاہلون کا درجہ پست اور ارباب علم کا مرتبہ
بلند کرنے والا ہو - اصحاب حقوق کو عزت اور کافرون اور
ملحدون کو ذلت دینے والا ہو اللہ جل شانہ کا ذکر سنے -

لاحسانه حکما علی الخلق بالحق عدلا
فی احواله واقواله لطیفا فی غایته
خبیرا عن احوال الفقراء حلیما
عن جواز الناس غفورا للتعدی
الخلق وظلمهم شکورا عن نعم
الہادی علیا بالہمة حفیظا عن
ارتکاب المعاصی حسیبا لافعاله
واقواله جلیلا متنزها عن
اصحاب الدول رقیبا لرعیته
من ظلم الظالم مجیبا لسوال
السائلین واسعا بقوة من فی
عیاله حکیما فی امره ودودا
لاصحاب الزحمة مجیدا فی ورعه
باعثا لافعاله واقواله الحسنة
شہیدا علی الناس بالصدق حقا
فی الطاعة وکیلا فی امر الدنیا
والدین قویا فی الذات متینا فی
العبادات ولیا لارباب الخیرات
حمیدا فی الصفات محصیا
للحرکات والسکنات الواردة
من النفس الامارة فی الیوم
واللیلة معیدا للصیام والصلوة
باعتبار تحقق الشبہات محییا

اور اُس کا احسان سمجھے۔ مخلوقات کے اوپر حق کے ساتھ
حکم ہو۔ اور اُس کے احوال اور اقوال کے بارہ مین عادل ہو۔
غایت درجہ لطیف ہو۔ فقرا کے احوال سنے باخبر ہو لوگون سے
جو تجاوز ہو جاوے۔ اُسپر حلیم ہو۔ خلقت کے تعدی اور ظلم کا
بخشنے والا ہو۔ اللہ جل شانہ کی دی ہوئی نعمتون کا شکر کرے۔
ہمت عالی رکھے ارتکاب معاصی سے محفوظ رہے۔ اپنے
افعال اور اقوال کا حساب کرتا ہو۔ صاحبان دولت سے
بڑا اور علیحدہ رہتا ہو۔ ظالم کے ظلم سے اپنی رعیت کا محافظ ہو
سائلین کے سوال کا مجیب ہو۔ جو لوگ اُس کے عیال مین ہین
اُن کے رزق مین اپنی قوت سے وسعت دیوے۔ اپنے بارہ
مین حکیم ہو۔ تکلیف والون کا دوست ہو۔ اپنی پرہیزگاری مین
بزرگ ہو۔ اپنے نیک افعال اور اقوال کا باعث ہو۔ صدق
کے ساتھ لوگون کے مقابلہ مین گواہ ہو۔ طاعت کے اندر درست
ہو۔ دنیا اور دین کے کامون مین وکیل ہو۔ اپنی ذات سے قایم
ہو۔ عبادات کے اندر متین ہو۔ ارباب خیرات کا دوست ہو۔
صفات کے اندر محمود ہو۔ جو حرکات اور سکنات دن اور رات
مین نفس امارہ سے صادر ہونے والے ہون۔ اُن کا ضابطہ
ہو جب شبہات کا ورود ہو۔ تو روزون کے واسطے اور
نماز کے واسطے تیار ہو۔ اخلاق حمیدہ کا زندہ کرنے والا
ہو۔ افعال رویہ کا نیست و نابود کرنے والا ہو۔ روح کے
ساتھ زندہ ہو۔ عبادات باقیات کے واسطے قوی ہو جنات
کا حاصل کرنے والا ہو۔ اغنیا کے سوال سے مستغنی ہو۔
گوشہ کے اندر اکیلا رہتا ہو۔ خلق کے اندر ایک ہو کر رہے

للاخلاق الحمیدة ممیتا للافعال الردیة حیا
بالروح قویا للعبادات الباقیات واجل الحسنات اجلا
عن سوال الاغنیاء واحد بالعزلة احدا
فی الخلق ممدا فی حوائج الرعیة مقتدرا
بالقدرة الالهیة مقدما لحوائج الناس موخرا
لحوائج النفس ولا فی الاتیان بالاوامر اخرا
فی الخروج عن المسجد ظاهرا فی الفرائض باطنا
فی النوافل عالیا علی النفس متعالیا علی الخلق
بکثرة الطاعات برا فی المعاملات توابا فی عصیان
العصات منتقما من النفس عفوا من الناس رؤفا
علی الصغراء ملیکا علی النفس لجمیع اوامره
هادیا للخلق الی الطاعات غنیا عن الناس معطیا
للسائلین سوالهم مانعا للنفس عن ارتکاب
المعاصی مدیبا فی الخیرات نافعا للغیر نورا
لاصحاب الضلالة بالافعال الحمیدة وارثا فی الارض
بالصلاحیة راشدا لاصحاب الارادة شدیدا لهم
عن ظلم الخلق حافظا لحقوق اصحاب الوعظ وعند هذا
ظهر سر تخلقوا باخلاق الله وهذا معنی اشتهر
من الامام الغزالی قدس الله تعالی روحه ان
للعبد شرکة فی کل اسم وصفة من اسماء
الربوبیة وصفاتها وبعد ذالک هو غیر واصل
بالله تعالی شانه وتعالت آیاته و
تقدست اسمائه وصفاته

رعیت کی کاربراری مین ناصح ہو - الٰہی قدرت کے اندر صاحب
مقدرت ہو - لوگون کی ضروریات کو آگے رکھے - اپنی
ذاتی ضروریات کو پیچھے ڈالے او امر کی تعمیل مین اول ہو -
مسجد سے باہر نکلنے مین آخر ہو - فرائض کو ظاہر ظہور ادا
کرے - نوافل مخفی پڑھے - اپنے نفس کے اوپر غالب ہو
خلق کے اوپر کثرت طاعات مین ور ہو - معاملات مین
نیک ہو - عاصیون کے عصیان پر توبہ قبول کرے - اپنے
نفس سے انتقام لیوے - اور لوگون کو معاف کرے - چھوٹون
کے اوپر مہربان ہو - اپنے جمیع امور مین نفس کے اوپر مالک
ہو خلق کو طاعت کی طرف ہدایت کرے - لوگون سے غنی
ہو - سائلین کے سوال پورے کرے - نفس کو ارتکاب
معاصی سے باز رکھے - خیرات کا عمل نئی نئی طرح سے کرے
غیرون کو نفع پہونچاوے - گمراہون کے واسطے افعال حمیدہ
کے ذریعہ سے نور ہو - زمین پر صلاحیت کے ساتھ وارث
ہو - اصحاب ارادہ کا مرشد ہو - اون کو ظلم خلق سے نیکت ہدایت
دیوے - اصحاب وعظ کے حقوق کا محافظ ہو - اور مذکورہ
بالا اعمال پر عمل کرنے سے ایسے اسرار ظاہر ہو - ئے ہین جن
کے سبب سے اہل تصوف الٰہی اخلاق سے متصف ہوگئے
ہین - اور یہ معنی امام غزالی سے پہونچے ہین - قدس اللہ تعالیٰ
روحہ کہ بندہ ربوبیت کے اسما اور صفات مین سے ہر ایک
اسم وصفت مین شرکت رکھتا ہے - اور نیز بعد بھی اس
اعتبار سے رکھتا ہے - کہ اللہ جس کی شان اور آیات عالی ہین
اور جس کے اسما اور صفات پاک ہین اُس کو پہونچ نہین سکتا ہے -

یاد شیخ جلال واصل رحمہ اللہ

آپ کالپی کے باشندہ - مولانا خواجگی بخوی کی نسل سے - اور حضرت غوث الاولیا کے خلفا مین سے ہین - آپ کے دل کا سویدا - مشاہدہ اور مراقبہ کا مرکز اور آپ کا باخبر ضمیر معارف اور مواجید کا مزرعہ تھا آپ کی باصفا آنکھون کو انکشاف[۵] کے روز مین احدیت کے آفتاب سے اور استتار کی رات مین وحدت کے چراغ سے بینائی ملتی تھی - سرود و سماع کی بزم پر آپ عاشق تھے - آپ کے وجد او حالت کا سوز - قلوب کی استعداد اور قابلیت کے موافق - حاضرین انجمن مین سرایت کر کے ان کو خود بینی سے رہائی دیتا تھا ہجری سنہ کچھ اوپر نو سو نوے تھا - کہ آپ کے جسمانی آئینہ مین اسم محیی کے جمالی انعکاس کے جگہ اسم ممیت کا جلالی عکس نمودار ہوا - عیال کا مسکن - عبادت کا حجرہ - اور عاقبت کا مرقد زمین کالپی مین ہے - آپ کے فاضل اور اہل فصاحت فرزند موجود ہین - خدا کرے - ان کو آبائے کرام کے مکاشفات کی ترقی نصیب ہو - سب سے بڑے شیخ افضل تھے - درحقیقت یہ اپنے وقت کے علما مین افضل تھے - پدر بزرگوار کے بعد ان کو عالم فرق مین قیام کے لئے دو سال کی مہلت ملی - پھر ہجری سنہ ایک ہزار ایک مین عالم جمع کی جمعیت آباد کو کوچ فرمایا - دوسرے فرزند شیخ اجمل جمیلی تخلص ہین - فارسی شعر مین ان کی مشق پختگی کے درجہ کو پہونچ گئی ہے - تیسرے فرزند شیخ معین الدین ہین - فضیلت اور دانش مندی کا فروغ ان کی پیشانی مین تابان ہے - درویشی کے طریقہ مین ثابت قدم ہین - توکل - تسلیم - عزلت - خلوت - گزشتگی - اور بے نیازی کے طریقے کمال کے ساتھ رکھتے ہین - خدا کرے - اکملیت کے درجہ کو پہونچین -

یاد شیخ بابو سندہی

محبت اور حیرت کے بیابانون مین تنہا قدم آپنے ہی کہا ہے - فنا کے صحرا - اور بقا کی شاہراہ کے اندر چلنے مین آپ کو آندہی یا بگولہ کہنا ناموزون نہین ہے - شیخ لشکر محمد عارف شطاری کے اچھے مرید ہین - شہر برہان پور کے اندر سندہیون کے محلہ مین آپ کی عبادت کا حجرہ تھا - جب حجرہ مذکور دونون طرف سے گر گیا - اور اُس کی مرمت کا ارادہ دل کے اندر مستحکم ہوا - تو آپنے چاہا - کہ راقم گذارے سے اس بارہ مین مشورہ کے

[۵] انکشاف اور استتار - اصطلاحات صوفیہ مین مقامات کے نام ہین ۱۲ -

طور پر کچھ بات چیت کرین - اور اس ذریعہ سے پریشانی خاطر دور فرماوین اسی خیال کے اندر ناگاہ یاد پڑا
ہوا - کہ اولاً اس باب مین استخارہ کرنا درویشون کی حالت کے اعتبار سے بہتر ہے - مثنوی منطق الطیر
ہاتھ مین تھی - اُس کو تفاول کے طور پر کھولا - یہ ابیات برآمد ہوئین - **ابیات**

گلخن ست این جملۂ دنیاے دون	قصر تو چند ست ازین گلخن کنون
قصر تو گر خلد جنت آمد ست	با اجل زندان محنت آمد ست
گر نبودی مرگ را بر خلق دست	لائق افتادے درین منزل نشست

ان واقعات کے بیان کرنے سے غرض یہ ہے - کہ اس کے بعد ہر چند تعمیر در و دیوار کے واسطے التماس کی
آوازین بلند کی گئین - لیکن قبولیت کا درجہ نہ ملا - اور ہجری سنہ ایک ہزار تین سے لیکر مزار کی عمارت تیار
ہونے تک جس کا سنہ ایک ہزار پندرہ ہے بے در و دیوار اُسی ویران گھر مین عمر گزاری - **بیت**

در این خانہ بے بوم ست غوثی از خرد نبود	پئے پاس متاعش رخنۂ دیوار بربستن

یاد شیخ بدھا طیب بہاری

آپ اپنے زمانہ مین ظاہری معلومات کی - اور رسمی علم کی مجلس کے ہم نشینون مین سر حلقہ - اور معنوی
و حقیقی محفل کے محرمون کے اندر قطب تھے محقق دانشوران ہند - مولانا حاتم سنبلی فرماتے تھے شیخ بدھا
کی بزرگی اور شان کے بارے اکثر بزرگان وقت کی طاقت کی پشت خم تھی - ان مین سے چند بد اندیش سیاہ باطن
لوگ - آپ کی خدا داد رونق توڑنے کے واسطے ہمیشہ فلک سے بہانہ دریافت کرتے تھے - کیونکہ وہ بھی خمیدگی
پشت مین اس جماعت کی مثل ہے - اور فرمان روایان ملک - دولت کے نشہ اور خود بینی کی مدہوشی مین
سرشار ہوتے ہی ہین - اِن کے ساتھ وہ لوگ موافق ہو کر قرار دیتے تھے - کہ امتحان کی انجمن ترتیب
دیجاوے تاکہ جو دعوی دعوی بلا برہان رکھتے ہین - وہ الزام اور انفعال کے گوشہ مین خاموش ہو کر بیٹھین اور
اور ہر ایک کی حقیقت کا جوہر کھل جاوے - چاہتے تھے کہ اس حیلہ سے شیخ کی بات مین فرق پیدا کرین -
ہر چند یہ منصوبے - زمانہ پرستون کی خواہش کی بساط پر مکرر بچھائے گئے - لیکن کسی شخص کو کسی مجلس مین آپ
کے ستین کلام مین معارضہ اور نقص کے طور پر بات کرنے کی گنجایش نہین ملی بلکہ معرفتون کے بیان کرنے کی
قوت - آپ کی ذات شریف کے سوا - دوسرے کو میسر ہی نہین ہوئی - اور تمام امتحانات کے مقامات سے

آپ نے فتح اور فرخندگی کے ساتھ اپنے مکان کو بازگشت فرمائی - نیتجہ اِس کا یہ ہوا - کہ حاضرین انجمن نے آپ کی گفتار کے شاہوار موتیون سے سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا [۵۱] کا گوشوارہ بنا کر ارادت اور اطاعت کے کان مین پہنا - اور ہونٹون پر خاموشی کی مہر لگائی - حافظ

بس تجربہ کردیم درین دیر مکافات	با دُرد کشان ہر کہ درافتاد برافتاد

یادِ شیخ بدھا حقانی جونپوری

آپ شیخ بدھا طیب بہاری کے ہمنام ہین - علوم متعارفہ کے اندر آپکے مطالعہ سے فنون کے اعتراضات اور مشکلات حل ہوکر بالکل روشن ہوجاتی تھین - چونکہ آپ کی صحبت سے حق ثابت اور باطل معدوم ہوجاتا تھا - آپ سخن حق کو خلا وملا مین پوشیدہ نہین رکھتے تے - اور بلند آواز کے ساتھ - نماز کی اذان کی طرح لوگون کے کان مین پہونچاتے تے - اسواسطے آپ حقانی لفظ کے ساتھ مشہور ہوئے - باطنی کمالات کا کسب شیخ محمد عیسیٰ جونپوری کی خدمت باعظمت سے کیا تہا - آپ کا امر مخاطب کو قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ۖ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا [۵۲] تہا -

اراد بالحق ههنا الاسلام والدین و بالباطل الکفر والشرک والحق المطلق هو الموجود والحق المقید ما کان حسنا فی العقیدة والفعل والنطق والباطل نقیض الحق والله حق علی معنی انه موجود وانه ذو الحق وانه محقق الحق یقال الحق ما کان لله والباطل ما کان لغیر الله ویقال الحق من الخواطر ما دعی الی الله والباطل ما دعی الی غیر الله

اس مقام پر لفظ حق سے مراد اسلام اور دین ہے - اور باطل سے مراد کفر اور شرک - مطلق حق موجود ہے اور مقید حق وہ ہے - جو عقیدہ مین - فعل مین - اور نطق مین نیک ہو - اور باطل نقیض حق ہوتا ہے اور اللہ حق ہے اِس اعتبار پر کہ وہ موجود ہے - اور وہ ذوالحق ہے - اور وہ احقاق حق کرنے والا ہے - یہ بھی ایک قول ہے کہ حق وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے واسطے ہو - اور باطل وہ ہے جو غیر اللہ کے واسطے ہو - اور یہ بھی ایک قول ہے کہ منجملہ خواطر حق وہ ہے جسکا رخ اللہ تعالیٰ کی طرف ہو اور باطل وہ ہے جس کا رخ غیر اللہ کی طرف ہو

---

[۵۱] - ہمنے سنا - اور قبول کیا - [۵۲] (اے پیغمبر لوگون سے) کہدو - کہ (بس دین) حق آیا اور (دین) باطل نیست ونابود ہوا - اور (دین) باطل نیست ونابود ہونے والا ہی تہا ۱۲ منہ

یادِ شیخ دولت ابن شیخ عبد الملک منیری

آپ علم آموز۔ عمل اندوز۔ دانش گستر۔ اور بینش پرور تھے۔ جب آپ حروف کی اور کتابی نقوش کی شناسائی۔ مسائل اور مقاصد کتب کی تحصیل۔ میان بدن منیری سے کر کے۔ ظاہری آراستگی کمال درجہ پر کر چکے۔ تو رسمی ارادت کے مراسم بھی میان بدن کی خدمت مین ہی ادا کیے۔ جب رہنمائی کی بدولت سلوک کے بازون سے۔ طریقت کا راستہ چل کر۔ درویشی کی منزلین اور مقامات طے فرمائے اور تلوین[۵] احوال کے گرداب سے نکل کر ساحل تمکین کے عالی مقام کو پہونچے۔ تو خلافت کا خرقہ۔ اور اجازت کا فرمان بھی ملا۔ آپ کی مانند فطرت مین۔ فراست مین۔ فنا مین اور نفس پر فیروزی پانے مین۔ میان بدن کے ہان دوسرا کوئی خلیفہ اور شاگرد نہین تھا آپ کی درس کے حلقہ مین یہ اصحاب حاضر ہوتے تھے۔ شیخ اجمل۔ شیخ عبد الکریم۔ سید احمد بہاری۔ شیخ احمد چشتی جو حضرت گنجشکر کی نسل سے ہین شیخ خلیل پٹنی۔ جن کے نام سے موضع نوادہ منسوب ہے شیخ حافظ سارنی۔ شیخ یعقوب۔ جن کے نام ایک مدت تک دار الخلافہ آگرہ کی قضا کا عہدہ رہا۔ اور نیز اس جماعت کی مثل دیگر بزرگان نامور بھی حاضر ہوتے تھے۔ اس حلقہ مین آپ مثال مرکز تھے۔ شاہ ابو الفتح ہدیۃ اللہ سرمست ابن شیخ قاضن شطاری کی خدمت اور ملازمت سے بہت کچھ کامیابی اور فیض حاصل ہوا تھا۔

آپ کی ایک سرگزشت بطریق اختصار اس طرح پر ہے۔ کہ ایک روز ایک امر مشروع کی تقریب سے آپ قلعہ رہتاس کی طرف گئے تھے۔ اثنای راہ مین ایک شخص ملا۔ اُس نے کہا۔ میری لڑکی کے کارخیر (شادی) کا وقت نزدیک آگیا ہے۔ جس نے مجکو سوال پر مجبور کیا ہے۔ اور آپ کے چہرہ سے مین الٰہی بخشش کا فروغ مشاہدہ کرتا ہون۔ لہذا آپ میرے حق مین کیا فرماتے ہین۔ آپ نے مرحبا کہکر خادم کو فرمایا۔ جس قدر نقد جیب مین موجود ہو۔ اس سائل کے سامنے رکھدو۔ خادم نے عرض کیا۔ ایک سو درم مسکوک موجود ہین۔ اگر ارشاد ہو۔ تو کل کے لائق بچا کر باقی اس سائل کو دیدون۔ آپ نے فرمایا۔ غم نہ کرو۔ کل کا آنا اور روزی کا پہونچنا۔ دونون ساتھ ساتھ ہین۔ کوئی فردا بے روزی کے نہین

---

[۵] تلوین اور تمکین اصطلاحات صوفیہ مین دو مقامات کا نام ہے ۱۲

ہو گی - تمام نقد بغیر توڑے ہوڑے اس شخص کو دیدو - ہنوز وہ شخص نقد مذکور لیکر ایک تیر کے فاصلہ پر نہین گیا تھا کہ دو سوار اُسی طرف سے دوڑتے ہوئے شیخ کی خدمت مین حاضر ہوئے - اور بیس دینار زر سرخ - یومیہ فردا کے نام سے پیش کئے - اور کوندتی ہوئی بجلی کی طرح چمک کر نظر سے غائب ہو گئے۔

دیگر قاضی عبد اللہ نامی ایک عالم قصبہ منیر مین رہتے تھے - مشائخ طریقت کی راہ و روش - بیعت خلافت - اور خرقہ پوشی ہے - اِس سے انکار رکھتے تھے - ایک رات قاضی صاحب کو عالم خواب مین معلوم ہوا کہ کوٹھہ کے اوپر مخدوم شیخ شرف الدین شیخ احمد چرم پوش - مولانا عبد الرحمن جامی - اور امیر خسرو بیٹھے ہوئے معرفت کی باتین کر رہے ہین - اور فقیر اور شیخ دولت ہم دونون نیچے کھڑے ہوئے ہین - مولانا جامی نے ہم نشینون سے شیخ دولت کے اوپر چڑھ آنے کے واسطے اجازت لی - جب شیخ دولت اوپر چلے گئے - تو اُنہون نے کہا - قاضی عبد اللہ بھی حاضر ہین - حضور کی خدمت کی اُن کو آرزو ہے - شرف الاولیا نے فرمایا - یہ ازل سے سائل کے حوالہ ہین - اپنا مرید کر لینا چاہیئے - چنانچہ شیخ دولت نے حسب اشارہ میرے سر کے تھوڑے سے بال مقراض سے کتر لئے - اور مراسم ارادت ادا کئے - صبح کو جب مین مراسم ارادت بجا لانے کے لئے شیخ کی ملازمت مین گیا - تو مسکرا کر فرمایا - عبد اللہ تکرار بیعت کی حاجت نہین ہے - اس بارہ مین مشائخ کی رسمین جو کچھ تھین رات کو ادا ہو چکی ہین - یہ پوشیدہ بات سنکر سخت حیرت مین رہا - بالآخر شجرہ اور ٹوپی جو ظاہری ارادت کا قاعدہ ہوتا ہے - لے کر اعتقاد اور اخلاص سے خوش اور سیراب ہو گیا -

کہتے ہین شیخ دولت کی تمام عمر آسمانی روزی پر گزری - اُس ملک کے حکام اور فرمان روا - آپ کے ساتھ معتقدانہ سلوک کیا کرتے تھے - اور بار بار سیور غال (معین وجہ معاش) قبول فرمانے کے لئے التماس کرتے تھے - لیکن اُن سے آپ کی فاقہ دوست اور فقر پرور طبیعت نے لینا گوارا نہین کیا - اور مضمون التماس پر کان ہی نہین دھرے - بلکہ زمانہ سابق کے فرمان اور اسناد جو اراضی کے بارہ مین آپ کے آبا و اجداد کے پاس تھین - اِن سب کو لپیٹ کر آپنے آگ دکھا دی - اور دل کو وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰہ[۱] کے سپرد کر کے اس سرچشمہ سے شاداب کیا - کہتے ہین - جب آپ کے گوشۂ خلوت مین اسم **القابض** کی تجلی سے دل کے اوپر - تنگی اور تیرگی کا پرتو پڑتا تھا - تو دور دراز جنگل بیابان کی طرف جو آپ کی عمر کے اعتبار سے زیادہ دور ہوتا تھا تنہا چلے جایا کرتے تھے - اور چند روز ایسی جگہ مین جہان سراغ

---

[۱] مین اپنا کام اللہ کے سپرد کرتا ہون ۱۲

نہین لگ سکتا تھا۔ مراقبہ مین مشغول ہو جاتے تھے - تاکہ سابقہ تجلی اپنے مقابل کی طرف تبدیل ہو جاوے - بیت

تا کے چو گنج غوثی ویرانہ دوست باشی	شد سودہ در رہ تو پاے سراغ مردم

جب کامل طور پر انشراح پیدا ہو جاتا تھا - تب آپ اپنے مقام کو معاودت فرماتے تھے - جب آپ کو پیری نے آ دبایا - تو استغراقی حالت نے آپ کے تمام اوقات کو گھیر لیا - لوگ نماز کے وقت کلمہ حق حق کہتے تو تب کہین ہستی کا ادراک لاالتعین کے مرتبہ سے نزول فرما کر اس تعینی مظہر کے ساتھ تعلق پکڑتا تھا - اور اس وقت ماھوالمکتوب کے ادا کرنے مین مشغول ہوتے تھے - ایک سو سات برس کی عمر اسی مستقل نشست و برخاست کے ساتھ پوری کر کے ہجری سنہ ایک ہزار اُنیس کے کسی مہینے مین ربانی بہشت کی سیر کے واسطے چلے گئے - خوابگاہ منیر -

یاد شیخ محمد ابن فضل اللہ

آپ کی زاد بوم گجرات ہے نشو ونما دار الامان احمد آباد مین پایا ہے تسلیم - توکل - تقوی - اور ظاہری و معنوی علم کی فضیلتون کے مالک ہین - رسمی علم مین وجیہ الملۃ احمد آبادی کے شاگرد - اور طریقت مین شیخ ماہ بیر پوری کے مرید اور خلیفہ ہین جن کو خلافت کا خلعت اور اجازت کا خرقہ شیخ من اللہ عرف شیخ اوہن - ابن شیخ بہاء الدین جونپوری کی خدمت سے ملا تھا شیخ محمد - محمد شاہ ابن مبارک شاہ فاروقی کے دور دولت مین گجرات سے خاندیس مین آئے ہین - اور برہان پور مین مسجد اور خانقاہ بنائی ہے - ہمیشہ حدیث - تفسیر - اور دیگر دینی علوم کے درس مین مشغول رہتے ہین - بہت سے طالب آپ کی رہنمائی کی برکت سے حق شناسی کے درجہ کو پہونچ گئے - آپ کے کسی قدر حالات اس طرح پر ہین - آپ از بس کہ روضہ نبوی علیہ السلام کی زیارت پر والہ شیفتہ ہین - اس واسطے ہر سال اپنے وطن سے جہاز کے موسم پر دیوانہ وار اُس کر دریا کے کنارون پر پہونچ جاتے ہین - اگر کوئی مانع پیش آجاتا ہے - تو آیندہ موسم تک صبر کرتے ہین - ورنہ اپنے مطلوب مقصد کی طرف متوجہ ہو کر روانہ ہو جاتے ہین - اسی طریق سے کئی دفعہ سفر حجاز کو دریا کے راستہ سے گئے - اور حرمین شریفین کے طواف سے دونون جہان کی سعادت حاصل کر کے اپنے وطن کو لوٹ آئے - ہمت کا قدم سنت کے راستہ مین استواری کے ساتھ رکھکر

صراط مستقیم پر چل رہے ہین - سماع و سرود کی طرف میلان نہین کرتے ہین - اور ماہ ربیع الاول کے اولین بارہ روز مین روزمرہ رات کو حدیثین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت مین عربی اور فارسی قصیدے - ذاکرین کی جماعت - آواز حزین کے ساتھہ پڑہتی ہے - اور جو کچھہ آپ کی بساط مین ہوتا ہے وہ اُن ایام مین حلوے - عطریات - اور صلحا - فقرا مجلس میلاد کے ذاکرین اور حاضرین اِن اصحاب کی خدمت کرنے مین صرف ہوجاتا ہے - اور کوڑی پیسہ جو کچھہ آپ بچاتے ہین - اُس کا سبب اِن چند روزون مین اُنہین چند مبارک ایام کا خرچ ہے - یا کسی معتمد شخص کے ہاتھہ حرمین محترمین کو بہیج دینا - جو لیجا کر اُس ملک کے فقرا کو تقسیم کر دیوے - اِن دو اہم کامون کے سوا دوسری آرزو - اشیا کے جمع کرنے اور لینے کی نہین ہوتی ہے آپ کی عمر عزیز اس ہجری سنہ ایک ہزار بائیس مین ستر کو پہونچ گئی ہے - امید ہے - کہ باقی ماندہ سنوات گذرے ہوئے سنوات سے زیادہ ہونگے - آپ کے کامگار اور ذی معرفت متعدد فرزند اور مرید ہین - اللہ تعالےٰ جل شانہ سب کو مرشد کے بلند مرتبہ پر پہونچاوے -

شیخ اودہن - جو شیخ ماہ کے پیر تہے - مشائخ وقت کے انیس - اولیاے زمانہ کے جلیس اور بزرگان دین دولت کے اندر رئیس تہے - کہتے ہین - مولانا علاء الدین محمد لاری - نوع انسانی کے بڑے جوہر شناس اور دقائق سخندانی کے بال کی کہال نکالنے والے تہے - فرماتے تہے شیخ اودہن - اپنے زمانہ مین بے نظیر ہین - مولانا محمد برغلی کے بہائی مولانا حافظ برغلی کو جنت آشیانی کی رکاب مین جب ہجرت کی توفیق نہین ہوئی - اور جونپور مین رہ گئے - تو ارادت مندان شیخ اودہن کے حلقہ مین داخل ہو کر ہمیشہ اُن کی خدمت کرنا اپنے اوپر لازم کر لیا تہا - علی ہذا القیاس جنت آشیانی کے امیر اعظم اور عالی فطرت خان زمان علی قلی نے جب ہجری سنہ نوسو پینسٹہہ مین جونپور کو افغانون کے قبضہ سے نکال لیا تہا تو شیخ اودہن کی خدمت مین حاضر ہو کر بہت کچہہ مراسم عقیدت مندی ادا کئے تہے - القصہ سب قسم کے لوگون نے اپنی گردن شیخ اودہن کی ارادت کے طوق مین دے رکہی تہی - تمام اقسام عمر کے حقوق کافی طور پر حاصل کر کے اطوار زندگانی کی حقیقتین معلوم کی تہین - بعدہ ہجری سنہ نوسو بہتر مین حقیقی محبوب کے وصال کی مجلس مین جا داخل ہوئے - خوابگاہ جونپور -

یاد شیخ عبد الحق حقی تخلص

آپ حقی تخلص - قادری مشرب - دہلوی مسکن - علوم متداولہ اور فنون متعارفہ کے دقیقہ شناس -

عالم ارواح کی ام الکتاب اور عالم اجسام کے مو الید نامہ کی رموز سے واقف ہین **سلمہ اللہ تعالیٰ** آپ کے کسی قدر خجستہ حالات۔ جو کسی تذکرہ نویس کی سابقہ گزارش کے بدون **راقم** گلزار کی صور علمیہ مین۔ عیان کے تختے پر لکھتا ہون۔ ہجری سنہ نوسو پچانوین کے آغاز مین سفر مجاز کے شوق کے جذبات آپ کو اپنے وطن سے نکال کر مالوہ کے راستہ سے بندر گجرات کی طرف لے آئے اِن ایام مین مرکز مدار مردمی و مروت۔ مہر سپہر مجد و مکرمت۔ مروج مراسم ملک و ملت۔ بزرگ کوکہ عرش آستانی اکبر شاہ۔ حاکم ممالک صوبہ مالوہ۔ مرزا عزیز محمد الملقب بہ خطاب اعظم خان مدظلہ۔ شہر اجین مین بطریق قیام تشریف رکھتے تھے۔ جب آپ مرزا کی ملازمت اور اجازت سے راستہ چل کر دار العبرۃ منڈو (مانڈو) مین آئے۔ تو ان ایام مین **راقم** گلزار نے بہی آپ کے بافروغ دیدار سے بہت کچہ فیروزی اور فرخندگی کے فوائد حاصل کئے تہے۔ بالآخر آپ گجرات مین ایسے وقت پہونچے۔ کہ موسم جہاز گزر چکا تہا۔ میرزا نظام الدین احمد اُس صوبہ کے بخشی تہے۔ انہون نے بے حد التماس کر کے آیندہ موسم تک ٹہیرایا اور نہایت خواہش کے ساتہ آپ کی خدمتین انجام دین۔ پہر جب دوسرا سال آیا۔ تو الٰہی مشیت کی کارسازی سے آپ حرمین شریفین کے طواف سے مشرف ہوئے۔ وہان پر مکہ معظمہ مین شیخ علی متقی کے خلیفہ اور جانشین شیخ عبد الوہاب رہتے تہے۔ ان کی سعادت تلقین سے خلعت پایا۔ اور نیز اس محلّی مقام کے دیگر عالی اسناد بزرگون سے بہی کتب احادیث کی تصحیح فرمائی۔ **القصہ لطولہا** جب آپ مراجعت کر کے اپنے وطن مالوف مین پہونچے۔ تو خلوت اور وحدت کی حلاوت نے سیر و سیاحت کا اندیشہ عزم کے مذاق مین تلخ کر دیا۔ آج کے روز تک کہ ہجری سنہ ایک ہزار بائیس ہے۔ آپ ہمیشہ صبر و سکون کا بالون آسودگی کے دامن مین لپٹا ہوا رکہتے ہین۔ اور ہمیشہ طالبان علم و عرفان کے درس اور تلقین مین مشغول رہ کر اپنے بابرکات اوقات بے عار ہین۔ اور باینہمہ **الحمد للہ** آپنے اس فرصت کے اندر عالم باطن کی پردہ نشینون کی تصویر بہی قلم کی نقاشی سے کہینچ کر کتب تصنیف کو معرفت بیانی کے **تصویر خانہ** مین جگہہ دی ہے۔ بالخصوص تذکرہ مشائخ جو **اخبار الاخیار** کے نام سے نامزد ہے۔ اس کتاب کی خوبیان۔ تعریف کے قالب مین نہین سما سکتی ہین چونکہ آپنے اس تذکرہ کے ضمن مین اپنے آبائے کرام او اقربائے عالی مقام اور حضرات مرشدین کے باحقیقت حالات تحقیق اور تفصیل کے ساتہ لکہے ہین۔ اسواسطے **راقم** نے اس حامل الاختصار نسخہ مین صدر الذکر حالات کا اعادہ نہین کیا۔ بلکہ تمنّا فہرست کے طور پہ

اورعنوان کی طرح - اس عزیز ماجراین سے چند حرف لکھے ہین آپ کے عالی فطرت فرزندان رشید سب کے سب دانشوری اور سخندانی کے درجہ کو پہونچکر راہ طریقت پر چل رہے ہین - خدا کرے - پدر بزرگوار کی مشاطگی سے سب کی عمروں کی نوعروس - علم وعمل کے زیور سے - ہمیشہ روز افزون بناؤ سنگھار کے ساتھ جلوہ گر رہے -

یاد مولانا محمد رضا

آپ شکیبی تخلص - اور خواجہ عبد اصفہانی کے فرزند ہین - فنون معقولہ کے مسائل کے ذاکر اور طبقات سلف کے اُن حالات کے بیان کرنے والے ہین جو اصحاب سیر وتاریخ کی کتب مین مسطور ہین - آپ فارسی شعر کو اعلیٰ درجہ پر پہونچا کر فن انشا مین آثار اُستادی - ظاہر کرتے ہین - اور جو کچھ آپ کی معنوی خوبیان ہین - وہ الفاظ اور تعبیر کے کالبد مین نہین آسکتی ہین - کسی قدر آپ کے حالات بیان کیے جاتے ہین - آپ کے سموزان اعلیٰ خواجہ عبد اللہ نامی کی پاک نسل سے ہین - جن کے باکمال حالات - نفحات الانس مین حقائق پناہی مولانا نور الدین عبد الرحمن جامی نے لکھے ہین - خواجہ عبد اللہ امامی خواجہ امین الدین حسن کے فرزند ارجمند تے اور خواجہ امین الدین حسن وہ ہین - جن کے مبارک نام پر لسان الغیب خواجہ حافظ شیرازی نے ایک غزل موشح کی تھی - یہ دو بیتین اسی غزل مین سے ہین **حافظ**

چو در گلزار اقبالش خرامانم بحمد اللہ	نہ میل لالہ و نسرین نہ برگ نسترن دارم
برندی شہرہ شد حافظ پس از چندین ورع لیکن	چہ غم دارم چو در عالم امین الدین حسن دارم

دوسرے یہ ہے - کہ ہجری سنہ ایک ہزار چار کے آغاز مین آپ خانخانان مدظلہ کی سپہ سالاری کی ملازمت مین دکن کی یورش پر عازم ہو کر آئے تھے - مولانا نظیری نیشاپوری - بو بقلی بیگ انیس ملا حب علی سندھی - شریف کاشی - ملا کامی سبزواری ملا بقائی - یہ تمام اصحاب - اور نیز اہل سخن کی دیگر جماعت بھی رفاقت مین تھی - یہ جملہ اصحاب منڈو (مانڈو) کے راستے سے گذرے مجبور راقم کا غریب خانہ ہے - روحانی شناخت تو اول ہی سے تھی بحکم اَلْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُجَنَّدَۃٌ فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا ائْتَلَفَ اب یہ موقع آیا - تو صدر النکر شناسائی - غیب کے تہ خانے سے نکلکر وجود کے جلوہ گاہ مین آئی - اور پھر دونون جانب سے ہوئی اس کی پرورش - لہذا نوزادگی کے درجہ سے اوبھر کر کمال کے درجہ کو پہونچی لیکن اس تربیت کی معین

معرفت کے جسم پر مفارقت کی بیماری مکرر عارض ہوئی - الحمد للہ کہ بغیر آفت دیکھے ہوئے - ہر دفعہ مرض مفارقت صحت قرب کے ساتھ تبدیل ہوتا رہا - القصہ لطولہا ہجری سنہ ایک ہزار سترہ مین پہر آپ کا عبور منڈو (مانڈو) پر ہوا - چونکہ ایک مدت کے بعد اوبت ملاقات ہوپچی - اور یہ وقت وہ وقت تہا کہ راقم مشائخ وقت اور بزرگان عصر کے باصفا حالات لکہہ رہا تہا - لہذا گزرے ہوئے خاص خاص واقعات دریافت کئے گئے - فرمایا -

"ہجری سنہ نوسو چونسٹہہ مین میری علمی صورت - عالم عین مین آئی - جب زمانہ ہوش آیا - توکچہہ علوم توشیراز مین - اور کچہہ اپنی زادبوم مین تحصیل کرکے - مطالعہ کے ذریعہ سے عبارت پڑہنے مین مہارت پیدا کی - جب عمر نے چونتیس سال کی بساط پر قدم رکہا - تو کلام کا وزن برابر کرنے کا ملکہ پیدا ہوا - اور جوانی سے قوت جسمانی بخشی - اس بنیاد پر سیر ہندوستان کی ہوا - سر مین بہری - فرمان دل کی اطاعت کرکے اپنے مکان سے لار ہوکر ہرمز مین آیا - ہرمز سے بندر جیول کی کشتی مین بیٹہکر دریا پار کے کنارہ آ - اوترا - یہان سپہ سالاری کی ملازمت کا شوق مجکو موکشان احمد آباد گجرات مین لے گیا - ان ایام مین نواب کام بخش دارالخلافہ شاہنشاہی مین تشریف رکہتے تہے - لہذا جس طرح سے ممکن ہوا - احمد آباد سے روانہ ہوکر اپنے تئین نواب منظلہ کی گرامی خدمت مین پہونچایا - ہنوز مین اپنے دامن سے گرد راہ نہین جہاڑنے پایا تہا - کہ ہمرکاب دولت تہ کے لشکر مین فوراً جانے کا عزم بالجزم ہوگیا - الٰہی تائید شامل حال تہی کہ فتح کا چہرہ نظر آیا - اور اس صوبہ کا والی میرزا جانی جو تہا - اوس کو ہمراہ لیکر شاہی دربار مین حاضر ہوا - انہین ایام مین دکن کی لڑائی بہی حسب مشیت ایزدی نواب کی خدمت مین بہگتنی تہی - سو بابا توقف اودہر روانہ ہونا پڑا - قصہ کوتاہ ہجری سنہ ایکہزار چہ مین سہیل مقصود کی لڑائی کے بعد حسب قرارداد یہان سے فارغ ہوکر لشکر سرونج مین آیا - ناگاہ خون شکم کی بیماری عارض حال ہوئی - یہان تک کہ دوست زندگی سے نا امید ہوکر اخروی سفر کے سامان مین مشغول ہوئے - اس حالت مین یہ ارادہ مصمم ہوا - کہ اگر صحت حاصل ہوجاوے تو آیندہ دنیا کے کام کو ہاتہہ نہین لگاؤن گا اور اخروی سامان کو راہ حجاز مین صرف کرون گا - اسی روز سے شفا کا ستارہ طلوع ہوکر اونچا ہونا شروع ہوا - چونکہ تعلقات کا سلسلہ بے انتہا مستحکم تہا -

اسواسطے شمسی چرخ دوربین تدبیرین کرتے کرتے بتدریج منقطع کیا - اور دل کو کامل طور پر دنیاوی گرفتاری اور آلایش سے نجات دی - پھر ہجری سنہ ایک ہزار بارہ مین حجاز کے مبارک سفر کا ارادہ ہوا - تین سال کے اندر دشواریان اور سختی کی گھاٹیان طے کر کے - اس باسعادت سفر کو انجام دیا - وہان سے مراجعت کر کے بندر سورت کے کنارہ پر اُترا - جب برہان پور مین پہونچا - تو وہی خانخانان کی محبت کی زنجیر آزادی کے پانون مین پڑگئی - بے اختیار ایک مدت تک ملازمت مین جس طرح مقدر تھا - بسر کیا - چونکہ یہ بات تجربہ مین آچکی ہے کہ جو کام صفاے طبیعت کے ساتھہ کیا جاوے - اُس کی تاثیر ضرور ہوتی ہے - لہذا ہجری سنہ ایک ہزار اُنیس مین نواب نے میری گوشہ نشینی کی درست خواہش پر اطلاع پائی اور آزادی کی اجازت دیکر اندرونی ناسور پر مرہم رکھا - اور جہانگیری عالی شان دربار سے سیورغال جو درویشانہ معیشت کے واسطے مکتفی ہو - لیکر دہلی مین گوشہ اختیار کرلیا ہے ''

اب آپ صدارت کا خلعت پہنکر فقراے دہلی کی خدمت مین فراغ دل سے خدا کے ساتھہ مشغول ہین اللہ تعالیٰ آپ کو نشاط حضوری نصیب فرماوے **ایہا السامعون** ان ایام مین خانخانانی انجمن کے اندر - اور سپہ سالاری کی مسند پر صاحب مجلس کی توجہ سے سخن سنج اور عالی فطرت آدمیون کا ایک ایسا دائرہ فراہم ہوا تھا - کہ اگر ایران اور توران جیسے بڑے بڑے ملکون کے سلاطین کوشش کرین - تو ایسی خوبی اور خوشی کی جامع مجلس کو برسون مین بھی منعقد نہ کرسکین - آپ لوگ - اس راست کلام کو صرف آواز اور مدح کا نقش نہ سمجھین - کیونکہ اگر آپ لوگ منصفانہ معاملہ پیش کرینگے - تو اس مدعا پر عادل شاہد - قاضی وقت کے حضور مین بہت سے پیش کئے جاسکتے ہین بالخصوص یہ سرآمدون کی جماعت جس کے نام اوپر لکھے جاچکے ہین - اس جماعت کی گفتار - اور اس کا شعار - اپنے خداوندون کی فضیلت اور فصاحت پر خود گواہ ہے - منجملہ ان اصحاب کے مولانا نظیری نیشاپوری ہین - حاجی الحرمین درویش طبیعت - صوفی سیرت - اور مہذب الاخلاق تھے - آپ کے کلام کی معجون مین تاثیر کی تلخی - سوختگی کی شورش - اور چوٹ کھائے ہوئے دل کا نالہ - یہ صفات - فصاحت کی شیرینی - اور عبارت کی ترتیب سے زیادہ پائی جاتی ہین - انہون نے زندگانی کے آخرین حصہ مین نظم کا رخ - موحد صوفیون کی گفتار کی طرف پھیر دیا تھا - املا عربی عبارت مین مہارت راقم گذرا ہے

کی مصاحبت سے پیدا کی تہی بعدہ بارہ سال جو بقیہ عمر کا حصہ رہا اِس کے اندر احمد آباد مین قیام کر کے دینی علوم تحصیل کئے تفسیر و حدیث کی تصحیح - مولانا حسین جوہری داڑہ والےکی خدمت مین کی تہی - اور ہجری سنہ ایک ہزار بیس مین عالم قدس کو کوچ فرما گئے بیت

لاینفع العلم والاداب واحجے	وصاحبہا عند الکمال یموت

یاد شیخ فرید

آپ شیخ عبد الحکیم ابن شاہ باجن چشتی برہان پوری کے فرزند ہین فضل و فراست کی فصل کی نوبہار رضا و ریاضت کی ربیع کے نوروز - کشف و کرامات کی کتاب کے شاگرد - اور حالات و مقامات سے خداوند ہین - شروع ہوش کے زمانہ سے آپ مسیح القلوب کی خدمت پر شیفتہ ہین - علوم متداولہ کی تحصیل اُن کے درس مین کر کے عیانی اور بیانی علوم کے کمالات کو پہونچے ہین - فارسی اور عربی کی بہت سی مبسوط کتابون کا اختصار اور انتخاب اس طرح سے کیا ہے - کہ وہی انتخاب اُن مبسوط کتابون کے معانی کا فائدہ دیتا ہے - آپ فارسی شعر درویشانہ کہتے ہین - آپ کی حالت دیکہکر ایسا معلوم ہوتا ہے - کہ فکر کی زبان - شعر کو ذکر مین ادا کرتی ہے - یعنی ذاکر ہونا - شاعر ہونے سے بہتر ہے - اکثر سرود کی مجلسون مین دیکہا گیا ہے - کہ جب سماع کے وقت آپ تواجد کے ہاتہون کو جنبش دیتے ہین - تو اہل انجمن کے لب پر - شوق کا نعرہ - اور سر پر حیرت کا ہاتہہ ہوتا ہے - آپ کی ظاہری صفائی اور باطنی نور سے آباے کرام کی معرفت کے چراغ مین از سر نو روشنی پیدا ہوگئی ہے مصرع کجا حدیث جنونش را ہنوز آغاز می بینم -

مسیح القلوب اپنے بڑے بیٹے شیخ عبد الستار کی پرورش - اور آپ کی تربیت یکسان فرماتے ہین - اور آپ بہی اپنے مرشد کی نسبت نہایت اطاعت اور ادب کے مقام مین رہتے ہین بیت

میان عاشق و معشوق صحبت عجب است	اگر فرشتہ بود غیر درنمی گنجد

خدا کرے - اِن دونون اوج شرف کے نیرین - اور دونون برج سعادت کے قمرون کی تربیت کا پرتو - ابن الاقبال کے سر پر ابدالآباد تک رہے -

یاد خواجہ علی مسیحی تخلص

آپ کی زاد بوم احمد آباد ہے - قادری سلسلہ حسین رومی کے فرزند - اور گجرات کے بڑے دولت مندون

ین سے تھے طریقت کی تلقین مسیح الاولیا سے تھی - راقم گلزار کے ساتھ بہت کچھ رسم دوستی رکھا کرتے تھے رسمی علوم کی کلیات سے آگاہ تھے فارسی زبان مین صوفیانہ اشعار رکھا کرتے تھے - آزاد خاطر - فارغ البال نوعی فکر کا سے بے نیاز قسام لاشریک لہ کے دئیے ہوئے حصہ پر خوشنود تھے - اپنے مرشد کے خرق عادات کے متعلق حالات کے چند اوراق لکھکر راقم کے پاس بھیجے تھے - منجملہ اُن کے چند بیانات کا خلاصہ تو عبارت مین لاکر راقم نے اپنے گلزار کی بہار بنایا - باقی چند بیانات کو عذر اختصار کر کے دیگر تذکرہ نویسون کی کتابت پر موقوف رکھا -

رومی نگارخانہ مین سے ایک بات ہے - کہ سید محمد قادری کے بیٹے - سید عبداللطیف نے شیخ عبدالرحیم چشتی عادل پوری کی روایت کے حوالے سے فرمایا ہے - کہ شیخ عبدالرحیم کہتے تھے - ایک رات اعتکاف کے اندر خواب اور بیداری کے درمیان مجکو ایسا معلوم ہوا - کہ چار نورانی اشخاص نے مسیح الاولیا کے بیٹھنے کے واسطے اُن کے مکان مین ایک تخت آراستہ کیا ہے اور اون کے نام سے قطبیت کا ترانہ گاتے ہین - اور مسیح الاولیا مسکراتے ہوئے فرماتے تھے - مجھ جیسے شخص کو اِس تخت کی نشست کے لائق نہ سمجھو - قصہ کوتاہ - ان چارون شخصون نے مسیح الاولیا کے بہانہ پر خیال نہ کر کے تخت کے اوپر بٹھایا - اور سب نے از راہ طرب سامنے ادب سے ہاتھ باندھ کر مبارک باد مین خوشی اور نشاط کی آوازین بلند کین - جب مین صبح کے وقت مسیح الاولیا کی خدمت مین گیا - تو میرے بشرہ سے رات کی دیکھی ہوئی حالت کے آثار معلوم فرمائے - اجازت کے واسطے لب نہ ہلایا - اور مجکو کہنے سے روک دیا - درس سے فارغ ہونے کے بعد جب خلوت ہوئی - تو وہی خواب کی سرگذشت مجھے بے کم و کاست خود ظاہر فرمائی - مینے اللہ جل شانہ کا شکر بہت زیادہ کیا - کہ میری خواب اضغاث احلام (پریشان خوابون) مین سے نہ تھی -

یاد شیخ کاجا

آپ کا نام الہداد ہے - اور نسل اغوان سے ہین - بے خودی - بے نیازی - اور آزادی - آپ کا شعار ہے - جب جوانی تھی - تو آپ نے ایک عمر سپاہ گری مین ہی گزاری - اُنھین ایام مین ایک حسینہ عورت پر بھی نظر جا پڑی تھی - اور آپ اسیر نگاہ ہو گئے تھے - مجازی محبت کا غلبہ - ظاہری اسباب روزگار چھوڑنے کا سبب ہوا - اور رفتہ رفتہ نوبت بہ جذبہ پہونچی - سارنگ پور مالوہ مین رہتے ہین - صادر و وارد لوگ ہمیشہ اُنکی

خدمت مین جاتے ہین - اور آپ کے ایسے عجائبات دیکھتے ہین - جو خرق عادات تو نہین - البتہ قریب بہ خرق عادات ضرور ہین - القصہ آپ شراب جذبات سے مست - اور خمخانہ آزادگی مین مدہوش ہین جب راقم نے آپ کے حالات تحریر فرمانے کے واسطے عارف وقت اور عارف تخلص صورةً اور معنیً سید مولانا محی الدین سارنگ پوری کے خدمت مین مدظلال افادتہ یاد دہانی کی - تو مولانا نے آپ کے اسرار کچھ ایسے لکھے کہ کانون سے سنکر سخت تعجب ہوا - باوجود پانچ منزل کی مسافت کے - اور باوصف غلبہ شوق کے - آپ کی صورت جو دل کے اندر ہے - آنکھون کی منزل مین نہ لاسکا - اس مین شک نہین - جو شے مرہون وقت ہوتی ہے - اُس کا انفکاک نقدِ وقت خرچ کرنے کے بدون - صرف کوشش سے نہین ہوسکتا ہے -

یاد شیخ داؤد شطاری

آپ کے پدر بزرگوار کا نام شیخ خان محمد ہے - آپ کی حقیقت حال - صبر اور شکر کے مرتبہ سے بڑہی ہوئی ہے راقم آپ کی ازخود رفتگی - اور شگفتگی کا حال کیا لکھے آپ شہر اور جنگل کو بے تفاوت ایک سمجھتے ہین - درویش اور تونگر مین فرق نہین کرتے ہین - آباد اور ویرانہ کو یکسان جانتے ہین - سب کے ساتھ کشادہ پیشانی سے پیش آتے ہین - اظہار احتیاج کو کفر طریقت شمار کرتے ہین - ایثار (دوسرون کی مصلحت کو اپنی منفعت پر مقدم رکہنا) اور نثار کو فرض سمجھتے ہین - آپ کے کسی قدر حالات اس طرح پر ہین - آپ کے پیر خرقہ اور صحبت محمود العواقب شیخ جلال محمود شطاری ہین - عین جوش شباب مین ترک و توبہ کی توفیق نے آپ کے آرزومند دل کی فریاد رسی کی - اور رہنما بزرگ کی تلاش کے ارادہ پر گھر سے نکال کر مسافرت مین ڈال دیا - ہر ایک آبادی اور ویرانہ مین پہونچکر - اُن بزرگون کی ملازمت حاصل کی - جو ارشاد کی عام شاہراہ پر بیٹھکر طالبون کی ہدایت کا سامان فرماتے تھے - کسی شخص کے دیدار سے اپنی پرورش کا غذا آپ نے مطالعہ نہین کیا - اسی طریقہ پر قدم فرسائی کرتے کرتے شہر منڈو (مانڈو) مین آئے ازلی عنایت کے پرتو سے راستہ محمود العواقب کی خدمت مین ملا - اور اولین مشاہدہ مین ہی دلبستگی کی تھوڑی سی چمک نمایان ہوئی - پہر حق شناسی کے آثار روز افزون بڑہنے شروع ہوئے چنانچہ بہت تھوڑے عرصہ مین اذکار و اشغال کی تعلیم اور مراقبات صوفیہ کے تصورات کا نشیب و فراز طے کر کے شطاری راہ درویش سے آشنا ہوگئے تین سال بعد محمود العواقب نے صورت کا برقع حقیقت کے چہرہ پر سے دور کیا - اور ان کا آفتاب عمر آخر دی مغرب مین ڈوب گیا - آپ نے

بہ تقاضائے وقت مکان مرشد مین جب تک مقید رہے۔ گزران کی۔ جب حضرت غوث الاولیا کی زیارت اور عالی قدر مخدوم زادون کی ملازمت کا شوق ہجوم کر کے آیا۔ تو باطنی جذبات کے ساتھہ روانہ گوالیار ہوئے۔ گوالیار پہونچکر بہت برسون تک شیخ عبداللہ۔ اور شیخ ضیا اللہ کی صحبت سے الٰہی معرفت کا فیض حاصل کیا۔ اِس درمیان مین صوبہ دہلی۔ اور ممالک شرقی و شمالی کی سیر و سیاحت کر کے۔ شہر نشین دانشورون اور صحرا گزین خدا پرستون کے دیدار سے باطن کی تشنگی کو دبایا۔ اور صفائی قلب کی بدولت سرچشمہ وحدت کے کنارہ سے۔ کامیابی کے ساتھہ سیراب ہوئے۔ کم و بیش بیس سال بعد ہجری سنہ ایک ہزار انیس مین پیر بزرگوار کی زیارت کا خیال پیدا ہوا۔ چنانچہ آپ منڈو (مانڈو) کی طرف آئے۔ یہان پر کچھہ اوپر ایک سال بسر کرنے کے بعد۔ بہ شوقِ گوالیار۔ گوالیار کو گیا۔ جب بمقام گوالیار پہونچے۔ تو حضرت غوث الاولیا کے جانشین شیخ عبداللہ کو مرض الموت مین مبتلا پایا۔ چنانچہ شیخ عبداللہ دس روز بعد اخروی سفر کو روانہ ہوئے۔ آپ نے چند روز تو شیخ عبداللہ کے فرزندون اور ملازمون کے ساتھہ افسوس اور تاسف کے اظہار مین شریک رہکر مراسم تعزیت ادا کیے۔ پھر اجازت لیکر منڈو کی طرف مراجعت فرمائی ہجری سنہ ایک ہزار اکیس مین بماہ ذی قعدہ اپنے شہر مالوف مین داخل ہوئے۔ جو کچھہ آپ کے ظاہری ماجرا کا خلاصہ تہا۔ اختصار کے طور پر لکھا گیا۔ لیکن آپ کی باطنی حقیقت جو کچھہ ہے۔ اُس کے بیان کرنے کی طاقت عبارت مین نہین ہے۔

یاد شیخ اویس پور غوث الاولیا

آپ نے ہنگام جوانی مین عربی زبان کی مہارت پیدا کر کے ظاہری علم تحصیل کیا تہا۔ نیز سلوک کے راستہ مین قدم رکھکر پانچون جوہرون کو کہ وہ یہ ہین۔ عبادات۔ اوراد۔ دعوات۔ اذکار۔ اور اشغال عمل مین لا چکے ہین۔ اور اپنے تمام اوقات کو مشائخ کے معمولی کامون پر تقسیم کر کے ایک لحظہ بہی بیکار نہین جانے دیتے ہین۔ احمد آباد کی خانقاہ اور مسجد آپ کے پدر بزرگوار کی تعمیر کرائی ہوئی ہے اُس کو ظاہری اور باطنی مرمت سے معمور رکہتے ہین۔ آپ کی طبیعت اخفاد دست واقع ہوئی ہے۔ اِس سے شہرت کے مقابلہ مین گمنامی کو اختیار کیا ہے۔ ظاہر کرنے والی رسمیات کو دل مین گہسنے نہین دیتے ہین۔ آپ کی والدہ ماجدہ افضل و اعلم روزگار امیر شاہ میر شیرازی کی سادات نسل سے ہین۔ جنہون نے بزرگ سلطان محمود کی سلطنت کے زمانہ مین گجرات مین آکر جانپانیر مین قیام فرمایا تہا۔ امیر شاہ میر۔ صدر الدین محمد شیرازی۔ اور مولانا جلال الدین کے

دوانی یہ تینون بزرگ ایک ہی زمانہ کی مجلس مین صدر نشین تھے۔ جب راقم گلزار ہجری سنہ ایک ہزار تین مین وجیہ الملۃ کے مقدس روضہ کا طواف کرنے کے ارادہ پر خاندیس سے احمدآباد گیا تھا۔ تو اُس وقت مین شیخ اویس سے ملا تھا۔ حالات بیان کرنے کے ضمن مین ایک تقریب سے گزارش کیا۔ کہ علی العموم مشائخ اور بالخصوص آسودگان ہند کے باکمال احوال کی جمع اور تالیف کا خیال ایک مدت سے دل مین ہو رہا ہے۔ دعا سے امداد فرمائیے تاکہ ذہن کی خلوت مین بیٹھنے والیان تحریر کے کھلے ہوئے میدان مین نکل کر اپنا جلوہ دکھائین۔ آپنے دعا دیکر فرمایا۔ اگرچہ یہ منصوبہ دیر سے ظہور پذیر ہوگا۔ لیکن بہت اچھا ہوگا۔ یہی وجہ تھی کہ دس سال تک اس مسودہ کے تیار کرنے کے واسطے قلم اُٹھانے کی توفیق ہی نہین ہوئی بالآخر جب ہجری سنہ ایک ہزار چودہ مین شیخ ابوالخیر مبارک خضر جن کی پیشانی سے فلاح اور اخلاق کے بہت سے آثار نمایان تھے۔ بطریق سفارت میرزا شاہرخ والی ملک بدخشان کی ملازمت مین جانے کے واسطے اجین مالوہ مین آئے تو غوثی بھی ان ایام مین مولانا کمال محمد عباسی کے عرس کے واسطے اُجین گوگیا تھا۔ چونکہ شیخ ابوالخیر مبارک خضر کو راقم کے مذکورہ بالا ارادہ پر۔ اور اُس کے آغاز اور انجام پذیر نہ ہونے پر اطلاع تھی۔ تو ہنگام ملاقات کمال آرزو اور اخلاق کے ساتھہ زمانہ کی بیوفائی۔ عمر کی کوتاہی۔ اور مافی الغیب معلوم ہونے کے متعلق بہت سی باتین کرکے اس کے اہتمام کے واسطے غایت درجہ راقم کو آمادہ کیا چونکہ اہتمام پر آمادہ کرنے والی شیخ ابوالخیر کی گفتار آلہی تقدیر کے موافق تھی۔ تو کوشش کا دامن خدمت گزاری کے ہاتھہ نے پکڑ لیا۔ اور شیخ کی ہمت اور امداد کی برکت سے اولین نسخہ دو سال کے اندر کتابت کی صورت مین آیا۔ لیکن اُس کی تصحیح اور صاف کرنے مین بہت اٹکاؤ کی شکل پیدا ہوگئی۔ آخر کار مسیح القلوب کے پیامی اور زبانی تازیانے جو غیبت اور حضور مین وقتاً فوقتاً لگتے رہے یہ تازیانے قلم تسیحح کی روانی کا باعث ہوئے۔ اور مسیح القلوب کے باتاثیر انفاس کی برکات سے بیاضی نسخہ ہجری سنہ ایک ہزار بائیس کے رجب مہینے مین اتمام کو پہونچا۔ اِس ماجرا کے بیان کرنے کی علت غائی یہ ہے۔ کہ فرزند غوث الاولیا (شیخ اویس) کے فرمانے کے بموجب اِس مجموعہ کے فراہم کرنے کا تخم نا اندیشہ۔ نوبہار زبان کی امداد۔ کلک بیان کے سینچنے۔ اور دوستون کی مددگاری سے۔ کاغذی مضمون کے باغیچہ مین اٹھارہ سال بعد درخت کی مانند باردار ہوا۔

جمیع اقسام حمد اللہ جل شانہ کے واسطے ہی ہین جو معین ہے اور اُس کا حسن دیدار	الحمد للہ المعین وحسن لقائہ

لمن سعوا فيه قوله تعالیٰ ومن اراد الاخرۃ وسعی لھا سعیھا وھو مؤمن فاولئك كان سعیھم مشكورا۔ علامۃ من اراد الاخرۃ علی الحقیقۃ ان یسعی لھا وارادۃ الاخرۃ اذا تجردت عن العمل لھا كانت تمنیا لا ارادۃ	اُن اصحاب کے واسطے ہے جنہون نے اُس کے واسطے سعی کی ہے قولہ تعالیٰ ومن اراد الخ جو شخص طالب آخرت ہو۔ اور آخرت کے واسطے جیسی کوشش کرنی چاہیئے ویسی کوشش بھی کرے اور وہ ایمان بھی رکھتا ہو۔ تو یہی لوگ ہین جن کی محنت خدا کے ہان مقبول ہوگی۔ جس شخص نے فی الحقیقۃ آخرت چاہی۔ اُس کی علامت یہ ہے۔ کہ آخرت کے واسطے کوشش کرے اور ارادہ آخرت جب عمل آخرت سے خالی ہوگا۔ تو یہ صرف تمنائی ارادہ ہے۔
قوله تعالیٰ وھو مؤمن ای فی المآل كما انه مؤمن فی الحال ویقال وھو مؤمن بان نجاتہ بفضلہ لا بسعیہ	قولہ تعالیٰ وھو مؤمن۔ ترجمہ۔ اور وہ ایمان بھی رکھتا ہو۔ یعنی عاقبت کے بارہ مین جیسے کہ وہ ایمان رکھتا ہے حال مین۔ نیز کہا جاسکتا ہے کہ وہ ایمان رکھتا ہو اس طور پر کہ اُس کی نجات فضل الٰہی سے وابستہ ہے نہ اُس کی سعی سے۔
قیل السعی المشكور المقبول ومع القبول یكون فی التضعیف موفورا كما ان صدقۃ العبد یربیھا ویكثرھا فكذلك طاعۃ العبد اذا شكرھا۔ ینمیھا ویكثرھا۔	کہتے ہین۔ سعی مشکور وہ ہے جو مقبول ہو۔ اور قبول کے ساتھ وہ چند ہونے مین زیادہ ہو۔ جیسے کہ بندہ کا صدقہ مقدار صدقہ کو بڑہاتا ہے اور زیادہ کرتا ہے۔ اسی طرح بندہ کی طاعت۔ جب بندہ شکر گزار ہو تو نتیجہ طاعت کو بڑہاتی ہے۔ اور زیادہ کرتی ہے۔

یادِ شیخ حسن ابن موسیٰ احمد آبادی

آپ راقم گلزار کے پدر بزرگوار ہین۔ کلام مجید کے حافظ۔ اور رسمی علم کے عالم تہے۔ آپ کے والد ماجد نے چہار سال کی عمر ہونے کے بعد آپ کو اُستاد کے سپرد کیا تہا۔ آٹھوین سال مین ربانی کلام حفظ کر لیا۔ اور رسمی علوم کی تحصیل مین مشغول ہوئے۔ ان ایام مین آپ کے پدر بزرگوار کی موسوی روح۔ عیسوی کالبد کی طرح۔ آسمان کو چلی گئی جس کے سبب سے آپ کی ہمت جمعیت۔ فراغت اور کوشش کی چار دیواری مین رخنے پڑ گئے۔ لیکن آپ کسی قدر نحو۔ فقہ۔ اور حدیث کے سوا کچھ تحصیل نہ کر سکے۔ مراسم ارادت سید جلال ابن سید احمد جعفر رفاعی کی خدمت مین ادا کر کے خانقاہ مین رہتے تہے۔ ہجری سنہ نو سو اکتالیس مین جب آپ کی

عمر چوبیس سال کی تھی۔ جنت آشیانی ہمایون شاہ نے گجرات فتح کرنے کے واسطے لشکرکشی کی تھی۔ اور سلطانی خیمے احمد آباد مین آکر نصب ہوئے تھے۔ صوبہ مذکور کا حکمران سلطان بہادر دریا پار کے سواحل کی طرف بھاگا۔ ان حوصلہ آزما اور خرد رُبا حادثات کے پیش آنے سے گجراتیون پر پریشانی کی نوجین یورش کر کے آئین۔ قاعدہ کی بات ہے اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا [۵۱] یہان تک کہ ثریا کے متصل چھ ستارون کی طرح جو لوگ اجتماعی حالت مین آباد تھے۔ وہ بنات النعش کے منتشر سات ستارون کی طرح متفرق ہو کر تمام ہند کے شہرون مین پراگندہ ہو گئے۔ موسیٰ کے فرزند کا دل خانمان کی خرابی۔ اور ہمراز صوفیون کی مفارقت کے سبب سے جو پریشان خاطری تھی۔ اُس سے پہلے ہی باختہ تھا۔ اب یہ تنہائی کا درد۔ اور اہل قبیلہ کی جدائی کا رنج۔ مذکورہ بالا واقعات پر مزید ہوا۔ جس نے نہایت حسرت کے ساتھ گھر سے بھی آوارہ کر دیا لہذا آپ ہمایونی باظفر لشکر کے ہمراہ خاندیس سے چل کر مالوہ کی طرف آگئے۔ ایک موضع لونہرہ نامی شہر منڈو (مانڈو) سے شمالی سمت مین تین کوس کے فاصلہ پر واقع ہے اِس موضع مین قیام کرنے کا ارادہ کیا۔ چند روز تک رسمی اسباب کو ہاتھ نہین لگایا صرف ظاہری توکل پر گزران کی۔ اور نو بارہ نامی ایک عمارت قصبہ اور آبادی کی حدود سے دور ہے۔ اِس عمارت مین آپ قیام فرما کر تن کے گھلانے۔ اور جان کی پرورش کرنے مین راتون کو صبح کیا کرتے تھے اور دن کے اندر آبادی مین آکر آزادگان زمانہ کی صحبت مین گزارتے تھے۔ جو لقمہ بے سوال ہم پہونچتا تھا۔ چونکہ اُس کے روا۔ و ناروا۔ اور حلال و حرام کی تمیز او پہچان مین قوت شناخت کارگر نہین ہوتی تھی۔ اور دل شریعت پسند کمانے کو چاہتا تھا لہذا آپ نے فتوحات لینے سے ہاتھ آستین مین کھینچ لیا۔ اور روزی کے واسطے ناچار یہ تجویز نکالی۔ کہ آپ کی شب باشی کے گمنام گوشہ کی ہمسائگی مین کاغذیون کا ایک محلہ تھا۔ وہان جا کر چند دستہ کاغذ قرض خریدے۔ اور کاغذ فروشی کے پردہ مین روزی دہندہ پروردگار کے کمال کا مشاہدہ کر کے اپنی حقیقت بین آنکھون مین بصیرت کا سرمہ لگایا۔ اِس پیشہ کے ذریعہ سے وسعت رزق کا دروازہ آپ کے چہرہ پر کشادہ ہوا۔ یہان تک کہ اِس ملک کے تمام سوداگرون کے معاملات کا انحصار آپ کے مشورہ پر ہو گیا اور آپ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ [۵۲] کے حلقہ مین سرگروہ قرار دئے گئے۔ اور بہت مدت تک ایک جگہ پر رہنے سے ایسا ہوا۔ کہ باغ دوستی کے تازہ کھلے ہوئے پھولون کے ہاتھ آپ نے اپنا

---

۵۱ بادشاہ جب کسی شہر (کو بزور فتح کر کے اُس) مین داخل ہوا کرتے ہین۔ تو (اُن کا دستور ہے کہ) اُس کو خراب کر دیا کرتے ہین ۱۲

۵۲ ایسے لوگ جن کو سوداگری اور خرید و فروخت خدا کے ذکر سے غافل نہین کرنے پاتی ۱۲

دل اور آنکھین فروخت کردین - اور اِس حالت کے اقتضا سے کہ خدا ہونے کا ہیولیٰ ضمیر کے اندر اُٹھ کھڑا ہوا -

جب اِس ناشگفتہ پہول کی مہک - دلسوز ہمدمون کے دماغ کو پہونچی - تو اُنہون نے اس اندرونی خیال کو عمدہ سے عمدہ صورت کے ساتھہ تکمیل کو پہونچایا - اور تنہائی کے وحشت کدہ سے رہائی دیکر خانہ آبادی کا سامان دیکر سعید کدخداؤن کی طرح کیا - آخر کار سمدھیانہ والون کی کشش اور کوشش کے اثر سے آپ لونہرہ مین رہنے سے دل تنگ ہوکر منڈو (مانڈو) مین رہنے لگے - چند روز بعد ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام نور محمد رکھا گیا - ہنوز دو سال کی عمر نہین ہونے پائی تھی - کہ اُس بچہ کی ہستی کا سامان آسمانی ہوا - پہر ایک مدت دراز تک کسی فرزند کی ولادت کی نوید - گوش امید کے کان مین نہین پہونچی - ہجری سنہ نوسو ساٹھہ مین **شیخ میان جیو** جو سید جلال ابن سید احمد جعفر کے مرید شیخ صدرالدین ذاکر کے خلیفہ - اور **راقم** گلزار کے ماموں ہین تجارت کے طور پر احمد آباد گجرات مین گئے تہے - ایک دفعہ شب جمعہ کو اپنے پیر کے روضہ مین گئے - رو مراقبہ کے زانو پر - جو آرزومندون کے اوکہنے کا تکیہ ہے - اِس ارادہ پر سر رکھکر محو ہوگئے کہ میری فلان ہمشیرہ جو بچہ ہونے سے نا اُمید ہے - اِن بزرگوار کی برکت سے نشاط خوشخبری کے ساتھہ اُمیدوار ہو - **الحاصل** عالم مثال مین ایسا نظر آیا - کہ ایک نہایت منور فانوس میرے ہاتھہ مین دیا گیا ہے جس کی روشنی کے اندر مین اُس جگہہ بآسانی پہونچ گیا ہون - کہ جہان کا عزم تہا - اور جہان راستہ کی تنگی و ناہمواری اور رات کی تاریکی اور خوف سے نہین پہونچ سکتا تہا بیدار ہوکر اللہ **جل شانہ** کا شکر حد سے زیادہ کیا - **شیخ میانجیو** وطن کو لوٹ کر آئے - تو اِس بشارت سے ہمشیرہ کے مغموم دل کو مسرور کیا - اور اسی واقعہ کی تعبیر سے جو تقدیر کے موافق تہا - **راقم** گلزار کی علمی صورت نے اطوار سبعہ[۵] پر سے عبور کرکے جمعہ کی رات تاریخ گیارہوین رجب ہجری سنہ نوسو باسٹھہ مین عنصری پیکر کا لباس زیب بدن کیا -

اِس خوشی کی روح فزا ہوا سے گہر کے در و دیوار شگفتہ ہوئے - اور تمام خویشون اور عزیزون کے گہرون مین نوروزی اور آرایش کی صورت پیدا ہوئی جس طرح باغ - ہزار داستان کے ترنم سے پر آہنگ

[۵] اطوار سبعہ صوفیہ اصطلاح مین یہ ہین - طبع - نفس - قلب - روح - سر - خفی - اور اخفی اور بیان پر اطوار سبعہ سے مراد مضمون آیۃ قرآنی ہے - جو اٹھارہوین پارہ کے اول رکوع مین ہے - ولقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین ثم جعلنٰہ نطفۃ فی قرار مکین ثم خلقنا النطفۃ علقۃ فخلقنا العلقۃ مضغۃ فخلقنا المضغۃ عظاما فکسونا العظام لحما ثم انشانٰہ خلقا اٰخر ۱۲

ہوتا ہے۔ اسی طرح نشاط اور خوش دلی کے نغموں سے مکان مالامال ہوگیا۔ سعادت نگار منجموں نے زائچہ کے اعتبار سے محمد نام رکھا۔ پرستارانِ خانہ محبت اور تعظیم کی راہ سے راجہ محمد کہنے لگے۔ (راجہ ہندی لغت میں شاہ کو کہتے ہیں) اور پدر بزرگوار نے یعقوبی محبت سے یوسف نام رکھا جس قدر نقد وجنس قبضہ میں تھا۔ نیز جس قدر نقد اور کپڑا قرض سے بہم پہونچ سکا۔ تمام کشادہ پیشانی سے۔ اور عذر ومعذرت کے ساتھ معززین کی تواضع اور تکریم میں۔ آزادہ دلوں کی تدر میں۔ عزیزوں کی خلعت میں۔ مطربوں کے گانے بجانے کے انعام میں۔ اور بادہ فروشوں کی سخن آرائی کے صلہ میں صرف کیا مختصر کوتاہ۔ ہر ایک گروہ کے ساتھ جس طریقہ سے کہ مناسب معلوم ہوا۔ خدمت گزاری کرنے میں نیم قدم بھی پیچھے ہٹا کر نہیں رکھا چنانچہ صد اللہ کر لاف وگزاف کی صورت راقم کے وطن میں گوناگوں رنگ کے ساتھ شہرت رکھتی ہے اس ہمت آزما خوشی کے اندر مال لٹانے میں جو ڈھیلی چٹکی سے کام لیا گیا۔ اس سبب سے آپ نے پھر دوبارہ مال ومنال فراہم کرنے میں کبھی تگ ودو کر کے اپنا پاؤں غبار آلود نہیں کیا۔ صرف قوت کی مقدار سے ضروری الوقت چیزیں پسند رہیں۔ بالخصوص جب راقم کی عمر کم وبیش پانچ سال کی ہوئی۔ تو گردش زمانہ سے سلطنت میں صورت تحویل پیدا ہوئی۔ اس شور وشغب کے سبب سے کیا سوداگر۔ اور کیا سپاہی۔ جملہ ارباب داد وستد ہجرت اور فرار کر گئے۔ اور زیان زدگی کی ترقی ہونے کے سبب سے تہی دستی کا بازار گرم ہوا۔ چونکہ خدا طلبی اور درویشی کی سابقہ عادت پدر بزرگوار کی ذات میں استحکام کے ساتھ قایم تھی۔ اسواسطے کام کرنے والا ہاتھ بیکاری کی آستین میں۔ اور پاؤں گوشہ گزینی کے دامن میں کھینچ لیا۔ آپ کا واپسی سفر شب جمعہ تاریخ چودھویں صفر ہجری سنہ نو سو ستر میں ہوا ہے۔ اُس وقت تک کسی حاجت اور کسی کام کے واسطے اپنے مکان اور مسجد سے بازار کی طرف یا کسی کے مکان کی طرف باہر نکل کر نہیں گئے۔

مصنف گلزار کے حالات

تقریب کی تلاش نہیں کرنی پڑی۔ اور اس کے بدون سخن کا گھر۔ درویش کی سرگزشت پڑھنا جس کو سنگلاخ کہنا موزوں نہیں ہے۔ پانچویں سال میں اُنہیں میرے ماموں (شیخ میانجیو) نے مجکو شیخ کمال الدین قریشی کے مکتب میں داخل کیا۔ اِن دونوں بزرگوں کا کسی قدر حال چوتھے چمن میں گزارش ہو چکا ہے۔ آٹھویں سال کے آغاز میں تجوید قرآن کی صفائی کی۔ پھر فارسی خوانی میں کوشش کی گئی۔ جب زباندانی کے

کوچہ مین نو رفتار طفل کی مانند چلنا سیکھا - اور عمر نے گیارہ سال کے دائرہ مین قدم رکھا - تو پدر بزرگوار کی حیات کی گھڑی تمام ہوئی - کوچ کے وقت فرمایا - میرے دل مین ایسا خیال تھا - کہ تیس سال تک اِس خرد سال لڑکے کو جس کے خرد روز افزون ترقی پر ہے - ہوشیار دانا لوگون کی خدمت سے - اور اہل علم عالی فطرتون کی ملازمت سے دہ بہین ہونے دون گا - تاکہ گوناگون درستی فنون اور انواع و اقسام کے ملکی اور انسانی علوم کی تحصیل مین سرگرم ہو کر اپنا تقدیری جوہر اونچے درجہ پر ظاہر کرے - لیکن اُخروی سفر بعجلت پیش آجانے کے سبب سے یہ اندیشہ اندرون باطن سے ظہور مین نہین آیا - اور دل کے ارمان دل مین ہی رہے - یہ بالکل سچ ہے - کہ آپنے اپنے قلبی نقش کے قرارداد کو زبانی تقریر مین ایسی خوش اسلوبی سے ادا کیا - کہ سننے والے کونے کی طرح اندر سے خالی کر کے - اپنے باثر ترنم سے مالامال کردیا اور راقم کے دل مین استحکام کے ساتھ یہ بات جمی - کہ اگر تقدیر تدبیر کے ساتھ موافق آوے - تو والد ماجد کے قایم کئے ہوئے خیال کے موافق کاربند ہو کر اس کام کو مین اِس طرح انجام دون گا - کہ جس طرح این و آن کی صور علمیہ عینی لباس مین ظہور پذیر ہوتی ہین - اور پدر بزرگوار کی روح اس تعلق سے آزاد ہو کر بے رنگی اور آسودگی کی بہشت مین خرامان پھرے گی -

بالآخر - سواے اُن چند روزون کے جو پابندی رسم و عادات کے لحاظ سے - لوازم سوگواری ادا کرنے مین گذرے راقم نے ایک سانس بھی طلب علم کا راستہ چلنے کے بدون نہین لیا - اور بفرمان من استوی یوماہ فہو مغبون[۵۱] ہر ایک دن کو اس کے آگے آنے والے دن کے ساتھ ایک حالت پر نہین ملایا - بلکہ روز بروز دریافت مطالب کی فتوحات دوڑنے کے اندازہ سے سو حصہ زیادہ اپنی ذات مین پاتا تھا والدہ ماجدہ ہر چند مجھ سے ناخوش اور رنجیدہ وار دل تنگ رہتی تھین کہ شاید یہ حال دیکھکر مین درویشون کی خدمت اور مدرسون کی ملازمت سے دل برداشتہ ہو کر دنیا دارون کے کام اور کسب مین اولجھ جاؤن اور اسی خیال سے مجکو سترہ سال کی عمر مین کدخدا بھی کردیا - اِس امید پر کہ اِس زنجیر کے سبب سے جو پاؤن دانش و بینش طلبی کے کوچہ مین آمد و رفت رکھتا ہے وہ سست قدم ہو جاوے گا - اور اس کمند کے ذریعہ سے ہماری اور نیز دیگر اپنے عزیزون کی طرف کھنچ آوے گا لیکن اِس جبر منت کرنے پر بھی اُس استغراقی حالت سے جو تحصیل معرفت کے عزقاب مین حاصل تھی - ایک بال برابر بھی کمی نہین آئی جب بیس سال کی عمر ہوئی - تو کسی قدر تونگری جو ظاہر مین تھی - ہزار حصہ زیادہ ہو کر تعمیر باطن کی طرف

۵۱ - جس شخص کے دو دن برابر ہون - وہ نقصان مین ہے ۱۲ -

متوجہ ہوئی۔ اور تمام فقر و نیستی جس نے دل کے اندر۔ اور اک اور علم کا دامن ہاتھ سے پکڑ رکھا تھا۔ صرف دسوان حصہ باقی رہ کر وجہ معاش کے گریبان سے لٹک گئی۔ یہان تک کہ دن مین تنہا اور مخفی طور پر جنگل مین جاکر پتے اور خودرو گھاس سے آتا تھا۔ اور اس ذریعہ سے درہ گرسنگی کا علاج کرتا تھا۔ اور رات مین گھر کے اندر دل کی روشنی چراغ کا کام۔ اور ہاتھ کی ٹٹول بینائی کی نیابت کرتی تھی۔ کیونکہ میری طبیعت کو ما ہو الواقع کے اظہار مین ننگ معلوم ہوتی تھی۔ اور زبان کو ہمت فروشانہ گفتار سے آشنا نہین کرتا تھا۔ آخرکار یہ شیوہ بڑھتے بڑھتے۔ اس درجہ پر پہونچا۔ کہ میری استغنا اور بے نیازی کے سبب سے چند لوگ ارباب تجارت کے ساتھ میری ملاقات دیکھکر مجھکو مالدار تاجر سمجھتے تھے۔ بعض لوگ میری موزون طبیعت پر نظر کر کے صلہ لینے والا شاعر جانتے تھے۔ بعض لوگ جوہریون کے ساتھ میری ہمراہی دیکھکر مجھکو کیمیاگر تصور کرتے تھے بعض لوگ دولتمندون کے ساتھ میری آشنائی دیکھکر میرے اوپر ان سے بہت کچھ فائدہ حاصل کرنے کا گمان کرتے تھے۔ بعض لوگ عمال اور پرگنات کے کلان افسرون کے ساتھ میری امداد دہی دیکھکر مال گزاری کے کامون مین شریک سمجھکر مجکو منشی کہتے تھے۔ القصہ لباس بہت لوگون کے نزدیک سب قسم کے لوگون سے ان کی صورتون مین میری آمیزش اس قسم کے خلاف ظنون اور خیالات کا منشا ہوتی تھی۔ اور نیز لوگ اسی طرح کے مختلف تصورات میری تونگری کے بارہ مین۔ ظاہری وہم سے قائم کر کے ہمیشہ مجکو ذی ثروت دنیا دار جانتے تھے۔ مروت اور جوانمردی کے ساتھ پیش آنے سے جس کی کچھ قدر و قیمت عوام کے نزدیک نہین ہے۔ مجکو اور نیز خود کو شرمندہ نہین کرتے تھے۔ خشک و خالی آشنائیون کو خدائی صحبت اور ربانی مجلس قرار دیکر کبھی اجازت کے ساتھ۔ اور کبھی تغافل کے ساتھ ہم ایک دوسرے سے خوش و خرم جدا ہوتے تھے۔ ہم مین سے ہر ایک بجسب ظاہر خوش دلی کے ساتھ اپنے اپنے کام کا راستہ لیتا تھا لیکن جو اصحاب محرم ہوتے تھے۔ اُن کے ساتھ ہمیشہ رازداری کی باتین رہا کرتی تھین۔ اور مین ہمیشہ اپنی خاطر کو رضا و تسلیم کا گلستان۔ اس تصور کی بہار سے بنائے رکھتا تھا الحمد للہ الملہم بالصواب جس نے اس گزرے ہوئے واقعہ مین اصحاب صفہ رضی اللہ عنہم کے اوصاف کے ساتھ مجکو متصف فرمایا۔ آیۃ کریمہ لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُم بِسِيمَاهُمْ لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا

لہ خیرات (تو) اُن حاجتمندون کا حق ہے۔ جو اللہ کی راہ مین گھرے بیٹھے ہین ملک مین کسی طرف کو

کے عام مفہوم مین اتباعًا شامل کیا - اور جس نے صدر الذکر لسبتہ نکتہ سمجھا کر اہل زمانہ کے سلوک کو جو بہت
سی شکایتون کا سبب تہا - ہزارون شکر کا باعث بنایا - القصہ زیادہ تر تعجب کی یہ بات ہے - کہ
مہمان داری - مروت - اور تقلیدی داد وستد مین خویش و ہمسایہ کے ساتہ برتاؤ - اور آشنا و بیگانہ کے
ساتہ معاملہ جس طرح سے اور جس درجہ پر پدر بزرگوار کے زمانہ مین اور فراخ دستی کے وقت تہا - بالکل بے
کم و کاست اوسی طرح سے اور اوسی درجہ پر عمل مین آتا تہا - ایزدی پوشش کی وسیع پردہ داری کی ستایش سے
کیونکر عہدہ برا ہو سکتا ہون - کہ اُس نے وقت بے وقت کام پیش آنے پر - کمال ضرورت کے موافق
نقد و جنس مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ عطا فرما کر حسب عادت کاربراری فرمائی - کیونکہ اگر سابقہ طریقہ پر کوئی کام
نہین کیا جاتا ہے - تو ناداری اور درویشی کے چہرہ پر سے نقاب دور ہو جاتا ہے - اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ
کہ مین اس حالت کی مشق کو غنیمت نہین جانتا تہا اور قدم ڈگمگا جاتا تہا - کہ عزیزون کی طرف بازگشت کرتا
تہا - اگرچہ معاش مین تنگی نہین آتی تہی - لیکن مَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا کے
پیشگاہ سے ثُمَّ رَدَدْنٰہُ اَسْفَلَ سَافِلِیْنَ کی گمراہی کے گڈہے مین سرنگون جا پڑتا تہا - پہر تقدیری
کرشمہ سے اس دشوار زمانہ مین والدہ ماجدہ کی خوشنودی کا باعث ہے کہ مقلب القلوب نے مدد فرمائی اس
طور پر - کہ مان نے اپنے بیٹے کو درویشی اختیار کرنے پر دلاور کیا - جس کے سبب سے ستون کی قوت یکدلی پر پاکر
خداشناسی اور تحصیل علم کی شاہراہ مین پہلے سے زیادہ استواری کے ساتہ قدم رکہا - اور اس لغزشگاہ
سے بہت جلد آگے بڑہکر - ساز و سامان والے عزیزون کو مشرق مین - تو خود کو مغرب مین سمجہا - اور ظاہری
توجہ کو اُن کی طرف محال جان کر اپنے تئین برگزیدہ کام مین تیزرو کیا -

اللہ تعالیٰ اجل شانہ کی عجب شان ہے - جس خوفناک شورش نے - والدہ ماجدہ کی
دل تنگی کے سبب سے بیٹے کی خاطر کے آفتاب کو سر سے پانون تک گہیر لیا تہا - اُس کا ہنوز پورا پورا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۶۱۳ - (جانا چاہین - تو) جا نہین سکتے - (جو شخص ان کے حال سے) بے خبر (ہے وہ) ان کی
خودداری (کی وجہ) سے اِن کو غنی سمجہتا ہے - (لیکن اے مخاطب) تو (انکو دیکہے - تو) ان کی صورت سے ان کو صاف
پہچان جائے (کہ محتاج ہین مگر ان) لگ لپٹ کر لوگون سے نہین مانگتے ۱۲

لہ - جس کو بات کی سمجہ دی گئی - اوسنے بے شک بڑی دولت پائی - ۵۲ پہر ہم اُس کو (بوڑہا کرکے) کمتر سے کمتر مخلوق
کے درجہ مین لوٹا لائین گے ۱۲ -

انکشاف نہین ہونے پایا مگر انجلاے باطن کے آغاز مین ہی - ایک وبال مین گرفتار ہوگیا - یعنی ہمس
کی آنکھہ ایک نورانی صورت جمیلہ کے دیدار سے گرم نگاہ ہوئی - اور ایک زمانہ دراز تک طرفین سے
سوال وجواب کا کام - گوش وزبان کی نیابت کی حیثیت سے نگاہ کرتی رہی - بوستان ۵

وو کس را کہ باشد ہم جان وہوش	حکایت کنانند دلہا خموش

اِس آفت کے نازل ہونے سے کونین کے اسباب اور دونون جہان کی کامیابی حاصل کرنے سے دل سرد ہوا - تسسد الذاکرین شیخ صدرالدین محمد شمس ذاکر - بردورہ (بڑودہ) گجرات سے حضرت غوث الاولیا کی آستانہ بوسی کے واسطے گوالیار گئے ہوئے تھے - یہان سے اِن ایام مین تاج العرفا شیخ سراج الدین خان اپنے پیر صدر الذاکرین کی خدمت سے واپسی کی اجازت لیکر براہ مالوہ اپنے وطن کو جاتے تھے - جب شہر منڈو (مانڈو) مین گزر ہوا - تو راقم گلزار کے مکان مین نزول فرمایا - راقم کو سوز عشق اور شور شوق مین بالکل مستغرق پایا - ایک رات میرا ہاتھہ پکڑ کر اپنی ارادت مین لینے کے واسطے دعوت دی - مینے بھی قبول کرکے ۵ اِنَّ الَّذِینَ یُبَایِعُونَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُونَ اللّٰہَ پڑہا - اور رسمی بعیت انجام کو پہونچائی - میری دیکھا دیکھی میرے بہت سے ہم عمر اور دوست بھی مرید ہوئے - تاج العرفا عرض معروض کرنے پر دو تین روز مہمان رہکر - روانہ وطن ہوئے - غوثی کا غذی نقوش والون کی دیرینہ رسم ہے کہ ہر ایک نامہ نگار تقریبی واقعات درمیان مین لاکر بیان کا اولین سلسلہ توڑ دیتا ہے - اور جب تقریبی واقعہ سے فراغت ہوجاتی ہے - تو اُسی سابقہ ناتمام تقریر کی طرف متوجہ ہوجاتا ہی جیسے کوئی راہ رو - راستہ چلا جارہا ہے راستہ کے درمیان مین اگر داہین بائین دیکھنے کے قابل کوئی چیز نظر آجاتی ہے - تو فوراً اُس طرف نگاہ اٹھاکر دیکھنے لگتا ہے - اور اُس دلکش منظر کے دیکھنے سے ایزدی آفرینش کے عجائبات پر عبرت کی نظر ڈال کر سمت مقصود کو چل نکلتا ہے - علی ہذا - اب ہم کو بھی اسی سابقہ واقعہ نگاری کی طرف رخ کرنا چاہیے ایک سال نہین ہوا تہا - کہ اُس جمیلہ کے شوہر کا ارادہ - دار السلطنۃ آگرہ کے سفر کا ہوا - راقم کو ایسا کوئی بہانہ نہین ملا جس کے سبب سے سفر کرنے کی صورت مین سفر کی اصلیت پر نکتہ چینون کی رسائی کا ہاتہ پہونچنے سے کوتاہ رہے - ناچار ہمراہی سے باز رہا - صبر وسکون کی دیوار پر تکیہ لگاکر - اور تحمل کے زانو پر سر رکھکر جدائی کے غم کا بے انتہا بار - حوصلہ کے دوش پر اٹہاتا رہا - جو گہاس کے تنکہ کا وزن بھی

۵ جو لوگ تمہارے ہاتھہ پر بیعت کر رہے ہین - تو وہ (تم سے نہین بلکہ) خدا ہی سے بیعت کر رہے ہین ۱۲

نہین اُٹھا سکتا تھا - لراسمہ

قرار صبر بخود دادہ باز ماندم ازو	باین خیال کہ تن در دہم بہ تنہائی
فراق میکشدم ہر زمان و میگوید	سزائے آنکہ کند تکیہ بر شکیبائی

چند مدت اسی طریقہ پر خون جگر کھا کر عمر گزاری - بالآخر معلوم ہوا - کہ محبت کے درد اور دوری کی تکلیف سے کے واسطے ملامت کا سفوف نصیحت کی گولیان - شرم کا لعوق - دوستی وطن کا ضماد - دیدار والدہ کا شربت - ہم نشینون کی مفارقت کا داغ - عزت کی معجون عقل کا تریاق - طعن کا نشتر - اور آسودگی کا نطول - یہ چیزین فائدہ بخش نہین ہین - اور کسی افسون و افسانہ سے - کسی تعویذ و طومار سے - اور کسی قسم کی تصدق و خیرات سے اس درد اور تکلیف سے نجات کی صورت ممکن نہین ہے لراسمہ

دیگر برفع درد محبت دلا بکوش	روزے کہ ہیچ وصل دوا داشتم گشد

ناچار یہ بات دل مین ٹھانی - کہ جو سمت اپنے مسافر کی ہے - اُس طرف آوارگی کا سامان کرنا چاہیئے - یہ خیالات ہو ہی رہے تھے کہ اس درمیان مین صدر الذاکرین بھی حضرت غوث الاولیا کی روح پر فتوح سے اور انکے حقیقی جانشین شیخ عبداللہ سے قدس سرہما رخصت ہو کر براہ مالوہ گجرات کی طرف لوٹ کر گئے جو اُن کا خاص وطن ہے - جب منڈو (مانڈو) مین پہونچے - تو غریب خانہ کو اپنے بابرکت قدوم سے سعادت خانہ بنایا - راقم نے اپنے سابقہ واقعات تحصیل علم کی کیفیت - اسی کے برابر مین والد ماجد کا ضمیر جو وصیت کے وقت زبان پر لائے تھے - اس تعمیل کے ضمن مین جو واقعات پیش آئے - اور برداشت کرنے پڑے - عشق کی بلا مین مبتلا ہونے کا ماجرا - جدائی کی آفت - ہمراہ نہ جاسکنے کا حرمان - ان گھاٹیون کے طے کرنے مین جو کچھ سر پر گزرا - اور اوٹھانا پڑا - اس اثنا مین شیخ سراج الدین کے پہونچنے اور اپنے مرید ہونے کی کیفیت - اور اس سلوک کے اندر جو کچھ عمل مین لایا - اور قرار دیا - غرض کہ یہ تمام حالات ایک ایک کر کے تفصیل وار ان بزرگوار کے سامنے عرض کئے - صدر الذاکرین نے فرمایا - جب تک آب و گل کی دوری (ظاہری بعد) درمیان مین تھا - تب تک شیخ سراج الدین کے ساتھ تمہاری ارادت - صورت اور معنی کے اعتبار سے سراج اور صدر کے درمیان مین منقسم تھی - جب تقسیم کا سبب - جو مکانی بعد ہے - باقی نہین رہا - تو وہ نسبت بھی جو صورت کے اعتبار سے تھی - صدر کی ہی طرف لوٹ آئی - یہان سے ظاہر ہوا کہ جس شخص کا شیخ زندہ ہو - اُس شخص کا مرید جب تک اس شیخ (دادا پیر) سے دور ہے - تب تک صدر الذاکر شیخ

(دادا پیر) کے ساتھ ارادت معنیٰ رکھتا ہے - اور جب وہ مرید شیخ (دادا پیر) کی صحبت مین پہونچ جاتا ہے تو ظاہری تصرف بھی اُسی شیخ (دادا پیر) کی طرف بازگشت کرجاتا ہے - اور وہ شخص (مرید کا اصلی پیر) اس معاملہ مین محض سفیر رہ جاتا ہے -

درویش کے اعیان ثابتہ (صور علمیہ) کی عجب سعادت ہے - کہ وطن کی طرف جانے والا مسافر کو جن کا ایک روز کا مقام بھی ذی عزت اصحاب کی التماس ہے - یاکسی مانع کے پیش آنے سے ہی ظہور پذیر ہو سکتا ہے مسبب الاسباب نے بدون اس بہانہ کے ایک سالہ قیام کی توفیق عطا فرمائی - اور اُن کی زبان کو اس دل نوازبیان کے ساتھ شکرفشان کیا - کہ اس شہر کا قیام - اِس نیک مزاج جوان کی خوش قسمتی نے میرے حق مین عزیز کیا ہے اور مسافر کے معنوی تصرف کی عجب کرامات ہے - کہ کوچ کا ارادہ کرنے والا مجبور کو جو اپنے سفر کو گئے ہوئے دلدار کے پیچھے آوارگی کا ارادہ رکھتا تھا - اس قدر عرصہ دراز تک اپنی ملازمت کے اندر کام مین لگائے رکھا - اور باوصف اس قدر پراگندہ دلی اور پریشان خاطری کے اُس کے ادراک کے ڈبہ کو پنجگانہ جواہر کے اسرار سے مالامال کیا - جو حضرت غوث الاولیا کی عمدہ تصانیف مین سے ہے چندروز بعد جب ایک دل پر چوٹ مارنے والی خبر صدر الذاکرین کو پہونچی - تو گجرات جانے کا پرانا عزم جو ضمیر کے تہ خانہ کے اندر خواب فراموشی مین تھا - بیدار ہوا - مرغ دل پھڑپھڑایا - اور دماغ چکر کھا گیا - جس کا نتیجہ یہ ہوا - کہ کالبد کے قفس کو جنبش ہوئی - ناچار سکون کا پلہ سفر کے پلہ سے ہلکا پڑ گیا - صدر الذاکرین نے محمود العواقب مسعود المآرب شیخ ظہور الدین محمود جلال کو درویش کی باطنی پرورش کے واسطے جو اُس وقت تک اتمام کو ہین پہونچی تھی - ہمیشہ منڈو (مانڈو) مین رہنے کی اجازت دی - مسبب الاسباب کے الطاف کی ستایش سے کیونکر عہدہ برا ہوسکتا ہون - کہ جن ایام مین ظاہری و باطنی حواس کے بھائیون نے میری روح کے یوسف کو - نفسانی ہوا و ہوس کے کنوئین مین ڈالا تھا - اُن ایام مین صدر الذاکرین کے دل مین اپنے وطن سے حضرت غوث الاولیاء کی زیارت کا عزم بالجزم قایم کرکے روانہ گوالیار کیا - اور پھر قافلہ والون کی طرح گوالیار سے براہ مالوہ لوٹا کر اِس تباہ کاری کے کنوئین مین ڈوبے ہوئے شخص کے سر پر پہونچا یا - تا کہ صدر الذاکرین - توجہ کے ڈول مین تلقین کی رسی کے ساتھ غریق کو مجازی گرفتاری کے کنوئین سے نکال کر مصر حقیقت کی طرف رہنمائی فرمادین - اب راقم امیدوار ہے - کہ وہی مسبب الاسباب - پھر مالک نشاتین - اور صاحب ریاستین کو مہربان کردیوے - کہ اس گرفتار کے حق مین تھوڑی سی توجہ کو کام فرما کر انانیت کے قید خانہ سے

رہائی بخشین - اور تخت خلافت کی کرسی پر پہونچا دیوین - اور مذکورہ بالا بھائیون کا مسجود بنا دیوین - سبحان اللہ اس قدر کام کے واسطے کس قدر اسباب انگیزی اور پردہ داری کام مین لائی گئی ہے - اسی معنی مین ہی جس کسی نے یہ کہا ہے رُبَّ سَاعٍ لِقَاعِدٍ ترجمہ - ایک بیٹھنے والے کے لئے - کئی خدمت کنندہ ہوتے ہین -

قال بعض المحققین فی تفسیر قولہ تعالیٰ وجآءت سیارۃ فارسلوا واردھم فادلی دلوہ الآیۃ - لما اراد اللہ خلاص یوسف عن الجب ازعج خواطر السیارۃ فی قصد السفر واعدمھم الماء حتی احتاجوا الی الاستسقاء لیصل یوسف علیہ السلام الی خلاصہ ولھذا قیل

بعض محققین نے قولہ تعالیٰ - وجاءت سیارۃ فارسلوا واردھم فادلی دلوہ کی آیۃ کی تفسیر مین ایسا کہا ہے - ہرگاہ کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے کنوئین مین سے یوسف علیہ السلام کی رہائی کا ارادہ فرمایا تو ارباب قافلہ کے قلوب کو قصد سفر پر برانگیختہ کیا - اور پھر اُن کے پاس سے پانی معدوم کر دیا - یہان تک کہ قافلہ والے پانی بہم پہونچانے پر مجبور ہوئے - اور یہ سب سامان اللہ تعالیٰ نے اسواسطے کیا کہ قافلہ والون کو یوسف علیہ السلام کے پاس تک اون کی رہائی کے واسطے پہونچا دیوے - اسی معنی مین یہ شعر ہی کہا گیا ہے - ترجمہ

الا رب تشویش یقع فی العالم والمقصود منہ سکون واحدۃ

سنو جی بعض متعدد تشویشین عالم مین ایسی واقع ہوتی ہین - جن سے سکون واحد مقصود ہوتا ہے

بیت

بحلوا پزی صد کس آتش کنند	زحلوا او بان سیکے خوش کنند

یہ سب کچھ تو ہوا - مگر وہ دیرینہ پریشانی - جس نے دل کو مکھی کی طرح - عنکبوت تانے بانے مین لپیٹ رکھا تھا اُس پریشانی کا ہر ایک تار - آزادی کی گردن کے واسطے پھانسی کی رسی ہو گیا - اور وہ پرانی آگ جو شوق وجدائی کی بجلی سے ہستی کے خرمن مین آ پڑی تھی - اُس آگ کو پیر بزرگوار کے مرشدانہ تصرف نے خاکستری کیا - (راکھہ مین دبایا) انجام یہ ہوا - کہ مفارقت کی ہوا جو دوردیہ چلی - تو اُس نے اُس آگ کے جو گیانہ رخسارہ پر مشتعل ہونے کا اوبٹنا ملا - اور بدن کے ہر ایک سام سے پسینہ کی جگہ شعلے نکلنے لگے - طاقت کیمیا ہوئی - اور صبر و سکون عنقا ہوا - ہرچند اس مجازی عشق سے اپنے تئین باز رکھنے کے لئے

جواہر خمسہ کے اوراد - اذکار - اشغال - اور نیز تمام اعمال عمل مین لایا - لیکن جمعیت حاصل نہین ہوئی پھر خیال کیا - کہ اگر پریشانی کے چہرہ پر نقاب ہوا الکراس دیوانگی کے ساتھ ننگے سر - اور اس آشفتگی کے ساتھ آبلہ پا - اپنے سفر کو گئے ہوئے دلدار کے راستہ مین چل کھڑا ہوتا ہون - تو ناتوان والدہ کی زندگانی کا سرمایہ جو کچھ ہے - لڑکے کا ہی دیدار ہے - بیشک لڑکے کی آوارگی کا وقت والدہ کے واسطے واپسین نفس ہوگا - ناچار اس ملک سے نکل بھاگنے کی تدبیرین رفتار زمانہ سے تلاش کرنے لگا - سوائے اس کے کوئی راستہ نہین ملا - کہ اپنے تئین سابقہ طرز معیشت اور اولین راہ وروش سے لوگون کے نزدیک پشیمان ظاہر کرنا چاہیئے - اور قبیلہ قرابت کی طرف توجہ کر کے پھر تجارت کرنے اور سامان تجارت بہم پہونچانے کی آرزو پیش کرنی چاہیئے - جب اس فریب دہ بازگشت پر اطلاع ہوئی - تو تمام لوگون کے دل دیرینہ پژمردگی سے نکل کر - تازہ اور شگفتہ ہونے لگے - اور خواہش کی مقدار سے زیادہ سوداگری کا سامان فراہم ہوگیا - ہجری سنہ نوسو تراسی مین دیاریار کی طرف کوچ ہوا - اور بجلی کی طرح دوڑ چلنے کو زحل کی دائمی رفتار کے عوض فروخت کر کے اُس بلبل کی مثل جاتا تھا جس کو قفس کے اندر بند کر کے باغ کی طرف لے جائین اور ہو - بات بڑہ گئی - جب دارالسلطنتہ آگرہ مین پہونچا - تو سراغ لگانے مین سخت انقباض پیدا ہوا - ناگاہ عشق کے شعلہ نے آفتاب کی شعاع جیسی روشنی سامنے کی ایک آشنا ملا - اور یکے بادیگرے پرسش حالات مین اصل مدعا سے محروم رہا - آشنا نے کہا - بروز فردا جستجو کی پریشانی یافت مقصود اور دیدار کی تسلی سے دور کردی جاوے گی - چونکہ عجلت کرنے سے مستمندانہ شوق کی پردہ کشائی ہونے کا خیال تھا - لہذا اپنے تئین قرار داد کے حوالہ کر کے صبر کے ساتھ لوٹ آیا - دوسرے روز علی الصباح خواہش کا نقد ہاتھ پر لئے ہوئے - سراغ رسان کے گھر گیا - وہ بھی کشادہ پیشانی اور شگفتگی کے ساتھ پیش آیا - اور اس نے رہنمائی کر کے منزل مقصود کو پہونچایا خدا سخن کی عمر دراز کرے - جس کی امداد کے ذریعہ سے طرفین کی سرگزشت ظاہر ہو کر دلدہی - دلبری - دلسوزی - اور دل آویزی کے ساتھ یکے بادیگرے واقفیت حاصل ہوئی - اور خوشی و خورمی کے ساتھ ملاقات - اور ملاقات کے ساتھ دلاسا اور دیدار نصیب ہوا - اسی طریقہ پر ہلالی پانچ دور تک رازداریان روز افزون رہین - اور آمد و رفت کی کمی - جو ہجران کی اندرونی گدازش سے تھی - یہی بالکل حصول مراد - اور کامیابی کا سرمایہ ہوئی - جدائی کے داغ جو دل اور جگر مین فراہم تھے - یہی اخیر مین درخت آسودگی کا ہیولیٰ ہوئے جس نے رنگین سے زیادہ رنگین شان مین

یک رنگی کے پہول خفیہ رازداری کے دامن مین بہرے۔ یُولِجُ الَّیلَ فِی النَّہَارِ نے تمام اُنق باے
بالکہ کو جکی کی طرح چکر دیکر ہجران کے **قوس اللیل** کو بتامہ وصل کے **قوس النہار** مین داخل کیا۔ امدہٗ
فزا الفاظ۔ اس نقد معانی حاصل ہونے کی نشاط مین لٹائے گئے۔ اور ہم دوتن کی ہم کلامی کی بلند
بانگی کے مقابلہ مین الفاظ غم کا گروہ بالکل سست ہوکر مہجوری کے غار مین گرگیا۔

مدت پانچ سال تک مجازی محبت کی رونق افزائی رہی۔ اِس عرصہ مین طبیعت طرح طرح کی عاشقانہ
نظمین ترتیب دیتی تہی۔ اِس سے بیشتر کہ مین دل ہنا دہو کر سلسلہ کوشش مین اپنے تئین ڈالون۔
سخندانی۔ اور عبارت سنجی کے سامان سے فطرت کا علمی مکان چہت تک بہر گیا۔ یہان تک کہ ناطقہ
سخن آفرینی کے درجہ پر پہونچا۔ اور ہمت کو اس درجہ تلاش مین ڈالا۔ کہ کلام۔ قدیمانہ قالبون مین نہ ڈہالا جاوے
غور و فکر کی چلنی مین چہان کر احترامی خالب ہم پہونچایا جاوے۔ اور اس مین رنگ برنگ کی ریختہ گری کام
مین لائی جاوے۔ باوجودیکہ مین جانتا ہون۔ عنقا طلب اندیشہ ہمیشہ باد بدست ہوتا ہے۔ یہ بہی جانتا
ہون کہ استعارہ دوست اصحاب کے کلام کی تدرو رعنا گرم رفتار ہے۔ اور اس قسم کی اشعار گوئی کی قوت
راقم حروف کے عجائب نگار قلم مین بہت کچہ ہے۔ لیکن اَلْاِسْتِقَامَۃُ فَوْقَ الْکَرَامَۃِ کے ذوق مین صدر الذکر
فطری خیال سے باز نہین آیا۔ کیونکہ برگزیدہ کام کے سرانجام کے واسطے آستین کے اندر سے ہاتہ خواہ
نکلے ہی نہین۔ مگرفی نفسہ ایسے کام سے پشیمان ہونا۔ عقلمند کے نزدیک علامت بے استقامتی
کی ہے۔ بالاخر۔ اس خیال سے کہ کہین ایسا نہ ہو۔ فکر اور شعر کا راستہ چلنے والے مسافر۔ ہمراہی چہوڑ دینے کو
پیچہے رہ جانے کے سبب سے گمان کرین دو تین قدم پیچہے ہٹ کر وسط سخن کی آبادی مین نظم گوئی کا گہر پسند کیا
تاکہ مجوزہ گہر سخنوران عہد کے محلہ سے ایک کنارہ پر نہ رہے۔ نیز با نوا ہم صفیرون کا آشیانہ۔ اس شخص کی گفتار
کے ترنم سے۔ بوجہ اونچی نے اُٹہانے کے بے میل اور پستی مین واقع نہ ہو۔ اور جیسے مجنون گروہ کے ہجوم مین
عقل والا آدمی صرف اکیلا اور متہم بنادانی ہوتا ہے۔ اس طرح میرا حال نہ ہو۔ اس واسطے زیادہ ترغزل کی
نساجی (بناوٹ) مینے دوسرون کے بنے ہوئے ردیف و قافیہ۔ کے تانے بانے سے نہین کی ہے۔

غوثی شاعرانہ تقریر کو لاف و گزاف کے منصب سے معزول کرو۔ اور وقائع نگار قلم کو درست نویس راستی کی
انگلیون مین دو۔ اس افسانہ کا تتمہ۔ ایسے الفاظ کے ساتہ جو تہوڑے ہون مگر معنی بہت رکہتے ہون۔
بیوندیکر خوشی کے ساتہ پورا کرو۔ اور دوسرے واقعہ کی شاخ پر عندلیبانہ آئین سے ضروری نوا کے ساتہ

تازگی پیدا کرو - اس مجازی طفلانہ کہیل مین کہان تک بہاگ دوڑ کرو گے - اپنے کلام کو لڑکون کی اصطلاحی باتون کے ساتہہ جو کہیل کے وقت باہم بولتے ہین - کہان تک برابر رکہو گے - دیکہو - بہت دیر ہوگئی ہے - حیا اور خجالت کو بلانے کے واسطے آواز دینے کا وقت ہے -

القصہ جب دارالسلطنۃ آگرہ سے اپنے وطن کو لوٹ کر آیا - تو محمود العواقب کی صحبت نے دل ربائی کی بنیاد ڈالی جس کے سبب اُس خام سودا سے دماغ نے اور اُس سخت پریشان حالی سے سر نے نجات پائی اب **راقم** نے ایزدی معرفت کے دروازہ کی زنجیر ہلائی - ناطقہ کو آراستہ کرنے والے انواع و اقسام کے جہری ذکرون نے زبان کو کام مین لگایا - اور شطاری مشرب کے اشغال و افکار کی مشق نے دل کی تمام وسیع آبادی پر قبضہ کیا لیکن مینے قبا کو گودڑی کے عوض فروخت کر کے - اور صورت کو دگرگون بنا کر سیرت کی پردہ دری نہین کی - البتہ یہ ضرور چاہا - کہ مین خداشناسون کا سا باطن - اور دنیا پرستون کا سا ظاہر اپنا بناؤن اور اس برزخ نمادورنگی سے - صلح کل کے باغچہ کے لئے شگفتہ و شاداب کرنے والی نسیم بنون - تاکہ اگر اہل دل لوگون کے پاس بیٹہنے کا اتفاق ہو - تو باطن کے ذریعہ سے آشتی کی بزم آرائی کرون - اور اگر صورت پرست آدمیون کے ساتہہ چلنے کا موقع پیش آوے تو ظاہر کے ذریعہ سے موافقت کی صورت قائم رہے اس عالم کو جس کا ظاہر خلق اور باطن حق ہے - معکوس کر کے جیسا ہو ویسا دیکہون اور اَحْسِنْ كَمَا اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ[۱] کے فرمان پر کاربند ہون - یعنی اللہ تعالیٰ **جل شانہ** کے ساتہہ احسان کرو - اسی طرح کہ جس طرح اللہ تعالیٰ **جل شانہ** نے تمہارے ساتہہ احسان کیا ہے - یعنی تمہاری علمی صورت عینی لباس پہنا کر اپنے تئین تمہارے اندر چہپایا ہے تم بہی اپنے اندر چہپی ہوئی شے کو عیان کرو - اور دیکہنے مین اپنے تئین نہان کرو - تاکہ كُلُّ شَيْءٍ يَرْجِعُ اِلٰى اَصْلِهٖ[۲] کا مشاہدہ نور بصیرت عطا فرماوے -

گجرات کی لڑائی کا بیان

جب **راقم** گلزار کی عمر چہبیس[۲۶] سال کی ہوئی - تو ایک نوزاد جہان کا راقم کے ظاہری پرورش خانہ

[۱] تو احسان کر جیسا تیرے ساتہہ اللہ تعالیٰ نے احسان کیا ہے ۱۲ [۲] ہر ایک شے اپنی اصل کی طرف رجوع کرتی ہے ۱۲-

مین ورود ہوا - عبدالاول نام رکھا - میرے دوجہانی دوستون کو مبارک ہو - جب عمر کا ستائیسوان سال ہوا - جو ہجری سنہ نوسو نوے کی برابر تھا - تو علوم کی بقیہ تحصیل سے فراغت پانے کے واسطے احمد آباد کو گیا - دو سال بعد سلطان محمود گجراتی کا بیٹا سلطان مظفر اپنے صوبہ پر قابض ہوگیا - شہاب الدین احمد خان حسینی نیشاپوری جاگیر دار احمد آباد تھا - وہ تلاش اور پرخاش سے پہلے ہی اپنی دار الحکومت سے رخصت ہو کر پٹن کی طرف چل دیا - قطب الدین محمد خان - عرش آستانی اکبر شاہ کا اتکہ[۵] - اور قلعہ بھڑوچ وبرودرہ (بڑودہ) وغیرہ کا جاگیر دار تھا - اس کے لشکر کے تمام سردار - اور امرا بدنصیبی سے روگردان ہو کر سلطان مظفر کے لشکر مین جا ملے - جب یہ ناگوار خبر دار السلطنۃ آگرہ مین اکبر شاہی تخت پر پہونچی تو فوراً اتکہ مذکور کے بڑے بیٹے نورنگ خان کو اور قلیج خان کو گجرات جانے کا حکم دیا گیا - اور مالوہ کی تمام سپاہ اور خوانین کے نام فرمان صادر ہوا - کہ ان دونون امیران اعظم کے اتفاق سے ملک گجرات کی یورش پر دوش سے جاوین - قلیج خان ایک شخص انسانی اور ملکی کمالات کے جامع - اور ارضی و فلکی جواہر کے حقیقت شناس ہین - تمام علوم متداولہ اور غریبہ کا کئی دفعہ درس دیا ہوا ہے - اور بہت سے طالبان علم ان کی ملازمت سے مدرسی کے عالی درجہ کو پہونچ چکے ہین - نیز قلیج خان - عرش آستانی اکبر شاہ کے خوانین اعظم مین سے ہین - عمر شریف استی کے خانہ سے متجاوز ہو گئی ہے - ہمیشہ صوبہ کے مالک اور چند ہزار سوار کے سردار رہتے ہین - قلیج خان کی دولت - سعادت - سامان - اور دنیوی شوکت کی تعریف ان کی معنوی بزرگیون اور ذاتی خوبیون کے مقابلہ مین کرنا - ایسا ہے - کہ جیسے آفتاب کے مقابلہ مین ستارہ کی تعریف کرنا -

صدر الذکر واقعہ کا بقیہ بیان اس طور پر ہے - کہ تیر گرون کی سروہی کے راستہ سے ایک لشکر اور بھی مرزا خان ابن بیرم خان خانخانان کی سرداری مین اسی مذکورہ بالا شورش کے فرو کرنے کی غرض سے صوبہ گجرات کے نام سے نامزد کیا گیا - چونکہ کمک کے سردارون کو ایک دراز راستہ درپیش تھا - اور اس سبب سے مقصد پر پہونچنا فرصت چاہتا تھا - لہذا یہ ضروری توقف اتکہ مذکور پر بہت زیادہ معلوم ہوا - کیونکہ اتکہ کو کمال انتظار تھا - یہان تک کہ توقف کا خیال بلکہ قطعی نہ آنے کا اندیشہ - اتکہ کے دل مین کامل طور پر جاگزین ہوا - چونکہ تنگی کی نوبت حد درجہ کو پہونچی تھی - اور گجرات والون کے ہاتھ مین گرفتار ہو جانے کا وہم زیادہ بڑھ گیا تھا - اسواسطے اتکہ نے اپنی رہائی سلطان مظفر کی ملازمت کر لینے کے اندیشہ سوچی - اور کم بخت یہ نہ سمجھا - کہ اس ناصواب تریاق نما اندیشہ مین

[۵] اتکہ شوہر دایہ کو کہتے ہین -

جان ستان زہر ملا ہوا ہے - خیر جب آنکہ - مظفر کے دربار مین دخل یافتہ درباریون مین سے ہوگیا - تو
گجراتیون کی رائے - آنکہ کے مار ڈالنے مین ہوئی - اور اس کے نابود کر دینے مین ملک کی بہتری سمجھی
لہذا شمشیر تیز سے گردن مار کر خاک نیستی مین ملا دیا - اور اس بات کی تہ کو نہین پہونچے - نہ کسی نے اُن کو
آگاہ کیا - کہ فرمان پذیر کا مار ڈالنا بہت برا نتیجہ نکالتا ہے - خلاصہ اس یورش کی سرگزشت کا یہ ہے - کہ
مذکورۃ الصدر دونون اشخاص نورنگ خان اور قلیچ خان سرداران مالوہ کو اپنے ساتھ شامل کرکے گجرات
کی طرف سلطان پور کے راستہ سے روانہ ہوئے - آدھے راستہ پر پہونچے تھے - کہ گجراتیون کے غالب
اور آنکہ کے مارے جانے کی خبر سننے مین آئی - جس کے سبب سے ان کی تیز روی کے گھوڑون کے نعل
گر گئے - اور ہر ایک کا دل بھاری پڑ کر گویا کہ شتر خانہ ہوگیا - دلون کے اندر جو آگے بڑھنے کی ایک اُمنگ
تھی - وہ رُک کر سکون کے مقام پر بیٹھ گئی - دوسرے سپہ سالار (میرزا خان) نے عجلت کی روش
اور قاعدہ کو باہم ملا کر درمیانی رفتار کے ساتھ جنگل اور گھاٹیان قطع کرنا شروع کین - اور احمد آباد سے
اس طرف بیس کوس کے فاصلہ پر شہاب الدین احمد خان (جاگیردار احمد آباد) اور نیز گجرات کی دیگر سپاہ
نے ملحق ہو کر تعداد لشکر بڑھائی - کارسازی تقدیر سے اس جوانمرد کی ہمرکابی مین شتر دلون کا جگر شیرانہ
ہوگیا - تمام سپاہ نے یک دل اور یک رو ہو کر - دلیرانہ دوا دوش کی - دریاے سابرمتی قلعہ احمد آباد کے
نیچے ایسی خوشنمائی سے روان ہے - جس نے قلعہ کو جَنّٰتٍ[۵۱] تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ بنا دیا ہے
اس دریا کے کنارہ سلطان مظفر سے جنگ کا موقع پیش آیا - اگرچہ دشمن کا لشکر ساٹھ ہزار سوار سے زیادہ ہی
زیادہ تھا - اور شاہنشاہی سپاہ کی تعداد دس ہزار سے بھی کم تھی - لیکن کَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِیْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً
كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ط کی اُمید پر لڑائی کا آغاز کیا تھا - چنانچہ فتح اور فیروزی کے ساتھ سرفرازی
نصیب ہوئی - گجراتی سلطان نے قلعہ بھروچ کی جانب بھاگ جانے کو چند روزہ زندگانی کا ذریعہ سمجھ کر قدم
بڑھایا - اور یہ فتح یاب لشکر آہستگی کے ساتھ تعاقب مین جاتا تھا - اس فتح کی خوشخبری سننے سے مالوی سپاہ
کے دل - بظاہر تو بڑھے - مگر باطن مین ننگ اور شرمساری سے گھٹ گئے - بہرحال مالوی سپاہ
کوچ کرکے عجلت سے روانہ ہوئی - اور کلال باڑی مین جو بردورہ (بڑودہ) کے حدود مین ہے - فیروز سپہ سالار
کے لشکر سے آملی - مجلس شوریٰ مین - ایسا قرار پایا - کہ مالوی سپاہ نے جنگ کی تکلیفات نہین اُٹھائی
ہین - اور اس کا سامان بھی اچھا ہے - لہذا یہ سپاہ مغرورون کے تعاقب مین جاوے - اور جنگ کرکے

---

۵۱ باغ ہین جن کے تلے نہرین (نہری) بہتی ہین ۱۲ ۵۲ واکثر ایسا ہوا ہو کر) اللہ کے حکم سے تھوڑی جماعت بڑی جماعت پر غالب آگئی ہے ۱۲

اُن کو نیستی کی گھاٹیون مین ٹھکانے سے لگا دیوے - اور فتح یاب لشکر بازگشت فرما کر دارالخلافہ احمد آباد مین قیام کرے -

مذکورۃ الصدر سال مین اس رہتی داستان کا مجمل نویس - اور سکندری واقعات کا مختصر نگار استادی شیخی وجیہ الملۃ احمد آبادی کی خانقاہ مین دینی علوم کی تحصیل - اور علمی فنون کی سماعت کے نور سے نادانشگی اور بےعلمی کی تیرہ و تاریک رات کو صبح سعادت بنا رہا تھا - اور جنگ احمد آباد کے تماشائیون مین سے تھا -

القصہ جب اکتیسوان سال عمر کا آغاز ہوا - تو اپنے وطن کو لوٹ کر آیا - اُس کے دوسرے سال کہ عمر کا بتیسوان سال تھا - تاریخ اٹھائیسوین ماہ صفر **ختم بالخیر والظفر** ہجری سنہ نوسو پچانوین کو آئی علم کے خلوتخانہ سے عین (وجود) کی بزم مین - ایک فرزند نے کمال سعادت کے ساتھہ ورود کیا - اور وہ اپنے ساتھہ ساتھہ خوشی لایا - ہر طرف سے مبارک بادکی آوازین آئین - کامگار پیرون کی بشارت کے بموجب - حسن محمد نام رکھا - علم - عمر - عزت - اور عرفان سے خداوند تعالی برخوردار اور بہرہ یاب فرماوے -

واقعہ گجرات کا تتمہ اس طور پر ہے - کہ جب اس فتح کی خوشخبری اکبر شاہ کے حضور مین پہونچی - تو سپہ سالاری اور خانخانانی کے خطاب کا طغرا - جو پانچ کرسی سے اُن کا موروثی ہے - صوبہ گجرات کی جاگیر نامزد ہونے کی خوشخبری - اور فریدبران کئی طرح کی دیگر نوازشین - یہ تمام لوازم - میرزاخان کے نامی نام پر صادر ہوے - اور شاہنشاہی التفات سے - نیز اس شجاعت دستگاہ کے استحقاق سے روز افزون ترقیات نصیب ہوئین اور تمام امراے اعظم جو ہم رکاب تھے - اپنی کوشش اور کارگزاری کے موافق - نیز سپہ سالار کی سفارش کے موافق - منصب کی ترقی - جاگیر کی بیشی - اور خسروانی بخشش سے ممتاز ہوئے -

میرزاخان خانخانان کی تعریف

سبحان اللہ - تقریب طلب خاطر کو مدت دراز سے اِس بات کی آرزو تھی کہ اس **گلزار ابرار** مین قدیمی ہواخواہی کے اعتبار پر میرزاخان سپہ سالار کے کسی قدر حالات ظاہر کرون - جن کے ذریعہ سے ملک و ملکوت (عالم شہادت اور عالم غیب) کی آرائش ہے - چنانچہ اب اِس خواہش کا دامن

ہاتھ میں آگیا ہے۔ لہذا چند دل آویز جملے لکھکر قلم کو گوہر فروش بناتا ہون۔

اولاً - یہ کہ دسوین اور گیارہوین صدی کے دور مین ہر چند ملک عدم کو گئے ہوئے لوگون کے حالات جست وجو کرنے والے کان اور آنکھہ نے ٹٹولا لیکن محمدی کمالات کے ساتھہ متصف۔ اور ایزدی اخلاق کے ساتھہ موصوف ہونے مین کسی شخص کو آپ کی مثل صاحب سعادت نہ پایا۔

ثانیاً - یہ کہ آپ کے سوا کسی دوسرے کو ایسا نہ پایا۔ جس نے دولت کی عالی دستگاہ کو۔ اخروی نشاط بہم پہونچانے کا بازو معنوی فقر کا پردہ دار۔ اور حقیقی تجرد کا چشم بند۔ (آنکھہ باندھنے کی پٹی) بنایا ہو۔ آپ اُن لوگون کے بالکل برعکس ہین۔ جو بیٹھے ہوئے تو خلوت مین ہین۔ مگر دل بازار بنا ہوا ہے۔ اور جو زہد درویشی کی گرمی گودڑی کو دنیاوی سامان کی تحصیل کا بہانہ بنا کر باطن کے برخلاف ظاہر کا چہرہ دکھاتے ہین **بیت**

	تماشا کن تفاوت در دو رنگیہا تماشا کن		کجا این اختلاف آئین کجا آن پردہ آرائی

ثالثاً - یہ کہ نظم و نثر مین اقسام مفرد و مرکب کی۔ اور ان اقسام کی فصاحت کی جوہر شناسی۔ اور حقیقت و مجاز مین انواع و اقسام کے لطائف مدلولات۔ اور بلاغت ترکیب کی عیار روانی۔ جس قدر آپ کی فطرت اور فکر کی نوعروس کا زیور بنائی گئی ہے۔ اس مین سے ہزارہان حصہ بھی اس شخص کو نہین مل سکتا ہے۔ جو تمام عمر سخن آرائی۔ اور نکتہ طرازی کے دریاے فضیلت مین غواصی کیا کرے۔

رابعاً - یہ کہ بیان کے ذریعہ سے مدعا کی تصویر کھینچنے کے وقت جو عبارت کی رنگینی۔ آپ کی معجزہ نما بول چال کی زبان و دہان سے پیدا ہوتی ہے۔ بہتر ہے۔ کہ جمہور اصحاب بلاغت۔ اور ارباب معانی۔ اپنے صنائع و بدائع کی قلم سے اُس کی نقل لیکر سخن سنج حوصلہ کا سرمایہ بناوین تاکہ تنبیہانہ فطرت کے لوگ جو آیندہ آنے والے ہین۔ ان کے ناطقہ اور گویائی کے واسطے وہ نقل قانون بن جاوے۔ **بیت**

	مسلم نیست در عہد تو طوطی را شکر خائی		ہزارت آفرین سعدی برین شیرین سخن گفتن

خامساً - یہ کہ آپ کی خاص ہمت اور عام عطا کے ہاتھہ کو بخشش اور بخشایش مین جو مرتبہ زر و جواہر لٹانے کا حاصل ہے اگرچہ خارا اور گل پروری کے مقام پر بلالحاظ تفاوت ابر بھی سرمایہ ثمرات عطا کرتا ہے مگر آپ کے سامنے شرمسار ہے۔ **قطعہ**

	کہ نگو ناید از خر دمندی ؎		من نگویم کہ ابر مانندی ؎

اوہمی بخشد و ہمی گریہ ئی	تو ہمی بخشی وہمی خندی

سادسًا - یہ - کہ دشمن کشی خصم افگنی - ضبر آزمائی - اور جہان کشائی کے میدان مین دلیری اور دلاوری آپ کی شمشیر اور کمان کے ساتھ ساتھ ہین - اور تیزی وتندی - آپ کے حملہ وشوکت کے برابر برابر لگے ہوئے ہین - اِس طرح پر - کہ زمانہ قدیم کے کسی شجاعت شعار کے کارنامہ مین اِس کی نظیر دیکھنے مین نہین آئی -

سابعًا - یہ - کہ آپ حسبتہ للہ عام مخلوق اور رعایا کی - اور ادن کے دلون کی پاسبانی اپنے ذمہ واجب سمجھکر ہرایک کے ساتھہ اس طرح مہربانی سے پیش آتے ہین - کہ زبون ترین مخلوق کی بال برابر آزردگی بھی آپ کے مہر آگین دل پر ایک پہاڑ سے بھی زیادہ وزن دار معلوم ہوتی ہے - اور حال ومقال کی زبان سے اس مضمون کے ساتھہ آپ کا ترنم ہے - بیت

نیازارم زخود ہرگز دلے را	اگر می ترسم درو جائے تو باشد

ثامنًا - یہ - کہ تمام موجودہ جواہر سے آپ کی بے نیازی اور بیخودی حد کمال کو پہونچ گئی ہے - اس مدعا کے ثبوت کی ادنیٰ دلیل یہ ہے کہ مین کئی طرح کے زیور اخلاص کے ساتھہ - جو ساخت اور ریا سے معرا ہے - اور ہزارون قسم کے لباس خدمت کے ساتھہ جو تصنع اور خودنمائی سے مبرا ہے اپنے باطن اور اعتقاد باطن کی نوعروس آراستہ رکہتا ہون - باینہمہ مجہہ جیسے دعاگو کو اس طرح نظر سے گرا رکہا ہے - کہ میرا وجود - عدم کی برابر ہے - پہر دوسری چیزون کے ساتھہ آپ کی دلبستگی کا خیال کب ذی ہوش اصحاب کی تصور مین آسکتا ہے - اور اسباب تجمل - کوکبہ حشمت - دبدبہ شوکت - سامان منازل - اور ساز رفعت - غرض کہ جو کچہہ بھی دنیاوی لوازم - آپ کی عشرت اور خدمت کی بارگاہ مین ازلی سپردگی کے بموجب مہیا رہتے ہین - یہ آپ کے منصب اور مرتبہ کے اقتضا سے ہین - اور انسانی مصارف کی اشیا کا موجود ہونا کچہہ صاحب تصرف کے تعلق خاطر کی دلیل نہین ہے -

تاسعًا - یہ - کہ آپ کی قوت حافظہ کے آئینہ کی صفائی اِس درجہ پر پہونچی ہوئی ہے - کہ اگر انعکاس کی شرطین مفقود بھی ہوجاوین - جو دوسرے ایسے عکس اور آئینہ مین معتبر ہین - تاہم آپ کی قوت حافظہ کے آئینہ مین صور اور معانی کا عکس پڑنا زائل نہو - اور آئینہ حافظہ - عالم مثال کی طرح - پیش شدہ مثال - معقولات اور محسوسات کی نگہبانی کرے - بیت

وہمہ عرض کردن انواع صنع خویش	از ذات او نساخت قضا بہتر آئینہ

چنانچہ آپ کے بافروغ دل کا صحیفہ قرآن مجید کے الفاظ اور معانی یاد کر لینے سے ثانی لوح محفوظ ہے
غوثی جن جواہر اوصاف کا شمار عقل نہین کرسکتی ہے۔ اُن کے شمار سے اپنے عجز کا اقرار کرنا
صواب اندیش عقل مندون کا شیوہ ہے۔ لہٰذا تم ہی بحکم اِن تَعُدُّوا نِعمَۃَ اللّٰہِ لَا تُحصُوھَا آپ کے
اوصاف محصور نہ کرسکنے کا اور اپنے قصور کے وجود کا اقرار صحیح کرو۔ کیونکہ تمہارا ممدوح وَاللّٰہُ عَلِیمٌ بِذَاتِ
الصُّدُورِ کا مظہر ہے اب چند صفحات لکھے ہوئے اوصاف کی برابر مین سفید سادہ چھوڑ دو۔ تاکہ ممدوح اپنے
اوصاف مین سے جو کچھ مناسب جانے۔ اس کے لکھنے کا حکم فرما دے۔ قطعہ

چہ فرکشی باو متاعِ سخن	کہ بدیع تو از خزینہ اوست
گنجہ تو بردکان لب داری	آن ہمہ از دعائے سینہ اوست

یہ تمہارا معاملہ اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ
کے بازار مین راست آنے والا ہے۔ کیونکہ مبیع اور ثمن کا مالک ان دونون معاملون مین ایک ہی طرح پر
معلوم ہوتا ہے۔

قال المفسرون فی ھذہ الآیۃ لما کان من المؤمنین تسلیم انفسھم واموالھم الیٰ اللّٰہ تعالیٰ ومنہ سبحانہ الثواب الجزاء شبہ المشراء الذی فیہ العوض للمعوض فیما بینھما من المشابھۃ اطلق لفظ الاشتراء ولما قال ھل ادلکم علی تجارۃ وقال فما ربحت تجارتھم وفی الحقیقۃ لا یصح فی وصف اللّٰہ سبحانہ الاشتراء لانہ المالک	اس آیۃ کی تفسیر مین مفسرین نے لکہا ہے۔ ہرگاہ کہ بحکم اللہ تبارک وتعالیٰ مومنین کی طرف سے اُن کے نفوس اور اموال کی سپردگی۔ اور اللہ سبحانہ کی طرف سے ثواب اور جزا عطا فرمایا جانا اُس شریٰ کے مشابہ ہے جس کے اندر عوض اور معوض دونون پائے جاتے ہین اور وجہ شبہ وہی ہے جو ان دونون کے درمیان مین ہے۔ اسلئے لفظ اشترے بولا گیا۔ اور نیز اس سبب سے لفظ اشترے بولا گیا۔ کہ اللہ سبحانہ نے ایک جگہہ فرمایا ہے۔ ھل ادلکم الخ اور دوسری جگہہ فرمایا ہے۔ فما ربحت الخ ورنہ فی الحقیقۃ اللہ سبحانہ کے وصف

لہ اگر تم خدا کی نعمتون کو شمار کرنا چاہو۔ تو ان کو پورا پورا شمار نہ کرسکو ۱۲ ۵۲ اور اللہ (لوگون کے) دلی خیالات (تک) سے
(بھی) واقف ہے ۱۲ ۵۳ اللہ تعالیٰ نے مسلمانون سے ان کی جانین اور ان کے مال (اس وعدہ پر) خرید لئے
ہین۔ کہ اِن کی بدلے ان کو جنت دے گا ۱۲۔

سواه وهو مالك الاعيان كلها
ومن لم يستحدث ملكا لا يقال
انه في الحقيقة اشترى
وللمقال في هذه الآية مجال

میں اشترے کا لفظ صحیح نہیں ہوسکتا ہے۔ کیونکہ اُس کے سوا کوئی مالک نہیں اور تمام اعیان کا مالک وہی ہے اور جو شخص جدید طور پر کسی شے کا مالک نہ بنے۔ اُس کی نسبت نہیں کہا جاسکتا ہے۔ کہ اُس نے فی الحقیقۃ وہ شے خریدی۔ اور اِس آیۃ میں گفت وگو کے لئے گنجائش ہے۔

فيقال البائع لا يستحق الثمن اذا
امتنع من تسليم المبيع فكذلك لا
يستحق العبد الجزاء للموعود الا بعد تسليم
المال والنفس على موجب اوامر الشرع فمن قصر
او فرط فهو غير مستحق للجزاء

پس بعض کہتے ہیں۔ کہ بائع قیمت کا مستحق نہیں ہوتا ہے۔ اگر باز رہے مبیع کے سپرد کرنے سے۔ اسی طرح عبد۔ جزاے موعود کا مستحق نہیں ہوتا ہے مگر اپنا مال اور نفس بموجب احکام شرع سپرد کردینے کے بعد۔ اگر کسی شخص نے احکام شرعی کی شروط میں کمی کی۔ یا زیادتی کی۔ تو وہ جزا کا مستحق نہیں ہوسکتا ہے۔

وفي التوراة الجنة جنتي والمال مالي
فاشتروا جنتي بمالي فان ربحتم فلكم
وان خسرتم فعلي

اور توریت میں آیا ہے۔ جنت میری جنت ہے۔ اور مال میرا مال ہے پس تم میری جنت میرے مال کے عوض میں خریدو۔ اگر تم نے تجارت میں فائدہ اُٹھایا۔ تو وہ تمہارا ہے اور اگر نقصان اوٹھایا تو وہ مجھکو رہا۔

وقيل لا يصح للمؤمن ان يتعصب لنفسه
بحال لانها ليست له والذي اشتراها
اولى بها من صاحبها الذي هو
اجنبي عنها لانه باعها

اور بعض کہتے ہیں۔ کہ مومن کے واسطے یہ صحیح نہیں ہے کہ اپنے نفس کے دینے میں کسی طرح بخل کرے کیونکہ نفس مذکور اُس کا نہیں ہے اور جس نے اس کو خریدا ہے۔ وہ اس کے قابض کی بہ نسبت اولی ہے۔ کیونکہ وہ نفس سے اجنبی ہے۔ اور اُس نے نفس کو بیچ دیا ہے۔

وقيل اخبر انه اشتراها لئلا
يدعي العبد فيها ولا يساكنها
ولا يلاحظها ولا يعجب بها

اور بعض کہتے ہیں۔ خبر دی گئی ہے کہ اللہ جل شانہ نے نفس کو خرید لیا۔ تاکہ عبد اُس کی بابت دعوی نہ کرسکے نہ اُس کے ساتھ مل جل کر رہے۔ نہ اُس کا ملاحظہ کرے۔ نہ اُس کی بنیاد پر غرور کرے۔

ويقال انما قال اشترى من المؤمنين انفسهم ولم يقل قلوبهم لان النفس محل الآفات فجعل الجنة فى مقابلتها والقلب محل استواء الرحمن فجعل ثمنه اجل من الجنة - وهو ما يخص به اولياءه فى الجنة من عزيز رؤيته -

بعض کہتے ہین - اللہ جل شانہ نے اشترے من المؤمنین انفسہم کہا اور قلوبہم نہین کہا - کیونکہ نفس محل آفات سے ہے - لہذا جنت کو نفس کے مقابلہ مین قرار دیا - اور قلب محل قیام رحمن ہے - لہذا اس کی قیمت جنت کی بہ نسبت زیادہ شاندار قرار دی - اور وہ جناب باری عز اسمہ کا عزیز دیدار ہے جو جنۃ کے اندر بالخصوص اُس کے اولیا کو نصیب ہوگا -

ويقال النفس موضع العيب والكريم يرغب فى شراء ما لا يريد فيه غيره -

بعض کہتے ہین - نفس مورد عیب ہے - اور کریم آدمی اُس شے کی خرید کی طرف رغبت کرتا ہے جس کی خرید کا ارادہ کوئی نہ کرے -

ويقال من اشترى شيئا لينتفع به - اشترى خير ما يجده ومن اشترى شيئا لينتفع غيره فليشترى ما رد على صاحبه فينتفع بثمنه

بعض کہتے ہین - جو شخص کوئی شے اس غرض سے لینا چاہے کہ خود کو اُس سے نفع حاصل ہو - اُس کو اُن سب چیزون مین سے بہترین چیز خریدنی چاہیے جو ہم پہونچین اور جو شخص کوئی شے اس غرض سے لینا چاہے - کہ غیر شخص اُس سے نفع پاوے - تو اُس کو وہ شے خریدنی چاہیے - جو اُس کے مالک کی طرف پلٹ جاوے تاکہ یہ شخص غیر کو اُس شے کی قیمت سے نفع پہونچاوے -

وقال الشيخ ابو على الدقاق لم يقل اشترى قلوبهم لان القلب وقف على محبته والوقف لا يشترى -

شیخ ابو علی دقاق نے کہا ہے کہ اللہ جل شانہ نے اشتری قلوبہم نہین کہا - اس کی وجہ یہ ہے - کہ قلب اُس کی محبت مین وقف ہے - اور وقف کا بیع و شری نہین ہوسکتا -

يقال الطير فى الهواء والسمك فى الماء لا يصح شراءه لانه غير ممكن التسليم كذلك القلب صاحبه لا يمكنه تسليمه فلم يقل اشترى قلوبهم قال الله تعالى واعلموا ان الله يحول بين المرء وقلبه

کہتے ہین - ہوا مین پرندون کا - اور پانی مین مچھلی کا شری صحیح نہین ہوسکتا ہے کیونکہ ان کی سپردگی ممکن نہین ہے - اسی طرح صاحب قلب کو قلب کی سپردگی ممکن نہین ہے لہذا اشتری قلوبہم نہین کہا - اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے - یہ جان لو - کہ اللہ تعالی الشان آدمی اور اُس کے قلب کے درمیان مین حائل ہے

جو اصحاب تشبیہ و مجاز کی فصاحت محل کی تعمیر کرنے والے ہین - اُن کے ریاضی دان ضمیر کو واضح ہو - کہ حدیث اَنَا مَدِیْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُهَا[1] اس ستعار قول کے محل کی بنیاد ہے - یعنی عبارت کا جہان جس کی حسّی صورتون کا ہیولیٰ حروف تہجی ہین - مرکبات اور موالید کے جہان کی بہ نسبت فی الواقع بہت زیادہ اور بہت بڑا ہے - اولین جہان کے قطر اور ضلعے جو انواع و اقسام کے فنون اور مختلف علوم ہین - دوسرے جہان کی نواح اور ولایتون کی بہ نسبت کہ عرب اور عجم ہین - زیادہ خوش ہوا - اور شاداب ہین -

اولین جہان کی شہر اور قریے کہ مبسوط کتابین اور مختصر رسالے ہین - دوسرے جہان کے شہرون اور موضعون کی بہ نسبت کہ روم کا استنبول - اور ہند کا احمد آباد ہے - مقبولیت اور تحصیل محصول مین زیادہ ہین اولین جہان کے کوشک - قصر - ریاض - اور رباط - کہ مقاصد اور مسائل کے ابواب اور فصول ہین دوسرے جہان کی منازل - محلات - باغ - اور بازار کی بہ نسبت کہ طلائی چار دیوارین - رنگین چمنین - ساخت دینے والے اشجار - اور ضلع دار دکانین ہین - زیادہ خوش وضع - زیادہ رعنا - زیادہ روشن - اور زیادہ اونچے ہین -

عالم کلام کے مکانات کے مکین - کہ اشیا کے معانی اور حقائق ہین - کرہ خاک کے باشندون کی بہ نسبت کہ آدمیون کی اقسام اور حیوانات کی انواع ہین - زیادہ دیرپا - زیادہ لطیف - زیادہ موزون اور زیادہ نازک ہین -

اور عالم کلام کے سلاطین کہ اصحاب دانش و بینش ہین - کرہ خاک کے بادشاہون کی بہ نسبت کہ ارباب جاہ و حشمت ہین - زوال کے غم - اور انتقال کے اندیشہ سے زیادہ فارغ - اور زیادہ آزاد ہین -

یہ سچ بلکہ بالکل سچ ہے - کہ عالم اول کے تمام توابع اور تمام لواحق - عالم ثانی کی بہ نسبت زیادہ سنجیدہ و پسندیدہ اور منفعت و رتبہ مین اعظم و اعلیٰ ہین - تم دیکھتے نہین ہو - کہ جب ظاہری آفتاب اپنے اُفق سے طلوع کرتا ہے - تو رات کی تیرگی - زائل ہو جاتی ہے - اور دن کی روشنی سے ظاہری آنکھہ مین مخلوقات کے دیکھہ سکنے کا فروغ پیدا ہو جاتا ہے - اور جب معانی کا آفتاب حکمت بیان کرنے والی زبان کے مشرق سے طلوع فرماتا ہے - تو جہالت کی رات صنوبری قلب کے کرہ سے بستر باندھہ جاتی ہے - اور ادراک کی

[1] مین علم کا شہر ہون - اور علی اُس شہر کا دروازہ ہین ۱۲

صبح کی سفیدی اوہر کر دل کی آنکھون کو حق شناسی کا نور بخشتی ہے - **بیت** -

مہ کجا و آفتاب طلعتِ جانان کجا	آن شب ست این روز روشن این کجا و آن کجا

ایک روز چند خوبان صورت و معنی - بزرگان ظاہر و باطن - اور خاصان مسافر و مقیم کی جماعت درویش کے مہمانخانہ مین گفت وگو کر رہی تہی - اور ہر ایک قسم کی باتین گرما گرمی سے ہو رہی تہین منجملہ اون کے حضرت غوث الاولیا کے بزرگ خلیفہ شیخ شمس الدین زندہ دل نے اُس مجمع مین معرفت کے متعلق کچہہ بیان کرنا شروع فرمایا - جس قدر باتین کرنے والے کیمیا بیان لوگ انجمن مین بیٹھے ہوئے تہے - وہ سب زبان کو خاموش کر کے - سراپا گوش ہوئے - زندہ دل کے باعجاز کلام پر عاشق ہو کر سننے سے سیر نہین ہوتے تہے - اور اسی طریقہ پر ان کا کلام کرتے رہنا دعا کے ساتہہ خدا سے مانگتے تہے - اور اس بیت کا ترانہ گانے تہے **بیت**

وحدثتنی یاسعد عنہا فزدتنی [۵۱]	جنونا فزدنی من حدیثک یاسعد

صدر الذکر انجمن کی تقریر درمیان مین لانے سے غرض یہ ہے - کہ زندہ دل نے فرمایا - کہ علوم - معارف حقائق اور معنی کا ملک فتح کرنے کی نشاط بیان مین نہین آسکتی ہے - کیونکہ جب مشکلات فنون کا عقدہ - مطالعہ اور تامل کی امداد کے بدون حل ہو جاتا ہے - تو چارون طرف سے بے حد خوشی اس طرح سے میرے متجسس دل پر نثار ہونے کو آتی ہے - کہ مجکو یقین ہو جاتا ہے کہ اتنی خوش دلی اور خوشحالی - کسی بادشاہ کی خاطر عاطر کو کسی جدید ملک فتح کرنے سے بہی نہین ہوتی ہوگی - بہت اچہا ہے وہ گروہ - جو سخنوری اور سخن شناسی کے ملک مین صاحب خطبہ اور صاحب سکہ ہے - اور بہت ہی اچہی ہے وہ جماعت جو عرفان اور علم کی اقلیم فتح کرنے کے واسطے کمر ہمت باندہ کر جہاد اکبر مین مشغول ہے - نہین نہین - دولت مندی مین عالی مرتبہ وہ صاحب خانہ ہے جو سلیمانی طالع اور سکندری زائچہ کے ساتہہ علم (عدم) کے آسمان سے عین (وجود) کی زمین پر آیا ہے - اور یہ دونون زیبا دلنشین (اہل سخن اور طالب عرفان) جس کے عشرتخانہ تصرف کی دل رُبا بیبیان ہین - **الحمد للہ والمنۃ** کہ ہمارے زمانہ کا شہنشاہ **ابو المظفر نور الدین محمد جہانگیر بادشاہ غازی خلد اللہ ملکہ وسلطانہ ابداً** ان دو جہاد سلطنتون کی سعادت سے اور جن صدر الذکر دو عروسون کو ارث و استحقاق کی آرزو نے ناز کے ساتہہ پرورش کیا ہے ان کے ہم خوابگی کی نشاط سے کامیاب اور کامران ہے - اور نیز تمام مقاصد کے حصول مین تمام

۵۱ اے سعد تو نے اُس کی بات مجہہ سے کر کے میری حیات زیادہ کر دی ہے پس تو اپنے بیان سے میری حیات زیادہ کرتا رہ ۱۲ -

طالبان مقاصد کا کام بخش اور کام روا ہے۔ للہ الحمد فی الاولیٰ والاخرۃ کہ اس گلزار کا آغاز اور انجام شاہنشاہی ستایش اور مدح کی ہوا کھانے سے نوبہار تازگی کی آغوش مین اور ابر سعادت کے سایہ مین ہے۔

تاریخ اتمام

بے حجابانہ خلوتے دارند	چون بزرگان درین چہار چمن
خلوت بے حجاب گشت ازان (۱۰۳۶، ۱۴)	سال اتمام این حدیقۂ من

تمت بالخیر

تواریخ اذکار ابرار من نتائج افکار گہربار ابوالاعجاز منشی سید محمد احسان علیخان صاحب احسان شاہجہانپوری

فقرات نثر تاریخی

روضۂ شہود ۱۳۲۶ھ — صحیفۂ نیک بختان ۱۳۲۶ھ — مخزن الم نشرح ۱۳۲۶ھ

قطعۂ تاریخ

(۱) فرید العصر حافظ فضل احمد
مکرم زبدۂ امثال و افراد
(۲) تصوف مین بھا نسخہ فارسی کا
بھرے تھے اس مین اچھے اچھے اوراد
(۳) لباس اُردو کا پہنایا جو اوسکو
کیا یہ کام اونھون نے قابلِ داد
(۴) بڑی محنت بڑی کوشش کا ہی کام
ثنا گر اون کے ہین عباد و زہاد
(۵) حقیقت مین ہے وہ اذکار ابرار
بیانِ منزلِ اقطاب و اوتاد
(۶) مکمل ہر طرح دیکھا جو اوس کو
خوشی سے روحِ شبلی نے کیا صاد
(۷) ہوئی مجھکو جو فکرِ سال احسان
کیا مین نے رقم الصلح ارشاد ۱۳۲۶ھ

دیگر

(۱) فضل احمد کہ بر و فضلِ خداست
آن ز گلزار بر آورد اذکار
(۲) ترجمہ کرد ز سعیِ وافر
باد این نسخہ قبولِ اخیار
(۳) بہر تاریخ جہان تاب احسان
آسمان گفت خجستہ انوار ۱۳۲۶ھ

دیگر سال طبع

(۱) آن حافظِ مصحف الٰہی
فضل احمد خجستہ تقریر
(۲) اذکار نوشت چون بہ اُردو
نظارگیان شدند تسخیر

(۲) احسان پے سال طبع ہاتف
خوش گفت مآثر المشاہیہ
۱۳۲۸ء

مصرع سال طبع

چھپ گیا مصحف ابرار تفقد آگین
۱۳۲۸ھ

فقرۂ نثر تاریخ

روضۂ نورانی
۱۳۲۸ھ

تواریخ اذکار ابرار اُردو ترجمۂ گلزار ابرار از محمد عزیز الدین رخشاں انصاری چپوری

قطعہ تاریخ

سلف مین ہوا ہے مشائخ کا فرقا ۔۔۔ سوانح مین اون کے کوئی تذکرہ تھا
جو گلزار ابرار تھا نام اوس کا ۔۔۔ ہزار اوس کے مانند بلبل تھے شیدا
زبانِ عجم اُس کی آسان نہین تھی ۔۔۔ زبانِ عرب تھی بلاغت مین ڈوبی
مضامین تھے مشکل ۔ عبارت ادق تھی ۔۔۔ عدیم الوجود اوس کا تھا اصل نسخا
رئیسانِ اوجین مین دو برادر ۔۔۔ خدا یار خان اور الٰہ یار خان ہین
ملی اتفاقاً اونھین نقل اُس کی ۔۔۔ جسے دیکھ کر اون کے دل مین یہ گزرا
کرین ترجمہ اِس کا اُردو زبان مین ۔۔۔ لطیف وسلیس ونفیس اور آسان
مسلمان بھائی پڑھین اور سمجھین ۔۔۔ شریعت ۔ طریقت ۔ حقیقت کا رستا
اِسی دھن مین اک روز یہ دونون بھائی ۔۔۔ ملے میرے خالِ معظّم سے آکر ۔
سپرد اون کے گلزار ابرار کر کے ۔۔۔ کہا ترجمہ کیجیے آپ اس کا
مرے قبلۂ ظاہر و پیر باطن ۔۔۔ حمیدہ خصائل گرامی محاسن
گران منزلت مولوی فضل احمدؒ ۔۔۔ وہ حافظ کلام الٰہی کے یکتا
اگرچہ مشاغل کی تھی اتنی کثرت ۔۔۔ نہ ملتی تھی اون کو کسی وقت فرصت
مگر عرض کی مین نے حضرت سلامت ۔۔۔ مناسب نہین اس سے انکار ہلا

یہ بحر حقیقت کے خوش آب موتی — یہ کان طریقت کے انمول جوہر
زمانہ چھپائے گا کب تک اب انکو — اٹھا دیجئے ان کے چہرے سے پردا
خدا کا نہین کام حکمت سے خالی — سعادت یہ ہے حصۂ ذات سامی
نہین قابل اس کام کے اور کوئی — کرینگے اسے آپ ہی ختم اچھا
ادھر تھیں رجز خوانیاں میری پیہم — ادھر خان ذی شان کا اصرار ہر دم
بڑھا ایک یہ یک جوش خان معظم — اٹھایا قلم ترجمہ اوس کا لکھا
جو دشواریان ہوتی ہین ترجمہ مین — اونھین جاننے والے ہی جانتے ہیں
مگر حضرت **فضل** نے سچ تو یہ ہے — کیا ترجمہ نادر و صاف و زیبا
دہ علم و لیاقت کے جوہر دکھائے — فصاحت سلاست کے سکے بٹھائے
مزے اہل علم و تصوف کو آئے — غل احسنت احسنت کا خوب اٹھا
حرامنہ نہین داد دون ترجمہ کی — کرے گا تعجب پڑھے گا جو کوئی
غرض ترجمہ کی تو ہے صرف اتنی — کہ کھینچ جائے اصلی مقاصد کا نقشا
بصیرت سے جب ذات وحدت کو دیکھین — خدائی کا جلوہ نمودار پائین
نہ کیون اپنی ہستی کو ہم ہیچ سمجھین — قدیم و ابد ہے وہی ذات یکتا
یہ اب خاتمہ پر خدا سے دعا ہے — کہ جب تک زمین و فلک کو بقا ہے
زمانہ مین یہ ترجمہ پائے شہرت — کرے اس کی ہر ایک دل سے تمنا
یہ توفیق دے اپنے بندون کو یارب — نہ تیرے سوا کچھ کسی سے ہو مطلب
ترا ذکر لب پر تری فکر دل مین — نظر مین ہو تو سر مین ہو تیرا سودا
قبولیت عام دے ترجمہ کو — سبق ہم تصوف کا پاتے ہین اس سے
مظاہر مین جلوہ نما تیرے ہر سو — مگر پھر بھی ثانی نہین کوئی تیرا
بالآخر یہ کی فکر بھی مین نے **رخشان** — کہ تاریخ ہو ترجمہ کی نمایان

ملی مجھ کو امداد فیض بزرگان
بنا نام اذکار ابرار نکلا

دیگر

مقدس کیوں نہ ہو گلزار ابرار
عبارت فارسی کی ہے سراسر
لباس اُردو کا پہنایا ہے اوس کو
بہت خوش ہوں گے اس کے پڑہنے والے

وہ ہے اک تذکرہ خاصانِ حق کا
بڑی دلکش بڑی دلچسپ وزیبا
جناب فضل خوش گو نے سراپا
کہ ایسا ترجمہ دیکھا نہ ہوگا

ہوئی مجبہ کو جو فکر سال رخشان
تو شوقِ دل سے ذکر شوق لکھا
۱۳۲۶ھ

رباعی

یہ ترجمہ ہے نشانِ خاصانِ خدا
برجستہ سنین عیسوی میں رخشان
دل سے پڑھیں طالبانِ خاصانِ خدا
تاریخ ہے گلستان خاصان خدا
۱۹۰۸ء

رباعی

سب کے لئے وا ہے بابِ خاصانِ خدا
نکلا ہے یہ سال طبع موزون رخشان
نایاب ہے یہ کتابِ خاصانِ خدا
گلدستہ لاجواب خاصانِ خدا
۱۹۰۹ء

آیۂ قرآنی متضمن تاریخ اذکار ابرار کہ مولوی اکبر حسن صاحب مجسٹریٹ

درجہ اوّل شہر اجین برادر عالم خواب القا شدہ

ذِکْرٌ مُّبَارَكٌ اَنْزَلْنٰہُ

۱۳۲۶ھ

بانخیرِ تمّت اللّٰہ بیسر